جدید ایڈیشن

قرآن کریم کے معانی ومطالب سے واقف کرانے کیلئے
بامحاورہ اور لفظی ترجمہ کے ساتھ آسان تعلیمی

درسِ قرآن

پارہ ۲۶ تا ۳۰

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوذر! اگر تو صبح کو ایک آیت کلامِ پاک کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے اور اگر عمل کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے

تسہیل شدہ ترجمہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات
مولانا محمد اشرف علی التھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تفسیر ملخص از تفسیر ابنِ کثیر، معارف القرآن، بیان القرآن و دیگر تفاسیر

اگر آپ روزانہ
پندرہ بیس منٹ "درسِ قرآن"
سے ایک درس پڑھیں تو ان شاء اللہ
آپ اس کے معانی ومطالب کو سمجھنے
میں کامیاب ہوجائیں گے

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

حٰمٓ ۔ یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔

	حٰمٓ حامیم	تَنْزِيْلُ نازل کرنا	الْكِتٰبِ کتاب	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	الْعَزِيْزِ غالب	الْحَكِيْمِ حکمت والا	

تفسیر وتشریح: الحمد للہ اب ۲۶ ویں پارہ کی ابتدا سے سورۂ احقاف کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ تلاوت کردہ ابتدائی آیت کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام و زمانہ نزول' تاریخی پس منظر خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کے تیسرے رکوع کی ابتدا میں لفظ احقاف آیا ہے۔ احقاف حقف کی جمع ہے اس کے لفظی معنی ہیں ریت کے لمبے لمبے بلند ٹیلے لیکن اصطلاحاً یہ صحرائے عرب کے جنوبی مغربی حصہ کا نام ہے جہاں اس وقت کوئی آبادی نہیں اور بجز ریت کے ٹیلوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا لیکن قدیم زمانہ میں یہاں قوم عاد آباد تھی۔ جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں آندھی کا عذاب بھیج کر نیست و نابود کر دیا تھا چونکہ اس سورۃ میں اسی بڑے حادثہ کا ذکر ہے اس لئے اس کا نام احقاف مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی باتفاق جمہور مکہ میں نازل ہوئی تھی اور سرکش قوم یعنی کفار قریش کو قوم عاد کی تباہی و بربادی یاد دلا کر خوف دلانے کے لئے نازل ہوئی تھی۔ یہ ان سات سورتوں میں سے جو حٰم سے شروع ہوتی ہیں ساتویں اور آخری سورۃ ہے۔ ان سات سورتوں کی فضیلت پہلے بیان ہو چکی ہے جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ حٰم سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازہ ہیں۔ ہر حٰم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور دربار الٰہی میں عرض کرے گی کہ یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازہ سے داخل نہ کیجیو۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۴۶ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۸۸ بیان کیا گیا ہے یعنی قرآن پاک کی ۸۷ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۲۶ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۳۵ آیات' ۴ رکوعات' ۶۵۰ کلمات اور ۲۷۰۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کا زمانہ نزول نبوت کے دسویں سال کے آخر یا گیارہویں سال کی ابتدا بیان کیا گیا ہے جو اس تاریخی واقعہ سے متعین ہوتا ہے جو اس سورۃ کے آخری رکوع میں جنات کے آنے اور قرآن سن کر اس سے متاثر ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ حدیث اور سیرۃ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ یعنی جنات کی ایک جماعت کا حاضر ہونا اور قرآن پاک کو سن کر اس سے متاثر ہو کر اپنی قوم جنات میں جا کر ایمان و اسلام کی تبلیغ کرنا اس وقت پیش آیا تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قیام مکہ کے زمانہ میں طائف بغرض تبلیغ و دعوت اسلام تشریف لے گئے تھے اور بظاہر وہاں سے ناکامی اور خستہ دلی کے ساتھ واپس مکہ تشریف لا رہے تھے کہ رات کے وقت نخلہ کے مقام پر آپ نے قیام فرمایا تھا اور صبح کی نماز میں بآواز بلند قرآن کریم پڑھ رہے تھے کہ جنات کی ایک جماعت کا ادھر سے گزر ہوا اور وہ قرآن سننے لگے جس کا مفصل بیان سورۂ جن ۲۹ ویں پارہ میں آیا ہے اور تمام معتبر تاریخی روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف بغرض تبلیغ تشریف لے جانے کا واقعہ مکہ سے ہجرت سے ۳ سال پہلے

نہ واقعہ ہے۔اس طرح اس سورۃ کے نزول کا زمانہ نبوت کے دسویں سال کا متعین ہو جاتا ہے اور یہ ۱۰ نبوی کا وہ سال ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ میں انتہائی سختی کا سال تھا۔اس سال کو آپ نے غم کا سال فرمایا ہے۔یوں تو کفار مکہ قریش کی مخالفت اعلان نبوت کے ساتھ ہی شروع ہو گئی تھی مگر جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ان کی اذیتوں اور تکلیفوں کے اپنی دعوت اور تبلیغ دین پر قائم ہیں اور بے نظیر جرات سے اپنا کام برابر کئے جا رہے ہیں تو تمام قریش نے یہ طے کیا کہ بنی عبدالمطلب اور بنی ہاشم سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے سپرد کر دیں ورنہ ہم ان سے بالکل قطع تعلق کر دیں گے۔مگر بنی عبدالمطلب نے اس کو منظور نہ کیا تو باتفاق رائے قریش میں یہ عہد نامہ لکھا گیا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ تھا مکمل مقاطعہ یعنی بائیکاٹ کیا جائے۔ رشتے، ناطے، نکاح بیاہ خرید و فروخت، لین دین حتیٰ کہ کھانے پینے کی چیزیں سب بند کر دیئے جائیں اور یہ عہد نامہ لکھ کر بیت اللہ کے اندر معلق کر دیا گیا یہ نبوت کے ساتویں سال کا واقعہ ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام رفقاء اور اقربا مجبور ہو گئے اور گھر بار چھوڑ کر پہاڑ کی ایک گھاٹی میں محبوس اور محصور ہو کے رہنے لگے۔بنی ہاشم کے تمام افراد سوائے ابولہب کے بلا امتیاز مسلم و کافر سب کے سب ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ساتھ اس گھاٹی میں مقید اور محصور رہے۔سب طرف کے آمد و رفت کے راستے بند تھے۔خورد و نوش کا جو سامان ساتھ تھا وہ ختم ہو گیا تو سخت اضطراب پیش آیا۔ شدت بھوک کی وجہ سے درختوں کے پتے کھانے کی نوبت آئی۔ سوکھا چمڑا ملتا تو اسے بھون کر کھاتے۔بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر رویا کرتے کہ ان کی آواز گھاٹی کے باہر سنائی دیتی۔ یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لئے فرمایا اور اس مرتبہ ایک بڑے

قافلہ نے ہجرت کی جس کی تعداد ۸۳ مرد اور ۱۲ عورتیں بیان کی جاتی ہے۔ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی آل اصحاب نے تقریباً تین سال انہی مظالم اور مصائب کے ساتھ بسر کئے۔آخر ان ظالموں میں سے کچھ کو رحم آیا اور اس عہد کے توڑنے اور آپ سے محاصرہ اٹھانے پر آمادہ ہوئے۔ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ قریش کے عہد نامہ کو دیمک نے کھا لیا ہے اور بجز خدا کے نام کے اس میں کوئی حرف نہیں چھوڑا۔آپ نے لوگوں سے بیان کیا۔دیکھا گیا تو ٹھیک اسی طرح نکلا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ الغرض اس وقت آپ سے محاصرہ اٹھا دیا گیا۔اب گھاٹی سے نکل کر اپنے گھروں میں آئے تو چند ہی دن گزرے تھے کہ اسی نبوت کے دسویں سال آپ کے چچا ابو طالب نے جو حضرت علی مرتضیٰؓ کے والد تھے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر مددگار رہے تھے وفات پائی جن کے انتقال کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ ہوا۔آپ کے چچا کی وفات کے تین ہی دن بعد آپ کی غمگسار زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ نے انتقال فرمایا۔یہ وہ زوجہ مطہرہ ہیں کہ جنہوں نے اپنا سارا مال و دولت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی پر قربان اور راہ خدا میں صرف کر دیا تھا۔یہ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام لائی تھیں۔ آپؐ کی دو مونس و غمگسار اسی سال آگے پیچھے چل بسے۔قریش کے ظالموں کو آپ کے چچا ابو طالب کے رعب داب اور حضرت خدیجہ کی خاطر سے کچھ رکاوٹ تھی وہ بھی ان دونوں کے اٹھ جانے پر دور ہو گئی اور آپ کی ایذا رسانی میں اب کوئی دقیقہ کفار نے نہ چھوڑا۔اور اب قریش نے زیادہ تر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ آپ راہ میں جا رہے تھے کسی شریر نے آپ کے سر مبارک پر کیچڑ پھینک دی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح گھر میں داخل ہوئے۔صاحبزادیوں میں سے ایک اٹھیں پانی لے کر آئیں سر مبارک دھوتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔آپ نے فرمایا اے پیاری بیٹی روؤ نہیں۔اللہ تیرے باپ کا محافظ ہے۔ایک دفعہ آپ کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے۔قریش کے سردار بھی جلسہ

جمائے بیٹھے تھے۔ نماز پڑھتے دیکھ کر کہنے لگے کہ کوئی اونٹ کی اوجھڑی لاکر ان کی گردن پر رکھ دے۔ چنانچہ ایک شریر نے یہ کام کیا۔ اس بوجھ سے آپ کی پشت مبارک دب گئی۔ کسی نے آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے جاکر اس کی خبر کی وہ آئیں تو کسی طرح اس گندگی کو ہٹا کر دور کیا۔ ایک دفعہ ایک شریر نے آپ کی گردن میں چادر کا پھندا ڈال کر چاہا کہ گلا گھونٹ دے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دوڑ کر آپ کو بچایا۔ مکہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر طائف کا سرسبز اور شاداب شہر تھا۔ آپ نے مکہ کے لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر طے کیا کہ طائف جائیں اور وہاں کے سرداروں کو اسلام کا پیغام سنائیں۔ آپ اسی سال یعنی ۱۰ نبوی میں حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے اور یہ سارا سفر مکہ سے طائف تک پیدل طے فرمایا اور اہل طائف کو دین حق کی طرف دعوت دی اور ایک ماہ تک متواتر ان کی تبلیغ و ہدایت میں مصروف رہے۔ ایک ایک سردار و رئیس کے پاس جاکر بات کی مگر افسوس کہ ان میں سے ایک نے بھی آپ کی بات نہ مانی بلکہ آپ کو صاف صاف نوٹس دے دیا کہ آپ ان کے شہر سے نکل جائیں اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ظالموں نے اپنے شہر کے چند اوباش لوگوں کو ابھار دیا کہ وہ آپ کو دق کریں۔ وہ راستہ کے دونوں طرف کھڑے ہوگئے اور جب آپ ادھر سے گزرنے لگے تو آپ کے پاؤں پر پتھر مارے جس سے آپ کے پاؤں مبارک لہولہان ہوگئے۔ آپ درد کے مارے کہیں بیٹھ جاتے تو وہ شریر بازو تھام کر اٹھا دیتے۔ یہ سنگدل بدنصیب اس سرور کائنات کے درپے تھے کہ اگر شان رحمت للعالمین مانع نہ ہوتی تو آپ کی ایک جنبش لب میں ان کی ساری بدمستیوں کا خاتمہ ہوسکتا تھا اور طائف کے بسنے والوں کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹایا جاسکتا تھا۔ آپ زخموں سے چور تھے اور جوتیاں آپ کی خون سے بھر گئی تھیں۔ اس حالت میں آپ نے طائف کے باہر ایک باغ کی دیوار کے سایہ میں پناہ لی اور وہاں بیٹھ کر رب العالمین سے فریاد کی۔ آپ کی اس وقت کی دعا احادیث میں منقول ہے جس کا اردو میں ترجمہ یہ ہے۔

''اے اللہ! میں اپنی کمزوری' بے بسی اور بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کی فریاد تیرے حضور میں کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین تو سارے کمزوروں کا رب ہے اور میرا رب بھی تو ہی ہے۔ تو مجھے کس کے حوالہ کر رہا ہے؟ کیا ایسے بیگانہ کے حوالہ جو مجھ سے ترش رو ہوکر پیش آئے یا کسی دشمن کے حوالے جو مجھ پر قابو پالے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پروا نہیں ہے مگر تیری طرف سے عافیت مجھے نصیب ہوجائے تو اس میں میرے لئے زیادہ کشادگی ہے۔ میں تیری ذات کے اس نور کی پناہ لیتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہوجاتی ہیں اور جو دنیا و آخرت کے معاملات کو درست کرتا ہے۔ مجھے اس بات سے بچالے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا میں تیرے عتاب کا مستحق ہوجاؤں۔ تیری ہی رضامندی کی طلب ہے حتیٰ کہ تو راضی ہوجائے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے''۔

احادیث میں روایت ہے کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام آپ کے سامنے آئے اور عرض کیا کہ آپ کی قوم نے جو کچھ آپ کو جواب دیا ہے اور آپ کے ساتھ کیا اللہ تعالیٰ نے اسے سن لیا اور دیکھ لیا۔ اب یہ پہاڑوں کا منتظم فرشتہ اللہ نے بھیجا ہے آپ جو حکم دینا چاہیں اسے دے سکتے ہیں۔ پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے آپ کو سلام کرکے عرض کیا کہ اللہ کے رسول اگر آپ فرمائیں تو دونوں طرف کے پہاڑ ان لوگوں پر الٹ دوں اور یہ پس کر رہ جائیں۔ آپ کی ذات تو رحمۃ للعالمین تھی آپ نے فرمایا ''نہیں۔ بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل سے وہ لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی کریں گے''۔

اب یہاں ہمیں بھی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچنا چاہئے کہ یہ ''اسلام'' جو ہمیں ورثہ میں بیٹھے بٹھائے مفت مل گیا ہے دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے کتنی قربانیوں سے پھلا پھولا ہے۔ اور اس کی تبلیغ و دعوت میں کیسی کیسی مشقتیں ایذائیں اور صعوبتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم نے برداشت کی ہیں۔ اسی اسلام کی آج ہم چودھویں صدی والے یہ قدر دانی کر رہے ہیں کہ گویا الٹی چھری سے بے دریغ اسلام کو ذبح کرنے کو تیار ہیں۔ اس کی جڑوں پر کلہاڑیاں چل رہی ہیں۔ اسی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو پامال کیا جا رہا ہے آپ کے ایک ایک ارشاد سے نہ صرف مقابلہ بلکہ تحقیر اور تمسخر کا معاملہ برتا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرمادیں اور اسلام کے پھلنے پھولنے اور سربلندی کے سامان اپنی رحمت سے پھر فرمادیں۔ آمین۔

الغرض اللہ کے محبوب رحمت عالم سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ بعد طائف سے اس طرح واپس ہوئے کہ آپ کے پاؤں مبارک لہولہان تھے مگر زبان پر کوئی حرف بددعا اس وقت بھی نہ آتا تھا۔ طائف سے واپسی پر چند روز آپ نخلہ کے مقام پر ٹھہر گئے۔ یہیں ایک روز نماز فجر میں آپ قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنات کے ایک گروہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے قرآن سنا۔ ایمان لائے اور واپس جا کر اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری سنائی کہ انسان چاہے آپ کی دعوت سے بھاگ رہے ہوں مگر بہت سے جنات جو طبعاً انسانوں سے بھی زیادہ سرکش ہوتے ہیں اس کے گرویدہ ہو گئے ہیں اور اسے وہ اپنی قوم میں پھیلا رہے ہیں۔ یہ تھے وہ حالات جن میں کہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور اس سورۃ میں بتایا گیا کہ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو بڑی عزت قوت اور حکمت والا ہے اور جس نے یہ زمین و آسمان یعنی کل جہان ایک مقررہ نظام کے تحت پیدا فرمایا ہے اور ایک معین میعاد تک یہ نظام چلتا رہے گا۔ اور بالآخر ایک دن ختم ہو کر قیامت قائم ہو گی اس دن ان لوگوں کا جنہوں نے اللہ اور رسول اور قرآن کے ماننے سے دنیا میں انکار کر دیا تھا اور دوسرے معبودان باطل کو پکارتے تھے ان کا برا حال ہوگا اور قیامت کے دن جھوٹے معبودان کے دشمن ہوں گے اور کہیں گے کہ تم نے ہماری عبادت ہی نہیں کی۔ پھر جتلایا گیا کہ منکرین قرآن کو سن کر اور اس کے اثرات کو دیکھ کر اسے جادو یا گھڑا ہوا کلام بتلاتے اور کہتے کہ نعوذ باللہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے آپ بنا کر خدا کے نام لگا دیا ہے۔ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا کہ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں ایسا کرتا تو مجھے اللہ کی گرفت سے نہ تم بچا سکتے نہ کوئی اور۔ میں تو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا نہ میں کوئی انوکھا رسول ہوں میں بھی پہلے رسولوں ہی کی طرح ہوں اور جس بات کی میری طرف وحی کی جاتی ہے اسی کے مطابق میں احکام پہنچاتا ہوں۔ اہل کتاب میں سے بعض اپنی کتابوں کی پیشین گوئی کے مطابق مجھے اللہ کا رسول مان چکے ہیں اور وہ ایمان بھی لا چکے ہیں اس پر بھی تم مجھے اللہ کا رسول نہ مانو تو تم بہت بڑے ہٹ دھرم ہو اور گویا کہ تم فیصلہ کر چکے ہو کہ کچھ بھی ہو ہم اسلام کو نہ مانیں گے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور اس میں اسلام کا راستہ صاف کھول کر بتا دیا گیا ہے اور کہہ دیا گیا ہے کہ جو اللہ کو دنیا میں اپنا رب مان کر اس پر جے رہیں گے وہ آخرت میں خوف و غم سے نجات پائیں گے اور جو نہ مانیں گے وہ پچھتائیں گے۔ پھر بتلایا گیا کہ سعادت مند انسان دنیا میں اللہ کا اور ماں باپ کا حق ادا کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ انہیں نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے اور بدبخت لوگ وہ ہیں جو اللہ کو نہیں مانتے اور ماں باپ کے سمجھانے سے بگڑ کر ان سے بھی سخت کلامی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بڑے نقصان میں رہیں گے اور آخرت میں سوائے عذاب جہنم کے اور کچھ نہ ملے گا۔ اس کے بعد مشرکین عرب اور کفار مکہ کو قوم عاد کے حال سے عبرت دلائی گئی اور بتلایا گیا کہ وہ تم سے قوت میں زیادہ زبردست تھے۔ مگر اللہ کی نافرمانی کر کے تباہ ہوئے اور اللہ کے عذاب کے سامنے کسی کی کچھ نہ چلی۔ اس کے بعد قوم جنات پر قرآن کا اثر ہونے کا ذکر فرمایا گیا اور انسان کو سمجھایا گیا کہ وہ اللہ کو مانے۔ قیامت کو برحق سمجھے ورنہ آخرت میں سخت سزا ملے گی۔ اور یہ قرآن کا پیغام ہے جو اس کی نہ سنے گا آخر تباہ ہوگا۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا

جن کی تفصیلات آئندہ درسوں میں انشاءاللہ بیان ہوں گی۔

اب اس سورۃ کی ابتدا بھی حروف مقطعات حٰم سے فرمائی ہے۔ حروف مقطعات کے متعلق پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہ اسرار الہیہ میں سے ہیں۔ان کے حقیقی معنیٰ و مطلب کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ یہ اصل میں طویل عبارتوں کے مخففات ہیں اور کلام عرب میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔قرآن حکیم چونکہ اہل عرب کی زبان میں نازل ہوا اس لئے قرآن نے بھی ان کو استعمال کیا تاکہ عربی زبان کی کوئی خوبی یا کوئی شق ایسی نہ رہے جو قرآن میں استعمال نہ کرلی جائے۔گو بعض مفسرین نے اپنے اپنے گمان کے مطابق ان کے مطلب بیان کئے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کا حقیقی مطلب صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں چونکہ کفار مکہ یہ الزام لگاتے تھے کہ نعوذ باللہ یہ کلام خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی طرف سے بنالیا ہے یا کسی کے سکھانے سے یہ کہتے ہیں اور اس کی نسبت خدا کے کلام کی طرف کرتے ہیں تو اس الزام کی تردید میں گذشتہ متعدد سورتوں میں ابتدا ہی میں یہ فرمایا گیا کہ اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عزیز بھی ہے یعنی زبردست ہے اور حکیم بھی ہے یعنی دانا اور حکمت والا ہے۔گویا منکرین کے الزام کی ابتدا ہی میں تردید فرمادی گئی کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام نہیں ہے جیسا کہ منکرین کہتے ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے خود نازل فرمایا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی دو صفات یعنی عزیز اور حکیم بیان فرما کر اس امر پر متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ زبردست ہے۔دوسرا کوئی ایسا نہیں کہ جو اسکے احکام ارادے اور فیصلوں میں مزاحمت کرسکے دوسرے یہ کہ وہ حکیم ہے یعنی جو ہدایات وہ اس کتاب میں دے رہا ہے وہ سراسر دانائی پر مبنی ہیں اور انسانوں کی فلاح و بہبود دونوں جہاں میں اس کے ماننے اور ان کے آگے سر تسلیم خم کرنے ہی میں ہے۔

اس کے بعد توحید کا مضمون اگلی آیات میں شروع فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمام امت مسلمہ کو اس کتاب قرآن کریم پر ایمان کے ساتھ اس کا سچا اور پکا اتباع بھی نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اس کتاب کا اور اپنے احکام کا اور شریعت کا اور اپنے رسول پاک کا سچا احترام نصیب فرمائیں تاکہ ہم کو آخرت میں فلاح وصلاح نصیب ہو۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو اُن کے درمیان میں ہیں حکمت کے ساتھ ایک میعاد معین کیلئے پیدا کیا ہے، اور جو لوگ کافر ہیں

كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۳ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا

انکو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ اس سے بے رخی کرتے ہیں آپ کہیئے کہ یہ تو بتلاؤ جن چیزوں کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو مجھ کو یہ دکھلاؤ کہ انہوں نے کونسی زمین پیدا کی ہے

مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ

یا اُن کا آسمان میں کچھ ساجھا ہے، میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے کی ہو یا کوئی اور مضمون منقول لاؤ

عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۴ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ

اگر تم سچے ہو۔ اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو خدا کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کا کہنا نہ کرے

لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۵ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً

اور ان کو ان کے پکارنے کی بھی خبر نہ ہو۔ اور جب سب آدمی جمع کئے جائیں تو وہ ان کے دشمن ہوجائیں

وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۶

اوران کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں۔

مَا خَلَقْنَا نہیں پیدا کیا ہم نے	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَآ اور جو ان دونوں کے درمیان	اِلَّا مگر			
بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَ اور	اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک میعاد مقرر	وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور جن لوگوں نے کفر کیا	عَمَّآ جس سے			
اُنْذِرُوْا وہ ڈرائے جاتے ہیں	مُعْرِضُوْنَ رُوگردانی کرنیوالے	قُلْ فرمادیں	اَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو	مَّا تَدْعُوْنَ جن کو تم بلاتے ہو			
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	اَرُوْنِيْ دکھاؤ مجھے تم	مَاذَا کیا	خَلَقُوْا انہوں نے پیدا کیا	مِنَ الْاَرْضِ زمین سے	اَمْ یا	لَهُمْ ان کیلئے	
شِرْكٌ کچھ ساجھا	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	اِيْتُوْنِيْ لے آؤ میرے پاس	بِكِتٰبٍ کوئی کتاب	مِّنْ قَبْلِ سے پہلے	هٰذَآ اس	اَوْ یا	
اَثٰرَةٍ آثار	مِّنْ عِلْمٍ علم سے۔کی	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	وَمَنْ اور کون	اَضَلُّ بڑا گمراہ	مِمَّنْ يَّدْعُوْا اس سے جو وہ پکارتا ہے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مَنْ جو	لَّا يَسْتَجِيْبُ جواب نہ دے گا	لَهٗٓ اس کو	اِلٰى تک	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کا دن	وَهُمْ اور وہ	
عَنْ سے	دُعَاۗىِٕهِمْ ان کا پکارنا	غٰفِلُوْنَ بے خبر ہیں	وَاِذَا اور جب	حُشِرَ النَّاسُ جمع کیے جائیں گے لوگ	كَانُوْا وہ ہوں گے		
	لَهُمْ انکے	اَعْدَاۗءً دشمن	وَّكَانُوْا اور وہ ہوں گے	بِعِبَادَتِهِمْ ان کی عبادت سے	كٰفِرِيْنَ منکر (جمع)		

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں بطور تمہید کے قرآن کریم کی حقانیت کو بتلایا گیا تھا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے یعنی نہ کسی انسان کی تصنیف ہے نہ جن کا الہام' نہ سحر' نہ کہانت' نہ فرشتہ کا کلام بلکہ یہ کتاب اپنے پورے الفاظ اور عبارت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہے۔ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عزیز وحکیم ہے یعنی جو غلبہ والا زبردست بھی ہے اور حکیم ودانا بھی۔ اس تمہید سے ذہن میں یہ

بتلائی گئی کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی تو اس کے احکام اس کے پند ونصائح اس کے مضامین سب قابل غور وفکر اور لائق اہتمام کے ہیں۔اس تمہید کے بعد سب سے زیادہ مہتم بالشان مضمون یعنی توحید باری تعالیٰ کو بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ آسمان وزمین اور سب کارخانہ عالم اللہ تعالیٰ نے بیکار اور عبث نہیں بنایا بلکہ کسی خاص غرض ومقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور نہایت اعلیٰ حکمت اور بہترین تدبیر کے ساتھ بنایا ہے جو ایک معین میعاد اور مقررہ وعدہ تک یونہی چلتا رہے گا تا آنکہ اس کا نتیجہ ظاہر ہو اور اسی نتیجہ کو آخرت کہتے ہیں۔ یہاں آیت میں واجل مسمی فرمایا یعنی ایک میعاد معین کے لئے پیدا کیا ہے یہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ زمین وآسمان اور سارا کارخانہ عالم دائمی اور ابدی نہیں بلکہ عارضی اور فانی ہے۔ایک وقت مقررہ تک کے لئے یہ سب کچھ پیدا کیا گیا ہے جس کے بعد یہ سب فنا اور ختم ہو جائے گا۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے خدا کے رسول اور اس کی کتاب کو ماننے سے انکار کر دیا ہے وہ ان حقائق سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔انہیں اس بات کی کچھ فکر ہی نہیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب انہیں اپنے اعمال دنیا کی جواب دہی کرنی ہوگی۔وہ چونکہ برے انجام سے ڈرتے نہیں اس لئے آخرت کی تیاری بھی نہیں کرتے۔جب آخرت کی بات سنی ایک کان سنی دوسرے کان نکال دی۔آگے دلائل توحید میں یہ فرمایا جاتا ہے کہ خداوند قدوس نے تو یہ آسمان وزمین اور کل مخلوقات بنائی۔اب کوئی ان مشرکین سے پوچھے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات واحد کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کی پرستش و بندگی کرتے ہیں کیا ان کے معبودوں نے زمین کا کوئی ٹکڑا یا آسمان کا کوئی حصہ بنایا ہے یا بنا سکتا ہے؟ جب یہ ہے کہ اس کائنات کے جزو کل کا خالق ایک ہی ہے اور ان سب کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔بجز اس کے کسی کو ایک ذرہ کا بھی اختیار نہیں تو معبودیت الوہیت اور ربوبیت میں کوئی دوسرا کیسے شریک ہو جائے گا؟ مشرکین اس ایک اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ کیوں اس کے سوا دوسروں کو اپنی مصیبتوں میں پکارتے ہیں؟ انہیں یہ تعلیم کس نے دی اور کس نے یہ شرک سکھایا؟ شرک کے جواز کی تو کوئی عقلی یا نقلی شہادت نہیں۔اگر یہ مشرکین اپنے دعوئے شرک میں سچے ہیں تو کسی آسمانی کتاب کی سند لائیں یا کسی ایسے علمی اصول سے ثابت کریں جو عقلا کے نزدیک مسلم چلا آتا ہو تمام کتب آسمانی وہی توحید پیش کرتی ہیں جس کی طرف قرآن دعوت دے رہا ہے اور علوم اولین میں سے بھی کہیں اس امر کی شہادت نہیں ملتی کہ کسی نبی و ولی یا مرد صالح نے کبھی لوگوں کو خدائے واحد کے سوا کسی اور کی بندگی کی تعلیم دی ہو تو جس چیز پر کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہ ہو اسے کیسے تسلیم کیا جائے۔تو جب کوئی عقلی و نقلی دلیل پیش نہ کر سکے اور اپنے شرک سے بھی باز نہ آئے تو ایسے شخص سے بڑھ کر اور زیادہ کون گمراہ ہوگا۔اس سے بڑی حماقت اور گمراہی کیا ہوگی کہ ایک خدا کو چھوڑ کر ایسی بے جان اور بے اختیار مخلوق کو اپنی حاجت براری کے لئے پکارا جائے جو اپنے مستقل اختیار سے کسی کی پکار کو نہیں پہنچ سکتی۔بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ان کو پکارنے کی خبر بھی ہو۔پتھر کی بے جان مورتوں کا تو کہنا ہی کیا۔فرشتے اور پیغمبر بھی وہی کام کر سکتے ہیں جس کی اجازت وقدرت حق تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا ہو تو اس سے بڑھ کر کوئی گم کردہ راہ نہیں جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پکارے اور ان سے حاجات طلب کرے اور ان کی پرستش اور بندگی کرے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ یوم محشر میں جبکہ امداد و اعانت کی زیادہ حاجت ہوگی تو یہ معبودان باطل اپنے عابدین کی مدد تو کیا کر سکیں گے ہاں اور الٹے دشمن بن کر ان کے مقابل کھڑے ہوں گے اور سخت بیزاری کا اظہار کریں گے بلکہ یہاں تک کہہ دیں گے کہ یہ لوگ ہماری پرستش کرتے ہی نہ تھے۔تو اے مشرکین ذرا سوچو اس وقت کیسی ندامت وحسرت کا سامنا ہوگا۔

یہ توحید کے اثبات کا مضمون تھا۔آگے تحقیق رسالت کا مضمون ہے جو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ

اور جب ہماری کھلی کھلی آیتیں ان لوگوں کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو یہ منکر لوگ اُس سچی بات کی نسبت جب کہ وہ ان تک پہنچتی ہے یوں کہتے ہیں کہ یہ صریح جادو ہے۔

مُّبِيْنٌ ۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ هُوَ

کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہوگا تو پھر تم لوگ مجھ کو خدا سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے۔ وہ

اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۸ قُلْ

خوب جانتا ہے تم قرآن میں جو جو باتیں بنا رہے ہو، میرے اور تمہارے درمیان میں وہ کافی گواہ ہے۔ اور وہ بڑی مغفرت والا رحمت والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے

مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ

کوئی میں انوکھا رسول تو ہوں نہیں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا اور نہ (یہ معلوم کہ) تمہارے ساتھ (کیا کیا جائے گا) میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعہ

وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۹ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

آتا ہے، اور میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ آپ یہ کہہ دیجئے کہ تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ

مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۱۰

اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آوے اور تم تکبر ہی میں رہو، بے شک اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

وَاِذَا اور جب	تُتْلٰى عَلَيْهِمْ پڑھی جاتی ہیں ان پر	اٰيٰتُنَا آیات ہماری	بَيِّنٰتٍ واضح	قَالَ کہتے ہیں وہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے انکار کیا		
لِلْحَقِّ حق کا	لَمَّا جب	جَآءَهُمْ انکے پاس آگیا وہ	هٰذَا سِحْرٌ یہ جادو	مُّبِيْنٌ کھلا	اَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ اس نے خود بنالیا ہے اسے
قُلْ فرمادیں	اِنِ اگر	افْتَرَيْتُهٗ میں نے خود بنالیا ہے اسے	فَلَا تَمْلِكُوْنَ تو تم اختیار نہیں رکھتے	لِيْ میرے لئے	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	شَيْـًٔا کچھ بھی	
هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے	بِمَا وہ جو	تُفِيْضُوْنَ تم باتیں بناتے ہو	فِيْهِ اس میں	كَفٰى بِهٖ وہ کافی ہے اس کا	شَهِيْدًا گواہ	بَيْنِيْ میرے درمیان	
وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	وَهُوَ اور وہ	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الرَّحِيْمُ رحم کرنے والا	قُلْ فرمادیں	مَا كُنْتُ نہیں ہوں میں	بِدْعًا نیا	مِّنَ الرُّسُلِ رسولوں میں سے
وَمَآ اَدْرِيْ اور نہیں جانتا	مَا يُفْعَلُ کیا کیا جائے گا	بِيْ میرے ساتھ	وَلَا بِكُمْ اور نہ تمہارے ساتھ	اِنْ اَتَّبِعُ نہیں پیروی کرتا میں	اِلَّا سوائے۔ صرف		
مَا يُوْحٰى جو وحی کیا جاتا ہے	اِلَيَّ میری طرف	وَمَآ اَنَا اور نہیں ہوں میں	اِلَّا مگر۔ صرف	نَذِيْرٌ ڈر سنانے والا	مُّبِيْنٌ صاف صاف	قُلْ فرمادیں	
اَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو تو	اِنْ اگر	كَانَ ہے	مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کے پاس سے	وَكَفَرْتُمْ اور تم نے انکار کیا	بِهٖ اس کا	وَشَهِدَ اور گواہی دی	
شَاهِدٌ ایک گواہ	مِّنْ سے	بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ بنی اسرائیل	عَلٰي مِثْلِهٖ اس جیسی (ایک کتاب) پر	فَاٰمَنَ پھر وہ ایمان لے آیا	وَاسْتَكْبَرْتُمْ اور تم نے تکبر کیا		
اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ لوگ	الظّٰلِمِيْنَ ظالم (جمع)			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں توحید کے سلسلہ میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح مانو کہ اس کے ساتھ کسی بات میں کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور جو باوجود واضح دلائل کے توحید سے انکار کرے اور شرک پر مصر رہے تو ایسے شخص کو حد درجہ گمراہ بتلایا گیا تھا کہ جو ایک خدا کو چھوڑ کر ایسے معبودان باطل کو اپنی حاجت روائی کے لئے پکارے کہ

جو نہ اس کی پکار سنے اور نہ کوئی چیز بھی عطا کر سکے اور بتلایا گیا تھا کہ یہ مشرکین آج دنیا میں تو ان معبودان باطلہ کی پرستش کر رہے ہیں لیکن کل قیامت میں ان کے یہ معبود ان کے دشمن ہوں گے اور الٹا انہی کو ملزم گردانیں گے اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اب آگے ان آیات میں انہی مشرکین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو اپنے انجام کی کچھ فکر نہیں۔ کسی نصیحت اور فہمائش پر کان ہی نہیں دھرتے۔ بلکہ جب قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جن میں بالکل سچی سچی باتیں بتائی جاتی ہیں تو یہ اسے جادو اور سحر کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ ایام جاہلیت میں عرب اپنی طاقت و قدرت سے بڑھ کر ہر چیز کو سحر کہتے تھے۔ چونکہ قرآن مجید کی خوبیاں اس کی فصاحت و بلاغت اس کے مضامین کی لطافت اس کے اثرات اہل زبان ہونے کے سبب کفار و مشرکین کے ذہن میں آتیں اور وہ اس کو اپنی طاقت و قدرت سے بالا پاتے کہ ایسے مضمون اور الفاظ سے وہ عاجز ہیں تو الزام لگاتے کہ یہ کلام تو سحر ہے اور بعض مشرکین اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ الزام لگاتے کہ (معاذ اللہ) یہ کلام تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خود بنا لائے ہیں اور خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کفار و مشرکین کے اس الزام کی تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے جواب میں ان سے کہہ دیجئے کہ خدا پر جھوٹ لگانا اور افترا باندھنا انتہائی جرم ہے۔ اگر بفرض محال میں ایسی جسارت کروں جیسا کہ تم الزام لگاتے ہو تو گویا جان بوجھ کر میں اپنے کو اللہ کے غضب اور اس کی سخت ترین سزا کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ بھلا خیال کرو جو ساری عمر بندوں پر جھوٹ نہ لگائے اور ذرا ذرا سے معاملہ میں اللہ کے خوف سے ڈرتا ہو وہ ایک دم بیٹھے بٹھائے اللہ پر جھوٹ طوفان باندھ کر اپنے کو ایک عظیم ترین آفت و مصیبت میں پھنسائے گا جس سے بچانے والی اور پناہ دینے والی کوئی طاقت دنیا میں موجود نہیں۔ اگر میں خدا پر جھوٹ باندھوں تو کیا تم خدا کے غضب و قہر سے جو جھوٹے مدعی نبوت پر ہوتا ہے مجھ کو نجات دلا سکو گے؟ اور جب اللہ مجھ کو برائی پہنچانا چاہے گا تو تم میرا کچھ بھلا کر سکو گے؟ میری چالیس سال کی زندگی سے جو تمہارے ہی درمیان میں گزری ہے اتنا تو تم بھی جانتے ہو کہ میں اس قدر بے خوف اور بے باک نہیں ہوں اور نہ ایسا بے عقل ہوں کہ بعض انسانوں کو خوش کر کے خداوند قدوس کا غصہ مول لوں۔ بہرحال اگر میں (معاذ اللہ) مفتری ہوں اور غیر اللہ کے کلام کو اللہ کی طرف نسبت دوں تو اس کا وبال مجھ پر ہی پڑے گا۔ لیکن یاد رکھو کہ جو باتیں تم نے شروع کر رکھی ہیں اور جو الزامات تم لگاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی خوب جانتا ہے اگر خدا کے سچے رسول کو جھوٹا اور مفتری کہا تو سمجھ لو کہ اس کا کیا حشر ہوگا خدا پر میری اور تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہیں اس لئے میں اسی کو اپنے اور تمہارے درمیان گواہ ٹھہراتا ہوں۔ وہی بتلا دے گا اور ظاہر فرما دے گا کہ کون حق پر ہے اور کون جھوٹ بول رہا ہے اور افترا کر رہا ہے۔ دیکھو اگر اپنے افعال و اقوال سے اب بھی باز آ جاؤ تو اللہ غفور الرحیم ہے وہ بخش دے گا اور یہ اس کی بردباری اور مہربانی سمجھو کہ باوجود جرائم پر مطلع ہونے اور کامل قدرت رکھنے کے تم کو ہلاک نہیں کر دیتا۔ اب بھی اس ہٹ دھرمی سے باز آ جاؤ تو خدا کی رحمت کا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہوا ہے اور جو کچھ اب تک تم نے کیا یا کہا ہے وہ معاف ہو سکتا ہے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین سے یوں بھی کہئے کہ آخر تم میری رسالت پر اتنا شدید انکار کیوں کر رہے ہو؟ میری باتوں سے تم اس قدر کیوں بدکتے ہو؟ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور کوئی انوکھی چیز تو لے کر نہیں آیا ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی دنیا میں اور رسول ہو چکے ہیں۔ جو وہ کہتے تھے وہی میں کہتا ہوں میں کسی اور عجیب بات کا دعویٰ نہیں کرتا اور مجھے معلوم نہیں کہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کیا معاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا اس لئے میں اپنی طرف سے عذاب و ثواب کی خبریں نہیں دے سکتا۔ بلکہ میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے اس لئے جو مجھے حکم ربی ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتا ہوں اور کفر و عصیان کے سخت خطرناک نتائج سے خوب کھول کر آگاہ کئے دیتا ہوں۔ دیکھو تم بنی اسرائیل کو بڑا پڑھا لکھا سمجھتے ہو ان کے علم و فضل سے مرعوب ہو۔ ان کو آسمانی کتاب و علم کا حامل سمجھتے ہو تم نے ان کے عالموں سے بھی پوچھ کر دیکھ لیا اور انہوں نے گواہی دی کہ ہاں آخری رسول آخری کتاب لے کر آنے والا ہے۔

تو اب وہ قرآن جس کو تم تراشیدہ بتاتے ہو اگر خدا کی طرف سے ہے جیسا کہ درحقیقت وہ ہے اور تم اسے نہ مانو تو پھر کیا ہوگا؟ کیا تمہیں سزا نہ دی جائے گی۔ ضرور دی جائے گی۔ پس تم عناد سے کام نہ لو اور خالی الذہن ہو کر اس میں غور کرو۔ اگر بنی اسرائیل میں سمجھ دار علمائے یہود تو اس کے صدق کی گواہی دیں اور تم اس کتاب کے ماننے سے انکار کرو اور اپنی شیخی اور غرور سے اس کو قبول نہ کرو تو سمجھ لو کہ اس سے بڑھ کر ظلم اور گناہ کیا ہوگا۔ بالخصوص جبکہ تم گذشتہ میں یہ بھی کہہ چکے تھے کہ اگر ہمیں کتاب دی جاتی تو ہم ان سے یعنی اہل کتاب سے زیادہ راہ پر ہوتے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گو یہ باتیں بہت صاف ہیں مگر یہ منکرین ہٹ دھرم انہیں بھی نہ مانیں گے کیونکہ وہ سراسر ظلم پر کمربستہ ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ حق تعالیٰ ظلم پر کمربستہ لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا (تو ایسے ظالم کی نجات و فلاح کی کیا توقع ہو سکتی ہے)

ابھی آگے منکرین کے بعض اقوال جو وہ اہل ایمان کے متعلق کہتے نقل فرما کر اس کی تردید کی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ

اور یہ کافر ایمان والوں کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کرتے، اور جب اُن لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ کہیں گے

هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝۱۱ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ

کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے۔ اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب جو راہ نما اور رحمت تھی، اور یہ ایک کتاب ہے جو اس کو سچا کرتی ہے

لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۲

عربی زبان میں ظالموں کے ڈرانے کیلئے اور نیک لوگوں کو بشارت دینے کیلئے۔

وَقَالَ اور کہا	اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان کیلئے جو ایمان لائے (مومن)	لَوْ كَانَ اگر ہوتا	خَيْرًا بہتر					
مَا سَبَقُوْنَا نہ وہ پہل کرتے ہم پر	اِلَيْهِ اس کی طرف	وَاِذْ اور جب	لَمْ يَهْتَدُوْا نہ ہدایت پائی انہوں نے	بِهٖ اس سے	فَسَيَقُوْلُوْنَ تو اب کہیں گے	هٰذَا یہ			
اِفْكٌ جھوٹ	قَدِيْمٌ پرانا	وَ اور	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے	كِتٰبُ کتاب	مُوْسٰى موسیٰ	اِمَامًا رہنما۔امام	وَرَحْمَةً اور رحمت	وَهٰذَا اور یہ	
كِتٰبٌ کتاب	مُّصَدِّقٌ تصدیق کرنیوالی	لِسَانًا زبان	عَرَبِيًّا عربی	لِّيُنْذِرَ تا کہ وہ ڈرائے	اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا (ظالم)				
وَبُشْرٰى اور خوشخبری	لِلْمُحْسِنِيْنَ نیکو کاروں کیلئے								

تفسیر وتشریح: زمانہ جاہلیت میں عرب کے جاہل مشرک اہل کتاب بنی اسرائیل کے علم وفضل سے مرعوب تھے اور یہود کو آسمانی کتاب کے عالم اور پہلے زمانہ کے حالات سے بڑا باخبر جانتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا چرچا ہوا تو مشرکین نے اس معاملہ میں علمائے بنی اسرائیل کا عندیہ لینا چاہا اور امید ان کو یہ تھی کہ وہ بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائیں گے اور آپ کی علانیہ تکذیب کر دیں گے تو کہنے کو ان مشرکین کے یہ بات ہاتھ آ جائے گی کہ دیکھو اہل علم اور اہل کتاب بھی ان کی باتوں کو (نعوذ باللہ) جھوٹا کہتے ہیں لیکن مشرکین کی یہ امید بر نہ آئی۔ یہود کے عالموں نے صاف کہہ دیا کہ ہاں ایک آخری رسول آخری کتاب لے کر آنے والے ہیں۔ جن کی آمد کی خبر تورات میں ہے اور یہ رسول وہی معلوم ہوتے ہیں علمائے یہود کی یہ شہادتیں فی الحقیقت ان پیشین گوئیوں پر مبنی تھیں جو ان کی کتابوں میں منقول چلی آتی تھیں۔ تو کفار ومشرکین اس مقصد میں بھی ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے علما سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق وتائید کرا دی۔ مشرکین عرب یہاں بھی مایوس ہوئے تو اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار اور قرآن کے نہ ماننے کا ایک نیا بہانہ تراشا جیسا کہ ان آیات میں ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین یوں کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن برحق ہوتا اور اس میں کچھ بہتری ہوتی تو کیا ہم سے پہلے غریب کمزور نادار لوگ اور لونڈی وغلام اس کو قبول کرتے۔ بلکہ سب سے پہلے ہم مانتے اگر یہ دین بہتر ہوتا تو بہتر لوگ اس کی طرف جھپٹتے کیا یہ چیز اچھی ہوتی تو اس کے حاصل کرنے میں ہم جیسے عقلمند عزت اور دولت والے سردار ان لونڈی غلاموں سے پیچھے رہ جاتے۔ مکہ میں سب سے پہلے غریب لوگ ایمان لائے تھے منجملہ ان کے حضرت عمرؓ کے ایک لونڈی بھی تھی جس کو دین اسلام قبول کرنے پر مارتے مارتے تھک جاتے تھے مگر وہ دین اسلام سے پھرنے پر تیار نہ تھی۔ تو اس بات پر کفار قریش تمسخر کرتے اور کہتے کہ اگر یہ قرآن حق ہوتا تو سب سے پہلے ہم قبول کرتے۔ کیا فلاں لونڈی ہم سے پہل کر جاتی؟ اور گرے پڑے غلام جیسے بلال عمار صہیب خباب وغیرہ جیسے سبقت کر جاتے؟ گویا قریش کے سردار

عوام الناس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہکانے کے لئے یہ پرفریب دلیل استعمال کرتے کہ اگر یہ قرآن برحق ہوتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی صحیح بات پر دعوت دے رہے ہوتے تو قوم کے بڑے سردار اور معززین اور مال دار آگے بڑھ کر اس کو قبول کرتے یہ کیا بات ہوئی کہ چند ناتجربہ کار لڑکے اور چند ادنیٰ درجہ کے غلام اور مفلس کم حیثیت لوگ ایک بات کو مان لیں اور قوم کے بڑے بڑے لوگ رئیس سردار اور معزز مال دار اور جہاں دیدہ جن کی عقل وتدبیر پر قوم اعتماد کرتی رہی وہ اس کو رد کردیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس نئی دعوت میں ضرور کچھ خرابی ہے لہٰذا عوام بھی اس سے دور بھاگیں۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ان منکرین کو تکبر اور عناد کے سبب قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ یہی کہیں گے کہ یہ بھی ایک قدیم جھوٹ ہے۔ (معاذ اللہ) پرانے لوگوں کی پرانی غلط باتیں ہیں۔ کفار ومشرکین کا یہ قول بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ آج کل کے نام نہاد ''ترقی پسند'' اور ''تجدد پسند'' اور ''مغرب زدہ'' بے دین دین داروں کو لکیر کے فقیر پرانے دقیانوسی خیالات والے ترقی کے دشمن زمانہ سے ناواقف ہونے کا طعنہ دیتے ہیں تو سنئے حق تعالیٰ کفار کے اس الزام میں کہ معاذ اللہ یہ قرآن بھی ایک قدیمی جھوٹ اور پرانی غلط بات ہے کیا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ پرانا جھوٹ نہیں بلکہ بہت پرانا سچ ہے۔ نزول قرآن سے سینکڑوں برس پہلے تورات نے بھی یہی اصولی تعلیم دی تھی جس کی انبیاء اور اولیاء اقتدا کرتے رہے اور اس نے پیچھے آنے والی نسلوں کے لئے اپنی تعلیمات وبشارات سے راستی وہدایت کی راہ ڈال دی اور رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ اب قرآن اترا تو اس کو سچا ثابت کرتا ہوا غرض دونوں کتابیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور یہی حال دوسری کتب سماویہ کا ہے غرض کہ اس قرآن سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب تورات امام اور رحمت تھی اور اب یہ کتاب یعنی قرآن مجید جو اپنے سے پہلے کی تمام کتابوں کو منزل من اللہ اور سچی کتابیں مانتا ہے عربی زبان میں نازل ہوا ہے تاکہ شریروں اور ظالموں کو انجام بد سے خبردار کردے اور نیک لوگوں کو خوشخبری سنادے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا اچھا ہونا ہے۔

اب چونکہ یہاں ظالمین کے حق میں وعید اور محسنین یعنی نیک کاروں کے حق میں بشارت کا ذکر ہوا ہے۔ آگے اسی وعدہ ووعید کی کسی قدر تفصیل ہے جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اس امت مسلمہ کو قرآن کی حق شناسی اور قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ آج بھی جو غافل قرآن کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ چودہ سو سال پرانی کتاب کے احکام وقوانین اس ترقی کے زمانہ میں اور سائنس اور میکنالوجی کے دور میں کیسے چل سکتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں کھول دے اور ان کے قلوب میں قرآن پاک کی عظمت وسچائی اتار دے۔

اے اللہ پھر اس دنیا میں قرآنی تعلیمات کا دور دورہ زندہ فرمادے اور اس امت حامل قرآن کو قرآن پر ایمان کے ساتھ عمل بھی نصیب فرمادے۔ یا اللہ قرآن کریم کے متعلق کفار ومشرکین نے جو کچھ کہا یا اب بھی کہتے ہیں اس کی حکایت شکایت ہم کیا کریں ہمیں تو رونا اب یہ ہے کہ بعض مدعیان اسلام ہی قرآن کی خوبیوں سے بے بہرہ ہوگئے ہیں اور اس آسمانی کتاب کی بے قدری قولاً نہ سہی عملاً تو یقینی کررہے ہیں۔ یا اللہ ہماری حالت پر رحم وکرم فرما اور ہم کو اپنی کتاب قرآن عظیم پر ایمان کے ساتھ اور عمل کی توفیق بھی نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے، اُن لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ

اہل جنت ہیں جو اُس میں ہمیشہ رہیں گے، بعوض ان کاموں کے جو وہ کرتے تھے۔ اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے،

إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا

اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا، اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے (میں پورا ہوتا ہے) یہاں تک کہ جب

بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي

وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے، اور چالیس برس کو پہنچتا ہے، تو کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں

أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ

جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں، اور میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا کر دیجئے،

إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ

میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے کاموں کو قبول کرلیں گے

مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۖ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝

اور ان کے گناہوں سے درگذر کریں گے اس طور پر کہ یہ اہل جنت میں سے ہوں گے، اس وعدۂ صادقہ کی وجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ قَالُوا جن لوگوں نے کہا	رَبُّنَا اللَّهُ ہمارا رب اللہ	ثُمَّ پھر	اسْتَقَامُوا وہ قائم رہے	فَلَا خَوْفٌ تو کوئی خوف نہیں	عَلَيْهِمْ ان پر
وَلَا هُمْ اور نہ وہ	يَحْزَنُونَ غمگین ہوں گے	أُولَٰئِكَ یہی لوگ	أَصْحَابُ الْجَنَّةِ اہل جنت	خَالِدِينَ ہمیشہ رہیں گے	فِيهَا اس میں	جَزَاءً جزا
بِمَا اس کی جو	كَانُوا يَعْمَلُونَ وہ عمل کرتے تھے	وَوَصَّيْنَا اور ہم نے حکم دیا	الْإِنْسَانَ انسان	بِوَالِدَيْهِ ماں باپ کیساتھ	إِحْسَانًا احسن سلوک کا	
حَمَلَتْهُ وہ اس کو اٹھائے رہی	أُمُّهُ اس کی ماں	كُرْهًا تکلیف کے ساتھ	وَ اور	وَضَعَتْهُ كُرْهًا اس نے اس کو جنا تکلیف کیساتھ	وَحَمْلُهُ اور اس کا حمل	
وَفِصَالُهُ اور اسکا دودھ چھڑانا	ثَلَاثُونَ شَهْرًا تیس مہینے	حَتَّىٰ یہاںتک	إِذَا جب	بَلَغَ وہ پہنچا	أَشُدَّهُ اپنے زور (جوانی) کو	وَبَلَغَ اور وہ پہنچا (ہوا)
أَرْبَعِينَ چالیس	سَنَةً سال	قَالَ اس نے عرض کیا	رَبِّ اے میرے رب	أَوْزِعْنِي توفیق دے مجھے	أَنْ أَشْكُرَ کہ میں شکر کروں	
نِعْمَتَكَ تیری نعمت	الَّتِي وہ جو	أَنْعَمْتَ عَلَيَّ تو نے انعام فرمائی مجھ پر	وَ اور	عَلَىٰ وَالِدَيَّ میرے ماں باپ پر	وَأَنْ اور یہ کہ	أَعْمَلَ میں عمل کروں
صَالِحًا نیک عمل	تَرْضَاهُ تو پسند کرے اسے	وَأَصْلِحْ اور اصلاح کردے	لِي میرے لئے	فِي ذُرِّيَّتِي میری اولاد میں	إِنِّي تُبْتُ بیشک میں نے توبہ کی	
إِلَيْكَ تیری طرف	وَإِنِّي اور بیشک میں	مِنَ سے	الْمُسْلِمِينَ مسلمانوں (فرمانبرداروں)	أُولَٰئِكَ یہی لوگ	الَّذِينَ وہ جو کہ	

نَتَقَبَّلُ ہم قبول کرتے ہیں	عَنْهُمْ ان سے	اَحْسَنَ بہترین (عمل)	مَا جو	عَمِلُوْا انہوں نے کئے	وَ اور	نَتَجَاوَزُ ہم درگزر کرتے ہیں
عَنْ سے	سَيِّاٰتِهِمْ انکی برائیوں	فِيْ میں	اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ اہل جنت	وَعْدَ الصِّدْقِ سچا وعدہ	الَّذِيْ وہ جو	كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ انہیں وعدہ دیا جاتا تھا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آسمانی دین کو پہلے توراۃ نے پھیلایا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے اور ہدایت ورحمت کا راستہ انسانوں کے لئے کھولا اور اب اسی کی تائید اور تصدیق کرتا ہوا یہ قرآن کریم نازل ہوا۔ عربی زبان میں تا کہ ان ظالموں کو خطرہ سے آگاہ کرے اوران کے انجام بد سے ڈراوے جو اس کا انکار کرتے ہیں اور نیک لوگوں کو جو اس کو مان کر اس کی ہدایات پر چلیں ان کو خوشخبری وبشارت سنادے کہ ان کا انجام کیسا اچھا ہوگا۔ تو گویا اس وعدہ وعید میں یہ جتلا دیا گیا تھا کہ جو لوگ اس دین کو نہ مانیں گے جسے قرآن کریم نے انسانوں کے سامنے صاف صاف پیش کیا ہے وہ لوگ ظالم ہیں اوران کا وہی حشر ہوگا جس سے قرآن مجید نے انہیں ڈرایا ہے اور جو لوگ اس کو مان کر اس راستہ پر چلیں گے جس کا قرآن مطالبہ کرتا ہے تو ان کو وہ سب انعامات ملیں گے جن کی قرآن کریم نے بشارت وخوشخبری دی ہے اسی وعدہ ووعید کی مزید تشریح ان اوراگلی آیات میں ظاہر فرمائی گئی ہے اور سمجھایا گیا کہ انسان اگر چاہتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد اس کا انجام اچھا ہو اور وہ ناگوار اور رنج وغم کی باتیں پیش آنے سے نجات پا جائے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے جو کوئی اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو اس دنیا کی زندگی کے بعد وہ رنج وغم سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ اب وہ راستہ کیا ہے یہ یہاں پہلی مختصری آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ دو باتیں اس دنیا میں اختیار کرے۔ ایک تو سچے دل سے اقرار کرے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اس پر ایمان اس کی الوہیت وربوبیت سب کا اقرار آ گیا یعنی اللہ کی ربوبیت والوہیت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور دل سے یقین کرے کہ میں ہر حال اور ہر آن میں اور ہر قدم میں اللہ تعالیٰ کے زیر تربیت ہوں۔ مجھے ایک سانس کے بعد دوسرا سانس بھی بغیر اس کی رحمت کے نہیں آ سکتا۔ اور دوسری بات یہ کہ اس قول وقرار پر تا زندگی قائم اور ثابت قدم رہے یعنی اس یقین اور اقرار سے مرتے دم تک نہ ہٹے جو کچھ زبان سے کہا ہے اس کے مقتضا پر اعتقاداً اور عملاً جمار ہے یعنی اللہ کی ربوبیت کا حق پہچانے اور اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھے اور ادا کرے۔ یہ نہیں کہ ابن الوقت بن کر گرگٹ کی طرح رنگ بدلا کرے کہ دعویٰ تو ایمان اور اسلام کا اور اتباع ہو کفار ومشرکین یہود ونصاریٰ کا تو گویا اس مختصر سے جملہ میں یعنی قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا یعنی جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم رہے بڑی بلاغت کے ساتھ پورے اسلام اور ایمان اور اعمال صالحہ سب کو جمع کر دیا گیا ہے اسی کی تشریح اور تائید مسلم شریف کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ جب حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کی ایک ایسی جامع بات بتلا دیجئے کہ جس کے بعد مجھے کسی اور سے کچھ نہ پوچھنا پڑے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قل امنت باللہ ثم استقم یعنی تم اللہ پر ایمان لانے کا اقرار کرو پھر اس پر مستقیم رہو تو لفظ مستقیم یا استقامت ایک لفظ مختصر ہے مگر تمام شرائع اسلامیہ کو جامع ہے جس میں تمام احکام الٰہیہ پر عمل اور تمام محرمات ومکروہات ومنہیات سے اجتناب و پرہیز دائمی طور پر شامل ہے۔ اسی لئے لفظ استقامت کی تفسیر میں حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکام اوامر اور نواہی پر سیدھے جمے رہو اس سے ادھر ادھر راہ فرار لومڑیوں کی طرح نہ نکالو (تفسیر مظہری) اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ ہمیں بھی اس پر مستقیم رہنا نصیب فرمائیں آمین۔

تو جس نے دنیا میں یہ دو باتیں پوری کر دیں یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور توحید کا اقرار کیا اور پھر اس پر تا زندگی وہ مستقیم بھی رہا وہ یقیناً اس دنیا کی زندگی کے بعد خوف اور رنج وغم سے نجات پا جائے گا اور یہی وہ لوگ جنہیں آخرت میں جنت میں جگہ ملے گی اور وہ بھی عارضی نہیں بلکہ دائمی ہمیشہ کے لئے جہاں نہ کسی قسم کا خوف اور فکر اس کے پاس پھٹکے گا اور نہ کوئی غم وہراس ان پر آئے گا کیونکہ ہر

چیز خواہش کرتے ہی فوراً ملے گی۔ ایسی ہی بشارت چوبیسویں پارہ سورۃ حم سجدہ میں ذکر ہو چکی ہے جہاں ارشاد ہوا تھا ''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور خوش ہو جنت کے ملنے پر جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے واسطے اس جنت میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کو تمہارا جی چاہے اور تمہارے واسطے موجود ہے جو کچھ بھی تم مانگو۔ یہ بطور مہمانی کے خدائے غفور الرحیم کی طرف سے (آیات ۳۰'۳۲)۔''

خلاصہ یہ کہ یہ آیات مومن کے حق میں بہت بڑی بشارت ہیں اور وعدہ ہے کہ اس بات کا کہ اسے کوئی غم و رنج نہ موت کے وقت ہوگا نہ برزخ میں نہ آخرت [illegible] اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے کرم سے اپنے ایسے ہی مومنین بندوں میں شامل فرماویں۔ آمین۔ تو اوپر چونکہ خدائے تعالیٰ کی توحید و ربوبیت والوہیت کا اس کی عبادت و فرمانبرداری کا اور اس پر استقامت کرنے کا حکم ہوا جس میں تمام حقوق اللہ کی بجا آوری آ گئی تو مناسب ہوا کہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی حکم کر دیا جائے۔ قرآن کریم میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کا حق بیان فرمایا ہے کیونکہ موجد حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس عالم اسباب میں ماں باپ اولاد کے وجود کا سبب ظاہری اور حق تعالیٰ کی شان ربوبیت کا مظہر خاص بنتے ہیں اس لئے یہاں بھی پہلے اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ذکر فرما کر والدین کا حق بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے والدین یعنی ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے ان کی تعظیم و محبت اور خدمت گزاری کو اپنی سعادت سمجھے۔ دوسری جگہ بتلایا گیا ہے کہ اگر والدین مشرک ہوں تب بھی ان کے ساتھ دنیا میں معاملہ اچھا رکھنا چاہئے۔ خصوصاً ماں کی خدمت گزاری کہ بعض وجوہ سے اس کا حق اولاد پر باپ سے بھی زائد ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے اور صحیح احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ایسا ہی ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں عرض کیا کہ پھر کون۔ آپ نے فرمایا تمہاری ماں پوچھا پھر کون آپ نے پھر فرمایا تمہاری ماں پھر پوچھا کہ اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارا باپ۔ گویا ۳ مرتبہ ماں کے حق کی طرف اشارہ فرمایا اور چوتھی مرتبہ باپ کے حق کی طرف۔ یہاں آیت میں بھی ماں کے تہرے حق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے پہلے یہ کہ انسان کو اس کی ماں نے اسے مشقت اٹھا کر پیٹ میں رکھا۔ یعنی حمل جب کئی ماہ کا ہو جاتا ہے تو اس کا ثقل و گرانی اور بوجھ محسوس ہونے لگتا ہے جس کو ماں برداشت کرتی ہے۔ دوسرے مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنتی ہے۔ بچہ کی پیدائش کے وقت ماں کیسی سختی برداشت کرتی ہے۔ تیسرے دودھ پلانے اور بچہ کی نگہداشت کرنے میں صعوبت برداشت کرتی ہے۔ ماں اپنی آسائش اور راحت کو بچہ کی آسائش اور راحت پر قربان کر دیتی ہے اور اس حمل اور دودھ پلانے کے زمانہ میں ۳۰ ماہ یعنی اڑھائی سال لگ جاتے ہیں۔ حمل اور دودھ پلانے کی مدت جو ۳۰ مہینہ یہاں فرمائی گئی سو جمہور کے نزدیک اس حساب پر مبنی ہے کہ کم از کم ۶ ماہ مدت حمل اور زیادہ سے زیادہ مدت رضاعت یعنی دودھ پلانا دو سال اس طرح مجموعہ اڑھائی سال یعنی ۳۰ ماہ ہو گیا یا یہ حساب رکھا جائے کہ طبعی مدت حمل ۹ مہینہ اور طبعی مدت رضاعت ۲۱ مہینہ یوں بھی اڑھائی برس ہو گئے۔ اتنے دنوں تک ماں طرح طرح کی مصیبت اٹھاتی ہے اور کم و بیش ان مصیبتوں میں باپ کی بھی شرکت ہوتی ہے بلکہ اکثر امور کا انتظام عادۃً باپ ہی کو کرنا پڑتا ہے اس لئے بھی ماں باپ کا حق انسان پر زیادہ واجب کیا گیا۔ غرض کہ اس کے بعد بچہ نشوونما پاتے پاتے اپنی جوانی یعنی بلوغ کو پہنچ جاتا ہے اور پھر بلوغ کے بعد ایک زمانہ میں چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو جو انسان سعید ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کو پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے جو احسانات اس پر اور اس کے ماں باپ پر ہو چکے ہیں ان کا شکر ادا کرتا ہے اور آئندہ نیک عمل کرنے کی توفیق بھی خدا سے مانگتا ہے اور اپنی اولاد کے حق میں بھی نیکی کی دعا مانگتا ہے اور جو کوتاہی حقوق اللہ یا حقوق العباد میں رہ گئی اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے معافی مانگتا ہے اور از راہ

تواضع وبندگی اپنی مخلصانہ عبدیت وفرمانبرداری کا اعتراف کرتا ہے غرض کہ جو بندہ سعید ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق تو براہ راست ادا کرتا ہی ہے اور ساتھ ہی بندوں کے حقوق کو بھی پہچانتا ہے اور انہی بندوں کے حقوق میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ان کی خدمت گزاری میں بھی لگا رہتا ہے۔

یہاں آیت میں جو اربعین سنۃً فرمایا یعنی جب ۴۰ سال کو پہنچتا ہے تو علماء نے لکھا ہے کہ ۴۰ برس کی عمر میں عموماً انسان کی عقلی اور اخلاقی قوتیں پختہ ہو جاتی ہیں اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ۴۰ برس سے پہلے نہ ہوتی تھی۔ تو یہاں یہ تاکید مقصود ہے کہ ۴۰ برس کے بعد پھر غفلت نہ ہونی چاہئے کیونکہ جوانی میں قوت عقلیہ مغلوب ہوتی ہے اور ۴۰ سال پر قوت عقلیہ کامل غالب ہوتی ہے تو اس وقت توجہ الی اللہ بہت ضرور ہے اور ۴۰ سال کی عمر کو پہنچ کر انسان کو پختہ دل سے اللہ کی طرف توبہ کرنی چاہئے اور نئے سرے سے خدا کی طرف رغبت اور رجوع کر کے اس پر جم جانا چاہئے بعض مفسرین سے منقول ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق وارد ہوئی ہیں اور آپ نے یہ بات چالیس سال کی عمر میں کہی تھی اور وہ اس طرح پوری ہوئی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ مع اپنی اولاد کے پہلے ہی اسلام لائے ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے بعد آپ کے والد ابوقحافہ بھی مسلمان ہو گئے تھے اور آپ کی والدہ ام الخیر بھی مسلمان تھیں۔ گویا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بڑے ہی خوش قسمت تھے کہ خود ان کو ان کے ماں باپ کو اور اولاد کو ایمان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی۔ صحابہ کرام میں یہ خصوصیت سوائے آپ کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ مگر اکثر مفسرین ان آیات کو عموم پر محمول کرتے ہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسے بندوں کی نیکیاں قبول اور کوتاہیاں معاف ہوتی ہیں اور ان کا مقام اللہ کے سچے وعدہ کے موافق جنت میں ہے۔ قرآن مجید میں یہ حقیقت دسیوں جگہ آ چکی ہے اور یہاں پھر اسی کا اعادہ ہے کہ بڑے بڑے کاملین اور مقبولین سے بھی تقصیرات اور خطائیں ہو جاتی ہیں لیکن ان کی خطاؤں سے درگزر کر دیا جاتا ہے۔

عام حکم ان آیات سے سب مسلمانوں کے لئے یہ نکلتا ہے اور جملہ اہل اسلام کو یہ ہدایت کرنا مقصود ہے کہ آدمی کی عمر جب ۴۰ سال کے قریب ہو جائے تو اس کو آخرت کی فکر غالب ہو جانا چاہئے۔ پچھلے گناہوں سے توبہ کی تجدید کرے اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا پورا اہتمام کرے کیونکہ ۴۰ سال کی عمر میں جو اخلاق و عادات کسی شخص کے ہو جاتے ہیں پھر ان کا بدلنا مشکل ہوتا ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ مومن جب چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان فرما دیتے ہیں اور جب ساٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو اس کو اپنی طرف رجوع وانابت نصیب فرما دیتے ہیں اور جب ستر سال کی عمر کو پہنچ جائے تو تمام آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اسی سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حسنات کو قائم فرما دیتے ہیں اور اس کے سیأت کو مٹا دیتے ہیں اور جب نوے سال کی عمر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور اس کو اپنے اہل بیت کے متعلق شفاعت کرنے کا حق دے دیتے ہیں اور آسمان میں اس کے نام کے ساتھ لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ اسیر اللہ فی الارض ہے یعنی زمین میں اللہ کی طرف سے قیدی ہے (ابن کثیر) اور یہ ظاہر ہے کہ مراد اس سے وہی بندہ مومن ہے جس نے اپنی زندگی احکام شرع کے تابع ہو کر تقویٰ کے ساتھ گزاری ہے۔ (معارف القرآن - جلد ہفتم ص ۸۰۸)

الغرض یہاں تک تو اہل سعادت اور نیکوکار مومنین کا بیان ہوا آگے ان کے مقابلہ میں اہل شقاوت وظالمین کا ذکر ہے جو کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ضائع کرتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو بھی سچی توحید نصیب فرمائیں اور تازندگی اسی پر قائم رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْہِ اُفٍّ لَّکُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَھُمَا

اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تف ہے تم پر کیا تم مجھ کو یہ وعدہ (یعنی خبر) دیتے ہو کہ میں (دوبارہ زندہ ہوکر) قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گذر گئیں،

یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰہَ وَیْلَکَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ ۚ فَیَقُوْلُ مَا ھٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۷﴾

اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کررہے ہیں کہ ارے تیرا ناس ہو ایمان لا، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو یہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آرہی ہیں۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْھِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنَ الْجِنِّ

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول پورا ہوکر رہا جو ان سے پہلے جن اور انسان ہوگذرے ہیں،

وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّھُمْ کَانُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِیُوَفِّیَھُمْ اَعْمَالَھُمْ وَھُمْ

بے شک یہ خسارہ میں رہے۔ اور ہر ایک کیلئے ان کے اعمال کی وجہ سے الگ الگ درجے ملیں گے اور تاکہ اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اعمال پورے کردے اور ان پر

لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَلَی النَّارِ ؕ اَذْھَبْتُمْ طَیِّبٰتِکُمْ فِیْ حَیَاتِکُمُ

ظلم نہ ہوگا۔ اور جس روز کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے کہ تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کرچکے

الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِھَا ۚ فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ

اور ان کو خوب برت چکے سو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے،

بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا کُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔

وَالَّذِیْ اور وہ جس	قَالَ اس نے کہا	لِوَالِدَیْہِ اپنے ماں باپ کیلئے	اُفٍّ تف	لَّکُمَاۤ تمہارے لئے۔ پر	اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ کیا تم مجھے وعدہ (خبر) دیتے ہو کہ				
اُخْرَجَ میں نکالا جاؤں گا	وَقَدْ خَلَتِ حالانکہ گزر چکے	الْقُرُوْنُ (بہت سے) گروہ	مِنْ قَبْلِیْ مجھ سے پہلے	وَھُمَا اور وہ دونوں	یَسْتَغِیْثٰنِ فریاد کرتے ہیں				
اللّٰہَ اللہ	وَیْلَکَ تیرا برا ہو	اٰمِنْ تو ایمان لے آ	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰہِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچا	فَیَقُوْلُ تو وہ کہتا ہے	مَا نہیں	ھٰذَاۤ یہ	اِلَّاۤ مگر۔صرف
اَسَاطِیْرُ کہانیاں	الْاَوَّلِیْنَ پہلوں	اُولٰٓئِکَ یہی لوگ	الَّذِیْنَ وہ جو	حَقَّ ثابت ہوگئی	عَلَیْھِمُ ان پر	الْقَوْلُ بات (عذاب)			
فِیْۤ اُمَمٍ امتوں میں	قَدْ خَلَتْ گزر چکیں	مِنْ قَبْلِھِمْ ان سے قبل	مِّنَ سے	الْجِنِّ وَالْاِنْسِ جنات اور انسان (جمع)	اِنَّھُمْ بیشک وہ				
کَانُوْا تھے	خٰسِرِیْنَ خسارہ پانیوالے	وَلِکُلٍّ اور ہر ایک کیلئے	دَرَجٰتٌ درجے	مِّمَّا عَمِلُوْا اس سے جو انہوں نے کیا	وَلِیُوَفِّیَھُمْ اور تاکہ وہ پورا دے انکو				
اَعْمَالَھُمْ ان کے اعمال	وَھُمْ اور وہ۔ان	لَا یُظْلَمُوْنَ ان پر ظلم نہ کیا جائے گا	وَیَوْمَ اور جس دن	یُعْرَضُ لائے جائیں گے					
الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	عَلَی النَّارِ آگ کے سامنے	اَذْھَبْتُمْ تم لے گئے حاصل کرچکے	طَیِّبٰتِکُمْ اپنی نعمتیں	فِیْ میں					
حَیَاتِکُمُ الدُّنْیَا اپنی دنیا کی زندگی	وَاسْتَمْتَعْتُمْ اور تم فائدہ اٹھا چکے	بِھَا ان کا	فَالْیَوْمَ پس آج	تُجْزَوْنَ تمہیں بدلہ دیا جائے گا					

2 عَذَابَ الْهُوْنِ رسوائی کا عذاب	بِمَا اس لئے کہ	كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ تم تکبر کرتے تھے	فِي الْاَرْضِ زمین میں	بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق
وَبِمَا اور اس لئے کہ	كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ تم نافرمانیاں کرتے تھے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ انسان اگر چاہتا ہے کہ اس کا انجام اچھا ہو اور اس دنیا کے بعد آنے والی زندگی میں ناگوار باتوں اور خوف وغم کے پیش آنے سے نجات پا جائے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ وہ دنیا میں دو باتیں اختیار کرلے۔ ایک تو سچے دل سے اقرار کرے کہ میرا رب اللہ ہے دوسرے اس قول پر مرتے وقت تک ثابت قدم رہے۔ ایسے لوگوں کو بشارت دی گئی تھی کہ انہیں آخرت میں جنت ملے گی۔ اس کے بعد بتلایا گیا تھا کہ اچھے اور نیک لوگ وہ ہوتے ہیں جو بالغ ہو جانے پر خاص کر جب کہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ اللہ کے حکم کے آگے سر جھکانے اور اللہ کے فرمانبردار ہونے کا پختہ ارادہ کر لیتے ہیں ماں باپ کا ادب بجا لاتے ہیں اور اللہ سے نیکیوں کی توفیق مانگتے ہیں۔ اپنی تقصیرات پر توبہ کرتے رہتے ہیں ایسے سعادت مند لوگ جو کہ اللہ کے اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے پر کمربستہ رہتے ہیں ان کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو قبول فرمالیتا ہے اور یہی لوگ اللہ کی رضا کے مقام جنت میں جانے والے ہیں۔ ایسے سعادت مند انسانوں کے مقابلہ میں اب آگے ان آیات میں بے ادب نافرمان اور نالائق انسانوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور اس کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ جو نہ ماں باپ کے احسانات کا خیال کرتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے بلکہ ماں باپ کے ساتھ سخت کلامی اور بدتہذیبی سے پیش آتا ہے چنانچہ ان آیات میں ایسے ہی اہل شقاوت اور ظالمین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جس نے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ضائع کیا۔ اس طرح کہ اس نے اپنے مسلمان ماں باپ سے کہا کہ میں تمہارے طریقے پر دین کو پسند نہیں کرتا تم مجھے یہ کیا سکھاتے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر قبر سے نکلوں گا میں ایسی دھمکیوں سے نہیں ڈرتا بھلا کتنی تو میں اور جماعتیں مجھ سے پہلے گزر چکی ہیں کوئی شخص بھی ان میں سے اب تک دوبارہ زندہ ہو کر واپس آیا؟ لوگ ہمیشہ سے یونہی سنتے چلے آتے ہیں اور ہر زمانے میں پیغمبر یونہی وعدہ دیتے چلے آئے مگر آج تک کسی وعدہ کا ظہور نہ ہوا اور اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں تو میں اس پر کیونکر اعتبار کرلوں۔ اس کے غریب ماں باپ اس کے اس انکار سے کہ کفر عظیم ہے گھبرا کر اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور اس کو سمجھاتے ہیں کہ کمبخت تیرا ستیاناس اب بھی باز آجا۔ دیکھ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے۔ قیامت کی اور مر کر دوبارہ زندہ ہونے کی جو خبر دی گئی ہے وہ ضرور اپنے وقت میں پوری ہو کر رہے گی اس وقت تیرا یہ انکار رنگ لائے گا۔ اس پر وہ گستاخ کہتا ہے کہ ایسی کہانیاں میں نے بہت سنی ہیں۔ پرانے وقتوں کے قصہ اسی طرح مشہور ہو جاتے ہیں اور واقعہ میں ان کا مصداق کچھ نہیں ہوتا۔ ایسا شقی شخص کہ جو اللہ سے کفر کرتا ہے۔ اور اپنے ماں باپ سے بھی مخالفت کے ساتھ پیش آتا ہے اور اپنے کلام میں بھی بدتمیزی اور درشتی کرتا ہے۔ اس کا انجام حق تعالیٰ آگے بتلاتے ہیں کہ جس طرح بہت سی جماعتیں کافر جنات اور کافر انسانوں کی پہلے جہنم کی مستحق ہو چکی ہیں۔ یہ بدبخت بھی انہیں میں شامل ہے۔ اور یقیناً ایسے لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے اور ان کے لئے آئندہ سوائے آفتوں اور مصیبتوں کے کچھ نہیں یہاں تک پہلے سعادت مند اور نیکوکار اور پھر شقی بدبخت نافرمان دونوں کا تذکرہ اور انجام ظاہر کرنے کے بعد بتلایا جاتا ہے کہ قیامت میں ہر شخص کے اور ہر قوم کے اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ہوں گے کسی کو جنت کے اور کسی کو دوزخ کے درجے ملیں گے اور یہ مختلف درجے اس لئے ملیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ان کے اعمال کی جزا پوری کردے اور ہر ایک کو اپنے کئے کا پورا پورا پھل مل جائے اور کسی پر ظلم زیادتی نہ ہو۔ نہ کسی کی نیکی کا ثواب کم کیا جائے اور نہ کسی کے جرم کی سزا حد سے زائد دی جائے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کافر کے کسی نیک کام میں چونکہ ایمان کی روح نہیں ہوتی محض

صورت اور ڈھانچہ نیکی کا ہوتا ہے تو ایسی فانی نیکیوں کا اجر بھی فانی ہے جو اسی دنیا کی زندگی میں مال و دولت حکومت اولاد تندرستی عزت شہرت وغیرہ کی شکل میں مل جاتا ہے چنانچہ کافروں سے قیامت کے دن جب وہ جہنم کے پاس لاکر کھڑے کر دیئے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم نے آخرت چھوڑ کر دنیا اختیار کی تھی۔ تم جو کچھ کرتے تھے وہ اس لئے کہ اس کا فائدہ دنیا میں ہی مل جائے۔ نام ہو شہرت ہو دولت ہو اور عیش و راحت ہو تو یہ لذت کی چیزیں تم اپنی دنیاوی زندگی میں حاصل کر چکے اب آخرت کے عیش میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ آج تمہاری جھوٹی شیخی اور نافرمانیوں کی سزا میں ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب دیا جائے گا۔ بس یہی ایک چیز تمہارے لئے یہاں باقی ہے پس تمہاری سزا کے لئے اب جہنم ہے اور ذلت میں یہ ملامت اور پھٹکار ہے۔ اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ نافرمانیاں کیا کرتے تھے لہذا اب اپنے کئے کی سزا بھگتو۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ناحق تکبر اور احکام الٰہیہ کی نافرمانی یہ کفار کی خاص خصلتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچاویں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان آیات میں کفار سے جو آخرت میں خطاب فرمایا جائے گا کہ تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں خوب برت چکے تو معلوم ہوا کہ دنیا میں لذات میں پڑنا یہ کفار کی خصلت ہے نہ کہ مومنین صالحین کی۔ چونکہ یہاں آیت میں کفار کو ان کے دنیوی لذات میں منہمک رہنے کی بنا پر عتاب کیا گیا اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے لذائذ دنیا کو ترک کرنے کی عادت اختیار فرمائی جیسا کہ ان حضرات کی سیرت اس پر شاہد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے اتباع کی توفیق نصیب فرمائیں۔ حدیث میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے تھوڑا رزق لینے پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کا اس پر پورا عمل تھا کہ خود بھی آپ تکلف اور لذت و راحت کے کھانے پینے اور سامان سے پرہیز کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس قسم کی نصیحت فرماتے تھے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں حضرت عمرؓ کو دنیا کی راحت کی چیزوں سے اس قدر پرہیز نہ تھا چنانچہ صحیحین میں خود حضرت عمرؓ سے جو روایت ہے۔ اس میں آپ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا تھا کہ فارس اور روم کے لوگ باوجود مشرک ہونے کے چین اور مزے اڑاتے ہیں۔ اور آپؐ اور آپ کی امت پر تنگ دستی غالب ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی فارغ البالی کی دعا فرمایئے۔ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کی اس بات کے جواب میں نصیحت فرمائی کہ اے عمر تم کو اس بات پر قناعت کرنی چاہئے کہ مشرک لوگوں کے لئے دنیا کا چین ہے اور ہم لوگوں کے لئے عقبیٰ کا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کا حضرت عمرؓ کے دل پر یہ اثر ہوا کہ اس دن سے آپ کے دل سے دنیا کی راحت کا خیال بالکل اٹھ گیا۔ لیکن آج آپ کے نام لیواؤں کا کیا حال ہے کہ دن و رات اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے بس دنیا کی ترقی اس کے عیش و آرام یہاں کی لذتیں و راحتیں کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ اور بے دین دہریئے اور نیچریوں کی سی معیشت اور طور طریق اور مغرب کی اندھی تقلید و نقالی کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں اور زندگی کا معیار ہی یورپ کے دہریوں کا سا عیش آرام اور رہن سہن نصیب ہو جانا سمجھ رکھا ہے۔ الا ماشآء اللہ . انا للہ و انا الیہ راجعون.

اللہ تعالیٰ اس دنیا کی زندگی کی حقیقت کو ہمارے دلوں پر بھی کھول دیں اور یہاں کے عیش و آرام لذات و راحتوں کے پیچھے پڑنے سے بچا لیں اور آخرت کی فکر نصیب فرمائیں۔ آمین اب یہاں جو کفر اور انہماک فی الدنیا کی برائی اور مذمت فرمائی گئی تو اسی کی تاکید اور مضمون بالا کی تاکید میں عرب کی قوم عاد کا قصہ آگے بیان فرمایا جاتا ہے تاکہ کفار مکہ کو تنبیہ ہو جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ

اور آپ قوم عاد کے بھائی کا ذکر کیجئے، جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو جو کہ ایسے مقام پر رہتے تھے کہ وہاں ریگ کے مستطیل ٹیلے تھے اس پر ڈرایا کہ تم خدا کے سوا کسی کی عبادت مت کرو

خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا

اور ان سے پہلے اور ان سے پیچھے بہت سے ڈرانے والے (پیغمبر اب تک) گذر چکے ہیں، مجھ کو تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس ارادہ سے آئے ہو

عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ

کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو، سو اگر تم سچے ہو تو جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اس کو ہم پر واقع کردو۔ انہوں نے فرمایا کہ پورا علم تو خدا ہی کو ہے،

وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ ۙ

اور مجھ کو تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے میں تم کو وہ پہنچا دیتا ہوں لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نری جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ سو ان لوگوں نے جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتا دیکھا

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ

تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا، نہیں نہیں بلکہ یہ وہی ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے

كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۵﴾

وہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کردے گی چنانچہ وہ ایسے ہوگئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ نہ دکھائی دیتا تھا، ہم مجرموں کو یوں ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

وَاذْكُرْ اور یاد کر	اَخَا عَادٍ عاد کے بھائی	اِذْ جب	اَنْذَرَ اسنے ڈرایا	قَوْمَهٗ اپنی قوم	بِالْاَحْقَافِ احقاف میں	وَقَدْ خَلَتِ اور گزر چکے	النُّذُرُ ڈرانیوالے
مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ اس سے پہلے	وَمِنْ خَلْفِهٖ اور اس کے بعد	اَلَّا تَعْبُدُوْا کہ تم عبادت نہ کرو	اِلَّا اللّٰهَ اللہ کے سوا	اِنِّیْ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں			
عَلَیْكُمْ تم پر	عَذَابَ عذاب	یَوْمٍ عَظِیْمٍ ایک بڑا دن	قَالُوْا وہ بولے	اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا کیا تو ہمارے پاس آیا کہ تو پھیر دے ہمیں	عَنْ سے		
اٰلِهَتِنَا ہمارے معبود	فَاْتِنَا پس لے آ ہم پر	بِمَا تَعِدُنَا جو کچھ تو وعدہ کرتا ہے ہم سے	اِنْ اگر	كُنْتَ تو ہے	مِنَ سے	الصّٰدِقِیْنَ سچے (جمع)	
قَالَ اسنے کہا	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	الْعِلْمُ علم	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	وَاُبَلِّغُكُمْ اور میں پہنچاتا ہوں تمہیں	مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ جو میں بھیجا گیا ہوں اس کیساتھ		
وَلٰكِنِّیْ اور لیکن میں	اَرٰىكُمْ دیکھتا ہوں تمہیں	قَوْمًا گروہ۔ لوگ	تَجْهَلُوْنَ تم جہالت کرتے ہو	فَلَمَّا رَاَوْهُ پھر جب دیکھا انہوں نے اسکو	عَارِضًا ایک ابر		
مُسْتَقْبِلَ سامنے (چلا) آرہا ہے	اَوْدِیَتِهِمْ ان کی وادیاں	قَالُوْا وہ بولے	هٰذَا یہ	عَارِضٌ ایک بادل	مُمْطِرُنَا ہم پر بارش برسانے والا		
بَلْ هُوَ بلکہ وہ	مَا جس	اسْتَعْجَلْتُمْ تم جلدی کرتے تھے	بِهٖ اس کی	رِیْحٌ ایک ہوا۔ آندھی	فِیْهَا اس میں	عَذَابٌ اَلِیْمٌ دردناک عذاب	
تُدَمِّرُ وہ تہس نہس کردیگی	كُلَّ ہر	شَیْءٍ شے	بِاَمْرِ حکم سے	رَبِّهَا اپنا رب	فَاَصْبَحُوْا پس رہ ہوگئے	لَا یُرٰى نہ دکھائی دیتا تھا	اِلَّا سوائے
	مَسٰكِنُهُمْ ان کے مکان	كَذٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِی ہم بدلہ دیتے ہیں	الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ مجرم (جمع) لوگ			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اللہ کے نافرمان انسانوں کو ان کے انجام بد سے ڈرایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے دن یہ اللہ کا انکار کرنے والے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ضائع کرنے والے جب جہنم کے کنارے لا کھڑے کئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے

گا کہ تم نے دنیا میں بہت مزے اڑا لئے دنیا کے عیش و آرام میں ایسے محو تھے کہ آخرت کو بالکل بھول گئے تھے اور اس کے لئے کوئی فکر نہ کی اب اپنے تکبر اور نافرمانی کی وجہ سے ذلت کا عذاب اٹھاؤ۔ کفار مکہ بھی باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و دعوت کے دنیوی شہوات ولذات میں پڑے ہوئے تھے اور ہدایت وآخرت کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اس لئے ان کو قوم عاد کا قصہ سنایا جاتا ہے کہ جو لذات اور دنیا پرستی میں ایسے غرق تھے کہ دار آخرت کی طرف مطلق متوجہ نہ ہوئے اور اپنے ہادی اور پیغمبر کا کہنا نہ مانا اس لئے ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا جس سے وہ پوری قوم تباہ و برباد ہوئی۔ قوم عاد ایک قدیم عرب قوم تھی جو جنوبی عرب میں کبھی آباد تھی اور اپنے زمانہ کے ایک بڑے زبردست تمدن کی مالک تھی حضرت ہود علیہ السلام اسی قوم عاد میں سے تھے اور اسی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ وہ اپنی قوم کو اللہ کی نافرمانی سے ڈرائیں چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ قوم عاد کے بھائی یعنی حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر ان اہل مکہ سے کیجئے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر مقرر کیا تھا تاکہ وہ اپنی سرکش قوم کو ڈراویں کہ اگر تم نے اللہ عزوجل کی عبادت و بندگی سے منہ موڑ کر اوروں کی بندگی اختیار کی تو تمہارا انجام برا ہو گا اور تمہارے کفر و سرکشی کی وجہ سے تم پر ایک ہولناک عذاب نازل ہوگا قوم عاد جو اپنی شوکت وقوت میں مست تھے اور بتوں کی پرستش کرتے تھے انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت و توحید ونصیحت کفر وشرک سے باز رہنے کی سن کر کہا کہ کیا تم ہمارے پاس اس ارادہ سے آئے ہو کہ ہم کو اپنے آبائی مذہب سے دور کر دو اور ان بتوں کی بندگی و پرستش چھڑا دو تو ہم اپنے آبائی طریقہ سے ہٹنے والے نہیں اور تم جو توحید کے قبول نہ کرنے پر عذاب الٰہی سے ڈراتے ہو تو تم اگر اپنی دھمکیوں میں سچے ہو تو دیر کیا ہے۔ جو زبان سے کہتے ہو کر کے دکھلا دو اور وہ عذاب ہم پر واقع کر دو۔ حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو جواب دیا کہ اس قسم کا مطالبہ کرنا تمہاری نادانی اور جہالت ہے۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں جو پیغام مجھے بھیجا جاتا ہے وہ پہنچا دیتا ہوں اس سے زائد کا نہ مجھے علم نہ اختیار۔ یہ علم خدا ہی کو ہے کہ سرکش اور منکر قوم کس وقت دنیوی سزا کی مستوجب ہوتی ہے اور کس وقت تک اسے مہلت ملنی چاہئے اللہ کا عذاب کب اور کس وقت آئے گا۔ یہ تو صرف حق تعالیٰ کے ہی علم میں ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت پر اتر آئے ہو اور بڑی نادانی کر رہے ہو ایک تو اللہ کی توحید کو قبول نہیں کرتے پھر اپنے منہ سے عذاب مانگتے ہو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب کسی طرح انہوں نے حق کو قبول نہ کیا تو عذاب کا اس طرح سامان شروع ہوا کہ قوم عاد نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل ان کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے چونکہ اس وقت خشک سالی تھی اور گرمی سخت تھی یہ خوشیاں منانے لگے کہ اچھا ہوا ابر چڑھا ہے اور گہری گھٹا اٹھی ہے اور اسی طرف رخ ہے۔ اب بارش خوب برسے گی اور ہمارے سب ندی نالے پانی سے بھر جائیں گے۔ اور پانی کا کال نہ رہے گا۔ اس پر ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ نادانو یہ برسنے والا بادل نہیں بلکہ عذاب الٰہی کی آندھی ہے۔ اور یہ وہی عذاب ہے کہ جس کی تم جلدی مچاتے تھے۔ اور جس میں بڑا دکھ بھرا عذاب پوشیدہ ہے اور اس کی سخت طوفانی ہوا ہر چیز کو تباہ کر کے چھوڑے گی کیونکہ اللہ نے ایسا حکم دیا ہے۔ چنانچہ سات رات اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا وہ غضبناک طوفان چلا کہ جس کے سامنے درخت آدمی اور جانوروں کی حقیقت تنکوں سے زیادہ نہ تھی۔ ہوا آدمیوں کو اور مویشیوں کو اٹھا اٹھا کر پٹک دیتی تھی۔ ہر چیز ہوا نے اکھاڑ پھینکی اور چاروں طرف تباہی نازل ہوگئی۔ آخر مکانوں کے کھنڈرات کے سوا کوئی چیز نظر نہ آتی تھی یہ واقعہ سنا کر منکرین کو جتلایا جاتا ہے کہ دیکھو لو اللہ کے مجرموں کا حال ایسا ہوتا ہے تم کو چاہئے کہ ان واقعات کو سن کر ہوش میں آ جاؤ ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہو سکتا ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا تدمر کل شیء بامر ربھا وہ (یعنی آندھی ہر چیز کو اپنے پروردگار کے حکم سے ہلاک کر دے گی)

ر تصرتؐ نے اس حقیقت کوواضح کر دیا کہ آندھی میں خودکوئی اختیار نہ تھا۔ بلکہ جو کچھ بھی ہلاکت پیش آئی تمام تر پروردگار عالم کے ہی حکم سے پیش آئی۔ احادیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو کبھی کھل کھلا کر اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے مسوڑھے نظر آئیں آپ صرف تبسم فرمایا کرتے تھے اور جب ابر اٹھتا اور آندھی چلتی تو آپ کے چہرۂ مبارک سے فکر کے آثار نمودار ہو جاتے۔ چنانچہ ایک روز میں نے آپ سے کہا یا رسول اللہ لوگ تو ابر و باد کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ اب بارش برسے گی لیکن آپ کی اس کے بالکل برعکس حالت ہو جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا عائشہ میں اس بات سے کہ کہیں اس میں عذاب ہو۔ کیسے مطمئن ہو جاؤں؟ ایک قوم ہوا ہی سے ہلاک کی گئی۔ اس قوم نے عذاب کے بادل کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ ابر ہے۔ جو ہم پر بارش برسائے گا ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب شدت سے ہوا چلتی تو آپ کہتے یا اللہ میں تجھ سے اس ہوا کی بھلائی مانگتا ہوں اور بھلائی اس چیز کی جو اس میں ہے اور بھلائی اس کی جس کے واسطے یہ ہوا بھیجی ہے اور پناہ مانگتا ہوں تیری اس کی برائی سے اور جو کچھ اس میں ہے۔ اس کی برائی سے اور جس کے واسطے یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے اور جب آسمان پر بادل ہوتا تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور گھر سے باہر اندر آتے جاتے اور پھر جب مینہ برسنے لگتا تو آپ کا خوف و اضطراب جاتا رہتا حضرت عائشہؓ نے اس کا آپ سے سبب پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید یہ بادل ایسا ہی ہو جیسا قوم عاد کا کہ جب انہوں نے دیکھا تو کہا کہ یہ بادل ہے مینہ برسانے والا۔ علماء کرام نے ان روایات کو نقل کر کے لکھا ہے کہ بڑے رتبے والے جو خدا کی باتوں سے واقف ہوتے ہیں وہ ہر وقت اس سے حالت خوف و امید میں رہتے ہیں۔ مگر نافرمان اور لاابالی لوگ کچھ پروانہیں کرتے۔ دنیا میں اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بادشاہ کے مقرب لوگ اس کے قانون کی عزت کرتے اور حالت خوف اور امید میں رہتے ہیں مگر چور ڈاکو کچھ پروانہیں کرتے۔

یا اللہ ہمارے دلوں میں بھی اپنی وہ عظمت عطا فرما کہ ہم کسی حال میں بے خوف اور آپ کی کبریائی سے لاتعلق ہو کر نہ رہیں۔ آمین۔

اب آگے کفار مکہ کو خطاب فرما کر تنبیہ کی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نافرمان قوموں کے واقعات سے ہمیں بھی عبرت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی کامل توفیق عطا فرمائیں۔

حق تعالیٰ ہم کو اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرمائیں جو ہم کو ہر طرح کی نافرمانی سے روک دے۔

یا اللہ اپنے غصہ اور عذاب سے دنیا میں بھی ہماری حفاظت فرمایئے اور آخرت میں بھی بچایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى

اور ہم نے اُن لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی، اور ہم نے ان کو کان اور آنکھ اور دل دیئے تھے، سو چونکہ وہ لوگ

عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

آیات الٰہیہ کا انکار کرتے تھے اس لئے نہ اُن کے کان اُن کے ذرا کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل اور جس کی وہ ہنسی کیا کرتے تھے

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا

اُسی نے اُن کو آگھیرا۔ اور ہم نے تمہارے آس پاس کی اور بستیاں بھی غارت کی ہیں اور ہم نے بار بار

الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۖ

اپنی نشانیاں بتلادی تھیں تاکہ وہ باز آئیں۔ سو خدا تعالیٰ کے سوا جن جن چیزوں کو انہوں نے خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کو اپنا معبود بنا رکھا ہے انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی،

بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

بلکہ وہ سب ان سے غائب ہوگئے، اور وہ محض ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ اور البتہ ہم نے انکو قدرت دی تھی	فِيْمَآ اس میں	اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ نہیں ہم نے قدرت دی تمہیں	فِيْهِ اس میں۔ پر			
وَجَعَلْنَا اور ہم نے بنائے۔ دیئے	لَهُمْ انہیں	سَمْعًا کان	وَّاَبْصَارًا اور آنکھیں	وَّاَفْـِٕدَةً اور دل (جمع)	فَمَآ تو نہ	اَغْنٰى عَنْهُمْ کام آئے انکے
سَمْعُهُمْ ان کے کان	وَلَآ اَبْصَارُهُمْ اور نہ ان کی آنکھیں	وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ اور نہ دل ان کے	مِّنْ شَيْءٍ کچھ بھی	اِذْ جب		
كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ وہ انکار کرتے تھے	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات کا	وَحَاقَ اور اس نے گھیر لیا	بِهِمْ ان کو	مَّا كَانُوْا جو وہ تھے	بِهٖ اس کا	
يَسْتَهْزِءُوْنَ وہ مذاق اڑاتے	وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اور تحقیق ہم نے ہلاک کردیا	مَا حَوْلَكُمْ جو تمہارے ارد گرد	مِّنَ سے	الْقُرٰى بستیاں		
وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ اور ہم نے بار بار دکھائیں اپنی نشانیاں	لَعَلَّهُمْ تاکہ وہ	يَرْجِعُوْنَ لوٹ آئیں	فَلَوْلَا پھر کیوں	لَا نَصَرَهُمُ نہ مدد کی انکی		
الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا جنہیں بنالیا انہوں نے	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	قُرْبَانًا قرب حاصل کرنیکو	اٰلِهَةً معبود	بَلْ بلکہ		
	ضَلُّوْا عَنْهُمْ وہ گم (غائب) ہوگئے اُن سے	وَذٰلِكَ اور یہ	اِفْكُهُمْ ان کا بہتان	وَمَا اور جو	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وہ افترا کرتے تھے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیت میں کفار مکہ اور نافرمان انسانوں کو عرب کی قوم عاد کا حال سنایا گیا تھا جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا تاکہ وہ بت پرستی اور غیر اللہ کی پرستش و بندگی سے باز آئیں اور اللہ کی بندگی وعبادت اختیار کریں۔ مگر قوم عاد جو اپنی قوت وطاقت اور سامان عیش وراحت میں مست تھے انہوں نے اپنے پیغمبر کا کہنا نہ مانا اور سرکشی وکفر پر برابر اصرار کیا جس کے نتیجہ میں ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور سخت ہوا کا طوفان ان پر ایسا مسلط ہوا کہ آدمی درخت اور جانور سب تنکوں کی طرح اڑ کر اور گر گر کر مرے اور ان کے مکانات کے کھنڈرات کے سوا اور کچھ باقی نہ رہا۔ اب آگے ان آیات میں کفار مکہ کو خطاب کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو قوم عاد کیسی زبردست قوم تھی۔ اس کے پاس جسمانی طاقت، مال ودولت اور جتھے اور مددگار اور راحت وآرام کے سامان اس قدر تھے کہ تمہارے پاس ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں مگر جب ان پر عذاب آیا تو کوئی چیز کام نہ آئی پھر تم اے اہل مکہ کس برتے پر

مغرور ہو جو اللہ اور اس کے رسول سے تکبر اور مخالفت برت رہے ہو۔ دیکھو قوم عاد کو نصیحت سننے کے لئے کان اور قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سمجھنے بوجھنے کے لئے دل و دماغ دیئے تھے پر وہ کسی قوت کو صحیح کام میں نہ لائے۔ اندھے بہرے اور پاگل بن کر پیغمبر کے مقابل ہو گئے آخر انجام یہ ہوا کہ عذاب الٰہی نے آ گھیرا۔ کوئی اندرونی یا بیرونی طاقت اس کو دفع نہ کر سکی اور وہی سزا جس سے اللہ کے پیغمبر انہیں ڈراتے تھے اور جسے سن کر وہ ہنسی اور ٹھٹھوں میں اڑا دیتے تھے ان کو مل کر رہی اور عذاب نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا۔ پس تمہیں ان کی طرح نہ ہونا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے سے عذاب تم پر بھی آ جائیں اور تم بھی ان کی طرح جڑ سے کاٹ دیئے جاؤ۔ پھر مزید سمجھایا جاتا ہے کہ اے اہل مکہ تم اپنے آس پاس ہی کی بستیوں پر ایک نظر ڈالو اور دیکھو کہ علاوہ ''عاد'' کے قوم ثمود اور قوم لوط اور اصحاب مدین اور اہل یمن اور قوم سبا وغیرہ کی بستیاں تھیں اور وہ سب اسی وجہ سے تباہ ہوئیں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کا طریقہ اختیار کیا۔ تم تو اکثر تجارت وغیرہ کے سفر میں آتے جاتے رہتے ہو اور وہ تباہ شدہ بستیاں تمہارے راستہ ہی میں پڑتی ہیں پھر ان سے ہی عبرت حاصل کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے سے پہلے ان کی فہمائش کے لئے بار بار اپنی نشانیاں ان کو بتلا دی تھیں اور واضح طور پر ظاہر کر دیا تھا تا کہ وہ کفر و شرک سے باز آ جائیں مگر اتنا سمجھانے پر بھی وہ کسی طرح باز نہ آئے اور اللہ کے رسولوں کی ایک نہ مانی۔ اللہ کے سوا دوسروں سے مرادیں مانگتے رہے اور بت پرستی کا ایک بہانہ یہ تراشا کہ خدا کی درگاہ تو بہت بلند ہے ہماری اس تک پہنچ کہاں۔ یہی ہمارے بت خدا کے قریب ہمیں پہنچاتے ہیں اور ہمیں بڑے بڑے درجے دلواتے ہیں تو عذاب الٰہی کے وقت جبکہ ان کو ان کی مدد کی پوری ضرورت تھی تو اس آڑے وقت میں کیوں کام نہ آئے؟ انہیں چاہئے تھا کہ ان کو مدد کے لئے پکارتے کہ اس مشکل وقت میں ہمیں بچاؤ۔ وہ ان کو عذاب میں گرفتار دیکھ کر کہاں چل دیئے جو ایسی مصیبت میں بھی کام نہ آ سکے؟ معلوم ہوا کہ بتوں کو خدا بنانا اور ان سے امیدیں قائم رکھنا اور ان کی پوجا پاٹ کرنا محض جھوٹی اور من گھڑت باتیں تھیں اور صاف افترا اور فضول بہتان تھا کہ یہ انہیں معبود سمجھ رہے تھے۔ پس ان کی عبادت کرنے میں اور ان پر اعتماد کرنے میں یہ دھوکے اور نقصان ہی میں رہے۔

اب آگے بعض جنات کے اسلام لانے کا قصہ بیان کیا جاتا ہے جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جنات جو کہ تکبر و سرکشی میں انسان سے بھی زیادہ ہوتے ہیں وہ تو تکبر چھوڑ کر کفر سے دست بردار ہو گئے مگر تم اے اہل مکہ انسان ہو کر کفر و تکبر سے باز نہیں آئے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جو ہم کو یہ آنکھ کان اور دل و دماغ عطا فرمائے ہیں تو ان کو صحیح طور پر استعمال کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائیں اور دین کو سمجھنے اور حق کو دیکھنے اور باطل کو جاننے میں یہ ہمارے مددگار ہوں۔ یا اللہ ہمیں اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی وہ عظمت و وقعت نصیب فرما کہ ہم سے کسی معاملہ میں آپ کے احکام کی نافرمانی نہ ہو اور ہم ان کو ہلکا سمجھ کر ان سے لاپروائی نہ برتیں۔ یا اللہ آپ نے دنیا میں نافرمان قوموں کی ہلاکت و تباہی کی جو خبریں دی ہیں وہ ہماری عبرت کے لئے کافی ہوں تا کہ ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں اور آپ کے احکام کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کریں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا

"اور جب ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے جو قرآن سننے لگے تھے، غرض جب وہ قرآن کے پاس آ پہنچے، کہنے لگے کہ خاموش رہو، پھر جب

قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ

قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے واسطے واپس گئے۔ کہنے لگے کہ اے بھائیو ہم ایک کتاب سُن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے

مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۰﴾ یٰقَوْمَنَآ

جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے بھائیو

اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ

اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو عذاب دردناک سے محفوظ رکھے گا۔ اور جو شخص

لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءُ ۚ اُولٰٓئِكَ

اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا تو وہ زمین میں ہرا نہیں سکتا، اور خدا کے سوا اس کا کوئی حامی بھی نہ ہوگا۔ ایسے لوگ

فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۲﴾

صریح گمراہی میں ہیں۔

وَاِذْ اور جب	صَرَفْنَآ ہم پھیر لائے	اِلَیْكَ آپ کی طرف	نَفَرًا ایک جماعت	مِّنَ الْجِنِّ جنات کی	یَسْتَمِعُوْنَ وہ سنتے تھے	الْقُرْاٰنَ قرآن	
فَلَمَّا پس جب	حَضَرُوْهُ وہ حاضر ہوئے انکے پاس	قَالُوْٓا انہوں نے کہا	اَنْصِتُوْا چپ رہو	فَلَمَّا پھر جب	قُضِیَ (پڑھنا) تمام ہوا	وَلَّوْا وہ لوٹے	
اِلٰی طرف	قَوْمِهِمْ اپنی قوم	مُّنْذِرِیْنَ ڈرساتے ہوئے	قَالُوْا انہوں نے کہا	یٰقَوْمَنَآ اے ہماری قوم	اِنَّا سَمِعْنَا بیشک ہم نے سنی	كِتٰبًا ایک کتاب	
اُنْزِلَ نازل کی گئی	مِنْۢ بَعْدِ بعد	مُوْسٰی موسیٰ	مُصَدِّقًا تصدیق کرنیوالی	لِّمَا اُسکی جو	بَیْنَ یَدَیْهِ اس سے (اپنے سے)	یَهْدِیْٓ وہ رہنمائی کرتی ہے	
اِلَی الْحَقِّ حق کی طرف	وَاِلٰی اور طرف	طَرِیْقٍ راہ	مُّسْتَقِیْمٍ راست	یٰقَوْمَنَآ اے ہماری قوم	اَجِیْبُوْا قبول کرلو	دَاعِیَ اللّٰهِ اللہ کی طرف بُلانے والا	
وَاٰمِنُوْا اور ایمان لے آ	بِهٖ اس پر	یَغْفِرْ لَكُمْ بخش دیگا تمہیں	مِّنْ سے	ذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہ	وَ اور	یُجِرْكُمْ وہ پناہ دے گا تمہیں	مِّنْ سے
عَذَابٍ اَلِیْمٍ دردناک عذاب	وَمَنْ اور جو	لَّا یُجِبْ نہ قبول کریگا	دَاعِیَ اللّٰهِ اللہ کیطرف بلانے والا	فَلَیْسَ تو نہیں	بِمُعْجِزٍ عاجز کرنے والا		
فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَلَیْسَ اور نہیں	لَهٗ اس کیلئے	مِنْ دُوْنِهٖٓ اس کے سوا	اَوْلِیَآءُ حمایتی	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	فِیْ میں	ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ گمراہی کھلی

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں انسانوں کے تکبر اور سرکشی و نافرمانی کا بیان ہوا تھا اور اہل مکہ کو سمجھایا گیا تھا کہ اللہ کو نہ ماننے اور اس کے رسول کی نافرمانی کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ اب آگے ان آیات میں نافرمان و سرکش انسانوں کے مقابل جنات کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حال سنایا جاتا ہے جس سے کفار مکہ کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ جنات جو طبعی طور پر تکبر و سرکشی میں انسان سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اس کے بعض افراد کس طرح اللہ کا کلام سن کر موم ہو جاتے ہیں اور تکبر چھوڑ کر کفر سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔

دنیا میں انسان وحیوان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق جنات بھی ہے جس طرح انسان کی ابتدائی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے جنات کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ انسانوں کی طرح یہ بھی آسمانی شریعت اور احکام شرعیہ کے مکلّف ہیں اور انسانوں کی طرح جنات میں بھی توالدو تناسل کا سلسلہ جاری ہے ان میں بھی نیک و بد کافر و مسلم ہوتے ہیں لفظ جن کے معنیٰ پوشیدہ کے ہیں چونکہ یہ عام طور پر نظروں سے غائب رہتے ہیں اس لئے ان کا نام جن ہوا۔ یہ اپنی اصلی شکل میں انسانوں کو نظر نہیں آتے اور جب اور جہاں جو شکل چاہیں اختیار کر لیتے اور ادھر ادھر دنیا میں جہاں چاہیں پھرتے رہتے ہیں تمام ارباب مذاہب جو کسی آسمانی مذہب کے قائل ہیں وہ ''جن'' کا وجود تسلیم کرتے ہیں لیکن دنیا میں انسان افراط و تفریط سے بھی کم ہی محفوظ رہتے ہیں چنانچہ بعض عقل کے دشمنوں نے ان کے وجود کو ماننے سے انکار کر دیا ہے حالانکہ عقلاً کوئی وجہ انکار کی نہیں سوائے اس کے کہ وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہیں اور ہمیں دکھائی نہیں دیتے لیکن کسی چیز کا ہم کو نظر نہ آنا یا اس کی کیفیت کا ہمیں معلوم نہ ہونا اس کے وجود میں نہ ہونے کی دلیل کب ہے۔ قرآن مجید اور احادیث متواترہ کے نصوص جب صراحت کے ساتھ ''جن'' کے وجود کو ثابت کر رہے ہیں اور بہت سی احادیث میں تو رویت جن کا بھی ذکر ہے تو پھر کسی مسلمان کا ان کو ماننے سے انکار کرنا کیا معنیٰ خصوصاً جبکہ ہر زمانہ میں ایسے سچے لوگ بھی گزرے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ ہم نے جنات کو مختلف صورتوں میں دیکھا ہے مگر یورپ کے دہریئے ہوں یا روس کے کمیونسٹ ہوں یا بے دین نیچری ہوں یا بعض محض نام کے مسلمان ان بے دینوں کے مقلد ہوں ایسی چیزوں کا صفحہ عالم پر وجود ہی نہیں سمجھتے اور جو چیز محسوس نہ ہو اس کو لاشے محض کہتے ہیں۔ وہ نہ جنات ملائکہ اور شیاطین کے جداگانہ وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔ نہ کسی رسول پیغمبر نبی کے معجزہ کو حق مانتے ہیں نہ اولیاء کی کرامت کے قائل ہوتے ہیں نہ خدا اور رسول کے مقر ہوتے ہیں۔ نہ خدائے قدیر کی بے انتہا قدرتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ایسے ملحدوں اور بے دینوں سے تو یہاں خطاب ہی نہیں باقی جو اللہ کے کلام اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کو صادق تسلیم کرتے ہیں ان کو جنات کے وجود میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ کتب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے قبل جنات کو کچھ آسمانی خبریں معلوم ہو جاتی تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنا شروع ہوئی تو وہ سلسلہ تقریباً بند ہو گیا اور بہت کثرت سے شہب یعنی آگ کے شعلوں کی مار جنات پر پڑنے لگی۔ جنات کو خیال ہوا کہ ضرور دنیا میں کوئی نیا اور خاص واقعہ رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمانی خبروں پر بہت سخت پہرے بٹھلا دیئے گئے ہیں۔ اسی کی جستجو میں جنات کے مختلف گروہ مشرق و مغرب میں پھیل پڑے۔ ان میں سے ایک جماعت ''بطن نخلہ'' جو طائف اور مکہ کے درمیان ایک جگہ ہے وہاں گزری وہاں اتفاق سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر ادا فرما رہے تھے اور قرآن پاک کی باآواز بلند تلاوت فرما رہے تھے جنات کی جو جماعت ادھر آ گئی تو قرآن انہیں بہت عجیب موثر اور دلکش معلوم ہوا اور قرآن کی عظمت و ہیبت ان کے دلوں پر چھا گئی وہ آپس میں کہنے لگے کہ خاموشی کے ساتھ کلام پاک سنو۔ آخر قرآن کریم نے ان کے دلوں میں گھر کر لیا اور وہ سمجھ گئے کہ یہی وہ نئی چیز ہے جس نے جنات کو آسمانی خبروں سے روکا ہے۔ بہرحال جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھ کر فارغ ہوئے تو یہ جنات اپنے دلوں میں ایمان و یقین لے کر واپس گئے اور اپنی قوم کو نصیحت کی بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ جنات کی حاضری کا اس وقت کا واقعہ ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے بڑی خستہ حالی کے ساتھ واپس مکہ تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں آپ نے نخلہ میں قیام کیا اور یہاں آپ نماز میں تلاوت قرآن فرما رہے تھے کہ جنات کا ایک گروہ جس کا ادھر سے گزر ہوا آپ کی قرأت سننے کے لئے ٹھہر گیا۔ بہرحال تمام اکابر مفسرین ومحدثین اس پر متفق ہیں کہ یہ جنات کی پہلی حاضری کا واقعہ ہے جو یہاں ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے اور اس پر بھی تمام روایات متفق ہیں کہ اس موقع پر جنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آئے تھے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کو ان کے آنے جانے اور قرآن سننے سنانے کا پتہ لگا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کے آنے اور قرآن سننے کی تفصیلاً خبر دی اور سورۂ جن نازل فرمائی۔ اس کے بعد پے در پے جنات کے وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور بہت بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھنے کے لئے رو در رو ملاقاتیں ہونے لگیں۔ اس بارے میں جو روایات کتب احادیث میں منقول ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں ہجرت سے پہلے کم از کم چھ وفود جنات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ان ہی میں سے ایک وفد کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رات بھر غائب رہے اور ہمیں رہ رہ کر بار بار یہی خیال گزرتا کہ شاید کسی دشمن نے آپ کو دھوکہ دے دیا اور خدانخواستہ آپ کے ساتھ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ وہ رات ہماری بڑی بری طرح کٹی۔ صبح صادق سے کچھ ہی پہلے ہم نے دیکھا کہ آپ غار حرا کی طرف سے واپس آ رہے ہیں تو ہم نے رات کی ساری کیفیت بیان کر دی۔ تو آپ نے فرمایا میرے پاس جنات کا قاصد آیا تھا جس کے ساتھ جا کر انہیں میں نے قرآن سنایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ آج رات تم میں سے کون میرے ساتھ جنوں کی ملاقات کے لئے چلتا ہے میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا مکہ کے بالائی حصہ میں ایک جگہ لکیر کھینچ کر حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اس سے آگے نہ بڑھنا پھر آپ آگے تشریف لے گئے اور قرآن پڑھنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے اشخاص ہیں کہ جنہوں نے آپ کو گھیر رکھا ہے اور وہ میرے اور آپ کے درمیان میں حائل ہیں۔

الغرض کفار مکہ کے تکبر اور کفر کی مذمت میں یہ واقعہ سنایا جا رہا ہے کہ جنات جو کہ تکبر میں انسان سے زیادہ ہوتے ہیں وہ تو تکبر چھوڑ کے کفر سے دست بردار ہو گئے مگر تم اے اہل مکہ گو انسان ہو مگر کفر و تکبر سے باز نہیں آتے۔ تو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار سے اس وقت کا قصہ ذکر کیجئے جبکہ اللہ تعالیٰ جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آیا اور وہ قرآن کی آواز سن کر اس کے سننے کی طرف متوجہ ہوئے اور جب وہ آپ کے پاس آ پہنچے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ اور اس کلام کو سنو کہ کیا پڑھا جا رہا ہے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن پڑھ چکے تو وہ جنات اس پر ایمان لے آئے اور چپ چاپ اپنی قوم کے پاس یہ خبر پہنچانے واپس گئے اور جا کر اپنی قوم جنات سے انہوں نے کہا کہ ہم ایک عجیب کلام سن کر آئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کیا گیا ہے اور جو پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور جس میں سچے عقیدہ اور عمل کا صحیح راستہ بتلایا گیا ہے تو اے قوم جنات تم اس اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ اور ان کی رسالت پر یقین کر لو اور جو گناہ حالت کفر میں کر چکے ہو۔ اسلام کی برکت سے سب معاف ہو جائیں گے اور جو کہنا نہ مانے گا تو وہ کہیں بھاگ کر خدا کی مار سے نہیں بچ سکتا اور نہ کوئی اسے بچا سکتا ہے اور ایسے لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں کہ باوجود داعی الی اللہ کے حق ہونے پر ان کی بات نہیں مانتے۔

یہاں آیت میں جنات نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب انجیل کا ذکر چھوڑ دیا تو اس کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ انجیل اکثر شرائع میں توراۃ کے تابع تھی اور وہ دراصل توراۃ کو پورا کرنے والی تھی۔ اس میں زیادہ تر وعظ کے اور دل کو نرم کرنے کے بیانات تھے حرام و حلال کے مسائل بہت کم تھے۔ پس اصل چیز یعنی مستقبل کتاب توراۃ ہی رہی اسی لئے ان جنات نے اسی کا ذکر کیا۔

اب خاتمہ کی آیات میں مر کر دوبارہ زندہ ہونے اور کفار و منکرین کو اپنے کفر کی بنا پر سزا پانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ایذائیں پہنچا رہے تھے ان پر آپ کو صبر و تحمل کرنے کی تلقین فرمائی گئی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ

کیا اُن لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ مردوں کو زندہ کردے،

الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ

کیوں نہ ہو بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جس روز وہ کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جاویں گے (ا[illegible]سے [illegible]چھا جاوے گا) کیا یہ دوزخ

هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا [illegible] [illegible]ـفُرُوْنَ ۝ فَاصْبِرْ كَمَا

امر واقعی نہیں ہے وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم ضرور امر واقعی ہے، ارشاد ہوگا تو [illegible] میں اس کا عذاب چکھو۔ تو آپ صبر کیجئے، جیسے

صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْـ[illegible] [illegible]ـاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ

اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا، اور ان لوگوں کیلئے ا[illegible] (الٰہی) کی جلدی نہ کیجئے، اور جس روز یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے

لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا [illegible] [illegible]ـنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، تو گویا یہ لوگ دن بھر میں ایک گھڑی رہے ہیں، یہ پہنچا دینا ہے، سو وہی برباد ہوں گے جو نافرمانی کریں گے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	الَّذِيْ وہ جس نے	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ پیدا کیا آسمانوں کو	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَلَمْ يَعْيَ اور وہ تھکا نہیں	
بِخَلْقِهِنَّ ان کے پیدا کرنے سے	بِقٰدِرٍ وہ قادر ہے	عَلٰٓى پر	اَنْ يُّحْيِۦَ کہ وہ زندہ کرے	الْمَوْتٰى مردے	بَلٰٓى ہاں	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلٰى پر
كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	وَيَوْمَ اور جس دن	يُعْرَضُ پیش کئے جائیں گے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا (کافر)			
عَلَى النَّارِ آگ کے سامنے	اَلَيْسَ کیا نہیں	هٰذَا یہ	بِالْحَقِّ حق	قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلٰى ہاں	وَرَبِّنَا ہمارے رب کی قسم	قَالَ وہ فرمائے گا
فَذُوْقُوا پس تم چکھو	الْعَذَابَ عذاب	بِمَا وہ جس	كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ تم انکار کرتے تھے	فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں	كَمَا جیسے	صَبَرَ صبر کیا	
اُولُوا الْعَزْمِ اولو العزم	مِنَ سے	الرُّسُلِ رسولوں	وَلَا تَسْتَعْجِلْ اور جلدی نہ کریں	لَّهُمْ ان کیلئے	كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ		
يَوْمَ يَرَوْنَ جس دن دیکھیں گے وہ	مَا يُوْعَدُوْنَ جس کا وعدہ کیا جاتا ہے ان سے	لَمْ يَلْبَثُوْٓا وہ نہیں ٹھہرے	اِلَّا مگر۔صرف	سَاعَةً ایک گھڑی			
	مِنْ نَّهَارٍ دن کی	بَلٰغٌ پہنچانا	فَهَلْ يُهْلَكُ پس نہیں ہلاک ہوں گے	اِلَّا مگر	الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ نافرمان لوگ		

تفسیر وتشریح: یہ سورۂ احقاف کی خاتمہ کی آیات ہیں گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنات کی ایک جماعت نے قرآن کریم سن کر بڑا اثر لیا اور انہوں نے واپس جا کر اپنی قوم جنات کو سمجھایا کہ ہم ایک عجیب کلام سن کر آئے ہیں جو دین حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لئے تم سب اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اگر ایسا کرو گے تو جیسا اس کلام میں وعدہ کیا گیا ہے تمہارے گذشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور آخرت میں تم کو دردناک عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا ورنہ قیامت کے دن نافرمانی کی سخت سزا بھگتنی ہوگی تو جنات کے قرآن کریم سے متاثر ہو کر ایمان لانے اور قیامت وجزا و سزا پر یقین لے آنے کا واقعہ سنا کر سورۃ کے اخیر میں پھر کفار ومنکرین قیامت وحشر ونشر کو وقوع قیامت کا یقین دلایا جاتا ہے اور ایسے منکرین کو جو قیامت میں سزا ہوگی وہ یاد دلائی جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو جنہیں کفار ومشرکین ہر طرح کی شرارتوں اور ایذاؤں سے اس وقت ستا رہے تھے ہمت کے ساتھ صبر وسہار کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان لوگوں نے جو مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے کے منکر ہیں اور قیامت کے دن جسموں سمیت جی اٹھنے کو محال جانتے ہیں یہ نہیں

دیکھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آسمان و زمین جیسی عظیم الشان چیزوں کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور بنا کر کھڑا کر دیا اور اس آسمان و زمین کے بنانے میں حق تعالیٰ کو کوئی محنت و مشقت نہیں اٹھانی پڑی کہ اسے تکان ہو جاتی بلکہ صرف اس کے حکم "کن" سے موجود ہو گئے۔ تو جو اتنی کامل قدرت اور قوت والا ہو اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر دے اور زندہ کر کے ان کے دنیا کے اعمال کا حساب لے اور اچھوں کو اچھائی کی جزا اور بروں کو برائی کی سزا دے؟ اس کا جواب حق تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ بلاشبہ وہ تو ہر شے پر قادر ہے اور اسی میں موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا بھی شامل ہے۔ آگے وقوع قیامت اور یوم حشر ونشر کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جب یہ منکرین جہنم میں ڈالے جانے سے پہلے جہنم کے کنارہ پر لا کر کھڑے کئے جائیں گے تو ایک مرتبہ پھر لاجواب اور بے حجت کیا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیوں اللہ کے وعدے اور دوزخ کا عذاب اب تو صحیح نکلے یا اب بھی شک وشبہ اور انکار وتکذیب ہے؟ یہ جادو تو نہیں؟ تمہاری آنکھیں تو اندھی نہیں؟ جو دیکھ رہے ہو صحیح دیکھ رہے ہو یا درحقیقت صحیح نہیں؟ جہنم کا عذاب اور اس کا وجود واقعی چیز ہے یا نہیں؟ اس وقت یہ دنیا کے منکرین اور متکبرین سے سوائے اقرار کے کچھ بن نہ پڑے گا اور سب ذلیل ہو کر اقرار کریں گے کہ بے شک سب واقعی ہے جو دنیا میں کہا گیا تھا وہ سب حق نکلا۔ ہم غلطی پر تھے جو اس کا انکار کیا کرتے تھے خدا کی قسم اب ہمیں رتی برابر بھی شک نہیں۔ اس وقت کہا جائے گا کہ اچھا اب اس انکار وتکذیب کا مزہ چکھو تو یہاں سے صاف سمجھ میں آیا کہ انسان کو دنیا میں جتنی سمجھ بوجھ اور عقل و دانائی دی گئی ہے وہ اگر اس سے صحیح طور پر اور ٹھیک طریقہ سے کام لے تو تین باتیں اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

(۱) ایک آسمان و زمین کو دیکھ کر وہ ضرور پہچان لے گا کہ اس کا بنانے والا کوئی ایک قادر مطلق ضرور ہے پھر کائنات کے اس باقاعدہ نظام کو دیکھ کر وہ سمجھ لے گا کہ اس کا قائم رکھنے والا بھی وہی ایک ہے اور اس کا مقابل ومزاحم کوئی دوسرا نہیں اور وہ اللہ کی ذات عالی ہے۔

(۲) دوسرے انسان کو دنیا میں غلط راستہ سے بچانے اور صحیح راستہ پر ڈالنے کے لئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ان میں اپنے رسول ہادی اور پیغمبر بھیجے اور ان کو ہدایت نامہ دے چنانچہ دنیا میں رسولوں کا سلسلہ اور ان کو کتابوں کا ملنا برحق ہے جس کی آخری کڑی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو آخری کتاب قرآن کریم عطا ہوئی۔

(۳) تیسرے انسان کی اس دنیا کی زندگی کے عمل اور کارنامہ کی جزا وسزا از روئے عدل وانصاف لازمی اور ضروری ہونی چاہئے اور اس کے لئے ایک دوسری زندگی ہونی چاہئے جس میں وہ جزا وسزا پوری ہوں اور اسی کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے۔

سورۃ کے اخیر میں بطور تسلی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ آپ کی قوم نے اگر آپ کو جھٹلایا آپ کی قدر و وقعت نہ کی آپ کی مخالفت اور ایذا رسانی کے درپے ہوئے تو یہ کوئی آپ کے ساتھ نئی بات نہیں ہے۔ اگلے اولوالعزم پیغمبروں کو یاد کیجئے کہ کیسی کیسی ایذائیں اور مصیبتیں اور تکلیفیں سہیں؟ اور کن کن مخالفوں کی مخالفت کو برداشت کیا؟ تو جب آپ کو معلوم ہو چکا کہ ان منکرین کو سزا ملنی ضرور ہے آخرت میں ملے یا دنیا میں بھی۔ تو آپ ان کے معاملہ میں جلدی نہ کریں بلکہ میعاد معین تک صبر کرتے رہیں جیسا اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔ بعض علمائے سلف نے لکھا ہے کہ یوں تو سبھی پیغمبر اولوالعزم یعنی ہمت والے ہوتے ہیں لیکن عرف میں پانچ پیغمبر خصوصی طور پر اولوالعزم کہلاتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے آپ کے متبعین کو ہمت دلائی گئی کہ ان کافروں کی شرارت و ایذاؤں سے نہ گھبرائیں اور ان کے معاملہ میں انتقام الٰہی کی جلدی نہ کریں اور معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ جب ان کو آخرت میں سزا ملے گی اور جب یہ اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اس وقت غایت شدت عذاب سے انہیں ایسا معلوم ہوگا کہ گویا یہ لوگ دنیا میں صرف ایک گھڑی رہے ہیں یعنی دنیا کی طویل مدت اتنی قصیر اور چھوٹی معلوم ہوگی سورۃ کے آخری جملہ میں تمام باتوں کا لب لباب اور خلاصہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کو نصیحت کی بات پہنچا دی اور سب نیک و بد سمجھا دیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اتمام حجت ہو چکا کہ اب تبلیغ کے بعد کسی کو کوئی عذر نہیں رہا۔ اب جو نہ مانیں گے اور نافرمانی کریں گے وہی برباد ہوں گے اللہ تعالیٰ کسی کو بے قصور نہیں پکڑتے اس کی طرف سے حجت تمام ہو چکی اور تمام انسانوں کو ایک پیغام پہنچا دیا اب جو اس پیغام کو نہ مانیں گے اور اس کے نافرمان ہو کر رہیں گے انہی کی شامت آئے گی۔

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستہ سے روکا خدا نے اُن کے عمل کالعدم کردیئے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ

اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے اور وہ ان کے رب کے پاس سے امر واقعی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا، اور ان کی حالت

بَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ

درست رکھے گا یہ اسی وجہ سے کہ کافر تو غلط راستہ پر چلے اور اہلِ ایمان صحیح راستہ پر چلے۔ جو ان کے رب کی طرف سے ہے،

رَّبِّهِمْ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝

اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کیلئے اُن کے حالات بیان فرماتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ جو لوگ	كَفَرُوْا کافر ہوئے	وَصَدُّوْا اور انہوں نے روکا	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	اَضَلَّ اکارت کردیئے		
اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	وَاٰمَنُوْا اور وہ ایمان لائے		
بِمَا نُزِّلَ اس پر جو نازل کیا گیا	عَلٰى مُحَمَّدٍ محمدؐ پر	وَهُوَ اور وہ	الْحَقُّ حق	مِنْ سے	رَّبِّهِمْ ان کا رب	كَفَّرَ اس نے دُور کردیئے	عَنْهُمْ ان سے
سَيِّاٰتِهِمْ انکی بُرائیاں (گناہ)	وَاَصْلَحَ اور درست کردیا	بَالَهُمْ ان کا حال	ذٰلِكَ بِاَنَّ یہ اس لئے کہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا			
اتَّبَعُوا انہوں نے پیروی کی	الْبَاطِلَ باطل	وَاَنَّ اور یہ کہ	الَّذِيْنَ جو لوگ	اٰمَنُوا ایمان لائے	اتَّبَعُوا انہوں نے پیروی کی	الْحَقَّ حق	
مِنْ رَّبِّهِمْ اپنے رب (کی طرف) سے	كَذٰلِكَ اسی طرح	يَضْرِبُ اللّٰهُ اللہ بیان کرتا ہے	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	اَمْثَالَهُمْ ان کی مثالیں			

تفسیر وتشریح: الحمدللہ ۲۶ ویں پارہ کی سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بیان شروع ہورہا ہے اس سورۃ کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام وزمانہ نزول خلاصہ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سورۃ کی ابتداء ہی میں ایمان والوں کے متعلق بتلایا گیا وامنوا بما نزل علیٰ محمد (اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے) اس سورۃ کا نام محمد اسی جملہ سے ماخوذ ہے یہ سورۃ مدنی ہے اور مدینہ میں ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۴۷ ویں سورۃ ہے۔ مگر بحساب نزول اس کا شمار ۹۶ لکھا ہے یعنی ۹۵ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۱۸ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۳۸ آیات ۴ رکوعات ۵۵۸ کلمات اور ۲۴۷۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں اس سورۃ کے مرکزی مضامین حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اسلام کی مخالفت کرنے والے اور دین الٰہی کو نیست ونابود کرنے کی کوشش کرنے والے دشمنان حق سے جہاد وقتال کی اجازت دی جاتی ہے۔

(۲) جہاد وقتال سے متعلق اصولی ہدایت واحکام دیئے جاتے ہیں۔

(۳) منافقین اور ان کی ریشہ دوانیوں کی نشان دہی فرمائی جاتی ہے۔
(۴) اطاعت الٰہی اور اتباع رسول کی تاکید فرمائی جاتی ہے۔
(۵) دنیا کی زندگی کی حقیقت بتلائی جاتی ہے کہ یہ ایک زمانہ مہلت ہے اور آزمائش کا دور ہے۔
(۶) بخل کی مذمت فرما کر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔
(۷) کفار و مشرکین کی دنیا اور آخرت میں نامرادیوں کی پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے اور مسلمانوں کو انجام کار کامیابی کی بشارت دی جاتی ہے۔

یہ تو ہیں خاص مضامین اس سورت کے لیکن خلاصہ پوری سورت کا یہ ہے کہ سورت کی ابتدا میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب اور اس کے دین کا دنیا میں انکار کر دیا وہ اپنے گمان میں چاہے جتنے نیک کام کریں لیکن اللہ کے ہاں آخرت میں وہ سب بیکار ہیں۔ اور ان سے انہیں آخرت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ہاں جو لوگ اللہ کو مان کر اور قرآن کو سچا جان کر نیک کام کریں گے اور قرآن کو اپنا رہنما قرار دیں گے ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گے پھر اہل اسلام کو حکم دیا جاتا ہے کہ اگر کافر اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور ان سے لڑنا ہی پڑ جائے تو ہمت اور بہادری سے کام لو اور ان کی گردنیں اڑاؤ اور ان کے ساتھ کوئی رعایت نہ کرو کیونکہ دنیا سے فساد کا اور فسادیوں کا مٹانا امن و امان کا قائم کرنا ضروری ہے جب فسادی پست ہو جائیں اور لڑائی رک جائے تو باقی ماندہ فسادیوں کو قید کر لو اس کے بعد جیسی مصلحت ہو ان کے ساتھ سلوک کرو اگر چھوڑ دینے میں مصلحت ہو یوں ہی چھوڑ دو ورنہ ان سے کچھ معاوضہ لے لو۔ اللہ تعالیٰ فسادیوں کو یوں بھی ہلاک و تباہ کر سکتا تھا لیکن چونکہ بندوں کی آزمائش مقصود ہے اس لئے ان سے لڑنے کا حکم دیا گیا تاکہ دین اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا جائے۔ اور جو اللہ کے لئے لڑتا ہوا مارا جائے اس کو اس کی قربانی کی پوری پوری جزا دی جائے۔ پھر ایمان والوں کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اے ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا پھر کافروں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ ان کو پہلے زمانہ کے کافروں کے حالات دیکھ کر اور سن کر ان سے عبرت لینی چاہئے وہ لوگ ان منکرین سے بہت زیادہ زبردست تھے لیکن ان کے اعمال کی شامت سے اللہ نے انہیں تباہ کر دیا۔ جب وہی نہیں بچے تو یہ کیا بچیں گے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ پھر منافقوں کی قلعی کھولی گئی ہے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اور بہت بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے تھے لیکن جب دشمنوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا تو لگے بزدلی دکھانے اور جان چرانے ایسے منافقوں کے متعلق بتایا گیا کہ یہ سب اپنی خواہشوں کے غلام ہیں اور سیدھی راہ سے بہت دور ہیں ان کی آنکھیں قیامت ہی کو کھلیں گی لیکن اس وقت کی بیداری سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اخیر میں اہل اسلام کو ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ تم توحید کو مضبوط پکڑو اور اپنے لئے اور ایمان والوں کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہو اسلام کا سیدھا راستہ سچے دل سے اختیار کر و اللہ کی اور اس کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور تمام ارکان اسلام مثل زکوٰۃ وغیرہ ادا کرو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو اور ایسا کرنے میں تمہارا ہی بھلا ہے دین کا بھی اور دنیا کا بھی اور اگر بخل کرو گے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے جان چراؤ گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ اللہ کو تو تمہارے مال کی ضرورت نہیں وہ تو احتیاج سے پاک ہے البتہ تم ہر طرح اللہ کے محتاج ہو اس لئے اگر تم حکم ماننے سے جی چراؤ گے تو اللہ تمہارے بدلہ کوئی اور قوم کھڑی کر دے گا جو تمہاری طرح نافرمانی نہ کرے گی یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات آئندہ درسوں میں انشاء اللہ بیان ہوں گی۔

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ سورۃ کی ابتدا کافر اور مومن کے درمیان جو امتیاز ہے اس کے بیان سے فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں کفر کا ارتکاب کیا یعنی اللہ کی وحدانیت اور اس کی الوہیت کو تسلیم نہ کیا اللہ کے رسول کا کہنا نہ مانا۔ اللہ کی کتاب کے احکام و قوانین کے مطابق اپنی زندگی نہ گزاری اور

اس نے بتلائے ہوئے عقیدوں کے خلاف عقیدہ رکھے اور پھر یہ سب کچھ صرف اپنی ذات ہی سے نہ کیا بلکہ دوسروں کو بھی خدا کی راہ سے روکا اور اسلام دشمنی میں ہر طرح سے کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے اور ان کی نیکیاں جو انہوں نے اپنے زعم میں کی تھیں سب آخرت میں بیکار ہو گئیں بوجہ عدم ایمان کے اس لئے آخرت میں ان کو ان کا کوئی بہتر نتیجہ نہیں مل سکتا اور برخلاف ان کے جو لوگ دنیا میں دل سے ایمان لائے اور جسم سے مطابق شرع کام کئے یعنی ظاہر و باطن دونوں خدا کی طرف جھکا دیئے اور احکام الٰہیہ کی فرمانبرداری اختیار کی اور اس وحی الٰہی کو بھی مان لیا جو پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے یعنی اس کتاب کو مانا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان کی تقصیرات اور گناہوں کو معاف فرما دے گا اور دونوں جہاں میں ان کی حالت درست رکھے گا دنیا میں تو اس طرح کی ان کو اعمال صالحہ کی توفیق بڑھتی جائے گی اور آخرت میں اس طرح کہ ان کو مغفرت و نجات حاصل ہوگی یہاں جو مومنین کی خوشحالی اور کفار کی بدحالی بیان فرمائی گئی آگے اس کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ کفار کے اعمال آخرت میں غارت کر دیئے اور مومنوں کی برائیاں معاف فرما دیئے اور ان کی شان سنوار دینے کی وجہ یہ ہے کہ کافر تو غلط راستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح راستہ پر چلے جو ان کے رب کی طرف سے آیا ہے اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ اس طرح کھول کھول کر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے بھلے برے احوال پر متنبہ کرتا ہے تا کہ باطل پرستی کی نحوست و شامت اور حق پرستی کی برکت ان کے پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔

یہاں آیت والذین امنوا و عملوا الصلحت و امنوا بما نزل علیٰ محمد میں یہ لائق غور ہے کہ یہاں دو مرتبہ امنوا کا لفظ استعمال کیا گیا حالانکہ پہلے امنوا میں یعنی جو لوگ ایمان لائے اس میں اللہ پر ایمان لانا رسول اللہؐ پر ایمان لانا قرآن پر ایمان لانا سب شامل ہے مگر قرآن کی بزرگی اور بلندی مرتبہ کے اظہار میں پہلے امنوا کے ساتھ پھر تخصیص سے فرمایا و امنوا بما نزل علیٰ محمد وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ تو یہاں صاف اس بات کی خبر ہے کہ ایمان جب پورا ہوتا ہے کہ جب قرآن پر پورا یقین ہو اور بڑا رکن ایمان کا یہی ہے اب یہاں ایک صحیح حدیث بخاری شریف کی سنئے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے صحابہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے۔ آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا۔ اس حدیث شریف پر محدثین نے لکھا ہے کہ انکار دو قسم پر ہے ایک یہ صاف زبان سے انکار کرے ایسا منکر تو کھلا ہوا کافر ہے اور وہ کبھی جنت میں نہیں داخل ہو سکتا دوسرا یہ کہ زبان سے تو اقرار کرتا ہے مگر اپنے طرز عمل میں کھلے منکر کے مشابہ یہ گویا اقرار تو کر رہا ہے مگر جب نافرمانی کرنے میں زبان سے انکار کرنے والے کے برابر ہے تو ایک نظر میں گویا یہ بھی منکر ہے لہذا اسے بھی ان منکرین کے ساتھ کچھ عرصہ رہنا ہوگا گو اپنے قلبی اقرار کی وجہ سے پھر نجات ہو جائے تو معلوم ہوا کہ رسول کا یا قرآن کا محض زبان سے اقرار کرنا کافی نہیں جبکہ طرز عمل سے اس زبانی اقرار کے خلاف کرے کیونکہ نافرمان اور منکر صورت میں یکساں ہیں تو زبانی دعویٰ تو آج ہر ایک مسلمان قرآن پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا کرتا ہے مگر اس حدیث سے اور و امنوا بما نزل علیٰ محمد یعنی اس پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ صاف معلوم ہوا کہ حقیقت ایمان کی اطاعت کے ساتھ ہے اور ایمان کی اصل بنیاد اس پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور قرآن کریم کی تمام تعلیمات کو صدق دل سے قبول کیا جائے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا ہی ایمان نصیب فرمائیں۔

الغرض یہاں کفار کا مفسد اور اللہ کے راستہ سے روکنے والا اور غلط راستہ پر چلنے والا بیان فرمایا گیا آگے ان مفسدین کے فساد دفع کرنے کا حکم دیا جاتا ہے یعنی بعض احکام متعلقہ جہاد بیان فرمائے جاتے ہیں جس کا بیان اگلی آیات میں انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَإِمَّا

سو تمہارا جب کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خوں ریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو، پھر اس کے بعد

مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ۖ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ

یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں، یہ حکم بجا لانا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا

وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝

لیکن تاکہ تم میں ایک کا دوسرے کے ذریعہ سے امتحان کرے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں، اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اللہ تعالیٰ اُن کو مقصود تک پہنچا دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا۔ اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی اُن کو پہچان کرا دے گا۔ اے ایمان والو اگر تم

إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝

اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدم جما دے گا۔

فَإِذَا پھر جب تم	لَقِيتُمْ بھڑ جاؤ	الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	فَضَرْبَ تو مارو تم	الرِّقَابِ گردنیں	حَتَّىٰ یہاں تک	إِذَا جب
أَثْخَنتُمُوهُمْ خوب خونریزی کر چکو انکی	فَشُدُّوا تو مضبوط کرلو	الْوَثَاقَ قید	فَإِمَّا پس یا	مَنًّا احسان کرو	بَعْدُ اس کے بعد	وَإِمَّا اور یا
فِدَاءً معاوضہ	حَتَّىٰ یہاں تک	تَضَعَ الْحَرْبُ رکھ دے لڑائی (لڑنے والے)	أَوْزَارَهَا اپنے ہتھیار	ذَٰلِكَ یہ	وَلَوْ اور اگر	يَشَاءُ اللَّهُ اللہ چاہتا
لَانتَصَرَ ضرور انتقام لیتا	مِنْهُمْ ان سے	وَلَٰكِن اور لیکن	لِّيَبْلُوَ تاکہ آزمائے	بَعْضَكُم تم سے بعض کو	بِبَعْضٍ بعض (دوسرے) سے	
وَالَّذِينَ اور جو لوگ	قُتِلُوا مارے گئے	فِي میں	سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کا راستہ	فَلَن يُضِلَّ تو وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا	أَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال	
سَيَهْدِيهِمْ وہ جلد ان کو ہدایت دے گا	وَيُصْلِحُ اور سنوارے گا	بَالَهُمْ ان کا حال	وَيُدْخِلُهُمُ اور داخل کرے گا انہیں	الْجَنَّةَ جنت		
عَرَّفَهَا لَهُمْ اسے جس سے شناسا کر دیا ہے انہیں	يَا أَيُّهَا اے	الَّذِينَ آمَنُوا جو لوگ ایمان لائے (مؤمن)	إِن اگر	تَنصُرُوا اللَّهَ تم مدد کرو گے اللہ کی		
يَنصُرْكُمْ وہ مدد کریگا تمہاری	وَيُثَبِّتْ اور جما دے گا	أَقْدَامَكُمْ تمہارے قدم				

تفسیر و تشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں مومن اور کافر کے اعمال میں امتیاز و فرق بتلایا گیا تھا کہ اللہ کے دین کو قبول کر لینے کے باعث مومن کی نیکیاں ثابت اور برائیاں معاف فرما دی جاتی ہیں اور کافر کے نہ ماننے کے باعث یہ سزا ہے کہ نیکی برباد اور گناہ لازم تو مومن اور کافر کے اعمال کا آخرت میں فرق بتلا کر جتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کھول کھول کر لوگوں کو ان کے برے بھلے اعمال پر متنبہ کرتا ہے تاکہ وہ باطل پرستی کی نحوست اور شامت سے بچیں اور حق پرستی کی برکت کو حاصل کریں اور کفار کے متعلق یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ یہ خود تو کافر ہوئے لیکن اور دوسروں کو بھی اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور اسلام دشمنی میں ہر طرح سے کوشش کرتے ہیں۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب کفار ایسے مفسد ہیں تو اللہ تعالیٰ اب اہل ایمان کو ان کے فساد دفع کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ سو جب حق و باطل کا مقابلہ ہو جائے اور اہل ایمان اور کفار میں جنگ چھڑ جائے تو مسلمانوں کو پوری مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہئے باطل کا

3 زور جب ہی ٹوٹے گا کہ بڑے بڑے مفسد اور شریر مارے جائیں اور ان کے جتھے توڑ دیئے جائیں اس لئے ہنگامہ کارزار میں کسل وسستی بزدلی اور توقف وتردد کو ذرا راہ نہ دو اور دشمنان خدا کی گردنیں مارنے میں کچھ باک نہ کرو۔ جب ان کی کافی خون ریزی کے بعد اہل ایمان کی دھاک بیٹھ جائے اور ان مفسدین کا زور ٹوٹ جائے اس وقت ان کو قیدی بھی بنا سکتے ہو۔ یہ قید وبند ان کے لئے ممکن ہے تازیانہ عبرت کا کام دے اور مسلمانوں کے پاس رہ کر ان کو اپنی اور اہل اسلام کی حالت جانچنے اور اسلامی تعلیمات میں غور کرنے کا موقع ملے اور شدہ شدہ وہ لوگ حق و صداقت کا راستہ اختیار کرلیں یا اہل اسلام اگر مصلحت سمجھیں تو بدوں کسی معاوضہ کے ان پر احسان کر کے قید سے رہا کر دیں اس صورت میں بہت سے افراد ممکن ہے کہ مسلمانوں کے احسان اور خوبی اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف راغب ہوں اور مسلمانوں کے دین سے محبت کرنے لگیں اور مسلمان یہ بھی کر سکتے ہیں کہ زرفدیہ لے کر یا مسلمان قیدیوں کے مبادلہ میں ان کفار قیدیوں کو چھوڑ دیں۔ اس میں کئی طرح کے فائدے ہیں۔ بہرحال حکم یہ ہے کہ اگر ان اسران جنگ کو ان کے وطن کی طرف مسلمان واپس کریں تو دو ہی صورتیں ہیں۔ معاوضہ میں چھوڑنا یا بلا معاوضہ رہا کرنا۔ ان میں جو صورت بھی امام المسلمین کے نزدیک اصلح ہو اختیار کر سکتا ہے۔ ہاں اگر قیدیوں کو ان کے وطن کی طرف واپس کرنا مصلحت نہ ہو تو پھر تین صورتیں ہیں ذمی بنا کر بطور رعیت کے رکھنا یا غلام بنا لینا یا قتل کر دینا۔ احادیث سے قیدی کو قتل کرنے کا ثبوت صرف خاص خاص حالات میں ملتا ہے جبکہ وہ کسی ایسے سنگین جرم کا مرتکب ہوا ہو جس کی سزا قتل سے کم نہیں ہو سکتی تھی۔ البتہ غلام یا رعیت بنا کر رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں اور یہ قید وقتل اس وقت تک ہے جب تک کہ یہ حرب ضرب کا سلسلہ جاری ہے اگر لڑنے والے دشمن اپنے ہتھیار رکھ دیں اور جنگ موقوف ہو جائے یا مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلیں یا مصلحت کرلیں تو یہ سلسلہ قید وبند بھی موقوف ہو جائے گا۔

یہاں ان قرآنی احکام سے متعلق ان آیات کے تحت حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں ایک اہم بات یہ بھی لکھی ہے کہ ''یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا حکم صرف اباحت اور جواز کی حد تک ہے یعنی اگر اسلامی حکومت مصالح کے مطابق سمجھے تو انہیں غلام بنا سکتی ہے۔ ایسا کرنا مستحب یا واجب فعل نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کے مجموعی ارشادات سے آزاد کرنے کا افضل ہونا سمجھ میں آتا ہے اور یہ اجازت بھی اس وقت تک کے لئے ہے جب تک اس کے خلاف دشمن سے کوئی معاہدہ نہ ہو اور اگر دشمن سے یہ معاہدہ ہو جائے کہ نہ وہ ہمارے قیدیوں کو غلام بنائیں گے نہ ہم ان کے قیدیوں کو تو پھر اس معاہدہ کی پابندی لازم ہوگی۔ ہمارے اس زمانہ میں دنیا کے بہت سے ملکوں نے ایسا معاہدہ کیا ہوا ہے۔ لہٰذا جو اسلامی ممالک اس معاہدہ میں شریک ہیں ان کے لئے غلام بنانا اس وقت تک جائز نہیں جب تک یہ معاہدہ قائم ہے''۔ (معارف القرآن جلد ۸ ص ۲۷)

آگے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب میں اس کی وجہ بتائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو یہ قدرت ہے کہ ان کافروں اور دشمنان اسلام کو کوئی آسمانی عذاب بھیج کر ''عاد'' و ''ثمود'' وغیرہ کی طرح ہلاک کر ڈالے لیکن جہاد وقتال مشروع کر کے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا امتحان لینا تھا۔ وہ دیکھتا ہے کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر جان و مال نثار کرنے کے لئے تیار ہیں اور کفار میں سے کتنے لوگ ان تنبیہی کارروائیوں سے بیدار ہوتے اور اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہیں کہ جو اللہ نے دے رکھی ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستہ میں اس جہاد وقتال میں شہید ہوئے خواہ بظاہر یہاں کامیاب نظر نہ آتے ہوں لیکن حقیقۃً وہ کامیاب ہیں اللہ ان کے کام ضائع نہ کرے گا بلکہ انجام کار ان کی محنت ٹھکانے لگائے گا ان کو جنت کی طرف راہ دے گا اور آخرت کے تمام منازل واحوال میں ان کا حال درست رکھے گا اور جس جنت کا حال ان کو انبیاء علیہم السلام کی زبان سے معلوم ہو چکا تھا وہ اس میں داخل کئے جائیں گے اور وہاں پہنچ کر ہر جنتی اپنے ٹھکانے کو خود بخود پہچان لے گا اس کے دل کی کشش ادھر ہی ہوگی جہاں اس کو رہنا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہوگا کہ

جنتیوں کے دلوں میں خود بخود جنت کے اپنے اپنے مقام اور اس میں ملنے والی نعمتوں حور وقصور سے ایسی واقفیت کر دیجائے گی جیسے وہ ہمیشہ انہی میں رہتے اور ان سے مانوس تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جنت ایک نیا عالم ہونے کی بنا پر اس میں ایک جنتی کو اپنا مقام تلاش کرنے میں اور وہاں کی چیزوں سے مناسبت اور تعلق قائم ہونے میں وقت لگتا اور ایک مدت تک اجنبیت کے احساس سے قلب مطمئن نہ ہوتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے دین حق دے کر بھیجا ہے کہ تم دنیا میں جس طرح اپنی بیبیوں اور گھروں سے واقف اور مانوس ہو اس سے بھی زیادہ اپنے جنت کے مقام اور وہاں کی بیبیوں سے واقف اور مانوس ہو جاؤ گے۔ (مظہری، معارف القرآن جلد ۹)

اور شہداء یعنی اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دینے والوں کی خصوصیت میں حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس چھ باتیں ہیں۔ اول خون ٹپکنے میں اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں دوسرے بہشت میں جو اس کی جگہ ہے وہ دکھائی جاتی ہے۔ تیسرے وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے اور بڑی گھبراہٹ سے بے خوف رہتا ہے۔ چوتھے عزت کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے کہ ایک یاقوت اس میں کا دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے بہتر ہے اور پانچویں ۷۲ حوروں سے اس کا نکاح ہوتا ہے اور چھٹے اس کے قرابت داروں میں سے ستر آدمیوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول ہوتی ہے۔ اخیر میں ایمان والوں کو خطاب ہوتا ہے کہ اے ایمان والو اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو گے اور اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو کفار کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھے گا اور دشمنوں کے مقابلہ میں تمہارے قدم جمادے گا۔

یہاں یہ آیت بڑی قابل غور ہے یٰآیھا الذین امنوآ ان تنصروا اللہ ینصر کم و یثبت اقدامکم اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔ تو اللہ کی مدد سے مراد ہے اللہ کے دین کی مدد یہاں صاف فرمایا گیا کہ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور جب اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں تو پھر کامیابی میں کیا شک؟ تو گویا اللہ کی مدد مشروط ہے اللہ کے دین کی مدد کے ساتھ اسی سے اس کی ضد بھی سمجھ لی جائے کہ اگر اللہ کے دین کی مدد نہیں کی جائے گی تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شامل حال نہ ہوگی اور پھر جب اللہ کی مدد شامل نہ ہوگی تو پھر جو درگت مسلمانوں کی بنے اور جو سزا ملے اور جو ناکامی پیش آئے وہ تھوڑی ہے مسلمانوں سے یہ خطاب صاف ظاہر فرما رہا ہے کہ اے مسلمانو اگر تم اللہ کی مدد کو اپنے شامل حال رکھنا چاہتے ہو تو پھر اللہ کے دین کی مدد کی شرط پوری کرنا بھی لازمی ہے اور اللہ کے دین کی مدد کیا ہے؟ یہی کہ زندگی کے ہر شعبہ میں دین کو قائم کیا جائے احکام شریعت جاری وساری ہوں قوانین خداوندی کی پابندی ہو۔ شعائر اسلام کا قیام ہو ان کی عظمت و بلندی ہو۔ قرآنی اوامر ونواہی کا نفاذ ہو جن باتوں کے کرنے کا اللہ ورسول نے حکم دیا ہے ان کا اتباع اور فرمانبرداری ہو اور جن باتوں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے ان سے کامل اجتناب اور دوری اور پرہیز ہو حکومت ہو تو قرآن وسنت کے موافق عدالت وانصاف ہو تو قرآن وحدیث کے مطابق تعزیرات اور سزائیں ہوں تو اسلامی قوانین کے ماتحت الغرض قرآن میں ایک دو جگہ نہیں دسیوں جگہ یہ صاف صاف فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی حمایت ونصرت بندوں کے ساتھ ان کے ایمان واسلام کے ساتھ ہے اس لئے اللہ کی حمایت اور نصرت اور تائید حاصل جبھی ہو سکتی ہے جب ایمان واسلام کا دامن مضبوطی سے تھاما جائے اللہ تعالیٰ دین واسلام کی سچی محبت و اطاعت ہم سب کو ہماری قوم کو ہمارے ملک کو اور تمام عالم کے مسلمانوں کو نصیب فرمائیں آمین۔ غرض کہ یہاں تک تو خطاب اور بیان اہل ایمان کے متعلق ہوا آگے کفار کے متعلق بیان ہے کہ دین و دنیا میں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا جو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے کہ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ

اور جو لوگ کافر ہیں ان کیلئے تباہی ہے اور ان کے اعمال کو خدا تعالیٰ کالعدم کر دے گا۔ یہ اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا، سو اللہ تعالیٰ نے ان کے

اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ

اعمال کو اکارت کر دیا۔ کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں، اور انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا، کہ خدا تعالیٰ نے اُن پر

عَلَيْهِمْ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ

کیسی تباہی ڈالی، اور ان کافروں کیلئے بھی اسی قسم کے معاملات ہونے کو ہیں، یہ اس سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی

لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

کارساز نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾

نہریں بہتی ہوں گی، اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔

وَ اور	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	فَتَعْسًا تو تباہی ہے	لَّهُمْ ان کیلئے	وَاَضَلَّ اور اس نے ضائع کردیئے	اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل				
ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا اس لئے انہوں نے ناپسند کیا	مَا جو	اَنْزَلَ اللّٰهُ نازل کیا اللہ نے	فَاَحْبَطَ تو اکارت کردیئے	اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل				
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا کیا وہ چلے پھرے نہیں؟	فِي الْاَرْضِ زمین میں	فَيَنْظُرُوْا تو وہ دیکھ لیتے	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الَّذِيْنَ ان لوگوں کا جو			
مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	دَمَّرَ تباہی ڈال دی	اللّٰهُ اللہ	عَلَيْهِمْ ان پر	وَلِلْكٰفِرِيْنَ اور کافروں کیلئے	اَمْثَالُهَا ان کی مانند	ذٰلِكَ یہ			
بِاَنَّ اللّٰهَ اسلئے کہ اللہ	مَوْلَى کارساز	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کا جو ایمان لائے	وَاَنَّ اور یہ کہ	الْكٰفِرِيْنَ کافروں	لَا مَوْلٰى کوئی کارساز نہیں				
لَهُمْ ان کیلئے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	يُدْخِلُ داخل کرتا ہے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک عمل کئے					
جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِيْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	وَالَّذِيْنَ اور جن لوگوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا	يَتَمَتَّعُوْنَ وہ فائدہ اٹھاتے ہیں			
	وَ اور	يَاْكُلُوْنَ وہ کھاتے ہیں	كَمَا جیسے	تَاْكُلُ کھاتے ہیں	الْاَنْعَامُ چوپائے	وَالنَّارُ اور آگ	مَثْوًى ٹھکانا	لَهُمْ ان کیلئے	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اہل اسلام کو جہاد و قتال کا حکم اور اس کی فرضیت کی حکمت بتلائی گئی تھی اور اس کی ترغیب میں کہا گیا تھا کہ جو اہل ایمان اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں مارے جاویں گے اور شہید ہو جائیں گے تو گو ان کی جان جاوے گی مگر ان کو اس جانبازی کا یہ نتیجہ ملے گا کہ وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے اس لئے اہل ایمان کو ترغیب دی گئی تھی کہ وہ جہاد میں قتل و قتال سے نہ ڈریں اور جی کھول کر بہادری سے کفار سے لڑیں۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی سنا دیا گیا تھا کہ اللہ کا حکم بجالانے والوں اور اس کا بول بالا کرنے والوں اور اس کے دین کی خاطر جان و مال قربان کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نصرت و مدد فرمائے گا اور دشمنوں کے مقابلہ میں اہل ایمان کے قدم جما دے گا۔ یہ تو حال اہل ایمان کا بیان فرمایا گیا تھا اب ان کے مقابلہ میں مکر چھپا ہے ان آیات میں کفار کا حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ جس طرح مومنین کے قدم جما دیئے جاتے ہیں اس کے برعکس منکروں کو منہ کے بل گرا دیا جاتا ہے اور جیسے خدا کی طرف سے مومنین کی مدد کی جاتی

ہے اس کے خلاف کافروں کے کام برباد کر دیئے جاتے ہیں جب ان کافروں نے اللہ کی باتوں کو ناپسند کیا تو اللہ ان کے کام کیوں پسند کرے گا اور جو چیز خدا کو ناپسند ہو وہ محض اکارت ہے۔ دنیا ہی میں دیکھ لو منکروں کی کیسی گت بنی اور کس طرح ان کے منصوبے خاک میں ملا دیئے گئے۔ تو کیا آج کے کافروں کو ایسی سزائیں نہیں مل سکتیں۔ چنانچہ کفار مکہ کو ایمان والوں کے ہاتھوں دنیا میں بھی سزا ہوئی اور آخرت میں تو ظاہر ہی ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ مومنین صالحین کا رفیق ہے جو وقت پر ان کی مدد کرتا ہے۔ کافروں کا ایسا رفیق کون ہے جو اللہ کے مقابلہ میں کام آ سکے۔ لکھا ہے کہ غزوۂ احد میں ابوسفیان جو اس وقت کافروں کے سردار تھے انہوں نے رجز یہ اشعار فخریہ پڑھنے شروع کئے اور کہا **اعلی ھبل اعلی ھبل** یعنی ھبل بت کا بول بالا ہو۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تم اسے جواب کیوں نہیں دیتے۔ **اللّٰہ اعلی واجل** یعنی سب سے زیادہ بلندی والا اور سب سے زیادہ عزت اور اکرام والا اللہ ہی ہے۔ ابوسفیان نے پھر کہا **لنا العزیٰ ولا عزی لکم** ہمارا عزیٰ بت ہے تمہارا نہیں۔ اس کے جواب میں بفرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ نے کہا **اللّٰہ مولانا ولا مولا لکم** اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا مولیٰ کوئی نہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایماندار قیامت کے دن جنت نشین ہوں گے اور کفر کرنے والے خواہ دنیا میں کچھ ہی مزہ اڑا لیں لیکن ان کا اصلی ٹھکانہ جہنم ہے۔ دنیا میں ان کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور پیٹ بھرنا ہے۔ جسے یہ جانوروں کی طرح اناپ شناپ سے بھر رہے ہیں۔ نہ حلال حرام کی تمیز نہ جائز ناجائز کا امتیاز۔ بس پیٹ بھرنے سے مقصود نتیجہ کی خبر نہیں کہ کل یہ کھایا پیا کس طرح نکلے گا۔ اچھا چند روزہ دنیا کے مزے اڑا لیں آگے آگ کا گھر ان کے لئے تیار ہے۔

اب یہاں ان آیات میں خالص کافروں کی دنیا اور آخرت کی تباہی کا سبب یہ بتلایا گیا کہ یہ اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا۔ اب غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے احکامات کو ناپسند کرنا یہ خالص کفار کی صفت بیان کی گئی اور کس درجہ کا شدید جرم ہے مگر آج اسلام کا لیبل لگا کر ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکامات کو ناپسند کرتے ہیں۔ مثلاً پانچ وقت کی جماعت سے مسجد میں آ کر نماز پڑھنا ان کے لئے تضیع اوقات ہے۔ مہینہ بھر کے روزہ رکھنا یہ ایک ان کے لئے صریح جبر ہے۔ مالداروں پر حج کا فرض ہونا اور قومی دولت کو غیر ملک میں جا کر خرچ کر دینا یہ ایک ناگوار امر ہے۔ شراب کو کیسے بند کیا جا سکتا ہے جبکہ غیر ملکیوں کی مہمانی کا یہ لازمی جزو ہے۔ چور کا ہاتھ کیونکر کاٹا جا سکتا ہے کیونکہ یورپ والے اسے غیر مہذب سزا کہتے ہیں۔ شادی شدہ زانی کو سنگسار کیسے کیا جائے کہ یہ بے رحمی کی سزا ہے۔ سود کو بند کیسے کیا جائے کہ بغیر اس کے لئے دیئے تجارت اور معاشرہ میں ترقی کیسے ہو سکتی ہے۔ غرض اللہ کے نازل کئے ہوئے احکامات کو ناپسند کرنے والا ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے کہ جو شریعت اسلامیہ کے قوانین اور احکام انہیں ایک نظر نہیں بھاتے اور پھر بوالعجبی یہ کہ ساتھ ہی اسلام اور ایمان کا دعویٰ ہے۔ اے کاش کوئی ان کو یہ آیات ہی سنا دے۔ اور کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صحیح حدیث سنا دے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ بن جائے جو میں لایا ہوں۔ اب تو وہ وقت ہے کہ اپنی خواہشات کو دین کے تابع بنانا تو درکنار اب تو مظلوم دین کو اپنی خواہشات کا تابع بنایا جا رہا ہے۔ (الا ماشاء اللہ) اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر بس رحم ہی فرمائیں۔ اور ہماری اصلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرماویں۔ آمین۔ الغرض دین ایمان و اسلام اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور تعلق یہ دونوں جہان میں کامیابی کا باعث ہے۔ اور ان سے دوری اور بیزاری اور علیحدگی دین و دنیا دونوں کی تباہی و بربادی کا باعث ہے خواہ دیر ہو یا سویر۔ اسی کی کچھ مزید تشریح اور تائید اگلی آیات میں فرمائی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾

اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا، ہم نے ان کو ہلاک کر دیا سو اُن کا کوئی مددگار نہ ہوا۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ

تو جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں گے کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بدعملی اُن کو مستحسن معلوم ہوتی ہے اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں۔

الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا، اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا،

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ

اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی، اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل صاف ہوگا، اور اُن کیلئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے

الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾

اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی، کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو پینے کو دیا جاوے گا سو وہ اُن کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

وَكَاَيِّنْ اور بہت سی	مِّنْ قَرْيَةٍ بستیاں	هِيَ وہ	اَشَدُّ بہت ہی سخت	قُوَّةً قوت میں	مِّنْ قَرْيَتِكَ آپ کی بستی سے	الَّتِيْٓ وہ جس		
اَخْرَجَتْكَ آپ کو نکال دیا	اَهْلَكْنٰهُمْ ہم نے ہلاک کر دیا انہیں	فَلَا نَاصِرَ تو کوئی نہ مدد کرنیوالا	لَهُمْ ان کیلئے	اَفَمَنْ پس کیا جو	كَانَ ہے	عَلٰى پر		
بَيِّنَةٍ روشن راستہ	مِّنْ رَّبِّهٖ اپنے رب سے۔کے	كَمَنْ اس کی طرح	زُيِّنَ لَهٗ آراستہ دکھائے گئے اس کو	سُوْٓءُ عَمَلِهٖ اس کے برے عمل				
وَاتَّبَعُوْٓا اور انہوں نے پیروی کی	اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات	مَثَلُ مثال (کیفیت)	الْجَنَّةِ جنت	الَّتِيْ وُعِدَ وہ جو وعدہ کی گئی	الْمُتَّقُوْنَ پرہیزگاروں			
فِيْهَآ اس میں	اَنْهٰرٌ نہریں	مِّنْ سے۔کی	مَّآءٍ پانی	غَيْرِ اٰسِنٍ بدبو نہ کرنیوالا	وَاَنْهٰرٌ اور نہریں	مِّنْ لَّبَنٍ دودھ کی	لَّمْ نہ	يَتَغَيَّرْ متغیر ہونے والا
طَعْمُهٗ اس کا ذائقہ	وَاَنْهٰرٌ اور نہریں	مِّنْ خَمْرٍ شراب کی	لَّذَّةٍ سراسر لذت	لِّلشّٰرِبِيْنَ پینے والوں کیلئے	وَاَنْهٰرٌ اور نہریں	مِّنْ عَسَلٍ شہد کی		
مُّصَفًّى مصفی	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	فِيْهَا اس میں	مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ہر قسم کے پھل	وَمَغْفِرَةٌ اور بخشش	مِّنْ رَّبِّهِمْ انکے رب سے	كَمَنْ انکی طرح جو		
هُوَ وہ	خَالِدٌ فِي النَّارِ ہمیشہ رہنے والا آگ میں	وَ اور	سُقُوْا انہیں پلایا جائے گا	مَآءً حَمِيْمًا پانی گرم	فَقَطَّعَ ٹکڑے ٹکڑے ڈالیگا	اَمْعَآءَهُمْ انکی انتڑیاں		

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان اور کفار دونوں کا حال و انجام بیان فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالٰی ان کو جو دنیا میں ایمان لائے اور ساتھ ہی اعمال صالحہ بھی کئے یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کی۔ دنیا میں جن اعمال کے کرنے کو کہا ان کو کیا اور جن اعمال سے منع کیا گیا ان سے باز رہے تو ایسے لوگوں کو آخرت میں بہشت کے باغات میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ ہر طرح عیش و آرام سے رہیں گے اور جنہوں نے کہ دنیا میں کفر کو اختیار کیا اور اللہ و رسول کی نافرمانی کی تو وہ اس دنیا کی چند روزہ زندگی میں دنیا کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوں گے اور یوں کھائیں گے کہ جیسے جانور کھاتے ہیں کہ ان کو صرف کھانے سے غرض ہے اور نہ اس سے بحث کہ اسے کھانا چاہئے یا نہیں اور نہ اس سے غرض کہ یہ کس نے دیا ہے اور کیوں دیا ہے اور کھا کر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ بہرحال چند روزہ عیش دنیا کا اڑا لیں پھر انجام کار آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ پھر یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالٰی ایمان والوں کا ساتھی اور کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز

نہیں تو کفار جب یہ وعدہ و وعید سنتے تو طعن کرتے کہ اللہ ایمانداروں کا مددگار ہے تو اس کی حمایت کہاں گئی؟ ہم نے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ سے نکال دیا تو اس پر کچھ تعجب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ترک وطن کرنے کا رنج ہوا ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہجرت کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے جانے لگے تو آپ نے مکہ کی طرف مڑ کر دیکھا اور مکہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ خدا کی قسم تو مجھے دنیا بھر کے شہروں میں زیادہ پیارا اور عزیز شہر ہے اگر قریش زبردستی مجھے اس شہر سے جانے میں مجبور نہ کرتے تو میں ہرگز تجھ کو نہ چھوڑتا۔ بہرحال کفار کے طعن کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے بہت سی بستیاں جو تمہاری اس بستی سے یعنی مکہ سے جو تم سے چھڑایا گیا طاقت اور زور میں بڑھ کر تھے مگر ان کی نافرمانی کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اور کوئی انکا یار و مددگار نہ اٹھا جو ان کو بچا لیتا پھر یہ اہل مکہ کیا گھمنڈ کرتے ہیں یونہی اس بستی کے مجرموں کو بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے کہ کوئی ان کا مددگار نہ ہو۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں بدر کے معرکہ اور پھر فتح مکہ نے ان متکبروں کا فیصلہ کر دیا اس کے بعد کفر اور ایمان کا ایک فرق اور واضح کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ایک شخص جو اللہ کو اپنا رب مان چکا اور اس کے مقرر کئے ہوئے راستہ پر قائم ہے اور فہم و بصیرت کے ساتھ سچائی کی صاف اور کشادہ سڑک پر بے کھٹکے چلا جا رہا ہے اور دوسرا جو اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھاتا ہے جس کو سیاہ سفید یا نیک و بد کی کوئی تمیز نہیں حتیٰ کہ اپنی بے تمیزی سے برائی کو بھلائی سمجھتا ہے اور خواہشات کی پیروی میں اندھا ہو رہا ہے کیا ان دونوں کا مرتبہ اور انجام برابر ہو جائے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے عدل و انصاف کے منافی ہے۔ انصاف تو یہی چاہتا ہے کہ بھلوں کو انعام اور بروں کو سزا ملے چنانچہ ایسا ہی ہوگا کہ اللہ کے فرمانبردار مومن متقی بندے جنت میں داخل کئے جائیں گے اور بدکار نافرمان جہنم میں جھونکے جائیں گے اور اس جنت کا جس کا متقی بندوں سے وعدہ کیا جاتا ہے یہ حال ہے کہ اس میں صاف شفاف پانی کی نہریں ہوں گی جو دنیوی پانی کے خلاف کبھی خراب گدلا یا ناقص نہ ہوگا۔ پھر اس میں دودھ کی نہریں ہوں گی مگر دنیوی دودھ کے خلاف وہ کبھی بگڑے گا نہیں۔ پھر وہاں شراب کی نہریں ہوں گی مگر دنیوی شراب کے خلاف ہر تلخی سے پاک اور ہر نشہ اور خمار سے بری نہ اس میں نشہ ہے نہ گرانی نہ کوئی اور عیب و نقصان پھر وہاں صاف اور شفاف شہد کی نہریں ہوں گی مگر دنیوی شہد کے خلاف ہر آمیزش اور میل کچیل سے پاک تو یہاں جنت کی چار قسم کی نہروں کا ذکر ہوا پانی کی دودھ کی شراب کی اور شہد کی دنیا میں بھی یہ چیزیں انسان استعمال کرتے ہیں پانی تو ایسی چیز ہے کہ انسان کی زندگی اس سے ہے اور دودھ غذائے لطیف کا کام دیتا ہے اور شراب سرور اور نشاط کی چیز ہے اور شہد مقوی اور بیماریوں کا دفع کرنے والا ہے مگر دراصل جنت کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کا مثل دنیا میں کبھی دستیاب ہو سکے پھر وہاں کی نعمتوں کا حال بندوں کو سمجھایا کس طرح جاوے؟ اس لئے دنیا کی جن چیزوں کو وہاں کی چیزوں سے ذرا بھی مناسبت ہے ان کے پیرایہ میں سمجھایا گیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں یہ خیال نہ کرنا کہ جنت کی نہریں بھی دنیا کی نہروں کی طرح کھدی ہوئی زمین میں اور گڑھوں میں بہتی ہیں۔ نہیں نہیں قسم خدا کی وہ صاف زمین پر یکساں جاری ہیں ان کے کنارے کنارے لؤلؤ اور موتیوں کے خیمے ہیں۔ ان کی مٹی مشک خالص ہے ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ جانوروں کے تھن سے نکلا ہوا نہیں بلکہ قدرتی ہے اور نہریں ایسی صاف شراب کی جو پینے والے کا دل خوش کر دیں۔ دماغ کشادہ کر دیں جو شراب نہ تو بدبودار ہے نہ تلخی والی ہے نہ بدمنظر ہے بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی پینے میں بہت لذیذ نہایت خوشبودار جس سے نہ عقل میں فتور آئے نہ دماغ میں چکر آئے نہ نشہ چڑھے نہ عقل جائے حدیث میں ہے کہ یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں کی کشید کی ہوئی نہیں بلکہ خدا کے حکم سے تیار ہوئی ہے خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہے جنت میں شہد کی نہریں بھی ہیں جو بہت صاف ہے اور خوشبودار اور ذائقہ کا تو کہنا ہی کیا اور یہ شہد بھی مکھیوں کے پیٹ سے نہیں بلکہ قدرتی ہے۔ الغرض مشروبات کے بعد آیت میں ماکولات کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جنت میں کھانے کو ہر طرح کے میوے اور پھل ہیں اور ان تمام مادی نعمتوں کے ساتھ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رب

کریم خوش ہے وہ اپنی مغفرت وخوشنودی سے انہیں نواز چکا ہے۔ ان کی سب خطائیں معاف ہو چکی ہیں اور پھر وہاں جنت میں پہنچ کر بھی خطاؤں کا ذکر بھی نہ آئے گا جو ان کی کلفت کا سبب بنے۔ اور نہ آئندہ کسی بات پر گرفت ہو گی۔ سبحان اللہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو بھی ان نعمتوں سے نوازے۔ آمین۔

یہ تو متقی پرہیزگار ایمانداروں کا مقام تھا آگے بدکار نافرمان کفار کا مقام بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جاوے گا جس سے آنتیں کٹ کر باہر آ پڑیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقام سے اپنی پناہ میں رکھیں۔ اس کے بعد فرمایا جاتا ہے کہ کیا دونوں برابر ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں بھلا کہاں جنتی اور کہاں جہنمی؟ کہاں نعمت کہاں زحمت؟ یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ جو ذرا بھی طبیعت سلیمہ رکھتا ہے اس کے لئے یہ فرق سمجھنا آسان ہے۔

غرض یہ کہ جب مومن صالح اور کافر بدکار کے اعمال میں تفاوت ہے تو ان کے انجام میں بھی لازمی تفاوت ہوگا۔ تو یہاں تک کفار اور مومنین کے احوال واعمال اور ان کے لئے وعدے وعید مذکور تھے اب آگے کفار کی ایک قسم منافقین تھے ان کی حالت اور مذمت اور ان کے لئے وعید بیان کی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی دنیا میں اپنا متقی اور اطاعت گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اپنی رحمت سے وہ جنت ہم کو بھی نصیب فرمائیں اور اپنی مغفرت سے ہم سب کو نوازیں اور عذاب جہنم سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھیں۔

یا اللہ کفار ومشرکین نے آج بھی آپ کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض امتیوں کو گھر سے بے گھر کر رکھا ہے اور وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

یا اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ان مہاجر امتیوں کی مدد اور نصرت فرما اور ان کے ستانے والوں کو ہلاک تباہ وبرباد فرما۔

یا اللہ ہم کو اپنے واضح راستہ صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ قائم رکھئے اور نفسانی خواہشات پر چلنے سے بچا لیجئے۔

یا اللہ بدعملی اور خلاف شرع امور سے ہم کو نفرت وکراہت عطا فرما تا کہ بدعملی ہم کو بھلی اور مستحسن نہ معلوم ہو۔

یا اللہ اس دور فتن میں جبکہ ممنوعات اور منکرات وبا کی طرح پھیلتے جا رہے ہیں ہمیں ہر ظاہری وباطنی فتنہ سے اپنی پناہ میں رکھئے اور شریعت مطہرہ پر ہمارے قدم جمائے رکھئے اور ہماری لغزشوں اور تقصیرات سے درگزر فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ

اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم سے کہتے ہیں کہ حضرتؐ نے ابھی کیا بات فرمائی تھی،

اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى

یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مہر کردی ہے اور یہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔ اور جو لوگ راہ پر ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتے

وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى

اور اُن کو اُن کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے۔ سو یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ اُن پر دفعۃً آپڑے، سو اس کی علامتیں تو آچکی ہیں تو جب قیامت اُن کے سامنے آکھڑی ہوئی

لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ

اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا۔ تو آپ اس کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہئے، اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کیلئے بھی

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ ع

اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے۔

وَمِنْهُمْ اوران میں سے	مَنْ جو	يَسْتَمِعُ سنتا ہے	اِلَيْكَ آپ کی طرف	حَتّٰى یہانتک کہ	اِذَا جب	خَرَجُوْا وہ نکلتے ہیں	مِنْ عِنْدِكَ آپ کے پاس سے
قَالُوْا وہ کہتے ہیں	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں سے جنہیں	اُوْتُوا الْعِلْمَ علم دیا گیا (اہل علم)	مَاذَا کیا	قَالَ اس نے کہا	اٰنِفًا ابھی	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	الَّذِيْنَ وہ جو
طَبَعَ اللّٰهُ مہر کردی اللہ نے	عَلٰى قُلُوْبِهِمْ انکے دلوں پر	وَاتَّبَعُوْٓا اور انہوں نے پیروی کی	اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات	وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا اور وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی			
زَادَهُمْ اور زیادہ دی انہیں	هُدًى ہدایت	وَاٰتٰىهُمْ اور انہیں عطا کی	تَقْوٰىهُمْ انکی پرہیزگاری	فَهَلْ پس نہیں وہ	يَنْظُرُوْنَ منتظر	اِلَّا مگر	
السَّاعَةَ قیامت	اَنْ کہ	تَاْتِيَهُمْ آجائے اُن پر	بَغْتَةً اچانک	فَقَدْ جَآءَ سو آچکی ہیں	اَشْرَاطُهَا اس کی علامات	فَاَنّٰى تو کہاں	لَهُمْ ان کیلئے۔ کو
اِذَا جب	جَآءَتْهُمْ وہ آگئی ان کے پاس	ذِكْرٰىهُمْ ان کا نصیحت قبول کرنا	فَاعْلَمْ سو جان لو	اَنَّهٗ یہ کہ	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا
وَاسْتَغْفِرْ اور بخشش مانگیں آپؐ	لِذَنْۢبِكَ اپنے ذنب اپنے اوپر لگائے گئے الزام (کیلئے)	وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومن مردوں کیلئے	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں				
	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مُتَقَلَّبَكُمْ تمہارا چلنا پھرنا	وَمَثْوٰىكُمْ اور تمہارے رہنے سہنے کا مقام			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں مومنوں اور کافروں کے انجام کے تسلسل میں بتلایا گیا تھا کہ متقی اور پرہیزگار اہل ایمان تو اہل جنت میں سے ہوں گے اور اس جنت میں انہیں ہر قسم کی مادی اور روحانی نعمت نصیب ہوں۔ دنیا کی تو ہر مادی نعمت فنا پذیر ہوتی ہے پانی سڑ جاتا ہے دودھ بگڑ جاتا ہے شراب میں نشہ و تلخی ہوتی ہے۔ شہد میں گدلا پن اور میل کچیل شامل رہتا ہے مگر جنت کی کسی مادی نعمت میں بھی کوئی خرابی نہ پیدا ہونے پائے گی۔ مشروبات میں اہل جنت کے لئے صاف پانی کی نہریں دودھ کی نہریں اور شراب کی نہریں جس میں پینے والوں کے لئے لذت ہی لذت ہوگی اور صاف شہد کی نہریں اور ماکولات میں ہر قسم کے میوے اور پھل ہوں گے۔ یہ تو ہوئیں مادی نعمتیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت و رحمت کی روحانی نعمتیں بھی میسر ہوں گی ان کے مقابل کفار و مشرکین کی یہ حالت بتلائی گئی تھی کہ یہ لوگ ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہوں گے اور طرح طرح کے عذاب جہنم بھگتیں گے۔ سخت پیاس کی حالت میں پینے کو ایسا کھولتا اور گرم پانی پینے کو دیا جائے گا کہ جو ان کی

انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ انہی کافروں اور اشقیا کے گروہ میں سے ایک گروہ منافقین کا زمان نبوت میں موجود تھا کہ جو ظاہر میں تو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا اور باطن میں اس سے انحراف تھا۔ ان آیات میں ایسے ہی لوگ یعنی منافقین کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان کی شرارت اور محرومی کو بیان کیا جاتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن کافروں کا اوپر ذکر ہوا جو کہ دائمی جہنمی ہوں گے وہ تو ایسے کافر ہیں کہ جو آپ کی باتوں سے متوحش ہیں۔ آپ کی بات کو سننا ہی گوارا نہیں کرتے لیکن اس شقی گروہ میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو بظاہر آپ کی بات کو سنتے ہیں مگر نہ دلی توجہ ہے نہ سمجھ نہ اعتقاد و یقین۔ یہ گو آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں وعظ و نصیحت سننے کو بیٹھتے ہیں مگر ان کے دلوں میں عزت و عظمت نہیں۔ چہرہ اور بشرہ سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کی گفتگو کو غور اور توجہ سے سن رہے ہیں مگر حقیقت یہ نہیں چنانچہ جب یہ مجلس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اٹھ کر جاتے ہیں تو باہر نکل کر اہل علم صحابہ کرام سے کہتے ہیں کہ ابھی ابھی حضرت نے کیا بیان کیا تھا؟ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ منجملہ ان اہل علم کے کہ جن سے وہ باہر نکل کر پوچھتے تھے ایک میں بھی تھا اور میں اس وقت کم سن لڑکا تھا۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ منافقین کا یہ پوچھنا اس اعنوان اور طرز سے تھا کہ جس سے مومنین تو سمجھتے کہ انہوں نے سنا نہیں اور یہ صرف دریافت کرنا چاہتے ہیں لیکن ان منافقین کا مطلب آپ کی باتوں کی تحقیر اور توہین ہوتی تھی اور مطلب ان کا یہ ہوتا تھا کہ جو کچھ کہا گیا (معاذ اللہ) وہ قابل توجہ ہی نہ تھا اور اس لائق نہ تھا کہ دھیان اور توجہ سے سنا جائے۔ علما نے یہاں لکھا ہے کہ دیکھئے یہ مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھ کر بھی کورے ہی رہتے ہیں جس کی وجہ یہ تھی قصد ہی ان کا افادہ کا نہ تھا۔ اسی سے علما نے یہ بھی نتیجہ نکالا ہے کہ بڑے سے بڑے مرشد کی صحبت و ہمنشینی بھی بے اثر رہتی ہے۔ جب تک کہ بیٹھنے والے کے دل میں اعتقاد اور قصداً استفادہ نہ ہو۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یا قرآن کی یا دین کی باتوں کو ارادی بے توجہی سے سننا کس درجہ مذموم ہے اور یہ خاص منافقین کی خصلتوں میں سے ہے۔ تو منافقین کی اس حرکت پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی ایسی نالائق حرکتوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے کہ پھر نیکی اور بھلائی کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ بس محض خواہشات کی پیروی رہ جاتی ہے۔ حق کا اتباع نہیں ہوتا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ ہدایت کا قصد کرتے ہیں ایسے ایمانداروں کو ہمارے رسول کی باتوں سے اور وعظ و نصیحت سے اور زیادہ ہدایت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی انہیں توفیق دیتا ہے وہ اپنی ہدایت میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور ان کی سوجھ بوجھ اور تقویٰ و پرہیزگاری بڑھتی چلی جاتی ہے۔ تو یہاں سے صاف معلوم ہوا کہ راہ ہدایت پر چلنے اور احکام پر عمل کرتے رہنے سے ایک خاص برکت یہ پیدا ہوتی ہے کہ رشد و ہدایت اور بڑھتی رہتی ہے اور عمل کی توفیق اور زیادہ نصیب ہوتی رہتی ہے۔ آگے منافقین کو وعید سنائی جاتی ہے کہ جب ہمارے رسول کی باتیں بھی ان کی ہدایت کے لئے کافی نہ ہوئیں قرآن کریم کی ہدایتیں بھی یہ سن چکے مگر راستی اور سچائی کے ساتھ انہیں بھی قبول نہ کیا۔ گذشتہ اقوام کی عبرتناک مثالیں اور نافرمانوں کے انجام بھی سن چکے مگر یہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ جنت و دوزخ کے وعدہ اور وعید سب سن چکے مگر کان پر جوں تک نہ رینگی تو اب ان منکرین و منافقین کو ماننے کے لئے کس وقت کا انتظار ہے؟ کیا یہ لوگ اسی کی راہ دیکھ رہے ہیں کہ قیامت ان کے سر پر اچانک آ کھڑی ہو اور وہ ان کو اچھی طرح سمجھا دے سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آ چکیں اور جب خود قیامت آ کھڑی ہو گی تو اس وقت ان کے لئے سمجھ حاصل کرنے اور ماننے کا موقع کہاں باقی رہے گا؟ یعنی اس وقت سمجھنا اور ماننا بیکار ہے کیونکہ اس پر نجات نہیں ہوسکتی۔ یہاں جو آیت میں فرمایا گیا فقد جاء اشراطھا (سو اس کی یعنی قیامت کی علامتیں تو آ چکی ہیں) تو علما نے لکھا ہے کہ بروئے حدیث خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا علامات قیامت میں سے ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا مبعوث ہونا اور قیامت کا آنا اس طرح سے ہیں اور آپ نے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر دکھایا۔ محدثین نے اس حدیث کا مطلب لکھا ہے کہ جس طرح بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی میں تھوڑا سا فرق ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ

وسلم اور قیامت کے درمیان تھوڑا فرق ہے گویا جیسے بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے ذرا آگے نکلی ہوئی ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت سے ذرا آگے مبعوث ہو چکے ہیں۔اس کے علاوہ معجزۂ شق القمر یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا اس کو بھی حدیث میں علامات قیامت میں سے کہا گیا ہے نیز لوگوں کا جھوٹا دعویٰ نبوت کرنا بھی علامات قیامت سے فرمایا گیا ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب نے زمانہ نبوت ہی میں دعویٰ نبوت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہو کر دنیا میں آنا یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک خاص اور بڑی نشانی ہے اس لئے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور رسولوں کی آمد دنیا میں ختم کرنے والے ہیں۔آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو کامل کر دیا اور اپنی حجت اپنی مخلوق پر پوری کر دی اور مقصود تخلیق عالم کا حاصل ہو چکا۔اب قیامت ہی کا آنا باقی ہے۔اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامتیں اس طرح بیان فرما دیں کہ آپ سے پہلے کسی نبی نے اس قدر وضاحت نہیں فرمائی تھی۔الغرض کفار و منافقین کو جتلایا جاتا ہے کہ قیامت قائم ہو جانے پر نصیحت و عبرت کیا سود مند ہوگی؟ اور اس وقت سمجھنے کا موقع کہاں ملے گا؟ اب یہاں تک مومنین کافرین و منافقین کے احوال اور ان کے انجام اور ان کے ساتھ وعدہ و وعید بیان فرمانے کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ لوگ سب کچھ بتلانے اور سمجھانے پر بھی کفر پر جمے ہوئے ہیں تو انہیں جما رہنے دیجئے اور آپ مثل ماضی کے مستقبل میں بھی اس کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرتے رہئے یعنی پورے طور پر اس کی اطاعت کرتے رہئے۔جمیع اوامر ونواہی کے امتثال پر مداومت رکھئے اور اگر کبھی احیاناً کوئی اجتہادی لغزش ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگئے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بھی معافی مانگئے کیونکہ وہ بھی انسان ہیں اور ان سے بھی دانستہ یا نادانستہ قصور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارا چلنا اور پھرنا اور رہنا و سہنا گویا ہر حال ہمہ وقت خوب معلوم ہے اس پر تمہاری کوئی بات مخفی نہیں۔پس اس کو پیش نظر رکھو اور اس کو حاضر ناظر سمجھ کر کوئی کام کسی حال میں ایسا نہ کرو جس سے تم کو حق تعالیٰ کے سامنے ندامت ہو اور اس کے وعدوں کے امیدوار اور اس کی وعیدوں سے خائف رہو۔بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت **فاعلم انه لآ اله الا الله واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنت** جس میں اگرچہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر تمام انسانوں کو سنایا گیا ہے کہ اسی دنیا میں قیامت کی مصیبتوں اور پکڑ سے بچنے کی فکر کر لو جس کے لئے سب سے اول یہ سمجھ لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے بعد اپنی خطاؤں اور گناہوں کی معافی مانگو۔پھر دوسرے اہل ایمان مرد اور عورتوں کے لئے بھی استغفار کرو۔

یہاں ان آیات سے متعلق ایک مفید تنبیہ بھی علما نے لکھی ہے کہ لفظ **ذنب** (جس کے لفظی معنی ہیں۔خطا قصور گناہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق قرآن کریم میں جا بجا آیا ہے جیسا کہ ان آیات میں بھی **واستغفر لذنبک** فرمایا ہے۔یعنی آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہئے۔تو ایسے تمام مواقع میں لفظ ذنب سے مراد ذنب مجازی ہے یعنی اجتہادی لغزش اور ایسے ذنب یعنی اجتہادی لغزش کی مثال یہ ہے کہ مثلاً آپ کی خدمت میں ایک بار ابن ام مکتوم صحابیؓ نابینا آئے اور آپ اس وقت بعض سرداران قریش مکہ کو اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے حضرت ابن ام مکتوم نے آپ کو بیچ میں ٹوک دیا اور خود کچھ پوچھنے لگے اس وقت آپ کو کچھ ناگوار ہوا جس کا ذکر تیسویں پارہ سورۂ عبس وتولی میں فرمایا گیا جس کا بیان تفصیلاً ان شاء اللہ اسی موقع پر ہوگا بہر حال حق تعالیٰ کو آپ کی ناگواری حضرت ابن ام مکتوم سے پسند نہ آئی جس پر سورۂ عبس کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو اس قسم کی اجتہادی لغزشوں پر آپ کو استغفار کا حکم فرمایا گیا اور اگلی سورۂ فتح میں ایسی ہی تمام لغزشوں کی معافی کی بشارت بھی آپ کو دی گئی ہے۔تاہم احادیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر دن میں ستر بار اور بعض روایات میں ہے کہ سو بار سے بھی زیادہ استغفار فرماتے ہیں۔

ابھی انہی منافقین کے متعلق مضمون اگلی آیات میں بھی جاری ہے۔جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ

اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے رہتے ہیں کہ کوئی (نئی) سورت کیوں نہ نازل ہوئی، سو جس وقت کوئی صاف صاف (مضمون کی) سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے،

رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ

تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو، سو عنقریب

لَهُمْ ۝۲۰ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۝۲۱ فَهَلْ

ان کی کمبختی آنے والی ہے۔ ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے، پس جب سارا کام تیار ہی ہو جاتا ہے، تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے تو اُن کیلئے بہت ہی بہتر ہوتا۔ سو اگر

عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝۲۲ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ

تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دُنیا میں فساد مچا دو، اور آپس میں قطع قرابت کر دو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دُور کر دیا

فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝۲۳ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝۲۴

پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔

وَ اور	يَقُولُ وہ کہتے ہیں	الَّذِينَ آمَنُوا وہ جو لوگ ایمان لائے	لَوْ کیوں	لَا نُزِّلَتْ نہ اتاری گئی	سُورَةٌ ایک سورۃ	فَإِذَا سو جب	أُنْزِلَتْ اتاری جاتی ہے
سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ صاف معانی والی سورۃ	وَذُكِرَ اور ذکر کیا جاتا ہے	فِيهَا اس میں	الْقِتَالُ جنگ	رَأَيْتَ تم دیکھو گے	الَّذِينَ وہ لوگ		
فِي قُلُوبِهِمْ انکے دلوں میں	مَرَضٌ بیماری	يَنْظُرُونَ وہ دیکھتے ہیں	إِلَيْكَ آپ کی طرف	نَظَرَ دیکھنا	الْمَغْشِيِّ بے ہوشی طاری ہوگئی	عَلَيْهِ اس پر	
مِنَ الْمَوْتِ موت کی	فَأَوْلَىٰ لَهُمْ سو خرابی اُن کیلئے	طَاعَةٌ اطاعت	وَقَوْلٌ اور بات	مَعْرُوفٌ معقول	فَإِذَا پھر جب	عَزَمَ الْأَمْرُ پختہ ہو جائے کام	
فَلَوْ صَدَقُوا تو اگر وہ سچے ہوتے	اللَّهَ اللہ	لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ البتہ ہوتا بہتر ان کیلئے	فَهَلْ عَسَيْتُمْ سو تم اسکے نزدیک	إِنْ اگر			
تَوَلَّيْتُمْ تم والی (حاکم) ہو جاؤ	أَنْ تُفْسِدُوا کہ تم فساد مچاؤ	فِي الْأَرْضِ زمین میں	وَتُقَطِّعُوا اور تم کاٹو (توڑ ڈالو)	أَرْحَامَكُمْ اپنے رشتے			
أُولَٰئِكَ یہی ہیں	الَّذِينَ وہ لوگ جن	لَعَنَهُمُ اللَّهُ اللہ نے لعنت کی	فَأَصَمَّهُمْ پھر انکو بہرا کر دیا	وَأَعْمَىٰ اور اندھا کر دیا	أَبْصَارَهُمْ ان کی آنکھیں		
أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ تو کیا وہ غور نہیں کرتے؟	الْقُرْآنَ قرآن	أَمْ کیا	عَلَىٰ قُلُوبٍ دلوں پر	أَقْفَالُهَا ان کے تالے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منافقوں کی شرارت اور ان کا حال بیان کیا گیا تھا۔ ہجرت سے پہلے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مکہ میں تھا تو اسلام کا چنداں زور نہ تھا اس واسطے مکہ میں جن لوگوں کے دلوں میں اللہ نے اسلام کی خوبیاں جمائیں اور وہ اسلام لائے تو ان کا اسلام خالص دل سے تھا۔ یہ بات نہ تھی کہ ان کا ظاہر کچھ اور ہو باطن کچھ اور لیکن ہجرت کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور اسلام کا دن بدن زور اور غلبہ شروع ہوا تو مدینہ کے بہت سے لوگ خصوصاً یہود مدینہ اپنی عزت اور جان ومال بچانے کی غرض سے اس طرح داخل اسلام ہو گئے تھے کہ بظاہر تو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے۔ لیکن دل سے مسلمان نہ تھے اور جب موقع پاتے در پردہ مسلمانوں کی بدخواہی کی باتیں کرتے تا کہ تمام مسلمانوں کو ان کی بدخواہی کی باتوں کی خبر نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب والشہادہ ہیں۔ جو بات بھی منافق بناوٹ کے طور پر یا در پردہ اسلام اور مسلمانوں کی

بدخواہی کی کرتے تو اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی آیات نازل فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیتے۔ اس لئے قرآن پاک میں منافقوں کی پوشیدہ باتوں ان کی دلی خواہشوں اور بدنیتوں کا جا بجا مدنی آیات میں ذکر ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا ذکر فرما کر ان کو ذلیل و رسوا فرمایا ہے۔ اور ساتھ ہی تادیب و تنبیہ بھی فرمائی گئی ہے۔ گذشتہ آیات میں انہی منافقین کا ذکر فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ جب قرآن کی ہدایتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں بھی ان کی ہدایت کے لئے کافی نہ ہوئیں تو کیا اب ان کو قیامت کا انتظار ہے کہ وہ ان کے پاس اچانک آ جاوے اور ان کو اچھی طرح سمجھا دے؟ مگر جب قیامت آ جائے گی اور اس کو دیکھ کر ایمان بھی لے آویں گے مگر اس وقت کا ایمان لانا محض بے نتیجہ ہوگا اور انہیں بجز پچھتانے کے اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ انہی منافقین کے بعض احوال کی تفصیل ان آیات میں ظاہر فرمائی گئی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ سچے ایمان والے ہیں جن سے یہاں صحابہ کرامؓ مراد ہیں وہ تو ہمیشہ اس بات کے مشتاق رہتے ہیں کہ کلام الٰہی اور نازل ہوتا کہ ایمان تازہ ہو اور احکام جدید آویں تو ان پر عمل کر کے ثواب حاصل کریں اور احکام سابقہ کی تاکید ہو تو اور زیادہ ثبات حاصل ہو چنانچہ وہ اس اشتیاق میں کہتے رہتے ہیں کہ کوئی نئی سورۃ کیوں نہ نازل ہوئی اور اگر نازل ہو تو تمنا پوری ہو سو جس وقت کوئی صاف صاف مضمون کی سورۃ نازل ہوتی ہے اور اتفاق سے اس میں جہاد کا بھی صاف صاف ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ تو ان آیات کو سن کر گویا نیم مردہ ہو جاتے ہیں اور ان آیات کو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بھیا نک نگاہوں سے دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو یعنی جہاد کا حکم سن کر ان پر خوف اور بزدلی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اس خیال سے کہ اب اپنے اسلام کو نبھانے کے لئے جہاد میں جانا پڑے گا اور ایک یہ مصیبت آئی۔ حق تعالیٰ اس پر ارشاد فرماتے ہیں کہ جو اس طرح خدا کے حکم سے جی چراتے ہیں تو دراصل بات یہ ہے کہ عنقریب ان کی کمبختی آنے والی ہے خواہ دنیا میں بھی کہ کسی وبال میں گرفتار ہوں ورنہ بعد موت تو ضرور ہی ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ظاہر میں تو یہ لوگ یعنی منافقین اپنی فرمانبرداری کا اظہار اور زبان سے اسلام اور احکام اسلام کا اقرار کرتے ہیں مگر کام کی بات یہ ہے کہ عملاً خدا اور رسول کا حکم مانیں اور بات اچھی اور معقول کہیں پھر جب جہاد وغیرہ میں اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوں تو یہ صورت ان کی بہتری اور بھلائی کی ہوگی۔ آگے جہاد کے ترک پر منافقین کو براہ راست خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ تم جو جہاد سے کراہت کرتے ہو اور جان چراتے ہو تو اس میں دین کے علاوہ دنیا کا بھی نقصان ہے چنانچہ اگر تمہاری طرح سب جہاد سے کنارہ کش ہو جائیں تو دنیا میں لوگوں میں فساد جھگڑے اور آپس کی کشمکش اور غرض پرستی کے جھگڑے کھڑے ہو جائیں جن کا آخری نتیجہ عام فتنہ و فساد اور ایک دوسرے سے قطع تعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے اعراض کرو گے تو ظاہر ہے کہ دنیا میں امن و انصاف قائم نہیں ہو سکتا۔ اور جب دنیا میں امن و انصاف نہ رہے گا تو ظاہر ہے کہ فساد بدامنی اور حق ناشناسی کا دور دورہ ہوگا یہاں سے معلوم ہوا کہ جہاد سے بڑا فائدہ اقامت عدل اور اصلاح و امن کا ہے اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو مفسدین کا غلبہ ہو جائے جس سے فتنہ و فساد اور اضاعت حقوق لازمی ہے پس جہاد سے دنیوی فائدہ بھی ہوا آگے انہی منافقین مذکورین کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا اس لئے اس کے احکام پر عمل کی توفیق نہ رہی پھر رحمت سے بعید کر دیئے پر یہ اثر مرتب ہوا کہ ان کو احکام الٰہیہ سے سننے سے بہرہ کر دیا اور راہ حق کے دیکھنے سے ان کی باطنی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور یہ سب کچھ انہی کے سوء اختیار اور قصور استعداد سے ہوا۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کی شرارتوں کی بدولت دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں کہ نصیحت کے اندر جانے کا راستہ ہی نہیں رہا اگر قرآن کے سمجھنے کی توفیق ملتی تو آسانی سمجھ لیتے کہ جہاد میں کس قدر دنیاوی و اخروی فوائد ہیں۔

ابھی آگے بھی انہی منافقین کے بارے میں مضمون جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَی ۙ الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰی

جولوگ پشت پھیر کر ہٹ گئے، بعد اس کے کہ سیدھا راستہ ان کو صاف معلوم ہوگیا، شیطان نے ان کو چکمہ دیا ہے، اور ان کو دُور دُور کی سوجھائی ہے۔

لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ

یہ اس سبب سے ہوا کہ ان لوگوں نے ایسے لوگوں سے جو کہ خدا کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کرتے ہیں یہ کہا کہ بعضی باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے، اور اللہ تعالیٰ ان کے خفیہ باتیں کرنے کو

اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا

خوب جانتا ہے۔ سو ان کا کیا حال ہوگا جب کہ فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہوں گے، اور ان کے مونہوں پر اور پشتوں پر مارتے جاتے ہوں گے۔ یہ اس سبب سے کہ جو طریقہ

مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

خدا کی ناراضی کا موجب تھا یہ اُسی پر چلے اور اس کی رضا سے نفرت کیا کئے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سب اعمال کالعدم کردیئے۔ جن لوگوں کے دل میں مرض ہے

اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ

کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا، اور ہم اگر چاہتے تو آپ کو ان کا پورا پتہ بتا دیتے سو آپ ان کو حلیہ سے پہچان لیتے، اور آپ ان کو طرز کلام

فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾

سے ضرور پہچان لیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے۔

اِنَّ بیشک	اَلَّذِیْنَ جو لوگ	ارْتَدُّوْا پلٹ گئے	عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ اپنی پشت پر	مِنْۢ بَعْدِ اسکے بعد	مَا تَبَیَّنَ جب واضح ہوگئی	لَهُمُ ان کیلئے	الْهُدٰی ہدایت
الشَّیْطٰنُ شیطان	سَوَّلَ آراستہ کردکھایا	لَهُمْ ان کیلئے	وَاَمْلٰی اور ڈھیل دی	لَهُمْ ان کو	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	قَالُوْا انہوں نے کہا
لِلَّذِیْنَ ان لوگوں سے جنہوں	كَرِهُوْا انہوں نے ناپسند کیا	مَا نَزَّلَ جو نازل کیا	اللّٰهُ اللہ	سَنُطِیْعُكُمْ عنقریب ہم تمہارا کہنا مان لیں گے			
فِیْ میں	بَعْضِ بعض	الْاَمْرِ کام	وَاللّٰهُ اور اللہ	یَعْلَمُ جانتا ہے	اِسْرَارَهُمْ انکی خفیہ باتیں	فَكَیْفَ پس کیسا	اِذَا تَوَفَّتْهُمُ جب انکی روح قبض کرینگے
الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	یَضْرِبُوْنَ وہ مارتے ہوں گے	وُجُوْهَهُمْ ان کے چہروں	وَاَدْبَارَهُمْ اور ان کی پیٹھوں	ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ یہ اس لئے کہ انہوں نے			
اتَّبَعُوْا پیروی کی	مَا جو۔جس	اَسْخَطَ اللّٰهَ اللہ کو ناراض کیا	وَكَرِهُوْا اور انہوں نے پسند نہ کیا	رِضْوَانَهٗ اس کی رضا	فَاَحْبَطَ تو اس نے اکارت کردیئے		
اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال	اَمْ حَسِبَ کیا گمان کرتے ہیں؟	الَّذِیْنَ وہ لوگ (جن)	فِیْ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں میں	مَّرَضٌ مرض۔روگ			
اَنْ کہ	لَّنْ یُّخْرِجَ ہرگز ظاہر نہ کرے گا	اللّٰهُ اللہ	اَضْغَانَهُمْ ان کے دل کی عداوتیں	وَلَوْ نَشَآءُ اور اگر ہم چاہیں	لَاَرَیْنٰكَهُمْ تو تمہیں دکھادیں وہ لوگ		
فَلَعَرَفْتَهُمْ سو البتہ تم انہیں پہچان لو	بِسِیْمٰهُمْ ان کے چہرے سے	وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ اور تم ضرور پہچان لو گے انہیں	فِیْ میں۔سے				
لَحْنِ الْقَوْلِ طرز کلام	وَاللّٰهُ اور اللہ	یَعْلَمُ جانتا ہے	اَعْمَالَكُمْ تمہارے اعمال				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات سے منافقین کا ذکر ہوتا چلا آرہا ہے جو بظاہر تو مسلمان بنے ہوئے تھے مگر دل سے انہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ سچے مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لینے سے جان چراتے تھے جس پر ان کو گذشتہ آیات میں تنبیہ کی گئی تھی اور وعید سنائی گئی

تھی۔ انہی منافقین کی مذمت ان آیات میں بھی فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین اسلام کا اقرار کرنے اور اس کی سچائی ظاہر ہو جانے کے بعد وقت آنے پر اپنے قول و قرار سے پھرے جاتے ہیں اور جہاد میں شرکت نہیں کرتے۔ یہ شیطان کے بہکاوے میں آ گئے ہیں اور اس نے ان کو یہ بات سجھادی ہے کہ بھلا لڑ کر جان دینے سے کیا فائدہ۔ لڑائی میں نہ جائیں گے تو دیر تک زندہ رہیں گے۔ خواہ مخواہ جہاد میں جا کر مرنے سے کیا فائدہ۔ اسی طرح شیطان گمراہی کی باتیں سجھاتا ہے اور دور دراز کے لمبے چوڑے وعدے دیتا ہے کہ ابھی تو تمہیں بہت دن زندہ رہنا ہے اور بہت کچھ کام کرنے ہیں۔ خواہ مخواہ لڑ کر جان دینے میں کیا دھرا ہے تو شیطان کا یہ قابو ان منافقین پر اس وجہ سے چل گیا کہ سچے دل سے ایمان نہیں لائے۔ فقط مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کلمہ پڑھ لیا ہے اور انہوں نے یہود وغیرہ سے کہہ رکھا ہے کہ بعض باتوں میں ہم تمہارے طرف دار ہیں۔ گو ہم ظاہر میں مسلمان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتوں سے خوب واقف ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافق لوگ یہ نہیں سوچتے کہ آخر ایک دن تو انہیں مرنا ہے اور فرشتے جب ان کی جان نکالنے آئیں گے اور ان کے منہ اور پیٹھ پر ضرب لگائیں گے اور کوڑے برسائیں گے تو اس وقت ان کا کیا حال ہوگا اور اس وقت موت سے اور فرشتوں کی مار سے کیونکر بچیں گے اور یہ گت ان کی اس لئے بنے گی کہ انہوں نے وہی باتیں اختیار کیں جو اللہ کو ناراض کرتی ہیں اور ان باتوں سے بھاگتے رہے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس لئے موت کے وقت یہ بھیانک سماں دیکھنا پڑے گا اور اللہ نے ان کے کفر و طغیان کی بدولت ان کے سب عمل بیکار کر دیئے کوئی عمل ان کو دوسری زندگی میں فائدہ بخش نہ ہوگا۔ تو یہاں سے معلوم ہوا کہ بدکار نافرمان کفار و منافقین وغیرہ کی پٹائی موت کے وقت ہی سے شروع ہو جاتی ہے اور چونکہ یہ پٹائی روح کی ہوتی ہے اس لئے ہم کو نظر نہیں آتی اور موت کے وقت سے یہ پٹائی گویا ابتدا ہے۔ اس کے بعد قبر میں یعنی عالم برزخ میں بھی پٹائی کوٹائی ہوگی اور پھر جہنم میں تو اچھی طرح اور پوری طرح جسمانی بھی اور روحانی بھی کوٹائی پٹائی ہوگی (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور اس ساری عقوبت اور کوٹائی اور پٹائی کی وجہ بھی صاف ظاہر فرما دی کہ یہ اس وجہ سے ہوگی کہ دنیا میں جو طریقہ خدا کی ناراضگی کا موجب تھا یہ اسی پر چلے اور جو اس کی رضا اور خوشنودی کے اعمال تھے ان سے نفرت ہی کیا کئے اس لئے دنیا کی زندگی کے ختم ہوتے ہی سزا کے مستحق ہوئے اور چونکہ اس دنیا کی زندگی کے بعد آنے والی زندگی ابدی اور دائمی ہے اس لئے ان کی سزا بھی ابدی و دائمی ہوگی عالم برزخ میں روحانی اور عالم آخرت میں روحانی اور جسمانی دونوں طرح سزا ہوگی اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی رضا والے راستہ پر چلائے اور اپنی ناراضگی والے راستہ سے بچائے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جو حاسدانہ عداوتیں اور کینے رکھتے ہیں تو کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ان کا کینہ اور دشمنی یوں ہی چھپا رہے گا اور اللہ اس کو تشت از بام نہ کرے گا؟ اور مسلمان ان کے مکر و فریب پر مطلع نہ ہوں گے؟ ہرگز نہیں۔ ان کا خبث باطن ضرور ظاہر ہو کر رہے گا اور یہ ایسے امتحان کی بھٹی میں ڈالے جائیں گے جہاں کھوٹا کھرا بالکل الگ ہو جائے گا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ چاہے تو تمام منافقین کو معین کر کے آپ کو دکھلا دے اور نام بنام مطلع کر دے کہ مجمع میں فلاں فلاں آدمی منافق ہے مگر اس کی حکمت بالفعل اس دوٹوک اظہار کو مقتضی نہیں۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ درجہ کا نور فراست دیا ہے کہ ان کے چہرے اور بشرے سے آپ پہچان لیتے ہیں اور آگے چل کر ان لوگوں کے طرز گفتگو سے آپ کو مزید شناخت ہو جائے گی کیونکہ منافق اور مخلص کی بات کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے۔ جو زور، شوکت، پختگی اور خلوص کا رنگ مخلص کی باتوں میں جھلکتا ہے منافق کتنی ہی کوشش کرے وہ رنگ اپنے کلام میں پیدا نہیں کر سکتا۔ آگے سب مومنین و منافقین کو خطاب میں جمع کر کے بطور ترغیب اور ترہیب کے فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے پس مسلمانوں کو ان کے اخلاص پر جزا اور منافقین کو ان کے نفاق پر سزا دے گا۔

اب آگے جہاد و قتال کے احکام کی حکمت بیان فرمائی جاتی ہے اور مومنین کو جہاد کے متعلق نصیحت فرمائی گئی اور بشارت دی گئی کہ تم ہی غالب رہو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور کفار کو جنہوں نے مرتے وقت تک توبہ نہ کی کبھی نہ بخشے جانے کی وعید سنائی گئی جس کا بیان اگلی آیات میں آئندہ درس میں انشاء اللہ ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا

اور ہم ضرور تم سب کے اعمال کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں، اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کرلیں۔ بے شک جو لوگ

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ

کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے راستہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان کو راستہ نظر آچکا تھا، یہ لوگ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے،

وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝

اور اللہ تعالی ان کی کوششوں کو مٹا دے گا۔ اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝ فَلَا

بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے راستہ سے روکا پھر وہ کافر ہی رہ کر مرگئے خداتعالی ان کو کبھی نہ بخشے گا سو تم

تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝

ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف مت بلاؤ، اور تم ہی غالب رہوگے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اور ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں	حَتّٰى یہانتک کہ	نَعْلَمَ ہم معلوم کریں	الْمُجٰهِدِيْنَ مجاہدوں	مِنْكُمْ تم میں سے	وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنیوالے		
وَنَبْلُوَاۡ اور ہم جانچ لیں	اَخْبَارَكُمْ تمہاری خبریں (حالات)	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	وَصَدُّوْا اور انہوں نے روکا	عَنْ سے		
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	وَشَآقُّوا اور انہوں نے مخالفت کی	الرَّسُوْلَ رسول	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا تَبَيَّنَ جب واضح ہوگئی	لَهُمُ ان پر		
الْهُدٰى ہدایت	لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ وہ ہرگز نہ بگاڑ سکیں گے اللہ کا	شَيْـًٔا کچھ بھی	وَسَيُحْبِطُ اور وہ جلد اکارت کر دیئے گئے	اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال			
يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا جو لوگ ایمان لائے (مومنو)	اَطِيْعُوا اللّٰهَ اطاعت کرو اللہ کی	وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول کی	وَلَا تُبْطِلُوْٓا اور باطل نہ کرو			
اَعْمَالَكُمْ اپنے اعمال	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	وَصَدُّوْا اور انہوں نے روکا	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	ثُمَّ پھر	
مَاتُوْا وہ مرگئے	وَهُمْ اور وہ	كُفَّارٌ کافر ہی	فَلَنْ يَّغْفِرَ تو ہرگز نہیں بخشے گا	اللّٰهُ اللہ	لَهُمْ ان کو	فَلَا تَهِنُوْا پس تم سستی نہ کرو	وَتَدْعُوْٓا اور نہ بلاؤ
اِلَى طرف	السَّلْمِ صلح	وَاَنْتُمُ اور تم ہی	الْاَعْلَوْنَ غالب	وَاللّٰهُ اور اللہ	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اور وہ ہرگز کمی نہ کریگا	اَعْمَالَكُمْ تمہارے اعمال

تفسیر وتشریح: گذشتہ سے منافقین کا ذکر ہوتا چلا آیا ہے اور وہ اپنے نفاق کی وجہ سے جہاد سے جان چراتے تھے اس پر ان کی مذمت فرمائی گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جہاد وغیرہ کے احکام سے اللہ تعالی کو اپنے بندوں کی آزمائش مقصود ہے اور اسی سخت آزمائش میں کھلتا ہے کہ کون اللہ کے راستہ میں لڑنے والے اور جان و مال لگانے والے اور ایسے سخت وقت میں ثابت قدم رہنے والے ہیں اور کون ایسے نہیں ہیں تاکہ ہر ایک کے ایمان واطاعت اور دعوئے اسلام و ایمان کا وزن معلوم ہو جائے اور سب کے اندرونی احوال کی خبریں ظاہر ہو جائیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ بھی اللہ و رسول کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں اور راہ خدا کی بندش کرنے والے ہیں اور رسول کی مخالفت کرنے والے ہیں اور ہدایت کے موجود ہوتے ہوئے گمراہ ہونے والے ہیں تو یہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں اور اپنا ہی نقصان کرتے ہیں اللہ تعالی کا کیا نقصان ہے۔ یہ مخالفت وانکار سے نہ اس کے دین کو دنیا میں پھیلنے سے روک سکتے ہیں نہ پیغمبر کی مخالفت کر کے کچھ ان کا بگاڑ سکتے ہیں اللہ تعالی تو ایسی قدرت والا ہے کہ وہ ان کے سارے منصوبے غلط اور ان کی ساری چالیں اور تدبیریں بیکار اور ان کے تمام کام اکارت کر دے گا اور

ان کی سب کوششیں خاک میں ملا دے گا۔ یہ تو منافقین کے متعلق بتلایا گیا آگے اہل ایمان کو نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ جہاد یا اللہ کے راہ میں اور کوئی محنت و ریاضت اسی وقت مقبول ہے جب اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہو۔ محض اپنی طبیعت کے شوق یا نفس کی خواہش پر وہ کام نہ ہو ورنہ ایسا عمل یونہی بیکار ضائع جائے گا اور مسلمان کا کام نہیں کہ جو نیک عمل کر چکا ہے یا کر رہا ہے اس کو کسی صورت سے ضائع ہوئے دے۔ اسی میں ریا عجب نام ونمود اور غرور وتکبر وغیرہ سب آ گئے کہ جو مومن کے اعمال کو ضائع کرنے والے ہیں اور نہ صرف ضائع ہوتے ہیں بلکہ نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہوتے ہیں احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی بتلایا ہے کہ تمام اچھے اعمال و اخلاق کی روح و جان "اخلاص" اور "للّٰہیت" ہے۔ اگر بظاہر اچھے سے اچھے اعمال اس سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضائے الٰہی نہ ہو بلکہ نام ونمود یا اور کوئی ایسا ہی جذبہ ان کا محرک ہو تو اللہ کے نزدیک ان اعمال کی کوئی قیمت نہیں اور ان پر کوئی ثواب ملنے والا نہیں بلکہ بجائے ثواب کے خدا کے عذاب کا مستحق ہوگا۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ جب الحزن غم کے کنویں یا غم کی خندق سے پناہ مانگا کرو بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب الحزن کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں ایک وادی یا خندق ہے جس کا حال اتنا برا ہے کہ خود جہنم ہر دن میں چار سو مرتبہ اس سے پناہ مانگتی ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ اس میں کون لوگ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا وہ قرآن پڑھنے والے جو دوسروں کو دکھانے کے لئے اعمال کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ دیکھئے قرآن کا پڑھنا کتنے اعلیٰ درجہ کا اور دینداری کا کام ہے مگر ریا کی بدولت اور اخلاص وللّٰہیت نہ ہونے کی وجہ سے کتنی سخت سزا اس کی بیان فرمائی گئی اور مسلم شریف کی وہ حدیث بھی مشہور ہے کہ قیامت کے دن دوزخ میں ڈالے جانے کا پہلا فیصلہ ریا کار عالم و عابد ریا کار مجاہد و شہید اور ریا کار سخی کے بارہ میں کیا جائے گا۔ کس قدر لرزا دینے والی ہیں یہ احادیث روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ ان احادیث کو بیان کرتے وقت کبھی کبھی بے ہوش ہو جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت معاویہؓ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ یہ حدیث ان کے سامنے بیان کی گئی تو وہ بہت روئے اور روتے روتے بے حال ہو گئے۔ اب غور کیجئے کہ جب ایسے اعلیٰ اعمال کا انجام بھی ریا اور نام ونمود اور طلب شہرت کے باعث ایسا عبرتناک ہو سکتا ہے تو دوسرے اعمال کا تو

کہنا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہماری حفاظت فرمائیں اور ہم کو اخلاص اور للّٰہیت کی توفیق عطا فرمائے ورنہ آج تو معاشرہ کی جان ہی نام ونمود بڑائی شہرت اور ریا بن رہی ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) الغرض یہاں آیت میں ایمان والوں کو نصیحت فرمائی گئی کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اللہ ورسول کے احکام کے خلاف کر کے اعمال کو برباد مت کرو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کسی کافر کی یعنی اللہ ورسول کا انکار کرنے والے کی اور خصوصاً ان کافروں کی جو دوسروں کو بھی خدا کے راستہ سے روکنے میں لگے ہوئے ہیں اور انہی اعمال واحوال میں مر گئے یعنی ساری زندگی اس کفر پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسوں کی بخشش ہرگز نہیں۔ چونکہ مضمون جہاد کے متعلق بیان ہو رہا تھا اس لئے پھر اہل ایمان کو خطاب ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار کے مقابلہ میں سست اور کم ہمت نہ بنیں اور جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر صلح کی طرف نہ دوڑیں ورنہ دشمن شیر ہو کر دباتے چلے جائیں گے اور جماعت اسلام کو مغلوب اور رسوا ہونا پڑے گا ہاں کسی وقت اسلام کی مصلحت اور اہل اسلام کی بھلائی صلح میں نظر آئے تو اس وقت صلح کر لینے میں بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ اگلی سورۃ فتحا میں آیا ہے۔ بہرحال صلح کی بنا اپنی کم ہمتی اور نامردی پر نہ ہونا چاہئے آگے تسلی بھی دی جاتی ہے اور بشارت بھی دی جاتی ہے کہ گھبرانے کی کچھ بات نہیں اگر صبر واستقلال سے جمے رہو گے اور خدا کے احکام پر ثابت قدم رہو گے تو خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اس کی نصرت وحمایت تمہاری مددگار ہے۔ وہ تم کو آخرکار غالب کرے گا اور کسی حالت میں تم کو نقصان اور گھاٹے میں نہ رہنے دے گا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں جو آیت میں فرمایا گیا ہے۔ **وانتم الاعلون** اور تم ہی غالب رہو گے تو یہ بشارت مقید ہے کامل الایمانی کے ساتھ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن پاک میں فرمایا گیا **انتم الاعلون ان کنتم مومنین** تم ہی سربلند رہو گے اگر تم پورے ایمان والے ہو گے۔ یا جیسے چھٹے پارہ سورۃ مائدہ میں فرمایا گیا **من یتول اللہ و رسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون** اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے دوستی و رفاقت رکھے گا سو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ یہاں غلبہ کی بشارت اللہ اور رسول اور مومنین سے رفاقت اور دوستی پر فرمائی گئی ہے۔ قرآن نے محض نام کے مسلمان اور گوشت کھانے کے مسلمان کو غلبہ کی بشارت کہیں نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی اور اپنے رسول پاک کی سچی رفاقت اور دوستی نصیب فرمائیں اور ایمان واسلام کے ساتھ اعمال صالحہ کی دولت عطا فرمائیں۔

4 إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۚ وَإِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ أُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ

دنیوی زندگی تو محض ایک لہو ولعب ہے، اور اگر تم ایمان اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تم کو تمہارے اجر عطا کرے گا، اور تم سے تمہارے مال طلب نہ کرے گا۔

إِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هٰٓأَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا

اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے پھر انتہا درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے تو تم بخل کرنے لگو اور اللہ تعالیٰ تمہاری ناگواری ظاہر کردے ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ

بلایا جاتا ہے، سو بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں، اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے، اور اللہ تو کسی کا محتاج نہیں،

وَأَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا أَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾

اور تم سب محتاج ہو، اور اگر تم روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	لَعِبٌ کھیل	وَلَهْوٌ اور کود	وَإِنْ اور اگر	تُؤْمِنُوْا ایمان لے آؤ تم	وَتَتَّقُوْا اور تقویٰ اختیار کرو
إِنْ اگر	أَمْوَالَكُمْ تمہارے مال	وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اور نہ طلب کریگا تم سے	أُجُوْرَكُمْ تمہارے اجر (جمع)	يُؤْتِكُمْ وہ تمہیں دیگا		
يَسْـَٔلْكُمُوْهَا وہ تم سے (مال) طلب کرے	فَيُحْفِكُمْ پھر تم سے چمٹ جائے	تَبْخَلُوْا تم بخل کرو	وَيُخْرِجْ اور ظاہر ہو جائیں	أَضْغَانَكُمْ تمہاری عداوتیں		
هٰٓأَنْتُمْ وہ تم ہو	هٰٓؤُلَآءِ ہاں او وہ لوگ	تُدْعَوْنَ تمہیں پکارا جاتا ہے	لِتُنْفِقُوْا کہ تم خرچ کرو	فِيْ میں	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	فَمِنْكُمْ پھر تم میں سے
مَّنْ يَّبْخَلُ کوئی ایسا ہے کہ بخل کرتا ہے	وَمَنْ اور جو	يَّبْخَلْ بخل کرتا ہے	فَإِنَّمَا يَبْخَلُ تو اسکے سوا نہیں وہ بخل کرتا ہے	عَنْ نَّفْسِهٖ اپنے آپ سے		
وَاللّٰهُ اور اللہ	الْغَنِيُّ بے نیاز	وَأَنْتُمُ اور تم	الْفُقَرَآءُ محتاج (جمع)	وَإِنْ اور اگر	تَتَوَلَّوْا تم روگردانی کرو گے	يَسْتَبْدِلْ وہ بدل دے گا
قَوْمًا غَيْرَكُمْ دوسری قوم تمہارے سوا	ثُمَّ پھر	لَا يَكُوْنُوْٓا وہ نہ ہوں گے	أَمْثَالَكُمْ تمہارے جیسے			

تفسیر وتشریح: یہ اس سورۃ کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا گیا تھا کہ تم کفار کے مقابلہ میں ہمت مت ہارو اور ہمت ہار کر ان کو صلح کی طرف مت بلاؤ۔ پھر ساتھ ہی یہ بشارت بھی دی گئی تھی کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور تم ہی غالب رہو گے۔ یہ تو تھی دنیا کی کامیابی اور آخرت میں یہ کامیابی ہوگی کہ اللہ تمہارے اعمال کا پورا پورا اجر وثواب عطا فرمائے گا اور اس میں ہرگز ذرا کمی نہ کی جائے گی۔ اب دین کے لئے اللہ کے راستہ میں جان کے علاوہ مال کا بھی خرچ ہوتا ہے اس لئے جہاد وقتال کے بعد اب ان آیات میں انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت اور ترغیب دی جاتی ہے اور چونکہ جان و مال کو اللہ کے راستہ میں لگانے میں سب سے بڑی رکاوٹ دنیوی زندگی کی لالچ اور تمتع کی ہے اس لئے بتلایا جاتا ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حقیقت ایک کھیل تماشہ جیسی ہے قرآن کریم نے دنیوی زندگی کو لہو ولعب جہاں بھی قرار دیا ہے ہمیشہ آخرت کے مقابلہ میں ایسا کہا ہے اور ظاہر ہے کہ لامحدود کا محدود سے اور نامتناہی کا متناہی سے مقابلہ ہی کیا؟ آگے سمجھایا جاتا ہے کہ اگر تم اس دنیوی زندگی میں ایمان وتقویٰ اختیار کرو گے یعنی اللہ سے ڈر اور خوف والی زندگی بسر کرو گے اور اس دنیا کے کھیل تماشا سے بچ کر چلو گے تو اللہ تم کو اس کا پورا بدلہ دے گا اور حق تعالیٰ تم سے کسی نفع کا طالب نہ ہوگا۔ اسے کیا حاجت ہے وہ تو خود سب کو دینے والا ہے اور اگر تمہارا مال تم سے طلب بھی کرے تو مالک حقیقی وہی ہے۔ تمام مال اسی کا عطیہ ہے۔ مگر اس کے باوجود دین کے معاملہ میں جب مالک حقیقی خرچ کرنے کو کہتا ہے تو سارے کے سارے مال کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ ایک تھوڑا سا حصہ طلب کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے ہی فائدہ کو۔ تمہیں جو زکوٰۃ یا خیر خیرات کا حکم دیا

ہے اس میں تمہارے ہی غربا وفقرا کی پرورش ہے اور پھر تم دار آخرت میں مستحق ثواب بنو گے اگر اللہ تعالیٰ کا تمہیں یہ حکم ہوتا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے سب اللہ کے لئے خرچ کر دو اور پھر اس کی تاکید کی جاتی اور اس پر اصرار کیا جاتا تو پھر کتنے مردان خدا ہیں جو کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے اس حکم پر لبیک کہتے؟ اکثر تو وہی ہوتے جو بخل اور تنگدلی کا ثبوت دیتے اور کنجوسی پر کمر باندھ لیتے اور کھلم کھلا ناراضی اور خفگی کا اظہار کرنے لگتے۔

یہاں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ انسان مال و دولت کو یہ نہ سمجھے کہ میں اس کا مالک ہوں اور یہ میری کمائی ہوئی ہے۔ اور اس لئے اس پر اترانے لگے اور جہاں اور جس طرح چاہے اس کو خرچ کرنے کا اپنے کو مختار سمجھے۔ نہیں بلکہ اس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس مال و دولت کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس نے اپنی مہربانی سے یہ مال و دولت مجھے دے رکھا ہے۔

آگے سمجھایا جاتا ہے کہ تمہارا یہ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنا خود اپنے فائدہ کے لئے ہے اور نہ خرچ کرو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ اللہ کو تمہارے دینے یا نہ دینے کی کیا پرواہ وہ تمہاری دولت کا محتاج نہیں اللہ تعالیٰ جس حکمت اور مصلحت سے بندوں کو خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اس کا حاصل ہونا کچھ تم پر منحصر نہیں۔ فرض کرو تم اگر بخل اور کنجوسی کرو اور اس کے حکم سے روگردانی کرو تو وہ یہ قدرت بھی رکھتا ہے کہ وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دے جو مال کے خرچ کرنے میں بخیل اور کنجوس نہ ہو بلکہ نہایت فراخدلی سے اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی راہ میں خرچ کرے۔ بہر حال اللہ کی حکمت اور مصلحت تو پوری ہو کر رہے گی ہاں تم اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے۔ احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آخری آیت تلاوت فرمائی۔ **وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم** اور اگر تم روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے تو یہ آیت سن کر صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں کہ جو ہمارے بدلے لائے جاتے اور ہم جیسے نہ ہوتے؟ اس پر حضورؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "اس کی قوم" اور فرمایا خدا کی قسم اگر ایمان ثریا پر جا پہنچے تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لائیں گے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس حدیث کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ "الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ صحابہ کرامؓ نے اس بے نظیر ایثار اور جوش ایمانی کا ثبوت دیا کہ ان کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہ آئی۔ تاہم اہل فارس نے اسلام میں داخل ہو کر علم اور ایمان کا وہ شاندار مظاہرہ کیا اور ایسی زبردست دینی خدمات انجام دیں جنہیں دیکھ کر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے موافق یہی قوم تھی جو بوقت ضرورت اہل عرب کی جگہ پر کر سکتی تھی۔ بڑے بڑے علما اور ائمہ سے قطع نظر کر کے تنہا امام اعظم ابوحنیفہؒ اللہ ان کی قبر پر اپنے رحمتوں کی بارش فرمائے کا وجود ہی اہل فارس میں اس پیشین گوئی کے صدق پر کافی شہادت ہے"۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ جن کے فقہ کے ہم مقلد ہیں آپ فارسی تھے اور بڑے بڑے ائمہ کا اتفاق ہے کہ حدیث کی اس بشارت عظمیٰ کے کامل اور اولین مصداق امام ابوحنیفہؒ ہی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اہل اسلام کو اللہ کے راستہ میں جان مال کھول کر لگانے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ ایسا کرنے میں خود اپنا ہی فائدہ ہے۔ باقی اگر کوئی قوم اللہ کے احکام سے روگردانی کرے گی تو اسلام کسی قوم کا محتاج نہیں اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو اسلام کی توفیق دے کر اس سے اسلام کی خدمت لے سکتے ہیں۔

یہاں حق تعالیٰ نے صاف واضح فرما دیا کہ اللہ کو تمہارے اموال کی تو کیا خود تمہارے وجود کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر سب کے سب اہل اسلام بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کی تعمیل چھوڑ دیں تو جب تک اللہ تعالیٰ کو دنیا کو اور اس میں اسلام کو باقی رکھنا ہے تو وہ اپنے دین حق کی حفاظت اور اپنے احکام کی تعمیل کے لئے کوئی دوسری قوم ایسی پیدا فرما دے گا جو حق تعالیٰ کی پوری اطاعت گزار ہو گی تو اس سورۃ کا یہ آخری جملہ **و ان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم** (یعنی اگر تم ہمارے احکام سے روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا اور پھر وہ تم جیسے روگردانی کرنے والے نہ ہوں گے)۔ ہم پاکستانیوں کے لئے بھی بڑا خوف کھانے کے لائق ہے اگر ہم من حیث القوم احکام الٰہیہ سے روگردانی میں بڑھتے گئے تو پھر اس اسلام ناقدری کے وبال میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قدرت خداوندی ہم ناقدروں سے اسلام کی دولت چھین لے اور کسی دوسری قوم کو اسلام کے قدردانی اور عظمت واتباع کی دولت عطا فرما دے اور وہ اس کے احکام گزار بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو اور ہماری قوم اور ملک کو اسلام سے سچی محبت عطا فرمائیں اور ہمیں اسلام حقیقی سے وابستہ رکھیں اور ایمان و اسلام کی حقیقت نصیب فرمائیں اور اسی پر جینا اور مرنا نصیب فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ وَّہِیَ تِسْعٌ　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْہَا اَرْبَعُ رُکُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ﴿۱﴾

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔

اِنَّا فَتَحْنَا بیشک ہم نے فتح دی	لَكَ آپ کو	فَتْحًا فتح	مُّبِيْنًا کھلی	

تفسیر وتشریح: الحمدللہ اب ۲۶ ویں پارہ کی سورۃ الفتح کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت اس سورۃ کی صرف ایک ابتدائی آیت کا بیان مقصود ہے جس کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام و زمانہ نزول تاریخی پس منظر خلاصہ مضامین تعداد آیات و رکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے انا فتحنالک فتحاً مبیناً بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔ گویا اس سورۃ کی ابتداء ہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک فتح کی بشارت دی گئی اس لئے اس سورۃ کا نام ہی سورۃ الفتح مقرر ہوا یہ سورۃ مدنی ہے اور ۶ ھ میں آپ صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۸ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۱۰۸ لکھا ہے یعنی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۱۰۷ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور صرف ۶ سورتیں مزید مدینہ منورہ میں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۲۱ آیات ۴ رکوعات ۵۶۸ کلمات اور ۲۵۵۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کی مختلف آیات میں متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہے اس لئے اس سورۃ کو سمجھنے کے لئے ان واقعات کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے جو مختصراً بیان کئے جاتے ہیں۔

واقعہ اول:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ امن وامان کے ساتھ گئے اور عمرہ کر کے حلق وقصر کیا یعنی سر کے بال منڈوائے اور کتروائے۔ آپ نے یہ خواب صحابہ سے بیان فرمایا۔ گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعین مدت کی نہ فرمائی تھی مگر شدت اشتیاق سے اکثر صحابہ کرام کا خیال اس طرف گیا کہ اسی سال عمرہ میسر ہوگا اور اتفاقاً آپ کا قصد بھی اسی سال یعنی ۶ ھ میں عمرہ کا ہو گیا۔

واقعہ دوم:۔ آپ ۶ ھ میں بقصد عمرہ تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے جب یہ خبر مکہ میں پہنچی تو قریش اور کفار مکہ نے بہت سا مجمع کر کے اتفاق کر لیا کہ آپ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے چنانچہ آپ نے حدیبیہ میں جو مکہ سے قریب تین میل ہے قیام فرمایا۔

واقعہ سوم:۔ آپ نے مکہ میں ایک قاصد بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں ہم کو مکہ میں داخل ہونے دو صرف عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے مگر اس کا کچھ جواب نہ ملا یہاں تک کہ اس کام کے لئے آپ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا اور ان کی زبانی بھی قریش کو یہی پیغام کہلا بھیجا اور بعضے مسلمان مرد اور عورت جو مکہ میں مغلوب اور مظلوم تھے ان کو بشارت کہلا بھیجی کہ اب عنقریب مکہ میں اسلام غالب ہو جاوے گا۔ حضرت عثمانؓ کو قریش نے مکہ میں روک لیا۔ ان کی واپسی میں جو دیر لگی تو مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دئے گئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ شاید اب لڑائی کا موقع ہو جاوے تمام صحابہ کرام سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی۔ جو اسلامی تاریخ میں بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہوئی۔ جب قریش نے بیعت کی خبر سنی تو ڈر گئے اور حضرت عثمانؓ کو واپس بھیج دیا۔

واقعہ چہارم:۔ پھر مکہ کے چند رؤسا بغرض صلح حدیبیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح نامہ لکھنا قرار پایا جس پر اول بسم اللہ

لکھنے ہی میں قریش نے جھک جھک کی کہ ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھنے دیں گے اور وہی پرانا کلمہ باسمک اللھم لکھا جائے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ رسول اللہ لکھنے پر تکرار کی کہ صرف ابن عبداللہ لکھا جائے۔ اس پر گفتگو ہوتی رہی اور صحابہ کرام کو جوش اور غصہ بھی آیا کہ تلوار سے معاملہ ایک طرف کر دیا جائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخران دونوں باتوں کو منظور فرمایا اور مسلمانوں نے بھی ضبط کیا اور صلح نامہ لکھا گیا جس میں ایک شرط یہ تھی کہ آپؐ اس سال واپس چلے جائیے اور سال آئندہ آ کر عمرہ کر لیجئے اور ایک شرط یہ تھی کہ دس سال تک قریش سے لڑائی نہ ہوگی چنانچہ آپؐ نے حدیبیہ ہی میں قربانی کی اور حلق وقصر کر کے احرام کھول دیا اور مدینہ کو واپس تشریف لے چلے۔

واقعہ پنجم:۔ حدیبیہ میں قبل صلح ایک واقعہ یہ ہوا کہ ایک جماعت مسلح اہل مکہ میں سے خفیہ حدیبیہ اس ارادہ سے آئی کہ موقع پا کر نعوذ باللہ آپ کا کام تمام کر دیں لیکن صحابہ نے ان کو پکڑ لیا مگر آپ نے ان کو رہا کر دیا۔

واقعہ ششم:۔ جب آپ مدینہ منورہ سے مکہ کو بغرض عمرہ چلے تھے تو آپ کو بھی قریش کی طرف سے لڑائی کا شبہ تھا۔ اس لئے آپ نے زیادہ مجمع کے ساتھ عمرہ کو جانا مصلحت سمجھا چنانچہ آپ نے اطراف مدینہ اہل دیہات میں بھی اس کا اعلان کرا دیا کہ تم کو بھی چلنا چاہئے مگر بعض لوگ بوجہ نفاق کے نہیں گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ مکہ میں بڑا مجمع ہوا ہے ہم تو ان کے مقابلہ میں نہیں جاتے اور آپ کی اور مومنین صادقین کی نسبت کہا کہ یہ لوگ بچ کر نہیں آ دیں گے اور جب آپ واپس تشریف لائے تو ان منافقین نے حاضر ہو کر جھوٹے جھوٹے عذر کر دیئے۔

واقعہ ہفتم:۔ آپ حدیبیہ سے مدینہ کو واپس تشریف لاتے تھے کہ راہ میں یہ سورۂ فتح نازل ہوئی اور یہ سب واقعات ذیقعدہ ۶ھ میں ہوئے۔

واقعہ ہشتم:۔ آپ حدیبیہ سے واپس تشریف لا کر محرم ۷ھ میں فتح خیبر کے لئے جو مدینہ سے شمال میں چار منزل پر شام کی سمت میں یہود کا ایک شہر تھا تشریف لے چلے اور وہ فتح ہو گیا۔

واقعہ نہم:۔ سال آئندہ یعنی ذیقعدہ ۷ھ میں آپ حسب معاہدہ گذشتہ سال کے فوت شدہ عمرہ کی بجائے پھر عمرہ کے لئے تشریف لے چلے چنانچہ آپ نے مکہ پہنچ کر امن وامان سے عمرہ ادا فرمایا۔

واقعہ دہم:۔ صلح نامہ حدیبیہ میں جو دس سال تک قریش سے لڑائی موقوف رہنے کا معاہدہ لکھا گیا تھا اس کے خلاف قریش نے نقض عہد کیا جس پر آپ نے رمضان ۸ھ میں مکہ پر چڑھائی کی اور اس کو فتح کر لیا۔

یہ ہیں مختصراً وہ متعدد واقعات کہ جن کی طرف اس سورۃ میں مختلف آیات میں اشارہ فرمایا گیا ہے جن کو ذہن میں رکھنے سے آئندہ تفسیر وتشریح کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

الغرض خلاصہ اس سورۃ کا یہ ہے کہ صلح حدیبیہ ایک بڑی فتح بتلائی گئی اور مستقبل میں فتح ونصرت کی بشارت کے علاوہ مومنین کے لئے جنت کی بشارت اور منافقین کے لئے اللہ کے غضب اور اس کی لعنت کی خبر دی گئی۔ اور منافقین کی بدکرداریوں کا ذکر فرمایا گیا۔ بیعت رضوان اور اس میں شریک صحابہ کرامؓ کے لئے رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی پھر صلح حدیبیہ کی ان حکمتوں میں اور مصلحتوں میں سے چند کا تذکرہ فرمایا گیا جن کو نہ جاننے سے مسلمان آزردہ خاطر تھے اور جن کا علم اللہ تعالیٰ کو تھا یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ رسالت وہاں تک پہنچی ہوگی۔ حضورؐ کے مدینے کے خواب کا تذکرہ فرمایا گیا کہ وہ بالکل صحیح تھا اور اس کی تعبیر جلد ہی سامنے آئے گی۔ اخیر میں صحابہ کرام کی چند عظمتوں کا بیان فرمایا گیا اور ان کی عادتوں اور باتوں کو سراہا گیا اور ان کو باقی مسلمانوں کے لئے دنیا کے ختم ہونے تک نمونہ قرار دیا گیا اور بتلایا گیا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کے قدم بقدم چلیں اور وہی عادتیں اور باتیں اختیار کریں جو صحابہؓ نے کی تھیں۔ ایمان والوں کو آپس میں ملاپ محبت اور اخلاص سے رہنے کی تلقین فرمائی گئی اور بشارت سنائی گئی کہ جو لوگ اللہ کو مان کر نیک کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ ان سے اللہ نے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کی خطائیں بخش دی جائیں گی اور ان کو آخرت میں مغفرت اور اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔ یہ ہے خلاصہ اس تمام سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ درسوں میں بیان ہوں گی۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا

تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے۔ اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل کردے اور آپ کو سیدھے راستہ

مُّسْتَقِيْمًا ۙ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝

پر چلائے۔ اور اللہ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو۔

لِيَغْفِرَ تاکہ بخشدے	لَكَ آپ کیلئے	اللّٰهُ اللہ	مَا تَقَدَّمَ جو پہلے گزرے	مِنْ سے	ذَنْۢبِكَ آپ کے ذنب (الزام)	وَمَا تَاَخَّرَ اور جو پیچھے ہوئے
وَ اور	يُتِمَّ وہ مکمل کردے	نِعْمَتَهٗ اپنی نعمت	عَلَيْكَ آپ پر	وَيَهْدِيَكَ اور آپ کی رہنمائی کرے	صِرَاطًا راستہ	مُّسْتَقِيْمًا سیدھا
	وَيَنْصُرَكَ اور آپ کو نصرت دے	اللّٰهُ اللہ	نَصْرًا نصرت	عَزِيْزًا زبردست		

تفسیر و تشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا گیا تھا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ نے اس صلح حدیبیہ سے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔ یعنی اس صلح حدیبیہ سے یہ فائدہ ہوا کہ وہ سبب ہوگئی فتح عظیم یعنی فتح مکہ اور نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کے لئے صلح حدیبیہ بطور جز بنیاد کے تھی اور اس تحمل اور توکل اور تعظیم حرمات اللہ کی بدولت جو صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں آپ سے ظاہر ہوئی اور جن خصوصی انعامات و احسانات اور اعزاز و اکرام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے نوازا اس کی طرف آگے ان آیات میں اشارہ فرمایا جاتا ہے۔ دنیا کے بھی بادشاہوں کا قاعدہ اور دستور ہے کہ وہ اپنے بہت بڑے فاتح جنرل اور امیر لشکر کو خصوصی انعام و اعزاز سے نوازتے ہیں خداوند قدوس نے بھی اس "فتح مبین" کے صلہ میں آپ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا جو ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ پہلی چیز جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا گیا وہ غفران ذنوب ہے۔ یعنی اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کی معافی۔ یہاں جیسے پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے یہ سمجھ لیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے نبی اور پیغمبر ہونے کے باعث معصوم تھے اور تمام گناہوں سے پاک و مبرا۔ پھر آپ کے حق میں غفران ذنوب یعنی گناہوں سے معافی کی بشارت کے کیا معنی؟ یہ تو مسلم ہے کہ مسئلہ "عظمت انبیاء" اسلامی عقائد میں سے ایک بنیادی عقیدہ ہے یعنی "نبی" ہر قسم کے عملی اور ارادی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں تو پھر ذنب کا لفظ جس کے لفظی معنی خطا و گناہ کے ہوتے ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی قرآن کریم میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے اس کی کیا حقیقت ہے اور یہ لفظ کس معنی میں استعمال ہوا ہے اس کی تشریح ضروری ہے اس لئے پہلے "عصمت انبیاء" کا مفہوم مختصر الفاظ میں سمجھ لیجئے تاکہ قرآن کریم کے ایسے مقامات سمجھنے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

عصمت نبی کے معنی

خالق کائنات نے انسان کی تخلیق متضاد قوتوں کے ساتھ فرمائی ہے یعنی اس کو نیک و بد دونوں قسم کی قوتیں عطا کی گئی ہیں۔ اس لئے انسان گناہ بھی کرسکتا ہے اور نیکی بھی۔ وہ ارادہ بد کا بھی حامل ہے اور ارادۂ خیر کا بھی اور یہی اس کے انسانی شرف کا طرۂ امتیاز ہے۔ ان متضاد قوتوں کے حامل جنس انسان میں سے حضرت حق تعالیٰ انسانی رشد و ہدایت اور وصول الی اللہ کے لئے کبھی کبھی کسی ذات کو چن لیتے اور اس کو اپنا رسول نبی اور پیغمبر بنالیتے اور اس سلسلہ کی آخری کڑی ذات اقدس جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو جب کوئی ہستی نبوت کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے چن لی جاتی ہے تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عمل اور ارادہ کی زندگی میں ہر قسم کی نافرمانیوں سے منزہ ہو تاکہ پیغام الٰہی کے منصب میں خدا کی صحیح نیابت ادا کر

گئے۔ اس طرح اللہ کے نبی جہاں انسان ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں سوتے ہیں اور اہل وعیال کی زندگی سے بھی وابستہ رہتے ہیں اور خوشی اور غم کے مواقع سے خوش اور غمگین بھی ہوتے رہتے ہیں تاہم وہ ہر قسم کے عملی اور ارادی گناہوں سے پاک بھی ہیں کیونکہ وہ ہر قسم کی نیکی کے لئے ہادی و مرشد اور خدا کے نائب وخلیفہ ہیں اگرچہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح متضاد قوتوں کے حامل ضرور ہیں لیکن عمل اور ارادہ میں ان سے ہر قسم کی بدی کے ظہور کو ناممکن اور محال کر دیا گیا ہے تاکہ ان کا ہر ارادہ اور ہر عمل اور ہر قول۔ غرض ہر حرکت وسکون کائنات کے لئے اسوہ نمونہ بن سکے۔ البتہ بشریت وانسانیت سے متصف ہونے کی بنا پر سہو۔ نسیان اور لغزش کا امکان باقی رہتا اور کبھی کبھی عملی شکل بھی اختیار کر لیتا ہے۔ جس پر فوراً ہی حق تعالیٰ کی طرف سے متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ ایسی لغزش اور بھول چوک کا اطلاق ایسی حقیقت پر ہوتا ہے جہاں نہ عمل میں اور نہ کردار میں تمرد اور سرکشی کا دخل ہو اور نہ قصد وارادہ کے ساتھ حکم کی خلاف ورزی کا اور ساتھ ہی وہ عمل اپنی حقیقت اور ماہیت کے اعتبار سے قبیح بد اور شر بھی نہ ہو بلکہ اپنی ذات میں اباحت اور جواز کا درجہ رکھتا ہو مگر کرنے والے کی ہستی کے شایان شان نہ ہو چونکہ نبی پر حق تعالیٰ کی مستقل حفاظت ونگرانی رہتی ہے اس لئے فوراً ہی ان کو متنبہ کر دیا جاتا ہے کہ یہ عمل تمہاری جلالت قدر اور عظمت مرتبہ کے شایان شان نہیں ہے۔ یہ ہے مختصراً تحقیق عصمت انبیاء کی اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود معصوم ہونے کے لفظ ذنب یا اس کا مرادف جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہاں وہی اجتہادی لغزش مراد ہے جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے بارگاہ خداوندی میں کوتاہی سمجھی جائے جس کی کہ ایک مثال وہ ہے جس کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بار ایک نابینا صحابی حضرت ابن مکتوم آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سرداران کفار قریش کو سمجھا رہے تھے اور ان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ ان نابینا صحابی نے بیچ میں آ کر ٹوک دیا اور خود پوچھنے لگے۔ اس وقت یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار خاطر ہوا جس کا ذکر ۳۰ ویں پارہ کی سورۂ عبس وتولیٰ کی ابتدا میں فرمایا گیا ہے اب ظاہر ہے کہ اگر ایک طرف مسلمان ہو اور ایک طرف ایک کافر تو اس وقت مسلمان کے فرعی سوال کو ملتوی کر کے اس کافر کو اصل دین کی طرف متوجہ کرنا کون نہیں جانتا کہ عبادت ہے اور آپ نے اجتہاد سے اس کو مقدم رکھا مگر آپ کا یہ اجتہاد حق تعالیٰ کو پسند نہ آیا جیسا کہ سورۂ عبس میں حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا اور ناپسندیدگی کی وجہ بھی ظاہر فرما دی کہ وہ اندھے صحابی طالب صادق تھے اور آپ کے فیض توجہ سے ان کا حال سنور جاتا اور ان کا نفس مزکی ہو جاتا اور آپ کی بات ان کے کان میں پڑتی تو وہ اخلاص سے اس کو سوچتے اور سمجھتے اور ان کے کام آتی اور یہ کفار قریش جو اپنے غرور اور شیخی سے حق کی پروا نہیں کرتے اور ان کا تکبر اجازت نہیں دیتا کہ اللہ ورسول کے آگے جھکیں آپ ان کے درپے ہیں کہ یہ کسی طرح مسلمان ہو جائیں۔ حالانکہ اللہ کی طرف سے آپ پر کوئی الزام نہیں کہ یہ مغرور اور شیخی باز آپ کی ہدایت سے درست کیوں نہ ہوئے؟ آپ کا فرض دعوت وتبلیغ کا تھا وہ ادا کر چکے اور کر رہے ہیں آگے ان لاپروا متکبروں کی فکر میں اس قدر انہماک کی ضرورت نہیں کہ سچے طالب اور مخلص ایماندار توجہ سے محروم ہونے لگیں غرض کہ ایسے امور میں آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا اور یہاں آیت میں اس بات کی بشارت دی گئی کہ ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب لغزشیں جو آپ کے مرتبہ اعلیٰ کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔ یہ بشارت حق تعالیٰ نے اور کسی بندے کے لئے نہیں فرمائی مگر باوجود اس بشارت کے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس آیت مبارک کے نزول کے بعد حضور اقدسؐ اس قدر عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو نماز میں کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے تھے اور صحابہ اور اہل بیت کو دیکھ کر رحم آتا تھا صحابہ عرض کرتے یا رسول اللہؐ آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا تو آپ ارشاد فرماتے افلا اکون عبداً شکوراً تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اللہ اکبر یوم محشر میں شفاعت کی ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ جب مخلوق جمع ہو کر حضرت آدمؑ سے لے کر یکے بعد دیگرے

حضرت عیسیٰ کے پاس پہنچے گی اور شفاعت کی درخواست کرے گی تو حضرت عیسیٰ فرمائیں گے کہ مجھ میں اس کام کی ہمت نہیں میری امت نے مجھ کو کبھی تو خدا کا بیٹا قرار دیا اور کبھی عین خدا اور ان اقوال کی تعلیم کو میری طرف منسوب کیا۔ پس میں ان اقوال کی تحقیقات کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں اور تاب شفاعت نہیں رکھتا البتہ تم حضرت محمد مصطفیٰؐ کے پاس جاؤ کہ آپ محبوب خدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اگلے پچھلے تمام گناہوں کی معافی کی خوشخبری دی ہے۔ وہ خاتم النبیین ہیں اور بجز ان کے یہ شفاعت اور کسی کا کام نہیں تو معلوم ہوا کہ حضور اقدسؐ کی یہ خصوصیت کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا ہے حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کرام اور تمام مخلوق جو یوم محشر میں جمع ہوگی سب پر ظاہر ہوگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے مقدس و معظم رسول کے طفیل سے ہم گناہ گار امتیوں کی خطاؤں اور گناہوں کو بھی معاف فرمادیں۔

الغرض ان چار چیزوں میں سے جن سے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو سرفراز فرمایا پہلی چیز یہ تھی کہ اگلی اور پچھلی تمام کوتاہیاں آپ کی معاف فرمادی گئیں۔

دوسرا اعزاز واکرام یہ بیان فرمایا کہ صرف تقصیرات سے درگزر نہیں کیا گیا بلکہ جو کچھ ظاہری اور باطنی اور جسمانی وروحانی انعامات و احسانات اب تک ہوچکے ہیں ان کی پوری تکمیل اور تتمیم کی جائے گی۔

تیسرا اعزاز واکرام بیان فرمایا جاتا ہے کہ اے نبیؐ آپ وہدیت اور استقامت کی سیدھی راہ پر اللہ تعالیٰ قائم رکھے گا اور معرفت الٰہی کے غیر محدود مراتب پر فائز فرمائے گا۔ لوگ جوق در جوق آپ کی ہدایت سے اسلام کے سیدھے راستہ پر آئیں گے اور اس طرح آپ کے اجر وحسنات کے ذخیرہ میں بے شمار اضافہ ہوگا۔

چوتھا اعزاز واکرام جس سے آپ کو نوازا گیا یہ بیان فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ایسی مدد آپ کے لئے آئے گی جسے نہ کوئی روک سکے گا نہ دبا سکے گا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا غلبہ عنایت فرمائے گا کہ جس میں عزت ہی عزت ہوگی۔ اے اللہ اپنے اس عزت والے رسول کے صدقہ اور طفیل میں آپ کی امت اور آپ کے دین کو بھی عزت مرحمت فرما۔ آمین۔

یہاں ان آیات میں ان نعمتوں کا ذکر تھا جو اس واقعہ صلح حدیبیہ میں حضورؐ کے متعلق تھیں آگے ان نعمتوں کا ذکر ہے جو اس واقعہ میں آپ کے ہمراہی مومنین یعنی صحابہ کرامؓ کے متعلق تھیں۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جو ہم کو سیدنا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اشرف الانبیاء والمرسلین کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

اے اللہ ایسے نبی معظم۔ اور رسول مکرم کی مخالفت اور نافرمانی سے آپ امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو بچا لیجئے۔ اور اس امت کو پھر بھولا ہوا سبق یاد کر لینے کی توفیق مرحمت فرما دیجئے۔ اور اسلام اور مسلمین کو وہ غلبہ عطا فرما دیجئے کہ جس میں عزت ہی عزت ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ

وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا ہے تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو، اور آسمان وزمین کا سب لشکر

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

اللہ ہی کا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشت میں داخل کرے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں ہمیشہ کو رہیں گے اور تاکہ ان کے گناہ دور کردے، اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔

هُوَ وہی	الَّذِيْ وہ جس	اَنْزَلَ اتاری	السَّكِيْنَةَ سکینہ (تسلی)	فِيْ میں	قُلُوْبِ (جمع) دل	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں	لِيَزْدَادُوْٓا تاکہ وہ بڑھائے
اِيْمَانًا ایمان	مَّعَ ساتھ	اِيْمَانِهِمْ ان کا ایمان	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	جُنُوْدُ لشکر (جمع)	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَكَانَ اور ہے
اللّٰهُ اللہ	عَلِيْمًا جاننے والا	حَكِيْمًا حکمت والا	لِيُدْخِلَ تاکہ وہ داخل کرے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن مردوں	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں	جَنّٰتٍ جنت	
تَجْرِيْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا انکے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا ان میں	وَيُكَفِّرَ اور دور کردے گا	عَنْهُمْ ان سے	
سَيِّاٰتِهِمْ ان کی برائیاں	وَكَانَ اور ہے	ذٰلِكَ یہ	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	فَوْزًا عَظِيْمًا بڑی کامیابی			

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس "صلح حدیبیہ" کو ایک شاندار فتح بتایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صلح میں صبر وتحمل سے کام لینے میں بطور اعزاز و اکرام کے چار چیزوں سے نوازا۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ساری اگلی پچھلی خطاؤں اور بھول چوک کی معافی کی بشارت دی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال انعامات آپ پر پورے کر کے رہیں گے۔ تیسرے یہ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سیدھے راستہ سے کبھی ہٹنے نہ دیں گے اور چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی زبردست نصرت و مدد آپ کے شامل حال رہے گی چنانچہ الحمد للہ یہ سب کچھ پورا ہوا۔ اسلام میں بے روک ٹوک لوگوں کے جتھے کے جتھے داخل ہونے لگے۔ تمام جزیرۃ العرب میں اسلام ہر طرف پھیل گیا اور دشمنوں کے دلوں پر اسلام اور مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا اور بڑی بڑی شاندار لڑائیاں آسانی سے فتح ہوتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ سارے جزیرۃ العرب میں کوئی مخالف اسلام سر اٹھانے کے لائق نہ رہا۔ روایات میں آتا ہے کہ جب گذشتہ آیات انا فتحنالک فتحاً مبیناً سے نصراً عزیزاً تک نازل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو پڑھ کر سنائیں تو حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کی خدمت میں مبارکباد عرض کی اور کہا یا رسول اللہ یہ تو آپ کے لئے ہوا۔ ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا جو اس واقعہ صلح حدیبیہ میں صحابہ کرام سے متعلق ہیں چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطمینان اور سکینہ اتار کر مومنین کا ایمان بڑھایا۔ یعنی صحابہ کرام باوجود یہ صلح خلاف طبع ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مطمئن ہو گئے اور ضدی کافروں کے ساتھ ضد نہیں کرنے لگے۔ اس کی برکت سے ان کے ایمان کا درجہ بڑھا۔ عرفان ویقین میں ترقی ہوئی اول بیعت جہاد کر کے صحابہ کرام نے ثابت کر دیا کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے اور اپنی جان کو قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ ایمان کا ایک رنگ تھا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے جذبات کے خلاف اللہ کے حکم سے صلح منظور کر لی تو ان کے ایمان کا یہ دوسرا رنگ تھا کہ اپنے پر جوش جذبات کو زور

سے دیا کہ اللہ و رسول کے فیصلہ کے آگے گردن جھکا دیں۔ تو صحابہ کرامؓ پر اس موقع صلح حدیبیہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ انعام فرمایا کہ مومنین کے دلوں میں تحمل پیدا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت اختیار کی اور آپ کی اطاعت سے ان کا نور ایمان اور بڑھا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس وقت قتال کا حکم دینا تمہارے لئے مصلحت ہے اور کس موقع پر قتال سے باز رکھنا اور صلح کرنا حکمت ہے۔ تم کو اگر قتال کا حکم ہو تو کبھی کفار کی کثرت کا خیال کر کے پس و پیش نہ کرنا کیونکہ آسمان و زمین کے لشکروں کا مالک اللہ ہی ہے۔ جو تمہاری قلت کے باوجود اپنے غیبی لشکروں سے تمہاری مدد کر سکتا ہے اور اگر صلح کرنے اور قتال سے رکنے کا حکم اللہ دے تو اس کی تعمیل کرو اور یہ خیال نہ کرنا کہ افسوس صلح ہوگئی اور کفار بچ نکلے اور ان کو سزا نہ ملی۔ اگر قتال کا حکم مل جاتا تو ہم ان کافروں کو ہلاک کر ڈالتے تو سمجھ لو کہ ان کا ہلاک ہونا کچھ تم پر موقوف نہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے دوسرے لشکروں سے کافروں کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ اب یہاں یہ بات تو انہی کی سمجھ میں آ سکتی ہے جن کا ایمان کامل اور یقین صادق قرآن پر ہو۔ اور جن کے نزدیک قرآن میں ان کے مسائل کا حل ہی موجود نہیں وہ اللہ کے غیبی لشکروں کو کیا سمجھیں گے۔

بہرحال یہاں بتلایا گیا کہ زمین اور آسمان کے لشکروں کا مالک جو حکم دے گا تو ضرور اسی میں بہتری اور حکمت ہوگی۔ مومنین کا کام تعمیل حکم ہے۔ آگے اطاعت اور تعمیل حکم کا ثمرہ بیان فرمایا جاتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس اطاعت کی بدولت اہل ایمان کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں جنت میں داخل فرمائے اور تا کہ اس اطاعت کی بدولت اہل ایمان کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں جنت میں داخل فرمائے اور تا کہ اس اطاعت کی بدولت ان کے گناہوں کو دور کردے اور ان کی برائیوں اور کمزوریوں کو معاف فرما دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں کی بڑی کامیابی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جن اصحاب نے حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ان میں سے ایک بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

دیکھئے یہاں بھی آخرت میں گناہوں کی معافی اور جنت میں داخلہ اس کو فوز عظیم یعنی بڑی زبردست کامیابی فرمایا گیا ہے شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس جگہ لکھا ہے کہ بعض نقال صوفی یا کوئی مغلوب الحال کہہ دیا کرتے ہیں کہ جنت طلب کرنا تو ناقصوں کا کام ہے لیکن یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کا بڑا کمال یہی ہے کہ آخرت میں خدائے ذوالجلال والاکرام کی ناراضگی کی جگہ یعنی جہنم سے بچ جائے اور اس کی رضا کے مقام یعنی جنت میں داخلہ نصیب ہو جائے۔ **اللّٰھم انا نسئلک رضاک والجنۃ ونعوذبک من غضبک والنار آمین**

الغرض ان آیات میں مومنین و مومنات کا ذکر خیر فرمایا گیا۔ آگے ان کے مقابل یعنی مشرکین و مشرکات اور منافقین و منافقات کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آخرت کی سرخروئی اور کامیابی ہم سب کو نصیب فرمائیں اور اپنی دائمی و ابدی جنتوں میں ہمارا داخلہ مقدر فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں ہر حال میں اپنے احکام کی ظاہری و باطنی اطاعت نصیب فرمایئے اور اس کے ثمرہ میں ہمارے دلوں میں نور ایمان زیادہ سے زیادہ فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ

اور تا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو کہ اللہ کے ساتھ بُرے بُرے گمان رکھتے ہیں، اُن پر

دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿٦﴾ وَلِلّٰهِ

بُرا وقت پڑنے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوگا، اور ان کو رحمت سے دُور کر دے گا اور اُن کیلئے اُس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٧﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٨﴾

اور آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے، اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا کر کے بھیجا ہے۔

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٩﴾

تا کہ تم لوگ اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو، اور صبح و شام اس کی تسبیح میں لگے رہو۔

وَيُعَذِّبَ اور وہ عذاب دے گا	الْمُنٰفِقِيْنَ منافق مردوں	وَالْمُنٰفِقٰتِ اور منافق عورتوں	وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرک مردوں	وَالْمُشْرِكٰتِ اور مشرک عورتوں		
الظَّآنِّيْنَ گمان کرنیوالے	بِاللّٰهِ اللہ کیساتھ	ظَنَّ السَّوْءِ گمان بُرے	عَلَيْهِمْ ان پر	دَآئِرَةُ دائرہ (گردش)	السَّوْءِ بری	وَغَضِبَ اللّٰهُ اور اللہ نے غضب کیا
عَلَيْهِمْ ان پر	وَلَعَنَهُمْ اور ان پر لعنت کی	وَاَعَدَّ لَهُمْ اور تیار کیا ان کیلئے	جَهَنَّمَ جہنم	وَسَآءَتْ اور بُرا ہے	مَصِيْرًا ٹھکانا	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے
جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ لشکر (جمع) آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ	عَزِيْزًا غالب	حَكِيْمًا حکمت والا	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بیشک ہم نے آپ کو بھیجا	
شَاهِدًا گواہی دینے والا	وَمُبَشِّرًا اور خوشخبری دینے والا	وَنَذِيْرًا اور ڈرانے والا	لِتُؤْمِنُوْا تا کہ تم ایمان لاؤ	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور اسکا رسول	
وَتُعَزِّرُوْهُ اور اسکی مدد کرو	وَتُوَقِّرُوْهُ اور اسکی تعظیم کرو	وَتُسَبِّحُوْهُ اور اس (اللہ) کی تسبیح کرو	بُكْرَةً صبح	وَاَصِيْلًا اور شام		

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں ذکر ہوا تھا کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر صحابہ کرامؓ نے بیعت رضوان کے سلسلہ میں جس بہادری اور جان نثاری کا بے مثال ثبوت دیا اور پھر اپنی مرضی اور جذبات کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر جو سرِ تسلیم خم کر دیا اس کی مثال صحابہ کرام کے علاوہ تاریخ میں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتی۔ پھر اس اطاعت اور فرمانبرداری کا نتیجہ بھی بیان فرما دیا گیا تھا کہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو جنت کے باغات میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے کو جگہ دی جائے گی اور انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی بڑی کامیابی ہے کہ اس کی خطا و قصور معاف فرما کر اس کو اللہ تعالیٰ اپنے رضا کے مقام جنت میں داخل فرما دے گا۔ تو جہاں اس صلح حدیبیہ کے موقعہ پر مومنین کے دلوں میں صلح کی طرف سے اطمینان پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی جڑ مضبوط کر دی اور اسلامی فتوحات و ترقیات کا دروازہ کھول دیا اسی طرح یہ صلح حدیبیہ کافروں اور منافقوں پر مصیبت ٹوٹنے اور انجام کار ان کو پوری طرح سزا ملنے کا ذریعہ بن گئی۔ جیسا اس سورۃ کے ابتدائی درس میں بتلایا جا چکا ہے کہ ذیقعدہ ۶ ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہمراہی تخمیناً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ بغرض عمرہ روانہ ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قریش کی طرف سے لڑائی کا خطرہ اور شبہ تھا اس لئے آپؐ نے زیادہ مجمع کے ساتھ جانا مصلحت سمجھا اس لئے آپ نے اطراف مدینہ اہل دیہات میں بھی اس کا اعلان کرا دیا کہ تم کو بھی عمرہ میں چلنا چاہئے مگر جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اور درحقیقت منافقین

... ان کے ساتھ مکہ نہیں آئے اور بہانہ بنا کر بیٹھ رہے اور ... لئے گئے کہ مکہ میں قریش کا بڑا مجمع ہوا ہے۔ مڈبھیڑ ضرور ... اور یہ مسلمان لڑائی میں تباہ ہوں گے اور ایک بھی زندہ ... نہ آئے گا۔ کیونکہ وطن سے دور دشمن کا دیس ہوگا ان کے پاس نہ فوج ہے نہ ہتھیار ہم کیوں ان کے ساتھ اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں اور ہمراہ جا کر تباہی مول لیں چنانچہ مدینہ سے چلتے وقت بجز ایک شخص جد بن قیس کے کوئی منافق عمرے کے لئے نہ نکلا۔ ادھر مشرکین مکہ نے سوچا کہ مسلمان عمرہ کے نام سے آ رہے ہیں لیکن فریب و دغا سے چاہتے ہیں کہ مکہ معظمہ ہم سے چھین لیں اور مکہ پر قبضہ جما لیں تو یہاں ان دونوں یعنی مشرکین اور منافقین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان دونوں نے اللہ کے ساتھ برا گمان کیا۔ منافقین نے سوچا کہ ان مسلمانوں کی مدد نہ ہوگی اور یہ ہلاکت میں پڑیں گے اور مشرکین نے اللہ کے ماننے والوں کو دغا باز سمجھا ان دونوں گروہوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی شامت ان کو گھیرنے ہی والی ہے۔ یہ مصیبت کے چکر میں پھنس کر رہیں گے۔ یہ کہاں تک احتیاطیں اور پیش بندیاں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہے اور ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ یہ جہنم میں جائیں گے جو برا ٹھکانہ ہے اور جب خدا سزا دینا چاہے تو کون ہے جو بچا سکتا ہے۔ خدائی لشکر ایک لمحہ میں چاہے تو پیس کر رکھ دے مگر اللہ تعالیٰ زبردست ہونے کے ساتھ حکمت والا بھی ہے حکمت الٰہی مقتضی نہیں کہ فوراً ہاتھوں ہاتھ ان کا استیصال کیا جائے آگے اللہ و رسول کے حقوق کا اور ان حقوق کے بجالانے والوں کی فضیلت اور نہ بجالانے والوں کی مذمت کا بیان ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو اعمال امت پر قیامت کے دن گواہی دینے والا اور دنیا میں اہل ایمان کے لئے بشارت و خوشخبری دینے والا کہ آخرت میں ایمان و عمل صالح کے عمدہ نتائج ملیں گے اور کفار و مشرکین کو خوف دلانے والا اور ان کو آخرت کی بربادی سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے بنی آدم تم اللہ کی اور اس کے رسول کی تصدیق کرو۔ ایمان لاؤ اور اللہ اور اس کے رسول کی عزت و توقیر کرو۔

علما نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم واجب و فرض ہے۔ ذرا بھی کوئی توہین کرے گا وہ فیض رسالت سے محروم رہے گا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ **تعزروہ و توقروہ** یعنی اللہ کے رسول کی مدد کرو اور آپ کی تعظیم کرو۔ تو یہاں آپ کی مدد کرنے سے آپ کے دین کی مدد کرنا مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی مدد آپ کے دین ہی کی مدد ہے پھر آپ کی توقیر و عزت میں آپ کے سنت کی اتباع اور اجراء اور اس کے قیام اور تبلیغ میں اعانت اور جان و مال سے شریک ہونا یہی آپ کی سچی توقیر و عزت ہے۔ قرآن کریم کے اس ایک جملہ **وتعزروہ و توقروہ** اور اس رسول کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اس میں اجمالاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی طرف اشارہ فرما دیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل اور تفسیر میں علما نے بہت کچھ وضاحت اور طویل تقریریں تحریر فرمائی ہیں جس کے بیان کی اس درس میں گنجائش نہیں۔ مختصراً آپ کے سارے حقوق ان تین الفاظ میں آ جاتے ہیں۔ آپ کی محبت' آپ کی عظمت اور آپ کا اتباع۔ اگر ان تین میں سے ایک چیز بھی نہ ہوگی تو یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں کوتاہی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔

اخیر میں فرمایا جاتا ہے کہ صبح و شام اللہ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔

اب آگے صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں جو واقعہ بیعت رضوان واقع ہوا تھا اس کے متعلق اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ

جولوگ آپ سے بیعت کررہے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کررہے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، پھر جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا

عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۰﴾

وبال اُسی پر پڑے گا، اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر خدا سے عہد کیا ہے سو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ بیشک جولوگ	يُبَايِعُونَكَ آپ سے بیعت کررہے ہیں	يُبَايِعُونَ اللَّهَ وہ اللہ سے بیعت کررہے ہیں	إِنَّمَا اسکے سوانہیں کہ	يَدُ اللَّهِ اللہ کا ہاتھ
فَوْقَ أَيْدِيهِمْ انکے ہاتھوں کے اوپر	فَمَن نَّكَثَ پھر جس نے توڑ دیا عہد	فَإِنَّمَا تو اس کے سوانہیں	يَنكُثُ اس نے توڑ دیا	عَلَىٰ نَفْسِهِ اپنی ذات پر
وَمَنْ اور جس	أَوْفَىٰ پورا کیا	بِمَا عَاهَدَ جو اس نے عہد کیا	عَلَيْهُ اللَّهَ اللہ پر سے	فَسَيُؤْتِيهِ تو وہ عنقریب اسے دیگا
أَجْرًا عَظِيمًا اجر عظیم				

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کے ابتدائی درس میں یہ بتلایا جاچکا ہے ۔اس سورۃ کا نزول صلح حدیبیہ ۶ ھ سے واپسی پر مدینہ منورہ پہنچنے سے قبل ہوا تھا۔ اس سورۃ میں جن متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہے وہ ابتدائی درس میں مختصراً بیان کئے جاچکے ہیں۔ اس آیت میں بھی ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو تاریخ اسلام میں "بیعت رضوان" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی سورۃ میں آگے تیسرے رکوع کی ابتدا میں اسی بیعت رضوان کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ جب قریش مکہ کو یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ آ رہے ہیں تو قریش نے بہت سا مجمع کر کے اتفاق کرلیا کہ آپ کو مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد ایک صحابی حضرت خراش بن امیہ خزاعیؓ کو ایک اونٹ پر سوار کر کے اہل مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو خبر کردیں کہ ہم فقط بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں جنگ کے لئے نہیں آئے۔ اہل مکہ نے اسلام دشمنی میں ان کے اونٹ کو ذبح کرڈالا اور ارادہ کیا کہ ان صحابی کو بھی قتل کرڈالیں مگر آپس ہی کے بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر ان کو بچادیا۔ حضرت خراشؓ اپنی جان بچا کر واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام واقعہ بیان کیا۔ تب آپ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت عمرؓ کو پیام دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجیں تو حضرت عمرؓ نے معذرت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل مکہ مجھ سے کس قدر برہم ہیں اور کس درجہ میرے دشمن ہیں۔ مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی شخص نہیں جو مجھے بچا سکے۔ اگر آپ حضرت عثمان کو بھیجیں جن کی مکہ میں قرابتیں ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ آپؐ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمانؓ کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ابوسفیان اور روسائے مکہ کو ہمارا پیام پہنچا دو کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں۔ ہم کو آنے دو۔ عمرہ کر کے چلے جائیں گے اور یہ بھی فرمایا کہ جو کمزور مسلمان مکہ میں مغلوب اور مظلوم تھے ان کو یہ بشارت سنادو کہ گھبرائیں نہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا۔ حضرت عثمانؓ اپنے ایک عزیز کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پہنچایا اور ضعفاء مسلمین کو بشارت سنائی۔ ابوسفیان وغیرہ نے بالاتفاق جواب دیا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے دوسرے رفقاء کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ تم اگر تنہا طواف بیت اللہ کرنا چاہو تو کرسکتے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ تو میں ہرگز نہیں کرسکتا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر طواف اور عمرہ کو تنہا ادا کرلوں۔ قریش نے جب حضرت عثمان کا یہ اصرار دیکھا تو ان کو واپس جانے سے روک لیا۔ ادھر مسلمانوں میں یہ خبر اس طرح پہنچی کہ حضرت عثمان قتل کردیئے گئے۔ مسلمانوں کے لئے یہ خبر ایک بہت بڑا سانحہ تھا جس سے ہر شخص مضطرب اور بے قابو ہوا جارہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت صدمہ ہوا اور یہ فرمایا کہ جب تک میں ان سے بدلہ نہ لے لوں گا۔ یہاں سے حرکت نہ کروں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام سے اس بات پر بیعت لی کہ

جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد وقتال کریں گے۔ مر جائیں گے مگر راہ فرار اختیار نہیں کریں گے تمام صحابہ کرام نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور احادیث صحیحہ میں ان حضرات صحابہ کی بڑی فضیلت آئی ہے جو اس بیعت میں شریک تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ حضرت عثمان غنیؓ چونکہ آپ کے حکم سے مکہ گئے ہوئے تھے اور اس بیعت کے وقت حاضر نہ تھے اس لئے ان کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔ یہ خصوصی فضیلت حضرت عثمانؓ کو نصیب ہوئی کہ آپ نے اپنے ہی دست مبارک کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کرلی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمانوں سے بیعت لے چکے تو ہر ایک مسلمان کے دل میں ایک والہانہ جوش وخروش پیدا ہو گیا۔ جس کی خبر مکہ میں بھی پہنچی مشرکین مکہ اس سے گھبرائے اور خوف زدہ ہو کر مسلمانوں تک یہ خبر پہنچائی کہ قتل عثمان کی خبر غلط ہے اور ہم ان کو صحیح سلامت آپ کے پاس بھیجتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان صحیح سلامت حدیبیہ واپس تشریف لے آئے۔ چونکہ جہاد کی یہ بیعت بہت ہی نازک اور اہم موقع پر لی گئی اور حضرات صحابہ نے پورے ولولہ اور جذبہ ایثار کے ساتھ اس بیعت کو کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس جانبازی اور فداکاری کی قدر منزلت فرمائی اور اپنی رضا اور خوشنودی کا پروانہ مرحمت فرما کر ان کے اس کارنامہ کو زندہ جاوید بنا دیا اور اسی حقیقت کے پیش نظر اسلامی تاریخ میں اس کا نام "بیعت رضوان" قرار پایا جس کا ذکر اس آیت میں بھی فرمایا گیا اور آگے تیسرے رکوع کی ابتدا میں بھی فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی تھی تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا خدا سے بیعت کرنا ہے کیونکہ حقیقت میں نبی خدا ہی کی طرف سے بیعت لیتا ہے اور اسی کے احکام کی تعمیل وتاکید بیعت کے ذریعہ سے کراتا ہے جب بیعت نبوی کی یہ حقیقت ہوئی تو یقیناً خدا تعالیٰ کا دست شفقت وحمایت ان کے ہاتھ کے اوپر ہوگا۔ یہاں یہ واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے کبھی اسلام پر کبھی جہاد پر کبھی کسی دوسرے امر خیر پر بیعت لیتے تھے۔ مشائخ طریقت کی بیعت جن کا سلسلہ حضورؐ سے لے کر آج تک جاری ہے اگر بطریق مشروع ہو تو اس کی اصل بھی یہی بیعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ بیعت کے وقت جو قول وقرار کیا جاتا ہے اگر کوئی اس کو توڑے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ و رسول کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا۔ اسی کو عہد شکنی کی سزا ملے گی اور جس نے استقامت دکھلائی اور اپنے عہد و پیمان کو مضبوطی سے پورا کیا تو اس کا بدلہ بھی بہت پورا حق تعالیٰ کی طرف سے ملے گا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں بیعت کا لفظ چونکہ عام ہے اس لئے جس عہد واجب الایفاء کو توڑے گا سو اس کے لئے یہی وعید ہے جو یہاں آیت میں ظاہر فرمائی گئی یعنی جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اب یہاں ہر کلمہ گو اپنے ذہن میں اس بات کو تازہ کرلے کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر کیا اقرار و عہد کرتا ہے اور اپنے اس عہد کو کہاں تک پورا کرتا ہے۔ ایک کلمہ گو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اس بات کا عہد و اقرار کرتا ہے کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کو خدائے برحق معبود واحد اور یکتا مالک مانتا ہوں اور صرف اسی کی عبادت و بندگی کروں گا۔ اور بندے کو جس طرح اپنے مولا وآقا کے حکموں پر چلنا چاہئے اسی طرح میں اس کے حکموں پر چلوں گا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں خدا کا برحق رسول تسلیم کرتا ہوں میں ایک امتی کی طرح آپ کی اطاعت و پیروی کروں گا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرتا رہوں گا۔ اسی عہد و اقرار کا نام دراصل ایمان ہے اور توحید و رسالت کی شہادت دینے کا بھی یہی مقصد و مطلب ہے لہٰذا ہر کلمہ پڑھنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے کو اس عہد و شہادت کا پابند سمجھے اور اس کی زندگی اسی اصول کے مطابق گزرے اس صورت میں وہ بے شک اللہ کے نزدیک ایک سچا مسلم و مومن ہوگا ورنہ زبان سے کلمہ پڑھنا اور عملاً کلمہ میں کئے ہوئے اقرار کے خلاف اپنا طرز عمل رکھنا یہ عہد و پیمان اور قول وقرار کو توڑنا اور عہد شکنی کرنا ہے جس کی عام وعید یہاں سنائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نقض عہد سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ

جو دیہاتی پیچھے رہ گئے وہ عنقریب آپ سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال وعیال نے فرصت نہ لینے دی سو ہمارے لئے معافی کی دعا مانگئے یہ لوگ

بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا

اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ سو وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو

أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١١﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ

اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانا چاہے، بلکہ اللہ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہے۔ بلکہ تم نے یوں سمجھا کہ رسول

وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ

اور مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آویں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوتی تھی اور تم نے برے برے گمان کیے، اور تم

قَوْمًا بُورًا ﴿١٢﴾ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ﴿١٣﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ

برباد ہونے والے لوگ ہوگئے۔ اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاوے گا سو ہم نے کافروں کیلئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ اور تمام

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٤﴾

آسمان و زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے، وہ جس کو چاہے بخش دے، اور جس کو چاہے سزا دے، اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے۔

سَيَقُولُ اب کہیں گے	لَكَ آپ سے	الْمُخَلَّفُونَ پیچھے رہ جانے والے	مِنَ سے	الْأَعْرَابِ دیہاتی	شَغَلَتْنَا ہمیں مشغول رکھا	أَمْوَالُنَا ہمارے مالوں	
وَأَهْلُونَا اور ہمارے گھر والے	فَاسْتَغْفِرْ لَنَا اور بخشش مانگئے ہمارے لئے	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں	بِأَلْسِنَتِهِمْ اپنی زبانوں سے	مَا لَيْسَ جو نہیں			
فِي قُلُوبِهِمْ انکے دلوں میں	قُلْ فرمادیں	فَمَنْ تو کون	يَمْلِكُ اختیار رکھتا ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	مِنَ اللَّهِ اللہ کے سامنے شَيْئًا کس چیز کا		
إِنْ أَرَادَ اگر وہ چاہے	بِكُمْ تمہیں	ضَرًّا کوئی نقصان	أَوْ یا	أَرَادَ بِكُمْ چاہے تمہیں	نَفْعًا کوئی فائدہ	بَلْ بلکہ	كَانَ اللَّهُ ہے اللہ
بِمَا تَعْمَلُونَ اس سے جو تم کرتے ہو	خَبِيرًا خبردار	بَلْ بلکہ	ظَنَنْتُمْ تم نے گمان کیا	أَنْ کہ	لَنْ يَنْقَلِبَ ہرگز واپس نہ لوٹیں گے	الرَّسُولُ رسول	
وَالْمُؤْمِنُونَ اور مومن (جمع)	إِلَىٰ طرف	أَهْلِيهِمْ اپنے اہل خانہ	أَبَدًا کبھی	وَزُيِّنَ اور بھلی لگی	ذَٰلِكَ یہ	فِي قُلُوبِكُمْ تمہارے دلوں میں۔ کو	
وَظَنَنْتُمْ اور تم نے گمان کیا	ظَنَّ السَّوْءِ برا گمان	وَكُنْتُمْ اور تم تھے۔ ہوگئے	قَوْمًا بُورًا ہلاک ہونے والی قوم	وَمَنْ اور جو	لَمْ يُؤْمِنْ ایمان نہیں لاتا		
بِاللَّهِ اللہ پر	وَرَسُولِهِ اور اسکا رسول	فَإِنَّا أَعْتَدْنَا تو بیشک ہم نے تیار کی	لِلْكَافِرِينَ کافروں کیلئے	سَعِيرًا دہکتی آگ	وَلِلَّهِ اور اللہ کیلئے		
مُلْكُ السَّمَاوَاتِ آسمانوں کی بادشاہت	وَالْأَرْضِ اور زمین	يَغْفِرُ وہ بخش دے	لِمَنْ يَشَاءُ جس کو وہ چاہے	وَيُعَذِّبُ اور عذاب دے			
مَنْ يَشَاءُ جس کو وہ چاہے	وَكَانَ اور ہے	اللَّهُ اللہ	غَفُورًا بخشنے والا	رَحِيمًا مہربان			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرامؓ نے جس جانبازی کے جذبے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر جہاد وقتال کے لئے بیعت کی اس کی تعریف فرمائی گئی تھی اس کے بعد اب ان لوگوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے جو مدینہ کے قرب وجوار میں

رہنے والے بظاہر اسلام میں داخل ہو گئے تھے مگر دل سے ایمان نہ لائے تھے۔ ۶ ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے عمرہ کے لئے روانہ ہونے کا قصد فرمایا تو اس وقت آپ نے اپنی روانگی کا عام اعلان کر دیا اور مسلمانوں کو ساتھ چلنے کی ترغیب دی شاید قرائن سے آپ کو بھی قریش کے ساتھ لڑائی کا احتمال ہوا ہو اس پر مدینہ کے قرب و جوار کے دیہاتی جنہوں نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ جان چرا کر بیٹھے رہے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ مسلمان اس سفر سے واپس آنے والے نہیں سب وہیں ختم ہو ویں گے۔ انہیں منافقین کا راز ان آیات میں اور اگلی آیات میں فاش کیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ سے واپسی پر مدینہ منورہ پہنچنے سے قبل راستہ میں بذریعہ وحی بتلا دیا جاتا ہے کہ آپ کے مدینہ صحیح وسالم پہنچ جانے پر وہ لوگ اپنی غیر حاضری کے جھوٹے عذر اور حیلے بہانے کرتے ہوئے آئیں گے اور کہیں گے کہ کیا ہم کو گھر بار کے دھندوں سے فرصت نہ ملی۔ کوئی ہمارے پیچھے اہل وعیال کی خبر لینے والا نہ تھا بہر حال ہم سے کوتاہی ضرور ہوئی۔ اب اللہ سے ہمارا قصور معاف کرا دیجئے۔ اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ دل میں یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ عذر بالکل غلط ہے۔ اور استغفار کی درخواست کرنا بھی محض ظاہر داری کے لئے ہے۔ سچے دل سے نہیں وہ دل میں نہ اس کو گناہ سمجھتے ہیں اور نہ آپ پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان سے جو عذر و معذرت کرنے آئیں اس طرح کہہ دیجئے کہ ہر طرح کا نفع ونقصان اللہ کے قبضہ میں ہے۔ جس کی مشیت وارادہ کے سامنے کسی کا کچھ بس نہیں چلتا۔ تم جو کہتے ہو کہ اپنے مال اور گھر والوں کی حفاظت کی وجہ سے سفر میں نہ جاسکے تو خدا اگر تمہارے مال واولاد وغیرہ میں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا تم گھر میں رہ کر اسے روک دو گے یا فرض کرو اللہ تم کو کچھ فائدہ مال و عیال میں پہنچانا چاہے اور تم سفر میں ہو تو کیا کوئی اسے روک سکتا ہے۔ جب نفع ونقصان کو کوئی روک نہیں سکتا تو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے مقابلے میں ان چیزوں کی پروا کرنا محض حماقت وضلالت ہے ان حیلوں بہانوں سے مت سمجھو کہ ہم اللہ کو خوش کر لیں گے بلکہ یاد رکھو اللہ تمہارے سب کھلے چھپے اعمال اور احوال کی پوری خبر رکھتا ہے۔ واقع میں تمہارے نہ جانے کا سبب یہ نہیں کہ جو تم بیان کر رہے ہو بلکہ تمہارا خیال یہ تھا کہ اب پیغمبر اور مسلمان اس سفر سے بچ کر واپس نہ آئیں گے یہی تمہاری آرزو تھی اور یہ غلط انکل اور تخمینہ تمہارے دلوں میں خوب جم گیا تھا۔ اس لئے اپنی حفاظت اور نفع کی صورت تم نے علیحدہ رہنے میں سمجھی حالانکہ یہ صورت تمہارے خسران اور تباہی کی تھی اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نہ بخشنا چاہے اس کی بخشش کیسے ممکن ہے ہاں اس کی مہربانی ہو تو تم کو توبہ کی توفیق مل جائے اور بخشش ہو جائے اس کی رحمت بہت بڑی ہے اور وہ معافی چاہنے والے کے لئے غفور الرحیم بھی ہے۔

بعض تفاسیر میں ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد ان میں سے کچھ تائب ومخلص ہو گئے تھے اور بعض پھر بھی در پردہ منافقین رہے۔ ابھی انہی منافقین کے متعلق مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہو گا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو حقیقی اور سچا و پکا ایمان واسلام نصیب فرمائیں اور شکوک وشبہات سے ہمارے دلوں کو پاک رکھیں ہم کو ہر حال میں اپنی ذات پاک سے نیک گمان رکھنے اور برے گمان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اسلام اور ایمان کی پکار پر ہمہ وقت لبیک کہنے کی توفیق عطا فرمایئے اور دین کی خدمت میں جان چرانے کی منافقانہ خصلت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے۔

یا اللہ اپنی رحمت سے ہمارے تمام ظاہری وباطنی گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور اپنی شان غفور الرحیمی سے ہماری ہر چھوٹی بڑی ظاہری وباطنی تقصیر و کوتاہی سے درگزر فرمایئے۔ اعدائے دین اسلام جو دن رات اپنی تدبیروں سے اہل اسلام کی بدحالی دیکھنا چاہتے ہیں۔

یا اللہ ان اعدائے دین کو تباہ وبرباد فرمایئے اور ان کی چالوں کو ملیامیٹ فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا

جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں، وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں

كَلٰمَ اللّٰهِ ۚ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۚ

آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے، خدا تعالیٰ نے پہلے سے یوں ہی فرمادیا ہے، تو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو،

بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۞ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ

بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں۔ آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں کی طرف

اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ

بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع ہو جائیں، سو اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک عوض دے گا، اور اگر تم

تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۞ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى

روگردانی کرو گے جیسا اس کے قبل روگردانی کر چکے ہو تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا۔ نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے

الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے، اور جو شخص اللہ و رسول کا کہنا مانے گا اُس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۞

جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور جو شخص روگردانی کرے گا اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔

سَيَقُوْلُ عنقریب کہیں گے	الْمُخَلَّفُوْنَ پیچھے بیٹھ رہنے والے	اِذَا جب	انْطَلَقْتُمْ تم چلو گے	اِلٰى مَغَانِمَ غنیموں کی طرف	لِتَاْخُذُوْهَا کہ تم انہیں لے لو		
ذَرُوْنَا ہمیں چھوڑ دو (اجازت دو)	نَتَّبِعْكُمْ ہم تمہارے پیچھے چلیں	يُرِيْدُوْنَ وہ چاہتے ہیں	اَنْ يُّبَدِّلُوْا کہ وہ بدل ڈالیں	كَلٰمَ اللّٰهِ اللہ کا فرمان			
قُلْ فرمادیں	لَنْ تَتَّبِعُوْنَا تم ہرگز ہمارے پیچھے نہ آؤ	كَذٰلِكُمْ اسی طرح	قَالَ اللّٰهُ کہا اللہ نے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	فَسَيَقُوْلُوْنَ پھر اب وہ کہیں گے		
بَلْ بلکہ	تَحْسُدُوْنَنَا تم حسد کرتے ہو ہم سے	بَلْ بلکہ۔ جبکہ	كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ وہ سمجھتے نہیں ہیں	اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑا	قُلْ فرمادیں		
لِّلْمُخَلَّفِيْنَ پیچھے بیٹھ رہنے والوں کو	مِنَ سے	الْاَعْرَابِ دیہاتیوں	سَتُدْعَوْنَ عنقریب تم بلائے جاؤ گے	اِلٰى قَوْمٍ ای قوم کی طرف			
اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ سخت لڑنے والی (جنگجو)	تُقَاتِلُوْنَهُمْ تم ان سے لڑتے رہو	اَوْ يُسْلِمُوْنَ یا وہ اسلام قبول کرلیں	فَاِنْ اگر	تُطِيْعُوْا تم اطاعت کرو گے			
يُؤْتِكُمُ تمہیں دے گا	اللّٰهُ اللہ	اَجْرًا اجر	حَسَنًا اچھا	وَاِنْ اور اگر	تَتَوَلَّوْا تم پھر گئے	كَمَا تَوَلَّيْتُمْ جیسے تم پھر گئے تھے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل
يُعَذِّبْكُمْ وہ تمہیں عذاب دیگا	عَذَابًا عذاب	اَلِيْمًا دردناک	لَيْسَ نہیں	عَلَى الْاَعْمٰى اندھے پر	حَرَجٌ کوئی تنگی گناہ	وَلَا اور نہیں	
عَلَى الْاَعْرَجِ لنگڑے پر	حَرَجٌ کوئی گناہ	وَلَا اور نہ	عَلَى الْمَرِيْضِ مریض پر	حَرَجٌ کوئی گناہ	وَمَنْ اور جو	يُّطِعِ اللّٰهَ اطاعت کریگا اللہ کی	

وَرَسُوْلَهٗ اور اسکے رسول کی	يُدْخِلْهُ وہ داخل کریگا اسے	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِيْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	وَمَنْ اور جو
يَتَوَلَّ پھر جائے گا	يُعَذِّبْهُ وہ عذاب دے گا اسے	عَذَابًا اَلِيْمًا عذاب دردناک				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ان منافقین کا ذکر ہوا تھا جو مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عمرہ کے لئے مکہ نہ گئے تھے اور جان چرا کر پیچھے بیٹھ رہے تھے۔ اس خیال سے کہ مسلمان مکہ میں مشرکین مکہ کے ہاتھوں مار کھائیں گے۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ ہی میں یہ سورۃ نازل ہوئی تھی جس میں منافقین کا راز فاش کیا گیا تھا کہ یہ واپسی پر جھوٹے حیلہ بہانہ اور عذر پیش کریں گے۔ اب آگے ان آیات میں انہی منافقین کا ایک دوسرا راز فاش کیا جاتا ہے۔ حدیبیہ سے واپس ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر پر چڑھائی کرنے کا حکم ہوا جہاں غدار یہود آباد تھے اور جو معاہدہ کے خلاف جوانہوں نے مسلمانوں سے کر رکھا تھا بدعہدی کر کے جنگ احزاب میں کافر قوموں کو مدینہ پر چڑھا لائے تھے جس کا تفصیلی تذکرہ سورۂ احزاب ۲۱ ویں پارہ میں ہو چکا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی ہے کہ وہ منافقین جو حدیبیہ نہیں گئے اب خیبر کے معرکہ میں آپ کے ساتھ چلنے کو کہیں گے کیونکہ وہاں خطرہ کم اور غنیمت کی امید زیادہ ہے تو آپ ان سے فرمادیں کہ تمہاری استدعا سے پیشتر اللہ تعالیٰ ہم کو بتلا چکا ہے کہ تم اس سفر میں ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے۔ اس صورت میں کیا تم ہمارے ساتھ جا سکتے ہو اگر جاؤ گے تو یہ معنی ہوں گے کہ گویا اللہ کا کہا بدل دیا گیا جو کسی طرح ممکن نہیں۔ آگے حق تعالیٰ نے بتلایا کہ جب آپ ان سے یہ کہیں گے جو اوپر ذکر ہوا تو یہ کہیں گے کہ اللہ نے تو کچھ بھی نہیں فرمایا۔ محض یہ چاہتے ہو کہ ہمارا فائدہ نہ ہو۔ سب مال غنیمت بلاشرکت غیرے تمہارے ہی ہاتھ آ جائے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں بہت تھوڑی سمجھ ہے۔ احمق یہ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کے زہد وقناعت کا کیا حال ہے؟ کیا وہ مال کے حریص ہیں جو تم پر حسد کریں گے اور کیا پیغمبر از راہ حسد خدا پر جھوٹ بول دیں گے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ ان منافقین سے کہہ دیں کہ اگر تم لڑنے کے ایسے ہی شوقین ہو تو ذرا صبر کرو اس لڑائی یعنی جنگ خیبر میں تو تم جا نہیں سکتے لیکن آگے بہت معرکے پیش آنے ہیں۔ بڑی جنگجو قوموں سے مسلمانوں کے مقابلہ ہوں گے جن کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ وہ قومیں مسلمان ہو کر یا جزیہ وغیرہ دے کر اسلام کی مطیع ہو جائیں۔ اگر واقعی تم کو شوق جہاد ہے تو اس وقت میدان میں آ کر دادِ شجاعت دینا اس موقع پر خدا کا حکم مانو گے تو اللہ بہترین بدلہ دے گا۔ اور اگر جیسے پہلے حدیبیہ جانے سے پیچھے ہٹ گئے تھے اگر آئندہ ان معرکوں سے پیچھے ہٹے تو اللہ تعالیٰ سخت دردناک سزا دے گا اور وہ سزا شاید آخرت سے پہلے دنیا ہی میں مل جائے۔ آگے ارشاد ہے کہ جہاد معذور لوگوں پر فرض نہیں یعنی اندھے لنگڑے اور بیماروں پر اس میں شامل ہونا فرض نہیں وہ جتنا کر سکتے ہیں کر سکیں۔ ان پر کوئی تنگی نہیں اس کے بعد عام ضابطہ اور قاعدہ تمام لوگوں کے لئے بیان کیا جاتا ہے کہ ہر معاملہ میں اور ہر کام جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری اختیار کرے گا اسے اللہ تعالیٰ بہشت کے باغوں میں داخل کرے گا جن میں ہر طرف نہریں بہہ رہی ہوں گی اور جو اللہ کی طرف سے منہ پھیر لے گا اسے ایسے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا جس میں دکھ ہی دکھ ہے۔

اب منافقین کا ذکر کرنے کے بعد پھر ان اہل ایمان کا جنھوں نے برضاورغبت حدیبیہ میں مشرکین سے جنگ کرنے پر بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر کی تھی ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ

بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا پس اللہ تعالیٰ

السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک لگے ہاتھ فتح دے دی۔ اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ تحقیق راضی ہوا	اللّٰهُ اللہ	عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں سے	اِذْ جب	يُبَايِعُوْنَكَ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے	تَحْتَ نیچے	الشَّجَرَةِ درخت
فَعَلِمَ سو اس نے معلوم کرلیا	مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ جو انکے دلوں میں	فَاَنْزَلَ تو اس نے اتاری	السَّكِيْنَةَ سکینہ (تسلی)	عَلَيْهِمْ ان پر		
وَاَثَابَهُمْ اور بدلہ میں دی انہیں	فَتْحًا قَرِيْبًا ایک فتح قریب	وَّمَغَانِمَ اور غنیمتیں	كَثِيْرَةً بہت سی	يَّاْخُذُوْنَهَا انہوں نے وہ حاصل کیں		
	وَكَانَ اللّٰهُ اور ہے اللہ	عَزِيْزًا غالب	حَكِيْمًا حکمت والا			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کو مکہ معظمہ میں عمرہ کے لئے داخل ہونے سے روکا تو آپ نے حدیبیہ میں قیام کر کے مکہ والوں کے پاس حضرت عثمانؓ کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں فقط عمرہ کر کے واپس ہو جائیں گے۔ مکہ والوں نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا اور افواہ اڑ گئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا۔ یہ خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرام سے عہد لیا کہ اگر لڑائی ہو گئی تو دل و جان سے جنگ کریں گے اور راہ فرار کبھی اختیار نہ کریں گے۔ اسی کو اسلامی تاریخ میں "بیعت رضوان" کہا جاتا ہے اور اس کو بیعت رضوان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بیعت کرنے والے صحابہ کرامؓ سے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی۔ اور احادیث صحیحہ میں بھی اس بیعت میں شریک ہونے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ امام احمدؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے یہ بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا اور بھی احادیث میں ان کے جنتی ہونے کا وعدہ ہوا ہے اور اصحاب بدر کے بعد ان ہی حضرات کا درجہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

یہاں اس موقع پر مفسر حضرت علامہ عبدالحق صاحب حقانی دہلویؒ نے اپنی تفسیر حقانی میں لکھا ہے کہ یہ بات باتفاق مورخین ثابت ہے کہ اس بیعت رضوان میں خلفائے اربعہ شریک تھے اور حضرت عثمانؓ اگرچہ موقع پر موجود نہ تھے مگر ان کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی۔ محدثین نے صحیح سند سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ عثمان اللہ اور رسول کے کام میں ہے ان کی طرف سے آپ نے اپنا ایک ہاتھ رکھ کر اس پر دوسرا ہاتھ رکھا اور بیعت کی اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ جب یہ ثابت ہو چکا تو خلفائے اربعہ کے قطعی جنتی ہونے میں اور اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور یہ حضرات مومن مخلص تھے کوئی شک نہیں رہا۔ ان حضرات کے لئے یہ دستاویز آسمانی اور تمسک قرآنی یعنی آیت لقد رضی اللہ عن المؤمنین کافی ہے۔ حضرت علامہ شیخ آگے لکھتے ہیں کہ ہم افسوس کرتے ہیں ان لوگوں پر (مراد اس سے اہل شیعہ ہیں) جو رطب و یابس روایات سے جن میں محض تعصب وطرفداری ہے حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن بتا کر نامناسب الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان حضرات کی شان میں بدگوئی کرتے ہیں اور پھر اس بدگوئی اور بدزبانی کو محبت اہل بیت قرار دے کر اس کو نجات کا باعث کہتے ہیں تو ان حضرات کے محامد تو قرآن سے ثابت ہوں اور برائیاں ایرے غیرے متعصب راویوں کے بیان سے ثابت کر کے اس آسمانی تمسک کو چاک کیا جائے تو جس کو ذرا بھی عقل سلیم ہو گی وہ اس بات کو کبھی جائز اور روا نہ رکھے گا۔ یہ مضمون بیچ میں اضطراراً آ گیا تھا۔

الغرض ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے جو آپ کے ہم سفر ہیں خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے جہاد میں ثابت قدم رہنے پر بیعت کررہے تھے اور اس وقت ان کے دلوں میں جو عزم و توکل حسن نیت صدق و اخلاص اور حب اسلام وغیرہ تھا اللہ تعالیٰ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان کے دلوں میں ایسا اطمینان پیدا کردیا جس سے ان کو خدا کا حکم ماننے میں ذرا پس و پیش نہ ہوا اور اس کے ساتھ ان کو ایک فتح دی جس سے مراد فتح خیبر ہے جو حدیبیہ سے واپس آتے ہی مسلمانوں کو نصیب ہوئی اور جس میں مسلمانوں کو بہت کثرت سے مال غنیمت ہاتھ لگا۔ خیبر مدینہ سے شام کی جانب تین منزل پر ایک مقام کا نام ہے۔ یہ یہودیوں کی خالص آبادی کا قصبہ تھا اور آبادی کے گرداگرد مستحکم قلعے بنائے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر حدیبیہ سے مدینہ پہنچے ہوئے ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے کہ سننے میں آیا کہ خیبر کے یہودی پھر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں اور جنگ احزاب کی ناکامی کا بدلہ لینے اور اپنی کھوئی ہوئی جنگی عزت وقوت کو ملک بھر میں بحال کرنے کے لئے ایک خونخوار جنگ کی تیاری کر چکے ہیں۔ مسلمان محاصرہ کی سختی کو جو ایک سال پہلے انہیں جنگ احزاب میں اٹھانی پڑی تھی ہنوز نہیں بھولے تھے۔ اس لئے سب مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہوگیا کہ اس حملہ آور دشمن کو آگے بڑھ کر لینا چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں صرف انہی صحابہ کرام کو ہمرکاب چلنے کی اجازت دی جو ان آیات لقد رضی اللہ عن المؤمنین کی بشارت سے ممتاز تھے اور جن کو واثابھم فتحاً قریباً و مغانم کثیرۃً کا مژدہ مل چکا تھا۔ قصبہ خیبر کے قلعے جو آبادی کے گرداگرد واقع تھے شمار میں دس تھے جن کے اندر دس ہزار جنگی مرد رہتے تھے۔

قتل وقتال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور یہود کے تمام قلعے مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے اس جہاد میں ۱۵ صحابہ کرام شہید ہوئے اس جہاد میں حضرت علیؓ نے نمایاں حصہ لیا اور باب خیبر کو ہاتھ سے تنہا اکھاڑ دیا حالانکہ ۷۰ آدمی اس کے ہلانے سے عاجز تھے اور بعض روایات میں ہے کہ اس دروازہ کو آپ نے بجائے ڈھال کے استعمال کیا۔ فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند روز خیبر میں ٹھہرے اگرچہ یہود کے ساتھ بعد فتح پوری مراعات برتی گئی تھیں اور ان کو ہر طرح امن وامان بخشا گیا تھا مگر پھر بھی ان کی فطری بدنیتی نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ایک یہودی عورت نے آپ کی اور آپ کے ساتھ کچھ ہمراہیوں کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپ نے لقمہ منہ میں رکھ کر کھانے سے ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ اس کھانے میں زہر ملایا گیا ہے لیکن ایک صحابی نے کچھ کھانا کھالیا۔ آپ نے اس یہودی عورت کو بلا کر پوچھا تو اس نے جرم کا اقرار کیا اس پر بھی آپ نے اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لیا اور اس کو چھوڑ دیا لیکن جب ان صحابی نے اس زہریلے کھانے سے وفات پائی تو قصاص میں یہ یہودن قتل کی گئی۔

الغرض فتح خیبر سے جو حدیبیہ سے واپسی کے بعد فوراً مل گئی مال غنیمت بہت ہاتھ آیا جس سے صحابہ آسودہ حال ہوگئے۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے زور اور حکمت سے حدیبیہ کی کسر یہاں نکال دی۔ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور تمام مصلحتوں سے واقف ہے۔

یہاں فتح خیبر کی بشارت اور اس فتح خیبر میں مسلمانوں کو کثرت سے مال غنیمت ملنے کی پیشگوئی فرما کر آگے بتلایا جاتا ہے کہ کچھ اسی فتح خیبر پر بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی اور بھی بہت سی فتوحات اور بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جو تم کو ملیں گی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ان صحابہ کرام کے طفیل میں جن کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی ان آیات میں بشارت سنائی گئی اور جنہیں مژدہ فتح سنایا گیا اور جن کے ہم بھی نام لیوا ہیں یا اللہ ہمیں بھی اپنی رضا کی دولت سے نواز دیجئے اور ہر حال میں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْۚ وَلِتَكُوْنَ

اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو سردست تم کو یہ دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے، اور تاکہ یہ (واقعہ)

اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (۲۰) وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا

اہل ایمان کیلئے ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ تم کو ایک سیدھی راہ پر ڈال دے۔ اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے،

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا (۲۱) وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا

يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (۲۲) سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ

اور نہ مددگار۔ اللہ تعالیٰ نے (کفار کیلئے) یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے۔ اور آپ خدا کے دستور میں

اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (۲۳) وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ

ردوبدل نہ پاویں گے۔ اور وہ ایسا ہے کہ اُس نے اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے عین مکہ میں روک دیئے بعد اس کے

اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا (۲۴)

کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا۔

وَعَدَكُمْ وعدہ کیا تم سے	اللّٰهُ اللہ	مَغَانِمَ غنیمتیں	كَثِيْرَةً کثرت سے	تَأْخُذُوْنَهَا تم لوگے انہیں	فَعَجَّلَ تو جلد دیدی اس نے	لَكُمْ تمہیں		
هٰذِهٖ یہ	وَكَفَّ اور روک دیئے	اَيْدِيَ ہاتھ	النَّاسِ لوگ	عَنْكُمْ تم سے	وَلِتَكُوْنَ اور تاکہ ہو	اٰيَةً ایک نشانی	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	
وَيَهْدِيَكُمْ اور وہ ہدایت دے تمہیں	صِرَاطًا ایک راستہ	مُّسْتَقِيْمًا سیدھا	وَّاُخْرٰى اور ایک اور (فتح)	لَمْ تَقْدِرُوْا تم نے قابو نہیں پایا	عَلَيْهَا اس پر			
قَدْ اَحَاطَ گھیر رکھا ہے	اللّٰهُ اللہ	بِهَا اس کو	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرًا قدرت رکھنے والا	وَلَوْ اور اگر
قٰتَلَكُمْ تم سے لڑتے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	لَوَلَّوُا البتہ وہ پھرتے	الْاَدْبَارَ پیٹھ (جمع)	ثُمَّ پھر	لَا يَجِدُوْنَ وہ نہ پاتے			
وَلِيًّا کوئی دوست	وَّلَا نَصِيْرًا اور نہ کوئی مددگار	سُنَّةَ اللّٰهِ اللہ کا دستور	الَّتِيْ وہ جو	قَدْ خَلَتْ گزر چکا	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل			
وَلَنْ تَجِدَ اور تم ہرگز نہ پاؤ گے	لِسُنَّةِ اللّٰهِ اللہ کے دستور میں	تَبْدِيْلًا کوئی تبدیلی	وَهُوَ اور وہ	الَّذِيْ كَفَّ جس نے روکا	اَيْدِيَهُمْ ان کے ہاتھ			
عَنْكُمْ تم سے	وَاَيْدِيَكُمْ اور تمہارے ہاتھ	عَنْهُمْ ان سے	بِبَطْنِ مَكَّةَ درمیان (وادی) مکہ میں	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد				
اَنْ اَظْفَرَكُمْ کہ فتح مند کیا تمہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	وَكَانَ اور ہے	اللّٰهُ اللہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ تم جو کچھ کرتے ہو اسے	بَصِيْرًا دیکھنے والا			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرامؓ کو اپنی رضامندی کی بشارت سے ممتاز فرمایا تھا جنہوں نے بیعت رضوان میں شرکت فرمائی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر جہاد میں ثابت قدم رہنے پر بیعت کی تھی۔ ساتھ ہی اس بشارت کے یہ مژدہ بھی سنایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو فتح خیبر نصیب فرمائیں گے جس میں کثرت سے مال غنیمت ہاتھ لگے گا۔ اسی سلسلہ میں

آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کچھ اسی فتح خیبر پر بس نہیں۔ آگے چل کر اور بھی بہت سی فتوحات اور بے شمار غنیمتیں ملنے والی ہیں۔ سردست اللہ تعالیٰ نے یہ فتح خیبر دے دی ہے پھر اس کا یہ احسان بھی ہے کہ کفار کے بداردوں کو اس نے پورا نہ ہونے دیا۔ نہ مکے کے کافروں کے اور نہ ان منافقین کے جو پیچھے مدینہ میں رہ گئے تھے۔ مسلمانوں کی غیر حاضری میں ان کے اہل وعیال پر ان کو دراز دستی کی ہمت نہ ہوئی۔ نیز اس احسان سے یہ بھی مقصود تھا کہ مسلمان عبرت حاصل کریں اور جان لیں کہ اصل حافظ و ناصر اللہ ہی ہے اور سمجھ لیں کہ اللہ کی قدرت کیسی ہے اور یہ کہ اسی طرح آئندہ کے وعدے بھی پورے ہو کر رہیں گے اور یہ بھی یقین کرلیں کہ ہر کام کے انجام کا علم اللہ ہی کو ہے۔ بندوں کے حق میں بہتری یہی ہے کہ وہ اس کے فرمان پر عامل رہیں اور اسی میں اپنی خیر سمجھیں گو وہ فرمان بظاہر خلاف طبع ہی ہو۔ بہت ممکن ہے کہ تم جسے ناپسند رکھتے ہو وہی تمہارے حق میں بہتر ہو۔ پھر اس احسان سے مسلمانوں کو اللہ کے وعدوں پر وثوق اور اس کی لامحدود قدرت پر بھروسہ ہوگا جس سے اور زیادہ طاعت اور فرمانبرداری کی ترغیب ہوگی اور یہی سیدھی راہ ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس بیعت رضوان کے صلہ میں فی الحال فتح خیبر دی اور ایک فتح اور بھی موعود ہے جو اس وقت تک تمہارے قابو میں نہیں آئی۔ مراد اس سے فتح مکہ ہے جو اب تک واقع نہ ہوئی تھی مگر سمجھ لو کہ وہ بھی گویا مل ہی چکی ہے کیونکہ اللہ نے اس کا وعدہ کر لیا۔ جب چاہے گا تم کو عطا فرما دے گا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے دو سال بعد جب مصلحت ہوئی تو مکہ بھی فتح ہوگیا۔ آگے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ اگر تم سے یہ صلح اس وقت نہ ہوتی بلکہ یہ کافر تم سے لڑتے تو تم ہی غالب رہتے اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگتے۔ اور کوئی مدد کر کے ان کو آفت و شکست سے نہ بچا سکتا۔ مگر اللہ کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ فی الحال صلح ہو جائے اور اس کی عظیم الشان برکات سے مسلمان مستفید ہوں اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے لئے یہی دستور کر رکھا ہے کہ جب اہل حق اور اہل باطل کا کسی فیصلہ کن موقع پر مقابلہ ہو جائے تو آخر کار اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب و مقہور کئے جاتے ہیں۔ یہی عادت اللہ کی ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔ ہاں شرط یہ ہے کہ اہل حق بحیثیت مجموعی پوری طرح حق پرستی پر قائم رہیں آگے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ مشرکین کی کچھ ٹولیاں ''حدیبیہ'' پہنچی تھیں کہ موقع پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں یا اکیلے دکیلے مسلمانوں کو ستائیں چنانچہ انہوں نے کچھ چھیڑ چھاڑ بھی کی بلکہ ایک مسلمان کو قتل بھی کر ڈالا اور اشتعال انگیز کلمات بکتے پھرے آخر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو زندہ گرفتار کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دیا۔ آپ نے ان کو معاف فرما دیا اور کچھ انتقام نہیں لیا انہی واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو بھی نہ بھولو کہ جس نے مشرکوں کے ہاتھ مسلمانوں تک نہ پہنچنے دیئے اور مسلمانوں کے ہاتھ بھی کفار کے قتل و قتال سے عین مکہ کے قریب میں یعنی حدیبیہ میں روک دیئے اور تم میں اور ان میں صلح کرا دی جو دراصل تمہارے حق میں سراسر بہتری تھی کیا دنیا کے اعتبار سے کیا آخرت کے اعتبار سے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی شرارتیں اور تمہارا عفو و تحمل سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

ابھی آگے مزید وہ مصلحتیں اور حکمتیں بیان فرمائی جاتی ہیں کہ جن کی بنا پر صلح حدیبیہ عمل میں لائی گئی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور حضرات صحابہ کرام کے نام لیوا جہاں جہاں مخالفین اسلام اور کفار و مشرکین سے مقابلہ و مقاتلہ میں لگے ہوئے ہیں یا اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طفیل سے اہل ایمان کو نصرت و غلبہ عطا فرما اور مخالفین کے دلوں میں اہل ایمان کا رعب ڈال دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کو جو رکا ہوا رہ گیا اس کے موقع میں پہنچنے سے روکا،

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ

اور اگر (مکہ میں) بہت مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی یعنی اُن کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی

مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

بے خبری سے ضرر پہنچتا تو سب قصہ طے کر دیا جاتا، لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے، اگر یہ ٹل گئے ہوتے تو ان میں جو کافر تھے

مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ

ہم ان کو دردناک سزا دیتے۔ جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی، اور عار بھی جاہلیت کی سو اللہ تعالیٰ نے

اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا

اپنے رسول اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں

وَاَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

اور وہ اس کے اہل ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

هُمُ وہ۔یہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا	وَصَدُّوْكُمْ اور تمہیں روکا	عَنِ سے	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام	وَالْهَدْيَ اور قربانی کے جانور		
مَعْكُوْفًا رکے ہوئے	اَنْ يَّبْلُغَ کہ وہ پہنچے	مَحِلَّهٗ اپنا مقام	وَلَوْلَا اور اگر نہ	رِجَالٌ کچھ مرد	مُّؤْمِنُوْنَ مومن	وَنِسَآءٌ اور عورتیں	مُّؤْمِنٰتٌ مومن
لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ تم نہیں جانتے انہیں	اَنْ کہ	تَطَئُوْهُمْ تم انکو پامال کردیتے	فَتُصِيْبَكُمْ پس تمہیں پہنچ جاتا	مِّنْهُمْ ان سے			
مَّعَرَّةٌ صدمہ۔نقصان	بِغَيْرِ عِلْمٍ نادانستہ	لِيُدْخِلَ تاکہ داخل کرے	اللّٰهُ اللہ	فِيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہے		
لَوْ تَزَيَّلُوْا اگر وہ جدا ہوجاتے	لَعَذَّبْنَا البتہ ہم عذاب دیتے	الَّذِيْنَ ان لوگوں کو	كَفَرُوْا جو کافر ہوئے	مِنْهُمْ ان میں سے	عَذَابًا عذاب		
اَلِيْمًا دردناک	اِذْ جَعَلَ جب کی	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر (کافر)	فِيْ قُلُوْبِهِمُ اپنے دلوں میں	الْحَمِيَّةَ ضد	حَمِيَّةَ ضد		
الْجَاهِلِيَّةِ زمانہ جاہلیت	فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تو اللہ نے اتاری	سَكِيْنَتَهٗ اپنی تسلی	عَلٰى رَسُوْلِهٖ اپنے رسول پر	وَ اور	عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر		
وَاَلْزَمَهُمْ اور ان پر لازم فرمادیا	كَلِمَةَ التَّقْوٰى تقویٰ کی بات	وَكَانُوْا اور وہ تھے	اَحَقَّ بِهَا زیادہ حقدار اس کے	وَاَهْلَهَا اور اس کے اہل			
وَكَانَ اور وہ تھے	اللّٰهُ اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	عَلِيْمًا جاننے والا				

تفسیر و تشریح: صلح حدیبیہ کے متعلق یہ گذشتہ آیات میں ذکر ہو چکا ہے کہ اس کی شرائط حسب ذیل تھیں جن پر اہل اسلام اور کفار قریش میں عہد نامہ لکھا گیا تھا۔ (۱) دس سال تک آپس میں لڑائی موقوف رہے گی۔ (۲) قریش میں کا جو شخص بغیر اپنے ولی اور آقا کی اجازت کے مدینہ جائے گا وہ واپس کیا جائے گا اگرچہ وہ مسلمان ہو کر جائے۔ (۳) اور جو شخص مسلمانوں میں سے مدینہ سے مکہ آ جائے تو اس کو واپس نہ دیا جائے گا۔

(۴) اس درمیان میں کوئی ایک دوسرے پر تلوار نہ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی سے خیانت کرے گا۔

(۵) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) امسال بغیر عمرہ کئے مدینہ واپس ہو جائیں مکہ میں داخل نہ ہوں۔ سال آئندہ صرف تین دن مکہ میں رہیں اور عمرہ کر کے واپس ہو جائیں سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہوں اور تلواریں بھی نیام یا غلاف میں ہوں۔

(۶) قربانی کے جانور جہاں ہیں وہیں ذبح کئے جائیں۔ مکہ لے جانے کی اجازت نہیں۔

یہ تمام شرائط اگرچہ مسلمانوں کے خلاف تھیں اور یہ صلح بظاہر مغلوبانہ صلح تھی اس لئے صحابہ کرامؓ کو اس طرح کفار سے دب کر صلح کرنا سخت ناگوار تھا۔ اور یہ شرائط مسلمانوں پر شاق گزر رہی تھیں۔ روایات میں ہے کہ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ آپ نے فرمایا بیشک۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا پھر یہ ذلت کیوں گوارا کریں آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا۔ وہ میرا معین و مددگار ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ آپ نے فرمایا یہ میں نے کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس گئے اور جا کر ان سے بھی یہی گفتگو کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لفظ بلفظ وہی جواب دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں اپنی اس گستاخی پر بہت نادم ہوا اور اس کے کفارہ میں بہت سی نمازیں پڑھیں اور ... رکھے۔ اور صدقہ و خیرات کی اور بہت سے غلام آزاد کئے۔ صحیح مسلم میں ایک روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس شرط پر کیسے صلح کی جائے کہ ہم میں سے جو ان کی طرف چلا جائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں جو شخص ہم میں کا ان سے جا ملے ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان میں کا جو شخص ہماری طرف مسلمان ہو کر آئے گا تو اگرچہ از روئے معاہدہ وہ واپس کر دیا جائے لیکن گھبرانے کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ قریب ہی میں اس کے لئے نجات کی صورت ضرور پیدا فرمائے گا۔ مگر الحمدللہ ایسی صورت پیش نہیں آئی کہ کوئی مسلمان مدینہ سے بھاگ کر مکہ گیا ہو۔ الغرض ان شرائط کے ساتھ صلح نامہ مکمل ہو گیا اور فریقین کے دستخط ہو گئے۔ مسلمان جوش میں بھرے ہوئے تھے اس لئے کچھ مسلمانوں کو ان شرائط کے ماننے میں تامل ہو رہا تھا مگر جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شرائط کو مان چکے تھے تو پھر کس کو انکار کی جرأت ہو سکتی تھی۔ مگر صحابہ کرام ان شرائط صلح سے اس قدر مغموم اور شکستہ خاطر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد تکمیل صلح کے صحابہ کو قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا مگر ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ جب آپ نے یہ دیکھا تو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور بطور شکایت یہ واقعہ بیان فرمایا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق گزری ہے۔ جس کی وجہ سے وہ افسردہ دل اور شکستہ خاطر ہیں اس وجہ سے فوراً تعمیل ارشاد نہ کر سکے۔ آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں باہر تشریف لے جایئے اور آپ قربانی کر کے سر منڈایئے۔ دوسرے خود بخود آپ کی اتباع کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے قربانی کرتے ہی سب نے قربانی شروع کر دی۔ مقصد ان روایات کو یہاں بیان کرنے سے یہ ہے کہ اس صلح کو صحابہ کرام اپنی شکست اور ذلت و ناکامی سمجھے ہوئے تھے لیکن تقریباً دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس ہوئے۔ جب مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے مابین پہنچے تو یہ سورۂ فتح نازل ہوئی جس کی ابتدا ہی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **انا فتحنا لک فتحاً مبیناً** اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔ غرض جس صلح کو صحابہ کرام اپنی شکست سمجھے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح مبین فرمایا پھر جیسا کہ گذشتہ درسوں میں بیان ہو چکا اللہ تعالیٰ نے اس صلح کے سلسلہ میں اہل ایمان کے صبر ضبط و تحمل کی مدح فرمائی اور ساتھ ہی فتح خیبر کی

بشارت سنائی گئی اور کثرت سے مال غنیمت اس میں ہاتھ لگنے کی پیشگوئی فرمائی گئی اور مزید فتوحات اور غنیمتوں اور مصلحتوں کا اظہار فرمایا گیا تا کہ اہل ایمان کے قلوب کو کامل تسلی وسکون حاصل ہو اور اللہ کی مشیت وحکمت کو جان کر اور زیادہ ایمان میں تقویت پیدا ہو۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مکہ والوں نے کفر پر کمر باندھی اور اے مسلمانو تمہیں مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ تک پہنچنے سے روک دیا اور قربانی کے جانور حرم کے اس حصہ تک پہنچنے نہ دیئے جہاں لے جا کر ذبح کرنے کا عام دستور اور معمول ہے یعنی منیٰ تک۔ ان قربانی کے جانوروں کو بھی انہوں نے حدیبیہ ہی میں روک دیا یہ سب ان کی شرارتیں تھیں اور اگر ان شرارتوں پر اللہ تعالیٰ اجازت دے دیتے کہ جاؤ ان کافروں سے لڑو اور ان کو تباہ و برباد کر دو تو کچھ بعید نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ قدیر ہونے کے ساتھ حکیم بھی ہیں۔ اس لئے اپنی حکمت سے اس موقع پر قتال کا حکم نہیں دیا اور ایک حکمت اس میں یہ بھی تھی کہ کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مکہ میں ایسے مظلوم اور مستور الحال تھے کہ ان کو پوری طرح مسلمان بھی نہ جانتے تھے۔ تو اگر لڑائی اور قتال کا حکم دیا جاتا تو بے خبری میں یہ مستور الحال غریب مظلوم مسلمان بھی تمہارے ہاتھ سے مارے جاتے اور پھر تمہیں افسوس ہوتا کہ ہائے لاعلمی میں یہ کیسی غلطی ہوئی کہ اپنے ہی بھائیوں کو مار ڈالا اس لئے اللہ تعالیٰ نے لڑائی کا حکم نہیں دیا اور حدیبیہ پر باہم صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ جس سے ایک یہ بھی فائدہ ہوا کہ ایک طرف تو اللہ کی طرف سے مکہ کے مظلوم مسلمان قتل ہونے سے بچ گئے اور دوسری طرف ان کافروں میں سے بھی جن کا اسلام لانا مقدر تھا ان کو بھی جنگ کے قتل وقتال سے بچا کر اپنی رحمت میں داخل کر دینا منظور تھا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اس طرح اللہ کی خاص رحمت کا حصہ ان کو بھی مل جائے۔ آگے بتلایا گیا کہ اگر مکہ کے مسلمان وہاں کے کافروں کے ساتھ رلے ملے نہ رہتے ہوتے تو پھر اللہ تعالیٰ تم کو اجازت دے دیتے کہ جاؤ اور کافروں کو تباہ کر دو اور ان پر بڑی دکھ درد بھری آفتیں نازل ہو جائیں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ان کو دردناک سزا دلواتے کیونکہ ان کفار نے تو ایسا اندھیر مچایا اور ایسی جہالت کی ضد پر اتر آئے کہ امسال عمرہ نہ کرنے دیا اور یہ شرط لگائی کہ جو مسلمان مکہ سے ہجرت کر جائے اسے پھر واپس بھیج دو اور اگلے سال عمرہ کو آؤ تو تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہرو اور ہتھیار کھلے نہ لاؤ اور صلح نامہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھو اور بجائے محمد رسول اللہ کے صرف محمد بن عبداللہ تحریر کرو یہ سب باتیں مسلمانوں کو غضبناک کرنے والی تھیں اور مسلمانوں نے سخت انقباض و اضطراب کے باوجود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے سر جھکا دیا اور بالآخر اس فیصلہ پر ان کے قلوب مطمئن ہو گئے اور اللہ سے ڈر کر نافرمانی کی راہ سے بچے اور کعبہ کے ادب پر مضبوطی سے قائم رہے اور کیوں نہ رہتے وہ دنیا میں خدائے واحد کے سچے پرستار اور کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے زبردست حامل و عامل تھے۔ ایک پکا موحد اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطیع و وفادار ہی اپنے جذبات و رجحانات کو عین جوش وخروش کے وقت اللہ کی خوشنودی پر قربان کر سکتا ہے حقیقی توحید یہی ہے کہ آدمی اس اکیلے مالک کا حکم سن کر اپنی ذلت وعزت کے سب خیالات بالائے طاق رکھ دے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا تھا اور بلاشبہ وہی اس کے مستحق اور اہل تھے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بستی یا شہر یا آبادی کے بعض نفوس کی وجہ سے ساری آبادی اور شہر کسی مصیبت اور وبال سے جو اس بستی کے اکثریت کے شامت اعمال سے ان پر آنے والا ہوتا ہے وہ اس بستی کے بعض لوگوں کی وجہ سے ٹال دیا جاتا ہے۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ بعض اوقات اپنے بعض مقبولین کے طفیل میں ساری بستی عذاب کی لپیٹ میں آجانے سے بچالی جاتی ہے۔

اب آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ میں خواب دیکھا تھا کہ ہم مکہ گئے ہیں اور عمرہ ادا کیا ہے اور سر کے بالوں کو کسی نے منڈایا اور کسی نے کتروایا تو حدیبیہ میں رک جانے اور وہاں سے مدینہ بغیر عمرہ کے واپس ہونے پر بعض صحابہ نے تعبیر خواب کے متعلق حضورؐ سے سوال کیا تھا کہ تعبیر خواب تو پوری نہ ہوئی اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے خواب کی تصدیق وتحقیق فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابق واقع کے ہے، کہ تم لوگ مسجد حرام میں ان شاء اللہ ضرور جاؤ گے امن و امان کے ساتھ

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ

کہ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا اور کوئی بال کتراتا ہوگا تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا، سو اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں، پھر اس سے پہلے ایک فتح

فَتْحًا قَرِيْبًا ۞ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۞

دے دی، وہ اللہ ایسا ہے کہ اُس نے اپنے رسول کو ہدایت دی، اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اُس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ یقیناً سچا دکھایا	اللّٰهُ اللہ	رَسُوْلَهُ اپنے رسول کو	الرُّءْيَا خواب	بِالْحَقِّ حقیقت کے مطابق	لَتَدْخُلُنَّ البتہ تم ضرور داخل ہوگے			
الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مسجد حرام	اِنْ اگر	شَآءَ اللّٰهُ اللہ نے چاہا	اٰمِنِيْنَ امن و امان کے ساتھ	مُحَلِّقِيْنَ منڈاتے ہوئے	رُءُوْسَكُمْ اپنے سر			
وَمُقَصِّرِيْنَ اور کتراتے ہوئے	لَا تَخَافُوْنَ تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا	فَعَلِمَ پس اس نے معلوم کرلیا	مَا لَمْ تَعْلَمُوْا جو تم نہیں جانتے	فَجَعَلَ پس کردی اس نے				
مِنْ دُوْنِ اس سے ورے (پہلے)	ذٰلِكَ اس	فَتْحًا قَرِيْبًا ایک قریبی فتح	هُوَ وہ	الَّذِيْٓ اَرْسَلَ جس نے بھیجا	رَسُوْلَهٗ اپنا رسول	بِالْهُدٰى ہدایت کے ساتھ		
وَدِيْنِ اور دین	الْحَقِّ حق	لِيُظْهِرَهٗ تاکہ اسے غالب کردے	عَلٰى پر	الدِّيْنِ دین	كُلِّهٖ تمام	وَكَفٰى اور کافی ہے	بِاللّٰهِ اللہ	شَهِيْدًا گواہ

تفسیر و تشریح: ابتدائے سورۃ میں ذکر ہو چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے چھٹے سال مدینہ منورہ میں خواب دیکھا تھا کہ ہم مسجد حرام یعنی حرم کعبہ میں امن سے گئے ہیں۔ ارکان حج و عمرہ باطمینان بجا لارہے ہیں اور سر منڈا کر اور بال کتروا کر حلال ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ حج یا عمرہ میں کیا کرتے ہیں۔ اس خواب کو آپ نے بعض اصحاب سے بیان بھی فرما دیا تھا اتفاق سے آپ کا قصد اسی سال عمرہ کا ہو گیا۔ صحابہ نے یہ خیال عموماً دل میں جما لیا کہ اسی سال ہم مکہ پہنچیں گے اور عمرہ ادا کریں گے چنانچہ جب صلح مکمل ہو کر حدیبیہ سے واپسی ہوئی تو بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن و امان سے مکہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ کریں گے آپ نے فرمایا کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو بیشک یونہی ہو کر رہے گا۔ تم امن و امان سے مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے اور تم میں سے کوئی سر منڈوا کر اور کوئی بال کتروا کر احرام کھولے گا اور وہاں جانے کے بعد کسی طرح کا کھٹکا نہ ہوگا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ سے اگلے سال یعنی ۷ھ میں ایسا ہی ہوا۔ اسی خواب کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خواب میں دکھایا تھا وہ بالکل سچا تھا اور واقع میں یونہی ہو کر رہے گا لیکن اس سال اس کو ملتوی کر دینے میں بہت سی مصلحتیں تھیں جنہیں تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ ان مصلحتوں کو خوب جانتے ہیں مکہ میں فی الحال جنگ و قتال ہونا مناسب نہ تھا اس لئے اس وقت وہاں صلح ہو گئی اب انشاء اللہ ایک سال بعد خواب کی تعبیر پوری ہوگی اور تم اطمینان کے ساتھ بے خوف و خطر مکہ آؤ گے مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ عمرہ کے ارکان ادا کرو گے اور سر منڈا کر یا بال تراشوا کر احرام کھولو گے۔ اس وقت مکہ پر لڑائی روک کر اس کے بدلہ ایک اور فتح تمہارے لئے مقرر کی اور تم عنقریب خیبر پر چڑھائی کر کے اسے فتح کرو گے اور وہاں سے بہت سا مال غنیمت تمہارے ہاتھ آئے گا آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ اور اصول و فروع عقائد و احکام ہر اعتبار سے یہ ہی دین سچا اور یہی راہ سیدھی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اور اسی دین کو وہ سب دینوں پر غالب بھی کرے گا۔ چنانچہ الحمد للہ اس دین کو اللہ نے ظاہر میں بھی سینکڑوں برس تک سب مذاہب پر غالب کیا اور مسلمانوں نے تمام مذاہب والوں پر صدیوں تک بڑی شان و شوکت سے حکومت کی اور

یعنی یہ کہ دنیا کے خاتمہ کے قریب ایک وقت آنے والا ہے جیسا کہ حدیث میں پیشگوئی فرمائی گئی ہے جبکہ دنیا میں ہر چہار طرف دین برحق کی حکومت ہوگی۔ باقی حجت اور دلیل کے اعتبار سے تو دین اسلام ہمیشہ ہی غالب رہا گیا اور رہے گا۔ اللہ اس دین کی حقانیت کا گواہ ہے اور اس کی گواہی سے بڑھ کر کسی کی گواہی نہیں ہو سکتی۔

یہاں اس آیت کے ماتحت هو الذیٓ ارسل رسوله بالهدٰی و دین الحق لیظهره علی الدین کله علمائے دین اسلام کی حقانیت اور دوسرے مذاہب پر اس کی برتری اور اس کی صداقت کے دلائل اجمالاً وتفصیلاً کثرت سے بیان فرمائے ہیں اور بلا مبالغہ سینکڑوں مصنفین نے حقانیت وصداقت اسلام پر مستقل کتابیں لکھی ہیں یہاں اس مختصر درس میں اس کی تو گنجائش نہیں کہ کوئی طول طویل مضمون اس موضوع پر نقل کیا جائے تاہم وہ ۲۱ خصوصیات دین اسلام جو سیرت نبوی ''رحمۃ للعالمین'' کے مصنف علامہ قاضی محمد سلیمان صاحبؒ نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین میں لکھی ہیں ان کے صرف عنوانات بیان کئے جاتے ہیں ہر عنوان پر تفصیلی اور مدلل مضمون خود کتاب میں دیکھا جا سکتا ہے وہ ۲۱ عنوان خصائص اسلام کے حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اسلام ہی دین التوحید ہے
(۲) اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے۔
(۳) اسلام ہی اخلاق حسنہ کا معلم ہے۔
(۴) اسلام ہی نے رحم وعدل کے مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔
(۵) اسلام ہی علم اور علماء کا حامی ہے۔
(۶) اسلام ہی دین العمل ہے۔
(۷) اسلام ہی مذہب اخوت ہے۔
(۸) اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند تر کیا ہے۔
(۹) اسلام ہی غیر متعصب دین ہے۔
(۱۰) اسلام ہی دین المحبت ہے۔
(۱۱) اسلام ہی مساوات کا بانی ہے۔
۱۲) اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا ہے۔
(۱۳) اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے۔
(۱۴) اسلام ہی اپنے مہد وگہوارہ میں آج تک قائم ہے۔
(۱۵) اسلام ہی دین تمدن ہے۔
(۱۶) اسلام ہی وہ فیض رساں دین ہے جس سے اقوام عالم نے بالواسطہ فیوض بھی حاصل کئے۔
(۱۷) اسلام ہی نے ہدایت الٰہیہ کو ربوبیت خالقیہ کی طرح کل عالم کے لئے عام بنایا۔
(۱۸) اسلام ہی دین البر یعنی نیکی کا مذہب ہے۔
(۱۹) اسلام ہی دین التقویٰ یعنی پارسائی کا مذہب ہے۔
(۲۰) اسلام ہی دین الصدق یعنی سچائی کا مذہب ہے۔
(۲۱) اسلام ہی دین الحسن والجمال ہے۔

علامہ موصوف نے ہر عنوان پر قرآن وحدیث کی تعلیمات کے ساتھ غیر مذاہب کی روایات وتعلیمات بھی پیش کر کے عقلاً ونقلاً اسلام کی برتری وصداقت کو بیان کیا ہے جو غیر مسلموں کے لئے بھی قابل دید ہے۔

یہاں آیت میں لتدخلن المسجد الحرام ان شآء الله امنین جو فرمایا گیا یعنی صحابہ کرامؓ کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے تو یہاں حق تعالیٰ نے آئندہ ہونے والے داخلہ مسجد حرام کے ساتھ انشاء اللہ کا لفظ استعمال فرمایا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنی مشیت کے عالم اور مالک ہیں۔ حق تعالیٰ کو انشاء اللہ کہنے کی کیا ضرورت تھی لیکن مفسرین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سب بندوں کو تعلیم دینے کے لئے اس جگہ لفظ انشاء اللہ حق تعالیٰ نے بھی استعمال فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آئندہ ہونے والے کاموں کے لئے انشاء اللہ کہنے کی تاکید ہے اور کہنا چاہئے۔

الغرض یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تصدیق فرمائی گئی اور بشارت سنائی گئی کہ انشاء اللہ خواب کے مطابق مسلمان مکہ میں امن وامان سے عمرہ ادا کریں گے۔ آگے مشرکین مکہ نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ رسول اللہ لکھے جانے پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا کہ محمد رسول اللہ کے بجائے محمد بن عبداللہ لکھا جائے۔ حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق فرماتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

مُحَمَّدٌ محمد	رَّسُوۡلُ اللّٰہِ اللہ کے رسول	

تفسیر وتشریح: یہ سورۂ فتح کی آخری آیت کا ایک جملہ ہے یہ درس اسی ایک جملہ کی تشریح وتفسیر سے متعلق ہے۔ گذشتہ آیت کے خاتمہ پر فرمایا گیا تھا۔ وکفیٰ باللہ شھیداً (اور اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت پر کافی گواہ ہے) جس سے یہ جتلایا گیا تھا کہ وہ منکرین و مشرکین جو آپ کی رسالت کے منکر ہیں تو ہوا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کی تصدیق فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت پر کافی گواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی گواہی یہی ہے کہ اس نے آپ کی رسالت پر ناقابل تردید دلائل قائم کئے۔ پس دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں جس سلسلہ میں کہ اس سورۃ کا نزول ہوا یعنی صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں تو اس مناسبت سے اس جملہ محمد رسول اللہ میں اثبات رسالت کے ساتھ آپ کے لئے ایک تسلی بھی ہے۔ یہ صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ قریش کے قاصد جب حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صلح کی غرض سے حاضر ہوئے تو دیر تک صلح اور شرائط صلح پر گفتگو ہوتی رہی۔ چنانچہ جب شرائط صلح طے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو تحریر معاہدہ کا حکم دیا اور سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کا حکم دیا۔ قریش کے قاصد نے اس پر اعتراض کیا کہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہیں جانتا۔ قدیم دستور کے موافق صرف باسمک اللّٰھم لکھا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا یہی لکھو۔ پھر فرمایا کہ یہ لکھو یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول نے صلح کی ہے"۔ قاصد نے کہا کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر نہ آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے لڑتے۔ بجائے محمد رسول اللہ کے محمد بن عبداللہ لکھا جائے آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگرچہ تم میری تکذیب کرو اور حضرت علیؓ سے فرمایا یہ الفاظ مٹا کر ان کی خواہش کے مطابق خالی میرا نام لکھ دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو ہرگز آپ کا نام نہ مٹاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا وہ جگہ دکھلاؤ جہاں تم نے لفظ رسول اللہ لکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتلائی آپ نے خود اپنے دست مبارک سے لفظ رسول اللہ کو مٹایا اور حضرت علیؓ کو محمد بن عبداللہ لکھنے کا حکم دیا۔ تو اس جملہ محمد رسول اللہ میں اثبات رسالت کے ساتھ آپ کی تسلی بھی ہے کہ اگر ان منکرین نے صلح نامہ میں آپ کے نام کے ساتھ لفظ رسول اللہ نہیں لکھنے دیا تو حق تعالیٰ اپنے قرآن میں آپ کے نام کے ساتھ یہ لفظ قیامت تک باقی رہنے کے لئے لکھ دیتے ہیں۔ تو اس قرآنی جملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب بھی بتا دیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد اور احمد لائے گئے ہیں۔ باقی متعدد اسمائے صفات والقاب ہیں۔ آپ کا اسم گرامی محمد جو آپ کا پیدائشی نام تھا۔ قرآن پاک میں چار جگہ آیا ہے۔ ایک چوتھے پارہ سورۂ آل عمران میں دوسرے ۲۲ ویں پارہ سورۂ احزاب میں۔ تیسرے ۲۶ ویں پارہ سورۂ محمد میں اور چوتھے اس سورۂ فتح میں اور دوسرا ذاتی نام احمد صرف ایک جگہ ۲۸ ویں پارہ سورۂ صف میں آیا ہے۔ یہاں موقع کی مناسبت سے مناسب معلوم ہوا کہ اس جگہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو ناموں کی قدرے مزید تشریح کر دی جائے جو سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترجمان السنۃ میں ایک حدیث کی تشریح کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو اسمائے اعلام کے متعلق لکھا ہے کہ قاضی عیاضؒ جو مشہور مشائخ طریقت میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک بے نظیر تھی اس طرح آپ کے یہ اسماء یعنی محمد احمد بھی بے مثل تھے۔ آپ سے پہلے کسی کے ذہن میں ان اسماء کا تصور بھی نہ

آیا تھا۔ حتیٰ کہ جب آپ کی ولادت کا زمانہ نزدیک آ گیا۔ کاہنوں منجموں اور اہل کتاب نے نام لے کر آپ کی آمد کی بشارتیں دیں تو لوگوں نے اس نبی منتظر کی طمع میں اپنی اولاد کا نام محمد و احمد رکھنا شروع کر دیا۔ جہاں تک تاریخ سے ثابت ہوتا ہے جن کے نام عرب میں آپ سے قبل محمد و احمد رکھے گئے تھے ان کی کل تعداد چھ تک ہے۔ ساتواں کوئی شخص ثابت نہیں ہوتا۔ حافظ ابن قیم اسم محمد کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محمد وہ ہے جس میں بکثرت تعریف کے اوصاف پائے جائیں اور جس کی اتنی تعریف کی جائے جتنی کسی اور بشر کی نہ کی جائے اس کو محمد کہتے ہیں اسی لئے تورات میں آپ کا نام محمد ہی ذکر کیا گیا کیونکہ آپ کے اوصاف حمیدہ۔ آپ کی امت اور آپ کے دین کے فضائل و کمالات کا اتنی کثرت سے اس میں ذکر تھا کہ حضرت موسیٰ جیسے اولوالعزم رسول کو بھی آپ کی امت میں ہونے کی آرزو ہونے لگی۔ صلی اللہ علیہ وسلم احمد یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں معنےٰ میں مستعمل ہوسکتا ہے پہلی صورت میں اس کے معنیٰ ہیں ''تمام تعریف کرنے والوں میں اپنے پروردگار کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا''۔ اور دوسری صورت میں اس کے معنیٰ ہیں۔ ''تمام لوگوں میں سب سے زیادہ تعریف کے قابل اور ثناء کا مستحق'' ان دونوں ناموں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ اپنے خلق و خصائل کی وجہ سے اس کے مستحق ہیں کہ سب سے کامل تعریف آپ کی ہو۔ اس تحقیق کے بعد ان دونوں مفہوموں کے لحاظ سے سطح عالم پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ اسماء جتنی حقیقت اور جتنی صداقت کے ساتھ آپ کی ذات مبارک کے ساتھ چسپاں ہیں اتنے کسی اور پر نہیں۔ خالق سے مخلوق تک۔ انبیاء علیہم السلام سے لے کر جن و ملک تک حیوانات سے لے کر جمادات تک غرض ہر ذی روح اور ہر غیر ذی روح سب ہی نے آپ کی تعریفیں کی ہیں اور آج بھی کروڑوں انسانوں کی زبانیں دن میں نہ معلوم کتنی بار آپ کی تعریف کے لئے متحرک رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ کفار میں بھی ایک معقول طبقہ ایسا ہے جو اگر چہ آپ کا دین تسلیم نہیں کرتا مگر آپ کی دیانت و امانت عدل و انصاف صداقت و راست بازی' فراست اور عقلمندی کا ثنا خواں ہے اس لئے اگر آپ ازل سے

ابد تک دنیا کی طرف کان لگائیں تو جس کی سب سے زیادہ اور سب سے بہتر تعریف آپ کے کان سنیں گے وہ مبارک ہستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی ہوگی۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حمد کو ہر پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی خصوصیت حاصل ہے۔ اسی بنا پر سورۃ الحمد خاص کر آپ کو ہی مرحمت ہوئی۔ آپ کی ہی امت کا لقب حمادوں یعنی خدا کی بڑی تعریف کرنے والی امت ہے اور محشر میں لواء الحمد یعنی حمد کا جھنڈا بھی آپ ہی کے ہاتھوں میں ہوگا اور آپ ہی کے مخصوص مقام کا نام مقام محمود ہے۔ آپ کی شریعت میں بھی کھانے کے بعد پینے کے بعد دعا کے بعد سفر سے واپسی کے بعد چھینک کے بعد غرض بہت سے مختلف مواضع پر خدا کی حمد سکھائی گئی ان تمام تعریفوں کو بجا طور پر آپ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے کیونکہ مختلف تعریفیں ہر زمانہ میں بے شمار انسانوں کی زبانوں سے جو ہوتی ہیں وہ درحقیقت آپ ہی کی تعلیم کا نتیجہ ہیں۔ اس کے بعد غور کیجئے کہ جتنی خدا کی تعریف فضاء عالم میں آپ کے ذریعہ سے گونجی کیا کبھی کسی اور کے ذریعہ سے گونجی ہے اور اسی کے ساتھ جتنی کثرت کے ساتھ خدا کی غیر متناہی مخلوق نے آپ کی تعریفیں کیں اتنی کسی اور شخصیت کی کی ہیں؟ پس ہر اعتبار سے حمد کی جتنی خصوصیت آپ کی ذات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے اتنی کسی اور ذات کے ساتھ ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے احمد و محمد نام پانے کے لئے بھی آپ ہی کی ذات منتخب ہونی چاہئے اس لئے آپ سے پہلے بھی جس نے یہ نام رکھا آپ کی اتباع میں رکھا اور بعد میں جس نے اس نام کو اختیار کیا آپ ہی کے اتباع میں کیا۔ **اللھم صل وسلم وبارک علیہ** شیخ اکبرؒ ایک عجیب اور نکتہ لکھ گئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حمد ہمیشہ آخر میں ہوتی ہے جب کھا پی کر فارغ ہو لیتے ہیں تو خدا کی حمد کرتے ہیں جب سفر ختم کر کے گھر واپس آتے ہیں تو خدا کی حمد کرتے ہیں اسی طرح جب دنیا کا طویل و عریض سفر ختم کر کے جنت میں داخل ہوں گے تو خدا کی حمد کریں گے اور کہیں گے واخر دعونآ **ان الحمد للہ رب العلمین** اس دستور کے موافق مناسب ہے کہ جب سلسلہ رسالت ختم ہو تو یہاں بھی آخر میں خدا کی حمد ہو اس لئے جو نبی سب سے آخر میں آئے ان کا نام محمد رکھا گیا ہے۔

بے شک جوذات پاک کہ حسن وخوبی کی تمام رعنائیوں اور زیبائشوں کا مجموعہ ہواس کے اسماء بھی حسن وخوبی کا مجموعہ ہونے چاہئیں۔

الغرض اسلام کی تمام معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک بھی اپنے معانی کے لحاظ سے مختلف خوبیوں کا مرقع اور بہتیرے فضائل کا خلاصہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم اب یہاں کچھ اس نام محمد یا احمد رکھنے کی عام فضیلت بھی سن لیجئے۔ رفاہ المسلمین فی شرح مسائل اربعین میں حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب دہلویؒ جونواسے اور جانشین تھے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے وہ ایک سوال کے جواب میں کہ جب فرزند تولد ہوتو اس لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھنا کیسا ہے اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ لڑکے کا نام محمد یا احمد رکھنا مستحب ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں کا نام میرے نام پر رکھو اور سنن ابی داؤد میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکوں نام پیغمبروں کے نام پر رکھا کرو اور طبرانیؒ نے جامع کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کے تین لڑکے ہوں پھر اس نے ان میں سے ایک کا نام بھی محمد نہ رکھا تو بڑی نادانی کی یعنی بسبب اپنی نادانی کے ایسی بڑی نعمت و برکت سے محروم رہا۔ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن سب ناموں سے زیادہ محبوب ہیں اور یہ بھی مروی ہے کہ سب ناموں میں بہتر وہ نام ہے جو مشتق حمد سے ہو۔ جیسے محمد، احمد، حامد، محمود وغیرہ اور وہ نام جو منسوب بعبدیت ہو۔ جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، اور عبدالرحیم، عبدالکریم وغیرہ مگر ہم اپنی دینی بدحالی کے کس کس پہلو کو روئیں۔ اگرچہ عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم، غیرہ بہترین ناموں میں سے ہیں مگر اب دین کی کمی اور ادب کی قلت کی وجہ سے علماء ان ناموں کو رکھنے سے منع کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے چنانچہ اب انگریزی دانوں میں فیشن ہوگیا ہے کہ عبدالرحمٰن کو اے رحمٰن A. RAHMAN لکھتے ہیں اور اپنے دکانوں کے نام رحمٰن اینڈ کو RAHMAN&Co یا رحمٰن اینڈ سنز RAHMAN&Sons یا رحمٰن برادرس RAHMAN BROS رکھتے ہیں یہ بالکل ناجائز اور گناہ ہے۔ احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ جس لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی تعظیم کیا کرو اور اخبار و روایات میں وارد ہے کہ جس شخص کا نام محمد ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس کی شفاعت فرما کر بہشت میں لاویں گے اور اشرف الوسائل شرح الشمائل میں لکھا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ اپنی اولاد کا نام قصداً وتاکیداً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں سے رکھے اس واسطے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے رسول قسم کھاتا ہوں میں اپنی عزت اور جلال کی کہ جس شخص کا نام تیرے نام سے موسوم ہوگا میں اس کو ہرگز آتش دوزخ سے عذاب نہ دوں گا اور ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر عہد کرلیا ہے کہ جس کسی کا نام محمد یا احمد ہوگا میں اس کو ہرگز دوزخ میں نہ ڈالوں گا۔ سبحان اللہ۔ پاک ہے وہ ذات اللہ جس نے اپنے نبی کا ایسا پاک نام رکھا اور پاکیزہ ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جسے اس کے معبود نے ایسی فضیلتوں سے نوازا صلی اللہ علیہ وسلم۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہم بھی لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی اور شہادت دیتے ہیں اے اللہ آپ ہماری اس گواہی لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو قبول فرما کر اس شہادت کو ہماری مغفرت ونجات کا ذریعہ بنادیجئے اور ہمیں اس کلمہ کے مطالبہ اور حقوق کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ

اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں،

اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں، ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ اُن کے اوصاف توریت میں ہیں، اور انجیل میں اُن کا

فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

یہ وصف ہے۔ کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو قوی کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگے،

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹

تاکہ ان سے کافروں کو جلاوے، اللہ تعالیٰ نے اُن صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں، مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	مَعَهٗ ان کے ساتھ	اَشِدَّآءُ بڑے سخت	عَلَى الْكُفَّارِ کافروں پر	رُحَمَآءُ رحم دل	بَيْنَهُمْ آپس میں	تَرٰىهُمْ تو انہیں دیکھے گا
رُكَّعًا رکوع کرتے	سُجَّدًا سجدہ ریز ہوتے	يَبْتَغُوْنَ وہ تلاش کرتے ہیں	فَضْلًا فضل	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے۔ کا	وَرِضْوَانًا اور رضامندی	
سِيْمَاهُمْ ان کی علامت	فِيْ وُجُوْهِهِمْ ان کے چہروں میں۔ پر	مِّنْ سے	اَثَرِ السُّجُوْدِ سجدوں کا اثر	ذٰلِكَ یہ	مَثَلُهُمْ انکی مثال (صفت)	
فِي التَّوْرٰىةِ توریت میں	وَمَثَلُهُمْ اور ان کی مثال (صفت)	فِي الْاِنْجِيْلِ انجیل میں	كَزَرْعٍ جیسے ایک کھیتی	اَخْرَجَ اس نے نکالی	شَطْاَهٗ اپنی سوئی	
فَاٰزَرَهٗ پھر اسے قوی کیا	فَاسْتَغْلَظَ پھر وہ موٹی ہوئی	فَاسْتَوٰى پھر وہ کھڑی ہوگئی	عَلٰى سُوْقِهٖ اپنی جڑ (نال) پر	يُعْجِبُ وہ بھلی لگتی ہے	الزُّرَّاعَ کسان (جمع)	
لِيَغِيْظَ تاکہ غصہ میں لائے	بِهِمُ ان سے	الْكُفَّارَ کافروں	وَعَدَ اللّٰهُ وعدہ کیا اللہ نے	الَّذِيْنَ ان سے جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	
	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے اعمال کئے اچھے	مِنْهُمْ ان میں سے	مَغْفِرَةً مغفرت	وَاَجْرًا اور اجر	عَظِيْمًا عظیم	

تفسیر و تشریح: یہ اس سورۂ فتح کی آخری آیت ہے۔ گذشتہ درس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہو چکا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اثبات فرمایا گیا تھا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں۔ اب اس کے آگے آیت میں آپ کے صحابہ کرام کی صفت وثنا بیان فرمائی جاتی ہے یہ گذشتہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ یہ سورۃ صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی اور صلح حدیبیہ بظاہر صحابہ کرام کی نظر میں مغلوبانہ صلح تھی جس سے ان حضرات کے دل بے چین ہو گئے تھے لہٰذا اس پوری سورۃ میں شروع سے آخر تک عجیب عجیب طریقہ سے صحابہ کرام کی دلداری اور دلدہی فرمائی گئی ہے کہیں فتح ونصرت کے وعدے دیئے گئے کہیں دشمنوں کو ان کے ہاتھوں ذلیل کرنے کی خوشخبری سنائی گئی کہیں جنہوں نے سفر حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر نہ کیا تھا ان کو تہدید و تنبیہ کی گئی۔ اور جنہوں نے بیعت رضوان میں شرکت فرمائی ان کو حق تعالیٰ کی رضامندی کی بشارت سنائی گئی پھر کہیں اس موقع پر جنگ نہ ہونے اور صلح ہو جانے کی مصلحت وحکمت بیان فرمائی گئی کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تصدیق فرما کر صحابہ کرام کے قلوب کو تسکین عنایت کی گئی۔ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لے کر آپ کی صفت رسالت کو ظاہر فرمایا تھا اور اس کے بعد اس آخری آیت میں صحابہ کرامؓ کے فضائل بیان فرمائے جاتے ہیں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سورۃ کے شان نزول سے ظاہر ہے کہ یہ فضائل جو یہاں بیان

فرمائے گئے ہیں ان صحابہ کرامؓ کے ہیں جو سفر حدیبیہ میں آپ کے ہمراہ تھے جن میں خلفائے اربعہ بھی شامل ہیں۔ تو یہاں صحابہ کرامؓ کے چار صفات و مضامین اس آیت میں بیان فرمائے گئے:۔

پہلی صفت بیان فرمائی گئی **اشدآء علی الکفار** یعنی خدا کے دشمنوں کفار و مشرکین پر سخت ہیں جس سے کافروں پر رعب پڑتا ہے اور کفر سے نفرت و بیزاری کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ کفار کے مقابلہ میں ڈھیلے نہیں پڑتے اور کسی طرح پر ان سے مرعوب نہیں ہوتے بغض فی اللہ کے یہی معنی ہیں۔ **اشدآء علی الکفار** سے مراد یہ نہیں ہے کہ کافروں پر ظلم کرتے ہیں بلکہ شدت سے مراد یہی ہے کہ کفار کو مرعوب و مقہور رکھتے ہیں۔

دوسری صفت بیان فرمائی **رحمآء بینھم** یعنی آپس میں مسلمانوں کے ساتھ مہربان ہیں۔ یعنی ان کا برتاؤ اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ شفقت محبت و ہمدردی کا رہتا ہے اور حب فی اللہ کے یہی معنی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص اپنی محبت اور بغض و عداوت دونوں کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ دونوں صفات اور خصوصیات ہر مسلمان سے مطلوب ہیں اور ہر مسلمان میں یہ صفات ہونا چاہئیں لیکن اب اس دور کے مسلمان اس آیت کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ کر اپنے حال پر غور کریں کہ کفر و بے دینی کے مقابلہ میں کتنی سختی اور ایمان اور مسلمانوں کے معاملہ میں کتنی نرمی شفقت و ہمدردی ہم میں پائی جاتی ہے۔ اب تو یہ حال ہے الا ماشآء اللہ کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا مخالف اور وہ بھی محض دنیا کے لئے تو ایک دوسرے کے ساتھ نرمی شفقت اور ہمدردی تواضع اور انکساری کا تو کیا ذکر بلکہ ایک دوسرے کی جان مال عزت آبرو ہر چیز کو مٹانے کے درپے ہو جاتا ہے اور بے دینوں کفار و مشرکین اور اعدائے اسلام جن کے مقابلہ میں سختی ہونا چاہئے ان سے دبتے ہیں اور مرعوب ہیں اور ان کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ آپس کی محبت اور نرم دلی میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر کسی ایک عضو میں درد ہو تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ملا کر بتائیں۔

الغرض یہ دو صفات صحابہ کرامؓ کی جو اوپر بیان ہوئیں یہ تو ان کے معاملات بنی نوع انسان کے ساتھ جو تھے اس کے متعلق بیان ہوئیں۔ اب آگے ان کے وہ معاملات جو اپنے خدا کے ساتھ تھے وہ بیان فرمائے جاتے ہیں۔

چنانچہ تیسری صفت یہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ وہ ہر وقت عبادت الٰہی میں لگے رہتے ہیں یعنی نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں۔ جب دیکھو رکوع و سجود میں پڑے ہوئے اللہ کے سامنے نہایت اخلاص کے ساتھ وظیفۂ عبودیت ادا کر رہے ہیں اور پھر ریا اور نمود کا شائبہ نہیں بس اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش ہے۔ یہ صحابہ کرامؓ کے کمال اخلاص کا بیان ہے کہ ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا اور وہ بڑے عبادت گزار اور باخدا لوگ تھے۔ علما نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کو بری باتوں سے متصف کرنا اور ان میں سے کسی کے متعلق بدزبانی یا بدگمانی کرنا یہ بڑی خباثت اور بدباطنی کی بات ہے اور اس آیت کی مخالفت کرنی ہے۔

احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملے میں۔ میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ مت بناؤ کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کا قصد کرے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے گا (معارف القرآن جلد ۸)

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی محبت ہم کو نصیب فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنا نصیب فرمائے آمین۔

آگے صحابہ کرام کی چوتھی صفت بیان فرمائی گئی کہ ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار وانوار ان کے چہروں سے ظاہر ہیں۔ان کے چہروں پر خاص قسم کا نور اور رونق ہے گویا خشیت وخشوع اور حسن نیت واخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کررہی ہیں۔

اس کے بعد آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان برگزیدہ بندوں یعنی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل توریت اور انجیل میں بیان کئے تھے۔ مقصود یہ کہ یہ لوگ آج سے ہمارے محبوب نہیں ہوئے بلکہ روز ازل سے ہمارے منظور نظر ہیں۔ ہم ان کے دنیا میں آنے سے صدیوں پہلے توریت وانجیل میں ان کا تذکرہ کر چکے ہیں اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی شان پہلی کتابوں میں بھی بیان ہو چکی ہیں پھر صحابہ کرام کے بتدریج ترقی کرنے کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی۔کھیتی کی چار حالتیں بیان کی گئیں:۔

پہلی حالت دانہ سے پھوٹ کر کھونٹی کا نکلنا۔ یہ حالت آغاز وجود کی ہے اور نہایت کمزوری حالت ہے یہی حالت صحابہ کرام کی قبل ہجرت تھی۔

دوسری حالت کہ وہ کھونٹی جو نکلی تھی یا ڈنٹھل جو چھوٹا تھا اس کا مضبوط ہونا جس سے امید پیدا ہوتی ہے کہ یہ کونپل جو پھوٹی ہے ضائع نہ ہوگی بلکہ درخت بنے گا۔ یہ حالت بعد ہجرت پیدا ہوئی۔ ہجرت کرنے سے ظالموں کے ظلم سے رہائی ملی اور آئندہ امیدوں کے اسباب پیدا ہوئے۔

تیسری حالت کھیتی کے پودوں کا موٹا ہو جانا ہے یہ حالت حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت میں حاصل ہوئی کہ کسریٰ اور قیصر کی سلطنتیں اور بڑے بڑے ملک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔

چوتھی حالت اس کھیتی کے پودوں کا اپنے تنوں پر سیدھا کھڑا ہو جانا ہے اور یہ انتہائی کمال کی حالت ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حاصل ہوا کہ اطراف و جوانب کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر بھی اسلام کا قبضہ ہو گیا اور ہر جگہ باقاعدہ معلم وقاضی مقرر ہو گئے۔غرض کہ کوئی حالت منتظرہ کمال کی باقی نہ رہی تو اس کھیتی کی مثال بیان فرمانے سے دو باتیں ظاہر ہوئیں۔

اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو ترقی بتدریج ہوگی۔

دوسرے یہ کہ ترقی انتہائے کمال تک پہنچنے کے بغیر نہ رکے گی۔

چنانچہ الحمدللہ ایسا ہی ہوا۔اس مثال کے بعد فرمایا کہ کسان اپنی کھیتی کو اس طرح ترقی کرتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو اسی طرح خدا اور رسول جو اس دین اسلام کی کھیتی کے بونے والے ہیں وہ اپنی اس کھیتی کو سرسبز دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اس اسلامی کھیتی کی یہ بہار رونق اور تازگی دیکھ کر کافروں اور بدخواہوں کے دل غیظ وحسد سے جلتے ہیں۔ یہ ترقی چونکہ دنیاوی ترقی تھی اس لئے ضروری ہوا کہ صحابہ کرام کے اخروی انعامات بھی بیان فرما دیئے جائیں لہٰذا ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے دو چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے:۔

ایک مغفرت کا یعنی اگر ان سے کوئی خطا سرزد ہو جائے گی تو وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دیں گے۔

دوسرے اجر عظیم کا کہ آخرت میں بڑے بلند مراتب عطا ہوں گے۔

اسی مغفرت واجر عظیم کی بشارت پر سورۃ کو ختم فرمایا۔الحمدللہ سورۂ فتح کا بیان اس درس پر ختم ہوا۔اس کے بعد انشاءاللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

دعا کیجئے

یااللہ دین اسلام کی کھیتی کو پھر از سرنو سرسبز شاداب فرما دیجئے اور بے دینی کی فضاؤں کو ختم فرما دیجئے۔ یااللہ صحابہ کرام کے طفیل میں ہم کو آخرت میں اپنی مغفرت اور اجر عظیم نصیب فرما دیجئے۔ یااللہ اپنے دین برحق کو آپ ہی سنبھالیں اور اس کو اجاگر کرنے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمائیں۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تعلیمی درس قرآن... سبق - ۳۳ ۸۱ سورۃ الحجرات پارہ-۲۶

6

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①

اے ایمان والو، اللہ اور رسول سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے (مومن)	لَا تُقَدِّمُوْا نہ آگے بڑھو تم	بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ اللہ کے سامنے۔آگے	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کا رسول
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ سے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	سَمِيْعٌ سننے والا	عَلِيْمٌ جاننے والا	

تفسیر وتشریح: الحمد للہ اب ۲۶ ویں پارہ کی سورۂ حجرات کا بیان شروع ہورہا ہے۔اس وقت اس سورۃ کی صرف ایک ابتدائی آیت کی تشریح کی جائے گی جس سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام وزمانہ نزول خلاصۂ مضامین تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔اس سورۃ کے پہلے رکوع کی چوتھی آیت میں لفظ حجرات استعمال ہوا ہے جو حجرہ کی جمع ہے جس کے معنیٰ ہیں وہ بند جگہ جو سونے والے کی حفاظت کرے اور کسی کو باہر سے نہ گھسنے دے۔یعنی کوٹھڑی خلوت خانۂ پردہ کا مکان یہاں حجرات سے مراد ازواج مطہرات کے مکانات ہیں۔چونکہ آگے اس سورۃ میں ایک ادب سکھلایا گیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ یعنی مکان کے اندر تشریف فرما ہوں۔تو حجرہ کے باہر سے آپ کو پکارا نہ جائے کہ یہ گستاخانہ انداز ہے بلکہ صبر کے ساتھ باہر انتظار کیا جائے۔جب آپ حجرہ سے باہر تشریف لائیں تو اس وقت ملاقات کی جائے۔اسی بناء پر نشان کے طور پر اس سورۃ کا نام حجرات مقرر ہوا یہ سورۃ مدنی ہے اور مدینہ منورہ میں ہجرت کے نویں سال نازل ہوئی۔موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۴۹ ویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۱۱۲ لکھا ہے۔یعنی ۱۱۱ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور صرف دو سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔اس سورۃ میں ۱۸ آیات ۲ رکوعات ۳۵۰ کلمات ۱۵۷۳ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

ہجرت کے نویں سال عرب کے قبائل جوق در جوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کا اعلان کیا اس لئے ان کو اور دوسرے مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وعزت کے احکام اور آپس کے میل جول کے ادب وقاعدے اور اصلاح معاشرت اور حسن معاشرت کے اہم احکام بتلائے گئے گویا یہ سورۃ اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ ہے اس سورۃ میں سب سے پہلے خوف خدا کی تاکید فرمائی گئی اس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وادب سکھلایا گیا اور ہدایت کی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی رائے مت چلاؤ۔تمہاری اپنی رائے اللہ ورسول کے حکم کے آگے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہیں سر جھکا کر سنو اور خلوص کے ساتھ اس پر عمل کرو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے مت بولو۔اندر حجرہ میں تشریف رکھتے ہوں تو پکار کر مت بلاؤ بلکہ صبر سے انتظار کرو۔جب آپ خود باہر تشریف لائیں تو ادب کے ساتھ آپ سے ملاقات کرو۔ہر کسی کی بات سن کر بے تحقیق مت مان لیا کرو تاکہ بیکار الجھنوں اور بعد کی پشیمانی سے بچے رہو۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی تعلیم دی گئی کہ جب تمہارے اندر اللہ کے رسول موجود ہیں تو تمہیں آپ کی قدر ومنزلت پہچاننی چاہئے اور یاد رکھو کہ ایمان والے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر زیادتی نہ کرنا چاہئے اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں آپس میں اختلاف ہو جائے تو ان کے آپس میں صلح کرادو اور اگر کوئی مصالحت پر آمادہ نہ ہو تو جو زیادتی کرے اس سے لڑ کر اس کو سیدھا کردو اور دیکھو آپس میں بدمزگی تلخی اور جھگڑے ذرا ذرا سی باتوں سے پیدا ہو سکتے ہیں مثلاً کسی سے تمسخر کرنا کسی کو برے نام اور

برے القاب سے پکارنا۔ کسی کے عیب ظاہر کرنا پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا غیبت کرنا چغلی کھانا کسی کی طرف سے بدگمانی کرنا کسی کے کچے چٹھے اور بھید معلوم کرنے کی کوشش کرنا یہ سب بری باتیں ہیں۔ ان سب سے بچو تمام انسان حضرت آدم اور حوا کی اولاد ہیں۔ ذات پات' خاندان' قوم' کنبہ' برادری یہ محض ایک دوسرے کی شناخت کے لئے ہیں ایک دوسرے پر بڑائی اور فوقیت جتانے کے لئے نہیں۔ سب اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کے نزدیک زیادہ مرتبہ والا وہی شخص ہوگا جو اس سے زیادہ ڈرے گا اور اس کے ڈر سے تمام گناہوں اور بری باتوں سے بچے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے حتیٰ کہ وہ تمہارے دلوں تک کی باتوں سے واقف ہے۔ جس نے کفر و شرک سے تائب ہو کر کلمہ پڑھ لیا وہ مسلمان ہے اب اسے چاہئے کہ اسلام کے مقرر کئے ہوئے طریقہ پر چلے۔ نیک کام کرے برے کاموں سے بچے تاکہ اس کے دل میں ایمان کی روشنی پیدا ہو۔ اسلام میں داخل ہو کر کسی پر اپنا احسان مت جتاؤ۔ ایمان کی دولت تو ایک احسان خداوندی ہے اور اللہ کی نعمت ہے اور یہ مت سمجھو کہ جیسے انسان کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے اسی طرح اللہ کو بھی دھوکہ دے لوگے۔ اللہ سے کوئی چیز چھپی نہیں وہ آسمان اور زمین کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ خوب سمجھ لو کہ وہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا۔ جس کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اب اس آیت کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا ہی سے ایمان والوں کو خطاب کر کے آداب و احکام کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسلام میں سب سے اول اور اہم مسئلہ اللہ و رسول کی تعظیم و عظمت کا ہے کیونکہ حب اللہ اور رسول کی عظمت و عزت دل میں ہوگی تو ان کے احکام کی تعمیل بھی ہوگی۔ اس آیت میں سب سے پہلا حکم ایمان والوں کو یہ دیا جاتا ہے کہ جس معاملہ میں اللہ و رسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو۔ اس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنی رائے سے نہ کر بیٹھو بلکہ حکم الٰہی کا انتظار کرو اور جس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ ارشاد فرمائیں خاموشی سے کان لگا کر سنو۔ آپ کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرات نہ کرو جو حکم ادھر سے ملے اس پر بے چون و چرا اور بلا پس و پیش عامل بن جاؤ۔ اپنی غرض اور رائے کو آپ کے احکام پر مقدم نہ رکھو بلکہ اپنی خواہشات و جذبات کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے تابع بناؤ۔ یہ تو ہے اس قرآنی آیت کا مفہوم اور اسی کے مطابق ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی ہوائے نفس یعنی اس کی خواہشات اور نفسی میلانات میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہو جائیں۔۔ پس قرآن کریم کی اس آیت کا تقاضا اور مطالبہ بھی یہی ہے جو اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ حقیقی ایمان جب ہی حاصل ہوسکتا ہے اور ایمانی برکات تب ہی نصیب ہو سکتی ہیں جب کہ آدمی کے نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر احکام الٰہیہ اور ہدایات و ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع و ماتحت ہو جائیں۔ تجربہ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمانوں میں آپس میں بیشتر نزاعات و مناقشات خود رائی اور غرض پرستی ہی کے ماتحت وقوع پذیر ہوتے ہیں جس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمان اپنی شخصی رایوں اور غرضوں کو کسی ایک بلند معیار کے تابع کر دیں اور ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد سے بلند کوئی معیار مومن کے لئے نہیں ہوسکتا۔ اور ایسا کرنے میں ہوسکتا ہے کہ وقتی اور عارضی طور پر کسی تکلیف یا نقصان کو اٹھانا پڑے لیکن اس کا آخری انجام یقینی طور پر دین دنیا کی سرخروئی اور کامیابی ہے اور اسی سے اس کی ضد کو بھی سمجھ لیا جائے یعنی اللہ اور اس کے رسول کی ہدایات و ارشادات چھوڑ کر دوسری باتوں میں خواہ وقتی اور عارضی کیسی ہی دلربائی نظر آتی ہو لیکن اس کا آخری انجام مسلمان کے لئے یقینی طور پر دین دنیا کے خسارہ اور نقصان کے علاوہ ہرگز کچھ نہیں۔ تو گویا پہلا حکم یہاں اہل ایمان کو آیت میں یہ دیا گیا ہے کہ اللہ اور رسول سے کسی معاملہ میں پیش قدمی نہ کی جائے بلکہ پکی فرمانبرداری اور تعظیم اختیار کی جائے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ اور رسول کی سچی فرمانبرداری اور تعظیم اس وقت میسر ہوسکتی ہے جب خدا کا خوف دل میں ہو۔ اگر دل میں خوف خداوندی نہیں تو بظاہر دعوئے اسلام کو نباہنے کے لئے اللہ و رسول کا نام بار بار زبان پر لائے گا اور بظاہر اللہ و رسول

کے احکام کو سامنے رکھے گا لیکن فی الحقیقت اپنی اندرونی خواہشات و اغراض کی تحصیل کے لئے ایک حیلہ اور آلہ کار بنائے گا۔ اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ یادرہے کہ جو زبان پر ہے اللہ تعالیٰ اسے سنتا ہے اور جو دل میں ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتا ہے پھر اس کے سامنے یہ فریب کہ ظاہر کچھ اور باطن کچھ کیسے چل سکے گا اس لئے آدمی کو چاہئے کہ حق تعالیٰ سے سچا خوف وڈر دل میں رکھ کر کام کرے۔

الغرض اس سورۃ میں یہ پہلا حکم ایمان والوں کے لئے بیان ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل میں سبقت مت کیا کرو اور اس آیت کے تحت بعض علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ علمائے دین اور مشائخ دین کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ وارث انبیاء ہیں اور دلیل میں یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ کسی موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت ابودرداءؓ جو ایک صحابی ہیں وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آگے چل رہے ہیں تو یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابودرداءؓ کو تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو دنیا وآخرت میں تم سے بہتر ہے اور فرمایا کہ دنیا میں آفتاب کا طلوع وغروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد ابوبکر سے بہتر وافضل ہو۔ (ماخذ معارف القرآن جلد ۸) اسی لئے علما نے فرمایا کہ اپنے استاد اور مرشد کے ساتھ بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس ادب پر عمل پیرا ہونے کی توفیق وسعادت نصیب فرمائیں۔

یہ تو تھا اس ابتدائی آیت میں پہلا حکم۔ اب آگے دوسرا اور تیسرا حکم اگلی آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی سچی توقیر واحترام عطا فرمائیں۔ تاکہ ہر معاملہ میں ہم کو قرآن اور سنت کی ہدایت کا اتباع نصیب ہو۔

یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی محبت وعظمت وعزت اتار دے اور ہمارے لئے اپنے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر چلنا آسان فرمادے کہ اسی میں ہماری دین ودنیا کی بہتری اور بھلائی ہے۔

یا اللہ! ہمیں علمائے ربانی وحقانی کے ادب واحترام کی توفیق نصیب فرما کہ جن کے واسطے ہم کو قرآن کریم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حاصل ہوا۔ یا اللہ! ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما کہ ہم آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے باز آجائیں اور آپ کے اطاعت گذار اور فرمانبردار بندے بن کر زندہ رہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبرؐ کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ اُن سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ

ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو، کبھی تمہارے اعمال برباد ہوجائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو، بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو

عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

رسول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہ لوگ وہ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خاص کردیا ہے، ان لوگوں کیلئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مومنو	لَا تَرْفَعُوْٓا نہ اونچی کرو	اَصْوَاتَكُمْ اپنی آوازیں	فَوْقَ اوپر۔ پر	صَوْتِ النَّبِيِّ نبی کی آواز	وَلَا تَجْهَرُوْا اور نہ زور سے بولو		
لَهٗ اس کے سامنے	بِالْقَوْلِ گفتگو میں	كَجَهْرِ جیسے بلند آواز	بَعْضِكُمْ تمہارے بعض (ایک)	لِبَعْضٍ بعض (دوسرے) سے	اَنْ کہیں			
تَحْبَطَ اکارت ہوجائیں	اَعْمَالُكُمْ تمہارے عمل	وَاَنْتُمْ اور تم	لَا تَشْعُرُوْنَ نہ جانتے (خبر بھی نہ ہو)	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جو لوگ			
يَغُضُّوْنَ پست رکھتے ہیں	اَصْوَاتَهُمْ اپنی آوازیں	عِنْدَ نزدیک	رَسُوْلِ اللّٰهِ اللہ کا رسول	اُولٰٓئِكَ یہ وہ لوگ	الَّذِيْنَ جو۔جن	امْتَحَنَ آزمایا ہے		
	اللّٰهُ اللہ	قُلُوْبَهُمْ ان کے دل	لِلتَّقْوٰى پرہیزگاری کیلئے	لَهُمْ ان کیلئے	مَغْفِرَةٌ مغفرت	وَاَجْرٌ اور اجر	عَظِيْمٌ عظیم	

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں سب سے پہلا حکم جو مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا وہ یہ تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنی رائے مت چلاؤ اور کسی قول یا فعل میں اللہ اور رسول کی اجازت سے پہلے سبقت مت کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وہ تمہاری ساری باتیں سنتا اور تمہاری ساری حالتیں جانتا ہے اب آگے دوسرا و تیسرا حکم ان آیات میں دیا جاتا ہے اور اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اپنی آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نہ شور وشغب کیا جائے اور نہ چیخ کر بات کی جائے اور جیسے آپس میں بے تکلفی سے بات چیت کرتے ہو اس طرح آپ سے بات چیت نہ کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنا خلاف ادب ہے۔ آپ سے خطاب کرو تو نرم آواز سے تعظیم واحترام کے لہجہ میں ادب وشائستگی کے ساتھ۔ آپ سے گفتگو کرتے وقت پوری احتیاط رکھنی چاہئے ایسا نہ ہو کہ تمہارا اونچا بولنا آپ کو ناگوار خاطر ہو اور آپ کو تکدر و اذیت پیش آئے اگر ایسا ہوا تو تم کہیں کے نہ رہو گے اور تمہارا سارا کیا کرایا اکارت ہو جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخوشی کے بعد مسلمان کا ٹھکانہ کہاں۔ تو بلند آوازی اور بے تکلفی سے حضورؐ سے گفتگو کرنے سے منع فرمایا گیا اور یہ اس لئے کہ کہیں کسی وقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور ایذا کا باعث نہ ہو جائے۔ اور آپ کو ایذا دہی موجب حبط عمل ہے تو ایسا کرنے سے خدشہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ تمام اعمال حبط کر لے اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے علاوہ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوں بھی زبان سے بات نکالنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک شخص اللہ کی رضامندی کا کوئی کلمہ ایسا کہہ گزرتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کلمہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کو وہ اتنا پسند آتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی انسان خدا کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن خدا تعالیٰ اسے اس کلمہ کی وجہ سے جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں پہنچا دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) تو ان آیات میں اللہ رب العزت نے جو آداب نبوت تعلیم فرمائے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان آداب کی درجہ کمال میں تعمیل فرمائی صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ادب کرتے تھے کہ دیکھنے والے ششدر رہ جاتے تھے۔ سامنے مجلس نبوی میں بیٹھتے تو معلوم ہوتا کہ ان کے سروں

پر پرندہ بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو خاموشی چھا جاتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو محبت اور ادب میں صحابہ وضو کا پانی اپنے ہاتھوں میں لے لیتے اور اپنے چہرہ اور بدنوں پر مل لیتے۔

جب یہ آیات نازل ہوئی ہیں تو جن صحابہ کرام کی آواز قدرۃً بلند تھی وہ بہت گھبرائے اور پریشان خاطر ہوئے کہ کہیں بلند آوازی سے گفتگو کرنے پر اعمال حبط ہو جانے کی وعید کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ قسم ہے کہ اب مرتے دم تک آپ سے اس طرح بولوں گا جیسا کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو اور حضرت عمرؓ اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا اور تفسیر ابن جریر میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت ثابت بن قیسؓ راستہ ہی میں بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ حضرت عاصم بن عدیؓ جب وہاں سے گزرے اور انہیں روتے دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ جواب ملا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل نہ ہوئی ہو۔ میری آواز بلند ہے۔ حضرت عاصمؓ یہ سن کر چلے گئے اور حضرت ثابتؓ کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ گھر گئے اور اپنی بیوی صاحبہ سے کہا کہ میں اپنے گھوڑے کے طویلہ میں جا رہا ہوں تم اس کا دروازہ باہر سے بند کر کے لوہے کی کیل سے اسے جڑ دو۔ خدا کی قسم میں اس میں سے نہ نکلوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو مر جاؤں یا اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مجھ سے رضامند کر دے۔ یہاں تو یہ ہوا وہاں جب دربار رسالت میں حضرت عاصمؓ نے حضرت ثابتؓ کی یہ حالت بیان کی تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تم جاؤ اور ثابت کو میرے پاس بلا لاؤ لیکن حضرت عاصم اس جگہ آئے جہاں حضرت ثابت بیٹھے رو رہے تھے تو ان کو نہ پایا مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ وہ گھوڑے کے طویلے میں ہیں۔ یہاں آ کر کہا کہ ثابت چلو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرما رہے ہیں۔ حضرت ثابت نے کہا کہ بہت اچھا۔ کیل نکال ڈالو اور دروازہ کھول دو۔ پھر باہر نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے رونے کی وجہ پوچھی جس کا سچا جواب حضرت ثابت نے عرض کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تم قابل تعریف زندگی جیو اور شہید ہو کر مرو اور جنت میں جاؤ۔ اس پر حضرت ثابتؓ کا سارا رنج کافور ہو گیا اور خوش ہو گئے اور فرمانے لگے یارسول اللہ میں اللہ تعالیٰ کی اور آپ کی اس بشارت پر بہت خوش ہوں اور اب آئندہ کبھی بھی اپنی آواز آپ کی آواز سے اونچی نہ کروں گا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحیح بخاری میں یہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت ثابت بن قیسؓ کئی دن تک حضورؐ کی مجلس میں نظر نہ آئے اور ایک روایت (مسند احمد) میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے دریافت فرمایا تھا کہ ثابت کہاں ہیں نظر نہیں آتے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ میں ان کی بابت معلوم کر کے بتلاؤں گا۔ وہ حضرت ثابت کے مکان پر آئے۔ دیکھا کہ وہ سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں پوچھا کیا حال ہے جواب ملا کہ برا حال ہے۔ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتا تھا۔ میرے اعمال برباد ہو گئے اور میں تو جہنمی ہو گیا۔ یہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور سارا واقعہ آپ سے کہہ سنایا تو حضورؐ کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ حضرت ثابت کے ہاں گئے حضورؐ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور ان سے کہو کہ تم جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہو۔ ایک روایت میں ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کے بعد ہم انہیں زندہ چلتے پھرتے دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اہل جنت ہیں۔ یمامہ کی جنگ میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے حضرت ثابت بن قیسؓ شہید ہوئے تھے۔ مقصود ان روایات کے سنانے سے یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا سی بھی ناراضگی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ پھر جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں آپ کے سامنے یا آپ کی مجلس میں بلند آواز سے بولنا ممنوع تھا۔ علما نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی قبر شریف کے پاس بھی بلند آواز سے بولنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنی حیات مبارکہ میں قابل احترام وعزت تھے اسی طرح اب بھی آپ اپنی قبر شریف میں بھی باعزت اور قابل احترام ہی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم روایات میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے دو شخصوں کی کچھ بلند آوازیں مسجد نبوی میں سن کر وہاں آ کر ان سے دریافت فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے کہ تم کہاں ہو؟ پھر ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا کہ طائف کے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مدینہ کے ہوتے تو میں تمہیں بری سزا دیتا۔ الغرض ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو آداب نبوت تعلیم فرمائے۔ آگے ان آداب کی بجا آوری کی رغبت میں فرمایا کہ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تواضع اور ادب اور تعظیم وتکریم سے بولتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے سامنے اپنی آواز پست اور دھیمی رکھتے ہیں یہ وہ ہیں کہ جن کے دلوں کو اللہ نے خالص تقویٰ وطہارت کے

وسطے بنا کر دیا ہے اور اس اخلاص اور حق شناسی کی برکت سے پچھلی کوتاہیاں معاف ہو گئیں اور بڑا بھاری اجر وثواب ملے گا۔

اس آیات سے متعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت بھی یہی ادب چاہئے اور قبر شریف کے پاس جو حاضر ہو وہاں بھی ان اداب کو ملحوظ رکھے۔ نیز آپ کے خلفاء علمائے ربانیین اور اولوالامر کے ساتھ درجہ بدرجہ اسی ادب سے پیش آنا چاہئے تاکہ جماعتی نظام قائم رہے۔ فرق مراتب نہ کرنے سے بہت سے مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے۔"

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ کے احکام وارشادات سننے کے بعد ان کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ کا جرم وگناہ ہوگا جو کہ ہمارے معاشرہ میں ایک طبقہ کا محبوب مشغلہ بنا ہوا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی اس پرفتن دور میں ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمائیں آمین۔

یہاں جو فرمایا گیا **ان تحبط اعمالکم و انتم لاتشعرون** یعنی اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو بسبب اس خطرہ اور خوف کے کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو اس کے متعلق ایک اشکال اور اس کا جواب حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے وہ بھی سمجھ لینے کے قابل ہے۔

لکھتے ہیں کہ اس جگہ کلیات شرعیہ اور اصول مسلمہ کے اعتبار سے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ حبط اعمال یعنی اعمال صالحہ کو ضائع کر دینے والی چیز تو باتفاق اہل سنت والجماعت صرف کفر ہے۔ کسی ایک معصیت اور گناہ سے دوسرے اعمال صالحہ ضائع نہیں ہوتے اور یہاں خطاب مومنین اور صحابہ کرامؓ کو ہے اور لفظ **یاَیھا الذین امنوا** کے ساتھ ہے جس سے اس فعل کا کفر نہ ہونا ثابت ہوتا ہے تو حبط اعمال کیسے ہوا؟ دوسرے یہ کہ جس طرح ایمان ایک فعل اختیاری ہے۔ جب تک کوئی شخص اپنے اختیار سے ایمان نہ لائے مومن نہیں ہوتا اسی طرح کفر بھی امر اختیاری ہے۔ جب تک کوئی شخص اپنے قصد سے کفر کو اختیار نہ کرے وہ کافر نہیں ہو سکتا اور یہاں آیت کے آخر میں یہ تصریح ہے کہ **انتم لاتشعرون** یعنی تمہیں خبر بھی نہ ہو تو حبط اعمال جو خالص کفر کی سزا ہے وہ کیسے جاری ہوئی۔

سیدی حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں اس کی توجیہ ایسی فرمائی ہے جس سے یہ سب اشکالات اور سوالات ختم ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ مسلمانو تم رسول اللہ کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنے اور بے محابا جہر کرنے سے بچو کیونکہ ایسا کرنے میں خطرہ ہے کہ تمہارے اعمال حبط اور ضائع ہو جائیں اور وہ خطرہ اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش قدمی یا آپ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کر کے غالب کرنا ایک ایسا امر ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی ہونے کا احتمال ہے جو سبب ہے ایذائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اگرچہ صحابہ کرام سے یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ بالقصد کوئی ایسا کام کریں جو آپ کی ایذاء کا سبب بنے لیکن بعض اعمال وافعال جیسے تقدم اور رفع صوت اگرچہ بقصد ایذاء نہ ہوں پھر بھی ان سے ایذاء کا احتمال ہے اسی لئے ان کو مطلقاً ممنوع اور معصیت قرار دیا ہے اور بعض معصیتوں کا خاصہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے کرنے والے سے توبہ اور اعمال صالحہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور وہ گناہوں میں منہمک ہو کر انجام کار کفر تک پہنچ جاتا ہے جو سبب ہے حبط اعمال کا۔ کسی اپنے دینی مقتداء استاد یا مرشد کی ایذا رسانی ایسی ہی معصیت ہے جس سے سلب توفیق کا خطرہ ہوتا ہے اسی طرح یہ افعال یعنی تقدم علی النبی اور رفع الصوت ایسی معصیت ٹھہریں کہ جن سے خطرہ ہے کہ توفیق سلب ہو جائے اور یہ خذلان آخر کار کفر تک پہنچا دے جس سے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں اور کرنے والے نے چونکہ قصد ایذا کا نہ کیا تھا اس لئے اس کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی کہ اس ابتلاء کفر اور حبط اعمال کا اصل سبب کیا تھا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی صالح بزرگ کو کسی نے اپنا مرشد بنایا ہو اس کے ساتھ گستاخی و بے ادبی کا بھی یہی حال ہے کہ بعض اوقات وہ سلب توفیق اور خذلان کا سبب بن جاتی ہے جو انجام کار متاع ایمان کو بھی ضائع کر دیتی ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

ابھی آگے مزید آداب نبوت کی تعلیم وہدایات فرمائی گئی ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَآءِ الْحُجُرَٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝٤ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا۟ حَتَّىٰ

جولوگ حُجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں اُن میں اکثروں کو عقل نہیں ہے۔ اور اگر یہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ

تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝٥ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ

آپ خود باہر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا، اور اللہ غفور رحیم ہے۔ اے ایمان والو اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے

بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۟ أَن تُصِيبُوا۟ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ ۝٦ وَاعْلَمُوٓا۟

تو خوب تحقیق کرلیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔ اور جان رکھو کہ

أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَٰنَ

تم میں رسول اللہ ہیں، بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے لیکن اللہ تعالی نے تم کو ایمان کی محبت دی

وَزَيَّنَهُۥ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ الرَّٰشِدُونَ ۝٧

اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کردیا اور کفر اور فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دے دی، ایسے لوگ اللہ تعالی کے فضل

فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝٨

اور انعام سے راہ راست پر ہیں، اور اللہ تعالی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ جولوگ	يُنَادُونَكَ آپ کو پکارتے ہیں	مِن وَرَآءِ باہر سے	الْحُجُرَٰتِ حجروں	أَكْثَرُهُمْ ان میں سے اکثر	لَا يَعْقِلُونَ عقل نہیں رکھتے		
وَلَوْ اور اگر	أَنَّهُمْ البتہ وہ	صَبَرُوا۟ صبر کرتے	حَتَّىٰ یہانتک کہ	تَخْرُجَ آپ نکل آتے	إِلَيْهِمْ ان کے پاس	لَكَانَ البتہ ہوتا	خَيْرًا بہتر	لَّهُمْ ان کیلئے
وَاللَّهُ اور اللہ	غَفُورٌ بخشنے والا	رَّحِيمٌ مہربان	يَٰٓأَيُّهَا اے	الَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ جولوگ ایمان لائے (مومن)	إِن اگر	جَآءَكُمْ آئے تمہارے پاس		
فَاسِقٌ کوئی فاسق بدکردار	بِنَبَإٍ خبر لے کر	فَتَبَيَّنُوٓا۟ تو خوب تحقیق کرلیا کرو	أَن کہیں	تُصِيبُوا۟ تم ضرر پہنچاؤ	قَوْمًا کسی قوم کو	بِجَهَٰلَةٍ نادانی سے		
فَتُصْبِحُوا۟ پھر ہوتم	عَلَىٰ پر	مَا فَعَلْتُمْ جوتم نے کیا (اپنا کیا)	نَٰدِمِينَ نادم (جمع)	وَاعْلَمُوٓا۟ اور جان رکھو	أَنَّ کہ	فِيكُمْ تمہارے درمیان		
رَسُولَ اللَّهِ اللہ کا رسول	لَوْ يُطِيعُكُمْ اگر وہ تمہارا کہا مانیں	فِي میں	كَثِيرٍ اکثر	مِّنَ الْأَمْرِ کاموں سے۔ میں	لَعَنِتُّمْ البتہ تم ایذا میں پڑو	وَلَٰكِنَّ اور لیکن		
اللَّهَ اللہ	حَبَّبَ محبت دی	إِلَيْكُمُ تمہیں	الْإِيمَٰنَ ایمان کی	وَزَيَّنَهُۥ اور اُسے آراستہ کردیا	فِي قُلُوبِكُمْ تمہارے دلوں میں	وَكَرَّهَ اور ناپسند کردیا		
إِلَيْكُمُ تمہارے سامنے	الْكُفْرَ کفر	وَالْفُسُوقَ اور گناہ	وَالْعِصْيَانَ اور نافرمانی	أُو۟لَٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمُ وہ	الرَّٰشِدُونَ ہدایت پانیوالے		
	فَضْلًا فضل	مِّنَ اللَّهِ اللہ سے۔ کے	وَنِعْمَةً اور نعمت	وَاللَّهُ اور اللہ	عَلِيمٌ جاننے والے	حَكِيمٌ حکمت والا		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو خطاب کر کے ہدایت دی گئی تھی کہ تم اپنی آوازیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند نہ کیا کرو اور اس طرح نہ بولو جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے بولتے ہو ایسا نہ ہو کہ یہ زور سے بولنا بیبا کی کی صورت اختیار کرلے جو ترک ادب ہے اور اذیت نبیؐ کا باعث ہوسکتا ہے اور اذیت نبیؐ حرام ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس اذیت نبیؐ کے باعث تمہارے اعمال ضائع ہوجائیں

اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اب آگے ان آیات میں بعض دوسری ہدایات آداب نبوت کی دی جاتی ہیں۔شان نزول کی روایت میں آتا ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کا ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا۔آپ مکان کے اندر تشریف فرما تھے۔ان آنے والے لوگوں نے باہر ہی سے آپ کو پکارنا شروع کر دیا اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں تعلیم و ہدایت دی گئی کہ اس طرح باہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دینا بے عقلی اور بے تہذیبی کی بات ہے۔کیا معلوم کہ اس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو یا کسی اور اہم کام میں مشغول ہوں۔پھر اللہ کے رسول کا ادب و احترام بھی کوئی چیز ہے۔چاہئے یہ تھا کہ یہ آنے والے کسی کی زبانی اندر اطلاع کراتے اور آپ کے باہر تشریف لانے تک صبر و انتظار کرتے۔جب آپ باہر تشریف لا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے اس وقت خطاب کرنا چاہئے تھا۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایسا کیا جاتا تو ان آنے والوں کے حق میں بہتر اور قابل ستائش ہوتا۔تاہم بے عقلی اور نادانستگی سے جو بات اتفاقاً سرزد ہو جائے۔اللہ تعالیٰ اس کو اپنی مہربانی سے بخشنے والا ہے چاہئے کہ اپنی تقصیر پر نادم ہو کر آئندہ ایسا رویہ اختیار نہ کریں۔

آگے ایک دوسری ہدایت دی جاتی ہے اکثر نزاعات و مناقشات اور لڑائی جھگڑوں کی ابتدا جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے اسلئے اس اختلاف اور تفریق کے سرچشمہ ہی کو بند کرنے کی تعلیم دی گئی یعنی کسی خبر کو یونہی بے تحقیق قبول نہ کرنا چاہئے۔اس دوسری آیت کے شان نزول کے متعلق کئی روایات آئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قاصد کو ایک نو مسلم آبادی کے قبیلہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔زمانہ جاہلیت میں ان قاصد سے اور ان قبیلہ والوں سے کچھ عداوت تھی اس آبادی کے لوگ اس قاصد کی پیشوائی کے لئے نکلے۔قاصد نے یہ جانا کہ یہ پرانی دشمنی کی بنا پر شاید مجھ کو قتل کرنے آ رہے ہیں۔اس لئے یہ مدینہ واپس ہو گئے اور اس بات کی وہاں خبر کر دی جس پر مسلمان جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی اصل حقیقت کو آشکارا کیا اور آئندہ کے لئے اس قسم کی باتوں کو روک دیا اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری کسی خبر یا رائے پر عمل نہ کریں تو برا نہ مانو حق لوگوں کی خواہش یا رایوں کے تابع نہیں ہو سکتا۔ایسا ہو تو زمین و آسمان کا سارا کارخانہ ہی درہم برہم ہو جائے۔الغرض خبروں کی تحقیق کر لیا کرو اور حق کو اپنی خواہش یا رائے کے تابع نہ بناؤ بلکہ اپنی خواہشات کو حق کے تابع رکھو۔اس طرح تمام جھگڑوں کی جڑ کٹ جائے گی اگر تم یہ چاہتے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری ہر بات مانا کریں تو بڑی مشکل ہوتی لیکن اللہ کا شکر کرو کہ اس نے اپنے فضل و احسان سے مومنین کے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا اور کفر و معصیت کی نفرت ڈال دی۔جس سے وہ ایسی بیہودگی کے پاس بھی نہیں جا سکتے جس مجمع میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوں وہاں کسی کی رائے اور خواہش کی پیروی کہاں ہو سکتی ہے؟ علماء نے یہاں لکھا ہے کہ آج گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں بظاہر موجود نہیں۔مگر آپ کی تعلیم اور آپ کے وارث نائب یقیناً موجود ہیں۔اور رہیں گے اس لئے قرآن پاک کا یہ حکم اب بھی مسلمانوں کے لئے موجب عمل ہے۔آگے **واللہ علیمٌ حکیمٌ** فرما کر یہ جتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور وہ بڑی حکمت والا ہے اس لئے وہ افعال کی راستی و ناراستی سے واقف ہے اور صحیح افعال کا حکم اور انہی کی ترغیب دیتا ہے۔

اس قرآنی حکم کہ خبروں کی تحقیق کر لیا کرو کہ آیا یہ صحیح ہے یا غلط کے نہ برتنے سے نہ معلوم کتنے فتنے پیدا ہوتے ہیں اور کتنے گھر و خاندان جنگ و جدل میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔آج کل یہ بڑی مصیبت ہے کہ جہاں کسی نے کوئی بات خواہ کیسی جھوٹی اور لغو ہو کہہ دی بس فوراً اس کو مان لیا۔جس سے نہ کسی عزت والے کی عزت محفوظ ہے اور نہ کسی شریف کا شرف بچا ہوا ہے۔اس لئے قرآن کریم نے حکم دیا کہ جب بھی کسی کے متعلق کوئی بات سنے پہلے اس کی جانچ پڑتال اور تحقیق ہونی چاہئے۔پھر اس پر یقین کرنا چاہئے اب یہ مسئلہ مستقل ہے جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ

تحقیق کہاں واجب ہے کہاں جائز ہے کہاں ممنوع ہے سو اس میں قول مجمل یہ ہے کہ جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب شرعی فوت ہوتا ہو وہاں واجب ہے مثلاً سلطان کسی کے ارتداد کی خبر سنے تو چونکہ ارتداد کی صورت میں اس پر واجب کہ اس کو توبہ کرادے ورنہ قتل کرے اس لئے تحقیق واجب ہوگی یا مثلاً سلطان نے سنا کہ فلاں شخص فلاں کو قتل کرنا چاہتا ہے تو چونکہ بوجہ سلطان ہونے کے حفاظت رعایا کی اس کے ذمہ واجب ہے اس لئے اس خبر کی تحقیق اور انتظام واجب ہے اور جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب فوت نہیں ہوتا اور تحقیق نہ کرنے سے اس دوسرے شخص کا بھی کوئی ضرر نہیں ہوتا تو وہاں تحقیق جائز ہے مثلاً کسی نے یہ سنا کہ فلاں شخص مجھے جسمانی یا مالی ضرر پہنچانا چاہتا ہے تو اپنے دفع مضرت کے لئے ایسے موقع پر تحقیق جائز ہے اور اگر تحقیق کرنے سے اپنی کوئی دفع مضرت نہیں اور اس دوسرے کو ناگواری ہے تو تحقیق حرام ہے مثلاً کسی نے سنا کہ فلاں شخص خفیہ شراب پیتا ہے تو تحقیق نہ کرنے سے اپنا کوئی ضرر نہیں اور تحقیق کرنے سے اس شخص کی رسوائی اور فضیحت ہوتی ہے تو یہ تحقیق جائز نہیں۔'' اس کا پوشیدہ رکھنا اور چھپانا ضروری ہے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر کسی میں کوئی عیب ہے تو خود مجھ میں اس سے کئی گنا زیادہ عیب موجود ہیں۔ لہٰذا اکرام مسلم کا خیال ضروری ہے اور جھٹ کسی کے کہہ دینے سے کسی کے متعلق کوئی غلط رائے قائم کر لینا یا غلط اقدام کر دینا قرآنی تعلیم کے بھی خلاف ہے اور عقل سلیم کے بھی منافی ہے۔ مگر افسوس کہ آج کثرت سے مسلمان اس مرض میں گرفتار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنا فضل فرمادیں اور ہماری اصلاح کی صورتیں پیدا فرمادیں۔ آمین۔

ابھی مزید ہدایات اگلی آیات میں جاری ہیں جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ جملہ قرآنی ہدایات وتعلیمات پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات ہم تک پہنچیں ان پر دل و جان سے ہم کو عمل کرنا محبوب بنادیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف کرنے سے ہمیں کراہت و نفرت نصیب فرمائیں اور ہماری رائے و خواہش کو شریعت مطہرہ کا پابند بنادیں۔ اور ابتک جو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں کوتاہیاں سرزد ہوئیں ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرمادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى

اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کردو، پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے

الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ

تو اس گروہ سے لڑو، جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جاوے، پھر اگر رجوع ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کردو

وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ ج

اور انصاف کا خیال رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے۔ مسلمان تو سب بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ ع

اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

وَاِنْ اور اگر	طَآئِفَتٰنِ دو گروہ	مِنَ سے۔ کے	الْمُؤْمِنِیْنَ (جمع) مومن	اقْتَتَلُوْا باہم لڑ پڑیں	فَاَصْلِحُوْا تو صلح کرادو تم		
بَیْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	فَاِنْ بَغَتْ پھر اگر زیادتی کرے	اِحْدٰىهُمَا ان دونوں میں سے ایک	عَلَى الْاُخْرٰى دوسرے پر	فَقَاتِلُوْا تو تم لڑو			
الَّتِیْ اس سے جو	تَبْغِیْ زیادتی کرتا ہے	حَتّٰى یہانتک کہ	تَفِیْٓءَ رجوع کرے	اِلٰٓى طرف	اَمْرِ اللّٰهِ حکم الٰہی	فَاِنْ فَآءَتْ پھر اگر جب وہ رجوع کرے	
فَاَصْلِحُوْا تو صلح کرادو تم	بَیْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	بِالْعَدْلِ عدل کے ساتھ	وَاَقْسِطُوْا اور تم انصاف کیا کرو	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ			
یُحِبُّ دوست رکھتا ہے	الْمُقْسِطِیْنَ انصاف کرنے والے	اِنَّمَا اس کے سوا نہیں	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن (جمع)	اِخْوَةٌ بھائی	فَاَصْلِحُوْا پس صلح کرادو		
بَیْنَ درمیان	اَخَوَیْكُمْ اپنے بھائی	وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ سے	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم پر	تُرْحَمُوْنَ رحم کیا جائے			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ایمان والوں کو خطاب کر کے ہدایت دی گئی تھی کہ ہر کس وناکس کی بات سن کر اس پر فوراً اعتماد مت کرلیا کرو۔ اگر کوئی قانون اسلام سے بے پروا شخص کوئی خبر آ کر سنائے تو اس کی خوب تحقیق کرلیا کرو اور اس سے پہلے اس کی بات پر یقین مت کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس کی خبر پر یقین کر کے جلدی سے کسی کے خلاف قدم اٹھالو اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ کام غلط ہوا تو پھر پچھتانا پڑے۔ تو یہ ہدایت دے کر اور یہ نصیحت کر کے قرآن کریم نے بہت سے آپس کے اختلافات اور جھگڑے جو غلط افواہوں کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں ان کا خاتمہ کردیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت ہی وہ نقطہ ہے جس پر قوم مسلم کی تمام پراگندہ قوتیں اور منتشر جذبات جمع ہو جاتے ہیں اور یہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اخوۃ کا نظام قائم ہے اس لئے اوپر کی ہدایت کے ساتھ ہی اہل ایمان کو یہ بھی بتلایا گیا کہ دیکھو تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں تو تمہیں آپ کی قدر پہچانی چاہئے۔ آپ کے مشورہ اور حکم کو قبول کرنا چاہئے اور اپنی خواہش اور رائے کو آپ کے حکم کے تابع بنانا چاہئے۔ پھر یہ بھی جتلایا گیا تھا کہ یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ جو مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا فرمادی اور کفر وفسق وعصیان سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا کردی اس لئے دل سے اطاعت رسول کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ الغرض مسلمانوں میں نزاع اور اختلاف کو روکنے اور پیدا ہی نہ ہونے کی پیش بندیاں بیان فرمائی گئیں۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ باوجود ان تمام پیش بندیوں کے اگر اتفاق سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اختلاف رونما ہو جائے اور وہ آپس میں لڑ پڑیں تو پھر دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ پوری کوشش کریں کہ اختلاف رفع ہو جائے اور اس میں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے اور ظلم وزیادتی ہی پر کمر باندھ لے تو یکسو ہو کر نہ بیٹھ رہو بلکہ جسکی زیادتی ہو سب

مسلمان مل کر اس سے لڑائی کریں یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتیوں سے باز آئے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لئے اپنے کو پیش کر دے۔ پھر اس وقت چاہئے کہ مسلمان دونوں فریق کے درمیان مساوات اور انصاف کے ساتھ صلح اور میل ملاپ کرادیں کسی ایک کی طرف داری میں جادہ حق سے ادھر ادھر نہ جھکیں۔ پوری طرح عدل وانصاف کو ملحوظ رکھیں اور صلح و جنگ ہر حالت میں یہ خیال رہے کہ دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت ہے۔ دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے اس لئے جب دو بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو یونہی ان کے حال پر نہ چھوڑ دو بلکہ ان کے درمیان اصلاح کی پوری کوشش کرو اور ایسی کوشش کرتے وقت خدا سے ڈرتے رہو۔ کسی کی بیجا طرفداری یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔ یہاں آیت میں جو یہ فرمایا انما المؤ منون اخوة بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اخوة کا لفظ قابل غور ہے جو حقیقی بھائیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ رشتے ناتے کے بھائیوں کے لئے لفظ اخوان آتا ہے تو قرآن پاک نے یہاں اخوة کا لفظ لا کر بتلا دیا کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے سے تعلق اور رشتہ بالکل سگے بھائیوں کا سا ہے جو انتہائی محبت کا رشتہ ہے یہ تو ہوئی قرآنی تصریح۔ اب احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس لئے اس پر ظلم وستم نہ کرنا چاہئے ایک دوسری صحیح حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے جب کوئی مسلمان اپنے غیر حاضر مسلمان بھائی کے لئے اس کی پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین۔ اور تجھے بھی خدا ایسا ہی دے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مسلمان سارے کے سارے اپنی محبت رحمدلی۔ میل جول میں مثل ایک جسم کے ہیں جب کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تڑپ اٹھتا ہے کبھی بخار چڑھ آتا ہے کبھی نیند نہ آنے کی تکلیف ہوتی ہے ایک اور صحیح حدیث میں ہے مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے پھر آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا۔ ایک حدیث میں ہے کہ مومن کا تعلق اہل ایمان سے ایسا ہے جیسے سر کا تعلق جسم سے۔ مومن اہل ایمان کے لئے وہی دردمندی کرتا ہے جو دردمندی جسم کو سر کے ساتھ ہے پھر آپس میں عدل وانصاف کرنے کے متعلق ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جو عدل وانصاف کرتے رہے وہ موتیوں کے منبروں پر رحمن عزوجل کے سامنے ہوں گے اور یہ بدلہ ہوگا ان کے عدل و انصاف کا۔ اوپر شروع سورة سے حقوق نبویہ ذکر کرنے کے بعد اب باہمی حقوق اور آداب معاشرت بیان فرمائے جاتے ہیں جن میں پہلا حکم ان آیات میں بیان فرمایا گیا کہ اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں یا دو شخصوں میں لڑائی ہو جائے تو باہم صلح صفائی اور میل ملاپ کرادو اور عدل وانصاف ملحوظ رکھو۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی وحدت قائم رکھنے کے لئے اور ایک سطح پر مرکوز کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت موجود رہے جو اختلافات کا جائزہ لیتی رہے اور جب مسلمانوں کے دو فریق میں کوئی نزاع اختلاف یا مناقشہ پیدا ہو تو بیچ میں پڑ کر صلح صفائی کرادے اور جو فریق نہ مانے تو اس کے خلاف قوت وطاقت کا استعمال کریں حتیٰ کہ وہ فریق سرکشی سے باز آ جائے اور خدا کے حکموں کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔

دوسری بات جو ان آیات نے بتائی وہ یہ ہے کہ دین کا اشتراک ہر مادی۔ مالی۔ ملکی۔ نسلی نسبی تفریق وامتیاز سے بالاتر ہے اور بڑے چھوٹے امیر غریب۔ سب کو اخوت دینی کے رشتہ میں پرو کر اسلام دین فطرت نے مسلم قومیت کی بنیاد صرف وحدت کلمہ پر رکھی ہے نہ کہ ملک قوم وطن زبان وغیرہ پر۔ آج جو مسلمان نت نئے ہمہ گیر فتنوں میں گرفتار ہو رہے ہیں اور خصوصاً جو افتاد پاکستان پر پڑی ہوئی ہیں اس کی وجہ صرف اور محض یہی ہے کہ اللہ ورسول۔ قرآن وحدیث کتاب وسنت نے جو ہدایات اور تعلیمات دی ہیں ان کو تو خیر باد کہدیا اور کہیں قوم پرستی کہیں وطن پرستی کہیں صوبہ پرستی کہیں زبان پرستی وغیرہ کے بت بنا کر کھڑے کر لئے۔ انا للہ وانآ الیہ راجعون۔ اور اپنے مسائل کا حل غیروں کی نقالی میں منحصر سمجھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور قرآن وسنت کو اپنانے کی سعادت نصیب فرمائیں۔

ابھی آگے مزید بعض ہدایات مسلمانوں کو دی جا رہی ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہونے سے آپس میں نفرت وعداوت اور اختلاف اور افتراق کے جذبات ہی پیدا نہ ہوں اور آپس کے بھائی چارہ میں فرق ہی نہ آنے پائے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ

اے ایمان والو نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو

نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ

عورتوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد

الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾

گناہ کا نام لگنا (ہی) برا ہے، اور جو باز نہ آویں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے (مومن)	لَا يَسْخَرْ نہ مذاق اڑائے	قَوْمٌ ایک گروہ	مِنْ قَوْمٍ (دوسرے) گروہ کا		
عَسٰٓى کیا عجب	اَنْ يَّكُوْنُوْا کہ وہ ہوں	خَيْرًا بہتر	مِّنْهُمْ ان سے	وَلَا نِسَآءٌ اور نہ عورتیں	مِّنْ نِّسَآءٍ عورتوں سے۔کا	عَسٰٓى کیا عجب
اَنْ يَّكُنَّ کہ وہ ہوں	خَيْرًا بہتر مِّنْهُنَّ ان سے	وَلَا تَلْمِزُوْا اور نہ عیب لگاؤ	اَنْفُسَكُمْ باہم (ایک دوسرے)	وَ اور	لَا تَنَابَزُوْا باہم نہ چڑاؤ	
بِالْاَلْقَابِ برے القاب سے	بِئْسَ الِاسْمُ برا نام	الْفُسُوْقُ گناہ	بَعْدَ الْاِيْمَانِ ایمان کے بعد	وَمَنْ اور جو۔جس		
لَّمْ يَتُبْ توبہ نہ کی (باز نہ آیا)	فَاُولٰٓئِكَ تو یہی لوگ	هُمُ الظّٰلِمُوْنَ وہ ظالم (جمع)				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں مسلمانوں میں نزاع اور اختلاف کو روکنے کی تدابیر بتلائی گئی تھیں پھر بتلایا گیا کہ اگر اتفاقاً اختلاف رونما ہو جائے تو پرزور اور مؤثر طریقہ سے اس نزاع کو ختم کرایا جائے اور عدل انصاف کے ساتھ میل ملاپ اور صلح صفائی کرادی جائے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو شخصوں یا دو جماعتوں میں اختلاف رونما ہوا تو ایک دوسرے کا تمسخر اور استہزا کرنے لگتا ہے۔ ذرا سی بات ہاتھ لگ گئی اور مخالفت میں ہنسی مذاق اڑانا شروع کردیا۔ حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ جس کا مذاق اڑا رہا ہے وہ شاید اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بہتر ہو۔ بلکہ بسا اوقات یہ خود بھی اختلاف سے پہلے اس کو بہتر سمجھتا تھا مگر ضد اور نفسانیت میں آدمی کو دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے۔ اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اس طرح جذبات منافرت ومخالفت اور زیادہ مشتعل ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نفرت و عداوت کی خلیج روز بروز وسیع ہوتی رہتی ہے اور قلوب میں بعد بڑھتا جاتا ہے اس لئے خداوند قدوس نے دین اسلام کے ماننے والوں کو اس قسم کی باتوں سے منع فرمایا تاکہ جذبات مخالفت تیز نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ اس آیت میں ایمان والوں کو خطاب کر کے ہدایت دی جاتی ہے کہ ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ نہ مسخرا پن کرے۔ نہ ایک دوسرے پر آوازے کسے جائیں۔ نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں اور نہ برے ناموں اور برے القاب سے فریق مقابل کو یاد کیا جائے کیونکہ ان باتوں سے دشمنی اور نفرت میں ترقی ہوتی ہے اور فتنہ وفساد کی آگ زیادہ تیزی سے پھیلتی ہے۔ سبحان اللہ! یہ کیسی بیش بہا قرآنی ہدایات ہیں آج اگر مسلمان سمجھیں تو ان کے سب سے بڑے مرض کا مکمل علاج اسی ایک سورہ حجرات میں موجود ہے۔

اس آیت میں پہلی چیز جس سے مسلمانوں کو ممانعت فرمائی گئی وہ تمسخر ہے تمسخر وہ ہنسی ہے جس سے دوسرے کی تحقیر اور دل شکنی اور دل آزاری ہو اور یہ حرام ہے اور وہ ہنسی جس سے دوسرے کا دل خوش ہو وہ مزاح اور خوش طبعی کہلاتی ہے اور ایسی ہنسی جائز ہے اور بلکہ بہت سے حالات میں مستحب ہے۔ تمسخر یعنی ہنسی اور ٹھٹھہ میں کسی کو بے عزت کرنا یہ باہمی عداوت کی جڑ ہے پھر کسی کا مذاق اڑانا اس بات کی دلیل ہے کہ خود تو عیوب سے پاک صاف ہے اور دوسرا قابل مذمت اور لائق تمسخر ہے یہ رعونت اور تکبر کی شاخ ہے جو اسلام میں قطعاً ممنوع ہے۔

دوسری چیز جس کی آیت میں ممانعت کی گئی وہ طعنہ ہے۔ طعنہ

زنی بھی دل دکھانے والی چیز ہے جس سے اتفاق ومحبت میں نہ صرف فرق آجاتا ہے بلکہ اس کی جڑیں ہل جاتی ہیں۔

تیسری چیز جس سے یہاں ممانعت فرمائی گئی وہ ولاتنابزوا ہے یعنی کسی کو چڑانے والے ناموں سے نہ پکارو مثلاً اندھا کانا لنگڑا لولا ایسے القاب سے یاد کرنا خواہ کسی میں وہ باتیں موجود ہوں اس سے منع فرمایا گیا۔ اسی طرح کسی کو جاہلیت کے نام اور صفات سے یاد کرنا یا فسق اور برائی کے ناموں سے یاد کرنا یہ سب ممنوع ہے اور یہ سب اتنے بڑے گناہ ہیں کہ اگر اس کا مرتکب توبہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ظالم ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کے اصل مقام تک پہنچنے کے لئے اور اس کی خاص برکتیں حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی خودغرضی سے پاک ہو اور اس کے دل میں اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے اتنی خیرخواہی ہو کہ جو نعمت اور جو بھلائی اور جو بہتری وہ اپنے لئے چاہے وہی دوسرے بھائیوں کے لئے بھی چاہے اور جو بات اور جو حال وہ اپنے لئے پسند نہ کرے اس کو کسی دوسرے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ صاحب ایمان نہ ہوجاؤ اور تم پورے مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم میں باہم محبت نہ ہو۔ کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں کہ اگر اس پر عمل کرنے لگو تو تم میں باہمی محبت پیدا ہوجائے وہ بات یہ ہے کہ تم اپنے درمیان سلام کا رواج پھیلاؤ اور اس کو عام کرو'۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والی کسی قوم اور کسی معاشرہ کے ایمان کی تکمیل کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان میں باہم محبت ومودت ہو اگر ان کے دل ایک دوسرے کی محبت سے خالی ہیں تو سمجھنا چاہئے کہ وہ حقیقت ایمان اور اس کے برکات و ثمرات سے محروم ہیں ایک دوسری مشہور حدیث ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے ''مسلم وہ ہے جس کی زبان درازیوں اور دست درازیوں سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کی طرف سے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں لوگوں کو کوئی خوف وخطر نہ ہو''۔ اس حدیث شریف میں زبان اور ہاتھ سے ایذا رسانی کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ بیشتر ایذاؤں کا تعلق انہیں دونوں سے ہوتا ہے ورنہ مقصد ومطلب یہ ہے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ لوگوں کو اس سے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے لیکن یہ بھی واضح رہے کہ قرآن اور حدیث میں جس ایذا رسانی کو منافی اسلام فرمایا گیا ہے۔ وہ وہ ہے جو بغیر کسی صحیح وجہ اور معقول سبب کے ہو۔ ورنہ بشرط قدرت مجرموں کو سزا دینا اور ظالموں کی زیادتیوں اور مفسدوں کی فساد انگیزیوں کو بزور دفع کرنا تو مسلمانوں کا فرض منصبی ہے جیسا کہ گذشتہ آیات میں بیان ہو چکا ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو دنیا امن وراحت سے محروم ہوجائے۔ ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ مومن لعن طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ فحش گو اور بدکلام ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ بدکلامی اور فحش گوئی اور دوسروں کے خلاف زبان درازی یہ عادتیں ایمان کے منافی ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے بھائی کے عیب کو ظاہر نہ کر شاید اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردے اور تجھ کو مبتلا کردے اسی طرح فرمایا گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں اور یہ کسی کو خبر نہیں کہ کس نے کب توبہ کی ہوسکتا ہے جس کو تم برا کہتے ہو اس نے توبہ کرلی ہو اور جس کو تم تکبر اور غرور میں قابل مذاق سمجھتے ہو وہ تو اپنے عجز وانکسار کی وجہ سے معزز ومکرم ہوجائے۔ اور تم اپنی بلندی وپاکی کے زور میں اللہ کے مجرم ٹھہرو۔ خلاصہ یہ کہ قرآن اور حدیث میں واضح ہو رہا ہے کہ شریعت کو معاشری اصلاح کے باب میں کس درجہ اہتمام ہے اور جو معاشرہ ان ہدایات وقوانین پر عامل ہوجائے کیا اس میں باہمی رنجشیں اور دلی عداوتیں اور ایک دوسرے سے بغض ومنافرت رخنہ انداز ہوسکتی ہیں؟ مگر افسوس اور رونا تو یہی ہے کہ قرآن اور حدیث کی تعلیمات کو پیش درپیش اور مقدم رکھنا تو درکنار اب تو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ ملاپن یعنی قرآن وحدیث کا سیکھنا سکھانا اور اس پر عمل کرنا یہ تو ہماری ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے اب تو سائنس اور ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے جس قوم اور معاشرہ کا یہ حال ہو اس کو اپنی صلاح اور فلاح قرآن حدیث میں کہاں نظر آنے لگی۔ بس اس کو تو اپنی صلاح وفلاح سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہی نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالتوں پر رحم فرمائیں اور قرآن اور حدیث کی طرف سے ہماری آنکھیں کھول دیں۔

ابھی مزید ہدایات کا سلسلہ اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا

اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو، کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو اور کوئی

يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا

کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو،

اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ

بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے (مومن)	اجْتَنِبُوْا بچو	كَثِيْرًا بہت سے	مِّنَ الظَّنِّ گمانوں سے	اِنَّ بیشک
بَعْضَ الظَّنِّ بعض گمان	اِثْمٌ گناہ	وَّلَا تَجَسَّسُوْا اور ٹول میں نہ رہا کرو ایکدوسرے کی	وَلَا يَغْتَبْ اور غیبت نہ کرے	بَعْضُكُمْ تم میں سے (ایک)	
بَعْضًا بعض (دوسرے) کی	اَيُحِبُّ کیا پسند کرتا ہے؟	اَحَدُكُمْ تم میں سے کوئی	اَنْ يَّاْكُلَ کہ وہ کھائے	لَحْمَ اَخِيْهِ اپنے بھائی کا گوشت	
مَيْتًا مردہ کا	فَكَرِهْتُمُوْهُ تو اس سے تم گھن کروگے	وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو تم	اِنَّ اللّٰهَ بیشک	تَوَّابٌ توبہ قبول کرنیوالا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان

تفسیر وتشریح: گذشتہ سے وہ ہدایات بیان ہورہی ہیں کہ اول تو مسلمانوں میں نزاع واختلاف پیدا ہی نہ ہوں۔ اور اگر کبھی ایسا ہوجائے تو اس کو ختم کرنے کی ہدایت دی گئی اور ایسی باتوں سے منع فرمایا گیا جس سے اختلاف بڑھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں گذشتہ آیات میں یہ ہدایت دی گئی تھی کہ مسلمانوں کی ایک جماعت دوسری جماعت سے یا ایک فرد دوسرے فرد سے تمسخر نہ کرے۔ نہ کھوج کرید کر ایک دوسرے کے عیب نکالے جاویں۔ نہ برے ناموں اور برے القاب سے مقابل کو یاد کیا جاوے کیونکہ ان سب باتوں سے عداوت ونفرت میں ترقی ہی ہوتی ہے۔

اب آگے اس آیت میں مزید ان باتوں سے منع کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو روکا جاتا ہے جن سے اختلاف اور تفریق باہمی بڑھتی ہے۔

پہلی چیز جس سے اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی وہ بدگمانی ہے۔ بدگمانی بھی فساد کی جڑ ہے۔ جب ایک فریق دوسرے فریق سے بدگمان ہوجاتا ہے اور حسن ظن کی گنجائش نہیں چھوڑتا تو مخالف کی کوئی بات ہو۔ اس کا محمل اپنے خلاف نکال لیتا ہے۔ اس کی بات میں نہ ار احتمال بھلائی کے ہوں اور صرف ایک پہلو برائی کا نکلتا ہو تو ہمیشہ بدگمانی کرنے والے کی طبیعت برے پہلو کی طرف چلے گی اور اس برے اور کمزور پہلو کو قطعی اور یقینی قرار دے کر فریق مقابل پر الزام اور تہمتیں لگانا شروع کردے گا اور پھر یہی نہیں کہ صرف بدگمانی پر اکتفا ہو۔ نہیں بلکہ اس جستجو میں بھی رہتا ہے کہ دوسری طرف کے اندرونی بھید معلوم ہوں جس پر خوب حاشئے چڑھائیں اور پھر اس کی غیبت سے اپنی مجلس گرم کریں۔ اس آیت میں قرآن کریم نے ان تینوں باتوں سے منع فرمایا۔ اگر مسلمان اسی زیر تفسیر ایک آیت پر عامل ہوجائیں تو آپس میں جو اختلافات پیش آجاتے ہیں وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھیں اور چند روز میں نفسانی اختلافات کے نام و نشان باقی نہ رہیں۔ پہلی چیز جس کی یہاں اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی ہے وہ سوء ظن یا بدگمانی ہے۔ یہ بدگمانی ایسی بری چیز ہے کہ اس سے دلوں کے اندر کینے کے اژدھے پلتے ہیں اور جماعت میں افتراق وتشتت پیدا ہوتا ہے۔ اس بدگمانی کی بدولت اچھے اچھے دوست اور رشتہ دار بھی جدا ہوجایا کرتے ہیں اور برخلاف اس خراب عادت کے نیک گمانی ایسی اچھی صفت ہے کہ برے تعلقات کو بھی الفت ومحبت میں تبدیل کردیتی ہے۔ احادیث میں بھی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک گمانی کی بڑی تاکید اور بدگمانی سے بچنے کی سخت ضرورت واہمیت بیان فرمائی ہے۔ ابن ماجہ میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ طواف کرتے ہوئے خانہ کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا تو کتنا پاک گھر ہے۔ تو کیسی اچھی خوشبو والا ہے۔ تو کس قدر عظمت والا ہے اور کیسی بڑی حرمت والا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ مومن کی حرمت۔ اس کے مال اور اس کے جان کی حرمت اور اس کے ساتھ نیک گمان کرنے کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت بڑی ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا ہو جہاں تک تجھ سے ہو سکے اسے بھلائی اور اچھائی پر محمول کر۔ ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا کہ بدگمانی سے بچو گمان سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔ بدگمانیوں کی عام عادت بطور وبا کے ہم لوگوں میں اس طرح پھیلی ہوئی ہے کہ بات بات پر بلاوجہ بھائیوں سے بدگمانی۔ بیوی بچوں سے بدگمانی۔ پڑوسیوں سے بدگمانی۔ دوستوں اور ساتھیوں سے بدگمانی۔ نوکروں اور خادموں سے بدگمانی۔ گویا بدگمانی کو ہم لوگوں نے اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ جس کی اس آیت میں قطعاً ممانعت فرمائی گئی ہے۔ یہ بدگمانی کی خلش اگر دل سے دور ہو جائے تو ہم میں سے ہر ایک کی زندگی کتنی راحت سے بسر ہونے لگے۔

دوسری چیز جس کی اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی وہ کسی کے عیبوں اور کمزوریوں کی تفتیش اور جستجو میں نہ پڑنے کی ہے۔ یہ تجسس اور دوسروں کے عیبوں کی دریافت اور ٹٹول بھی کمینہ حرکات ہیں تاوقتیکہ کوئی شرعی مصلحت یا ضرورت ہی اس کی نہ آپڑے۔ ایک شخص کو حضرت ابن مسعودؓ کے پاس لایا گیا کہ اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہمیں بھید ٹٹولنے اور عیبوں کی تفتیش سے منع کیا گیا ہے۔ ہاں جو بات ظاہر ہو گی ہم اس پر مواخذہ کریں گے۔ ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اگر تو مسلمانوں کے عیب ڈھونڈنے کے درپے ہوگا تو کام خراب ہو جائے گا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی کسی کی پردہ پوشی دنیا میں کرے گا خدا اس کی پردہ پوشی آخرت میں کرے گا۔

تیسری چیز جس کی اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی وہ یہ ہے کہ کوئی کسی کی غیبت اور بدگوئی نہ کرے۔ غیبت یعنی کسی کی غیر حاضری میں اس کے عیوب بیان کرنا ایک تو بزدلی ہے دوسرے اس کے ساتھ چھپی دشمنی ہے اور تیسرے اس کی تذلیل ہے۔ صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے؟ آپ نے فرمایا کے کسی کی پس پشت ایسی بات کرنی جو اسے ناگوار ہو۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر اس میں دراصل وہ بات موجود ہو تو پھر کیا؟ فرمایا یہی تو غیبت ہے۔ اگر واقعتاً وہ بات موجود نہ ہو تب تو بہتان ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے۔ ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے دوسرے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الغیبت اشد من الزنا۔ یعنی غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک شخص زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے اور غیبت کرنے والے کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لے جایا گیا تو میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور بدن کا گوشت نوچ رہے تھے۔ میں نے جبرئیل امین سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل امین نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائی کی غیبت کرتے اور ان کی آبروریزی کرتے تھے۔ الاماں والحفیظ۔

ایک بار کسی بزرگ کی کسی نے غیبت کی ان کو جب اس کا علم ہوا تو

انہوں نے بہت سا حلوہ پکوا کر اس غیبت کرنے والے شخص کے پاس بھجوا دیا اور کہلایا کہ یہ حقیر سا تحفہ ہے اس کرم کے عوض میں جو آپ نے مجھ پر فرمایا۔ جب یہ حلوہ اس کے پاس پہنچا تو بہت تعجب کیا۔ حلوہ بھیجنے والے بزرگ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس کی غیبت کی جاتی ہے خدا اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کو عطا کر دیتا ہے پس اس احسان کے عوض میں نے یہ تحفہ حاضر کیا تھا۔

اللہ اللہ غیبت میں آج مسلمان کیسے مشغول اور مبتلا ہیں۔ ایسی حرام اور ناپاک شے جو زنا سے بھی بدتر ہو جو اپنی نیکی کے زوال کا باعث ہو وہ مسلمانوں کی مجلسوں کی رونق اور مسلمانوں کا محبوب مشغلہ ہو۔ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھے کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں۔ عوام کا ذکر نہیں خواص اس میں مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیا دار کہلاتے ہیں دین داروں کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم خالی ہوتی ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ غضب کہ اس کو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا۔ آگے آیت میں اس غیبت کی برائی کو ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ بھلا کوئی بھائی کا مردہ گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کسی کو پسند نہیں ہو سکتا تو جس کی غیبت ہوتی ہے۔ وہ غائب ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو مردہ سے تشبیہ دی۔ یعنی وہ مردہ کے مانند بے خبر ہے اور یہ اس کی برائی کرنا اس کا گوشت کھانا ہے۔ انسان اور وہ بھی بھائی اس کا زندہ گوشت کوئی کھانا پسند نہیں کرتا ہے چہ جائیکہ مردار گوشت۔ احادیث میں بکثرت اس قسم کے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی اس کا حقیقۃً گوشت کھایا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کی غیبت کی تھی۔ احادیث میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ نا قابل برداشت بن گئی۔ ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں۔ صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضورؐ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اس میں قے کرنے کا حکم فرمایا۔ دونوں نے قے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں۔

الغرض یہاں آیت میں بتایا گیا کہ مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھائے۔ اخیر میں فرمایا جاتا ہے کہ ان نصیحتوں پر کاربند ہی ہوگا۔ جس کے دل میں خدا کا ڈر ہے تو ایمان اور اسلام کا دعویٰ رکھنے والوں کو واقعی طور پر اس خداوند قدوس کے غضب سے ڈر کر ایسی ناشائستہ حرکتوں کے قریب بھی نہ جانا چاہئے۔ اور اگر پہلے کچھ غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہوئی ہیں تو اللہ کے سامنے صدق دل سے توبہ کرے وہ اپنی مہربانی سے معاف فرماوے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تواب الرحیم ہے۔

قرآن مجید کی ان اخلاقی اور معاشرتی ہدایتوں پر عمل کرنا اگر ہم سیکھ لیں تو آج دنیا میں بھی ایک حد تک جنت کا مزہ آنے لگے۔ آج جبکہ مسلمانوں میں باہم نظم اور اتحاد اور اتفاق کی شدید ضرورت ہے۔ تو یہ چیزیں یعنی بدگمانی۔ جاسوسی۔ غیبت اس اتفاق اور اتحاد کے لئے سم قاتل اور زہر ہلاہل سے کم نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے اسلام اور ایمان کی حفاظت فرمائیں۔ اور ہماری زبانوں کو غیبت کے گناہ سے خصوصاً محفوظ رکھیں۔

یہاں چند فقہی مسائل غیبت سے متعلق ملاحظہ ہوں:۔

مسئلہ نمبر۱: غیبت کا بقصد و اختیار سننا بھی ایسا ہی ہے جیسے خود غیبت کرنا۔ (معارف القرآن جلد۸)

مسئلہ نمبر۲: بچے اور مجنون اور کافر ذمی کی غیبت بھی حرام ہے کیونکہ ان کی ایذاء بھی حرام ہے۔ اور جو کافر حربی ہیں اگرچہ ان کی ایذاء حرام نہیں مگر اپنا وقت ضائع کرنے کی وجہ سے پھر بھی غیبت مکروہ ہے (۔ایضاً۔)

مسئلہ نمبر۳: غیبت جیسے قول و کلام سے ہوتی ہے ایسے ہی فعل یا اشارہ سے بھی ہوتی ہے۔(ایضاً) 7

مسئلہ نمبر۴: بعض صورتوں میں غیبت کی اجازت ہے مثلاً کسی شخص کی برائی کسی ضرورت یا مصلحت سے کرنا پڑے تو وہ غیبت میں داخل نہیں۔ بشرطیکہ وہ ضرورت و مصلحت شرعاً معتبر ہو جیسے کسی ظالم کی شکایت کسی ایسے شخص سے کرنا جو ظلم کو دفع کر سکے۔ یا کسی کی اولاد یا بیوی کی شکایت اس کے باپ اور شوہر سے کرنا جو ان کی اصلاح کر سکے یا کسی واقعہ کے متعلق فتویٰ حاصل کرنے کے لئے صورت واقعہ کا اظہار یا مسلمانوں کو کسی شخص کے دینی یا دنیوی شر سے بچانے کے لئے کسی کا حال بتلانا۔ یا کسی معاملہ کے متعلق مشورہ لینے کے لئے اس کا حال ذکر کرنا۔ یا جو شخص سب کے سامنے کھلم کھلا گناہ کرتا ہے اور اپنے فسق کو خود ظاہر کرتا ہے اس کے اعمال بد کا ذکر بھی غیبت میں داخل نہیں مگر بلا ضرورت اپنے اوقات ضائع کرنے کی بنا پر مکروہ ہے۔(معارف القرآن جلد ۸)

مسئلہ نمبر۵: کسی کی برائی اور عیب ذکر کرنے سے مقصود اس کی تحقیر نہ ہو بلکہ کسی ضرورت اور مجبوری سے ذکر کیا گیا ہو۔(معارف القرآن جلد ۸)

ابھی اسی سلسلہ میں مزید ہدایات اگلی آیات میں جاری ہیں جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ان قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں اور ہماری زبانوں کو اور اعضا و جوارح کو تمام گناہوں سے عموماً اور غیبت و بدگمانی و تجسس کے گناہوں سے خصوصاً محفوظ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا حقیقی خوف و ڈر ہمارے دلوں کو نصیب فرمائیں تاکہ ہم کو تمام گناہوں سے توبہ نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری گذشتہ تقصیرات کو معاف فرمادیں۔ اور ان پر سچے دل سے توبہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمادیں اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرمادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ

اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا، تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔

اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا

اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے، یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔

وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا

آپ فرمادیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مان لو تو

يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْــــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کمی نہ کرے گا، بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو!	اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ بے شک ہم نے پیدا کیا تمہیں	مِّنْ ذَكَرٍ ایک مرد سے	وَّاُنْثٰى اور ایک عورت	وَجَعَلْنٰكُمْ اور بنایا تمہیں		
شُعُوْبًا ذاتیں	وَّقَبَآىِٕلَ اور قبیلے	لِتَعَارَفُوْا تاکہ تم ایکدوسرے کی شناخت کرو	اِنَّ اَكْرَمَكُمْ بیشک تم میں سب سے زیادہ عزت والا	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک		
اَتْقٰىكُمْ تم میں سب سے بڑا پرہیزگار	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	خَبِيْرٌ باخبر	قَالَتِ کہتے ہیں	الْاَعْرَابُ دیہاتی	اٰمَنَّا ہم ایمان لائے
قُلْ فرمادیں	لَّمْ تُؤْمِنُوْا تم ایمان نہیں لائے	وَلٰكِنْ اور لیکن	قُوْلُوْٓا تم کہو	اَسْلَمْنَا ہم اسلام لائے ہیں	وَلَمَّا اور ابھی نہیں	يَدْخُلِ داخل ہوا
الْاِيْمَانُ ایمان	فِيْ قُلُوْبِكُمْ تمہارے دلوں میں	وَاِنْ اور اگر	تُطِيْعُوا تم اطاعت کرو گے	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اسکا رسول	
لَا يَلِتْكُمْ تمہیں کمی نہ کریگا	مِّنْ سے	اَعْمَالِكُمْ تمہارے اعمال	شَيْــًٔا کچھ بھی	اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ مہربان

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو خطاب کر کے ایک دوسرے سے بدگمانی، کسی کے عیوب کی تفتیش اور کسی کی غیبت یعنی بدگوئی کرنے کی ممانعت فرمائی گئی تھی۔ اب چونکہ کسی کی غیبت۔ عیب جوئی۔ اور طعن و تشنیع کا منشا محض کبر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اس لئے آگے ان آیات میں قرآن پاک نے اس کبر کی بھی جڑ کاٹ دی اور بتلایا کہ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز و حقیر ہونا کچھ ذات پات۔ خاندان و نسب سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت متقی پرہیزگار ہو اور اللہ سے ڈرنے والا ہو اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز و مکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے انسان ایک مرد اور ایک عورت یعنی حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی اولاد ہیں شیخ۔ سید۔ مغل۔ پٹھان۔ صدیقی۔ فاروقی۔ عثمانی۔ انصاری سب کا سلسلہ حضرت آدمؑ اور حوا پر منتہی ہوتا ہے۔ یہ ذاتیں قومیت اور خاندانی تقسیم یہ تو اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت اور پہچان کے لئے مقرر کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف۔ فضیلت۔ اور مقبولیت تمام تر ذاتی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے گویا فضیلت کے لحاظ سے اسلام نے انسانی آبادی کی تقسیم صرف دو ہی طبقوں میں رکھی ہے۔ متقی اور غیر متقی اس کے علاوہ اسلام میں حقیقی تقسیم نہ امیر و غریب کی ہے۔ نہ نسلی شریف اور نہ نسلی رذیل کی ہے۔ نہ کالے گورے کی ہے بلکہ صرف متقی اور غیر متقی کی ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جس کو حق تعالیٰ کسی شریف اور معزز اور بزرگ گھرانے میں پیدا کردے وہ ایک موہوب شرف ہے اور غیر اختیاری فضل جیسے کسی کو حسین و خوبصورت بنا دیا جائے لیکن یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے

لائق نہیں کہ اسی کو معیار کمال اور فضیلت کا ٹھہرا لیا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے ہاں جس کو یہ نسبی شرف حاصل ہو اس کو شکر کرنا چاہئے کہ اللہ نے بلا اختیار و کسب کے یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ اور شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور اور فخر سے باز رہے اور اس نعمت کو برے اخلاق اور بدخصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف فرمایا تاکہ سب لوگ دیکھ سکیں اور طواف سے فارغ ہو کر آپ نے خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا۔

''شکر ہے اللہ کا جس نے فخر جاہلیت کو اور اس کے تکبر کو تم سے دور کر دیا۔ اب تمام مسلمانوں کی صرف دو قسمیں ہیں ایک نیک اور متقی جو اللہ کے نزدیک شریف اور محترم ہے دوسرا فاجر شقی جو اللہ کے نزدیک ذلیل و حقیر ہے''۔ اس کے بعد آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبآئل لتعارفوا ط ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ط ان اللہ علیم خبیرo

الغرض انسان کی فضیلت۔ شرف اور عزت کا اصلی معیار نسب نہیں بلکہ تقویٰ و طہارت ہے اور متقی آدمی دوسرے کو حقیر کب سمجھے گا۔ پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ ظاہری تقویٰ بھی دنیا میں کسی کی شیخی۔ تعلی اور تفاخر کی بنیاد نہیں بن سکتا کیونکہ تقویٰ اصل میں دل سے ہے اور دل کا حال اللہ تعالیٰ ہی پر روشن ہے کہ کون واقعی کس حد تک متقی ہے اور جو ظاہر میں متقی نظر آتا ہے وہ باطن میں کیسا ہے اور آئندہ کیسا رہے گا؟ تو یہاں دعوے تقدس و تقویٰ سے ممانعت کی طرف اشارہ ہے آگے ایک ایسی ہی خاص جماعت کا ذکر فرمایا گیا جنہوں نے بطور ریا کے اس کا اظہار بھی اور دعویٰ کیا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں اعراب سے مراد قبیلہ بنو اسد کے دیہاتی ہیں کہ قحط شدید کے ایام میں صدقہ لینے کی غرض سے مدینہ طیبہ آئے اور اظہار کیا کہ ہم ایمان لائے مگر دراصل دل میں ایمان اور اللہ و رسول کی اطاعت مقصود نہ تھی۔ لیکن بعض مفسرین نے اعراب سے یہاں عام دیہاتی لوگ مراد لئے ہیں جو اسلام میں داخل ہوتے ہی ایمان کا بڑھا چڑھا دعویٰ کرنے لگتے تھے حالانکہ دراصل ان کے دل میں اب تک ایمان کی جڑیں مضبوط نہیں ہوئی تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دعوے سے روکا۔ یہ اعرابی دعویٰ کرتے کہ ہم ایمان لائے اس پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیہاتی جو آپ کے پاس آ کر ایمان لانے کے مدعی ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تو آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مخالفت چھوڑ کر مطیع ہو گئے یعنی امنا کے بجائے اسلمنا کہو اور باقی ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اس لئے ایمان کا دعویٰ مت کرو۔ لیکن اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا سب باتوں میں کہنا مان لو جس میں یہ بھی داخل ہے کہ دل سے ایمان لے آؤ تو اللہ تمہارے اعمال میں سے جو کہ بعد ایمان کے ہوں گے ذرا بھی کم نہ کرے گا بلکہ سب کا پورا پورا ثواب دے گا کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ کامل مومن کون ہیں اور اگر کامل مومن بنا جائے تو کیسا بنا جائے یہ اگلی خاتمہ کی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں حسب و نسب پر فخر کرنے سے بچائیں اور تقویٰ اور پرہیزگاری جو اصل دولت ہے وہ عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ تقویٰ پر ثابت قدم رکھیں اور حقیقی ایمان سے ہمارے قلوب کو منور فرمائیں۔ اسلام کے ساتھ ہمیں ایمان کامل بھی نصیب فرمائیں اور اپنی شان غفور الرحیمی سے ہمارے ناقص اعمال قبول فرما کر ثواب کامل عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

پورے مومن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا، اور اپنے مال اور جان سے خدا کے راستے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿۱۵﴾ قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ

میں جہاد کیا، یہ لوگ ہیں سچے۔ آپ فرمادیجئے کہ کیا خدائے تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو حالانکہ اللہ کو تو سب آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کی خبر ہے،

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ

اور اللہ سب چیزوں کو جانتا ہے۔ یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو،

إِسْلَامَكُمْ ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۷﴾ إِنَّ اللَّهَ

بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ

يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۸﴾

آسمان اور زمین کی مخفی باتوں کو جانتا ہے، اور اللہ تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے۔

إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	الْمُؤْمِنُونَ مومن (جمع)	الَّذِينَ وہ لوگ جو	آمَنُوا ایمان لائے	بِاللَّهِ اللہ پر	وَرَسُولِهِ اور اس کا رسول	ثُمَّ پھر		
لَمْ يَرْتَابُوا نہ پڑے شک میں وہ	وَجَاهَدُوا اور انہوں نے جہاد کیا	بِأَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں سے	وَأَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانوں سے	فِي میں				
سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کی راہ	أُولَٰئِكَ یہی لوگ	هُمُ وہ	الصَّادِقُونَ سچے	قُلْ فرمادیں	أَتُعَلِّمُونَ کیا تم جتلاتے ہو؟	اللَّهَ اللہ	بِدِينِكُمْ اپنا دین	
وَاللَّهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	مَا جو	فِي السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِي الْأَرْضِ زمین میں	وَاللَّهُ اور اللہ	بِكُلِّ ہر ایک	شَيْءٍ چیز
عَلِيمٌ جاننے والا	يَمُنُّونَ وہ احسان رکھتے ہیں	عَلَيْكَ آپ پر	أَنْ کہ	أَسْلَمُوا وہ اسلام لائے	قُلْ فرمادیں	لَا تَمُنُّوا نہ احسان رکھو تم		
عَلَيَّ مجھ پر	إِسْلَامَكُمْ اپنے اسلام لانے کا	بَلِ اللَّهُ بلکہ اللہ	يَمُنُّ احسان رکھتا ہے	عَلَيْكُمْ تم پر	أَنْ هَدَاكُمْ کہ اس نے ہدایت دی تمہیں			
لِلْإِيمَانِ ایمان کی طرف	إِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صَادِقِينَ سچے	إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	غَيْبَ السَّمَاوَاتِ پوشیدہ باتیں آسمانوں کی		
وَالْأَرْضِ اور زمین	وَاللَّهُ اور اللہ	بَصِيرٌ دیکھنے والا	بِمَا وہ جو	تَعْمَلُونَ تم کرتے ہو				

تفسیر و تشریح: یہ سورہ حجرات کی آخری اور خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا تھا کہ حسب ونسب کوئی فخر کرنے کی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام سے جاری کیا اور مختلف قومیں اور خاندان جو بنائے تو وہ محض باہم شناخت اور ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے بنائے نہ کہ فخر و تکبر کے لئے۔ پھر بتلایا گیا تھا کہ بڑائی اور بزرگی اللہ کے نزدیک تقویٰ اور پرہیزگاری میں ہے نہ کہ حسب ونسب پر۔ اور تقویٰ چونکہ دل سے تعلق رکھنے والی چیز ہے اس لئے اس کا حال اللہ تعالیٰ ہی کو خوب معلوم ہے کہ کون واقعی متقی ہے اور کس درجہ کا۔ اس لئے تقویٰ بھی ایسی چیز نہیں کہ کوئی اس پر فخر کرے اور دعویٰ اپنے متقی اور مقدس ہونے کا کرے۔ اسی سلسلہ میں قبیلہ بنی اسد کے بعض دیہاتیوں کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قحط کے زمانہ میں آئے اور کہا کہ ہم مومن ہیں اور دیکھئے دوسرے قبائل کی طرح ہم نے آپ کی مخالفت نہیں کی۔ ہمارے ساتھ ہمارے

اہل و عیال بھی ہیں۔ غرض ان کی یہ تھی کہ آپ ہمارے ممنون ہو کر ہماری مدد کریں۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے ان دیہاتیوں کو کہا گیا تھا کہ تم آمنا کہہ کر دعوے ایمان مت کرو بلکہ اسلمنا کہہ سکتے ہو کہ مخالفت چھوڑ کر آپ کے مطیع ہو گئے۔ انہی بنی اسد کے دیہاتیوں کو ان کے دعوے ایمان کرنے پر ان آیات میں جتلایا جاتا ہے کہ کامل مومن کون ہیں اور اگر تم کو کامل مومن بننا ہے تو کیسے بنو۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ سچے اور پکے مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ اور رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے یعنی اپنے مالوں کو بھی اور اپنی جانوں کو بھی راہ خدا میں جس میں جہاد بھی شامل ہے خرچ کرتے ہیں یہ سچے لوگ ہیں جو کہہ سکتے ہیں کہ ہم ایمان لائے یہ ان لوگوں کی طرح نہیں جو صرف زبان ہی سے ایمان کا دعویٰ کر کے رہ جاتے ہیں۔ تو یہاں مومنوں یعنی کامل ایمان والوں کی تین صفات بتلائی گئیں ایک یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور دل سے یقین رکھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس خالص تصدیق اور کامل یقین پر پوری طرح جم جاتے ہیں اور جمے ہی رہتے ہیں اور اس میں شک و تردد میں نہیں پڑتے اور تیسرے یہ کہ اللہ کے دین کے لئے جان و مال کی قربانی پیش کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اگر یہ تینوں باتیں کسی میں موجود نہ ہوں تو وہ کامل الایمان نہیں کہلایا جا سکتا گو وہ زبانی کیسے ہی اسلام اور ایمان کے بلند دعوے کرتا ہو۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر واقعی سچا دین و ایمان اور کامل یقین تم کو حاصل ہے تو اپنے کہنے اور جتلانے سے کیا ہوگا؟ جس سے معاملہ ہے وہ آپ خبردار ہے۔ اور ایسا جاننے والا ہے کہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیہاتی جو اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں تو آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان مت رکھو۔ تم جو اسلام قبول کرو گے میری اطاعت و فرمانبرداری کرو گے اور میری دین میں مدد کرو گے تو اس کا نفع تمہیں کو ملے گا تمہارے اسلام نہ لانے سے میرا کیا ضرر ہے اور اگر واقعی تم دعوے ایمان و اسلام میں سچے ہو تو یہ تمہارا احسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ایمان کی طرف آنے کا راستہ دیا اور دولت اسلام سے سرفراز کیا۔ گویا خاتمہ سورت پر متنبہ کر دیا گیا کہ اگر تم کو قرآنی ہدایات اور اسلامی تعلیمات پر کاربند ہونے کی توفیق نصیب ہو تو اس کا احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان کا شکر ادا کرو جس نے تم کو ایسی توفیق عطا فرمائی۔ سورۃ کے خاتمہ پر فرمایا کہ دلوں کے بھید اور ظاہر کا عمل سب کو خدا خوب جانتا ہے اور اسی کے موافق تم کو جزا اور بدلہ دے گا پھر اس کے سامنے دعوے اور باتیں بنانے سے کیا فائدہ۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ خالی خولی زبانی ایمان و اسلام کے دعوے اور لن ترانی نہ مطلوب ہے نہ محمود ہے بلکہ حقیقت ایمان کی یہ ہے کہ صدق دل سے اللہ اور رسول پر ایمان لائے جس کی پہچان اور شناخت یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل پیرا ہو اور جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے قطعاً گریز ہو۔ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تو کہے کہ شراب قطعاً حرام ہے۔ ہم کہیں کہ غیر ملکیوں کی مہمانداری کرنی بھی تو ضروری ہے اللہ اور اس کا رسول تو کہے کہ سود یکسر حرام ہے ہم کہیں کہ سودی لین دین چھوڑ کر پھر ''ترقی'' کیسے ہوگی اور یورپ و امریکہ کے بے دین ملکوں میں ہماری عزت اور ساکھ کیسے بنے گی۔ اللہ اور اس کا رسول تو کہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دو۔ زانی کو کوڑے اور رجم یعنی سنگساری کی سزا دو۔ ہم کہیں کہ اس ترقی اور تہذیب کے زمانہ میں یہ سزائیں کیسے دی جا سکتی ہیں۔ یورپ والے ہم کو ظالم اور بے رحم کہیں گے۔ اللہ اور رسول تو کہیں کہ مالدار پر حج فرض ہے اگر استطاعت ہوتے ہوئے حج نہ کیا تو اس کو اختیار ہے خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مگر ہم کہیں کہ حج کی عام اجازت کیسے دی جا سکتی ہے جبکہ ملک کی دولت غیر ملک میں خرچ کرنے سے زرمبادلہ کی مشکلات پیش آتی ہیں تو یہ ایمان اور اسلام خوب ہے کہ ایک ایک بات میں اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف اور ضد پر عمل ہو اور دعویٰ ہو کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ درس اب سے قریب ۱۷ سال پہلے یعنی ۱۹۶۹ کا

لکھا ہوا ہے جس وقت ملک میں یہی حالت تھی۔ تو جیسا کہ ان آیات سے صاف معلوم ہوا حقیقت ایمان کی یہ ہے کہ صدق دل سے اللہ اور رسول پر ایمان و یقین ہو۔ اور دوسری بات یہ کہ اس ایمان و یقین میں شک وشبہ اور تردد نہ ہو اور تیسری بات حقیقت ایمان کے لئے یہ فرمائی کہ دین کی بلندی کے لئے اللہ کے نام کی بڑائی اور عظمت کے لئے اپنے جان و مال کی قربانی کرنا۔ اپنی چاہت کے حال کو اللہ کے راستہ میں قربان کرنا اور اپنی عزیز جان کو اللہ کی رضا میں لگانا اور فدا کرنا تو کھرے کھوٹے ایمان کی کسوٹی ہے

یہ آیت **انما المؤ منون الذين امنوا بالله ورسوله ثم لم يرتابوا وجاهدوا باموالهم وانفسهم فی سبیل الله ط اولٰئک هم الصدقون.** ایمان والے تو وہی ہیں کہ جو۔

۱-اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے

۲- پھر انہوں نے کسی طرح شک وشبہ نہیں کیا

۳-اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کرتے رہے وہی سچے بھی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو بھی اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی حقیقی ایمان و اسلام نصیب فرمائیں اور ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک کی سچی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرمائیں اور ہمارے دلوں کو شکوک وشبہات سے پاک فرمائیں۔

یا اللہ اپنے دین کے لئے اور اپنی رضا کے لئے ہمیں اپنا جان مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ آپ نے ہم کو اسلام عطا فرما کر ہم پر بڑا احسان و انعام فرمایا۔

اے اللہ ہم کو اس نعمت کی قدر و عظمت عطا فرما اور ہم کو اسی اسلام پر تازیست قائم رکھ اور اسی پر موت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۚ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا

ق قسم ہے قرآن مجید کی۔ بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ڈرانے والا آگیا سو کافر لوگ کہنے لگے کہ یہ

شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۚ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ۚ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ

عجیب بات ہے۔ جب ہم مرگئے اور مٹی ہوگئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید بات ہے۔ ہم اُن کے اُن اجزاء کو جانتے ہیں جن کو مٹی کم کرتی ہے،

مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۚ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۚ

اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے۔ بلکہ سچی بات کو جبکہ وہ ان کو پہنچتی ہے جھٹلاتے ہیں غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں۔

قٓ قاف	وَالْقُرْاٰنِ قسم ہے قرآن	الْمَجِيْدِ مجید	بَلْ بلکہ	عَجِبُوْٓا انہوں نے تعجب کیا	اَنْ کہ	جَآءَهُمْ انکے پاس آیا	مُنْذِرٌ ایک ڈرسنانے والا
مِنْهُمْ ان میں سے	فَقَالَ تو کہا	الْكٰفِرُوْنَ کافروں	هٰذَا یہ	شَيْءٌ شے	عَجِيْبٌ عجیب	ءَاِذَا مِتْنَا کیا جب ہم مرگئے	وَكُنَّا اور ہوگئے
تُرَابًا مٹی	ذٰلِكَ یہ	رَجْعٌ دوبارہ لوٹنا	بَعِيْدٌ دور	قَدْ عَلِمْنَا تحقیق ہم جانتے ہیں	مَا تَنْقُصُ جو کچھ کم کرتی ہے	الْاَرْضُ زمین	
مِنْهُمْ ان میں سے	وَعِنْدَنَا اور ہمارے پاس	كِتٰبٌ حَفِيْظٌ محفوظ رکھنے والی کتاب	بَلْ كَذَّبُوْا بلکہ انہوں نے جھٹلایا	بِالْحَقِّ حق کو			
لَمَّا جَآءَهُمْ جب وہ آیا ان کے پاس	فَهُمْ پس وہ	فِيْٓ اَمْرٍ ایک بات میں	مَّرِيْجٍ الجھی ہوئی				

تفسیر وتشریح: الحمدللہ اب ۲۶ ویں پارہ کی سورہ ق کا بیان ہورہا ہے اور یہیں سے قرآن پاک کی ساتویں منزل جو آخری منزل ہے شروع ہوتی ہے۔ اس وقت اس سورہ ق کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے اس سورۃ کی وجہ تسمیہ۔ مقام وزمانہ نزول۔ خلاصہ مضامین۔ تعداد آیات ورکوعات وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں۔

اس سورۃ کی ابتدا ہی حرف ق سے ہوئی ہے جو مقطعات قرآنی میں سے ہے۔ اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام ق مقرر ہوا۔ یہ سورۃ مکی ہے اور مکی دور کے ابتدائی زمانہ کی سورتوں میں سے ہے۔ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۵۰ ویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۵۴ لکھا ہے یعنی ۵۳ سورتیں اس سے قبل نازل ہوچکی تھیں اور ۶۰ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۴۵ آیات ۳ رکوعات۔ ۳۷۶ کلمات اور ۱۵۲۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اس میں عقائد سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں۔ سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کے ذکر سے فرمائی گئی کہ یہ ایک عظیم الشان کتاب ہے اور جو کچھ اس میں قیامت۔ حشر نشر وغیرہ کے بارہ میں بتلایا گیا ہے وہ سراسر حق ہے لیکن مخالفین محض ہٹ دھرمی سے کام لے کر ان باتوں کا ناحق انکار کرتے ہیں چنانچہ کفار ومنکرین کہتے کہ جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہوجائیں گے تو پھر ہم دوبارہ کیونکر زندہ ہوں گے۔ کفار کے ان اشکالات کا جواب دیتے ہوئے بتلایا گیا کہ یہ مانا کہ انسان مرکر مٹی ہوجائے گا اور اس کے اجزا زمین میں بکھر جائیں

گے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اس کے بدن کا ذرہ ذرہ کہاں ہے اس لئے ہر جگہ سے سمیٹ کر ان اجزاء کو پھر اکٹھا کر کے انسان کو دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کیا جاوے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوگا اور اس کی قدرت کی نشانیاں اب بھی دنیا میں ظاہر ہیں آسمان کی طرف دیکھو اتنی بڑی چھت بغیر کسی ستون اور سہارے کے کس طرح کھڑی ہے اور کس طرح ستارے جگمگاتے ہیں پھر اس آسمان میں نہ کوئی سوراخ نظر آتا ہے نہ کوئی دراڑ نظر آتی ہے۔ پھر زمین کو دیکھو کہ کس طرح دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور وزنی پہاڑ اس پر جمے ہوئے ہیں اور قسم قسم کی چیزیں اس زمین سے اگ رہی ہیں۔ پھر آسمان سے بارش ہوتی ہے مردہ خشک زمین زندہ ہو کر ہری بھری ہو جاتی ہے اور اس میں جان پڑ جاتی ہے اسی طرح انسان بھی مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہو جائے گا۔ پھر بتلایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کر کے کسی نے بھی اچھا پھل نہ پایا بلکہ انکار کرنے والے بری طرح ہلاک ہوئے چنانچہ پہلے قوم نوح۔ اصحاب الرس۔ عاد۔ ثمود۔ قوم فرعون۔ قوم لوط۔ اصحاب الایکہ۔ اور قوم تبع ہر ایک نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تکذیب کرنے والے ہلاک کر دیئے گئے۔ اس لئے لوگوں کو گذشتہ قوموں کے حالات سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ پھر خود انسان کی پیدائش اور اس کے متعلق خدائی قدرت کا اظہار کیا گیا کہ یہ انسان آپ ہی آپ نہیں بن گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ارادہ سے پیدا کیا ہے اور اس کے قول وفعل کے نگران دو فرشتہ اس کے ساتھ لگا دیئے ہیں جو اس کی نیکی اور بدی فوراً لکھتے رہتے ہیں اور آخر ایک وقت اس انسان پر ایسا آتا ہے کہ جب اس پر موت کی بے ہوشی طاری ہوتی ہے اور موت کا آنا یقینی ہے پھر جب انسان کو موت آ گئی اور اس کی دنیا کی زندگی ختم ہو گئی تو اس کے بعد ایک وقت آئے گا کہ جب صور میں پھونک ماری جائے گی اس وقت تمام انسان جہاں بھی ہوں گے پھر زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ ہولناک دن شروع ہو جائے گا جس سے تمام اللہ کے نبی اور رسول ڈراتے چلے آئے ہیں قیامت میں انسان اپنے اعمال کے مطابق دوزخ میں جائے گا یا جنت میں۔ پھر جنت و جہنم کی کچھ کیفیت بیان کی گئی اور بتلایا گیا کہ انسان اللہ سے منہ موڑ کر دنیا میں جن کو اپنا ساتھی بنا رہا ہے۔ وہ قیامت کے دن اس کے کچھ کام نہ آئیں گے وہاں تو اسی کی نجات ہوگی جو دنیا میں بن دیکھے اللہ سے ڈرتا رہے گا اور دل سے اللہ کی طرف رجوع کرتا رہے گا اور اس سے غافل نہ ہوگا۔ سورۃ کے خاتمہ پر فرمایا گیا کہ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتے ہیں اور وہی موت دیتے ہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہوگا اور گو یہ منکرین ان باتوں کو نہ مانیں مگر حقیقت یہ ہے کہ سب کو ایسا ہی جمع ہونا ہے اور یہ اللہ کے نزدیک کچھ مشکل بات نہیں بلکہ بڑی آسان بات ہے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا کہ آپ کو ان منکرین سے زبردستی بات منوانے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے آپ کا کام اچھی طرح سمجھا کر کہہ دینا ہے آگے کوئی مانے یا نہ مانے۔ پس آپ قرآن پڑھ پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیں گو نصیحت وہی حاصل کرے گا جو اللہ کی وعید سے ڈرتا ہو یہ ہے خلاصہ اس تمام سورۃ کا جس کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اب ان آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو سورۃ کی ابتداق جو حروف مقطعات میں سے ہے فرمائی گئی جس کے حقیقی معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ پھر قرآن کریم کی عظمت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لئے اس کی قسم کھا کر بتلایا گیا کہ اس قرآن کی بزرگی اور عظمت شان کا کیا کہنا لیکن اس کے باوجود منکرین پھر بھی اس کو قبول نہیں کرتے اور یہ اس لئے نہیں کہ ان کے پاس اس کے خلاف کوئی حجت و برہان ہے بلکہ محض اپنے جہل وحماقت سے اس پر تعجب کرتے ہیں کہ ان ہی کے خاندان۔ قبیلہ اور نسل کا ایک آدمی ان کی طرف رسول ہو کر آیا اور بڑا بن کر سب کو نصیحتیں کرنے لگا اور بات بھی ایسی عجیب کہی جسے کوئی باور نہ کر سکے۔ بھلا جب ہم مر کر مٹی ہو گئے کیا پھر زندگی کی طرف واپس کئے جائیں گے۔ یہ واپسی تو عقل سے بہت دور اور ہماری سمجھ سے بعید ہے کفار کے ان اشکالات کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے علم میں ہے کہ بدن کے اجزا

تحلیل ہو کر جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہیں اس کو قدرت ہے کہ ہر جگہ سے اجزاء اصلیہ کو جمع کر کے ڈھانچہ کھڑا کر دے اور دوبارہ جان اس میں ڈال دے اور یہی نہیں کہ آج سے معلوم ہے بلکہ اللہ کا علم قدیم ہے اور قبل وقوع ہی سب اشیاء کے حالات ایک کتاب میں جو لوح محفوظ کہلاتی ہے لکھ دیئے تھے اور اب تک وہ کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس موجود چلی آتی ہے جس میں ذرا کمی بیشی نہیں ہو سکتی تو یہ منکرین بلاوجہ تعجب میں ہیں اور یہ تعجب ہی نہیں بلکہ کھلی ہوئی تکذیب ہے۔ اللہ کے رسول کا انکار۔ قرآن کا انکار۔ مرکر دوبارہ زندہ ہونے کا انکار۔ غرض ہر چیز کو جھٹلاتے ہیں اور عجیب الجھی ہوئی باتیں کرتے ہیں۔ بے شک جو شخص سچی باتوں کو جھٹلاتا ہے اسی طرح شک واضطراب کی الجھنوں میں پڑا رہتا ہے۔

یہاں آیت میں جو فرمایا گیا ہے **وعندنا کتب حفیظ** ہ اور ہمارے پاس کتاب محفوظ ہے تو اس کتاب سے مفسرین نے لکھا ہے کہ لوح محفوظ مراد ہے لوح محفوظ جس کو ام الکتٰب بھی کہا گیا ہے کیا ہے؟ کیسی ہے؟ درحقیقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ بس مراد اللہ تعالیٰ کی علمی کتاب ہے جسمیں ہر چیز موجود ہے سابق ولاحق۔ حاضر و غائب کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں۔ جسطرح لوح اپنی تحریر کو ظاہر کر دیتی ہے واقعات گزر جاتے ہیں لوح پر تحریر باقی رہتی ہے اور اپنے مضمون کو ظاہر کرتی رہتی ہے۔ (لغات القرآن جلد ۵)

آگے ذکر ہے قدرت الٰہی کا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو یہ عظمت والی عظیم الشان کتاب عطا فرمائی ہے ہم کو اس نعمت کی قدردانی اور شکرگذاری کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اس کے احکام وقوانین پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ہمیں اپنی عظمت والی کتاب قرآن کریم کی حقیقی عظمت عطا فرمادے اور ہمیں اپنے بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کر لینے کی توفیق نصیب فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ۝ وَالْأَرْضَ

کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر کی طرف آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا اور اس کو آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخنہ نہیں۔ اور زمین کو

مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ

ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوش نما چیزیں اُگائیں۔ جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا

لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝

ہر رجوع ہونے والے بندے کیلئے۔ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا پھر اس سے بہت سے باغ اُگائے اور کھیتی کا غلہ

وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۖ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ ۝

اور لمبی لمبی کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ بندوں کے رزق دینے کیلئے اور ہم نے اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح زمین سے نکلنا ہوگا۔

أَفَلَمْ يَنظُرُوا تو کیا وہ نہیں دیکھتے؟	إِلَى السَّمَاءِ آسمان کی طرف	فَوْقَهُمْ ان کے اوپر	كَيْفَ کیسے	بَنَيْنَاهَا بنایا اسکو	وَزَيَّنَّاهَا اور اس کو آراستہ کیا			
وَمَا لَهَا اور اس میں نہیں	مِن کوئی	فُرُوجٍ شگاف	وَالْأَرْضَ اور زمین	مَدَدْنَاهَا ہم نے پھیلایا	وَأَلْقَيْنَا اور ڈالے جمائے	فِيهَا اس میں		
رَوَاسِيَ پہاڑ (جمع)	وَأَنبَتْنَا اور اُگائے	فِيهَا اس میں	مِن سے۔ کے	كُلِّ زَوْجٍ ہر قسم	بَهِيجٍ خوشنما	تَبْصِرَةً ذریعہ بینائی	وَذِكْرَىٰ اور نصیحت	
لِكُلِّ لئے۔ ہر	عَبْدٍ مُّنِيبٍ رجوع کرنیوالا بندہ	وَنَزَّلْنَا اور ہم نے اتارا	مِنَ السَّمَاءِ آسمان سے	مَاءً پانی	مُّبَارَكًا بابرکت	فَأَنبَتْنَا پھر ہم نے اُگائے		
بِهِ اس سے	جَنَّاتٍ باغات	وَحَبَّ اور دانہ (غلہ)	الْحَصِيدِ کاٹنے (کھیتی)	وَالنَّخْلَ اور کھجور کے درخت	بَاسِقَاتٍ بلند و بالا	لَّهَا جن کے	طَلْعٌ خوشے	
نَّضِيدٌ تہ بتہ	رِّزْقًا رزق	لِّلْعِبَادِ بندوں کیلئے	وَأَحْيَيْنَا اور ہم نے زندہ کیا	بِهِ اس سے	بَلْدَةً شہر (زمین)	مَّيْتًا مردہ	كَذَٰلِكَ اسی طرح	الْخُرُوجُ نکلنا

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں کفار و منکرین کا قول نقل فرمایا گیا تھا کہ جو یہ کہتے تھے کہ بھلا مر جانے کے بعد جب ہم مٹی ہو گئے تو پھر دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے یعنی وہ حشر نشر کو ناممکن سمجھتے تھے۔ تو اس کا ایک جواب وہاں دیا گیا تھا کہ بدن کے اجزا تحلیل ہو کر جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہیں اور اس کو قدرت حاصل ہے کہ وہ انسانی بدن کے ایک ایک ذرہ کو جہاں کہیں بھی وہ ہو انہیں جمع کر کے دوبارہ اس میں زندگی ڈال دے دوسرا جواب ان آیات میں دیا جاتا ہے کہ یہ منکرین جو مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں اور اس کو ناممکن خیال کرتے ہیں دراصل ان منکرین نے اللہ کی قدرت کا صحیح اندازہ نہیں کیا۔ یہ لوگ جس چیز کو ناممکن خیال کرتے ہیں پروردگار عالم اس سے زیادہ بڑھے چڑھے اپنی قدرت کے نمونے سامنے رکھ کر فرماتا ہے کہ ایک آسمان ہی کو دیکھو جو ان کے سر پر ہر طرف چھایا ہوا ہے نہ بظاہر اس میں کوئی کھمبا نظر آتا ہے نہ ستون و سہارا تو اتنا بڑا عظیم الشان جسم کیسا مضبوط اور محکم کھڑا ہوا ہے اور رات کو جب اس پر ستاروں کی قندیل روشن ہوتی ہے تو یہ آسمان کس قدر پر رونق اور خوبصورت نظر آتا ہے پھر لطف یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں برس گذر گئے نہ اس چھت میں کہیں سوراخ ہوا۔ نہ کوئی حصہ ٹوٹا پھٹا۔ نہ رنگ خراب ہوا آخر وہ کس کی قدرت ہے جس نے یہ مخلوق بنائی اور پھر بنا کر اس کی ایسی حفاظت کی۔ پھر آسمان کے بعد زمین کی صناعی کی طرف توجہ دلائی کیا یہ منکرین زمین کو نہیں دیکھتے کہ کس قدر دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور کس طرح اس پر بڑے بڑے وزنی اور بھاری بھرکم پہاڑ جمے ہوئے ہیں اور اس

زمین میں سے کس طرح طرح کی خوشنما اور دلفریب چیزیں پھل پھلار۔میوے۔غلہ ترکاری سبزی وغیرہ اگتی ہیں۔یہ چیزیں ہر ایک کی آنکھوں کے سامنے ہیں اور اس آسمان و زمین کی تخلیق و تنظیم میں دانائی اور بینائی کے کتنے سامان ہیں جن میں ادنیٰ غور کرنے سے انسان صحیح حقیقت تک پہنچ سکتا ہے اور ان باتوں کو یاد دلانے والی ہیں جنہیں انسان غفلت میں پڑ کر بھول گیا ہے۔پھر ایسی روشن نشانیوں کی موجودگی میں بھی یہ منکرین کیونکر حق کو جھٹلانے کی جرأت کرتے ہیں۔پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس پر بھی غور کرو کہ اللہ نے نفع دینے والا پانی آسمان سے برسا کر زمین سے باغات اگائے جن میں میوہ دار درخت پھولتے اور پھلتے ہیں اور کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں جو کاٹی جاتی ہیں اور جن کے اناج کھلیان میں ڈالے جاتے ہیں اور کھجور کے اونچے اونچے درخت اگا دیئے جو بھرپور میوے لاتے ہیں اور کھجوروں کے گچھوں سے لدے رہتے ہیں۔یہ سب سامان اللہ نے اپنے بندوں کے رزق کے لئے کیا ہے اور یہی پانی ہے کہ جب برستا ہے تو مردہ خشک زمین میں جان پڑ جاتی ہے اور خشک سوکھی ہوئی زمین پھر تروتازہ ہو کر لہلہانے لگتی ہے اور سوکھے چٹیل میدان سرسبز ہو جاتے ہیں تو ان سب چیزوں پر غور کرنے سے اللہ کی قدرت صاف نظر آتی ہے خاص کر پانی سے مردہ زمین میں دوبارہ جان پڑتی دیکھ کر تو کسی عقلمند کو اس میں شبہ نہ رہنا چاہئے کہ اسی طرح انسان مردہ ہو کر پھر دوبارہ زندہ ہوگا جس طرح بارش ہونے پر خشک زمین کو از سرِ نو سرسبز شاداب ہوتے دیکھتے ہو اسی طرح حکمت الٰہی اور قدرت خداوندی مردہ انسانوں کو بھی زمین سے نکال کھڑا کرے گی۔اس کا ناممکن ہونا تو الگ رہا اس میں تعجب کی بھی کیا بات ہے۔کیا قدرت کی یہ نشانیاں نہیں بتلاتیں کہ بلا شک و شبہ وہ قادر تمام باتوں پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

صرف یہیں اس سورت میں نہیں بلکہ قرآن کریم میں متعدد جگہ حق تعالیٰ نے اپنی لامحدود قدرت کو جاننے اور اس سے حق تعالیٰ کے وجود کو پہچاننے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے لئے انسانوں کو اپنی مخلوقات اور مصنوعات میں غور و فکر کرنے کے لئے فرمایا۔اور اسی کو ذریعہ بتلایا تبصرة وذكرىٰ لكل عبد منيب ٥ یعنی ہر ایسے شخص کے لئے جو اللہ کی قدرت کی معرفت حاصل کرنا چاہے وہ اس غرض کے لئے اللہ کی مصنوعات میں فکر کرنے کی طرف متوجہ ہو یہی ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا ہر رجوع ہونے والے بندے کے لئے۔تو یہاں حشر و نشر اور بعث بعد الموت یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر کفار و مشرکین مکہ کو یہ جواب دیا گیا کہ انسان اپنے محدود علم و قدرت و بصیرت پر اللہ تعالیٰ کے غیر محدود اور غیر متناہی علم اور قدر کو قیاس کر کے اس گمراہی میں پڑتا ہے کہ قیامت اور حشر و نشر کا انکار کرتا ہے خلاصہ یہ کہ یہاں ثابت کیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان و زمین جیسی بڑی چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو ایک مردہ کو دوبارہ زندہ کر دینے پر اس کو قدرت کیوں نہ ہو گی۔ضرور ہو گی اور اس میں تعجب اور تکذیب کی کیا بات ہے۔

اب آگے منکرین و مکذبین کو وعید سنائی جاتی ہے اور گذشتہ بعض مشہور قوموں کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جنہوں نے انکار قیامت سے اپنے رسولوں کی تکذیب کر کے اپنے سر عذاب مول لیا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ نے ہماری پرورش کیلئے دنیا میں طرح طرح کے سامان رزق عطا فرمائے ہیں۔اپنی ان نعمتوں کا شکر گذار اور قدردان بنا کر زندہ رکھئے اور ان نعمتوں کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾

ان سے پہلے قوم نوح اور اصحب الرّس اور ثمود۔ اور عاد اور فرعون اور قوم لوط

وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ

اور اصحاب ایکہ اور قوم تبع تکذیب کر چکے ہیں، سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا سو میری وعید محقق ہوگئی۔ کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے میں تھک گئے،

بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ

بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے شبہ میں ہیں۔ اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں،

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ

اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ۔ جب دو اخذ کرنے والے فرشتے اخذ کرتے رہتے ہیں جو کہ داہنی اور بائیں طرف

قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ

بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔ اور موت کی سختی حقیقۃً آپہنچی،

ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾

یہ وہ چیز ہے جس سے بدکتا تھا۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	قَوْمُ نُوْحٍ نوح کی قوم	وَ اور	اَصْحٰبُ الرَّسِّ اہلِ رس	وَثَمُوْدُ اور ثمود	وَعَادٌ اور عاد	وَفِرْعَوْنُ اور فرعون
وَاِخْوَانُ اور بھائی (جمع)	لُوْطٍ لوط	وَاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ اور اہلِ ایکہ (بن کے رہنے والے)	وَقَوْمُ تُبَّعٍ اور قوم تبع	كُلٌّ كَذَّبَ سب نے جھٹلایا			
الرُّسُلَ رسولوں	فَحَقَّ پس ثابت ہوگیا	وَعِيْدِ وعدۂ عذاب	اَفَعَيِيْنَا تو کیا ہم تھک گئے	بِالْخَلْقِ پیدا کرنے سے	الْاَوَّلِ پہلی بار	بَلْ هُمْ بلکہ وہ	
فِيْ لَبْسٍ شک میں	مِنْ سے	خَلْقٍ جَدِيْدٍ پیدا کرنا از سرِ نو	وَلَقَدْ خَلَقْنَا اور تحقیق ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	وَنَعْلَمُ اور ہم جانتے ہیں		
مَا تُوَسْوِسُ جو وسوسے گزرتے ہیں	بِهٖ اس کے	نَفْسُهٗ اس کا جی	وَنَحْنُ اور ہم	اَقْرَبُ بہت قریب	اِلَيْهِ اس کے	مِنْ سے	
حَبْلِ الْوَرِيْدِ رگِ گردن (شہ رگ)	اِذْ يَتَلَقَّى جب لیتے (لکھ لیتے) ہیں	الْمُتَلَقِّيٰنِ دو لینے (لکھ لینے) والے	عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں سے	وَ اور			
عَنِ الشِّمَالِ بائیں سے	قَعِيْدٌ بیٹھا ہوا	مَا يَلْفِظُ اور نہیں نکالتا	مِنْ قَوْلٍ کوئی بات	اِلَّا مگر	لَدَيْهِ اس کے پاس	رَقِيْبٌ ایک نگہبان	عَتِيْدٌ تیار بیٹھا ہوا
وَ اور	جَآءَتْ آگئی	سَكْرَةُ الْمَوْتِ موت کی بے ہوشی	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	ذٰلِكَ یہ	مَا كُنْتَ جس سے تو تھا	مِنْهُ اس سے	تَحِيْدُ بھاگتا (بدکتا)

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منکرین کے قیامت و حشر و نشر کے بارہ میں اشکالات نقل فرما کر ان کے جوابات ارشاد فرمائے گئے تھے اور بتلایا گیا تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بارش کے پانی سے مردہ یعنی خشک زمین کو زندہ اور سرسبز فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح مردہ انسان دوبارہ زندہ ہو کر زمین سے اٹھ کھڑے ہوں گے اس لئے قیامت میں مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے پر نہ تعجب ہونا چاہئے نہ انکار مگر ضدی و ہٹ دھرم کفار مکہ کہاں ماننے والے تھے۔ اس لئے ان کو انکار و تکذیب پر وعید سنائی جاتی ہے کہ پہلے بھی بہت سی مشہور قومیں اور امتیں اپنے رسولوں کا انکار

اوران کی باتوں کی تکذیب کر چکی ہیں مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ ان پر عذاب خداوندی نازل ہوا اور وہ ہلاک کیئے گئے۔ چنانچہ ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ ان کفار مکہ سے پہلے قوم نوح نے اور اصحاب الرس نے اور قوم ثمود اور قوم عاد اور قوم فرعون اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ اور قوم تبع یہ سب بھی اپنے رسولوں کی اوران کی باتوں کی جو وہ قیامت وحشر ونشر کے بارہ میں بتلاتے تھے انکار وتکذیب کر چکی ہیں۔ ان تمام اقوام کے قصہ سورہ حجر سورہ فرقان اور سورہ دخان وغیرہ میں گزر چکے ہیں۔ تو ان تمام امتوں کو ان کی سرکشی وکفر اور مخالفت حق کا نتیجہ وہی ملا جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا یعنی عذاب خداوندی سے ہلاک کر دیئے گئے تو اہل مکہ اور دیگر مخاطبین کو سمجھایا جاتا ہے کہ اس انکار وتکذیب کی بدخصلت سے پرہیز کرنا چاہئے اور باز آ جانا چاہئے ورنہ ایسا نہ ہو کہ عذاب کا کوڑا ان پر بھی برس پڑے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اول بار میں عدم محض سے تو تمام مخلوق اور چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ کا ہونا یہ بھی تسلیم کرتے ہیں تو پھر کیا ان منکرین کا یہ خیال ہے کہ اب اللہ کی قدرت تخلیق جواب دے گئی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ اول بار مخلوق کو پیدا کر کے (معاذ اللہ) تھک گئے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر وہ انسانوں کے دوسری بار پیدا کرنے میں شبہ کیوں کرتے ہیں جو ایک بار پیدا کر سکتا ہے وہ مٹا کر دوسری بار بھی پیدا کر سکتا ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس انسان کو اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے ارادہ سے پیدا کیا ہے یہ نہ آپ ہی آپ بن گیا اور نہ کسی دوسرے نے اسے پیدا کیا اور پھر اس کو پیدا کر کے یہ نہیں کہ چھوڑ دیا اور بےخبر ہو گئے۔ نہیں بلکہ اس کے ہر قول وفعل سے اللہ تعالیٰ خبردار ہیں حتیٰ کہ جو وساوس وخطرات انسان کے دل میں گزرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بھی واقف ہیں اور وہ انسان سے اتنے قریب ہیں کہ اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں اور پھر یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل کے خطرات ووساوس کو جانتے ہیں اور انسان کی شہ رگ سے زیادہ اس کے نزدیک ہیں بلکہ دو فرشتے بھی خدا کے حکم سے ہر وقت اس کی تاک میں لگے رہتے ہیں اور جو لفظ انسان کے منہ سے نکلے وہ لکھ لیتے ہیں دائیں طرف والا نیکی لکھتا ہے اور بائیں طرف والا بدی۔ ادھر انسان نے کچھ کیا یا کہا ادھر ان میں سے کوئی ایک فوراً لکھ لیتا ہے اور وہ اس کے اعمال کی تاک میں تیار بیٹھا رہتا ہے کہ ادھر اس نے کچھ کیا یا کہا ادھر اس نے جھٹ لکھ لیا۔ آخر ایک وقت انسان پر ایسا آتا ہے کہ وہ نہ کچھ کہہ سکتا ہے اور نہ کر سکتا ہے اور اس پر بےہوشی طاری ہو جاتی ہے اور موت کی علامتیں شروع ہو جاتی ہیں اس وقت وہ سب سچی باتیں نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں جن کی خبر اللہ کے رسولوں نے دی تھیں۔ یہ پیش آنا ہر انسان کے لئے قطعی یقینی ہے۔ آگے انسان کو براہ راست خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے انسان یہی موت ہے جس سے تو بچتا تھا اور کتراتا تھا اور بہت کچھ تو نے اس کو ٹلانا چاہا اور اس وقت سے بہت کچھ بھاگتا رہا پر یہ گھڑی ٹلنے والی کہاں تھی۔ آخر سر پر آ کھڑی ہوئی کوئی تدبیر وحیلہ دفع الوقتی کا نہ چل سکا۔

یہاں آیت میں جو فرمایا گیا نحن اقرب الیه من حبل الورید۝ کہ ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں تو اس کا جمہور مفسرین نے یہی مطلب لیا ہے کہ قرب سے مراد قرب علمی اور احاطہ علمی ہے۔ قرب مسافت مراد نہیں۔ اور شہ رگ ہر جاندار میں خون کی وہ رگیں ہیں جو جاندار کے دل سے نکلتی ہیں جن پر انسان وحیوان کی زندگی موقوف ہے یہ رگیں کاٹ دی جائیں تو جاندار کی روح نکل جاتی ہے خلاصہ مطلب اس جملہ کا یہی ہوا کہ جس چیز پر انسان کی زندگی موقوف ہے اللہ تعالیٰ اس چیز سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں یعنی اس کی ہر چیز کا علم رکھتے ہیں۔

پھر ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالتا جس کو یہ نگران فرشتے محفوظ نہ کر لیتے ہوں اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

''انسان بعض اوقات کوئی کلمہ خیر بولتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے مگر یہ اس کو معمولی بات سمجھ کر بولتا ہے۔ اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کا ثواب کہاں تک پہنچا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے

اپنی رضائے دائمی قیامت تک کی لکھ دیتے ہیں۔اسی طرح کوئی کلمہ انسان اللہ کی ناراضی کا معمولی سمجھ کر زبان سے نکال دیتا ہے اور اس کو گمان نہیں ہوتا کہ اس کا گناہ اور وبال کہاں تک پہنچے گا۔اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص سے اپنی دائمی ناراضی قیامت تک کے لئے لکھ دیتے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زبانوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رضامندی کے کلمات ہماری زبانوں سے نکلنا نصیب فرمائیں۔

اب آگے موت کے بعد جو قیامت اور حشر نشر واقع ہوگا اس کے بعض واقعات بیان فرمائے جاتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو انسان بنا کر پیدا فرمایا اور کفر وشرک سے بچا کر ہم کو ایمان واسلام کی دولت سے نوازا۔

یا اللہ نافرمان قوموں کی خصلت واعمال سے ہم کو بچائیے اور ہم کو کامل اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیے۔

یا اللہ ہمارے اقوال واعمال میں حفاظت فرمائیے اور وہ اعمال واقوال جو آپ کی رضا کے باعث ہوں ہمارے لئے آسان اور سہل فرما دیجئے اور وہ اعمال واقوال جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں ہم سے محال وناممکن کر دیجئے اور اُن سے کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ موت کی سختی ہمارے لئے آسان فرمائیے گا اور ایمان واسلام کی موت ہم سب کو نصیب فرمائیے گا۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾

اور صور پھونکا جاوے گا، یہی دن ہوگا وعید کا۔

وَنُفِخَ اور پھونکا گیا	فِي الصُّورِ صور میں	ذٰلِكَ یہ	يَوْمُ الْوَعِيْدِ وعید کا دن		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اے انسان موت کی بے ہوشی تجھ پر یقیناً آ کر رہے گی اور آدمی نے موت کو بہت کچھ ٹلانا چاہا اور اس وقت سے بچنے کے لئے بھاگتا اور کتراتا رہا مگر یہ موت کی گھڑی انسان کے سر سے ٹلنے والی کہاں تھی۔ آخر سر پر آ کر کھڑی ہوتی ہے اور کسی کی کوئی تدبیر اور حیلہ موت سے بچنے کا نہ چل سکا۔ اب جب انسان کو موت آ گئی اور اس کی دنیا کی زندگی ختم ہوئی تو اب اس کو آگے کیا واقعات پیش آنے ہیں یہ اس آیت اور آئندہ آیات میں بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ ایک وقت آئے گا تو صور میں پھونک ماری جائے گی اس وقت جہاں بھی جو انسان مرا ہوگا پھر زندہ ہو کر کھڑا ہوگا اور وہ ہولناک دن شروع ہو جائے گا جس سے اللہ کے نبی اور رسول اور اللہ کی سب کتابیں ڈراتی چلی آئی ہیں یہاں جس صور پھونکے جانے کا ذکر ہے وہ دوسری بار کا صور ہوگا جب کہ سب مردہ زندہ ہو جائیں گے اور پہلے بار کے صور پھونکے جانے پر سب کا دنیا میں خاتمہ ہو جائے گا۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث مفسر دہلویؒ نے اپنی کتاب قیامت نامہ میں احادیث کی روشنی میں جو صور پھونکے جانے کی کیفیت لکھی ہے وہ موقع کی مناسبت سے یہاں نقل کی جاتی ہے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

"قرب قیامت کی آخری علامت کے بعد قیام قیامت کی اول علامت یہ ہوگی کہ لوگ تین چار سال تک غفلت میں پڑے رہیں گے (یہاں لوگوں سے مراد بے دین اور کفار ہیں جو اخیر میں دنیا میں باقی رہیں گے اور قیامت انہی پر قائم ہوگی کیونکہ اہل ایمان تو اس جہان سے سب کوچ کر چکے ہوں گے حتیٰ کہ کوئی روئے زمین پر لفظ اللہ تک کہنے والا نہ ہوگا) دنیاوی نعمتیں۔ اموال اور شہوت رانیاں بکثرت ہو جائیں گی کہ جمعہ کے دن جو یوم عاشورہ بھی ہوگا صبح ہوتے ہی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے کہ ناگاہ ایک باریک لمبی آواز آدمیوں کو سنائی دے گی۔ یہی نفخ صور اول ہوگا۔ تمام اطراف کے لوگ اس کے سننے میں یکساں ہوں گے اور حیران ہوں گے کہ یہ آواز کیسی ہے اور کہاں سے آتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ آواز مانند کڑک بجلی کے سخت و بلند ہوتی جائے گی۔ آدمیوں میں اس کی وجہ سے بڑی بے چینی و بے قراری پھیل جاوے گی۔ جب وہ پوری سختی پر آ جائے گی تو لوگ خوف و ہیبت سے مرنے شروع ہو جائیں گے زمین میں زلزلہ آئے گا جس کے ڈر سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر میدانوں میں بھاگیں گے اور وحشی جانور خائف ہو کر لوگوں کی طرف میل کریں گے۔ زمین جا بجا شق ہو جائے گی۔ سمندر ابل کر قرب و جوار کے مواضعات پر چڑھ جائیں گے۔ آگ بجھ جائے گی۔ نہایت محکم اور بلند پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تیز ہوا کے چلنے سے ریت کے موافق اڑیں گے۔ گرد و غبار کے اٹھنے اور آندھیوں کے آنے کے سبب جہاں تیرہ و تار ہو جائے گا۔ وہ آواز دم بدم سخت ہوتی جائے گی یہاں تک کہ اس کے نہایت ہولناک ہونے پر آسمان پھٹ جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ جب تمام انسان مر جائیں گے تو ملک الموت ابلیس کی روح قبض کرنے کے لئے متوجہ ہوں گے یہ ملعون چاروں طرف دوڑتا پھرے گا ملائکہ گرز ہائے آتشیں سے مار مار کر لوٹا دیں گے اور اس کی روح قبض کر لیں گے سکرات موت کی جتنی تکالیف تمام افراد بنی آدم پر گذری ہیں اس پر تنہا گذریں گی۔ نفخ صور کے مسلسل چھ ماہ تک پھکنے کے بعد نہ آسمان رہے گا۔ نہ ستارے۔ نہ پہاڑ۔ نہ سمندر۔ نہ اور کوئی چیز سب کے سب نیست و نابود ہو جائیں گے حتیٰ کہ ایک مرتبہ تو فرشتے بھی مر جائیں گے مگر لکھا ہے کہ آٹھ چیزیں فنا سے مستثنیٰ ہیں اول عرش۔ دوسرے

کرسی۔ تیسرے لوح۔ چوتھے قلم۔ پانچویں بہشت۔ چھٹے صور۔ ساتویں دوزخ۔ آٹھویں ارواح۔لیکن ارواحوں کوبھی بے خودی و بیہوشی لاحق ہوجائے گی۔بعضوں کا قول ہے کہ یہ آٹھ چیزیں بھی تھوڑی دیر کے لئے معدوم ہو جائیں گی۔ حاصل کلام جب سوائے ذات باری تعالیٰ کوئی اور باقی نہ رہے گا۔تو خداوند رب العزت فرمائے گا **لمن الملک الیوم** کہاں ہیں بادشاہان ومدعیان سلطنت؟ کس کے لئے آج کی سلطنت ہے ؟ پھر خود ہی ارشاد فرمائے گا **لله الواحد القهار** (خدائے یکتاوقہار کے لئے ہے) پس ایک وقت تک ذات واحد ہی رہے گی۔ پھرایک مدت کے بعد جس کی مقدار سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا ازسرنو سلسلہ پیدائش کی بنیاد قائم ہوگی ۔آسمان ۔ زمین ۔فرشتوں کو پیدا کرے گا۔زمین کی ہیئت اس وقت ایسی ہوگی کہ اس میں عمارتوں ۔درختوں ۔ پہاڑوں اور سمندروں وغیرہ کا نشان نہ ہو گا اس کے بعد جس جس مقام سے لوگوں کو زندہ کرنا منظور ہوگا تو اسی جگہ پہلے ان کی ریڑھ کی ہڈی کو پیدا کر کے رکھ دیا جائے گا اور ان کے دیگر اجزائے جسمانی کو اس ہڈی کے متصل رکھ دیں گے۔ترتیب اجزا کے بعد ان اجزائے مرکبہ پر گوشت و پوست چڑھا کر جو جو صورت ان کے مناسب حال ہو عطا ہو جائے گی۔ قالب جسمانی کے تیار ہونے کے بعد تمام ارواحوں کو صور میں داخل کر کے حضرت اسرافیل کو حکم ہوگا کہ ان کو پوری طاقت سے پھوکیں اور خود خداوند کریم ارشاد فرمائے گا قسم ہے میرے عزوجلال کی کوئی روح اپنے قالب سے خطا نہ کرے۔ پس روحیں اپنے اپنے جسموں میں اس طرح آئیں گی جیسے گھونسلوں میں پرندے ۔صور اسرافیل میں تعداد ارواح کے موافق سوراخ ہیں جن میں سے روحیں پھونکے پر اپنے اپنے قالبوں میں داخل ہو جائیں گی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کا رابطہ جسموں سے قائم ہو جائے گا اور سب کے سب زندہ ہو جائیں گے ۔اس کے بعد صور دوم پھر پھونکا جائے گا جس کی وجہ سے زمین پھٹ کر تمام لوگ برآمد ہوں گے اور گرتے پڑتے آواز صور کی جانب دوڑیں گے یہ صور بیت المقدس کے اس مقام پر جہاں صخرہ معلق ہے پھونکا جائے گا۔قبروں میں سے آدمی اسی شکل میں پیدا ہوں گے جیسے کہ بطن مادر سے یعنی برہنہ تن ۔بے ختنہ ۔بے ریش ہوں گے صرف سروں پر بال اور منہ میں دانت ہوں گے۔ سب سے پہلے زمین میں سے حضرت رسول مقبول محبوب رب العالمین ۔اشرف الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے۔آپ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر جگہ جگہ سے انبیاء ،صدیقین شہداء ۔ صالحین اٹھیں گے۔بعد ازاں عام مومنین پھر فاسقین ۔پھر کفار تھوڑی تھوڑی دیر بعد یکے بعد دیگرے برآمد ہوں گے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوں گے۔حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ کے پاس اور دیگر امتیں اپنے اپنے پیغمبر کے پاس مجتمع ہو جائیں گی........"؟

قیامت نامہ کی اس عبارت سے صور کے پھونکے جانے کی کچھ تفصیل آپ کے سامنے آگئی ۔ترمذی شریف کی ایک حدیث میں حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں کیونکر آرام وسکون سے بیٹھوں جبکہ حالت یہ ہے کہ صور پھونکنے والا (یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام) صور کو منہ میں دبائے ہوئے ہیں۔کان حکم سننے کے لئے لگائے ہوئے ہیں پیشانی جھکائے ہوئے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملے۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب یہ حالت ہے تو آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں۔آپ نے فرمایا **حسبنا الله و نعم الوكيل** پڑھا کرو۔تو یہاں آیت میں **ونفخ فى الصور ذلک يوم الوعيد** یعنی قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا جس سے سب زندہ ہو جاویں گے یہی دن ہوگا وعید کا جس سے لوگوں کو ڈرایا جاتا تھا۔تو یہاں دوسری مرتبہ کا صور پھونکا جانا مراد ہے۔جس کی تشریح اوپر قیامت نامہ سے سنائی گئی۔

اب اس کے بعد آگے میدان قیامت وحشر کی حاضری کا حال اور کفار وغیرہ کے جہنم میں پھینکے جانے کا حکم ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

8

وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿٢١﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا

اور ہر شخص اس طرح آوے گا کہ اس کے ساتھ ایک اس کو اپنے ہمراہ لاوے گا اور ایک گواہ ہوگا۔ تو اس دن سے بے خبر تھا سو اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا

عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَىَّ عَتِيْدٌ ﴿٢٣﴾ اَلْقِيَا

سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔ اور فرشتہ جو اس کے ساتھ رہتا تھا کہے گا یہ وہ ہے جو میرے پاس تیار ہے۔ ہر ایسے شخص کو

فِىْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ﴿٢٥﴾ الَّذِىْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا اور ضد رکھتا ہو۔ اور نیک کام سے روکتا ہو اور حد سے باہر جانے والا ہو اور شبہ پیدا کرنے والا۔ جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا ہو سو ایسے شخص کو

فَاَلْقِيٰهُ فِى الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿٢٦﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿٢٧﴾

سخت عذاب میں ڈال دو۔ وہ شیطان جو اس کے ساتھ رہتا تھا کہے گا کہ اے ہمارے پروردگار میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا لیکن یہ خود ہی دور دراز کی گمراہی میں تھا۔

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَىَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَىَّ وَمَآ

ارشاد ہوگا کہ میرے سامنے جھگڑے کی باتیں مت کرو اور میں تو پہلے ہی تمہارے پاس وعید بھیج چکا تھا۔ میرے ہاں بات نہیں بدلی جاوے گی

اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾

اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

وَجَآءَتْ اور آئیگا (حاضر ہوگا)	كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	مَعَهَا اسکے ساتھ	سَآئِقٌ ایک چلانے والا	وَ اور	شَهِيْدٌ گواہی دینے والا	لَقَدْ كُنْتَ تحقیق تو تھا	
فِىْ غَفْلَةٍ غفلت میں	مِّنْ هٰذَا اس سے	فَكَشَفْنَا تو ہم نے ہٹا دیا	عَنْكَ تجھ سے	غِطَآءَكَ تیرا پردہ	فَبَصَرُكَ پس تیری نظر	الْيَوْمَ آج	
حَدِيْدٌ بڑی تیز	وَقَالَ اور کہے گا	قَرِيْنُهٗ اس کا ہم نشین	هٰذَا یہ	مَا لَدَىَّ جو میرے پاس	عَتِيْدٌ حاضر	اَلْقِيَا تم دونوں ڈالدو	فِىْ جَهَنَّمَ جہنم میں
كُلَّ كَفَّارٍ ہر ناشکرا	عَنِيْدٍ سرکش	مَّنَّاعٍ منع کرنے والا	لِّلْخَيْرِ مال کیلئے	مُعْتَدٍ حد سے گزرنے والا	مُّرِيْبٍ شبہات ڈالنے والا	الَّذِىْ وہ جس	
جَعَلَ ٹھہرایا	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اِلٰهًا معبود	اٰخَرَ دوسرا	فَاَلْقِيٰهُ پس اسے ڈالدو تم	فِى الْعَذَابِ عذاب میں	الشَّدِيْدِ سخت	قَالَ کہے گا
قَرِيْنُهٗ اسکا ہم نشین	رَبَّنَا اے ہمارے رب	مَآ اَطْغَيْتُهٗ میں نے اسے سرکش نہیں بنایا	وَلٰكِنْ اور لیکن وہ	كَانَ تھا	فِىْ ضَلٰلٍ گمراہی میں	بَعِيْدٍ پرلے درجے کی	
قَالَ فرمائے گا	لَا تَخْتَصِمُوْا تم نہ جھگڑو	لَدَىَّ میرے پاس۔ سامنے	وَقَدْ قَدَّمْتُ اور میں پہلے بھیج چکا ہوں	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف			
بِالْوَعِيْدِ وعدۂ عذاب	مَا يُبَدَّلُ نہیں بدلی جاتی	الْقَوْلُ بات	لَدَىَّ میرے پاس ہاں	وَ اور	مَآ اَنَا نہیں میں	بِظَلَّامٍ ظلم کرنے والا	لِّلْعَبِيْدِ بندوں پر

تفسیر وتشریح: گذشتہ درس میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب انسان کو موت آگئی اور اس کی دنیا کی زندگی ختم ہوئی تو اس کے بعد ایک وقت آئے گا کہ جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو اس وقت پھر سب مردہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ یوم جزا و سزا جس سے اللہ کے نبی انسانوں کو دنیا میں ڈراتے تھے شروع ہو جائے گا۔ اب آگے ان آیات میں محشر کی کیفیت بیان کی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ میدان حشر میں تمام انسان دوبارہ زندہ کر کے اس طرح حاضر کئے جائیں گے کہ ایک فرشتہ پیشی کے میدان کی طرف دھکیلتا ہوگا اور دوسرا فرشتہ اعمالنامہ لئے ہوگا جس

میں اس کی زندگی کے سب احوال درج ہوں گے۔ یہ وہی دو فرشتے ہوں گے جو کراما کاتبین کہلاتے ہیں اور جو دنیا میں انسان کی نیکی و بدی لکھتے رہتے ہیں جب قیامت میں میدان حشر میں سب حاضر ہوں گے تو ان میں جو کافر ہوں گے ان سے خطاب ہوگا کہ دنیا کے مزوں میں پڑ کر تو آج کے دن سے بے خبر تھا اور تیری آنکھوں کے سامنے شہوات وخواہشات کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پیغمبر جو سمجھاتے تھے تجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ آج ہم نے تیری آنکھ سے وہ پردے ہٹا دیئے اور نگاہ خوب تیز کر دی۔ اب دیکھ لے جو باتیں کہی گئی تھیں صحیح ہیں یا غلط اس کے بعد فرشتہ کاتب اعمال جو اس کے ساتھ رہتا تھا اعمال نامہ سامنے کر کے کہے گا کہ یہ تیرا کچھا چٹھا ہے جو میرے پاس تیار اور موجود ہے۔ جب فرشتے اعمال نامہ سامنے رکھ دیں گے اور مجرم جرم کا اقبال کر لیں گے تو دو فرشتوں کو حکم ہوگا خواہ یہ کراما کاتبین ہوں یا اور کوئی کہ ہر ایسے شخص کو جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کا انکار کرتا تھا اور حق سے ضد رکھتا تھا اور نیک کام سے روکتا تھا اور شرارت میں حد سے آگے بڑھا ہوا تھا اور دین کی باتوں میں شک وشبہ ڈالا کرتا تھا اور خدا کے ساتھ دوسروں کو بھی معبود ٹھہراتا تھا ہر ایسے شخص کو جہنم میں جھونک دو۔ یہ کم بخت سخت عذاب کے قابل ہیں۔ جب ایسے کافر کو معلوم ہوگا کہ اب دائمی خسارہ اور عذاب میں پڑنے والا ہے اس وقت اپنے بچاؤ کے واسطے گمراہ کرنے والوں کے ذمہ الزام رکھے گا اور کہے گا کہ مجھے تو شیطان مردود نے بہکایا جو ہر دم میرے ساتھ لگا رہتا تھا۔ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے ساتھ جیسے دو فرشتے ساتھی بنائے گئے ہیں جو انسان کے اعمال لکھتے ہیں اسی طرح ایک شیطان بھی ہر انسان کا ساتھی رہتا ہے جو اس کو گمراہی اور گناہوں کی طرف بلاتا ہے اور رغبت دلاتا ہے تو جب جہنم میں جانے والا یہ عذر کرے گا کہ مجھے تو اس شیطان نے بہکایا تھا ورنہ میں نیک کام کرتا۔ اس پر وہ شیطان جو اس کے ساتھ لگا رہتا تھا کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے اس کو جبراً گمراہ نہیں کیا تھا نہ میں نے اس پر زبردستی کی تھی کہ برے کام کر اور شرارت کے لئے ہر وقت تیار رہ۔ یہ تو ایک اشارہ اور شہ میں خود ہی جھٹ پٹ گمراہی کے راستہ پر لگ گیا تھا اور نجات وفلاح کے راستہ سے دور جا پڑا تھا۔ اس پر ارشاد باری ہوگا کہ اب بک بک مت کرو دنیا میں سب کو نیک وبد سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اب ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا ملے گی جو گمراہ ہوا یا جس نے اغوا کیا سب اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتیں گے میں پہلے ہی دنیا میں اپنے رسول اور کتاب بھیج کر آج کے دن کے عذاب سے ڈرا چکا ہوں آج وہی ہوگا جو میں نے اپنی کتاب میں کہہ دیا تھا۔ میری بات بدلی نہیں جاتی جو کہہ دیا وہی ہو کر رہتا ہے اور ہمارے ہاں ظلم نہیں جو کچھ فیصلہ ہوگا عین حکمت اور انصاف سے ہوگا جیسا جس نے کیا ویسا ہی آج بھگتے گا۔

اب یہاں ان آیات سے **القيافي جهنم كل كفار عنيد مناع للخير معتد مريب ن الذى جعل مع الله الها فالقيه في العذاب الشديد** جس میں فرشتوں کو حکم باری تعالیٰ ہوگا کہ ہر ایسے شخص کو جہنم میں سخت عذاب میں ڈال دو جو

(۱) کفر کرنے والا ہو۔ (۲) حق سے ضد رکھتا ہو۔ (۳) نیک کام سے رکتا ہو۔ (۴) حد سے باہر ہو جانے والا ہو۔ (۵) دین میں شبہ پیدا کرنے والا ہو۔ (۶) جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا ہو۔

معلوم ہوا کہ یہ چھ صفات انسان میں خالص کافرانہ اور مشرکانہ صفات ہیں کہ جن پر جہنم میں جھونک دینے اور عذاب شدید میں ڈالے جانے کا حکم ہوگا۔ اب یہاں جو بات خوف کھانے کی ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت کے مسلمان میں تو ان صفات میں سے کوئی صفت نہیں پائی جاتی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیا اس وقت کا مسلمان نیک کام سے روکنے والا تو نہیں۔ حق سے ضد رکھنے والا تو نہیں۔ حد سے باہر ہو جانے والا تو نہیں۔ دین میں شبہ پیدا کرنے والا تو نہیں۔ اس کا فیصلہ عام حالات دیکھ کر خود کر لیجئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگئے کہ ہمیں ان کافرانہ صفات سے بچنا نصیب ہو۔

اب میدان حشر میں جزا وسزا کا انجام جہنم یا جنت ہوگا اس لئے آگے کچھ کیفیت جہنم اور جنت کی بیان کی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ۝ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ

جس دن کہ ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے۔ اور جنت متقیوں کے قریب لائی جائے گی

غَيْرَ بَعِيدٍ ۝ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ

کہ کچھ دور نہ رہے گی، یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ وہ ہر ایسے شخص کیلئے ہے جو رجوع ہونے والا پابندی کرنے والا ہو جو شخص خدا سے بے دیکھے ڈرتا ہوگا

وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۝ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا

اور رجوع ہونے والا دل لے کر آوے گا اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا ان کو بہشت میں سب کچھ ملے گا جو جو چاہیں گے اور ہمارے پاس

مَزِيدٌ ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ

اور بھی زیادہ ہے۔ اور ہم ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو قوت میں ان سے زیادہ تھے اور تمام شہروں کو چھانتے پھرتے تھے،

مِنْ مَحِيصٍ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝

کہیں بھاگنے کی جگہ بھی نہ ملی۔ اس میں اس شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس دل ہو یا وہ متوجہ ہو کر کان ہی لگا دیتا ہو۔

يَوْمَ جس دن	نَقُولُ ہم کہیں گے	لِجَهَنَّمَ جہنم سے	هَلِ امْتَلَأْتِ کیا تو بھر گئی؟	وَتَقُولُ اور وہ کہے گی	هَلْ کیا	مِنْ سے۔ کچھ	مَزِيدٍ مزید ہے		
وَأُزْلِفَتِ اور نزدیک کردی جائیگی	الْجَنَّةُ جنت	لِلْمُتَّقِينَ پرہیزگاروں کیلئے	غَيْرَ بَعِيدٍ نہ دور	هَٰذَا یہ	مَا تُوعَدُونَ جو تم سے وعدہ کیا جاتا تھا				
لِكُلِّ أَوَّابٍ ہر رجوع کرنے والے کیلئے	حَفِيظٍ نگہداشت کرنے والے	مَنْ جو	خَشِيَ ڈرا	الرَّحْمَٰنَ رحمٰن (اللہ)	بِالْغَيْبِ بن دیکھے				
وَجَاءَ اور آیا	بِقَلْبٍ مُنِيبٍ رجوع کرنیوالے دل کے ساتھ	ادْخُلُوهَا تم اس میں داخل ہوجاؤ	بِسَلَامٍ سلامتی کے ساتھ	ذَٰلِكَ یہ					
يَوْمُ الْخُلُودِ ہمیشہ رہنے کا دن	لَهُمْ ان کیلئے	مَا يَشَاءُونَ جو وہ چاہیں گے	فِيهَا اس میں	وَلَدَيْنَا اور ہمارے پاس	مَزِيدٌ اور بھی زیادہ				
وَكَمْ أَهْلَكْنَا اور کتنی ہلاک کیں ہم نے	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	مِنْ قَرْنٍ امتیں	هُمْ أَشَدُّ وہ زیادہ سخت	مِنْهُمْ ان سے	بَطْشًا پکڑیں				
فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ پس گردینے (گشت کرنے) لگے شہروں میں	هَلْ کیا	مِنْ سے (کہیں)	مَحِيصٍ بھاگنے کی جگہ	إِنَّ بیشک	فِي میں				
ذَٰلِكَ اس	لَذِكْرَىٰ نصیحت	لِمَنْ اس کیلئے جو	كَانَ ہو	لَهُ اس کا	قَلْبٌ دل	أَوْ یا	أَلْقَى السَّمْعَ ڈالے (لگائے) کان	وَهُوَ اور وہ	شَهِيدٌ متوجہ

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلا گیا تھا کہ قیامت میں فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ہر ایسے شخص کو جہنم میں ڈال دو جو دنیا میں کفر کرنے والا تھا اور حق سے ضد اور بیر رکھتا تھا اور لوگوں کو نیک کام سے روکتا تھا اور حد عبدیت سے باہر ہو جانے والا تھا اور دین حق میں شک وشبہ پیدا کرتا تھا اور جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا تھا۔ ہر ایسے شخص کو سخت عذاب جہنم میں ڈال دو۔ اب آگے ان آیات میں اس جہنم کی کچھ کیفیت بیان کی جاتی ہے۔ جس میں یہ کفار جھونکے جائیں گے۔ پھر آگے ان کفار کے مقابلے میں متقی اور پرہیزگار اہل ایمان جو جنت میں داخل کئے جائیں گے ان کا ذکر فرما کر جنت کی کچھ کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے اور جہنم سے خوف اور جنت کا شوق دلا کر منکرین کو پھر تنبیہ کی جاتی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی آپ وہ دن ان منکر لوگوں کو یاد دلائیے کہ جب کفار کو

جہنم میں داخل کر دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ جہنم سے خطاب فرمائیں گے کیا تو بھر چکی؟ تو جہنم جس کا پھیلاؤ اس قدر جن وانس سے بھی نہ بھرے گا۔ وہ شدت غیظ سے اور زیادہ کافروں اور نافرمانوں کو طلب کرے گی اور کہے گی کہ اور کچھ ہو جو میرے اندر ڈال دیا جائے۔ کفار اور جہنمی یہ سن کر اور بھی زیادہ خائف ہوں گے کہ ہم کیسے غضب کے ٹھکانے میں پھنسے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جہنم ھل من مزید ہی کہتی رہے گی۔ یعنی کچھ اور بھی ہو تو میرے اندر ڈالا جائے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے۔ اور وہ دب جائے گی اور سمٹ جاوے گی اور عرض کرے گی بس بس اب میں بھر گئی۔ اللہ تعالیٰ اس جہنم کے آزار سے اپنی رحمت سے ہم سب کو بچائیں۔ یہ تو جہنم کا حال ہوا کہ جو کفار و مشرکین کا ٹھکانہ ہوگا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ پرہیز گار متقی اہل ایمان کے لئے جنت ان کے قریب کر دی جائے گی۔ اور وہ بہت نزدیک سے اس کی تر و تازگی اور بناؤ سنگھار دیکھیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ لو دیکھو یہ ہے وہ جنت جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اور کہا گیا تھا کہ یہ ان لوگوں کے لئے تیار ہے۔ جنہوں نے دنیا میں خدا کو یاد رکھا اور گناہوں سے بچ کر اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور بے دیکھے اس کے قہر و جلال سے ڈرتے رہے اور ایک پاک صاف رجوع ہونے والا دل لے کر دربار خداوندی میں حاضر ہوئے۔ اس جنت کا وعدہ ایسے ہی لوگوں سے کیا گیا تھا۔ وقت آ گیا ہے کہ سلامتی اور عافیت کے ساتھ اب جاؤ اور امن وچین کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ جسے یہ جنت مل گئی وہ اس میں ہمیشہ رہنے کا حقدار ہو گیا۔ جو اس میں گیا وہ ہمیشہ وہیں رہے گا۔ نہ کبھی اس میں سے نکالا جائے گا اور نہ اکتا کر خود نکلنا چاہے گا۔ کیونکہ اس میں ہر وہ چیز ملے گی جس کی جنتی خواہش کرے گا۔ اور اس کے علاوہ وہ نعمتیں ملیں گی جو ان کے خیال میں بھی نہیں۔ مثلاً دیدار الٰہی کی لذت بے قیاس۔ غرض کہ جنت میں بہت کچھ ہے۔ جنتی کتنا ہی مانگے سب کچھ دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنا دینے پر بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔ آگے کفار منکرین کی تنبیہ کے لئے فرمایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو ان لوگوں کے حال سے سبق حاصل کرنا چاہئے جو ان سے پہلے گذرے اور سوچنا چاہئے کہ انہوں نے کیا کیا اور جو کچھ کیا اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت سے پہلے دنیا میں کتنی شریر اور سرکش قوموں کو تباہ کر چکے ہیں۔ جو زور اور قوت میں ان موجودہ کفار منکرین سے بڑھ چڑھ کر تھیں اور جنہوں نے بڑے بڑے شہر چھان مارے تھے۔ پھر جب عذاب الٰہی آیا تو بھاگ جانے کو روئے زمین پر کہیں ٹھکانہ نہ ملا۔ اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ ان عبرت ناک واقعات میں غور و فکر کر کے وہی لوگ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں جن کے سینہ میں سمجھنے والا دل ہو کہ از خود ایک بات کو سمجھ لیں یا کم از کم کسی سمجھانے والے کے کہنے پر دل کو حاضر کر کے کان دھریں کیونکہ یہ بھی ایک درجہ سمجھ کا ہے کہ آدمی متنبہ نہ ہو تو دوسرے کے متنبہ کرنے پر ہوشیار ہو جائے۔ لیکن جو شخص نہ خود سمجھے نہ کسی کے کہنے پر توجہ کے ساتھ کان لگائے۔ ایسے بے حس کا درجہ تو اینٹ پتھر سے زیادہ نہیں۔

کفار اور مشرکین کی ان صفات و خصائل کے مقابلہ میں جن کا ذکر گذشتہ درس میں ہوا اور جن کی وجہ سے ان کو جہنم میں جھونکے جانے کا حکم ہوگا۔ متقین و مومنین جن کو سلامتی کے ساتھ بہشت کے باغات میں داخل ہونے کی بشارت سنائی جاتی ہے ان کی یہاں ان آیات میں چار صفات بیان کی گئی ہیں:۔

پہلی صفت اواب فرمائی۔ اواب کے معنیٰ حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے والے کے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اواب وہ شخص ہے جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان سے استغفار کرے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اواب وہ شخص ہے جو اپنی ہر مجلس اور ہر نشست میں اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگے۔

دوسری صفت حفیظ فرمائی۔ حفیظ کے معنیٰ حضرت ابن عباسؓ سے

یہ منقول ہیں کہ جو شخص اپنے گناہوں کو یادر کھے تا کہ ان سے رجوع کر کے تلافی کرے اور ایک روایت میں آپ ہی سے یہ منقول ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کو یادر کھے۔اور حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شروع دن میں چار رکعتیں اشراق کی پڑھ لے وہ اواب اور حفیظ ہے۔

تیسری صفت من خشی الرحمٰن بالغیب فرمائی یعنی جو خداوند ذوالجلال والاکرام سے بے دیکھے ڈرتا ہو۔

چوتھی صفت فرمائی وجآء بقلب منیب یعنی جو اللہ تعالیٰ کے پاس قیامت میں قلب منیب لے کر آئے۔منیب کے بھی لفظی معنیٰ رجوع کرنے اور تائب ہونے والے کے ہیں۔اور مفسرین نے منیب کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ادب واحترام کو ہر وقت متحضر رکھے اور اللہ جل شانہٗ کے سامنے تواضع اور عاجزی سے رہے اور اپنے نفس کی خواہشات کو چھوڑ دے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی کسی درجہ میں یہ متقین کی صفات عطا فرمائیں۔آمین۔

اب آگے خاتمہ کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے اور پھر وقوع قیامت کا مکرر ذکر فرمایا جاتا ہے اور آنحضرتؐ کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ اس قرآن کے ذریعہ سے تبلیغ وتذکیر کرتے رہئے۔جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارے والدین کو ہمارے متعلقین کو اہل وعیال کو ہمارے اکابرواصاغر کو ہمارے دوست اور احباب کو اور تمام امت مسلمہ کو جہنم کے عذاب سے دور رکھیں اور اپنی رحمت سے ہم سب کو اس جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں۔جس کا متقیوں سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔

یااللہ اِس دنیا کی زندگی میں ہم کو وہ دل عطا فرمایئے جو ہر حال میں آپ کی طرف رجوع ہونے والا ہو اور ہم کو اپنی اطاعت کی پابندی نصیب فرمایئے اور ہم کو اپنی ذات کا وہ خوف عطا فرمایئے کہ جس کے باعث ہم ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے والے ہوں۔

یااللہ نافرمان امتوں کے واقعات سے ہم کو عبرت اور نصیحت عطا فرمایئے تا کہ ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں۔

یااللہ ہمیں ایمان واسلام کی سچی محبت نصیب فرمایئے تا کہ ہمارا جینا اور مرنا اسلام اور ایمان پر ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿٣٨﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى

اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس سب کو چھ دن میں پیدا کیا، اور ہم کو تکان نے چھوا تک نہیں۔ سو ان کی باتوں پر صبر کیجئے

مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿٣٩﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ

اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور چھپنے سے پہلے۔ اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے

وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿٤٠﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٤١﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ

اور نمازوں کے بعد بھی۔ اور اے مخاطب سن رکھ جس دن ایک پکارنے والا پاس ہی سے پکارے گا۔ جس روز اس چیخنے کو بالیقین سب سن لیں گے،

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ

یہ دن ہوگا نکلنے کا۔ ہم ہی جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف پھر کر آنا ہے۔ جس روز زمین ان پر سے کھل جائے گی جب وہ ڈرتے ہوں گے،

ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ

یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کر لینا ہے۔ جو جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں، تو آپ قرآن کے ذریعہ سے

مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿٤٥﴾

ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہئے جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

وَلَقَدْ اور تحقیق	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو ان دونوں کے درمیان	فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دن میں		
وَ اور	مَا مَسَّنَا نہیں چھوا ہمیں	مِنْ لُّغُوْبٍ کسی تکان نے	فَاصْبِرْ پس صبر کرو تم	عَلٰى پر	مَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں	وَسَبِّحْ اور پاکیزگی بیان کرو	
بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے رب کی تعریف کیساتھ	قَبْلَ قبل	طُلُوْعِ الشَّمْسِ سورج کا طلوع	وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ اور غروب ہونے قبل	وَمِنَ الَّيْلِ اور رات میں			
فَسَبِّحْهُ پس اسکی پاکیزگی بیان کرو	وَاَدْبَارَ اور بعد	السُّجُوْدِ سجدوں (نماز)	وَاسْتَمِعْ اور سنو تم	يَوْمَ جس دن	يُنَادِ الْمُنَادِ پکارنے والا پکارے گا		
مِنْ سے	مَّكَانٍ قَرِيْبٍ جگہ قریب	يَوْمَ جس دن	يَسْمَعُوْنَ وہ سنیں گے	الصَّيْحَةَ چیخ	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	ذٰلِكَ یہ	يَوْمُ الْخُرُوْجِ باہر نکلنے کا دن
اِنَّا نَحْنُ بیشک ہم	نُحْيٖ زندگی دیتے ہیں	وَنُمِيْتُ اور مارتے ہیں	وَاِلَيْنَا اور ہماری طرف	الْمَصِيْرُ پھر لوٹ کر آنا ہے	يَوْمَ تَشَقَّقُ جس دن شق ہوجائے گی		
الْاَرْضُ زمین	عَنْهُمْ ان سے	سِرَاعًا جلدی کرتے ہوئے	ذٰلِكَ یہ	حَشْرٌ حشر	عَلَيْنَا ہمارے لئے	يَسِيْرٌ آسان	نَحْنُ اَعْلَمُ ہم خوب جانتے ہیں
بِمَا وہ جو	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	وَمَا اَنْتَ اور نہیں آپ	عَلَيْهِمْ ان پر	بِجَبَّارٍ جبر کرنیوالے	فَذَكِّرْ پس نصیحت کریں	بِالْقُرْاٰنِ قرآن سے	
مَنْ جو	يَّخَافُ وہ ڈرتا ہے	وَعِيْدِ میری وعید					

تفسیر و تشریح: یہ سورہ قٓ کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ شروع سورۃ سے مرکزی مضمون یہی بیان ہوتا چلا آرہا ہے کہ تمام انسانوں کو اس دنیوی زندگی کے خاتمہ کے بعد پھر دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور ان کو جزا و سزا دی جائے گی۔ کفار و مشرکین اپنے کفر و شرک کی وجہ سے جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور اہل ایمان متقی ایمان و عمل صالحہ کی بنا پر جنت میں داخل کئے جائیں گے جہاں دائمی اور ابدی راحت آرام کے سامان

ہوں گے۔ منکرین قیامت وحشر ونشر کو مختلف دلائل و پہلو سے سمجھایا گیا تھا کہ قیامت واقع ہوگی۔ اور تمام مرے ہوئے انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اسی سلسلہ میں اب خاتمہ کی آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر یہ منکرین دوبارہ زندہ ہونے اور جزاوسزا کے انکاری اس بنا پر ہیں کہ ایسا کرنا کسی کی قدرت میں نہیں تو ان کا یہ خیال باطل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی تو ایسی قدرت ہے کہ اس نے آسمان وزمین جیسی عظیم مخلوق اور جو کچھ کہ ان کے درمیان میں ہے سب کو چھ دن کے مقدار کے موافق زمانہ میں پیدا کیا اور ایسا کرنے میں کوئی اللہ تعالیٰ کو تکان نہیں ہوئی تو انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جب یہ منکرین ایسی موٹی باتوں کو بھی نہ سمجھیں اور انکار ہی پر اصرار کرتے رہیں تو آپ غمگین نہ ہوں بلکہ ان کی بیہودہ بکواس پر صبر کریں۔ اور اپنے پروردگار کی یاد میں دل لگائے رکھیں اور اس کی تسبیح وتحمید کرتے رہیں اسی میں نماز بھی داخل ہے۔ اور یہ اللہ کی عبادت اور یاد آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے چھپنے سے پہلے اور رات کے اوقات میں کرتے رہیں۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تین ہی نمازیں فرض تھیں۔ فجر اور عصر اور تہجد۔ اس کے بعد معراج والی رات میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں جن میں فجر اور عصر کی نمازیں جوں کی توں رہی اور تہجد آپ پر اور آپ کی امت پر ایک سال تک واجب رہی اس کے بعد آپ کی امت سے اس کا وجوب منسوخ ہوگیا۔ بہرحال اب بھی ان تین وقتوں کو طاعت وعبادت کے لحاظ سے خصوصی شرف وفضل حاصل ہے۔ نماز اور ذکر و دعاء وغیرہ سے ان اوقات کو معمور رکھنا چاہئے۔ اور فرض نمازوں کے بعد بھی کچھ تسبیح و تہلیل کرنی چاہئے۔ احادیث میں بھی نمازوں کے بعد تسبیح کی بہت فضیلت آئی ہے۔ بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مفلس مہاجر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال دار لوگ بلند درجے اور ہمیشگی والی نعمتیں حاصل کر چکے۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہماری طرح نماز روزہ تو وہ بھی کرتے ہیں لیکن جو وہ صدقے دیتے ہیں وہ ہم نہیں دے سکتے۔ وہ غلام آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو سب سے آگے نکل جاؤ اور تم سے افضل کوئی نہ نکلے لیکن جو اس عمل کو کرے۔ تم ہر نماز کے بعد ۳۳' ۳۳ مرتبہ **سبحان اللہ' الحمد للہ ' اللہ اکبر'** پڑھ لیا کرو۔ وہ پھر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی آپ کی اس حدیث کو سنا اور وہ بھی اس پر عمل کرنے لگے آپ نے فرمایا پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کرے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ بار۔ الحمد للہ ۳۳ بار۔ اللہ اکبر ۳۴ بار اور ایک بار یہ کلمہ **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر** کہے تو اس کے تمام گناہ صغیرہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

صحیح بخاری ومسلم کی ایک حدیث ہے کہ جس شخص نے دن میں ۱۰۰ مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کی موجوں سے بھی زیادہ ہوں۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت سو ۱۰۰ سو ۱۰۰ مرتبہ سبحان اللہ پڑھا کرے تو قیامت کے روز کوئی آدمی اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا بجز اس کے کہ وہ بھی یہ تسبیح اتنی یا اس سے زیادہ پڑھتا ہو۔

ان تسبیحات کی اتنی فضیلت سن کر ہم میں سے ہر ایک کو نمازوں کے بعد تسبیح پڑھنے کا کوئی نہ کوئی معمول ضرور بنالینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے مخاطب اس بات کو توجہ سے سن رکھ کہ جس روز حضرت اسرافیلؑ بذریعہ نفخ صور مردوں کو قبر سے نکلنے کے لئے پاس ہی سے پکاریں گے تو ان کی آواز تمام انسانوں کو یکساں سنائی دے گی۔ روایات میں ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام جو صور

پھونکنے پر متعین ہیں۔ وہ موجودہ بیت المقدس کے صخرہ پر کھڑے ہو کر ساری دنیا کے مردوں کو خطاب کر کے کہیں گے کہ اے گلی سڑی ہڈیو! اور ریزہ ریزہ ہو جانے والی کھالو اور بکھر جانے والے بالو سن لو تم کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے کہ حساب کے لئے جمع ہو جاؤ۔ یہ نفخہ ثانیہ ہوگا جس سے دوبارہ عالم کو زندہ کیا جائے گا۔ اور یہاں آیت میں مکان قریب فرمایا ہے تو اس سے مفسرین نے یہ مراد لی ہے کہ اس وقت اس فرشتہ یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز نزدیک اور دور کے سب لوگوں کو اس طرح پہنچے گی کہ گویا پاس ہی سے پکار رہے ہیں۔ باقی صور پھونکنے کے سوا اور بھی ندائیں حق تعالیٰ کی طرف سے اس روز ہوں گی آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب زمین سے نکل کھڑے ہوں گے اور چونکہ موت وحیات سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہر پھر کر آخر سب کو اسی طرف جانا ہے اس لئے بچ کر کوئی نکل نہیں سکتا۔ زمین پھٹے گی اور مردے اس سے نکل کر میدان حشر کی طرف جھپٹیں گے۔ خدا تعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر دے گا اور ایسا کرنا اس کو کچھ مشکل نہیں۔ احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب زمین پھٹ کر مردے نکل آویں گے اور میدان حشر کی طرف دوڑتے ہوں گے تو یہ انسانوں کا دوڑنا ملک شام کی طرف ہوگا جہاں صخرہ بیت المقدس پر حضرت اسرافیل علیہ السلام ندا کرتے ہوں گے۔ جو لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں اور واہی تباہی کلمات بکتے ہیں تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بکنے دیجئے اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ آپ کا یہ منصب نہیں کہ جبر اور زبردستی سے ہر ایک کو یہ باتیں منوا کر چھوڑیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ قرآن سنا سنا کر بالخصوص ان کو نصیحت وفہمائش کرتے رہئے جو اللہ کے ڈرانے سے ڈرتے ہیں۔ ان معاندین ومنکرین کے پیچھے زیادہ نہ پڑیئے۔

یا اللہ ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرمالیجئے جو آپ کی وعید سے ڈرتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے ذکر وفکر اور طاعت وبندگی کو توفیق دائمی ہم کو بھی عنایت فرمائیں۔ اور شب وروز اپنی طاعات میں مصروف رکھیں۔

اللہ تعالیٰ اس دنیا کی زندگی میں قیامت وآخرت کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنے کی توفیق نصیب کریں اور وہاں کے لئے ذخیرہ جمع کرنے کی ہمت عطا فرمائیں۔ یا اللہ ان اعمال صالحہ کو ہمارے لئے آسان فرما دیجئے کہ جو ہمارے لئے آخرت میں کامیابی کا باعث ہوں اور ان عمال سے بچالیجئے جو قیامت میں رسوائی کا باعث ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار وغیرہ کو اڑاتی ہیں پھر ان بادلوں کی جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔ تم سے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے

لَصَادِقٌ ۝ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝

وہ بالکل سچ ہے۔ اور جزا ضرور ہونے والی ہے۔ قسم ہے آسمانوں کی جس میں راستے ہیں۔ کہ تم لوگ مختلف گفتگو میں ہو۔

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝

اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے۔ غارت ہو جائیں بے سند باتیں کرنے والے۔ جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں۔

وَالذّٰرِيٰتِ قسم ہے پراگندہ کرنیوالی (ہواؤں)	ذَرْوًا اڑا کر	فَالْحٰمِلٰتِ پھر اٹھانے والی	وِقْرًا بوجھ	فَالْجٰرِيٰتِ لیکر چلنے والی	يُسْرًا نرمی سے	
فَالْمُقَسِّمٰتِ پھر تقسیم کرنیوالے	اَمْرًا حکم سے	اِنَّمَا اس کے سوانہیں	تُوْعَدُوْنَ تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے	لَصَادِقٌ البتہ سچ ہے	وَاِنَّ اور بیشک	
الدِّيْنَ جزاوسزا	لَوَاقِعٌ البتہ واقع ہونیوالی	وَالسَّمَآءِ اور قسم ہے آسمان کی	ذَاتِ الْحُبُكِ راستوں والے	اِنَّكُمْ بیشک ہم	لَفِيْ البتہ میں	قَوْلٍ بات
مُّخْتَلِفٍ جھگڑنے والی	يُّؤْفَكُ پھیرا جاتا ہے	عَنْهُ اس سے	مَنْ اُفِكَ جو پھیرا جاتا ہے	قُتِلَ مارے گئے	الْخَرّٰصُوْنَ انکل دوڑانے والے	
الَّذِيْنَ وہ جو	هُمْ وہ	فِيْ غَمْرَةٍ غفلت میں	سَاهُوْنَ بھولے ہوئے ہیں			

تفسیر وتشریح: الحمدللہ ۲۶ ویں پارہ کی آخری سورة الذّٰریٰت کا بیان شروع ہو رہا ہے اس وقت اس سورة کی جو ابتدائی آیات تلاوت کی گئی ہیں ان کی تشریح سے پہلے سورة کی وجہ تسمیہ۔ مقام وزمانہ نزول ۔خلاصہ مضامین ۔تعداد آیات ورکوعات بیان کئے جاتے ہیں۔

اس سورة کے پہلے ہی فقرہ میں والذّٰریٰت کا لفظ استعمال ہوا ہے ۔ذاریات ان ہواؤں کو کہتے ہیں جو غبار وغیرہ اڑاتی ہیں ۔اس سورة کا نام ذاریات اسی ابتدائی فقرہ سے ماخوذ ہے یہ سورة مکی ہے اور مکی دور کے ابتدائی زمانہ کی سورتوں میں سے ہے ۔موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۵۱ ویں سورة ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۹۳ لکھا ہے یعنی ۹۲ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں اور ۹۱ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں اس سورة میں ۶۰ آیات ۔۳ رکوعات ۔۳۶۰ کلمات اور ۱۵۵۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ سورة مکی ہے اس لئے اس میں عقائد یعنی توحید ۔رسالت ۔قیامت ۔آخرت ۔جزاوسزا ۔جنت وجہنم کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سورة کی ابتدا قیامت کے ذکر سے اس طرح فرمائی گئی کہ تم ہواؤں کو دیکھتے ہو کہ جب گرمی اور خشکی بڑھ جاتی ہے تو تیزی کے ساتھ گرد وغبار اڑانے والی آندھیاں آتی ہیں پھر یہی ہوائیں پانی سے بھرے ہوئے بادل اٹھا لاتی ہیں اور پھر ان بادلوں کو جگہ جگہ لے جاتی ہیں اور ادھر ادھر اللہ کے حکم کے مطابق بارش برساتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہواؤں کے چلنے کا ایک مقصد ہے۔ اسی طرح انسان کی اس دنیا کی زندگی کا بھی

ایک مقصد ہے۔اس کے دنیا میں کئے ہوئے کاموں کے نتیجہ ایک دن نکلیں گے اور عدل وانصاف کے ساتھ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ یہ فیصلہ قیامت میں ہوگا جس کی طرف سے بہت لوگ غفلت میں پڑے ہیں حتیٰ کہ بعض اس کے وقوع ہی کا انکار کرتے ہیں مگر ان منکرین کے انکار سے کیا ہوتا ہے یہ تو اپنی انکل چلاتے ہیں اور رسول و قرآن کے کہنے کا یقین نہیں کرتے حالانکہ قیامت کا آنا لازمی ہے اور اس قیامت کے دن میں گمراہ بدکاروں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ انہی شرارتوں کی سزا ہے جو تم نے دنیا میں کیں اور جس کا تم دنیا میں مذاق اڑاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ قیامت آنی ہے تو آ کیوں نہیں جاتی۔ان کے برخلاف جو دنیا میں ایمان لائے اور عمل صالح کئے اور پرہیز گاری کی زندگی اختیار کی وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر امکان قیامت پر بطور دلیل کے بتلایا گیا کہ آسمان اور زمین کی ساری نشانیاں اور خود انسان کے اندر نشانیاں یہی بتاتی ہیں کہ یہ کارخانہ ایک دن ختم ہوگا اور قیامت قائم ہوگی۔اللہ کے تمام رسولوں نے یہی بتایا ہے جنہوں نے ان کی بات نہ مانی اور ان کو جھٹلایا وہ تباہ ہوئے اور اس بات کی تائید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور قوم لوط اور قوم فرعون۔قوم عاد۔ثمود اور قوم نوح کا ذکر فرمایا اور جتلایا گیا کہ دیکھو جنہوں نے اللہ اور رسول کا کہنا مانا ان پر اللہ کا کیسا فضل ہوا اور جنہوں نے نافرمانی کی ان کی کیسی گت دنیا ہی میں بنی اور دنیا میں ان پر کیا آفتیں آئیں۔اس لئے اخیر میں سمجھایا گیا کہ اگر تمہیں آفتوں سے بچنا ہے تو اللہ کی ذات پر یقین کرو اور سمجھ لو کہ یہ زمین و آسمان ایک اللہ کے بنائے ہوئے ہیں تم اسی کی پناہ لو اور کسی کی طرف مت جھکو۔ شرک مت کرو۔اللہ کا انکار مت کرو وہی تمہیں رزق دیتا ہے اور تمہاری پرورش کے سامان فرماتا ہے اور تم سے یہی چاہتا ہے کہ تم اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرو اس کے حکموں پر چلو اور اس کے مقرر کئے ہوئے راستہ کو اختیار کرو۔اب جو اللہ کے حکم کو نہیں مانتا اور اپنی خواہش پر چلتا ہے وہ ظالم ہے اور قیامت آنے والی ہے۔اس دن ایسے لوگوں کی بری گت بنے گی اور وہ دن جب وعدہ کے مطابق آ جائے گا تو پھر ان منکرین کے بنائے کچھ نہ بنے گی۔ یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جن کی تفصیلات انشاءاللہ آئندہ درسوں میں سامنے آئیں گی۔

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔سورۃ کی ابتدا کلام کو پرزور بنانے کے لئے قسم سے فرمائی گئی۔جاہلیت کے اہل عرب میں گو صدہا عیوب تھے مگر ان میں کچھ ہنر بھی تھے ایک یہ ہنر بھی تھا کہ وہ جھوٹ بولنے کو خصوصاً قسم کھا کر بہت برا سمجھتے تھے اور ان کا یقین تھا کہ جو کوئی قسم کھا کر جھوٹ بولتا ہے برباد ہو جاتا ہے اس لئے قسم کھا کر بات کہنے سے ان کو یقین آ جاتا تھا اس لئے یہاں قیامت اور جزا وسزا کو قسم کھا کر حق ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے قسمیں کھائی ہیں جن میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی اور صرف ۷ مقام پر اپنی ذات پاک کی قسم کھائی ہے۔علما نے لکھا ہے کہ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ نے قسمیں اس لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے۔بعض علمانے یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن کریم عربوں کی زبان میں نازل ہوا اور عربوں کا طریقہ تھا کہ کوئی کلام اور بیان اس وقت تک فصیح وبلیغ نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ اس میں قسمیں نہ ہوں اس لئے قرآن کریم میں بھی قسمیں کھائی گئیں تاکہ فصاحت عرب کی یہ قسم بھی کلام ربانی میں رہنے نہ پاوے۔اب رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی قسمیں کیوں کھائی ہیں تو علماء نے اس کے کئی وجوہ لکھے ہیں۔اول یہ کہ ایسی قسموں میں مضاف پوشیدہ ہے مثلاً جہاں قسم ہے آفتاب و ماہتاب کی وہاں آفتاب و ماہتاب کے رب کی قسم سمجھا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ عرب ایام جاہلیت میں ان اشیاء کی تعظیم کرتے تھے اس لئے قرآن نے قسمیں کھائی ہیں۔تیسرے اس وجہ سے قسمیں کھائی ہیں کہ ان کے ذریعہ سے خالق وصانع کی عظمت کا اظہار کیا جا سکے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہاں ان آیات میں پہلے چار چیزوں کی قسم کھائی گئی پہلی قسم ہے والذٰریٰت ذروا یعنی قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار وغیرہ کو اڑاتی ہیں۔ دوسری قسم ہے فالحملت وقرا یعنی قسم ہے ان بادلوں کی جو بوجھ اٹھاتے ہیں۔ تیسری قسم ہے فالجریت یسرا یعنی قسم ہے ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں چوتھی قسم ہے فالمقسمت امرا یعنی قسم ہے ان فرشتوں کی جو مخلوقات میں مادی وغیر مادی ہر طرح کی تقسیمات بامر الٰہی کرتے ہیں تو حق تعالیٰ ان چار چیزوں کی قسمیں کھا کر تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اے انسانو تم سے جس قیامت کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی جزا وسزا ضرور ہونے والی ہے۔ آگے پھر ایک قسم ہے یعنی قسم ہے آسمان کی جس میں فرشتوں کے اترنے چڑھنے کے راستے ہیں کہ تم لوگ یعنی جمیع انسان قیامت کے بارہ میں مختلف گفتگو میں ہو۔ کوئی تصدیق کرتا ہے کوئی تکذیب کرتا ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت وآخرت کی بات میں خواہ مخواہ جھگڑے ڈال رکھے ہیں۔ اس کو وہی تسلیم کرے گا جس کو بارگاہ ربوبیت سے کچھ تعلق ہو اور جو شخص راندہ درگاہ ہے اور خیر وسعادت کے راستوں سے پھیر دیا گیا ہے وہ اس چیز کے تسلیم اور قبول کرنے سے ہمیشہ باز رہے گا حالانکہ انسان اگر صرف آسمان کے نظم ونسق میں غور کرے تو یقین ہو جائے کہ اس مسئلہ میں جھگڑنا محض حماقت ہے آگے قیامت کے منکرین کی مذمت ہے کہ غارت ہو جائیں بے سند باتیں کرنے والے جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں اور غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

اب یہاں ہمارے غور کے لئے یہ بات ہے کہ حق تعالیٰ ان آیات میں ۵ بار قسم کھا کر آخرت وقیامت کی کہ جہاں دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی پوری جزا وسزا ملنی ہے یاد دہانی کرا رہے ہیں کہ قیامت وآخرت جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی جزا وسزا ضرور ملنے والی ہے۔ تو مقصد اس قسمیہ کلام سے آخرت پر یقین لانے کی تاکید ہے۔ دیکھئے قرآن پاک کے شروع ہی میں سورہ بقرہ میں جہاں متقین یعنی خدا سے ڈرنے والے بندوں کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں وہاں یہ بھی فرمایا ہے وبالاٰخرۃ هم یوقنون (اور آخرت پر بھی وہ لوگ یقین رکھتے ہیں۔) تو آخرت کے ساتھ یوقنون فرمایا ہے یومنون نہیں فرمایا یعنی آخرت میں ایمان رکھنے کے لئے نہیں فرمایا بلکہ یقین رکھنے کی ہدایت فرمائی گئی تو معلوم ہوا کہ ایمان اور یقین دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ آخرت کے لئے ایسا یقین ہونا چاہئے کہ جس میں ذرا شک وتردد نہ ہو اور دل ودماغ میں یہ ہمہ وقت مستحضر رہے کہ آخرت میں حق تعالیٰ کے سامنے پیشی اور حساب کتاب اور جزا وسزا دنیا کے اعمال کی ہوتی ہے۔ دیکھئے دنیا کے کاموں میں یقین کی ایک ظاہری مثال ہے کہ اگر ریل یا ہوائی جہاز سے سفر کرنا چاہتے ہیں تو روانگی کے دن اور وقت کو پہلے سے معلوم کرتے ہیں اور چونکہ یہ یقین ہوتا ہے کہ مقررہ وقت پر ریل یا جہاز روانہ ہو جائے گا اور اگر ہم نے کاہلی۔ سستی یا غفلت برتی تو ریل ہمارا انتظار نہ کرے گی تو ہم پہلے سے سب ضروری سامان سفر تیار کر لیتے ہیں اور عین وقت سے پہلے اسٹیشن پر سفر کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ تو آخرت کے متعلق بھی یقین کی ضرورت ہے کہ ضرور وہ آنی ہے اور جتنا یہ یقین پختہ اور کامل ہوگا اسی قدر آدمی آخرت کے لئے تیاری میں لگا رہے گا۔ اور جتنا یہ یقین کمزور ہوگا اسی قدر آخرت سے غفلت وبے پروائی ہوگی۔ اب آج مسلمانوں میں جو آخرت کی طرف سے عام غفلت طاری ہے اس کی وجہ یقین کی کمزوری ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کا یقین کامل نصیب فرمائیں۔

ابھی انہیں منکرین کے متعلق جو آخرت وقیامت کے منکر تھے مضمون اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ

پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہوگا۔ جس دن وہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے۔ اپنی سزا کا مزہ چکھو یہی ہے جس کی تم

كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ

جلدی مچایا کرتے تھے۔ بے شک متقی لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان کے رب نے ان کو جو عطا کیا ہوگا،

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ

وہ اس کو لے رہے ہوں گے وہ لوگ اس کے قبل نیکوکار تھے۔ وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ اور اخیر شب میں

يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ

استغفار کیا کرتے تھے۔ اور ان کے مال میں سوالی اور غیر سوالی کا حق تھا۔ اور یقین لانے والوں کیلئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور خود

اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ

تمہاری ذات میں بھی، تو کیا تم کو دکھلائی نہیں دیتا۔ اور تمہارا رزق اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے۔ تو قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی کہ وہ

لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝

روز جزا برحق ہے اور ایسا یقینی جیسا تم باتیں کر رہے ہو۔

يَسْـَٔلُوْنَ وہ پوچھتے ہیں	اَيَّانَ کب؟	يَوْمُ الدِّيْنِ جزا وسزا کا دن	يَوْمَ اس دن	هُمْ وہ	عَلَى النَّارِ آگ پر	يُفْتَنُوْنَ الٹے سیدھے پڑیں گے	
ذُوْقُوْا تم چکھو	فِتْنَتَكُمْ اپنی شرارت	هٰذَا یہ	الَّذِيْ وہ جو	كُنْتُمْ بِهٖ تم تھے اس کی	تَسْتَعْجِلُوْنَ جلدی کرتے	اِنَّ بیشک	الْمُتَّقِيْنَ متقی (جمع)
فِيْ جَنّٰتٍ باغات میں	وَّعُيُوْنٍ اور چشمے	اٰخِذِيْنَ لینے والے	مَآ اٰتٰىهُمْ جو دیا انہیں	رَبُّهُمْ ان کا رب	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	قَبْلَ قبل
ذٰلِكَ اس	مُحْسِنِيْنَ نیکوکار	كَانُوْا وہ تھے	قَلِيْلًا تھوڑا	مِّنَ الَّيْلِ رات سے۔ میں	مَا يَهْجَعُوْنَ وہ سوتے	وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ اور وقت صبح	
هُمْ وہ	يَسْتَغْفِرُوْنَ استغفار کرتے	وَ اور	فِيْٓ میں	اَمْوَالِهِمْ انکے مال (جمع)	حَقٌّ حق	لِّلسَّآئِلِ سوالی کیلئے	وَالْمَحْرُوْمِ اور تنگدست (غیر سوالی)
وَفِي الْاَرْضِ اور زمین میں	اٰيٰتٌ نشانیاں	لِّلْمُوْقِنِيْنَ یقین کرنیوالوں کیلئے	وَ اور	فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ تمہاری ذات میں	اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟		
وَفِيْ اور میں	السَّمَآءِ آسمانوں	رِزْقُكُمْ تمہارا رزق	وَمَا تُوْعَدُوْنَ اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے	فَوَرَبِّ قسم ہے رب کی	السَّمَآءِ آسمانوں		
وَالْاَرْضِ اور زمین	اِنَّهٗ بیشک یہ	لَحَقٌّ حق ہے	مِّثْلَ جیسے	مَآ اَنَّكُمْ جو تم	تَنْطِقُوْنَ بولتے ہو		

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں قسمیہ کلام کے ساتھ یہ فرمایا گیا تھا کہ قیامت ضرور آنی ہے اور جزا وسزا ضرور ہونے والی ہے۔ کفار مکہ جب کلام پاک کی ایسی آیات جس میں قیامت کا آنا اور ہر شخص کا دوبارہ زندہ ہو کر دنیا کے اعمال کی آخرت میں جزا وسزا پانا۔ اور نتیجہ میں جہنم کے عذاب یا جنت کی راحت کا ملنا سنتے تو وہ اعتراض کے طور پر تمسخر اور ہنسی سے کہتے کہ آخر وہ قیامت آئے گی کب؟ وہ جزا وسزا کا دن کب ہوگا؟ ہم تو انتظار ہی میں ہیں۔ اب تک تو آیا نہیں۔ پھر منکرین قیامت وآخرت یہ بھی کہتے کہ یہ جو قیامت میں عذاب کی دھمکیاں ہم کو سنائی جاتی ہیں تو اس قیامت کو لے آؤ نا؟

ہم بھی تو دیکھیں وہ کیسا عذاب اور کیسی قیامت ہے جس سے ہم کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے۔ اسی کو ان آیات میں جتلایا جاتا ہے کہ یہ قیامت کے منکرین انکار اور ہنسی کے طور پر پوچھتے ہیں کہ ہاں صاحب! وہ انصاف اور جزا کا دن کب آئے گا؟ آخر اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟ حق تعالیٰ کی طرف سے ان منکرین کو جواب دیا گیا کہ ذرا صبر کرو۔ وہ دن آیا چاہتا ہے کہ جب تم آگ میں الٹے سیدھے کئے جاؤ گے اور خوب جلا تپا کر کہا جائے گا کہ لو اب اپنی شرارت اور استہزا کا مزا چکھو! جس دن کی جلدی مچا رہے تھے وہ دن آ گیا۔ یہ جواب اسی طرز کا ہے جیسے کسی مجرم کے لئے پھانسی کا حکم ہو جاوے مگر وہ احمق محض اس وجہ سے کہ اس کو تاریخ نہیں بتلائی گئی تکذیب ہی کئے جاوے اور کہے کہ اچھا وہ دن کب آئے گا؟ اس لئے جواب میں بجائے تاریخ بتلانے کے یہ کہنا نہایت مناسب ہوگا کہ وہ دن اس وقت آئے گا جب تم پھانسی پر لٹکا دیئے جاؤ گے تو اسی طرز کا جواب حق تعالیٰ نے منکرین قیامت کو دیا کہ وہ قیامت کا دن وہ ہوگا جب تم آگ پر تپائے جاؤ گے اور تم سے کہا جاوے گا کہ اپنی اس سزا کا مزہ چکھو۔ یہی وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے اور بے پروائی سے دنیا میں کہا کرتے تھے کہ ہر وقت عذاب کی دھمکیاں کہاں تک سنائی جائیں گی۔ عذاب آنا ہے تو کیوں نہیں آ جاتا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ برخلاف ان کفار و منکرین کے متقین یعنی اہل ایمان پرہیزگار جنہوں نے دنیا میں اللہ کے آگے سر جھکایا اور جن باتوں سے منع کیا گیا ان کو اللہ کے ڈر سے چھوڑا تو ایسے لوگوں کو قیامت کے دن بڑا انعام و اکرام ملے گا۔ ان میں ہر ایک کو رہنے کے لئے بہشت کے باغات دیئے جائیں گے جن کے اندر جا بجا چشمے بہتے ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نعمتیں دے رہا ہوگا اور وہ ان نعمتوں کو شکر گذاری کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے لے رہے ہوں گے۔ دنیا سے جو نیکیاں سمیٹ کر لائے تھے ان کا نیک پھل مل رہا ہوگا۔ آگے ان کی نیکیوں کی قدرے تفصیل ہے یعنی جنت میں رہنے والے متقیوں کی دنیا میں یہ حالت تھی کہ وہ ساری رات سو کر غفلت سے نہیں گذارتے تھے بلکہ نیند چھوڑ کر رات کا اکثر حصہ اللہ کی عبادت و بندگی میں گذارتے تھے اور پھر صبح کے وقت جب رات ختم ہونے کو آتی تو اللہ سے

اپنی تقصیرات کی معافی مانگتے کہ الٰہی حق عبودیت ادا نہ ہو سکا۔ جو کوتاہی رہی وہ اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے یعنی کثرت عبادت ان کو مغرور نہ کرتی تھی بلکہ جس قدر بندگی میں ترقی کرتے جاتے خوف اور خشیت بڑھتا جاتا تھا۔ یہ تو عبادت بدنیہ میں ان کی حالت تھی اور عبادت مالیہ میں ان کی یہ کیفیت تھی کہ ان کے مال دولت میں سوالی اور غیر سوالی سب کا حق تھا یعنی علاوہ فرض زکوٰۃ کے اپنے مال میں اپنی خوشی سے سائلوں اور محتاجوں کا حصہ مقرر کر رکھا تھا جو ایسے التزام اور اہتمام سے دیتے تھے جیسے کہ ان کے ذمہ ان کا کچھ آتا ہو۔ یہ متقین کی صفات کا مضمون تو بیچ میں آ گیا تھا اصل مضمون یہ بیان ہو رہا تھا کہ قیامت ضرور آنے والی ہے۔ اور چونکہ کفار قیامت کی صحت کا انکار کرتے تھے اس لئے آگے اس کی دلیل کی طرف اشارہ ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ یقین لانے کی کوشش اور طلب کرنے والوں کے لئے امکان قیامت پر بہت سی نشانیاں اور دلیلیں ہیں اور انسان اگر خود اپنے اندر یا روئے زمین کے حالات میں غور کرے تو بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ ہر نیک و بد کی جزا و سزا کسی نہ کسی رنگ میں ضرور مل کر رہے گی۔ جلد یا بدیر۔ مثلاً انسان ہر رات کا اپنا سونا اور پھر جاگنا ہی دیکھ لے یہ بھی ایک نمونہ اور دلیل ہے بعث بعد الموت کی۔ پس جبکہ انسانوں کی آنکھوں کے سامنے اتنے دلائل موجود ہیں تو آگے تو تو بیخاً فرمایا جاتا ہے کہ جب ایسے دلائل موجود ہیں تو کیا تم کو پھر بھی مطلوب دکھائی نہیں دیتا کہ تم اس کا انکار کرتے ہو۔ آگے ایک اور دلیل امکان قیامت پر دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو کچھ زمین میں ہو رہا ہے اس کا حکم آسمان ہی سے اترا ہے یہاں تک کہ رزق کا دارمدار بھی نرا تمہاری کمائی اور جدوجہد پر نہیں رکھا گیا بلکہ اس کا انتظام بھی اوپر ہی سے ہوتا ہے۔ بس جس طرح تمہارا مقدر رزق تمہارے پاس پہنچتا ہے یونہی وہ قیامت بھی تمہارے پاس آ پہنچے گی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کیونکہ دونوں یعنی تمہارا رزق اور قیامت ایک وقت میں معدوم اور اس کے بعد خدا کی قدرت سے موجود ہونے میں دونوں برابر ہیں پھر ایک چیز کا اقرار کر کے دوسری کا انکار کرنا محض بے معنی ہے۔ اور اب تو مادیت اور دہریت اور سائنسی ترقیات کا زمانہ ہے۔ آج وفی السمآء رزقکم اور

تمہارا رزق آسمان میں ہے کون یقین کرنے کو تیار ہے۔ یورپ کے دہریوں۔ نیچریوں اور بے دینوں کو چھوڑیئے۔ اب تو وہ جو قرآن کو آسمانی کتاب بھی بظاہر تسلیم کرتے ہیں ان کی اکثریت کا بھی حقیقی اور پختہ عقیدہ اس پر نظر نہیں آتا کہ ہمارا اور تمام مخلوق کا رزق آسمان میں ہے۔ اب تو دنیا والوں کی اکثریت کا یہ عقیدہ ہے کہ امریکہ اور کناڈا اور آسٹریلیا وغیرہ جہاں غلہ ان کی ضروریات سے زیادہ پیدا ہوتا ہے وہ ہمیں اناج دے کر ہماری غذائی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں اور ہمیں قحط اور غذائی کال سے بچا سکتے ہیں۔ اخبار بین حضرات جانتے ہیں کہ دنیا بھر کی قومیں صلاح و مشورہ کیلئے اور اپنے ملک کی غذائی ضروریات کو فراہم کرنے کیلئے یورپ کے شہر روم میں ۵ نومبر ۷۴ء سے جمع ہیں اور اس عالمی غذائی کانفرنس پر نظریں لگائے ہوئے ہیں اور اخبارات لکھ رہے ہیں کہ یہ غذائی عالمی کانفرنس اپنے بارہ روزہ اجلاس میں جو فیصلہ کرے گی وہ کروڑوں انسانوں کی موت و زیست کے فیصلہ ہوں گے (حریت اداریہ ۱۰ نومبر ۷۴ء) دنیا کے ملکوں کی ہنگامی غذائی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ایک عالمی ذخیرہ کے قیام کی تجویز پر غور ہو رہا ہے اور اقوام متحدہ کی خوراک وزراعت کی تنظیم نے عالمی ذخیرہ کیلئے ہر سال ۱۰ کروڑ ٹن غلہ کی مقدار مقرر کی ہے (حریت ۹ نومبر ۱۹۷۴ء) جس کے لئے ۱۰ لاکھ ٹن غلہ سالانہ ۔ تین سال تک۔ کناڈا نے دینے کا وعدہ کیا اور اسی طرح آسٹریلیا نے ۱۰ لاکھ ٹن غلہ سالانہ تین سال تک دینے کا وعدہ کیا اور ایسے ہی وعدہ امریکہ اور دوسرے فاضل اناج پیدا کرنے والے ملکوں سے لینے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور اپنی اس لایعقل اور موہوم تجویز سے دنیا کے کروڑوں انسانوں کو بھوک سے نہ مرنے دینے کا حل تجویز کر رہے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ ذرا غور تو کیجئے کہ یہ جو ان داتا بننے کی کوشش کر رہے ہیں تو ان بے عقلوں کی عقل میں یہ نہیں آتا کہ جن اسباب و وجوہات اور قدرتی آفات کی وجہ سے دنیا کے بعض ملک جیسے ہندوستان اور بنگلہ دیش وغیرہ قحط کے شکار ہو رہے ہیں (یہ ۱۹۷۴ء کے واقعات کی طرف اشارہ ہے) کیا وہی آفات اور اسباب امریکہ۔ اور کناڈا اور آسٹریلیا وغیرہ پر نہیں آسکتے۔ اور قدرت خداوندی تو دنیا والوں کو نمونہ دکھلاتی رہتی ہے۔ ابھی تھوڑے ہی عرصہ کی بات ہے کہ امریکہ ہی کے ایک حصہ میں ایسا سیلاب اور طوفان آیا اور ایسی تباہی و بربادی ہوئی کہ اس ترقی یافتہ دنیا میں ایسی تباہی شاید دوسری جگہ نہ آئی ہو۔ تو کیا امریکہ نے باوجود اپنی سائنسی ترقیات ان قدرتی آفات کو آنے سے روک دیا۔ جو مصیبت قحط کی ہندوستان یا بنگلہ دیش پر اس وقت یعنی ۱۹۷۴ء میں پڑی ہوئی ہے کیا وہی قدرتی آفات آئندہ امریکہ۔ اور کناڈا وغیرہ پر نہیں پڑ سکتیں اور بنگلہ دیش و ہندوستان کی طرح بھوک سے سسک سسک کر لوگ وہاں نہیں مر سکتے اخبار بین حضرات کو معلوم ہوگا کہ بنگلہ دیش کی کیا صورت حال ہے (یعنی ۱۹۷۴ء میں) اخبارات کی خبر ہے کہ ڈھاکہ جیسے شہر اور دارالسلطنت میں ہر رات میں ۲۰ سے لے کر ۴۰ افراد بھوک سے سسک کر سڑکوں اور گلیوں میں مرے ہوئے پائے جاتے ہیں اور صبح سویرے میونسپلٹی کی گاڑیاں ان لوگوں کی لاشیں اٹھا کر جن میں بچے زیادہ ہوتے ہیں ایک اجتماعی گڑھے میں دفن کر دیتے ہیں۔ اسی بنگلہ دیش کے ضلع رنگ پور کا حال لکھا ہے کہ رنگ پور کی پوری آبادی جو قریب ۱۵ لاکھ ہے اس کی تقریباً ۱۳ لاکھ کی آبادی کو سرکاری تنوروں سے روزانہ ایک روٹی فی کس کے حساب سے دی جاتی ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اسی رنگ پور میں روزانہ تقریباً ۱۳۰ افراد موت کی نیند سو جاتے ہیں اور غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اب تک بھوک سے مرنے والوں کی تعداد صرف رنگ پور میں ایک لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ اسی طرح دوسرے علاقوں میں بھی تباہ کن صورت حال ہے۔ یہ سنا کر یہاں موقع کی مناسبت سے ایک بات یہ عرض کرنے کو دل چاہتا ہے کہ اب جب آپ کے سامنے کھانا آئے تو دل میں اس وقت یہ محسوس کیجئے کہ اس وقت روئے زمین پر اللہ کی کتنی مخلوق ہے کہ جو آسمانی رزق سے محروم ہونے کی وجہ سے سسک سسک کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بھوک سے جان دے رہی ہے اور ہمیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے کیسی سہولت اور عزت و عافیت اور راحت و چین و سکون سے رزق عطا فرما رکھا ہے۔ آخر ہمارے اعمال کون سے اچھے ہیں۔ اور وہ کون سا گناہ نہیں ہے کہ جو اس ملک کی سرزمین پر نہ ہو رہا ہو۔ بس اللہ کا ہی فضل ہے اور نہ معلوم کن مقبول بندوں کی بدولت ہم کو بھی باسانی رزق مل رہا ہے۔ اس لئے

سامنے کھانا آجانے پر دل سے اللہ کا شکرادا کیا جائے اور اللہ کے وہ سعادتمند اور نیک بندے جو دوسروں کو کھلا پلا کر کھاتے ہیں ان کو دوہرا شکر ادا کرنا چاہئے کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ نے خود ان کو کھلایا پلایا بلکہ دوسروں کو بھی کھلانے پلانے کی سعادت نصیب فرمائی۔ اور اسی قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لئن شکرتم لا زید نکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں ضرور زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بیشک میرا عذاب بڑا سخت ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ہمارا اور ساری مخلوق کا رزق آسمان میں ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا وفی السمآء رزقکم ۔تو مخلوق کو وہی رزق نصیب ہوگا جو آسمان سے ان کے لئے اترے گا۔ اس لئے اس پر اگر صحیح اور سچا یقین ہو تو اسی سے رزق طلب کرنا چاہئے جس کے پاس رزق کے حقیقی ذخیرہ موجود ہیں اور جو حقیقی رزاق اور روزی رساں ہے۔ کاش کہ کوئی ان محض مادی اسباب پر نظر رکھنے والوں کو سنادے و فی السمآء رزقکم کہ تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ اس لئے اسی حقیقی رزاق سے رزق طلب کرو۔ وہ اگر رزق بند کردے یا کم کردے تو دنیا کی کون سی حکومت اور طاقت ہے کہ وہ بند کئے ہوئے رزق کو کھول سکے یا کم کو زیادہ کر سکے۔ اور اگر وہ رزق کھول دے تو وہ کون ہے کہ جو اس کو بند کر دے یا روک لے۔ مگر رونا تو یہی ہے کہ یہ بات تو دین کے ذریعہ سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اور دین ہی سے بیر ہے۔ الا ما شآء اللہ۔

اس جملہ و فی السمآء رزقکم کے سلسلہ میں بات کہیں سے کہیں طویل ہوگئی۔ الغرض یہاں قیامت کے سلسلہ میں بتلایا گیا کہ جس طرح تمہارا رزق تمہارے پاس آسمان سے پہنچتا ہے۔ یونہی وہ قیامت بھی تمہارے پاس آپہنچے گی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ۔آگے منکرین کو یقین دلانے کے لئے قسم کھا کر ارشاد ہوتا ہے کہ قسم ہے آسمان و زمین کے پروردگار کی کہ وہ قیامت ایسی ہی برحق ہے اور واقعی اور یقینی ہے جیسے تمہارا بولنا یعنی جیسے تمہیں اپنے بولنے میں کچھ شک وشبہ نہیں ہوتا ایسے ہی قیامت میں بھی شک کی گنجائش نہیں۔

یہاں ان آیات میں متقین کی جو یہ صفات بیان کی گئی کہ وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے تو احادیث میں بھی اس کی یعنی رات میں عبادت کرنے کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مسند امام احمد میں ایک حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت میں ایسے بالا خانہ ہیں جن کے اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کن کے لئے ہیں؟ ارشاد فرمایا ان کے لئے جو نرم کلام کریں اور دوسروں کو کھلاتے پلاتے رہیں اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں یہ نماز پڑھتے رہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو اسلام لانے سے پہلے یہود میں سے تھے فرماتے ہیں جب شروع شروع رسول اللہؐ مدینہ شریف میں تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ میں بھی اس مجمع میں تھا واللہ آپ کے مبارک چہرہ پر نگاہ پڑتے ہی اتنا تو میں نے یقین کرلیا کہ یہ نورانی چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلی بات جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے کان میں پڑی یہ تھی کہ آپ نے فرمایا اے لوگو کھانا کھلاتے رہو۔ صلہ رحمی کرتے رہو اور سلام کیا کرو اور راتوں کو جب لوگ سوتے ہوئے ہوں نماز ادا کرو تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو بھی یہ سعادتیں نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اوپر کی اور ان آیات میں منکرین و مکذبین کی مذمت اور ساتھ ہی مصدقین و متقین کی تعریف فرمائی گئی۔ اسی کی تائید میں آگے بعض پیغمبروں اور ان کی امتوں کے قصہ بیان فرمائے جاتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ محسنین و متقین کے ساتھ کیا ہے اور مکذبین و منکرین کے ساتھ اس کا کیا برتاؤ رہا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنے متقین اور محسنین بندوں میں ہم کو بھی شامل ہونے کی سعادت نصیب فرمادیں اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمادیں۔ اور جس جنت کا ان سے وعدہ فرمایا گیا ہے ہمیں بھی اس میں داخلہ اپنی رحمت سے نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۘ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ

کیا ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ تک پہنچی ہے۔ جب کہ وہ ان کے پاس آئے پھر ان کو سلام کیا، ابراہیم نے بھی کہا سلام

مُّنْكَرُوْنَ ۚ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۙ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۡ

انجان لوگ ہیں۔ پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑا لائے۔ اور اس کو ان کے پاس لاکر رکھا کہنے لگے کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں۔

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۚ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ

تو ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے، انہوں نے کہا کہ تم ڈرو مت، اور ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا، اتنے میں ان کی بی بی بولتی پکارتی آئیں

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۚ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۚ

پھر ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ بڑھیا بانجھ۔ فرشتے کہنے لگے کہ تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے، کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا جاننے والا ہے۔

هَلْ کیا	اَتٰىكَ آئی تمہارے پاس	حَدِيْثُ بات خبر	ضَيْفِ مہمان	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	الْمُكْرَمِيْنَ معزز	اِذْ جب	دَخَلُوْا وہ آئے	عَلَيْهِ اس کے پاس
فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا	سَلٰمًا سلام	قَالَ اس نے کہا	سَلٰمٌ سلام	قَوْمٌ لوگ	مُّنْكَرُوْنَ ناشناسا	فَرَاغَ پھر وہ متوجہ ہوا	اِلٰٓى اَهْلِهٖ اپنے اہل خانہ کی طرف	
فَجَآءَ پس لایا	بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ فربہ بچھڑا	فَقَرَّبَهٗٓ پھر وہ سامنے رکھا	اِلَيْهِمْ ان کے	قَالَ کہا	اَلَا تَاْكُلُوْنَ کیا تم کھاتے نہیں؟	فَاَوْجَسَ تو اس نے محسوس کیا		
مِنْهُمْ ان سے	خِيْفَةً کچھ ڈر	قَالُوْا وہ بولے	لَا تَخَفْ تم ڈرو نہیں	وَبَشَّرُوْهُ اور انہوں نے بشارت دی	بِغُلٰمٍ ایک بیٹے کی	عَلِيْمٍ دانش مند		
فَاَقْبَلَتِ پھر آگے آئی	امْرَاَتُهٗ اس کی بیوی	فِيْ صَرَّةٍ حیرت سے بولتی ہوئی	فَصَكَّتْ اس نے ہاتھ مارا	وَجْهَهَا اپنا چہرہ	وَقَالَتْ اور بولی	عَجُوْزٌ بڑھیا		
عَقِيْمٌ بانجھ	قَالُوْا انہوں نے کہا	كَذٰلِكِ یونہی	قَالَ فرمایا	رَبُّكِ تیرا رب	اِنَّهٗ بیشک	هُوَ وہ	الْحَكِيْمُ حکمت والا	الْعَلِيْمُ جاننے والا

تفسیر وتشریح: شروع سورۃ سے منکرین ومکذبین کو متعدد دلائل وبراہین سے بتلایا گیا کہ قیامت اور یوم جزا وسزا یقیناً واقع ہونے والا ہے اور جو اس کے منکر ہیں ان کو عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی تھی اور ان کے مقابل وہ متقی وپرہیزگار جو اللہ سے ڈر کر اس کے حکموں کی فرمانبرداری دنیا میں کرتے ہیں ان کو بہشت کے باغات اور وہاں کی دوسری نعمتوں کے ملنے کی بشارت سنائی گئی تھی۔ اب آگے منکرین کو مزید متنبہ کرنے کے لئے کچھ واقعات گذشتہ پیغمبروں کے سنائے جاتے ہیں جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دنیا ہی میں متقین ومحسنین کے ساتھ کیا رہا اور مکذبین ومنکرین کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا گیا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا جاتا ہے۔ جو قصہ ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے وہ سورہ ہود اور سورہ حجر میں بھی گذر چکا ہے۔ خلاصہ قصہ کا یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے آبائی وطن سے ہجرت کر کے ملک شام میں آ گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ۸۶ برس کی عمر میں حضرت اسماعیلؑ حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے مگر حضرت سارہ کے بطن سے آپ کے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اور وہ اسی امید میں بوڑھی ہو گئی تھیں اور کوئی اولاد نہ ہونے کا ان کو غم رہتا تھا۔ ایک روز جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خیمہ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دوپہر کے وقت مہمانوں کی صورت میں کچھ نو وارد نظر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی عادت ومہمان نوازی کے موافق ان کو کھانا کھلانے کا انتظام فرمایا اور ایک بچھڑے کا تلا ہوا گوشت تیار

9 کرا کے مہمانوں کے سامنے لا کر رکھا مگر مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ تعجب بھی ہوا کہ کھانا کیوں نہیں کھاتے اور ساتھ ہی طبیعت میں کچھ خوف بھی آیا کہ کہیں یہ دشمن نہ ہوں کیونکہ اس زمانہ میں یہ مشہور دستور تھا کہ دشمن اپنے دشمن کے گھر کا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ جب فرشتوں نے جو بشکل انسانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان بنے ہوئے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کھانا نہ کھانے پر کچھ متعجب اور ساتھ ہی فکر مند دیکھا تو فرشتوں نے ظاہر کر دیا کہ ہم فرشتے ہیں ہم کو کھانے پینے سے کیا غرض۔ ہم تو آپ کو ایک خوشخبری دینے آئے ہیں کہ آپ کے ایک فرزند یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوں گے جو بڑا عالم ہوگا۔ حضرت سارہ پیچھے کھڑی ہوئی یہ باتیں سن رہی تھیں۔ حضرت سارہ نے جو اولاد کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنی تو وہ بولتی پکارتی ہوئیں آئیں اور بڑے تعجب سے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہنے لگیں کہ اول تو میں بڑھیا اور پھر بانجھ تو اس وقت بچہ پیدا ہونا عجیب بات ہے۔ اس پر فرشتوں نے کہا کہ تم تعجب نہ کرو۔ تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کیونکہ الہ العالمین نے ایسا ہی فرمایا ہے اور وہ بڑی حکمت والا اور بڑا جاننے والا ہے۔ چنانچہ جس وقت اس بشارت کے مطابق حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہؓ کی عمر ۹۹ سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال کی تھی۔

ان آیات سے متعلق ایک مفید اور کارآمد تنبیہ بھی ملتی ہے اور وہ یہ کہ انبیاء کرام کلی عالم الغیب نہیں ہوتے۔ اس چودھویں صدی کے فتنوں میں سے ایک اہم فتنہ بعض اہل بدعت کا وہ عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء عالم الغیب ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ساری کائنات میں خدا کے پیغمبروں سے نہ کوئی فضیلت اور بزرگی میں بڑھ کر ہے اور نہ ہی علم و حکمت میں برتر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو اپنی وحی سے سرفراز فرمایا۔ انہیں دین کا سارا اور کامل علم عطا فرمایا۔ اور تمام انسانوں میں علم و دانش۔ عقل و فہم۔ حکمت و فراست اور دیگر کمالات ایمانیہ میں بے مثل و یگانہ بنایا اور حسب ضرورت بعض تکوینی امور کا علم بھی فرمایا مگر پھر بھی انبیاء کا علم ''محیط کل'' نہیں کلی اور تفصیلی غیب و شہادت کا علم خاصہ خداوندی ہی ہے۔ یہ صفت حق تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص فرمائی۔ قرآن کریم کی صدہا آیات اس پر شاہد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کلی غیب داں نہیں تھے۔ مگر افسوس کہ باوجود ایسی کھلی ہوئی صاف اور علانیہ تصریحات کے اس امت کے کچھ لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح افراط و تفریط میں مبتلا ہوئے۔ عیسائیوں نے فرط محبت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے رتبہ سے بڑھا کر خدا بنا دیا یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے حق میں گستاخی کی اور بہتان لگائے۔ اس افراط و تفریط کی بنا پر دونوں یہود و نصاریٰ کو قرآن کریم میں مغضوب ملعون اور کافر قرار دیا گیا۔ اس وقت یہ افراط و تفریط کے فتنہ اس امت میں بھی پھیل رہے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء اور اللہ کے برگزیدہ بندوں سے عقیدۃ و محبت عین ایمان ہے مگر محبت و عقیدت اپنی حدود کے اندر ہی رہنی چاہئے۔ جب محبت حد اعتدال سے بڑھ کر غلو کے درجہ میں پہنچ جاتی ہے تو اس سے شرک کا دروازہ کھل جاتا ہے جیسا کہ روافض نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر ائمہ اہل بیتؓ کی محبت میں انتہائی کی غلو کیا یہاں تک کہ ان کے لئے خدائی صفات ثابت کیں۔ انہیں عالم الغیب۔ حاجت روا اور متصرف امور سمجھا جیسا کہ ان کی نہایت معتبر کتابوں سے ثابت ہے۔ ان کے برعکس بعض فرقوں نے جیسے قادیانی۔ پرویزی۔ بہائی انہوں نے شان رسالت میں کوتاہی اور گستاخی کی اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کر کے جھوٹی نبوتیں کھڑی کر دیں۔ اسی طرح منکرین حدیث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور وجوب اطاعت کا انکار کیا اور آپ کے اسوہ حسنہ آپ کی سنت اور حدیث کے دین میں حجت ہونے کے اجماعی عقیدہ کو رد کر دیا۔ اس طرح یہ لوگ تفریط کے راستے گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ افراط و تفریط کی گمراہیوں سے ہمارے دین و ایمان کو محفوظ رکھیں۔

الغرض دیگر انبیاء کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی عالم

الغیب نہ تھے جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے فرستادوں کو نہیں پہچانا اور ان فرشتوں کو یہی سمجھے کہ یہ انسان ہیں کیونکہ وہ انسانی شکلوں میں آئے تھے اسی لئے آپ ان کے لئے بچھڑا تل کر لے آئے۔ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو فرشتوں کو انسان نہ سمجھتے اور نہ ہی ان کے لئے بچھڑا تل کر لاتے۔ دوسرے یہ کہ جب فرشتوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے رویہ سے دل ہی دل میں ڈرے کہ مبادا یہ دشمن ہوں۔ حالانکہ وہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دینے کے لئے آئے تھے۔ بہر حال خوف کی وجہ صرف یہی تھی کہ آپ کو اصل حقیقت معلوم نہ تھی۔ جب فرشتوں کے بتانے سے اصل حقیقت معلوم ہوئی کہ وہ فرشتے ہیں اور خوشخبری دینے آئے ہیں تو آپ کا خوف جاتا رہا۔ الحاصل اس واقعہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انبیاء و رسل میں افضل تھے کلی علم غیب ان کو بھی عطا نہیں کیا گیا تھا۔ علم غیب کلی خاصہ خداوندی ہے اور صرف حق جل وعلیٰ کی ذات عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اب حضرت ابراہیمؑ اور آنے والے فرشتوں میں جو مزید گفتگو ہوئی وہ اگلی آیات میں ظاہر کی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اور سچے اسلامی عقائد رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور افراط وتفریط سے ہمارے دین کو محفوظ رکھیں۔ اور حقیقی اسلام وایمان پر ہم کو استقامت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس امت میں جو ظاہری و باطنی فتنہ پھیل رہے ہیں اُن سے ہماری حفاظت فرمایئے اور اپنے متقی ومحسنین بندوں میں ہم کو شامل فرمایئے۔

یا اللہ اپنی قدرت کاملہ کا ہم کو یقین کامل نصیب فرمایئے آپ اپنی قدرت سے جو چاہیں وہ کر سکتے ہیں۔ مخلوق کیلئے جو ناممکن اور محال ہو وہ آپ کیلئے بالکل آسان اور سہل ہے۔

یا اللہ ہم کو اپنی قدرت کاملہ پر توکل اور بھروسہ عطا فرمایئے اور ہماری ہر مشکل کو اپنے فضل وکرم سے آسان اور سہل فرمایئے۔

یا اللہ اپنی ذات پاک سے صحیح اور قوی تعلق ہم کو نصیب فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٣١﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ

ابراہیمؑ کہنے لگے اچھا تو تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے اے فرشتو! فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ ہم ان پر

حِجَارَةً مِّن طِينٍ ﴿٣٣﴾ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿٣٤﴾ فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ

کنکر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب کے پاس سے خاص نشان بھی ہے حد سے گذرنے والوں کیلئے۔ تو ہم نے جتنے ایماندار تھے سب کو وہاں سے

الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ

علیحدہ کردیا۔ سو بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر ہم نے نہیں پایا۔ اور ہم نے اس واقعہ میں ایسے لوگوں کیلئے

يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٣٧﴾

عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

قَالَ اس نے کہا	فَمَا تو کیا	خَطْبُكُمْ مقصد تمہارا	أَيُّهَا اے	الْمُرْسَلُونَ بھیجے ہوئے (فرشتو)	قَالُوا انہوں نے جواب دیا	إِنَّا أُرْسِلْنَا بیشک ہم بھیجے گئے ہیں
إِلَىٰ طرف	قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ مجرم قوم (مجرموں کی قوم)	لِنُرْسِلَ تاکہ ہم بھیجیں (برسائیں)	عَلَيْهِمْ ان پر	حِجَارَةً پتھر	مِّن طِينٍ سنگ گل	مُّسَوَّمَةً نشان کیے ہوئے
عِندَ رَبِّكَ تمہارے رب کے ہاں	لِلْمُسْرِفِينَ حد سے گزر جانیوالوں کیلئے	فَأَخْرَجْنَا پس ہم نے نکال لیا	مَن كَانَ جو تھا	فِيهَا اس میں	مِنَ سے	
الْمُؤْمِنِينَ ایمان والے	فَمَا وَجَدْنَا پس ہم نے نہ پایا	فِيهَا اس میں	غَيْرَ بَيْتٍ ایک گھر کے سوا	مِّنَ سے۔کا	الْمُسْلِمِينَ مسلمانوں	وَتَرَكْنَا اور ہم نے چھوڑ دی
	فِيهَا اس میں	آيَةً ایک نشانی	لِّلَّذِينَ ان لوگوں کیلئے	يَخَافُونَ جو ڈرتے ہیں	الْعَذَابَ الْأَلِيمَ دردناک عذاب	

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان فرشتوں سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ اور کسی خاص مقصد سے آئے ہیں؟ اس پر ان فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم قوم لوط کی سزا دہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ ہم ان پر سنگساری اور پتھروں کی بارش برسا کر ہلاک کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پتھروں پر نشان کر دیئے گئے ہیں خدا کے حکم سے ہر ہر مجرم کے لئے الگ الگ پتھر مقرر کردیئے گئے ہیں اور جو پتھر جس مجرم کے لئے خاص کر دیا گیا ہے اسی کے لگنے سے اس کی ہلاکت ہوگی۔ تو جیسا کہ سورہ ہودؑ سورہ حجر اور سورہ عنکبوت وغیرہ میں ذکر ہو چکا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم لوط پر عذاب کا حال سن کر فرمایا کہ وہاں تو لوط علیہ السلام بھی موجود ہیں؟ کیا لوط علیہ السلام کی موجودگی میں بستی کو تباہ کیا جائے گا؟۔

فرشتوں نے کہا کہ اس کا علم ہمیں بھی ہے کہ لوط علیہ السلام وہاں ہیں اور ہم سب کو جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں۔ ہمیں حکم مل چکا ہے کہ ہم لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے کے تمام ایمانداروں کو بچالیں ہاں ان کی بیوی نہیں بچ سکتی وہ بھی مجرموں کے ساتھ اپنے جرم کے بدلے ہلاک کردی جائے گی۔ گویا تمام بستی میں صرف ایک حضرت لوط علیہ السلام کا گھرانہ مسلمانی گھرانہ ہے جو عذاب سے بچالیا جائے گا اور باقی سب کو تباہ کردیا جائے گا۔ مذکورہ گذشتہ سورتوں میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ کس طرح لوط علیہ السلام کی قوم تباہ و برباد کی گئی اور حضرت لوط

علیہ السلام اور آپ کے ساتھ آپ کے ایماندار گھر والوں کو بچا لیا گیا۔ آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اب تک یعنی نزول قرآن کے زمانہ تک وہاں تباہی کے نشان موجود ہیں اور ان کی غیر معمولی ہلاکت کے قصہ میں ڈرنے والوں کے لئے عبرت کا بڑا سامان ہے۔

چنانچہ عذاب الٰہی سے خوف کھانے والے آج تک اس ناپاک قوم کی داستان ہلاکت سے عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ بحر مردار یا بحر لوط اور آس پاس شہر سدوم کے کھنڈر آج تک ہر صاحب دل کو قوم لوط کی تباہی کی داستان عبرت سنا رہے ہیں۔

آگے دوسرا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا عبرت کے لئے بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ان نافرمان قوموں کے انجام سے ہمیں بھی عبرت و نصیحت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیے۔ اور ہمیں اپنے احکام اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو ہر ظاہری و باطنی عذاب سے بچا لیجئے۔ اور ہماری کوتاہیوں اور تقصیرات سے درگذر فرمائیے۔ اور ان پر گرفت اپنی رحمت سے نہ فرمائیے۔ اس وقت ہمارا ملک جو اختلاف وافتراق کے عذاب میں مبتلا ہے۔

یا اللہ اسلام کی برکت سے اس وبال کو رفع فرما دیجئے۔ اور ہمیں اسلام و ایمان سے سچا تعلق اور لگاؤ نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَفِیْ مُوْسٰۤی اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰی فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰی بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾

اور موسیٰ کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ہم نے اُن کو فرعون کے پاس ایک کھلی ہوئی دلیل دے کر بھیجا۔ سو اس نے مع اپنے ارکان سلطنت کے سرتابی کی اور کہنے لگا کہ یہ ساحر یا مجنون ہیں۔

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَهُوَ مُلِیْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ

سو ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا اور اس نے کام ہی ملامت کا کیا تھا۔ اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ہم نے ان پر

الْعَقِیْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ

نامبارک آندھی بھیجی۔ جس چیز پر گذرتی تھی اس کو ایسا کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ اور ثمود کے قصہ میں بھی عبرت ہے

تَمَتَّعُوْا حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا

جبکہ ان سے کہا گیا اور تھوڑے دنوں چین کر لو۔ سو اُن لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی سو ان کو عذاب نے آلیا اور وہ دیکھ رہے تھے۔ سو نہ تو کھڑے ہی ہو سکے

مِنْ قِیَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾

اور نہ بدلہ لے سکے۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کا یہی حال ہو چکا تھا، وہ بڑے نافرمان لوگ تھے۔

وَ اور	فِیْ مُوْسٰی موسیٰ میں	اِذْ اَرْسَلْنٰهُ جب ہم نے اسے بھیجا	اِلٰی فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف	بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ روشن دلیل (معجزہ) کیساتھ		
فَتَوَلّٰی تو اس نے سرتابی کی	بِرُكْنِهٖ اپنی قوت کیساتھ	وَقَالَ اور کہا	سٰحِرٌ جادوگر	اَوْ مَجْنُوْنٌ یا دیوانہ	فَاَخَذْنٰهُ پس ہم نے اسے پکڑا	وَجُنُوْدَهٗ اور اسکا لشکر
فَنَبَذْنٰهُمْ پھر ہم نے انہیں پھینک دیا	فِی الْیَمِّ دریا میں	وَهُوَ اور وہ	مُلِیْمٌ ملامت زدہ	وَفِیْ عَادٍ اور عاد میں	اِذْ اَرْسَلْنَا جب ہم نے بھیجی	
عَلَیْهِمُ ان پر	الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ نامبارک آندھی	مَا تَذَرُ وہ نہ چھوڑتی تھی	مِنْ شَیْءٍ کسی شے کو	اَتَتْ آتی	عَلَیْهِ جس پر	اِلَّا جَعَلَتْهُ مگر اسے کردیتی
كَالرَّمِیْمِ گلی سڑی ہڈی کی طرح	وَفِیْ ثَمُوْدَ اور ثمود میں	اِذْ قِیْلَ جب کہا گیا	لَهُمْ اُن کو	تَمَتَّعُوْا فائدہ اٹھالو	حَتّٰی حِیْنٍ ایک رات تک	
فَعَتَوْا تو انہوں نے سرکشی کی	عَنْ سے	اَمْرِ رَبِّهِمْ اپنے رب کا حکم	فَاَخَذَتْهُمُ پس انہیں پکڑا	الصّٰعِقَةُ بجلی کی کڑک	وَهُمْ اور وہ	یَنْظُرُوْنَ دیکھتے تھے
فَمَا اسْتَطَاعُوْا پس ان میں سکت نہ رہی	مِنْ قِیَامٍ کھڑا ہونے کی	وَمَا كَانُوْا اور وہ نہ تھے	مُنْتَصِرِیْنَ بدلہ لینے والے	وَقَوْمَ نُوْحٍ اور نوح کی قوم		
	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	قَوْمًا فٰسِقِیْنَ لوگ نافرمان		

تفسیر و تشریح: منکرین قیامت و آخرت کی شروع سورۃ ہی میں مذمت فرمائی گئی تھی اور ان کو آخرت و جزا و سزا کے انکار پر جہنم کی وعید سنائی گئی تھی۔ پھر اس بات کی تائید میں کہ منکرین ومکذبین کی دنیا میں بھی پکڑ ہوئی ہے آخرت میں تو لازماً ہونا ہی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا ذکر گذشتہ آیات میں ذکر فرمایا گیا تھا۔ اور عبرت دلائی گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ اور ہود علیہ السلام اور قوم عاد کا قصہ اور حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا قصہ اور قوم نوح علیہ السلام کا انجام مختصراً ذکر فرما کر منکرین ومکذبین کو سرکشی و نافرمانی سے عبرت دلائی جاتی ہے اور جتلایا جاتا ہے کہ گذشتہ قومیں اسی کفر و انکار اور سرکشی نافرمانی کی بدولت ہلاک و تباہ کی جا چکی ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جس طرح قوم لوط کے انجام کو دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں اسی قسم کا فرعونیوں کا واقعہ ہے۔ موسیٰ علیہ

السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے سمجھانے کے لئے بھیجا کہ سرکشی کو چھوڑ اور اللہ کا بندہ بن کر رہ لیکن اسے اپنی قوت وسلطنت اور لاؤ لشکر پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس نے اپنے زور وقوت پر مغرور ہو کر حق کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اپنی قوم اور ارکان سلطنت کو بھی ساتھ لے ڈوبا۔ اس نے اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام سے بے رخی برتی اور ان کی تکذیب کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے معجزے دکھلائے تو کہنے لگا (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) کہ موسیٰ یا تو چالاک جادوگر ہے اور یا دیوانہ ہے۔ ان دو حال سے خالی نہیں۔ پس انجام میں اللہ تعالیٰ نے اس کافر۔ معاند اور متکبر کو مع اس کے لاؤ لشکر کے پکڑا اور سمندر میں غرق کر کے ہلاک کیا۔ ایسا کرنے میں اللہ نے اس پر زیادتی نہیں کی۔ الزام اسی پر ہے کہ اس نے کفر وسرکشی اختیار کی' سمجھانے پر بھی باز نہ آیا۔ آخر جو بویا تھا وہی کاٹا۔ اسی طرح قوم عاد جس کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام تھے اس کے واقعات بھی عبرتناک ہیں جن کی سرکشی اور سیہ کاری کے وبال میں ان پر عذاب کی آندھی آئی جو خیر وبرکت سے یکسر خالی تھی۔ اس نے مجرموں کی جڑ کاٹ ڈالی اور جس پر گزری اس کا چورا کر کے رکھ دیا آخر وہ سب بالکل دنیا سے مٹ گئے۔ ٹھیک اسی طرح قوم ثمود کا بھی برا انجام ہوا۔ ان کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرما دیا تھا کہ اچھا کچھ دن اور دنیا کے مزے اڑالو اور یہاں کا سامان برت لو آخر عذاب الٰہی میں پکڑے جاؤ گے بالآخر عذاب کی ہولناک چیخ نے ان کے پتے پانی کر دیئے اور کلیجے پھاڑ دیئے اور یہ صرف ان کی سرکشی' نافرمانی اور سیہ کاری کا بدلہ تھا ان کا سب زور وطاقت۔ متکبرانہ دعوے اور طنطنے خاک میں مل گئے کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ پچھاڑ کھانے کے بعد ذرا اٹھ کھڑا ہوتا۔ بھلا بدلہ تو کیا لے سکتے تھے اور اپنی مدد پر کسے بلاتے۔ اسی طرح ان اقوام سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم اپنی بغاوت وسرکشی کی بدولت تباہ کی جا چکی تھی۔ وہ لوگ بھی نافرمانی میں حد سے نکل گئے تھے۔ ان تمام قوموں کے مفصل واقعات پہلی سورتوں میں گزر چکے ہیں۔ غرض کہ انجام کفر وشرک نافرمانی وسرکشی کا دنیا میں بھی اچھا نہ رہا اور آخرت میں تو دائمی مصیبت جہنم کی ہی ہے۔

اب یہ جو قرآنی واقعات نافرمان قوموں کی سزا کے بار بار قرآن کریم میں دہرائے گئے ہیں اب ان کی حیثیت زیادہ سے زیادہ یہ رہ گئی ہے کہ کسی مسجد میں کوئی ملا مولوی چند نمازیوں کے سامنے ان کو پڑھ لے اور سن لیں اور بس قصہ ختم۔ نہ قوم کے لئے یہ قرآنی واقعات عبرت کے باعث ہیں نہ نصیحت کا ذریعہ کیونکہ اب اس قوم اور ملک میں قرآن کی حیثیت دین ودنیا کی صلاح وفلاح اور دونوں عالم کے نجات دہندہ کی تو حقیقت میں سمجھی نہیں جاتی۔ اس میں ہمیں ہمارے مسائل کا حل نظر ہی نہیں آتا۔ تو اس کے اوپر کان دھرنا۔ اس سے عبرت حاصل کرنا اس سے نصیحت پکڑنا۔ اس کے احکام کی پابندی کرنا اس کی ممانعتوں سے بچنا اس کا کیا سوال۔

بقول اکبر الہ آبادی مرحوم

رقیبوں نے رپٹ لکھائی ہے جا جا کے تھانوں میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں

بہرحال قرآن کا قرآن ہونا کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ کوئی قوم اور ملک اسے اپنائے یا نہ اپنائے۔ کوئی اسے اپنا نجات دہندہ سمجھے یا نہ سمجھے۔ قرآنی احکام اور خبریں اپنی جگہ اٹل ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نتائج احکام خداوندی سے نافرمانی کے بتلا دیئے ہیں وہ پیش آنا لازمی اور لابدی ہیں۔ اب دیر یا سویر یہ اللہ کی حکمت اور مشیت پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی حقیقی عظمت اور اس کی قدردانی اس ملک اور قوم کو بھی نصیب فرما دیں اور اس سے انحراف کے وبال کو ہم پر سے ٹال دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنٰهَا بِأَيْدٍ وَّإِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ

اور ہم نے آسمان کو قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں۔ اور ہم نے زمین کو فرش بنایا سو ہم اچھے بچھانے والے ہیں۔ اور ہم نے ہر چیز کو

شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْا إِلَى اللّٰهِ ۖ إِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا

دو دو قسم کا بنایا تا کہ تم سمجھو۔ تو تم اللہ ہی کی طرف دوڑو، میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور خدا کے ساتھ

مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ ۖ إِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

کوئی اور معبود مت قرار دو، میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا

إِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ أَتَوَاصَوْا بِهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾

جس کو انہوں نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو۔ کیا اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے تھے بلکہ یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں۔ سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں۔ اور سمجھاتے رہیئے کیونکہ سمجھانا ایمان (لانے) والوں کو (بھی) نفع دے گا۔

وَالسَّمَاءَ اور آسمان	بَنَيْنٰهَا ہم نے اسے بنایا	بِأَيْدٍ ہاتھ (قوت) سے	وَإِنَّا اور بیشک ہم	لَمُوْسِعُوْنَ وسیع القدرت ہیں	وَالْاَرْضَ اور زمین		
فَرَشْنٰهَا ہم نے فرش بنایا اسے	فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ پس ہم کیسا اچھا بچھانیوالے ہیں	وَمِنْ اور سے	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کئے	زَوْجَيْنِ دو جوڑے (قسم)		
لَعَلَّكُمْ تا کہ تم	تَذَكَّرُوْنَ نصیحت پکڑو	فَفِرُّوْا پس تم دوڑو	إِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	إِنِّيْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْهُ اس سے	نَذِيْرٌ ڈرسنانے والا
مُّبِيْنٌ واضح	وَلَا تَجْعَلُوْا اور تم نہ ٹھہراؤ	مَعَ اللّٰهِ اللہ کیساتھ	إِلٰهًا اٰخَرَ کوئی دوسرا معبود	إِنِّيْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْهُ اس سے	نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ واضح ڈرسنانیوالا
كَذٰلِكَ اسی طرح	مَا أَتَى نہیں آیا	الَّذِيْنَ وہ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	مِّنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول	إِلَّا مگر	قَالُوْا انہوں نے کہا	سَاحِرٌ جادوگر
أَوْ مَجْنُوْنٌ یا دیوانہ	أَتَوَاصَوْا بِهِ بَلْ هُمْ کیا انہوں نے ایکدوسرے کو وصیت کی اسکی بلکہ وہ	قَوْمٌ لوگ	طَاغُوْنَ سرکش	فَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس آپ منہ موڑلیں ان سے			
فَمَا أَنْتَ تو نہیں آپ	بِمَلُوْمٍ کوئی الزام	وَذَكِّرْ آپ سمجھائیں	فَإِنَّ تو بیشک	الذِّكْرٰى سمجھانا	تَنْفَعُ نفع دیتا ہے	الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کی قدرت کا اندازہ کچھ اسی سے کرلو کہ اس نے آسمان جیسی وسیع چیز اپنی قدرت سے پیدا کی پھر زمین کو اپنی مخلوقات کے لئے مثل بچھونے کے بچھا دیا۔ پھر خالق کائنات نے اس جہان میں ہر چیز عجیب وغریب کاریگری سے بنائی اور پھر ہر چیز کو بنا کر اس کے مقابل کی چیز بھی بنائی گویا ہر ہر چیز کو قدرت نے دو دو قسم کا بنایا مثلاً رات دن۔ گرمی سردی۔ سیاہی سفیدی۔ اندھیرا اجالا۔ خشکی تری۔ شیریں تلخ، چھوٹی بڑی، خوشنما بدنما۔ صحت مرض۔ کفر و ایمان۔ موت حیات۔ بدی ونیکی۔ نر مادہ وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہ حیوانات ونباتات میں بھی جوڑے بنائے تو اس سے انسان کو سبق لینا چاہئے کہ جب زمین وآسمان اور تمام کائنات ایک اللہ کی عجیب صنعت اور کاریگری سے پیدا کی ہوئی ہے اور اسی کے زیر حکومت ہر چیز ہے تو بندہ کو چاہئے کہ اللہ کی توحید کی طرف دوڑے اس کا انکار نہ کرے۔ نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے ہر

طرف سے ہٹ کر اسی کی طرف رجوع کرے اور اگر ایسا نہ کیا اور بندہ اس کی طرف رجوع نہ ہوا یا کسی اور ہستی کی طرف رجوع ہو گیا تو یہ بہت ڈر کی بات ہے اور اس کا انجام برا ہونا ہے۔ ان دونوں صورتوں کے خوفناک انجام سے بندوں کو صاف صاف ڈرایا جاتا ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ ایسی صاف تنبیہ اور ڈرانے پر بھی اگر یہ منکرین و مکذبین کان نہ دھریں اور اللہ اور اس کے رسول کی بات نہ سنیں تو آپ غم نہ کیجئے اور صبر کیجئے کیونکہ جس طرح یہ منکرین و مکذبین آپ کو (نعوذ باللہ) کبھی ساحر اور کبھی مجنون کہتے ہیں اسی طرح ان سے پہلے جن کافر قوموں کی طرف اللہ کا کوئی پیغمبر آیا تو اسی طرح اس کو دیوانہ یا جادوگر کہہ کر اس کی نصیحتوں کو ہنسی میں اڑایا گیا۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ کے کافر ایک دوسرے کو وصیت کر مرے ہیں کہ جو رسول آئے اسے ساحر اور مجنون کہہ کر چھوڑ دینا یعنی شرارت اور ڈھٹائی اور سرکشی و نافرمانی میں یہ سب ایک ہی جیسے ہیں جیسے پہلوں نے سرکشی کی ایسے ہی موجودہ منکرین و مکذبین بھی سرکشی کر رہے ہیں۔ بہر حال اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنا فرض ادا کر چکے اور سمجھانے کا حق ادا کر چکے اب اگر یہ نہ مانیں تو آپ پر کوئی الزام نہیں۔ نہ ماننے کا جو کچھ الزام رہے گا ان ہی معاندین پر رہے گا۔ ہاں بتلانا اور سمجھانا آپ کا کام ہے سو یہ سلسلہ جاری رکھیئے جس کی قسمت میں ایمان لانا ہوگا اس کو یہ سمجھانا کام دے گا یا جو ایمان لا چکے ہیں ان کو مزید نفع پہنچے گا اور منکروں پر خدا کی حجت تمام ہوگی بہر حال تذکیر ونصیحت میں عام فوائد اور حکمتیں سب کے اعتبار سے ہیں اس لئے اس کو جاری رکھیئے اور کسی کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کیجئے۔

اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر مقصود اصلی یعنی بندوں سے عبادت کی مطلوبیت کی تاکید فرمائی جاتی ہے اور اسی کی ترغیب و ترہیب دی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ایمان اور اسلام کی دولت سے نوازا اور کفر وشرک سے بچایا۔

یا اللہ ہمیں اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مطیع وفرمانبردار بنا کر زندہ رکھیئے اور اسی پر موت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ اپنی مصنوعات اور مخلوقات میں تدبر اور تفکر کی ہم کو توفیق وصلاحیت عطا فرما تا کہ ہماری توحید مضبوط اور قوی ہو اور ہم آپ کے مطیع اور فرمانبردار بندے بنے رہیں اور آپ کی اطاعت اور بندگی میں لگے رہیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچے رہیں۔ یا اللہ! اپنی ذات پاک کی عظمت اور بڑائی ہمارے دلوں میں اتار دے تا کہ ہم آپ کی توحید کی طرف دوڑنے والے بنے رہیں اور آپ کی معرفت حاصل کر کے آپ کی عبادت گذاری میں لگے رہیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾

اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے (مخلوق کی) رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا، اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ

اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا قوت والا نہایت قوت والا ہے۔ تو ان ظالموں کیلئے (سزا کی) بھی باری (علم الٰہی میں) مقرر ہے جیسے ان کے (گذشتہ) ہم مشربوں کی باری (مقرر) تھی

فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

سو مجھ سے (عذاب) جلدی طلب نہ کریں۔ غرض ان کافروں کیلئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہوگی جس کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ اور نہیں پیدا کیا میں نے	الْجِنَّ جن	وَالْاِنْسَ اور انسان	اِلَّا مگر۔صرف	لِيَعْبُدُوْنِ اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں	
مَآ اُرِيْدُ میں نہیں مانگتا	مِنْهُمْ ان سے	مِّنْ رِّزْقٍ کوئی رزق	وَّمَآ اُرِيْدُ اور میں نہیں چاہتا	اَنْ کہ	يُّطْعِمُوْنِ وہ مجھے کھلائیں	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
هُوَ وہ الرَّزَّاقُ رزاق	ذُو الْقُوَّةِ قوت والا	الْمَتِيْنُ نہایت قدرت والا	فَاِنَّ پس بیشک	لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا	
ذَنُوْبًا ڈول (پیمانے)	مِّثْلَ جیسے	ذَنُوْبِ پیمانے	اَصْحٰبِهِمْ ان کے ساتھی	فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ پس وہ جلدی نہ کریں	فَوَيْلٌ سو بربادی
لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے انکار کیا	مِنْ سے۔کا	يَّوْمِهِمُ ان کا دن	الَّذِيْ وہ جس	يُوْعَدُوْنَ ان سے وعدہ کیا جاتا ہے	

تفسیر وتشریح: یہ سورۃ الذّٰریٰت کی آخری آیات ہیں۔ خاتمہ سورت پر انسانوں کو زندگی کا اصل مقصد بتلایا جاتا ہے اور اس کی ترغیب دی جاتی ہے اور جو اس کے خلاف کریں اور کفر وشرک پر مصر ہیں ان کو تنبیہ کے ساتھ وعید سنائی جاتی ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات و انسان کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں جنات اور انسان یہی دو مخلوق ایسی ہیں کہ جو پوری طرح ذمہ دار بنا کر دنیا میں بھیجی گئی ہیں اور ان کے اندر ابتلا اور اختیار دونوں کی صلاحیتیں جمع کر دی ہیں بخلاف فرشتوں کے جو ابتلا سے خالی رکھے گئے ہیں اور بخلاف حیوانات کے جنہیں اختیار کی پوری قوت نہیں دی گئی ہے۔ عقل اور ارادہ کی پوری قوت انہی دو مخلوق یعنی انسان اور جنات کو دی گئی ہے اس لئے ان ہی سے مطالبہ کیا گیا کہ عقل سے اللہ کو پہچانیں اور ارادہ کر کے اس کے حکم بجا لائیں۔ اگر ایسا نہ کیا تو گویا انہوں نے اپنی عقل اور ارادہ سے ٹھیک ٹھیک کام نہیں لیا۔ عقل انسانوں کو اسی لئے دی ہے کہ اس سے سمجھیں کہ ہمارا پیدا کرنے والا اللہ ہے اور اس نے ہماری رہنمائی کے لئے اپنے رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں جن میں آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آخری کتاب قرآن کریم ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ اس کے مطابق عقیدہ اختیار کرو اور اس کے مطابق زندگی دنیا میں بسر کرو۔ اسی کا نام اللہ کی عبادت ہے اور جنات وانسان کا یہی فرض ہے اور ان کے پیدا کرنے کا یہی مقصد ہے کہ یہ اپنے عقل۔ ارادہ اور اختیار سے اللہ کے مقرر کئے ہوئے راستے پر چلیں۔ اب جنہوں نے اپنی عقل نری دنیا ہی کے کاموں میں صرف کر دی۔ اور سائنس اور ٹیکنالوجی ہی کے پیچھے پڑ گئے اور دنیا کے آرام اور مزے کے لئے نئی نئی ایجادات اور مشینیں بنالیں اور دنیا کی عیش وعشرت کے لئے

نئے نئے ذریعے دریافت کر لئے اور ایک دوسرے کو دبانے اور نیچا رکھنے کے لئے تباہ کن ہتھیار بنا لئے تو انہوں نے عقل کی اصلی غرض پوری نہیں کی۔ اگر اس عقل سے اللہ کو نہ پہچانا اور اس کی عبادت نہ کی تو کچھ بھی نہ کیا۔ یہاں آیت میں عبادت سے مراد صرف متعارف عبادات۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ نہیں ہیں بلکہ لفظ عبادت اپنے وسیع و عام مفہوم میں طلب رضائے الٰہی کے مرادف ہے۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ ساری عبادتوں کا خلاصہ صرف دو چیزیں ہیں ایک امر الٰہی کی تعظیم دوسرے خلق اللہ پر شفقت۔ گویا دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی۔ یہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جنات اور انسان کی عبادت و بندگی سے اللہ تعالیٰ کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ اس میں انہیں کا نفع ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ مالک نہیں کہ جو غلاموں سے کہے کہ میرے لئے کمائی کر کے لاؤ یا میرے سامنے کھانا لا کر رکھو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان تخیلات سے پاک اور برتر ہے اللہ تعالیٰ بندوں سے اپنے لئے کیا روزی طلب کرتا وہ تو خود بندوں کو روزی اپنے پاس سے پہنچاتا ہے اب جو جنات و انسان اس کی بندگی کی طرف نہیں آتے تو سمجھ لو کہ وہ ظالم ہیں اور دوسرے ظالموں کی طرح ان کا پیمانہ بھی لبریز ہو جانے پر ڈوب کر رہے گا۔ جیسے دوسرے منکرین و مکذبین کو خدائی سزا کا حصہ پہنچا ان کو بھی پہنچ کر رہے گا۔ یہ لوگ اگر کفر و شرک پر مصر رہیں گے تو سن رکھیں کہ ان ظالموں کو سزا کی بھی باری علم الٰہی میں مقرر ہے جیسے ان کے گذشتہ ہم مشربوں کی باری مقرر تھی یعنی ہر مجرم ظالم کے لئے اللہ کے علم میں خاص خاص وقت مقرر ہے۔ اس طرح نوبت بہ نوبت ہر مجرم ظالم کی باری آتی ہے تو وہ عذاب میں پکڑا جاتا ہے کبھی دنیا و آخرت دونوں میں اور کبھی صرف آخرت میں۔ اب یہ جو کفار و منکرین بطور تکذیب اور انکار کے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم واقعی مجرم ہیں اور مجرمین پر عذاب آنا آپ کے قول سے ثابت ہے تو پھر ہم پر عذاب کیوں نہیں آ جاتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب اپنے مقرر وقت پر اور اپنی باری پر آتا ہے تمہاری باری بھی آنے والی ہے جلد بازی نہ کرو۔ قیامت آنے والی ہے اور وہ دن وعدہ کے مطابق آ کر رہے گا اور جب سر پر آ جائے گا تو پھر کچھ بنائے نہ بنے گی۔

یہ سورۃ اس وعدہ سے شروع ہوئی تھی اور قسمیہ کلام کے ساتھ فرمایا گیا تھا کہ جس قیامت و آخرت کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور اعمال کی جزا و سزا ضرور ہونے والی ہے اور اسی وعدہ پر اس کو ختم فرمایا گیا۔

الحمد للہ اب سورہ ذاریٰت کا بیان ختم ہوا۔

سورۃ الذاریات

۱.....اگر مریض کے پاس سورۃ الذاریات پڑھی جائے تو وہ تندرست ہو جاتا ہے۔

۲.....اگر بچہ جننے کے وقت سورۃ الذاریات لکھ کر عورت کو پہنا دی جائے تو بچہ کی پیدائش آسانی سے ہو جاتی ہے۔ (الدر النظیم)

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ کی عبادت جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی خاطر خواہ ادائیگی کا نام ہے ہمیں زندگی کے ہر لحظہ میں اس کی توفیق کاملہ عطا فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی زندگی کا مقصد وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کا مصداق بنا لینے کی توفیق نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الطُّوْرِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ تِسْعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعَانِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ۝۱ وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝۲ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝۳ وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝۵

قسم ہے طور (پہاڑ) کی۔ اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے۔ اور (قسم ہے) بیت المعمور کی۔ اور (قسم ہے) اونچی چھت کی (مراد آسمان ہے)

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ۝۷ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝۸

اور (قسم ہے) دریائے شور کی جو (پانی سے پر ہے۔ کہ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا۔ کوئی اُس کو ٹال نہیں سکتا۔

وَالطُّوْرِ قسم طور (سینا)	وَکِتٰبٍ اور کتاب	مَّسْطُوْرٍ لکھی ہوئی	فِیْ رَقٍّ اوراق میں	مَّنْشُوْرٍ کھلے	وَ اور	الْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ بیت معمور	وَالسَّقْفِ اور چھت	الْمَرْفُوْعِ بلند
وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ اور دریا جوش مارتا	اِنَّ بیشک	عَذَابَ رَبِّکَ تیرے رب کا عذاب	لَوَاقِعٌ ضرور واقع ہونیوالا	مَا لَهٗ نہیں اسکو	مِنْ دَافِعٍ کوئی ٹالنے والا			

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی ابتدا بھی قسمیہ کلام سے ہوتی ہے اور پانچ چیزوں کی قسم کھائی جاتی ہے۔

پہلی قسم ہے طور کی یعنی وہ کوہ طور جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نصیب ہوا اور توراۃ عطا فرمائی گئی۔

دوسری قسم ہے اس کتاب کی جو کاغذ میں لکھی ہوئی ہے یہاں کتاب سے کیا مراد ہے اس میں مفسرین کے کئی قول ہیں کسی نے لوح محفوظ مراد لیا ہے کسی نے لوگوں کے اعمال نامے۔ کسی نے طور کی مناسبت سے توراۃ۔ کسی نے قرآن کریم یا تمام آسمانی کتب۔ یہ سب احتمالات ہیں۔

تیسری قسم ہے بیت معمور کی۔ بیت معمور ساتویں آسمان میں فرشتوں کا کعبہ ہے اور دنیا کے خانہ کعبہ کے ٹھیک بالمقابل ساتویں آسمان میں ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ شب معراج میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان پر پہنچے تو آپ کو بیت معمور کی طرف لے جایا گیا جہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت طواف کے لئے داخل ہوتے ہیں اور پھر کبھی ان کو دوبارہ وہاں پہنچنے کی نوبت نہیں آتی۔ یعنی ہر روز ستر ہزار نئے فرشتوں کی باری ہوتی ہے۔

چوتھی قسم ہے سقف مرفوع کی یعنی اونچی چھت کی اس سے مراد یا تو آسمان ہے یا عرش عظیم مراد ہے جو تمام آسمانوں کے اوپر ہے۔

پانچویں قسم ہے بحر مسجور کی یعنی ابلتے ہوئے سمندر کی۔ بعض مفسرین نے بحر مسجور کے مطلب یہ لئے ہیں کہ قسم ہے سمندر کی کہ جو آگ بنا دیا جائے گا جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ قیامت کے روز سارا سمندر آگ بن جائے گا جیسا کہ سورۃ تکویر میں ہے واذا البحار سجرت جس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ شمس وقمر اور تمام ستاروں کو سمندر میں ڈال دیں گے اور پھر اس پر تیز ہوا چلے گی جس سے سارا سمندر آگ ہو جاوے گا جو پھر جہنم میں شامل ہو جاوے گا۔ (معارف القرآن)

تو یہ پانچ قسمیں کھا کر فرمایا جاتا ہے **ان عذاب ربک لواقع** یعنی بیشک آپ کے رب کا عذاب منکرین و مکذبین کے لئے ضرور ہو کر رہے گا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا۔ یہ تمام چیزیں جن کی یہاں قسم کھائی گئی شہادت دیتی ہیں کہ وہ خدا بہت بڑی قدرت اور عظمت والا ہے پھر اس کی نافرمانی کرنے والوں پر عذاب کیوں نہیں آئے گا اور کس کی طاقت ہے جو اس کے بھیجے ہوئے عذاب کو الٹا واپس کردے تو گویا انسانوں کو یہاں سنایا گیا

کہ خوب کان کھول کر سن لو کہ اللہ کا عذاب منکرین ومکذبین کو پکڑ کر رہے گا اس کو آنے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی تو تنبیہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس عذاب سے بچنا ہے تو اللہ پر ایمان لا کر اس کی باتوں کو سچ جانو اور ان کو مانو۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ایک روایت لکھی ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروقؓ شہر کی دیکھ بھال کے لئے نکلے تو ایک مکان سے کسی مسلمان کی قرآن خوانی کی آواز کان میں پڑی وہ یہی سورۃ والطور پڑھ رہے تھے۔ آپ نے سواری روک لی اور کھڑے ہو کر قرآن سننے لگے جب وہ اس آیت پر پہنچے ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع تو آپ کی زبان سے نکل گیا کہ رب کعبہ کی قسم سچی ہے پھر سواری سے اتر پڑے اور دیوار سے سہارا لگا کر بیٹھ گئے۔ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب ہوش وحواس ٹھکانے آئے تو اپنے گھر پہنچے لیکن خدا کے کلام کی اس ڈراؤنی آیت کے اثر سے دل کی کمزوری کی یہ حالت تھی کہ مہینہ بھر تک بیمار پڑے رہے لوگ بیمار پرسی کو آتے تھے گو کسی کو معلوم نہ تھا کہ بیماری کیا ہے؟ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی تلاوت میں یہ آیت آئی اس وقت ہچکی بندھ گئی اور اس قدر قلب پر اثر پڑا کہ بیمار ہو گئے چنانچہ ۲۰ دن تک آپ کی عیادت کی جاتی رہی۔ اللہ اکبر یہ تھا قرآن کی تاثیر کا عالم ان حضرات کے قلوب پر اور ایک ہم بھی ان ہی حضرات کے نام لیوا ہیں کہ جن کے نزدیک اب قرآن ۱۴ سو سال پرانی کتاب ہو گئی اب اس میں ہمارے مسائل کا حل کہاں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہی قرآن تھا کہ ہمارے سلف صالحین اس کے عامل ہو کر دین ودنیا کی عزت وکامرانی لے گئے اور اسی قرآن سے انحراف کر کے ہم دین ودنیا میں ناکامی ونامرادی مول لے رہے ہیں۔ مگر اب یہ کس سے کہا جائے اور کس کی سمجھ میں یہ بات آنے والی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے طفیل میں ہمارے قلوب کو بھی قرآنی اثرات سے جلوہ گر فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے جس روز یعنی قیامت میں عذاب ہوگا اس دن کی کچھ کیفیت بیان کی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا اور کفر وشرک سے بچایا۔

اللہ تعالیٰ اس اسلام اور ایمان کی برکت سے دین ودنیا دونوں جہاں میں اپنے عذاب سے ہم کو محفوظ رکھیں اور قیامت کی سختیوں سے بچائیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہمارے حال پر رحم فرما کر ہم کو دین اسلام کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق عطا فرمادیں اور دین اسلام کی برکت سے ہمارے مسائل حل فرمائیں اور ہماری مشکلات کو دور فرمائیں اور ہماری ذلت وناکامی کو عزت وشوکت سے بدل دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ﴿٩﴾ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ؕ﴿١٠﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ﴿١١﴾ الَّذِيْنَ هُمْ

(اور یہ اس روز واقع ہوگا) جس روز آسمان تھرتھرانے لگے گا۔ اور پہاڑ ہٹ جاویں گے۔ تو جو لوگ جھٹلانے والے ہیں (اور) جو (تکذیب کے) مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگ رہے ہیں۔

فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۘ﴿١٢﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ﴿١٣﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا

اُن کی اُس روز کم بختی آئے گی۔ جس روز کہ ان کو آتش دوزخ کی طرف دھکے دے دے کر لاویں گے۔ یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٤﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿١٥﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ

تو کیا یہ (بھی) سحر ہے (دیکھ کر بتلاؤ) یا یہ کہ تم کو (اب بھی) نظر نہیں آتا۔ اس میں داخل ہو پھر خواہ (اس کی) سہار کرنا یا سہار نہ کرنا، تمہارے حق میں

عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾

دونوں برابر ہیں، جیسا تم کرتے تھے ویسا ہی بدلہ تم کو دیا جائے گا۔

يَوْمَ تَمُوْرُ جس دن تھرتھرائے گا	السَّمَآءُ آسمان	مَوْرًا تھرتھرا کر	وَتَسِيْرُ اور چلیں گے	الْجِبَالُ پہاڑ	سَيْرًا چلنے کی طرح	فَوَيْلٌ سو بربادی	يَوْمَئِذٍ اس دن	
لِلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کیلئے	الَّذِيْنَ وہ جو	هُمْ وہ	فِيْ خَوْضٍ مشغلہ میں	يَلْعَبُوْنَ کھیلتے ہیں	يَوْمَ جس دن	يُدَعُّوْنَ وہ دھکیلے جائیں گے		
اِلٰى طرف	نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ	دَعًّا دھکے دے کر	هٰذِهِ یہ ہے	النَّارُ الَّتِيْ وہ آگ جو	كُنْتُمْ تم تھے	بِهَا اس کو	تُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے	اَفَسِحْرٌ تو کیا جادو؟
هٰذَا یہ	اَمْ اَنْتُمْ یا تم	لَا تُبْصِرُوْنَ دکھائی نہیں دیتا تمہیں	اِصْلَوْهَا اس میں داخل ہو جاؤ	فَاصْبِرُوْٓا پھر تم صبر کرو	اَوْ یا	لَا تَصْبِرُوْا نہ صبر کرو	سَوَآءٌ برابر	
	عَلَيْكُمْ تم پر	اِنَّمَا تُجْزَوْنَ سوائے اس کے سو نہیں تمہیں بدلہ دیا جائے گا	مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے					

تفسیر و تشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں قسمیہ کلام کے ساتھ یہ فرمایا گیا تھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا عذاب قیامت میں منکرین و مکذبین پر آ کر رہے گا اور اس کو آنے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اب آگے اس قیامت کے دن کی کچھ کیفیت بیان کی جاتی ہے کہ وہ کیسا ہولناک دن ہو گا اور اس روز منکرین و مکذبین کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان جو کیسی عظیم مخلوق ہے وہ بھی لرز کر اور کانپ کر پھٹ پڑے گا۔ اور پہاڑ جو کتنے بھاری، مضبوط اور وزنی ہوتے ہیں قیامت کے دن اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اس دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ اس کی ہر چیز ایک دن بگڑ کر اور ختم ہو کر رہے گی۔ اور اس کے بعد نیا انتظام ہو گا اور انسان اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے میدان حشر میں حاضر کیا جائے گا۔ تو جب قیامت کا دن آئے گا تو لوگ دیکھ لیں گے کہ

قیامت کے متعلق جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ نے بتایا تھا وہ بالکل ٹھیک اور درست تھا لیکن جو لوگ آج دنیا کے مزوں میں پڑے ہوئے ہیں اور کھیل کود میں مشغول ہیں اور طرح طرح کی باتیں بناتے اور آخرت کی تکذیب کرتے ہیں ان کے لئے اس روز سخت خرابی اور تباہی ہے۔ فرشتے ان کو سخت ذلت کے ساتھ دھکیلتے ہوئے دوزخ کی طرف ہانک کر لے جائیں گے اور وہاں پہنچا کر کہا جائے گا کہ یہ جہنم کی آگ حاضر ہے، جس کو تم دنیا میں جھوٹ جانتے تھے اور اللہ کے رسولوں کو جادوگر اور ان کی وحی کو جادو کہا کرتے تھے۔ ذرا اب بتلاؤ کہ یہ جہنم جس کی خبر انبیاء نے دنیا میں دی تھی کیا واقعی جادو یا نظر بندی ہے یا جیسے تم دنیا میں حق کی طرف سے اندھے تھے اور کچھ نہ سوجھتا تھا اسی طرح کیا اب بھی نہیں سوجھتا۔ اچھا اب اس جہنم میں جاؤ اور اس میں پڑ کر گھبراؤ اور چلاؤ گے تب بھی کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں اور بفرض محال صبر کر کے چپ رہو تب بھی تم پر کوئی رحم

کھانے والا نہیں۔ غرض دونوں حالتیں برابر ہیں۔ اس جیل خانہ سے نکلنے کی تمہارے لئے کوئی سبیل نہیں اور جو کچھ تمہیں سزا ملی یہ کوئی ظلم نہیں۔ تم نے کرتوت ہی دنیا میں ایسے کئے تھے جس کی سزا یہی جس دوام اور ابدی عذاب ہے۔ اس سے اب تمہاری رہائی کی کوئی صورت نہیں۔

اب یہاں ان آیات میں احوال قیامت میں سے صرف دو چیزوں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ ایک تو یوم تمور السمآء موراً. یعنی جس روز آسمان کانپنے اور تھرتھرانے لگے گا۔ دوسرے وتسیر الجبال سیراً. اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاویں گے۔ اسی طرح کے دوسرے ہولناک حوادث وواقعات کا ذکر قرآن کریم کی دوسری سورتوں میں آیا ہے۔ مثلاً تیسویں پارہ کی سورہ اذالشمس کورت میں اور اذالسمآء انفطرت میں۔ ایک حدیث صحیح میں وارد ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ قیامت کے روز کو دنیا میں آنکھوں سے دیکھ لے تو اس کو چاہئے کہ اذا الشمس کورت کو پڑھے۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر اتنی جلدی بڑھاپا کیوں آ گیا؟ یعنی آپ کے مزاج مبارک کی قوت سے یہ توقع نہ تھی کہ اتنی عمر میں آثار بڑھاپے کے آپ پر ظاہر ہوں گے۔ یہ بات ہمارے قیاس کے خلاف وقوع میں آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو ان پانچ سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ سورہ ھود. سورہ واقعہ. سورہ والمرسلت. سورہ عمّ یتسآء لون. اور سورہ اذالشمس کورت. ان سورتوں میں احوال قیامت اور عذاب الٰہی جو دنیا وآخرت میں لوگوں پر گزرا اور گزرے گا مذکور ہے تو مجھ کو اس کے سننے سے اپنی امت کا غم نہایت غلبہ کرتا ہے۔ اور غم کا خاصہ یہ ہے کہ آدمی کو بوڑھا کر دیتا ہے۔ تو قرآن کریم کے آیات کی حیرت انگیز تاثیر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے قلوب پر ہوتی تھی اس کا تو کیا ہی کہنا۔ مشرکین عرب اور کفار مکہ جنہوں نے قرآن کا نام جادو رکھا تھا وہ اس کی کلامی تاثیر سے بچنے کے لئے اس امر کی انتہائی کوشش کرتے تھے کہ ان کے اور ان کے اہل وعیال کے کانوں میں قرآن کی آواز نہ پڑنے پائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو مکہ سے نکالنے کا عذر کفار نے یہی پیش کیا تھا کہ وہ قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور اس کی آیتیں سن کر ہمارے بال بچے متاثر ہوتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ کہیں قرآن سے متاثر ہو کر مسلمان نہ ہو جائیں اور خود اسی قرآن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لوانزلنا ھذا القرآن علیٰ جبل لرایتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ (اگر یہ قرآن پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ خدا کے ڈر کی وجہ سے ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا) لیکن افسوس صد ہزار افسوس کہ آج اسی قرآن کی تلاوت مسلمانوں پر کی جاتی ہے اور بار بار کی جاتی ہے لیکن ان کے گوشت کے بنے ہوئے دل سخت پتھر والے پہاڑوں سے زیادہ سخت ثابت ہوتے ہیں کہ نہ اللہ جل جلالہ کا خوف وخشیت دل میں پیدا ہوتا ہے۔ نہ عذاب آخرت کا ڈر ان کو رلاتا ہے۔ نہ قیامت اور حشر کے ہولناک احوال سے ان کے دل پسیجتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آخر یہ کیا بدنصیبی ہے؟ یہ ہمارے قلوب کی شقاوت کس طرح دور ہو؟ بس اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد ہے کہ مولائے کریم اپنا رحم وکرم ہم پر فرمادیں اور ہمارے مردہ قلوب میں زندگی پیدا فرما دیں اور ہمارے قلوب کی صلاحیتیں درست فرمادیں اور ہمارے دلوں میں سچا خوف آخرت پیدا فرمادیں کہ جو ہم اللہ جل شانہ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے اس دنیا میں بچ جائیں۔

غرض کہ ان آیات میں یہاں بیان ہوئے منکرین ومکذبین کے احوال ان کو قیامت میں پیش آئیں گے۔ آگے ان کے مقابلہ میں اہل ایمان متقی بندوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ ان کے لئے قیامت میں کیا صورت حال ہوگی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ ۝۱۷ فٰکِهِیْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ

متقی لوگ بلاشبہ (بہشت کے) باغوں اور سامانِ عیش میں ہوں گے۔ (اور) ان کو جو چیزیں اُن کے پروردگار نے دی ہوں گی اس سے خوش دل ہوں گے، اور ان کا پروردگار

الْجَحِیْمِ ۝۱۸ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۹ مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ

اُن کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے عملوں کے بدلے میں۔ تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر بچھائے ہوئے ہیں، اور ہم ان کا گوری گوری

بِحُوْرٍ عِیْنٍ ۝۲۰ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ

بڑی بڑی آنکھوں والیوں (یعنی حوروں) سے بیاہ کردیں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا، ہم اُن کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ شامل کردیں گے،

مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ۚ کُلُّ امْرِیٍٔۢ بِمَا کَسَبَ رَهِیْنٌ ۝۲۱ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاکِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا

اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس رہے گا۔ اور ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا اُن کو مرغوب ہو روز افزوں دیتے رہیں گے۔

یَشْتَهُوْنَ ۝۲۲ یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا کَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْهَا وَلَا تَاْثِیْمٌ ۝۲۳ وَیَطُوْفُ عَلَیْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ

(اور) وہاں آپس میں (بطور خوش طبعی کے) جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے اس میں نہ بک بک لگے گی اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی۔ اور اُن کے پاس ایسے لڑکے آویں جاویں گے

کَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ ۝۲۴ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ۝۲۵ قَالُوْٓا اِنَّا کُنَّا قَبْلُ فِیْٓ اَهْلِنَا

جو خالص اُنہی کیلئے ہوں گے گویا وہ حفاظت میں رکھے ہوئے موتی ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ یہ بھی کہیں گے کہ ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر

مُشْفِقِیْنَ ۝۲۶ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝۲۷ اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ ۝۲۸

(یعنی دنیا میں انجام کار سے) بہت ڈرا کرتے تھے۔ سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچالیا۔ ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اُس سے دعائیں مانگا کرتے تھے، واقعی وہ بڑا محسن مہربان ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ بیشک متقی (جمع)	فِیْ جَنّٰتٍ باغوں میں	وَنَعِیْمٍ اور نعمتوں	فٰکِهِیْنَ خوش ہوں گے	بِمَآ اٰتٰىهُمْ اسکے ساتھ جو دیا انہیں	رَبُّهُمْ انکے رب نے			
وَوَقٰىهُمْ اور بچایا انہیں	رَبُّهُمْ انکے رب نے	عَذَابَ عذاب	الْجَحِیْمِ دوزخ	کُلُوْا تم کھاؤ	وَاشْرَبُوْا اور تم پیو	هَنِیْٓـًٔا رچتے پچتے	بِمَا اسکے بدلے میں	
کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے	مُتَّکِـِٕیْنَ تکیہ لگاتے ہوئے	عَلٰی سُرُرٍ تختوں پر	مَّصْفُوْفَةٍ صف بستہ	وَزَوَّجْنٰهُمْ اور اُنکی زوجیت میں دیا ہم نے				
بِحُوْرٍ عِیْنٍ بڑی آنکھوں والی حوریں	وَالَّذِیْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَاتَّبَعَتْهُمْ اور انہوں نے پیروی کی	ذُرِّیَّتُهُمْ اُن کی اولاد	بِاِیْمَانٍ ایمان کیساتھ			
اَلْحَقْنَا ہم نے ملادیا	بِهِمْ انکے ساتھ	ذُرِّیَّتَهُمْ اُن کی اولاد	وَمَآ اور جو	اَلَتْنٰهُمْ کمی نہیں کی ہم نے	مِّنْ عَمَلِهِمْ ان کے عمل سے	مِّنْ شَیْءٍ کوئی چیز کچھ		
کُلُّ امْرِیٍٔ ہر آدمی	بِمَا اسمیں جو	کَسَبَ اس نے کمایا (اعمال)	رَهِیْنٌ رہن	وَاَمْدَدْنٰهُمْ اور ہم انکی مدد کریں گے	بِفَاکِهَةٍ پھلوں کیساتھ	وَّلَحْمٍ اور گوشت		
مِّمَّا اس سے	یَشْتَهُوْنَ جو انکا جی چاہیگا	یَتَنَازَعُوْنَ چھینا جھپٹی کریں گے	فِیْهَا اس میں	کَاْسًا وہ پیالہ	لَّا لَغْوٌ نہ بکواس	فِیْهَا اس میں	وَلَا تَاْثِیْمٌ اور نہ گناہ کی بات	
وَیَطُوْفُ اور ادھر ادھر پھریں گے	عَلَیْهِمْ ان پر	غِلْمَانٌ خدمتگار لڑکے	لَّهُمْ ان کیلئے	کَاَنَّهُمْ گویا وہ	لُؤْلُؤٌ موتی	مَّکْنُوْنٌ چھپا کر رکھے ہوئے		
وَاَقْبَلَ اور متوجہ ہوگا	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض (ایک)	عَلٰی بَعْضٍ بعض پر (دوسرے کی طرف)	یَّتَسَآءَلُوْنَ آپس میں پوچھتے ہوئے	قَالُوْٓا وہ کہیں گے				

10

اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	قَبْلُ پہلے	فِيْٓ اَهْلِنَا اپنے اہل خانہ میں	مُشْفِقِيْنَ ڈرتے تھے	فَمَنَّ اللّٰهُ تو احسان کیا اللہ نے	عَلَيْنَا ہم پر	وَوَقٰىنَا اور ہمیں بچالیا	عَذَابَ عذاب
السَّمُوْمِ گرم ہوا (لو)	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	نَدْعُوْهُ ہم اسکو پکارتے	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہی	الْبَرُّ احسان کرنیوالا	الرَّحِيْمُ رحم کرنیوالا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منکرین ومکذبین کا حال جو قیامت میں ہوگا۔ بیان فرمایا گیا تھا۔

اب ان کے ضد اور مقابلہ میں قیامت میں اہل ایمان متقین کو کس طرح نوازا جائے گا اور ان کو وہاں کیا نعمتیں میسر ہوں گی یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتے تھے وہ وہاں بالکل مامون اور بےفکر ہوں گے اور انہیں جنت کے باغات میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر قسم کے راحت وآرام کے سامان موجود ہوں گے اور وہ خوشی خوشی وہاں کی نعمتوں کو کھاپی رہے ہوں گے اور یہ نعمت کیا کم ہوگی کہ انہیں اللہ تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ خوب کھاؤ پیو مزہ کے ساتھ یعنی بے مشقت' بے رنج' بے کھٹکے نہ مرض کا کھٹکا نہ کسی تکلیف کا ڈر۔ نہ پکانے اور کما کر لانے کا فکر۔ نہ کم ہو جانے کا اندیشہ اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ بدلہ ہے ان نیک اعمال کا جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جنتیوں کی مجلس اس طرح ہوگی کہ سب جنتی بادشاہوں کی طرح اپنے اپنے تخت پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آرام سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور ان کی شادیاں گوری گوری بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دی جائے گی یہ حال تو سب اہل ایمان متقین کا ہوا۔ آگے ان خاص مومنین کا ذکر ہے جن کی اولاد بھی صاحب ایمان تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے متقین کی اولاد کو ان ہی کے درجہ اور مقام پر پہنچا دے گا اور جنت میں ان کے ساتھ کر دے گا گو اس اولاد کے اعمال واحوال اپنے بزرگوں کے رتبہ کے نہ ہوں گے۔ یہ متقین کے اکرام اور عزت افزائی کے لئے ہوگا کہ ان کی ایماندار اولاد کو بھی ان کے درجہ میں ان کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا اور یہ شامل کر دینا اور ساتھ رکھنا اس طرح نہ ہوگا کہ متقین کے اعمال میں سے کچھ لے کر ان کی اولاد کو دے دیا جائے اور کاملین کی بعض نیکیوں کا ثواب کاٹ کر ان کی ذریت کو دے دیا جائے۔ نہیں بلکہ اللہ کا یہ فضل واحسان ہوگا کہ کمتروں کو ابھار کر کاملین کے درجہ میں پہنچا دیا جائے گا۔ کاملین اور ان کی ذریت کو جنت میں دونوں کو برابر کر دینے کی مثال ایسی سمجھی جائے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس چھ سو روپے ہوں اور ایک کے پاس چار سو اور دونوں کو برابر کرنا مقصود ہو تو اس کی ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ ۶۰۰ والے سے ۱۰۰ روپیہ لے کر اس ۴۰۰ والے کو دے دیئے جائیں کہ دونوں کے پاس پانچ پانچ سو ہو گئے اور دوسری صورت جو کریموں کے شان کے لائق ہے یہ ہے کہ ۶۰۰ والے سے کچھ نہ لیا جائے بلکہ اس ۴۰۰ والے کو ۲۰۰ روپیہ اپنے پاس سے دیدیں اور دونوں کو برابر کر دیں تو جنت میں متقین کے ساتھ پہلی صورت واقع نہ ہوگی بلکہ دوسری صورت واقع ہو گی کہ کاملین اپنے درجہ عالیہ میں بدستور رہیں گے اور کم درجہ والی اولاد کو وہاں پہنچا دیا جاوے گا لیکن اس اولاد میں ایمان کی شرط ہونا ضروری ہے اگر وہ ذریت مومن نہیں تو مومنین آباء کے ساتھ الحاق نہیں ہو سکتا کیونکہ بغیر ایمان کے تو جنت ہی میں داخلہ نہیں اور کافروں میں سے ہر شخص اپنے اعمال کفریہ کی وجہ سے جہنم میں ماخوذ رہے گا اور کفر کی وجہ سے نجات کی کوئی صورت نہیں اس لئے مومنین متقین کے ساتھ ملا دینے میں اولاد میں ایمان کا ہونا شرط ہے آگے پھر مطلق اہل ایمان اور اہل جنت کا بیان ہے کہ ان کو جس قسم کا گوشت مرغوب ہو اور جس جس میوے و پھل پھلار کو دل چاہے بلا توقف لگاتار حاضر کئے جائیں گے اور جنتی وہاں آپس میں بطور خوش طبعی کے آپس میں شراب سے بھرے ہوئے پیالہ ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی بھی کریں گے جیسا کہ اکثر دنیا میں بے تکلف احباب کیا کرتے ہیں مگر

وہ جنت کی شراب دنیا جیسی شراب نہ ہوگی کہ جس میں نشہ اور فتورِ عقل ہو۔ وہ جنت کی شراب تمام گندگیوں سے دور۔ رنگ میں سفید۔ پینے میں خوش ذائقہ۔ نہ اس کے پینے سے حواس معطل ہوں۔ نہ عقل زائل ہو۔ نہ دردِ سر ہو۔ نہ بک بک جھک جھک۔ نہ ہذیان نہ بے ہوشی نہ کوئی اور گناہ کی بات۔ پھر وہاں جنت میں جنتیوں کی خدمت کے لئے کمسن نوعمر خوبصورت خدمت گزار ہوں گے۔ جن کی صفائی اور پاکیزگی کا یہ حال ہوگا جیسے موتی اپنے غلاف کے اندر بالکل صاف شفاف رہتا ہے۔ گرد وغبار کچھ نہیں پہنچتا۔ جنتی ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت بھی کریں گے اور اثنائے گفتگو میں یہ بھی کہیں گے کہ بھائی ہم تو دنیا میں انجام کار سے بہت ڈرا کرتے تھے کہ دیکھئے مرنے کے بعد کیا انجام ہو۔ یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان دیکھو کہ آج اس نے کیسا مامون و مطمئن کر دیا کہ دوزخ کی بھاپ بھی ہم کو نہ لگی۔ ہم اپنے رب کو ڈر کر اور امید باندھ کر پکارا کرتے تھے۔ آج دیکھ لیا کہ اس نے اپنی عنایت و مہربانی سے ہماری پکار سنی اور ہمارے ساتھ کیسا اچھا کریمانہ سلوک کیا۔

ان آیات زیرِ تفسیر سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ جنتیوں کو جنت میں پہنچ کر دنیا کا حال بھی سب یاد رہے گا اسی طرح جہنمیوں کو بھی دنیا کی سب باتیں یاد ہوں گی۔

۲۔ دوسرے یہ کہ دنیا میں آخرت کو بکثرت یاد کرتے رہنا۔ اپنے انجام سے ڈرتے رہنا اور اپنے حسن انجام کی دعائیں دنیا میں کرتے رہنا یہ متقین مومنین کی علامات میں سے ہیں۔

۳۔ تیسرے یہ کہ بزرگوں اور دین داروں کے ساتھ نسبی تعلق آخرت میں باعث نفع ہوگا بشرط ایمان۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین صالحین کی اولاد کو بھی ان کے بزرگ آباء کے درجہ میں پہنچا دیں گے اگرچہ وہ عمل کے اعتبار سے جنت کے اس درجہ کے مستحق نہ ہوں تاکہ ان بزرگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے ایک دوسری روایت ہے کہ جب کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا تو وہ اپنے ماں باپ بیوی اور اولاد کے متعلق دریافت کرے گا کہ وہ کہاں ہیں؟ ان سے کہا جائے گا کہ وہ تمہارے درجہ کو نہیں پہنچے اس لئے ان کا جنت میں اپنا الگ مقام اور درجہ ہے یہ شخص حق تعالیٰ سے عرض کریگا کہ اے میرے پروردگار میں نے دنیا میں جو کچھ کیا تھا وہ اپنے لئے اور ان سب کے لئے کیا تھا تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ ان کو بھی اسی درجہ جنت میں ان کے ساتھ رکھا جائے۔ تو ان روایات سے بھی یہ ثابت ہوا کہ آباء صالحین کی برکت سے ان کی اولاد اور متعلقین کو آخرت میں فائدہ پہنچے گا۔

اب اوپر جو جنت و دوزخ اور جہنمیوں کے بعض عجیب احوال کا ذکر ہوا تو منکرین و مکذبین ان کو کب مانتے اور ایسی باتوں پر معاذ اللہ کبھی تو آنحضرتؐ کو دیوانہ کبھی کاہن وغیرہ بتاتے جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کو تکلیف ہوتی تھی اس لئے آگے آپ کی تسلی فرمائی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم سب کو انجام کی خیر و خوبی نصیب فرما اور اپنے کرم سے عذاب جہنم سے بچا کر جنت نعیم میں داخل ہونا نصیب فرما۔
یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہمارے اہل و عیال کو بھی اس دنیا کی زندگی میں عذاب جہنم سے پناہ مانگنے کی توفیق نصیب فرما۔
اور ہمارے اہل و عیال کو دنیا میں بھی ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنا اور آخرت میں ان کی نجات اور مغفرت سے ہم کو خوشی اور مسرت نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ

تو آپ سمجھاتے رہیئے کیونکہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں۔ (جیسا کہ یہ مشرکین کہتے ہیں)۔ ہاں کیا یہ لوگ یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں (اور) ہم

الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ

ان کے بارے میں حادثۂ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ (بہتر) تم منتظر رہو سو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ کیا اُن کی عقلیں اُن کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ شریر

طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾

لوگ ہیں۔ ہاں کیا یہ (بھی) کہتے ہیں کہ انہوں نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے۔ تو یہ لوگ اس طرح کا کوئی کلام (بنا کر) لے آئیں اگر یہ (اس دعویٰ میں) سچے ہیں۔

فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں	فَمَآ اَنْتَ تو آپ نہیں	بِنِعْمَتِ فضل سے	رَبِّكَ اپنا رب	بِكَاهِنٍ کاہن	وَّلَا اور نہ	مَجْنُوْنٍ دیوانہ	اَمْ کیا
يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	شَاعِرٌ شاعر	نَّتَرَبَّصُ ہم منتظر ہیں	بِهٖ اس کے ساتھ	رَيْبَ حوادث	الْمَنُوْنِ زمانہ	قُلْ فرما دیں	تَرَبَّصُوْا تم انتظار کرو
فَاِنِّيْ بیشک میں	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	مِّنَ سے	الْمُتَرَبِّصِيْنَ انتظار کرنے والے	اَمْ تَاْمُرُهُمْ کیا حکم دیتی (سکھائی) ہیں انہیں	اَحْلَامُهُمْ ان کی عقلیں		
بِهٰذَآ یہی	اَمْ هُمْ یا وہ	قَوْمٌ طَاغُوْنَ سرکش لوگ	اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا وہ کہتے ہیں؟	تَقَوَّلَهٗ اس نے اسے گھڑ لیا ہے	بَلْ بلکہ	لَّا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لاتے	
فَلْيَاْتُوْا تو چاہیے کہ وہ لے آئیں	بِحَدِيْثٍ ایک بات	مِّثْلِهٖٓ اس جیسی	اِنْ كَانُوْا اگر وہ ہیں	صٰدِقِيْنَ سچے			

تفسیر و تشریح: منکرین و مکذبین ازراہ انکار و تکذیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) کبھی دیوانہ کہتے کبھی کاہن بتاتے یعنی جنات اور شیاطین سے خبریں لے کر بتاتے ہیں اور کبھی شاعر بتاتے۔ کفار و منکرین کے ان الزامات کی تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین کے کہنے کی پرواہ نہ کیجئے۔ اور ان کو بھلا برا سمجھاتے رہیئے اور پیغمبرانہ نصیحتیں کرتے رہئے۔ آپ ان کی بکواس سے دل گیر نہ ہوں۔ بحمد اللہ کے فضل و رحمت سے نہ آپ کاہن ہیں۔ نہ مجنون بلکہ اس کے مقدس رسول ہیں تو نصیحت کرتے رہنا آپ کا فرض منصبی ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے رسول کو شاعر بتلاتے ہیں اور آپ کی باتوں اور نصیحتوں کو محض ایک شاعر کی سی باتیں سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح قدیم زمانہ کے بہت سے شعراء گردش زمانہ سے یونہی مر مرا کر ختم ہو گئے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح معاذ اللہ ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ کوئی کامیاب مستقبل ان کے ہاتھ میں نہیں۔ محض چند روز کی وقتی واہ واہ ہے اور بس۔ کفار کے ان خیالات کے تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب تلقین فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیجئے کہ اچھا تم میرا انجام دیکھتے رہو۔ میں تمہارا انجام دیکھتا ہوں۔ عنقریب کھل جائے گا کہ کون کامیاب ہے اور کون ناکام و خاسر؟ گویا اس میں اشارۂ پیشین گوئی فرما دی گئی کہ میرا انجام فلاح و کامیابی ہے اور تمہارا انجام خسارہ اور ناکامی ہے۔ اور الحمد للہ دنیا نے دیکھ لیا کہ یونہی ہوا۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ منکرین ہمارے پیغمبر کو مجنون کہہ کر گویا اپنے کو بڑا عقلمند ثابت کرتے ہیں۔ کیا ان کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں جو ان کو یہ سکھاتی ہے کہ ایک انتہائی صادق۔ امین۔ عاقل۔ کامل اور فرزانہ اور سچے پیغمبر کو شاعر۔ یا کاہن یا دیوانہ قرار دے کر نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر یہ شاعروں اور پیغمبر کے

کلام میں تمیز بھی نہیں کر سکتے۔تو کیسے عقلمند ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دل میں سمجھتے سب کچھ ہیں محض شرارت اور ضد وعناد سے باتیں بناتے ہیں۔ ان منکرین کا کیا یہ خیال ہے کہ پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جو کچھ سنا رہے ہیں وہ اللہ کا کلام نہیں؟ بلکہ اپنے دل سے گھڑ لیا؟ اور جھوٹ موٹ خدا کی طرف منسوب کر دیا؟ (معاذ اللہ) سو نہ ماننے کے تو ہزار بہانے ہیں۔ جو شخص ایک بات پر یقین نہ رکھے اور اسے تسلیم نہ کرنا چاہے وہ اسی طرح کے بے سروپا احتمالات نکالا کرتا ہے ورنہ انسان ماننا چاہے تو اتنی بات سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ وہ دنیا کی تمام طاقتوں کو اکٹھا کر کے بھی اس قرآن کا مثل نہیں لا سکتے۔ اور قرآن تو بڑی چیز ہے اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورۃ بھی قیامت تک نہیں بنا سکتے ۔ جیسے خدا کی زمین جیسی زمین اور اس کے آسمان جیسا آسمان بنانا کسی سے ممکن نہیں اس طرح اس کے قرآن جیسا قرآن بنالانا بھی محال اور ناممکن ہے۔ تو گویا کفار کے قرآن کو کلام الٰہی نہ ماننے کے دو طور پر رد ہو گئے ایک تحقیقی جواب سے ایک الزامی جواب سے۔ تحقیقی جواب تو یہ فرمایا گیا کہ یہ جو قرآن کو نہیں مانتے تو صرف اس وجہ سے کہ یہ لوگ بوجہ ضد وعناد کے اس کی تصدیق نہیں کرتے اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی آدمی تصدیق نہیں کرتا ہزار وہ حق ہو مگر اس کی ہمیشہ نفی ہی کیا کرتا ہے اور دوسرا الزامی جواب یہ دیا گیا کہ اچھا اگر یہ قرآن کسی کا بنایا ہوا ہے تو یہ مشرکین عرب بھی عربی اور بڑے فصیح و بلیغ قادر الکلام ہیں اس طرح کا کوئی کلام بنا کر لے آئیں اگر یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور جب نہیں لا سکتے تو پھر اس کو اللہ کا کلام ماننا پڑے گا۔ یہ قرآن کی حقانیت اور کلام الٰہی ہونے میں ایسا کھلا ہوا چیلنج تمام دنیا کے انسانوں کو دیا گیا ہے کہ جس کے سامنے آج تک سب عاجز رہے اور قیامت تک عاجز رہیں گے۔

اب غور کیجئے کہ نبی کریم۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تو کفار مکہ اور مشرکین عرب کو کس دلسوزی کے ساتھ دین ودنیا کی سعادتوں اور نعمتوں کی طرف بلاتے ہیں اور اسلام اور ایمان کی دعوت دیتے ہیں اور منکرین ومکذبین اس کے بدلہ میں آپ کی ابتدائے بعثت کے وقت ظاہری مجبوری اور بے بسی کو دیکھ کر آپ کی شان میں کیسی گستاخیاں کرتے اور کیسے کیسے ناز یبا الزامات واتہامات آپ پر لگاتے۔ کبھی آپ کو مجنون ودیوانہ کہا جاتا (معاذ اللہ) کبھی کاہن کہا جاتا جن کا تعلق شیاطین وجنات سے ہوتا تھا۔ کبھی بے تکی خیالی اور فرضی مبالغہ آمیز باتیں کرنے والا شاعر کہا جاتا۔ ظاہر ہے کہ ان بے جا الزامات واتہامات سے آپ کو کیسی قلبی اذیت پہنچتی ہوگی۔ پھر معاندین اور منکرین ومکذبین نے محض زبانی گستاخی پر اکتفا نہ کیا بلکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی ایذائیں بھی پہنچانے کی سعی کرتے رہتے۔ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیئے جاتے۔ آپ کے سر مبارک پر کیچڑ ڈالی جاتی۔ آپ کے بدن مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال کر آلودہ کر دیا جاتا۔ تین سال تک آپ کو اور آپ کے متبعین کو شعب ابی طالب میں محصور رکھا گیا اور کھانے پینے کی تمام چیزوں کا بائیکاٹ کر کے فاقہ کشی پر مجبور کیا گیا۔ اور جب آپ طائف میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے تو ظالموں نے آپ پر اس قدر پتھر برسائے کہ آپ زخمی ہو گئے اور آپ کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ اور جب آپ زخموں کی تکلیف سے بیٹھ جاتے تو مظالم آپ کے بازو پکڑ کر دوبارہ پتھر برسانے کے لئے کھڑا کر دیتے اور ہنستے۔ ایک حدیث میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستے میں مجھے اتنا ڈرایا دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا۔ اور اللہ کی راہ میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا اور ایک دفعہ تیس رات دن مجھ پر اس حال میں گذرے کہ میرے اور بلال کے لئے کھانے کی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے سوائے

اس کے جو بلال نے اپنی بغل کے اندر چھپا رکھا تھا۔

کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے الزامات اور اتہامات لگاتے اور کلمات گستاخی بکتے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کیا تلقین فرماتے ہیں؟ یہاں پہلی ہی آیت میں ارشاد ہے:۔

فذکر فمآ انت بنعمت ربک بکاھن ولا مجنون

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ سمجھاتے رہئے کیونکہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں نہ مجنون ہیں۔ اس ارشاد خداوندی کی تعمیل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کا حق ادا کر دیا۔ اور امت کے لئے کوئی دقیقہ اور گوشہ ایسا نہیں چھوڑا کہ جہاں تذکیر یعنی سمجھانے بجھانے نصیحت وہدایت کرنے۔ تعلیم وتلقین سے چھوڑا ہو۔ اب کفار ومشرکین اور منکرین ومکذبین کا تو کیا ذکر۔ آج جو آپ کا کلمہ پڑھنے والے ہیں وہ بھی اکثر آپ کی تذکیر یعنی سمجھانے بجھانے اور نصیحت وتعلیم وتلقین سے نہ صرف بے گانہ بلکہ روگرداں ہیں۔ جس نبی رحمتؐ نے کیسے شدائد اور سخت حالات میں بھی امت کی تذکیر کو نہ چھوڑا وہ امت آج آپ کی تذکیر کی کیسی قدر دانی کر رہی ہے؟ پس اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد اور دعاء ہے کہ مولائے کریم اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل اور صدقہ میں ہم کو اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تذکیر وتعلیم کا قدر دان بنا دے۔ اور کفار نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں ستایا۔ ہم آپ کے نام لیوا آپ کو اس دنیا سے ظاہری رحلت کے بعد تو اپنی بدعملی سے نہ ستاویں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

الغرض ان آیات میں مضامین رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان ہوئے آگے توحید باری تعالیٰ کے متعلق گفتگو ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی باتیں خود سمجھنے کی اور دوسروں کو بھی سمجھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ دشمنان دین نے جو جو الزامات واتہامات اس دین حق پر تراشے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی شرارتوں سے بھرے ہوئے سروں کو نیچا کریں اور ان کو ناکام وخاسر بنائیں اور اسلام اور اس کے متبعین کو عزت وبلندی عطا فرمائیں۔ اور انجام کی کامیابی اور خیرو خوبی نصیب فرمائیں۔

یا اللہ آپ کے محبوب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تو امت کو سمجھانے کا حق ادا کر دیا۔ یا اللہ ہم کو آپ کی ہدایات ونصائح کا دل وجان سے عامل وحامل بنا دے اور ہمارے وجود کو آپ کی راحت وسرور کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا

کیا یہ لوگ بدوں کسی خالق کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں، یا یہ خود اپنے خالق ہیں۔ یا انہوں نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے، بلکہ یہ لوگ (بوجہ جہل کے توحید کا)

يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ

یقین نہیں لاتے۔ کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا یہ لوگ (اس محکمہ نبوت کے) حاکم ہیں۔ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر (چڑھ کر آسمان کی) باتیں سن لیا کرتے ہیں

فِيْهِ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا

تو ان میں جو (وہاں کی باتیں سن آتا ہو وہ (اس دعویٰ پر) کوئی صاف دلیل پیش کرے۔ کیا خدا کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے (تجویز ہوں) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ

فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا فَالَّذِيْنَ

(تبلیغ احکام کا) مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہوتا ہے۔ کیا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ کچھ برائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، سو یہ کافر

كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾

خود ہی (اس) برائی میں گرفتار ہوں گے۔ کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے، اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔

اَمْ خُلِقُوْا کیا وہ پیدا کئے گئے ہیں	مِنْ سے	غَيْرِ شَيْءٍ بغیر کسی شے	اَمْ هُمُ یا وہ	الْخٰلِقُوْنَ پیدا کرنیوالے	اَمْ خَلَقُوا کیا انہوں نے پیدا کئے؟		
السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالْاَرْضَ اور زمین	بَلْ بلکہ	لَا يُوْقِنُوْنَ وہ یقین نہیں رکھتے	اَمْ عِنْدَهُمْ کیا ان کے پاس	خَزَآئِنُ خزانے	رَبِّكَ تیرا رب	
اَمْ هُمْ یا وہ	الْمُصَيْطِرُوْنَ داروغے	اَمْ لَهُمْ کیا ان کیلئے۔ پاس	سُلَّمٌ کوئی سیڑھی	يَّسْتَمِعُوْنَ وہ سنتے ہیں	فِيْهِ اس میں۔ پر	فَلْيَاْتِ تو چاہیے کہ لائے	
مُسْتَمِعُهُمْ انکا سننے والا	بِسُلْطٰنٍ کوئی سند	مُّبِيْنٍ کھلی	اَمْ لَهُ کیا اس کیلئے	الْبَنٰتُ بیٹیاں	وَلَكُمُ اور تمہارے لئے	الْبَنُوْنَ بیٹے	اَمْ تَسْئَلُهُمْ کیا تم ان سے مانگتے ہو
اَجْرًا کوئی اجر	فَهُمْ تو وہ	مِّنْ مَّغْرَمٍ تاوان سے	مُّثْقَلُوْنَ دبے جاتے ہیں	اَمْ عِنْدَهُمُ کیا ان کے پاس	الْغَيْبُ غیب	فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ پس وہ لکھ لیتے ہیں	
اَمْ يُرِيْدُوْنَ کیا وہ ارادہ رکھتے ہیں	كَيْدًا کسی داؤ	فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا تو جن لوگوں نے کفر کیا	هُمُ وہی	الْمَكِيْدُوْنَ داؤ میں گرفتار ہونگے			
	اَمْ لَهُمْ کیا ان کیلئے	اِلٰهٌ کوئی معبود	غَيْرُ اللّٰهِ اللہ کے سوا	سُبْحٰنَ اللّٰهِ پاک ہے اللہ	عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں		

تفسیر وتشریح: گذشتہ سے منکرین ومکذبین کے متعلق بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور ان کے اس الزام کی تردید میں کہ نعوذ باللہ یہ قرآن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنا لیا ہے جواب دیا گیا تھا کہ اگر یہ قرآن کسی کا بنایا ہوا ہے تو یہ مشرکین عرب بھی عربی زبان کے ماہر اور قادر الکلام ہیں یہ اس جیسا کلام بنا کر لائیں اور جیسا کہ قرآن پاک میں دوسری جگہ فرمایا گیا کہ اگر تمام جن وانس مل کر بھی چاہیں کہ اس قرآن جیسی ایک سورۃ ہی بنالیں تو یہ قیامت تک بھی ہرگز ایسا نہ کرسکیں گے۔ انہی منکرین و مکذبین کے متعلق مضمون ان آیات میں بھی جاری ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین اللہ کے پیغمبر کی بات کیوں نہیں مانتے؟ کیا ان کے اوپر کوئی خدا نہیں جس کی بات ماننا ان کے ذمہ لازم ہو؟ کیا یہ منکرین بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود اپنے آپ خالق ہیں؟ یا ان کا یہ خیال ہے کہ آسمان و زمین ان کے بنائے ہوئے ہیں لہذا اس قلمرو میں جو چاہیں کرتے پھریں کوئی ان کو روکنے ٹوکنے کا اختیار نہیں رکھتا؟ منکرین کے یہ سب خیالات باطل اور مہمل ہیں۔ وہ بھی دلوں

میں جانتے ہیں کہ ضرور خدا موجود ہے جس نے ان کو اور تمام زمین و آسمان کو نیست سے ہست کیا اور عدم سے وجود میں لایا مگر اس علم کے باوجود جو ایمان و یقین ان سے شرعاً مطلوب ہے اس سے منکر اور بے بہرہ ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان منکرین کا یہ خیال ہے کہ گو زمین و آسمان خدا کے بنائے ہوئے ہیں مگر اس نے اپنے خزانوں کا مالک ان کو بنا دیا ہے یا اس کے ملک اور خزانوں پر انہوں نے زور سے تسلط اور قبضہ حاصل کر لیا ہے اور خود صاحب تصرف اقتدار ہو گئے ہیں کہ جو وہ کسی کے مطیع کیوں بنیں؟ کیا ان منکرین و مکذبین کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں سے ملاء اعلیٰ کی باتیں سن آتے ہیں اور پھر جب ان کی رسائی براہ راست اس بارگاہ تک ہو تو انہیں کسی بشر کے اتباع کی کیا ضرورت رہی؟ اگر منکرین میں سے کسی کا یہ دعویٰ ہو تو آگے آئے اور اپنی سند اور حجت پیش کرے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کیا یہ منکرین (معاذ اللہ) خدا کو اپنے سے گھٹیا سمجھتے ہیں جیسا کہ ان کی بیٹے اور بیٹیوں کی تقسیم سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ منکرین توحید فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں اور خود اپنے لئے بیٹوں کا ہونا پسند کرتے ہیں کیا اس لئے اس کے احکام و ہدایات کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ کیا یہ منکرین آپ کی بات اس لئے نہیں مانتے کہ خدانہ کردہ آپ ان سے اس تبلیغ و دعوت پر کوئی معاوضہ طلب کر رہے ہیں جس کے بوجھ سے وہ دبے جا رہے ہیں۔ کیا خود ان پر اللہ اپنی وحی بھیجتا ہے اور پیغمبروں کی طرح اپنے بھید پر مطلع کرتا ہے جسے یہ لوگ لکھ لیتے ہیں جیسے انبیاء کی وحی لکھی جاتی ہے کیا اس لئے ان کو آپ کی پیروی کی ضرورت نہیں؟ اگر ان میں سے کوئی بات نہیں تو پھر کیا ان منکرین کا یہی ارادہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر کے ساتھ داؤ پیچ کھیلیں اور مکر و فریب اور خفیہ تدبیریں گانٹھ کر حق کو مغلوب یا نیست و نابود کر دیں۔ اگر ایسا ہے تو یاد رہے کہ یہ سب داؤ پیچ انہی پر الٹنے والے ہیں۔ عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ حق مغلوب ہوتا ہے یا وہ نابود ہوتے ہیں۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ کیا ان منکرین نے خدا کے سوا کوئی اور حاکم اور معبود تجویز کر رکھے ہیں جو مصیبت پڑے ان کی مدد کریں گے؟ اور جن کی پرستش نے خدا کی طرف سے ان کو بے نیاز کر رکھا ہے؟ سو یاد رہے کہ یہ سب اوہام و وساوس ہیں۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک و مثیل یا مقابل و مزاحم ہو۔

بہرحال شرک کی مذمت اور تردید یہاں نہایت پرزور الفاظ میں فرمائی گئی۔ اب آگے مشرکین کو آخرت کی وعید سنائی جاتی ہے اور پھر خاتمہ کی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرما کر سورۃ کو ختم کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ آپ ہمارے خالق ہیں۔ رازق ہیں۔ معبود ہیں۔ احکم الحاکمین ہیں۔ آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو کفر و شرک سے بچایا اور اسلام و ایمان کی دولت عطا فرمائی۔

یا اللہ ہم کو اسی توحید کے راستہ پر قائم رکھئے اور ہر طرح کی کجروی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیے اور صراط مستقیم پر ہم کو تا زیست قائم رکھئے۔ اے اللہ کفار نے ہمیشہ سے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف برائی کا ارادہ رکھا مگر آپ نے ان کی چالوں سے اہل ایمان کو بچایا۔ اے اللہ اب بھی تمام عالم کے کفار کی چالوں سے اور بد ارادوں سے اہل اسلام کو بچا لیجئے اور اہل اسلام کے حامی و مددگار ہو جائیے۔ اے اللہ ہم کو اسلام کا وفادار اور متبع بنا کر زندہ رکھئے اور اسلام کی برکت سے ہمارے مسائل کو حل فرما دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ

اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آرہا ہے تو یوں کہہ دیں کہ یہ تو تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے۔ تو ان کو رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ ہو

الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ

جس میں اُن کے ہوش اڑ جائیں گے۔ جس دن اُن کی تدبیریں ان کے کچھ بھی کام نہ آویں گی اور نہ (کہیں سے) اُن کو مدد ملے گی۔ اور ان ظالموں کیلئے

ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا

قبل اس (عذاب) کے بھی عذاب ہونے والا ہے لیکن ان میں اکثر کو معلوم نہیں۔ اور آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾

اور اُٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کیجئے۔ اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں سے پیچھے بھی۔

وَاِنْ اور اگر	يَرَوْا وہ دیکھیں	كِسْفًا کوئی ٹکڑا	مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے	سَاقِطًا گرتا ہوا	يَّقُوْلُوْا وہ کہتے ہیں	سَحَابٌ بادل	مَّرْكُوْمٌ تہ بہ تہ (جما ہوا)
فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دو ان کو	حَتّٰى یہاںتک کہ	يُلٰقُوْا وہ ملیں	يَوْمَهُمُ اپنا دن	الَّذِيْ وہ جو	فِيْهِ اس میں	يُصْعَقُوْنَ بے ہوش کردیئے جائیں گے	
يَوْمَ جس دن	لَا يُغْنِيْ نہ کام آئے گا	عَنْهُمْ ان سے۔کے	كَيْدُهُمْ ان کا داؤ	شَيْئًا کچھ بھی	وَّلَا هُمْ اور نہ وہ	يُنْصَرُوْنَ مدد کئے جائیں گے	
وَاِنَّ اور بیشک	لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا	عَذَابًا عذاب	دُوْنَ ذٰلِكَ ورے۔علاوہ اس	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَهُمْ ان میں سے اکثر		
لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں	لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم پر	فَاِنَّكَ بیشک آپ	بِاَعْيُنِنَا ہماری آنکھوں (حفاظت) میں			
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور آپ پاکیزگی بیان کریں اپنے رب کی تعریف کیساتھ	حِيْنَ جس وقت	تَقُوْمُ آپ اٹھیں	وَمِنَ اور سے (میں)	الَّيْلِ رات			
	فَسَبِّحْهُ پس اس کی پاکیزگی بیان کریں	وَاِدْبَارَ اور پیٹھ پھیرنے	النُّجُوْمِ ستاروں				

تفسیر وتشریح: یہ سورہ طور کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں منکرین ومکذبین کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ ان کے خیالات کیسے باطل اور مہمل ہیں اور ان کی سرکشی۔ ضد اور عناد اور ہٹ دھرمی کا کیا حال ہے کہ یہ لوگ ہر سچی بات کے جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین و مکذبین کی سرکشی۔ ضد وعناد کا تو یہ حال ہے کہ اگر ان کو قائل کرنے کے لئے ان کا کہنا بھی کر دیا جائے تب بھی یہ نہ مانیں گے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ منکرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ٹالنے اور نہ ماننے کے لئے اپنے خیال میں مشکل سے مشکل شرط لگاتے کہ اگر فلاں بات ہو جائے تو ہم مانیں کہ تم سچے ہو۔ چنانچہ یہ منکرین آپ کی نفی رسالت کے لئے ایک بات یہ بھی کہا کرتے کہ۔ ہم تو آپ کو اس وقت رسول جانیں جب ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر گر پڑے۔ ایسے منکرین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان کا تو یہ حال ہے کہ اگر ان کی فرمائش کے موافق فرض کیجئے کہ آسمان سے ایک ٹکڑا ان پر گرنے لگے اور یہ کھلی آنکھوں دیکھ لیں کہ ہاں سر پر آسمان کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر گر رہا ہے تب بھی یہ ماننے والے نہیں۔ اس کی بھی یہ کوئی تاویل کر دیں گے اور اس وقت کہہ دیں گے کہ یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں بلکہ بادل کا ایک حصہ گاڑھا اور منجمد ہو کر گر پڑا ہے جیسے بڑے بڑے اولے کبھی گرتے ہیں۔ تو بھلا ایسے متعصب معاندوں سے ماننے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ اسلئے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے معاندوں کے پیچھے پڑنے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ انہیں انکے حال

پر چھوڑ دیجئے کہ چند روز اور کھیل لیں اور باتیں بنالیں آخر وہ دن آتا ہے جب قہر الٰہی کی کڑک بجلی سے ان کے ہوش و حواس جاتے رہیں گے۔ اس دن ان کی ساری فریب کاریاں رکھی کی رکھی رہ جائیں گی۔ کوئی مکاری حیلہ و تدبیر وہاں کام نہ دے گی اور ساری چوکڑی اور چالاکی بھول جائیں گے۔ آج جن جن کو یہ پکارتے ہیں اور اپنا حامی اور مددگار جانتے ہیں اس دن سب کے منہ تکیں گے اور کوئی نہ ہوگا جو ان کی ذرا بھی مدد کر سکے یا ان کی طرف سے کچھ عذر بھی پیش کر سکے اور یہی نہیں کہ انہیں صرف قیامت کے دن عذاب ہو اور یہاں اطمینان اور آرام کے ساتھ زندگی گزار لیں بلکہ ان ناانصافوں اور ہٹ دھرموں کے لئے آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی ان کے لئے ایک سزا ہے جو مل کر رہے گی۔ جیسے قحط۔ قید اور قتل وغیرہ۔ اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی سزا کے لئے ایک وقت معین کر چکے ہیں تو آپ صبر و استقامت کے ساتھ اپنے رب کی تجویز کا انتظار کیجئے جو آپ کے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے گی اور آپ کو مخالفین کی طرف سے کوئی ضرر اور نقصان بھی نہ پہنچے گا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے اور اسکے زیر حفاظت ہیں اور اگر ان کے کفر کا غم دل پر آئے تو اس کا علاج یہ ہے کہ توجہ الی اللہ رکھا کیجئے مثلاً یہ کہ اٹھتے وقت یعنی مجلس سے یا سونے سے اٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح تحمید اور عبادت گزاری میں لگے رہئے اور رات کے کسی حصہ میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے حاصل یہ کہ اپنے دل کو ادھر مشغول رکھئے پھر فکر و غم کا غلبہ نہ ہوگا۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا وسبح بحمد ربک حین تقوم اور اٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے تو اس کا ایک مطلب تو مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں اور دوسرا مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ جب آپ رات کو جاگیں تو یہ دونوں ہی مطلب درست ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نماز کو شروع کرتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ **سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولآ الہ غیرک** یعنی اے اللہ تو پاک ہے۔ تمام تعریفوں کا مستحق ہے تیرا نام برکتوں والا ہے تیری بزرگی بہت بلند و بالا ہے۔ تیرے سوا معبود برحق اور کوئی نہیں۔ اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو جاگے اور کہے **لآ الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر. سبحان اللہ والحمد للہ ولآ الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الاباللہ** ط پھر خواہ اپنے لئے بخشش کی دعا کرے خواہ جو چاہے طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے پھر اگر اس نے پختہ ارادہ کیا اور وضو کر کے نماز بھی ادا کی تو وہ نماز قبول کی جاتی ہے۔ اب رہا مجلس سے اٹھنے کے وقت کی تسبیح و تحمید تو ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی کہ جب کبھی کسی مجلس سے کھڑے ہوں تو **سبحٰنک اللھم وبحمدک اشھد ان لآ الہ الا انت استغفرک واتوب الیک** پڑھیں اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ کلمات ایسے ہیں کہ جو انہیں کسی مجلس سے اٹھتے وقت تین مرتبہ کہہ لے تو اس کے لئے یہ کفارہ ہو جاتے ہیں۔ مجلس خیر اور مجلس ذکر میں انہیں پڑھنے سے یہ مثل مہر کے ہو جاتے ہیں۔ اسی تلقین و تعلیم پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

سورۃ الطّور کے خواص

۱...... قیدی اگر سورۃ الطور کی تلاوت کی کثرت رکھے تو اس کی رہائی کے اسباب پیدا ہو جائیں گے۔ ۲...... مسافر اگر سورۃ الطور کی تلاوت کرتا رہے تو ہر تکلیف و پریشانی سے محفوظ رہے گا۔ ۳...... اگر سورۃ الطور پانی پر دم کر کے وہ پانی بچھو پر چھڑکا جائے تو بچھو مر جاتا ہے۔ (الدر النظیم)

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ضد اور ہٹ دھرمی کی کافرانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔ اور دین کی بات سن کر ہمارے قلوب ایمان و یقین کے ساتھ مان لینے کے لئے تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی ذلت اور رسوائیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں اور ہم کو ہمہ وقت اپنے ذکر و فکر اور تسبیح و تحمید کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِثْنَتَانِ وَسِتُّوْنَ اٰيَةً وَثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ

قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہ تمہارے (ہمہ وقت) ساتھ کے رہنے والے نہ راہ (حق) سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ ہو لئے۔

اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

وَالنَّجْمِ ستارے کی قسم	اِذَا جب	هَوٰى وہ غائب ہونے لگے	صَاحِبُكُمْ تمہارے رفیق	مَا ضَلَّ نہ بہکے	وَمَا اور نہ	غَوٰى وہ بھٹکے	وَمَا يَنْطِقُ اور وہ نہیں بات کرتے	
عَنِ سے	الْهَوٰى خواہش	اِنْ نہیں	هُوَ وہ۔ یہ	اِلَّا مگر۔ صرف	وَحْيٌ وحی	يُّوْحٰى بھیجی جاتی ہے		

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی ابتدا بھی قسمیہ کلام سے فرمائی گئی کہ قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہاں یہ بات پھر سمجھ لیجئے کہ حق تعالیٰ کو جو خالق ہیں ہر چیز کا ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں جس کی چاہیں قسم کھا سکتے ہیں چنانچہ قرآن پاک میں متعدد جگہ اللہ پاک نے اپنی مخلوق کی قسمیں کھائی ہیں لیکن مخلوق سوائے اپنے خالق کے کسی اور کی قسم نہیں کھا سکتی اسی لئے شریعت اسلامیہ میں انسانوں کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی قسم کھانا جائز نہیں۔ تو یہاں حق تعالیٰ ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے قسم کھا کر فرماتے ہیں اور تمام اہل مکہ کو سنایا جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہارے رفیق ہیں نہ آپ غلط فہمی کی بنا پر راہ حق سے بھٹکے نہ اپنے قصد و اختیار سے جان بوجھ کر سیدھی راہ سے بے راہ ہو لئے بلکہ جس طرح آسمان کے ستارے طلوع سے غروب تک ایک مقرر رفتار سے معین راستہ پر چلے جاتے ہیں۔ کبھی ادھر ادھر ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ آفتاب نبوت بھی اللہ کے مقرر کئے ہوئے راستہ پر برابر چلا جاتا ہے۔ ممکن نہیں کہ ایک قدم ادھر ادھر پڑ جائے۔ انبیائے علیہم السلام آسمان نبوت کے ستارہ ہیں جن کی روشنی اور رفتار سے دنیا کی رہنمائی ہوتی ہے اور جس طرح تمام ستاروں کے غائب ہو جانے کے بعد آفتاب طلوع ہوتا ہے ایسے ہی تمام انبیاء کے تشریف لے جانے کے بعد آفتاب محمدی مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ پس اگر قدرت نے ان ظاہری ستاروں کا نظام اس قدر محکم بنایا ہے کہ اس میں کسی طرح کے تزلزل کی گنجائش نہیں تو ظاہر ہے کہ ان باطنی ستاروں اور روحانی آفتاب و ماہتاب کا انتظام کس قدر مضبوط اور محکم ہونا چاہئے جن سے ایک عالم کی ہدایت و سعادت وابستہ ہے۔ تو یہاں جس مضمون کے لئے قسم کھائی گئی وہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور جس راستہ کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں وہ صراط مستقیم یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کا صحیح اور سیدھا راستہ ہے نہ آپ راستہ بھولے ہیں نہ غلط راستہ پر چلے ہیں۔ یہاں آیت ماضل صاحبکم وما غویٰ (یعنی یہ تمہارے ہمہ وقت کے ساتھ رہنے والے نہ راہ حق سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ پر ہو لئے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک یا لفظ رسول یا نبی ذکر کرنے کی بجائے لفظ صاحبکم فرمایا یعنی اہل مکہ کے ہمہ وقت کے ساتھ رہنے والے تو اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں باہر سے اچانک نہیں آ گئے۔ مکہ میں کوئی اجنبی شخص نہیں ہیں کہ جن کے حالات سے اہل مکہ کو آگاہی

نہ ہو۔ وہ تو اے اہل مکہ تمہارے ہر وقت کے ساتھی ہیں۔ اسی سرزمین مکہ میں پیدا ہوئے۔ یہیں بچپن گزارا۔ یہیں جوان ہوئے۔ ان کی زندگی کا کوئی گوشہ تم اہل مکہ سے مخفی نہیں۔ تم نے تجربہ کرلیا ہے کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کسی غلط اور برے کام میں تم نے ان کو بچپن میں بھی نہیں دیکھا۔ ان کے اخلاق و عادات۔ ان کی امانت و دیانت پر تم سب کو اتنا اعتماد تھا کہ سارے مکہ والے آپ کو نبوت سے قبل امین کہا کرتے تھے۔ اب دعوائے نبوت کے بعد تم ان کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے لگے۔ تو جس ہستی نے انسانوں کے معاملہ میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو وہ خدا تعالیٰ کے معاملہ میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے اس لئے آگے فرمایا ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یو حیٰ یعنیٰ آپ نبی برحق ہیں آپ کی زبان مبارک سے ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ آپ کا کوئی قول اور کوئی فرمان اپنے نفس کی خواہش اور ذاتی غرض سے نہیں ہوتا بلکہ جس چیز کی تبلیغ کا آپ کو خدا تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے آپ اسے ہی زبان سے نکالتے ہیں جو وہاں سے کہا جائے وہی آپ کی زبان سے ادا ہوتا ہے تو اس بات کا قطعاً کوئی امکان نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے باتیں بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں۔ ہرگز ایسا نہیں۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کے لئے لکھ لیا کرتا تھا پس بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں کبھی کبھی غصہ اور غضب میں بھی کچھ فرما دیا کرتے ہیں چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا پھر میں نے اس کا ذکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو۔ خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری زبان سے سوائے حق بات کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا۔

اب آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنے کا جو واسطہ تھا اس کے متعلق اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرماویں۔ تاکہ احکام الٰہیہ اور شریعت اسلامیہ کے سامنے ہماری گردن جھکی رہیں۔ یا اللہ یہود و نصاریٰ کی سی بے دینی اور غفلت سے ہم کو بچائیے۔ اور ہم کو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائیے۔ یا اللہ ہمارے قلوب کو غفلت و قساوت سے محفوظ فرمائیے اور ہمارے مردہ قلوب کو اپنے نور ہدایت سے زندہ رکھیئے۔

یا اللہ گذشتہ میں جو ہم سے تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ندامت اور توبہ کی توفیق عطا فرما کر ہماری توبہ کو قبول فرمالیجئے۔ اور آئندہ ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کا عزم نصیب فرمائیے۔ یا اللہ ہر طرح کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں ایمان کامل اور اسلام صادق کے ساتھ اس جہان سے کوچ کرنا نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸ فَكَانَ

ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے پیدائشی طاقتور ہے۔ پھر وہ فرشتہ اصلی صورت پر نمودار ہوا۔ ایسی حالت میں کہ وہ (آسمان کے) بلند کنارہ پر تھا۔ پھر وہ فرشتہ (آپ کے) نزدیک آیا پھر

قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝۱۰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝۱۱ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ

اور نزدیک آیا۔ سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی تھی۔ قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی۔

عَلٰى مَا يَرٰى ۝۱۲ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝۱۳ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝۱۴ عِنْدَهَا جَنَّةُ

تو کیا ان (پیغمبر) سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو۔ اور انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی (صورت اصلیہ میں) دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

الْمَاْوٰى ۝۱۵ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝۱۶ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝۱۷ لَقَدْ رَاٰى مِنْ

اس کے قریب جنۃ الماویٰ ہے۔ جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں۔ نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی۔ انہوں نے اپنے پروردگار

اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝۱۸

(کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔

عَلَّمَهٗ اس نے اسے سکھایا	شَدِيْدُ الْقُوٰى سخت قوتوں والا	ذُوْ مِرَّةٍ طاقتوں والا	فَاسْتَوٰى پھر اس نے قصد کیا	وَهُوَ اور وہ	بِالْاُفُقِ کنارے پر	الْاَعْلٰى سب سے بلند
ثُمَّ دَنَا پھر وہ نزدیک ہوا	فَتَدَلّٰى پھر اور نزدیک ہوا	فَكَانَ تو وہ تھا (رہ گئی)	قَابَ کمان	قَوْسَيْنِ دو کنارے	اَوْ اَدْنٰى یا اس سے کم	فَاَوْحٰى تو اس نے وحی کی
اِلٰى طرف	عَبْدِهٖ اپنا بندہ	مَآ اَوْحٰى جو اس نے وحی کی	مَا كَذَبَ نہ جھوٹ کہا	الْفُؤَادُ دل	مَا رَاٰى جو اس نے دیکھا	اَفَتُمٰرُوْنَهٗ تو کیا تم جھگڑتے ہو اس سے
عَلٰى پر	مَا يَرٰى جو اس نے دیکھا	وَلَقَدْ اور تحقیق	رَاٰهُ اس نے دیکھا اسے	نَزْلَةً اُخْرٰى دوسری مرتبہ	عِنْدَ نزدیک	سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى سدرۃ المنتہیٰ
عِنْدَهَا اس کے نزدیک	جَنَّةُ الْمَاْوٰى جنت الماویٰ	اِذْ يَغْشَى جب چھا رہا تھا	السِّدْرَةَ سدرہ	مَا يَغْشٰى جو چھا رہا تھا	مَا زَاغَ نہ کجی کی	الْبَصَرُ آنکھ
	وَمَا طَغٰى اور نہ حد سے بڑھی	لَقَدْ رَاٰى تحقیق اس نے دیکھی	مِنْ سے	اٰيٰتِ رَبِّهٖ نشانیاں	الْكُبْرٰى بڑی	

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وحقانیت کا اعلان فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ آپ نبی برحق ہیں اور کوئی دین کی بات آپ کی زبان سے ایسی نہیں نکلتی جو خواہش نفس اور ذاتی غرض پر مبنی ہو بلکہ وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتی ہے۔

اب آگے ان آیات میں وحی آنے کا واسطہ بتلایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجنے والا تو اصل میں اللہ تعالیٰ ہے لیکن جس کے ذریعہ سے وہ وحی آپ تک پہنچتی ہے اور جو اس وحی کی منجانب اللہ تعلیم کرتے ہیں وہ ایک بڑا طاقتور فرشتہ ہے جسے "جبرئیل امین" کہتے ہیں۔ تیسویں پارہ سورہ تکویر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی صفات کے متعلق فرمایا گیا ہے انه لقول رسول كريم. ذی قوة عند ذی العرش مكين. مطاع ثم امين۔ یعنی وہ کریم (عزت والے) ہیں۔ بڑی قوت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہ الوہیت میں قرب اور رسائی حاصل ہے۔ وہ مطاع ہیں یعنی آسمانوں کے فرشتے ان کی بات مانتے اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ان کے امین اور معتبر

ہونے میں کسی کو شبہ نہیں اور ایک روایت میں خود حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی طاقت کا بیان فرمایا کہ میں نے قوم لوط علیہ السلام کی بستیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر آسمان کے قریب اس کو لیجا کر چھوڑ دیا۔

اب یہاں شبہ ہوسکتا تھا کہ اس وحی لانے والے کا فرشتہ اور جبرئیل امین ہونا تو اس وقت معلوم ہوسکتا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہچانتے ہوں اور پوری صحیح پہچان موقوف ہے اصلی صورت دیکھنے پر تو کیا آپؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے؟ اس کی نسبت فرمایا جاتا ہے کہ ہاں یہ بھی ہوا ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ چند بار تو دوسری صورت میں دیکھا پھر ایک بار ایسا بھی ہوا کہ ابتدائے نبوت میں ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے اس وقت آسمان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ان کے وجود سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا ان کے ۶۰۰ بازو تھے۔ یہ غیر معمولی اور مہیب منظر پہلی بار آپ نے دیکھا تھا تو حسب روایات حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو کر گر پڑے اس وقت جبرئیل علیہ السلام بصورت انسانی آپ کے پاس تسکین کے لئے اتر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر نزدیک ہو گئے کہ دونوں کے درمیان دو کمانوں سے زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ دو کمانوں کا مطلب محاورہ عرب میں کمال قرب سے ہوتا ہے۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ جب دو عرب آپس میں باہم غایت درجہ کا اتفاق اور اتحاد کرنا چاہتے تو دونوں اپنی اپنی کمانوں کو لے کر انہیں باہم ملاتے تھے یہاں تک کہ دونوں کے چلے مل جاتے پھر دونوں کو اکٹھا کھینچتے اور دونوں سے ایک ہی تیر چلاتے۔ یہ گویا علامت تھی قرب واتحاد کی۔ غرض کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھنے سے جو گھبراہٹ پیدا ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فوراً شکل انسانی میں تبدیل ہو کر آپ کے پاس آ گئے اور آپ کی تسکین فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی (غالباً اس سے مراد سورہ مدثر کی آیات ہیں) آگے بتلایا جاتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کو آپ نے آنکھ سے دیکھا اور اندر سے دل نے کہا کہ اس وقت آنکھ ٹھیک ٹھیک جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ رہی ہے کوئی غلطی نہیں کر رہی کہ کچھ کا کچھ نظر آتا ہو اور ایسا کہنے میں آپ کا دل سچا تھا۔ حق تعالیٰ اسی طرح پیغمبروں کے دلوں میں فرشتہ کی معرفت ڈال دیتے ہیں۔ آگے منکرین رسول ووحی سے خطاب ہوتا ہے کہ کیسے غضب کی بات ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نزاع اس چیز میں کر رہے ہو جو ان کو خوب اچھی طرح دیکھی بھالی ہو یعنی وحی بھیجنے والے اللہ تعالیٰ لانے والا فرشتہ جس کی تمام قوتیں کامل۔ پھر اتنا قریب ہو کر وحی پہنچائے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کو آنکھ سے دیکھیں اور آپ کا روشن اور صاف دل اس کی تصدیق کرے تو ایسی دیکھی بھالی چیز میں منکرین کو کیا حق ہے کہ اس میں فضول بحث وتکرار کریں اور جھگڑے نکالیں۔

اوپر دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھنے کا ذکر تھا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دنیا کے علاوہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتہ یعنی جبرئیل امین کو ایک دفعہ اور بھی عالم بالا میں دیکھا یعنی معراج کی رات میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ سدرۃ کہتے بیری کے درخت کو۔ احادیث میں آیا ہے کہ یہ ایک درخت ہے بیری کا ساتویں آسمان میں۔ عالم بالا سے جو احکام وغیرہ آتے ہیں وہ اول سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے ملائکہ زمین پر لاتے ہیں اسی طرح یہاں دنیا سے جو اعمال چڑھا کر اوپر لیجائے جاتے ہیں وہ بھی پہلے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے اوپر اٹھا لئے جاتے ہیں۔ باقی جس طرح جنت کے پھل میوے اور دوسری نعمتوں کو دنیا کے پھلوں اور میوؤں پر قیاس نہیں کر سکتے محض دونوں میں نام کی شرکت ہے اسی طرح سدرۃ المنتہیٰ یعنی بیری کے درخت کو بھی یہاں کی بیریوں پر قیاس نہ کیا

جائے۔اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ بیری کس طرح کی ہوگی مجموعہ روایات احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کا پھیلاؤ ساتویں آسمان میں۔اس عالم اور اس عالم کے درمیان ایک نقطہ اتصال ہے۔عالم بالا سے جتنے احکام وغیرہ صادر ہوتے ہیں وہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہلے آتے ہیں پھر ملائکہ وہاں سے زمین پر لاتے ہیں۔تو دنیا کے علاوہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین کو ان کی اصلی شکل میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس بھی دیکھا۔اب چونکہ یہاں سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر آ گیا تھا اس لئے کچھ اس کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کیسے شرف کی جگہ ہے کہ اس کے قریب ہی جنت الماویٰ ہے ماویٰ کے معنیٰ ہیں رہنے کی جگہ۔چونکہ جنت نیک بندوں کے رہنے کی جگہ ہے اس لئے جنت الماویٰ کہتے ہیں تو ایک شرف سدرۃ المنتہیٰ کا یہ بتلایا گیا کہ اس کے قریب ہی جنت الماویٰ ہے آگے بتلایا گیا کہ اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں کہ لپٹ رہی تھیں۔یہ سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹنے والی چیزیں روایات کے مطابق یا تو فرشتے تھے جو مثل سونے کے پروانوں کی طرح لپٹے ہوئے تھے یا حق تعالیٰ کے انوار وتجلیات اس درخت پر چھائے ہوئے تھے اور فرشتوں کی کثرت وہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہر پتے کے ساتھ ایک فرشتہ نظر آتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے تو ملائکہ نے حق تعالیٰ سے اجازت چاہی تھی کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں ان کو اجازت ہوگئی اور وہ سب اس سدرۃ پر جمع ہوگئے تھے۔آگے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب آپ معراج کے لئے تشریف لے گئے اور یہ عجائبات قدرت جو دیکھیں تو ان عجائبات الٰہیہ کو بڑے استقلال سے دیکھا نہ نگاہ ٹیڑھی ترچھی ہوکر دائیں بائیں ہٹی۔نہ دیکھنے والی چیز سے تجاوز کر کے آگے بڑھی۔بس اسی چیز پر جمی رہی جس کو دکھلانا مقصود تھا بادشاہوں کے دربار میں جو چیز دکھلائی جائے اس کو نہ دیکھنا اور جو نہ دکھلائی جائے اس کو تاکنا دونوں عیب ہیں۔تو وہاں عجائبات الٰہیہ دیکھنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان عیوب سے پاک رہے اور ہر چیز کے دیکھنے میں آپ کی یہی شان رہی۔مازاغ البصر وما طغی یعنی نگاہ نہ تو ہٹی نہ بڑھی۔وہ عجائبات جو آپ نے دیکھے احادیث معراج میں آئے ہیں۔مثلاً انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا ارواح کو دیکھنا جنت وغیرہ کو دیکھنا۔

یہاں آیت **عندها جنة الماوى** یعنی اس سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جنت الماویٰ ہے تو اس آیت نے بھی بتلادیا کہ جنت اس وقت بھی موجود ہے جیسا کہ جمہور امت کا عقیدہ یہی ہے کہ جنت و دوزخ قیامت کے بعد پیدا نہیں کی جائیں گی بلکہ جنت و دوزخ دونوں پیدا ہوچکی ہیں۔اس آیت نے جنت کا محل وقوع بھی بتلادیا کہ وہ ساتویں آسمان کے اوپر اور عرش رحمٰن جل شانہ کے نیچے ہے گویا ساتواں آسمان جنت کی زمین اور عرش رحمٰن اس کی چھت ہے۔دوزخ کا محل وقوع کسی آیت قرآن یا روایت حدیث میں صراحۃً نہیں بتلایا۔(معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۲۰۰)

خلاصہ یہ کہ ان تمام آیات میں یہی بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔یہ اللہ کا کلام ہے جو آپ کو اس طرح دیا گیا ہے کہ اس میں کسی التباس وتلبیس یا خطاء اور غلطی کا کوئی امکان نہیں رہتا۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان اعزاز واکرام بیان فرما کر آگے مشرکین اور منکرین کو خطاب ہوتا ہے اور شرک کی مذمت اور توحید کا مضمون سمجھایا جاتا ہے۔جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ﴿۲۰﴾ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ إِذًا

بھلا تم نے لات اور عزیٰ اور تیسرے منات کے حال میں غور بھی کیا ہے۔ کیا تمہارے لئے تو بیٹے (تجویز) ہوں اور خدا کیلئے بیٹیاں۔ اس حالت میں تو یہ بہت

قِسْمَةٌ ضِيزٰى ﴿۲۲﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا

بے ڈھنگی تقسیم ہوئی۔ یہ (معبوداتِ مذکورہ) نرے نام ہی نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھیرالیا ہے خدا تعالیٰ نے تو ان (کے معبود ہونے) کی

مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ

کوئی دلیل بھیجی نہیں، (بلکہ) یہ لوگ صرف بے اصل خیالات پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں، حالانکہ ان کے پاس اُن کے رب کی جانب سے

الْهُدٰى ﴿۲۳﴾ أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولٰى ﴿۲۵﴾

ہدایت آچکی ہے۔ کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے۔ سو خدا ہی کے اختیار میں ہے آخرت اور دنیا (کی بھی)

أَفَرَءَيْتُمْ تو کیا تم نے دیکھا؟	اللّٰتَ لات	وَالْعُزّٰى اور عزیٰ	وَمَنٰوةَ اور منات	الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى تیسری آخری	أَلَكُمُ کیا تمہارے لئے	الذَّكَرُ مرد		
وَلَهُ اور اس کیلئے	الْأُنْثٰى عورتیں	تِلْكَ یہ	إِذًا قِسْمَةٌ یہ بانٹ تقسیم	ضِيزٰى بے ڈھنگی	إِنْ نہیں	هِيَ یہ	إِلَّا أَسْمَاءٌ مگر صرف نام	
سَمَّيْتُمُوهَا تم نے وہ نام رکھ لئے ہیں	أَنْتُمْ تم	وَآبَاؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادا	مَا أَنْزَلَ نہیں اتاری	اللّٰهُ اللہ	بِهَا اسکی	مِنْ کوئی	سُلْطٰنٍ سند	
إِنْ يَتَّبِعُونَ وہ نہیں پیروی کرتے	إِلَّا مگر صرف	الظَّنَّ گمان	وَمَا تَهْوَى اور جو خواہش	الْأَنْفُسُ (جمع) نفس	وَلَقَدْ جَاءَهُمْ اور (حالانکہ) پہنچ چکی انکے پاس			
مِنْ رَبِّهِمُ انکے رب سے	الْهُدٰى ہدایت	أَمْ کیا	لِلْإِنْسَانِ انسان کیلئے	مَا تَمَنّٰى جسکی وہ تمنا کرے	فَلِلّٰهِ پس اللہ ہی کیلئے	الْآخِرَةُ آخرت	وَالْأُولٰى اور دنیا	

تفسیر و تشریح: شروع سورۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و حقانیت کا بیان ہوتا چلا آیا ہے گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نشانیاں معراج کے موقع پر دیکھیں جن میں اشارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز و مکرم ہونے کی طرف بھی ہوگیا۔ اس طرح مضمون تحقیق رسالت بیان ہوا تھا اب اس کے بعد توحید کا مضمون ہے جس میں شرک کی مذمت بھی آ گئی۔ اس لئے ان آیات میں مشرکین سے خطاب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اے مشرکو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و حقانیت ثابت ہوگئی اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی وحی آنا بتلایا جاچکا اور آپ اس وحی کے مطابق توحید کا حکم دیتے ہیں جو کہ دلائل عقلیہ سے بھی ثابت ہے تو پھر تم بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو اور اس لامحدود عظمت۔ بزرگی اور جلال والے خدا کے مقابلہ میں لات اور عزیٰ اور منات کے نام کیوں لیتے ہو۔ لات۔ عزیٰ اور منات یہ مشرکین کی دیویاں تھیں جن کی عرب ایام جاہلیت میں پوجا کرتے تھے۔ لات طائف والوں کی دیوی تھی۔ قریش اور بنی کنانہ وغیرہ عزیٰ کے بت کو پوجتے تھے اور منات مدینہ کے اوس وخزرج قبیلہ کے بت تھے۔ ان میں سے مشرکین کے نزدیک لات اور عزیٰ مکہ کے قریب ہونے کی وجہ سے زیادہ مقبول تھے اور منات دور ہونے کی وجہ سے تیسرے درجہ کا بت تھا۔ تو یہ کفار و مشرکین ان بتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اول تو یہی غضب کہ خدائے تعالیٰ لم یلد و لم یولد کے لئے اولاد کا نظریہ تسلیم کیا جائے اور پھر مشرکین کی یہ تقسیم کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند ہوں اور خدا کے لئے بیٹیاں تجویز ہوں (العیاذ باللہ) یعنی جن لڑکیوں کو مشرکین اپنے لئے مکروہ و قابل نفرت سمجھتے وہ خدا کی طرف نسبت کی جائیں تو مشرکین کی یہ تقسیم کیسی بھونڈی اور مہمل ہوئی کہ

اچھی چیز تو اپنے حصہ میں اور بری چیز خدا تعالیٰ کے حصہ میں۔ (نعوذ باللہ منہ) آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین نے جو یہ بتوں کے نام رکھ چھوڑے ہیں تو ان کی خدائی کی کوئی سند نہیں بلکہ اس کے خلاف پر دلائل قائم ہیں۔ان کو مشرکین اپنے خیال میں خواہ بیٹیاں کہہ لیں یا کچھ اور یہ محض ان کے کہنے کی بات ہے جس کے نیچے حقیقت کچھ بھی نہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ باوجودیکہ اللہ کے پاس سے ہدایت کی روشنی آ چکی اور وہ سیدھی راہ دکھا چکا مگر یہ کم عقل مشرکین ضلالت کی تاریکیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جو کچھ اٹکل پچو ذہن میں آ گیا اور دل نے سمجھایا وہی کر گزرے۔ تحقیق و بصیرت اور سمجھ بوجھ سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ مشرکین یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بت ہمارے سفارشی بنیں گے اور جو کچھ دلائیں گے سفارشی بن کر دلائیں گے تو یہ خالی خیالات اور آرزوئیں ہیں۔ کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے کہ جو تمنا کرے وہ مل جائے۔سوایسا نہیں ہے بلکہ دنیا اور آخرت کی ہر تمنا اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے پس وہ جس کو چاہیں پورا فرما دیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ نص قطعی میں بتلا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی یہ تمنائے باطل کہ بت ان کی شفاعت کریں گے پورا نہیں کریں گے نہ دنیا میں کہ حاجات میں شفاعت کریں نہ آخرت میں کہ نجات میں شفاعت کر سکیں۔

اب غور کیجئے حق تعالیٰ جل شانہ کی صفت "حلم" کو کہ کفار ومشرکین اللہ تعالیٰ کی شان میں بھی گستاخیاں کرتے تھے۔ علاوہ کفر وشرک کہیں حق تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کیں۔ کہیں کسی کو حق تعالیٰ کی اولاد بنایا۔ معاذ اللہ۔ اور رحمۃ للعالمین۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول اور پیغمبر ہونے کی حیثیت سے مکہ میں کیسی کیسی ایذائیں قولاً اور فعلاً پہنچائیں مگر حق تعالیٰ نے منکرین کی گرفت فوراً نہیں فرمائی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو قدرت تھی کہ چشم زدن میں منکرین ومعاندین کو قہر کی بجلی سے جلا کر خاک کر دیتے۔ یا زمین کو شق کر کے اس میں زندہ دھنسا دیتے مگر نہیں کی دور کے قریب ۱۳ سال تک قرآن پاک کفار مکہ کو سمجھاتا رہا اور کیسے معقول اور دلنشین دلائل توحید کے بتلاتا رہا۔

یہاں ان آیات میں اخیر میں منکرین توحید ورسالت کے متعلق یہی بتلایا گیا **ان یتبعون الا الظن و ما تھوی الا نفس و لقد جآء ھم من ربھم الھدی** (یہ منکرین بے اصل خیالات اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے ہدایت آ چکی ہے)۔آپ کفار ومشرکین کو تو چھوڑیئے۔ آج کتنے ایسے ہیں کہ جو اللہ پاک کی ذات عالی پر ایمان بھی رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کو خالق۔ رازق اور مالک بھی جانتے ہیں مگر قرآن وسنت کی ہدایت کے باوجود اپنے نفس کی خواہشات پر چل رہے ہیں۔اور جس چیز کا الزام قرآن نے کافروں کو دیا تھا کہ تم اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہو حالانکہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ہدایت آ چکی ہے اس الزام کے مورد کتنے اسلام کے آج دعوے دار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی واضح ہدایات کے باوجود شب و روز اللہ ورسول کی نافرمانی میں زندگی گذار رہے ہیں اور نفس کی خواہشات میں مگن اور مست ہیں۔تو حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کا حلم ہے جو فوراً گرفت نہیں فرمائی جاتی اور ڈھیل پر ڈھیل دی جاتی ہے مگر تابکے۔ کیا یہ مسلمان کی شان ہے کہ وہ کافروں والی صفات اختیار کر کے اللہ اور رسول کو ناراض کرے اور قرآن وسنت کی ہدایات کے خلاف چلے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور اپنی بھیجی ہوئی ہدایات یعنی قرآن وسنت اور اسلام وایمان کی سچی پیروی نصیب فرمائیں اور نفسانی اور شیطانی خواہشات سے باز رہنے کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔

ابھی سلسلہ مضمون توحید اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ 11

اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں اُن کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہیں اجازت دیں اور (اس کیلئے شفاعت کرنے سے)

يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ

راضی ہوں۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو (خدا کی) بیٹی کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے پاس

بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ

اس پر کوئی دلیل نہیں، صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں، اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے۔ تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے

تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ

جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی (اخروی مطلب) مقصود نہ ہو۔ ان لوگوں کی فہم کی رسائی کی حد بس یہی (دنیوی زندگی) ہے تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے

بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾

کہ کون اس کے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے۔

وَكَمْ اور کتنے	مِنْ مَّلَكٍ فرشتے	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	لَا تُغْنِيْ نفع نہیں دیتی	شَفَاعَتُهُمْ ان کی سفارش	شَيْئًا کچھ	اِلَّا مگر	مِنْ بَعْدِ اسکے بعد
اَنْ کہ	يَّاْذَنَ اللّٰهُ اجازت دے اللہ	لِمَنْ يَّشَآءُ جس کیلئے چاہے وہ	وَيَرْضٰى اور وہ پسند فرمائے	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جولوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	
بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	لَيُسَمُّوْنَ البتہ وہ رکھتے ہیں نام	الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتوں	تَسْمِيَةَ نام	الْاُنْثٰى عورتوں جیسا	وَمَا لَهُمْ اور نہیں انہیں	بِهٖ اس کا	مِنْ عِلْمٍ کوئی علم
اِنْ نہیں	يَّتَّبِعُوْنَ وہ پیروی کرتے	اِلَّا الظَّنَّ مگر۔صرف گمان	وَاِنَّ اور بیشک	الظَّنَّ گمان	لَا يُغْنِيْ نفع نہیں دیتا	مِنَ الْحَقِّ یقین سے۔مقابلہ	
شَيْئًا کچھ	فَاَعْرِضْ پس منہ پھیرلیں	عَنْ سے	مَّنْ جو	تَوَلّٰى روگرداں ہوا	عَنْ ذِكْرِنَا ہماری یاد سے	وَلَمْ يُرِدْ اور وہ نہ چاہتا ہو	اِلَّا سوائے
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	ذٰلِكَ یہ	مَبْلَغُهُمْ ان کی رسائی	مِنَ الْعِلْمِ علم کی	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تیرارب	هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے	بِمَنْ اسے جو
	ضَلَّ گمراہ ہوا	عَنْ سَبِيْلِهٖ اس کے راستے سے	وَهُوَ اور وہ	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَنِ اسے۔جس	اهْتَدٰى ہدایت پائی	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں تعلیم توحید کے سلسلہ میں کفار ومشرکین کے عقائد کی مذمت اور تردید فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ اب تک جو یہ مشرکین اور ان کے باپ دادا غلط باتوں میں پھنسے رہے تو اس کی بنا محض جہالت ونادانی تھی۔

اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان بتوں کی جن کو مشرکین پوجتے ہیں اور جن سے شفاعت اور سفارش کی امید رکھتے ہیں ان کی حقیقت ہی کیا ہے۔ یہ بیچارے بت تو کیا شفاعت کرتے کہ ان میں خود اہلیت ہی شفاعت کی نہیں۔ اس دربار میں تو جو لوگ اہل ہیں ان کی بھی بغیر اجازت کے کچھ نہیں چلتی چنانچہ آسمان کے رہنے والے مقرب فرشتوں کی سفارش بھی کچھ کام نہیں دے سکتی۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی جس کے حق میں سفارش کرنے کا حکم دیں اور اس سے راضی ہوں تو وہاں سفارش بیشک کام دے گی۔ اور ظاہر ہے کہ نہ اس نے بتوں کو سفارش کا حکم دیا اور نہ وہ کفار سے راضی ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و مشرکین جو آخرت کو نہیں مانتے اور اس کا یقین نہیں کرتے تو انہیں اس کا فکر تو ہوتا ہی نہیں کہ مرنے کے بعد ہماری ہر بات کی جانچ پڑتال کی جائے گی اور منہ سے کوئی غلط بات نکلے گی تو اس کی پکڑ ہوگی اس لئے وہ

سزا کی طرف سے بے فکر ہو کر ایسی گستاخیاں کرتے ہیں مثلاً فرشتوں کو زنانہ قرار دے کر خدا کی بیٹیاں کہہ دیا اور عورتوں جیسے ان کے نام رکھ دیئے ۔ یہ ان کی محض جہالت ہے۔ بھلا فرشتوں کو مرد و عورت ہونے سے کیا واسطہ اور خدا کے لئے اولاد کیسی؟ لیکن اٹکل پچو جو ان کے منہ میں آیا بک دیا۔ بھلا حقیقت اور اصلی بات کہیں اٹل پچو باتوں سے حاصل ہوتی ہے؟ اور کیا تخمینے اور اٹکلیں حقائق ثابتہ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں؟ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھلا جس کا اوڑھنا بچھونا یہی دنیا کی چند روزہ زندگی ہو کہ اس میں منہمک ہو کر کبھی خدا کو اور آخرت کو دھیان میں نہ لائے تو ایسے شخص کی بکواس کو آپ دھیان میں نہ لائیں۔ وہ خدا سے منہ موڑتا ہے۔ آپ اس کی شرارت اور کجروی کی طرف سے منہ پھیر لیں۔ سمجھانا تھا سو سمجھا دیا۔ ایسے بدطینت اشخاص سے قبول حق کی توقع رکھنا اور ان کے غم میں اپنے کو گھلانا بے کار ہے۔ ان کی سمجھ تو بس اسی دنیا کے فوری نقصان تک پہنچتی ہے۔ اس سے آگے ان کی رسائی ہی نہیں۔ وہ کیا سمجھیں کہ مرنے کے بعد مالک حقیقی کی عدالت میں حاضر ہو کر ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ ان کی تمام تر جدو جہد صرف جانوروں کی طرح پیٹ بھرنے اور شہوات ولذات کو پورا کرنے کیلئے ہے۔ اس پر حق تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ جو گمراہی میں پڑا رہا اور جو راہ پر آیا۔ ان سب کو اور ان کے مخفی ارادوں اور نیتوں کو اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے اسی کے موافق ہو کر رہے گا۔ ہزار جتن کرو اس کے علم کے خلاف ہرگز واقع نہیں ہو سکتا۔ نیز وہ اپنے علم محیط کے موافق ہر ایک سے ٹھیک ٹھیک اس کے احوال کے مناسب معاملہ کریگا۔ لہذا آپ یکسو ہو کر ان معاندین کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیں۔

اب غور کیجئے کہ یہاں اس شخص کی کیسی مذمت فرمائی گئی ہے کہ جس نے اپنی زندگی کا مقصد فقط دنیا ہی کی کامیابی اور عیش وعشرت کو سمجھ رکھا ہے اور جو دن رات بس اسی دنیوی زندگی کے ادھیڑ بن میں رہے کہ ہمیں یہاں کی زندگی کی خوب سہولتیں ملیں۔ اچھا کھانے کو ہو۔ اچھا پہننے کو ہو۔ اور اچھا رہنے کو ہو۔ ہم سامان عیش وعشرت میں خوب ترقی کریں۔ طرح طرح کی مشینیں ایجاد کر لیں۔ ایک سے ایک بڑھ کر ہلاکت خیز اسلحہ تیار کر لیں تاکہ اللہ کی مخلوق کو دبا کر اپنا کام نکالیں اور اپنی بالادستی قائم کر کے کسی کو اپنے آگے ابھرنے نہ دیں۔ کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ کا یہی مقصود زندگی ہے۔ مگر یہاں نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اب تو مسلمان نے بھی الا ماشاء اللہ اپنی معراج اسی میں سمجھ رکھی ہے کہ بس دنیا کی ترقی ہو۔ رہی آخرت کی کامیابی جو مسلمان کا اصل مقصود ہونا چاہئے۔ یہ تو اب ملانہ پن ہے۔ دقیانوسیت ہے۔ لکیر کا فقیر۔ ترقی کا دشمن۔ دو رکعت کا امام۔ اور نہ معلوم کیسے کیسے تحقیر آمیز خطابات اور طنز وطعن کا نشانہ بنتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب قرآن وسنت کے نظریات سے مسلمان من حیث القوم اتنا دور ہو جائے اور دنیا کی جگہ آخرت اور آخرت کی جگہ دنیا لے لے تو پھر ایسے مسلمان کی جو درگت دنیا ہی میں آج بن رہی ہے وہ ہم سب دیکھ رہے ہیں۔ اور جو آخرت میں پیش آنا ہے وہ اللہ ہی کو خوب علم ہے۔

اس آیت **فاعرض عن من تولیٰ عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوٰۃ الدنیا** جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی اور مقصود نہ ہو۔ اس کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ایک ضروری تنبیہ یہ لکھی ہے کہ قرآن کریم نے یہ ان کا حال بیان کیا ہے جو آخرت وقیامت کے منکر ہیں۔

افسوس ہے کہ انگریزوں کی تعلیم اور دنیا کی ہوا و ہوس نے آج کل مسلمانوں کا بھی یہی حال بنا دیا ہے کہ ہمارے سارے علوم وفنون اور علمی ترقی کی ساری کوششیں صرف معاشیات کے گرد گھومنے لگیں۔ معادیات یعنی معاملات آخرت کا بھول کر بھی دھیان نہیں آتا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے ہیں اور آپ کی شفاعت کی امید لگائے ہوئے ہیں مگر حالت یہ ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت والوں سے رخ پھیر لینے کی ہدایت کرتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ وفہم عطا فرمائیں اور دین ودنیا میں مراتب فرق کو جاننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ الغرض توحید کے سلسلہ میں یہاں اللہ تعالیٰ کے علم کو ظاہر کیا گیا آگے اس کی قدرت اور اختیار کو بتلایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے، انجام کار یہ ہے کہ بُرا کام کرنیوالوں کو اُن کے (بُرے) کام کے عوض میں (خاص طور کی) جزا دے گا اور نیک کام

بِالْحُسْنٰی ﴿۳۱﴾ اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ

کرنیوالوں کو اُن کے نیک کاموں کے عوض میں جزا دیگا وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں، مگر ہلکے ہلکے گناہ، بلاشبہ آپکے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے۔

وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	مَا جو	فِی میں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَمَا اور جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	لِیَجْزِیَ تا کہ وہ بدلہ دے	الَّذِیْنَ انہیں جنہوں نے	اَسَآءُوْا برائی کی
بِمَا عَمِلُوْا اسکی جو انہوں نے کئے (اعمال)	وَیَجْزِیَ اور جزا دے	الَّذِیْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے	اَحْسَنُوْا نیکی کی	بِالْحُسْنٰی بھلائی کے ساتھ	الَّذِیْنَ جو لوگ			
یَجْتَنِبُوْنَ وہ بچتے ہیں	کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ کبیرہ (بڑے) گناہوں سے	وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائیوں	اِلَّا مگر۔سوائے	اللَّمَمَ چھوٹے گناہ	اِنَّ بیشک			
رَبَّكَ تمہارا رب	وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وسیع مغفرت والا							

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب ہر شخص کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور زمین آسمان کی ہر چیز پر اس کا قبضہ ہے پھر قیامت میں نیک وبد کو بدلہ دینے سے کیا چیز مانع ہوسکتی ہے۔ بلکہ غور سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ یہ زمین وآسمان کا سارا کارخانہ پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں زندگی کا ایک دوسرا غیر فانی سلسلہ قائم کیا جائے جہاں بروں کو ان کی برائی کا بدلہ ملے اور نیکوں کے ساتھ ان کی بھلائی کے صلہ میں بھلائی کی جائے۔ اب آگے جن لوگوں نے دنیا میں بھلے کام کئے اور جنہیں قیامت میں اچھا بدلہ ملے گا ان کی ایک صفت بیان کی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ نیک کار وہ لوگ ہیں جو دنیا میں کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں اور کاموں یعنی صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور جان بوجھ کر ان میں نہیں پھنستے۔ ایسے نیک اور اچھے لوگوں کے چھوٹے موٹے قصور سے اللہ تعالیٰ درگذر فرماتا ہے اور توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔ اگر وہ ہر چھوٹی بڑی خطا پر گرفت کرنے اور پکڑنے لگے تو بندہ کا ٹھکانہ کہاں۔

کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی تشریح اور ایسے گناہوں کی فہرست ۲۵ویں پارہ سورہ شوریٰ کی آیت **والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش** کی تفسیر میں بیان ہوچکی ہے جہاں بتلایا گیا کہ اللہ کی آخرت کی نعمتیں جن لوگوں کے لئے ہیں ان کی ایک صفت یہ بھی ہے جو بڑے بڑے گناہوں سے اور فواحش یعنی بے حیائی کی باتوں سے دوسرے الفاظ میں کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔ اسی طرح پانچویں پارہ سورہ نسآء میں فرمایا گیا **ان تجتنبوا کبآئرما تنهون عنه نکفر عنکم سیاٰتکم و ند خلکم مد خلا کریما** (اگر تم ان بڑے گناہوں سے جو تمہیں منع کئے گئے ہیں بچتے رہے تو ہم تم سے تمہاری چھوٹی برائیاں دور کردیں گے اور تمہیں ایک عزت کے مقام یعنی جنت میں داخل کردیں گے)۔ اسی طرح یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ نیک کام کرنے والے لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں مگر لمم جو کبھی کبھار ان سے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے کیونکہ وہ بڑی وسیع مغفرت والا ہے۔ لمم کے معنی اور اس سے مراد کیا ہے اس میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ بعض نے کہا کہ جو خیالات وغیرہ گناہ کے دل میں آئیں مگر ان کو عمل میں نہ لائے

وہ لمم ہیں۔ بعض نے صغیرہ گناہ مراد لئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ جس گناہ پر اصرار نہ کرے یا اس کی عادت نہ ٹھہرائے یا جس گناہ سے توبہ کرلے وہ مراد ہیں۔

یہاں چونکہ نیکوکاروں کی صفت کبائر اور فواحش سے بچنا بتلائی ہے اور آج کل کبائر اور فواحش کا طوفان وبائے عام کی طرح پھیلا ہوا ہے اور جس نے خشکی وتری اور مشرق ومغرب کو گھیر رکھا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ بعض مشہور کبائر کو یہاں پھر بیان کردیا جائے تاکہ علم تو صحیح ہو جائے کہ مرض کو مرض اور گناہ کو گناہ سمجھا جائے اور جس کا ثمرہ یہ ہو کہ گناہوں پر ندامت اور افسوس ہو اور ندامت ہی توبہ کا اعلیٰ رکن ہے جس سے سب گناہ مٹ جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جب کوئی گناہ کو گناہ سمجھے گا اور ان کو نظر میں رکھے گا تو ان شاء اللہ کسی نہ کسی وقت توبہ اور اجتناب کی بھی توفیق ہو جائے گی۔ اور ایک نہایت اہم مسئلہ یہاں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ شریعت مطہرہ میں جس بات کو "فرض" کہا گیا ہے اگر کوئی اس کی فرضیت سے انکار کردے تو وہ اسلام ہی سے خارج ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نماز نہیں پڑھتا یا رمضان کا روزہ نہیں رکھتا مگر سمجھتا ہے کہ میں تارک نماز فرض یا صوم فرض ہو کر گناہ کا مرتکب ہو رہا ہوں تو وہ مسلمان ضرور رہے گا اگرچہ گناہ گار ہے لیکن اگر کہیں اس نے یہ سمجھ لیا کہ فرض نماز کوئی ضروری چیز نہیں یعنی نماز کی فرضیت سے انکار کیا تو اسی وقت خارج از اسلام ہو گیا۔ اب وہ اپنے کو مسلمان سمجھتا رہے مگر شریعت اسلامیہ اس کو مسلمان اس عقیدہ کی بنا پر نہیں سمجھتی۔ اسی طرح جن چیزوں کو یا باتوں کو شریعت اسلامیہ نے حرام قرار دیا ہے تو ان کا مرتکب جب تک یہ سمجھتا ہے کہ میں حرام کا مرتکب ہو رہا ہوں اور اس طرح گناہ کا ارتکاب کر رہا ہوں اس وقت تک اس کا اسلام اور ایمان باقی ہے کہیں اگر کسی حرام کو حرام ہی کوئی نہ جانے یعنی اس کی حرمت کا منکر ہو تو پھر اس کا اسلام باقی نہیں رہتا۔ اب یوں تو کبائر کی فہرست بڑی طویل ہے لیکن بعض عام اور مشہور کبائر حسب ذیل ہیں:۔

کبائر

زنا۔ ہم جنسیت، شراب خوری اسی طرح تاڑی، گانجہ بھنگ وغیرہ نشہ کی چیزیں پینا، چوری کرنا، پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا، ناحق کسی کو قتل کرنا، شہادت کو چھپانا، جھوٹی شہادت دینا، جھوٹی قسم کھانا، کسی کا مال غصب کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال ناحق کھانا رشوت لینا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، قطع رحمی کرنا، ناپ تول میں کمی کرنا، رمضان میں بلا عذر کے روزہ نہ رکھنا، زکوٰۃ یا روزہ کو اپنے وقت پر ادا نہ کرنا، فرض حج کئے بغیر مر جانا، کسی مسلمان کو ظلماً نقصان پہنچانا، کسی صحابی کو برا کہنا، علمائے حق اور اہل اللہ کو برا کہنا اور ان کو بدنام کرنے کے درپے ہونا، جادو سیکھنا یا سکھانا یا اس پر عمل کرنا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا، مردار جانور کا گوشت کھانا، خنزیر کا گوشت کھانا، چغل خوری کرنا، جوا کھیلنا، کسی مسلمان یا غیر مسلم کی غیبت کرنا، مال میں اسراف یعنی ضرورت سے زائد خرچ کرنا، زمین میں فساد پھیلانا، ڈاکہ زنی کرنا، کسی صغیرہ گناہ پر مداومت کرنا، لوگوں کے سامنے بلا ضرورت شرعی ستر کھولنا، خود کشی کرنا، پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا، قضا وقدر یعنی تقدیر کا انکار کرنا، نجومی یا کاہن کی تصدیق کرنا، تہبند یا پاجامہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا، لوگوں کے پوشیدہ عیوب کو تلاش کرنا اور ان کے درپے ہونا، چوسر کھیلنا، طبلہ سارنگی وغیرہ بجانا، مسلمان کا کسی

مسلمان کو کافر کہنا' ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے حقوق میں برابری نہ کرنا' حائضہ عورت سے جماع کرنا' گانے بجانے کے ساتھ رقص کرنا' دوسرے کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا یا کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنا' ان کے علاوہ اور بھی بعض گناہوں کو کبیرہ کی فہرست میں علما نے شامل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ۔ظاہر و باطن گناہ سے بچنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں۔اور جو گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں عمداً و سہواً ان پر سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں۔اور اپنی وسیع رحمت و مغفرت سے معاف فرمائیں۔

اب چونکہ یہاں خدا کے خوف سے ہر چھوٹے بڑے صغیرہ۔کبیرہ گناہ سے بچنے کا ذکر آ گیا اور اسی کا دوسرا نام تقویٰ ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اگر کسی کو یہ اللہ کی توفیق سے میسر ہو جائے تو اس پر عجب و ناز نہ چاہئے کہ اپنے کو متقی پرہیزگار سمجھنے لگے۔جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جو اپنے فضل و کرم سے ہم کو یہ دنیا کی فانی زندگی عطا فرمائی ہے تو اس زندگی کو اپنی رضا والی زندگی گذارنا نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے رضا والے اعمال صالحہ کی ہمیں توفیق نصیب فرمائیں اور ہر چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ گناہ سے بچنے کی ہمت و عزم نصیب فرمائیں۔ اور گذشتہ میں جو تقصیرات اور گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان پر توبہ اور سچی ندامت نصیب فرمائیں اور اپنی رحمت سے اُن کو معاف فرمائیں۔

اے اللہ ہمیں ظاہر و باطن میں شریعت اسلامیہ کی پابندی نصیب فرما۔اور ہمارے ظاہر و باطن کو اپنی مرضیات پر قائم فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْٓا

وہ تم کو خوب جانتا ہے جب تم کو زمین سے پیدا کیا تھا، اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے، تو تم اپنے کو مقدس نہ سمجھا کرو

اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿٣٢﴾

(بس) تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔

هُوَ اَعْلَمُ اور خوب جانتا ہے وہ	بِكُمْ تمہیں	اِذْ جب	اَنْشَاَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں	مِنَ الْاَرْضِ زمین سے	وَاِذْ اور جب	اَنْتُمْ تم	اَجِنَّةٌ بچے	فِيْ میں
بُطُوْنِ پیٹ (جمع)	اُمَّهٰتِكُمْ اپنی مائیں	فَلَا تُزَكُّوْٓا پس پاکیزہ نہ سمجھو	اَنْفُسَكُمْ اپنے آپ	هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے	بِمَنِ اسے جو۔جس	اتَّقٰى پرہیزگاری کی		

تفسیر وتشریح: اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر تقویٰ کی توفیق اللہ تعالیٰ نے کسی کو دے دی اور وہ کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے بچا تو یہ کوئی ناز کرنے اور شیخی مارنے اور اپنے کو بزرگ و برتر سمجھنے کی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ضعیف انسان کی بزرگی اور پاکبازی کو خوب جانتا ہے اور اس وقت سے جانتا ہے جبکہ اس انسان نے اپنی ہستی کے دائرہ میں بھی قدم نہ رکھا اور جس کی ابتدا مٹی کے گارے سے ہوئی تھی (مراد حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہے) اور پھر دوسرے عام انسان اپنی ماں کے پیٹ میں ناپاک خون سے پرورش پاتے رہے۔ تو انسان کی اصل جب ایسی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی اصل کو نہ بھولے اور اپنی کمزوریوں کو سامنے رکھے اگر کسی کو اللہ نے اپنے فضل سے تقویٰ و پرہیزگاری کے بلند مقام پر پہنچا دیا تو اس کو اس پر بڑھ چڑھ کر دعویٰ کرنے اور بزرگی جتانے کا حق نہیں۔ اسی لئے جو واقعی متقی ہوتے ہیں وہ دعویٰ کرتے ہوئے شرماتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ باوجود تقویٰ کے پھر بھی پوری طرح کمزوریوں سے پاک ہو جانا بشریت کی حد سے باہر ہے۔ کچھ نہ کچھ آلودگی سب کو ہو ہی جاتی ہے۔

اس آیت میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ''وہ تم کو اور تمہارے احوال کو اس وقت سے خوب جانتا ہے جب تم کو یعنی تمہارے جد امجد آدم علیہ السلام کو زمین کی خاک سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے اور ان دونوں حالتوں میں تم کو اپنا علم نہ تھا تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو۔ بس تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے کہ فلاں متقی ہے فلاں نہیں گو صورۃً افعال تقویٰ کے دونوں سے صادر ہوتے ہوں''۔

یہاں اس آیت میں فلا تزکوآ انفسکم تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو فرما کر اہل ایمان کو خود پسندی اور عجب سے منع فرمایا گیا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ کا نام ان کے والدین نے برہ رکھا تھا جس کے معنی ہیں نیکو کار۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ نام سنا تو یہی آیت فلا تزکوآ انفسکم تلاوت فرما کر اس نام سے منع کیا کیونکہ اس میں اپنے نیک ہونے کا دعویٰ ہے اور نام بدل کر زینب رکھ دیا۔

بزرگان دین۔ اور سلف صالحین اس قرآنی حکم فلا تزکوآ انفسکم کے کس درجہ عامل تھے وہ ان کے اقوال وملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت حمدون جن کی وفات ۲۷۱ھ میں ہوئی ہے فرماتے ہیں جو شخص یہ خیال کرے کہ میرا نفس فرعون کے نفس سے بہتر ہے اس نے اپنا تکبر ظاہر کر دیا۔ اس ملفوظ کی شرح میں حضرت حکیم الامتہ مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اس کی عام فہم توجیہ یہ ہے کہ جب تک اس عالم سے گذر نہ جائے اس کا اطمینان نہیں ہو سکتا کہ وہ

فرعون سے بہتر ہے کیونکہ انجام کا حال معلوم نہیں تو بلا دلیل اپنے کواس سے بہتر سمجھنا تکبر ہے اور اہل حال حضرات اس امر کو وجداناً محسوس کرتے ہیں انہیں توجیہ کی حاجت نہیں۔ باقی نفس کے بدتر ہونے سے افعال کا بدتر ہونا لازم نہیں چنانچہ اس کے ساتھ ہی اپنے اعمال ایمانیہ کو فرعون کے اعمال کفریہ سے یقیناً بہتر سمجھا جائے گا۔ خود حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانویؒ کا اپنا ایک ملفوظ ہے کہ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں تو بقسم کہتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا نہ علمی نہ عملی نہ حالی نہ قالی بلکہ مجھ میں تو سراسر عیوب بھرے پڑے ہیں۔ میری اگر کوئی برائی کرتا ہے تو یقین جانئے مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں بلکہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کونسی تعریف کی بات ہے جو اس کا یہ خیال ہے۔ اس کو دھوکہ ہوا ہے۔ حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے اس لئے مجھے کسی کا برا بھلا کہنا مطلق ناگوار نہیں ہوتا اور اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہے تو اسی وقت دس عیب مجھے پیش نظر ہو جاتے ہیں''۔ (کمالات اشرفیہ حصہ دوم ملفوظ نمبر ۱۹۹)

سبحان اللہ! یہ ہوتے ہیں قرآنی احکام کے اثرات اہل اللہ کے طبائع پر۔ اس کے مقابل اب ہم اپنی حالت میں غور کریں تو عجب۔ رعونت۔ خود پسندی۔ تکبر گویا کوٹ کوٹ کر ہم میں بھرا ہوا ہے۔ اور غضب یہ کہ ان مہلک امراض سے نجات حاصل کرنے کا فکر بھی دامن گیر نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں اس آیت میں تعلیم دی گئی کہ محسنین کو عجب نہ کرنا چاہئے اور خود پسندی سے بچنا چاہئے کیونکہ مدار محسنیت کا خاتمہ پر ہے اور اپنے خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ جس طرح کہ انسان اپنی ابتدا کو نہیں جانتا وہ اللہ ہی کو معلوم ہے اسی طرح یہ خاتمہ کی حالت کو نہیں جانتا۔ اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے پھر شیخی۔ عجب۔ ناز کیا کوئی اپنی بزرگی اور تقویٰ پر کرسکتا ہے۔

الغرض یہاں محسنین یعنی نیکوں کی نیکی کی کچھ توضیح فرمائی اب آگے بدوں کی برائی کی کچھ توضیح فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے نفوس کو عجب وخود پسندی وغیرہ مہلک امراض سے نجات بخشیں اور تواضع وعبدیت نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی کمزوریاں اور عیوب رکھنے اور دوسروں کی بھلائیاں پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل وکرم سے تقویٰ وطہارت کی دولت دنیا میں نصیب فرمائیں اور اس کی برکت سے حُسن خاتمہ اور انجام کی خیر خوبی عطا فرمائیں۔ یا اللہ! ہمیں اپنا وہ خوف وخشیت اس دنیا میں عطا فرما دے کہ جو ہم ہر چھوٹے بڑے گناہ اور نافرمانی سے بچتے رہیں۔ اور یہ آپ ہی کی توفیق اور دستگیری واعانت سے ممکن ہے۔

یا اللہ! ہم سے جو شب وروز تقصیرات سرزد ہوتی رہتی ہیں ان کا احساس ہم کو عطا فرما دے تاکہ ہم توبہ واستغفار سے آپ کی طرف رجوع رہیں اور آپ اپنی شان کریمی ورحیمی سے ہماری خطاؤں سے درگذر فرماتے رہیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ (٣٣) وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ (٣٤) أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ (٣٥) أَمْ

تو بھلا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے (دین حق سے) روگردانی کی۔ اور تھوڑا مال دیا اور (پھر) بند کر دیا۔ کیا اس شخص کے پاس علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ کیا اس کو

لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ (٣٦) وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ (٣٧) أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (٣٨)

اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی (اور وہ مضمون) یہ (ہے) کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (٣٩) وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ (٤٠) ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ (٤١)

اور یہ کہ انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی۔ اور یہ کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھی جائے گی۔ پھر اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا۔

أَفَرَءَيْتَ تو کیا تو نے دیکھا	الَّذِي تَوَلَّىٰ جس نے روگردانی کی	وَأَعْطَىٰ اور اس نے دیا	قَلِيلًا تھوڑا سا	وَأَكْدَىٰ اور اس نے بند کر دیا	أَعِندَهُ کیا اسکے پاس		
عِلْمُ الْغَيْبِ علم غیب	فَهُوَ يَرَىٰ تو وہ دیکھ رہا ہے	أَمْ کیا	لَمْ يُنَبَّأْ وہ خبر نہیں دیا گیا	بِمَا وہ جو	فِي میں	صُحُفِ صحیفے	مُوسَىٰ موسیٰ
وَإِبْرَاهِيمَ اور ابراہیم	الَّذِي وہ جو۔جس	وَفَّىٰ پورا کیا	أَلَّا تَزِرُ کہ نہیں اٹھاتا	وَازِرَةٌ کوئی بوجھ اٹھانے والا	وِزْرَ أُخْرَىٰ کسی دوسرے کا بوجھ		
وَأَن اور یہ کہ	لَّيْسَ نہیں	لِلْإِنسَانِ کسی انسان کیلئے	إِلَّا مگر	مَا سَعَىٰ جو اس نے سعی کی	وَأَنَّ اور یہ کہ	سَعْيَهُ اس کی سعی	
	سَوْفَ يُرَىٰ عنقریب دیکھی جائے گی	ثُمَّ پھر	يُجْزَاهُ اسے بدلہ دیا جائے گا	الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ بدلہ پورا پورا			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں نیکوکاروں یعنی محسنین و متقین کا ذکر فرمایا گیا تھا اور نصیحت فرمائی گئی تھی کہ اپنی نیکی اور تقویٰ پر ناز اور عجب نہ کریں۔

اب آگے نیکوکاروں کے مقابلہ میں بروں اور بدکاروں کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ نے نیکوں کی صفت تو سن لی اب آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا کہ جو دین حق سے روگردانی کرتا ہے اور اللہ کی یاد سے منہ پھیرتا ہے اور جس نے اپنی اصل کو بھول کر خالق اور مالک حقیقی کی طرف سے منہ پھیر لیا اور سچائی سے اعراض کیا۔ اور کبھی کچھ کہنا مان لیا تو پھر رسی کاٹ کر علیحدہ ہو گیا۔ کچھ تھوڑا سا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور پھر دل سکیڑ لیا۔

یہاں آیت میں افرء یت الذی تولی فرمایا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے منہ پھیر لیا اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا۔ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات ایک مشرک ولید بن مغیرہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر اس کو اسلام کی طرف تھوڑی سی رغبت ہو چلی تھی اور کفر کی سزا سے ڈر کر قریب تھا کہ مشرف با سلام ہو جائے تو ایک دوسرے کافر نے کہا کہ ایسا مت کر۔ میں تیرے سب جرائم اپنے اوپر لئے لیتا ہوں۔ تیری طرف سے میں سزا بھگت لوں گا بشرطیکہ اس قدر مال مجھ کو دیا جائے۔ ولید بن مغیرہ نے وعدہ کر لیا اور مقررہ رقم کی کچھ قسط ادا کر کے باقی سے انکار کر دیا تو یہاں آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن قرآن کریم کا طریقہ یہی ہے اور وعظ و نصیحت میں مناسب بھی یہی ہے کہ تعمیم کی جائے کہ جس شخص کی ایسی حالت ہو آیت سب کو شامل ہے۔ تو ولید بن مغیرہ نے اگرچہ مال دینے کا وعدہ اپنے مطلب کے واسطے کیا تھا لیکن وہ بھی پورا نہ دیا جس سے مفہوم ہوا کہ ایسا شخص دوسروں کی نفع رسانی کے لئے کیا خرچ کرے گا جب اپنے ہی مطلب کے لئے پورا خرچ نہ کر سکا اور مال کی محبت میں ہاتھ روک لیا۔ اسی شخص کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے کہ کیا یہ شخص غیب کی

بات دیکھ آیا ہے یا اس کو کسی صحیح ذریعہ سے یہ غیب کی بات معلوم ہوگئی کہ آئندہ اس کو کفر کی سزا نہ ملے گی اور دوسرے کو اپنی جگہ پیش کر کے چھوٹ جائے گا اور کوئی دوسرا اس کی طرف سے عذاب کا متحمل ہو جائے گا۔ یہ اس شخص نے کیسے یقین کرلیا کہ اس کی طرف سے دوسرا عذاب بھگت لے گا۔ لہٰذا اس سے کہہ دیا جائے کہ کیا تو نے وہ باتیں نہیں سنی جو حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں لکھی ہوئی تھی کہ خدا کے ہاں کوئی مجرم دوسرے مجرم کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی جواب دہی بذات خود کرنا ہوگی۔ تو جب کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر ایسے طور سے نہیں لے سکتا کہ گناہ کرنے والا بری ہو جائے پھر یہ شخص کیسے سمجھ گیا کہ اس کا سارا گناہ دوسرا اپنے سر لے گا۔ پھر ان صحیفوں میں یہ بھی مضمون تھا کہ انسان کو ایمان کے بارہ میں صرف اپنی ہی کمائی ملے گی یعنی کسی دوسرے کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو کرے گا سو بھرے گا۔ ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار ہوگا جس کا اسے قیامت میں پورا بدلہ ملے گا جو وہ دنیا میں کر جائے گا۔ اور یہ مضمون بھی ان صحیفوں میں آچکا ہے کہ سب کو اپنے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے اور وہیں سے اس کو پورا بدلہ ملنا ہے تو جتلانا نتیجہ میں یہ مقصود ہے کہ ہر شخص کو ایمان لانا اور اسلام کا فرمانبردار ہونا چاہئے خدا تعالیٰ سے ڈر کر گناہوں کو چھوڑنا چاہئے اور نیکی کمانے میں اپنی کوشش کرنی چاہئے۔ مشرکین میں ایام جاہلیت میں تو یہ عقیدہ تھا ہی کہ بتوں کی سفارش اور شفاعت سے ہمارے سب کام بن جائیں گے لیکن یہود اہل کتاب کے ہاں بھی یہ عقیدہ پختہ طور پر قائم ہوگیا تھا کہ بزرگوں کا مقبولین اور انبیاء میں سے ہونا ان کی اولاد کے لئے بالکل کافی ہے جو لوگ پیغمبروں کی نسل میں سے ہیں ان کو ان کے بزرگ نجات دلا دیں گے اور عیسائیوں نے تو نجات کے سارے مسئلہ کا دار مدار ہی کفارہ اور شفاعت کے عقیدہ پر ٹھہرا دیا۔ ان کے عقیدہ کے موافق عیسیٰ مسیح سولی پر چڑھ کر سب کی طرف سے کفارہ ادا کر گئے۔ قرآن پاک نے اس کے برخلاف سارا زور ہر فرد کی ذمہ داری اور اس سے حساب کتاب پر دیا ہے اور نجات کا دار مدار بعد فضل خداوندی کے اپنے ذاتی ایمان اور عمل پر رکھا ہے یہ نہیں کہ ایک کا ایمان اور دوسرے کی نجات' یہاں اسی مسئلہ کو ثابت فرمایا گیا ہے رہا ایصال ثواب کا مسئلہ کہ کوئی خوشی سے اپنے بعض حقوق دوسرے کو ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ اس کو منظور کرلے تو یہ الگ بات ہے جو احادیث متعددہ کی بنا پر اپنی جگہ پر بالکل ثابت ہے اس لئے مسئلہ ایصال ثواب اس آیت کے ہرگز منافی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ آخرت میں کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر اس طور پر نہیں لے سکتا کہ گناہ کرنے والا بری ہو جائے۔ یہاں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے صحیفوں کے بعض مضمون عقائد سے متعلق ذکر فرمائے گئے ابھی اگلی آیات میں انہی صحیفوں کے بعض دیگر مضامین متعلق عقائد ذکر فرمائے گئے ہیں۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو تمام اسلامی عقائد پر ایمان و یقین کامل نصیب فرما۔ اور اپنے فضل و کرم سے ہمارے ایمان و سعی کو قبول فرما کر ہماری نجات کا ذریعہ بنا۔ حق تعالیٰ ہم کو ایمان کے ساتھ عمل صالح کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم کو آخرت کی کمائی کی فکر نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! امت مسلمہ میں سے آخرت سے غفلت کے مرض کو دور فرما دے۔ ایمان و اسلام کی صحیح قدر دانی ان کو نصیب فرما دے۔ نجات آخرت کا صحیح فکر اور اس کے لئے سعی کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی ﴿۴۲﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰی ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا ﴿۴۴﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ

اور یہ کہ (سب کو) آپ کے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔ اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رُلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی دونوں قسم

الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰی ﴿۴۶﴾ وَاَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰی ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ

یعنی نر اور مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے۔ جب (رحم میں ڈالا) جاتا ہے۔ اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا اُس کے ذمہ ہے۔ اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور سرمایہ

اَغْنٰی وَاَقْنٰی ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰی ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَا فَمَآ

(دیگر محفوظ اور) باقی رکھتا ہے۔ اور یہ کہ وہی مالک ہے ستارہ شعریٰ کا بھی۔ اور یہ کہ اُس نے قدیم قوم عاد کو (اُس کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا۔ اور ثمود کو بھی کہ (ان میں سے)

اَبْقٰی ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰی ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰی ﴿۵۳﴾

کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ اور ان سے پہلے قوم نوحؑ کو (ہلاک کیا)، بے شک وہ سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے۔ اور اُلٹی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک مارا تھا۔

فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰی ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ

پھر ان بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے کہ گھیر لیا۔ سو اپنے رب کی کونسی نعمت میں شک (وانکار) کرتا رہے گا۔ یہ (پیغمبر) بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں۔ (ان کو مان لو کیونکہ) وہ جلدی

الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَ

آنے والی چیز قریب آپہنچی ہے کوئی غیر اللہ اس کا ہٹانے والا نہیں۔ سو کیا (ایسے خوف کی باتیں سُن کر بھی) تم لوگ اس کلام (الٰہی) سے تعجب کرتے ہو۔ اور ہنستے ہو

لَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾

اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو۔ اور تم تکبر کرتے ہو۔ سو اللہ کی اطاعت کرو (اس کی بلاشرکت) عبادت کرو۔

وَاَنَّ اور یہ کہ	اِلٰی طرف	رَبِّكَ تمہارا رب	الْمُنْتَهٰی انتہا	وَاَنَّهٗ اور بیشک	هُوَ اَضْحَكَ وہی ہنساتا ہے	وَاَبْكٰی اور وہ رلاتا ہے	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ
هُوَ اَمَاتَ وہی مارتا ہے	وَاَحْیَا اور جلاتا ہے	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ	خَلَقَ اس نے پیدا کئے	الزَّوْجَیْنِ جوڑے	الذَّكَرَ مرد	وَالْاُنْثٰی اور عورت	
مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے	اِذَا تُمْنٰی جب وہ ڈالا جاتا	وَاَنَّ اور یہ کہ	عَلَیْهِ اسی پر	النَّشْاَةَ (جی) اٹھانا	الْاُخْرٰی دوبارہ	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ	هُوَ وہی
اَغْنٰی اس نے غنی کیا	وَاَقْنٰی اور سرمایہ دار کیا	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ	هُوَ وہی	رَبُّ الشِّعْرٰی شعریٰ (ستارے) کا رب	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ		
اَهْلَكَ اس نے ہلاک کیا	عَادَا الْاُوْلٰی عاد پہلی (قدیم)	وَثَمُوْدَا اور ثمود	فَمَآ اَبْقٰی پس اس نے باقی نہ چھوڑا	وَقَوْمَ اور قوم	نُوْحٍ نوحؑ	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	
اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا وہ تھے	هُمْ وہ	اَظْلَمَ بڑے ظالم	وَاَطْغٰی اور بہت سرکش	وَالْمُؤْتَفِكَةَ اور الٹنے والی بستیاں	اَهْوٰی دے مارا	
فَغَشّٰىهَا تو اسکو ڈھانپ لیا	مَا غَشّٰی جس نے ڈھانپ لیا	فَبِاَیِّ پس کس	اٰلَآءِ نعمت	رَبِّكَ اپنا رب	تَتَمَارٰی تو شک کرے گا	هٰذَا یہ	نَذِیْرٌ ایک ڈرانیوالا
مِنَ سے	النُّذُرِ الْاُوْلٰی پہلے ڈرانے والے	اَزِفَتِ قریب آگئی	الْاٰزِفَةُ قریب آنے والی	لَیْسَ نہیں	لَهَا اس کیلئے اس کا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	
كَاشِفَةٌ کوئی کھولنے والا	اَفَمِنْ تو کیا ــ سے	هٰذَا الْحَدِیْثِ اس بات	تَعْجَبُوْنَ تم تعجب کرتے ہو	وَتَضْحَكُوْنَ اور تم ہنستے ہو	وَلَا تَبْكُوْنَ اور تم نہیں روتے		
	وَاَنْتُمْ اور تم	سٰمِدُوْنَ غفلت کرتے (غافل) ہو	فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ پس تم سجدہ کرو اللہ کے آگے	وَاعْبُدُوْا اور اس کی عبادت کرو			

تفسیر و تشریح: حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں جو خاص ہدایات یا تعلیمات تھیں ان میں چند کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوا۔ انہی صحیفوں کے مزید مضامین کا ذکر ان آیات میں فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ باتیں بھی حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیمؑ کے صحیفوں میں بیان ہو چکی ہیں۔

(۵) سب کو اپنے پروردگار کے پاس پہنچنا ہے۔

(۶) خوشی اور غم خدا کی طرف سے ہے۔

(۷) مارنا اور جلانا بھی اسی کے قدرت میں ہے۔

(۸) ایک قطرہ منی سے وہی نر و مادہ بناتا ہے۔

(۹) مرنے کے بعد وہی بار دیگر حشر میں زندہ کرے گا۔

(۱۰) غنیٰ اور تنگدستی وہی دیتا ہے۔

(۱۱) ستارہ شعریٰ کا مالک بھی وہی ہے۔ جاہلیت میں مشرکین اس ستارہ کو معبود سمجھ کر اس کی پرستش کرتے تھے ستارہ پرستی کا شرک اس وقت نہ صرف عربوں بلکہ دوسری مشرک قوموں یعنی مصریوں یونانیوں رومیوں ہندیوں وغیرہ میں بھی پایا جاتا تھا۔

(۱۲) ان صحیفوں میں یہ بھی بتایا گیا تھا یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بداعمالی اور سرکشی و نافرمانی کا دنیا میں ثمرہ نہیں ملتا۔ قوم عاد کو اسی نے ان کے کفر کی وجہ سے ہلاک کیا۔ اور ثمود کو بھی اور قوم نوحؑ کو بھی جو سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے کہ ساڑھے نو سو برس کی دعوت میں بھی راہ پر نہ آئے اور قوم لوطؑ کی بستیوں کو بھی الٹ کر ہلاک کر دیا گیا تھا اور اوپر سے ان پر پتھروں کی بارش ہوئی تھی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے برگزیدہ اور جلیل القدر انبیاء کے یہ مضامین بیان فرما کر حق تعالیٰ عام انسانوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے انسان جب ایسے ایسے مضامین سے تجھ کو آگاہ کیا جاتا ہے جو بوجہ ذریعہ ہدایت ہونے کے ہر ہر مضمون بجائے خود ایک نعمت ربانی ہے تو اے انسان تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت میں شک و انکار کرتا رہے گا اور ان مضامین کی تصدیق کر کے ان سے نفع حاصل نہ کرے گا۔ اس کے بعد خاتمہ کی آیات میں تمام نصیحت کا لب لباب بیان فرمایا جاتا ہے اور منکرین کو سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو یہ پیغمبر یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں اور مجرموں کو اسی طرح برے انجام سے ڈرانے والے ہیں جیسا ان سے پیشتر دوسرے انبیاء ڈرا چکے ہیں۔ تو ان کو مان لو کیونکہ قیامت قریب ہی آ لگی ہے جس کا ٹھیک وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کھول کر نہیں بتا سکتا اور جب وقت معین آ جائے گا تو کوئی طاقت اس کو دفع نہیں کر سکتی تو اے منکرین قیامت تم کو اس کے قرب کا ذکر سن کر چاہئے تھا کہ خوف خدا سے رونے لگتے اور گھبرا کر اپنے بچاؤ کی تیاری کرتے مگر تم اس کے برخلاف قیامت سے تعجب کرتے ہو اور ہنس کر اسے ٹال دیتے ہو اور غافل و بے فکر ہو کر تم تکبر کرتے ہو۔ دیکھو عاقل کو زیبا نہیں کہ انجام سے غافل ہو کر نصیحت و فہمائش کی باتوں پر ہنسے اور مذاق اڑائے بلکہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کی راہ اختیار کرے اور مطیع فرمانبردار ہو کر سر نیاز خداوند قہار کے سامنے جھکا دے۔

عام تعلیمات جو ان خاتمہ کی آیات میں دی گئی ہیں وہ یہی ہیں کہ آخر کار سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ رہی دنیا میں خوشی یا غمی یا امیری و فقیری تو یہ سب بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں۔ کسی دوسرے کے قبضہ میں نہیں وہی اسباب کو پیدا کرتا ہے اور پھر اسباب میں تاثیر دیتا ہے۔ وہی ستاروں آسمانوں اور زمینوں کا خالق اور مالک ہے۔ اس کی نافرمانی پر قوموں پر دنیا ہی میں ہلاکت و بربادی کے عذاب آئے۔ اس لئے غور و فکر کرنے

والے انسان کو جو عبرت و نصیحت کا سبق یہ خاتمہ کی آیات دیتی ہیں اس کا مقتضا یہی ہے کہ اے انسانو تم سب اللہ تبارک تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آ ؤ۔ اس کی طاعت و عبادت کو لازم سمجھو اور اسی ایک اللہ کے سامنے جھکو اور صرف اسی کو سجدہ کرو۔ بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کی تلاوت فرمائی اور اخیر میں سجدہ تلاوت ادا کیا اور آپ کے ساتھ سب حاضرین مجلس جس میں مومنین و مشرکین اس وقت دونوں شامل تھے سب نے سجدہ کیا بجز ایک بوڑھے قریشی کے جس نے زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھا کر پیشانی سے لگالی اور کہا کہ مجھے یہی کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ پھر میں نے اس شخص کو حالت کفر میں مقتول پڑا ہوا دیکھا ہے اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں مسلمانوں کو تو سجدہ کرنا تھا ہی۔ لیکن جو مشرکین اس وقت حاضر تھے اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی کچھ ایسی حالت غالب کر دی کہ سب سجدہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ گو اس وقت ان کا سجدہ بوجہ کفر کے کچھ ثواب نہ رکھتا تھا مگر وہ بھی اپنا ایک اثر یہ چھوڑ گیا کہ بعد میں ان سب کو اسلام و ایمان کی توفیق ہو گئی صرف ایک آدمی کفر پر مرا جس نے سجدہ سے گریز کیا تھا۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۲۲۲)

الحمدللہ اس درس پر سورہ نجم کا بیان پورا ہو گیا۔

سورۃ النجم کے خواص

۱..... اگر کوئی آدمی ناکامیوں کا سامنا کر رہا ہو تو وہ ہرن کے چمڑے کے ٹکڑے پر سورۃ النجم لکھ کر گلے میں یا بازو میں لٹکائے تو وہ جس سے بحث کرے گا اس پر غالب آئے گا جہاں بھی جائے گا کامیاب و کامران ہو گا۔

والنجم اذھوی ...... الکبری

اگر کسی آدمی کو حافظہ کی کمزوری، دل کی کمزوری وغیرہ کی شکایت ہو، بھول جاتا ہو، قرآن کریم حفظ کرنے میں مشکل ہے تو وہ مذکورہ آیات کو شیشہ کے برتن میں عرق گلاب اور کستوری سے لکھے، آب زمزم سے دھوئے اور سات دن مسلسل نہار منہ پیئے تو اس کا دل و دماغ تروتازہ اور حافظہ مضبوط ہو جائے گا۔

(الدرالنظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہم کو جو زندگی دنیا میں عطا فرمائی ہے اس میں آخرت کا فکر نصیب فرمائیں اور اپنے رضا والے اعمال کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ گذشتہ قوموں کے واقعات و حالات سے ہم کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت ہو اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچنا نصیب ہو۔

یا اللہ گذشتہ زندگی میں جو ہم سے تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ندامت قلب کے ساتھ توبہ کی توفیق نصیب ہو اور آئندہ میں اپنے احکام کی فرمانبرداری و اطاعت کے ساتھ زندہ رہنا اور مرنا نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ②

قیامت نزدیک آپہنچی اور چاند شق ہو گیا۔ اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ قریب آگئی	اَلسَّاعَةُ قیامت	وَانْشَقَّ اور شق ہو گیا	اَلْقَمَرُ چاند	وَاِنْ يَّرَوْا اور اگر وہ دیکھتے ہیں	اٰيَةً کوئی نشانی	يُّعْرِضُوْا وہ منہ پھیر لیتے ہیں	
	وَيَقُوْلُوْا اور وہ کہتے ہیں	سِحْرٌ جادو	مُّسْتَمِرٌّ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا				

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں وانشق القمر کا جملہ آیا ہے یعنی چاند پھٹ گیا جس میں اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کی طرف اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام قمر مقرر رہوا۔

ان آیات کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ہجرت مدینہ سے تقریباً ۵ سال پہلے ایک مرتبہ مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو کر آئے اور آپ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ خدا کے سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان دکھلائیں اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلائیں۔ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ کفار نے علمائے یہود سے دریافت کیا تھا کہ ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان کی صداقت کا نشان کیا طلب کرنا چاہئے؟۔ انہوں نے کہا کہ سحر کا اثر صرف زمین تک محدود ہے۔ تم کہو کہ ہم کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلا دیں۔ امید ہے کہ وہ ایسا نہ دکھلا سکیں گے۔ انہیں یہود کے سکھلاوے سے کفار مکہ نے آپ سے شق قمر کا سوال کیا تھا۔ رات کا وقت تھا۔ چودھویں شب کا چاند طلوع کئے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر یہ معجزہ دکھلا دوں تو ایمان لے آؤ گے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ایمان لے آئیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے دعاء کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا۔ اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر تھا دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر۔ لوگوں نے حیرت سے دیکھا اور ان کے حیرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی آنکھوں کو کپڑے سے پونچھتے تھے اور پھر چاند کی طرف دیکھتے تھے تو صاف دو ٹکرے نظر آتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت فرما رہے تھے۔ اشہدوا اشہدوا یعنی اے لوگو گواہ رہو۔ اے لوگو گواہ رہو۔ کچھ دیر تک چاند اسی طرح رہا اور اس کے بعد پھر جڑ کر ویسا ہی ہو گیا۔ مشرکین نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے دریافت کرو۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام لوگوں پر جادو کر دیں اگر وہ بھی اسی طرح اپنا مشاہدہ بیان کر دیں تو سچ ہے اور وہ اگر یہ کہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا تو سمجھنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر سحر کیا ہے۔ چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا۔ ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ہم نے شق قمر یعنی چاند کو پھٹکر دو ٹکڑے ہونا دیکھا ہے مگر ان شہادتوں کے باوجود بھی معاندین ایمان نہ لائے اور یہ کہا کہ یہ سحر مستمر ہے یعنی عنقریب اس کا اثر زائل ہو جائے گا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ قیامت نزدیک آگئی اور ان مشرکین کی

درخواست پر چاند ٹکڑے ہو گیا جو کہ رسول کے صدق کی ایک نشانی اور قرب قیامت کی ایک علامت ہے اور باوجود اس کے یہ لوگ اپنی ضد پر قائم ہیں چنانچہ اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو کہ ابھی ختم ہوا چاہتا ہے۔

معجزہ شق القمر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہونا قرآن کریم اور احادیث متواتر اور اسانید صحیحہ سے ثابت ہے اور اسی پر تمام سلف وخلف کا اجماع ہے۔ مخالفین اسلام خصوصاً عیسائی اس معجزہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اوّل تو یہ بات محال اور ناممکن الوقوع ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں دوسرے یہ کہ اس واقعہ کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں۔ علمائے کرام نے اس اعتراض کے متعدد جوابات لکھے ہیں لیکن جو جواب شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے وہ بڑا جامع اور مختصر ہے جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔ مولانا لکھتے ہیں:۔ ''جواب یہ ہے کہ آج تک کسی دلیل عقلی سے اس قسم کے واقعہ کا محال اور ناممکن ہونا ثابت نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس طرح اجسام سفلیہ میں کون وفساد عقلاً محال اور ناممکن نہیں اسی طرح اللہ کی قدرت اور مشیت سے اجسام علویہ میں بھی کون وفساد محال نہیں خداوند ذوالجلال کی قدرت کے اعتبار سے آسمان وزمین۔ شمس وقمر۔ شجر وحجر سب برابر ہیں جس خدا نے شمس وقمر کو بنایا ہے وہ خدا ان کو توڑ بھی سکتا ہے اور توڑ کر جوڑ بھی سکتا ہے۔ بہر حال اس قسم کے خوارق کا ظہور قطعاً محال نہیں۔ ہاں مستبعد ضرور ہے اور ہر معجزہ کے لئے مستبعد ہونا ضروری ہے (کیونکہ معجزہ تو نام ہی اس فعل کا ہے جو عام عادت کے خلاف اور عام لوگوں کی قدرت سے خارج حیرت انگیز ہو) رہا یہ امر کہ اس واقعہ کا ذکر تاریخوں میں نہیں تو صدہا اور ہزاروں ایسے عجیب وغریب واقعات ہیں کہ جو وقوع میں آئے مگر تاریخوں میں ان کا ذکر نہیں۔ توریت اور انجیل میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کا کسی تاریخ میں کہیں نام ونشان نہیں۔ نیز شق قمر کا واقعہ رات کا واقعہ ہے جو عموماً لوگوں کے آرام کا وقت ہے اور جو صرف تھوڑی دیر کے لئے رہا اس لئے اگر عام طور پر لوگوں کو اس کا علم نہ ہوا ہو تو تعجب نہیں۔ بسا اوقات چاند اور سورج گہن ہوتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو علم بھی نہیں ہوتا نیز اختلاف مطالع کی وجہ سے بہت مقامات پر اس وقت دن ہوگا اور کسی جگہ آدھی رات ہوگی عموماً لوگ سوتے ہوں گے۔ نیز اس معجزہ سے مقصود فقط اہل مکہ کو دکھلانا اور ان پر حجت قائم کرنا تھا وہ مقصود حاصل ہو گیا۔ تمام عالم کو دکھلانا مقصود بھی نہ تھا۔ نیز کسی شے کا دیکھنا اللہ کے دکھلانے پر موقوف ہے۔ اگر کوئی شے نظروں کے سامنے بھی ہو اور اللہ تعالیٰ نہ دکھلانا چاہیں تب بھی وہ شے نظر نہیں آتی۔ (سیرۃ المصطفیٰ جلد اوّل''۔)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ تاریخوں میں مذکور نہ ہونے سے اس کی تکذیب نہیں ہو سکتی بایں ہمہ ہندوستان کی مشہور و مستند ''تاریخ فرشتہ'' وغیرہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ہندوستان میں مہاراجہ مالیبار کے اسلام کا سبب اسی واقعہ کو لکھتے ہیں کہ مہاراجہ مالیبار نے یہ واقعہ بچشم خود دیکھا اور اپنے روزنامچہ میں لکھوایا۔

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث ومفسر دہلویؒ اپنی تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے راجہ بھوج کی متواتر نقل وہاں کے باشندوں میں مشہور ہے اور غالباً کسی ہندو کی تاریخ میں بھی ہو جو راجہ بھوج کے عہد میں ان کی حکومت کے حالات میں لکھی گئی ہو کہ راجہ نے جو اس وقت اپنے بام کی چھت پر بیٹھا تھا یہ واقعہ شق قمر دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر اپنے علما وفضلا سے پوچھا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ سے یہ معجزہ سرزد ہونا

بحوالہ اپنے علوم متوارث کے بیان کیا جس سے وہ راجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔

الغرض اس زمانہ میں آج کل کی طرح رصد گاہیں وغیرہ اس حد تک ترقی یافتہ نہ تھیں کہ آسمان میں پیش آنے والے ہر واقعہ کا نوٹس لیتیں اور اس کو ریکارڈ پر محفوظ کر لیتیں۔ بہر حال اس معجزہ کی توثیق قرآن کریم سے ہوتی ہے اور صحیح احادیث سے بھی بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ اہل مکہ (کفار) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ ان کو کوئی بڑا نشان دکھایا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چاند کا پھٹنا دکھلایا۔ اس کے دو ٹکڑے تھے کوہ حرا ان دونوں کے درمیان تھا۔ اجلہ صحابہ میں سے تین بزرگوں یعنی حضرت علیؓ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت جبیر بن مطعمؓ کی شہادت شق قمر کی چشم دید ہے۔

الغرض یہاں اللہ تعالیٰ دنیا کے خاتمہ کی اور قیامت کے قرب کی اطلاع دیتے ہیں۔ اور حقیقۃً قیامت کے نزدیک ہونے میں شبہ بھی کیا ہے۔ اول تو جب ایک انسان مرا اس کی انفرادی قیامت تو اسی وقت سے شروع ہو گئی۔ رہی اجتماعی قیامت تو جب وہ یقینی ہے اور لازمی ہے تو پھر اس کی دوری کو بھی نزدیک ہی سمجھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرب قیامت کا یقین کامل عطا فرمائیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرا آنا اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں اور بھی چند روایات حدیث میں آپ کا قیامت کے قریب ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک بڑی علامت قیامت کی یہ بھی ہے کہ آپ کے معجزہ کے طور پر چاند کے دو ٹکڑے ہو کر الگ الگ ہو جاویں گے پھر باہم جڑ جاویں گے۔

آگے منکرین کے متعلق مضمون ہے کہ جو اس معجزہ شق القمر کو بھی دیکھ کر تکذیب پر جمے رہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! قرآن و حدیث کی تمام بتلائی ہوئی باتوں پر ہمیں یقین کامل اور ایمان صادق نصیب فرما۔ اور دین کی باتوں سے منہ پھیر لینا اور مکر جانا اور ان کو ٹال دینا جو کفار نہ خصلت ہیں اس سے ہمیں محفوظ فرما۔

یا اللہ! آپ نے تو اپنے کلام پاک میں فرما دیا کہ قیامت نزدیک آ پہنچی مگر ہم کفار و مشرکین اور منکرین کو کیا کہیں ہمیں تو رونا اپنے اہل اسلام کے لئے ہے جو قیامت و آخرت سے بالکل غافل اور نڈر ہو کر دنیا میں زندگی گذار رہے ہیں۔ اور شب و روز معاصی اور منکرات میں مشغول ہیں۔ یا اللہ! قرب قیامت کا ہم کو وہ خوف و خشیت عطا فرما جو ہمارے دلوں سے آخرت کی طرف سے غفلت اور لاپروائی کو دور کر دے اور ہمہ وقت آخرت کا فکر ہم کو نصیب ہو جائے۔

یا اللہ! اولیاء اللہ کی کرامات اور انبیائے کرام کے معجزات جو حق ہیں ان پر ہمیں یقین صادق عطا فرما اور ان کی طرف سے کوئی شک و شبہ و خطرہ ہمارے دلوں میں نہ آنے دے۔ یا اللہ! موجودہ زمانہ جو منکرات اور ممنوعات سے لبریز ہے ہمیں اسلام حقیقی پر استقامت کاملہ نصیب فرما۔ اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنہ سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝٣ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ

ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آجاتا ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس (تو امم ماضیہ کی بھی) خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں کہ ان میں (کافی) عبرت ہو۔

مُزْدَجَرٌ ۝٤ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝٦

یعنی اعلیٰ درجہ کی دانشمندی (حاصل ہوسکتی) ہے۔ سو خوف دلانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں دیتیں۔ تو آپ ان کی طرف سے خیال نہ کیجئے جس روز ایک بلانے والا فرشتہ

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝٧ مُّهْطِعِيْنَ

(ان کو) ایک ناگوار چیز کی طرف بلاوے گا۔ اُن کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی (اور) قبروں سے اس طرح نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے۔ (اور پھر نکل کر)

اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝٨

بلانے والے کی طرف دوڑے چلے جارہے ہوں گے، کافر کہتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے۔

وَكَذَّبُوْا اور انہوں نے جھٹلایا	وَاتَّبَعُوْٓا اور پیروی کی	اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات	وَكُلُّ اَمْرٍ اور ہر کام	مُّسْتَقِرٌّ وقت مقرر	وَلَقَدْ جَآءَهُمْ اور تحقیق آگئی ان کے پاس		
مِّنَ سے	الْاَنْۢبَآءِ (جمع) خبریں	مَا فِيْهِ جس میں	مُزْدَجَرٌ ڈانٹ (عبرت)	حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ حکمت بالغہ (کامل دانشمندی)	فَمَا تُغْنِ تو نہ فائدہ دیا		
النُّذُرُ ڈرانیوالے	فَتَوَلَّ سو تم منہ پھیرلو	عَنْهُمْ ان سے	يَوْمَ جس دن	يَدْعُ بلائے گا	الدَّاعِ ایک بلانے والا	اِلٰى طرف	شَيْءٍ نُّكُرٍ شے ناگوار
خُشَّعًا جھکی ہوئی	اَبْصَارُهُمْ ان کی آنکھیں	يَخْرُجُوْنَ وہ نکلیں گے	مِنَ الْاَجْدَاثِ قبروں سے	كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ	جَرَادٌ ٹڈیاں	مُّنْتَشِرٌ پراگندہ	
	مُّهْطِعِيْنَ لپکتے ہوئے	اِلَى الدَّاعِ پکارنے والے کی طرف	يَقُوْلُ کہیں گے	الْكٰفِرُوْنَ کافر (جمع)	هٰذَا یہ	يَوْمٌ عَسِرٌ بڑا سخت دن	

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں سورۃ کی ابتدا قیامت کے ذکر سے فرمائی گئی تھی کہ قیامت کو بس آیا ہی سمجھو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے چاند کا پھٹ جانا یہ ایک نمونہ اور نشانی ہے قیامت کی کہ آگے سب کچھ یونہی پھٹے گا اور مٹے گا۔ منکرین وکفار کو چاہئے تو یہ تھا کہ ایسا عظیم الشان معجزہ دیکھ کر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آتے مگر ان کفار کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو یہ کہہ کر کہ یہ جادو ہے اس کو ٹال دیتے ہیں۔ اب آگے ان آیات میں انہی منکرین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ قرآن کے ذریعہ سے ہر قسم کے احوال اور تباہ شدہ قوموں کے واقعات ان منکرین کو بتلائے جا چکے ہیں جن میں اگر غور وفکر کریں تو ان سے اعلیٰ درجہ کی دانشمندی اور کافی عبرت حاصل ہوسکتی ہے قرآن کریم پوری حکمت اور عقل کی باتوں کا مجموعہ ہے۔ کوئی ذرا نیک نیتی سے توجہ کرے تو دل میں اس کی نصیحتیں اترتی چلی جائیں مگر افسوس کہ اتنے سامان ہدایت کی موجودگی میں بھی ان منکرین پر کچھ اثر نہیں ہوتا اور کوئی نصیحت وفہمائش ان کو کام نہیں دیتی۔ کتنا ہی سمجھاؤ کان پر جوں تک نہیں رینگتی لہٰذا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے سنگدل بدبختوں کو منہ نہ لگائیے۔ آپ فرض تبلیغ ودعوت پوری طرح ادا کر چکے۔ اب زیادہ ان کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں۔ یہ اس وقت ماننے والے نہیں۔ یہ تو قیامت کو دیکھ کر ہی مانیں گے جس روز ایک پکارنے والا فرشتہ مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں پکاریں گے کہ چلو میدان حشر کی طرف اس وقت خوف اور ہیبت کے مارے ذلت وندامت کے ساتھ یہ منکرین آنکھیں جھکائے ہوں گے کیونکہ قبروں سے نکلتے ہی انہیں محسوس ہو جائے گا کہ یہ وہی دوسری زندگی ہے جس کا ہم انکار کرتے تھے اور جس کے لئے ہم کوئی تیاری کر کے نہیں آئے اور اب ہم کو مجرم کی حیثیت سے پیش ہونا ہے چنانچہ تمام اگلے پچھلے قبروں سے نکل کر ٹڈی دل کی طرح پھیل پڑیں گے اور خداوند قدوس کی عدالت میں حاضری دینے کے لئے تیزی

کے ساتھ دوڑتے ہوں گے۔ یہاں انسانوں کے قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف جانے کی مثال ٹڈی دل سے دی گئی ہے۔ انسانوں کے اس انبوہ عظیم کی قریب ترین مثال جو اس دنیا میں دی جا سکتی ہے وہ ٹڈی دل ہی کی ہے۔ بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ ٹڈی دل جب کبھی اپنی پوری قوت کے ساتھ ظہور پذیر ہوتا ہے تو ساری فضائے آسمانی پر میلوں بلکہ منزلوں تک ٹڈیوں کے دل کے بادل تہ بتہ چھا جاتے ہیں اور دن کی روشنی ماند ہو کر تاریکی پھیل جاتی ہے۔ مبصرین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مشرقی افریقہ میں جب ٹڈی دل پوری قوت کے ساتھ آیا ہے تو عرض میں تین میل اور طول میں ساٹھ میل تک تھا اور ٹڈیوں کی تعداد کا تخمینہ اس وقت سو کھرب یا ایک نیل (.................1) کا کیا گیا اور بعض دل اس سے بھی بڑے بڑے مشاہدہ میں آ چکے ہیں (تفسیر ماجدی۔ سورہ قمر)

پھر یہاں جو آیت میں قبروں سے نکلنا فرمایا گیا ہے تو اس سے مراد زمین میں کھود کر جو قبر بنائی جاتی ہے وہ قبر مراد نہیں ہے بلکہ عالم قبر مراد ہے اور جو مرنے کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔ جس کو عالم برزخ یا عالم مثال بھی کہتے ہیں اور جو عالم آخرت شروع ہونے تک قائم رہے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص جہاں بھی مرا ہوگا اور جس جگہ اس کی خاک پڑی ہوگی وہیں سے وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوگا۔ تو کفار منکرین اس دن یعنی یوم حشر کے ہولناک احوال اور اپنے جرائم کا تصور کر کے کہیں گے کہ یہ دن بڑا سخت آیا ہے دیکھو اب کیا گزرے گی۔

اب یہاں یہ غور کیجئے کہ منکرین و مکذبین کی بدخصلت جو اس جگہ ظاہر فرمائی گئی وہ و اتبعوا اھواءھم فرمائی گئی یعنی انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی تو معلوم ہوا کہ نفسانی خواہشات کی پیروی کتنا شدید جرم ہے کہ ایک کافر مشرک کا کفر و شرک پر جمے رہنا۔ اسی اتباع ہوئی کی بدولت ہوا۔ ھویٰ یعنی خواہشات نفس اور اس کے مقابل ھدیٰ یعنی انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی ہدایات یہی دو چیزیں ہیں جن پر خیر و شر کے سارے سلسلہ کی بنیاد ہے اور جس سے انسانوں کی سعادت یا شقاوت وابستہ ہے۔ ہر گمراہی اور بدعملی اتباع ھویٰ کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح ہر خیر و نیکی اتباع ھدیٰ سے پیدا ہوتی ہے۔ تو جہاں کافروں کے لئے اتباع ھویٰ مہلک ہے وہیں اہل اسلام کے لئے اتباع ہوئی ایمان کو پامال کرنے والی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی ہوائے نفس میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہو جائے مطلب یہ ہے کہ حقیقی ایمان جب ہی حاصل کر سکتا ہے اور ایمانی برکات تب ہی نصیب ہو سکتی ہیں کہ آدمی کے نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر ہدایات نبویؐ کے تابع و ماتحت ہو جائیں۔ تو اتباع ہوٰی ایسی بری چیز ہے کہ نہ صرف کافر و مشرک کو کفر و شرک کی دلدل میں پھنسائے رکھتی ہے۔ بلکہ ایک مومن کو بھی حقیقی ایمان سے محروم رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری حالتوں پر رحم فرمائے اور ہمیں بھی اپنی حالتوں پر غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ آیا ہماری اکثریت اتباع ہوٰی کا شکار ہے اور نفسانی خواہشات کے جال میں پھنسی ہوئی ہے یا اتباع ھدیٰ پر گامزن ہے اور ہدایات نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تابع و ماتحت اپنا شب و روز گزار رہی ہے۔ ملک اور قوم کی حالت سے ہر فرد خوب واقف ہے۔ خود ہی فیصلہ کر لے۔ تفصیل عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب بتایئے اتباع تو ہو ھوٰی کا اور انجام و نتیجہ ہم چاہیں اتباع ھدیٰ کا تو اس کم عقلی کا بھی کچھ ٹھکانا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ہی اس ملک اور قوم کو اتباع ہوٰی کی دلدل سے نکالنے والے ہیں۔

اب آگے بتلایا جاتا ہے کہ اتباع ہوٰی میں پھنس کر جو کفر و شرک اور نافرمانی و سرکشی میں گرفتار رہتے ہیں وہ آخرت میں تو اس کا نتیجہ بھگتیں گے ہی لیکن ایسی نافرمان و سرکش قوم کو دنیا میں بھی سخت حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر چند گذشتہ نافرمان اقوام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ

ان لوگوں سے پہلے قوم نوحؑ نے تکذیب کی۔ یعنی ہمارے بندے (خاص نوحؑ) کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ مجنون ہے اور نوحؑ کو دھمکی دی گئی۔ تو نوحؑ نے اپنے رب سے دعاء کی کہ میں درماندہ ہوں

فَانْتَصِرْ ﴿١٠﴾ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ﴿١١﴾ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ

سو آپ (ان سے) انتقام لے لیجئے۔ پس ہم نے کثرت سے برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے پھر (آسمان اور زمین کا) پانی

عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿١٢﴾ وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ﴿١٣﴾ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ

اس کام کے (پورا ہونے کے) لئے مل گیا جو (علم الٰہی میں) تجویز ہو چکا تھا۔ اور ہم نے نوحؑ کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر جو کہ ہماری نگرانی میں رواں تھی (مع مومنین کے) سوار کیا۔

كَانَ كُفِرَ ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿١٥﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ

یہ سب کچھ اس شخص کا بدلہ لینے کیلئے کیا جس کی بے قدری کی گئی تھی۔ اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کے واسطے رہنے دیا، کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ پھر (دیکھو) میرا عذاب

يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿١٧﴾

اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	قَوْمُ نُوحٍ قوم نوح	فَكَذَّبُوا تو انہوں نے جھٹلایا	عَبْدَنَا ہمارے بندے	وَقَالُوا اور انہوں نے کہا	مَجْنُونٌ دیوانہ
وَازْدُجِرَ اور ڈرایا دھمکایا گیا	فَدَعَا پس اس نے پکارا	رَبَّهُ اپنا رب	أَنِّي کہ میں	مَغْلُوبٌ مغلوب	فَانْتَصِرْ پس میرا انتقام لے	فَفَتَحْنَا تو ہم نے کھولدیئے
أَبْوَابَ السَّمَاءِ آسمان کے دروازے	بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ کثرت سے برسنے والے پانی سے	وَفَجَّرْنَا اور ہم نے جاری کر دیئے	الْأَرْضَ زمین	عُيُونًا چشمے		
فَالْتَقَى پس مل گیا	الْمَاءُ پانی	عَلَىٰ أَمْرٍ اس کام پر	قَدْ قُدِرَ (جو) مقرر ہو چکا تھا	وَحَمَلْنَاهُ اور ہم نے سوار کیا اسے	عَلَىٰ پر	ذَاتِ أَلْوَاحٍ تختوں والی
وَدُسُرٍ اور کیلوں والی	تَجْرِي چلتی تھی	بِأَعْيُنِنَا اپنی آنکھوں کے سامنے	جَزَاءً بدلہ	لِمَنْ اس کیلئے جس	كَانَ كُفِرَ ناقدری کی گئی	
وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا اور تحقیق ہم نے اسے رہنے دیا	آيَةً ایک نشانی	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُدَّكِرٍ کوئی نصیحت پکڑنے والا	فَكَيْفَ كَانَ پس کیسا ہوا		
عَذَابِي میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	وَلَقَدْ يَسَّرْنَا اور تحقیق ہم نے آسان کیا	الْقُرْآنَ قرآن	لِلذِّكْرِ نصیحت کیلئے	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُدَّكِرٍ کوئی نصیحت پکڑنے والا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منکرین ومکذبین کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے دن ہولناک احوال اور اپنے جرائم کا تصور کر کے منکرین کہیں گے کہ یہ دن بڑا سخت آیا ہے دیکھئے اب کیا گزرے گی؟ اسی سلسلہ میں آگے بتلایا جاتا ہے کہ منکرین کے لئے قیامت اور آخرت کا عذاب تو اپنے وقت پر ضرور آئے گا لیکن بہت سے منکرین ومکذبین کے لئے عذاب آخرت سے قبل دنیا ہی میں ایک سخت دن آ چکا ہے چنانچہ مثال کے طور پر پچھلی قوموں میں سے قوم نوح' عاد' ثمود۔ قوم لوط اور آل فرعون کا حال مختصراً الفاظ میں بیان کر کے جتلایا گیا کہ خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تعلیمات کو جھٹلا کر یہ قومیں کس درد ناک عذاب سے دو چار ہوئیں اور ہر قوم کے قصہ اور انجام کو بیان کرنے کے بعد یہ بات دہرائی گئی ہے کہ یہ قرآن نصیحت کا آسان ذریعہ ہے جس سے اگر کوئی سبق لے کر راہ راست پر آ جائے اور اس کی تعلیمات واحکام کو مان لے تو ان عذابوں کی نوبت نہیں آ سکتی جو ان قوموں پر نازل ہوئے اس طرح پچھلی قوموں کی عبرتناک تاریخی مثالیں دینے کے بعد کفار مکہ کو اخیر

میں خطاب کر کے فرمایا گیا کہ جس طرز عمل پر دوسری قومیں سزا پا چکی ہیں اور دنیا میں تباہ ہو چکی ہیں وہی طرز عمل یعنی انکار و تکذیب اگر تم نے اختیار کیا تو تم کو بھی وہی سزا ملے گی۔ یہاں پہلے قوم نوح کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان کفار مکہ سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم انکار و تکذیب کر چکی ہے اور قیامت و آخرت کو جھٹلا چکی ہے اور اپنے نبی اور ان کی تعلیم کو ماننے سے انکار کر چکی ہے اور محض نبی اور اس کی تعلیم سے انکار و تکذیب ہی نہیں برتا بلکہ الٹا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے منکرین نے دیوانہ قرار دیا۔ دھمکیاں دیں۔ لعنت ملامت کی۔ برا بھلا کہا اور نوح علیہ السلام کو تبلیغ دین سے باز رکھنے کی کوشش کی اور ان کا جینا دوبھر کر دیا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعض لوگ جب حضرت نوح علیہ السلام کو کہیں پاتے تو بعض اوقات ان کا گلا گھونٹ دیتے تھے یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو جاتے پھر جب افاقہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے۔ یا اللہ میری قوم کو معاف کر دے وہ حقیقت سے ناواقف ہیں۔ ساڑھے نو سو برس قوم کی ایسی ایذاؤں کا جواب دعاؤں سے دے کر اور سینکڑوں برس ہر طرح سمجھانے بجھانے پر بھی جب قوم کے منکرین نہ سمجھے تو نوح علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میں ان سے عاجز آ چکا ہوں۔ ہدایت اور فہمائش کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اب آپ ہی اپنے دین کا اور پیغمبر کا بدلہ لیجئے اور زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑیئے۔ حق تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور اس قدر پانی ٹوٹ کر برسا کہ گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور نیچے سے زمین کے پردے پھٹ پڑے اور اتنا پانی ابلا کہ گویا ساری زمین چشموں کا مجموعہ بن کر رہ گئی پھر اوپر اور نیچے کا یہ سب پانی مل کر اس کام کے لئے اکٹھا ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پہلے سے مقدر ہو چکا تھا یعنی قوم نوح کے کفار منکرین کی ہلاکت و غرقابی۔ ادھر اس ہولناک طوفان کے وقت نوح علیہ السلام کی کشتی جو طوفان آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے موافق نوح علیہ السلام نے بنائی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں نہایت امن چین سے چلتی رہی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کفار و منکرین نے حضرت نوح علیہ السلام کی بے قدری کی اور اللہ کی باتوں کا انکار کیا یہ غرقابی اور ہلاکت اس کی سزا ملی۔ اب اس واقعہ پر نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ سوچنے اور غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس واقعہ میں عبرت کی نشانیاں ہیں۔ منکرین نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کیسا ہولناک اور اس کا ڈرانا کس قدر سچا ہے۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ اس قرآن پاک سے نصیحت حاصل کرنا بالکل آسان ہے کیونکہ جو مضامین ترغیب و ترہیب اور وعظ و تلقین کے اس میں بیان کئے گئے ہیں وہ بالکل صاف۔ سہل اور موثر ہیں پر کوئی سوچنے سمجھنے کا ارادہ کرے تو سمجھے۔

اب یہاں قوم نوحؑ پر دنیا میں غرقابی کی ہلاکت کا عذاب بیان فرما کر جو اخیر میں **فھل من مدّکر o** فرمایا یعنی ہے کوئی اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرنے والا؟ مطلب یہ کہ اس واقعہ سے ہر ایک کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے۔ اب کفار و مشرکین اور منکرین و مکذبین کے لئے تو ایک نصیحت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی مخالفت نافرمانی اور تکذیب اور انکار سے باز آ جاؤ۔ اور دیکھو نوح علیہ السلام کی قوم باز نہ آئی تو نتیجہ میں دنیا ہی میں ہلاک تباہ و برباد ہوئی۔ اور ایک دوسری نصیحت **جزاء لمن کان کفر o** کے جملہ سے دی جاتی ہے کہ یہ سب کچھ یعنی قوم نوح کی تباہی بربادی اور ہلاکت اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا گیا جس کی بے قدری کی گئی تھی جس کا انکار کیا گیا تھا یعنی نوح علیہ السلام کے لئے انتقام اور بدلہ لیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ اپنے مقبولین کے لئے انتقام لیتے ہیں لہٰذا ان کی نافرمانی اور مخالفت کر کے ان کو ایذاء ہرگز نہ دینا چاہئے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے انتقام اور غضب کو دعوت دینا ہے۔ اب یہ تو کفار و مشرکین اور منکرین و مکذبین کے لئے نصیحتیں ہیں۔ مگر کیا اس میں کوئی نصیحت ان کے لئے بھی ہے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ کہہ کر قرآنی احکام سے نہ صرف انحراف اور اعراض ہے بلکہ بغاوت اور کھلم کھلا مخالفت ہے؟ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ رکھنے کے باوجود خدائی احکام کو دن رات ٹھکرا رہے ہیں؟ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم کر کے آپ کی شریعت۔ آپ کی ہدایت آپ کی تعلیم سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس طرح اللہ کے رسول کی بے قدری کر کے ایک درجہ میں آپ کی ایذا دہی کے مرتکب بھی ہو رہے ہیں۔ کیا خداوند قدوس کا فرمان فکیف کان عذابی ونذر ٥ (پھر دیکھو میرا عذاب اور ڈرانا اور مجرم قوم سے انتقام لینا کیسا ہوا؟) آج اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کی کتاب کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے کوئی ڈر اور خوف پیدا کرنے کی چیز نہیں؟ مولائے کریم ہماری حالتوں پر رحم فرما دیں۔ اور نافرمان قوموں کے عبرتناک انجام سے ہمیں سبق و نصیحت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں۔

دیکھئے یہاں ایک عبارت بہت ہی ڈرتے ہوئے اور کانپتے ہوئے دل سے حضرت اقدس حکیم الامتہ۔ مجدد الملتہ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کی مشہور تفسیر بیان القرآن سے نقل کرتا ہوں جو آٹھویں پارہ سورہ اعراف کی ایک آیت کے تحت حضرت رحمتہ اللہ نے لکھی ہے۔ ذرا غور سے ملاحظہ ہو۔ حضرت والا لکھتے ہیں۔

''جیسے قلب سے تکذیب کرنا کفر ہے اسی طرح زبان سے تکذیب کرنا اور برتاؤ میں مخالفت و عداوت انبیاء سے کرنا بھی کفر ہے خوب سمجھ لو''۔ (بیان القرآن سورہ اعراف صفحہ ۳۲۱) اللہ تعالیٰ ہی ہمارے قلب اور زبان اور برتاؤ و طرز عمل کی حفاظت فرمائیں اور ہمیں اسلام صادق نصیب فرمائیں۔

اب آگے دوسری نافرمان انکار و تکذیب کرنے والی قوم عاد کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جب ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی اور ہم کو خاتم الانبیاء سردار انبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا ہے تو ہمیں ان نعمتوں کی سچی قدردانی کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔ اور نافرمان قوموں کی طرح اللہ کے رسول اور اس کی کتاب کی بے قدری سے بچنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ نافرمان قوموں کے واقعات سے ہم کو نصیحت و عبرت عطا فرما اور اپنی اور اپنے رسول پاک ﷺ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں اپنے عذاب سے دنیا و آخرت دونوں جہان میں پناہ بخشئے اور ہم کو اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ

عاد نے (بھی اپنے پیغمبر کی) تکذیب کی سو میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک تند ہوا بھیجی ایک دوامی نحوست کے دن میں۔

نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي

وہ ہوا لوگوں کو اس طرح اُکھاڑ اُکھاڑ پھینکتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔ سو (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔

وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوا أَبَشَرًا

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ ثمود نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی۔ اور کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کا اتباع کریں گے،

مِنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ

جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور (بلکہ) جنون میں پڑ جاویں۔ کیا ہم سب میں سے (منتخب ہوکر) اسی پر وحی نازل ہوئی ہے (ہرگز ایسا نہیں) بلکہ یہ بڑا جھوٹا

أَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿٢٦﴾ إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ

اور بڑا شیخی باز ہے۔ ان کو عنقریب (مرتے ہی) معلوم ہوجائے گا کہ جھوٹا (اور) شیخی باز کون تھا۔ ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں ان کی آزمائش کیلئے سو ان کو دیکھتے بھالتے رہنا

وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى

اور صبر سے بیٹھے رہنا۔ اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی (کنویں کا) ان میں بانٹ دیا گیا ہے، ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے گا۔ سو انہوں نے اپنے رفیق کو بلایا سو اس نے (اونٹنی پر وار کیا

فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ

اور مار ڈالا۔ سو (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک ہی نعرہ (فرشتہ کا) مسلط کیا سو وہ (اس سے) ایسے ہوگئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے (کی باڑ) کا چورا۔

الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت کرنے والا ہے۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	عَادٌ عاد	فَكَيْفَ تو کیسا	كَانَ ہوا	عَذَابِي میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	إِنَّا أَرْسَلْنَا بیشک ہم نے بھیجی	عَلَيْهِمْ ان پر	رِيحًا ہوا
صَرْصَرًا تیز	فِي میں	يَوْمِ نَحْسٍ نحوست کے دن	مُسْتَمِرٍّ چلتی گئی	تَنْزِعُ وہ اکھاڑ دیتی (پھینکتی)	النَّاسَ لوگ	كَأَنَّهُمْ گویا کہ وہ	أَعْجَازُ تنے	
نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ جڑ سے اُکھڑی ہوئی کھجور	فَكَيْفَ سو کیسا	كَانَ ہوا	عَذَابِي میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق			
يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ ہم نے آسان کردیا قرآن	لِلذِّكْرِ نصیحت کیلئے	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُدَّكِرٍ کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا	كَذَّبَتْ ثَمُودُ جھٹلایا ثمود نے				
بِالنُّذُرِ ڈرانیوالوں کو	فَقَالُوا پس انہوں نے کہا	أَبَشَرًا کیا ایک بشر	مِنَّا اپنے میں سے	وَاحِدًا ایک	نَتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا ہم پیروی کریں اسکی بیشک ہم اس صورت میں			
لَفِي ضَلَالٍ البتہ گمراہی میں	وَسُعُرٍ اور دیوانگی	أَأُلْقِيَ کیا ڈالا (نازل) کیا گیا	الذِّكْرُ ذکر (وحی)	عَلَيْهِ اس پر	مِنْ بَيْنِنَا ہمارے درمیان (ہم میں سے)			
بَلْ هُوَ بلکہ وہ	كَذَّابٌ بڑا جھوٹا	أَشِرٌ خود پسند	سَيَعْلَمُونَ وہ جلد جان لیں گے	غَدًا کل	مَنِ کون	الْكَذَّابُ بڑا جھوٹا	الْأَشِرُ خود پسند	إِنَّا بیشک ہم

مُرْسِلُوا بھیجنے والے	النَّاقَةِ اونٹنی	فِتْنَةً آزمائش	لَّهُمْ ان کیلئے	فَارْتَقِبْهُمْ سو تو انتظار کر ان کا	وَاصْطَبِرْ اور صبر کر	وَنَبِّئْهُمْ اور انہیں خبر دے	
اَنَّ الْمَآءَ کہ پانی	قِسْمَةٌ تقسیم کردیا گیا	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	كُلُّ ہر	شِرْبٍ پینے کی باری	مُّحْتَضَرٌ حاضر کیا گیا (حاضر ہونا)	فَنَادَوْا تو انہوں نے پکارا	
صَاحِبَهُمْ اپنے ساتھی کو	فَتَعَاطٰى سو اس نے دست درازی کی	فَعَقَرَ اور کونچیں کاٹ دیں	فَكَيْفَ تو کیسا	كَانَ ہوا	عَذَابِيْ میرا عذاب	وَ اور	نُذُرِ میرا ڈرانا
اِنَّآ اَرْسَلْنَا بیشک ہم نے بھیجی	عَلَيْهِمْ ان پر	صَيْحَةً چنگھاڑ	وَّاحِدَةً ایک	فَكَانُوْا سو وہ ہوگئے	كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ طرح سوکھی روندی ہوئی باڑ لگانے والا		
وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق	يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ ہم نے آسان کیا قرآن	لِلذِّكْرِ نصیحت کیلئے	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ اس قوم نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی اور ان کا کہنا ماننے سے انکار کیا۔

اب آگے دوسرا اور تیسرا واقعہ قوم عاد اور قوم ثمود کی نافرمانی اور اس کا انجام سنا کر منکرین کو ڈرایا اور سمجھایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو عاد نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کی باتوں کو جھٹلایا پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا کا عذاب بھیجا اور ایسا سخت آندھی کا طوفان آیا کہ ہوا نے آدمیوں کو اٹھا اٹھا کر دے پٹکا اور قوم عاد کے لحیم شحیم۔ موٹے تازے اور لمبے تڑنگے ایسے نظر آتے تھے جیسے کھجور کا تنہ جڑ سے اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا جائے۔ سورہ الحاقہ ۲۹ ویں پارہ میں فرمایا گیا کہ ہوا کا یہ طوفان مسلسل سات رات اور آٹھ دن جاری رہا جس نے عاد کو نیست نابود کر کے رکھ دیا۔ اس واقعہ کو بیان کر کے جتلایا جاتا ہے کہ دیکھ لو کیسا تھا اللہ تعالیٰ کا عذاب اور کیسا تھا اس کا ڈرانا۔ اس سے عبرت حاصل کرو اور قرآن سے نصیحت حاصل کرو۔ اور قرآن سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہے بشرطیکہ کوئی نصیحت سننے اور ماننے کے لئے تیار ہو۔ قوم عاد کے بعد قوم ثمود کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ اس قوم نے بھی سرکشی کی اور اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ ان کی باتوں کو جھٹلایا اور جب حضرت صالح علیہ السلام نے سمجھایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ کو مانو اور میرا کہنا سنو تو قوم کے لوگ کہنے لگے کہ کیا خوب ہمارے ہی جیسا آدمی اور وہ بھی بے یار و مددگار۔ نہ کوئی اس کے ساتھ جتھا۔ نہ لاؤ لشکر۔ ایسے بے حیثیت آدمی کی بات مانیں تو کیا ہماری عقل ماری گئی ہے۔ کوئی آسمان کا فرشتہ ہوتا۔ یا سردار مالدار یا بادشاہ ہوتا تو ایک بات بھی تھی۔ کیا ہم میں بس ایک یہی رہ گیا تھا کہ جس کو ہمارا سمجھانے والا مقرر کیا گیا۔ کیا پیغمبری کے لئے بس یہی رہ گیا تھا؟ کچھ نہیں سب جھوٹ ہے۔ خوامخواہ کی بڑائی مارتا ہے کہ خدا نے مجھے اپنا رسول بنا دیا اور ساری قوم کو میری اطاعت کا حکم دیا ہے۔ (معاذ اللہ۔ معاذ اللہ) منکرین و مکذبین کے ان اقوال پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ دونوں فریق میں جھوٹا اور بڑائی مارنے والا کون ہے۔ پھر قوم کے لوگوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا کہ پتھر کی چٹان سے اونٹنی پیدا ہو۔ اس پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ہم ان کی فرمائش کے مطابق پتھر سے اونٹنی نکال کر بھیجتے ہیں اس کے ذریعہ سے جانچا جائے گا کہ کون اللہ ورسول کی بات مانتا ہے اور کون نہیں مانتا۔ پس اے پیغمبر یعنی حضرت صالح علیہ السلام آپ صبر سے ان کی حالت دیکھتے رہیں کہ ان کی نافرمانی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اور ان کی گت بننے والی ہے اور ان لوگوں کو جب اونٹنی پیدا ہو بتلا دینا کہ پانی پلانے کی باری مقرر کر لو۔ ایک دن قوم کے مویشی پئیں گے دوسرے دن یہ اونٹنی پئے گی۔ پھر باری کا خیال رکھا جائے۔ الغرض قوم ثمود کے مالداروں کو یہ بات ناگوار گزری اور سازش ہوئی کہ یہ باری کا جھگڑا اور پابندی ختم کی جائے۔ آخر ایک شخص ان میں سے آمادہ ہو گیا کہ اونٹنی کو ختم کیا جائے چنانچہ اس کمبخت نے اونٹنی پر وار کیا اور اس کو مار ڈالا۔ جس پر عذاب خداوندی ان پر نازل ہوا اور ایک زور کی چنگھاڑ ہوئی

اور سارے ثمودی جو ایمان نہ لائے تھے سب اس آواز سے ہلاک ہو گئے۔ قوم ثمود کے واقعہ کو سنا کر اخیر میں پھر وہی تنبیہ و نصیحت ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے اور قرآن سے نصیحت حاصل کرنا چاہئے اور اس سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہے بشرطیکہ کوئی سوچنا سمجھنا چاہے۔

الغرض یہ عاد و ثمود کے قصے بھی اسی لئے سنائے گئے کہ اپنے پیغمبر کی نافرمانی کر کے اور سرکشی برت کے گذشتہ قومیں کس طرح ہلاکت۔ تباہی و بربادی سے دنیا ہی میں دوچار ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ اس امت مسلمہ کو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نام ہی ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا اور نافرمانی اطاعت کی ضد ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا خاصہ ہی انسان کے لئے تباہ کن ہے۔ اور آج جو یہ امت باوجود اللہ اور اس کے رسول نبی رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمانی کے دنیا میں قائم ہے یہ محض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے امت کے ساتھ شفقت اور دعا کا صدقہ ہے کیونکہ احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ میری ساری امت کسی عذاب عام سے ہلاک نہ فرمائی جائے گذشتہ امتوں کی طرح اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت بھی سنادی کہ میرے خدا نے میری یہ دعا قبول فرمالی۔ اس بنا پر یہ امت عذاب عام سے دنیا میں بچی ہوئی ہے اور آئندہ بچی رہے گی۔ مگر آخرت کا معاملہ جدا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے۔ صحابہ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے۔ آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا۔

حضرت علامہ مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب ''ترجمان السنہ'' میں اس حدیث شریف کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ انکار دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ زبان سے انکار کرے۔ ایسا منکر تو کافر ہے اور کبھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ دوسرا یہ کہ زبان سے اقرار کرتا ہے مگر اپنے طرز عمل میں کھلے منکر کے مشابہ ہے یہ گو اقرار کر رہا ہے مگر جب نافرمانی کرنے میں زبان سے انکار کرنے والے کے برابر ہے تو ایک نظر میں یہ بھی گویا منکر ہے۔ لہٰذا اسے بھی ان منکرین کے ساتھ کچھ دن رہنا ہوگا گو اپنے قلبی اقرار کی وجہ سے پھر نجات ہو جائے۔ رسول کے لائے ہوئے دین کو ماننا ایمان ہے اور اس کی اطاعت کرنا قلبی ایمان کی علامت ہے۔ نافرمان اور منکر صورت میں یکساں ہیں'' (ترجمان السنہ۔ جلد اول صفحہ ۳۴۲)

اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اطاعت نصیب فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح کی نافرمانی سے قول میں۔ فعل میں۔ ظاہر میں باطن میں کامل طور پر بچائیں۔

اب قوم عاد و ثمود کے بعد چوتھا قصہ لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نافرمان قوموں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچائیں۔ قرآن پاک کی نصیحتوں کو دل وجان سے اپنانے اور اُن پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِّعْمَةً

قوم لوطؑ نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی۔ ہم نے اُن پر پتھروں کا مینہ برسایا، بجز متعلقین لوطؑ کے (یعنی بجز مومنین کے) کہ ان کو اخیر شب میں بچا لیا۔ اپنی جانب سے

مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ

فضل کر کے جو شکر کرتا ہے ہم اُسے ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ اور (قبل عذاب آنے کے) لوطؑ نے اُن کو ہمارے دار و گیر سے ڈرایا تھا انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کئے۔

رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً

اور ان لوگوں نے لوطؑ سے ان کے مہمانوں کو بارادۂ بد لینا چاہا، سو ہم نے اُن کی آنکھیں چوپٹ کر دیں کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ اور (پھر) صبح سویرے ان پر

عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾

عذاب دائمی آ پہنچا۔ کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے

كَذَّبَتْ جھٹلایا	قَوْمُ لُوْطٍ لوط کی قوم نے	بِالنُّذُرِ ڈرانیوالے (رسول)	اِنَّا بیشک ہم	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجی	عَلَيْهِمْ ان پر	حَاصِبًا پتھر برسانے والی آندھی
اِلَّآ سوائے	اٰلَ لُوْطٍ لوط کے اہل خانہ	نَجَّيْنٰهُمْ ہم نے بچالیا انہیں	بِسَحَرٍ صبح سویرے	نِّعْمَةً فضل فرما کر	مِّنْ عِنْدِنَا اپنی طرف سے	كَذٰلِكَ اسی طرح
نَجْزِیْ ہم جزا دیتے ہیں	مَنْ شَكَرَ جو شکر کرے	وَ اور	لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ تحقیق (لوطؑ نے) انہیں ڈرایا	بَطْشَتَنَا ہماری پکڑ سے	فَتَمَارَوْا تو وہ جھگڑنے لگے	
بِالنُّذُرِ ڈرانے میں	وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق	رَاوَدُوْهُ انہوں نے (لوطؑ سے) لینا چاہا	عَنْ سے	ضَيْفِهٖ اس کے مہمان	فَطَمَسْنَا تو ہم نے مٹا دیں	
اَعْيُنَهُمْ انکی آنکھیں	فَذُوْقُوْا پس چکھو تم	عَذَابِیْ میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	وَلَقَدْ اور تحقیق	صَبَّحَهُمْ صبح آن پڑا ان پر	بُكْرَةً سویرے
عَذَابٌ عذاب	مُّسْتَقِرٌّ ٹھہرنے والا (دائمی)	فَذُوْقُوْا پس چکھو تم	عَذَابِیْ میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	وَلَقَدْ يَسَّرْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کیا	
	الْقُرْاٰنَ قرآن	لِلذِّكْرِ نصیحت کیلئے	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا		

تفسیر و تشریح: کفار مکہ اور مشرکین عرب کی عبرت و نصیحت کے لئے گذشتہ آیات میں قوم نوح قوم عاد اور قوم ثمود کا حال بیان کیا گیا۔

اسی سلسلہ میں اب چوتھا قصہ مختصراً قوم لوط کا بیان فرمایا جا رہا ہے۔ لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کے واقعات تفصیلاً سورہ ہود بارہویں پارہ میں اور سورہ حجر چودھویں پارہ میں بیان ہو چکے ہیں۔ خلاصہ ان کا یہ ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور شب و روز کی پند و نصائح کا قوم پر کچھ اثر نہ ہوا اور وہ اپنی بداخلاقیوں اور بدکرداریوں پر اسی طرح مصر رہی تو پھر اس قوم کو بھی وہی پیش آیا جو خدا کے بنائے ہوئے قانون جزا کا یقینی فیصلہ ہے۔ یعنی بدکرداریوں پر اصرار کی سزا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ فرمایا تو چند فرشتوں کو نہایت حسین و خوبصورت جوانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں مہمانوں کے طور پر بھیج دیا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، انسانی صورتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مہمان بن کر آئے۔ حضرت لوط علیہ السلام ان مہمانوں کو جو اپنی شکل و صورت میں حسین و خوبصورت اور عمر میں نوجوان لڑکوں کی حیثیت میں دیکھا تو گھبرا گئے اور

خوف کیا کہ نہ معلوم بد بخت قوم میرے ان مہمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے کیونکہ ابھی تک آپ کو یہ نہ بتایا گیا تھا کہ وہ خدا کے پاک فرشتے ہیں۔قوم کے بدکردار لوگوں کو جب خبر لگی کہ حضرت لوط کے ہاں ایسے خوبصورت مہمان آئے ہیں تو وہ آپ کے گھر پر چڑھ آئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ ان مہمانوں کو ان کے حوالہ کردیں حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا کہ کیا تم میں کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو انسانیت کو برتے اور حق کو سمجھے۔ان کو اس ذلیل حرکت سے باز رہنے کے لئے ہر طرح سمجھایا مگر وہ نہ مانے اور گھر میں گھس کر زبردستی مہمانوں کو نکال لینے کی کوشش کی۔اس مرحلہ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پر ان کی آنکھوں پر پھیر دیا جس سے وہ بالکل اندھے ہو گئے اور ٹٹولتے ہوئے وہاں سے واپس ہوئے۔ پھر فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہماری ظاہری صورتوں کو دیکھ کر گھبرائیں نہیں ہم ملائکہ ہیں اور بغرض عذاب آئے ہیں خدا کا فیصلہ ان کے حق میں ہو چکا ہے اور اب عذاب الٰہی ان کے سر سے ٹلنے والا نہیں۔ آپ اور آپ کے گھر والے رات ہوتے ہی اس بستی سے رخصت ہو جائیں کیونکہ صبح ہونے سے پہلے ہی ان پر عذاب نازل ہوگا۔آپ اور آپ کا خاندان عذاب سے محفوظ رہے گا مگر آپ کی بیوی ان ہی بدکرداروں کی رفاقت میں رہے گی۔ملائکہ کے اشارہ پر حضرت لوط علیہ السلام مع اپنے گھرانے کے وہاں سے رخصت ہو گئے۔ بیوی نے آپ کی رفاقت سے انکار کر دیا۔ اخیر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اس بستی والوں کو تہ و بالا کر دیا پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا۔

ان تمام نافرمان قوموں کے قصوں کو بیان کر کے گو منکرین و مکذبین کو مخاطب کر کے قرآن فہمی کی دعوت دی گئی ہے اور اس قرآن پر ایمان لانے اور اس کا اتباع کرنے کو بار بار کہا گیا ہے۔مگر اس میں اس قرآن پر ایمان رکھ کر پھر اس سے انحراف اور اس کی عدول حکمی اور نافرمانی اور سرکشی اور اس کے احکام سے بغاوت کرنے والوں کے لئے بھی تنبیہ ہے۔مسلمان خدارا اپنی حالتوں پر غور کریں اور ان قرآنی واقعات سے عبرت حاصل کریں۔اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچیں۔اللہ تعالیٰ ہی توفیق عنایت فرمائیں۔آمین۔

اسی سلسلہ میں آگے فرعون اور اس کی قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کے بعد کفار مکہ کو خطاب کر کے تنبیہ فرمائی گئی اور خاتمہ میں مجرمین و متقین کے انجام کو بیان کر کے سورۃ کو ختم فرمایا گیا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو اپنے فرمانبردار بندوں میں شامل فرماویں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کی توفیق وہمت عطا کریں۔

یا اللہ! ہمیں سچی توبہ اور ندامت کے ساتھ اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما دے اور اپنی نصرت وحمایت کو ہمارے شامل حال فرما دے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾ اَكُفَّارُكُمْ

اور (فرعون اور) فرعون والوں کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سی چیزیں پہنچیں۔ ان لوگوں نے ہماری (ان) تمام نشانیوں کو جھٹلایا سو ہم نے اُن کو زبردست قدرت کا پکڑنا پکڑا۔ کیا تم میں جو کافر ہیں

خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ

اُن میں اُن (مذکور) لوگوں سے کچھ فضیلت ہے، یا تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں کوئی معافی ہے۔ یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہیں گے۔ عنقریب

الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿٤٦﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ

(ان کی) یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ بلکہ قیامت ان کا (اصل) وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔ یہ مجرمین (یعنی کفار)

ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ اِنَّا كُلَّ

بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں۔ جس روز یہ لوگ اپنے مونہوں کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ (کی آگ) کے لگنے کا مزہ چکھو۔ ہم نے ہر چیز کو

شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ

اندازے سے پیدا کیا۔ اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جاوے گا جیسے آنکھوں کا جھپکانا۔ اور ہم تمہارے ہم طریقہ لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں،

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾

سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں سب اعمالناموں میں (بھی مندرج) ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات (اس میں) لکھی ہوئی ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾

پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے۔ ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

وَلَقَدْ جَآءَ اور تحقیق آئے	اٰلَ فِرْعَوْنَ فرعون والے	النُّذُرُ ڈرانےوالے (رسول)	كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو	كُلِّهَا تمام			
فَاَخَذْنٰهُمْ پس ہم نے انہیں آ پکڑا	اَخْذَ پکڑ	عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ غالب صاحب قدرت	اَكُفَّارُكُمْ کیا تمہارے کافر	خَيْرٌ بہتر	مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ ان سے			
اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ یا تمہارے لئے نجات (معافی نامہ)	فِي الزُّبُرِ صحیفوں میں	اَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	نَحْنُ ہم	جَمِيْعٌ جماعت	مُّنْتَصِرٌ بدلہ لینے والے		
سَيُهْزَمُ عنقریب شکست کھائے گی	الْجَمْعُ جماعت	وَيُوَلُّوْنَ اور وہ پھیر لینگے (بھاگیں گے)	الدُّبُرَ پیٹھ	بَلِ السَّاعَةُ بلکہ قیامت	مَوْعِدُهُمْ وعدہ گاہ انکی			
وَالسَّاعَةُ اور قیامت	اَدْهٰى وہ سخت	وَاَمَرُّ اور بڑی تلخ	اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ بیشک مجرم (جمع)	فِيْ ضَلٰلٍ گمراہی میں	وَسُعُرٍ اور جہالت	يَوْمَ جس دن		
يُسْحَبُوْنَ وہ گھسیٹے جائینگے	فِي النَّارِ جہنم میں	عَلٰى پر۔بل	وُجُوْهِهِمْ اپنے منہ (جمع)	ذُوْقُوْا تم چکھو	مَسَّ لگنا	سَقَرَ جہنم	اِنَّا كُلَّ بیشک ہم ہر	شَيْءٍ شے
خَلَقْنٰهُ ہم نے اسے پیدا کیا	بِقَدَرٍ ایک اندازہ کے مطابق	وَمَآ اَمْرُنَآ اور نہیں ہمارا حکم	اِلَّا مگر۔صرف	وَاحِدَةٌ ایک	كَلَمْحٍ جیسے جھپکنا	بِالْبَصَرِ آنکھ کا		
وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اور البتہ ہم ہلاک کر چکے ہیں	اَشْيَاعَكُمْ تمہارے ہم مشرب	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا	وَكُلُّ شَيْءٍ اور ہر بات				
فَعَلُوْهُ جو انہوں نے کی	فِي الزُّبُرِ صحیفوں میں	وَكُلُّ اور ہر	صَغِيْرٍ چھوٹی	وَكَبِيْرٍ اور بڑی	مُّسْتَطَرٌ لکھی ہوئی	اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک متقی (جمع)		
	فِيْ جَنّٰتٍ باغات میں	وَّنَهَرٍ اور نہریں	فِيْ میں	مَقْعَدِ صِدْقٍ مقام سچائی	عِنْدَ نزدیک	مَلِيْكٍ بادشاہ	مُّقْتَدِرٍ صاحب قدرت	

تفسیر وتشریح: یہ سورہ قمر کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں کفار مکہ اور مشرکین عرب کی عبرت وتنبیہ کے لئے چار اقوام یعنی قوم نوح، قوم عاد قوم ثمود اور قوم لوط کا ذکر فرمایا گیا

اسی سلسلہ میں اب پانچواں قصہ قوم فرعون کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ گزشتہ امتوں کی طرح مصر کے فرعونیوں نے بھی سرکشی اختیار کی اور غلط راستہ پر چلے ان کے پاس ڈرانے والے بھی آئے یعنی حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام اور ان کی یعنی قوم فرعون کی ہدایت کے لئے ان حضرات نے بہت سی نشانیاں اور معجزات بھی دکھلائے لیکن انہوں نے سب کو جھوٹا اور سحر کہہ کر ٹال دیا۔ آخر خدا کی پکڑ جو بڑے زبردست کی پکڑ تھی اس سے کوئی نکل کر بھاگ نہ سکا۔ دیکھ لو تمام فرعونیوں کا بیڑہ کس طرح بحر قلزم میں غرق ہوا کہ ایک بچ کر نہ نکل سکا۔ گذشتہ اقوام کے واقعات سنا کر کفار مکہ کو خطاب ہے کہ تم میں کے کافر کیا پہلے کافروں سے کچھ اچھے ہیں جو کفر و طغیان کی سزا میں تباہ نہیں کئے جاویں گے؟ یا خدا کے ہاں سے کوئی پروانہ لکھ دیا گیا ہے کہ تم جو چاہو شرارت کرتے رہو سزا نہیں ملے گی؟ یا یہ سمجھے ہوئے ہو کہ ہمارا مجمع اور جتھا بہت بڑا ہے اور سب مل کر جب ایک دوسرے کی مدد پر آ جائیں گے تو کسی کو اپنے مقابلہ میں کامیاب نہ ہونے دیں گے؟ اگر تم اپنی جمعیت میں پھولے ہوئے ہو تو سن لو عنقریب تمہاری یہ جمعیت شکست کھا کر بھاگتی نظر آئے گی۔ یہ قرآن پاک کی ایک صریح پیشین گوئی تھی جو ہجرت سے قریب ۵ سال پہلے کر دی گئی تھی کہ کفار مکہ جن کو اس سورۃ کے نزول کے وقت اپنی جمعیت وطاقت پر بڑا زعم تھا عنقریب یہ شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے۔ تو اس وقت یہ تصور بھی مشکل تھا کہ عنقریب یہ انقلاب کیسے ہوگا اس وقت مسلمانوں کی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کفار کے مظالم سے تنگ آ کر سرزمین عرب کو چھوڑ کر ملک حبش میں پناہ گزین ہو چکا تھا۔ مکہ میں رہنے والے اہل ایمان شعب ابی طالب میں محصور تھے جنہیں قریش کے بائیکاٹ اور محاصرہ نے کھانے پینے کا سامان تک بند کر رکھا تھا۔ اور یہ محاصرہ اور بائیکاٹ کی سختی دو چار دن یا دو چار ہفتہ یا دو چار ماہ کی نہیں تھی بلکہ مسلسل تین سال کا عرصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء نے اس حصار میں سخت تکالیف کے ساتھ گزارا۔ یہاں تک کہ بھوک سے بچوں کے بلبلانے کی آواز گھاٹی کے باہر سنائی دینے لگی جس کو سنگدل قریش سن سن کر خوش ہوتے تھے۔ اس محاصرہ اور بائیکاٹ میں مسلمانوں نے کیکر کے پتے کھا کھا کر زندگی بسر کی اور شدت بھوک کے عالم میں جو کچھ بھی کسی کو مل گیا وہ کھا لینے کی نوبت آ گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص جو عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں فرماتے ہیں کہ میں بھوکا تھا اور بھوک کی شدت کا یہ عالم تھا کہ اتفاق سے میرا پیر شب میں کسی تر چیز پر پڑا۔ فوراً زبان پر رکھ کر نگل گیا اب تک معلوم نہیں کہ وہ کیا شے تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنا ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ شب کو پیشاب کے لئے نکلا راستہ میں ایک اونٹ کی کھال کا سوکھا ہوا چمڑا ہاتھ لگا۔ پانی سے دھو کر اس کو جلایا اور کوٹ کر اس کا سفوف بنایا اور پانی سے اس کو پی لیا۔ اور تین راتیں اسی سہارے پر بسر کیں۔

الغرض ایسی سختیاں مسلمان جھیل رہے تھے ان حالات میں کون یہ سمجھ سکتا تھا کہ چند برس کے اندر ہی یہ نقشہ بدل جانے والا ہے۔ روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ جب سورہ قمر کی یہ آیت سیھزم الجمع ویولون الدبر یعنی عنقریب یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھر کر بھاگیں گے نازل ہوئی تو میں حیران تھا کہ آخر یہ کون سی جمعیت ہے جو

شکست کھائے گی مگر جب جنگ بدر میں کفار شکست کھا کر بھاگ رہے تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہنے ہوئے آگے کی طرف جھپٹ رہے ہیں اور آپ کی زبان مبارک پر یہی آیت جاری ہے **سیھزم الجمع ویولون الدبر** تب میری سمجھ میں آیا کہ یہ تھی وہ پیشین گوئی جس کی خبر اس آیت میں دی گئی تھی۔ آگے فرمایا جاتا ہے کہ یہی نہیں کہ ان منکرین ومکذبین کو دنیا میں شکست اور سزا ہو کر معاملہ ختم ہو جائے۔ ان کی اصل شکست اور سزا کا وقت تو وہ ہوگا جب قیامت سر پر آ کھڑی ہوگی وہ بہت سخت مصیبت کا وقت ہوگا۔ یہ منکرین تو اس وقت غفلت کے نشہ میں پاگل بن رہے ہیں لیکن یہ سودا دماغ سے اس وقت نکلے گا جب اوندھے منہ دوزخ کی آگ میں گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ لو اب ذرا اس کا مزہ چکھو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہر چیز جو پیش آنے والی ہے اللہ کے علم میں پہلے سے ٹھہر چکی ہے۔ دنیا کی عمر اور قیامت کا وقت بھی اس کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے۔ جو وقت اس دنیا کے خاتمہ کا مقرر کر دیا گیا ہے نہ اس سے ایک گھڑی پہلے یہ ختم ہوگی نہ اس کے ایک گھڑی بعد یہ باقی رہے گی اور اللہ تعالیٰ چشم زدن میں جو چاہیں کر ڈالیں کسی چیز کے بنانے یا بگاڑنے میں ان کو دیر نہیں لگتی نہ کچھ مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ بس ایک حکم صادر کرنے کی دیر ہے پھر کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اے کفار مکہ تمہاری طرح کے بہت سے کافروں کو پہلے تباہ کیا جا چکا ہے پھر تم میں کوئی اتنا سوچنے والا نہیں کہ گذشتہ کافروں کے حال سے عبرت حاصل کرے اور یہ لوگ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ان کا کیا دھرا کہیں غائب ہو گیا ہے۔ نہیں ہر شخص۔ ہر گروہ۔ ہر قوم کی ہر ایک نیکی و بدی عمل کے بعد ان کے اعمال ناموں میں لکھی گئی ہے۔ وقت پر ساری مسل سامنے کر دی جائے گی۔ یہ نہیں کہ کچھ لکھ لیا گیا ہو اور کچھ رہ گیا ہو بلکہ ہر چھوٹی اور بڑی بات اس میں لکھی ہوئی ہے پس منکرین کے لئے وقوع عذاب میں کوئی شبہ نہ رہا۔ یہ تو کفار کا حال ہوا اور جو متقی پرہیزگار لوگ ہیں وہ اپنی سچائی کی بدولت اللہ و رسول کے سچے وعدوں کے موافق ایک پسندیدہ مقام میں ہوں گے جہاں اس شہنشاہ مطلق کا قرب حاصل ہوگا یعنی جنت کے ساتھ قرب الٰہی بھی حاصل ہوگا۔

اس سورہ قمر کو قرب قیامت کے ذکر سے شروع کیا گیا تھا تاکہ کفار و مشرکین جو دنیا کی ہوا اور ہوس میں مبتلا اور آخرت سے غافل ہیں وہ ہوش میں آئیں پھر آخرت میں میدان حشر میں جمع ہونے کا نقشہ دکھلا کر ڈرایا گیا۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی اور مخالفت کے انجام بد کو ذہن نشین کرنے کے لئے نزول قرآن سے پہلے کی پانچ مشہور اقوام عالم کے حالات اور انکار و تکذیب کی بدولت ان کا دنیا ہی میں طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہونا بیان کیا گیا۔ سب سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا گیا کیونکہ یہی سب سے پہلے دنیا کی قوم ہے جو عذاب الٰہی میں پکڑی گئی۔ پھر عاد۔ ثمود۔ قوم لوط اور قوم فرعون کا اجمالی ذکر فرما کر ان پر نافرمانی انکار و تکذیب کی بدولت اللہ کا عذاب آنا بتلایا گیا۔ یہ پانچوں اقوام دنیا میں اپنے اپنے وقت کی قوی ترین قومیں تھیں جن کو کسی طاقت سے مغلوب کرنا کسی کے لئے آسان نہ تھا مگر جب ایسی قوی اور بھاری تعداد والی قوم پر اللہ کا عذاب آیا تو وہ کس طرح بے بسی اور بے کسی کی ذلت کی موت مارے گئے۔ ساتھ ہی ہر قوم کے ذکر کے بعد مومنین اور کفار کی عام نصیحت کے لئے اس جملے کو بار بار دھرایا گیا **ولقد یسرنا القران للذکر فھل من مدکر** ۔ یعنی اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب عظیم سے بچنے کا راستہ اب قرآن کریم ہے اور قرآن کو نصیحت و عبرت حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت آسان

کر دیا ہے۔ پس بڑا بدنصیب اور محروم ہے جو اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور دین و دنیا دونوں جہان میں نقصان و خسارہ سے نہ بچے۔ اب کفار و مشرکین اور منکرین و مکذبین قرآن کو تو کیا کہا جائے۔ ہمیں رونا تو یہی ہے کہ مدعیان اسلام اور قرآن پر ایمان کے دعوے داروں ہی نے قرآن کی کماحقہ اطاعت سے منہ موڑ رکھا ہے۔ الا ما شآء الله اور اطیعو االله اور اطیعوا الرسول کے سبق کو بھلا بیٹھے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ قرآن سے غفلت اور شریعت اسلامیہ سے بیزاری ہے بلکہ قرآن کی بتلائی ہوئی مغضوب اور ملعون اقوام یہود و نصاریٰ ہی کے اتباع و تقلید کو مایہ ناز اور قابل فخر سمجھنے لگے ہیں۔ اور افسوس صد افسوس کہ یہاں تک تو کہا گیا کہ اب یہ قرآن ۱۴۰۰ سال پرانی کتاب ہوگئی اس میں ہمارے مسائل کا حل اس زمانہ میں کہاں ہے انا لله و انا الیه راجعون۔

بہر حال اس سورہ قمر کی ان خاتمہ کی آیات میں حق تعالیٰ نے دنیا والوں کو فیصلہ کن انجام سنا دیا کہ ان المجرمین فی ضلل و سعر ० یوم یسحبون فی النار علیٰ وجوھھم ذوقوا مس سقر ० بلا شبہ یہ مجرمین بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں۔ جس روز یہ لوگ اپنے مونہوں کے بل جہنم میں گھسیٹے جاویں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کے لگنے کا مزہ چکھو اور ان المتقین فی جنٰت و نھر ० فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر بلا شبہ متقی پرہیز گار بہشت کے باغوں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس یعنی جنت کے ساتھ قرب الٰہی بھی نصیب ہوگا۔

مولائے کریم محض اپنے فضل و کرم سے ہم کو اپنے متقی بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیں اور انجام میں اپنی دائمی جنتوں میں اپنا قرب نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الحمد للہ سورہ قمر مکیہ کا بیان ختم ہوا۔ اس کے بعد ان شاء اللہ اگلی سورہ رحمٰن کا بیان شروع ہوگا۔

سورۃ القمر کے خواص

۱...... جو آدمی کسی مشکل میں مبتلا ہو وہ جمعہ کے دن سورۃ القمر لکھ کر اپنے سر پر لٹکائے تو اس کی مشکلات آسان ہو جائیں گی۔

۲...... جو آدمی سورۃ القمر جمعہ کے دن لکھ کر اپنے سر پر لٹکائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا مرتبہ پائے گا۔ (الدر النظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا فضل و کرم اور شکر و احسان ہے کہ ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت سے نوازا اور کفر و شرک کی ضلالت سے بچایا۔ یا اللہ میدان حشر میں مجرمین کے گروہ میں شامل ہونے سے ہمیں بچا لیجئے اور اپنے متقی بندوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب فرما دیجئے۔ یا اللہ آخرت کی طرف سے ہماری غفلت اور بے فکری کو دور فرما دیجئے۔ اور ہمیں ہمہ تن اپنی رضا والی زندگی گزارنا اس دنیا میں نصیب فرما دیجئے اور اسی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝١ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝٢

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔

اَلرَّحْمٰنُ رحمٰن (اللہ)	عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ اس نے سکھایا قرآن		

تفسیر وتشریح: الحمدللہ اب سورۃ الرحمٰن کا بیان شروع ہو رہا ہے سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے عطیہ اور سب سے اونچی نعمت کے ذکر سے فرمائی گئی اور ان آیات میں فرمایا گیا کہ رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی یعنی قرآن نازل کیا جو اس کے عطایا میں سے سب سے بڑا عطیہ اور اس کی نعمتوں میں سے سب سے اونچی نعمت ورحمت ہے۔ بھلا انسان کی بساط اور اس کے ظرف پر خیال کرو اور علم قرآن کے اس بحر ذخار کو دیکھو۔ بلاشبہ ایسی ضعیف البنیان ہستی کو آسمانوں اور پہاڑوں سے زیادہ بھاری چیز کا حامل بنا دینا رحمٰن جل شانہ ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ ورنہ کہاں۔ بشر اور کہاں خدائے ذوالجلال والاکرام کا کلام۔ تو معلوم ہوا کہ بندوں کی ہدایت کے لئے قرآن کریم کا نازل کیا جانا سراسر اللہ کی رحمت ہے اور وہ چونکہ اپنی مخلوق پر بے انتہا مہربان ہے اس لئے اس کی رحمت اس بات کو مقتضی ہوئی کہ یہ قرآن کریم بھیج کر وہ علم عطا فرمائے جس سے مخلوق کو ہدایت اور نجات کا راستہ ملے اور اس کے قرب ورضا کو حاصل کر سکے۔

اب غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ تو نزول قرآن اور اس کی تعلیم کو سب سے بڑا عطیہ اور سب سے اونچی رحمت ونعمت فرما دیں تا کہ بندے اس پر ایمان لا کر اس کا علم حاصل کریں اور اس پر عمل کر کے دنیا وآخرت کا نفع اٹھائیں۔ اور اس نعمت کی قدر دانی کریں۔ مگر افسوس اس روشن دماغی کے زمانہ میں بچوں کو اس کی تعلیم دلانا ان کی عمر ضائع کرنا سمجھا جاتا ہے اور جب اس کا ناظرہ پڑھنا پڑھانا ہی روشن دماغوں کے خیال میں تضیع اوقات ہے تو اس کا حافظہ۔ اس کے مطالب معانی۔ اس کی تفسیر وتشریح۔ اس کی دعوت وتبلیغ اس کے احکام و ہدایات اس کے اوامرونواہی کی اشاعت کا کیا سوال۔ اس قرآن پاک سے من حیث القوم انحراف۔ اس کے احکام سے لاپروائی۔ اس کی ہدایات سے غفلت۔ اللہ تبارک ذوالجلال والاکرام کی سب سے بڑی نعمت کی ناقدری اور ناشکری ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ اٹل قانون ہے کہ جس نعمت کی ناقدری اور ناشکری کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس نعمت کی برکتوں کو چھین لیتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری امت دینار و درہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی۔ اسلام کی وقعت وہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو برکت وحی یعنی فہم قرآن سے محروم ہو جاوے گی۔ آج اس حدیث کی صداقت کو آپ کھلی آنکھوں دیکھ لیجئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی اس نعمت عظمیٰ کی قدر دانی کے لئے ہمارے دل کی آنکھیں کھول دیں۔ آمین۔

آگے اللہ تعالیٰ کی بعض دوسری اہم نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو اس قرآن پاک سے عشق ومحبت نصیب فرمائیں۔ اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ۪﴿۵﴾ وَّ النَّجۡمُ وَ الشَّجَرُ یَسۡجُدٰنِ ﴿۶﴾

اُس نے انسان کو پیدا کیا (پھر) اُس کو گویائی سکھائی۔ سورج اور چاند حساب کے ساتھ (چلتے) ہیں۔ اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت (اللہ کے) مطیع ہیں۔

وَ السَّمَآءَ رَفَعَہَا وَ وَضَعَ الۡمِیۡزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطۡغَوۡا فِی الۡمِیۡزَانِ ﴿۸﴾ وَ اَقِیۡمُوا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ

اور اُسی نے آسمان کو اونچا کیا اور اُسی نے (دُنیا میں) ترازو رکھ دی۔ تا کہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو

وَ لَا تُخۡسِرُوا الۡمِیۡزَانَ ﴿۹﴾ وَ الۡاَرۡضَ وَضَعَہَا لِلۡاَنَامِ ﴿ۙ۱۰﴾ فِیۡہَا فَاکِہَۃٌ ۪ۙ وَّ النَّخۡلُ ذَاتُ الۡاَکۡمَامِ ﴿ۖ۱۱﴾

اور تول کو گھٹاؤ مت۔ اور اُسی نے خلقت کے واسطے زمین کو (اس کی جگہ) رکھ دیا۔ کہ اس میں میوے ہیں، اور کھجور کے درخت ہیں جن (کے پھل) پر غلاف ہوتا ہے۔

وَ الۡحَبُّ ذُو الۡعَصۡفِ وَ الرَّیۡحَانُ ﴿ۚ۱۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾

اور (اس میں) غلہ ہے جس میں بھوسا (بھی) ہوتا ہے اور (اس میں غذا کی چیز (بھی) ہے سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ اس نے پیدا کیا انسان	عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ اس نے سکھایا۔ بات کرنا	اَلشَّمۡسُ سورج	وَ الۡقَمَرُ اور چاند	بِحُسۡبَانٍ ایک حساب سے		
وَّ النَّجۡمُ اور جھاڑیاں۔ ستارے	وَ الشَّجَرُ اور درخت	یَسۡجُدٰنِ وہ سجدہ میں (سر بسجود ہیں)	وَ السَّمَآءَ اور آسمان	رَفَعَہَا اس نے اسے بلند کیا		
وَ وَضَعَ اور رکھی	الۡمِیۡزَانَ ترازو	اَلَّا کہ نہ	تَطۡغَوۡا حد سے تجاوز کرو	فِی الۡمِیۡزَانِ ترازو (تول) میں	وَ اَقِیۡمُوا اور قائم کرو	الۡوَزۡنَ وزن (تول)
بِالۡقِسۡطِ انصاف سے	وَ لَا تُخۡسِرُوا اور نہ گھٹاؤ	الۡمِیۡزَانَ تول	وَ الۡاَرۡضَ اور زمین	وَضَعَہَا اس نے اسکو رکھا (بچھایا)	لِلۡاَنَامِ مخلوق کیلئے	
فِیۡہَا اس میں	فَاکِہَۃٌ میوے	وَّ النَّخۡلُ اور کھجوریں	ذَاتُ الۡاَکۡمَامِ غلاف والے	وَ الۡحَبُّ اور غلہ	ذُو الۡعَصۡفِ بھوسے والا	
وَ الرَّیۡحَانُ اور خوشبو کے پھول	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّکُمَا اپنے رب	تُکَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے			

تفسیر و تشریح: ان آیات میں مزید نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کی ذات کو پیدا کیا اور اس کو گویائی کی قوت عطا کی تا کہ یہ اپنے مافی الضمیر کو حسن خوبی سے ادا کر سکے اور دوسروں کی بات سمجھ سکے۔ اسی صفت کے ذریعہ انسان قرآن کو سمجھتا اور سمجھاتا ہے۔ یہاں علمہ البیان فرمایا گیا یعنی انسان کو گویائی کی طاقت دی اور بولنا سکھلایا۔ تو یہ قوت گویائی محض ایک اکیلا ہی انعام نہیں ہے بلکہ غور کیا جائے تو اس ایک قوت گویائی کے پیچھے متعدد دوسری قوتیں بھی کارفرما ہوتی ہیں۔ مثلاً عقل و شعور، فہم و ادراک۔ تمیز و ارادہ وغیرہ کہ جن کے بغیر انسان کی قوت ناطقہ کام نہیں کر سکتی تو انسان کو یہ نعمت جتلائی جاتی ہے کہ انسان کو اللہ ہی نے پیدا کیا اور پھر اس کو گویائی سکھلائی جس سے ہزاروں کیا لاکھوں منافع مرتب ہوتے ہیں۔ آگے دوسری نعمتوں کا ذکر ہے۔ یعنی چاند و سورج اس کے حکم سے ایک مقررہ نظام اور حساب کے ساتھ چلتے ہیں۔ ان کے طلوع غروب اور گھٹنے بڑھنے سے دن رات مہینہ سال اور موسمی اثرات یعنی گرمی سردی مرتب ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ ایک خاص حساب اور ضابطہ اور مضبوط نظام کے ماتحت ہے مجال نہیں کہ چاند سورج اپنے راستہ اور دائرہ کار سے ذرا باہر قدم رکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو خدمات ان دونوں یعنی چاند و سورج کے ذمہ سپرد کر دی ہیں ان میں کوتاہی نہیں کر سکتے اور ہمہ وقت انسان کی خدمت میں مشغول ہیں۔ پھر دوسری نعمت کا ذکر ہے کہ بے تنہ کے درخت جیسے پودے۔ بیل بوٹے۔ ترکاریاں سبزیاں اور خربوزہ و تربوز وغیرہ کی بیلیں اور تنہ دار درخت دونوں

اللہ کے حکم کے مطیع ہیں۔ انسان ان کو اپنے کام میں لائیں تو وہ انکار نہیں کر سکتے۔ آگے ایک اور نعمت کا ذکر فرمایا **والسمآء رفعھا** اور آسمان کو اسی نے اونچا کیا اور کتنا اونچا کیا کہ انسانی عمارتیں۔ اونچے سے اونچے مینار گنبد اور اونچے سے اونچے پہاڑ اور بلند سے بلند تر ہوائی جہازوں کی پرواز اس میں بآسانی اور بفراغت سما جاتے ہیں۔ آگے ایک نعمت یہ بیان فرمائی کہ اسی نے دنیا میں ترازو رکھ دی یعنی ایسی کارآمد چیز ایجاد کر دی تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو۔ اب اگر غور کیا جائے کہ انسان کے پاس بڑی اور چھوٹی۔ بھاری اور ہلکی چیزوں کے وزن کرنے کا آلہ موجود نہ ہوتا تو تجارت۔ خرید۔ فروخت۔ لین دین۔ سارے کاروباری دھندے کیسے وجود میں آتے۔ چونکہ اس میزان یعنی ترازو کے ساتھ بہت سے معاملات کی درستی۔ اور حقوق کی حفاظت وابستہ تھی اس لئے آگے ہدایت فرمادی کہ وضع میزان کی یہ غرض جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ نہ لیتے وقت زیادہ تولو۔ نہ دیتے وقت کم۔ اوزان باٹ وغیرہ میں کمی بیشی نہ ہو۔ نہ تو تولتے وقت ڈنڈی ماری جائے۔ بلکہ بدون کمی بیشی کے دیانتداری کے ساتھ بالکل ٹھیک ٹھیک تولا جائے۔ آگے ایک نعمت یہ ذکر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہی نے خلقت کے فائدہ کے واسطے زمین کو رکھ دیا کہ اس پر آرام سے چلیں پھریں اور کاروبار جاری رکھیں۔ اور زمین کی پیداوار یعنی ہر قسم کے نباتات' میوہ جات' پھل پھلار' سبزیاں۔ ترکاریاں اور کھجور کے درخت یہ سب نعمتیں انسان ہی کے کام آنے کے لئے ہیں۔ اور جس طرح غلہ انسان کے لئے ضروری ہے بھوسی بھوسا۔ گھاس وغیرہ جانوروں کی غذائیں ہیں۔ اور بعض چیزیں زمین سے وہ پیدا ہوتی ہیں جو کھانے کے کام میں نہیں آتیں لیکن ان کی خوشبو وغیرہ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اب ان متعدد نعمتوں کو گنا کر جنات و انسان دونوں کو خطاب فرمایا۔ **فبای الاء ربکما تکذبٰن** یعنی اوپر کی آیات میں جو اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں تم ان میں سے کس کس کے جھٹلانے کی جرأت کرو گے۔ کیا یہ نعمتیں اور نشانیاں ایسی ہیں جن میں سے کسی کا انکار کیا جا سکے؟ علماء نے ایک حدیث صحیح کی بناء پر جس کا ذکر گزشتہ درس میں ہو چکا ہے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص یہ آیت **فبای الاء ربکما تکذبٰن** سنے تو جواب میں کہے اے ہمارے رب ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور سب حمد و ثنا آپ ہی کیلئے سزاوار ہے۔

اب یہاں یہ سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے دنیا میں سب سے بڑی نعمت قرآن کریم ہے۔ جس کے ذکر سے سورۃ کی ابتدا کی گئی اور سب سے پہلے تعلیم قرآن کا ذکر فرمانے کے بعد انسان کی تخلیق اور پیدائش کا ذکر کیا گیا۔ جس میں اس طرف اشارہ ہو گیا کہ تخلیق انسان کا اصل مقصد ہی تعلیم قرآن اور اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا ہے جیسا کہ ۲۷ ویں پارہ سورہ الذریات میں فرمایا گیا **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** یعنی ہم نے جن وانس کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ ہماری عبادت کیا کریں اور ظاہر ہے کہ عبادت بغیر تعلیم قرآن کے نہیں ہو سکتی۔ الغرض معلوم ہوا کہ انسان کی پیدائش کا مقصد و مدعا اسلام و قرآن کے نزدیک اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت و عبدیت میں لگا رہے۔ اور عبادت صرف نماز روزہ ہی کا نام نہیں بلکہ عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے ہر لحہ میں اور ہر گوشہ میں اور ہر وقت میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم کو اس طرح بجا لانا جیسا کہ اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم فرمایا اور ہدایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مقصد پیدائش کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آج کا ایسا انسان جس کا مقصد زندگی روٹی کپڑا اور مکان ہی ہو بننے سے بچائیں۔ اور زندگی کے ہر لحہ میں اپنی عبادت اور بندگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔

تخلیق انسان کے بعد جو نعمتیں انسان کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں وہ بے حد و بیشمار ہیں جن میں سے چند کا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا اور یہی سلسلہ مضامین ابھی جاری ہے اور مزید نعمتوں کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

یا اللہ کفران نعمت سے ہم سب کو بچا لیجئے اور ہمیں جو زندگی آپ نے عطا فرمائی ہے اس میں حقیقی زندگی کو پورا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

13

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَیِّ

اسی نے انسان (کی اصل یعنی آدمؑ) کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی پیدا کیا۔ اور جنات کو خالص آگ سے پیدا کیا۔ سوائے جن وانس

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾

تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا مالک ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ

اُسی نے دو دریاؤں کو (صورۃً) ملایا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں (اور حقیقۃً) ان دونوں کے درمیان میں ایک حجاب (قدرتی) ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں سے

مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ

موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اسی کے (اختیار اور ملک میں) ہیں جہاز جو پہاڑوں کی طرح اُونچے کھڑے

كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾

(نظر آتے) ہیں۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ اس نے پیدا کیا انسان	مِنْ سے	صَلْصَالٍ کھنکناتی مٹی	كَالْفَخَّارِ ٹھیکری جیسی	وَخَلَقَ اور اس نے پیدا کیا	الْجَآنَّ جنات		
مِنْ مَّارِجٍ شعلہ مارنے والی	مِنْ نَّارٍ آگ سے	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	رَبُّ رب		
الْمَشْرِقَيْنِ دونوں مشرقوں	وَرَبُّ اور رب	الْمَغْرِبَيْنِ دونوں مغرب	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے		
مَرَجَ اس نے بہائے	الْبَحْرَيْنِ دو دریا	يَلْتَقِيٰنِ ایکدوسرے سے ملے ہوئے	بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	بَرْزَخٌ ایک آڑ			
لَا يَبْغِيٰنِ وہ زیادتی نہیں کرتے (نہیں ملتے)	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	يَخْرُجُ نکلتے ہیں	مِنْهُمَا ان دونوں کے		
اللُّؤْلُؤُ موتی	وَالْمَرْجَانُ اور مونگے	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	وَلَهُ اور اس کیلئے	الْجَوَارِ کشتیاں	
الْمُنْشَئٰتُ چلنے والی	فِی الْبَحْرِ دریا میں	كَالْاَعْلَامِ پہاڑوں کی طرح	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی بعض عظیم الشان نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں بیان کی گئی تھیں

اب آگے ان آیات میں مزید نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ایک نعمت اور یہ ہے کہ تمام انسانوں کی اصل اوّل آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور جنات کی اصل اوّل کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا اور پھر دونوں نوع میں پیدائش کے ذریعہ نسل چلی تو انسان و جنات کو جتلایا گیا کہ تمہاری خلقت یہ حق تعالیٰ کا تصرف عجیب اور کمال قدرت ہے اور انسان و جنات کے حق میں اس کا نعمت ہونا بھی ظاہر ہے۔ تو اس نعمت کی طرف اشارہ کر کے جن وانس سے پوچھا جاتا ہے کہ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے ایک دوسری نعمت کا ذکر فرمایا کہ وہ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک ہے۔ دو مشرقوں اور دو مغربوں سے مراد مفسرین نے جاڑے کے چھوٹے سے چھوٹے دن

اور گرمی کے بڑے سے بڑے دن کے مشرق ومغرب لئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی میں جس جس نقطہ سے سورج طلوع ہوتا ہے وہ دومشرق اور جہاں جہاں غروب ہوتا ہے وہ دومغرب ہوئے ۔ جاڑے کے سب سے چھوٹے دن میں سورج ایک نہایت تنگ زاویہ بنا کر طلوع وغروب ہوتا ہے اوراس کے برعکس گرمی کے سب سے بڑے دن میں وہ انتہائی وسیع زاویہ بناتے ہوئے نکلتا اورڈوبتا ہے اوران دونوں کے درمیان ہر روز سورج کا نکلنا اورڈوبنا مختلف نقطہ سے ہوتا رہتا ہے اس طرح بہت سے مشارق و مغارب بھی ہوئے جس کے لئے ۲۹ویں پارہ سورہ معارج میں رب المشارق والمغرب فرمایا یعنی جمع کا صیغہ اور یہاں سورہ رحمٰن میں تثنیہ کا صیغہ رب المشرقین و رب المغربین فرمایا اور سورہ مزمل ۲۹پارہ میں واحد کا صیغہ یعنی رب المشرق ورب المغرب فرمایا ۔تو مشرقین ومغربین کے تغیر وتبدل سے موسم اور فصلیں بدلتی ہیں اور گرمی ۔ جاڑا ۔ بہار ۔ برسات کے طرح طرح کے انقلابات ہوتے ہیں ۔ اور زمین والوں کے ہزار ہا فوائد ومصالح ان تغیرات سے وابستہ ہیں تو ان کا ادل بدل بھی خدا کی بڑی بھاری نعمت اوراس کی قدرت عظیمہ کی نشانی ہوئی ۔ اوراس کو یاد دلا کر تمام جن وانس سے پوچھا جاتا ہے کہ اے جن وانس باوجود اس کثرت نعمت کے تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے ۔ آگے ایک اور نعمت ظاہر کی جاتی ہے کہ اسی نے دو دریاؤں کوصورۃً ملایا کہ ظاہر میں باہم ملے ہوئے ہیں اور حقیقتاً ان دونوں کے درمیان ایک قدرتی حجاب ہے کہ اس کی وجہ سے دونوں اپنے موقع سے بڑھ نہیں سکتے ۔ دنیا میں پانی کے دو مستقل نظام جاری ہیں ۔ ایک سلسلہ شور اور کھارا ہے جو عموماً سمندروں سے ظاہر ہوتا ہے دوسرا سلسلہ آب شیریں کا ہے جو عموماً کنویں چشمہ دریاؤں سے نکلتا ہے ۔ کائنات انسانی کے لئے دونوں اپنی اپنی جگہ نہایت ضروری ہیں تا کہ دونوں سے مختلف قسم کے فائدہ حاصل ہوں ۔ تو یہ اللہ کی حکمت وصنعت ہے کہ دونوں نظام پوری طرح قائم بھی ہیں اور ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے اور اس آیت کا مصداق کہ دو دریا آپس میں ملے ہوئے ہیں اور پھر بھی ان دونوں کے درمیان ایک قدرتی حجاب ہے ۔ احقر مؤلف نے اپنی آنکھوں سے اپنی جائے پیدائش ہندوستان کے شہر الہ آباد میں دریائے جمنا اور گنگا کے سنگم کو دیکھا کہ دونوں دریا مل جاتے ہیں مگر ملنے کے باوجود فرق قائم رہتا ہے ۔ گنگا کا پانی سفیدی مائل اور جمنا کا پانی نیلگوں صاف علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہے مل جانے کے بعد بھی ۔ تو آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ میٹھے اور کھاری ۔ پانی کے دونوں نظام قائم ہیں اور دونوں کے منافع بھی ظاہر ہیں ۔ یہ بھی اللہ کی نعمت ہے اور اس نعمت کو یاد دلا کر پوچھا جاتا ہے کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کے منکر ہوجاؤ گے ۔ اب پانی سے متعلق دو نعمتیں آگے یاد دلائی جاتی ہیں ایک یہ نعمت ہے کہ ان سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے ۔ موتی اور مونگے دونوں کے تجارتی ۔ تمدنی ۔ معاشی اور طبی فوائد کے وجود کا نعمت میں سے ہونا بالکل ظاہر ہے ۔ تو پانی سے نکلے ہوئے موتی اور مونگے کی نعمت کو یاد دلا کر پوچھا جاتا ہے کہ اے جن وانس باوجود اس کثرت نعمت کے تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ۔ آگے پانی کی ایک دوسری نعمت کا ذکر فرمایا گیا کہ بڑے بڑے جہاز جو سمندروں میں پہاڑوں کی طرح اونچے نظر آتے ہیں تو یہ اسی نے انسان کو صلاحیت بخشی کہ جو سمندروں کے پار کرنے کے لئے جہاز بنائے ۔ اور جہازوں کے سیاسی ۔ تجارتی ۔ تمدنی ومعاشرتی منافع وفوائد انسانوں کے لئے بالکل ظاہر ہیں ۔ یہاں آیت **وله الجوار المنشئت في البحر كالاعلام** یعنی اسی کے ہیں جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں یہ ظاہر فرمادیا کہ جہاز گو بظاہر تمہارے بنائے ہوئے ہیں مگر خود تم کو اللہ نے بنایا اور اسی نے وہ قوتیں اور سامان عطا کئے جن سے جہاز تیار کرتے ہو ۔ لہٰذا اے انسانو تم اور تمہاری مصنوعات سب کا مالک وخالق حقیقی وہی خدا ہے اور یہ سب اسی کی نعمتیں ہوئیں ۔ اس لئے یہ بتلا کر پھر جن وانس سے پوچھا جاتا ہے کہ باوجود اس کثرت نعمتوں کے تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے ۔

اب جو مقصود ان نعمتوں کے جتلانے سے ہے یعنی توحید باری تعالیٰ اور اطاعت پروردگار اور اس کی نعمتوں کا شکر اس کو اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

جتنے (ذی روح) روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہوجائیں گے۔ اور (صرف) آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ اُسی سے (اپنی اپنی حاجتیں) سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں، وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ سوائے جن وانس ہم عنقریب تمہارے (حساب وکتاب کے) لئے خالی ہوجاتے ہیں۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ اے گروہ جن اور انسان کے

اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾

اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔

كُلُّ ہر کوئی	مَنْ عَلَيْهَا جو اس (زمین) پر	فَانٍ فنا ہونے والا	وَّ اور	يَبْقٰى باقی رہے گا	وَجْهُ چہرہ (ذات)	رَبِّكَ تیرا رب
ذُو الْجَلٰلِ صاحب عظمت	وَالْاِكْرَامِ احسان کرنیوالا	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھلاؤ گے		
يَسْـَٔلُهٗ اس سے مانگتا ہے اسے	مَنْ جو کوئی	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین میں	كُلَّ يَوْمٍ ہر روز	هُوَ وہ	فِيْ شَاْنٍ کسی نہ کسی کام میں
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھلاؤ گے	سَنَفْرُغُ ہم جلد فارغ (متوجہ ہوتے ہیں)	لَكُمْ تمہاری طرف		
اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ اے جن وانس	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھلاؤ گے	يٰمَعْشَرَ اے گروہ	الْجِنِّ جن	وَالْاِنْسِ اور انس
اِنِ اگر	اسْتَطَعْتُمْ تم سے ہوسکے	اَنْ کہ	تَنْفُذُوْا تم نکل بھاگو	مِنْ سے	اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کے کناروں	وَالْاَرْضِ اور زمین
فَانْفُذُوْا تو نکل بھاگو	لَا تَنْفُذُوْنَ تم نہیں نکل سکو گے	اِلَّا بِسُلْطٰنٍ زور کے سوا	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھلاؤ گے	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ روئے زمین کی کل مخلوق فنا ہونے والی ہے۔ ایک دن ہوگا کہ اس پر کچھ نہ ہوگا ساری مخلوق کو موت آجائے گی اور فقط اللہ تعالیٰ کی ذات عالی جو عظمت اور بڑائی والی ہے باقی رہ جائے گی اور یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ صرف حق تعالیٰ ہی معبود ہونے کے لائق ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی بقا ایک نعمت ہے کیونکہ وہی منشا ہے تمام انعامات کا۔ اسی طرح اس عالم کا فنا ہونا بھی ایک نعمت ہے کیونکہ وہ مبنی ہے ظہور آخرت کا۔ اس عالم کے فنا ہونے کے بعد عالم باقی میں جانا میسر ہوگا جو بڑی نعمت ہے اس لئے اس پر بھی مثل دوسری نعمتوں کے جن وانس سے فرمایا جاتا ہے کہ تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ یہاں چونکہ حق تعالیٰ کے ذوالجلال والاکرام ہونے کا ذکر آگیا تھا اس لئے آگے ایک خاص طور پر اس کی عظمت و

اکرام کے متعلق مضمون ہے یعنی وہ ایسا باعظمت ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق زبان حال وقال سے اپنی حاجات اسی خدا سے طلب کرتی ہیں۔ کسی کو ایک لمحہ کے لئے اس سے استغنا نہیں۔ زمین والوں کی حاجتیں تو ظاہر ہیں اور آسمان والے گو کھانے پینے کے محتاج نہ ہوں لیکن رحمت وعنایت کے تو محتاج ہیں۔ اور حق تعالیٰ ہی سب کی حاجت روائی اپنی حکمت سے موافق کرتے ہیں اور ہر وقت اور ہر آن کائنات میں ان کے تصرفات جاری رہتے ہیں۔ کسی کو بڑھانا کسی کو گھٹانا۔ کسی کو دینا کسی سے لینا کسی کو عزت بخشنا کسی کو ذلت دینا۔ غرض کہ ہر آن اس کی ایک شان ہے اور باوجود عظمت کے ایسا احسان فرمانا یہ بھی ایک نعمت عظیمہ ہے اس لئے پھر فرمایا جاتا ہے کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دنیا کے یہ کام ودھندے عنقریب ختم ہونے والے ہیں اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوگا جبکہ اے جن و انس تمہارا حساب کتاب ہوگا۔ مجرموں کی پوری طرح خبر لی جائے گی اور وفاداروں کو پورا صلہ دیا جائے گا۔ تو اس حساب کتاب کی خبر دینا بھی ایک نعمت عظیمہ ہے تاکہ انسان اس کے لئے پہلے سے تیاری کی فکر وکوشش میں لگا رہے اور ایسے کام کرتا رہے جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو اور ایسے امور سے بچتا رہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو۔ اس لئے اس کے بعد پھر جن وانس سے خطاب کیا جاتا ہے کہ اے جن وانس باوجود اس کثرت نعمتوں کے تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے یا معشر الجن والانس فرما کر یعنی اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے دونوں کو براہ راست خطاب فرمایا جاتا ہے کہ خدا کی خدائی سے اور اللہ کی حکومت سے بچ نکلنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ وقت آنے پر خواہ تم کسی جگہ بھی ہو۔ بہر حال پکڑ کر لائے جاؤ گے۔ خدا سے بھاگ کر اور نکل کر کوئی جائے گا کہاں؟ دوسری قلمرو کونسی ہے جہاں وہ پناہ لے گا؟ اس طرح کھول کھول کر سمجھانا اور تمام نشیب و فراز پر متنبہ کر دینا کتنی بڑی نعمت ہے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی **نعمتوں** کے منکر ہو جاؤ گے۔

قرآن پاک کی یہی ایک ایسی سورت ہے کہ جس میں انسانوں کے **ساتھ** زمین کی دوسری مخلوق جنات کو بھی براہ راست خطاب کیا گیا ہے۔ اگرچہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ایسی تصریحات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی طرح جنات بھی ایک جواب دہ مخلوق ہیں اور ان میں بھی انسانوں کی طرح کافر و مومن۔ مطیع و سرکش ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سورۃ اس امر کی قطعی صراحت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کریم کی دعوت روئے زمین کے جن وانس دونوں کے لئے ہے۔ اور ان دونوں گروہوں کو یہاں خبردار کیا گیا ہے کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب تم سے باز پرس کی جائے گی اور اس باز پرس سے بچ کر تم کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ خدا کی خدائی تمہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے نکل کر بھاگ جانا انسان اور جنات کسی کے بس میں نہیں۔ اب یہ باز پرس جس روز یعنی یوم قیامت میں ہونے والی ہے اس روز مجرم جنات وانسانوں کا کیا حال ہوگا اور کس انجام سے ان کو واسطہ پڑے گا یہ اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہم کو جو دین و دنیا کی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان کی حقیقی قدر دانی اور شکر گذاری کی توفیق بھی ہم کو عطا فرمائیں۔ اور یوم قیامت کی فکر اور وہاں کی تیاری اور نجات کے سامان ہمارے لئے مہیا فرمائیں۔

اے اللہ کریم رب ہمارا حساب کتاب آسان فرمائے گا۔ اور قیامت کی ذلت اور رسوائیوں اور وہاں کی سختیوں سے اپنی پناہ میں رکھے گا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾

تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا، پھر تم (اس کو) ہٹا نہ سکو گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ

غرض جب (قیامت آئے گی جس میں) آسمان پھٹ جاوے گا اور ایسا سرخ ہو جاویگا جیسے سُرخ نری (یعنی چمڑا) سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ تو اس روز

عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ

(اللہ تعالیٰ کے معلوم کرنے کیلئے) کسی انسان اور جن سے اس کے جرم کے متعلق نہ پوچھا جائے گا۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ مجرم لوگ اپنے حلیہ سے پہچانے جاویں گے

فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ

سو (ان کے) سر کے بال اور پاؤں پکڑ لئے جائیں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم لوگ

بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾

جھٹلاتے تھے۔ وہ لوگ دوزخ کے اور گرم کھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

يُرْسَلُ بھیج دیا جائے گا	عَلَيْكُمَا تم پر	شُوَاظٌ ایک شعلہ	مِّنْ نَّارٍ آگ سے	وَّنُحَاسٌ اور دھواں	فَلَا تَنْتَصِرَانِ تو مقابلہ نہ کرسکو گے	
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فَاِذَا پھر جب	انْشَقَّتِ پھٹ جائے گا	السَّمَآءُ آسمان	فَكَانَتْ تو وہ ہوگا
وَرْدَةً گلابی	كَالدِّهَانِ جیسے سُرخ چمڑا	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فَيَوْمَئِذٍ پس اس دن	لَا يُسْئَلُ نہ پوچھا جائیگا
عَنْ ذَنْۢبِهٖ اس کے گناہوں کے متعلق	اِنْسٌ کسی انسان	وَّلَا جَآنٌّ اور نہ جن	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	
يُعْرَفُ پہچانے جائیں گے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم (جمع)	بِسِيْمٰهُمْ اپنی پیشانی سے	فَيُؤْخَذُ پھر وہ پکڑے جائیں گے	بِالنَّوَاصِيْ پیشانیوں سے		
وَالْاَقْدَامِ اور قدموں	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ اور کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	هٰذِهٖ یہ	جَهَنَّمُ جہنم	الَّتِيْ وہ جسے
يُكَذِّبُ بِهَا اسے جھٹلاتے ہیں	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم (جمع) گنہگار	يَطُوْفُوْنَ وہ پھریں گے	بَيْنَهَا اسکے درمیان	وَبَيْنَ اور درمیان	حَمِيْمٍ گرم پانی	
اٰنٍ کھولتے ہوئے	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں جنات و انسانوں دونوں گروہوں کو خبردار کیا گیا تھا کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب تم سے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔ اور یہ باز پرس قیامت کے دن ہونے والی ہے۔ جس سے کہ بچ کر کوئی کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتا۔ اب اس باز پرس کے نتیجہ میں کوئی تو اللہ کا مجرم ثابت ہوگا اور کوئی مومن متقی خدا سے ڈرنے والا ثابت ہوگا۔ اس لئے آگے دونوں کا انجام اور ان کے ساتھ کیا معاملہ قیامت میں کیا جائے گا وہ بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلے ان آیات میں مجرمین کے متعلق بیان ہے اور آئندہ آیات میں مومنین متقین کے متعلق احوال ہے۔ چنانچہ مجرمین جنت وانسان سے ان آیات میں خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے مجرمین جنات وانسان تم پر قیامت کے دن آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا اور کوئی اس کو دفع نہ کر سکے گا اور نہ کوئی اس

سزا کا کچھ بدلہ دے سکے گا۔ تو مجرموں کو اپنے جرائم کی پاداش سے قبل از وقت مطلع کر دینا اور آگاہ و خبردار کر دینا بھی ایک نعمت ہے کہ توبہ اور کفارہ کا موقع ابھی باقی ہے اور ان سزاؤں کی خبریں کر ان سے بچنے کا سامان ابھی دنیا میں کیا جا سکتا ہے اس لئے پھر جن وانس سے خطاب ہوتا ہے کہ اے جن وانس باوجود اس کثرت نعم کے تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے قیامت کا حال بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان پھٹے گا اور رنگ میں سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ شاید یہ سرخ رنگ اس لئے ہو کہ علامت غضب کی ہے جیسا کہ غضب میں چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ تو یہ خبر قبل از وقت دینا بھی ایک نعمت ہے اس لئے پھر فرمایا جاتا ہے کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن کسی جن وانس سے اس کے گناہوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم کرنے کے لئے سوال نہ کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو پہلے سے سب معلوم ہے۔ ہاں بطور الزام اور توبیخ ضابطہ کا سوال کیا جائے گا جیسا کہ سورہ حجر چودھویں پارہ میں فرمایا گیا فورَبک لنسئلنھم اجمعین سو آپ کے پروردگار کی قسم کہ ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ تو خود مجرمین کو معلوم کرانے اور جتلانے کے لئے سوال اور حساب ہوگا۔ اور یہ خبر قبل از وقوع دے دینا بھی ایک نعمت ہے اس لئے پھر خطاب ہوتا ہے کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ مجرم لوگ قیامت میں اپنے حلیہ سے پہچانے جاویں گے کہ ان کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی اور فرشتے ان کے سر کے بال اور کسی کو ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیں گے اور یہ خبر دنیا میں پہلے سے دے دینا بھی اللہ کی ایک نعمت ہے کہ جس کو ان احوال سے بچنا ہے وہ اسی دنیا میں ابھی بچنے کا انتظام کر لے اس لئے پھر خطاب فرمایا گیا کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ پھر جب مجرمون کو جہنم میں گھسیٹ کر ڈال دیا جائے گا

تو اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو یہ وہی جہنم ہے جس کا تم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان مجرمین کا جہنم میں پیاس کے مارے برا حال ہوگا۔ بھاگ بھاگ کر پانی کے چشموں کی طرف جائیں گے۔ مگر کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جس کے پینے سے پیاس بجھنا تو درکنار آنتیں بھی کٹ کر باہر آ جائیں گی۔ اس طرح جہنم کے اور گرم کھولتے ہوئے پانی کے درمیان یہ مجرمین دورہ کرتے ہوں گے یعنی کبھی جہنم کا عذاب بھگتیں گے اور کبھی گرم کھولتے ہوئے پانی کا۔ اور یہ خبر دنیا میں دے دینا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے کہ ان سزاؤں کی خبر سن کر ان سے بچنے کا اہتمام اور فکر کرنا ابھی ممکن ہے۔ اس لئے پھر خطاب ہوتا ہے کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

یہاں ان آیات میں مجرمین کی بعض ایسی سخت سزاؤں کا ذکر ہے کہ جن سے ان کو آخرت میں بوجہ اللہ کا مجرم ہونے کا واسطہ پڑے گا۔ اب اللہ تعالیٰ کا مجرم ہونے میں کفر و شرک تو سب سے بڑا جرم ہے اور اگر اس جرم سے دنیا میں سچی توبہ نہ کی گئی تو عذاب جہنم سے کبھی نجات نصیب نہ ہوگی جیسا کہ قرآن و حدیث میں سیکڑوں صریح تصریحات موجود ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے جرائم میں کیا صرف کفر و شرک ہی باعث عذاب جہنم ہیں اور قیامت میں میدان حشر میں کیا صرف کفار و مشرکین ہی مجرموں کے کٹہرے میں ہوں گے؟ اور کیا مردم شماری میں مسلمان کہلانے والے اور مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو کر مسلمانوں کے سے نام رکھ لینے والے اور گائے کا گوشت کھانے والے۔ یا صرف کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر شریعت اور دین سے آزاد رہنے والے بلکہ دین کا مذاق اڑانے اور اس کا تمسخر کرنے والے کیا ایسے مسلمان آخرت میں اللہ کے مجرم نہ ٹھہرائے جائیں گے؟ اور کیا ان کو عذاب جہنم سے واسطہ نہ پڑے گا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ جہنم کے سات طبقہ ہیں جس میں اوّل طبقے گناہگار

مسلمانوں کیلئے اور ان کفار کے لئے مخصوص ہے جو باوجود شرک پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے اور دیگر طبقات مشرکین۔ آتش پرست۔ دہریے یہود و نصاریٰ اور منافقین کیلئے مقرر ہیں۔ کیا احادیث میں میدان حشر کے احوال میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ مسلمانوں کی حالت حسب مراتب گونا گوں ہوگی۔ اور یہ مختلف گروہوں پر تقسیم کردئے جائیں گے جہاں اللہ کے مطیع۔ تابعدار۔ نیک۔ متقی پرہیزگار اور ایماندار بندوں کے گروہ حسب مراتب ہوں گے وہیں مجرمین کے گروہ بھی ہوں گے۔ مثلاً ظالم حکام خونی قاتل زانی۔ چور۔ رہزن۔ ڈاکو۔ ماں باپ کو ستانے اور تکلیف دینے والے۔ سودخور۔ رشوت خوار۔ حقوق العباد کے تلف کرنے والے۔ شراب خوار۔ یتیموں اور بے کسوں کے مال کھانے والے زکوٰۃ نہ دینے والے۔ امانت میں خیانت کرنے والے۔ عہد کے توڑنے والے وغیرہ وغیرہ مختلف گروہوں میں منقسم ہوکر اپنی جنس میں جاملیں گے؟ کیا یہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتلایا کہ مویشیوں کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کو میدان حشر میں پشت کے بل لٹا کر جانوروں کو حکم ہوگا کہ ان پر سے گذر کر پائمال کرو پس وہ جانور بار باران پر گذر کر ان کو روندتے رہیں گے؟ کیا سودخواروں کے پیٹوں کو پھلا کر ان میں سانپ اور بچھو بھر دئے جانے کی خبر حدیث میں نہیں دی گئی؟ کیا مصوروں کو یہ عذاب نہ دیا جائے گا کہ وہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں میں روح ڈالیں؟ کیا چغلخوروں کے کانوں میں سیسا پگلا کر نہ ڈالا جائے گا؟ کیا احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام اور حفاظت نہ کرے اس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا۔ نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ اور اس کا حشر فرعون۔ ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ میرے عزیزو اور دوستو! اللہ تعالیٰ کے مجرم ہونے کی فہرست تو بڑی طویل ہے۔ بس دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو مجرموں میں شامل ہونے سے بچائیں۔ اور ہم سے جو تقصیرات اور جرائم اب تک سرزد ہوچکے ہیں ان پر سچی توبہ و استغفار اور ان کا تدارک ابھی اسی دنیا اور اس زندگی میں نصیب فرما کر ہماری مغفرت کاملہ فرمادیں۔ اور آخرت کے مواخذہ سے بری فرمادیں۔ میدان حشر کی ذلت اور رسوائیوں سے بچالیں۔ اور عذاب جہنم کے دھویں سے بھی دور رکھیں۔

اب ان آیات میں تو مجرمین کے متعلق بیان تھا آگے خدا سے ڈرنے والے مومنین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے کرم سے اسلام اور ایمان سے نوازا ہے تم ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں اور ہم کو اس دنیا سے ایمان ویقین کے ساتھ کوچ کرنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس زندگی میں ہم کو اپنی آخرت سنوارنے کی فکر عطا فرمادے۔ اور اپنی رضا والے اعمال ہمارے لئے آسان فرمادے اور اپنی ناراضگی والے اعمال سے ہمیں بچالے۔

یا اللہ جہنم اور اس کے آزار سے ہمیں دور رکھے گا اور قیامت کی ذلت و رسوائیوں سے اپنی پناہ بخشے گا۔

یا اللہ میدان حشر میں ہم کو اپنے نیک اور صالح بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمایئے گا اور مجرموں میں شامل ہونے سے بچالیجئے گا۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت) ڈرتا رہتا ہے اُس کیلئے (جنت میں) دو باغ ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ (اور وہ) دونوں باغ کثیر شاخوں والے ہوں گے۔ سوائے جن و انس تم اپنے

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ

رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ بہتے چلے جارہے ہیں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی

فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ

دو دو قسمیں ہوں گی۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے وہ لوگ تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے،

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ

اور ان دونوں باغوں کا پھل بہت نزدیک ہوگا۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ ان میں نیچی نگاہ والیاں (یعنی حوریں) ہوں گی

يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ

کہ ان (جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ گویا وہ یاقوت

وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَیِّ

اور مرجان ہیں۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔ بھلا غایت اطاعت کا بدلہ بجز عنایت کے اور بھی کچھ ہوسکتا ہے۔ سو

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾

اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہوجاؤ گے۔

وَلِمَنْ اور اس کیلئے	خَافَ جو ڈرا	مَقَامَ رَبِّهٖ اپنے رب کے حضور کھڑا ہونا	جَنَّتٰنِ دو باغ	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	
تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ بہت سی شاخوں	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِيْهِمَا ان دونوں میں	
عَيْنٰنِ دو چشمے	تَجْرِيٰنِ جاری ہیں	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِيْهِمَا ان دونوں میں	مِنْ سے۔ کی
كُلِّ ہر	فَاكِهَةٍ میوے	زَوْجٰنِ دو قسمیں	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتیں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	مُتَّكِئِيْنَ تکیہ لگائے ہوئے
عَلٰى فُرُشٍ فرشوں پر	بَطَآئِنُهَا ان کے استر	مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ریشم کے	وَجَنَا اور میوے	الْجَنَّتَيْنِ دونوں باغ	دَانٍ نزدیک	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں
رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِيْهِنَّ ان میں	قٰصِرٰتُ بند (نیچے) رکھنے والی	الطَّرْفِ نگاہیں	لَمْ يَطْمِثْهُنَّ انہیں ہاتھ نہیں لگایا کسی	
اِنْسٌ انسان نے	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	

تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	رَبِّكُمَا اپنے رب	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	وَالْمَرْجَانُ اور مونگے	الْيَاقُوْتُ یاقوت	كَاَنَّهُنَّ گویا کہ وہ				
تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	رَبِّكُمَا اپنے رب	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	الْاِحْسَانُ احسان	اِلَّا سوا	الْاِحْسَانِ احسان	هَلْ جَزَآءُ نہیں بدلہ			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں مجرمین جنات وانسان کا انجام قیامت میں جو ہوگا بیان فرمایا گیا تھا کہ کسی کے پیشانی کے بال اور کسی کی ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو یہ ہے وہ جہنم جسے دنیا میں تم جھٹلاتے تھے اور جسے ایک خیال اور فرضی چیز سمجھتے تھے پھر وہ کبھی جہنم کی آگ میں جلیں گے اور کبھی کھولتے ہوئے پانی میں ڈالے جائیں گے۔ اب آگے ان مجرمین کے مقابلہ میں ان اہل ایمان کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان کا انجام قیامت میں بتلایا جاتا ہے جو دنیا میں اللہ کے ڈر اور خوف سے برے کاموں سے بچتے رہے اور اللہ کی رضا کے لئے نیک کام کرتے رہے۔ یہ اہل ایمان دو قسم کے ہوں گے ایک تو خواص۔ دوسرے عوام۔ تو پہلے ان آیات میں خواص اہل جنت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ وہ اہل سعادت جنہیں دنیا میں ڈر لگا رہا کہ ایک روز اپنے رب کے آگے کھڑا ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے اور اسی ڈر کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہے۔ نفس کی بے جا خواہشات سے رکے رہے۔ دنیوی زندگی کے پیچھے پڑ کر آخرت سے غافل نہ ہوئے بلکہ آخرت کی فکر زیادہ رکھتے رہے اور پوری طرح تقویٰ و پرہیز گاری کے راستہ پر چلا کئے تو ان کے لئے جنت میں دو عالیشان باغ ہوں گے اور یہ بشارت جنات وانسان دونوں کے لئے ہے اس لئے آگے فرمایا کہ اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اب جنت کے ان عالیشان باغات کی صفات بیان فرمائی جاتی ہیں۔ جنت کی یہ نعمتیں بتلا کر ارشاد ہوتا ہے کہ بھلا غایت اطاعت وفرمانبرداری کا بدلہ بجز عنایت ومہربانی کے کچھ اور ہوسکتا ہے؟ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر دنیا میں اپنے نفس پر پابندیاں لگائے ہوئے ہوں۔ حرام سے بچتے اور حلال پر اکتفا کرتے رہے ہوں۔ فرض کو فرض جان کر اپنے فرائض بجالاتے رہے ہوں۔ حق کو حق مان کر تمام حق داروں کے حقوق ادا کرتے رہے ہوں اور شر کے مقابلہ میں خیر کی ہر طرح حمایت وطرفداری کرتے رہے ہوں ہر طرح کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کر کے دین پر ثابت قدم رہنے والے ہوں تو ایسی نیک زندگی کا بدلہ نیک ثواب کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔ ہر ہر مذکورہ نعمت جتلا کر ہر بار جن وانس سے خطاب کر کے پوچھا گیا کہ اے جن وانس تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

یہ تو خواص اہل جنت کے باغوں کی صفات مذکور ہوئیں آگے عام مومنین اہل جنت کے باغوں کا بیان ہے جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے اور اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ ہی سے آپ کے انعامات واحسانات پر شکر کی توفیق کے طالب ہیں۔ یا اللہ! ہم آپ کی کسی ایک نعمت کے بھی منکر نہیں ہیں ہمیں اپنے شکر گذار بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

اور ان دونوں باغوں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔وہ دونوں باغ گہرے سبز ہوں گے۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ

نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ جوش مارتے ہوں گے۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ان دونوں باغوں میں میوے

وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ان میں خوب سیرت خوبصورت عورتیں ہوں گی (یعنی حوریں) سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ

نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔وہ عورتیں گوری رنگت کی ہونگی (اور) خیموں میں محفوظ ہوں گی۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور) اُن (جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا

قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ

اور نہ کسی جن نے۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔وہ لوگ سبز مشجر اور عجیب خوبصورت کپڑوں (کے فرشوں) پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾ ع

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا اور ان دونوں کے علاوہ	جَنَّتٰنِ دو باغ	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے		
مُدْهَآمَّتٰنِ نہایت گہرے سبز رنگ کے	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِيْهِمَا ان دونوں میں		
عَيْنٰنِ دو چشمے	نَضَّاخَتٰنِ بشدت جوش مارنے والے	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے		
فِيْهِمَا ان دونوں میں	فَاكِهَةٌ میوے	وَّنَخْلٌ کھجور کے درخت	وَّرُمَّانٌ اور انار	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	
تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِيْهِنَّ ان میں	خَيْرٰتٌ خوب سیرت	حِسَانٌ خوبصورت	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتیں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے
حُوْرٌ حوریں	مَّقْصُوْرٰتٌ رکی رہنے والی پردہ نشین	فِي الْخِيَامِ خیموں میں	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتیں	رَبِّكُمَا اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	
لَمْ يَطْمِثْهُنَّ انہیں ہاتھ نہیں لگایا	اِنْسٌ کسی انسان	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	
تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	مُتَّكِـِٕيْنَ تکیہ لگائے ہوئے	عَلٰى رَفْرَفٍ مسندوں پر	خُضْرٍ سبز	وَّعَبْقَرِيٍّ اور خوبصورت	حِسَانٍ نفیس	
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	تَبٰرَكَ برکت والا	اسْمُ نام	رَبِّكَ تمہارا رب	
ذِي الْجَلٰلِ صاحب جلال	وَالْاِكْرَامِ اوراحسان کرنے والا					

تفسیر وتشریح: یہ سورہ رحمٰن کی خاتمہ کی آیات ہیں۔گذشتہ آیات میں مقربین اور خواص اہل جنت کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ ان کو آخرت

میں بہشت کے عالی شان باغات عطا ہوں گے جن میں ہر طرح کی جسمانی و روحانی راحت و آرام کے سامان ہوں گے ۔ اب آگے ان آیات میں عام مومنین اہل جنت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان کو آخرت میں جو انعامات ملیں گے اس کو بیان فرمایا جاتا ہے۔
چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ بہشت کے ان دو باغوں کا جس کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوا اور جو مقربین اور خواص اہل جنت کے لئے ہوں گے ۔ ان کے علاوہ ان باغوں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں جو ہر ہر مومن کی جنت میں ملیں گے ۔ اہل جنت کی تقسیم دو قسموں میں اگلی سورہ واقعہ میں صاف صاف بیان فرمائی گئی ہے ایک تو سابقین جن کو مقربین بھی کہا گیا ہے جو جنت میں اعلیٰ درجہ کے اور خاص قرب رکھنے والے حضرات ہوں گے ۔ جیسے انبیاء اولیاء ۔ صدیقین ۔ شہداء وغیرہ ۔ دوسری قسم اصحاب الیمین جن کو اصحاب المیمنہ بھی کہا گیا ہے بتلائی گئی جو سابقین یعنی پہلی قسم سے کم درجہ کے ہوں گے جس میں عام مومنین و صالحین شامل ہوں گے چنانچہ بخاری شریف کی ایک صحیح حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو باغ ہیں جن کے برتن اور وہاں کی تمام چیزیں چاندی کی ہوں گی اور دو باغ ایسے ہیں کہ ان کے برتن اور وہاں کی تمام چیزیں سونے کی ہوں گی ۔ تو گذشتہ آیات میں جنت کے جن دو باغوں کا ذکر ہوا وہ تو مقربین کے لئے تھے اور ان آیات میں جن دو باغوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے یہ اصحاب یمین یعنی عام مومنین صالحین کے لئے ہیں ۔ آگے ان باغوں کی صفات بیان کی جاتی ہیں :۔

پہلی صفت فرمائی مدھامتٰن یعنی وہ باغ گہرے سبز ہوں گے ۔

دوسری صفت فرمائی فیھما عینٰن نضاختٰن یعنی ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے جو جوش مارتے ہوں گے ۔

تیسری صفت فرمائی فیھما فاکھۃ و نخل و رمان ۔ ان دونوں باغوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے ۔ مگر جنت کے میوے اور کھجور اور انار کو دنیا کے انار اور کھجوروں پر قیاس نہ کیا جائے ۔ ان کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کیونکہ وہاں کی نعمتوں کو نہ کسی نے دیکھا ہے نہ کسی دماغ میں آسکتی ہیں ۔

چوتھی صفت فرمائی فیھن خیرٰت حسان ان میں خوب سیرت اور خوبصورت عورتیں ہوں گی (مراد حوریں ہیں) ۔

آگے حوروں کے متعلق بتلایا کہ وہ نہایت خوبصورت گوری رنگت کی ہوں گی ۔ حدیث میں آتا ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر اہل جنت کی بیویوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان یعنی جنت سے لے کر زمین تک روشنی ہی روشنی ہو جائے اور مہک و خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کی اوڑھنی بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے ۔ آگے دوسری صفت حوروں کی بتلائی گئی لم یطمثھن انس قبلھم و لاجآن . یعنی ان جنتیوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی انسان نے تصرف کیا ہوگا نہ کسی جن نے ۔ آگے جنتیوں کی شاہانہ نشست کا ذکر ہے کہ یہ جنتی سبز رنگ کے اعلیٰ فرشوں اور غالیچوں پر تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے ۔ ہر ہر نعمت کے بعد پوچھا گیا کہ اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ۔

سورۃ کے خاتمہ پر حق تعالیٰ کی ثنا و صفت بیان فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کا نام بڑا بابرکت ہے جو بڑی عظمت والا اور احسان والا ہے یعنی اسی کی ذات اس لائق ہے کہ اس کا جلال و بزرگی مانا جائے اور اس کی بڑائی اور عظمت کا پاس کر کے اس کی نافرمانی نہ کی جائے ۔

دیکھئے قرآن پاک میں اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مومنین کو جو جنت اور وہاں کی نعمتوں کی بشارت دی گئی ہے وہ دو چیزوں کے ساتھ دی گئی ہے ایک ایمان اور دوسرے اعمال صالحہ ۔ مگر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ کوئی یہ وسوسہ تک دل میں نہ لائے کہ کوئی اپنے اعمال پر ناز اور گھمنڈ کرنے لگے اور یہ سمجھنے لگے کہ ان نیک اعمال کی بدولت میں جنت کا اور اس کی نعمتوں کا حق دار بن جاؤں گا ۔ مسلم شریف کی ایک صحیح حدیث ہے حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں نہ لے جائے گا اور نہ اس کو دوزخ سے بچائے گا اور نہ میرا عمل مگر اللہ کی رحمت و کرم سے اور بخاری اور مسلم میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو جنت میں اس کا عمل داخل نہیں کرے گا تو اصحاب نے عرض کیا کہ آپ کو بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو بھی میرا عمل جنت میں نہ لے جائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے فضل و رحمت میں ڈھانپ لے۔ تو ان روایت حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت میں جانا اور جہنم سے بچ جانا صرف رحمت الٰہی اور فضل خداوندی کے باعث ہوگا۔ مگر اس سے یہ بھی نہ خیال کیا جائے کہ پھر اعمال صالحہ کچھ کام نہ آئے۔ تو یہ بات نہیں۔ مطلب ان احادیث کا یہ ہے کہ کوئی اپنے اعمال صالحہ پر ناز اور گھمنڈ نہ کرے اور اعمال صالحہ بھی خالص نیت سے بدون توفیق و تائید خداوندی کے نہیں ہوسکتا تو اعمال صالحہ میں بھی اصل خدا کی رحمت ہی ٹھہری یعنی اصل سبب جنت میں جانے اور جہنم سے بچ جانے کا خدا کی رحمت ہوئی اور نیک عمل اس کا اثر اور نشان ہوا جیسا کہ ۲۱ ویں پارہ سورہ روم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے **ومن عمل صالحاً فلانفسهم يمهدون ليجزى الذين امنوا وعملوا الصلحت من فضله** (اور جو نیک عمل کر رہا ہے سو یہ لوگ اپنے لئے سامان کر رہے ہیں تا کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح بھی کئے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے جزا دے گا) معلوم ہوا کہ باوجود ایمان اور عمل صالح کے جنت کی نعمتوں کی امید حق تعالیٰ کے فضل و کرم ہی سے رکھنا چاہئے اور اس کے فضل عظیم کو طلب کرنا چاہئے۔ **اللهم انا نسئلك من فضلك العظيم**۔ آمین۔

الحمد للہ اس درس پر سورہ رحمٰن کا بیان پورا ہو گیا جس میں تین رکوع تھے۔ اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

سورۃ الرحمٰن کے خواص

۱- اگر کسی کو آشوب چشم ہو تو وہ سورۃ الرحمٰن لکھ کر گلے میں پہنے، تندرست ہو جائے گا۔ ۲- اگر کسی کو تلی کا مرض ہو تو سورۃ الرحمٰن لکھ کر پاک پانی سے دھولے اور وہ پانی پی لے۔

۳- اگر کسی مکان میں کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض تنگ کرتے ہوں تو جس دیوار کی طرف زیادہ ہوں اس پر سورۃ الرحمٰن لکھ دی جائے تو سب بھاگ جائیں گے۔

یامعشر الجن والانس ...... من نار ونحاس

جو آدمی مذکورہ آیات کو لکھ کر اپنے دائیں بازو پر باندھے وہ ہر خطرہ سے محفوظ رہے گا۔ (الدر النظیم)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی اہل جنت میں شامل فرمالیں اور جنت کی دائمی اور ابدی نعمتیں میسر فرمائیں۔ یا اللہ اپنی ہر ایک نعمت کی ہم کو قدر دانی اور شکر گذاری کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور ہر حال میں اپنی حمد و ثنا اور بڑائی و عظمت بیان کرنے اور اپنے ذکر و فکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ یا اللہ جنت جو آپ کی رضا کا مقام ہے اُس کا مل جانا اور جہنم جو آپ کے قہر و غضب کا مقام ہے اس سے بچ جانا یہ محض آپ کے فضل و کرم و رحم ہی سے ممکن ہے۔ جب اشرف الانبیاء والمرسلین آپ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ میرا عمل بھی مجھ کو جنت میں نہ لے جائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے فضل و رحمت میں ڈھانپ لے تو اور کون ہے جو اپنے اعمال پر نظر کر کے جنت کی امید کر سکے۔ یا اللہ! اس دنیا میں ہم پر فضل فرما اور اپنی رضا کے اعمال کی توفیق نصیب فرما۔ اور آخرت میں بھی اپنے فضل و کرم ہی سے ہمارا بیڑہ پار لگا اور اپنی رضا کے مقام جنت میں ہمارا ابدی ٹھکانا ہونا نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتٌّ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿۴﴾

جب قیامت واقع ہوگی۔ جس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے۔ تو وہ (بعض کو) پست کردے گی (اور بعض کو) بلند کردے گی۔ جب کہ زمین کو سخت زلزلہ آوے گا۔

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا ﴿۶﴾

اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے۔

اِذَا جب	وَقَعَتِ واقع ہو جائیگی	الْوَاقِعَةُ واقع ہونے والی	لَيْسَ نہیں	لِوَقْعَتِهَا اسکے واقع ہونے میں	كَاذِبَةٌ کچھ جھوٹ
خَافِضَةٌ پست کرنیوالی	رَّافِعَةٌ بلند کرنیوالی	اِذَا جب	رُجَّتِ لرزنے لگے گی	الْاَرْضُ زمین	رَجًّا سخت زلزلہ
وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا اور ریزہ ریزہ ہو جائیں پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر		فَكَانَتْ پھر ہو جائیں گے	هَبَآءً غبار	مُّنْبَثًّا پراگندہ	

تفسیر و تشریح: یہ پوری سورة قیامت کے واقع ہونے کی خبر اور قیامت کے لرزہ خیز حالات و کیفیات پر مشتمل ہے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "یارسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا "ہاں" مجھے سورہ ہود نے اور سورہ واقعہ نے اور سورہ والمرسلٰت نے اور سورہ عم یتسآءلون نے اور سورہ اذالشمس کورت نے بوڑھا کردیا"۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص سورہ واقعہ کو ہر رات پڑھ لیا کرے اسے ہرگز ہرگز فاقہ نہ پہنچے گا۔

سورہ واقعہ کے فضائل متعدد روایات میں وارد ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سورہ حدید اور سورہ واقعہ اور سورہ رحمٰن پڑھتا ہے وہ جنت الفردوس کے رہنے والوں میں پکارا جاتا ہے (یہ تینوں سورتیں یعنی سورہ رحمٰن، سورہ واقعہ، سورہ حدید لگاتار یکے بعد دیگرے ہیں) ایک روایت میں ہے کہ سورہ واقعہ سورہ الغنیٰ ہے۔ اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو اپنی بیبیوں کو سکھلاؤ اور حضرت عائشہؓ سے بھی اس کے پڑھنے کی تاکید منقول ہے۔

اب ان تلاوت کردہ آیات کی تشریح ملاحظہ ہو سورة کی ابتدا قیامت اور اس کے اثرات کے بیان سے فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی اس وقت کھل جائے گا کہ یہ کوئی جھوٹی اور غلط بات نہ تھی۔ نہ اسے کوئی ٹلا سکے گا۔ نہ واپس کر سکے گا۔ یہ آغاز کلام دراصل ان باتوں کا جواب ہے جو اس وقت کفار مکہ قیامت و آخرت کے متعلق کہتے تھے اور اس کو ناقابل یقین قرار دیتے تھے۔ انہیں یہ بعید از عقل و امکان نظر آتا تھا کہ زمین و آسمان کا یہ سارا نظام کیا درہم برہم ہو جائے گا اور پھر ایک دوسرا عالم برپا ہوگا جس میں سب اگلے پچھلے مرے ہوئے انسان دوبارہ زندہ کئے جاویں گے اور ان کا رتی رتی حساب کتاب کیا جائے گا اور دنیا کے اعمال و عقائد کے مطابق جزا و سزا دی جائے گی۔ اور کچھ بہشت کے باغات میں رہیں گے اور کچھ جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ یہ سب کفار کے نزدیک خواب و خیال کی باتیں تھیں اور جن کو ماننے کے لئے وہ تیار نہ تھے۔ اس

لئے انہیں سنایا جاتا ہے کہ جب وہ ہونے والا واقعہ یعنی قیامت و آخرت پیش آجائے گی تو اس وقت کوئی اسے جھٹلانے والا نہ ہوگا اور نہ کوئی ٹال سکے گا۔ نہ ہٹا سکے گا وہ اپنے مقررہ وقت پر آ کر رہے گی اور جب وہ دن آجائے گا تو ایک گروہ کو پست کرنے والا ہوگا اور ایک گروہ کو اوپر اٹھانے والا ہوگا۔ بڑے بڑے متکبرین کو جو دنیا میں بہت معزز اور سربلند سمجھے جاتے تھے۔ اسفل السافلین کی طرف دھکیل کر جہنم میں پہنچا دیا جائے گا اور بہت سے کمزور۔ ضعیف اور متواضع جو دنیا میں پست اور حقیر نظر آتے تھے جنت میں جائیں گے دشمنان خدا ذلیل ہو کر جہنمی بن جائیں گے اور مقبولین مومنین عزیز ہو کر اکرام کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور جب وہ دن یعنی یوم قیامت آئے گا تو یہ زمین ساری کی ساری لرزنے لگے گی۔ چپہ چپہ کپکپانے لگے گا۔ طول وعرض زمین میں زلزلہ پڑ جائے گا۔ پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔

دیکھئے بلا مبالغہ قرآن پاک کا ایک بڑا حصہ قیامت وآخرت ہی کے بیان پر مشتمل ہے اور قرآن پاک کی ابتدائی سورۃ یعنی سورہ بقرہ کے شروع ہی میں متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں ایک صفت و بالاٰخرۃ ھم یوقنون فرمائی گئی ہے یعنی وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اور دوسری باتوں کے متعلق یؤمنون فرمایا کہ وہ ان پر ایمان رکھتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ایمان رکھنا کسی امر پر اور بات ہے اور یقین رکھنا کسی امر پر اور بات ہے۔ تو قیامت وآخرت کے متعلق یقین رکھنے کا حکم ہے اور کسی بات پر یقین رکھنے کا اثر جو طبیعت پر ہوتا ہے وہ دنیا ہی کی ایک عام مثال سے سمجھ لیجئے مثلاً آپ کو ریل یا ہوائی جہاز سے کہیں کا سفر کرنا ہے اور آپ کو یہ یقین ہوتا ہے کہ ریل یا جہاز کی روانگی کا جو وقت مقرر ہے وہ بالکل اٹل ہے۔ ریل یا جہاز ٹھیک اپنے مقرر کردہ وقت پر روانہ ہو جائے گا۔ تو اس یقین کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آپ ہفتوں اور کئی دنوں پہلے سے ہمہ وقت اس سفر کی تیاری میں لگے رہتے ہیں اور روانگی کے مقررہ وقت سے پہلے ریل یا جہاز پر پہنچ جاتے ہیں' اس میں غفلت۔ ٹال مٹول۔ سستی۔ کاہلی یا شک وشبہ کا گزر نہیں ہوتا۔ اسی طرح قیامت وآخرت کے متعلق اگر یقین پختہ ہوگا تو پھر وہاں کی تیاری میں بھی انسان لگا رہے گا۔ اب ہم ذرا غور کریں کہ آخرت پر ہمارا یقین کتنا پختہ ہے؟ کیا آخرت کا یقین ہم کو ہمہ وقت وہاں کی تیاری میں لگائے ہوئے ہے؟ اگر ہم کو یہ یقین ہے کہ ایک وقت آنے والا ہے کہ دربار خداوندی میں حاضر ہونا ہے اور ہم سے ہمارے اعمال کی باز پرس ہونے والی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی خداوند ذوالجلال والاکرام کے غصہ اور ناراضگی کا سبب بننے والی ہے تو پھر اس یقین کے ساتھ جرات اور دیدہ دلیری سے عمداً اور دانستہ اللہ کی معصیت اور گناہوں پر اصرار کیوں ہے؟ ہم میں سے اکثر کا مسلک یوں کیوں بنا ہوا ہے کہ

اب تو آرام سے گزرتی ہے۔ عاقبت کی خبر خدا جانے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دیکھئے سورہ تکاثر ۳۰ ویں پارہ میں خود حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیوی ساز وسامان پر فخر کرنا تم کو آخرت سے غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستان میں پہنچ جاتے ہو یعنی مر جاتے ہو۔ ہرگز نہیں یعنی نہ دنیوی سامان قابل فخر ہے اور نہ آخرت قابل غفلت۔ اگر تم یقینی طور پر جان لیتے (یعنی غور وتوجہ سے کام لیتے اور اس کا یقین آجاتا تو کبھی آخرت سے غفلت میں نہ پڑتے۔ (بیان القرآن) اللہ تعالیٰ قیامت و آخرت کی طرف سے غفلت ہمارے دلوں سے دور فرمائیں اور ہم کو آخرت کا ایسا یقین کامل نصیب فرمائیں کہ ہم ہمہ وقت وہاں کی تیاری میں لگے رہیں۔ چنانچہ آگے بتلایا گیا ہے کہ تمام انسان اگلے اور پچھلے قیامت وآخرت میں تین گروہوں میں تقسیم ہو جاویں گے اور ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جاوے گا یہ ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿٧﴾ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ

اور تم تین قسم کے ہوجاؤ گے۔ سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں۔ اور جو بائیں والے ہیں،

مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿٩﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿١٠﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿١١﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿١٢﴾

وہ بائیں والے کیسے بُرے ہیں۔اور جواعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجہ کے ہیں۔(اور) وہ (خدا تعالیٰ کے ساتھ) خاص قرب رکھنے والے ہیں۔یہ مقرب لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٤﴾

ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا۔اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں ہوں گے۔

وَكُنْتُمْ اور تم ہوجاؤگے	اَزْوَاجًا جوڑے (قسم)	ثَلٰثَةً تین	فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ تو دائیں ہاتھ والے	مَا کیا	اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ دائیں ہاتھ والے	
وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ اور بائیں ہاتھ والے	مَا کیا	اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ بائیں ہاتھ والے	وَالسّٰبِقُوْنَ اور سبقت لے جانے والے			
السّٰبِقُوْنَ سبقت لے جانیوالے ہیں	اُولٰٓئِكَ یہی ہیں	الْمُقَرَّبُوْنَ مقرب (جمع)	فِيْ میں	جَنّٰتِ باغات	النَّعِيْمِ نعمت	ثُلَّةٌ بڑی جماعت
مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ پہلوں سے۔میں	وَقَلِيْلٌ اور تھوڑے	مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ پچھلوں سے۔میں				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں وقوع قیامت کے بعد یعنی آخرت میں تمام نوع انسانی کا تین گروہوں میں تقسیم ہو جانے اور پھر ان تینوں گروہوں کے احوال کی تفصیل بیان فرمائی جاتی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں تمام نوع انسانی کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے انسانو! بلحاظ اپنے انجام وثمرات عمل کے آخرت میں تمام نسل انسانی شروع دنیا سے جو قیامت تک پیدا ہوں گے تین طبقوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ ایک عام مومنین اہل جنت۔ دوسرے خواص مقربین جو جنت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہوں گے۔ تیسرے کفار ومنکرین جو اہل جہنم ہوں گے گذشتہ سورہ رحمٰن میں بھی یہی تین قسمیں ذکر فرمائی گئی تھیں۔ اس سورۃ میں خواص اہل جنت کو مقربین اور سابقین کہا گیا ہے اور عوام مومنین اہل جنت کو اصحاب الیمین یا اصحاب المیمنہ اور کفار ومنکرین کو اصحاب المشئمۃ یا اصحاب الشمال کہا گیا ہے۔ آگے ان تینوں قسموں کا حال بیان فرمایا گیا ہے پہلے اجمالاً اور پھر تفصیلاً۔ اجمالاً پہلے اصحاب المیمنہ یعنی داہنے والوں کا ذکر فرمایا۔ مراد اس سے وہ مومنین ہیں جو عرش عظیم کے داہنی طرف ہوں گے اور جن کا اعمالنامہ بھی داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور جن کی ارواح کو عہد لینے کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کے داہنے پہلو سے نکالا گیا تھا اور فرشتے بھی ان کو داہنی طرف سے لیں گے۔ شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی نسبت دیکھا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی داہنی طرف نظر کر کے ہنستے اور خوش ہوتے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔ تو ایک قسم جو اصحاب المیمنہ یعنی داہنے والے ہیں ان کے متعلق اجمالاً فرمایا کہ یہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں۔ مراد اس سے عوام مومنین اہل جنت ہوں گے جن کے حال کی تفصیل آگے بیان فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو بھی اس داہنے والے گروہ میں شامل فرمالیں۔

دوسرا گروہ اصحاب المشئمۃ یعنی بائیں والوں کا ذکر فرمایا۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو آدم علیہ السلام کے بائیں پہلو سے نکالے گئے۔ عرش کے بائیں جانب کھڑے کئے جائیں گے اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرشتہ بائیں طرف سے ان کو پکڑیں گے۔ تو یہ دوسری قسم جو اصحاب المشئمۃ یعنی بائیں والے ہیں ان کے متعلق اجمالاً فرمایا گیا کہ ان کی بدبختی اور نحوست کا کیا ٹھکانہ۔ یہ کیسے برے ہیں کہ سب اہل جہنم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم سب کو اس گروہ میں شامل ہونے سے بچالیں۔ آمین۔

تیسرا گروہ جو عرش کے سامنے ہوگا۔ یہ خاص الخاص جماعت ہوگی جو اصحاب یمین سے بھی زیادہ باوقعت اور خاص مقربین الٰہی میں سے ہوں گے۔ اور حق تعالیٰ کی رحمتوں۔ قرب و وجاہت میں سب سے آگے ہوں گے اور یہ جماعت انبیاء کرام۔ صدیقین۔ شہداء اور اولیاء اللہ متقین کاملین کی ہوگی۔ ان حضرات سابقین کے متعلق فرمایا گیا کہ یہ جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجہ کے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص قرب رکھنے والے ہیں اور یہ مقربین آرام اور نعمتوں سے بھرے ہوئے باغات بہشت میں ہوں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان مقربین خاص کا ایک بڑا گروہ تو اولین یعنی اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے آخرین یعنی پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے۔ اب یہاں آیت میں اوّلین و آخرین سے کون مراد ہیں اس میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ اوّلین یعنی اگلوں سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک جتنی امتیں گذری ہیں وہ اولین ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قیامت تک کے لوگ آخرین یعنی پچھلے لوگ ہیں۔ اس لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ بعثت محمدی سے پہلے ہزار ہا برس کے دوران جتنے انبیاء اور پیغمبر اور رسول گذرے ہیں ان میں سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے قیامت تک آنے والے انسانوں میں سابقین کی تعداد کم ہوگی۔

حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس کی وجہ کہ اوّلین میں سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی یہ فرمائی ہے کہ اوّلین یعنی آدم علیہ السلام سے زمانہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک کا زمانہ بہت طویل ہے بہ نسبت امت محمدیہ کے جو قرب قیامت میں پیدا ہوئی ہے تو باقتضاء عادت زمانہ اس طویل زمانہ کے خواص بہ نسبت امت محمدیہ کے مختصر زمانہ کے خواص کے تعداد میں ان سے کم ہوں گے کیونکہ اس طویل زمانہ میں ایک دو لاکھ کے درمیان تو انبیاء ہی ہیں اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی اور نبی نہیں اس لئے خواص مقربین کا بڑا گروہ اولین کا ہوگا اور آخرین یعنی امت محمدیہ میں ان کی تعداد کم ہوگی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں اولین و آخرین سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّلین و آخرین مراد ہیں یعنی آپ کی امت میں ابتدائی دور کے لوگ اوّلین ہیں۔ یعنی صحابہ تابعین۔ تبع تابعین وغیرہ۔ جن میں سابقین مقربین کی تعداد زیادہ ہوگی۔ اور بعد کے لوگ آخرین ہیں جن میں سابقین مقربین کی تعداد کم ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ تو ہوا اجمالاً بیان تینوں قسموں کا۔ اب آگے ان تینوں قسموں کا تفصیلی بیان ہے۔ پہلے سابقین یعنی مقربین خاص کی تفصیل بیان کی گئی ہے جس کا ذکر اگلی آیات میں ان شاء اللہ آیندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿١٥﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿١٦﴾ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿١٧﴾ بِاَكْوَابٍ 1۰

(وہ لوگ) سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ان کے آس پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمدورفت کیا کریں گے۔

وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿٢٠﴾

آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا نہ اس سے ان کو دردسر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے۔

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢١﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿٢٢﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿٢٣﴾ جَزَآءًۢ

اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہوگا۔اور (ان کیلئے) گوری گوری بڑی آنکھوں والی عورتیں ہونگی۔(مراد حوریں ہیں) جیسے (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾

یہ اُن کے اعمال کے صلہ میں ملے گا۔(اور) وہاں نہ بک بک سُنیں گے اور نہ کوئی (اور) بیہودہ بات بس (ہر طرف سے) سلام ہی سلام کی آواز آئے گی۔

عَلٰى سُرُرٍ تختوں پر	مَّوْضُوْنَةٍ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے	مُّتَّكِـِٕيْنَ تکیہ لگائے ہوئے	عَلَيْهَا اس پر	مُتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے	
يَطُوْفُ اردگرد پھریں گے	عَلَيْهِمْ ان کے	وِلْدَانٌ لڑکے	مُّخَلَّدُوْنَ ہمیشہ رہنے والے	بِاَكْوَابٍ آبخوروں کے ساتھ	وَّاَبَارِيْقَ اور آفتابے
وَكَاْسٍ اور پیالے	مِّنْ سے۔کے	مَّعِيْنٍ صاف شراب	لَّا يُصَدَّعُوْنَ نہ انہیں دردسر ہوگا	عَنْهَا اس سے	وَلَا يُنْزِفُوْنَ اور نہ ان کی عقل میں فتور آئیگا
وَفَاكِهَةٍ اور میوے	مِّمَّا اس سے جو	يَتَخَيَّرُوْنَ وہ پسند کریں گے	وَلَحْمِ طَيْرٍ اور پرندوں کا گوشت	مِّمَّا وہ جو	يَشْتَهُوْنَ وہ چاہیں گے
وَ اور	حُوْرٌ عِيْنٌ بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں	كَاَمْثَالِ جیسے	اللُّؤْلُؤِ موتی	الْمَكْنُوْنِ (سیپی میں) چھپے ہوئے	جَزَآءً جزا
بِمَا اس کی	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے ہیں	لَا يَسْمَعُوْنَ وہ نہ سُنیں گے	فِيْهَا اس میں	لَغْوًا بے ہودہ بات	وَّلَا تَاْثِيْمًا اور نہ گناہ کی بات
اِلَّا مگر	قِيْلًا کلام	سَلٰمًا سَلٰمًا سلام سلام			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آخرت میں تمام نسل انسانی جو دنیا میں پہلے گذر چکے یا جواب موجود ہیں اور یا جو آئندہ قیامت تک پیدا ہوں گے بلحاظ اپنے انجام کے تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ایک تو سابقین یعنی اللہ تعالیٰ کے مخصوص مقبول بندے اور خاص قرب الٰہی رکھنے والے۔دوسرے اصحاب یمین یعنی داہنے والے اور تیسرے اصحاب الشمال یعنی بائیں والے۔ان تینوں قسموں کے لوگوں کا اجمالاً حال گذشتہ آیات میں بیان فرمایا گیا تھا۔اب قدرے تفصیلاً ان تینوں گروں کا حال جو آخرت میں ہوگا بیان فرمایا جاتا ہے۔پہلے ان آیات میں سابقون یعنی اللہ تعالیٰ کے مخصوص اور خاص قرب رکھنے والے بندے جیسے انبیاء۔صدیقین۔شہدا اور اولیاء اللہ۔ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں ان کے کیا درجات ہوں گے۔اس کے بعد اگلی آیات میں اصحاب یمین اور اصحاب الشمال کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ ان کا آخرت میں کیا حال ہو گا۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ سابقین جو بہشت کے باغات میں ہوں گے ان کے بیٹھنے کے لئے سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تخت ہوں گے جن پر یہ تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔یعنی نشست ایسی ہوگی کہ کسی ایک کی پیٹھ

دوسرے کی طرف نہ رہے گی۔ ان کی خدمت کے لئے لڑکے ہوں گے جن کی عمر ہمیشہ ایک حالت میں رہے گی۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اہل جنت کے خدام تین قسم کے ہوں گے:۔

ایک ملائکہ جو خدائے قدوس اور اہل جنت کے مابین بطور قاصد ہوں گے۔

دوسرے غلمان جو حوروں کی طرح جنت میں ایک جدا مخلوق ہیں جو جنت ہی میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ اور وہ ہمیشہ ایک عمر کے رہیں گے اور مثل بکھرے ہوئے موتیوں کے چاروں طرف خدمت کرتے پھریں گے۔ روایات حدیث سے ثابت ہے کہ ایک ایک جنتی کے پاس ہزاروں خادم ہوں گے۔

تیسرے اولاد مشرکین جو بچپن میں قبل از بلوغ انتقال کر چکی ہوگی۔ یہ بچے اہل جنت کے خادم ہوں گے۔ مگر محدثین میں یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ غیر مسلموں کی اولاد صغیر یعنی نابالغ اولاد جنت میں جائے گی یا دوزخ میں۔ کیونکہ ایسے بچوں کے بارہ میں مختلف روایتیں منقول ہیں جو بالغ ہونے سے پہلے مر جاتے ہیں۔ اسی بنا پر بعض حضرات محدثین کے نزدیک ان کا حشر اپنے ماں باپ کے ساتھ ہوگا۔ یعنی کافروں اور مشرکوں کے بچے اپنے ماں باپ کے تابع ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ بعض محدثین و علمائے کرام کا قول ہے کہ وہ جنتی ہیں کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے گرد بچے ہی بچے جمع ہیں اور جب کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد مشرکین کے بارہ میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی وہیں موجود ہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ کچھ علماء کی رائے اس مسئلہ میں سکوت اختیار کرنے کی ہے کیونکہ بعض روایات کے پیش نظر اس مسئلہ میں توقف ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور دیگر بعض علما نے اس بارے میں توقف اختیار کیا ہے۔ محدث امام نوویؒ نے نزدیک تمام احادیث میں تطبیق دینے کے بعد قول راجح یہی ہے کہ غیر مسلموں کے نابالغ بچے مرنے کے بعد آخرت میں جنت ہی میں جائیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض ذکر سابقین مقربین کا ہو رہا تھا۔ جن کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان کے پینے کے لئے صاف ستھری شراب ہوگی جس کے قدرتی چشمے جاری ہوں گے۔ قرآن پاک کی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت کے لئے مشروب یعنی پینے کی چیزیں چار قسم کی ہوں گی اور ان کی نہریں جاری ہوں گی:۔

ایک وہ نہری جن کا پانی نہایت شیریں و ٹھنڈا ہے۔

دوسری وہ نہریں جو ایسے قدرتی دودھ سے لبریز ہیں جس کا مزہ کبھی نہیں بگڑتا۔

تیسری وہ نہریں جو ایسی شراب کی ہیں جو نہایت فرحت افزا اور خوش رنگ اور خوش مزہ ہے۔

چوتھی وہ نہریں جو نہایت صاف وشفاف شہد کی ہیں۔

علاوہ ان نہروں کے تین قسم کے چشمے ہیں:۔

ایک کا نام کافور ہے جس کی خاصیت خنکی ہے۔

دوسرے کا نام زنجبیل ہے جس کو سلسبیل بھی کہتے ہیں اس کی خاصیت گرم ہے مثل چاء وقہوہ۔

تیسرے کا نام تسنیم ہے جو نہایت لطافت کے ساتھ ہوا میں معلق جاری ہے۔ ان تینوں چشموں کا پانی مقربین کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن اصحاب یمین کو بھی جو مقربین سے کم درجہ کے جنتی ہیں ان چشموں میں سے سربمہر گلاس مرحمت ہوں گے جو پانی پینے کے وقت گلاب اور کیوڑہ کی طرح سے اس میں تھوڑا تھوڑا املا کر پیا کریں گے۔

اب چونکہ یہاں آیت میں جنت کی شراب طہورہ کا ذکر آ گیا تھا اس لئے ہوسکتا تھا۔ کہ کوئی دنیا کی شراب پر جنت کی شراب کو قیاس کرے اس لئے آگے فرمایا **لا یصدعون عنھا ولا ینزفون** ۔ نہ اس کے پینے سے ان اہل جنت کو درد سر ہوگا ۔ اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا یعنی اس جنت کی پاک شراب میں سرور ہی سرور ہوگا باقی جتنے نقصانات اور خرابیاں اس دنیا کی شراب میں ہوتے ہیں وہ کوئی بھی اس میں نہ ہوں گے ۔ سبحان اللہ کیا قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ہے کہ چند لفظوں میں جنت کی شراب کی ساری ہی خرابیوں کی نفی کر دی ۔ آگے ارشاد ہے کہ ان مقربین کو جس وقت جو میوہ یا پھل پسند ہو اسی وقت وہ بدوں تعب یا مشقت کے پہنچے گا ۔ روایات میں ہے کہ جنت کے درخت باوجود نہایت بلند اور بزرگ ہونے کے اس قدر باشعور ہیں کہ جس وقت کوئی جنتی کسی میوہ یا پھل کو رغبت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی شاخ اس قدر نیچے کو جھک جائے گی کہ بغیر کسی مشقت کے وہ اس کو توڑ لیا کرے گا اور جنت کے بعض بڑے بڑے میوے ایسے ہوں گے کہ جس وقت جنتی اس کو توڑے گا اس میں سے نہایت خوبصورت پاکیزہ عورت مع لباس فاخرہ و زیور برآمد ہوگی اور اپنے مالک کی ہمنشین و خدمت گذار ہوگی ۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے میوے بھی ہمیشگی والے ہیں نہ کبھی ختم ہوں نہ کبھی ان سے روکا جائے ۔ یہ نہیں کہ جاڑے میں ہیں تو گرمیوں میں نہیں ۔ یا گرمیوں میں ہیں تو جاڑے میں نہیں ۔ بلکہ یہ میوے ہمیشہ رہنے والے ہیں ۔ خدا کی قدرت سے ہر وقت وہ موجود رہیں گے اور ادھر پھل توڑا ادھر اس کے قائم مقام دوسرا پھل لگ گیا ۔ ایک حدیث میں ذکر ہے کہ انگور کا ایک دانہ جنت میں ایک بکرے کی کھال کے ڈول کے برابر ہے ۔ حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث میں جس میں آپ نے سورج کے گہن ہونے کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج گہن کا نماز ادا کرنے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے یہ بھی ہے کہ بعد فراغت نماز آپ کے ساتھ کے نمازیوں نے آپ سے پوچھا ۔ یا رسول اللہ ہم نے آپ کو اس جگہ آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے دیکھا کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی اور جنت کے میوے کا خوشہ لینا چاہا ۔ اگر میں لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے ۔ اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ ظہر کی فرض نماز پڑھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے پھر آپ نے کوئی چیز لینی چاہی پھر پیچھے ہٹ آئے ۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابی بن کعبؓ نے پوچھا یا رسول اللہ آج تو آپ نے ایسی بات کی جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی ۔ آپ نے فرمایا میرے سامنے جنت لائی گئی اور جو اس میں ترو تازگی اور سرسبزی ہے میں نے اس میں سے انگور کا خوشہ توڑنا چاہا تا کہ لا کر تمہیں دوں ۔ پس میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا اور اگر میں اسے تمہارے درمیان لے آتا تو زمین اور آسمان کے درمیان کی مخلوق اسے کھاتی رہتی تب بھی اس میں ذرا سی بھی کمی نہ آتی ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اس دنیا میں رہ کر جنت و آخرت کی نعمتوں کا خواہ وہ میوے یا پھل پھلا رہوں یا دوسری نعمتیں اندازہ ہی نہیں لگا سکتے اور اصل حقیقت کو ہم یہاں دنیا میں پوری طرح سمجھ ہی نہیں سکتے ۔ بس ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہوگا ۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اب جنت کے شوق و طلب کا تو کیا سوال اب تو اس کا ذکر اذکار بھی معیوب معلوم ہونے لگا ۔

سابقین کے لئے جنت کی جو نعمتیں بیان ہو رہی ہیں اس سلسلہ میں آگے ارشاد ہے **ولحم طیر مما یشتھون** اور پرندوں کا گوشت جوان کو مرغوب ہو ملے گا۔ ویسے تو پرند کا گوشت ہی مزیدار ہوتا ہے پھر ان میں سے بھی وہ کہ جو مرغوب ہو۔ احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنتی کا دل جس پرندے کے گوشت کو کھانے کا چاہے گا وہ اس کے سامنے آجائے گا۔ جو جتنا چاہے گا اور جس پہلو کا گوشت پسند کرے گا کھائے گا پھر وہ پرند اڑ جائے گا اور جیسا تھا ویسا ہی ہو جاوے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جنت کے جس پرند کو تو چاہے گا وہ بھنا بھنایا تیرے سامنے آجاوے گا۔ آگے فرمایا کہ ان سابقین کے لئے حوریں ہوں گی جو رنگت میں ایسی صاف شفاف ہوں گی جیسے حفاظت سے پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔ پھر فرمایا کہ یہ ساری نعمتیں ان اعمال کے جزا کے طور پر انہیں ملیں گی جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ اخیر میں فرمایا گیا کہ یہ مقربین جنت میں کوئی لغو اور واہیات باتیں نہیں سنیں گے۔ یعنی وہاں بیہودگی۔ جھوٹ۔ غیبت۔ بہتان۔ طنز و تمسخر۔ طعن و تشنیع کچھ نہ ہوگا۔ بس ہر طرف سے سلام۔ سلام کی آوازیں آئیں گی یعنی جنتی ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ اور فرشتے جنتیوں کو سلام کریں گے اور رب کریم کا سلام جنتیوں کو پہنچے گا اور سلام کی اس کثرت کا اس طرف اشارہ ہے کہ اب یہاں پہنچ کر تمام آفات و مصائب سے محفوظ و مامون ہو گئے۔ اب نہ کسی طرح کا آزار پہنچے گا۔ نہ موت آئے گی نہ فنا ہوگی۔

یہاں تک تو جزائے سابقین اور مقربین کا بیان ہوا۔ آگے اصحاب الیمین یعنی داہنے والوں کی جزا کی تفصیل کو ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے سابقین مقبولین و مقربین کے طفیل میں ہم کو بھی ان کا کفش بردار ہو کر جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں۔ اور جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دیجئے جن سے آپ راضی ہو جائیں اور آخرت کی کامیابی و کامرانی ہم کو نصیب فرمادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾

اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں۔ وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی۔ اور تہ بتہ کیلے ہوں گے۔

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ

اور لمبا لمبا سایہ ہوگا۔ اور چلتا ہُوا پانی ہوگا۔ اور کثرت سے میوے ہوں گے۔ جو نہ ختم ہوں گے اور نہ اُن کی روک ٹوک ہوگی۔ اور اونچے اونچے

مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ

فرش ہوں گے۔ ہم نے (وہاں کی) اُن عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے۔ یعنی ہم نے اُن کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔ محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں۔ یہ سب چیزیں

الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾

داہنے والوں کیلئے ہیں ان (اصحاب الیمین) کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا۔ اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں ہوگا۔

وَ اور	اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ والے	مَا کیا	اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ والے	فِيْ سِدْرٍ بیریوں میں	مَّخْضُوْدٍ بے خار والی		
وَطَلْحٍ اور کیلے	مَّنْضُوْدٍ تہ در تہ	وَظِلٍّ اور سایہ	مَّمْدُوْدٍ لمبا۔دراز	وَمَآءٍ اور پانی	مَّسْكُوْبٍ گرتا ہوا	وَفَاكِهَةٍ اور میوے	
كَثِيْرَةٍ کثیر	لَّا مَقْطُوْعَةٍ نہ ختم ہونے والا	وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ اور نہ کوئی روک ٹوک	وَفُرُشٍ اور فرش (جمع)	مَّرْفُوْعَةٍ اونچے	اِنَّا بیشک ہم		
اَنْشَاْنٰهُنَّ انہیں اُٹھان دی	اِنْشَآءً خوب اُٹھان	فَجَعَلْنٰهُنَّ پس ہم نے انہیں بنایا	اَبْكَارًا کنواری (جمع)	عُرُبًا اَتْرَابًا محبوب ہم عمر			
لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ والوں کیلئے	ثُلَّةٌ بہت سے	مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ اگلوں میں سے	وَ اور	ثُلَّةٌ بہت سے	مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ پچھلوں میں سے		

تفسیر و تشریح: ان آیات میں اصحاب یمین کے جزا کی تفصیل ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ اصحاب بھی بہت ہی خوب لوگ ہیں۔ ان کی خوش قسمتی کا کیا کہنا۔ ان کے لئے بھی جنت میں خوب خوب نعمتیں ہیں۔ وہ بہشت کے ان باغات میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی یعنی ایسی بیریاں جن کے درختوں میں کانٹے نہ ہوں گے۔ اب کوئی اس پر تعجب نہ کرے کہ بیر کونسا نفیس اور اعلیٰ پھل ہے کہ جس کے جنت میں ہونے کی خوشخبری سنائی گئی۔ تو واقعہ یہ ہے کہ جنت کے بیروں کا تو کیا کہنا خود اس دنیا کے بعض علاقوں میں یہ پھل اتنا لذیذ۔ خوشبودار اور میٹھا ہوتا ہے کہ ایک دفعہ منہ کو لگنے کے بعد اس کا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور بیر جتنے اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں ان کے درختوں میں کانٹے اتنے ہی کم ہوتے ہیں۔ اس لئے جنت کے بیروں کی یہ تعریف کی گئی کہ ان کے درخت جنت میں بالکل ہی کانٹوں سے خالی ہوں گے یعنی ایسی بہترین قسم کے ہوں گے کہ جو دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ احادیث میں ایک روایت ہے۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ اعرابیوں یعنی دیہاتیوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنا اور آپ سے مسائل پوچھنا ہمیں بہت نفع دیتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آکر کہا۔ یارسول اللہ میں سمجھتا ہوں کہ جنت میں کوئی تکلیف دینے والا درخت نہیں اور قرآن میں ایسے درخت کا ذکر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کونسا؟ اس نے کہا سدر یعنی بیری کا درخت۔ آپ نے فرمایا پھر تو نے اس کے ساتھ ہی لفظ مخضود نہیں پڑھا؟ اس کے کانٹے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے ہیں اور ان کے بدلہ پھل پیدا کر دیئے۔ ہر

ہر بیری میں ۷۲ قسم کے ذائقے ہوں گے جن کا رنگ و مزہ مختلف ہوگا۔ آگے فرمایا اور تہ بتہ کیلے ہوں گے یعنی قسم قسم کے مزیدار پھلوں سے لدے ہوں گے۔ اور بڑے بڑے سایہ دار درخت ہوں گے صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کے درخت کے سایہ تلے تیز سوار سو (۱۰۰) سال تک چلتا رہے لیکن سایہ ختم نہ ہوگا اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھو **وظل ممدود** اور لمبا لمبا سایہ ہوگا۔ اس آیت وظل ممدود کی تشریح علما نے اس طرح بھی کی ہے کہ نہ دھوپ ہوگی۔ نہ گرمی سردی۔ نہ اندھیرا ہوگا۔ صبح صادق کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے جیسا درمیانی وقت ہوتا ہے ایسا معتدل سایہ سمجھو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنت میں ہمیشہ وہ وقت رہے گا جو صبح صادق کے بعد سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے کے درمیان درمیان رہتا ہے۔ پھر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں روشنی چاند و سورج کی نہ ہوگی بلکہ عرش کے نور کی ہوگی۔ آگے فرمایا **وماء مسکوب** اور چلتا ہوا جاری پانی ہوگا مگر یہ نہریں کھدی ہوئی زمین میں نہ ہوں گی بلکہ ہوا میں معلق ہوں گی۔ آگے فرمایا کہ کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے جیسے دنیا کے میوے کہ فصل ختم ہونے سے پھل بھی ختم ہو جاتے ہیں اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی جیسے دنیا میں باغ والے اس کی روک تھام کرتے ہیں۔ یہ پھلوں کے توڑنے اور کھانے میں کوئی امر مانع ہوگا نہ درختوں کی بلندی کی وجہ سے کوئی زحمت پیش آئے گی۔ آگے فرمایا اور اونچے اونچے فرش ہوں گے۔ یعنی بلند تختوں پر نرم اور گدگدے راحت و آرام دینے والے شاندار فرش ہوں گے جن پر وہ بیٹھیں گے۔ تو چونکہ یہ مقام خوش عیشی کے ذکر کا ہے اور خوش عیشی بدون عورتوں کے کامل نہیں ہوتی اس لئے بہشتی عورتوں کا بھی ذکر فرمایا جاتا ہے اور آگے بتلایا جاتا ہے کہ خواہ جنت کی حوریں ہوں یا دنیا کی بیویاں جو اپنے ایمان اور عمل صالح کی بنا پر جنت میں جائیں گی وہاں خدا کی قدرت سے وہ ہمیشہ جوان اور خوبصورت بنی رہیں گی خواہ وہ دنیا میں کتنی ہی بوڑھی ہو کر مری ہوں۔ احادیث میں ایک روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتی ہیں یا رسول اللہ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا اے ام فلاں! جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی۔ وہ روتی ہوئی واپس ہوئیں تو آپ نے فرمایا۔ جاؤ انہیں سمجھا دو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں داخل جنت نہ ہوں گی یعنی جن جنت میں جائیں گی تو جوان ہوں گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **انا انشاء نھن انشآء فجعلنھن ابکارا** ہم نے ان بیبیوں کو خاص طور پر بنایا ہے اور ہم نے انہیں کنواریاں کر دی ہیں۔ یعنی دنیا کی نیک ایمان دار خواتین خواہ دنیا میں کنواری مری ہوں یا بال بچوں والی ہو کر۔ ان بیبیوں کو جنت میں نو عمر کنواریاں کر کے جنت میں رکھا جائے گا اور وہ بوجہ اپنے حسن صورت کے اور جسامت کے اور خوش خلقی اور حلاوت کے اپنے جنتی شوہروں کو بڑی پیاری ہوں گی۔ ایک صفت جنت کی عورتوں کی اور بیان فرمائی گئی کہ وہ اہل جنت شوہروں کی ہم عمر ہوں گی۔ یعنی یہ عورتیں بھی جوان ہوں گی اور ان کے شوہر بھی جوان ہوں گے چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ اہل جنت کے قد و قامت مانند حضرت آدم علیہ السلام کے ساٹھ ساٹھ ہاتھ ہوں گے اور دیگر اعضا بھی انہی قد و قامت کے مناسب ہوں گے بلحاظ صورت نہایت حسین و جمیل ہوں گے اور ہر ایک عین شباب کی حالت میں ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے جسم بالوں سے صاف ہوں گے بے ریش گورے چٹے رنگ کے خوش خلق اور خوبصورت سرگین آنکھوں والے ۳۳ برس کی عمر کے ۶۰ ہاتھ لمبے اور ۷ ہاتھ چوڑے چکلے مضبوط بدن والے ہوں گے۔ تو یہاں جنت کی عورتوں کے متعلق جس میں حوریں بھی داخل ہیں اور اس دنیا کی جنتی بیویاں بھی بتلایا گیا کہ جنت میں ان کی بناوٹ ایک خاص قسم کی ہوگی۔ ان کا شباب ان کا حسن و جمال۔ اہل جنت کے ساتھ ان کی ہم عمری یہ سب چیزیں مستقل۔ پائیدار۔ اور دائمی ہوں گی۔ اس دنیا کی نعمتوں کی طرح فنا

پذیر نہ ہوں گی اور یہ سب مذکورہ نعمتیں اصحاب یمین یعنی داہنے والوں کے لئے ہوں گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی۔ ہمارے والدین کو ہمارے اولادوں کو۔ ہماری بیویوں کو۔ ہمارے اعزا و اقارب کو۔ ہمارے احباب کو سب کو اصحاب یمین میں شامل فرمادیں۔ آمین۔ اخیر میں فرمایا گیا ثلۃ من الا ولین وثلۃ من الآخرین یعنی ان اصحاب یمین کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس موقع پر ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے بیان فرمایا کہ میرے سامنے انبیاء مع اپنے تابعدار امتیوں کے پیش ہوئے۔ یہ نبی گذرتے تھے اور بعض نبی کے ساتھ ایک جماعت ہوتی تھی۔ اور بعض نبی کے ساتھ صرف تین آدمی ہوتے تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ بن عمران گذرے جو بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت ساتھ لئے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا پروردگار یہ کون ہیں؟ جواب ملا یہ تمہارے بھائی موسیٰ بن عمران ہیں اور ان کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والی امت ہے۔ میں نے پوچھا خدایا پھر میری امت کہاں ہے۔ ارشاد ہوا اپنی داہنی جانب نیچے کی طرف دیکھئے۔ میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت نظر آئی۔ لوگوں کے بکثرت چہرے دمک رہے تھے۔ پھر مجھ سے پوچھا کہو اب تو خوش ہو؟ میں نے کہا ہاں خدایا خوش ہوں۔ مجھ سے پھر فرمایا اب اپنی بائیں جانب کناروں کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو وہاں بھی بے شمار لوگ تھے۔ پھر مجھ سے پوچھا اب تو راضی ہو گئے۔ میں نے کہا ہاں میرے رب میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور سنو۔ ان کے ساتھ ستر ہزار اور لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ سن کر حضرت عکاشہؓ جو بدری صحابی ہیں کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان ہی میں شامل فرمادے۔ آپ نے دعاء کی۔ پھر ایک اور صحابی کھڑے ہوئے اور کہا اے نبی اللہ میرے لئے بھی دعا کیجئے آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت کر گئے پھر آپ نے فرمایا لوگو اگر تم سے ہو سکے تو تم ان ہزار میں سے بنو جو بے حساب جنت میں جائیں گے۔ ورنہ کم از کم داہنی جانب والوں میں سے ہو جاؤ۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کنارے والوں میں سے بن جاؤ پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام جنت کی تہائی والے ہو گے۔ حضرت قتادہؓ راوی حدیث کہتے ہیں کہ ہم نے پھر تکبیر کہی۔ فرمایا اور سنو تم آدھوں آدھ اہل جنت کے ہو گے۔ ہم نے پھر تکبیر کہی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیات ثلۃ من الا ولین و ثلۃ من الآخرین تلاوت کیں۔ اب ہم میں آپس میں مذاکرہ ہوا کہ یہ ستر ۷۰ ہزار کون لوگ ہیں پھر ہم نے کہا وہ لوگ جو اسلام ہی میں پیدا ہوئے اور شرک نہ کیا ہوگا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرواتے اور فال نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اب اصحاب یمین کا ذکر فرمانے کے بعد تیسرے گروہ اصحاب الشمال یعنی بائیں والوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اصحاب یمین میں شامل ہونا نصیب فرمائیں۔ اور ان کے ساتھ جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے والدین کو اور ہماری نسلوں کو اور ہماری بیویوں کو اور تمام امت مسلمہ کے مومنین کو اہل جنت ہونا مقدر فرمائیں۔ اے اللہ اپنے کرم سے ہمیں اُن اعمال کی توفیق عطا فرمادے کہ آخرت میں ہمیں اصحاب یمین میں شامل فرمالیا جائے اور ان کے ساتھ جنت میں جانا نصیب ہوجائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿٤٢﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ

اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں۔ وہ لوگ آگ میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں۔ جو نہ ٹھنڈا ہوگا

وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾

اور نہ فرحت بخش ہوگا۔ وہ لوگ اس کے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے۔ اور بڑے بھاری گناہ (یعنی شرک وکفر) پر اصرار کیا کرتے تھے۔

وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا

اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں (ہوکر) رہ گئے تو کیا (اس کے بعد) ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی

الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ

(زندہ کئے جاویں گے)۔ آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے۔ جمع کئے جاویں گے، ایک معین تاریخ کے وقت پر۔ پھر (جمع ہونے کے بعد) تم کو

اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿٥١﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَشٰرِبُوْنَ

اے گمراہو جھٹلانے والو۔ درختِ زقوم سے کھانا ہوگا۔ پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی ہوگا۔

عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿٥٤﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿٥٥﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٥٦﴾

پھر پینا بھی پیاسے اونٹوں کا سا۔ (غرض) اُن لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی۔

وَ اور	اَصْحٰبُ الشِّمَالِ بائیں ہاتھ والے	مَآ کیا	اَصْحٰبُ الشِّمَالِ بائیں ہاتھ والے	فِيْ میں	سَمُوْمٍ گرم ہوا	وَّحَمِيْمٍ اور کھولتا ہوا پانی	وَّ اور
ظِلٍّ سایہ	مِّنْ سے۔ کے	يَّحْمُوْمٍ دھواں	لَّا بَارِدٍ نہ کوئی ٹھنڈی	وَّلَا كَرِيْمٍ اور نہ فرحت	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	قَبْلَ ذٰلِكَ اس سے قبل
مُتْرَفِيْنَ نعمت میں پلے ہوئے	وَكَانُوْا اور وہ تھے	يُصِرُّوْنَ اڑے ہوئے	عَلَى پر	الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ گناہ بھاری	وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے تھے		
اَئِذَا کیا جب	مِتْنَا ہم مرگئے	وَكُنَّا اور ہوگئے	تُرَابًا مٹی	وَّعِظَامًا اور ہڈیاں	ءَاِنَّا کیا ہم	لَمَبْعُوْثُوْنَ ضرور دوبارہ اٹھائے جائیں گے	
اَوَ کیا	اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا	الْاَوَّلُوْنَ پہلے	قُلْ آپ کہہ دیں	اِنَّ بیشک	الْاَوَّلِيْنَ پہلے	وَالْاٰخِرِيْنَ اور پچھلے	لَمَجْمُوْعُوْنَ ضرور جمع کئے جائیں گے
اِلٰى طرف۔ پر	مِيْقَاتِ وقت	يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مقررہ دن	ثُمَّ پھر	اِنَّكُمْ بیشک تم	اَيُّهَا اے	الضَّآلُّوْنَ گمراہ لوگو	الْمُكَذِّبُوْنَ جھٹلانے والے
لَاٰكِلُوْنَ البتہ کھانے والے	مِنْ سے	شَجَرٍ درخت	مِّنْ زَقُّوْمٍ تھوہر	فَمَالِئُوْنَ پس بھرنا ہوگا	مِنْهَا اس سے	الْبُطُوْنَ پیٹ (جمع)	
فَشٰرِبُوْنَ سو پینا ہوگا	عَلَيْهِ اس پر	مِنَ سے	الْحَمِيْمِ کھولتا ہوا پانی	فَشٰرِبُوْنَ سو پینا ہوگا	شُرْبَ الْهِيْمِ پیاسے اونٹ کی طرح پینا		
هٰذَا یہ	نُزُلُهُمْ ان کی مہمانی	يَوْمَ الدِّيْنِ روز جزا					

تفسیر وتشریح: اب ان آیات میں اصحاب والشمال کا جو حال آخرت میں ہوگا وہ بیان فرمایا جاتا ہے۔ یہ اصحاب والشمال یعنی بائیں طرف والے کفار ومشرکین کا گروہ ہوگا جو میدان حشر میں عرش کے بائیں جانب کھڑے کئے جائیں گے۔ اور اعمال نامے ان

کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور فرشتے بائیں طرف سے ان کو پکڑیں گے۔ اس وجہ سے ان کا لقب اصحاب الشمال ہو گا یعنی بائیں طرف والے اور یہ گروہ اہل جہنم میں سے ہوگا۔ ان کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں یہ بائیں طرف والے کیسے برے حال میں ہوں گے۔ آگے ان کے حال کی تفصیل ہے کہ جہنم کی آگ سے کالا دھواں اٹھے گا اس کے سایہ میں یہ لوگ رکھے جائیں گے جس میں کوئی جسمانی یا روحانی آرام نہ ملے گا۔ نہ اس سایہ سے ٹھنڈک پہنچے گی اور نہ وہ عزت کا سایہ ہوگا۔ ذلیل وخوار ہوکر اس کی تپش میں بھنتے رہیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ ان سزاؤں کے مستحق اس لئے ہوئے کہ دنیا میں جو خدا کی نعمتیں انہیں ملی تھیں ان میں یہ مست ہو گئے اور دنیوی خوشحالی کے غرور کے نشہ میں اللہ اور رسول سے ضد باندھی تھی۔ یہ اپنے سامنے کسی کو کچھ سمجھتے نہ تھے اور خوشحالی کے غرہ میں بڑے بھاری گناہ یعنی کفر وشرک اور تکذیب کرتے تھے اور عقلی دلیلیں پیش کرتے کہ مرنے کے بعد مٹی میں مل کر پھر بھی کہیں کوئی زندہ ہوسکتا ہے؟ جب ہڈیاں بھی گل سڑ گئیں تو ان میں دوبارہ جان کیسے پڑ جائے گی؟ ہمارے باپ دادا مدتوں سے مرے پڑے ہیں آج تک تو ان میں سے کوئی دوبارہ زندہ ہوکر نہیں آیا تو ہم کیسے زندہ ہو جائیں گے؟ تو یہ منکرین قیامت جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے انہیں جواب مل رہا ہے کہ اگلے اور پچھلے جتنے دنیا میں پیدا ہوکر مریں گے سب دوبارہ زندہ ہوکر قیامت کے مقررہ دن ٹھیک وقت پر سب ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور اس میں منکرین ومکذبین بھی شامل ہوں گے لیکن یہ اچھی طرح کان کھول کر سن لیں اور آگاہ ہو جائیں کہ قیامت کے دن جس کا وقت اللہ کے علم میں مقرر ہے جب یہ

بھوک سے مضطر اور پریشان ہوں گے تو انہیں زقوم کھانے کو ملے گا اور اسی سے پیٹ بھرنا پڑے گا۔ پھر اس کے اوپر سے جب پیاس سے تڑپیں گے تو کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور وہ اسے پیاسے اونٹوں کی طرح پئیں گے کیونکہ بھوک و پیاس دونوں شدت کی ہوں گی۔ اخیر میں فرمایا جاتا ہے کہ یہ منکرین ومکذبین کیا دنیا میں اکڑتے پھر رہے ہیں۔ انہیں ایک دن آخر مرنا ہے اور مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونا ہے اور انصاف کا دن آتا ہے۔ اس دن ان کی مہمانی یہی ہوگی کہ زقوم کھانے کو ملے گا اور حمیم پینے کو ملے گا۔ زقوم ایک درخت ہے جو عرب میں اپنی تلخی کے لئے مشہور تھا۔ فارسی میں اسے حنظل اور اردو میں تھوہر کہتے ہیں۔ یہ زہریلا اور تلخ ہونے کی وجہ سے انسانی غذا کے قابل نہیں ہوتا اور پھر جہنم کا زقوم جو جہنم کی آگ سے پیدا ہوگا۔ الامان الحفیظ۔ ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور فیصلہ کرلو کہ ہرگز نہ مرو گے مگر اس حال میں کہ تم مسلم یعنی اللہ کے فرمانبردار بندے ہوگے اور آپ نے فرمایا کہ زقوم جس کے متعلق قرآن کریم میں ہے کہ وہ جہنم میں پیدا ہونے والا ایک درخت ہے اور وہ دوزخیوں کی خوراک بنے گا۔ اگر اس کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامان زندگی کو خراب کردے۔ پس کیا گذرے گی اس شخص پر جس کا کھانا وہی زقوم ہوگا۔ تو اصحاب الشمال یعنی اہل جہنم کی غذا تو زقوم ہوگا اور پینے کو حمیم ملے گا۔ جہنم میں ایک تالاب ہے جس کا نام حمیم ہے پانی اس کا اتنا گرم ہے کہ لبوں تک پہنچنے سے اوپر کا ہونٹ اس قدر سوج جائے

گا کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جائیں گی اور نیچے کا ہونٹ سوج کر سینے وناف تک پہنچے گا۔ حمیم حلق سے نیچے اترتے ہی پھیپھڑے۔ معدے اور انتڑیوں کو پھاڑ دے گا قرآن پاک کی دوسری آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جہنم کو علاوہ دیگر عذابوں کے بھوک کا عذاب اس قدر سخت کر دیا جائے گا جو تمام عذابوں کے مجموعہ کے برابر ہوگا۔

جہنمی بھوک سے بے قرار اور بے چین ہو کر غذا طلب کریں گے۔ ارشاد باری ہوگا کہ درخت زقوم کے پھل جو نہایت تلخ۔ خاردار اور سخت ہے اور جو حمیم کی تہ میں پیدا ہوتا ہے ان کو کھانے کو دو۔ جب اس کو کھانا شروع کریں گے تو گلے میں پھنس جائے گا۔ اس پر اہل جہنم کہیں گے کہ دنیا میں جب ہمارے گلوں میں لقمہ اٹک جاتا تھا تو پانی سے نگل لیا کرتے تھے لہٰذا طالب آب ہوں گے۔ حکم ہوگا کہ حمیم میں سے پانی پلا دو۔ پانی کے ہونٹ تک پہنچتے ہی ہونٹ جل کر اتنے سوج جائیں گے کہ پیشانی اور سینے تک پہنچ جائیں گے۔ زبان سکڑ جائے گی۔ حلق ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ انتڑیاں پھٹ کر پاخانہ کے راستہ سے نکل پڑیں گی۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تو ان مجرموں یعنی اہل جہنم کی ضیافت اور مہمانی قیامت میں اس زقوم اور حمیم سے ہوگی۔

یہاں اس تلخ حقیقت کا ذکر کرنا بھی ناموزوں نہ ہوگا کہ اب تو اس زمانہ میں جنت اور دوزخ کا بھی مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اور بطور طعن اور تشنیع کے کہا جاتا ہے کہ ان ملانوں کو تو بس جنت اور جہنم کا سبق یاد ہے۔ دنیا والے تو پرواز کر کے خلا میں پہنچ رہے ہیں چاند اور ستاروں میں اتر چکے ہیں یہ جنت اور جہنم ہی کے قصوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ تو ایسے بے دین کان کھول کر سُن لیں کہ عالم آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ایک مومن کیلئے ضروری ہے اور جن پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مومن و مسلم نہیں ہوسکتا انہی میں سے جنت اور جہنم بھی ہیں اور یہی دونوں مقام انسانوں کا آخری اور پھر ابدی ٹھکانہ ہیں۔ جس طرح قرآن کریم میں جنت اور اس کی نعمتوں کا اور جہنم کی تکلیفوں کا ذکر کثرت سے کیا گیا ہے اسی طرح رسول اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ میں بھی کثرت سے ان کا ذکر ہے اور مقصد اس سے یہ نہیں ہے کہ جنت وجہنم کا مکمل جغرافیہ اور وہاں کے احوال کا پورا نقشہ سامنے آجائے بلکہ اس کثرت ذکر کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسانوں میں جہنم اور اس کے عذابوں کا خوف پیدا ہو اور وہ اللہ کی نافرمانیوں اور ان برائیوں سے بچیں جو جہنم میں لے جانے والی ہیں اور جنت اور اس کی نعمتوں کا شوق ابھرے تاکہ وہ اچھے اعمال وعقائد اختیار کریں جو اللہ کی رضا کا باعث اور جنت میں پہنچانے والے ہوں۔ اور ایسی قرآنی آیات اور احادیث کا حق یہی ہے کہ ان کے پڑھنے اور سننے سے شوق اور خوف کی یہ کیفیتیں پیدا ہوں۔

الغرض انسانوں کے انجام کو بیان فرما کر اب آگے اصل مضمون یعنی توحید و آخرت کی صداقت کو بیان کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یااللہ ہمارا آخری ٹھکانا اپنی رضا اور خوشنودی کے مقام جنت میں بنایئے اور جہنم اور وہاں کے آزاروں سے اپنی پناہ میں رکھیے اور بچایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿٥٧﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿٥٨﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ

ہم نے تم کو (اول بار) پیدا کیا ہے (جس کو تم بھی تسلیم کرتے ہو) پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے۔ اچھا پھر یہ بتلاؤ تم جو (عورتوں کے رحم میں) منی پہنچاتے ہو۔ اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم

الْخٰلِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٦٠﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ

بنانے والے ہیں۔ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو (معین وقت پر) ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں۔ کہ تمہاری جگہ تمہارے جیسے اور (آدمی)

اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾

پیدا کردیں اور تم کو ایسی صورت میں بنادیں جن کو تم جانتے ہی نہیں۔ اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ ہم نے پیدا کیا تمہیں	فَلَوْ سو کیوں	لَا تُصَدِّقُوْنَ تم تصدیق نہیں کرتے	اَفَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو تو	مَا تُمْنُوْنَ جو تم ڈالتے ہو		
ءَاَنْتُمْ کیا تم	تَخْلُقُوْنَهٗ تم اسے پیدا کرتے ہو	اَمْ یا	نَحْنُ ہم	الْخٰلِقُوْنَ پیدا کرنیوالے	نَحْنُ ہم	قَدَّرْنَا ہم نے مقرر کیا
بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	الْمَوْتَ موت	وَمَا نَحْنُ اور نہیں ہم	بِمَسْبُوْقِيْنَ اس سے عاجز	عَلٰى پر	اَنْ نُّبَدِّلَ کہ ہم بدل دیں	
اَمْثَالَكُمْ تم جیسے	وَ اور	نُنْشِئَكُمْ ہم پیدا کردیں تمہیں	فِيْ میں	مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے	وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ یقیناً تم جان چکے ہو
النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى پیدائش پہلی	فَلَوْ تو کیوں	لَا تَذَكَّرُوْنَ تم غور نہیں کرتے				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں منکرین سے خطاب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس بات کو تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اول بار پیدا کیا ہے تو پھر اس بات کو کیوں نہیں مانتے کہ جیسے اس نے پہلے پیدا کیا وہی دوبارہ بھی پیدا کردے گا۔ آگے ان منکرین کو اپنی پیدائش یاد دلا کر ایک سوال کیا جاتا ہے کہ رحم مادر میں نطفہ سے انسان کون بناتا ہے؟ کیا اس قطرہ ناچیز کو جیتا جاگتا انسان بنا کر پیدا کرنا ایک خدا کے سوا کسی اور کا بھی کام ہے؟ اور کیا کسی اور کا اس میں ذرہ برابر بھی کوئی دخل ہے؟ کیا یہ کام ماں باپ خود کرتے ہیں؟ یا کوئی حکیم ڈاکٹر اور دیوی دیوتا کرتا ہے؟ کیا یہ کسی مرد یا عورت یا دنیا کی کسی طاقت کے اختیار میں ہے کہ اس نطفہ ناچیز سے حمل قرار پائے اور پھر ماں کے پیٹ میں درجہ بدرجہ تخلیق و پرورش ہو اور جیتا جاگتا بچہ بنے۔ اس کے اندر مختلف ذہنی اور جسمانی قوتوں کا تناسب ہو؟ کیا یہ سب کچھ ایک خدا کے سوا کوئی دوسرا کرسکتا ہے؟ پھر کیا یہ فیصلہ کرنا بھی خدا کے سوا کسی اور کے اختیار میں ہے کہ بچہ لڑکی ہو یا لڑکا؟ خوبصورت ہو یا بدصورت؟ کالا ہو یا گورا ہو؟ طاقتور ہو یا کمزور۔ صحیح سالم ہو یا ناقص ہو؟ اندھا۔ بہرا۔ لولا۔ لنگڑا ہو یا تمام اعضا کا صحیح سالم؟ کیا خدا کے سوا کوئی اور یہ طے کرتا ہے؟ مشرک یا دہریہ ان سوالات کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکتا۔ ان سب سوالوں کا معقول جواب ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ یہ انسان ہر لحاظ سے پورا کا پورا خدا ہی کا بنایا اور پیدا کیا ہوا ہے۔ تو جب یہ حقیقت سامنے آگئی کہ یہ انسان خدا ہی کا بنایا اور پیدا کیا ہوا ہے تو پھر اس انسان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ یہ اپنے خالق کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی پرستش کرے اور اسکی بندگی بجالائے۔ کیا خدا کے وجود اور اسکی توحید اور اس کے معبود ہونے کیلئے یہ دلیل فیصلہ کن نہیں۔

پھر تمام انسان اس دنیا میں شب و روز اپنے ہی جیسے انسانوں

کی پیدائش کا یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔ جو خدا آج نیست سے ہست اور عدم سے وجود میں لا کر اور انسان بنا کر پیدا کر رہا ہے کیا وہ آئندہ اپنے ہی پیدا کئے ہوئے انسان کو دوبارہ پیدا نہ کر سکے گا؟ پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ خدا ہی نے تمہارے درمیان میں موت کو معین وقت پر ٹھیرا رکھا ہے۔ یعنی یہ خدا ہی کے اختیار میں ہے اور وہی یہ طے کرتا ہے کہ کس کو ماں کے پیٹ ہی میں مر جانا ہے اور کسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر مر جانا ہے۔ اور کسے کس عمر تک بچپن۔ یا جوانی یا بڑھاپے کو پہنچ کر مرنا ہے۔ جس کی موت کا جو وقت اس ایک خدا نے مقدر کر دیا ہے اس سے پہلے دنیا کی کوئی طاقت اسے مار کر ختم نہیں کر سکتی اور اس کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ نہیں رکھ سکتی پھر نہ کوئی موت کے وقت کو جان سکا ہے۔ نہ آئی ہوئی موت کو روک سکا ہے نہ یہ معلوم کر سکا ہے کہ کس کی موت کس ذریعہ سے کس مقام پر کس طرح واقع ہونے والی ہے۔ تو جس طرح انسان کو بنایا اور پیدا کرنا ایک خدائے ذوالجلال کا کام ہے اسی طرح اس انسان کو ایک خاص وقت تک دنیا میں باقی رکھنا یہ بھی اسی خدائے ذوالجلال کا کام ہے۔ تو گویا انسان کی تخلیق اس کی بقا اور اس کی فنا یہ سب خدا تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ بھی خدا کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ اس سے عاجز نہیں ہے کہ اے منکرین ومکذبین تمہاری جگہ تم جیسے اور آدمی پیدا فرما دے اور تم کو ایسی صورت میں بنا دے کہ جس کو تم جانتے بھی نہیں مثلاً انسان سے جانور کی صورت میں مسخ کر دے جس کا گمان بھی نہ ہو۔ اخیر میں تنبیہ کے طور پر فرمایا گیا کہ اے انسانو تم جانتے ہو اور اب بتانے سے بھی تمہیں معلوم ہو گیا کہ خدا ہی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا اب اس سے تم یہ کیوں نہیں سمجھ لیتے کہ جیسے خدا نے پہلی بار بنایا ایسے ہی دوبارہ بھی بنا سکتا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر یعنی قیامت و آخرت پر تعجب ہو یا اس کا انکار کیا جائے۔ غرض یہ کہ اللہ کو اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر پہچانو اور یقین کرو کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور جزا و سزا قیامت میں دیئے جاؤ گے۔

اب یہاں قرآنی فصاحت و بلاغت اور دلائل کی خوبی قابل غور ہے کہ چند الفاظ میں حق تعالیٰ نے اس غفلت شعار انسان کو جس کی ظاہر بین نظریں سلسلہ اسباب میں الجھ کر رہ جاتی ہیں یہ سمجھایا کہ اس عالم کائنات میں اے انسان خود تیرا وجود یا جو کچھ موجود ہے یا وجود میں آ رہا ہے یا آئندہ آنے والا ہے یہ سب درحقیقت حق تعالیٰ جل شانہٗ ہی کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے کرشمے ہیں۔ یہاں غافل انسان کو خود انسان کی اپنی پیدائش جس کو کہ وہ روزمرہ مشاہدہ کرتا رہتا ہے یاد دلا کر حق تعالیٰ کی قدرت اور توحید پر ایمان لانے کی طرف رہنمائی فرمائی گئی۔

ابھی مزید دلائل توحید و آخرت اگلی آیات میں پیش کئے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا پھر اپنی ذات کی معرفت عطا فرمائی اور ایمان اور اسلام کی دولت سے نوازا۔ اے اللہ بے شک ہماری حیاۃ آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور ہم کو مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونا اور پپ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔

اے اللہ اب بھی آپ ہی ہماری دستگیری فرما رہے ہیں اور قیامت میں بھی آپ ہی دستگیری فرمائیں اور آخرت کی کامیابی و کامرانی اور سرخروئی نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَٰهُ حُطَٰمًا

اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ (تخم وغیرہ) بوتے ہو۔ اُس کو تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس (پیداوار) کو چُورا چُورا کر دیں

فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٦٧﴾ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلْمَآءَ ٱلَّذِى

پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ گے۔ کہ (اب کے تو) ہم پر تاوان ہی پڑ گیا۔ بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے (یعنی سارا ہی سرمایہ گیا گذرا) اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو

تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ ٱلْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنزِلُونَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ أُجَاجًا

تم پیتے ہو۔ اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اُس کو کڑوا کر ڈالیں

فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٧٠﴾ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلنَّارَ ٱلَّتِى تُورُونَ ﴿٧١﴾ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ

سو تم شکر کیوں نہیں کرتے۔ اچھا پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو۔ اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔

ٱلْمُنشِـُٔونَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنَٰهَا تَذْكِرَةً وَمَتَٰعًا لِّلْمُقْوِينَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾

ہم نے اس کو یاددہانی کی چیز اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے۔ سو آپ عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

أَفَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو تو	مَا تَحْرُثُونَ جو تم بوتے ہو	ءَأَنتُمْ کیا تم	تَزْرَعُونَهٗ اس کی کاشت کرتے ہو	أَمْ یا	نَحْنُ ہم	ٱلزَّٰرِعُونَ کاشت کرنیوالے	
لَوْ نَشَآءُ اگر ہم چاہیں	لَجَعَلْنَٰهُ البتہ ہم اسے کردیں	حُطَٰمًا ریزہ ریزہ	فَظَلْتُمْ پھر تم ہوجاؤ	تَفَكَّهُونَ باتیں بناتے	إِنَّا بیشک ہم		
لَمُغْرَمُونَ تاوان پڑجانے والے	بَلْ بلکہ	نَحْنُ ہم	مَحْرُومُونَ محروم رہ جانیوالے	أَفَرَءَيْتُمُ بھلا تم دیکھو تو	ٱلْمَآءَ پانی	ٱلَّذِى جو	
تَشْرَبُونَ تم پیتے ہو	ءَأَنتُمْ کیا تم	أَنزَلْتُمُوهُ تم نے اسے اتارا	مِنَ سے	ٱلْمُزْنِ بادل	أَمْ نَحْنُ یا ہم	ٱلْمُنزِلُونَ اُتارنے والے	لَوْ اگر
نَشَآءُ ہم چاہیں	جَعَلْنَٰهُ ہم کردیں اسے	أُجَاجًا کڑوا	فَلَوْ تو کیوں	لَا تَشْكُرُونَ تم شکر نہیں کرتے	أَفَرَءَيْتُمُ بھلا تم دیکھو تو	ٱلنَّارَ آگ	
ٱلَّتِى جو	تُورُونَ تم سلگاتے ہو	ءَأَنتُمْ کیا تم	أَنشَأْتُمْ تم نے پیدا کئے	شَجَرَتَهَآ اس کے درخت	أَمْ نَحْنُ یا ہم	ٱلْمُنشِـُٔونَ پیدا کرنے والے	
نَحْنُ ہم	جَعَلْنَٰهَا ہم نے بنایا اسے	تَذْكِرَةً نصیحت	وَمَتَٰعًا اور منفعت	لِّلْمُقْوِينَ مسافروں کیلئے	فَسَبِّحْ پس تو پاکیزگی بیان کر		
بِٱسْمِ نام سے۔کی	رَبِّكَ اپنے رب	ٱلْعَظِيمِ عظمت والے					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں توحید وآخرت کی صداقت پر انسان کی پیدائش اور موت سے استدلال فرمایا گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں مزید دلائل ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں اور منکرین توحید وآخرت کو خطاب فرما کر کہا جاتا ہے کہ رحم مادر کے اندر بچہ کو بنانے اور پیدا کرنے کی کیفیت تو اوپر کی دلیل میں تم نے سن لی اب دوسری دلیل توحید وآخرت کی صداقت میں تم اپنی کھیتی میں دیکھو کہ تم زمین میں بیج ڈالتے ہو لیکن زمین کے اندر اس کی پرورش کرنا پھر باہر نکال کر ایک لہلہاتی کھیتی بنا دینا کس کا کام ہے؟ منکرین سے یہ سوال کر کے ایک اہم حقیقت کی طرف ان کی توجہ دلائی جاتی ہے کہ جس رزق پر تم پلتے ہو وہ بھی اللہ ہی تمہارے لئے پیدا کرتا ہے۔ انسان کی ظاہری کوشش کا دخل اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کہ وہ کھیتی کے لئے زمین میں بیج ڈال دے آگے زمین جس میں کھیتی بوئی جاتی ہے یہ

تمہاری بنائی ہوئی نہیں۔اس زمین میں اگانے کی طاقت تم نے نہیں بخشی۔اس زمین میں جو بیج ڈالا جاتا ہے اس میں یہ صلاحیت کہ ہر بیج سے اسی نوع کا درخت پھوٹے جس کا وہ بیج ہے کسی انسان کی پیدا کی ہوئی نہیں۔پھر اس بیج سے پودا اگانے میں ہوا۔روشنی۔گرمی۔سردی اور موسمی کیفیت کی جو ضرورت ہے وہ سب قدرت کی عطا کردہ ہے۔جب یہ سب اللہ کی قدرت اور اسی کی پروردگاری کا کرشمہ ہے اور تم اسی کے پیدا کئے ہوئے رزق سے پل رہے ہو تو اس کے سوا کسی اور کی بندگی کا حق تمہیں کہاں سے پہنچتا ہے۔پھر ایک بیج جو مثل مردہ کے زمین میں ڈالا جاتا ہے اس سے زندگی کے آثار جس طرح ثابت ہوتے ہیں اور کونپل پھوٹ کر پودا اگتا ہے اسی طرح زمین میں دفن کئے ہوئے انسان ایک دن زندہ ہو کر زمین میں سے نکلیں گے جیسا کہ یہ قرآن خبر دے رہا ہے۔پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کھیتی پیدا کرنے کے بعد اس کا محفوظ اور باقی رکھنا یہ بھی خدا ہی کا کام ہے۔اگر خدا چاہے تو کوئی آفت بھیج دے۔جس سے ساری کھیتی ایکدم میں تہس نہس ہو کر رہ جائے پھر تم سر پکڑ کر روؤ اور آپس میں بیٹھ کر باتیں بنانے لگو کہ میاں ہمارا تو بڑا بھاری نقصان ہو گیا اور سب کچھ کیا کرایا ختم ہو گیا اور ہم تو بالکل خالی ہاتھ رہ گئے۔

آگے توحید کی تیسری دلیل دی جاتی ہے کہ بارش کے پانی کو دیکھو کہ بارش بھی خدا کے حکم سے آتی ہے اور بادلوں سے پانی برستا ہے اور پھر وہ پانی زمین کے خزانوں میں جمع ہو کر چشموں اور کنوؤں سے حاصل کیا جاتا ہے۔یہ پانی جو تمہاری زندگی کے لئے روٹی سے بھی زیادہ ضروری ہے تمہارا فراہم کیا ہوا نہیں بلکہ یہ بھی خدا ہی کا فراہم کیا ہوا ہے ۔تو تمہاری پرورش کے یہ سارے انتظامات جن کے بغیر تم دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتے یہ ایک خدا ہی فرما رہے ہیں پھر اسی کا رزق کھا کر اور اسی کا پانی پی کر تمہیں یہ حق کہاں سے پہنچ گیا کہ اس کے سوا کسی اور کی بندگی بجا لاؤ۔پھر اگر خدا چاہے تو میٹھے پانی کو بدل کر کھاری اور کڑوا بنا دے جو نہ پینے کے کام آسکے۔نہ کھیتی کے کام آسکے۔یہ خدا ہی کا احسان ہے کہ اس نے میٹھے پانی کے خزانے تمہارے ہاتھ میں دے رکھے ہیں۔

آگے چوتھی دلیل دی جاتی ہے کہ اس آگ کو دیکھو جس کو سبز درختوں میں سے لے کر سفر میں سلگایا کرتے ہو۔عرب میں ایک قسم کا درخت ہوتا تھا جب اس کی شاخوں کو باہم رگڑا جاتا یا از خود ہوا سے رگڑ کھاتیں تو آگ پیدا ہوتی۔جیسا کہ سورہ یٰسین شریف ۲۳ ویں پارہ میں فرمایا گیا **الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارًا فاذآ انتم منہ توقدون**۔وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ بعض ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے پھر تم اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو۔منکرین سے سوال کیا جاتا ہے کہ ان ہرے درختوں میں آگ کس نے رکھی ہے؟ یہ کسی انسان کا کام ہے یا خدا کا کام ہے؟ آگے تنبیہ فرمائی جاتی ہے کہ یہ آگ دیکھ کر دوزخ کی آگ کو یاد کرو کہ یہ بھی اسی کا ایک حصہ اور ادنیٰ نمونہ ہے اور سوچنے والے کو یہ بات بھی یاد آسکتی ہے کہ جو خدا سبز درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے وہ یقیناً مردہ کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہو گا۔جنگل والوں اور مسافروں کو آگ سے بہت کام پڑتا ہے خصوصاً جاڑے کے موسم میں اور یوں تو اکثر کا کام اس آگ سے چلتا ہے کہ اس آگ ہی کی بدولت کچی غذائیں کھانے کے بجائے ان کو پکا کر کھایا جاتا ہے۔جس خدا نے ایسی مختلف اور کارآمد چیزیں پیدا کیں۔اور محض اپنے فضل واحسان سے انسانوں کو ان چیزوں سے نفع اٹھانا آسان کیا تو اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور بڑا شکر عقیدہ توحید کو اختیار کرنا اور کفر وشرک کو ترک کرنا ہے۔آخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس خدا کی ایسی قدرت ہے اپنے اس عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس کا مبارک نام لے کر یہ اعلان کر دیجئے کہ وہ ان تمام عیوب نقائص اور کمزوریوں سے پاک ہے جو یہ کفار ومشرکین اور منکرین ومکذبین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اب یہاں تک جو توحید وآخرت کی صداقت کے دلائل بیان ہوئے یہ سب عقلیہ تھے۔آگے قرآن کریم کی حقانیت بیان کر کے گویا دلیل نقلیہ بھی دی جاتی ہے۔جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ

سو میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی۔ اور اگر غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے۔ کہ یہ ایک مکرم قرآن ہے۔ جو ایک محفوظ کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں

مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ

درج ہے۔ کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔ یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ سو کیا تم لوگ اس کلام کو

اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾

سرسری بات سمجھتے ہو۔ اور تکذیب کو اپنی غذا بنارہے ہو۔ سو جس وقت رُوح حلق تک آپہنچتی ہے۔

وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ

اور تم اس وقت تکا کرتے ہو۔ اور ہم (اس وقت) اس (مرنے والے) شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے لیکن تم سمجھتے نہیں ہو۔ تو (فی الواقع) اگر تمہارا

غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾

حساب کتاب ہونے والا نہیں ہے۔ تو تم اس رُوح کو (بدن کی طرف) پھر کیوں نہیں لوٹا تے اگر تم سچے ہو۔ پھر (جب قیامت واقع ہوگی تو) جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کیلئے تو راحت ہے۔

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ

اور (فراغت کی) غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے۔ اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا۔ تو اس سے کہا جاوے گا کہ تیرے لئے

اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾

امن وامان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے۔ اور جو شخص جھٹلانے والوں (اور) گمراہوں میں سے ہوگا۔ تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی۔

وَتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

اور دوزخ میں داخل ہونا ہوگا۔ بیشک یہ (جو کچھ مذکور ہوا) تحقیقی یقینی بات ہے۔ سو اپنے (اُس) عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

فَلَآ اُقْسِمُ سو میں قسم کھاتا ہوں	بِمَوٰقِعِ گرنے کی	النُّجُوْمِ ستارے (جمع)	وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ	لَقَسَمٌ ایک قسم ہے	لَوْ اگر	تَعْلَمُوْنَ تم جانو غور کرو	
عَظِيْمٌ بڑی	اِنَّهٗ بیشک یہ	لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ قرآن ہے گرامی قدر	فِيْ میں	كِتٰبٍ ایک کتاب	مَّكْنُوْنٍ پوشیدہ	لَّا يَمَسُّهٗٓ اُسے ہاتھ نہیں لگاتے	
اِلَّا سوائے	الْمُطَهَّرُوْنَ پاک لوگ	تَنْزِيْلٌ اتارا ہوا	مِّنْ سے	رَّبِّ رب	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں	اَفَبِهٰذَا تو کیا اس	الْحَدِيْثِ بات
اَنْتُمْ تم	مُّدْهِنُوْنَ سستی کرنیوالے (منکر)	وَتَجْعَلُوْنَ اور تم بناتے ہو	رِزْقَكُمْ اپنا رزق (وظیفہ)	اَنَّكُمْ کہ تم	تُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے ہو		
فَلَوْلَا پھر کیوں نہیں	اِذَا جب	بَلَغَتِ پہنچتی ہے	الْحُلْقُوْمَ حلق کو	وَاَنْتُمْ اور تم	حِيْنَئِذٍ اس وقت	تَنْظُرُوْنَ تکتے ہو	وَنَحْنُ اور ہم
اَقْرَبُ زیادہ قریب	اِلَيْهِ اس کے	مِنْكُمْ تم سے	وَلٰكِنْ اور لیکن	لَّا تُبْصِرُوْنَ تم نہیں دیکھتے	فَلَوْلَا تو کیوں نہیں	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم	

غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ کسی کے قہر میں آنیوالے (خود مختار)	تَرْجِعُوْنَهَا تم اسے لوٹا لو	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم	صٰدِقِیْنَ سچے (جمع)	فَاَمَّا پس جو			
اِنْ كَانَ اگر ہو	مِنَ سے	الْمُقَرَّبِیْنَ مقرب لوگوں	فَرَوْحٌ تو راحت	وَّرَیْحَانٌ اور خوشبودار پھول	وَّجَنَّتُ اور باغ	نَعِیْمٍ نعمتوں کے	
وَاَمَّا اور البتہ	اِنْ كَانَ اگر وہ ہو	مِنْ سے	اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ دائیں ہاتھ والے	فَسَلٰمٌ سو سلامتی	لَّكَ تیرے لئے	مِنْ سے	
اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ دائیں ہاتھ والوں	وَاَمَّا اور البتہ	اِنْ كَانَ اگر وہ ہو	مِنَ سے	الْمُكَذِّبِیْنَ جھلانے والوں	الضَّآلِّیْنَ گمراہ (جمع)		
فَنُزُلٌ تو مہمانی	مِنْ سے	حَمِیْمٍ کھولتا ہوا پانی	وَّتَصْلِیَةُ اور اسے ڈالدیا	جَحِیْمٍ دوزخ	اِنَّ بیشک	هٰذَا یہ	لَهُوَ البتہ یہ
حَقُّ الْیَقِیْنِ یقینی بات	فَسَبِّحْ پس آپ پاکیزگی بیان کریں	بِاسْمِ نام کی	رَبِّكَ اپنے رب	الْعَظِیْمِ عظمت والے			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں کلام کو پرزور بنانے کے لئے پہلے ستاروں کے چھپنے کی قسم کھائی جاتی ہے اور پھر قسم کے بعد تاکیداً فرمایا جاتا ہے کہ یہ بڑی مکرم اور بلند پایہ کتاب ہے جو لوح محفوظ میں پہلے سے درج ہے اور وہ لوح محفوظ ایسی کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی شیطان وغیرہ ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔ جس کو کہ رب العلمین نے عالم کی ہدایت وتربیت کے لئے نازل فرمایا ہے یعنی یہ کوئی جادو نہیں۔ نہ کاہنوں کی بے سروپا باتیں ہیں۔ نہ شاعرانہ تک بندی ہے جیسا کہ کفار الزام لگاتے تھے بلکہ بڑی مقدس ومعزز کتاب ہے جو تمام جہانوں کے پالنے والے نے نازل فرمائی ہے یہاں جو ستاروں کے غروب ہونے اور چھپنے کی قسم کھائی ہے تو حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ جو ستاروں کا نہایت محکم اور عجیب وغریب نظام قائم ہے اور یہ ستارے ایک اٹل قانون کے ماتحت اپنے روزانہ غروب سے اسی کی عظمت و وحدانیت اور تصرف واقتدار کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں اور زبان حال سے شہادت دیتے ہیں کہ جس اعلیٰ اور برتر ہستی کے ہاتھ میں ہماری باگ ہے وہی اکیلا اس کائنات کے ذرہ ذرہ کا مالک و خالق ہے اور کیا ایک عاقل اس عظیم الشان نظام فلکی پر نظر ڈال کر اتنا نہیں سمجھ سکتا کہ ایک دوسرا باطنی نظام شمسی بھی اسی پروردگار عالم کا قائم کیا ہوا ہے جس نے اپنی قدرت سے یہ ظاہری نظام قائم فرمایا۔ وہی پاک خدا ہے جس نے روحانی ستاروں کے غروب ہونے کے بعد آفتاب قرآن کو چمکایا اور اپنی مخلوق کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا۔ آج تک یہ آفتاب برابر چمک رہا ہے کسی کی مجال ہے جو اس کو بدل سکے یا اس کو غائب کردے۔

الغرض آگے اسی صداقت قرآن کے سلسلہ میں منکرین و مکذبین کو خطاب فرما کر کہا جاتا ہے کہ کیا یہ ایسی دولت ہے جس سے منتفع ہونے میں تم سستی اور کاہلی کرو اور اپنا حصہ اتنا ہی سمجھو کہ اس کو اور اس کے بتلائے ہوئے حقائق کو جھٹلاتے رہو جیسے بارش کو دیکھ کر کہہ دیا کرتے ہو کہ فلاں ستارہ فلاں برج میں آ گیا تھا اس سے بارش ہوگئی۔ گویا خدا سے کوئی مطلب ہی نہیں۔ اسی طرح اس باران رحمت کی قدر نہ کرنا جو قرآن کی صورت میں نازل ہوئی ہے اور یہ کہہ دینا کہ وہ اللہ کی اتاری ہوئی نہیں۔ سخت بدبختی اور حرمان نصیبی ہے۔ کیا اس نعمت کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کو جھٹلاتے رہو؟ تم اپنے بے خوفی اور بے فکری سے اللہ کی باتیں جھٹلاتے ہو گویا تم کسی دوسرے کے حکم اور اختیار ہی میں نہیں۔ یا کبھی مرنا اور خدا کے ہاں جانا ہی نہیں۔ آگے انہی منکرین ومکذبین سے پوچھا جاتا ہے کہ اچھا جس وقت تمہارے کسی عزیز اور محبوب کی جان نکلنے والی ہو۔ سانس حلق میں اٹک

15 جائے۔ موت کی سختیاں گزر رہی ہوں اور تم پاس بیٹھے اس کی بے بسی اور بے کسی کا تماشہ دیکھتے ہو اور دوسری طرف خدا یا اس کے فرشتے تم سے زیادہ سے زیادہ اس کے نزدیک ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے۔ اگر تم کسی دوسرے کے قابو میں نہیں تو اس وقت کیوں اپنے پیارے کی جان کو اپنی طرف نہیں پھیر لیتے اور کیوں بادل ناخواستہ اپنے سے جدا ہونے دیتے ہو؟ دنیا کی طرف واپس لاکر اسے آنے والی سزا سے کیوں نہیں بچا لیتے؟ اے منکرین اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ایسا کر کے دکھاؤ لیکن یاد رکھو تم ایک منٹ کے لئے نہیں روک سکتے۔ اس کو اپنے ٹھکانے پر پہنچنا ضروری ہے۔ اگر وہ مردہ مقربین میں سے ہوگا تو اعلیٰ درجہ کی جسمانی و روحانی راحت و عیش و آرام کے سامانوں میں پہنچ جائے گا اور اصحاب یمین میں سے ہوا تب بھی کچھ کھٹکا نہیں اس کے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے اور اگر وہ جھٹلانے اور گمراہ رہنے والوں میں سے ہوا تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ جہنم کی آگ اور کھولتے ہوئے پانی سے اس کو سابقہ پڑے گا۔ اور اے منکرین ومکذبین اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہاری تکذیب سے کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ اس سورۃ میں یا اس قرآن میں مومنین و مجرمین کی خبر دی گئی ہے وہ بالکل یقینی ہے اور اسی طرح ہو کر رہیگا۔ تو خوامخواہ شبہ کر کے اپنے نفس کو دھوکہ مت دو بلکہ آنے والے وقت کی تیاری کرو۔ اور اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہو جاؤ کہ وہاں کی یہی بڑی تیاری ہے۔

احادیث میں روایت ہے کہ قرآن مجید کی آیت **فسبح باسم ربک العظیم** جب نازل ہوئی یعنی اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کیجئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنے رکوع میں رکھو یعنی آیت کے حکم کی تعمیل میں **سبحان ربی العظیم** نماز میں رکوع میں کہا کرو پھر جب آیت **سبح اسم ربک الاعلیٰ** کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے سجدہ میں رکھو یعنی اس کی تعمیل میں **سبحان ربی الاعلیٰ** سجدے میں کہا کرو۔ (معارف الحدیث جلد سوم)

خلاصہ یہ کہ اس خاتمہ کے رکوع میں کئی باتیں ثابت کی گئیں۔

اول یہ کہ قرآن اللہ تعالیٰ رب العزت کا کلام ہے اس میں کسی شیطان و جن وغیرہ کا کوئی تصرف نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ اس میں بتلایا گیا ہے وہ یقینی ہے اور بالکل حق ہے۔

دوسری بات جو قرآنی مسائل میں خاص اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ قیامت کا آنا اور سب مردوں کا زندہ ہونا اور اللہ جل شانہ کے سامنے حساب کے لئے پیش ہونا اور حساب کے بعد جزا و سزا کا ہونا یقینی ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

تیسرے یہ کہ جزا و سزا کے نتیجہ میں کل مخلوق کا تین گروہوں میں تقسیم ہو جانا لازمی ہے اگر یہ شخص مقربین یعنی سابقین کے گروہ میں سے ہے تو راحت ہی راحت' آرام ہی آرام۔ عزت ہی عزت ہے۔ اور اگر اصحاب الیمین یعنی عام مومنین صالحین میں سے ہے تو بھی جنت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز ہوگا اور اگر تیسرے گروہ یعنی اصحاب الشمال میں سے ہے تو جہنم کی آگ اور کھولتے ہوئے پانی سے سابقہ اس کو پڑنا ہے۔

چوتھے یہ کہ قیامت اور آخرت کے حساب کتاب اور جزا سزاء سے انکار گویا منکرین کی طرف سے اس بات کا دعویٰ ہے کہ ان کی جان اور روح خود ان کے قبضہ میں ہے۔ تو ان کے اس خیال باطل کی تردید میں ایک قریب المرگ انسان کی مثال سے بتلایا گیا کہ جب مرنے والے کی روح حلق میں پہنچتی ہے اور تم سب یعنی مرنے والے کے اعزا و اقارب' دوست احباب سب یہ چاہتے ہیں کہ اس کی روح نہ نکلے اور یہ زندہ رہے مگر اس وقت سب کو اپنی عاجزی اور بیچارگی کا احساس ہوتا ہے اور کوئی اس

مرنے والے کی جان بچا نہیں سکتا اور جس لمحہ اللہ تعالیٰ اس کی روح نکالنا طے فرما چکے ہیں اس کو کوئی روک نہیں سکتا تو اگر منکرین یہ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد قیامت میں ان کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جا سکتا اور وہ اتنے بہادر ہیں کہ خدا تعالیٰ کی پکڑ اور سزا سے باہر ہیں گے تو اپنی قدرت اور قوت کا امتحان اسی مرنے والے انسان کے ساتھ کر دیکھو کہ اس مرنے والے کی روح کو نکلنے سے بچا لو یا روح نکلنے کے بعد اس مردے میں لوٹا دو اور جب تم اس سے عاجز ہو اور یہ نہیں کر سکتے تو پھر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی گرفت سے باہر سمجھنا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے سے انکار کرنا کس قدر جہل اور بے عقلی کی علامت ہے۔

اب اس قدر واضح اور اٹل دلائل قرآنی کے سامنے بھی کوئی اپنے جہل وتعصب وعناد و بے عقلی پر اصرار کرتا ہے اور کفر و شرک کی دلدل میں پھنسا رہنا چاہتا ہے تو رہے اور عذاب جہنم کے لئے اپنے کو تیار رکھے۔ سمجھانے بجھانے کا جو حق تھا وہ خداوند کریم نے بطریق احسن پورا فرما دیا۔

سورۃ الواقعہ کے خواص

۱- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو آدمی ہر رات کو سورۃ الواقعہ پڑھے اسے کبھی فاقہ نہیں ہوگا اور جو ہر صبح کو سورۃ الواقعہ پڑھے اسے فقر و تنگدستی کا اندیشہ نہیں رہے گا۔

۲- اگر کسی میت پر سورۃ واقعہ پڑھی جائے تو اس پر آسانی ہو جاتی ہے۔

۳- اگر مریض بے چین ہو تو اس پر سورۃ واقعہ پڑھنے سے اسے راحت پہنچتی ہے۔

۴- جسے سکرات لگی ہوئی ہو اس پر اگر سورۃ الواقعہ پڑھی جائے تو موت آسان ہو جاتی ہے۔

۵- جو آدمی صبح شام باوضو ہو کر سورۃ واقعہ پڑھنے کا معمول رکھے وہ بھوکا پیاسا نہ رہے گا اور نہ اسے کوئی سختی و خطرہ پیش آئے گا نہ غربت ستائے گی۔ (الدر النظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قیامت و آخرت پر یقین صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں اور قیامت میں اپنے فضل و کرم سے ہم کو اہل جنت میں شامل فرمائیں اور آخرت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ اور جہنم کے عذاب اور قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں۔

اے اللہ اپنے ذکر فکر کی توفیق دائمی ہم کو نصیب فرما اور اس قرآن کریم پر جو آپ کا نازل کیا ہوا ہے ایمان کے ساتھ اس کا اتباع کامل بھی نصیب فرما۔

یا اللہ جو اس قرآن پر ایمان رکھ کر اس کے احکام اور اتباع سے گریز کر رہے ہیں ان کو ہدایت اور دین کی سمجھ عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سورۃ الحدید مدنیۃ وھی تسع وعشرون آیۃ وفیہا اربع رکوعات بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

سَبَّحَ پاکیزگی سے یاد کرتا ہے	لِلّٰهِ اللہ کو	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا

تفسیر وتشریح: سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات کے بیان سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی کائنات کی ہر چیز بیان کرتی ہے خواہ قالاً خواہ حالاً۔ یہاں ابتدائی آیت میں لفظ سبح بصیغہ ماضی استعمال کیا گیا ہے جس کے لفظی معنے یہ ہوئے کہ اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے دوسری سورتوں میں یسبح بصیغہ مضارع فرمایا جس میں حال و مستقبل دونوں کا مفہوم شامل ہے اور کہیں بصیغہ امر سبح فرمایا تو مطلب یہ ہوئے کہ اس کی تسبیح وتقدیس پاکی و بزرگی۔ کسی وقت اور کسی حال میں منقطع نہیں۔ ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے۔ ہوتی رہتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ پھر اس ابتدائی آیت سبح للہ مافی السموٰت والارض میں اشارہ ہے کہ اے بنی آدم کچھ تمہیں پر اس کی تسبیح وتقدیس موقوف نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز نے اس حقیقت کا اظہار اور اعلان کیا ہے کہ اس کا خالق و پروردگار۔ ہر عیب اور نقص اور کمزوری اور خطا سے پاک ہے آسمانوں کے فرشتے۔ زمین کے رہنے والے انسان۔ دریا اور سمندر کے جانور۔ جنگلوں اور بیابانوں کے چرند درند و پرند۔ نباتات۔ جمادات۔ غرضیکہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ غرض اس ارشاد سے کہ اسی کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے خصوصاً شروع سورۃ میں یہ بھی ہے کہ اے مشرکو اور کافرو! تم نے جو اپنے اوہام باطلہ۔ اور قیاسات فاسدہ سے خدا تعالیٰ کی ذات پاک میں عیوب تجویز کر رکھے ہیں کہ کسی نے اس کے لئے (معاذ اللہ) بیٹیاں تجویز کیں۔ کسی نے بیٹا۔ کسی نے اس کے کارخانہ قضا وقدر میں شریک سمجھ رکھے ہیں۔ کسی نے نعوذ باللہ انسان کو خدا کا ہم شکل قرار دیا۔ کسی نے انسانوں یا حیوانات کی شکل میں اس کا متشکل ہو کر ظاہر ہونا مانا۔ کسی نے آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے کے بعد اس کے لئے تکان ثابت کیا۔ کسی نے اس کو بعض امور کی نسبت عاجز تصور کیا۔ وہ ان سب باتوں سے بالکل پاک ہے اور اس کی پاکی زمین و آسمان کی ہر چیز بیان کر رہی ہے اس کے بعد اپنی قدرت اور کمال کے ثبوت میں جو تسبیح وتقدیس کے اسباب ہیں چند دلائل بیان فرمائے جاتے ہیں۔ پہلی دلیل فرمائی وھو العزیز الحکیم۔ عزیز کے معنی ہیں ایسا زبردست اور قادر اور قاہر جس کے فیصلے کو نافذ ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ جس کی مزاحمت کوئی نہیں کر سکتا۔ جس کی اطاعت ہر ایک کو لازمی ہے خواہ کوئی چاہے یا نہ چاہے جس کی نافرمانی کرنے والا اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتا۔ حکیم کے معنی یہ ہیں کہ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے حکمت اور دانائی کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کی تخلیق۔ اس کی تدبیر اس کی فرمانروائی۔ اس کے احکام۔ اس کی ہدایات سب حکمت پر مبنی ہیں اس کے کسی کام میں نادانی کا شائبہ تک نہیں۔

ابھی مزید دلائل اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کمال کے ثبوت میں اگلی آیات میں ظاہر فرمائے گئے ہیں۔

جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ

اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی وہی حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے

وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ

اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے، اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا

اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

پھر عرش پر قائم ہوا، وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز

مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۞ لَهٗ مُلْكُ

اس میں چڑھتی ہے، اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو، اور وہ تمہارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۞ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ

اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی، اور اللہ ہی کی طرف سے امور لوٹ جاویں گے۔ وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہی دن کو رات میں

فِي الَّيْلِ ۭ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞

داخل کرتا ہے، اور وہ دل کی باتوں کو جانتا ہے۔

لَهٗ اس کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	يُحْيٖ وہ زندگی دیتا ہے	وَيُمِيْتُ وہ موت دیتا ہے	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	
كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	هُوَ وہی	الْاَوَّلُ اول	وَالْاٰخِرُ اور آخر	وَ اور	الظَّاهِرُ ظاہر	وَالْبَاطِنُ اور باطن	وَهُوَ اور وہ
بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	عَلِيْمٌ خوب جاننے والا	هُوَ وہی	الَّذِيْ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَ اور	الْاَرْضَ زمین	فِيْ میں
سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دن	ثُمَّ پھر	اسْتَوٰى اس نے قرار پکڑا	عَلَى الْعَرْشِ عرش پر	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا يَلِجُ جو داخل ہوتا ہے	فِي الْاَرْضِ زمین میں		
وَ اور	مَا يَخْرُجُ جو نکلتا ہے	مِنْهَا اس سے	وَمَا يَنْزِلُ اور جو اترتا ہے	مِنَ السَّمَآءِ آسمانوں سے	وَمَا يَعْرُجُ اور جو چڑھتا ہے	فِيْهَا اس میں		
وَهُوَ اور وہ	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	اَيْنَ مَا جہاں کہیں	كُنْتُمْ تم ہو	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِمَا اسے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	بَصِيْرٌ دیکھنے والا ہے	
لَهٗ اسی کیلئے	مُلْكُ السَّمٰوٰتِ بادشاہت آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَاِلَى اللّٰهِ اور اللہ کی طرف	تُرْجَعُ بازگشت	الْاُمُوْرُ تمام کاموں			
يُوْلِجُ وہ داخل کرتا ہے	الَّيْلَ رات	فِي النَّهَارِ دن میں	وَيُوْلِجُ اور داخل کرتا ہے	النَّهَارَ دن	فِي الَّيْلِ رات میں	وَهُوَ اور وہ		
عَلِيْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کی بات کو							

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی زمین وآسمانوں کی ہر چیز بیان کرتی ہے اس کے بعد اپنی توحید۔ قدرت اور کمال کے ثبوت میں جو تسبیح وتقدیس کے اسباب ہیں پہلی دلیل وھو العزیز الحکیم فرمائی گئی تھی یعنی وہ زبردست قدرت اور حکمت والا ہے۔ مزید دلائل اپنی قدرت وکمال کے ثبوت میں ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ آسمانوں وزمین

میں سب جگہ اسی کا حکم اور اختیار چلتا ہے۔ حقیقی بادشاہ جس کی ملکیت میں زمین و آسمان ہیں وہی ہے پھر خلق میں متصرف وہی ہے۔ زندگی اور موت اسی کے قبضہ میں ہیں۔ وہی پیدا کرتا ہے وہی فنا کرتا ہے گو اس عالم اسباب میں انسان و حیوان اور جملہ موجودات کا وجود و عدم جس کو حیات و موت سے تعبیر کیا جاتا ہے بظاہر اسباب کی طرف منسوب ہے مگر جب کوئی عقل کی گہرائی سے دیکھے گا تو ان جملہ اسباب کا سلسلہ اسی کی طرف جا کر منتہی ہوتا ہوا معلوم ہوگا اس لئے آخر میں یہی کہنا پڑے گا کہ وہی مارتا اور وہی جلاتا ہے۔ پھر ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے کوئی طاقت اس کے تصرف کو روک نہیں سکتی۔ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہ چاہے نہیں ہو سکتا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب کوئی نہ تھا وہ موجود تھا اور جب کوئی نہ رہے گا وہ موجود رہے گا۔ پھر ہر چیز کا وجود وظہور اس کے وجود سے ہے عرش سے فرش تک اور ذرہ سے آفتاب تک ہر چیز کی ہستی اس کی ہستی کی روشن دلیل ہے لیکن اسی کے ساتھ اس کی ذات اور حقائق صفات تک عقل وادراک کی رسائی نہیں اس ذات پاک کی کسی ایک صفت کا احاطہ بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ اپنی رائے اور قیاس سے کچھ اس کی کیفیت بیان کر سکتا ہے بایں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے زیادہ باطن اور پوشیدہ کوئی نہیں۔ تو جہاں اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی حقیقت کے اعتبار سے نہایت مخفی ہے کہ کسی عقل و خیال کی وہاں تک رسائی نہیں مگر اس عالم میں اس سے زیادہ کوئی چیز ظاہر بھی نہیں کہ اس کی حکمت و قدرت کے مظاہر دنیا کے ہر ہر ذرہ میں نمایاں ہیں۔ اس طرح وہ ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی ہے اور کھلے اور چھپے ہر قسم کے احوال کا جاننے والا ہے آگے اپنی قدرت و کمال کے ثبوت میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ ایسا قادر ہے کہ اس نے آسمان و زمین کو چھ روز کی مقدار میں پیدا کیا اور پھر عرش پر جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح قائم و جلوہ فرما ہوا جو کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ اس سورۃ میں اور قرآن پاک میں ۶ دوسری سورتوں میں یعنی سات مواقع میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا فرمایا اب چھ دن سے دنیا کے چھ دن مراد ہیں۔ یا عالم غیب کے چھ دن اس میں مفسرین کا اختلاف ہے اور واضح ہو کہ عالم غیب یا عالم آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہے جیسا کہ سورہ حج سترھویں پارہ میں ارشاد ہے **وان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون** ٥ اور آپ کے پروردگار کے پاس کا ایک دن مثل ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے موافق۔ بہرحال مقصود ستۃ ایام سے یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کو دفعتہً بنا کر نہیں کھڑا کر دیا گیا بلکہ بتدریج یہ موجودہ شکل میں مع تمام متعلقات کے مرتب ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آج تک اس دنیا میں بھی انسان و حیوان اور نباتات وغیرہ کی پیدائش کا سلسلہ تدریجی طور پر جاری ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ آسمانوں و زمین یعنی کل عالم کو پیدا فرما چکا تو خلق عالم کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ فرما ہوا یا عرش پر ٹھہرا۔ یہ جملہ **ثم استویٰ علی العرش** ط پھر عرش پر قائم ہوا متشابہات میں سے ہے اور یہ جملہ بھی قرآن پاک میں سات جگہ آیا ہے چھ جگہ پہلے آ چکا ہے اور ساتویں بار اس سورہ حدید میں آیا ہے جس کے حقیقی مطلب تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں اور اسپر ایمان اسی طرح بغیر تفتیش کیفیت کے رکھنا چاہئے۔ اس جملہ **ثم استویٰ علی العرش** کی مکمل تشریح سورہ اعراف (درس نمبر ۴۶۷) جلد چہارم میں ہو چکی ہے اس لئے یہاں اس کا اعادہ نہیں کیا جاتا۔ مختصراً یہ سمجھ لیا جائے کہ عرش پر اس کے ٹھہرنے کی کیفیت کسی کو معلوم نہیں وہ اسی طرح ہوگا جیسا اس کی شان کو سزاوار ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔

(۱) جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے مثلاً بارش کا پانی اور بیج زمین کے اندر جاتا ہے اور کھیتی و درخت باہر اس سے نکلتے ہیں۔ (۲) وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز اس زمین میں سے نکلتی

ہے مثلاً نباتات۔ (۳) وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیزیں آسمان سے اترتی ہیں۔ مثلاً فرشتے واحکام قضاوقدر کے فیصلہ اور بارش وغیرہ۔ (۴) وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز آسمان میں چڑھتی ہیں۔ مثلاً ملائکہ کا چڑھنا۔ بندوں کے اعمال کا چڑھنا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ کسی وقت وہ تم سے غائب نہیں بلکہ جہاں کہیں تم ہو اور جس حال میں ہو وہ خوب جانتا ہے اور تمام کھلے چھپے اعمال کو دیکھتا ہے تم کسی جگہ اس سے مخفی نہیں رہ سکتے۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ اس کی قلمرو سے نکل کر کوئی کہیں جا نہیں سکتا۔ تمام آسمان وزمین میں اسی ایک اکیلے کی حکومت ہے ورآخر کار سب کاموں کا فیصلہ وہیں سے ہوگا۔ یہ اسی کی شان ہے کہ وہ کبھی دن کو گھٹا کر رات بڑی کر دیتا ہے اور کبھی اس کے برعکس رات کو گھٹا کر دن بڑا کر دیتا ہے۔ اور قدرت کے ساتھ علم اس کا ایسا ہے کہ وہ دلوں میں جو نیتیں اور ارادے پیدا ہوں یا خطرات ووساوس آویں وہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔

یہ سورہ حدید اور چار آگے آنے والی سورتیں یعنی سورہ حشر۔ سورہ صف۔ سورہ جمعہ اور سورہ تغابن یعنی یہ پانچ سورتیں جن کے شروع میں لفظ سبح یا یسبح آیا ہے ان کو حدیث میں مسبحات فرمایا گیا ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان مسبحات میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے یہ حدیث نقل کر کے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ افضل آیت سورہ حدید کی یہ آیت ہے **ھو الاوّل والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیمo** جس کا اس درس میں بیان ہوا۔ اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر کبھی تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ اور دین حق کے معاملہ میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو یہ آیت آہستہ سے پڑھ لیا کرو یعنی **ھو الاوّل والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیمo** اللہ تعالیٰ ہی ہمارے قلوب کو شیطانی وساوس سے محفوظ فرمائیں۔

ان آیات میں یہ جملہ جو فرمایا گیا **وھو معکم این ما کنتم** یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔ تو اس معیت کی حقیقت اور کیفیت کسی مخلوق کے احاطہ علم میں نہیں آ سکتی مگر اس معیت کا وجود یقینی ہے اس کے بغیر نہ انسان کا وجود قائم رہ سکتا ہے۔ نہ کوئی کام اس سے ہوسکتا ہے اس کی مشیت اور قدرت ہی سے سب کچھ ہوتا ہے جو ہر حال اور ہر جگہ میں ہر انسان کے ساتھ ہے۔ (معارف القرآن جلد ہشتم)

اللہ تعالیٰ اپنی معیت کی ہمیں ایسی معرفت عطا فرمائیں کہ جو ہم کسی آن اور کسی حال میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت کی جرات نہ کریں۔

اب جب گزشتہ اور ان آیات میں توحید الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت وکمال کو اچھی طرح ظاہر فرما دیا تو آگے اس توحید کے قبول کرنے کا حکم دیا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کی معرفت کاملہ ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ یا اللہ اپنی بے انتہا اور لازوال قدرت کا ہم کو یقین کامل نصیب فرما کہ ہم آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں اور خوف کھائیں اور شب وروز یا اللہ آپ کے ذکر وفکر اور تسبیح تقدیس میں لگے رہیں۔

یا اللہ اپنے اس ارشاد وھو معکم این ما کنتم (یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو) ہم کو ایسا ایمان اور یقین کامل نصیب فرما کہ جو کسی آن اور کسی حال میں آپ کی نافرمانی کی جرات نہ کر سکیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا

تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اسمیں سے خرچ کرو سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آویں اور خرچ کریں

لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۞ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ

اُن کو بڑا ثواب ہوگا۔ اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور خود خدا نے

مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞

تم سے عہد لیا تھا اگر تم کو ایمان لانا ہو۔

اٰمِنُوْا تم ایمان لاؤ	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول	وَاَنْفِقُوْا اور خرچ کرو	مِمَّا اس سے جو	جَعَلَكُمْ اس نے تمہیں بنایا	مُّسْتَخْلَفِيْنَ جانشین	
فِيْهِ اس میں	فَالَّذِيْنَ پس جو لوگ	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَاَنْفَقُوْا اور انہوں نے خرچ کیا	لَهُمْ ان کیلئے	اَجْرٌ كَبِيْرٌ بڑا اجر	
وَمَا لَكُمْ اور کیا (ہوگیا ہے) تمہیں	لَا تُؤْمِنُوْنَ تم ایمان نہیں لاتے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَالرَّسُوْلُ اور رسول	يَدْعُوْكُمْ وہ تمہیں بلاتے ہیں			
لِتُؤْمِنُوْا کہ تم ایمان لاؤ	بِرَبِّكُمْ اپنے رب پر	وَقَدْ اَخَذَ اور یقیناً وہ لے چکا ہے	مِيْثَاقَكُمْ تم سے عہد	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	مُّؤْمِنِيْنَ ایمان والے		

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں شروع سورۃ سے توحید باری تعالیٰ۔ قدرت و صفات و کمالات الٰہیہ کا مضمون بیان فرمایا گیا تھا اب جب توحید الٰہی کو اچھی طرح ظاہر فرما دیا گیا تو اب آگے اس توحید کو قبول کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب تم کو اللہ تعالیٰ کی صفات اور قدرت اور کمالات معلوم ہو چکے تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ جو نجات اور حیاۃ ابدی کا ذریعہ ہے اور دوسری زندگانی کی روح ہے۔ مگر صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں بلکہ ایمان کے بعد عمل صالح کی بھی ضرورت ہے اور اعمال میں خلق خدا کے ساتھ سلوک کرنا اور صدقات۔ خیرات وغیرہ سے ان کی اعانت کرنا بڑا عمدہ کام ہے۔ خصوصاً ابتدائے اسلام میں جبکہ اہل اسلام کے لئے سخت بے سروسامانی کا زمانہ تھا اور اس دور میں کفار اور اعدائے دین سے سخت کشمکش کا معرکہ جاری تھا تو اس وقت دین اور اہل اسلام کے لئے اپنا مال خرچ کرنا بڑی سعادت اور بڑا زبردست خیر اور ثواب کا عمل تھا اس لئے ایمان لانے کے حکم کے بعد مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے اس کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے تم صرف امین اور خزانچی کی حیثیت میں ہو۔ لہٰذا جہاں مالک حقیقی بتلائے وہاں اس کے نائب کی حیثیت سے خرچ کرو۔ اب چونکہ مال کا خرچ کرنا آسان کام نہیں۔ طبیعت کا بخل مانع آیا کرتا ہے اس لئے مختلف دلائل اور طریقوں سے انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین و تاکید فرمائی جاتی ہے پہلے بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو یہ مال پہلے دوسروں کے ہاتھ میں تھا۔ ان کے جانشین تم بنے یعنی باپ دادا کی میراث میں۔ یا کسی کے عطیہ سے یا کسی اور سبب مثل تجارت، حرفت و صنعت وغیرہ سے مال تمہیں حاصل ہوا اور ظاہر ہے کہ تمہارا جانشین کوئی اور بنایا جائے گا یعنی تمہارے بعد کسی اور کے ہاتھ میں چلا جاوے گا۔ پھر جب معلوم ہے کہ یہ چیز نہ پہلوں کے پاس رہی۔ نہ تمہارے پاس رہے گی تو ایسی زائل اور فانی چیز

سے دل لگانا اور محبت کرنا اچھا نہیں اور اس کو اس طرح جوڑ جوڑ کر رکھنا کہ ضروری مصرف میں بھی خرچ نہ کیا جاوے محض حماقت اور کم عقلی ہے کہ ضروری اور مناسب مواقع میں بھی آدمی خرچ کرنے سے کترائے۔ آگے دوسری طرح پر انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں میں یہ خصلت اور صفت موجود نہیں۔ ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر پیدا کریں اور جن میں موجود ہے وہ اس پر ہمیشہ مستقیم رہیں اور ایمان واسلام کے مقتضی پر عمل رکھیں اور سمجھ لیں کہ جو ایمان لا کر اللہ کے راستہ میں خرچ کریں گے ان کے لئے بڑا عمدہ بدلہ ملے گا اور ان کا اجر و ثواب ضائع نہ جائے گا۔ کبھی تو اس دنیا میں بھی مل جاتا ہے ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی ملے گا۔ اسی لئے اللہ کے نیک بندوں نے جو کچھ ملا اللہ کی راہ میں صرف کر دیا۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے گھر میں تمہارا کچھ مال و اسباب دکھائی نہیں دیتا۔ کیا کرتے ہو انہوں نے کہا کہ بھائی یہ میرا گھر نہیں ہے۔ مسافر خانہ ہے۔ چند روز مہمان ہوں مجھے جو ملتا ہے اس کو اپنے اصل گھر میں بھیج دیتا ہوں جس کو نہ کوئی چور لے سکے نہ ظالم چھین سکے۔ یہ جواب سن کر سائل پھوٹ پھوٹ کر اپنی غفلت

اور حب مال پر رونے لگا۔ آگے کفار کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ تم کس لئے ایمان نہیں لاتے حالانکہ اللہ کے رسول تم کو ایمان لانے کے لئے برابر کہہ رہے ہیں۔ تو اے منکرو اللہ پر ایمان لانے یا یقین و معرفت کے راستوں پر چلنے سے تم کو کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟ اور اس معاملہ میں سستی اور انکار کیوں ہو جبکہ خدا کا رسول اے منکرو تم کو کسی اجنبی اور غیر معقول چیز کی طرف نہیں بلکہ تمہارے حقیقی پرورش کرنے والے کی طرف دعوت دے رہے ہیں جس کی ربوبیت والٰہیت کا اقرار تم دنیا میں آنے سے پہلے عالم ارواح میں کر چکے ہو۔ پھر دلائل و براہین۔ اور رسولوں کے ذریعہ سے اس ازلی عہد و پیمان کی یاد دہانی اور تجدید بھی کی گئی اور انبیائے سابقین نے اپنی اپنی امتوں سے یہ عہد بھی لیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے تو ان مبادی کے بعد کہاں گنجائش ہے کہ جو ماننے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ نہ مانیں اور جو مان چکا ہو وہ اس سے انحراف کرنے لگے۔

ابھی مزید ترغیبات اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کے لئے اگلی آیات میں دی گئی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہم کو ایمان کی دولت سے نوازا اور ہم کو اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننے والا بنایا۔

اے اللہ جو مال دولت آپ نے ہم کو دنیا میں عطا فرمایا ہے اس کو اپنی مرضیات میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ اس تمام مال کے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے حقیقی مالک آپ ہی ہیں آپ اپنے حکم کے موافق اس مال کو اپنے راستہ میں اپنی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیں۔ اور جو کچھ آپ کی توفیق سے آپ کے راستہ میں خرچ ہو جائے اسے اپنی رحمت سے قبول فرما لیجئے اور ہمارے لئے باعث اجر و ثواب آخرت بنا دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ

وہ ایسا ہے کہ اپنے بندہ پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاوے، اور بے شک اللہ تعالیٰ

بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

تمہارے حال پر بڑا شفیق مہربان ہے۔ اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان اور زمین اللہ ہی کا رہ جاوے گا،

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا

جو لوگ فتح مکہ سے پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا

مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝

اور لڑے اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

هُوَ الَّذِیْ وہی ہے جو	یُنَزِّلُ نازل فرماتا ہے	عَلٰی پر	عَبْدِهٖ اپنا بندہ	اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ واضح آیات	لِّیُخْرِجَكُمْ تاکہ وہ تمہیں نکالے	مِّنَ سے			
الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے	اِلَى النُّوْرِ روشنی کی طرف	وَ اِنَّ اور بیشک	اللّٰهَ اللہ	بِكُمْ تم پر	لَرَءُوْفٌ شفقت کرنیوالا	رَّحِیْمٌ نہایت مہربان			
وَ مَا لَكُمْ اور کیا (ہوگیا ہے) تمہیں	اَلَّا تُنْفِقُوْا تم خرچ نہیں کرتے	فِیْ سَبِیْلِ راستہ میں	اللّٰهِ اللہ	وَ لِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	مِیْرَاثُ میراث				
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَ الْاَرْضِ اور زمین	لَا یَسْتَوِیْ برابر نہیں	مِنْكُمْ تم میں سے	مَّنْ اَنْفَقَ جس نے خرچ کیا	مِنْ قَبْلِ پہلے	الْفَتْحِ فتح	وَ قٰتَلَ اور قتال		
اُولٰٓىِٕكَ یہ لوگ	اَعْظَمُ بڑے	دَرَجَةً درجہ میں	مِّنَ سے	الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا جنہوں نے خرچ کیا	مِنْۢ بَعْدُ بعد میں	وَ قٰتَلُوْا اور انہوں نے قتال کیا			
وَ كُلًّا اور ہر ایک	وَّعَدَ وعدہ کیا	اللّٰهُ اللہ نے	الْحُسْنٰی اچھا	وَ اللّٰهُ اور اللہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ اس سے جو تم کرتے ہو	خَبِیْرٌ باخبر			

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں توحید کے دلائل اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان فرما کر دو باتوں کا حکم دیا گیا تھا۔ ایک تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا۔

آگے ان آیات میں بھی انہی دو باتوں کے متعلق مزید مضمون ہے یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور اللہ کے دیئے ہوئے مال سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے اپنا رسول بھیج کر اور قرآن اتار کر صداقت و ہدایت کے نشان دیئے تاکہ ان کے ذریعہ سے انسانوں کو کفر و جہل کی اندھیریوں سے نکال کر ایمان اور عمل کے اجالے میں لے آئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر بہت بڑی شفقت اور مہربانی ہے۔ اگر وہ سختی کرتا تو انہی اندھیریوں میں پڑا ہوا چھوڑ کر ہلاک ہونے دیتا مگر نہیں اللہ تعالیٰ رؤف ہے اور ساتھ ہی رحیم ہے یہ اس کا سلوک اور کرم ہے کہ لوگوں کی رہنمائی کے لئے کتاب اتاری اور رسول بھیجا۔ اس طرح ایمان کی رغبت دلا کر پھر انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب آسمان و زمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جاوے گا (جب سب فنا ہو کر ختم ہو جاویں گے) اور وہی رہ جاوے گا پس جب سب مال ایک روز چھوڑنا ہے تو خوشی سے کیوں اللہ کے راستہ میں نہ خرچ کیا جائے۔ اس کے مال میں سے اس کے حکم کے موافق خرچ کرنا بھاری کیوں معلوم ہو؟ جب سب مال ایک روز چھوڑنا ہے تو خوشی سے کیوں نہ دیا جائے کہ ثواب بھی ہو۔ اگر خوشی اور اختیار سے مال تم

اللہ کے راستہ میں نہ دو گے تو بے اختیار اسی کے پاس پہنچے گا بندگی کا اقتضا تو یہ ہے کہ خوش دلی سے پیش کرے اور اس کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے فقر و افلاس سے نہ ڈرے کیونکہ اللہ تو زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے۔ کیا اس کے راستہ میں خوش دلی سے خرچ کرنے والا بھوکا رہے گا؟ اب آگے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے مراتب بیان فرمائے جاتے ہیں کہ انفاق فی سبیل اللہ اگرچہ ہر حال میں بہتر ہے مگر بعض اوقات کہ جہاں اس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس کا ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں فتح مکہ ہونے سے پہلے فقرائے اسلام پر بڑی تنگدستی اور سختی کا دور تھا اس لئے اس وقت کا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا باعث زیادہ اجر و ثواب تھا۔ یوں تو اللہ کے راستہ میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے۔ خدا اس کا بہترین بدلہ دنیا و آخرت میں دے گا لیکن جن خوش قسمت ہستیوں نے "فتح مکہ" سے پہلے اپنا مال خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے حاصل کرنے والے تھے۔ بعد والے مسلمان ان کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ وہ وقت تھا کہ حق کے ماننے والے اور اس پر لڑنے والے اقل قلیل تھے اور دنیائے عرب کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس وقت اسلام کو جانی و مالی قربانیوں کی ضرورت زیادہ تھی اور مجاہدین کو بظاہر اس وقت مال غنیمت وغیرہ کی توقعات بھی کم تھیں۔ ایسے حالات میں ایمان لانا اور خدا کے راستہ میں جان و مال لٹا دینا بڑے اولوالعزم اور پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام تھا فتح مکہ کے بعد تو اسلام کو کھلا غلبہ ملا اور مسلمانوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہو گئی اور فتوحات کی وسعت ہوئی۔ ساتھ ہی مال بھی نظر آنے لگا۔ ابتدا کا دیا ہوا مال اور لگائی ہوئی جان بعد میں جان و مال لگانے سے بڑھ کر تھی گو جس نے بعد میں بھی ایسا کیا ثواب اور نیک وعدہ اس کے لئے بھی ہے۔ آگے بتلایا گیا کہ اللہ کو سب خبر ہے کہ کس کا عمل کس درجہ کا ہے اور اس میں اخلاص کا وزن کتنا ہے۔ اپنے اسی علم کے موافق اللہ تعالیٰ معاملہ فرمائے گا۔

ان آیات کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ:۔

"آیات مذکورہ میں حق تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے دو طبقے قرار دیئے ہیں۔ ایک وہ جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام لا کر اسلامی خدمات میں حصہ لیا۔ دوسرے وہ جنھوں نے فتح مکہ کے بعد یہ کام کیا۔ پہلے حضرات کا مقام بہ نسبت دوسرے کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند ہونے کا اعلان یہاں فرمایا گیا ہے۔ فتح مکہ سے پہلے جو ایمان لائے ان کے سامنے مسلمانوں کی قلت اور ضعف اور اس کی وجہ سے مشرکین کی ایذاؤں کا سلسلہ تھا۔ خصوصاً ابتدائے اسلام کے وقت اسلام اور ایمان کا اظہار کرنا اپنی جان کی بازی لگانے اور اپنے گھر بار کو ہلاکت کے لئے پیش کر دینے کے مرادف تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ان حالات میں جنھوں نے اسلام قبول کر کے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور دین کی خدمت میں اپنے جان و مال کو لگایا ان کی قوت ایمان اور اخلاص عمل کو دوسرے نہیں پہنچ سکتے۔ رفتہ رفتہ حالات بدلتے گئے۔ مسلمانوں کو قوت حاصل ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہو کر پورے عرب پر اسلام کی حکومت قائم ہو گئی۔ اس وقت جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے یدخلون فی دین اللہ افواجا یعنی لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج ہو کر داخل ہوں گے اس کا ظہور ہوا کیونکہ بہت سے لوگ اسلام کی حقانیت پر تو یقین رکھتے تھے مگر اپنے ضعف اور مخالفین اسلام کی قوت و شوکت اور ان کی ایذاؤں کے خوف سے اسلام اور ایمان کا اظہار کرتے ہوئے جھجکتے تھے۔ ان کی راہ سے یہ رکاوٹ دور ہو گئی تو فوج در فوج ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ قرآن کریم کے ارشاد و کلاً وعداللہ الحسنیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے خوبی اور بھلائی کا (یعنی ثواب آخرت کا) سب سے ان کا بھی اکرام و احترام کیا ہے اور ان کے لئے بھی مغفرت و رحمت کا وعدہ دیا ہے لیکن یہ بتلا دیا کہ ان لوگوں کا درجہ اور مقام ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتا جن اولین سابقین نے اپنی ہمت اور اولوالعزمی اور قوت ایمان کے سبب مخالفوں اور ایذاؤں کے خوف و خطر سے بالاتر ہو کر اسلام کا اعلان کیا اور آڑے وقت میں اسلام کے کام آئے۔۔۔ اگرچہ صحابہ کرام

میں باہمی درجات کا تفاضل یہاں ذکر کیا گیا ہے لیکن آخر میں فرمایا وکلاً وعداللہ الحسنیٰ یعنی باوجود باہمی فرق مراتب کے اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ یعنی جنت اور مغفرت کا وعدہ سب ہی کے حق میں کرلیا ہے۔ یہ وعدہ صحابہ کرام کے ان دونوں طبقوں کے لئے ہے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے یا بعد میں اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور مخالفین اسلام کا مقابلہ کیا۔ اس میں تقریباً صحابہ کرام کی پوری جماعت شامل ہو جاتی ہے۔ پھر صرف ان حضرات کی خطاؤں کی مغفرت کا عام اعلان ہی نہیں فرمایا بلکہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ فرما کر اپنی رضا کی بھی سند دے دی۔ اس لئے صحابہ کرام کے آپس میں جو اختلافات اور مشاجرات پیش آئے ان کی وجہ سے ان میں سے کسی کو برا کہنا یا طعن و تشنیع کرنا قطعاً حرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق موجب لعنت اور اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ آج کل تاریخ کی جھوٹی سچی قوی ضعیف روایات کی بنا پر جو بعض لوگوں نے بعض حضرات صحابہ کو مورد طعن والزام بنایا ہے۔ اول تو اس کی بنیاد جو تاریخی روایات پر ہے وہ بنیاد ہی متزلزل ہے اور اگر کسی درجہ میں ان روایات کو قابل التفات مان بھی لیا جائے تو قرآن و حدیث کے کھلے ہوئے ارشادات کے خلاف ان کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ صحابہ کرامؓ کے بارہ میں پوری امت کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کی تعظیم وتکریم۔ ان سے محبت رکھنا۔ ان کی مدح وثنا کرنا واجب ہے اور ان حضرات کے آپس میں جو اختلافات اور مشاجرات پیش آئے ان کے معاملہ میں سکوت کرنا۔ کسی کو مورد الزام نہ بنانا لازم ہے۔ عقائد اسلامیہ کی تمام کتابوں میں اس اجماعی عقیدہ کی تصریحات موجود ہیں"۔ (معارف القرآن جلد ہشتم بہ اختصار)

یہ تحقیق اور تفصیل حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ میں اس لئے نقل کی گئی کہ اس پرفتن دور میں ایک عظیم فتنہ یہ بھی پیدا کیا گیا اور پھیلایا گیا کہ تمام صحابہ کرام کے عادل وثقہ ہونے پر پوری امت کے اجماعی عقیدہ کو زخمی کیا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو بھلا دیا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملہ میں میرے بعد ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ مت بناؤ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ کو ایذاء پہنچانے کا قصد کرے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے گا۔ (معارف القرآن جلد ہشتم صفحہ ۹۶ رواہ الترمذی از جمع الفوائد)

اور صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو (ان کی قوت ایمانی کی وجہ سے ان کا حال یہ ہے کہ) اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو وہ ان کے (یعنی صحابہؓ کے) خرچ کئے ہوئے کے ایک مد جو کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ نصف مد کے برابر (مد عرب کا ایک پیمانہ ہے جس میں تقریباً ہمارے حساب سے ایک سیر جو آتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی پوری پوری عظمت ومحبت ہم کو نصیب فرمائیں اور صحابہ کرام میں عیب چینی اور تنقیص وتنقید کے ایمان سوز فتنہ سے ہم کو محفوظ فرمائیں آمین۔

الغرض اللہ کے راستہ میں جان و مال خرچ کرنے والوں کی یہاں مدح فرمائی گئی اور ابھی یہی سلسلہ مضمون اگلی آیات میں جاری ہے اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی مزید ترغیب دلائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو قرآن پاک کی دولت عطا فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان نعمتوں کی قدردانی اور انکی صحیح گذاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗٓ اَجْرٌ کَرِیْمٌ یَوْمَ تَرَی

کوئی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر خدا تعالیٰ اس کو اس شخص کیلئے بڑھاتا چلا جاوے اور اس کیلئے اجر پسندیدہ ہے۔ جس دن آپ

الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ

مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے سے

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ کون ہے جو	یُقْرِضُ اللّٰہَ قرض دے اللہ کو	قَرْضًا حَسَنًا قرض حسنا	فَیُضٰعِفَہٗ پھر وہ اس کا دو چند دے	لَہٗ اس کو		
وَلَہٗ اور اس کیلئے	اَجْرٌ کَرِیْمٌ اجر بڑا عمدہ	یَوْمَ جس دن	تَرَی تم دیکھو گے	الْمُؤْمِنِیْنَ مومن مردوں	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں	
یَسْعٰی دوڑتا ہوگا	نُوْرُھُمْ ان کا نور	بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ ان کے سامنے	وَبِاَیْمَانِھِمْ اور ان کے دائیں	بُشْرٰىكُمُ خوشخبری ہے تمہیں	الْیَوْمَ آج	
جَنّٰتٌ باغات	تَجْرِیْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِہَا ان کے نیچے	الْاَنْھٰرُ نہریں	خٰلِدِیْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِیْھَا اس میں	ذٰلِکَ یہ
ھُوَ وہ۔یہ	الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ کامیابی بڑی					

تفسیر وتشریح: ان آیات میں ایک اور طریقہ سے اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو کچھ تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہو وہ گویا اللہ کو قرض دیتے ہو جو بڑا غنی اور دگنا کر کے واپس کرنے والا ہے پھر اس کا اجر وثواب بھی عطا کرنے والا ہے۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ حق تعالیٰ کو کسی کے مال کی کوئی حاجت نہیں۔ معاذ اللہ نہ وہ محتاج ہے۔ نہ اس کو قرض لینے کی ضرورت ہے اور حق تعالیٰ کو قرض دے ہی کون سکتا ہے۔ لیکن یہ اس کی کریمی اور رحیمی ہے کہ جو کوئی اس کے راستہ میں اس کی خوشنودی کے لئے مال خرچ کرتا ہے یا کسی حاجتمند کو اللہ کی رضا کے لئے دیتا ہے تو اس پر حق تعالیٰ اپنی ضمانت دیتے ہیں کہ یہ مال خرچ کرنے والے نے گویا اللہ کو قرض دیا یعنی اس کا اجر اس قدر قطعی اور یقینی ہے کہ گویا وہ اللہ پر قرض ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے بندے میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی۔ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا کہ الٰہی تو ان باتوں سے پاک تھا۔ باری تعالیٰ فرمادیں گے تیرے پاس میرا بندہ بیمار تھا تو اس کی عیادت کرتا گویا میری عیادت کرتا۔ اور میرا بندہ تیرے پاس بھوکا تھا اس کو کھانا کھلاتا گویا مجھ کو کھانا کھلاتا کیونکہ یہ سب کام میرے ہی واسطے ہوتے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسکین پر اس کے الطاف کی تجلی ہوتی ہے اور اسی طرح ہر دردمند پر۔ تو یہاں تک اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی کس قدر بلیغ تاکید فرمائی گئی۔ اول یہ کہ مسکین کو دینا گویا اللہ کو قرض دینا ہے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دگنا کر دیتے ہیں۔ سوم یہ کہ اس پر آخرت میں اجر بھی عنایت فرماتے ہیں۔ اب چونکہ آخرت میں اجر وثواب کا ذکر آ گیا اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں مومنین صالحین کا کیا حال ہوگا اور جس اجر وثواب کا وعدہ کیا جا رہا ہے اس کے ایفاء کا کونسا وقت ہوگا۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ اس دن ہوگا جس روز ایماندار مردوں اور عورتوں کے آگے نور دوڑتا ہوا چلے گا اور ان کو جنت کا مژدہ دیا جاوے گا۔ اب یہاں مومنین ومومنات کے آگے نور دوڑنے کا جو ذکر فرمایا گیا تو اس سے کیا مراد ہے؟ اور یہ کس موقع پر ہوگا؟ تو جمہور مفسرین اس کے قائل ہیں کہ یہ نور دوڑنے کا قصہ پل صراط کا واقعہ ہے جو جہنم کے اوپر قائم ہوگی اور جس پر سے گزر کر جنت میں

پہنچنا ہوگا۔ پل صراط اور اس کے اوپر سے گزرنے کے واقعہ کو حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث و مفسر دہلویؒ نے قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں اپنی کتاب قیامت نامہ میں اس طرح لکھا ہے۔

"قبل اس کے کہ میدان حشر سے پل صراط پر گزرنے کا حکم ہو تمام میدان محشر میں اندھیرا چھا جائے گا پس ہر امت کو اپنے اپنے پیغمبر کے ساتھ چلنے کا حکم ہوگا۔ اہل ایمان کو نور کی دو دو مشعلیں عنایت ہوں گی۔ ایک آگے چلے گی دوسری دائیں جانب اور جو ان سے کمتر ہوں گے ان کو ایک ایک مشعل دی جائے گی اور جو ان سے کمتر ہوں گے ان کے صرف پاؤں کے انگوٹھے کے پاس خفیف روشنی ہوگی۔ اور جو ان سے بھی گئے گزرے ہوں گے ان کو ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح روشنی دی جائے گی جو کبھی بجھے گی اور کبھی روشن ہوگی۔ اور جو منافق ہوں گے وہ ذاتی نور سے بالکل خالی ہوں گے۔ بلکہ دوسروں کے نور کی مدد سے چلیں گے یہاں تک کہ جس وقت یہ سب لوگ دوزخ کے کنارے کے قریب جا پہنچیں گے تو دیکھیں گے کہ دوزخ کے اوپر پل صراط ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ حکم ہوگا کہ اس پر سے ہو کر جنت میں چلو۔ وہ پل صراط ۱۵ ہزار سال کی مسافت میں ہے جن میں سے ۵ ہزار سال تو اوپر چڑھنے کے اور ۵ ہزار سال بیچ میں چلنے کے اور ۵ ہزار سال اترنے کے ہیں۔ الغرض جب میدان حشر سے پل صراط پر پہنچیں گے تو آواز ہوگی کہ اے لوگو اپنی آنکھوں کو بند کرلو تاکہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پل سے گزر جائیں۔ اس کے بعد بعض لوگ تو بجلی کی چمک کی طرح۔ بعض ہوا، بعض گھوڑے۔ بعض اونٹ، بعض معمولی رفتار کی مانند پل صراط سے گزر جائیں گے۔ بعض لوگ نہایت محنت و مشقت کے ساتھ پل پر چلیں گے۔ اس وقت دوزخ میں سے بڑے بڑے آنکس نکلیں گے جو ان میں سے بعض کو تو چھوڑ دیں گے۔ بعض کو کچھ کچھ کاٹیں گے اور بعض کو کھینچ کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اس وقت اعمال صالحہ مثلاً نماز۔ روزہ۔ درود۔ وظائف وغیرہ لوگوں کے دستگیر ہوں گے۔ اور خیرات آگ کے اور ان کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ قربانی سواری کا کام دے گی اور اس مقام کے ہول کی وجہ سے کسی کی آواز تک نہ نکلے گی۔ مگر پیغمبر اپنی امتوں کے حق میں رب سلم سلم کہیں گے۔ وہ مسلمان جو بجلی و ہوا کی رفتار کے موافق پل صراط پر سے گزریں گے وہ پل کو عبور کر کے کہیں گے کہ ہم نے تو سنا تھا کہ راستہ میں دوزخ آئے گی لیکن ہم نے تو دیکھا بھی نہیں اور وہ لوگ جو سلامتی کے ساتھ گزریں گے وہ بھی پل صراط سے اتر کر میدان میں ان سے جا ملیں گے دنیا میں جو ایک دوسرے سے شکایت رکھتے تھے وہ سب ایک ہو جائیں گے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے جنت کا قفل کھول کر لوگوں کو داخل فرمائیں گے"۔

الغرض یہاں تو اہل ایمان کا ذکر ہوا اب آگے منافقین کا کہ جو حقیقی ایمان سے محروم ہوں گے ان کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان کو پل صراط پر چلنے میں کیا گزرے گی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے یہ جان اور مال ہم کو دنیا میں جو عطا فرمایا ہے اس کو اپنے راستہ میں لگانے اور خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ آپ کے راستہ میں آپ ہی کی توفیق سے ہم سے جو جان و مال لگ جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر ہمارے لئے باعث اجر آخرت بنا دیجئے۔

یا اللہ پل صراط پر سے گزرنے کے لئے ہم کو بھی نور عطا فرمایئے اور پل صراط سے بآسانی گزار کرا پنی جنت میں داخلہ نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا

جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، ان کو جواب دیا جاوے گا

وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ

کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی تلاش کرو، پھر ان کے درمیان میں ایک دیوار قائم کردی جاوے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی

مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ

اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا۔ یہ اُن کو پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے، وہ کہیں گے کہ تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا

وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾

اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور تم شک کیا کرتے تھے اور تم کو تمہاری بے ہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ تم پر خدا کا حکم آ پہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ

غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جاوے گا اور نہ کافروں سے تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے، وہی تمہاری رفیق ہے،

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

يَوْمَ يَقُوْلُ جس دن کہیں گے	الْمُنٰفِقُوْنَ منافق مرد (جمع)	وَ اور	الْمُنٰفِقٰتُ منافق عورتیں	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے		
انْظُرُوْنَا ہماری طرف نگاہ کرو	نَقْتَبِسْ ہم حاصل کرلیں	مِنْ سے	نُوْرِكُمْ تمہارا نور	قِيْلَ کہا جائے گا	ارْجِعُوْا لوٹ جاؤ تم	وَرَآءَكُمْ اپنے پیچھے	
فَالْتَمِسُوْا پھر تم تلاش کرو	نُوْرًا نور	فَضُرِبَ پھر ماری (کھڑی کردی) جائیگی	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	بِسُوْرٍ ایک دیوار	لَهٗ اس کا	بَابٌ ایک دروازہ	
بَاطِنُهٗ اسکے اندر	فِيْهِ اس میں	الرَّحْمَةُ رحمت	وَ اور	ظَاهِرُهٗ اس کے باہر	مِنْ قِبَلِهِ اس کی طرف سے	الْعَذَابُ عذاب	
يُنَادُوْنَهُمْ وہ انہیں پکاریں گے	اَلَمْ نَكُنْ کیا ہم نہ تھے	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلٰى ہاں	وَلٰكِنَّكُمْ اور لیکن تم		
فَتَنْتُمْ تم نے فتنہ میں ڈالا	اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں کو	وَتَرَبَّصْتُمْ اور تم انتظار کرتے	وَارْتَبْتُمْ اور تم شک کرتے تھے	وَغَرَّتْكُمُ اور تمہیں دھوکے میں ڈالا			
الْاَمَانِيُّ تمہاری جھوٹی آرزوئیں	حَتّٰى یہانتک کہ	جَآءَ آگیا	اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم	وَغَرَّكُمْ اور تمہیں دھوکے میں ڈالا	بِاللّٰهِ اللہ کے بارے میں		
الْغَرُوْرُ دھوکہ دینے والے	فَالْيَوْمَ سو آج	لَا يُؤْخَذُ نہ لیا جائے گا	مِنْكُمْ تم سے	فِدْيَةٌ کوئی فدیہ	وَلَا اور نہ	مِنَ سے	
الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا	مَاْوٰىكُمُ تمہارا ٹھکانہ	النَّارُ جہنم	هِيَ یہ	مَوْلٰىكُمْ تمہارا رفیق	وَبِئْسَ اور بری	الْمَصِيْرُ جائے بازگشت

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں منافق تھے یعنی ظاہر میں مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے مگر دل میں ان کے خلاف دکھلانے کو اسلام کے دعوے مگر محض زبانی خرچ۔ دل میں اسلام کی طرف سے شک شبہ اور شریعت کے احکام کے خلاف نفرت اور

بعض وعناد تو ایسے منافق مرد ہوں یا عورتیں ان کو بھی پل صراط پر سے گذرنے کا حکم ہوگا اس وقت ایمان والوں کے پاس تو اپنے اعمال اور ایمان کی برکت سے روشنی ساتھ ہوگی جیسا کہ گذشتہ آیات میں بیان فرمایا گیا اور وہ اس سخت اندھیرے میں اپنے نور کی روشنی میں پل صراط سے گذرنا شروع ہو جائیں گے تو اس وقت یہ منافقین بھی جن کے ساتھ اپنی کوئی روشنی نہ ہوگی مسلمانوں کے ساتھ ان کی روشنی میں پیچھے چلنا چاہیں گے لیکن مومن تو جلدآگے بڑھ جائیں گے اس لئے اُن کی روشنی منافقین سے دور ہوتی جائے گی تب وہ مسلمانوں سے ٹھہرنے کو کہیں گے اور پکاریں گے کہ میاں ذرا ٹھہرو۔ ہم کو اندھیرے میں پیچھے چھوڑ کر مت جاؤ۔ تھوڑا انتظار کرو کہ ہم بھی تم سے مل جائیں اور تمہاری روشنی سے استفادہ کریں۔ آخر ہم دنیا میں تمہارے ساتھ ہی رہتے تھے اور ہمارا شمار بھی بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ اب اس مصیبت کے وقت ہم کو اندھیرے میں پڑے چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ کیا رفاقت کا حق یہی ہے تو ان کو جواب دیا جائے گا کہ پیچھے لوٹ کر روشنی تلاش کرو۔ اگر مل سکے تو وہاں سے لے آؤ۔ پیچھے سے وہ جگہ مراد ہے جہاں پل صراط پر چڑھنے سے پہلے نور تقسیم کیا گیا تھا۔ یہ سن کر منافق مرد اور عورتیں پیچھے ہٹیں گے اتنے میں ایک دیوار دونوں فریق کے درمیان حائل ہو جائے گی جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا اور اس دیوار کی کیفیت یہ ہوگی کہ اس کے ندرونی جانب تو رحمت ہوگی یعنی مومنین کی طرف والی جانب میں اور بیرونی جانب کی طرف یعنی منافقین کی طرف سخت عذاب ہوگا غرض جب ان منافقین میں اور اہل ایمان میں دیوار حائل ہو جائے گی اور یہ خود تاریکی میں رہ جاویں گے اور جب یہ منافقین مسلمانوں کو پکاریں گے اور دنیا میں اپنا ساتھ ہونا یاد دلائیں گے تو ان منافقین کو جواب دیا جائے گا وہ مسلمان کہیں گے کہ بے شک دنیا میں بظاہر تم ہمارے ساتھ تھے اور زبان سے دعویٰ اسلام کا کرتے تھے لیکن اندرونی حال یہ تھا کہ لذات اور شہوات میں پڑ کر تم نے نفاق کا راستہ اختیار کیا اور اپنے نفس کو دھوکہ دے کر ہلاکت میں ڈالا۔ پھر توبہ نہ کی بلکہ راہ دیکھتے رہے کہ کب اسلام اور مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑتی ہے اور دین کے متعلق شکوک اور شبہات کی دلدل میں پھنسے رہے۔ یہی دھوکہ رہا کہ آگے ان منافقانہ چالوں کا کچھ خمیازہ بھگتنا نہیں بلکہ یہ خیالات اور امیدیں پکالیں کہ چند روز میں اسلام اور مسلمانوں کا قصہ ختم ہو جائے گا آخر ہم ہی غالب ہوں گے۔ رہا آخرت کا قصہ سو وہاں بھی کسی نہ کسی طرح چھوٹ ہی جائیں گے۔ انہی خیالات میں مست تھے کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور موت نے آدبایا اور اس بڑے دغاباز شیطان نے تم کو دھوکہ میں رکھ کر ایسا بہکایا کہ اب تمہارے لئے چھٹکارے کی سبیل نہ رہی۔ اس لئے آج ہماری روشنی تمہارے کچھ کام نہ آئے گی اور نہ تم کچھ دے دلا کر جان چھڑا سکو گے۔ کافروں کا اور تمہارا اس بارہ میں ایک سا حال ہے اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہی ہمیشہ کے لئے تمہاری رفیق ہے اور وہ واقعی برا ٹھکانہ ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ جواب یا مومنین کا ہو یا حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا۔

میدان حشر میں پل صراط پار کرنے کے معاملے میں جس نور کا ذکر یہاں اور گذشتہ آیات میں ہوا اس میں کفار و مشرکین کا ذکر نہیں فرمایا گیا کیونکہ ان میں کفر و شرک کی وجہ سے نور کا کوئی احتمال ہی نہیں صرف مومنین اور منافقین کا ذکر فرمایا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ پل صراط کے ذریعہ جہنم کو پار کرنا یہ صرف مومنین کے لئے ہوگا۔ کفار و مشرکین پل صراط پر نہیں چڑھیں گے۔ وہ جہنم کے دروازوں کے راستہ جہنم میں پہنچا دیئے جائیں گے اور مومنین چڑھیں گے۔ مومنین پل صراط کے راستہ سے گذریں گے۔ پھر گناہ گار مسلم جن کے لئے ان کے بداعمالی کی سزا میں کچھ وقت تک جہنم میں رہنا ہے وہ اس پل پر سے گر کر جہنم میں جا پہنچیں گے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ امن و سلامتی کے ساتھ تیز رفتاری سے پل صراط پار کرنا ہمیں نصیب فرمائیں۔ رہے منافقین جو ابتداء حشر میں مومنین کے ساتھ ہوں گے مگر جب مومنین پل صراط پر چڑھ جائیں گے تو منافقین اندھیرے میں گرفتار ہو کر

مومنین سے فریاد کریں گے مگر پل صراط کے سرے پر ایک دیوار قائم کر دی جائے گی اور اسی اثناء میں آگ کے شعلے ان کو گھیر کر جہنم کے سب سے نیچے کے درجہ میں پہنچا دیں گے (العیاذ باللہ)

ان آیات کے تحت حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ اصل منافقین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے ان کو تو شروع ہی سے کفار کی طرح کوئی نور نہ ملے گا (جن کے متعلق سورہ توبہ دسویں پارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی تھی ولا تصل علیٰ احد منهم مات ابدا ولا تقم علیٰ قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتو وهم فاسقون ان میں کوئی مر جائے تو آپ کبھی اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور فسق کی حالت میں مرے ہیں۔ مگر وہ منافقین جو اس امت میں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں گے جن کو منافقین کا نام تو اس لئے نہیں دیا جا سکے گا کہ وحی کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا اور کسی کے بارہ میں بغیر وحی قطعی کے یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ دل سے مومن نہیں صرف زبان کا ظاہری اقرار ہے اس لئے امت میں اب کسی کو یہ حق نہیں کہ کسی کو قطعی منافق ٹھہرائے لیکن اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ کس کے دل میں ایمان ہے کس کے دل میں نہیں تو ان میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم میں منافق ہیں گو ظاہر میں ان کی منافقت نہیں کھلی ان کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا کہ شروع میں ان کو بھی کچھ نور دے دیا جائے گا مگر بعد میں سلب کر لیا جائے گا۔ اس قسم کے منافقین امت کے وہ لوگ ہیں جو قرآن و حدیث میں تحریف کر کے ان کے معانی کو بگاڑتے اور اپنے مطلب کے موافق بناتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے نفاق سے اور منافقین کی خصلتوں سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔ آمین۔

الغرض پہلے گذشتہ آیات میں اہل ایمان کا ذکر ہوا تھا۔ یہاں ان آیات میں منافقین کا ذکر ہوا۔ اب آگے ان مسلمانوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو طاعات ضروریہ میں نہیں لگتے اور باوجود اسلام کے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں ان کو نصیحت فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی اسلام اور سچا ایمان نصیب فرمادیں۔ اور ہر طرح کی منافقانہ خصلت و عادت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور شیطان کے دھوکہ سے ہمیں بچاویں۔

یا اللہ ہمیں آخرت کی فکر اس دنیا میں نصیب فرما اور وہاں کا سامان آج اس زندگی میں جمع کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ مومنین مخلصین کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمائے اور ان کے ساتھ ہمیں اپنی جنت کی نعمتیں عطا فرمائے اور ہر طرح کے عذاب آخرت سے محفوظ رکھیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

16 اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا

کیا ایمان والوں کیلئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے سامنے اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جاویں، اور اُن لوگوں کی طرح

كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

نہ ہو جاویں جن کو ان سے قبل کتاب ملی تھی پھر اُن پر ایک زمانہ دراز گذر گیا پھر ان کے دل سخت ہو گئے، اور بہت سے آدمی ان میں کافر ہیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۷

یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے خشک ہوئے پیچھے زندہ کر دیتا ہے، ہم نے تم سے نظائر بیان کر دیئے ہیں تا کہ تم سمجھو۔

قُلُوْبُهُمْ ان کے دل	تَخْشَعَ جھک جائیں	اَنْ کہ	لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے (مومن)	اَلَمْ يَأْنِ کیا نزدیک (وقت) نہیں آیا		
كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرح	وَلَا يَكُوْنُوْا اور وہ نہ ہو جائیں	الْحَقِّ حق	مِنَ سے	وَمَا نَزَلَ اور جو نازل ہوا	لِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد کیلئے	
قُلُوْبُهُمْ ان کے دل	فَقَسَتْ پھر سخت ہو گئے	الْاَمَدُ مدت	عَلَيْهِمُ ان پر	فَطَالَ تو دراز ہو گئی	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	اُوْتُوا الْكِتٰبَ جنہیں کتاب دی گئی
الْاَرْضَ زمین	يُحْيِ زندہ کرتا ہے	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	اِعْلَمُوْٓا تم جان لو	فٰسِقُوْنَ (جمع) فاسق (نافرمان)	مِّنْهُمْ ان میں سے	وَكَثِيْرٌ اور اکثر
تَعْقِلُوْنَ سمجھو	لَعَلَّكُمْ تا کہ تم	الْاٰيٰتِ نشانیاں	لَكُمُ تمہارے لئے	قَدْ بَيَّنَّا تحقیق ہم نے بیان کر دی	بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد	

تفسیر وتشریح: آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا مومنوں کے لئے اب تک وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر خدا' وعظ و نصیحت' آیات قرآنی' اور احادیث نبوی سن کر ان کے دل موم ہو جائیں دین کی باتیں سنیں احکام بجالائیں اور ممنوعات سے پرہیز کریں۔ یعنی مسلمان کو دل سے عزم کر لینا چاہئے۔ کہ طاعات ضروریہ کا پابند ہو اور معاصی کو ترک کر دے اللہ کے سامنے عاجزی سے جھکے اور دین حق کی سچی باتوں کو دل سے مانے۔ آگے نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ اے مسلمانو! تم کو ان پہلے لوگوں یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہونا چاہئے کہ جن کے پاس اللہ کے رسول کتاب لے کر آئے اور ان کو اچھی اچھی باتیں تعلیم کیں لیکن انہوں نے کتاب اللہ کو بدل دیا۔ تھوڑے تھوڑے مول پر اسے فروخت کر دیا۔ یہ کتاب اللہ کو پس پشت ڈال کر رائے اور قیاس کے پیچھے پڑ گئے اور از خود ایجاد کردہ اقوال کو ماننے لگے۔ اپنے علما کی بے سند باتیں دین میں داخل کر دیں تو پھر ان بد اعمالیوں کی سزا میں خدا نے انکے دل سخت کر دیئے۔ کوئی وعظ و نصیحت ان پر اثر نہیں کرتا۔ کوئی وعدہ و وعید ان کے دل خدا کی طرف رجوع نہیں کرتے بلکہ ان میں کے اکثر و بیشتر فاسق اور کھلے بدکار بن گئے۔ اے مسلمانو دیکھو تم ایسا نہ کرنا۔ معصیت احیاناً ہو جائے تو جلدی توبہ کر لینا چاہئے کیونکہ بعض اوقات توبہ میں دیر کرنے سے پھر توبہ کی توفیق نہیں رہتی اور بعض وقت کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ آگے مزید نصیحت کی جاتی ہے کہ اگر تم لوگوں کے دلوں میں معاصی سے کوئی خرابی کم و بیش پیدا ہو گئی ہو تو یہ وہم دل میں نہ لاؤ کہ اب توبہ سے کیا اصلاح ہو گی بلکہ یہ یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی شان ہے کہ جس طرح وہ مردہ زمین کو دوبارہ تر و تازہ اور جاندار کر دیتا ہے۔ اسی طرح توبہ کرنے پر اپنی رحمت سے قلب مردہ کو زندہ اور درست کر دیتا ہے پس مسلمان کیلئے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں سچی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ پھر اسکے قلب میں روح حیاۃ پھونک دے گا بس شرط یہی ہے کہ ہو سچی توبہ۔

اب ان آیات میں کئی باتیں قابل غور ہیں:۔

(۱) معلوم ہوا کہ ایمان وہ اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے جو کامل ہو یعنی اس میں اقرار کے ساتھ تصدیق بھی ہو اور اعمال صالحہ بھی ہوں۔ اور جو بشارات آخرت قرآن و حدیث میں دی گئی ہیں وہ مومنین کاملین ہی کے لئے دی گئی ہیں۔ (۲) ایمان ناقص رکھنے والے مومنین کو

ہدایت اور نصیحت کی جارہی ہے اور ترغیب دی جارہی ہے کہ ترک معاصی اور طاعت ضروریہ کی پابندی کا عزم دل سے کرلیں اور اس توبہ اور رجوع میں جلدی کریں ورنہ بعض اوقات رفتہ رفتہ توفیق ہی جاتی رہتی ہے اور بعض حالات میں العیاذ باللہ نوبت کفر تک پہنچتی ہے۔ (۳) یہود ونصاریٰ کا اتباع نہ ہو کہ ان میں بے دینی اور کفر اپنی آسمانی کتاب کی ہدایات سے غفلت اور معاصی کے انہماک ہی کی وجہ سے آیا۔ (۴) غفلت پر قائم رہنے سے دل سخت ہوجاتا ہے کہ پھر نصیحت اثر نہیں کرتی اور پھر نوبت کفر تک پہنچ سکتی ہے۔ (۵) کثرت معاصی سے قلوب مردہ ہوجاتے ہیں۔ پھر خیروشر۔ نیکی و بدی۔ ہدایت وضلالت کی حس باقی نہیں رہتی۔ (۶) مسلمان کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے سچی توبہ کرنے میں مومن کو دیر نہ کرنی چاہئے۔ توبہ میں ٹال مٹول اور غفلت میں پڑا رہنا مسلمان کے لئے ہرگز مناسب نہیں۔ (۷) سچی توبہ سے قلب درست اور پھر زندہ ہوجاتا ہے۔

اب غور کیجئے کہ کیسے دلکش عنوان سے حق تعالیٰ نصیحت فرما رہے ہیں مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ نہ معلوم غفلت کی کیسی کائی ہمارے دلوں پر جمی ہوئی ہے۔ کہ بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ جن کے متعلق ہم اکثر قرآن وحدیث کے احکام سنتے رہتے ہیں اور علمائے کرام بھی ان سے آگاہ کرتے رہتے ہیں مگر ہم ان گناہوں کو چھوڑنے اور ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اور ان سے توبہ کرنے میں غفلت اور لاپرواہی سے کام لیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب ہمارے غفلت زدہ دلوں پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتوں کا اثر نہ ہو تو غریب علماء تو کس شمار میں ہیں کہ ان کے وعظ ونصیحت سے ہم گناہوں سے کنارہ کش ہوجائیں۔

بہرحال اس تنبیہ کا ماحصل جو ان آیات میں فرمایا گیا یہی ہے کہ مومنین کو مکمل اطاعت اور عمل صالح کے لئے مستعد رہنا چاہئے۔ اب ان آیات میں ارشاد خداوندی کے جواب میں کہ کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے سامنے جھک جائیں۔ ہم دل سے اقرار کریں کہ اے خداوند قدوس ہم نے آپ کی نصیحت سن لی اور ہمارے دل آپ کی نصیحت کے سامنے جھک گئے اب اپنے کرم سے آپ ہی ہم کو اپنا مطیع بندہ بننے اور دین پر مستقیم رہنے کی سعادت اور توفیق عطا فرمائیں۔

الغرض شروع سورۃ میں توحید اور کمالات وصفات الٰہیہ بیان کرنے کے بعد دو باتوں کا حکم دیا گیا تھا ایک تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا اور دوسرے انفاق فی سبیل اللہ کا یعنی اللہ کے رستہ میں مال خرچ کرنے کا۔ اور ایسے ہی مومنین کو آخرت میں نور اور روشنی حاصل ہونے اور جنت ملنے کی بشارت دی گئی تھی اور ان دونوں امور کی کئی طرح سے ترغیب دی گئی تھی۔ ان میں جو کمی اور نقص ہوسکتا تھا اس کی خرابی بھی منافقین اور غافل مسلمین کی حالت بیان کرکے ترغیب ونصیحت کی گئی۔ اور تکمیل ایمان کی ہدایت فرمائی گئی۔ اب آگے پھر انہی دو امور یعنی کمال ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور انجام اور اس کے خلاف پر وعید سنائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارے قلوب کو غفلت وقساوت سے محفوظ فرمایئے اور ہمارے مُردہ قلوب کو اپنے نور ہدایت سے زندہ رکھیے۔

یا اللہ گذشتہ میں جو ہم سے تقصیرات سرزد ہوچکی ہیں ان پر ندامت اور توبہ کی توفیق عطا فرما کر ہماری توبہ کو قبول فرمالیجئے۔ اور آئندہ ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کا عزم نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ہر طرح کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ اور ہمیں ایمان کامل اور اسلام صادق کے ساتھ اس جہان سے کوچ کرنا نصیب فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَٰتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝١٨

بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور یہ اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں وہ صدقہ ان کیلئے بڑھادیا جاوے گا اور ان کیلئے اجر پسندیدہ ہے۔

وَالَّذِينَ ءَامَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِۦٓ أُولَٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ

اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کیلئے

أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِـَٔايَٰتِنَآ أُولَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ الْجَحِيمِ ۝١٩

ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہمارا آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔

إِنَّ بیشک	الْمُصَّدِّقِينَ خیرات کرنے والے مرد	وَالْمُصَّدِّقَٰتِ اور خیرات کرنے والی عورتیں	وَأَقْرَضُوا اللَّهَ اور جنہوں نے قرض دیا اللہ				
قَرْضًا قرض	حَسَنًا حسن (اچھا)	يُضَٰعَفُ وہ دو چند کردیا جائے گا	لَهُمْ ان کیلئے	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	أَجْرٌ اجر	كَرِيمٌ بڑا عمدہ	وَالَّذِينَ اور جو لوگ
ءَامَنُوا ایمان لائے	بِاللَّهِ اللہ پر	وَرُسُلِهِۦ اور اس کے رسول (جمع)	أُولَٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمْ وہی	الصِّدِّيقُونَ (جمع) صدیق		
وَالشُّهَدَآءُ اور (جمع) شہید	عِندَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے نزدیک	لَهُمْ ان کیلئے	أَجْرُهُمْ ان کا اجر	وَ اور	نُورُهُمْ ان کا نور	وَالَّذِينَ اور جنہوں نے	
كَفَرُوا کفر کیا	وَكَذَّبُوا اور جھٹلایا	بِـَٔايَٰتِنَآ ہماری آیتوں کو	أُولَٰٓئِكَ یہی لوگ	أَصْحَٰبُ الْجَحِيمِ دوزخ والے			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اہل ایمان میں سے صدقہ دینے والے مرد ہوں یا عورتیں ہوں وہ حقیقت میں اللہ جل شانہ کو قرض دیتے ہیں اس لئے کہ یہ بھی قرض کی طرح ہے کہ صدقہ دینے والوں کو واپس ملتا ہے اور یہ بہت زیادہ معاوضہ اور بدلہ لے کر ایسے وقت میں واپس ہوگا جو وقت صدقہ کرنے والے کی سخت حاجت اور سخت ضرورت اور سخت مجبوری کا ہوگا۔ دنیاوی ضرورتوں کے واسطے تھوڑا تھوڑا آدمی جمع کر کے رکھتا ہے کہ فلاں ضرورت کا وقت آ رہا ہے۔ اولاد کی شادی کرنی ہے یا فلاں سفر اختیار کرنا ہے۔ اس کے لئے ہروقت فکر میں لگا رہتا ہے کہ جو گنجائش ملے جمع کر کے رکھے تاکہ ضرورت کے وقت دقت نہ ہو۔ آخرت کا وقت تو ایسی سخت حاجت اور ضرورت کا ہے کہ اس وقت نہ کسی سے کچھ خریدا جا سکتا ہے۔ نہ قرض لیا جا سکتا ہے۔ نہ بھیک مانگی جا سکتی ہے ایسے اہم اور کٹھن وقت کے واسطے تو جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ممکن ہو جمع کرتے رہنا نہایت ہی دور اندیشی اور کارآمد بات ہے۔ تھوڑا تھوڑا جمع کرتے رہنا تو یہاں دنیا میں معلوم بھی نہ ہوگا اور آخرت میں پہاڑوں کے برابر ملے گا۔ ایک بات یہاں یہ بھی سمجھ لی جائے کہ صدقہ کے لئے مال ہی دینا ضروری نہیں ہے اور صدقہ اسی میں منحصر نہیں بلکہ جو بھلائی کسی کے ساتھ کی جائے یا جو نیکی اللہ کو خوش کرنے کے لئے کی جائے وہ ثواب کے اعتبار سے صدقہ ہے جیسا کہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت فرمائی ہے ایک روایت میں ہے کہ آدمی کے اندر ۳۶۰ جوڑ ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے روزانہ ایک صدقہ کیا کرے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی طاقت کس کو ہے؟ کہ ۳۶۰ صدقہ روزانہ کیا کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں تھوک پڑا ہو اس کو ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے۔ راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز پڑی ہو اس کو ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے اور کچھ نہ ملے تو چاشت کی دو رکعت نفل سب کے قائم مقام ہو جاتی ہے اس لئے

کہ نماز میں ہر جوڑ کو اللہ کی عبادت میں حرکت کرنا پڑتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو آدمی پر ہر جوڑ کے بدلے میں ایک صدقہ ہے دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دو یہ بھی صدقہ ہے کسی شخص کی سواری پر سوار ہونے میں مدد کر دو یہ بھی صدقہ ہے۔ اس کا سامان اٹھا کر دیدو یہ بھی صدقہ ہے۔ کلمہ طیبہ یعنی لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی صدقہ ہے۔ ہر وہ قدم جو نماز کے لئے چلے صدقہ ہے کسی کو راستہ بتا دو یہ بھی صدقہ ہے راستہ سے تکلیف دینے والی چیز ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ آدمی کے ہر جوڑ کے بدلہ میں اس پر صدقہ ضروری ہے۔ ہر نماز صدقہ ہے ہر روزہ صدقہ ہے۔ حج صدقہ ہے۔ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے۔ الحمد للہ کہنا صدقہ ہے۔ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی راستہ میں مل جائے اس کو سلام کرنا بھی صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے۔ برائی سے منع کرنا صدقہ ہے اور بھی اس قسم کی متعدد روایات وارد ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بھلائی۔ ہر نیکی۔ ہر احسان صدقہ ہے بشرطیکہ اللہ کے واسطے ہو یعنی مقصد اس بھلائی اور نیکی کے عمل سے اللہ پاک کو خوش اور راضی کرنا مقصود ہو۔ تو یہاں مصدقین اور مصدقات یعنی صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتوں کی فضیلت بیان کی گئی کہ اللہ کو خوش کرنے اور خدا کی مرضی کی جستجو میں جو لوگ اپنے حلال مال نیک نیتی سے راہ خدا میں صدقہ دیتے ہیں ان کے بدلہ بہت کچھ بڑھا چڑھا کر خدا تعالیٰ انہیں عطا فرمائے گا۔ آگے ایمان کامل کی فضیلت میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں جس کا مطلوب ہونا اوپر ظاہر کیا جا چکا ہے تو ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں یعنی یہ مراتب کمال۔ ایمان کامل ہی کی بدولت نصیب ہوتے ہیں۔ آخرت میں ان سچے ایمانداروں کو اپنے اپنے عمل اور درجہ ایمان کے موافق اجر و ثواب اور نور عطا ہوگا۔ یہاں آیت میں لفظ صدیق اس معنیٰ میں ہے جس معنیٰ میں اردو میں ''ولی'' بولتے ہیں لفظی معنیٰ صدیق کے اس شخص کے ہیں جو بڑی کثرت سے صدق سے کام لیتا ہو یا جو اپنی زبان سے۔ قلب سے۔ عمل سے سب سے تصدیق کرتا ہو۔ شہدا۔ شہید کی جمع یہاں لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے یعنی حق کے گواہ۔ باقی اگر شہید سے یہاں مراد اصطلاحی شہید یا قتیل فی سبیل اللہ ہو جیسا کہ بعض اکابر مفسرین کا قول ہے تو پھر یہ معنیٰ کئے جائیں گے کہ مومن کامل اپنی جان اور مال دونوں کو اپنی جگہ پر اللہ کی راہ میں وقف اور خدمت دین کے نذر کر ہی دیتا ہے رہا یہ کہ اس کے بعد بھی جان گئی یا رہی تو یہ تو اس کے اختیار کی چیز نہیں۔ آگے ان کامل الایمان لوگوں کے مقابلہ اور ضد میں کفر و انکار و تکذیب کرنے والوں کا حال بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ اصحاب الجحیم یعنی جہنمی اور دوزخی ہیں۔

اب آخرت کے ثواب و عقاب کے ذکر کے بعد آگے آخرت کا واجب الاہتمام اور باقی ہونا اور دنیا کہ جو مانع ہوتی ہے اہتمام آخرت سے اس کا نا قابل التفات اور فانی ہونا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے مصدقین بندوں میں شامل فرما دیں اور اس زندگی میں صدقہ۔ بھلائی۔ نیکی اور احسان کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جو صدقہ اور نیکی و بھلائی اللہ کی توفیق سے ہو جائے اس کو اپنے کرم سے قبول فرمالیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ

تم خوب جان لو کہ دنیوی حیات محض لہو ولعب اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے

وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ

جیسے مینہ ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاری کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہوجاتی ہے سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے،

وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ

اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیوی زندگانی محض دھوکہ کا اسباب ہے۔

الْغُرُوْرِ ۝ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ

تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کے وسعت کی برابر ہے

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہیں عنایت کریں، اور اللہ بڑے فضل والا ہے

اِعْلَمُوْٓا تم جان لو	اَنَّمَا اس کے سوانہیں	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	لَعِبٌ کھیل	وَّلَهْوٌ اور کود	وَّزِيْنَةٌ اور زینت	وَّتَفَاخُرٌ اور فخر کرنا
بَيْنَكُمْ باہم	وَتَكَاثُرٌ اور کثرت کی خواہش	فِي الْاَمْوَالِ مالوں میں	وَالْاَوْلَادِ اور اولاد	كَمَثَلِ غَيْثٍ بارش کی طرح	اَعْجَبَ بھلی لگی	
الْكُفَّارَ کاشتکار	نَبَاتُهٗ اسکی پیداوار	ثُمَّ يَهِيْجُ پھر وہ زور پکڑتی ہے	فَتَرٰىهُ سوتو اس کو دیکھتا ہے	مُصْفَرًّا زرد	ثُمَّ پھر	يَكُوْنُ وہ ہوجاتی ہے
حُطَامًا چورا چورا	وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں	عَذَابٌ شَدِيْدٌ سخت عذاب	وَّمَغْفِرَةٌ اور مغفرت	مِّنَ سے	اللّٰهِ اللہ	وَرِضْوَانٌ اور رضا مندی
وَمَا اور نہیں	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	اِلَّا مگر۔صرف	مَتَاعُ الْغُرُوْرِ دھوکے کا سامان	سَابِقُوْا تم دوڑو	اِلٰى طرف	مَغْفِرَةٍ مغفرت
مِّنْ رَّبِّكُمْ اپنے رب کی طرف سے	وَجَنَّةٍ اور جنت	عَرْضُهَا اسکی چوڑائی (وسعت)	كَعَرْضِ السَّمَآءِ جیسی آسمان کی چوڑائی وسعت			
وَالْاَرْضِ اور زمین	اُعِدَّتْ وہ تیار کی گئی	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں	ذٰلِكَ یہ
فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل	يُؤْتِيْهِ وہ اسکو دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہے	وَاللّٰهُ اور اللہ	ذُو الْفَضْلِ فضل والا	الْعَظِيْمِ بڑے	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں دنیا اور اس کی زندگی کا نقشہ پیش کر کے آخرت کے مقابلہ میں اس دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کو ظاہر فرمایا گیا اور سمجھایا گیا کہ دنیا کی زندگی محض چندروز کی بہار اور ایک متاع غرور ہے۔ یہاں کا کھیل کود یہاں کی آرائش وزیبائش۔ یہاں کی بڑائیوں پر فخر' یہاں کے مال ودولت کے کثرت کی فکر یہ سب کچھ فانی اور ناپائیدار ہے۔ اس دنیا کی مثال اس کھیتی کی سی ہے جو پہلے سرسبز ہوتی ہے۔ پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آخرکار کاٹ کر چورا چورا ہو جاتی ہے تو دنیا کی زندگی بھی ایسی ہی ناپائیدار ہے اور اس کے مقابلہ میں آخرت کی زندگی دائمی اور ابدی ہے اور اس کے لئے سعی وکوشش کرنی چاہئے۔ چنانچہ ان آیات میں یہی بتلایا جاتا ہے کہ دنیا کی زندگی کی حقیقت سن لو۔ کھیل کود۔ تماشا۔ بناؤ سنگھار۔ آپس

میں ایک دوسرے پر فوقیت جتانا۔ ہر ایک کا اس کوشش میں لگے رہنا کہ کس طرح میرے پاس سب سے زیادہ مال و دولت جمع ہو جائے اور اولاد کی بھی کثرت ہو تا کہ میں اوروں سے ہر بات میں زیادہ رہوں یعنی اہل دنیا عمر کے ہر دور میں انہی کے الٹ پھیر میں رہتے ہیں۔ بچپن کا زمانہ کھیل کود کی نظر ہو جاتا ہے جوانی آئی تو حسن و عشق کے جھمیلے میں پڑ گئے یا تجارت و ملازمت وغیرہ زرکشی کے پیشوں میں لگ گئے۔ بڑھاپا آیا تو مال و اولاد کی فکر کہ میرے پیچھے گھر بنا رہے اور اولاد آسودگی سے بسر کرے۔ بس یہ اہل دنیا کی زندگی کی کائنات ہے اب آپ اس قرآنی بیان کو سامنے رکھئے اور دنیا داروں کی زندگی کو دیکھ لیجئے خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں۔ یا روسی و امریکی ہوں۔ یا چینی و جاپانی ہوں۔ ان ساری آخرت فراموش دنیا پرست قوموں اور حکومتوں کا مقصد زندگی سوائے لہولعب و زینت تفاخر اور تکاثر فی الماں والاولاد کے سوا اور کیا ہے؟ مگر آئے بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب ٹھاٹھ سامان فانی زوال پذیر ہیں جیسے کھیتی کی رونق اور بہار چندروزہ ہوتی ہے۔ پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آدمی اور جانور اس کو روند کر چورا چورا کر دیتے ہیں۔ اس کی شادابی اور خوبصورتی کا نام و نشان نہیں رہتا۔ یہی حال دنیا کی زندگانی اور اس کے ساز و سامان کا سمجھو کہ وہ فی الحقیقت ایک دغا کی پونجی اور دھوکے کی ٹٹی ہے۔ آدمی اس کی عارضی بہار سے فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا یعنی ایمان اور عمل صالح۔ جو شخص دنیا سے یہ کما کر لے گیا۔ سمجھو بیڑا پار ہے۔ آخرت میں اس کے لئے خدائے ذوالجلال کی خوشنودی و رضا مندی ہے اور جو دولت ایمان سے تہی دست رہا اور کفر و عصیان کا بوجھ لے کر پہنچا اس کے لئے سخت عذاب ہے اور جس نے ایمان کے باوجود اعمال صالحہ میں کوتاہی کی اور گناہوں میں جری رہا تو اس کے لئے جلد یا بدیر۔ چھوٹی یا موٹی سزا اٹھا کر معافی ہے پھر آگے حکم ہوتا ہے کہ موت سے پہلے زندگی میں وہ سامان کر لو جس سے آخرت میں کوتاہیاں معاف ہوں۔ اللہ کی مغفرت نصیب ہو اور جنت کی لازوال نعمتیں حاصل ہوں۔

یہاں جو سابقوآ الیٰ مغفرۃ من ربکم فرمایا یعنی مسابقت کرو اپنے رب کی مغفرت کی طرف۔ تو مسابقت کرنے سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ صحت و تندرستی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ نیک اعمال میں سستی اور ٹال مٹول نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بیماری یا عذر آ کر تمہیں کسی کام کے لائق نہ چھوڑے۔ یا موت ہی آ جائے تو حاصل مسابقت کا یہی ہوا کہ کمزوری، بیماری وغیرہ آنے سے پہلے پہلے ایسے اعمال کا ذخیرہ کر و جو جنت تک پہنچانے کا ذریعہ بن سکیں۔ اور مسابقت کے معنیٰ یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ نیک اعمال میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو جیسا کہ حضرت علیؓ نے اپنی نصائح میں فرمایا کہ تم مسجد میں سب سے پہلے جانے والے اور سب سے اخیر میں نکلنے والے بنو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جہاد کی صفوف میں سے پہلی صف میں رہنے کے لئے بڑھو۔ اور حضرت انسؓ نے فرمایا کہ جماعت نماز میں پہلی تکبیر میں حاضر رہنے کی کوشش کرو۔ (معارف القرآن)

آگے جنت کی وسعت کا حال بتلایا جاتا ہے کہ آسمان اور زمین دونوں کو اگر ملا کر رکھا جائے تو اس کے برابر جنت کا عرض ہوگا۔

سورہ آل عمران چوتھے پارہ میں بھی جنت کی وسعت کے مضمون کی یہ آیت آ چکی ہے۔ وسارعوآ الیٰ مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السمٰوٰت والارض اعدت

للمتقین ٥ یعنی اپنے پروردگار کی بخشش اور جنت کی طرف دوڑو اور وہ جنت ایسی وسیع ہے جیسے سب آسمان اور زمین اور وہ تیار کی گئی ہے متقین یعنی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ ساتوں آسمان اور زمین کی وسعت کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو وہ جنت کا عرض یعنی چوڑائی ہوگی اور جب اتنا عرض ہوگا تو طول کتنا ہوگا؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانے۔ ایسی وسیع جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ آگے یہ بھی بتلا دیا کہ بے شک ایمان وعمل صالحہ حصول جنت کے اسباب ہیں لیکن حقیقت میں جنت ملتی ہے اللہ کے فضل سے۔ اس کا فضل نہ ہو تو سزا سے چھوٹنا ہی مشکل ہے جنت ملنے کا تو کیا ذکر۔ گویا اس میں یہ اشارہ ہے کہ اپنے اعمال پر کوئی نازاں اور مغرور نہ ہو اور اپنے اعمال پر استحقاق جنت کا مدعی نہ ہو۔ بزرگان دین نے لکھا ہے کہ انسان کے عمر بھر کے اعمال تو ان نعمتوں کا بدلہ بھی نہیں ہو سکتے جو دنیا میں اس کو مل چکی ہیں تو ہمارے یہ اعمال جنت کی دائمی ابدی اور لازوال نعمتوں کی قیمت کیا بن سکتے ہیں۔ جنت میں جو بھی داخل ہوگا وہ اللہ کے فضل واحسان ہی سے داخل ہوگا۔

اب یہاں غور کیجئے اللہ تعالیٰ تو فرماویں کہ تم اپنے پروردگار کی جنت کی طرف دوڑو یعنی اس کے حصول کی حد درجہ کوشش کرو۔

اب دنیا کی دو حالتیں ہیں ایک مسرت اور ایک مضرت اور یہ دونوں حالتیں مختلف صورتوں سے حصول آخرت میں مانع اور رکاوٹ بنتی ہیں۔ یہاں ان آیات میں مسرت یعنی لہو ولعب، زینت وتفاخر وتکاثر کا ذکر فرمایا گیا۔ آگے مصیبت ومضرت کا ذکر ہے کہ اس کو بھی تقدیر الٰہی سمجھ کر مانع آخرت نہ بنانا چاہئے جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور جس دنیا کی قرآن اور حدیث نے مذمت فرمائی ہے اس دنیا سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچائیں۔ اس دنیوی زندگی میں یا اللہ ہمیں ان عقائد اور اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جو آخرت میں آپ کی مغفرت اور رضامندی ہمیں نصیب ہو اور آپ کی رضا کے مقام جنت میں ہمارا دائمی اور ابدی ٹھکانہ ہو جائے۔

اے اللہ اے مولائے کریم آپ اپنے فضل عظیم کو ہمارے لئے مقدر فرما دیں اور دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں آپ کا فضل عظیم ہمارے شامل حال ہو اور اس فانی دنیا میں باقی اور دائمی آخرت سنوارنے اور بنانے کی توفیق ہم کو نصیب ہو جائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہیں قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں،

نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۲۲ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے۔ تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج نہ کرو اور تاکہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں، اور اللہ تعالی

لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ۲۳ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔ جو ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں، اور جو شخص اعراض کرے گا

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۲۴

تو اللہ تعالی بے نیاز ہیں سزاوار حمد ہیں۔

مَآ اَصَابَ نہیں پہنچی	مِنْ مُّصِيْبَةٍ کوئی مصیبت	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَلَا اور نہ	فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانوں میں	اِلَّا مگر	
فِيْ كِتٰبٍ کتاب میں	مِّنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ نَّبْرَاَهَا کہ ہم پیدا کریں اس کو	اِنَّ بیشک	ذٰلِكَ یہ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	يَسِيْرٌ آسان
لِّكَيْلَا تَاْسَوْا تاکہ تم غم نہ کھاؤ	عَلٰي پر	مَا فَاتَكُمْ جو تم سے جاتی رہے	وَلَا تَفْرَحُوْا اور نہ تم خوش ہو	بِمَآ اٰتٰىكُمْ اس پر جو اس نے تمہیں دیا	وَاللّٰهُ اور اللہ	
لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا	كُلَّ ہر ایک (کسی)	مُخْتَالٍ اترانے والا	فَخُوْرِ فخر کرنیوالا	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَبْخَلُوْنَ بخل کرتے ہیں	وَيَاْمُرُوْنَ اور حکم (ترغیب) دیتے ہیں
النَّاسَ لوگ	بِالْبُخْلِ بخل کا	وَمَنْ اور جو	يَّتَوَلَّ منہ پھیر	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	هُوَ الْغَنِيُّ وہ بے نیاز	الْحَمِيْدُ سزوار حمد

تفسیر وتشریح: ان آیات میں سمجھایا جاتا ہے کہ دنیا میں راحت و مصیبت جو بھی آتی ہے وہ تقدیر الٰہی اور اللہ کے پہلے سے لکھے ہوئے فیصلے کے مطابق آتی ہے۔ لہذا مومن کی حالت یہ ہونا چاہئے کہ مصیبت یا تکلیف آئے تو بھی گھبرا کر ہمت نہ ہار بیٹھے اور احکام الٰہیہ کے خلاف کوئی کام یا کوئی بات کر کے اپنی آخرت کا نقصان نہ کر لے اور اگر حکم الٰہی سے راحت آئے تو اترا نہ جائے اور فخر و غرور نہ کرنے لگے بلکہ اُس نعمت و راحت کو اللہ کا عطیہ سمجھے اور اللہ کی طرف سے جانے۔ بڑائی اور شیخی نہ مارے اور نہ اُس نعمت کو نعمت دینے والے خدا کے کام میں خرچ کرنے سے تنگدل ہو یا بخیلی برتے اور اس طرح اپنی آخرت کا نقصان کرے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو کوئی مصیبت زمین پر آتی ہے جیسا کہ قحط۔ وبا۔ طوفان۔ زلزلہ۔ بدامنی۔ خونریزی وغیرہ وغیرہ یا خود کوئی مصیبت انسانوں کی ذات پر پڑتی ہے جیسے مرض۔ تنگدستی۔ اولاد و احباب کا مرنا۔ بے عزتی۔ ذلت و ناکامی وغیرہ کا ہونا تو یہ مصیبت تم پر یا زمین پر آنے سے پہلے اللہ کے دفتر قضا و قدر میں لکھی ہوئی ہوتی ہے چنانچہ مسلم شریف کی ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے تمام مخلوقات کی تقدیریں لکھ دی ہیں۔ یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ اس آیت میں اور حدیث شریف میں جو اللہ تعالیٰ کے تقدیر لکھنے کا ذکر فرمایا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ تو ہے نہیں کہ جس طرح ہم انسان ہاتھ میں قلم لے کر کاغذ یا تختی پر کچھ لکھ لیتے ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے لکھا ہو۔ ایسا خیال کرنا اللہ تعالیٰ کی شان اقدس سے ناواقفی ہے دراصل اللہ تعالیٰ کے افعال و صفات کی حقیقت اور کیفیت کے ادراک سے ہم قاصر ہیں اور چونکہ اس کے لئے الگ کوئی زبان یا لغت نہیں ہے اس لئے ہم مجبوراً انہیں الفاظ سے اللہ تعالیٰ کے افعال و صفات کی تعبیر کرتے ہیں جو دراصل ہمارے افعال و صفات کے لئے وضع کئے گئے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے اور ہمارے افعال و صفات

کی حقیقت اور کیفیت میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ اس کی عالی ذات اور ہماری مجبور ذات میں فرق ہے۔ بہر حال یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں جس کتاب تقدیر کا ذکر کیا گیا ہے اس کی حقیقت اور نوعیت کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی واقعہ ہے کہ عربی زبان میں کسی چیز کے طے کر دینے اور معین ومقرر کر دینے کو بھی کتابت سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں اسی معنیٰ کے اعتبار سے روزہ کی فرضیت کو کتب علیکم الصیام سے اور قصاص کے حکم کو کتب علیکم القصاص سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پس یہاں بھی اگر کتابت سے یہی مراد ہو تو مطلب حدیث شریف کا یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے تمام مخلوقات کی تقدیریں معین کیں اور جو کچھ ہونا ہے اس کو مقرر فرمایا۔ مسئلہ قضاء وقدر یعنی تقدیر پر ایمان لانا بھی ضروریات دین اور شرط ایمان میں سے ہے مگر قضا وقدر کا مسئلہ بلا شبہ مشکل اور نازک مسئلہ ہے لہذا مومن کو چاہئے کہ اگر یہ مسئلہ اس کی سمجھ میں نہ آئے تو بحث اور حجت نہ کرے بلکہ اپنے دل دماغ کو اس پر مطمئن کرلے کہ اللہ کے صادق ومصدوق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کو جس طرح بیان کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے۔ تقدیر کا مسئلہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کو نازک اور مشکل ہونا ہی چاہئے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ اسی دنیا کے بہت سے معاملات اور بہت سے رازوں کو ہم میں سے بہت سے نہیں سمجھ سکتے پس جب اللہ کے سچے پیغمبر نے ایک حقیقت بیان فرمادی تو جن لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے ان کے لئے بھی ایمان لانے کے بعد صحیح طریق کار یہی ہے کہ وہ اس کے بارہ میں کوئی بحث اور کٹ حجتی نہ کریں بلکہ اپنی عقل وذہن کی نارسائی کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر ایمان لائیں۔ مسئلہ تقدیر کی اہمیت کی بنا پر یہاں یہ ضروری باتیں عرض کر دی گئی ہیں۔ الغرض یہاں فرمایا گیا کہ کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص انسانوں کی جانوں میں مگر وہ سب ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں اُسی کے موافق دنیا میں ظہور ہو کر رہے گا۔ ایک ذرہ بھر کم وبیش یا پس وپیش نہیں ہوسکتا۔ اور ایسا کرنا کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے اس لئے اپنے علم محیط کے موافق تمام واقعات وحوادث کو قبل از وقوع کتاب یعنی لوح محفوظ میں درج کر دینا اس کے لئے کیا مشکل ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس حقیقت پر اس لئے مطلع کر دیا کہ تم خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ جو بھلائی تمہارے لئے مقدر ہے ضرور پہنچ کر رہے گی اور جو مقدر نہیں وہ کبھی ہاتھ نہیں آسکتی۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ٹھہر چکا ہے ویسا ہی ہو کر رہے گا لہٰذا جو فائدہ کی چیز ہاتھ نہ لگے اس پر غمگین اور مضطرب ہو کر پریشان نہ ہو اور جو قسمت سے ہاتھ لگ جائے اس پر اکڑو اور اتراؤ نہیں بلکہ مصیبت اور ناکامی کے وقت صبر وتسلیم اور راحت وکامیابی کے وقت شکر اور تحمید سے کام ہو۔ یہاں آیت میں کسی چیز کے جاتے رہنے پر جو رنج نہ کرنے کا حکم ہے تو اس سے طبعی رنج مراد نہیں بلکہ وہ رنج وغم مراد ہے کہ جو حد سے زیادہ ہو جو طاعات الٰہیہ میں حائل ہو جائے اور اشتغال آخرت سے مانع ہو جائے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت یا مال و دولت عطا فرمادے تو اس پر اپنی بڑائی مارنا اور اترانا کہ میں بڑا مالدار ہوں۔ پیسہ والا ہوں یہ نہ چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسا شخص پسند نہیں جو اپنے مال و دولت پر اتراتا ہو اور لوگوں کے سامنے اپنی بڑائیاں مارتا ہو۔ ایسے ہی متکبر مالدار ہوتے ہیں جو خود بھی بخیل اور کنجوس ہوتے ہیں اور دوسروں سے بھی کہتے رہتے ہیں کہ پیسہ لٹانے کی چیز نہیں۔ اسے جوڑ کر جمع کر کے رکھو۔ آگے ارشاد ہے کہ ہم نے تو حکم دے دیا کہ پیسہ مال و دولت ہو۔ تو اللہ کی راہ میں جیسے اس نے بتایا خرچ کرو۔ اب اگر کوئی ہمارے حکم سے منہ موڑے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اللہ کو تو کسی چیز کی حاجت نہیں وہ تو بے نیاز اور بے پرواذات ہے اور تمام خوبیاں علی وجہ الکمال اس کی ذات میں جمع ہیں۔ تمہارے کسی فعل سے اس کی کسی خوبی میں اضافہ نہیں ہوتا جو کچھ نفع نقصان ہے تمہارا اپنا ہے۔ خرچ کرو گے فائدہ اٹھاؤ گے نہ کرو گے گھاٹے میں رہو گے نقصان اٹھاؤ گے۔

اب یہاں تک دنیا کا غیر مہتم بالشان ہونا اور آخرت کا مہتم بالشان ہونا ارشاد فرمایا گیا۔ آگے اسی آخرت کی درستگی اور اصلاح کے متعلق انبیاء اور رسولوں کو دنیا میں بھیجنا ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے کو نازل کیا تا کہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں،

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ

اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید ہیبت ہے اور لوگوں کے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں اور تا کہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے،

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا تحقیق ہم نے بھیجا	رُسُلَنَا اپنے رسولوں	بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ	وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے اتاری	مَعَهُمُ ان کے ساتھ		
الْكِتٰبَ کتاب	وَالْمِيْزَانَ اور میزان (عدل)	لِيَقُوْمَ النَّاسُ تا کہ لوگ قائم رہیں	بِالْقِسْطِ انصاف پر	وَ اور	اَنْزَلْنَا ہم نے اتارا	الْحَدِيْدَ لوہا
فِيْهِ اس میں	بَاْسٌ شَدِيْدٌ لڑائی (خطرہ) سخت	وَّمَنَافِعُ اور منافع	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَلِيَعْلَمَ اور تا کہ معلوم کرے	اللّٰهُ اللہ	
مَنْ يَّنْصُرُهٗ کون مدد کرتا ہے اسکی	وَ اور	رُسُلَهٗ اور اس کے رسول	بِالْغَيْبِ بن دیکھے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	قَوِيٌّ قوی	عَزِيْزٌ غالب

تفسیر وتشریح: اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے آخرت کے نفع کے لئے ہدایت کا پورا پورا سامان اور بندوبست کر دیا ہے چنانچہ دنیا میں اس نے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ انہیں کتاب دی تا کہ لوگ عقائد اور اخلاق اور اعمال میں سیدھے انصاف کی راہ چلیں۔ افراط وتفریط کے راستہ پر قدم نہ ڈالیں اور اس کتاب میں بالخصوص انصاف کرنے کے حکم کو نازل کیا تا کہ لوگ اخلاق اور معاملات میں افراط وتفریط کو چھوڑ کر اعتدال کی راہ پر قائم رہیں یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پوری رعایت کریں اور اس میں ساری شریعت آ گئی آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوہے کو پیدا کیا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں۔ اب یہاں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے ذکر کے ساتھ معاً یہ فرمانا کہ ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بڑا زور اور لوگوں کے لئے منافع ہیں اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو آسمانی کتاب اور اس کی تعلیمات وہدایات سے راہ راست پر نہ آئیں اور عدل وانصاف کو دنیا میں قائم نہ رکھیں تو ضرورت پڑے گی کہ ان کی گوشمالی کی جائے اور ظالم اور کجرو معاندین پر اللہ اور رسول کے احکام وقار اور اقتدار قائم رکھا جائے۔ اس وقت شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ ڈالنا اور خالص دینی جہاد میں اسی لوہے سے کام لینا ہوگا۔ عموماً تمام آلات جنگ و حرب میں لوہا استعمال ہوتا ہے۔ تلوار۔ بندوق۔ نیزہ۔ تیر۔ گرز۔ توپ۔ زرہ وغیرہ تمام آلات جس سے سرکشوں کی گردن توڑی جاتی ہے لوہے کے ہوتے ہیں۔ کلام کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو ہدایت کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی جس میں انصاف اور عدل کو بالخصوص قائم رکھنے کا حکم دیا اس کتاب کی ہدایات کو عملاً نافذ کرنے اور فی الواقع عدل کو قائم رکھنے میں اگر ضرورت ہو تو مزاحمت کرنے والوں کا زور توڑا جائے اور آسمانی ہدایات کو درہم برہم کرنے والوں کو تنبیہ وسزا دی جا سکے گویا اس میں جہاد کی ضرورت اور ترغیب کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں لوہے کا استعمال لازمی ہے یہاں حدید یعنی لوہے کو پیدا کرنے کی دو حکمتیں آیت میں بیان فرمائی

گئیں۔ ایک تو یہ کہ مخالفین پر اس کا رعب پڑتا ہے اور سرکشوں کو اس کے ذریعہ احکام الٰہیہ اور عدل و انصاف کے احکام کا پابند بنایا جا سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں لوگوں کے حق تعالیٰ نے بہت سے منافع رکھے ہیں کہ جس قدر صنعتیں اور ایجادات و مصنوعات دنیا میں ہوئی یا ہو رہی ہیں ان سب میں لوہے کی ضرورت ہے لوہے کے بغیر کوئی صنعت نہیں چل سکتی۔ اب آگے لوہے کے استعمال یعنی تیر۔ تلوار تفنگ۔ توپ کو جہاد میں کام لانے اور طاقت سے کام لینے کی حکمت کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ جہاد کچھ اس وجہ سے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے اور اس کو مدد کی ضرورت ہے۔ نہیں اللہ تعالیٰ تو قوی زبردست ہے اور ہر وقت یہ قدرت رکھتا ہے کہ جب چاہے ایک اشارہ سے تمام کافروں اور اعدائے دین کو مغلوب کردے اور اپنے رسولوں کو ان پر غلبہ اور تسلط عطا فرما دے جہاد کی تعلیم و ترغیب اس لئے نہیں دی گئی کہ اللہ کچھ تمہاری امداد و اعانت کا محتاج ہے بلکہ اس میں بندوں کی وفاداری کا امتحان مقصود ہے یہ کھل جائے اور علانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون سے خدا کے وفادار بندے ہیں جو خدا کو بن دیکھے خدا کی محبت میں اور خدا کے دین کی محبت میں۔ اور آخرت کے غائبانہ اجر و ثواب پر یقین کر کے اس کے دین اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں اور عدائے دین سے جنگ و جہاد کرتے ہیں اور جو خدا کی خاطر دنیا میں حق کو غالب کرنے کے لئے جان مال کی بازی لگا دیتے ہیں در اصل اس جہاد میں بندوں کی وفاداری کا امتحان مقصود ہے تا کہ جو بندے اس میں کامیاب ہوں ان کو اعلیٰ مقامات پر پہنچایا جائے۔

اس آیت سے بھی اور قرآن کریم کی متعدد دوسری آیات اور بکثرت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ جہاد اسلام کے فرائض میں سے ایک اہم فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ الجھاد ماض الیٰ یوم القیٰمۃ یعنی جہاد جاری رہے گا قیامت تک۔ تو قرآن وسنت کی بے شمار نصوص اور اجماع امت جہاد کی فرضیت کا اعلان کرتے ہیں۔ اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے جی میں اس کی تجویزیں سوچیں اور نہ تمنا کی تو وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا''۔ یعنی ایسی زندگی جس میں دعوئے ایمان کے باوجود نہ کبھی راہ خدا میں جہاد کی نوبت آئے اور نہ دل میں اس کا شوق اور اس کی تمنا ہو تو یہ منافقوں کی زندگی ہے اور جو اسی حال میں اس دنیا سے جائے گا تو وہ نفاق کی ایک صفت کے ساتھ جائے گا۔ تو معلوم ہوا کہ مسلمان کے دل میں ہمیشہ جہاد کا عزم اور تمنا ہونی چاہئے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اب جیسے تمام ارکان اسلامیہ اور فرائض دینیہ کی حقیقت اور روح عنقا ہے۔ اگر تھوڑا بہت کچھ باقی ہے تو صرف ظاہری شکل اور ظاہری رسم باقی ہے اور وہ بھی غنیمت ہے کیونکہ اگر یہی تنزل چلتا رہا تو خوف ہے کہ خدانخواستہ یہ ظاہری شعائر اور رسوم اسلامیہ بھی عنقا نہ ہو جائیں۔ آج تمام عالم میں مسلمانوں کے ساتھ کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا جو معاملہ ہو رہا ہے اس کا سبب اگر غور کیا جائے تو درحقیقت عام اہل اسلام کا حقیقی جذبہ جہاد سے دلوں کا خالی ہو جانا ہے۔ جہاد کے حکم سے خداوند قدوس کا مقصود ہی یہ ہے کہ اللہ کا دین اسلام دنیا میں حاکم بن کر رہے اور اہل اسلام عزت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور امن و عافیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کر سکیں۔ کافروں سے کوئی خطرہ نہ رہے کہ ان کے دین میں خلل انداز ہو سکیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ حصہ دوم)

اب یہاں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اصطلاح شریعت میں جہاد کس چیز کا نام ہے اور کیا اس کی تعریف ہے؟ علمائے اسلام نے لکھا ہے کہ اپنی طاقت اور قوت کو مال دولت کے لئے نہیں۔ عصبیت اور

قومیت اور وطنیت اور اظہار مرادنگی وشجاعت اور توسیع سلطنت و مملکت کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے اپنی طاقت کو پانی کی طرح بہا دینا اس کو اصطلاحِ شریعت میں جہاد کہتے ہیں۔ اعلاء کلمۃ اللہ یعنی اللہ کا بول بالا کرنا اگر مقصود نہ ہو بلکہ فقط مال وزر مطلوب ہو۔ یا قطع نظر حق و باطل سے وطن اور قوم کی حمایت مقصود ہو یا اپنی بہادری اور شجاعت کا اظہار منظور ہو تو اللہ جل اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک وہ جہاد نہیں بلکہ ایک قسم کی جنگ ہے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان کبھی اظہار شجاعت کے لئے جنگ کرتا ہے اور کبھی قومی غیرت وحمیت کی بنا پر اور کبھی دنیاوی نام ونمود اور شہرت کے لئے۔ ان میں سے کون سی جنگ جہاد فی سبیل اللہ کا مصداق ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''جو شخص فقط اس لئے لڑے اور جنگ کرے تاکہ اللہ ہی کا بول بالا رہے بس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے''۔ تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے وفاداروں کا خدا تعالیٰ کے باغیوں سے محض خدا کا باغی ہونے کی وجہ سے لڑنا اور اس کی راہ میں انتہائی جانبازی اور سرفروشی کا نام جہاد ہے بشرطیکہ وہ جانبازی اور سرفروشی محض اس لئے ہو کہ اللہ کا بول بالا ہو۔ اس کے احکام بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں اور دنیا کا کسی قسم کا نفع مقصود نہ ہو ایسی جانبازی اور سرفروشی کو شریعت اسلام میں جہاد کہتے ہیں۔ چونکہ بنی نوع انسان کی طبائع یکساں نہیں تو کسی کے لئے خداوند قدوس نے کتاب اتاری اور انبیاء کو مبعوث فرمایا اور کسی کے لئے لوہا اتارا۔ خداوند ذوالجلال کی یہ قدیم سنت ہے کہ وہ اپنے مخلصین کو جہاد کا حکم دیتا رہا تاکہ مفسدین اور فتنہ پردازوں کے شر اور فساد کو دفع فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسلام حقیقی کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ عطا فرمائیں اور اسی جذبہ کے ساتھ اس جہان سے کوچ کرنا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اب ان آیات میں عام انبیاء ورسل کا اجمالی ذکر تھا۔ اس کے بعد بعض خاص پیغمبروں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اور قرآن کریم جیسی کتاب عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن کریم کی ہدایات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی اور ہر حال میں ہم کو انصاف وحق پر قائم رکھیں۔

یا اللہ اپنے دین حق کی ہم کو بھی کسی درجہ میں خدمت کی توفیق عطا فرما دے۔ اور اپنے فضل سے ہمارے دین ودنیا کے تمام معاملات کو درست وراست فرما دے۔ یا اللہ مفسد کفار ومشرکین کے ساتھ ہم کو اسلام کا بول بالا کرنے کیلئے جہاد کی توفیق عطا فرما اور اپنی تائید اور نصرت کو ہمارے شامل حال فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَكَثِيْرٌ

اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی سوان لوگوں میں بعضے تو ہدایت یافتہ ہوئے، اور بہت سے

مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ

ان میں نافرمان تھے۔ پھر ان کے بعد اور رسولوں کو یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی،

وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا

اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور ترحم پیدا کیا، اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہم نے اُن پر اس کو واجب نہ کیا تھا

عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ

لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی، سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر دیا،

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور تحقیق ہم نے بھیجا	نُوْحًا نوح	وَ اور	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	وَجَعَلْنَا اور ہم نے رکھی	فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا ان کی اولاد میں	النُّبُوَّةَ نبوت	
وَالْكِتٰبَ اور کتاب	فَمِنْهُمْ سو ان میں سے کچھ	مُّهْتَدٍ ہدایت یافتہ	وَكَثِيْرٌ اور اکثر	مِّنْهُمْ ان میں سے	فٰسِقُوْنَ نافرمان	ثُمَّ پھر	قَفَّيْنَا ہم انکے پیچھے لائے
عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ انکے قدموں کے نشانات پر	بِرُسُلِنَا اپنے رسول	وَقَفَّيْنَا اور ہم انکے پیچھے لائے	بِعِيْسَى عیسیٰ	ابْنِ مَرْيَمَ ابن مریم	وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسے دی		
الْاِنْجِيْلَ انجیل	وَجَعَلْنَا اور ہم نے ڈال دی	فِيْ قُلُوْبِ دلوں میں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے	اتَّبَعُوْهُ انکی پیروی کی	رَاْفَةً نرمی	وَّرَحْمَةً اور رحمت	
وَرَهْبَانِيَّةَ اور ترک دنیا	ابْتَدَعُوْهَا جو انہوں نے خود نکالی	مَا كَتَبْنٰهَا ہم نے وہ واجب نہیں کی	عَلَيْهِمْ ان پر	اِلَّا مگر	ابْتِغَاۗءَ چاہنا		
رِضْوَانِ اللّٰهِ اللہ کی رضا	فَمَا تو نہ	رَعَوْهَا اس کو نباہا	حَقَّ رِعَايَتِهَا اس کو نباہنے کا حق	فَاٰتَيْنَا تو ہم نے دیا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ان لوگوں کو جو ایمان لائے		
مِنْهُمْ ان میں سے	اَجْرَهُمْ ان کا اجر	وَكَثِيْرٌ اور اکثر	مِّنْهُمْ ان میں سے	فٰسِقُوْنَ نافرمان			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی اصلاح آخرت خلق کے لئے نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر دنیا میں بھیجا تھا۔ اور یہ دونوں پیغمبر اس شان کے تھے کہ دنیا میں پیغمبری اور کتاب آسمانی جاری رکھنے کے لئے ان ہی دو پیغمبروں کی نسلوں کو چن لیا گیا کہ ان کے بعد یہ دولت پیغمبری ان کی نسل سے باہر نہ جائے۔ چنانچہ دنیا میں جو رسول بھی اللہ کی کتاب لے کر آئے وہ حضرت نوح علیہ السلام کی اور ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ اور ان پیغمبروں میں کچھ تو صاحب کتاب تھے جیسے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اور کچھ صاحب کتاب نہ تھے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بعد تابع تورات بہت سے پیغمبر آئے۔ تو جن جن لوگوں کے پاس یہ پیغمبر آئے ان لوگوں میں سے بعضے تو ہدایت یافتہ ہوئے کہ انہوں نے پیغمبروں کی ہدایت کو قبول کیا اور بہت سے ان میں سے نافرمان ثابت ہوئے کہ جنہوں نے اپنے

پیغمبروں کی تکذیب کی اور ان کا کہنا نہ مانا اور ان کی ہدایات وتعلیمات کو قبول نہ کیا۔ اور پچھلے رسول اپنے پہلے رسولوں کے نقش قدم پر تھے یعنی اصولی حیثیت سے سب کی تعلیم ایک تھی حتیٰ کہ آخر میں انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دے کر بھیجا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین جو واقعی ان کے طریقہ پر چلنے والے تھے ان کے دلوں میں اللہ نے نرمی رکھی تھی۔ وہ خلق خدا کے ساتھ محبت اور شفقت کا برتاؤ کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔ آگے چل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین نے بے دین بادشاہوں سے تنگ ہوکر اور دنیا کے مخمصوں سے گھبرا کر ایک بدعت رہبانیت کی نکالی۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں میں سے کچھ تارک الدنیا ہو جاتے اور دنیوی زندگی سے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں رہ کر عبادت اور سخت مجاہدے کرتے۔ نہ ایسے لوگ شادی بیاہ کرتے۔ نہ عمدہ لباس پہنتے۔ نہ عمدہ کھانا کھاتے۔ ایسے لوگوں کا نام راہب ہوتا تھا۔ تو ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اس رہبانیت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں دیا گیا تھا۔ مگر نیت ان کی یہی تھی کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کریں۔ یعنی رہبانیت اللہ تعالیٰ کی فرض کی ہوئی نہ تھی بلکہ انہوں نے از خود اپنے اوپر یہ فرض کر لیا تھا اللہ کی خوشنودی کی طلب میں مگر پھر اس کو پوری طرح نباہ نہ سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے عیسائی راہبوں میں بہت سی بری باتیں شرمناک پیدا ہو گئی تھیں جن کا ذکر مورخین نے بہت کچھ کیا ہے قرآن کریم نے اپنے اخلاق کریمانہ سے ان کا صراحۃً ذکر کرنا مناسب نہ جانا۔ اور اشارۃً فرمایا فما رعوها حق رعايتها - انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی۔ یعنے جن پابندیوں کو اپنے نزدیک اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھ کر خود اپنے اوپر عائد کر بیٹھے تھے ان کا حق ادا نہ کیا اور وہ حرکتیں کیں کہ جن سے اللہ کی خوشنودی کے بجائے اس کا غصہ اور غضب مول لے بیٹھے۔ اسی لئے شریعت اسلامیہ نے اعتدال فطری سے متجاوز رہبانیت کی اجازت نہیں دی کیونکہ یہ غیر فطری چیز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے لا رهبانية في الاسلام اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں۔ ایک اور حدیث میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ کیونکہ مجاہد اپنے سب حظوظ وتعلقات سے واقعی الگ ہو کر اللہ کے رستہ میں نکلتا ہے۔

بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ صحابہؓ میں سے ایک صاحب نے کہا کہ میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔

دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ اور کبھی ناغہ نہ کروں گا۔

تیسرے نے کہا کہ میں کبھی شادی نہ کروں گا اور عورت سے کوئی واسطہ نہ رکھوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ باتیں سنیں تو فرمایا خدا کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا اور اس سے تقویٰ کرتا ہوں۔ مگر میرا طریقہ یہ ہے کہ روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ راتوں کی نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس نے میری سنت سے رغبت نہ کی یعنے میرا طریقہ پسند نہ کیا تو وہ مجھ سے نہیں یعنی اس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں ابوداؤد میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ تم پر سختی کرے۔ ایک گروہ نے یہی تشدد اختیار کیا تھا تو اللہ نے بھی پھر اسے سخت پکڑا۔ دیکھ لو وہ ان کے بقایا راہب خانوں اور کنیسوں میں موجود ہیں''۔ الغرض نصرانیوں کی بدعت رہبانیت کا ذکر فرمایا گیا کہ جو ان کی شریعت میں تو نہ تھی لیکن انہوں نے

خود اپنی طرف سے اسے ایجاد کرلیا تھا مگر یہ اسے بھی نبھا نہ سکے اور جیسا چاہئے تھا اس طرح اس پر جم نہ سکے پس ان کے لئے دوہری خرابی آئی۔ ایک اپنی طرف سے نئی بات دین خدا میں ایجاد کرنے کی۔ دوسرے اس پر بھی قائم نہ رہنے کی۔ یہاں نصرانیوں کا دین میں نئی بات یعنی بدعت رہبانیت ایجاد کرنے کو جو ذکر فرمایا گیا۔ تو یہ سمجھ لیا جائے کہ بدعت اسلام شریعت میں بھی نہایت ایجاد کرنے کو جو ذکر فرمایا گیا۔ تو یہ سمجھ لیا جائے کہ بدعت اسلامی شریعت میں بھی نہایت درجہ مذموم اور ممنوع سمجھی گئی ہے۔ جو امر کہ شریعت کی کسی دلیل یعنی قرآن۔ حدیث۔ اجماع۔ قیاس سے ثابت نہ ہوا اور اس کو دین میں داخل کیا جائے تو شریعت کی اصطلاح میں ایسے امر کو بدعت کہتے ہیں اور یہ بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ جو شخص ایسا کام کرتا ہے وہ گویا حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے اس لئے کہ شریعت حق تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہے اس میں کمی بیشی کا کسی کو حق حاصل نہیں پس جس نے اس شریعت میں کسی ایسی بات کو شامل کیا جو اس دین سے خارج ہے تو اس نے اس شریعت الٰہیہ کو ناکافی سمجھا پھر اور باتیں جو داخل کیں تو ایک نئی شریعت خود گھڑی یہ دوسرا جرم ہوا۔ پھر چونکہ بدعت عبادت کا رنگ لئے ہوئے ہوتی ہے یعنی بدعت کا مرتکب اس کو عبادت سمجھتا ہے اور ذریعہ قرب خداوندی خیال کرتا ہے اس لئے ایسے شخص کو تو بہ بھی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ توبہ تو گنہگار کیا کرتا ہے اور بدعتی اپنے کو گناہ گار نہیں سمجھتا بلکہ وہ اپنے کو تابعدار سمجھتا ہے تو پھر وہ توبہ کیوں کرے۔ حق تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی بدعت سے ہم کو بچاویں اور سیدھی راہ دکھاویں اور اس پر استقامت عطا فرمائیں۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ ان اہل کتاب نصاریٰ میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر تھے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے حق تعالیٰ نے ان کو اجر عطا فرمایا مگر ایسے نصاریٰ کم ہی تھے اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں کہ آپ پر ایمان نہ لائے۔

یہاں تک تو اہل کتاب عیسائیوں میں سے آپ پر ایمان لانے والوں اور ایمان نہ لانے والوں کو خبر دی گئی تھی آگے ایمان لانے کا صریح امر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانبردار اور متبع بنا کر زندہ رکھیں اور آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچاویں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور سچی محبت کے ساتھ سچی عظمت اور اس کے ساتھ سچا اتباع بھی نصیب فرماویں اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرماویں۔

اللہ تعالیٰ اس پرفتن زمانہ میں ہر چھوٹی بڑی بدعت سے ہم کو بچائیں۔ اور سیدھی راہ ہدایت پر ہم کو مستقیم رکھیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ

اے ایمان رکھنے والو تم اللہ سے ڈرو اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا اور تم کو ایسا نور

لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۸ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا

عنایت کرے گا کہ تم اس کو لئے ہوئے چلتے پھرتے ہوگے اور تم کو بخش دے گا، اور اللہ غفور رحیم ہے۔ تاکہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ

يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی دسترس نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے دیدے،

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹

اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوا جولوگ ایمان لائے	اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ سے تم	وَاٰمِنُوْا اور ایمان لاؤ	بِرَسُوْلِهٖ اسکے رسولوں پر	يُؤْتِكُمْ وہ تمہیں عطا کریگا		
كِفْلَيْنِ دو حصے	مِنْ سے	رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت	وَيَجْعَلْ اور کردے گا	لَّكُمْ تمہارے لئے	نُوْرًا ایسا نور	تَمْشُوْنَ تم چلوگے	بِهٖ اسکے ساتھ
وَيَغْفِرْ اور وہ بخش دے گا	لَكُمْ تمہیں	وَاللّٰهُ اور اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ مہربان	لِئَلَّا يَعْلَمَ تاکہ نہ جانیں جان لیں		
اَهْلُ الْكِتٰبِ اہل کتاب	اَلَّا يَقْدِرُوْنَ کہ وہ قدرت نہیں رکھتے	عَلٰي شَيْءٍ کسی شے پر	مِنْ سے	فَضْلِ اللّٰهِ اللہ کا فضل	وَاَنَّ اور یہ کہ		
الْفَضْلَ فضل	بِيَدِ اللّٰهِ اللہ کے ہاتھ میں	يُؤْتِيْهِ وہ دیتا ہے اسے	مَنْ يَّشَاۗءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَاللّٰهُ اور اللہ	ذُو الْفَضْلِ فضل والا	الْعَظِيْمِ بڑا	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنے والوں کو عام خطاب فرمایا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین اور آپ پر ایمان رکھنے والو! تم لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو سچا نبی مان چکے ہو اب اللہ سے ڈرو نفسانیت اور تعصب کو چھوڑ دو اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لاؤ اور آپ کو اللہ کا رسول مانو تا کہ اللہ تعالیٰ تم کو دوہرا ثواب دے۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے اور دوسرا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے۔ اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے پر دوہرے ثواب عطا کئے جانے کی تصریح بیسویں پارہ سورہ قصص میں بھی ہو چکی ہے جہاں فرمایا گیا تھا اولٓئک یوتون اجرھم مرتین ان لوگوں کو یعنی اہل کتاب کو دوہرا ثواب ملے گا۔ تو اہل کتاب نصاریٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے پر ایک بشارت تو یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ تم کو دوہرا اجر وثواب عنایت فرمائے گا۔ دوسری بشارت یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ جو ہر حال میں تمہارا رفیق رہے گا دنیا میں بھی۔ مرنے کے بعد بھی اور آخرت میں بھی اور تیسری بشارت یہ دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گذشتہ گناہوں کو بخش دے گا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے اور یہ دولتیں تم کو اس لئے عنایت کرے گا تا کہ قیامت میں جس وقت ان عطایا کا ظہور ہو اس وقت ان اہل کتاب کو جو دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے ان کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ عدم ایمان محمدی کی حالت میں فضل خداوندی سے ذرا بھی مستفید نہ ہو سکیں گے۔ یہ اہل کتاب کے اس زعم باطل کی تردید میں

1 ارشاد فرمایا گیا کہ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم موسیٰ اور عیسیٰ کا دامن پکڑے ہوئے ہیں ہمیں کیا غم و اندیشہ ہے۔ انہیں جتلایا گیا کہ اب خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد محض انبیاء قدیم حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان ظاہر کرنا اور جتلانا انہیں مومن رہنے کے لئے کافی نہیں اس لئے قیامت میں وہ اللہ کے فضل سے محروم رہیں گے اور جو اہل کتاب میں سے خاتم الانبیاء پر ایمان لائے ان پر یہ فضل ہوا کہ ان کو دوگنا اجر ملا۔ گذشتہ خطاؤں کی معافی اور نور ایمان مرحمت ہوا اور جو ایمان نہ لائے وہ ان انعامات سے محروم رہے۔

یہاں اہل کتاب یعنی نصاریٰ د سمجھایا گیا کہ وہ اپنی موجودہ حالت میں کہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تو ایمان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں تو اس حالت میں وہ اللہ کے کسی فضل کے آخرت میں مستحق نہیں جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء پر ایمان نہ لے آئیں۔ اب دیکھئے کہ ضد۔ تعصب۔ عناد۔ ہٹ دھرمی کا تو دنیا میں کوئی علاج نہیں باقی کسی کلام یا کسی بات کو معقول طریقہ سے سمجھانے اور بتلانے کے دو ہی طریقے مسلم ہیں یا اس بات کو عقلی دلائل سے ثابت کیا جائے اور یا نقلی یعنی کتابی دلائل سے۔ اب یہاں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے جو عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین یعنی نصاریٰ سے کہا گیا تو نقلی یعنی کتابی دلائل سے قطع نظر کر کے اگر عقلی دلائل سے سمجھا جائے جس کا آج کل دنیا میں بڑا زور ہے تو بھی خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کسی صاحب فہم و عقل سے ممکن نہیں۔ اگر آج آپ کسی عیسائی یا یہودی اہل کتاب سے دریافت کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا دوسرے انبیاء جن کو یہود و نصاریٰ بھی اللہ کا نبی تسلیم کرتے ہیں ان کے نبی ہونے کی کیا عقلی دلیل ہے۔ تو ایک عیسائی یا یہودی جن عقلی دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر اور نبی ہونا ثابت کرے گا انہی دلائل سے خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ کا نبی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول ماننے کے لئے دلیل دے گا کہ ان سے بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوئے۔ اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ خاتم الانبیاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معجزات بروایات صحیحہ ثابت ہیں ان کی تعداد ہر نبی کی تعداد سے زیادہ اور ان کی شان بھی اعلیٰ ہے۔ اگر ایک عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت میں ان پر اللہ کی وحی کا آنا اور انجیل کا ان پر نازل ہونا بیان کرے تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وحی کا آنا اور قرآن کا نازل ہونا ثابت ہے اور قرآن نے جو دعوے کئے یا پیشین گوئیاں کی ان کا صادق ہونا آج تک ثابت ہوا۔ اگر ایک عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت میں آپ کی پاکیزہ زندگی۔ اعلیٰ اخلاق۔ بلند کردار صداقت و امانت کو پیش کرے تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و محاسن۔ صفات و محامد۔ آپ کی سچائی اور دیانت نبوت سے پہلے ہی اتنی مشہور تھی کہ نبوت سے پہلے ہی لوگوں نے "امین" کا لقب آپ کو دے رکھا تھا۔ دشمنان اسلام نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کرادار اور حضور کی پاکیزہ اور مطہر زندگی کی مدح و ستائش کی ہے۔ منصف مزاج غیر مسلم مورخین اور مصنفین نے بھی کی ہے۔ اگر ایک عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت میں آپ کی دینی تعلیم و تبلیغ اور امت کی تربیت کو پیش کرے تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی امت کو ایسی شریعت کی تعلیم دی کہ جو قیامت تک کے لئے کافی و شافی ہے اور جس میں کسی ترمیم و تنسیخ کی احتیاج

نہیں۔آپ کی تعلیم وتربیت اور فیض صحبت سے قلیل مدت میں ہی کایا پلٹ گئی اور صحابہ کرام کے اخلاق وکردار انتہائی پستی کی حالت سے ایسے اعلیٰ ہو گئے کہ جس کو غیر مسلم محققین وفضلا بھی تسلیم کرتے ہیں اور اسے ایک حیرت انگیز واقعہ بلکہ حضور کا معجزہ سمجھتے ہیں۔

الغرض انبیائے سابقین علیھم السلام کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے اہل کتاب جو عقلی دلیل بھی پیش کرے گا انہی دلائل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کیا جا سکتا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والرسل پر ایمان نہ لانے اور آپ کو اللہ کا رسول نہ ماننے کی کیا وجہ؟

اور اگر آپ کتابی دلائل کی طرف آئیں تو قرآن مجید۔انجیل۔تورات۔زبور جس کا بھی مطالعہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر نبی نے اپنے سے پہلے آنے والے نبی کی تصدیق کی ہے اور اپنے بعد آنے والے نبی کی پیشین گوئی اور اپنی امت کو ان پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ ہمارے نبی کریم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے پیشتر انبیائے کرام کی تصدیق فرمائی لیکن اپنے بعد کسی نبی کی پیشین گوئی نہیں فرمائی جس کی وجہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا۔اگر کوئی نبی آنے والا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو ضرور اس کی آمد سے آگاہ فرماتے اور اس پر ایمان لانے کا حکم دیتے۔ ہاں آپ نے اطلاع دی تو یہ دی کہ آئندہ میری امت میں ۳۰ سخت جھوٹے پیدا ہوں گے ان میں ہر ایک اپنے متعلق گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں سب نبیوں کے آخر میں آیا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔(رواہ مسلم)

الغرض انبیاء کرام کا سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اس سلسلہ نبوت کی انتہا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتی ہے۔اس لئے متبعین عیسیٰ علیہ السلام کو نجات آخرت حاصل کرنے کے لئے یہاں خاتمہ سورۃ پر اللہ سے ڈرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم دیا جاتا ہے اور اس پر بشارت سنائی جاتی ہے۔اور اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔

الحمدللہ اس درس پر سورہ حدید کا بیان پورا ہو گیا۔

سورۃ الحدید کے خواص

۱......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے کہ اسم اعظم سورۃ حدید کی چھ آیات میں ہے۔

۲......اگر جنگ میں جانے والا سورۃ الحدید لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اسے دشمن کا کوئی ہتھیار نقصان نہ پہنچائے گا۔

۳......جسے بخار ہو اس پر سورۃ الحدید پڑھی جائے۔

۴......جسے ورم ہو اس پر سورۃ الحدید پڑھ کر دم کیا جائے۔

(الدرر النظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا یہ فضل عظیم ہے کہ جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے اور تمام اپنے پیغمبروں پر ایمان رکھنے کا شرف عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا امتی ہونا نصیب فرمائیں۔اور آپ کی محبت وعظمت کے ساتھ آپ کا اتباع بھی نصیب فرمائیں۔اور قیامت میں اپنا فضل عظیم ہمارے لئے مقدر فرمائیں اور اپنی شان غفور رحیمی سے ہماری مغفرت فرمائیں اور ہم پر رحمت فرمائیں۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سُن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی، اور اللہ تعالیٰ تم دونوں

تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①

کی گفتگو سُن رہا تھا، اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ یقیناً سُن لی	اللّٰهُ اللہ	قَوْلَ بات	الَّتِيْ وہ عورت جو	تُجَادِلُكَ آپ سے بحث کرتی تھی	فِيْ زَوْجِهَا اپنے خاوند کے بارہ میں
وَتَشْتَكِيْ اور شکایت کرتی تھی	اِلَى طرف۔کی	اللّٰهِ اللہ	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَسْمَعُ سنتا تھا	تَحَاوُرَكُمَا تم دونوں کی گفتگو	اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ
سَمِيْعٌ سُننے والا	بَصِيْرٌ دیکھنے والا				

تفسیر وتشریح: سورۃ کی ابتدائی آیات کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ یہ آیات حضرت خولہ بنت ثعلبہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں جن کے شوہر حضرت اوس بن صامت انصاریؓ نے غصہ میں ایک بار اپنی بی بی خولہ کو یوں کہہ دیا انت علی کظھر امی یعنی تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت اور چونکہ جاہلیت میں ان الفاظ سے ہمیشگی کی علیحدگی طلاق سے بڑھ کر سمجھی جاتی تھی تو حضرت خولہ اس بارہ میں حکم دریافت کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور سب ماجرا کہہ سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنا پر کہ ابھی تک اس قول مشہور کے خلاف وحی نازل نہیں ہوئی تھی اس قول کو قابل عمل خیال کر کے فرما دیا کہ میری رائے میں تم حرام ہوگئیں۔ وہ یہ سن کر واویلا کرنے لگیں کہ پھر میرا اور میرے بچوں کا کیسے گذر ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت خولہ نے کہا کہ میرے شوہر نے طلاق کو تو کہا نہیں پھر طلاق کیسے ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے اور فریاد کرنے لگیں کہ یا اللہ میں اپنی تنہائی اور مصیبت کی فریاد تجھ سے کرتی ہوں۔ ان بچوں کو اگر اپنے پاس رکھوں تو بھوکے مریں گے اور شوہر کے پاس چھوڑ دوں تو یونہی کسمپرسی کی حالت میں ضائع ہو جائیں گے۔ اے اللہ تو اپنے نبی کی زبان سے میری مشکل کو حل کر۔ اس پر یہ ابتدائی آیات اس سورۃ کی نازل ہوئیں اور ''ظہار'' کا حکم ارشاد فرمایا گیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان صحابیہ کی فریاد کا بارگاہ الٰہی میں قبول ہونا اور فوراً ہی وہاں سے ان کی فریادرسی کے لئے فرمان مبارک نازل ہو جانا ایک ایسا واقعہ تھا جس کی وجہ سے حضرت خولہ کو صحابہ کرام میں ایک خاص قدر و منزلت حاصل ہوگئی۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کچھ اصحاب کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک عورت ملیں۔ انہوں نے آواز دے کر آپ کو ٹھہرا لیا۔ اور حضرت عمرؓ فوراً ٹھہر گئے اور ان کے پاس جا کر توجہ اور

ادب سے سر جھکائے ان کی باتیں سننے لگے۔ جب وہ اپنی باتیں پوری کر چکیں اور خود لوٹ گئیں تب امیر المومنین حضرت عمرؓ بھی واپس ہوئے۔ ساتھیوں میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ امیر المومنین آپ ایک بڑھیا کے کہنے سے رک گئے اور اتنے آدمیوں کو آپ کی وجہ سے اب تک رکنا پڑا۔ آپ نے فرمایا جانتے بھی ہو یہ کون تھیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ یہ وہ عورت ہیں کہ جن کی شکایت اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر سنی۔ یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ ہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ رات تک مجھے کھڑا رکھتیں تو میں کھڑا رہتا بس نمازوں کے اوقات پر نماز ادا کر لیتا اور میں ان کی خدمت سے نہ ٹلتا۔ اللہ اکبر! تو اس آیت میں حضرت خولہ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی مثلاً یہ کہتی تھی کہ شوہر نے طلاق کا صیغہ تو ذکر کیا نہیں پھر حرمت کیسے ہوگئی اور بھی اللہ کے آگے رونے اور فریاد کرنے لگتی اور اپنے رنج و غم کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تو اللہ تعالیٰ آپ کی اور اس عورت کی گفتگو سن رہا تھا اور اللہ تعالیٰ تو سب ہی کچھ سنتا اور دیکھتا ہے جو گفتگو آپ کے اور اس عورت کے درمیان ہوئی وہ کیوں نہ سنتا بے شک وہ مصیبت زدہ عورت کی فریاد کو پہنچا اور ہمیشہ کے لئے اس قسم کے حوادث سے عہدہ برآ ہونے کا راستہ بتا دیا۔

اب آگے حکم ہے ظہار کا جس سے حضرت خولہ کی دادرسی فرمائی گئی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے فریاد کرنے والوں کی فریاد کو سننے والے آقا! اور اے رنج و غم کے دور فرمانے والے مالک! تیرے ہی کرم و رحم کا ہم گناہ گاروں کو بھی آسرا ہے آپ ہی ہماری فریاد رسی فرمانے والے ہیں۔

اے اللہ ہماری ہر چھوٹی بڑی۔ دینی و دنیاوی مشکل کو آسان فرما اور ہمارے تمام معاملات کو اپنی رحمت سے درست و راست فرما۔

یا اللہ ہم کو اپنی ہر مشکل میں اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں۔ وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو

وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ

جنا ہے، اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں، اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کردینے والے بخش دینے والے ہیں۔ اور جو لوگ

يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں

يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

باہم اختلاط کریں اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ پھر جس کو میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ پیاپے

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ

دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں، پھر جس سے یہ بھی نہ ہوسکیں تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے،

ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٤

وہ حکم اس لئے ہے تاکہ اللہ اور اور رسول پر ایمان لے آؤ، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، اور کافروں کیلئے سخت دردناک عذاب ہوگا۔

اَلَّذِيْنَ جولوگ	يُظٰهِرُوْنَ ظہار کرتے ہیں	مِنْكُمْ تم میں سے	مِنْ نِّسَآئِهِمْ اپنی بیویوں سے	مَا هُنَّ وہ نہیں	اُمَّهٰتِهِمْ ان کی مائیں		
اِنْ نہیں	اُمَّهٰتُهُمْ اُن کی مائیں	اِلَّا مگر صرف	الّٰٓئِیْ وہ عورتیں	وَلَدْنَهُمْ جنہوں نے جنا ہے انہیں	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	لَيَقُوْلُوْنَ البتہ کہتے ہیں	
مُنْكَرًا نامعقول	مِنَ الْقَوْلِ بات سے	وَزُوْرًا اور جھوٹ	وَاِنَّ اور بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَعَفُوٌّ البتہ معاف کرنیوالا	غَفُوْرٌ بخشنے والا	وَالَّذِيْنَ اور جولوگ
يُظٰهِرُوْنَ ظہار کرتے ہیں	مِنْ نِّسَآئِهِمْ اپنی بیویوں سے	ثُمَّ پھر	يَعُوْدُوْنَ وہ رجوع کرلیں	لِمَا قَالُوْا اس سے جو انہوں نے کہا (قول)			
فَتَحْرِيْرُ تو آزاد کرنا لازم ہے	رَقَبَةٍ ایک غلام	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ يَّتَمَآسَّا کہ ایکدوسرے کو ہاتھ لگائیں	ذٰلِكُمْ یہ			
تُوْعَظُوْنَ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے	بِهٖ اس سے۔کی	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ اس سے جو تم کرتے ہو	خَبِيْرٌ باخبر ہے	فَمَنْ تو جو کوئی		
لَمْ يَجِدْ نہ پائے	فَصِيَامُ تو روزے	شَهْرَيْنِ دو مہینے	مُتَتَابِعَيْنِ لگاتار	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ يَّتَمَآسَّا کہ وہ ایکدوسرے کو ہاتھ لگائیں		
فَمَنْ پھر جس	لَّمْ يَسْتَطِعْ اسے مقدور نہ ہو	فَاِطْعَامُ تو کھانا کھلائے	سِتِّيْنَ ساٹھ	مِسْكِيْنًا مساکین کو	ذٰلِكَ یہ	لِتُؤْمِنُوْا اسلئے کہ تم ایمان رکھو	
بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور انکا رسول	وَتِلْكَ اور یہ	حُدُوْدُ اللّٰهِ اللہ کی حدیں	وَ اور	لِلْكٰفِرِيْنَ نہ ماننے والوں کیلئے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تم میں سے جو ظہار کر بیٹھتے ہیں یعنی مثلاً بیوی کو یوں کہہ دیا کہ تو میری ماں کے مثل ہے تو اس کہنے سے بیوی واقعی ماں تو نہیں بن جاتی کہ محض اتنے لفظ پر ہمیشہ کے لئے حقیقی ماں کی طرح حرام ہو جائے۔ ماں تو دراصل وہ

ہے کہ جس نے اولاد کو جنا ہے۔ تو بیوی جس نے اس کو جنا نہیں وہ کیونکر ماں بن سکتی ہے۔ ہاں آدمی جب اپنی بدتمیزی سے ایک جھوٹی نامعقول اور بیہودہ بات کہہ دے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ کفارہ دے تب بیوی کے پاس جائے پر عورت اسی کی رہی۔ محض ظہار سے طلاق نہیں پڑ گئی۔ آگے بتلایا گیا کہ جاہلیت میں جو ایسی حرکت کر چکے وہ معاف ہے اب ہدایت آچکنے کے بعد ایسا مت کرو۔ اگر غلطی سے کرگذرے تو توبہ کر کے اللہ سے معاف کراؤ اور عورت کے پاس جانے سے پہلے کفارہ ادا کرو۔ اور کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام یا باندی کا آزاد کرنا قبل اس کے کہ میاں بیوی اختلاط کریں۔ آگے بتلایا گیا کہ یہ کفارہ کی مشروعیت تمہاری تنبیہ و نصیحت کے لئے ہے کہ پھر ایسی غلطی نہ کرو اور دوسرے بھی باز آئیں۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے احوال کے مناسب احکام بھیجتا ہے اور خبر رکھتا ہے کہ تم کس حد تک ان پر عمل کرتے ہو۔ آگے کفارہ کی مزید تشریح فرمائی جاتی ہے کہ اگر کسی کو غلام لونڈی آزاد کرنے لئے میسر نہ ہو تو اس کے ذمہ لگاتار پے در پے دو مہینہ کے روزہ ہیں۔ پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے یعنی نہ غلام آزاد کرنے کا مقدور ہو۔ اور روزہ رکھنے سے بھی مجبور ہو تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

فقہاء نے کتب فقہ میں ان کفاروں کی مزید تفصیلات اور قیود و حدود بیان کی ہیں۔ مثلاً کھانا کھلانے کے قائم مقام یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو فی کس ایک صدقہ فطر کی مقدار گندم یا اُس کی قیمت دے دے۔ فطرہ کی مقدار ہمارے وزن کے اعتبار سے آدھی چھٹانک اوپر پونے دو سیر گندم ہیں یعنی احتیاطاً پورے دو سیر گندم فی کس ۶۰ مسکینوں کو دے دے۔ یا اتنے گندم کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔ اخیر میں ہدایت فرمائی ہے کہ جاہلیت کی باتیں چھوڑ کر اللہ و رسول کے احکام پر چلو جو مومن کامل کی شان ہے۔ مومنین کا یہ کام نہیں کہ اللہ کی مقررہ کردہ اور باندھی ہوئی حدود سے تجاوز کریں۔ باقی کافر جو حدود اللہ کی پروا نہیں کرتے اور اپنی رائے اور خواہش پر چلتے ہیں تو ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔ حدیث کی روایات میں آتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا ہے جیسا کہ نزول وحی کی حالت میں ہوتا تھا تو حضرت عائشہؓ نے ان صحابیہ سے کہا کہ دور ہٹ کر بیٹھو۔ یہ دور کھسک کر بیٹھ گئیں ادھر وحی نازل ہونا شروع ہوئی۔ جب وحی نازل ہو چکی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورت کہاں ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے انہیں آواز دے کر بلایا آپ نے فرمایا کہ جاؤ اپنے خاوند کو لے آؤ۔ یہ دوڑتی ہوئی گئیں اور اپنے شوہر کو بلا لائیں۔ آپ نے اعوذ و بسم اللہ پڑھ کر اس سورۃ کی یہ آیات سنائیں اور فرمایا کہ کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ لگاتار دو مہینہ کے روزہ رکھ سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اگر دو تین دفعہ دن میں نہ کھاؤں تو بینائی بالکل جاتی رہتی ہے۔ فرمایا کیا ۶۰ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ لیکن آپ میری امداد فرمائیں تو اور بات ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اعانت فرمائی اور ان کو کچھ غلہ عطا فرمایا اور کچھ دوسرے صحابہ نے جمع کر دیا اس طرح ۶۰ مسکینوں کو فطرے کی مقدار دے کر کفارہ ادا ہو گیا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی اس رسم طلاق کو ہٹا کر اسے شرعی ظہار مقرر فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں ظہار کے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں اور اس کے ساتھ اہل اسلام کو پوری سختی کے ساتھ متنبہ فرمایا گیا ہے کہ اسلام کے بعد بھی جاہلیت کے طریقوں پر قائم رہنا اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں کو توڑنا یہ ایمان کے منافی حرکت ہے۔

آگے اللہ و رسول کے عام احکامات کی مخالفت کرنے والوں کو تنبیہ و ہدایت فرمائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ان کے اصلاح کی صورتیں ظاہر فرما دے اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے کی توفیق ہم کو نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَقَدْ

جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایسے ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے اور ہم نے کھلے کھلے

أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝٥ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا

احکام نازل کئے ہیں، اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہوگا۔ جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا

فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝٦

پھر ان کا سب کیا ہوا اُن کو بتلادے گا، اللہ تعالیٰ نے وہ محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ

کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی

إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ

جس میں چوتھا وہ نہ ہو اور نہ پانچ کی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ

إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ

مگر وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے وہ لوگ کہیں بھی ہوں، پھر ان کو قیامت کے روز ان کے کئے ہوئے کام بتلادے گا، بے شک

اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝٧

اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی پوری خبر ہے۔

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ جو لوگ	يُحَادُّونَ وہ مخالفت کرتے ہیں	اللَّهَ اللہ	وَرَسُولَهُ اور اس کا رسول	كُبِتُوا وہ ذلیل کیے جائیں گے			
كَمَا كُبِتَ جیسے ذلیل کئے گئے	الَّذِينَ وہ لوگ جو	مِن قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	وَقَدْ أَنزَلْنَا اور یقیناً ہم نے نازل کی	آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ واضح آیتیں				
وَلِلْكَافِرِينَ اور کافروں کیلئے	عَذَابٌ عذاب	مُّهِينٌ ذلت	يَوْمَ جس دن	يَبْعَثُهُمُ وہ انہیں اٹھائے گا	اللَّهُ اللہ	جَمِيعًا سب		
فَيُنَبِّئُهُم تو وہ انہیں آگاہ کرے گا	بِمَا عَمِلُوا وہ جو انہوں نے کیا	أَحْصَاهُ اس نے اسے گن رکھا تھا	اللَّهُ اللہ	وَنَسُوهُ اور وہ اسے بھول گئے تھے				
وَاللَّهُ اور اللہ	عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ ہر شے پر	شَهِيدٌ نگران	أَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا	أَنَّ اللَّهَ کہ اللہ	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا جو		
فِي السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِي الْأَرْضِ زمین میں	مَا يَكُونُ نہیں ہوتی	مِن کوئی	نَّجْوَىٰ سرگوشی	ثَلَاثَةٍ تین لوگوں میں	إِلَّا مگر	
هُوَ وہ	رَابِعُهُمْ ان میں چوتھا	وَلَا اور نہ	خَمْسَةٍ پانچ کی	إِلَّا هُوَ مگر وہ	سَادِسُهُمْ ان میں چھٹا	وَلَا اور نہ (خواہ)	أَدْنَىٰ کم	مِن ذَٰلِكَ اس سے
وَلَا أَكْثَرَ اور نہ زیادہ	إِلَّا هُوَ مگر وہ	مَعَهُمْ انکے ساتھ	أَيْنَ مَا جہاں کہیں	كَانُوا وہ ہوں	ثُمَّ پھر	يُنَبِّئُهُم وہ انہیں بتلائے گا		
بِمَا عَمِلُوا جو کچھ انہوں نے کیا	يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن	إِنَّ اللَّهَ بیشک اللہ	بِكُلِّ تمام۔ ہر	شَيْءٍ شے کا	عَلِيمٌ جاننے والا			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کی پابندی کچھ ظہار ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ کوئی حکم بھی ہو اس میں اللہ اور رسول کی خلاف ورزی اچھی بات نہیں۔ ایسے لوگ یعنی حدود اللہ کی پروا نہ کرنے والے یا اپنی رائے وخواہش سے حدیں مقرر کرنے والے پہلے زمانہ میں بھی ذلیل وخوار ہوئے ہیں۔ اللہ کی روشن اور صاف صاف آیتیں سن لینے کے بعد انکار پر جمے رہنا اور خدائی احکام کی عزت واحترام نہ کرنا اپنے کو ذلت کے عذاب میں پھنسانا ہے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا ان الذین یحآدون اللہ ورسولہ کبتوا یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے رہتے ہیں یہ ذلیل وخوار ہوں گے تو بعض مفسرین نے اس آیت کو وسیع مفہوم میں لیا ہے اور لکھا ہے کہ مسلمان بادشاہ یا حاکم کہ جو بھی شریعت اسلامی سے الگ ہو کر قانون نکالے وہ سب اس وعید کبتوا میں داخل ہیں۔ یعنی ذلیل وخوار ہوں گے۔ اور بعض مفسرین نے اس آیت کے تحت کفار مکہ اور مشرکین و یہود عرب مراد لئے ہیں کہ جن کے حقیر و ذلیل ہونے کی پیشین گوئی جلد ہی پوری ہو کر رہی۔ الغرض یہاں صاف فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ہوں گے اور یہ ذلت کی سزا تو دنیا میں ہوگی رہا کافروں کو تو ان کو آخرت میں بھی ذلت کا عذاب ہوگا۔ آگے اس عذات کا وقت بتلایا جاتا ہے کہ یہ اس روز ہوگا جس روز کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھا دے گا اور جو جو کام جس نے دنیا میں کئے تھے ان سب کا نتیجہ سامنے آ جائے گا اور کوئی ایک عمل بھی غائب نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ سارا زندگی کا ریکارڈ محفوظ کر رکھا ہے گو ان لوگوں کو یعنی مخالفت کرنے والوں کو اپنی زندگی کے بہت سے کام یاد بھی نہ رہے ہوں گے یا ان کی طرف توجہ نہ رہی ہوگی لیکن اللہ کے ہاں وہ سب ایک ایک کر کے محفوظ ہیں۔ وہ سارا دفتر اس دن کھول کر سامنے رکھ دیا جائے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ صرف ان کے اعمال ہی پر کیا منحصر ہے۔

اللہ کے علم میں تو آسمان وزمین کی ہر چھوٹی بڑی چیز ہے۔ کوئی مجلس، کوئی سرگوشی، کوئی خفیہ سے خفیہ مشورہ نہیں ہوتا جہاں اللہ اپنے علم محیط کے ساتھ موجود نہ ہو مثلاً جہاں تین آدمی چھپ کر مشورہ کرتے ہوں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہاں کوئی چوتھا نہیں سن رہا۔ اور پانچ کی کمیٹی یہ خیال نہ کرے کہ کوئی چھٹا سننے والا نہیں۔ تو خوب سمجھ لو کہ تین ہوں یا پانچ یا اس سے کم زیادہ اور پھر کہیں ہوں۔ کسی حالت میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اپنے علم محیط کے ساتھ وہاں موجود ہے کسی وقت ان سے جدا نہیں۔ پھر ان سب کو ان کے کئے ہوئے کام قیامت میں بتلا دیئے جائیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی پوری خبر ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی جس معیت کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ اللہ جل شانہ کے علیم وخبیر۔ سمیع وبصیر ہونے کے لحاظ سے ہے اور اس ارشاد سے دراصل یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ کوئی خواہ کیسے ہی محفوظ مقام پر خفیہ مشورہ کرے تو اس کی بات دنیا بھر سے چھپ سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتی۔

الغرض چونکہ یہاں سرگوشیوں اور خفیہ باتوں کا ذکر آ گیا کہ آدمیوں کی کوئی سرگوشی اور خفیہ مشورہ ایسا نہیں ہوتا کہ جہاں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ نہ ہو اس لئے آگے منافقین کی سرگوشیوں اور خفیہ مشوروں پر جو وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کرتے تھے ان کو تنبیہ کی جاتی ہے اور مسلمانوں کو تسلی دی گئی کہ منافقین کی یہ سرگوشیاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنا مطیع وفرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے حکام اور امرا کے بھی یہ دل میں ڈال دے کہ اللہ کے احکام کی مخالفت دنیا میں بھی ذلت لاتی ہے اور آخرت میں تو باز پرس ہونی ہی ہے تا کہ وہ خلاف شرع قوانین کو ختم کریں۔ یا اللہ ہم کو جملہ قرآنی واسلامی احکام پر چلنا نصیب فرما اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ

کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جن کو سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا پھر وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کر دیا گیا تھا اور گناہ اور زیادتی

وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ

اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں، اور وہ لوگ جب آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے لفظ سے سلام کہتے ہیں

وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ

جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس کہنے پر سزا کیوں نہیں دیتا۔ اُن کے لئے جہنم کافی ہے، اس میں یہ لوگ داخل ہوں گے

فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

سو وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹

مت کرو اور نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں کی سرگوشیاں کرو، اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے۔

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ شَيْــــًٔا اِلَّا

ایسی سرگوشی محض شیطان کی طرف سے ہے تاکہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے اور وہ بدون خدا کے ارادہ کے ان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا،

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰

اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	اِلَی طرف۔کو	الَّذِیْنَ وہ جنہیں	نُهُوْا منع کیا گیا	عَنِ النَّجْوٰی سرگوشی سے	ثُمَّ پھر	یَعُوْدُوْنَ وہ (وہی) کرتے ہیں
لِمَا نُهُوْا جس سے منع کیا گیا انہیں	عَنْهُ اس سے	وَیَتَنٰجَوْنَ وہ باہم سرگوشی کرتے ہیں	بِالْاِثْمِ گناہ سے۔کی	وَالْعُدْوَانِ اور سرکشی		
وَمَعْصِیَتِ اور نافرمانی	الرَّسُوْلِ رسول	وَاِذَا اور جب	جَآءُوْكَ وہ آتے ہیں آپ کے پاس	حَیَّوْكَ آپکو سلام دعا دیتے ہیں	بِمَا جس سے	
لَمْ یُحَیِّكَ آپ کو دعا نہیں دی	بِهٖ لفظ (اس سے)	اللّٰهُ اللہ	وَیَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اپنے دل (جمع) میں		
لَوْلَا یُعَذِّبُنَا کیوں ہمیں عذاب نہیں دیتا	اللّٰهُ اللہ	بِمَا نَقُوْلُ اس کی جو ہم کہتے ہیں	حَسْبُهُمْ ان کیلئے کافی ہے	جَهَنَّمُ جہنم		
یَصْلَوْنَهَا وہ ڈالے جائینگے اس میں	فَبِئْسَ سو بُرا	الْمَصِیْرُ ٹھکانا	یٰٓاَیُّهَا اے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	اِذَا جب	تَنَاجَیْتُمْ تم باہم سرگوشی کرو
فَلَا تَتَنَاجَوْا تو سرگوشی نہ کرو	بِالْاِثْمِ گناہ کی	وَالْعُدْوَانِ اور سرکشی	وَمَعْصِیَتِ اور نافرمانی	الرَّسُوْلِ رسول	وَتَنَاجَوْا اور سرگوشی کرو	
بِالْبِرِّ نیکی میں	وَالتَّقْوٰی اور پرہیزگاری	وَ اور	اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ سے ڈرو	الَّذِیْ وہ جو	اِلَیْهِ اسکی طرف۔پاس	تُحْشَرُوْنَ تم جمع کئے جاؤ گے
اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	النَّجْوٰی سرگوشی	مِنَ الشَّیْطٰنِ شیطان سے	لِیَحْزُنَ تاکہ وہ غمگین کرے	الَّذِیْنَ ان لوگوں کو جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	
وَلَیْسَ اور نہیں	بِضَآرِّهِمْ وہ ان کا بگاڑ سکتا	شَیْئًا کچھ	اِلَّا بغیر	بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ کے حکم کے	وَ اور	عَلَی اللّٰهِ اللہ پر

	فَلْیَتَوَكَّلِ تو بھروسہ کرنا چاہئے	اَلْمُؤْمِنُوْنَ مومن (جمع)	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں یہ ذکر ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں زمین وآسمان کی ہر چھوٹی بڑی چیز ہے۔ کوئی مجلس۔ کوئی میٹنگ۔ کوئی خفیہ سرگوشی اور کوئی مشورہ گو کتنے ہی راز میں کیا جائے مگر اللہ تعالیٰ اپنے محیط کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔ تو مقصد یہ جتلانا تھا کہ یہ باطل سرگوشی کرنے والے اور چھپ کر اللہ کے دین اور اللہ کے رسول کی مخالفت کرنے والے ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے اس لئے کہ خدا کو ان کی سب باتوں کی خبر ہے اور وہ ان کو سزا دے گا۔ اسی سلسلہ میں بعض جزئیات وواقعات کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن کو مفسرین نے ان آیات کے اسباب نزول میں ذکر کیا ہے۔

منافقین مدینہ جو عموماً یہودی تھے مگر بظاہر مسلمانوں کا بڑھتا ہوا اثر دیکھ کر مسلمان بن گئے تھے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر سرگوشیاں کرتے۔ کانا پھوسی کر کے مجلس والوں کا مذاق اڑاتے۔ ان پر عیب پکڑتے ایک دوسرے کے کان میں اس طرح بات کہتا اور آنکھوں سے اشارہ کرتا جس سے مخلص مسلمانوں کو تکلیف ہوتی۔ اس پر ان آیات کا نزول ہوا جن میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ان لوگوں کو بھی دیکھا کہ جن کو سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا مگر وہ پھر بھی وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور سرگوشی بھی ایسی کرتے ہیں جس میں گناہ زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی باتیں ہوں۔ تو ایک گستاخی اور شرارت ان منافقین کی یہ بیان ہوئی۔ دوسری شرارت ان منافقین کی جو عموماً یہود تھے یہ تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو براہ شرارت بجائے السلام علیکم کے دبی زبان سے السام علیکم کہتے۔ اس کے متعلق آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے تو آپ کو دوسرے انبیاء کے ساتھ یہ دعائیں دی ہیں جیسے سلام علی المرسلین اور سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ اور مومنین کی زبانوں سے کہلوایا السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مگر بعض یہودی جب آپ کے پاس آتے تو بجائے السلام علیکم کے دبی زبان سے السام علیک کہتے جو ایک بددعا ہے جس کے معنیٰ ہوئے۔ (نعوذ باللہ) تمہیں موت آئے۔ گویا اللہ نے جو سلامتی کی دعا آپ کو دی تھی یہ اس کے خلاف بددعا دیتے تھے۔ پھر آپس میں کہتے کہ اگر یہ واقعی رسول ہیں تو اس کہنے سے ہم پر فوراً عذاب کیوں نہیں آتا۔ اس کا جواب دیا گیا حسبھم جھنم یعنی جلدی نہ کرو ایسا کافی عذاب جہنم کا آئے گا کہ جس کے سامنے دوسرے عذاب کی ضرورت نہ رہے گی۔

احادیث میں یہود کے متعلق آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب کوئی یہودی السام علیکم کہتا تو آپ صرف وعلیک فرما دیتے اور اس طرح السام علیکم کی بددعا انہی پر الٹ کر پڑتی۔ اس کے بعد مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ سچے مسلمانوں کو منافقین کی خو سے بچنا چاہئے اور ان کو بھی ان منافقین کی سی حرکت نہ کرنا چاہئے۔ مسلمانوں کے مشورہ اور سرگوشیاں۔ ظلم وعدوان۔ اور اللہ ورسول کی نافرمانی کے لئے نہیں بلکہ نیکی وتقویٰ۔ اور معقول باتوں کی اشاعت کے لئے ہونی چاہئیں۔ تو اہل ایمان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم کبھی ان منافقین کی سی حرکتیں نہ کرنا۔ جب کبھی خفیہ باتیں کرو تو وہ گناہ۔ بے ادبی اور نافرمانی کی نہیں بلکہ نیکی۔ بھلائی۔ تقویٰ اور احسان کی باتیں ہونی چاہئیں اور دیکھو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو کہ تم سب کو ایک دن اللہ کے دربار میں جمع ہونا ہے ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے اس سے کسی کا ظاہر وباطن پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا اس سے ڈر کر نیکی اور پرہیزگاری کی بات چیت کرو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کانا پھوسی اور سرگوشی شیطانی حرکت ہے اور یہ کانا پھوسی منافقین کی اس غرض سے تھی کہ مسلمان رنجیدہ اور دلگیر ہوں اور گھبرا جائیں کہ نہ معلوم ہماری نسبت یہ لوگ کیا منصوبے سوچ رہے ہوں گے۔ یہ کام شیطان ان سے کرا رہا تھا مگر مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ شیطان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس کے قبضہ میں کیا ہے؟ نفع نقصان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا حکم نہ ہو تو کتنے ہی مشورہ کر لیں اور منصوبے گانٹھ لیں تمہارا بال بیکا نہ ہوگا لہٰذا تم کو غمگین و دلگیر ہونے کی بجائے اپنے اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ تو یہاں آیت میں سرگوشی یعنی کانا پھوسی کو شیطانی حرکت بتلایا گیا ہے اسی لئے حدیث میں ممانعت آئی ہے کہ مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر دو شخص آپس میں کانا پھوسی کرنے لگیں کیونکہ اس سے وہ تیسرا شخص غمگین ہوگا اور فکرمند ہوگا کہ یہ شاید میرے ہی متعلق میری کسی حرکت پر کانا پھوسی کر رہے ہیں۔ تو اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

اب آگے اہل ایمان کو مجلسی تہذیب کے کچھ آداب بتلائے گئے ہیں اور بعض معاشرتی عیوب کے دور کرنے کی ہدایات دی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ

اے ایمان والو جب تم سے کہا جاوے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تو تم جگہ کھول دیا کرو اللہ تعالیٰ کو کھلی جگہ دے گا،

لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ

اور جب یہ کہا جاوے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور ان لوگوں کے

اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

جن کو علم عطا ہوا ہے درجے بلند کردے گا، اور اللہ تعالیٰ کو سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مومنو!	اِذَا قِيْلَ جب کہا جائے	لَكُمْ تمہیں	تَفَسَّحُوْا تم کھل کر بیٹھو	فِي الْمَجٰلِسِ مجلسوں میں	
فَافْسَحُوْا تو تم کھل کر بیٹھ جایا کرو	يَفْسَحِ اللّٰهُ کشادگی بخشے گا اللہ	لَكُمْ تمہیں	وَ اور	اِذَا قِيْلَ جب کہا جائے	انْشُزُوْا تم اُٹھ کھڑے ہو	
فَانْشُزُوْا تو اٹھ جایا کرو تم	يَرْفَعِ اللّٰهُ بلند کردے گا اللہ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَالَّذِيْنَ اور جن لوگوں کو		
	اُوْتُوا الْعِلْمَ علم عطا کیا گیا	دَرَجٰتٍ درجے	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِمَا اس سے جو کچھ	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	خَبِيْرٌ باخبر

تفسیر وتشریح: ان آیات کا نزول بھی ایک واقعہ سے متعلق ہے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے چھپر کے نیچے تشریف رکھتے تھے۔ مجلس میں مجمع زیادہ تھا اور جگہ تنگ تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جو مہاجر اور انصارؓ بدر کی لڑائی میں آپ کے ساتھ تھے آپ ان کی بڑی عزت اور تکریم کیا کرتے تھے۔ اس دن اتفاق سے چند بدری صحابہ ذرا دیر سے مجلس میں آئے اور بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ وہ حضرات اس امید پر کھڑے رہے کہ ذرا مجلس میں کشادگی دیکھیں تو بیٹھ جائیں لیکن اہل مجلس میں سے کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا جوان بدری صحابہ کے لئے جگہ ہوجاتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا تو نام لے لے کر بعض اہل مجلس کو اٹھنے کے لئے فرمادیا اوران کی جگہ بدری صحابیوں کو بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ جو اہل مجلس کھڑے کرائے گئے تھے ان کو کچھ گراں گزرا اور منافقین کے ہاتھ ایک شغلہ لگ گیا۔ لگے طعن کرنے کہ یہ کون سی انصاف کی بات ہے کہ جو لوگ شوق سے پہلے آئے۔ اپنے نبی کے قریب جگہ لی۔ اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ انہیں تو اپنی جگہ سے کھڑا کردیا گیا اور دیر سے آنے والوں کو ان کی جگہ دلوادی۔ یہ کیا عدل وانصاف ہے ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تا کہ کھڑے ہونے والوں کے دل میلے نہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اپنے بھائی کے لئے مجلس میں جگہ کھول دے۔ اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنتے ہی صحابہ نے فوراً خود بخود اپنی جگہ سے ہٹنا اور آنے والوں کو جگہ دینا شروع کردیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اہل ایمان کو کچھ مجلس کے آداب تعلیم فرمائے گئے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے حکم کو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس تک محدود سمجھا ہے لیکن بعض مفسرین نے اس حکم کو عام فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ مسلمانوں کی مجالس کے لئے یہ ایک عام ہدایت ہے کہ اگر کسی مجلس میں پہلے سے لوگ بیٹھے ہوں اور بعد میں مزید کچھ لوگ آئیں تو پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو چاہئے کہ وہ خود نئے آنے والوں کو جگہ دیں اور حتی الامکان کچھ سکڑ اور سمٹ کر ان

کے لئے کشادگی پیدا کریں۔ یہ حکم تو آیت میں پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیا گیا اور بعد میں آنے والوں کو رسول اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں یہ ہدایت فرمائی کہ کوئی شخص کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ تم لوگ خود دوسروں کے لئے جگہ کشادہ کردو۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر گھس جائے۔ اس میں ہدایت آنے والوں کے لئے ہے کہ وہ زبردستی مجلس کے اندر نہ گھسیں اور کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنے کی کوشش نہ کریں۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ اب بھی اس قسم کی انتظامی چیزوں میں صدر مجلس کے احکام کی اطاعت کرنا چاہئے۔ اسلام ابتری اور بدنظمی نہیں سکھلاتا بلکہ انتہائی نظم اور شائستگی سکھلاتا ہے اور جب عام مجالس میں یہ حکم ہے تو میدان جہاد اور صفوف نماز اور صفوف جنگ میں تو اس سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی صفوں کی درستی کے وقت ہمارے مونڈھے خود پکڑ پکڑ کر ٹھیک ٹھاک کرتے اور زبانی بھی فرماتے جاتے۔ سیدھے رہو اور ٹیڑھے ترچھے نہ کھڑے ہوا کرو۔ دانائی اور عقلمندی والے مجھ سے بالکل قریب رہیں پھر درجہ بہ درجہ۔

الغرض آیت میں ایک ہدایت تو ایمان والوں کو مخاطب کر کے یہ دی گئی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اولی الامر یا واجب الاطاعت لوگوں میں سے کوئی کہے کہ مجلس میں جگہ کھول دو جس میں آنے والے کو بھی جگہ مل جائے تو تم جگہ کھول دیا کرو اور آنے والے کو جگہ دے دیا کرو۔ دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ جب کسی ضرورت سے یہ کہا جاوے کہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔ آگے بتلایا گیا کہ سچا ایمان اور صحیح علم انسان کو ادب و تہذیب سکھلاتا اور متواضع بناتا ہے اہل علم و اہل ایمان جس قدر کمالات و مراتب میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر جھکتے اور اپنے کو ناچیز سمجھتے جاتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کے درجہ اور زیادہ بلند کرتا ہے یہ متکبر یا جاہل گنوار کا کام ہے کہ اتنی سی بات پر لڑے کہ مجھے یہاں سے کیوں اٹھا دیا اور وہاں کیوں بٹھا دیا۔ یا مجلس سے اٹھ جانے کو کیوں کہا؟ اس میں منافقین کے طرز عمل اور ان کے طعن کا جواب بھی ہو گیا۔

آگے ایمان والوں کو خطاب کر کے بعض دوسرے احکام دیئے جارہے ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا پورا پورا متبع اور فرمانبردار بنا کر زندہ رکھیں۔ اور آپ کے ہر چھوٹے بڑے حکم کی دل و جان سے اطاعت کرنے کا جذبہ عطا فرمائیں۔ یا اللہ دین کی صحیح فہم اور دین کا علم ہم کو عطا فرما اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما۔ اور جو منافقین اور اعدائے دین اس وقت بھی اسلام دشمنی میں لگے ہوئے ہیں یا اللہ انکی شرارتوں سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرما۔ یا اللہ شریعت اسلامیہ نے جو ہر معاملہ مین ہم کو نظم اور انتظام کی تعلیم دی ہے اس سے ہم اب بے بہرہ ہوتے جارہے ہیں اسی وجہ سے ہمارے معاملات میں بدنظمی اور ابتری نے جگہ لے لی ہے یا اللہ ہماری دین دنیا کی صلاح وفلاح کیلئے جو تعلیمات و آداب زندگی شریعت مطہرہ نے تعلیم فرمائے ہیں ہمیں ان کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور پھر ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت عطا فرما۔ یا اللہ یہود و نصاریٰ کے اور مغربیت کے جو اطوار ہم میں گھستے آرہے ہیں ان سے ہمیں کراہت اور نفرت عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ

اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو

صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے، پھر اگر تم کو مقدور نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے۔

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ

کیا تم اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے سو جب تم نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی

عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ

تو تم نماز کے پابند رہو اور زکوۃ دیا کرو اور اللہ اور رسول کا کہنا مانا کرو، اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ع

پوری خبر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا مومنو!	اِذَا جب	نَاجَيْتُمُ تم کان میں بات کرو	الرَّسُوْلَ رسول	فَقَدِّمُوْا تو تم دے دو	بَيْنَ يَدَيْ پہلے
نَجْوٰىكُمْ اپنی سرگوشی	صَدَقَةً کچھ صدقہ	ذٰلِكَ یہ	خَيْرٌ لَّكُمْ بہتر تمہارے لئے	وَاَطْهَرُ اور زیادہ پاکیزہ	فَاِنْ پھر اگر	
لَّمْ تَجِدُوْا تم نہ پاؤ	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ رحم کرنے والا	ءَاَشْفَقْتُمْ کیا تم ڈر گئے	اَنْ تُقَدِّمُوْا کہ تم دے دو	
بَيْنَ يَدَيْ پہلے	نَجْوٰىكُمْ اپنی سرگوشی	صَدَقٰتٍ صدقات	فَاِذْ سو جب	لَمْ تَفْعَلُوْا تم نہ کر سکے	وَتَابَ اور درگزر فرمایا	اللّٰهُ اللہ
عَلَيْكُمْ تم پر	فَاَقِيْمُوا تو قائم کرو تم	الصَّلٰوةَ نماز	وَ اور	اٰتُوا الزَّكٰوةَ ادا کرو زکوۃ	وَاَطِيْعُوا اور تم اطاعت کرو	اللّٰهَ اللہ
وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	وَاللّٰهُ اور اللہ	خَبِيْرٌ باخبر	بِمَا تَعْمَلُوْنَ اس سے جو تم کرتے ہو			

تفسیر وتشریح: منافقین مدینہ جو عموماً یہودی تھے مسلمانوں اور اسلام کا بڑھتا ہوا زور اور شوکت دیکھ کر بظاہر مسلمان ہو گئے تھے لیکن دل سے انہوں نے اسلام کو قبول نہ کیا تھا اس لئے در پردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اہل ایمان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیا کرتے تھے۔ انہی منافقین کی شرارتوں کے واقعات گزشتہ سے بیان ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ منجملہ ان کی ایذا رسانیوں کے ایک امر یہ بھی تھا کہ منافقین وقت بے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کے لئے آ جایا کرتے تھے۔ منافقین بے فائدہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کان میں کرتے کہ لوگوں میں اپنی بڑائی جتائیں۔ دیکھا دیکھی بعض مسلمانوں میں سے غیر مہم باتوں میں سرگوشی کر کے اتنا وقت لے لیتے تھے کہ دوسروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید ہونے کا موقع نہ ملتا تھا۔ یا کسی وقت آپ خلوت چاہتے تو اس میں بھی تنگی ہوتی تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مروت اور اپنے اخلاق کریمانہ کے سبب کسی کو منع نہ فرماتے اگرچہ آپ کو تکلیف ہی ہوتی۔ اللہ رب العزت نے اس کی بندش یوں فرمائی کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ یا راز کی باتیں کرنے آئیں۔ وہ فقرا اور مساکین کے لئے صدقہ بھی

کچھ لائیں۔ چنانچہ ان آیات میں حکم ہوا کہ جو صاحب مقدرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنا چاہے وہ اس سے پہلے کچھ خیرات کر کے آیا کرے۔ تو اس صدقہ کے حکم میں کئی مصلحتیں اور فائدے تھے۔ اوّل تو یہ کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار ہے۔ دوسرے یہ کہ مخلصین اور غیر مخلصین کا امتحان ہو جائے۔ تیسرے غربا اور فقرا کو فائدہ پہنچانا چوتھے صدقہ کرنے والے کے نفس کا تزکیہ اور پانچویں سب سے بڑھ کر مصلحت سرگوشیوں کا انسداد تھا۔ ہاں جس کے پاس خیرات وصدقہ کرنے کو کچھ بھی نہ ہو اس سے یہ قید معاف ہے۔ جب یہ حکم اترا تو منافقین نے مارے بخل و کنجوسی کے وہ عادت چھوڑ دی اور مسلمان بھی سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سرگوشیاں کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اسی لئے یہ قید صدقہ کرنے کی لگائی گئی ہے چنانچہ اس لطیف تدبیر کے ساتھ سرگوشی بہت کم ہو گئی۔ روایات میں ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ حکم آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کتنا صدقہ مقرر کیا جائے؟ کیا ایک دینار؟ میں نے عرض کیا کہ یہ لوگ کی مقدرت سے زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا نصف دینار؟ میں نے عرض کیا کہ لوگ اس کی بھی قدرت نہیں رکھتے۔ فرمایا پھر کتنا؟ میں نے عرض کیا ایک جو برابر سونا۔ آپ نے فرمایا تم تو بڑے ہی زاہد ہو یعنی تم نے اتنی کم مقدار کا مشورہ دیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کر دی۔ اس صدقہ کے حکم کے بعد دوسرا حکم بعد میں نازل ہو گیا جس نے صدقہ کے وجوب کو منسوخ کر دیا چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ صدقہ کا حکم دینے سے جو مقصد تھا حاصل ہو گیا اب یہ وقتی حکم اٹھا لیا گیا اور اس کا وجوب منسوخ ہو گیا لیکن اب چاہئے کہ ان احکام کی اطاعت میں ہمہ تن لگے رہو جو کبھی منسوخ ہونے والے نہیں مثلاً مقررہ نمازیں باقاعدہ ادا کرتے رہو۔ زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری پر کمر باندھ لو اور خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سارے کاموں کی خبر ہے۔

اب یہاں اہل ایمان کو تین باتوں کا حکم دیا گیا ایک فاقیموا الصلوٰۃ. دوسرے واٰتوا الزکوۃ اور تیسرے واطیعو االلہ ورسولہ. یعنی نماز کے قائم کرنے کا۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے کا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کا۔ اب یہ تینوں چیزیں جس میں تمام ایمان واسلام کا خلاصہ آ گیا عمل سے تعلق رکھتی ہیں اور عمل کے لئے پہلے علم کی ضرورت ہے اگر عمل کا صحیح علم نہ ہوگا تو وہ عمل خاطر خواہ طریقہ پر نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر نماز کے متعلق صحیح علم نہ ہوگا کہ کیا اس کے فرائض ہیں۔ کیا واجبات ہیں۔ کیا سنن و مستحبات ہیں۔ کیا ظاہری آداب اور کیا باطنی آداب ہیں تو وہ خاطر خواہ نماز کیسے ادا کر سکتا ہے۔ الغرض ہر عمل سے پہلے اس کے متعلق ضروری علم حاصل ہونا لازمی ہے۔ اب یہاں جانی عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز کا ذکر فرمایا گیا۔ اور مالی عبادات میں نہایت اہم زکوٰۃ ادا کرنے کو فرمایا گیا اور دن رات کے ٢٤ گھنٹوں میں ہر وقت اور ہر آن کے عمل میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ اب ٢٤ گھنٹہ دن رات میں اللہ رسول کی اطاعت جب ہی ہو سکے گی جبکہ ہر عمل کے وقت اللہ اور رسول کے حکم کا علم ہو۔ پس معلوم ہوا کہ مسلمان بننے اور مومن ہونے کے لئے ضروری دین کا علم پہلے ہونا چاہئے اور اس کے بعد عمل۔ یہ تو قرآنی حکم ہے اللہ جل شانہ کا اب اس حکم کی تکمیل کے لئے ہم اپنی حالت پر غور کریں اور اپنے علم وعمل کو ان تینوں امور کے متعلق ذرا جانچ لیں۔ یعنی اقیموا الصلوٰۃ اور اتوا الزکوٰۃ کے متعلق اور ٢٤ گھنٹہ کی زندگی میں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے متعلق اور اس ٢٤ گھنٹہ کی زندگی میں آپ کے تمام امور زندگی آ گئے۔ خواہ تجارت ہو۔ خواہ صنعت وحرفت ہو۔ خواہ لین دین ہو۔ خواہ کھانا پینا ہو۔ خواہ سونا جاگنا۔ آرام کرنا ہو۔ خواہ تفریح ہو۔ بہرحال اگر آپ کو یآیھا الذین اٰمنوا کے لقب سے پکارا جانا منظور ہے تو ٢٤ گھنٹہ کی دن رات کی زندگی کے ہر آن اور ہر ساعت میں اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا ہوگی ورنہ اس کے خلاف کرنے پر پھر یآیھا الذین اٰمنوا کے خلاف اور کوئی لقب اپنے لئے تجویز کرنا ہوگا۔ اب فیصلہ ہر ایک کو کرنا ہے کہ وہ اپنے لئے کیا لقب پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو یآیھا الذین اٰمنوا ہی کے لقب کو پسند کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے اور عمل سے پہلے ضروری علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب اس کے بعد منافقین کو جو سچے دل سے اسلام نہیں لائے تھے اور در پردہ مخالفین اسلام یعنی یہود سے ملے ہوئے تھے ان کو وعید سنائی جاتی ہے اور اس منافقت کا انجام بتلایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ

کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ نے غضب کیا ہے، یہ لوگ نہ تو تم میں ہیں اور نہ ان ہی میں ہیں،

وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ

اور جھوٹی بات پر قسمیں کھا جاتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے، بے شک وہ بُرے بُرے

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ

کام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے پھر خدا کی راہ سے روکتے رہتے ہیں سو ان کیلئے

عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿١٦﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ

ذلت کا عذاب ہونے والا ہے۔ ان کے اموال اور اولاد اللہ سے ان کو ذرا نہ بچا سکیں گے، یہ لوگ

أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٧﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا

دوزخی ہیں وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جس روز ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا سو یہ اس کے روبرو بھی قسمیں کھا جاویں گے جس طرح

يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٨﴾ اسْتَحْوَذَ

تمہارے سامنے قسمیں کھا جاتے ہیں اور یوں خیال کریں گے، کہ ہم کسی اچھی حالت میں ہیں خوب سُن لو یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں ان پر شیطان نے

عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ

پورا تسلط کرلیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی یہ لوگ شیطان کا گروہ ہے، خوب سن لو کہ یہ شیطان کا گروہ

هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٩﴾

ضرور برباد ہونے والا ہے۔

أَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	إِلَى طرف۔ کو	الَّذِينَ تَوَلَّوْا جو لوگ دوستی کرتے ہیں	قَوْمًا ان لوگوں سے	غَضِبَ اللَّهُ اللہ نے غضب کیا			
عَلَيْهِمْ ان پر	مَا هُمْ نہ وہ	مِنْكُمْ تم میں سے	وَلَا اور نہ	مِنْهُمْ ان میں سے	وَيَحْلِفُونَ اور وہ قسم کھا جاتے ہیں	عَلَى الْكَذِبِ جھوٹ پر	
وَهُمْ حالانکہ وہ	يَعْلَمُونَ جانتے ہیں	أَعَدَّ اللَّهُ تیار کیا اللہ نے	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابًا عذاب	شَدِيدًا سخت	إِنَّهُمْ بیشک وہ	سَاءَ برا
مَا جو کچھ	كَانُوا يَعْمَلُونَ وہ کرتے تھے	اتَّخَذُوا انہوں نے بنالیا	أَيْمَانَهُمْ اپنی قسمیں	جُنَّةً ڈھال	فَصَدُّوا پس انہوں نے روک دیا		
عَنْ سے	سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کا راستہ	فَلَهُمْ تو ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	مُهِينٌ ذلت کا	لَنْ تُغْنِيَ ہرگز نہ بچا سکیں گے	عَنْهُمْ ان سے۔ کو	
أَمْوَالُهُمْ انکے مال	وَلَا اور نہ	أَوْلَادُهُمْ ان کی اولاد	مِنَ اللَّهِ اللہ سے	شَيْئًا کچھ۔ ذرا	أُولَٰئِكَ یہی لوگ	أَصْحَابُ النَّارِ دوزخ والے۔ جہنمی	
هُمْ وہ	فِيهَا اس میں	خَالِدُونَ ہمیشہ رہنگے	يَوْمَ جس دن	يَبْعَثُهُمُ انہیں اٹھائے گا	اللَّهُ اللہ	جَمِيعًا سب	فَيَحْلِفُونَ تو وہ قسمیں کھائیں گے

18

لَهٗ اس کیلئے	كَمَا جیسے	يَحْلِفُوْنَ وہ قسمیں کھاتے ہیں	لَكُمْ تمہارے لئے۔سامنے	وَيَحْسَبُوْنَ اور وہ گمان کرتے ہیں	اَنَّهُمْ کہ وہ		
عَلٰى شَيْءٍ کسی شے پر	اَلَآ یادرکھو	اِنَّهُمْ بیشک وہ	هُمُ وہی	الْكٰذِبُوْنَ جھوٹے	اِسْتَحْوَذَ غالب آگیا	عَلَيْهِمُ ان پر	الشَّيْطٰنُ شیطان
فَاَنْسٰهُمْ تو اس نے انہیں بھلا دی	ذِكْرَ اللّٰهِ اللہ کی یاد	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	حِزْبُ الشَّيْطٰنِ شیطان کا گروہ	اَلَآ یادرکھو	اِنَّ بیشک		
	حِزْبَ الشَّيْطٰنِ شیطان کا گروہ	هُمُ وہی	الْخٰسِرُوْنَ گھاٹا پانے والے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ ایک رکوع میں برابر منافقین سے متعلق بعض واقعات بتائے گئے کہ یہ کس طرح باہم مسلمانوں کیخلاف سرگوشیاں کیا کرتے تھے۔ آگے منافقین کا انجام جو آخرت میں منافقت کی وجہ سے ہوگا وہ سنایا جاتا ہے اور ان کو شیطان کا گروہ قرار دیا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان منافقین نے ایسے لوگوں سے دوستی اور میل جول کررکھا ہے جن پر اللہ نے اپنا غضب نازل کیا ہے مراد اس سے مدینے کے یہودی ہیں۔ منافقین چونکہ پہلے یہودی تھے اس لئے ان کی دوستی بھی یہود سے تھی کیونکہ یہ دل سے تو ایمان لائے نہ تھے محض ظاہر میں پالیسی کے ماتحت مسلمان بن گئے تھے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافق نہ پوری طرح مسلمانوں میں شامل ہیں کیونکہ دل سے کافر ہیں اور نہ پوری طرح یہود میں شامل ہیں کیونکہ بظاہر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں یعنی مخلصانہ اور سچا تعلق ان منافقین کا نہ اہل ایمان سے ہے اور نہ یہود سے انہوں نے دونوں طرف رشتہ محض اپنی اغراض کے لئے جوڑ رکھا ہے۔ آگے ان منافقین کے متعلق مزید بتلایا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے آگے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ سچے ایماندار ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیشوا اور ہادی مانتے ہیں اور اسلام اور اہل اسلام کے ہم وفادار ہیں اور پھر ستم یہ کہ بے خبری اور غفلت سے ایسی قسمیں نہیں کھاتے بلکہ جان بوجھ کر دیدہ دانستہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں آگے ان کو وعید سنائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ سورہ نسآء پانچویں پارہ میں ارشاد ہوا ہے ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ یقیناً منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔ لکھا ہے کہ جہنم کے سات طبقہ ہیں اول طبقہ گناہ گار مسلمانوں اور ان کفار کے لئے جو باوجود شرک پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے مخصوص ہے۔ دیگر طبقات مشرکین۔ آتش پرست' دھریے' یہود۔ نصاریٰ اور منافقین کے لئے مقرر ہیں۔ الغرض مناقوں کے لئے جہنم کا سب سے نچا طبقہ مقرر ہے جس میں سب طبقوں سے زیادہ شدید عذاب ہوگا۔ یہ ہے سزا نفاق کی کیونکہ نفاق سے بدتر کام کونسا ہوگا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنے جان و مال کو بچاتے ہیں اور اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے دوستی کے پیرایہ میں دوسروں کو اللہ کی راہ پر آنے سے روکتے ہیں سو یاد رہے کہ یہ لوگ اس طرح کچھ عزت نہیں پاسکتے بلکہ سخت ذلت کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہیں گے اور جب سزا کا وقت آئے گا اللہ کے ہاتھ سے کوئی نہ بچا سکے گا نہ مال کام آئے گا نہ اولاد جن کی حفاظت کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے پھرتے ہیں۔ آگے ان کے نفاق کی سزا کو صراحت وتعین کے ساتھ فرمادیا کہ یہ لوگ جہنمی ہیں اور جہنم میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کو رہنے والے کہ کبھی بھی وہاں سے چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔ اور پھر ان منافقین کی یہاں دنیا میں پڑی ہوئی جھوٹی قسمیں کھانے کی عادت آخرت میں بھی نہ جائے گی۔ جس طرح آج مسلمانوں کے سامنے جھوٹ بول کر بچ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہوشیار ہیں

اور بڑی اچھی چال چل رہے ہیں اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھانے کو تیار ہو جاویں گے کہ پروردگار ہم تو ایسے نہ تھے تو خوب سن لو کہ یہ منافقین بڑے ہی جھوٹے ہیں کہ جو خدا کے سامنے بھی جھوٹ بولنے سے نہ چوکیں گے اور یہ جتنی حرکات منافقین کی اوپر مذکور ہوئیں وجہ اس کی یہ ہے کہ ان پر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے اور شیطان جس پر پوری طرح قابو کر لے اس کا دل دماغ اسی طرح مسخ ہو جاتا ہے اور اسے کچھ یاد نہیں رہتا کہ خدا بھی کوئی ہے۔ واقعی یہ لوگ یعنی منافقین شیطان کا گروہ ہے اور یہ سمجھ لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے۔ شیطانی لشکر کا انجام یقیناً خراب ہے نہ دنیا میں ان کے منصوبے آخری کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہیں۔ نہ آخرت میں عذاب شدید سے نجات پانے کی کوئی سبیل ہے۔

یہاں ان آیات میں منافقین کی جن کو شیطانی گروہ قرار دیا گیا چند مخصوص خصلتیں اور عادتیں ظاہر فرمائی گئی ہیں۔

اوّل یہ کہ منافقین کی دوستی اللہ کے دشمنوں اور مغضوب بندوں اور بیدینوں سے بھی رہتی ہے۔

دوسرے یہ کہ منافقین قسمیں بہت کھاتے ہیں حتیٰ کہ جھوٹ بات پر بھی قسمیں کھا لیتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ وہ حقیقی دین سے اور خدائی احکام سے دوسروں کو روکتے اور بہکاتے رہتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتلا دیا کہ یہ لوگ خواہ کتنی ہی قسمیں کھا کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلائیں لیکن درحقیقت یہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں اور انجام کار تباہ و برباد ہو کر رہیں گے۔

اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر ان منافقین کے مقابلہ میں سچے اہل ایمان کی صفات اور شناخت بتائی گئی اور ان کا انجام بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل باطل کی دوستی سے بچائیں اور بے دینوں کی رفاقت سے علیحدہ رکھیں اور ہم کو اہل اسلام اور اہل ایمان سے سچی دوستی و محبت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں شیطانی گروہ سے علیحدہ رکھئے۔ اور ان میں شامل ہونے سے بچایئے۔

یا اللہ نفاق کی خصلتوں اور عادتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور منافق قسم کے لوگوں کی شرارتوں سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿٢٠﴾ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں

وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢١﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے۔ جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں

يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ

آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گویا وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی

أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ

یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو، ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے، اور ان کو ایسے باغوں میں داخل

جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ

کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے،

أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾

یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے خوب سُن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

اِنَّ بیشک	اَلَّذِیْنَ جو لوگ	یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ مخالفت کرتے ہیں اللہ کی	وَرَسُوْلَہٗ اور اسکے رسول	اُولٰٓئِکَ یہی لوگ	فِی میں	اَلْاَذَلِّیْنَ ذلیل لوگ	
کَتَبَ اللّٰہُ لکھ دیا (فیصلہ کر دیا) اللہ	لَاَغْلِبَنَّ میں ضرور غالب آؤں	اَنَا میں	وَرُسُلِیْ اور میرے رسول	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	قَوِیٌّ قوی		
عَزِیْزٌ غالب	لَا تَجِدُ تم نہ پاؤ گے	قَوْمًا وہ قوم (لوگ)	یُّؤْمِنُوْنَ وہ ایمان رکھتے ہیں	بِاللّٰہِ اللہ پر	وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کا دن		
یُوَآدُّوْنَ وہ دوستی رکھتے ہوں	مَنْ جو۔جس	حَآدَّ اللّٰہَ مخالفت کی اللہ کی	وَرَسُوْلَہٗ اور اس کے رسول کی	وَلَوْ خواہ	کَانُوْٓا وہ ہوں		
اٰبَآءَھُمْ انکے باپ دادا	اَوْ یا	اَبْنَآءَھُمْ انکے بیٹے	اَوْ یا	اِخْوَانَھُمْ ان کے بھائی	اَوْ یا	عَشِیْرَتَھُمْ ان کا کنبہ	اُولٰٓئِکَ یہی لوگ
کَتَبَ لکھ دیا (ثبت کر دیا)	فِیْ قُلُوْبِھِمْ ان کے دلوں میں	اَلْاِیْمَانَ ایمان	وَاَیَّدَھُمْ اور ان کی مدد کی	بِرُوْحٍ روح (غیبی فیض) سے			
مِنْہُ اپنے سے	وَیُدْخِلُھُمْ اور وہ داخل کریگا انہیں	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِیْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِھَا ان کے نیچے	اَلْاَنْھٰرُ نہریں		
خٰلِدِیْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِیْھَا ان میں	رَضِیَ راضی ہوا	اللّٰہُ اللہ	عَنْھُمْ ان سے	وَرَضُوْا اور وہ راضی	عَنْہُ اُس سے	اُولٰٓئِکَ یہی لوگ
حِزْبُ اللّٰہِ اللہ کا گروہ	اَلَآ اِنَّ خوب یاد رکھو بیشک	حِزْبَ اللّٰہِ اللہ کا گروہ	ھُمُ وہی	الْمُفْلِحُوْنَ کامیاب ہونے والے			

تفسیر و تشریح: یہ سورہ مجادلہ کی آخری آیات ہیں۔ اوپر منافقین جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے مگر دل سے کافر تھے۔ ان کے متعلق بتلا دیا گیا تھا آگے سچے اہل ایمان کی شناخت بتلائی جاتی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان لائے اور انہوں نے قیامت و

آخرت پر یقین کر لیا ناممکن ہے کہ وہ دشمنان خدا سے دلی محبت رکھیں اگر چہ رشتہ ناطہ میں وہ ان کے باپ بیٹے بھائی اور کنبہ برادری ہی والے کیوں نہ ہوں۔ ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے پختہ ایمان جما دیا ہے اور پتھر کی لکیر کی طرح ثبت کر دیا ہے اور ان کے قلوب کو اپنے فیض سے قوت دے کر قوی بنا دیا ہے اور ان کو جنت کے ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور جہاں سے کبھی نہ نکالے جائیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور یہ خدا سے خوش ہوں گے۔ ایسے پکے اور سچے ایمان والے لوگ اللہ کے گروہ میں شامل ہوں گے اور یہی کامیاب گروہ ہے۔

ان آیات کے صحیح مصداق اور ان مذکورہ صفات کے حامل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے ان کی شان یہی تھی کہ اللہ و رسول کے معاملہ میں انہوں نے کسی چیز اور کسی شخص کی پروا نہیں کی روایات میں آتا ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے کفار قیدیوں کی نسبت صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے تا کہ مسلمانوں کی مالی مشکلات دور ہو جائیں اور مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے آلات حرب جمع کر لیں اور یہ چھوڑ دیئے جائیں کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل اسلام کی طرف پھیر دے اور پھر یہ ہمارے مددگار اور معین ثابت ہوں لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی رائے اس کے خلاف پیش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جس مسلمان کا جو رشتہ دار مشرک ہے اس کے حوالہ کر دیا جائے اور اسے حکم دیا جائے کہ وہ اسے قتل کر دے۔ ہم اللہ تعالیٰ کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ان مشرکوں کی کوئی محبت نہیں۔ مجھے میرا فلاں رشتہ دار سونپ دیجئے۔ اور حضرت علی کے حوالہ عقیل کو کر دیجئے اور فلاں صحابی کو فلاں کا فرد دے دیجئے۔ مگر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی رائے پسند فرمائی۔ اسی جنگ بدر میں حضرت مصعب بن عمیر کے حقیقی بھائی ابو عزیز بن عمیر کو ایک انصاری پکڑ کر باندھ رہے تھے۔ حضرت مصعب نے جو دیکھا تو پکار کر کہا کہ ذرا مضبوط باندھنا۔ اس کی ماں بڑی مالدار ہے اس کی رہائی کے لئے وہ تمہیں بہت سا فدیہ دے گی۔ ابو عزیز قیدی نے کہا کہ تم بھائی ہو کر یہ بات کہہ رہے ہو؟ حضرت مصعب نے جواب دیا۔ اس وقت تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ یہ انصاری میرا بھائی ہے جو تمہیں گرفتار کئے ہوئے ہے۔ جنگ احد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کے مقابلہ میں نکلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا۔ حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ بن حارث نے اپنے اقارب عتبہ۔ شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہؓ نے جو مخلص مسلمان تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ حکم دیں تو اپنے باپ کا سر کاٹ کر خدمت میں حاضر کروں۔ آپ نے منع فرمایا دیا الغرض صحابہ کرام نے ہر موقع پر اپنے مشرک اقربا سے دل کھول کر جنگ کی اور ہر موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حیاۃ طیبہ میں بھی اور بعد میں بھی دین پر ایسے ہی ثابت قدم رہے جیسا کہ ان آیات میں فرمایا گیا۔ یہ جملہ صفات اور خوبیاں جو ان آیات میں بیان فرمائی گئیں حضرات صحابہؓ کو نصیب ہوئیں۔ یہاں آیت میں رضی اللہ عنہم جو فرمایا تو اسی لئے صحابہ کرام کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنے اور لکھنے کا دستور اہل سنت والجماعت میں قدیم سے ہو گیا۔ جو اب بھی جاری ہے اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔

سورۃ المجادلتہ کے خواص

۱- مریض اگر بے چین ہو تو اس کے پاس سورۃ المجادلہ پڑھنے سے اسے تسکین ملے گی اور سو جائے گا اگر تکلیف و درد ہے تو جاتا رہے گا۔

۲..... جو آدمی دن رات کو سورۃ المجادلہ پڑھے تو وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ (الدرر النظیم)

سُوْرَۃُ الْحَشْرِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ اَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّثَلٰثُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ ھُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو

کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مِنْ دِیَارِھِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا

ان کے گھروں سے پہلی ہی بار اکٹھا کرکے نکال دیا، تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے

وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ مَّانِعَتُھُمْ حُصُوْنُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَاَتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا

اور انہوں نے یہ گمان کررکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچالیں گے سو ان پر خدا ایسی جگہ سے پہنچا کہ اُن کو خیال بھی نہ تھا،

وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَھُمْ بِاَیْدِیْھِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ق

اور اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اُجاڑ رہے تھے

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ۲

سو اے دانش مندو! عبرت حاصل کرو۔

سَبَّحَ پاکیزگی بیان کرتا ہے	لِلّٰہِ اللہ کی	مَا جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَھُوَ اور وہ	الْعَزِیْزُ غالب
الْحَکِیْمُ حکمت والا	ھُوَ الَّذِیْ وہی ہے جس نے	اَخْرَجَ نکالا	الَّذِیْنَ کَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	مِنْ سے۔کے			
اَھْلِ الْکِتٰبِ اہل کتاب	مِنْ سے	دِیَارِھِمْ انکے گھروں	لِاَوَّلِ الْحَشْرِ پہلے اجتماع (لشکر) پر	مَا ظَنَنْتُمْ تمہیں گمان نہ تھا			
اَنْ یَّخْرُجُوْا کہ وہ نکلیں گے	وَظَنُّوْا اور وہ خیال کرتے تھے	اَنَّھُمْ کہ وہ	مَّانِعَتُھُمْ انہیں بچالیں	حُصُوْنُھُمْ ان کے قلعے	مِّنَ اللّٰہِ اللہ سے		
فَاَتٰھُمُ تو ان پر آیا	اللّٰہُ اللہ	مِنْ حَیْثُ جہاں سے	لَمْ یَحْتَسِبُوْا انہیں گمان نہ تھا	وَقَذَفَ اور اس نے ڈالا	فِیْ قُلُوْبِھِمُ انکے دلوں میں		
الرُّعْبَ رعب	یُخْرِبُوْنَ وہ برباد کرنے لگے	بُیُوْتَھُمْ اپنے گھر	بِاَیْدِیْھِمْ اپنے ہاتھوں سے	وَاَیْدِی اور ہاتھوں	الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں		
فَاعْتَبِرُوْا تو تم عبرت پکڑو	یٰاُولِی الْاَبْصَارِ اے آنکھوں والو						

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی دوسری آیت میں حشر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ حشر کے لفظی معنی ہیں لوگوں کو اکٹھا کرنا۔ ان کو گھیرنا۔ اس میں یہود کے اکٹھا کرنے اور ان کو گھیرنے اور گھروں سے نکالنے کا ذکر ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا علامتی نام سورہ حشر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس سورۃ کا نام سورہ بنی نضیر کہا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ پوری سورۃ غزوہ بنی نضیر ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

بنی نضیر جو یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا اور جو مدینہ سے مشرق کی طرف قریب دو میل کے فاصلہ پر آباد تھا اور بڑی بڑی جائدادوں۔ باغات اور سرسبز زمینوں اور مضبوط قلعوں کا مالک تھا۔ ہجرت کے چوتھے سال ان پر مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت حملہ کیا جو غزوہ بنی نضیر کے نام سے مشہور ہے۔ اس لئے اس سورۃ کے مضامین کو سمجھنے کے لئے غزوہ بنی نضیر کے متعلق معلوم ہونا ضروری ہے۔ جس کا مختصراً حال اس طرح ہے کہ مدینہ سے مشرقی جانب پر ایک قبیلہ یہود آباد تھا۔ جس کو''بنی نضیر'' کہتے تھے۔ یہ لوگ بڑے جتھے والے اور سرمایہ دار تھے اور اپنے مضبوط قلعوں پر ان کو بڑا ناز تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو شروع میں یہود سے معاہدہ صلح ہو گیا۔ منجملہ ان کے یہ قبیلہ بنی نضیر بھی تھا اور ان سے بھی صلح کا معاہدہ تھا۔ معاہدہ کے کچھ ہی عرصہ بعد یہ قبیلہ بنی نضیر مکہ کے کافروں سے نامہ و پیام کرنے لگا حتیٰ کہ ان کے ایک بڑے سردار کعب بن اشرف نے چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچ کر خانہ کعبہ کے سامنے مسلمانوں کے خلاف قریش سے عہد و پیمان باندھا۔ اور بنی نضیر کی طرف سے بدعہدی کا سلسلہ شروع ہونے لگا۔

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ ایک خونبہا کے سلسلہ میں ان کی بستی میں تشریف لے گئے اور ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ بنو نضیر نے بظاہر خندہ پیشانی سے ملاقات کی اور خونبہا میں شرکت کا وعدہ کیا لیکن اندرونی طور پر خفیہ یہ مشورہ کیا کہ ایک شخص چھت پر چڑھ کر اوپر سے ایک بھاری پتھر گرا دے تاکہ آپ کا کام تمام ہو جائے چنانچہ کچھ دیر نہ گزری کہ جبرئیل امین وحی لے کر نازل ہوئے اور آپ کو ان کے مشورہ سے مطلع کر دیا۔ آپ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لے آئے اور بنو نضیر کو کہلا بھیجا کہ تم نے نقض عہد کیا ہے۔ دس روز کی تم کو مہلت ہے اس مدت کے اندر اندر جہاں چاہو چلے جاؤ ورنہ جو شخص اس مدت کے بعد نظر آئے گا اس کی گردن ماری جاوے گی۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے ان سے کہلا بھیجا کہ تم اپنی بستی سے کہیں مت جاؤ۔ میرے ساتھ دو ہزار آدمیوں کی جمعیت ہے وہ اپنی جان دے دیں گے اور تم پر آنچ نہ آنے دیں گے۔ کچھ اور بھی اعدائے اسلام نے بنو نضیر کی مدد کا وعدہ کیا چنانچہ وہ لوگ ان کے کہنے میں آ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ ہم کہیں نہیں جاتے۔ جو آپ سے ہو سکے کر لیجئے۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کیا اور بنو نضیر کی متعدد غداریوں اور عیاریوں کی وجہ سے آپ نے ان پر حملہ کا حکم دیا۔ آپ صحابہ کے ساتھ چلے۔ وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے اور منافقین منہ چھپا کر بیٹھ رہے آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے باغات کاٹنے اور جلانے کا حکم دے دیا وہ مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے۔ عام لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ انہوں نے آخر گھبرا کر صلح کی التجا کی اور امن کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا دس دن کی مہلت ہے۔ مدینہ خالی کر دو۔ اہل و عیال بچوں اور عورتوں کو جہاں چاہو لے جاؤ اور جتنا اسباب و سامان اونٹ اور سواریوں پر ساتھ لیجا سکو لے جاؤ سوائے ہتھیاروں کے۔ غرض کہ بنی نضیر کے یہود کچھ شام کچھ خیبر کو نکل گئے اور مال کی حرص و طمع میں مکانوں کے دروازے اور چوکھٹ تک اکھاڑ کر لے گئے اس غزوہ میں بنی نضیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے ان کے مال و اسباب سے کچھ تعرض نہیں کیا گیا اور وہ اپنے گھروں میں اپنی املاک پر قابض رہے۔ باقی مکان۔ زمین باغات وغیرہ پر مسلمان قابض ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مال اسباب جائیداد زمین وغیرہ کو مہاجرین پر تقسیم فرمایا تاکہ انصار مدینہ سے ان کا بوجھ ہلکا ہو اگرچہ انصار اپنے اخلاص اور ایثار کی بنا پر مہاجرین کو بار نہیں بلکہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی بہار سمجھتے تھے۔

یہ قصہ بدر کے بعد ربیع الاول ۴ھ میں ہوا پھر حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں ان جلاوطن یہود کو ملک شام کی طرف نکال دیا۔ یہود کی یہ دونوں جلاوطنی حشر اول اور حشر ثانی کہلاتی ہیں۔ اس

سورۃ میں انہی واقعات کا بیان ہے

سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی پاکی کے ذکر سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی مخلوقات ہیں سب خواہ قالاً خواہ حالاً اپنی اپنی زبان اور اپنے اپنے طریقہ پر اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے چنانچہ اس کے زبردست غلبہ اور حکمت کے آثار میں سے ایک واقعہ یہ ہے جو پہلے بیان ہو چکا۔

آگے فرمایا کہ اہل بصیرت کے لئے اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا کہ کفر وظلم وشرارت اور بدعہدی کا انجام کیسا ہوتا ہے اور یہ کہ محض ظاہری اسباب پر تکیہ کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے غافل ہو جانا عقلمند کا کام نہیں۔

یہاں آخری جملہ میں حق تعالیٰ حکم دے رہے ہیں۔ **فاعتبروا یآ اولی الابصار** ۔یعنی کفار اہل کتاب یہود مدینہ کی اس سزا اور جلاوطنی کو خیال کرو اور عبرت حاصل کرو۔

خدارا مسلمان بھی اپنی حالت پر غور کریں۔اور اپنے ماضی پر نظر ڈال کر اپنے موجودہ حال پر عبرت حاصل کریں۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کا انجام دنیا میں بھی برا ہوتا ہے اور پھر آخرت کی جو بربادی آنے والی ہے اس کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو اس کی قدردانی کی توفیق بھی عطا فرمائیں اور ہم کو اسلام پر سچی استقامت نصیب فرمائیں اور اعدائے دین پر فتح ونصرت عطا فرمائیں روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کا مقابلہ اہل باطل سے ہو رہا ہے۔ یا اللہ دشمنان دین کے دلوں میں رعب اور خوف ڈالدے اور مسلمانوں کی غیب سے امداد کی صورتیں ظاہر فرمادے۔

یا اللہ ہمیں اپنی بدحالی ہی دیکھ کر عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق نصیب ہو جائے اور ہم اپنا بھولا ہوا سبق اَطِیْعُوا اللہ اور اَطِیْعُوا الرَّسُوْل پھر یاد کرلیں۔اور آپ کے فرمانبردار بندے اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار امتی بن جائیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچ جائیں۔

یا اللہ اس امت مسلمہ پر نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اپنے کرم ورحم کی نظر فرمادے اور اپنی ہدایت کے دروازے ان پر کھول دے۔

یا اللہ آپ مقلب القلوب ہیں۔ ہمارے دلوں کو راستی کی طرف مائل کردے اور پھر صداقت۔دیانت اور امانت کی راہ پر چلنا نصیب فرمادے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِى الدُّنْيَا ؕ وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ

اور اگر اللہ تعالیٰ ان کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ چکتا تو ان کو دنیا ہی میں سزا دیتا، اور ان کیلئے آخرت میں

عَذَابُ النَّارِ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ

دوزخ کا عذاب ہے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴﴾ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا

سخت سزا دینے والا ہے۔ جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا ہی کے حکم کے موافق ہیں

فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِىَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۵﴾ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ

اور تاکہ کافروں کو ذلیل کرے۔ اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوا دیا سو تم نے اس پر

عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى

نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو

كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۶﴾

ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

وَلَوْ لَا اور اگر نہ	اَنْ یہ کہ	كَتَبَ اللّٰهُ اللہ نے لکھ رکھا ہوتا	عَلَيْهِمُ ان پر	الْجَلَآءَ جلاوطن ہونا	لَعَذَّبَهُمْ تو وہ انہیں عذاب دیتا	
فِى الدُّنْيَا دنیا میں	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	فِى الْاٰخِرَةِ آخرت میں	عَذَابُ النَّارِ جہنم کا عذاب	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	
شَآقُّوْا انہوں نے مخالفت کی	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اسکا رسول	وَمَنْ اور جو	يُّشَآقِّ اللّٰهَ مخالفت کرے اللہ کی	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	
شَدِيْدُ سخت	الْعِقَابِ سزا دینے والا	مَا قَطَعْتُمْ جو تم نے کاٹ ڈالے	مِّنْ سے	لِّيْنَةٍ درخت کے تنے	اَوْ یا	تَرَكْتُمُوْهَا تم نے اسکو چھوڑ دیا
قَآئِمَةً کھڑا	عَلٰٓى اُصُوْلِهَا اس کی جڑوں پر	فَبِاِذْنِ اللّٰهِ تو اللہ کے حکم سے	وَلِيُخْزِىَ اور تاکہ وہ رسوا کرے	الْفٰسِقِيْنَ نافرمانوں	وَمَا اور جو	
اَفَآءَ اللّٰهُ دلوایا اللہ نے	عَلٰى رَسُوْلِهٖ اپنے رسول کو	مِنْهُمْ ان سے	فَمَآ تو نہ	اَوْجَفْتُمْ تم نے دوڑائے تھے	عَلَيْهِ ان پر	مِنْ خَيْلٍ گھوڑے
وَّلَا اور نہ	رِكَابٍ اونٹ	وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن (بلکہ) اللہ	يُسَلِّطُ مسلط فرماتا ہے	رُسُلَهٗ اپنے رسولوں	عَلٰى پر	مَنْ يَّشَآءُ جس پر وہ چاہتا ہے
وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَىْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھتا ہے			

تفسیر وتشریح: انہی بنی نضیر کے یہود کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے جلاوطنی کی سزا لکھی تھی سو انہیں پہنچی۔ یہ بات نہ ہوتی تو کوئی دوسری سزا دنیا میں دی جاتی قتل وغیرہ۔ غرض سزا سے بچ نہیں سکتے تھے۔ یہ خدا کی حکمت ہے کہ قتل کی بجائے محض جلاوطنی پر اکتفا کیا گیا لیکن یہ تخفیف صرف دنیوی سزا میں ہے۔ آخرت کی ابدی سزا کسی طرح ان کافروں سے ٹل نہیں سکتی اور یہ جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے اور یہ سزا ان

کو دنیا وآخرت میں اسی لئے ملی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی۔ اور مخالفوں کو ایسی ہی سخت سزا ملتی ہے آگے یہود کے ایک طعن کا جواب ہے کہ جو درختوں کے کاٹنے اور جلانے کے باب میں انہوں نے کیا تھا۔ جب بنو نضیر قلعہ بند ہو گئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ ان غداروں اور عیاروں کے درخت کاٹے جائیں اور باغ اجاڑے جائیں تا کہ اس کے درد سے قلعوں سے باہر نکلنے اور لڑنے پر مجبور ہوں اور کھلی ہوئی جنگ کے وقت درختوں کی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اس پر کچھ درخت کاٹے گئے اور کچھ چھوڑ دیئے گئے کہ فتح کے بعد مسلمانوں کے کام آئیں گے تو یہود نے طعن کرنا شروع کیا کہ خود تو فساد سے منع کرتے ہیں اور کیا یہ درختوں کا کاٹنا اور جلانا فساد نہیں؟ اس کا جواب دیا گیا کہ یہ سب کچھ اللہ جل شانہ کے حکم سے ہے۔ حکم الٰہی کی تعمیل کو فساد نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ گہری حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے دیا تا کہ مسلمانوں کو عزت دے اور کافروں کو ذلیل کرے۔ چنانچہ جو درخت چھوڑ دیئے گئے ہیں اس میں مسلمانوں کی ایک کامیابی اور کفار کو غیظ میں ڈالنا ہے کہ یہ مسلمان اس کو برتیں گے اور نفع اٹھائیں گے اور جو کاٹے یا جلائے گئے اس میں مسلمانوں کی دوسری کامیابی یعنی ظہور آثار غلبہ اور کفار کو غیظ وغضب میں ڈالنا ہے کہ مسلمان ہماری چیزوں میں کیسے تصرفات کر رہے ہیں لہٰذا دونوں امر جائز اور حکمت پر مشتمل ہیں۔ آگے مسلمانوں کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان یہود بنی نضیر سے دلوا دیا اس میں تم کو کوئی خاص مشقت جنگ کرنے اور سفر کرنے کی نہیں پڑی اس لئے اس میں تمہارا استحقاق تقسیم وتملیک کا نہیں جسطرح کہ مال غنیمت میں ہوتا ہے کہ اس میں چار حصہ لشکر کو تقسیم کئے جاتے ہیں اور پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیلئے ہوتا ہے اور یہی فرق ہے مال غنیمت کا جو کفار سے جنگ کے بعد حاصل ہوتا ہے اور فئے کا جو بغیر جنگ کے ہاتھ آتا ہے جیسا کہ یہود بنی نضیر سے مال حاصل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے چونکہ محض رعب سے اپنے رسول کو کفار پر مسلط فرما دیا اور انہیں مغلوب کر دیا اس لئے اے مسلمانو اس مال میں تمہارا کوئی حق نہیں مثل مال غنیمت کے بلکہ اس میں مالکانہ تصرف کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے پس وہ جس طرح چاہے دشمنوں کو مغلوب کرے اور جس طرح چاہے اپنے رسول کو اختیار اور تصرف دے۔

چنانچہ جیسا کہ گذشتہ درس میں بتلایا گیا تھا یہ مال وزمین اور جائیداد وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ کی رضا مندی سے مہاجرین مکہ پر تقسیم فرما دیا۔

اب یوں تو سارا ہی قرآن اور ذخیرہ حدیث شریف اس بات سے پُر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت دین ودنیا دونوں کو تباہ کرنے والی ہے یہاں ان آیات میں یہود مدینہ کو جو جلاوطنی کی دنیا میں سزا دی گئی اور ساتھ ہی آخرت میں عذاب نار کی وعید سنائی گئی۔ تو اس کی وجہ بتلائی گئی۔ ذلک بانھم شآقوا اللہ ورسولہ۔ یعنی یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے یعنی یہود نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اب کوئی یہ سمجھنے لگے کہ یہ صرف یہود بے بہبود ہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ تھا اور دوسرے مخالفت کرتے رہیں تو انہیں کوئی دنیا یا دین میں نقصان نہ پہنچے گا تو اس خام خیالی کو بھی دفع کر دیا گیا۔ اور یہود کی سزا کی وجہ بیان کر کے آگے عام قانون بیان فرما دیا و من یشآق اللہ فان اللہ شدید العقاب اور جو شخص بھی اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس وقت ملک میں اور قوم میں جو اللہ اور رسول کی مخالفت عام وبا کی طرح پھیلتی جا رہی ہے تو اس کا انجام ملک اور قوم کیلئے دیر یا سویر آخر کیا ہوتا ہے؟ اس کا جواب ہر شخص جس میں ادنیٰ عقل و فہم بھی باقی ہے تو خود سوچ لے اور اگر اللہ ورسول کی مخالفت کے وبال میں عقل ہی مسخ ہو گئی اور نیک وبد کی تمیز ہی اٹھ گئی تو یہ تو اور بھی زیادہ خطرناک بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنا فضل وکرم فرمائیں۔

الغرض قبیلہ بنی نضیر جلاوطن کئے جانے پر اس کے اموال وزمین وجائیداد وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور تصرف کے موافق مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ اسی سلسلہ میں دوسرے کافروں سے حاصل ہونے والے مال کے احکام آگے بیان فرمائے جاتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَہْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی

جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے لوگوں سے دلوا دے وہ اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا

وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ۭ وَمَآ

اور مسافروں کا، تاکہ وہ تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آجاوے اور رسول تم کو

اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ۤ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۭ اِنَّ اللّٰہَ

جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ

شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

سخت سزا دینے والا ہے۔

مَآ اَفَآءَ جو دلوا دے	اللّٰہُ اللہ	عَلٰی رَسُوْلِہٖ اپنے رسول کو	مِنْ سے	اَہْلِ الْقُرٰی بستیوں والے	فَلِلّٰہِ تو اللہ کیلئے	وَلِلرَّسُوْلِ اور رسول کیلئے
وَلِذِی الْقُرْبٰی اور قرابت داروں کیلئے	وَالْیَتٰمٰی اور یتیموں	وَالْمَسٰکِیْنِ اور مسکینوں	وَابْنِ السَّبِیْلِ اور مسافروں	کَیْ تاکہ		
لَا یَکُوْنَ نہ رہے	دُوْلَۃً (ہاتھوں ہاتھ لینا، گردش)	بَیْنَ درمیان	الْاَغْنِیَآءِ مال داروں	مِنْکُمْ تم میں سے۔تمہارے	وَمَآ اور جو	
اٰتٰکُمُ تمہیں عطا فرمائے	الرَّسُوْلُ رسول	فَخُذُوْہُ تو وہ لے لو	وَمَا اور جس	نَھٰکُمْ تمہیں منع کرے	عَنْہُ اس سے	
فَانْتَھُوْا تو تم باز رہو	وَاتَّقُوْا اور تم ڈرو	اللّٰہَ اللہ	اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	شَدِیْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا		

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل اسلام کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا تھا کہ اس غزوہ بنی نضیر میں تم کو کوئی خاص مشقت نہیں پڑی۔ نہ سفر کی نہ جنگ وقتال کی۔ کیونکہ بنی نضیر کی بستی مدینہ سے دو میل پر تھی اور چونکہ یہود بنی نضیر مرعوب ہو گئے تھے اس لئے انہوں نے بغیر جنگ کئے اور بغیر مقابلہ کے مغلوب ہونا تسلیم کر لیا اور مدینہ سے جلا وطن ہو گئے۔ تو چونکہ اس فتح میں اللہ نے اپنی قدرت سے یہود بنی نضیر کے اموال و املاک و باغات وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلوائے اس لئے حکم ہوا تھا کہ اموال بنی نضیر میں مثل مال غنیمت کے تقسیم نہیں ہوگی بلکہ اس پر محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مالکانہ اختیار وتصرف ہو گا۔ دسویں پارہ کی ابتدا سورہ انفال میں مال غنیمت جو کفار سے جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ لگے اس کے احکام بیان ہوئے تھے کہ قتال میں حاصل شدہ مال غنیمت کا 4/5 حصہ تو غازیوں اور مجاہدوں میں تقسیم ہو گا اور 1/5 اللہ کی نذر ہو گا جس کو آج کی اصطلاح میں یوں سمجھئے کہ یہ حصہ اسلامی اسٹیٹ کا ہو گا اور بیت المال یعنی مسلمانوں کے خزانہ میں جمع ہو گا جس کے مصارف بھی بتلا دیئے گئے تھے۔ اور جو مال اہل حرب سے بلا قتال حاصل ہو اس کو شرعی اصطلاح میں فئی کہا جاتا ہے جیسا کہ بنی نضیر کے یہود سے اموال حاصل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اموال فئی خالص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار وتصرف میں ہوتے تھے۔ پہلی گذشتہ آیات میں یہ بتلا دیا کہ اموال بنی نضیر "فئی" کی طرح ہوں گے اور مثل مال غنیمت کے تقسیم نہ ہوں گے۔

اب ان آیات میں پہلے اموال فئی یعنی جو خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار وتصرف میں ہو گا اس کے متعلق عام ضابطہ بتلایا

جاتا ہے کہ وہ اللہ ورسول کا حق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں یتیموں غریبوں اور مسافروں کا حق ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ مصارف اس لئے بتلائے کہ ہمیشہ یتیموں محتاجوں۔ بیکسوں اور عام مسلمانوں کی خبر گیری ہوتی رہے۔ اور عام اسلامی ضروریات سرانجام پا سکیں اور یہ اموال محض دولت مندوں کی الٹ پھیر میں پڑ کر ان کی مخصوص جاگیر بن کر نہ رہ جائیں جن سے سرمایہ دار مزے لوٹیں اور غریب فاقوں مریں۔ احکام الٰہیہ اور قوانین ربانی کی خبر آج عام مسلمانوں کو تو ہے نہیں اور نہ وہ قرآن وحدیث کے احکام اور اس کے مطابق طرز زندگی گزارنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اس لئے کہیں سوشلزم کا نعرہ لگ رہا ہے۔ کہیں کمونزم کا خیر مقدم ہو رہا ہے۔ قرآن حدیث نے مال دولت کے مصارف جس طرح بتلائے ہیں اس سے بڑھ کر کہیں انسانی تجاویز اور انسانی قوانین ہو سکتے ہیں مگر جب ہم قرآن وحدیث کو ہی نظر انداز کر دیں اور اس کے قوانین اپنانے کو تیار نہ ہوں تو لامحالہ کافروں اور مشرکوں کے بنائے ہوئے قوانین کے چکر میں پھنسیں گے اور جو اس کے نتائج فساد در فساد کے رونما ہوں گے وہ بھگت رہے ہیں اور بھگتیں گے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

اوپر اموال فئی کے مصارف بتلا کر آگے ان احکام کو بخوشی قبول کرنے کی ہدایت دی جاتی ہے اور اہل ایمان سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ مال جائیداد وغیرہ جس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم سے تقسیم کریں اسے بخوشی ورغبت قبول کرو۔ جو ملے لے لو۔ جس سے روکا جائے رک جاؤ اور اسی طرح رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے بتلائے ہوئے تمام احکام اور اوامر ونواہی کی پابندی رکھو۔ آگے یہ بھی سمجھا دیا کہ دیکھو رسول کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ ڈرتے رہو کہ کہیں رسول کی نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کوئی سخت عذاب مسلط نہ کر دے کیونکہ وہ **شدید العقاب** بھی ہے یعنی سخت سزا دینے والا ہے۔

یہاں آیت میں **وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا** جو فرمایا یعنی (اور رسول جو کچھ تم کو دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں رک جایا کرو) تو اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ چونکہ یہاں حکم کے الفاظ عام ہیں اس لئے یہ صرف اموال فئی کی تقسیم تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ تمام معاملات میں اہل اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں۔ اور یہی بات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمائی۔ بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ممکن ہو اس پر عمل کرو اور جس بات سے روک دوں اس سے اجتناب کرو۔

ابھی اسی مال فئی کی تقسیم اور مصرف کے بارہ میں مزید ہدایت اگلی آیات میں دی گئی ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام امت مسلمہ کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ اور آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچائیں۔

یا اللہ! ہمیں ہدایت فرمادے کہ ہم اس قرآنی حکم کے دل وجان سے پابند ہو جائیں تاکہ ہمارے سب بگڑے ہوئے کام درست وراست ہو جائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ

ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کردیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۸﴾

اور رضا مندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ

اور ان لوگوں کا جو دارالاسلام میں اور ایمان میں ان سے قبل قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں

فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر

خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۹﴾ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ

فاقہ ہی ہو، اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور ان لوگوں کا جو اُن کے بعد آئے

بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا

جو دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور

تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾

ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔

لِلْفُقَرَآءِ محتاجوں کیلئے	الْمُهٰجِرِيْنَ مہاجروں	الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا وہ جو نکالے گئے	مِنْ دِيَارِهِمْ اپنے گھروں سے	وَاَمْوَالِهِمْ اور اپنے مالوں				
يَبْتَغُوْنَ وہ چاہتے ہیں	فَضْلًا فضل	مِّنَ اللّٰهِ اللہ کا۔سے	وَرِضْوَانًا اور رضا	وَيَنْصُرُوْنَ اور وہ مدد کرتے ہیں	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اسکا رسول		
اُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ	هُمْ وہ	الصّٰدِقُوْنَ سچے	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	تَبَوَّءُو مقیم رہے	الدَّارَ اس گھر	وَالْاِيْمَانَ اور ایمان		
مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل	يُحِبُّوْنَ وہ محبت کرتے ہیں	مَنْ جس	هَاجَرَ ہجرت کی	اِلَيْهِمْ انکی طرف	وَلَا يَجِدُوْنَ اور وہ نہیں پاتے			
فِيْ میں	صُدُوْرِهِمْ اپنے سینوں (دلوں)	حَاجَةً کوئی حاجت	مِّمَّا اس کی	اُوْتُوْا دیا گیا انہیں	وَيُؤْثِرُوْنَ اور وہ اختیار کرتے ہیں			
عَلٰى پر	اَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں	وَلَوْ كَانَ اور خواہ ہو	بِهِمْ انہیں	خَصَاصَةٌ تنگی	وَمَنْ اور جو۔جس	يُوْقَ بچایا	شُحَّ بخل	نَفْسِهٖ اپنی ذات
فَاُولٰٓئِكَ تو یہی لوگ	هُمْ وہ	الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانیوالے	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	جَآءُوْ وہ آئے	مِنْ بَعْدِهِمْ انکے بعد	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں		
رَبَّنَا اے ہمارے رب	اغْفِرْ لَنَا ہمیں بخشدے	وَلِاِخْوَانِنَا اور ہمارے بھائیوں کو	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	سَبَقُوْنَا ہم سے سبقت کی				
بِالْاِيْمَانِ ایمان میں	وَلَا تَجْعَلْ اور نہ ہونے دے	فِيْ قُلُوْبِنَا ہمارے دلوں میں	غِلًّا کوئی کینہ	لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جو	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے			
	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنَّكَ بیشک تو	رَءُوْفٌ شفقت کرنیوالا	رَّحِيْمٌ رحم کرنیوالا				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بھی مال فئے کے مزید مستحقین کا ذکر فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس مال فئے میں ان جاں نثاروں اور سچے مسلمانوں کا بھی حق ہے جنہوں نے محض اللہ کی خوشنودی اور رسول کی محبت و اطاعت میں دین کے لئے اپنے گھربار اور مال دولت سب کو خیر باد کہا اور بالکل خالی ہاتھ ہو کر وطن سے نکل آئے تاکہ اللہ اور رسول کے کاموں میں آزادانہ مدد کر سکیں۔ یہاں فقرائے مہاجرین سے مراد وہ حضرات صحابہ ہیں جو اس وقت مکہ معظمہ اور عرب کے دوسرے علاقوں سے محض اس بنا پر اپنا وطن اور گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ دین کی خاطر دارالاسلام مدینہ منورہ آ گئے تھے۔ بنی نضیر کے اموال واملاک حاصل ہونے سے قبل ان فقرائے مہاجرین کے لئے گزر بسر کا کوئی مستقل ذریعہ نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک مہاجر اور ایک انصار کا آپس میں بھائی چارہ کرادیا تھا۔ اور ہر انصار اپنے مہاجر بھائی کا خرچ برداشت کرتا تھا تو اس مال فئے میں عام مساکین۔ یتامیٰ اور مسافروں کے علاوہ فقرائے مہاجرین کا حق بھی بتلایا گیا۔ ساتھ ہی ان حضرات کی تعریف بھی کی گئی کہ یہ غریب مہاجر وہ ہیں کہ جنہوں نے اللہ کو راضی کرنے کے لئے اپنی قوم کو ناراض کر لیا یہاں تک کہ انہیں اپنا وطن عزیز اور اپنے ہاتھوں کا کمایا ہوا مال سب چھوڑ چھاڑ کر ہجرت کرنی پڑی۔ اللہ کے دین کی اور اس کے رسول کی مدد میں برابر مشغول ہیں۔ خدا کے فضل وخوشنودی کے متلاشی ہیں۔ ان حضرات مہاجر صحابہ کے متعلق فرمایا گیا اولٰئک ھم الصدقون یہی لوگ قول و عمل کے سچے ہیں۔ یعنی کلمہ اسلام پڑھ کر جو عہد اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے باندھا تھا اس میں بالکل سچے اور پورے اترے۔ اس ارشاد خداوندی اولٰئک ھم الصدقون نے تمام صحابہ مہاجرین رضی اللہ عنہم کے صادق ہونے کا عام اعلان فرما دیا۔ فقرائے مہاجرین کے بعد فقرائے انصار کو بھی اس مال فئے کا حق دار قرار دیا گیا۔ انصار سے مراد وہ ساکنان مدینہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے قبل مدینہ میں رہتے تھے اور ایمان لے آئے تھے۔ پھر ان حضرات انصار صحابہ کی مدح فرمائی گئی اور ان کی فضیلت' شرافت اور بزرگی کا اظہار فرمایا گیا۔ ان کی کشادہ دلی۔ نیک نفسی۔ ایثار وسخاوت کا ذکر فرمایا گیا کہ انہوں نے مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی مدینہ میں بود وباش رکھی اور ایمان کو دل میں جگہ دی اور اسلام پر مستقیم رہے۔ یہ انصار محبت کے ساتھ مہاجرین کی خدمت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے اموال میں ان کو برابر کا شریک بنانے کے لئے تیار ہیں اور جو بھی راہ خدا میں ہجرت کر کے ان کے پاس پہنچے یہ اسے اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں۔ اور اپنا جان و مال ان پر نثار کرنے میں اپنا فخر جانتے ہیں اور مہاجرین کو اللہ تعالیٰ جو فضل وشرف عطا فرمائے یا اموال فئے میں سے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ عنایت فرمائیں اسے دیکھ کر ان انصار کے دل تنگ نہیں ہوتے۔ نہ حسد کرتے ہیں بلکہ خوش ہوتے ہیں اور ہر اچھی چیز میں ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں۔ خود سختیاں اور فاقہ اٹھا کر بھی اگر مہاجر بھائی کو بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے۔ یہ ایثار بڑی اولوالعزمی کی بات ہے۔ ہر ایک کو نصیب نہیں کہ آپ بھوکا رہے اور اپنے بھائی کو کھلائے۔ حضرات انصار کے اس ایثار کا کیا ٹھکانا ہے کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے گھر اور مال بانٹ دیئے تھے جس کے پاس ایک مکان یا باغ تھا تو آدھا اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا تھا۔ دو کپڑے تھے تو ایک مہاجر کو دے دیا تھا اور اسی طرح سب چیزوں میں کیا تھا۔ یہاں انصارؓ کی مدح میں جو یہ فرمایا گیا **ویؤ ثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ** ط (اور اپنی ذات سے دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو) تو اس کے شان نزول کے متعلق ایک روایت یہ ہے جس کو امام بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ

سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے ان کو مہمان بنایا۔ آپ نے کسی کو اپنے گھر بھیجا کہ پوچھو کھانے کو کچھ موجود ہے؟ ازواج مطہراتؓ نے عرض کیا کہ بجز پانی کے ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں۔ پھر آپ نے صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کون ہے جو ان کو مہمان بنائے۔ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ میں مہمان بناتا ہوں پھر ان کو وہ...... اپنے گھر لے گئے اور بیوی سے کہا کہ رسول اللہ کے مہمان کی خاطر کر۔ بیوی نے عرض کیا کہ لڑکوں کے کھانے کے سوا اور کوئی چیز ہمارے ہاں نہیں۔ صحابی نے فرمایا کہ بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب وہ سو جاویں تو کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھ جاویں گے اور تم چراغ کو درست کرنے کے بہانہ سے اٹھ کر اسے بجھا دینا چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ اندھیرے میں مہمان کو بھی معلوم ہوا کہ میرے ساتھ میزبان بھی کھانا کھا رہے ہیں مگر اس صحابی نے کچھ نہ کھایا کہ کھانا تھوڑا تھا مہمان نے کھانا کھا لیا اور ان دونوں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے رات گزاری صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری رات کی بات سے خدا تعالیٰ نہایت خوش ہوا اور یہ آیت **یؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ** نازل ہوئی۔ مسند احمد میں روایت ہے کہ مہاجرین نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم نے تو دنیا میں ان انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے۔ تھوڑے میں تھوڑا اور بہت میں بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں مدتوں سے ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں بلکہ ناز برداریاں کر رہے ہیں اور کبھی چہرہ پر شکن بھی نہیں بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ دیتے ہیں اور احسان نہیں رکھتے۔ کام کاج خود کریں اور کمائی ہمیں دیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا کا سارا اجر انہی کو نہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا

نہیں۔ نہیں۔ جب تک تم ان کی تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لئے دعائیں مانگتے رہو گے تم کو بھی اجر ملتا رہے گا۔ انصار صحابہؓ کے ایثار کے واقعات سے سیرت کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ تو حق تعالیٰ نے ان انصار صحابہ کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بڑے کامیاب اور بامراد ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ کی توفیق و دستگیری نے ان کے دل کو لالچ اور حرص و بخل سے محفوظ رکھا۔ لالچی اور بخیل آدمی اپنے بھائیوں کے لئے کہاں ایثار کر سکتا ہے۔ الغرض مال فئی میں سے فقرائے انصار کا بھی حق ٹھہرا۔ بنی نضیر کے چھوڑے ہوئے مال میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی رضا مندی سے مہاجرین ہی میں تقسیم کئے اور انصار میں سے صرف حضرت ابودجانہؓ۔ حضرت سہلؓ بن حنیف کو بھی حصہ دیا گیا۔ آگے فرمایا جاتا ہے کہ اس مال فئی میں ان لوگوں کا بھی حق ہے جو ان مہاجرین و انصار کے بعد عالم وجود میں آئے یا ان کے بعد حلقہ اسلام میں آئے یا مہاجرین سابقین کے بعد ہجرت کر کے آئے یا آویں گے اور وہ سابقین کے لئے دعا مغفرت کرتے ہیں اور کسی مسلمان بھائی کی طرف سے دل میں بیر اور بغض و عناد نہیں رکھتے۔ امام مالکؒ نے یہیں سے فرمایا ہے کہ جو شخص حضرات صحابہ سے بغض رکھے اور ان کی بدگوئی کرے اس کے لئے مال فئی میں سے کوئی حصہ نہیں۔ تو یہاں تک جو احکام ارشاد ہوئے ان میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ مال فئی میں اللہ اور رسول اور اقربائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یتامیٰ و مساکین اور مسافروں اور مہاجرین و انصار اور قیامت تک آنے والی مسلمان نسلوں کے حقوق ہیں۔

یہاں اہل ایمان کی جو دعا نقل فرمائی گئی کہ وہ اپنی دعا میں حق تعالیٰ سے یہ عرض کرتے ہیں **ولا تجعل فی قلوبنا غلاللذین امنوا** یعنی اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے تو کسی مسلمان کے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ نہ ہونا یہ اتنی

بڑی خوبی اور سعادت کی علامت ہے کہ علامہ ابن کثیرؒ نے مسند احمد کی ایک حدیث حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ دیکھو ابھی تمہارے سامنے ایک شخص آنے والا ہے جو اہل جنت میں سے ہے تھوڑی دیر میں ایک انصاریؓ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لئے ہوئے تازہ وضو کر کے آ رہے تھے جن کی داڑھی سے تازہ وضو کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یہی فرمایا اور وہی انصاری اسی طرح آئے۔ تیسرے دن بھی یہی ہوا اور وہی انصاری آئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ دیکھتے بھالتے رہے اور یہ بھی ان کے پیچھے ہو لئے (اس غرض سے کہ ان کے اہل جنت ہونے کا راز معلوم کریں) اور ان انصاری سے کہا کہ میں نے کسی جھگڑے میں قسم کھالی ہے کہ میں تین روز تک اپنے گھر نہ جاؤں گا۔ اگر آپ مہربانی فرما کر اجازت دے دیں تو میں یہ تین دن آپ کے ہاں گزار دوں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ نے یہ تین راتیں ان کے گھر ان کے ساتھ گزاریں تو دیکھا کہ رات کو وہ تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے۔ صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بستر پر ہی لیٹے لیٹے کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے اٹھیں۔ ہاں یہ ضروری بات تھی کہ اس پورے عرصہ میں میں نے ان کی زبان سے بجز کلمہ خیر کے کوئی کلمہ نہیں سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہلکا سا معلوم ہونے لگا تو اب میں نے اپنا راز ان پر کھول دیا کہ حضرت دراصل نہ میں نے ناراضگی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین روز تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ابھی ایک جنتی شخص آ رہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کون سی عبادتیں کرتے ہیں جو جیتے جی بہ زبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے جنتی ہونے کی خبر ہم تک پہنچ گئی چنانچہ میں نے یہ بہانا کیا اور تین رات تک آپ کی خدمت میں رہا کہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی شروع کر دوں۔ لیکن میں نے تو آپ کو نہ تو کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا۔ نہ عبادت ہی میں اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا دیکھا۔ اب جا رہا ہوں لیکن زبانی ایک سوال ہے کہ آپ ہی بتلایئے کہ آخر وہ کونسا عمل ہے جس کی وجہ سے آپ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی بتایا۔ انہوں نے کہا کہ بس تم میرے اعمال کو دیکھ چکے ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں۔ چنانچہ میں ان سے رخصت ہو کر چلا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ جو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے کینہ۔ حسد یا بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا۔ میں کبھی مسلمان کا بدخواہ نہیں بنا۔ حضرت عبداللہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ بس یہی وہ صفت ہے کہ جس نے آپ کو اس درجہ تک پہنچایا ہے اور یہی وہ اعلیٰ صفت ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں''۔ (ابن کثیرؒ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کینہ اور حسد سے دل کا پاک ہونا یہ کتنی بڑی نیکی اور سعادت ہے اور جنتی ہونے کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو بھی مسلمانوں کی طرف سے کینہ وحسد سے پاک رکھیں۔

الغرض ذکر غزوہ بنی نضیر کا ہو رہا تھا اور اسی سلسلہ میں فئی یعنی اموال بنی نضیر کے احکام اور مصرف بتلائے گئے۔ اب آگے منافقین نے جو طرز عمل اس غزوہ بنی نضیر میں ظاہر کیا اس کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ

کیا آپ نے ان منافقین کی حالت نہیں دیکھی کہ اپنے بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب ہیں کہتے ہیں کہ واللہ اگر تم

اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِیْعُ فِیْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ

نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جاویں گے اور تمہارے معاملہ میں ہم کبھی کسی کا کہنا نہ مانیں گے، اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے،

وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَىِٕنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَ لَىِٕنْ قُوْتِلُوْا

اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ واللہ اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے، اور اگر اُن سے لڑائی ہوئی تو یہ اُن کی

لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَ لَىِٕنْ نَّصَرُوْهُمْ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ

مدد نہ کریں گے، اور اگر ان کی مدد بھی کی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، پھر اُن کی کوئی مدد نہ ہوگی۔ بے شک تم لوگوں کا خوف

صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ

ان کے دلوں میں اللہ سے بھی زیادہ ہے، یہ اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھتے نہیں۔ یہ لوگ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر

قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا

حفاظت والی بستیوں میں یا دیوار کی آڑ میں، ان کی لڑائی آپس میں بڑی تیز ہے، اے مخاطب تو ان کو متفق خیال کرتا ہے

وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ ۚ

حالانکہ ان کے قلوب غیر متفق ہیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا	اِلَى طرف۔ کو	الَّذِیْنَ نَافَقُوْا وہ لوگ جنہوں نے نفاق کیا۔ منافق	یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	لِاِخْوَانِهِمْ اپنے بھائیوں کو	
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا۔ کافر	مِنْ سے	اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب	لَىِٕنْ البتہ اگر	اُخْرِجْتُمْ تم نکالے گئے	لَنَخْرُجَنَّ تو ہم ضرور نکل جائینگے
مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	وَلَا نُطِیْعُ اور نہ مانیں گے ہم	فِیْكُمْ تمہارے بارے میں	اَحَدًا کسی کا	اَبَدًا کبھی	وَاِنْ اور اگر	قُوْتِلْتُمْ تم سے لڑائی ہوئی
لَنَنْصُرَنَّكُمْ تو ہم ضرور تمہاری مدد کرینگے	وَاللّٰهُ اور اللہ	یَشْهَدُ گواہی دیتا ہے	اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَكٰذِبُوْنَ البتہ جھوٹے ہیں	لَىِٕنْ اگر
اُخْرِجُوْا وہ جلاوطن کیے گئے	لَا یَخْرُجُوْنَ وہ نہ نکلیں گے	مَعَهُمْ ان کے ساتھ	وَلَىِٕنْ اور اگر	قُوْتِلُوْا ان سے لڑائی ہوئی	
لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ وہ انکی مدد نہ کرینگے	وَلَىِٕنْ اور اگر	نَصَرُوْهُمْ وہ اُنکی مدد کرینگے	لَیُوَلُّنَّ تو وہ یقینا پھیرینگے	الْاَدْبَارَ پیٹھ (جمع)	ثُمَّ پھر
لَا یُنْصَرُوْنَ وہ مدد نہ کیے جائیں گے	لَاَنْتُمْ یقینا تم۔ تمہارا	اَشَدُّ بہت زیادہ	رَهْبَةً ڈر	فِیْ صُدُوْرِهِمْ انکے سینوں (دلوں) میں	
مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	قَوْمٌ ایسے لوگ	لَا یَفْقَهُوْنَ کہ وہ سمجھتے نہیں	لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ وہ تم سے نہ لڑیں گے
جَمِیْعًا اکٹھے سب مل کر	اِلَّا مگر	فِیْ قُرًى بستیوں میں	مُّحَصَّنَةٍ قلعہ بند	اَوْ یا	مِنْ وَّرَآءِ پیچھے سے	جُدُرٍ دیواریں	بَاْسُهُمْ ان کی لڑائی

بَيْنَهُمْ انکے آپس میں	شَدِيْدٌ بہت سخت	تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا تم گمان کرتے ہو انہیں۔ اکٹھے	وَقُلُوْبُهُمْ حالانکہ ان کے دل	
شَتّٰى الگ الگ	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	قَوْمٌ ایسے لوگ	لَايَعْقِلُوْنَ وہ عقل نہیں رکھتے

تفسیر وتشریح: گذشتہ واقعات کی روشنی میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ منافقین نے یہود بنی نضیر کو خفیہ پیغام بھیجا تھا کہ گھبرانا نہیں اور اپنے کو اکیلے مت سمجھنا اگر مسلمانوں نے تم کو نکالا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور جنگ کی نوبت آئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ ہمارا یہ بالکل اٹل اور قطعی فیصلہ ہے۔اس کے خلاف ہم تمہارے معاملہ میں کسی کی بات ماننے والے اور پروا کرنے والے نہیں۔ اس پر حق تعالیٰ خبر دیتے ہیں کہ منافقین یہ باتیں دل سے نہیں کر رہے۔ محض مسلمانوں کے خلاف اکسانے کو ایسی باتیں بنا رہے ہیں اور جو کچھ زبان سے وعدہ وعید کر رہے ہیں ہرگز اس پر عمل نہیں کریں گے۔ چنانچہ قرآن کی یہ پیشین گوئی اسی طرح ثابت ہوئی اور جب بنی نضیر محصور ہو گئے تو ایسی نازک صورت حال میں کوئی منافق ان کی مدد کو نہ پہنچا اور آخر کار جب بنی نضیر نکالے گئے تو یہ منافقین آرام سے اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے رہے۔ آگے پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے کہ اگر بفرض محال منافقین ان کی مدد کو نکلے بھی تو نتیجہ کیا ہوگا۔ بجز اس کے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر بنی نضیر کی مدد تو کیا کر سکتے خود ان کی مدد کو بھی کوئی نہ پہنچے گا۔ آگے اہل ایمان کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ یہ منافقین اگر اللہ کی عظمت کو سمجھتے اور ان کے دل میں خدا کا خوف ہوتا تو کفر ونفاق ہی کیوں اختیار کرتے۔ ہاں مسلمانوں کی شجاعت اور دلیری اور جانبازی سے خوف کھاتے ہیں۔ اسی لئے مسلمانوں کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے نہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔ آگے بتلایا گیا چونکہ ان منافقین کے دل مسلمانوں سے مرعوب اور خوفزدہ ہیں اس لئے یہ منافقین کھلے میدان میں جنگ ہرگز نہیں لڑ سکتے۔ ہاں گنجان بستیوں میں قلعہ نشین ہو کر یا دیواروں اور درختوں کی آڑ میں چھپ کر لڑ سکتے ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ آپس کی لڑائی میں بڑے تیز اور سخت ہیں جیسا کہ اسلام سے پہلے ''اوس'' اور ''خزرج'' کی جنگ میں تجربہ ہو چکا ہے مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی ساری بہادری اور شیخی کرکری ہو جاتی ہے تو تم اے اہل ایمان ان منافقین و یہود وغیرہ کے ظاہری اتفاق سے دھوکہ مت کھاؤ ان کے دل اندر سے پھٹے ہوئے ہیں۔ ہر ایک ان میں اپنی غرض وخواہش کا بندہ ہے اور خیالات میں ایک دوسرے سے جدا ہے پھر حقیقی یکجہتی انہیں کہاں میسر آ سکتی ہے۔ اگر عقل ہو تو سمجھیں کہ یہ نمائشی اتحاد کس کام کا۔ اتحاد تو اسے کہتے ہیں جو مومنین صادقین مہاجرین وانصار میں پایا جاتا ہے کہ تمام اغراض و خواہشات سے یکسو ہو کر سب نے اللہ کی رسی کو تھام رکھا ہے اور ان سب کا مرنا جینا اسی خدائے واحد کے لئے ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کفار میں حقیقی اتحاد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ عقائد و نظریے ان کے جدا جدا ہیں اور سچے اور پکے اہل اسلام ہی میں حقیقی اتحاد اور اتفاق ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے اتفاق اور اتحاد کی بنیاد اللہ اور رسول اور دین اسلام ہے۔ اب جو مسلمانوں میں آپ اگر اس کے خلاف دیکھیں تو قرآنی صداقت پر ذرہ برابر حرف نہیں آ سکتا بلکہ یہی سمجھا جائے گا کہ اتفاق اور اتحاد کی جڑ بنیاد یعنی حقیقی ایمان واسلام ہی مسلمانوں میں مفقود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور اللہ اور رسول کے لئے جینے اور مرنے کا جذبہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

ابھی اگلی آیات میں یہی مضمون منافقین کی مذمت کا جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اُن لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں جو اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں، اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ

شیطان کی سی مثال ہے کہ انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں

اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا

میں تو اللہ ربُّ العالمین سے ڈرتا ہوں۔ سو آخری انجام دونوں کا یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں گئے جہاں ہمیشہ رہیں گے

وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

كَمَثَلِ حال جیسا	الَّذِيْنَ جو لوگ	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے قبل	قَرِيْبًا قریبی زمانہ	ذَاقُوْا انہوں نے چکھ لیا	وَبَالَ وبال	اَمْرِهِمْ اپنے کام	
وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	كَمَثَلِ حال جیسا	الشَّيْطٰنِ شیطان	اِذْ جب	قَالَ اس نے کہا	لِلْاِنْسَانِ انسان سے
اكْفُرْ تو کفر اختیار کر	فَلَمَّا كَفَرَ تو جب اس نے کفر کیا	قَالَ اس نے کہا	اِنِّيْ بیشک میں	بَرِيْٓءٌ لاتعلق	مِّنْكَ تجھ سے	اِنِّيْٓ اَخَافُ تحقیق میں ڈرتا ہوں	
اللّٰهَ اللہ	رَبَّ رب	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں	فَكَانَ پس ہوا	عَاقِبَتَهُمَآ ان دونوں کا انجام	اَنَّهُمَا بیشک وہ دونوں	فِي النَّارِ آگ میں	
خَالِدَيْنِ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَا اس میں	وَذٰلِكَ اور یہ	جَزٰٓؤُا جزا۔سزا	الظّٰلِمِيْنَ ظالموں			

تفسیر و تشریح: ان آیات میں یہود بنی نضیر اور منافقین کی بدحالتوں کے متعلق دو مثالیں دی جاتی ہیں۔ ایک مثال خاص بنی نضیر کی اور دوسری منافقین کی۔ بنی نضیر کے متعلق پہلے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان کی مثال تو ان لوگوں کی مانند ہے جو ان سے کچھ ہی مدت پہلے اپنے کیے کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں اشارہ یہود قینقاع اور کفار قریش کی طرف ہے۔ یہود بنی قینقاع کا واقعہ بدر کے واقعہ کے بعد ۲ھ میں یہ ہوا کہ انہوں نے نقض عہد کر کے جنگ مسلمانوں سے کی مگر اہل اسلام سے شکست ہوئی۔ اور مدینہ سے نکالے گئے اور ان کے اموال مال غنیمت کی طرح تقسیم ہوئے تو جس طرح یہود بنی قینقاع اپنی غداری کا مزہ چکھ چکے اور ذلت کے ساتھ مدینہ سے جلاوطن ہو چکے اور اس سے پیشتر کفار قریش جنگ بدر میں سزا پا چکے ہیں تو وہی انجام بنی نضیر کا ہوا کہ دنیا میں مسلمانوں کے ہاتھوں سزا ملی اور آخرت کا عذاب جوں کا توں الگ رہا۔ دوسری مثال منافقین کے متعلق دی گئی یعنی منافقین کے جھوٹے وعدوں پر یہود بنی نضیر کا شرارت پر آمادہ ہونا اور پھر منافقین کا موقع پر ان کے کام نہ آنا۔ نہ محاصرہ کے وقت مدد پہنچانا۔ نہ جلاوطنی میں ساتھ دینا۔ تو ان منافقین کی مثال شیطان ابلیس کی سی ہے جیسے شیطان اول انسان کو کفر و معصیت پر ابھارتا ہے اور جب انسان دام اغوا میں پھنس جاتا ہے اور کفر کر چکتا ہے تو خود بھی شیطان اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تجھ سے الگ اور تیرے کام سے بھی بیزار۔ مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔ ایسا ہی معاملہ شیطان ہر کافر سے کرتا ہے اور ایسا

ہی معاملہ اس نے کفار قریش کے ساتھ جنگ بدر میں کیا تھا جس کا تذکرہ دسویں پارہ سورہ انفال میں آیا ہے کہ پہلے تو ابلیس لعین کفار قریش کو بڑھاوے چڑھاوے دے کر بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ میں لے آیا اور وعدہ کیا کہ آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور میں تمہاری پشت پر ہوں مگر جب کفار کا اہل اسلام سے مقابلہ ہوا اور دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تو شیطان الٹا پھر گیا اور کفار سے کہنے لگا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ میں تم سے بری الذمہ ہوں مجھے وہ کچھ نظر آ رہا ہے جو تمہیں نظر نہیں آ تا یعنی خدا کے فرشتوں کے ڈر سے میرا دل بیٹھا جاتا ہے اب ٹھہرنے کی ہمت نہیں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی جہنم کا کندہ بنا اور اس انسان کو بھی بنایا۔

اب جب کفر و نافرمانی کا انجام سنا دیا تو اب ایمان والوں سے خطاب ہوتا ہے اور ان کو نصیحت کی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں گمراہ اور بُرے لوگوں سے علیحدہ رکھیں اور شیطان کے دام فریب اور وساوس میں پھنسنے سے بچائیں۔

یا اللہ ہمیں اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل فرمانبرداری ظاہراً و باطناً نصیب فرما اور تا دم مرگ ایمان اور اسلام پر استقامت عطا فرما اور حُسن خاتمہ اور انجام کی خیر خوبی نصیب فرما۔

یا اللہ قرآن کریم نے تو صاف صاف کھول کر شیطان لعین کے مکر و فریب سے دنیا والوں کو آگاہ کر دیا ہے مگر افسوس ہے کہ ہم دنیاوی لذات کے پیچھے پڑ کر شیطان لعین کے مکر و فریب میں پھنستے جا رہے ہیں اور آپ کی اور آپ کے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نافرمانیوں میں مبتلا ہو رہے ہیں یا اللہ امت مسلمہ پر کرم و رحم کی نظر فرما دے اور ان کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما دے۔ ان کے قلوب کو نور ہدایت سے مزین فرما دے تا کہ یہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں۔ حق کو اختیار کریں۔ باطل سے گریز کریں۔ اور شیطان کے مکر و فریب سے بچ کر آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کریں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل کے واسطے اس نے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک

اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۸ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ

اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی سو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے انکو بے پروا بنا دیا

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۱۹ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

یہی لوگ نافرمان ہیں۔ اہل نار اور اہل جنت باہم برابر نہیں، جو اہل جنت ہیں

هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝۲۰ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ

وہ کامیاب لوگ ہیں۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تو اس کو دیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا،

اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱

اور ان مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سوچیں۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	اتَّقُوا اللّٰهَ تم اللہ سے ڈرو	وَلْتَنْظُرْ اور چاہیے کہ دیکھے	نَفْسٌ ہر شخص	مَّا قَدَّمَتْ کیا اس نے آگے بھیجا	
لِغَدٍ کل کیلئے	وَاتَّقُوا اور تم ڈرو	اللّٰهَ اللہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	خَبِيْرٌ باخبر	بِمَا تَعْمَلُوْنَ اس سے جو تم کرتے ہو	وَلَا تَكُوْنُوْا اور نہ ہو جاؤ تم
كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرح	نَسُوا اللّٰهَ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا	فَاَنْسٰىهُمْ تو اللہ نے بھلا دیا انہیں	اَنْفُسَهُمْ خود انہیں	اُولٰۗىِٕكَ یہی لوگ		
هُمُ وہ	الْفٰسِقُوْنَ نافرمان (جمع)	لَا يَسْتَوِيْٓ برابر نہیں	اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ والے	وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اور جنت والے	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ جنت والے	
هُمُ وہی ہیں	الْفَاۗىِٕزُوْنَ مراد کو پہنچنے والے	لَوْ اَنْزَلْنَا اگر ہم نازل کرتے	هٰذَا یہ	الْقُرْاٰنَ قرآن	عَلٰي جَبَلٍ پہاڑ پر	لَّرَاَيْتَهٗ تو تم دیکھتے اس کو
خَاشِعًا دبا ہوا	مُّتَصَدِّعًا ٹکڑے ٹکڑے ہوا	مِّنْ سے	خَشْيَةِ اللّٰهِ اللہ کا خوف	وَتِلْكَ اور یہ	الْاَمْثَالُ مثالیں	نَضْرِبُهَا ہم وہ بیان کرتے ہیں
	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	لَعَلَّهُمْ تا کہ وہ	يَتَفَكَّرُوْنَ غور و فکر کریں			

تفسیر و تشریح: ان آیات میں ایمان اور اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو خطاب کر کے نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ اے ایمان والو تم نے نافرمانوں کا انجام تو اوپر سن لیا تو اب تم اللہ سے ڈر کر طاعات اور نیکیوں کا ذخیرہ جمع کرو اور سوچو کہ کل کے لئے یعنی قیامت کے لئے کیا سامان تم نے آگے بھیجا ہے جو مرنے کے بعد وہاں پہنچ کر تمہارے کام آئے۔ اور جس طرح اللہ سے ڈر کر اعمال صالحہ میں کوشش کرنا اور ذخیرہ آخرت کو جمع کرنا لازم ہے اسی طرح اللہ سے ڈر کر تمام سیئات اور معاصی سے بچنے کا تم کو حکم ہے اور سمجھ لو کہ اللہ سے تمہارا کوئی کام پوشیدہ نہیں لہٰذا اس سے ڈر کر تقویٰ کا راستہ اختیار کرو اور معاصی سے پرہیز رکھو۔ آگے ان احکام کی مزید تاکید کے لئے بتلایا جاتا ہے کہ تم ایمان لا کر ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ کے احکام سے بے پروائی کی کہ اللہ کے حقوق کو بھلا دیا۔ اس کی یاد سے غفلت اور بے پروائی برتی۔ اس کے اوامر کے خلاف کیا اور

نواہی کا ارتکاب کیا جس کا اثر یہ ہوا کہ ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ خود اپنے نفع حقیقی کو نہ سمجھا اور نہ حاصل کیا اور آنے والی آفات سے بچاؤ کی فکر نہ کی اور نافرمانیوں میں غرق ہو کر دائمی خسارہ اور ابدی ہلاکت میں پڑ گئے۔ اور ایسے نافرمان اپنی نافرمانی کی سزا بھگتیں گے۔ تو اوپر دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا۔ ایک وہ جو اہل تقویٰ ہوں یعنی اللہ سے ڈر کر طاعات و اعمال صالحہ بجا لاتے ہوں اور گناہوں و معاصی سے بچتے ہوں اور دوسرے وہ جو اللہ تعالیٰ سے لاپرواہوں۔ تارک احکام ہوں اور نافرمان ہوں۔ ان میں ایک اہل جنت ہیں اور دوسرے اہل نار اور یہ دونوں قسمیں یعنی اہل جنت اور اہل نار برابر نہیں بلکہ جو اہل جنت ہیں وہ کامیاب اور بامراد لوگ ہیں اور اہل نار ناکام اور نامراد ہیں۔ تو تم کو اہل جنت میں سے ہونا چاہئے جس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ قرآن کریم کی بتلائی ہوئی راہ پر چلے اور اس کی ہدایات کے سامنے سر جھکا دے اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہو۔ لیکن مقام حسرت اور افسوس ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا اثر کچھ نہ ہو حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز اور عظیم الشان مخلوق پر اتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادہ موجود ہوتا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام کی عظمت کے سامنے دب جاتا اور مارے خوف کے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا۔ اخیر میں فرمایا گیا کہ ان مضامین عجیبہ کو اللہ تعالیٰ انسانوں کے نفع کے لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ سوچیں۔ غور و فکر کریں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔

اب غور کیجئے کس حکیمانہ انداز میں یہ نصائح فرمائی گئی ہیں کہ ترغیب و ترہیب کے دونوں پہلو سامنے رکھ دیئے گئے اور نفع و ضرر دونوں کو سمجھا دیا گیا۔ اب اس پر بھی کوئی اپنے انجام کی فکر نہ کرے اور خدا کا خوف و خشیت اپنے قلب میں نہ پیدا کرے اور تقویٰ کی راہ نہ اختیار کرے اور فسق و نافرمانی میں پڑا رہے۔ اور اہل جنت میں سے نہ بننا چاہے بلکہ اہل نار میں شامل ہونا پسند کرے تو وہ جانے اور سمجھ لے کہ اہل سعادت اور بدکار برابر کے نہ ہوں گے۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اہل اسلام کو قیامت اور آخرت کی بے فکری سے متنبہ کر دیا گیا کہ قیامت کو کچھ دور نہ سمجھو۔ وہ یوم جزا و سزا یقینی اور قریب ہی آنے والا ہے۔ اور قیامت ایک تو پورے عالم کی ہے جب زمین و آسمان اور تمام کائنات سب فنا ہو جائیں گے اور ایک قیامت ہر انسان کی اپنی ہے جو اس کی موت ہی کے وقت آ جاتی ہے کیونکہ قبر ہی سے عالم آخرت کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی موت کا وقت اور حال یقینی طور پر انسان مقرر نہیں کر سکتا۔ ہر آن انسان اس خطرے سے باہر نہیں کہ شاید اگلا دن کیا اگلا گھنٹہ بھی زندگی کی حالت میں نہ آئے۔ اور اب تو ہارٹ (دل) فیل ہونے کے واقعات نے اس کو ایک عام بات بنا دیا ہے تو زندگی میں دین سے غفلت اور لاپروائی جو آخرت سے غفلت و لاپروائی ہوئی مسلمان کے لئے تو کسی طرح زیبا نہیں۔ اور یہ قرآن جو اللہ رب العزت خالق کائنات کا کلام ہے اس سے کسی مسلمان کا اعراض و انحراف اور اس کی نصائح سے متاثر نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے فطری شعور کو کھو بیٹھا ہے اور نفس و شیطان کے جال میں پھنس گیا ہے کہ جو اس کا دل قرآن سے متاثر نہیں ہوتا۔ ارے یہ قرآن تو ایسی عظمت والا ہے کہ پہاڑ جیسی سخت اور ثقیل چیز پر بھی اگر یہ نازل کیا جاتا تو پہاڑ بھی اس کی عظمت و بزرگی کے بار سے دب جاتا بلکہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ تو افسوس اور صد افسوس ہے ایسے مسلمان پر کہ جن کا دل قرآن سے متاثر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آخرت کی فکر اور قرآن کی عظمت نصیب فرمائیں۔

الغرض یہاں تو قرآن کی عظمت کا ذکر ہوا آگے جس خداوند قدوس کا یہ کلام ہے اس کی عظمت و رفعت اور صفات کمال بیان فرمائے گئے ہیں جس کا بیان آئندہ خاتمہ کی آیات میں ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ

وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا، وہی بڑا مہربان رحم والا ہے وہ ایسا

اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ

معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے پاک ہے سالم ہے امن دینے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے زبردست ہے

الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى

خرابی کا درست کرنے والا ہے بڑی عظمت والا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔ وہ معبود ہے پیدا کرنے والا ہے ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے صورت بنانے والا ہے اسکے اچھے اچھے نام ہیں

یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾

سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ وہ اللہ	الَّذِیْ وہ جس	لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	عٰلِمُ الْغَیْبِ جاننے والا پوشیدہ کا	وَ الشَّهَادَةِ اور آشکارا		
هُوَ الرَّحْمٰنُ وہ بڑا مہربان	الرَّحِیْمُ رحم کرنیوالا	هُوَ اللّٰهُ وہ اللہ	الَّذِیْ وہ جس	لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	اَلْمَلِكُ بادشاہ	
الْقُدُّوْسُ نہایت پاک	السَّلٰمُ سلامتی والا	الْمُؤْمِنُ امن دینے والا	الْمُهَیْمِنُ نگہبان	الْعَزِیْزُ غالب	الْجَبَّارُ جبار	الْمُتَكَبِّرُ بڑائی والا	
سُبْحٰنَ پاک	اللّٰهِ اللہ	عَمَّا اس سے جو	یُشْرِكُوْنَ وہ شریک کرتے ہیں	هُوَ اللّٰهُ وہ اللہ	الْخَالِقُ خالق	الْبَارِئُ ایجاد کرنیوالا	الْمُصَوِّرُ صورتیں بنانیوالا
لَهُ اس کیلئے	الْاَسْمَآءُ نام (جمع)	الْحُسْنٰى اچھے	یُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتا ہے	لَهٗ اسکی	مَا جو	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین
وَهُوَ اور وہ	الْعَزِیْزُ غالب	الْحَكِیْمُ حکمت والا					

تفسیر وتشریح: یہ سورہ حشر کی آخری آیات ہیں گذشتہ آیات میں ایمان والوں کو خطاب کر کے نصیحت و ہدایت فرمائی گئی تھی کہ تقویٰ اختیار کریں۔ طاعات اور اعمال صالحہ بجا لائیں۔ اور سیئات و معاصی سے بچیں اور ان غافلوں کی طرح نہ ہوں جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اور اس سے لاپرواہ ہو گئے۔ پھر یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ یہ ہدایات اور مفید نصائح جس قرآن کے ذریعہ سے انسانوں کو سنائے جاتے ہیں وہ ایسا باعظمت کلام ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس قرآن کریم کو پہاڑ جیسی مضبوط اور عظیم چیز پر نازل کرتے اور پہاڑ میں فہم کا مادہ رکھ دیتے تو وہ بھی خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا مگر ایک غافل انسان ہے کہ یہ پتھر سے بھی گیا گذرا ہوا کہ جو یہ مواعظ قرآنیہ سے اثر نہیں لیتا اور اپنے معبود حقیقی کو نہیں پہچانتا اور اس کے احکام کی اطاعت نہیں بجالاتا۔ اب آگے خاتمہ سورۃ پر بتلایا جاتا ہے کہ وہ معبود حقیقی کیسا ہے؟ کیا اس کی صفات کمال ہیں؟ اور مقصد ان صفات کے بیان سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت قلب پر نقش ہو تا کہ انسان کو اس کے احکام کی بجا آوری آسان ہو۔ اگرچہ قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ کا بیان ہوا ہے لیکن تمام قرآن کریم میں دو مقامات ایسے ہیں جہاں صفات کمالیہ کا بیان ہوا ہے۔ ایک سورہ بقرہ میں آیت الکرسی اور دوسرے اس سورہ حشر کی یہ آخری آیات۔ مسند احمد و ترمذی کی

حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم پڑھ کر سورہ حشر کے آخر کی تین آیات پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ۷۰ ہزار فرشتے مقرر فرماتا ہے جو شام تک اس کے لئے دعا خیر کرتے ہیں اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا مرتبہ پاتا ہے اور جو شخص ان کی تلاوت شام کے وقت کرے وہ بھی اسی حکم میں ہے۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ مومن کو چاہئے کہ صبح و شام ان آیات کی تلاوت پر مواظبت رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ان آیات کے ورد کی صبح و شام توفیق عطا فرماویں۔ آمین۔

الغرض ان آیات میں بتایا گیا کہ وہ معبود حقیقی جس کی طرف سے یہ باعظمت قرآن تمہاری طرف بھیجا گیا اور تم کو یہ نصائح و احکام و ہدایات دی گئیں وہی ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا معبود بننے کے لائق نہیں اور اس کے سوا کسی کی یہ حیثیت اور مقام اور مرتبہ نہیں کہ اس کی بندگی و پرستش کی جائے۔ اب آگے اس معبود حقیقی کی متعدد صفات بیان فرمائی گئی ہیں:۔

پہلی صفت بیان فرمائی گئی **علم الغیب والشھادۃ**۔ وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا یعنی جو کچھ مخلوقات سے پوشیدہ ہے اس کو بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان پر ظاہر ہے اس کا بھی اس کو علم ہے۔ اس کے علم سے اس کائنات میں کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں۔ ماضی یعنی گذشتہ میں جو کچھ ہو چکا۔ یا حال میں موجود ہے یا مستقبل میں جو کچھ ہوگا۔ ہر چیز اور ہر بات اس کو براہ راست معلوم ہے۔

دوسری صفت بیان فرمائی **ھو الرحمٰن الرحیم**۔ وہی بڑا مہربان اور رحم والا ہے یعنی وہی ایک ہستی ہے جس کی رحمت بے پایاں ہے۔ اور تمام کائنات پر پھیلی ہوئی ہے۔ سارے جہانوں میں کوئی دوسرا اس ہمہ گیر اور غیر محدود رحمت کا حامل نہیں۔

تیسری صفت بیان فرمائی گئی **الملک** وہ بادشاہ ہے۔ یعنی اصل بادشاہی اسی کی ہے کہ سارے جہان اور پوری کائنات پر اس کی فرمانروائی محیط ہے۔ ہر چیز کا وہ مالک ہے۔ ہر شے اس کے تصرف اور حکم کے تابع ہے۔ جو کچھ وہ کرے کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں کہ ایسا کیوں کیا۔ اور جو فیصلہ کردے تو کوئی اس کے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے والا نہیں وہ جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرمادیتا ہے جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے ذلیل کردیتا ہے۔ اس کی حقیقی بادشاہی اور حاکمیت میں کوئی اس کا شریک۔ ساجھی اور ساتھی نہیں۔

چوتھی صفت بیان فرمائی گئی **القدوس** وہ سب عیبوں سے پاک ہے۔ یعنی تمام بری صفات سے اس کی ذات پاکیزہ۔ منزہ اور مبرا ہے۔ اس کی ذات میں کوئی نقص یا عیب نہیں اور وہ ایک ایسی پاکیزہ ترین ہستی ہے کہ تمام نقائص۔ کمزوریوں اور عیوب سے بالکل پاک ہے۔

پانچویں صفت فرمائی گئی **السلام** وہ سب عیبوں سے سالم ہے۔ اس کی ذات سراسر سلامتی ہے۔ اس کی ذات اس سے بالا تر ہے کہ کوئی خامی۔ کوئی کمزوری کوئی آفت اس کو لاحق ہو یا کبھی اس کے کمال پر زوال آئے۔

چھٹی صفت فرمائی گئی **المومن**۔ امن دینے والا ہے۔ امن کے معنیٰ ہیں خوف سے محفوظ ہونا یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس خوف سے بالکل محفوظ ہے کہ وہ کبھی اس پر ظلم کرے گا یا اس کا حق مارے گا یا اس کا اجر ضائع کرے گا۔ یا اس کے ساتھ اپنے کئے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی کرے گا۔ اور اس کا امن ساری کائنات اور اس کی ہر چیز کے لئے ہے۔

ساتویں صفت فرمائی گئی **المھیمن** نگہبانی کرنے والا ہے۔ حفاظت کرنے والا ہے یعنی تمام مخلوقات کی نگہبانی و حفاظت

فرماتا ہے۔

آٹھویں صفت فرمائی گئی العزیز زبردست ہے یعنی وہ ایسی زبردست ہستی ہے جس کے مقابلہ میں کوئی سر نہ اٹھا سکتا ہو۔ جس کے آگے سب بے بس اور بے زور ہوں۔

نویں صفت فرمائی گئی الجبار خرابی کا درست کر دینے والا ہے۔ جبر کے معنیٰ ہیں کسی شے کو طاقت سے درست کرنا۔ کسی چیز کی بزور اصلاح کرنا۔ اللہ تعالیٰ اپنی کائنات کا نظم بزور درست رکھنے والا ہے۔

دسویں صفت بیان فرمائی گئی المتکبر بڑی عظمت والا ہے۔ کائنات کی ہر چیز اس کے مقابلہ میں حقیر ہے۔ وہی حقیقت میں بڑا ہے اور بڑائی فی الواقع اسی کے لئے ہے۔

گیارھویں صفت فرمائی سبحٰن اللّٰہ عما یشرکون۔ وہ لوگوں کے شرک سے پاک ہے یعنی اس کی شان عظمت۔ ربوبیت۔ حکومت۔ قدرت۔ صفات میں جو بھی کسی مخلوق کو اس کا شریک وساجھی قرار دے رہے ہیں وہ بہت بڑا جھوٹ ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کسی معنیٰ میں بھی کوئی اس کا شریک ہو۔ اس کی ذات۔ صفات اور اعمال میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔

بارھویں صفت فرمائی گئی ھو اللّٰہ الخالق وہ پیدا کرنے والا ہے۔ یعنی پوری دنیا اور دنیا کی ہر ہر چیز خود بخود وجود میں نہیں آ گئی اور نہ اتفاقاً پیدا ہوگئی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کو عدم سے وجود میں لایا ہے۔

تیرھویں صفت فرمائی گئی البارئ۔ ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے۔ یعنی ہر چیز کو حکمت کے موافق بناتا ہے۔

چودھویں صفت فرمائی المصور صورت شکل بنانے والا ہے۔ نطفہ پر انسان کی تصویر کھینچ دی۔ ہر جنس۔ ہر نوع۔ ہر فرد کی صورت لاجواب بنائی۔

پندرھویں صفت فرمائی گئی له الا سمآء الحسنیٰ۔ اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔ یعنی وہ نام جو اعلیٰ درجہ کی خوبیوں اور کمالات پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی صفات کمالیہ کا اظہار کرتے ہیں۔

سولھویں صفت بیان فرمائی گئی یسبح له ما فی السمٰوٰت والارض۔ سب چیزیں اسی کی تسبیح وتقدیس کرتی ہیں حالاً یا قالاً جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ یعنی زبان قال یا زبان حال سے یہ بیان کررہی ہیں کہ ان کا خالق ہر عیب۔ نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔

سترھویں صفت فرمائی وھو العزیز الحکیم۔ وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اور سورۃ کو اسی جملہ پر ختم فرمایا گیا۔ جس سے مقصود یہ جتلانا ہے کہ جو معبود ایسی صفات کمالیہ کا مالک ہو اور جو ایسا باعظمت ہو اس کے احکام کی بجا آوری ضروری اور نہایت ضروری ہے اور اس کے احکام سے غفلت ولاپروائی اور ان سے انحراف اور ان کی نافرمانی کیسا شدید جرم ہے۔

الحمدللہ کہ اس درس پر سورہ حشر کا بیان پورا ہو گیا جس میں ۳ رکوع تھے۔ آئندہ بتوفیق الٰہی ہر رکوع کا خلاصہ عرض کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سورۃ الحشر

۱...... جو آدمی سورۃ الحشر پڑھے اسے دنیا وآخرت کا امن حاصل ہوگا۔

۲...... سورۃ فاتحہ' سورۃ حشر کی آخری چار آیات اور قل ھواللہ احد تین مرتبہ' معوذتین تین تین مرتبہ لکھے پھر یہ لکھے

اللھم رب الناس اله الناس اذھب الباس واشف حامل کتابی ھذا شفاء لا یغادر ہ سقم بحولک وقوتک و قدرتک انک علیٰ کل شیء قدیر وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و علیٰ اله و صحبه وسلم

یہ سب چیزیں لکھ کر مریض کو پہنائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی

قدرست سے تندرست ہوجائے گا۔

۳...... حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی صبح کے وقت یہ پڑھے

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم

پھر سورہ حشر کی پہلی تین آیات پڑھے

تو اللہ تعالیٰ ستر فرشتے مقرر فرماتے ہیں جو اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اگر وہ آدمی اسی دن مر جائے تو شہادت کی موت مرے گا۔

اور جو شام کے وقت پڑھے تو اس کے لئے بھی یہی انعام ہے اور اگر اسی رات کو فوت ہو جائے تو اس پر شہداء کی مہر لگائی جاتی ہے۔

۴...... حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کھجوروں کا ایک ڈھیر رکھا تھا' آپؓ نے محسوس کیا کہ کھجوریں کسی نے چرائی ہیں' جب رات ہوئی تو آپ تاک میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک آیا' آپؓ نے اس سے پوچھا کون ہو؟ اس نے کہا نصیبین میں رہنے والے جنوں میں سے ہوں' ہم اس بیت اللہ کی زیارت کے ارادہ سے آئے تھے ہم نے اپنے ساتھیوں کو آگے بھیجا تو وہ ہم سے بچھڑ گئے اور ہم تمہاری کھجوریں کھاتے رہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر تم سچے ہو تو مجھے اپنا ہاتھ دو' تو اس کا ہاتھ کتے کے ہاتھ کی طرح تھا۔ آپؓ نے اس سے فرمایا میری کھجوروں سے تم نے جو کھایا وہ تمہارے لئے حلال ہے اور بھی جو حاجت ہے وہ تجھے ملے گی کیا تم مجھے وہ چیز نہیں بتاتے جس کے سبب ہم سرکش جنوں سے بچ سکیں۔

تو اس نے سورۃ الحشر کے آخر کے کلمات لوانزلنا ہذا القرآن سے لے کر آخر سورۃ تک بتلائے۔

۵...... جو آدمی اچھی طرح وضو کر کے چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے پھر رکوع میں سورۃ الحشر پڑھے تو جس حاجت کی وہ نیت کرے گا اس کا پورا ہونا اس کے لئے آسان ہو جائے گا۔

۶...... جو آدمی ذہن کا کمزور اور سست ہو اور بھول جاتا ہو تو وہ شیشہ کے گلاس میں سورۃ الحشر لکھے اور بارش کے پانی سے دھو کر پی لے تو اس کا ذہن قوی اور چست ہو جائے گا' بھولنے کی بیماری ختم ہو جائے گی۔

۷...... اگر کسی عضو میں درد ہو تو سورۃ الحشر کے خاتمہ کی آیات پڑھ کر دم کر دے' اللہ تعالیٰ کے حکم سے درد جاتا رہے گا۔

(الدرر النظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی ذات پاک وصفات کی معرفت کاملہ ہم سب کو نصیب فرمائیں اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے شرک سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔ یا اللہ اپنی عبادت و بندگی کی توفیق کاملہ نصیب فرما۔ اور اپنے جملہ احکام کی فرمانبرداری کے ساتھ ہم کو زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمائے۔

یا اللہ اپنے احکام سے غفلت ولا پروائی ہم سے دور فرما کر اپنا مطیع اور فرمانبردار بندہ ہونے کی سعادت عطا فرمائے۔ اور صبح وشام ان آیات مبارکہ کے ورد کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ

اے ایمان والوتم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ اُن سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے

وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

وہ اس کے منکر ہیں رسول کو اور تم کو اس بنا پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے

رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ

شہر بدر کر چکے ہیں۔ اگر تم میرے رستہ میں جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضامندی ڈھونڈھنے کی غرض سے نکلے ہو

اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ

تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو، اور جو شخص تم میں سے ایسا کریگا

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۱

وہ راہ راست سے بہک گیا۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	لَا تَتَّخِذُوْا تم نہ بناؤ	عَدُوِّيْ میرا دشمن	وَعَدُوَّكُمْ اور اپنے دشمن	اَوْلِيَآءَ دوست	تُلْقُوْنَ تم پیغام بھیجتے ہو
اِلَيْهِمْ ان کی طرف	بِالْمَوَدَّةِ دوستی سے۔کا	وَقَدْ كَفَرُوْا اور وہ منکر ہو چکے ہیں	بِمَا جَآءَكُمْ اس کے جو تمہارے پاس آیا	مِّنَ الْحَقِّ حق سے		
يُخْرِجُوْنَ وہ نکالتے (جلاوطن) کرتے ہیں	الرَّسُوْلَ رسول	وَاِيَّاكُمْ اور تمہیں بھی	اَنْ کہ	تُؤْمِنُوْا تم ایمان لاتے ہو	بِاللّٰهِ اللہ پر	
رَبِّكُمْ تمہارا رب	اِنْ اگر	كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ تم نکلتے ہو	جِهَادًا جہاد کیلئے	فِيْ سَبِيْلِيْ میرے راستے میں	وَابْتِغَآءَ اور چاہنے کیلئے	
مَرْضَاتِيْ میری رضا	تُسِرُّوْنَ تم چھپا کر بھیجتے ہو	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	بِالْمَوَدَّةِ دوستی کا پیغام	وَاَنَا اَعْلَمُ اور میں خوب جانتا ہوں		
بِمَا وہ جو	اَخْفَيْتُمْ تم چھپاتے ہو	وَمَآ اور جو	اَعْلَنْتُمْ تم ظاہر کرتے ہو	وَمَنْ اور جو	يَّفْعَلْهُ یہ کرے گا	مِنْكُمْ تم میں سے
فَقَدْ تو تحقیق	ضَلَّ وہ بھٹک گیا	سَوَآءَ سیدھا	السَّبِيْلِ راستہ			

تفسیر وتشریح: اس سورۃ میں مسلمان کے کفار کے ساتھ تعلقات سے متعلق اصولی طور پر یہ ہدایت دی گئی کہ وہ کفار جو مسلمانوں سے برسرپیکار ہیں ان سے ہر طرح پر ترک تعلقات ضروری ہے۔ لیکن جو غیر مسلم جنگ نہیں کر رہے ہیں ان سے احسان کرنے اور انصاف کرنے کا حکم ہے۔ اب اس آیت کی تشریح کے سلسلہ میں پہلے اس سورۃ کے شان نزول کے متعلق ایک واقعہ حضرت حاطبؓ بن

ابی بلتعہ کا جاننا ضروری ہے۔ اکابرین مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس سورۃ کا نزول اس وقت ہوا تھا جب مشرکین مکہ کے نام حضرت حاطب کا ایک خط پکڑا گیا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ جب قریش مکہ نے صلح حدیبیہ کا معاملہ توڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا ارادہ فرمایا اور خاموشی کے ساتھ فوج جمع کر کے مکہ کو فتح کر لینے کا ارادہ ہوا اور خبروں کی بندش کر دی گئی تا کہ کفار مکہ کو اس بات کا علم نہ ہو ورنہ وہ آپ کی تیاریوں کا حال سن کر لڑائی کا سامان شروع کر دیتے۔ اور بڑے کشت وخون کی نوبت آتی اور مکہ کو پر امن طریقہ سے فتح کرنے کے تمام فوائد ضائع ہو جاتے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ جو کہ اہل بدر میں سے ہیں یعنی غزوہ بدر میں کفار مکہ سے جنگ میں شامل تھے اور جو یمن کے رہنے والے تھے وہ مکہ میں آ گئے تھے اور پھر ہجرت کر کے تنہا مدینہ منورہ آ گئے ان کے بھائی والدہ۔ اور اولاد اور ان کے اموال ابھی سب مکہ ہی میں تھے۔ حضرت حاطب نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر چڑھائی کرنے والے ہیں اور یہ خط ایک عورت کو دے دیا کہ مکہ والوں کو پہنچا دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بذریعہ وحی معلوم ہو گئی اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ عورت فلاں مقام تک پہنچ چکی ہے۔ آپ نے حضرت علیؓ اور چند صحابہؓ کو حکم دیا کہ فلاں جگہ مکہ کے راستہ میں وہ عورت ملے گی اس سے وہ خط لے آؤ۔ یہ حضرات تیزی سے روانہ ہوئے اور اس عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پالیا۔ اور اس عورت سے خط مانگا اس نے صاف انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ان حضرات نے تلاشی لی مگر کوئی خط نہ ملا۔ آخر کو ان حضرات نے اس عورت سے کہا کہ خط ہمارے حوالہ کر دے ورنہ ہم برہنہ کر کے تلاشی لیں گے جب اس نے دیکھا کہ بچنے کی کوئی صورت نہیں تو اپنی چوٹی میں سے وہ خط نکال کر دے دیا۔ ان حضرات نے خط کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔ خط کھول کر پڑھا گیا تو اس میں قریش کے لوگوں کو اطلاع دی گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر چڑھائی کی

تیاری کر رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ واقعی خط میرا ہی لکھا ہوا ہے لیکن یہ خط میں نے مخالفت اسلام کے سبب نہیں لکھا اور نہ میں نے کفر اختیار کیا ہے نہ اسلام سے پھرا ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے اہل وعیال مکہ میں ہیں اور وہاں ان کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں۔ میں نے کافروں پر ایک احسان کر کے یہ چاہا کہ وہ لوگ اس کے معاوضہ میں میرے اہل وعیال کو کچھ نہ کہیں اور ان سے اچھا سلوک کریں میں نے اس سے سمجھا کہ اس میں میرا کچھ فائدہ ہو جائے گا اور اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ فتح ونصرت کے جو وعدے اللہ نے آپ سے کئے ہیں وہ یقیناً پورے ہو کر رہیں گے۔ کسی کے روکے رک نہیں سکتے۔ آپ کو تو ضرور فتح ہو گی اور میرا نفع ہو جاوے گا کہ اہل مکہ اس کا احسان مان کر میرے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کریں گے اور ان کو ایذا اور ضرر نہ پہنچائیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا اور اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اہل بدر میں سے ہیں۔ انہوں نے سچ کہا ہے۔ ان کے معاملہ میں خیر کے سوا کچھ نہ کہو۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں اور ان کے لئے وعدہ جنت کا اعلان فرما دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ رو دیئے اور کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس پر یہ اور اگلی آیات نازل ہوئیں اور اس سورۃ کا بڑا حصہ اسی قصہ کے متعلق ہے چنانچہ اس آیت میں اہل ایمان سے خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار مکہ اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے بھی دشمن ہیں ان سے دوستانہ برتاؤ کرنا اور دوستانہ پیغام ان کی طرف بھیجنا ایمان والوں کو زیبا نہیں۔ تمہارے پاس جو دین حق آ چکا ہے وہ اس کے منکر ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور تم کو کیسی کیسی ایذائیں دے کر ترک وطن پر مجبور کیا۔ محض اس قصور پر کہ تم ایک اللہ کو جو تمہارا سب کا رب ہے کیوں مانتے ہو۔ اس سے بڑی دشمنی اور ظلم کیا ہو گا۔ تعجب ہے کہ تم ایسوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے

ہو۔ تمہارا گھر اور وطن سے نکلنا اگر اللہ کی خوشنودی اور اس کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے ہے اور خالص اس کی رضا کے واسطے تم نے سب کو دشمن بنایا ہے تو پھر انہی دشمنوں سے دوستی گانٹھنے کا کیا مطلب؟ کیا جنہیں ناراض کر کے اللہ کو راضی کیا تھا اب انہیں راضی کر کے اللہ کو ناراض کرنا چاہتے ہو؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

آگے بتلایا گیا کہ آدمی کوئی کام دنیا سے چھپا کر کرنا چاہے تو کیا اس کو اللہ سے بھی چھپا لے گا؟ دیکھو لاکھ چاہا اور کس قدر کوشش کی کہ خط کی اطلاع کسی کو نہ ہو مگر اللہ نے اپنے رسول کو مطلع کر دیا اور راز قبل از وقت فاش ہو گیا۔ مسلمان ہو کر کوئی ایسا کام کرے اور یہ سمجھے کہ میں اس کے پوشیدہ رکھنے میں کامیاب ہو جاؤں گا تو سخت غلطی اور بہت بڑی بھول ہے۔

حضرت حاطب پر بدری صحابی ہونے کے باوجود جو اتنی سخت گرفت ہوئی تو اس سے ظاہر ہے کہ شریعت اسلامی میں دشمن حربی سے خط و کتابت رکھنا یا تعلقات دوستانہ قائم رکھنا کیسا شدید جرم ہے۔

ان آیات میں گو نزول کا موقع حضرت حاطبؓ کا واقعہ ہے لیکن حکم عام ہے اور اہل ایمان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ تعلیم دی گئی کہ کفر و اسلام کا جہاں مقابلہ ہو اور جہاں لوگ اہل ایمان سے محض ان کے مسلمان ہونے کی بنا پر دشمنی کر رہے ہوں تو کسی مسلمان کا کسی غرض اور کسی مصلحت سے بھی کوئی ایسا کام کرنا جس سے اسلام کے مفاد کو نقصان پہنچتا ہو ہرگز کسی مومن کے لئے روا نہیں۔ ساتھ ہی اس واقعہ سے فضائل اصحاب بدریین کا بھی علم ہوتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کے قصہ میں حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا جیسا کہ بخاری و دیگر کتب احادیث میں روایت ہے کہ ''تحقیق اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف نظر فرمائی اور یہ کہہ دیا جو چاہے کرو۔ جنت تمہارے لئے واجب ہو چکی ہے''۔

معلوم ہوا کہ اصحاب بدر کی اس عظیم الشان نیکی کے بعد ان سے کوئی ایسی غلطی نہ ہوگی کہ جو ان کی اس نیکی شرکت غزوہ بدر کو محو کر سکے بلکہ یہ عظیم الشان نیکی ہی آئندہ کی غلطی کا کفارہ بن جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت حاطب کی اس غلطی کو فساد مزاج پر محمول کر کے ان پر نفاق کا حکم لگایا اور ان کے قتل کی اجازت چاہی مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اے عمر! حاطب کا قلب نفاق کے مرض سے بالکل پاک ہے۔ یہ نفاق نہیں بلکہ غفلت سے غلطی ہو گئی۔ روحانی مزاج اس کا صحیح ہے۔ بدر کی شرکت نے اس کو کندن بنا دیا ہے اتفاق سے بد پرہیزی ہو گئی۔ صحیح المزاج کو بھی کبھی کبھی نزلہ زکام کی شکایت پیش آ جاتی ہے جس کے لئے ایک معمولی سا جوشاندہ کافی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حاطب کو بلا کر فقط یہ دریافت فرمانا ما هذا يا حاطب؟ اے حاطب یہ کیا معاملہ ہے۔ ان کی عارضی شکایت کے لئے یہی کافی جوشاندہ تھا۔ سنتے ہی بد پرہیزی کا اثر ایسا دور ہوا کہ مرتے دم تک پھر کبھی کوئی شکایت ہی پیش نہ آئی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مقوقس شاہ مصر و اسکندریہ کے نام دعوت اسلام کا خط لکھوایا تو انہی حضرت حاطب کو سفیر بنا کر بھیجا۔

الغرض اسی حضرت حاطب کے واقعہ میں یہ اور اگلی آیات اس سورۃ کی نازل ہوئیں اور کفار و مشرکین سے موالات اور دوستانہ تعلقات رکھنے کی حرمت و ممانعت اور دیگر احکام بیان فرمائے گئے۔ آگے مزید اسی کا بیان ہے کہ یہ کفار تو دینی و دنیوی ہر اعتبار سے مسلمانوں کے دشمن اور بدخواہ ہیں تو اعدائے دین کے ساتھ دوستی کا تعلق کیسا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ

اگر ان کو تم پر دسترس ہو جاوے تو اظہار عداوت کرنے لگیں اور تم پر برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں اور وہ اس بات کے متمنی ہیں

وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ؕ﴿۲﴾ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ

کہ تم کافر ہو جاؤ۔ تمہارے رشتہ دار اور اولاد قیامت کے دن کام نہ آویں گے خدا تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا،

بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳﴾ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ

اور اللہ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔تمہارے لئے ابراہیم میں اوران لوگوں میں جو کہ ان کے شریک حال تھے

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

ایک عمدہ نمونہ ہے، جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں

اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا

ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کیلئے عداوت اور بغض ظاہر ہوگیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ

بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ

لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لئے مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں،

اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۴﴾ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو

فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۵﴾

کافروں کا تختۂ مشق نہ بنا اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کردیجئے، بے شک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

اِنْ اگر	يَّثْقَفُوْكُمْ وہ تمہیں پائیں	يَكُوْنُوْا وہ ہو جائیں	لَكُمْ تمہارے	اَعْدَآءً دشمن	وَّيَبْسُطُوْٓا اور وہ کھولیں	اِلَيْكُمْ تم پر	اَيْدِيَهُمْ اپنے ہاتھ
وَاَلْسِنَتَهُمْ اور اپنی زبانیں	بِالسُّوْٓءِ برائی کے ساتھ	وَوَدُّوْا اور وہ چاہتے ہیں	لَوْ تَكْفُرُوْنَ کاش تم کافر ہو جاؤ	لَنْ تَنْفَعَكُمْ تمہیں ہرگز نفع نہ دیں گے			
اَرْحَامُكُمْ تمہارے رشتے	وَ اور	لَآ نہ	اَوْلَادُكُمْ تمہاری اولاد	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	يَفْصِلُ وہ (اللہ) فیصلہ کردے گا		
بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو	بَصِيْرٌ دیکھتا ہے	قَدْ كَانَتْ بیشک ہے	لَكُمْ تمہارے لئے		
اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ چال (نمونہ) بہترین	فِيْ میں	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	وَالَّذِيْنَ اور جو	مَعَهٗ اسکے ساتھ	اِذْ قَالُوْا جب انہوں نے کہا	لِقَوْمِهِمْ اپنی قوم کو	
اِنَّا بُرَءٰٓؤُا بیشک ہم لاتعلق	مِنْكُمْ تم سے	وَ اور	مِمَّا ان سے جن کی	تَعْبُدُوْنَ تم بندگی کرتے ہو	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	كَفَرْنَا ہم منکر ہیں	
بِكُمْ تمہارے	وَبَدَا اور ظاہر ہوگئی	بَيْنَنَا ہمارے درمیان	وَ اور	بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	الْعَدَاوَةُ عداوت	وَ اور	الْبَغْضَآءُ بغض (دشمنی)

لِاَبِيۡهِ اپنے باپ سے	اِبۡرٰهِيۡمَ ابراہیم	اِلَّا قَوۡلَ مگر کہنا	وَحۡدَهٗ واحد	بِاللّٰهِ اللہ پر	تُؤۡمِنُوۡا تم ایمان لے آؤ	حَتّٰى یہاں تک کہ	اَبَدًا ہمیشہ کیلئے
مِنَ اللّٰهِ اللہ سے۔ آگے	لَكَ تمہارے لئے	اَمۡلِكُ میں اختیار رکھتا	وَمَا اور نہیں	لَكَ تمہارے لئے	لَاَسۡتَغۡفِرَنَّ البتہ میں ضرور مغفرت مانگوں گا		
وَاِلَيۡكَ اور تیری طرف	اَنَبۡنَا ہم نے رجوع کیا	وَاِلَيۡكَ اور تیری طرف	تَوَكَّلۡنَا ہم نے بھروسہ کیا	عَلَيۡكَ تجھ پر	رَبَّنَا اے ہمارے رب	مِنۡ شَيۡءٍ کچھ بھی	
كَفَرُوۡا کفر کیا۔ کافر	لِلَّذِيۡنَ ان کیلئے جنہوں نے	فِتۡنَةً آزمائش (تختۂ مشق)	لَا تَجۡعَلۡنَا ہمیں نہ بنا	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اَلۡمَصِيۡرُ بازگشت		
وَاغۡفِرۡ اور بخش دے	لَنَا ہمیں	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنَّكَ بیشک تو	اَنۡتَ توہی	الۡعَزِيۡزُ غالب	الۡحَكِيۡمُ حکمت والا	

تفسیر وتشریح: گذشتہ درس میں اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ ان آیات کا تعلق حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے واقعہ سے ہے جنہوں نے اہل مکہ کو خفیہ طور پر ایک خط لکھا تھا۔

اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تم ان کافروں سے بحالت موجودہ کسی بھلائی کی امید مت رکھو۔ خواہ تم کتنی ہی رواداری اور دوستی کا اظہار کرو گے وہ کبھی مسلمان کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ باوجود انتہائی رواداری کے اگر تم پر ان کا قابو چڑھ جائے تو کسی قسم کی برائی اور دشمنی سے گریز نہ کریں۔ زبان سے ہاتھ سے ہر طرح ایذا ئیں پہنچائیں اور یہ چاہیں کہ جیسے خود صداقت سے منکر ہیں کسی طرح تم کو بھی منکر بنا ڈالیں۔ کیا ایسے شریر اور بد باطن اس لائق ہیں کہ ان کو دوستانہ پیغام بھیجا جائے۔ پھر حضرت حاطبؓ نے وہ خط اپنے اہل وعیال کی خاطر لکھا تھا اس پر تنبیہ فرمائی گئی کہ اولاد اور رشتہ دار قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گے اللہ تعالیٰ سب کا رتی رتی عمل دیکھتا ہے اسی کے موافق فیصلہ فرمائے گا اس کے فیصلہ کو کوئی بیٹا۔ پوتا۔ بیوی بچہ۔ بھائی بہن۔ عزیز واقارب ہٹا نہیں سکیں گے پھر یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ ایک مسلمان اہل وعیال کی خاطر اللہ کو ناراض کر لے۔ یاد رکھو ہر چیز سے مقدم اللہ کی رضا مندی ہے وہ راضی ہو تو اس کے فضل سے سب کام ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن وہ ناخوش ہو تو کوئی کچھ کام نہ آئے گا۔ غرض کہ یہاں سے یہ سمجھایا گیا یہ کافر تو دینی اور دنیوی ہر اعتبار سے مسلمانوں کے دشمن اور بدخواہ ہیں اور کافروں اور بے دینوں سے تعلقات بڑھانے اور دوستی کرنے کا محرک اکثر دنیا کا نفع اور اپنے اہل وعیال کی فلاح کا خیال ہوتا ہے تو یہاں اس خیال کی جڑ کاٹ دی گئی کہ جن اہل و عیال اور عزیز واقارب کی خاطر آج تم اللہ کی ناراضگی مول لے رہے ہو۔ آخرت میں جو مستقل فیصلہ کا وقت ہوگا یہ تمہیں اللہ کی عقوبت سے ذرا بھی نہ بچا سکیں گے۔

اس کی نظیر میں آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ اس بارہ میں کفار سے ایسا برتاؤ رکھنا چاہئے جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے متبعین نے کیا کہ اپنے اپنے وقت میں سب ہی نے کفار ومشرکین سے علیحدگی اور بیزاری کا اعلان کیا اور اپنی بت پرست قوم سے یہ کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بیزار ہیں۔ تم اللہ سے منکر ہو اور اس کے احکام کی پروا نہیں کرتے۔ ہم تمہارے طریقہ سے منکر ہیں اور ذرا برابر تمہاری پروا نہیں کرتے اور ہمارے اور تمہارے درمیان یہ دشمنی اور بیر اسی وقت ختم ہو سکتا ہے جب تم شرک کو چھوڑ کر اسی ایک آقا و مالک کے غلام بن جاؤ جس کے ہم ہیں۔ غرض ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین نے کفار سے صاف قطع تعلق کر دیا۔ ہاں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے اتنا ضرور کہا تھا کہ میں اللہ سے تیرے لئے استغفار کروں گا اور تمہارے لئے استغفار سے زیادہ مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں کہ دعا کو قبول ہی کرا لوں یا ایمان نہ لانے کے باعث تم کو عذاب سے بچا لوں یہ کہہ کر وہ اپنی قوم اور وطن کو چھوڑ کر ہجرت کر گئے اور پھر ان کی طرف منہ نہیں کیا اور ہجرت کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم اس اظہار عداوت مع الکفار میں آپ پر توکل کرتے ہیں اور سب کو چھوڑ کر آپ کی ذات پر

بھروسہ کیا اور قوم سے ٹوٹ کر آپ کی طرف رجوع ہوئے اور خوب جانتے ہیں کہ سب کو پھر آپ ہی کی طرف آنا ہے۔ اے ہمارے پروردگار آپ ہمیں کفار کا ذریعہ امتحان و آزمائش نہ بنائیے کہ وہ ہمیں جس طرح چاہیں ستائیں اور اے رب ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما اور تقصیرات سے درگزر کر۔ آپ بڑے زبردست اور حکمت والے ہیں اور اس لئے آپ جو کرنا چاہیں نہ اس میں کوئی مزاحمت کر سکتا ہے اور نہ اس پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ الغرض یہ کام تھے اور یہ دعا تھی حضرت ابراہیم السلام اور ان کے متبعین کی پس تم کو یہی کام کرنے چاہئے تھے نہ کہ ان سے دوستی کرنا۔

یہاں ان آیات سے عام تعلیم جو ملتی ہے وہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی ہے۔ یعنی صرف اللہ کے واسطے کی محبت اور صرف اللہ کے واسطے کی دشمنی۔ بزرگان دین نے لکھا ہے کہ ایمان کے بعد حب فی اللہ اور بغض فی اللہ ہی کا مرتبہ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا بتلاؤ ایمان کی کونسی دست آویز زیادہ مضبوط ہے؟ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا۔ اللہ و رسول ہی کو زیادہ علم ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا موالات فی اللہ۔ والحب فی اللہ والبغض فی اللہ یعنی اللہ کے لئے باہم تعلق و تعاون۔ اور اللہ کے واسطے کسی سے محبت اور اللہ ہی کے واسطے کسی سے بغض و عداوت۔ مطلب یہ ہے کہ بندہ کا دنیا میں جس کے ساتھ جو برتاؤ ہو خواہ موالات ہو یا ترک موالات۔ محبت ہو یا عداوت۔ وہ اپنے نفس کے تقاضہ۔ یا کسی نفسانی جذبہ سے نہ ہو بلکہ صرف اللہ کے لئے اور اس کے حکم کے ماتحت ہو۔ (معارف الحدیث) ایک حدیث میں حضرت معاذ بن جبلؓ کے ایک سوال کے جواب میں کہ ایمان کا افضل اور اعلیٰ درجہ کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کا ذکر فرمایا اور بتلایا کہ کامل ایمان جب نصیب ہوگا جبکہ یہ تین باتیں پیدا ہو جائیں۔ ایک اللہ ہی کے لئے دوستی اور دشمنی۔ دوسرے زبان کا یاد الٰہی میں مشغول رکھنا۔ تیسرے بندگان خدا کی ایسی خیر خواہی کہ جو اپنے لئے چاہے وہی دوسرے لوگوں کے لئے بھی چاہے اور جو اپنے لئے پسند نہ کرے دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی صفت محمودہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

ابھی آگے اسی حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے معاملہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تقلید کی ترغیب مزید دی گئی ہے اور اس کے خلاف پر وعید سنائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی صفات ہم کو بھی عطا فرمائیں اور اپنے دوستوں سے دوستی اور اپنے دشمنوں کی دشمنی نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ دین کے معاملہ میں ہم کو دنیا کے تعلقات سے بے نیاز رکھیں۔

یا اللہ ہم کو اور پوری امت مسلمہ کو دعا ابراہیمی مانگنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۚ وَ مَنْ

بے شک اُن لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کیلئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو، اور جو شخص

يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۞ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ

روگردانی کرے گا سو اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور سزاوار حمد ہے۔اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے

عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۚ وَ اللّٰهُ قَدِيْرٌ ۚ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ

تمہاری عداوت ہے دوستی کردے، اور اللہ کو بڑی قدرت ہے، اور اللہ غفور رحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان

لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا

اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارہ میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا،

اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۞ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارہ میں لڑے ہوں

وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ

اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو اور تمہارے نکالنے میں مدد کی ہو اور جو شخص ایسوں سے دوستی کرے گا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۞

سو وہ لوگ گنہگار رہوں گے۔

لَقَدْ كَانَ تحقیق (یقینا) ہے	لَكُمْ تمہارے لئے	فِيْهِمْ ان میں	اُسْوَةٌ چال (نمونہ)	حَسَنَةٌ بہترین	لِمَنْ اس کیلئے جو		
كَانَ يَرْجُوا امید رکھتا ہے	اللّٰهَ اللہ	وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ اور آخرت کا دن	وَمَنْ اور جو۔جس	يَتَوَلَّ روگردانی کریگا	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ		
هُوَ الْغَنِيُّ وہ بے نیاز	الْحَمِيْدُ ستودہ صفات	عَسَى اللّٰهُ قریب ہے کہ اللہ	اَنْ کہ	يَجْعَلَ وہ کردے	بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان		
وَ بَيْنَ اور درمیان	الَّذِيْنَ ان لوگوں کے	عَادَيْتُمْ تم عداوت رکھتے ہو	مِنْهُمْ ان سے	مَوَدَّةً دوستی	وَاللّٰهُ اور اللہ	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	
وَاللّٰهُ اور اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَحِيْمٌ رحم کرنیوالا	لَا يَنْهٰىكُمُ تحقیق منع نہیں کرتا	اللّٰهُ اللہ	عَنِ سے	الَّذِيْنَ جو لوگ	لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ تم سے نہیں لڑتے
فِي الدِّيْنِ دین میں	وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ اور انہوں نے تمہیں نہیں نکالا	مِنْ سے	دِيَارِكُمْ تمہارے گھر (جمع)	اَنْ تَبَرُّوْهُمْ کہ تم دوستی کروان سے			
وَ تُقْسِطُوْٓا اور تم انصاف کرو	اِلَيْهِمْ ان سے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	يُحِبُّ محبوب رکھتا ہے	الْمُقْسِطِيْنَ انصاف کرنیوالے	اِنَّمَا اس کے سوانہیں		
يَنْهٰىكُمُ تمہیں منع کرتا ہے	اللّٰهُ اللہ	عَنِ سے	الَّذِيْنَ جو لوگ	قٰتَلُوْكُمْ تم سے لڑے	فِي الدِّيْنِ دین میں	وَ اَخْرَجُوْكُمْ اور انہوں نے تمہیں نکالا	
مِنْ سے	دِيَارِكُمْ تمہارے گھر	وَ اور	ظٰهَرُوْا انہوں نے مدد کی	عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ تمہارے نکالنے پر	اَنْ تَوَلَّوْهُمْ کہ تم دوستی کروان سے		
وَمَنْ اور	يَتَوَلَّهُمْ ان سے دوستی رکھے گا	فَاُولٰٓئِكَ تو وہی لوگ	هُمُ وہ	الظّٰلِمُوْنَ ظالم (جمع)			

تفسیر و تشریح: اوپر شروع سورۃ سے مضمون حضرت حاطبؓ کے کفار مکہ کو پیغام بھیجنے اور ان سے دوستی کے تعلق کو ظاہر کرنے کے متعلق بیان ہوتا چلا آ رہا ہے

اسی امر کی تاکید اور مزید ترغیب کے لئے ان آیات میں فرمایا جاتا ہے کہ تم مسلمانوں کو یا بالفاظ دیگر ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور آخرت کے قائم ہونے کے امیدوار ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے متبعین کی چال اختیار کرنی چاہئے۔ دنیا خواہ تم کو کتنا ہی متعصب اور تنگدل کہے تم اس راستہ سے منہ نہ موڑو جو دنیا کے موحد اعظم حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے طرز عمل سے قائم کر دیا۔ مستقبل کی ابدی کامیابی اسی راستہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے اگر اس کے خلاف چلو گے اور خدا کے دشمنوں سے دوستانہ گانٹھو گے تو خود نقصان اٹھاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی دوستی یا دشمنی کی کیا پروا ہے۔ وہ تو بذات خود تمام کمالات اور ہر قسم کی خوبیوں کا مالک ہے۔ اس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ اب چونکہ کچھ کفار کی عداوت سن کر مسلمانوں کو فکر ہو سکتی تھی۔ کچھ رشتہ ناطہ کے قطع سے طبعاً رنج ہو سکتا تھا۔ اس لئے بطور بشارت کے آگے پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے کہ اللہ کی قدرت و رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ جو آج بدترین دشمن ہیں کل انہیں مسلمان کر دے اور اس طرح تمہارے اور ان کے درمیان دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔ چنانچہ فتح مکہ میں ایسا ہی ہوا کہ ان آیات کے نازل ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد تقریباً سب مکہ والے فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے اور جو لوگ ایک دوسرے پر تلوار اٹھا رہے تھے اب ایک دوسرے کے رفیق غمگسار بن گئے۔ تو یہاں آیت میں یہ پیشین گوئی فرما کر کہ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری عداوت ہے دوستی کرا دے مسلمانوں کی تسلی کر دی کہ مکہ والوں کے مقابلہ میں یہ ترک موالات کا جہاد صرف چند روز کے لئے ہے پھر اس کی ضرورت نہیں رہے گی اس لئے تم کو چاہئے کہ بحالت موجودہ تم مضبوطی سے ترک موالات پر قائم رہو اور جس کسی سے اس باب میں بے اعتدالی ہو گئی ہو اللہ سے اپنی خطا معاف کرائے۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔ اب یہاں تک تو کفار سے دوستانہ تعلق کی نسبت حکم فرمایا گیا تھا کہ ان سے قطع تعلق واجب ہے آگے کفار سے محسنانہ تعلقات کے حکم کی تفصیل بیان فرمائی جاتی ہے۔ مکہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو خود تو مسلمان نہ ہوئے تھے لیکن مسلمان ہونے والوں سے ضد اور پرخاش بھی نہیں رکھتے تھے۔ نہ دین کے معاملہ میں مسلمانوں سے لڑے نہ ان کو ستانے اور وطن سے نکالنے میں ظالموں کے مددگار بنے۔ اس قسم کے کافروں کے ساتھ بھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنے کو اسلام نہیں روکتا۔ جب وہ تمہارے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آتے ہیں تو انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دنیا کو دکھلا دو کہ اسلامی اخلاق کا معیار کس قدر بلند ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ اگر کافروں کی ایک قوم مسلمانوں سے برسر پیکار ہے تو تمام کافروں کو بلاتمیز ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیں ایسا کرنا حکمت اور انصاف کے خلاف ہوگا۔ کفار کے ساتھ ان کے حالات کے فرق کے اعتبار سے معاملہ کرنے کی تفصیل سورہ مائدہ اور ال عمران میں گزر چکی ہے اس لئے پھر اخیر میں فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے تم کو منع فرماتے ہیں جو تم سے دین کے بارہ میں لڑے ہوں یا لڑنے کا عزم رکھتے ہوں اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو یعنی ہجرت پر مجبور کیا ہو یا تمہارے نکالنے میں ظالموں کی مدد کی ہو۔ ایسے لوگوں سے یعنی اہل حرب کفار سے جو دوستی کا برتاؤ کرے گا تو پھر وہ گناہ گار ہوگا۔

اب آگے ایسی عورتوں کا حکم بیان فرمایا گیا ہے جو ہجرت کر کے مدینہ آ جائیں جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آویں تو تم اُن کا امتحان کرلیا کرو، اُن کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ

پس اگر ان کو مسلمان سمجھو تو اُن کو کفار کی طرف واپس مت کرو نہ تو وہ عورتیں اُن کافروں کے لئے

وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ

حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کیلئے حلال ہیں۔ اور ان کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو وہ اُن کو ادا کردو اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہ ہوگا

اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا

جب کہ تم اُن کے مہر ان کو دیدو، اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو

مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ فَاتَكُمْ

وہ مانگ لیں، یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے، اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے۔ اور اگر تمہاری بیبیوں میں سے

شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ

کوئی بی بی کافروں میں رہ جانے سے تمہارے ہاتھ نہ آوے پھر تمہاری نوبت آوے تو جن کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئیں

اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اس کے برابر تم ان کو دیدو، اور اللہ سے کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ایمان والو	اِذَا جَآءَكُمُ جب تمہارے پاس آئیں	الْمُؤْمِنٰتُ مومن عورتیں	مُهٰجِرٰتٍ مہاجر عورتیں		
فَامْتَحِنُوْهُنَّ تو ان کا امتحان کرلیا کرو	اَللّٰهُ اَعْلَمُ اللہ خوب جانتا ہے	بِاِيْمَانِهِنَّ انکے ایمان کو	فَاِنْ پس اگر	عَلِمْتُمُوْهُنَّ تم انہیں جان لو		
مُؤْمِنٰتٍ مومن عورتیں	فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ تو تم انہیں واپس نہ کرو	اِلَى طرف	الْكُفَّارِ کافروں	لَا هُنَّ وہ عورتیں نہیں	حِلٌّ حلال	
لَهُمْ ان کیلئے	وَلَا هُمْ اور نہ وہ مرد	يَحِلُّوْنَ وہ حلال ہیں	لَهُنَّ ان عورتوں کیلئے	وَاٰتُوْهُمْ اور تم انکو دیدو	مَّآ اَنْفَقُوْا جو انہوں نے خرچ کیا	
وَلَا جُنَاحَ اور کوئی گناہ نہیں	عَلَيْكُمْ تم پر	اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کہ تم ان عورتوں سے نکاح کرلو	اِذَا جب	اٰتَيْتُمُوْهُنَّ تم انہیں دے دو		
اُجُوْرَهُنَّ ان کے مہر	وَلَا تُمْسِكُوْا اور تم نہ قبضہ رکھو	بِعِصَمِ ناموس	الْكَوَافِرِ کافر عورتیں	وَسْئَلُوْا اور تم مانگ لو	مَآ اَنْفَقْتُمْ جو تم نے خرچ کیا	
وَ اور	لْيَسْئَلُوْا چاہیے کہ وہ مانگ لیں	مَآ اَنْفَقُوْا جو انہوں نے خرچ کیا	ذٰلِكُمْ یہ	حُكْمُ اللّٰهِ اللہ کا حکم	يَحْكُمُ وہ فیصلہ کرتا ہے	
بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	حَكِيْمٌ حکمت والا	وَ اور	اِنْ اگر	فَاتَكُمْ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے
شَيْءٌ کوئی	مِّنْ سے	اَزْوَاجِكُمْ تمہاری بیویاں	اِلَى الْكُفَّارِ کفار کی طرف	فَعَاقَبْتُمْ تو ان (کفار) کو سزا دو	فَاٰتُوْا پس دو	الَّذِيْنَ انکو جن کی

ذَهَبَتْ جاتی رہیں	اَزْوَاجُهُمْ ان کی عورتیں	مِثْلَ اس قدر	مَآ اَنْفَقُوْا جوانہوں نے خرچ کیا	وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو	الَّذِیْٓ وہ جس	اَنْتُمْ تم
بِهٖ اس پر	مُؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہو					

تفسیر وتشریح: ان آیات میں احکام بیان فرمائے گئے ہیں کہ ان عورتوں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے جو دارالحرب سے دارالاسلام میں آئیں یا دارالحرب میں مقیم رہیں۔ ۲۶ ویں پارہ سورہ فتح میں صلح حدیبیہ کا مفصل تذکرہ بیان ہو چکا ہے۔ اس صلح کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش کے درمیان جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص قریش کا مدینہ جائے گا وہ واپس کیا جائے گا اگر چہ وہ مسلمان ہو کر جائے اور جو مدینہ سے مکہ آ جائے گا وہ واپس نہ کیا جائے گا۔ اول اول تو مسلمان مرد مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ جاتے تو اس معاہدہ کی شرائط کے موافق کفار کے مطالبہ پر انہیں واپس کیا جاتا رہا۔ پھر مسلمان عورتوں کے مکہ سے نکل کر مدینہ آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے ام کلثوم بنت عقبہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں تو کفار نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کا حوالہ دے کر ان کی واپسی کا بھی مطالبہ کیا اور ام کلثوم کے دو بھائی انہیں واپس لے جانے کے لئے مدینہ پہنچ گئے۔ اس وقت یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا صلح حدیبیہ کے معاہدہ کا اطلاق عورتوں پر بھی ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اسی صورت حال کے متعلق یہ آیات نازل فرما کر یہ صاف حکم دے دیا کہ اگر مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں اور یہ اطمینان کر لیا جائے کہ وہ ایمان اور اسلام ہی کی خاطر ہجرت کر کے آئی ہیں تو انہیں واپس نہ کیا جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ام کلثوم بنت عقبہ .... کی واپسی کا مطالبہ لے کر ان کے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس کرنے سے یہ کہہ کر انکار فرما دیا کہ شرط مردوں کے بارہ میں تھی نہ کہ عورتوں کے بارہ میں۔ اس وقت تک قریش کے لوگ اس غلط فہمی میں تھے کہ معاہدے کا اطلاق ہر طرح کے مہاجرین پر ہوتا ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کے معاہدہ کے الفاظ کی طرف توجہ دلائی تو ان کو بھی خاموش ہونا پڑا کیونکہ (حسب روایت بخاری شریف) معاہدہ میں لفظ رجل استعمال ہوا تھا اور عربی زبان میں رجل مرد ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ معاہدہ کی اس شرط کے لحاظ سے مسلمانوں کو حق تھا کہ جو عورت بھی مکہ چھوڑ کر مدینہ آتی خواہ وہ کسی غرض سے آئے تو اسے واپس کرنے سے انکار کر دیتے لیکن اسلام کو صرف مومن عورتوں کی حفاظت سے تعلق تھا۔ ہر طرح کی بھاگ کر پہنچ جانے والی عورت کے لئے مدینہ طیبہ کو پناہ گاہ بنانا مقصود نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حکم فرمایا کہ جو عورتیں ہجرت کر کے مدینہ آئیں اور اپنے مومن ہونے کا اظہار کریں تو دل کا حال تو اللہ ہی خوب جانتا ہے لیکن ظاہری طور سے ان عورتوں کو جانچ کر لیا کرو کہ آیا وہ واقعی مسلمان ہیں اور محض اسلام اور ایمان کی خاطر وطن چھوڑ کر آئی ہیں۔ کوئی دنیاوی یا نفسانی غرض تو ہجرت کا سبب نہیں بنا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ ان کا امتحان کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان سے بیعت لیتے تھے اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس بیعت لیا کرتے تھے۔

آگے حکم ہوا کہ زوجین میں اگر ایک مسلمان اور دوسرا مشرک ہو تو اس اختلاف دین کے بعد تعلق نکاح قائم نہیں رہتا پس اگر کسی کافر کی عورت مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آ جائے تو جو

مسلمان اس سے نکاح کرے اس کے ذمہ ہے کہ اس کافر نے جتنا مہر عورت پر خرچ کیا تھا وہ اسے واپس کر دے اور اب جو عورت کا مہر قرار پائے وہ جدا اپنے ذمہ رکھے تب نکاح میں لا سکتا ہے۔ دوسری طرف دارالاسلام میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو یعنی جو تمہاری بیویاں دارالکفر میں کفر کی حالت میں رہ گئیں ان کا نکاح تم سے زائل ہو گیا۔ آغاز اسلام میں بہت سے ایسے مرد تھے کہ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا مگر ان کی بیویاں مسلمان نہ ہوئیں اور بہت سی ایسی عورتیں تھیں جو مسلمان ہو گئیں مگر ان کے شوہروں نے اسلام قبول نہ کیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی حضرت زینبؓ کے شوہر ابوالعاص غیر مسلم تھے اور کئی سال تک غیر مسلم رہے تو ابتدائی دور میں ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ مسلمان عورت کے لئے اس کا کافر شوہر اور مسلمان مرد کے لئے اس کی کافر بیوی حلال نہیں۔ اس لئے ان کے درمیان ازدواجی رشتے برقرار رہے۔ ہجرت کے بعد بھی کئی سال تک یہ صورت حال رہی۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب یہ آیات نازل ہوئیں تو ان کی رو سے مسلمانوں اور کفار و مشرکین کے درمیان سابق ازدواجی رشتوں کو ختم کر دیا اور آئندہ کے لئے ایک قطعی اور واضح قانون کا حکم فرما دیا گیا۔ تو پہلا حکم یہاں ہجرت کر کے آنے والی مومن عورتوں کے بارہ میں یہ دیا گیا کہ وہ اپنے کافر شوہروں کے لئے حلال نہیں رہیں۔ جنہیں وہ دارالکفر میں چھوڑ آئی ہیں۔ دوسری طرف مہاجر مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اپنی ان کافر بیویوں کو جو دارالکفر میں رہ گئی ہیں ان کو چھوڑ دیں اور ان سے تعلق نکاح ختم کر دیں۔ پھر جو کافر اس عورت سے نکاح کرے اس مسلمان مہاجر کا خرچ کیا ہوا مہر واپس کرے۔ جب یہ احکام نازل ہوئے تو مسلمان ان احکام کے مطابق مہر کی رقم دینے کو بھی اور لینے کو بھی تیار ہو گئے لیکن کافروں نے دینا قبول نہ کیا اس کے متعلق حکم دیا گیا کہ جس مسلمان کی کافر عورت رہ گئی اور کافر اس مسلمان کا کیا ہوا خرچ واپس نہیں کرتے تو جس کافر کی عورت مسلمانوں کے ہاں آئے اس کو جو خرچ دینا تھا اس کافر کو نہ دیں بلکہ اسی مسلمان کو دیں جس کا حق مارا گیا ہے ہاں اس مسلمان کا حق دے کر جو بچ رہے وہ واپس کر دیں بعض علما نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان۔ کافر کو خرچ کیا ہوا واپس نہیں کر سکتا تو بیت المال میں سے دیا جائے۔ اللہ اکبر! کس قدر عدل انصاف کی تعلیم ہے لیکن اس پر کاربند وہی ہو گا جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہو اور اس پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھتا ہو۔

اب آگے خاتمہ کی آیات میں مومن عورتوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے اور شروع سورۃ میں جو مضمون بیان فرمایا گیا تھا خاتمہ پر پھر وہی یاد دلایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہماری عورتوں کو سب کو سچا اور پکا اسلام اور ایمان نصیب فرمائیں اور شریعت اسلامیہ کے قوانین کے موافق ہم کو اپنی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ آپ نے اپنی حکمت سے جو احکام ہم پر مقرر فرمائے ہیں ان کی دل و جان سے اطاعت کرنا ہم کو نصیب فرمائیے۔

اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ

اے پیغمبرؐ جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آویں کہ آپ سے بیعت کریں اس پر کہ اللہ کے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی

وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ

اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں

وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور پاؤں کے درمیان بنالیویں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے اور ان کیلئے اللہ سے مغفرت طلب کیا کیجئے، بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا

غفور رحیم ہے۔ اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے کہ وہ آخرت سے

مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝

ایسے نا اُمید ہوگئے ہیں جیسا کفار جو قبروں میں نا اُمید ہوں گے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی	اِذَا جب	جَآءَكَ آپکے پاس آئیں	الْمُؤْمِنٰتُ مومن عورتیں	يُبَايِعْنَكَ آپ سے بیعت کرنے کیلئے	عَلٰٓى اَنْ اس پر کہ	
لَّا يُشْرِكْنَ وہ شریک نہ کریں گی	بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ	شَيْـًٔا کسی شے کو	وَّلَا يَسْرِقْنَ اور نہ وہ چوری کریں گی	وَلَا يَزْنِيْنَ اور نہ زنا کریں گی		
وَلَا يَقْتُلْنَ اور نہ وہ قتل کریں گی	اَوْلَادَهُنَّ اپنی اولاد	وَلَا يَاْتِيْنَ اور نہ لائیں گی	بِبُهْتَانٍ بہتان سے	يَّفْتَرِيْنَهٗ جو انہوں نے باندھا ہو		
بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ اپنے ہاتھوں کے درمیان	وَاَرْجُلِهِنَّ اور اپنے پاؤں	وَلَا يَعْصِيْنَكَ اور نہ آپ کی نافرمانی کریں گی	فِيْ مَعْرُوْفٍ نیک کاموں میں			
فَبَايِعْهُنَّ تو آپ ان سے بیعت لے لیں	وَاسْتَغْفِرْ اور مغفرت مانگیں	لَهُنَّ ان کیلئے	اللّٰهَ اللہ	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ رحم کرنیوالا
يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	لَا تَتَوَلَّوْا تم دوستی نہ رکھو	قَوْمًا وہ لوگ	غَضِبَ اللّٰهُ اللہ نے غضب کیا	عَلَيْهِمْ ان پر	قَدْ يَئِسُوْا وہ نا امید ہو چکے
مِنَ سے	الْاٰخِرَةِ آخرت	كَمَا جیسے	يَئِسَ مایوس ہیں	الْكُفَّارُ کافر (جمع)	مِنْ سے	اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ قبروں والوں (مردے)

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں ایمان والوں کو خطاب کر کے یہ حکم بیان ہوا تھا کہ جب مسلمان عورتیں ہجرت کر کے مدینہ آئیں تو ان کا امتحان اور ان کے مومن ہونے کی جانچ پڑتال کرلیا کرو اور جب معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ کیا جائے۔ صحیح بخاری شریف میں روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے جو مسلمان عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آتی تھیں ان کا امتحان اسی آیت یاایھا النبی سے ہوتا تھا۔ جو عورت ان تمام باتوں کا اقرار کرلیتی تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیتے کہ میں نے بیعت کرلی ہے۔ آپ صرف گفتگو کے ذریعہ بیعت کرتے اور خدا کی قسم بیعت میں کبھی آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا۔ یہ ''آیت بیعت'' کہلاتی ہے۔

اب یہاں موقع کی مناسبت سے بیعت کی حقیقت اور اس کی فضیلت کے متعلق بھی کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ بیعت بیع سے مشتق ہے، جس کے معنی فروخت کرنے کے ہیں اصطلاح شریعت میں اپنی رضا و رغبت کے ساتھ اپنے جان اور مال کو خداوند ذوالجلال کے ہاتھ بمعاوضہ جنت فروخت کر دینے کا نام ''بیعت'' ہے۔ تو گویا اس معاملہ بیعت میں انسان بائع یعنی

فروخت کرنے والا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مشتری یعنی خرید کرنے والے ہیں جو چیز کہ فروخت کی جاتی ہے وہ انسان کی اپنی جان ہے اور جس قیمت اور معاوضہ پر یہ خرید فروخت کی جاتی ہے وہ جنت ہے۔ تمام عقلا کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ بیع ہوجانے کے بعد جو چیز فروخت کی جاتی ہے وہ بائع یعنی بیچنے والے کی ملک سے نکل کر مشتری یعنی خریدار کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے اور مشتری ہی تمام تصرفات کا مالک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مومن بیعت کر لینے کے بعد اپنے نفس کا مالک نہیں رہتا اس لئے مومن کو چاہئے کہ اب نفس میں اپنی رائے سے اور اپنی خواہش سے کوئی تصرف نہ کرے۔ مگر یہ معاملہ بیعت حق جل وعلا سے براہ راست نہیں ہوتا۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے وارثین کے توسط سے ہوتا ہے۔ حضرات صحابہ نے جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دست مبارک پر بیعت کی اصل بیعت اللہ تبارک وتعالیٰ سے تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں وکیل اور کفیل تھے۔

اسی لئے یہ عمل بیعت سلف سے لے کر خلف تک اہل اللہ اور بزرگان میں جاری وساری ہے۔ تو یہ آیت جو "آیت بیعت" کے نام سے مشہور ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس ہجرت کر کے آویں تو اگر وہ ان شرطوں کو قبول کر لیں تو آپ ان کو بیعت کر لیا کیجئے اب وہ شرائط بیان فرمائے جاتے ہیں۔

1- اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔ عرب میں طرح طرح کے شرک عام تھے اور عورتیں اس بلا میں زیادہ مبتلا تھیں اس لئے سب سے اول اس اہم شرط کو پیش کیا گیا۔

2- چوری نہ کریں گی۔ چوری اگر چہ مردوں کے لئے بھی سخت عیب اور بدنما دھبہ ہے لیکن عورت کے حق میں اور بھی زیادہ عیب ہے خصوصاً خانہ داری میں خاوند سے چوری۔ اس لئے شرک باللہ کے بعد اس کو منع کیا گیا۔

3- زنا نہ کریں گی۔ زنا مردوں کے لئے بھی برا کام ہے مگر معاذ اللہ عورت کے لئے تو اور بھی شرمناک دھبہ ہے جو اس کی اولاد اور خاندان سے بھی دور نہیں ہوتا۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ زنا جس طرح ممنوع ہے اسی طرح اس کے دواعی بھی ممنوع ہیں یعنی وہ باتیں جو زنا کا باعث اور سبب بنیں مثلاً غیر محرم کا گھر میں آنا جانا۔ اس سے بے ضرورت باتیں کرنا۔ غیروں کے ساتھ سیر و تفریح میں جانا یا فحش اور شہوت انگیز قصہ کہانی یا ناولوں کا پڑھنا یا ناچ رنگ کی محفلوں میں شریک ہونا۔ لوگوں کو اپنے کپڑے زیور کی جھلکیاں دکھلانا۔ شراب یا نشہ آور چیزوں کا استعمال کرنا یہ ساری باتیں زنا کاری کے دروازے ہیں۔

4- اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ عرب میں ایام جاہلیت میں دستور تھا کہ دامادی کی عار و ننگ سے بیٹیوں کو مار ڈالتے تھے۔

5- نہ کوئی بہتان کی اولاد لائیں گی۔ جاہلیت میں بعض عورتوں کا دستور تھا کہ کسی غیر کا بچہ اٹھا لائیں اور کہہ دیا کہ میرے خاوند کا ہے اور یا کسی سے بدکاری کی اور اس نطفہ حرام کو اپنے خاوند کا بتلا دیا۔

6- مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی۔ اس میں سب احکام شرعیہ آ گئے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر عورتیں ان چھ باتوں پر عہد کر لیں اور اس پر بیعت کریں تو آپ ان کی بیعت قبول کر لیں اور ان کے پہلے گناہوں پر اللہ سے مغفرت ان کے لئے طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

آج اگر ہم غور کریں تو نہ صرف اس ملک میں بلکہ تمام عالم اسلام میں تشبہ بالاغیار والیہود والنصاریٰ کی بیماری وبا کی طرح پھیلی ہوئی ہے اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم حقیقی اسلام سے دن بدن دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور قرآن وسنت کے اتباع کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

الحمد للہ اس درس پر سورہ ممتحنہ کا بیان ختم ہو گیا۔

سورۃ الممتحنة کے خواص

جس آدمی کی تلی کی کوئی بیماری ہو وہ سورۃ الممتحنہ لکھ کر اس کا پانی پیئے، تین دن مسلسل ایسا کرے اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحت یاب ہو جائے گا۔ (الدر النظیم)

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

سب چیزیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں، اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③

ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔

سَبَّحَ پاکیزگی بیان کرتا ہے	لِلّٰهِ اللہ کی	مَا جو	فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِى الْاَرْضِ زمین میں	وَهُوَ اور وہ	
الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	لِمَ کیوں	تَقُوْلُوْنَ تم کہتے ہو	مَا جو	لَا تَفْعَلُوْنَ تم کرتے نہیں
كَبُرَ بڑی	مَقْتًا ناپسندیدہ	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	اَنْ کہ	تَقُوْلُوْا تم کہو	مَا جو	لَا تَفْعَلُوْنَ تم کرتے نہیں	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
يُحِبُّ دوست رکھتا ہے	الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ جو لوگ لڑتے ہیں	فِىْ سَبِيْلِهٖ اس کے راستہ میں	صَفًّا صف بستہ ہوکر	كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ			
بُنْيَانٌ ایک عمارت	مَّرْصُوْصٌ سیسہ پلائی ہوئی						

تفسیر وتشریح: مثل گذشتہ سورۃ کے اس سورۃ کو بھی اللہ کے تسبیح کے ذکر سے شروع فرمایا گیا کہ تمام مخلوقات جو کچھ آسمانوں میں ہیں یا زمین میں ہیں سب قالاً یا حالاً اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاکی اور بڑائی اور تسبیح وتقدیس بیان کرتی ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اس کے بعد اہل ایمان کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ زبان سے ایک بات کہہ دینا تو آسان ہے لیکن اسکا نباہنا اور عملاً پورا کرنا آسان نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے سخت ناراض اور بیزار ہوتا ہے جو زبان سے کہے تو بہت کچھ مگر کرے کچھ نہیں۔ تو اہل ایمان نے کہا تھا کہ ہم کو اگر معلوم ہو جائے کہ کونسا کام اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو ہم وہی اختیار کریں اس پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں کہ دیکھو دعوے کی بات سے ڈرنا چاہئے اور سنبھل کر کوئی دعویٰ کرنا چاہئے۔ لو ہم بتلائے دیتے ہیں کہ اللہ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں کے مقابلہ پر ایک آہنی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدان جنگ میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہیں جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہے جس میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں پڑ سکتا۔ تو مقصود یہ بتلانا ہے کہ محض زبان سے دعوے مت کرو بلکہ خدا کی راہ میں قربانی پیش کرو۔

ان آیات سے کئی اہم امور معلوم ہوئے ایک یہ کہ ایک سچے اور پکے مومن و مسلم کے قول وعمل میں مطابقت ہونی چاہئے۔ جو زبان سے کہے اسے کر کے دکھائے اور اگر کرنے کی نیت وہمت

نہ ہوتو زبان سے بھی نہ نکالے۔ کہنا کچھ اور کرنا کچھ اس طرح لاف زنی اور زبان سے تعلّی وتفاخر کی باتیں یہ انسان کی ایسی بری صفات میں سے ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر چہ کسی کے دل میں عزم وارادہ بھی کسی کام کے کرنے کا ہو پھر بھی اپنے نفس پر بھروسہ کر کے دعویٰ کرنا کہ ہم فلاں کام کریں گے۔ یہ شان عبدیت کے خلاف ہے۔ اول تو اس کے کہنے ہی کی کیا ضرورت ہے۔ جب موقع ملے کر گذرنا چاہئے اور اگر کسی مصلحت سے کہنا بھی پڑے تو اس کو انشاء اللہ کے ساتھ مقید کر دے تو پھر وہ دعویٰ نہیں رہے گا۔ (معارف القرآن ۸)

تیسری بات ان آیات کے تحت علماء نے یہ لکھی ہے کہ ان آیات کا تعلق دعوے سے ہے کہ جو کام آدمی کو کرنا نہیں اس کا دعویٰ کرنا اللہ کی ناراضی کا سبب ہے۔ رہا معاملہ دعوت وتبلیغ اور وعظ و نصیحت کا کہ جو کام آدمی خود نہیں کرتا تو اس کی نصیحت دوسروں کو کرے وہ ان آیات کے مفہوم میں شامل نہیں۔ اس بات کے احکام دوسری آیات واحادیث میں مذکور ہیں مثلاً قرآن کریم میں فرمایا اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم یعنی تم لوگوں کو تو نیک کام کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو کہ خود اس نیکی پر عمل نہیں کرتے۔ اس آیت نے وعظ ونصیحت کرنے والوں کو اس بات پر شرمندہ کیا ہے کہ لوگوں کو ایک نیک کام کی دعوت دو اور خود اس پر عمل نہ کرو۔ تنبیہ یہ کرنا ہے کہ جب دوسروں کو نصیحت کرتے ہو تو خود اپنے آپ کو نصیحت کرنا اس سے مقدم ہے اور جس کام کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہو خود بھی اس پر عمل کرو۔ لیکن یہ نہیں فرمایا کہ جب خود نہیں کرتے تو دوسروں کو کہنا بھی چھوڑ دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس نیک کام کرنے کی خود ہمت وتوفیق نہیں ہے اس کی طرف دوسروں کو بلانے اور نصیحت کرنے کا سلسلہ نہ چھوڑے۔ (معارف القرآن جلد ہشتم)

چوتھی بات جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت اور اہمیت میں یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاہدین اسلام کی وہ صف قتال بڑی محبوب ہے جو اللہ کے دشمنوں کے مقابلہ میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے قائم ہو اور مجاہدین کے عزم وہمت کی وجہ سے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہو کہ ان کے قدموں میں کوئی تزلزل نہ آنے پائے۔ اسی وجہ سے ہر مسلمان کے دل میں ہمیشہ جہاد کا عزم اور تمنا ہونی چاہئے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے جی میں اس کی تجویزیں سوچیں اور تمنا کی تو وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں بھی دشمنان دین سے جہاد فی سبیل اللہ کا سچا جذبہ عطا فرمائیں۔

اب آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جو زبان سے تو بہت بڑھ چڑھ کر دعوے کرتے تھے لیکن عمل کے میدان میں صفر تھے۔ جہاں کوئی موقع کام کا آیا تو پھسل گئے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنی تسبیح وتقدیس کی ہم کو بھی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری زبانوں کو ہمہ وقت اپنے ذکر سے تر رکھیں۔
یا اللہ ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم جو زبان سے کہیں وہ عملاً پورا کرنے والے بھی ہوں۔ یا اللہ اپنے دین کیلئے ہمیں بھی جان ومال کی قربانی اور جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ عطا فرما۔ یا اللہ اس وقت جو یہود ونصاریٰ اور کفار مشرکین اہل اسلام پر غالب نظر آرہے ہیں حتیٰ کہ اسلام کا قبلہ اول بیت المقدس پر بھی یہود نے قبضہ کر رکھا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اہل اسلام کے دلوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ سرد ہو گیا ہے۔
یا اللہ ہمیں اس بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کر لینے اور صدق دل سے اللہ کا کلمہ بلند کرنے کیلئے جذبۂ جہاد عطا فرمادے اور اہل اسلام کو اعدائے دین کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانے کی توفیق مرحمت فرمادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ

اور جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں،

فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۞ وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى

پھر جب وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور جبکہ عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا

ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ

کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے جو پہلے توراۃ ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں

التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت دینے والا ہوں۔ پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے

قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ يُدْعٰۤى

تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔ اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام

اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۞

کی طرف بلایا جاتا ہو، اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

وَاِذْ اور جب	قَالَ کہا	مُوْسٰى موسیٰ	لِقَوْمِهٖ اپنی قوم سے	يٰقَوْمِ اے میری قوم	لِمَ کیوں	تُؤْذُوْنَنِيْ تم مجھے ایذا پہنچاتے ہو	
وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اور یقیناً تم جان چکے ہو	اَنِّيْ کہ میں	رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ کا رسول	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	فَلَمَّا پس جب	زَاغُوْۤا انہوں نے کج روی کی		
اَزَاغَ اللّٰهُ اللہ نے کج کر دیئے	قُلُوْبَهُمْ ان کے دل	وَاللّٰهُ اور اللہ	لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ لوگ	الْفٰسِقِيْنَ نافرمان (جمع)	وَاِذْ اور جب	
قَالَ کہا	عِيْسَى عیسیٰ	ابْنُ مَرْيَمَ مریم کا بیٹا	يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اے بنی اسرائیل	اِنِّيْ بیشک میں	رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ کا رسول	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	
مُصَدِّقًا تصدیق کرنیوالا	لِمَا اس کی جو	بَيْنَ يَدَيَّ مجھ سے پہلے	مِنَ سے	التَّوْرٰىةِ توریت	وَمُبَشِّرًا اور خوشخبری دینے والا		
بِرَسُوْلٍ ایک رسول کی	يَّاْتِيْ وہ آئے گا	مِنْۢ بَعْدِي میرے بعد	اسْمُهٗ اس کا نام	اَحْمَدُ احمد	فَلَمَّا پھر جب	جَآءَهُمْ وہ آئے ان کے پاس	
بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ	قَالُوْا انہوں نے کہا	هٰذَا یہ	سِحْرٌ مُّبِيْنٌ کھلا جادو	وَمَنْ اور کون	اَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنِ اس سے جو	
افْتَرٰى وہ بہتان باندھے	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	الْكَذِبَ جھوٹ	وَهُوَ بلکہ وہ	يُدْعٰۤى بلایا جاتا ہے	اِلَى الْاِسْلَامِ اسلام کی طرف		
وَاللّٰهُ اور اللہ	لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ظالم لوگوں					

تفسیر و تشریح: ان آیات میں اسی بات کی تائید میں کہ یہ خصلت اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے کہ زبانی دعوے تو بہت لمبے چوڑے کرے اور باتیں بڑھ چڑھ کر بنائے لیکن عمل اس کے مطابق نہ ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر مذمت کے ساتھ فرمایا جاتا ہے کہ زبانی دعوے تو بہت بڑھ چڑھ کر بناتے تھے لیکن جب موقع عمل اور کام کا آیا تو فوراً پھسل گئے اور

نہایت تکلیف دہ باتیں کرنے لگے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل سے فرمایا کہ روشن دلائل اور کھلے کھلے معجزات دیکھ کر تم دل میں یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ کا سچا پیغمبر ہوں پھر سخت نازیبا اور نہایت تکلیف دہ باتیں کرکے مجھے کیوں ستاتے ہو۔ یہ معاملہ تو کسی معمولی ناصح اور خیر خواہ کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہئے۔ چہ جائیکہ ایک اللہ کے رسول کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو۔ کیا میرے دل کو تمہاری ان حرکات اور نازیبا کلمات سے دکھ نہیں پہنچتا؟

اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو آپ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں اللہ کا پیغمبر ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کی کتاب یعنی اصل توریت کے من اللہ ہونے کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کے احکام واخبار پر یقین رکھتا ہوں اور جو کچھ میری تعلیم ہے فی الحقیقت انہی اصول کے ماتحت ہے جو توراۃ میں بتلائے گئے تھے۔ میں پچھلے انبیاء کی تصدیق کرتا ہوں اور اگلے نبی کی بشارت سناتا ہوں یوں تو دوسرے انبیاء سابقین بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مژدہ برابر سناتے آئے ہیں لیکن جس صراحت ووضاحت اور اہتمام کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام نے آپ کی آمد کی خوشخبری دی وہ کسی اور سے منقول نہیں۔ شاید قرب عہد کی بنا پر یہ خصوصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حصہ میں آئی ہو کیونکہ آپ کے بعد نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی دوسرا نبی آنے والا نہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ یہود ونصاریٰ کی مجرمانہ غفلت اور متعمدانہ دستبرد نے آج دنیا کے ہاتھوں میں اصل توریت وانجیل وغیرہ کا کوئی صحیح نسخہ باقی نہیں چھوڑا جس سے ہم کو ٹھیک پتہ لگ سکتا کہ انبیاء سابقین خصوصاً حضرت مسیح علیہ السلام نے "خاتم الانبیاء" صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کن الفاظ میں اور کس عنوان سے بشارت دی تھی مگر یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے محرفین کو اس قدر قدرت نہیں دی کہ وہ اللہ کے آخری پیغمبر کے متعلق تمام پیشینگوئیوں کو بالکلیہ محو کردیں کہ ان کا نشان باقی نہ رہے۔ موجودہ بائبل میں بھی بیسوں مواقع میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے اور عقل وانصاف والوں کے لئے اس میں تاویل وانکار کی قطعاً گنجائش نہیں۔ چنانچہ بعض علمائے اہل کتاب کو بھی اس کا اعتراف یا نیم اقرار کرنا پڑا۔ علمائے اسلام نے بحمد اللہ تعالیٰ ایسی بشارات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

اب یہاں ان آیات سے ایک بات یہ نہایت اہم معلوم ہوئی کہ کسی قوم کا اپنے نبی کو ستانا اور ایذا دینا خواہ وہ قولاً ہو یا فعلاً اور اس سے باز نہ آنا اس کا وبال ایسا سخت ہوتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ اس قوم سے ہدایت وسعادت کے آثار اٹھالیتا ہے۔ دیکھئے موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کے متعلق جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچائی فرمایا گیا **فلما زاغوآ ازاغ الله قلوبهم** (پھر جب وہ لوگ یعنی بنی اسرائیل ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور ٹیڑھا کردیا) یعنی ان کے دلوں میں مادہ مخالفت اور اس مخالفت کی وجہ سے جو ایذا نبی کو پہنچی اس کا وبال اور دنیا ہی میں اس کی سزا نافرمان قوم کو یہ دی گئی کہ ان کے قلوب ٹیڑھے ہوگئے اور ہدایت سے بعد اور دوری ہوتی گئی جس کی پوری سزا آخرت میں بھگتنا ہوگی۔ اور پھر یہ معاملہ صرف بنی اسرائیل ہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نہیں تھا بلکہ آگے عام قانون اور عام معمول بیان فرمادیا **والله لا يهدى القوم الفاسقين** اور اللہ تعالیٰ کا معمول ہے کہ وہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔

اب یہاں توجہ جس بات کی طرف دلائی مقصود ہے وہ یہ کہ ذرا ہم بھی اس امر کی طرف غور کرلیں کہ کہیں ہم تو (العیاذ باللہ تعالیٰ) اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ایذا دہی کا باعث نہیں بن رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے عام قانون **والله لا يهدى القوم الفاسقين** کے مصداق تو نہیں ٹھہر رہے؟ اس بات کو سمجھنے کے لئے پہلے تو یہ سن لیجئے کہ تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ

ہے اور تمام اہل سنت والجماعت عرب اور عجم کے حضرات متکلمین اور محدثین اور مفسرین اور اولیاء و عارفین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مطہرہ تغیرات ارضی سے بالکل محفوظ ہیں اور حضرات انبیاء کرام کی یہ برزخی حیاۃ اگر چہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیاۃ حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی حیاۃ تو عامہ مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیاۃ انبیاء کے بارہ میں احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہیں اور فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ اپنی قبر مطہر میں اور تمام انبیاء کرام کی حیاۃ اپنی اپنی قبر میں علم قطعی اور یقینی سے معلوم ہے۔ اس لئے کہ حیاۃ انبیاء دلائل سے ثابت ہے اور احادیث متواترہ اس پر شاہد ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ جلد۴) پھر احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ اعمال امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اور آپ امت کے احوال سے خوش یا رنجیدہ بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ احادیث سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہفتہ اولاد کے اعمال اُن کے والدین کے سامنے عالم برزخ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اچھے اعمال سے ان کو خوشی اور برے اعمال سے رنج ہوتا ہے۔ (ماثر حکیم الامت صفحہ ۳۸۳) علمائے محققین ومحدثین نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور جو شخص مسجد نبوی میں آواز بلند کرتا تو اس کو یہ فرماتے۔ ''تحقیق تو نے آواز بلند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں ایذا پہنچائی''۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ حال تھا کہ اگر مسجد نبوی کے متصل مکانات میں دیوار میں کسی کیل اور میخ ٹھونکنے کی آواز حجرہ نبوی تک پہنچتی تو حضرت عائشہ صدیقہؓ فوراً اس کے پاس یہ کہلا کر بھیجتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیل اور میخ ٹھونکنے کی آواز سے اذیت اور تکلیف مت پہنچاؤ اور بھی بے شمار روایات ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ احوال امت سے آپؐ متاثر ہوتے ہیں مثل حیاۃ مبارکہ کے جس سے ثابت ہوا کہ ہمارے افعال و اعمال و احوال اب بھی یا تو آپ کی خوشی۔ راحت اور سرور کا ذریعہ ہوتے ہیں یا العیاذ باللہ آپ کے رنج وغم اور اذیت کا سبب بنتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ کفار مشرکین اور دشمنان دین نے جو آپ کو اذیتیں اور تکلیفیں حیاۃ مبارک میں پہنچائیں ان کا تو کیا ذکر۔ اب یہ بات کیا رونے کی نہیں ہے کہ آپ کا کوئی امتی کہلا کر اور آپ کا کلمہ پڑھ کر پھر آپ کو قبر مبارک میں بھی چین وسکون سے نہ آرام فرمانے دے بلکہ آپ کو اپنی بداعمالی اور بداحوالی سے صدمہ اور رنج پہنچا کر آپ کی اذیت کا سبب بنے۔ تو ایسے امتی جو اپنے نبی کو اذیت اور تکلیف پہنچانے والے ہوں تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کے عام قانون اور ارشاد واللہ لا یھدی القوم الفاسقین کے مصداق نہ ٹھہریں گے؟ جس قوم سے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بیزار ہوں اس کا پھر ٹھکانہ کہاں؟ بہت ہی ڈرنے اور اللہ سے پناہ مانگنے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور اپنی موجودہ بداحوالی اور بداعمالی پر خون کے آنسو رونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اس امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کو فسق وفجور کی ظلمت سے نکل کر نور ہدایت کی روشنی میں آجانے کی سعادت و توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

الغرض یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ کیسے بے انصاف نافرمان اور ظالم تھے کہ جنہوں نے اپنے نبی کا کہنا نہ مان کر ان کو ایذا پہنچائی اور گمراہی کا شکار ہوئے۔ انہی ظالم۔ نافرمان اور بے انصاف لوگوں کے متعلق اگلی آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان کی خواہش اور ارادے اسلام کے متعلق کیا ہیں اور یہ کیا چاہتے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ

یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہو۔ وہ ایسا ہے

الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ

جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے گو

الْمُشْرِكُونَ ۝

مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

يُرِيدُونَ وہ چاہتے ہیں	لِيُطْفِئُوا کہ بجھا دیں	نُورَ اللَّهِ اللہ کا نور	بِأَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں سے	وَاللَّهُ اور اللہ	مُتِمُّ پورا کرنیوالا	نُورِهِ اپنا نور
وَلَوْ خواہ	كَرِهَ الْكَافِرُونَ کافر ناخوش ہوں	هُوَ الَّذِي وہی جس نے	أَرْسَلَ اس نے بھیجا	رَسُولَهُ اپنا رسول	بِالْهُدَىٰ ہدایت کیساتھ	
وَدِينِ الْحَقِّ اور دینِ حق	لِيُظْهِرَهُ تاکہ وہ اسے غالب کردے	عَلَى الدِّينِ دین پر	كُلِّهِ تمام	وَلَوْ كَرِهَ اور خواہ ناخوش ہوں	الْمُشْرِكُونَ مشرک (جمع)	

تفسیر وتشریح: منکرین اور اعدائے دین کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار مشرکین تو یہ چاہتے ہیں کہ دین حق کو باطل سے مٹا دیں۔ ان کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی احمق نور آفتاب کو منہ سے پھونک مار کر بجھانا چاہے۔ تو جس طرح یہ محال اور ناممکن ہے کہ کسی احمق کی پھونک سے سورج کی روشنی بجھ جائے اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ اللہ کا دین ان کفار کی کوششوں سے مٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ اپنے نور یعنی دین حق کو پورا کر کے ہی رہے گا۔ یہ کفار مشرکین برا مانیں تو مانتے رہیں۔ یہ قرآنی پیشینگوئی جو بحمد اللہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی اس وقت فرمائی گئی جبکہ اسلام کی ابتدا ایک چراغ کی روشنی کی طرح تھی جسے بجھا دینے کے لئے ہر طرف سے زور کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ اور جس طرح چراغ پھونک مار کر بجھا دیا جاتا ہے مخالفین اور معاندین اسلام چاہتے تھے کہ اسی طرح اسلام کا چراغ بھی گل کر دیں۔ مگر قرآن میں پیشینگوئی فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں اور اسی اتمام نور کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کا سامان یعنی قرآن اور سچا دین اسلام دے کر بھیجا ہے تا کہ اس دین کو بقیہ تمام دینوں پر غالب کر دے۔

ابو داؤد کی ایک حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ (علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ وہ ضرور آسمان سے اتریں گے۔ جب تم ان کو دیکھنا تو پہچان لینا کہ وہ میانہ قد سرخ وسفید رنگ کے اور دو زعفرانی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔ ان پر وہ شگفتگی وتازگی ہوگی اور یوں معلوم ہوگا کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے اب ٹپکے اگرچہ ان پر پانی کی نمی بھی نہ ہوگی۔ وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے۔ صلیب کو چورا چورا کر ڈالیں گے۔ سور کو قتل کریں گے۔ جزیہ کی رسم اٹھا ویں گے ان کے دور میں اللہ تعالیٰ تمام مذاہب ختم کر دے گا اور صرف ایک مذہب اسلام باقی رہ جائے گا اور ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ دجال کو قتل کرے گا۔ چالیس سال تک وہ زمین پر زندہ رہیں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان پر نماز جنازہ ادا کریں گے (ترجمان السنۃ) صحیح مسلم شریف کی متعدد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں دجال کا

تذکرہ فرمایا اور اس کے فتنہ فساد کی بعض تفصیل بیان فرمائی ہیں وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق کی جامع مسجد میں دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہونا اور پھر دجال کا قتل کرنا۔ اور یہود جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سب سے بڑے دشمن تھے ان سب کا موت کے گھاٹ اتار دیا جانا۔ پھر یاجوج وماجوج کا خروج اور ان کا فتنہ فساد دنیا میں پھیلانا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یاجوج ماجوج کا ایک ہی رات میں تباہ وہلاک ہو جانا۔ اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی برکات اور اس وقت صرف تمام روئے زمین پر اہل اسلام کا باقی رہنا۔ اور صرف ایک خدا کی توحید اور ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت وبندگی کا نہ ہونا۔ یہ سب صراحت سے بیان فرمایا گیا ہے۔

الغرض ایک زمانہ دنیا پر ایسا بھی آنے والا ہے کہ جب حق اسلام کا ایسا غلبہ ہوگا کہ تمام باطل ادیان مغلوب ہو کر دنیا سے مٹ جائیں گے۔ اس کے بعد جیسا کہ قرب قیامت کی احادیث سے ثابت ہے پھر کچھ زمانہ کے بعد جہل وغفلت بڑھے گی۔ علم بہت کم ہو جائے گا۔ اہل ایمان دنیا سے کوچ کر جائیں گے اور پھر خدا ترسی۔ حق شناسی۔ خوف آخرت معدوم ہو جائے گا۔ شرم وحیا جاتی رہے گی۔ ظلم وجہل رفتہ رفتہ بڑھ جائے گا حتیٰ کہ خانہ کعبہ کو مسمار کر دیا جائے گا۔ حج موقوف ہو جائے گا۔ قرآن کریم دلوں۔ اور کاغذوں سے اٹھا لیا جائے گا۔ اور جہالت یہاں تک بڑھے گی کہ کوئی اللہ کا نام تک لینے والا نہ ہوگا اور ایسے ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی اور نفخ صور ہوگا۔

موجودہ دور میں بھی جبکہ مسلمانوں کی اپنی ایمانی اور عملی قوت بہت کچھ گری ہوئی حالت میں ہے اور یہود۔ نصاریٰ۔ مشرکین۔ دہریے۔ غرض ہر مخالف ومعاند مکر وحیلہ زور وجبر۔ طمع ولالچ کے ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی بیخ کنی میں لگا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود اسلام ہے کہ پھیلتا ہی جاتا ہے۔ دنیا کا کوئی ملک نہ ہوگا جہاں مسلمان موجود نہ ہوں۔ افریقہ کے ممالک میں اسلام جس سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے عیسائی مشنریوں کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ بے دریغ روپیہ خرچ کرنے کے باوجود۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے مشن افریقہ وغیرہ میں ناکام ہو رہے ہیں۔ **اللھم اعز الا سلام والمسلمین۔ اللھم انصر الاسلام والمسلمین۔ اللھم اید الاسلام والمسلمین۔**

اب یہاں یہ صاف فرما دیا گیا کہ اس دین اسلام کو تمام دوسرے دینوں پر غالب کرنا تو اللہ کا کام ہے لیکن ایمان والوں کا فرض بھی اس سلسلہ میں کچھ ہے جو اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل کرم سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا اور قرآن پاک پر ایمان رکھنا اور دین اسلام کو اپنا دین بنانا نصیب فرمایا۔

یا اللہ ہم کو اسلام سے سچی محبت عطا فرما دے اور اسلام کیلئے اپنی جان ومال کی قربانیاں پیش کرنے والا بنا دے۔

یا اللہ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ وشوکت عطا فرما اور اعدائے دین اور مخالفین اسلام کو پست وذلیل وخوار فرما۔

یا اللہ بے شک آپ کا دین تو تمام دنیا میں تمام ادیان پر غالب ہوا۔ اے اللہ اپنے دین کی خدمت کا کوئی حصہ ہم کو بھی نصیب فرما دے۔ اور دین کے خدمت گذاروں میں ہمارا شمار فرما لے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ

اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم لوگ اللہ پر

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا

اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک اور بھی ہے کہ تم اس کو پسند کرتے ہو۔

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اللہ کی طرف سے مدد اور جلدی فتح یابی۔ اور آپ مؤمنین کو بشارت دے دیجئے۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	هَلْ کیا	اَدُلُّكُمْ میں تمہیں بتلاؤں	عَلٰى تِجَارَةٍ تجارت پر	تُنْجِيْكُمْ تمہیں نجات دے	مِّنْ سے	
عَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک عذاب	تُؤْمِنُوْنَ تم ایمان لاؤ	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کا رسول	وَتُجَاهِدُوْنَ اور تم جہاد کرو	فِيْ میں		
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	بِاَمْوَالِكُمْ اپنے مالوں سے	وَاَنْفُسِكُمْ اور اپنی جانوں	ذٰلِكُمْ یہ	خَيْرٌ لَّكُمْ تمہارے لئے بہتر	اِنْ اگر		
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہو	يَغْفِرْ وہ بخش دیگا	لَكُمْ تمہیں	ذُنُوْبَكُمْ تمہارے گناہ	وَيُدْخِلْكُمْ اور وہ تمہیں داخل کریگا	جَنّٰتٍ باغات		
تَجْرِيْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے سے	الْاَنْهٰرُ نہریں	وَمَسٰكِنَ اور مکانات	طَيِّبَةً پاکیزہ	فِيْ میں	جَنّٰتِ باغات	عَدْنٍ ہمیشہ
ذٰلِكَ یہ	الْفَوْزُ کامیابی	الْعَظِيْمُ بڑی	وَاُخْرٰى اور ایک اور	تُحِبُّوْنَهَا تم اسے بہت چاہتے ہو	نَصْرٌ مدد	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے	
وَفَتْحٌ اور فتح	قَرِيْبٌ قریب	وَبَشِّرِ اور خوشخبری دیں	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے سنایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو تمہارا فرض یہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح مستقیم رہ کر اللہ کے رستہ میں جان و مال سے جہاد کرو۔ ساتھ ہی جان و مال سے جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت بتلائی جاتی ہے کہ یہ وہ سوداگری ہے۔ جس میں کبھی خسارہ نہیں۔ دنیا میں لوگ سیکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور اپنا کل سرمایہ تجارت میں لگا دیتے ہیں محض اس امید پر کہ اس سے نفع حاصل ہوگا اور اس طرح اصل مال بھی گھٹنے اور تلف ہونے سے بچ جائے گا پھر وہ بذات خود اور اس کے اہل وعیال تنگدستی اور افلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہیں گے۔ لیکن حق تعالیٰ مومنین کو یہاں ایک اعلیٰ درجہ کی تجارت کی تعلیم وتلقین فرماتے ہیں اور وہ یہ کہ مومنین اپنے جان و مال کا سرمایہ جہاد فی سبیل اللہ

کی اعلیٰ تجارت میں لگائیں گے تو آخرت کے دردناک عذاب اور تباہ کن خسارہ سے مامون ہو جائیں گے۔ اب اس تجارت پر مسلمان اور اہل ایمان کو کیا ملے گا وہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ یہ تجارت دنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے جس کا نفع کامل مغفرت اور دائمی اور ابدی جنت کی صورت میں ملے گا جس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے۔ یعنی اعلیٰ درجہ کے پاکیزہ ستھرے مکانات ان باغوں کے اندر ہوں گے جن میں مومنین کو آباد ہونا ہے۔ یہ تو آخرت کی کامیابی رہی۔ آگے دنیا کی اعلیٰ اور انتہائی کامیابی کا ذکر ہے کہ اصل اور بڑی کامیابی اس تجارت کی وہی ہے جو آخرت میں ملے گی جس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت بھی کوئی چیز نہیں لیکن دنیا میں بھی اہل ایمان کو ایک چیز جسے وہ طبعاً محبوب رکھتے ہیں دی جائے گی۔ وہ کیا ہے؟ نصر من اللہ وفتح قریب (اللہ کی طرف سے ایک مخصوص امداد اور جلد حاصل ہونے والی فتح وظفر) اور اس کا خاص طور پر محبوب ہونا اس لئے ہے کہ انسان طبعاً فوری ثمرہ بھی چاہتا ہے۔ اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان تمام امور کی مومنین کو بشارت دے دیجئے۔ چنانچہ جس صفائی کے ساتھ پورا ہوا وہ دنیا نے دیکھ لیا اور آج بھی مسلم قوم اگر سچے معنیٰ میں ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ پر ثابت قدم ہو جائے تو یہی قرآنی وعدہ اور بشارت اب بھی ہے۔

ایمان والوں کو خطاب کر کے تین باتوں کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ایک ایمان باللہ کا۔ دوسرے ایمان بالرسول کا اور تیسرے جہاد فی سبیل اللہ کا۔ اور ان تین امور پر دین و دنیا دونوں میں کامیابی کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ یعنی آخرت میں مغفرت و جنت اور دنیا میں نصرت۔ غیبی امداد اور تائید الٰہی۔ اب پہلی بات تو یہاں یہ قابل غور ہے کہ ایمان والوں ہی سے یہاں خطاب ہوا ہے یعنی وہ اللہ اور رسول اور قیامت و آخرت و جنت دوزخ پر ایمان رکھنے والے ہیں اور انہی سے فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے بعد کہا گیا کہ اپنی جان مال سے اللہ کے رستہ میں جہاد کرو۔ تو اس کو یوں سمجھئے کہ اگر آپ ایک مسلمان سے یوں کہیں کہ میاں مسلمان ہو جاؤ تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ صحیح معنیٰ میں پورے پورے مسلمان بن جاؤ۔ خالی نام کے مسلمان ہونا کافی نہیں۔ بلکہ کام کے مسلمان بن جاؤ۔ اسی طرح حق تعالیٰ کا ایمان والوں سے فرمانا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسول پوری پوری طرح دل میں رکھو اور پھر اللہ کے رستہ میں جان مال سے جہاد کرو۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ تو ایمان باللہ جس پر اسلام کا دارومدار ہے اور جو دین کی جڑ بنیاد ہے اور جس میں توحید کا اقرار ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا یعنی یگانہ اور یکتا سمجھنا اور یہ یقین رکھنا کہ اللہ جل شانہٗ کی ذات یا ان کی صفات میں ان کا جیسا نہ کوئی ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور جو صفات کمال ان میں موجود ہیں ان میں سے کوئی صفت بھی کسی دوسرے میں نہیں پائی جا سکتی اس لئے صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ہستی عبادت اور بندگی کے لائق ہے۔

اس کے بعد دوسرا مطالبہ ایمان بالرسول کا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ اس لئے ایمان بالرسول کا مطلب سمجھئے۔ رسول عربی زبان میں اس شخص کو کہتے ہیں جسے کوئی شخص کہیں بھیجے۔ تو رسول اللہ کے معنیٰ ہوئے اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہم رسول اللہ کہتے ہیں تو اس کے مطلب یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا اور آپ پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے وحی اترتی تھی اس لئے جو احکام و ہدایات و تعلیمات آپؐ نے

دنیا کو بتلائیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے خاص اور یقینی علم حاصل کر کے بتلائیں اس لئے وہ سب بالکل حق اور صحیح ہیں جن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی کوئی بات ہماری عقل میں نہیں آتی تو ہمیں اپنی عقل کو الزام دینا چاہئے اور اپنی عقل کی کوتاہی کا اعتراف کرنا چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو صحیح اور حق ہی سمجھنا چاہئے۔ اسی طرح آپ کو رسول اللہ ماننے سے یہ خود بخود لازم ہو جاتا ہے کہ آپ کی ہر ہدایت اور ہر حکم کو دل وجان سے مانا جائے اور تسلیم کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا رسول اسی واسطے ہی بناتے ہیں کہ اس کی پوری اطاعت کی جائے۔

اب ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کا مطالبہ ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ میں نفس کی ناجائز خواہشات اور شیطانی خیالات کا مقابلہ اور دین کے کھلے دشمن سے مقابلہ اور جنگ وقتال یہ سب شامل ہیں۔ اور ایک حدیث میں زبان کے جہاد کو بھی جہاد قرار دیا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مشرکین کے خلاف جہاد کرو اپنے مالوں سے۔ اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے اور قلم چونکہ ادائے مضمون میں زبان ہی کے حکم میں ہے اس لیے علمائے امت نے قلمی دفاع اور مقابلہ کو بھی جہاد قرار دیا ہے۔ مال کا جہاد تو یہ ہے کہ جہاد کے کاموں میں مال صرف کیا جائے اور زبان کا جہاد یہ ہے کہ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دے کر اس پر آمادہ کرنا اور جہاد کے احکام بتلانا اور اپنی گفتگو اور تقریر سے دشمن کو مرعوب کرنا۔ اور جان سے جہاد اللہ کے رستہ میں دشمن سے جنگ کرتے ہوئے اپنی جان دے کر شہید ہو جانا ہے اور شہید فی سبیل اللہ کا کیا مقام ہے اور کیا درجہ ہے؟ اس کا اندازہ بخاری اور مسلم کی اس حدیث سے لگایئے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر مجھے زندہ کیا جائے۔ پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کر دیا جائے۔ پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کر دیا جائے۔ پھر قتل کیا جاؤں''۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور قرآن و سنت کی تعلیمات وہدایات کو دل وجان سے اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا قصہ یاد دلا کر دین اسلام کی مدد اور نصرت کی ترغیب اہل ایمان کو دی جاتی ہے اور اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی ایمان کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی بھی توفیق وہمت عطا فرمائیں۔ اور اس کے اخروی و دنیوی ثمرات نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو آخرت کی کامیابی کے ساتھ دنیوی کامرانی بھی اپنی نصرت اور تائید سے عطا فرما۔ اور جو بشارات ان آیات میں مومنین کو دی گئی ہیں ان کا مصداق ہم کو بھی بنا دے۔

یا اللہ نفس وشیطان کی خباثت سے ہم کو بچالے۔ اور ہماری جان اور مال کو اپنے رستہ میں کھپانے کی توفیق مرحمت فرما دے۔

یا اللہ روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کفار ومشرکین سے جہاد فی سبیل اللہ میں لگے ہوئے ہیں۔

یا اللہ ان کی تائید اور نصرت فرما۔ ان کو فتح وظفر عطا فرما۔ ان کے دشمنوں کو مغلوب۔ خوار اور ذلیل فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ 2

اے ایمان والو تم اللہ کے مدد گار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریین سے فرمایا کہ مددگار ہیں

اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ

اللہ کے واسطے میرا کون مدد گار ہوتا ہے وہ حواریین بولے ہم اللہ کے مددگار ہیں سو بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے

اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌۚ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا

اور کچھ لوگ منکر رہے، س ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی سو وہ

ظٰهِرِیْنَ۠

غالب ہو گئے۔

یٰۤاَیُّهَا اے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	كُوْنُوْا تم ہو جاؤ	اَنْصَارَ اللّٰهِ اللہ کے مددگار	كَمَا جیسے	قَالَ کہا	عِیْسَى عیسیٰ
ابْنُ مَرْیَمَ مریم کا بیٹا حواریوں کو	مَنْ کون	اَنْصَارِیْۤ میرا مددگار	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	قَالَ کہا	الْحَوَارِیُّوْنَ حواریوں	نَحْنُ ہم
اَنْصَارُ اللّٰهِ اللہ کے مددگار	فَاٰمَنَتْ تو ایمان لایا	طَّآىِٕفَةٌ ایک گروہ	مِّنْ سے۔کا و بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل و وَ كَفَرَتْ اور کفر کیا	طَّآىِٕفَةٌ ایک گروہ		
فَاَیَّدْنَا تو ہم نے مدد کی	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ایمان والے	عَلٰى عَدُوِّهِمْ انکے دشمنوں پر	فَاَصْبَحُوْا سو وہ ہو گئے	ظٰهِرِیْنَ غالب		

تفسیر وتشریح: یہ سورۃ الصّف کی آخری آیت ہے۔ اس آیت میں اہل ایمان کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو اللہ کے مددگار رہو جاؤ۔ اب اللہ پاک تو بے نیاز ہے اسے کسی کی مدد کی کیا حاجت؟ تو یہاں اللہ کے مددگار ہونے سے مراد اللہ کے دین کے مددگار ہونے سے ہے یعنی دین الٰہی کے عامل اس کے پھیلانے اور اس کی دعوت وتبلیغ میں سرگرم اور آمادہ ہو جاؤ اور اس کام کے لئے کمر باندھ کر تیار رہو۔ اسی بات کی تائید اور تاکید کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی مثال دی جاتی ہے کہ اے ایمان والو تم دین کے لئے ایسے ہی سرگرم اور مستعد ہو جاؤ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری سرگرم اور مستعد ہو گئے تھے۔ حواری کون لوگ تھے اور یہ لقب ان کا کس وجہ سے ہوا اس میں علمائے مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ حواری کے لفظی معنی کپڑا دھو کر اسے صاف اور اجلا کر دینے کے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو سب سے پہلے تابع ہوئے قول مشہور کے موافق وہ دھوبی تھے اور کپڑے صاف کرنے کی وجہ سے حواری کہلاتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو آؤ میں تم کو دل کا دھونا سکھا دوں وہ ساتھ ہو لئے پھر ایسے ہی سب ساتھیوں کا لقب حواری پڑ گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی مرید چونکہ عموماً دریا کے کنارے کام کرنے والے ماہی گیر تھے۔ ان حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو سب سے پہلے قبول کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہمدردی و محبت میں نہایت سرگرم مستعد اور مخلص تھے۔ یہ بستی بستی میں پہنچے اور عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی منادی کیلئے سفر کیا اور لوگوں کی بڑی مصیبتیں اٹھائیں۔ ان کا طرز معاشرت درویشانہ تھا کسی سے کچھ لیتے دیتے نہ تھے۔ ان کے خلوص کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو کرامت بھی دی تھی کہ ان کی دعاء سے بیمار تندرست ہو جاتے۔ ان حواریوں کی کوشش اور جانکاہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے بنی اسرائیل ایمان

لے آئے لیکن بہت سے منکر بھی رہے اور اس عرصہ میں گھر گھر لڑائی اور جنگ بھی ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے اور نہ ماننے والوں میں۔ اور یہ حواری بھی مخالفین کے ہاتھوں سے قتل ہوئے مگر آخر کار خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو منکروں پر غلبہ دیا۔ تو اس آیت میں امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص حواریوں جیسے ہونے کی ترغیب دلاتے ہیں کہ تم بھی اشاعت اسلام کے لئے ویسے ہی کوشش دل و جان سے کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری بن جاؤ چنانچہ اس حکم کی تعمیل خدا کے فضل وتوفیق سے صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین نے ایسی کی کہ سرزمین عرب کے علاوہ ایک طرف اسپین۔ یورپ اور افریقہ کے ممالک تک دوسری طرف ہند۔ چین۔ ایران۔ ترکستان تک اسلام کا جھنڈا بلند کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مقصد یہ کہ اے ایمان والو اسی طرح تم دین محمدی کے لئے کوشش اور جہاد کرو تو تم کو بھی اللہ تعالیٰ غلبہ عطا فرمائے گا۔

اس آیت کا آخری جملہ ہے **فایدنا الذین امنوا علیٰ عدوھم فاصبحوا ظھرین** سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی سو وہ غالب ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں کو اپنے دشمنوں پر غلبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور ۱۴۰۰ سالہ اسلامی تاریخ بھی اس پر شاہد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تائید الٰہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان کو خوش کرنے اور راضی رکھنے سے ملے گی یا اللہ اور ان کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی اور مخالفت۔ اور قرآن وسنت سے غفلت اور نہ صرف غفلت بلکہ انحراف واعراض اور بغاوت سے ملے گی؟ اس کو ہر ادنیٰ سے ادنیٰ عقل وعلم رکھنے والا مسلمان بھی جانتا ہے۔ اب کام تو ہم کریں اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور غصہ وغضب کے تو تائید الٰہی ہم کو کیسے حاصل ہو؟ اور جب تائید الٰہی شامل حال نہ ہو تو دشمنوں پر غلبہ کیسے نصیب ہو؟ بلکہ ہمارے دشمنوں کا ہم پر غلبہ تو یہی ظاہر کرتا ہے کہ شاید ہم تائید الٰہی سے محروم ہیں۔ اور ہمارے دشمن ہم پر مسلط کئے گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ عقل حیران ہے کہ اس وقت کے مسلمانوں کو کس طرح بتلایا اور سمجھایا جائے۔

غرض اس آخری آیت کے آخری جملہ سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ دشمنوں پر غلبہ اللہ کی تائید سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح اس کے خلاف کا حال بھی قرآن وحدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے اور قرآن کریم میں تو متعدد آیات ہیں جن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بندوں کی بداعمالیوں کی سزا ہے کہ جو دنیا میں خرابی پھیلتی ہے مثلاً سورہ روم میں ارشاد ہے **ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون** خشکی اور تری میں یعنی تمام دنیا میں لوگوں کے برے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کی سزا کا مزہ ان کو چکھادے تاکہ وہ اپنے ان اعمال سے باز آجاویں۔

خلاصہ مقصود یہی ہے کہ اہل اسلام کو اللہ کے دین کی مدد کرنے پر اللہ کی تائید ومدد ونصرت کا وعدہ ہے اور دشمنوں پر غلبہ کی بشارت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا نہ کرنے پر کسی تائید الٰہی کا وعدہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد یہی ہے کہ خود بھی قرآن وسنت کے احکام و ہدایات پر عمل کرے اور دین محمدی کے پھیلانے اور دوسروں کو پہنچانے کی حتی الوسع کوشش وسعی کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور اس دین اسلام کی عظمت اور قدر ہمارے دلوں میں عطا فرمائیں۔ اور اس دین پر سچائی کے ساتھ ہم کو عمل پیرا ہونے اور اس کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الحمدللہ اس درس پر سورۃ الصّف کا بیان ختم ہوا۔ اس کے بعد اگلی سورۃ کا بیان ان شاء اللہ شروع ہوگا۔

سورۃ الصّفّ کے خواص

جو آدمی سفر میں سورۃ الصّف کی تلاوت کا معمول رکھے تو وہ اپنے سفر کے دوران ہر قسم کے خطرات ونقصانات سے محفوظ رہے گا۔

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم ..... قریب

جو آدمی ان آیات کو سفید ریشم میں کستوری، زعفران اور چنبیلی کے پانی سے لکھ کر اپنی قمیص کے گھیرے میں رکھے وہ جہاں جائے گا اس کا احترام ہوگا، عزت اور غلبہ حاصل ہوگا۔ (الدر النظیم)

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کہ بادشاہ ہے پاک ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔

يُسَبِّحُ پاکیزگی بیان کرتا ہے	لِلّٰهِ اللہ کی	مَا جو کچھ	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	الْمَلِكِ بادشاہ حقیقی	
الْقُدُّوْسِ کمال پاک	الْعَزِيْزِ غالب	الْحَكِيْمِ حکمت والا					

تفسیر و تشریح: سورۃ کی ابتدا اللہ تبارک و تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے ذکر سے فرمائی گئی کہ تمام چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اس خدا کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کہ تمام عالم کا بادشاہ۔ اور تمام عیوب و نقائص سے پاک اور نہایت زبردست اور بڑا حکمت والا ہے۔ اس تمہیدی مضمون میں مسئلہ توحید کا بیان عجیب لطیف پیرایہ میں فرمادیا گیا۔ یہ فرمانا کہ تمام کائنات اسی کی تسبیح کر رہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ کسی کے مسخر اور زیر حکم ہیں۔ زمین کے حالات اور آفتاب و ماہتاب اور دیگر ستاروں اور سیاروں کی حالت کہہ رہی ہے کہ کوئی طاقت ہے جس کے زیر حکم یہ سب ایک خاص نظام کے ماتحت حرکت کرنے پر مجبور ہیں۔ پھر یہ آفتاب اور دیگر یہ سیارات جو زمین سے ہزاروں حصہ بڑے اور کروڑوں میل دور ہیں اور اس سرعت کے ساتھ دورہ کرتے ہیں کہ منٹوں میں ہزارہا میل کا فاصلہ طے کرتے ہیں۔ پھر یہ بے شمار ہونے میں آپس میں ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں پاتے تو ان کی یہ حالت اپنے خالق۔ مالک اور مدبر کی تسبیح ہی تو ہے۔ پھر احادیث میں آیا ہے کہ آسمانوں پر ایک چپہ بھر بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں ملائکہ حق تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل نہ کرتے ہوں اس میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ یہ انسان کیوں باطل معبودوں کی پرستش میں گرفتار ہے اس کو بھی اسی کی تسبیح کرنی چاہئے جس کی تسبیح کائنات کی ہر چیز کر رہی ہے اور جو ملک ہے یعنی زمین و آسمان کا بادشاہ۔ حاکم مطلق اور تمام کائنات پر پورا تصرف اور اٹل حکم جاری کرنے والا۔ پھر وہ قدوس بھی ہے یعنی تمام نقصانات سے پاک اور تمام عیوب سے مبرا۔ اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف۔ پھر وہ عزیز یعنی زبردست بھی ہے یعنی تمام عزت اور غلبہ اسی کو ہے۔ اس سے لڑ کر کوئی جیت نہیں سکتا۔ اس کے فیصلہ کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ پھر یہ کہ وہ حکیم بھی ہے یعنی جو کچھ کرتا ہے وہ عین مقتضائے حکمت و دانش ہوتا ہے۔ اس کی تدبیریں ایسی محکم ہوتی ہیں کہ دنیا میں ان کا کوئی توڑ نہیں کرسکتا۔ اس صفت حکیم میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انتظام دنیاوی جس طرح اس کی حکمت بالغہ کا مقتضی ہے اسی طرح دنیا میں انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا۔ کتابوں کا نازل کرنا بھی بندوں کی آخرت درست کرنے کے لئے اسی حکیم کی حکمت کاملہ کا مقتضی ہے۔

اب یہاں توحید کا بیان فرما کر اس کے بعد اگلی آیات میں مسئلہ نبوت و رسالت کو بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور اُن کو

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ

کتاب اور دانشمندی سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے۔ اور دوسروں کیلئے بھی جو ان میں سے ہونے والے ہیں لیکن ہنوز اُن میں شامل نہیں ہوئے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ فضل جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ وہی جس نے	بَعَثَ اٹھایا بھیجا	فِي الْاُمِّيّٖنَ ان پڑھوں میں	رَسُوْلًا ایک رسول	مِنْهُمْ ان میں سے	يَتْلُوْا پڑھ کر سناتا ہے	عَلَيْهِمْ انہیں	
اٰيٰتِهٖ اسکی آیتیں	وَيُزَكِّيْهِمْ اور وہ انہیں پاک کرتا ہے	وَيُعَلِّمُهُمُ اور سکھاتا ہے	الْكِتٰبَ کتاب	وَالْحِكْمَةَ اور حکمت (دانشمندی کی باتیں)			
وَاِنْ كَانُوْا اور تحقیق وہ تھے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	لَفِيْ ضَلٰلٍ البتہ گمراہی میں	مُّبِيْنٍ کھلی	وَّاٰخَرِيْنَ اور علاوہ	مِنْهُمْ ان کے	لَمَّا يَلْحَقُوْا کہ وہ ابھی نہیں ملے	
بِهِمْ ان سے	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا	ذٰلِكَ یہ	فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل	يُؤْتِيْهِ وہ دیتا ہے اسے	مَنْ جس کو
يَّشَاۤءُ وہ چاہتا ہے	وَاللّٰهُ اور اللہ	ذُو الْفَضْلِ فضل والا	الْعَظِيْمِ بڑے				

تفسیر و تشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں مضمون توحید سے سورۃ کی ابتدا فرمائی گئی تھی توحید کے بعد مسئلہ نبوت و رسالت کا مضمون بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرب کے ناخواندہ لوگوں میں سے یعنی ان کی قوم سے ایک رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ پھر آپ کی بعثت کے اغراض و مقاصد کیا تھے؟ آپ کو رسول کس کام کے لئے بنا کر بھیجا گیا؟ اس کے جواب میں چار چیزوں کا صراحتہً ذکر فرمایا گیا:۔

پہلی چیز بعثت نبوی کے مقاصد میں فرمائی گئی یتلوا علیھم ایتہ جو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں یعنی تلاوت قرآن کے ذریعہ اللہ کا کلام پہنچانا۔

دوسری غرض فرمائی گئی ویزکیھم یعنی جو دلوں کو پاک کرتے ہیں عقائد باطلہ سے اور اخلاق ذمیمہ سے یعنی لوگوں کے اخلاق۔ عادات اور معاملات کو ہر طرح کی برائیوں اور گندگیوں سے پاک فرما کر ان کو اعلیٰ درجہ کے اخلاقی فضائل سے آراستہ کرتے ہیں۔

تیسری غرض فرمائی گئی ویعلمھم الکتٰب. اور ان کو کتاب کی تعلیم دیتے ہیں یعنی صرف آیات الٰہیہ سنانے ہی پر اکتفا نہیں فرماتے بلکہ ہر وقت اپنے قول و عمل سے اپنی تعلیمات اور ارشادات سے اور اپنی زندگی کے نمونہ سے لوگوں کو کتاب الٰہی کا منشا۔ اس کے احکام اور اسرار و معانی بھی سمجھاتے ہیں۔

چوتھی چیز فرمائی والحکمة یعنی حکمت اور دانائی کی باتیں بھی آپ سکھاتے ہیں۔ اس میں تمام امور و قوانین عدل و انصاف۔ سیاست و اخلاق و طہارت ظاہری و باطنی یعنی جملہ احکام و مسائل شرعیہ ان کے اسرار و مصالح سب حکمت میں داخل ہیں۔

اہل عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جس گمراہی میں مبتلا تھے اس کے متعلق مؤرخین نے بہت کچھ لکھا ہے

اسی قوم عرب میں سے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر بنا کر اٹھایا اور ایک عظیم الشان شریعت اور کامل و مکمل دین دے کر دنیا والوں کی طرف بھیجا کہ اس فساد کی اصلاح کریں۔ اہل دنیا کو اصل احکام الٰہیہ پہنچائیں۔ خدا کی مرضی اور نا مرضی کے احکام لوگوں کو معلوم کراویں۔ ساری مخلوق کے ہادی

ہیں۔ اصول و فروع سب سکھائیں ۔ کوئی چھوٹی یا بڑی بات ہدایت کی نہ چھوڑیں۔ تمام جہل وضلالت کے شک وشبہ سب دور کردیں اور ایسے دین پر لوگوں کو ڈال دیں جس میں ہر بھلائی اور بہتری موجود ہو۔ اس بلند و بالا خدمت کے لئے آپ میں اللہ تعالیٰ نے وہ تمام بزرگیاں اور برتریاں جمع کردیں جو نہ آپ سے پہلے کسی میں تھیں اور نہ آپ کے بعد کسی میں ہوسکیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور پھر یہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور یہ آفتاب ہدایت صرف عرب قوم تک محدود ہو۔ نہیں بلکہ دنیا بھر کی ان دوسری قوموں اور نسلوں کے لئے بھی ہے جو قیامت تک آنے والی ہیں۔ یہ اللہ کی قدرت وحکمت کا کرشمہ ہے کہ ایسی جہالت وضلالت میں ڈوبی ہوئی قوم میں اللہ نے ایسا عظیم الشان نبی پیدا کیا جس کی تعلیم وہدایت سے تمام نوع انسانی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنمائی حاصل کرسکتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے اور اس کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فضل خاص اور بڑائی و بزرگی عنایت فرمائی گئی وہ جتلا کر مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس انعام و اکرام کی قدر پہچاننی چاہئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتزکیہ سے مستفید اور منتفع ہونے میں کوتاہی نہ کرنا چاہئے۔

اب غور کرنے کی بات ہے کہ کوئی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات ایسی باقی نہیں چھوڑی جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور کھلے ہوئے احکام نہ بیان فرمادئے ہوں اور ان کے نفع ونقصان نہ بتادیئے ہوں۔ اور پھر یہ سب کچھ محض زبانی تعلیم وتلقین نہیں بلکہ اللہ کے سچے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور آپ کی عاشق اور فریفتہ جماعت صحابہ کرامؓ نے ان سب کو عملی جامہ پہنا کر اور ان پر عمل کرکے تجربہ بھی کرادیا۔ مگر واہ رے ہماری اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدردانی! کیا خوب آپ کی تعلیمات و ہدایات کا اتباع کیا! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ہدایت۔ تعلیم وتلقین اور ایک ایک حرکت وسکون حضرات صحابہ کرام و محدثین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طفیل آج کتابوں میں محفوظ ہے۔ اگر ایک طرف ان کو سامنے رکھا جائے اور دوسری طرف ہم اپنے حالات کو سامنے رکھیں تو بلا شک وتردد یہی فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ہم کس ظلم عظیم کے مرتکب ہورہے ہیں۔ الا مان والحفیظ! جتنی ہدایات واحکام کرنے کے ملیں گے ان میں نہ صرف تغافل وتساہل بلکہ انکار تک ملے گا اور جتنی ہدایات اور امور نہ کرنے کے ہوں گے ان میں نہ صرف کھلم کھلا ابتلا ملے گا بلکہ جرأت و بے باکی بھی ہوگی۔ الامان والحفیظ! یہ ہے ہماری اس نبی رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدردانی کہ جن کی تمام رات امت کے درد میں روتے گذر جاتی تھی۔ اور جن کی مقبول دعاؤں کی برکت ہے کہ باوجود ہر طرح کے معاصی وطغیان کے سب کے سب ہلاک نہیں ہوجاتے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بصیرت عطا فرمائیں کہ ہم اپنے نبی رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدردان بن کر آپ کے سچے پکے اور وفادار امتی بن کر زندہ رہیں۔ آمین۔

اب آگے اہل اسلام کی عبرت ونصیحت کے لئے یہود کی مثال بیان فرمائی جاتی ہے جنہوں نے اپنے پیغمبر اور اپنی کتاب کی حق شناسی میں سخت غفلت اور کوتاہی برتی جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

یا اللہ ہمیں اس نعمت عظمیٰ کی سچی قدر اور حقیقی شکر گذاری کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ ہمارے دلوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ونور ہدایت سے منور فرما۔ اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور آپ کی عظمت اور آپ کا اتباع ظاہراً وباطناً نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ

جن لوگوں کو توارۃ پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی حالت اس گدھے کی سی حالت ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے

الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

ان لوگوں کی بُری حالت ہے جنہوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا، اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے یہودیو!

هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ

اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم بلا شرکت غیرے اللہ کے مقبول ہوتو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔

صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

اور وہ کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں کی۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو آپکڑے گی پھر تم پوشیدہ اور ظاہر جاننے والے کے پاس لیجائے جاؤ گے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

پھر وہ تم کو تمہارے سب کئے ہوئے کام بتلا دے گا۔

مَثَلُ مثال	الَّذِيْنَ جن لوگوں پر	حُمِّلُوا ان پر لادی گئی	التَّوْرٰىةَ توریت	ثُمَّ پھر	لَمْ يَحْمِلُوْهَا انہوں نے نہ اٹھایا اسے	كَمَثَلِ مثال کی طرح	
الْحِمَارِ گدھا	يَحْمِلُ وہ لادے ہوئے	اَسْفَارًا کتابیں	بِئْسَ بری	مَثَلُ مثال (حالت)	الْقَوْمِ وہ لوگ	الَّذِيْنَ جنہوں نے	كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کو	وَاللّٰهُ اور اللہ	لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ظالم لوگوں	قُلْ آپ فرمادیں	يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ هَادُوْٓا یہودیو	
اِنْ اگر	زَعَمْتُمْ تمہیں زعم (گھمنڈ) ہے	اَنَّكُمْ کہ تم	اَوْلِيَاۗءُ دوست	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	مِنْ سے	دُوْنِ النَّاسِ دوسرے لوگوں کے علاوہ	
فَتَمَنَّوُا تو تم تمنا کرو	الْمَوْتَ موت	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗ اور وہ اسکی تمنا نہ کریں گے	اَبَدًا کبھی بھی	
بِمَا اسکے سبب جو	قَدَّمَتْ بھیجا آگے	اَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ خوب جانتا ہے	بِالظّٰلِمِيْنَ ظالموں کو		
قُلْ آپ فرمادیں	اِنَّ الْمَوْتَ بیشک موت	الَّذِيْ جس سے	تَفِرُّوْنَ تم بھاگتے ہو	مِنْهُ اس سے	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	مُلٰقِيْكُمْ تمہیں ملنے والی	
ثُمَّ پھر	تُرَدُّوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے	اِلٰى طرف۔سامنے	عٰلِمِ الْغَيْبِ جاننے والا پوشیدہ	وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	فَيُنَبِّئُكُمْ پھر وہ تمہیں آگاہ کردیگا		
بِمَا اس سے جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے						

تفسیر وتشریح: ان آیات میں عبرت کے لئے یہود کی مثال بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہود پر آسمانی کتاب توراۃ کا بوجھ رکھا گیا تھا اور وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے لیکن انہوں نے اس کی تعلیمات وہدایات کی کچھ پروانہ کی۔ نہ اس کو محفوظ رکھا۔ نہ دل میں جگہ

دی۔ نہ اس پر عمل کر کے اللہ کے فضل واحسان سے بہرہ ور ہوئے۔ بلا شبہ یہ توراۃ جس کے یہ لوگ حامل بنائے گئے تھے حکمت وہدایت کا ایک ربانی خزینہ تھا مگر جب اس سے وہ منتفع نہ ہوئے تو ان کی مثال اس گدھے جیسی ہوگئی کہ جس پر علم وحکمت کی پچاسوں کتابیں لاددو مگر اس گدھے کو سوائے بوجھ میں دبنے کے اور کوئی فائدہ نہیں۔ اس گدھے کو اس بات سے کچھ سروکار نہیں کہ اس کی پیٹھ پر کیا لعل وجواہر لدے ہوئے ہیں اور اگر وہ گدھا اسی پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میری پیٹھ پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہٰذا میں بڑا عالم اور معزز ہوں تو یہ اور زیادہ گدھا پن ہوگا۔ اس مثال کو بیان فرما کر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بری قوم ہے وہ جس کی یہ مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ اس برائی سے امت مسلمہ کو اپنی پناہ میں رکھیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توراۃ وغیرہ میں جو بشارت نبی آخر الزمان کی دی تھی اور جو دلائل وبراہین آپ کی رسالت پر قائم کیں ان کو جھٹلانا آیات اللہ کو جھٹلانا ہے۔ ایسے معاند۔ ہٹ دھرم اور بے انصاف لوگوں کو (اشارہ یہود کی طرف ہے) اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ یہود جو کتابوں سے لدے ہوئے گدھے کے مشابہ ہیں اپنے جہل وحماقت کے باوجود دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی اولاد ہونے کے باعث ہم ہی اللہ کے دوست اور ولی اور تنہا جنت کے حقدار ہیں۔ پس دنیا سے چلے اور جنت میں پہنچے۔ یہود کے اس باطل دعوے پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر واقعی یہ دل میں یہی یقین رکھتے ہیں اور اپنے دعوے میں سچے ہیں تو انہیں دنیا کے عیش سے دل برداشتہ ہو کر جنت کے شوق اور تمنا میں مرنے کی آرزو کرنا چاہئے۔ جس کو یقیناً معلوم ہو جائے کہ میرا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور کوئی خطرہ نہیں وہ بے شک مرنے سے خوش ہوگا اور جنت کے اشتیاق میں موت کی تمنا کرے گا لیکن ان جھوٹے مدعیوں کے افعال وحرکات پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ ان سے بڑھ کر موت سے ڈرنے والا کوئی نہیں۔ وہ مرنے کا نام سن کر گھبراتے ہیں اور موت سے بھاگتے ہیں اور اسلئے نہیں کہ زیادہ دن زندہ رہیں تو زیادہ نیکیاں کمائیں گے۔ نہیں بلکہ دنیا کی حرص سے ان کا پیٹ نہیں بھرتا اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جو کرتوت دنیا میں کیئے ہیں یہاں سے چھوٹتے ہی انکی سزائیں پکڑے جائیں گے۔ غرض کہ ان کے اطوار وافعال سے یہ بالکل ظاہر ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے موت کی آرزو نہیں کر سکتے بلکہ موت سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ موت سے ڈر کر کہاں بھاگ سکتے ہو۔ ہزار کوشش کرو۔ مضبوط قلعوں میں دروازے بند کر کے بیٹھ رہو وہاں بھی موت چھوڑنے والی نہیں اور موت کے بعد پھر وہی اللہ کی عدالت ہے اور تم ہو۔ اس عالم الغیب کو تمہاری ہر کھلی چھپی حالت اور بات کا علم ہے اس وقت جو جو دنیا میں کیا کرتے تھے سب جتلا دیا جائیگا۔

الغرض یہاں تو یہود کی حالت عبرت کے لئے سنائی گئی۔ جہاں تک ان کا اپنی آسمانی کتاب یعنی توراۃ پر عمل کا تعلق تھا۔ اب آگے انہی یہود کی ایک دوسری حالت ان کے متبرک دن یوم سبت کے متعلق بتلا کر اس پر اہل اسلام کو خطاب کر کے عبرت دلائی جاتی ہے کہ وہ اپنے متبرک دن یوم جمعہ کی عظمت اور احترام بجالائیں اور جمعہ کی نماز کے بعض احکام تلقین فرمائے گئے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور ہم کو قرآن کریم جیسی کتاب عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے رسول اور اپنی کتاب قرآن کریم کا وفادار اور اطاعت گذار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ اور اس وقت امت مسلمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق وعظمت میں جو کوتاہی ہو رہی ہے اور جو قرآن کریم کے احکامات سے غفلت اور اعراض برتا جارہا ہے ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرمادیں اور ہماری ہدایت کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا

اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز کیلئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد کی طرف چل پڑا کرواور خرید فروخت چھوڑ دیا کرو،

الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو۔

يٰۤاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا ایمان والو	اِذَا جب	نُوْدِيَ پکارا جائے	لِلصَّلٰوةِ نماز کیلئے	مِنْ سے۔کی	يَوْمِ الْجُمُعَةِ جمعہ کا دن	
فَاسْعَوْا تو تم لپکو	اِلٰى طرف	ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد	وَذَرُوا اور تم چھوڑدو	الْبَيْعَ خرید وفروخت	ذٰلِكُمْ یہ	خَيْرٌ بہتر	لَّكُمْ تمہارے لئے
اِنْ اگر	كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے ہو						

تفسیر وتشریح: یہاں اس آیت میں نماز جمعہ اذان جمعہ۔ اذان کے بعد خرید فروخت کا ترک کر دینا اور نماز کے لئے سعی کرنے کے احکام دیئے گئے ہیں۔ یہاں موقع کی مناسبت سے ان جملہ امور کے متعلق جو آیت میں مذکور ہیں قدرے تفصیلی بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے سب سے پہلے یوم الجمعۃ یعنی جمعہ کے دن کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔

فضیلت یوم الجمعۃ:۔ صحیح مسلم شریف کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام دنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور پھر اسی دن وہ جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت کا وقوع بھی اسی دن ہوگا۔

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے۔ اسی دن صور پھونکا جائیگا۔ اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف پڑھا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہفتہ کا ایک دن عبادت کے لئے مخصوص کرنے اور اس کو شعار ملت قرار دینے کا رواج اہل کتاب یہود میں موجود تھا۔ یہود نے اس غرض کے لئے سبت یعنی سنیچر کا دن مقرر کیا تھا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دی تھی۔ نصاریٰ نے اپنی ملت کو یہود سے علیحدہ رکھنے کے لئے اپنا شعار ملت اور عبادت کا دن اتوار کو قرار دیا۔ اس خیال سے کہ یہ دن ابتدائے آفرینش کا ہے یا اس خیال سے جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ (معاذ اللہ) صلیب پر جان دینے کے بعد حضرت عیسیٰ اسی روز قبر سے نکل کر آسمان کی طرف گئے تھے۔ بہر حال عیسائیوں نے اتوار کو اپنی عبادت کا دن مقرر کیا۔ شریعت اسلامیہ نے ان دونوں ملتوں سے اپنی ملت کو جدا رکھنے کے لئے جمعہ کو اجتماعی عبادت کے لئے اختیار کیا۔ احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی فرضیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے قبل مکہ معظمہ ہی میں معلوم ہوگئی تھی مگر غلبہ کفر کے سبب سے اس کے ادا کرنے کا موقع نہ ملتا۔ بعد ہجرت کے مدینہ منورہ میں تشریف لاتے ہی آپ نے نماز جمعہ شروع کردی۔ مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے آپ پیر کے روز قبا پہنچے۔ چار دن وہاں قیام فرمایا۔ پانچویں دن جمعہ کے روز وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں نماز جمعہ کا وقت آ گیا اور آپ نے پہلا جمعہ ادا فرمایا۔ نماز جمعہ شریعت اسلامیہ میں فرض عین ہے۔ قرآن مجید اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اعظم شعائر اسلام سے ہے۔ منکر اس کا کافر ہے اور بے عذر اس کا تارک فاسق گناہ گار ہے۔ نماز جمعہ کی فضیلت اور تاکید اور اس کے ترک پر وعید بہت سی احادیث صحیحہ میں آئی ہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل و

طہارت بقدر امکان کرے بعد اس کے اپنے بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو کا استعمال کرے اس کے بعد نماز کے لئے چلے اور جب مسجد میں آئے تو کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر نہ بیٹھے۔ پھر جس قدر نوافل اس کی قسمت میں ہوں۔ پڑھے جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو سکوت کرے تو گزشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ اس شخص کے معاف ہو جائیں گے۔

اب اس جمعہ کے آداب جو احادیث میں فرمائے گئے ہیں اور جو سلف برتتے تھے وہ بھی مختصراً ملاحظہ ہوں۔ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ جمعہ کا اہتمام جمعرات سے کرے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے جمعرات کے دن بعد عصر کے استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کر رکھے اور خوشبو گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو اسی دن لا کر رکھ لے تا کہ پھر جمعہ کے دن اس کو ان کاموں میں مشغول ہونا نہ پڑے۔ بزرگان سلف نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور اس کا اہتمام جمعرات سے کرتا ہو اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ جمعہ کب ہے حتیٰ کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کہ آج کون دن ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ جامع مسجد میں بہت سویرے جائے جو شخص جتنا سویرے جائے گا اسی قدر اس کو ثواب ملے گا۔

آگے امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیوں شرم نہیں آتی یہود و نصاریٰ سے کہ وہ لوگ اپنی عبادت کے دن یعنی یہود سنیچر کو اور نصاریٰ اتوار کو اپنے عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں کیسے سویرے جاتے ہیں اور طالبان دنیا کتنے سویرے بازاروں میں خرید فروخت کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ پس طالبان دین کیوں پیش قدمی نہیں کرتے۔

الغرض یہاں اس آیت میں اہل اسلام کو براہ راست خطاب کر کے حکم دیا گیا کہ جب جمعہ کی اذان ہو تم ذکر اللہ کی طرف دوڑو۔ **فاسعوا** کے لفظی معنیٰ دوڑنے کے ہیں۔ لیکن دوڑنے سے یہاں مراد بھاگنے کے نہیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کھڑی ہو تو اس کی طرف سکون و وقار کے ساتھ چل کر آؤ۔ بھاگتے ہوئے نہ آؤ پھر جتنی نماز بھی مل جائے اس میں شامل ہو جاؤ اور جتنی چھوٹ جائے اسے بعد میں پورا کر لو۔ تو مفسرین نے بالاتفاق یہاں **فاسعوا** سے مراد اہتمام اور مستعدی کے لئے ہیں یعنی اذان کی آواز سن کر فوراً مسجد پہنچنے کی فکر میں لگ جائے۔ یہاں مفسرین نے ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ جس اذان کا یہاں ذکر ہے وہ وہ اذان ہے جو نزول آیت کے وقت تھی یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے۔ حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمعہ کی صرف ایک ہی اذان ہوتی تھی اور وہ آپ کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بھی اسی پر عمل ہوتا رہا۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں جب آبادی بڑھ گئی تو آپ نے پہلے ایک اذان اور دلوانی شروع کر دی اور تمام صحابہ کے اجماع سے مقرر ہوئی۔ چنانچہ اب تک ملت اسلامیہ میں جمعہ کی دو اذانیں رائج ہیں۔ اور آیت کے اس حکم کے ماتحت کہ جب جمعہ کے روز نماز کی اذان کہی جائے تو خرید فروخت چھوڑ دیا کرو فقہائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد بیع یعنی خرید فروخت اور ہر قسم کا کاروبار حرام ہے۔ اور حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ حرمت بیع میں پہلی اذان کا حکم بھی مثل دوسری اذان کے ہے باتفاق فقہائے امت یہاں بیع سے مراد فقط فروخت کرنا نہیں۔ بلکہ ہر وہ کام جو جمعہ کی طرف اذان جمعہ کے بعد جانے کے اہتمام میں مخل ہو وہ سب بیع کے مفہوم میں داخل ہے۔ اس لئے اذان جمعہ کے بعد کھانا پینا۔ سونا۔ کسی سے بات کرنا یہاں تک کہ کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ سب ممنوع ہیں۔ صرف جمعہ کی تیاری کے متعلق جو کام ہوں وہ کئے جا سکتے ہیں۔

یہ احکام تو آیت میں نماز و خطبہ سے متعلق نماز جمعہ سے پہلے کے تھے اب جب نماز جمعہ سے فارغ ہو چکے تو اس کے بعد کے احکام اگلی آیت میں ظاہر فرمائے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا

پھر جب نماز پوری ہوچکے تو تم زمین پر چلو اور خدا کی روزی کی تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو

اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ

تاکہ تم کو فلاح ہو۔ اور وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑنے کیلئے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو

قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ جو چیز خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلہ اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔

فَاِذَا پھر جب	قُضِيَتِ پوری ہو چکے	الصَّلٰوةُ نماز	فَانْتَشِرُوْا تو تم پھیل جاؤ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَابْتَغُوْا اور تم تلاش کرو	مِنْ سے			
فَضْلِ اللّٰهِ اللہ کا فضل	وَاذْكُرُوا اور تم یاد کرو	اللّٰهَ اللہ	كَثِيْرًا بکثرت	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تُفْلِحُوْنَ فلاح پاؤ	وَاِذَا اور جب			
رَاَوْا وہ دیکھتے ہیں	تِجَارَةً تجارت	اَوْ یا	لَهْوًا کھیل تماشہ	انْفَضُّوْا وہ دوڑے جاتے ہیں	اِلَيْهَا اس کی طرف	وَتَرَكُوْكَ اور آپ کو چھوڑ جاتے ہیں			
قَآئِمًا کھڑا	قُلْ فرمادیں	مَا جو	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	خَيْرٌ بہتر	مِنَ سے	اللَّهْوِ کھیل تماشہ	وَ اور	مِنَ سے	التِّجَارَةِ تجارت
وَاللّٰهُ اور اللہ	خَيْرُ بہتر	الرّٰزِقِيْنَ رزق دینے والا							

تفسیر وتشریح: اس آیت میں فرمایا کہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو چکو تو تمہیں اجازت ہے کہ اپنے کاروبار اور رزق و روزی کی تلاش میں چلو پھرو لیکن اپنے کاروبار میں لگ کر بھی اللہ کو نہ بھولو بلکہ ہر حال میں کو یاد رکھو۔ تسبیح وتحمید۔ استغفار۔ ذکر قلبی۔ ذکر لسانی سے ہر حال میں اللہ کو یاد رکھو گویا دست بکار اور دل بیار کے مصداق بنے رہو۔ اسی لئے سنت ہے کہ جب کوئی بازار جائے تو یہ کلمہ پڑھے لاالٰه الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحي ويميت وهو علىٰ كل شيء قدير. حدیث شریف میں اس کے بڑے فوائد مذکور ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بازار میں داخل ہونے کے وقت یہ کلمہ مبارک پڑھے اس کے لئے ایک لاکھ ثواب لکھے جاتے ہیں اور ایک لاکھ گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور ایک لاکھ درجات بلند کئے جاتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے یہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے اور بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وہ کبھی صرف اس کلمہ کو پڑھنے اور اس کا ثواب عظیم حاصل کرنے کے لئے ہی بازار جایا کرتے تھے۔ سبحان اللہ ان حضرات کے تقویٰ اور ذکر کرنے بازاروں کو بھی ان کے لئے گویا مساجد بنا دیا تھا اور وہ دنیا کے بازاروں میں سے بھی آخرت کا سامان اور عظیم الشان نفع ڈھونڈھ لیتے تھے۔ لیکن افسوس آج ہماری غفلت کا یہ عالم ہے کہ ہم نے مساجد کو بھی بازار بنا رکھا ہے۔ الا ماشآء اللہ۔ بہر حال مسجد سے فارغ ہو کر بھی ہر حال میں کثرت ذکر کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی بغرض ترغیب اس کا نفع بھی بتلا دیا لعلكم تفلحون تاکہ تمہارا دین دنیا کا بھلا ہو۔ تم کو دونوں جہان کی فلاح حاصل ہو۔ خاتمہ کی آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرما کر ہدایت وتنبیہ کی جاتی ہے جس کا ذکر سورۃ کے ابتدائی درس میں کیا گیا تھا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے۔ اسی وقت ایک تجارتی قافلہ شام سے غلہ لے کر آ پہنچا۔ قافلہ کے ساتھ اعلان کی غرض سے ڈھول وتاشہ ونقارہ وغیرہ بجتا تھا۔ پہلے سے شہر میں اناج کی کمی تھی۔ لوگ دوڑے کہ اس کو

ٹھہرائیں۔ چونکہ اس وقت تک خطبہ کے احکام معلوم نہ تھے اس لئے اکثر لوگ حاضرین میں سے قافلہ کی ٹھہرنے کی جگہ چلے گئے۔ صرف ۱۲ انفوس جن میں حضرات خلفائے راشدینؓ بھی شامل تھے باقی رہ گئے۔ اسی واقعہ کے متعلق یہ آخری آیت نازل ہوئی۔ حضرت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا جواب لکھا کہ جو صحابہ اٹھ کر چلے گئے تھے وہ ان کی ابتدائی حالت تھی۔ خطبہ کے احکام معلوم نہ تھے پھر بعض روایت کے مطابق زمانہ قحط اور بھوک کا تھا۔ پھر کبرائے صحابہ سے اس کا صدور نہیں ہوا۔ پھر جانے والے حضرات کی یہ اجتہادی غلطی تھی۔ بعض روایات احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ابتدا میں خطبہ بعد نماز کے ہوا کرتا تھا جیسے اب بھی عیدین میں ہوتا ہے تو یہ حضرات یوں سمجھے کہ نماز جو اصل مقصود ہے وہ ہو ہی چکی ہے خطبہ اگر نہ سنا جائے تو کچھ حرج نہیں اور خیال کیا کہ خطبہ کا حکم عام وعظوں کی طرح ہے اس لئے اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اسی واقعہ کے متعلق آیت میں اشارہ فرما کر تادیب وتنبیہ فرمائی جاتی ہے کہ سوداگری اور دنیا کا کھیل تماشہ کیا چیز ہے۔ وہ ابدی دولت حاصل کرو جو اللہ کے پاس ہے اور جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور مجالس ذکر میں ملتی ہے باقی قحط کی وجہ سے روزی کا کھٹکا جس کی بنا پر تم اٹھ کر چلے گئے سو یاد رکھو کہ روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہی بہترین روزی دینے والا ہے وہ طاعات ضروریہ میں مشغول رہنے پر بھی رزق مقدر پہنچاتا ہے جب یہ آخری آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے معاملہ میں اپنا طرز عمل بدل دیا اور نماز جمعہ سے پہلے خطبہ دینے کا معمول بنالیا اور یہی اب سنت ہے

خلاصہ یہ کہ نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد تجارتی کاروبار اور اپنے دوسرے رزق حاصل کرنے کے ذرائع کا اہتمام سب کر سکتے ہیں بلکہ بزرگان دین اور سلف صالحین سے منقول ہے کہ جو شخص نماز جمعہ کے بعد تجارتی کاروبار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ۷۰ مرتبہ برکات نازل فرماتے ہیں۔ ہاں بعد نماز جمعہ اور کسب معاش وتجارت وغیرہ میں یہ تاکید ضرور فرمائی گئی ہے کہ خداوند قدوس کے ذکر وفکر سے پھر بھی غافل نہ رہو۔ کفار کی طرح غافل ہو کر تجارت یا کسب میں نہ لگو بلکہ مشغلہ تجارت اور خرید وفروخت اور مزدوری وغیرہ کے وقت بھی اللہ کی یاد جاری رکھو۔ ایک صحابی حضرت عراک بن مالکؓ کا یہ عمل لکھا ہے کہ وہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو کر باہر آتے تو دروازہ مسجد پر کھڑے ہو کر یہ دعاء کرتے:۔

"یا اللہ میں نے آپ کے حکم کی اطاعت کی اور آپ کا فرض ادا کیا اور جیسا کہ آپ نے حکم دیا ہے نماز پڑھ کر باہر جاتا ہوں۔ آپ اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرمائیے اور آپ سب سے بہتر رزق دینے والے ہیں"۔

الحمد للہ سورہ جمعہ کا بیان ختم ہوا۔ اب آئندہ درس میں سورہ منافقون کا بیان شروع ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سورۃ الجمعہ کے خواص

جو آدمی سورۃ الجمعہ کی تلاوت ہمیشہ کرتا رہے وہ شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے۔

ذلک فضل اللہ ...... مکمل آیت

اس آیت کو کسی سیپ میں جمعہ کے دن لکھ کر اپنے مال وغیرہ میں رکھ دے تو اس میں برکت ہوگی اور اللہ کے حکم سے وہ محفوظ رہے گا۔ (الدرر النظیم)

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یوم جمعہ اور نماز جمعہ کے حقوق بجالانے کی سعادت نصیب فرمائیں۔ اور ہم کو ظاہراً وباطناً شریعت مطہرہ کی پابندی ہر حال میں نصیب فرمائیں۔ اور اپنے ہمہ وقت ذکر وفکر کی توفیق حسن عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو درست کرنے میں ہماری امداد فرمائیں اور کوئی دنیوی مشغلہ اور تجارت ہم کو اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر سے مانع نہ بنے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوۡرَۃُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ اِحۡدٰی عَشۡرَۃَ اٰیَۃً وَّفِیۡھَا رُکُوۡعَانِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا جَآءَکَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُ اللّٰہِ ۘ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُہٗ ط

جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں،

وَاللّٰہُ یَشۡھَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَکٰذِبُوۡنَ ۚ﴿۱﴾

اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔

اِذَا جَآءَکَ جب آپکے پاس آتے ہیں	الۡمُنٰفِقُوۡنَ منافق	قَالُوۡا کہتے ہیں	نَشۡھَدُ ہم گواہی دیتے ہیں	اِنَّکَ بیشک آپ	لَرَسُوۡلُ اللّٰہِ البتہ اللہ کے رسول	
وَاللّٰہُ اور اللہ	یَعۡلَمُ وہ جانتا ہے	اِنَّکَ یقیناً آپ	لَرَسُوۡلُہٗ البتہ اس کے رسول	وَاللّٰہُ جبکہ اللہ	یَشۡھَدُ گواہی دیتا ہے	اِنَّ بیشک
الۡمُنٰفِقِیۡنَ (جمع) منافق	لَکٰذِبُوۡنَ البتہ جھوٹے					

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کے پہلے ہی فقرہ میں اذا جآء ک المنفقون کے الفاظ آئے ہیں (یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں) چونکہ اس سورۃ میں منافقین کے اقوال اور طرزِ عمل پر تبصرہ فرمایا گیا ہے اس لئے اس سورۃ کا نام ہی منافقون مقرر ہوا۔ یہ سورۃ مدنی ہے اور ایک خاص واقعہ اس سورۃ کا سببِ نزول ہے

جس خاص واقعہ کے بارہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے اس کو بیان کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ مدینہ کے منافقین کے بارہ میں کچھ تاریخی معلومات بیان کردی جائے مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے اور مدینہ طیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے مدینہ میں دو مشہور قبیلے آباد تھے اوس اور خزرج۔ اور یہ دونوں قبیلہ ایک عرصہ تک آپس کی خانہ جنگی میں مبتلا رہے آخر کو تھک کر یہ دونوں قبیلہ اس بات پر متفق ہو چکے تھے کہ یہ اپنا کسی کو بادشاہ بنا کر اس کے ماتحت رہیں۔ چنانچہ انہوں نے قبیلے خزرج کے رئیس عبداللہ بن ابی کو اپنا بادشاہ بنانا طے کرلیا تھا۔ تاج بھی اس کے لئے بنالیا گیا تھا اور تاج پوشی کی رسم کی تیاریاں کررہے تھے۔ اسی درمیان میں اسلام کا چرچا بھی مدینہ میں پہنچ چکا تھا اور دونوں قبیلوں اوس اور خزرج کے بعض با اثر لوگ مسلمان ہونا شروع ہو گئے تھے حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ پہنچے ہیں تو اوس وخزرج کے اکثر گھرانوں میں اسلام پھیل چکا تھا اور وہ انصار مدینہ بن چکے تھے۔ عبداللہ بن ابی بے بس سا ہو گیا اور اس کی تاجپوشی کھٹائی میں پڑ گئی اب اس کو اپنی سرداری بچانے کے لئے اس کے سوا کوئی صورت نظر نہ آئی کہ وہ بھی مسلمانوں میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی جو بعد میں اسلامی تاریخ میں رئیس المنافقین کے لقب سے مشہور ہوا یہ بھی اپنے بہت سے حامیوں کے ساتھ جن میں اوسی اور خزرجی دونوں شامل تھے بظاہر داخل اسلام ہو گیا حالانکہ دل ان سب کے جل رہے تھے اور خاص کر عبداللہ بن ابی کو تو اس کا بڑا غم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے اس کی بادشاہی چھن گئی۔

اب اس واقعہ کو مختصراً سنیئے کہ جب اس سورۃ کا نزول ہوا۔ ایک غزوہ سے واپسی کے سفر میں دو مسلمانوں میں کچھ ترش کلامی کی نوبت

آ گئی۔ایک مہاجرین میں سے تھے ایک انصار کے۔دونوں نے اپنی حمایت کے لئے اپنی جماعت کو پکارا قریب تھا کہ بات بڑھ جاتی لیکن یہ شور سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ تم لوگ کہاں اور یہ جاہلیت کی پکار کہاں؟ اسے چھوڑو یہ بڑی گندی چیز ہے۔اس پر دونوں طرف کے صالح لوگوں نے آگے بڑھ کر معاملہ رفع دفع کرادیا۔ یہ خبر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو بھی پہنچی جو اتفاق سے مسلمانوں کے اس سفر میں ہمراہ تھا۔تو اپنے پارٹی والوں سے کہنے لگا کہ اگر ہم ان مہاجرین کو اپنے شہر میں جگہ نہ دیتے تو ہم سے مقابلہ کیوں کرتے۔تم انصار ہی ان کی خبر گیری کرتے ہو تو یہ لوگ رسول کے ساتھ جمع رہتے ہیں۔ان کی خبر گیری چھوڑ دو ابھی خرچ سے تنگ آ کر متفرق ہو جائیں اور سب مجمع ان کا بکھر جائے اور یہ بھی کہا کہ اس سفر سے واپس ہو کر ہم مدینہ پہنچیں تو جس کا اس شہر میں زور اور اقتدار ہے چاہئے ذلیل بے قدروں کو نکال دے یعنی ہم جو معزز لوگ ہیں ان ذلیل مہاجر مسلمانوں کو نکال دیں گے۔ایک صحابی حضرت زید بن ارقمؓ نے یہ باتیں سن لیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نقل کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی وغیرہ کو بلا کر تحقیق کی تو قسمیں کھا گئے کہ زید بن ارقم نے ہماری دشمنی سے جھوٹ کہہ دیا ہے۔ لوگ حضرت زیدؓ پر آوازے کسنے لگے۔آپ رنجیدہ ہو کر اپنی جگہ بیٹھ رہے یہ تھی وہ صورت حال کہ جب اس سورۃ کا نزول ہوا اور اللہ تعالیٰ نے منافقین کا جھوٹ بولنا ظاہر فرمایا۔اور اس سورۃ میں منافقوں کی بابت بتلایا گیا کہ یہ منہ پر تو کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں لیکن دل میں اس کا انکار کرتے ہیں اور یہ لوگ پرلے درجہ کے جھوٹے ہیں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان سے کام چل جائے گا اور مسلمان انہیں سچا سمجھ کر ان کی بات مان لیں گے۔ان کی زبان پر ایمان اور دل میں کفر ہے۔ان کا ڈیل ڈول تو خاصہ ہے مگر دل بڑا بودا کمزور ہے۔یہ بزدل اور ڈرپوک لوگ ہیں اور اس پر شیخیاں مارتے پھرتے ہیں کہ ہمارے برابر کوئی نہیں۔یہی منافق تو ہیں جن کا سردار کہتا پھرتا ہے کہ ان مہاجرین کو مالی امداد مت دو۔یہ تنگ آ کر خود ہی بھاگ جائیں گے اور ایک سفر میں اس نے یہ بھی کہا کہ اب کے مدینہ پہنچتے ہی ہم سارے معزز لوگ ان ذلیل اور پست مہاجر مسلمانوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے۔اس کے اس قول پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان منافقین کا جہل محض ہے کہ جو یہ ایسا کہتے ہیں بلکہ عزت ذلت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔عزت والے اللہ۔اس کے رسول اور مومنین ہی ہیں۔اخیر میں اہل ایمان کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ دیکھو ان بے وقوفوں کی طرح تم دنیا کے مال اور اولاد ہی میں جی لگا کر مت بیٹھو جانا۔ایسا نہ ہو کہ تم مال اور اولاد کی محبت میں پھنس کر اللہ کی یاد چھوڑ بیٹھو اور جو مال اللہ نے دیا ہے یہ جمع کرنے کے لئے نہیں دیا جاتا بلکہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے اس لئے حسب مقدور مال خرچ کرتے رہا کرو ورنہ مرتے وقت پچھتانا پڑے گا کہ خرچ کرنے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کا سارا موقع جاتا رہا۔اس وقت خرچ کرنے کی تمنا پھر غیر مفید ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی کی میعاد عمر ختم ہونے پر آجاتی ہے تو پھر مہلت نہیں دیتے۔باقی اللہ تمہارے کاموں سے خوب واقف ہے جیسا کرو گے ویسے ہی جزا کے مستحق ہو گے۔یہ ہے خلاصہ اس پوری سورۃ کا جس کی تفصیلات آئندہ درسوں میں انشاء اللہ سامنے آئیں گی۔

اب اس آیت کی تشریح ملاحظہ ہو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ منافقین جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم آپ کے رسول ہونے پر دل سے اعتقاد رکھتے ہیں۔اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں کہ ان کو دل سے آپ کی رسالت پر اعتقاد ہے۔واقع میں وہ آپ کی رسالت کے قائل نہیں محض اپنی اغراض کے پیش نظر زبان

سے باتیں بناتے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں تو جھوٹ بولنا ان کی امتیازی خصلت اور شعار بن چکا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ منافقین کی سب سے زیادہ نمایاں خصلت جھوٹ بولنے کی ہے۔ اور جھوٹ بولنے کی عادت اور ایمان میں کیسی منافات ہے یہ ایک حدیث سے اندازہ لگائیے:۔

حضرت صفوان بن سلیمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا مسلمان بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں (یعنی مسلمان میں یہ کمزوری ہوسکتی ہے)۔ پھر عرض کیا گیا۔ کیا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں (یعنی مسلمان میں یہ کمزوری بھی ہوسکتی ہے۔ پھر عرض کیا گیا۔ کیا مسلمان کذاب ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ یعنی ایمان کے ساتھ بیباکانہ جھوٹ کی ناپاک عادت جمع نہیں ہوسکتی اور ایمان جھوٹ کو برداشت نہیں کرسکتا۔ (معارف الحدیث جلد اول) مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ بخیل اور بزدلی اگرچہ بری عادتیں ہیں لیکن یہ دونوں انسانوں کی کچھ ایسی فطری کمزوریاں ہیں کہ ایک مسلمان میں بھی یہ ہوسکتی ہیں لیکن جھوٹ کی عادت میں اور ایمان میں ایسی منافات ہے کہ یہ ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔ اور کیسے جمع ہوسکتے ہیں جب کہ خود قرآن کریم میں ارشاد ہے **لعنت اللہ علی الکذبین** (پارہ۳رکوع۱۴) تو معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کے لئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ کفر وشرک اور اعتقادی نفاق کی نجاست سے بچے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کفر وشرک اور اعتقادی نفاق کی نجاست سے بچے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ منافقانہ سیرت اور منافقانہ اعمال واخلاق کی گندگی سے بھی اپنے کو محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہماری زبانوں کو اور ہمارے دلوں کو جھوٹ کی ناپاکی سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

ابھی آگے انہی منافقین کے متعلق مضمون جاری ہے، جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں پکا اور سچا مومن بننے کی توفیق عطا فرمائیں اور منافقانہ خصلتوں اور عادتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔

یا اللہ ہم نے جو کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا ہے تو ہمیں اس شہادت میں مخلص اور صادق بنا کر زندہ رکھیئے اور اسی شہادت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر دل وزبان سے قائم رہتے ہوئے موت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ اس اسلامی ملک میں کچھ ایسے بھی نظر آتے ہیں جو بظاہر اسلام کا لبادہ پہنے ہوئے ہیں اور مردم شماری میں مسلمان کہلاتے ہیں مگر ان کے قال وحال سے یہی ظاہر ہے کہ ان کو نہ حقیقی اسلام سے محبت ہے نہ اسکی عظمت ہے اور در پردہ اسلام اور ملک کیلئے مارِ آستین بنے ہوئے ہیں۔ یا اللہ ایسے منافقین کو ہدایت نصیب فرمادے اگر ان کیلئے ہدایت مقدر ہے ورنہ ایسے مار آستینوں سے اس سرزمین کو پاک فرمادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲ ذٰلِكَ

ان لوگوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے پھر یہ لوگ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، بے شک ان کے یہ اعمال بہت ہی بُرے ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ

بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۳ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ

یہ لوگ ایمان لے آئے پھر کافر ہوگئے سو ان کے دلوں پر مہر کردی گئی تو یہ نہیں سمجھتے۔ اور جب آپ اُن کو دیکھیں تو ان کے قد وقامت

اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ

آپ کو خوشنما معلوم ہوں، اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی بات سن لیں، گویا یہ لکڑیاں ہیں جو سہارے سے لگائی ہوئی ہیں، ہر غل پکار کو

كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۴

اپنے ہی اوپر خیال کرنے لگتے ہیں، یہی لوگ دشمن ہیں آپ ان سے ہوشیار رہیے، خدا اُن کو غارت کرے کہاں پھرے چلے جاتے ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا انہوں نے پکڑا (بنالیا)	اَيْمَانَهُمْ اپنی قسموں کو	جُنَّةً ڈھال	فَصَدُّوْا پس وہ روکتے ہیں	عَنْ سے	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کا راستہ	اِنَّهُمْ بیشک وہ
سَاۗءَ مَا برا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے ہیں	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	ثُمَّ كَفَرُوْا پھر انہوں نے کفر کیا	فَطُبِعَ تو مہر لگادی گئی
عَلٰي پر	قُلُوْبِهِمْ انکے دل	فَهُمْ پس وہ	لَا يَفْقَهُوْنَ نہیں سمجھتے	وَاِذَا اور جب	رَاَيْتَهُمْ آپ انہیں دیکھیں	تُعْجِبُكَ تو آپکو خوشنما معلوم ہوں
اَجْسَامُهُمْ ان کے جسم	وَ اور	اِنْ يَّقُوْلُوْا اگر وہ بات کریں	تَسْمَعْ آپ سنیں	لِقَوْلِهِمْ ان کی باتوں کو	كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ	خُشُبٌ لکڑیاں
مُّسَنَّدَةٌ دیوار سے لگائی ہوئی	يَحْسَبُوْنَ وہ گمان کرتے ہیں	كُلَّ صَيْحَةٍ ہر بلند آواز	عَلَيْهِمْ اپنے اوپر	هُمُ وہ	الْعَدُوُّ دشمن	
فَاحْذَرْهُمْ پس آپ اُن سے بچیں	قٰتَلَهُمُ انہیں مارے (غارت کرے)	اللّٰهُ اللہ	اَنّٰى کہاں	يُؤْفَكُوْنَ وہ پھرے جاتے ہیں		

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹی قسمیں کھالیتے ہیں۔ جہاں کوئی بات قابل گرفت ان سے سرزد ہوئی اور مسلمانوں کی طرف سے مواخذہ کا خوف ہوا تو فوراً جھوٹی قسمیں کھا کر بری ہوگئے۔ ان قسموں سے مراد وہ قسمیں بھی ہوسکتی ہیں جو وہ اپنے مسلمان اور مومن ہونے کا یقین دلانے کے لئے قسمیں کھایا کرتے تھے اور وہ قسمیں بھی ہوسکتی ہیں جو کسی منافقانہ حرکت کے پکڑے جانے پر وہ کھاتے تھے تاکہ مسلمانوں کو یہ یقین دلائیں کہ وہ حرکت انہوں نے نہیں کی۔ اور وہ قسمیں بھی مراد ہوسکتی ہیں جو عبداللہ بن ابی نے حضرت زید بن ارقمؓ کی دی ہوئی خبر کو جھٹلانے کے لئے کھائی تھیں۔ الغرض جھوٹی قسمیں کھانے میں ان منافقین کو ذرا باک نہ تھا اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال عزت آبرو محفوظ رکھنے کے لئے ان ہی قسموں کی آڑ پکڑتے تھے۔

تو پہلی خصلت ان منافقین کی جھوٹ بولنے کی بتلائی گئی دوسری خصلت جھوٹی قسمیں کھانے کی بتلائی گئی۔ آگے تیسری خصلت بتلائی جاتی ہے کہ یہ لوگ دوسروں کو بھی اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں یعنی اسلام اور مسلمانوں کی نسبت طعن، تشنیع اور عیب جوئی کر کے دوسروں کو اسلام سے بدظن کرتے ہیں اور اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور لوگ ان کو بظاہر مسلمان جان کر دھوکہ کھا جاتے ہیں تو اس سے بڑھ کر اور برا کام کیا ہوگا کہ خود بھی اللہ کے رستے سے رکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ اور یہ واضح رہے کہ ایک شخص جب تک بظاہر توحید و

رسالت کے ساتھ ضروریات دین کا اقرار کرتا ہے خواہ جھوٹ اور فریب ہی سے کیوں نہ ہو اسلام اس کے قتل کی اجازت نہیں دیتا۔ آگے انہی منافقین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ ایمان کا زبانی اقرار کر کے مسلمانوں میں شامل ہوئے مگر دل سے ایمان نہ لائے اور دل میں منکر ہی رہے اور مدعی ایمان ہو کر کافروں جیسے کام کئے۔ اس بے ایمانی اور انتہائی دغاوفریب کا اثر یہ ہوا کہ ان کے دلوں پر مہر لگ گئی اور ایمان وخیر اور حق وصداقت کے سرایت کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہی۔ جب آدمی کا قلب اس کی بدکاریوں اور بے ایمانیوں سے بالکل مسخ ہو جائے تو پھر حق و باطل اور نیک و بد کے سمجھنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان کے دل تو مسخ ہو چکے ہیں لیکن جسم دیکھو تو بہت ڈیل ڈول کے۔ باتیں کریں تو بہت چکنی چپڑی۔ چرب زبانی سے لچھے دار کہ خواہ مخواہ سننے والا ادھر متوجہ ہو۔ حضرت عبدا للہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی بڑے ڈیل ڈول کا تندرست۔ خوش شکل اور چرب زبان آدمی تھا اور یہی شان اس کے بہت سے ساتھیوں کی تھی۔ یہ سب مدینہ کے رئیس لوگ تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آتے تو دیواروں سے سہارا اور تکیہ لگا کر بیٹھتے۔ اس پر تشبیہ دی گئی کہ یہ مثل اس خشک اور بیکار لکڑی کے ہیں کہ جو دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جائے جو محض بے جان اور لایعقل۔ دیکھنے میں کتنی موٹی مگر ایک منٹ بھی بدون سہارے کھڑی نہیں رہ سکتی۔ ہاں ضرورت پڑے تو جلانے کے کام آ سکتی ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ ان کے موٹے اور فربہ جسم اور تن وتوش سب ظاہری خول ہیں اندر سے جوہر انسانیت سے خالی اور بے جان۔ محض جہنم کا ایندھن بننے کے لائق ہیں۔ آگے ان منافقین کے مجرم ضمیر کی حالت بیان فرمائی گئی کہ یہ نہایت بزدل اور ڈرپوک۔ ذرا کہیں شوروغل ہو تو سہم جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم ہی پر کوئی بلا آئی۔ سنگین جرموں اور بے ایمانیوں کی وجہ سے ہر وقت ان کے دل میں دغدغہ لگا رہتا ہے کہ کہیں ہماری دغابازیوں کا پردہ تو چاک نہیں ہو گیا۔ یا ہماری حرکات کی پاداش میں کوئی افتاد تو پڑنے والی نہیں۔ پھر بتلایا گیا کہ کھلے ہوئے دشمنوں کی بہ نسبت یہ چھپے ہوئے دشمن زیادہ خطرناک ہیں لہذا ان کی چالوں سے ہوشیار رہا جائے۔ عرب کے محاورہ کے مطابق ان پر لعنت اور پھٹکار کی جاتی ہے کہ خدا کی مار ہو ان پر کہ ایمان کا اظہار کر کے یہ بے ایمانی۔ اور حق و صداقت کی روشنی آ چکنے کے بعد یہ ظلمت پسندی اور ہدایت کا چشمہ پاس ہوتے ہوئے اس سے محروم اور پیاسا رہنا۔

یہاں ان آیات میں منافقین کی ایک دوسری نمایاں خصلت جھوٹی قسمیں کھانے کی بتلائی گئی۔ اول تو بے ضرورت بات بات میں قسم کھانا ہی بہت بری عادت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بڑی بے تعظیمی اور بے حرمتی ہوتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے سچی بات پر بھی قسم نہ کھانا چاہئے (بہشتی زیور حصہ سوم) اور جھوٹی بات پر جان بوجھ کر قسم کھانا تو گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ احادیث میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے اب قسم کھانے کے متعلق چند ضروری مسائل ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ نمبر ۱۔ اگر غلطی اور دھوکہ میں جھوٹی قسم کھائی مثلاً کسی نے کہا کہ خدا کی قسم ابھی فلانا آدمی نہیں آیا اور اپنے دل میں یقین کے ساتھ یہی سمجھتا ہے کہ سچی قسم کھا رہا ہوں۔ پھر معلوم ہوا کہ اس وقت وہ آدمی آ گیا تھا تو یہ معاف ہے اس میں گناہ نہ ہوگا اور کچھ کفارہ بھی نہیں (بہشتی زیور حصہ سوم)

مسئلہ نمبر ۲۔ جو بات ہو چکی ہے یا گزر گئی ہے اس پر جھوٹی قسم کھانا بڑا سخت گناہ ہے مثلاً کسی نے نماز نہیں پڑھی اور جب کسی نے پوچھا تو کہہ دیا کہ خدا کی قسم میں نماز پڑھ چکا ہوں۔ یا مثلاً کسی سے گلاس ٹوٹ گیا اور جب پوچھا گیا تو کہہ دیا کہ خدا کی قسم میں نے نہیں توڑا۔ جان بوجھ کر اس طرح جھوٹی قسم کھالی تو اس کے گناہ کی کوئی حد نہیں اور اس کا کوئی کفارہ بھی نہیں۔ بس دن رات اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کر کے اپنا گناہ معاف کرائے۔ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ نمبر۳۔اگر ایسی بات پر قسم کھائی جو ابھی نہیں ہوئی بلکہ آئندہ ہوگی جیسے کوئی کہے کہ خدا کی قسم آج میرا بھائی آوے گا اور وہ نہیں آیا تو کفارہ دینا پڑے گا اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو دووقتہ کھانا دے یا کچا اناج دیدے اور ہر محتاج کو آدھی چھٹانک اوپر پونے دو سیر گیہوں۔ احتیاطاً پورے دو سیر گیہوں دے یا دس فقیروں کو کپڑا دے جس سے بدن کا زیادہ حصہ ڈھک جاوے اور اگر فقیر عورت کو کپڑا دیا تو اتنا کپڑا ہونا چاہئے کہ سارا دن ڈھک جائے اور وہ غریب عورت اس کپڑے سے نماز پڑھ سکے۔

مسئلہ نمبر۴۔کفارے میں ان ہی مساکین کو کپڑا یا کھانا دینا درست ہے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

مسئلہ نمبر۵۔کسی نے گناہ کی بات پر قسم کھالی مثلاً کہا کہ خدا کی قسم میں ماں باپ سے کبھی نہ بولوں گا یا یہ کہا کہ میں خدا کی قسم فلاں کی یہ چیز چرالاؤں گا تو ایسے گناہ کی بات پر قسم کو توڑ دینا واجب ہے۔قسم توڑ کر کفارہ دیدے۔

مسئلہ نمبر۶۔اگر کوئی ایسا غریب ہے کہ نہ کپڑا دے سکتا ہے کفارہ میں نہ کھانا کھلا سکتا ہے تو لگا تار تین روزہ رکھے۔اگر کسی عذر سے بیچ میں کوئی روزہ چھوٹ گیا تو پھر سے لگا تار تین روزہ رکھے۔(بہشتی زیور حصہ سوم) یہ چند ضروری مسائل تھے جو اس ضمن میں بیان کئے گئے۔اللہ تعالیٰ جھوٹ سے اور جھوٹی قسم سے ہم کو بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ابھی مضمون آگے بھی انہیں منافقین کے متعلق جاری ہے جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر اور باطن کو یکساں رکھیں اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔منافقین جو اسوقت بھی اسلام اور ایمان کے دعوے بلند کرتے ہیں اور درپردہ دین کے دشمن ہیں۔

یا اللہ ان کی پوشیدہ چالوں سے اہل ایمان کو محفوظ رکھئے۔اور ان کی منافقانہ سرگرمیوں سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائیے۔یا اللہ ہمیں اسلام سے سچا تعلق اور لگاؤ نصیب فرمائیے اور دل و جان سے ہم کو اسلام اور ایمان کا قدردان بنادیجئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے رسول اللہ استغفار کریں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ اُنکو دیکھیں گے

وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۵﴾ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ

کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رُخی کرتے ہیں۔ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ آپ ان کیلئے استغفار کریں یا اُن کیلئے استغفار نہ کریں۔اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۶﴾

اُن کو ہرگز نہ بخشے گا، بے شک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

وَاِذَا اور جب	قِيْلَ لَهُمْ کہا جائے ان سے (تم آؤ)	يَسْتَغْفِرْ بخشش کی دعا کریں	لَكُمْ تمہارے لئے	رَسُوْلُ اللّٰهِ رسول اللہ	لَوَّوْا وہ پھیر لیتے ہیں	
رُءُوْسَهُمْ اپنے سروں کو	وَرَاَيْتَهُمْ اور آپ اُنہیں دیکھیں	يَصُدُّوْنَ وہ منہ پھیر لیتے ہیں	وَهُمْ اور وہ	مُسْتَكْبِرُوْنَ بڑا ہی تکبر کرنیوالے ہیں		
سَوَآءٌ برابر	عَلَيْهِمْ اُن پر	اَسْتَغْفَرْتَ آپ بخشش مانگیں	لَهُمْ ان کیلئے	اَمْ یا	لَمْ تَسْتَغْفِرْ آپ نہ بخشش مانگیں	لَهُمْ ان کیلئے
لَنْ يَّغْفِرَ ہرگز نہیں بخشے گا	اللّٰهُ اللہ	لَهُمْ ان کو	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَا يَهْدِي ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ نافرمان لوگوں

تفسیر وتشریح: عبداللہ بن ابی اپنے قوم کا رئیس اور سردار تھا۔اور بظاہر مسلمانوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اسلام قبول کرلیا تھا۔اپنی خیر خواہی جتانے کے لئے اس کا معمول تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کے لئے ممبر پر تشریف لاتے تو یہ عبداللہ بن ابی کھڑا ہو جاتا اور کہتا لوگو یہ اللہ کے رسول ہیں جو تم میں موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا اکرام کیا اور تمہیں عزت دی اب تم پر فرض ہے کہ تم آپ کی مدد کرو۔اور آپ کی عزت وتکریم کرو۔آپ کا فرمان سنو اور جو فرمائیں بجالاؤ۔یہ کہہ کر بیٹھ جایا کرتا تھا۔جنگ احد میں اس کا نفاق کھل گیا تھا یہ وہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی نافرمانی کر کے عین وقت پر اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر میدان جنگ سے الٹا واپس آ گیا جبکہ قریش کے لوگ قریب ۳ ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر چڑھ آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقابلہ کے لئے صرف ایک ہزار نفوس ساتھ لے کر مدافعت کے لئے نکلے تھے ان ایک ہزار میں سے بھی یہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ۳۰۰ آدمی توڑ لایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ۷۰۰ مجاہدین کی جمعیت سے کفار کا مقابلہ کرنا پڑا۔تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد سے فارغ ہوئے اور مع الخیر مدینہ منورہ تشریف لائے اور جمعہ کا دن آیا اور خطبہ کے لئے آپ ممبر پر تشریف لائے تو حسب عادت یہ عبداللہ بن ابی آج بھی کھڑا ہوا اور کہنا ہی چاہتا تھا کہ بعض صحابہ ادھر ادھر سے کھڑے ہو گئے اور اس کے کپڑے پکڑ کر کہنے لگے کہ دشمن خدا بیٹھ جا۔تو اب یہ کہنے کا منہ نہیں رکھتا۔تو نے جو کچھ کیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔اب تو اس کا اہل نہیں کہ زبان سے جو جی میں آئے کہے۔یہ عبداللہ بن ابی کو سخت ناگوار گزرا اور ناراض ہو کر گردنیں پھلانگتا ہوا مسجد سے باہر چلا اور کہتا جاتا تھا کہ گویا میں کسی بری بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔میں تو ان کا کام اور مضبوط کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔چند انصاریوں نے اس سے مسجد کے دروازہ پر

کہا یہ کیا بات ہے؟ تو کہا کہ میں تو ان کا کام مضبوط کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا جو چند اصحاب مجھ پر اچھل کر آ گئے مجھے گھسیٹنے لگے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے گویا میں کسی بری بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا حالانکہ میری نیت یہ تھی کہ میں آپ کی باتوں کی تائید کروں۔ انہوں نے کہا کہ خیر اب تم واپس چلو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں گے آپ تمہارے لئے خدا سے بخشش چاہیں گے اس نے کہا کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ اسی کی طرف آیت میں اشارہ کر کے فرمایا گیا کہ ان منافقین کے تکبر اور شرارت کی یہ کیفیت ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آؤ اور آپ سے اپنے لئے استغفار کراؤ تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں جو اشارہ اس امر کی طرف ہوا کہ ہم کو اس کی ضرورت نہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ غایت رحمت و شفقت سے ممکن ہے ان کے لئے بحالت موجودہ معافی طلب کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ کسی صورت سے ان کو معاف کرنے والا نہیں اور نہ ایسے نافرمانوں کو اس کے ہاں سے ہدایت کی توفیق ملتی ہے یہی بات سورہ توبہ میں جو اس سورہ کے قریب تین سال بعد نازل ہوئی اور زیادہ تاکید کے ساتھ فرما دی گئی اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے منافقین کے متعلق صاف فرما دیا گیا کہ آپ چاہے ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہ کریگا اور یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا ہے اس آیت کے بعد وہیں سورہ توبہ میں فرمایا گیا۔ ”کہ اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا ہے اور یہ فاسق ہونے کی حالت میں مرے ہیں“۔ تو یہاں آیت **سوآء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفرلھم ط لن یغفراللہ لھم ط ان اللہ لایھدی القوم الفٰسقین o** (ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا) اور سورہ توبہ کی مذکورہ بالا آیات میں دو باتیں بیان کی گئیں۔ ایک یہ کہ دعائے مغفرت صرف اہل ایمان ہی کے حق میں مفید ہو سکتی ہے جس نے ایمان کے بجائے کفر اختیار کیا (اور نفاق بھی کفر کی ایک بدترین شکل ہے) تو اس کے لئے کسی کی دعاء مغفرت حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی دعائے مغفرت کارآمد اور نفع بخش نہیں ہو سکتی اور اس کو بخشا نہیں جا سکتا۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ یہاں سے گناہ گار اور بداعتقاد کا فرق بھی معلوم ہو گیا۔ گناہ ایسا کون ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بخشوانے سے نہ بخشا جائے۔ سورہ نسآء پانچویں پارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے **ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآء وک فاستغفر واللہ واستغفرلھم الرسول لوجدا اللہ توابا رحیما ط** (اور اگر وہ لوگ جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھتے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ کا قبول کرنے والا رحمت کرنے والا پاتے) لیکن بداعتقاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر مرتبہ استغفار کرنا بھی فائدہ نہ دے۔ اللہ تعالیٰ بداعتقادی سے ہم کو بچائیں۔

اور ہمارے قلوب کو اس مرض سے پاک رکھیں۔ آمین۔

دوسری بات یہاں آیت میں یہ فرمائی گئی کہ ایسے لوگوں کو ہدایت بخشنا اللہ کا طریقہ نہیں کہ جو اس کی ہدایت کے طالب نہ ہوں۔ اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے منہ موڑ رہا ہو۔ بلکہ ہدایت کی طرف اسے بلایا جائے تو سر جھٹک کر غرور کے ساتھ اس دعوت کو رد کر دے تو پھر اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہدایت ربانی اس کے پیچھے پیچھے پھرے اور اسے راہ راست پر لائے۔

یہاں ان آیات میں منافقین کی خصلت تکبر کی مذمت فرمائی گئی۔ اور تکبر ایسی بدخصلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے قلب میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔

اس لئے ہمیں بھی تمام امراض باطنی خصوصاً تکبر کے ازالہ کے لئے فکر کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائیں اور اپنی توفیق و ہدایت ہمارے شامل حال رکھیں اور اس مہلک مرض سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔

ابھی اگلی آیات میں بھی مضمون انہی منافقین کے متعلق جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ منافقانہ خصلتوں اور عادتوں سے ہم کو بچائیں اور ہم کو صحیح اور سچا و پکا اسلام و ایمان نصیب فرمائیں۔

اے اللہ پہلے بھی منافقین نے اسلام دشمنی برتی اور قاتلهم الله کی پھٹکار اور لعنت ان پر پڑی۔

اے اللہ اب بھی جو منافق اسلام دشمنی میں در پردہ پڑے ہوئے ہیں اس اسلامی سلطنت کو ان کے شر سے محفوظ فرما۔ اور ان کے ناپاک وجود سے پاکستان کو پاک فرما۔

اے اللہ تو سچے اور محب اسلام حاکم ہم کو عطا فرما جو اس ملک میں اسلام کو فروغ دیں اور اسلامی قوانین جاری کریں اور اسلامی فضا پیدا کریں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ

یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں اُن پر کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہوجاویں گے اور اللہ ہی کے ہیں سب خزانے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ ﴿۷﴾ یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ

آسمانوں اور زمین کے، ولیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں۔ یہ یوں کہتے ہیں کہ اگر ہم اب

اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰہِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ

مدینہ میں لوٹ کر جاویں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا، اور اللہ ہی کی ہے عزت اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی

لٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾

ولیکن منافقین جانتے نہیں۔

هُمُ وہی	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	لَا تُنْفِقُوْا تم خرچ کرو	عَلٰی پر	مَنْ جو	عِنْدَ پاس	رَسُوْلِ رسول	اللّٰہِ اللہ
حَتّٰی یہاں تک کہ	یَنْفَضُّوْا وہ منتشر ہوجائیں	وَلِلّٰہِ اور اللہ کیلئے	خَزَآئِنُ خزانے	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَلٰکِنَّ اور لیکن		
الْمُنٰفِقِیْنَ منافق (جمع)	لَا یَفْقَهُوْنَ وہ نہیں سمجھتے	یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	لَئِنْ رَّجَعْنَآ اگر ہم لوٹ کر گئے	اِلَی الْمَدِیْنَةِ مدینہ کی طرف				
لَیُخْرِجَنَّ ضرور نکال دیگا	الْاَعَزُّ معزز ترین	مِنْهَا وہاں سے	الْاَذَلَّ نہایت ذلیل	وَلِلّٰہِ اور اللہ کیلئے	الْعِزَّةُ عزت	وَلِرَسُوْلِهٖ اور اسکے رسول کیلئے		
وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ اور مومنوں کیلئے	وَلٰکِنَّ اور لیکن	الْمُنٰفِقِیْنَ منافق (جمع)	لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے					

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کے ابتدائی درس میں سبب نزول کے سلسلہ میں یہ تفصیل کیساتھ بتایا جاچکا ہے کہ ایک غزوہ سے مدینہ کو واپسی میں راستہ میں دو مجاہدین میں کچھ ناگوار واقعہ پیش آ گیا تھا۔

ان آیات میں اسی عبداللہ بن ابی کے اقوال کی طرف اشارہ ہے کہ جس نے یہ کہا تھا کہ ان مہاجر مسلمانوں پر جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جمع ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہوجاویں گے اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ تمام آسمان وزمین کے خزانوں کا مالک تو اللہ ہے۔ کیا جو لوگ خالص اس کی رضا جوئی کے لئے اس کے پیغمبر کی خدمت میں رہتے ہیں وہ ان کو رزق سے محروم کر کے کیا بھوکوں مار دے گا۔ اور لوگ اگر ان کی امداد بند کرلیں گے تو وہ بھی کیا اپنی روزی کے سب دروازہ بند کرلے گا اور سچ تو یہ ہے کہ جو بندے ان اللہ والوں پر خرچ کررہے ہیں وہ بھی اللہ ہی کراتا ہے۔ اس کی توفیق نہ ہو تو نیک کام میں کوئی ایک پیسہ خرچ نہ کرسکے۔ پھر اسی عبداللہ بن ابی نے یہ بھی کہا تھا کہ اب ہم مدینہ لوٹ کر جاویں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا یعنی ان مہاجرین مسافر پردیسیوں کو نکال باہر کردیں گے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ منافق نہیں جانتے کہ زوردار اور عزت والا کون ہے؟ یاد رکھو کہ اصلی اور ذاتی عزت تو اللہ کی ہے اس کے بعد اسی سے تعلق رکھنے کی بدولت درجہ بدرجہ رسول کی اور ایمان والوں کی ہے یعنی تمام عزت اللہ کے لئے بالذات مخصوص ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بربنائے رسالت اور مومنین کے لئے بربنائے ایمان۔ رہے کفار وفساق اور منافقین تو یہ حقیقی عزت سے محروم ہی ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ جو

پکے اور سچے مسلمان تھے اس مذکورہ واقعہ کے بعد دوران سفر ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے سنا ہے کہ میرے باپ نے جو بکواس کی ہے اس کے بدلے آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں؟ کیونکہ حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ مجھے اس کی اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں تو عبداللہ بن ابی کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر یوں ہی ہے تو آپ اس کے قتل کا حکم کسی اور کو نہ دیجئے۔ میں خود جاتا ہوں اور ابھی اس کا سر آپ کے قدموں میں لا ڈالتا ہوں۔ قسم خدا کی قبیلہ خزرج کا ایک ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے احسان وسلوک اور محبت وعزت کرنے والا نہیں لیکن میں فرمان رسول پر اپنے باپ کی گردن مارنے کو تیار ہوں۔ آپ میرے باپ کے قتل کا حکم مجھے دیجئے۔ اللہ اکبر! صحابہ کرام کے حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا یہ عالم تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے طفیل میں ان کی اس ایمانی صفت کا کوئی حصہ ہم ناکاروں کو بھی عطا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا نہیں میں اسے قتل کرنا نہیں چاہتا۔ ہم تو اس سے اور نرمی برتیں گے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم لشکر سمیت مدینہ پہنچے تو اس منافق عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ مدینہ شریف کے دروازہ پر کھڑے ہوگئے اور تلوار کھینچ لی۔ لوگ مدینہ میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کا باپ عبداللہ بن ابی آیا تو یہ فرمانے لگے کہ خبردار مدینہ میں داخل مت ہو۔ عبداللہ بن ابی نے کہا کیا بات ہے؟ مجھے کیوں روک رہا ہے؟ بیٹے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا تو مدینہ میں نہیں جا سکتا جب تک کہ اللہ کے رسول تیرے لئے اجازت نہ دیں۔ عزت والے آپ ہی ہیں اور تو ذلیل ہے۔ عبداللہ بن ابی رک کر کھڑا ہوگیا یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ لشکر کے آخری حصہ میں ہوتے تھے۔ آپ کو دیکھ کر عبداللہ بن ابی نے بیٹے کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ اسے کیوں روک رکھا ہے؟ انہوں نے کہا قسم ہے خدا کی جب تک آپ کی اجازت نہ ہو یہ اندر مدینہ میں نہیں جا سکتا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔ اب حضرت عبداللہؓ نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی کو شہر میں داخل ہونے دیا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ نے اپنے باپ سے کہا کہ جب تک تو اپنی زبان سے یہ نہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں اور میں ذلیل تب تک تو مدینہ میں نہیں جا سکتا۔ یہ گویا جواب تھا عبداللہ بن ابی کے اس قول کا کہ جو اس نے سفر میں کہا تھا کہ مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔

الغرض شروع سورۃ سے یہاں تک منافقین کی مذمت۔ ان کی تقبیح وتوبیخ فرمائی گئی۔ اب اس کے بعد آگے خاتمہ کی آیات میں مومنین مخلصین کو خطاب فرما کر چند ہدایات دی گئی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو دین اسلام اور رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی محبت نصیب فرمائیں اور آپ کی محبت کے ساتھ آپ کی عظمت اور اور اتباع بھی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ آپ نے منافقین اور اعدائے دین واسلام کو جیسے پہلے ذلیل وخوار کیا اور مومنین کو عزت ورفعت بخشی اسی طرح اب بھی دشمنان دین کو خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ ذلیل وخوار فرما اور ان کے شر سے اہل اسلام کو محفوظ ومامون فرما۔ یا اللہ اہل اسلام میں آپس میں سچا اور پکا اتحاد نصیب فرما۔ اور وطنی اور قومی اور زبان اور رنگ ونسل کی تفرقہ آمیز لعنتوں سے ان کو محفوظ فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ

اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پاویں، اور جو ایسا

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٩ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ

کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں۔ اور ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے اس سے پہلے پہلے خرچ کرلو

اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ

کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو پھر وہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اور تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہ دی، کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کام

الصّٰلِحِيْنَ ۝١٠ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝١١

کرنے والوں میں شامل ہو جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جبکہ اس کی میعاد آ جاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا، اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	لَا تُلْهِكُمْ تمہیں غافل نہ کردیں	اَمْوَالُكُمْ تمہارے مال	وَلَآ اَوْلَادُكُمْ اور نہ تمہاری اولاد			
عَنْ سے	ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد	وَمَنْ اور جو	يَّفْعَلْ کرے گا	ذٰلِكَ یہ	فَاُولٰٓئِكَ هُمُ تو وہی لوگ وہ	الْخٰسِرُوْنَ خسارہ پانے والے	
وَاَنْفِقُوْا اور تم خرچ کرو	مِنْ سے	مَّا رَزَقْنٰكُمْ ہم نے تمہیں دیا	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ يَّاْتِيَ کہ آجائے	اَحَدَكُمُ تم میں سے کسی کو		
الْمَوْتُ موت	فَيَقُوْلَ تو وہ کہے	رَبِّ اے میرے رب	لَوْلَآ کیوں نہ	اَخَّرْتَنِيْٓ تو نے مجھے مہلت دی	اِلٰٓى تک	اَجَلٍ قَرِيْبٍ ایک قریب کی مدت	
فَاَصَّدَّقَ تو میں صدقہ کرتا ہوں	وَ اور	اَكُنْ میں ہوتا	مِّنَ سے	الصّٰلِحِيْنَ نیکوکاروں	وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اور ہرگز ڈھیل نہ دے گا		
اللّٰهُ اللہ	نَفْسًا کسی کو	اِذَا جَآءَ جب آگئی	اَجَلُهَا اس کی اجل	وَاللّٰهُ اور اللہ	خَبِيْرٌۢ باخبر	بِمَا اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو

تفسیر و تشریح: ان آیات میں اہل ایمان کو خطاب کر کے سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو آدمی کے لئے بڑے خسارے اور ٹوٹے کی بات یہ ہے کہ باقی کو چھوڑ کر فانی میں مشغول ہو جائے اور اعلیٰ سے ہٹ کر ادنیٰ میں پھنس جائے۔ مال اور اولاد وہی اچھی ہے جو اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے غافل نہ کرے اگر ان دھندوں میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل ہو گیا تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں بھی قلبی سکون و اطمینان نصیب نہ ہوا۔ تو جو لوگ دنیا ہی میں پھنسے ہوئے ہیں اور مال اور اولاد ہی کی محبت میں گرفتار ہیں اور اللہ کو بھول گئے تو وہ بڑے سخت گھاٹے میں رہنے والے لوگ ہیں۔ یہاں آیت میں مال اور اولاد ہی کا ذکر خاص طور پر فرمایا ہے کیونکہ انسان زیادہ تر انہی کی خاطر دین و ایمان سے منہ موڑ کر نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے ورنہ درحقیقت مراد دنیا کی ہر وہ چیز ہے جو انسان کو یاد خدا سے غافل کر دے۔ اور یہ خدا کی یاد سے غفلت ہی ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔ اگر انسان کو یہ یاد رہے اور وہ اس تصور کو اپنے ذہن میں قائم رکھے کہ وہ ایک خدا کا بندہ ہے اور وہ خدا اس کے تمام اعمال و افعال سے باخبر ہے اور ایک دن اس کے سامنے جا کر اپنے زندگی بھر کے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے تو پھر وہ حتی الامکان کسی گمراہی اور بدعملی میں مبتلا نہ ہوگا اور اگر بشری کمزوری سے کبھی اس سے کوئی غلطی یا گناہ سرزد ہو جائے گا تو فوراً اس کو تنبہ ہو کر ہوش آ جائے گا اور توبہ سے اس کی تلافی کی کوشش کرے گا۔ پھر منافقین نے جو یہ کہا تھا کہ اپنا مال ان پر مت خرچ کرو جو رسول اللہ کے ساتھ رہتے ہیں تو اس کے متعلق ایک جواب تو گزشتہ آیات میں منافقین کو دیا گیا تھا کہ یہ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ تمام آسمان و زمین کے

خزانوں کا مالک تو اللہ ہے اسی سے متعلق ایک ہدایت اہل ایمان کو دی جاتی ہے کہ دیکھو مال جوڑ کر اور جمع کر کے رکھنے کے لئے نہیں بلکہ یہ نیک کاموں میں اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے اور اس طرح خرچ کرنے میں خود تمہارا بھلا ہے جو کچھ صدقہ خیرات کرنا ہے جلدی کر لو ورنہ موت سر پر آ پہنچے گی تو پھر پچھتاؤ گے کہ کیوں ہم نے خدا کے رستہ میں مال خرچ نہ کیا۔ اس وقت یعنی موت کے وقت بخیل تمنا کریگا کہ اے میرے پروردگار چند روز اور میری موت کو ملتوی کر دیجئے کہ میں خوب صدقہ خیرات کر کے اور نیک وصالح بن کر حاضر ہوں لیکن وہاں التوا کیسا؟ جس شخص کی جس قدر عمر لکھ دی گئی ہے اور جو میعاد زندگی مقرر کر دی گئی ہے اس کے پورا ہو جانے پر ایک لمحہ کی ڈھیل اور تاخیر نہیں ہو سکتی۔

اخیر میں **و اللہ خبیر بما تعملون** اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو فرما کر یہ جتلا دیا کہ اللہ کو یہ بھی خبر ہے کہ اگر بالفرض تمہاری تمنا کے موافق تمہاری موت ملتوی کر دی جائے اور دنیا کی طرف تمہیں لوٹا دیا جائے تب تم کیسے عمل کرو گے وہ سب کی اندرونی استعدادوں کو جانتا ہے اور سب کے ظاہری و باطنی اعمال سے پوری طرح خبردار ہے اسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔

اس لئے تمام اہل اسلام کو نصیحت کی گئی کہ موت کے آثار سامنے آنے سے پہلے پہلے صحت اور قوت کی حالت میں اپنے اموال اللہ کی رضا میں خرچ کر کے آخرت کے درجات حاصل کر لو۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا صدقہ سب سے زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے وقت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا جبکہ انسان تندرست ہو اور اپنی آئندہ ضروریات کے پیش نظر یہ خوف بھی ہو کہ مال خرچ کر ڈالا تو کہیں بعد میں خود محتاج نہ ہو جاؤں اور فرمایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو اس وقت تک نہ ٹلاؤ جب تک کہ روح تمہارے حلق میں آ جائے اور مرنے لگو تو اس وقت بھی کہو کہ اتنا مال فلاں کو دیدو اتنا فلاں کام میں خرچ کر دو یعنی انفاق فی سبیل اللہ دنیا کی زندگی میں آخری وقت تک جاری رکھو۔ پھر پچھتانے اور یہ آرزو و تمنا کرنے کی نوبت نہ آئے گی کہ موت میں کچھ تاخیر ہو جائے اور مہلت مل جائے تو اعمال صالحہ کر لوں اور صالحین میں داخل ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ ہماری غفلت کو دور فرمائیں۔ اور ابھی ہمیں زندگی۔ صحت اور قوت میں اعمال صالحہ اور اپنے ذکر فکر کی توفیق نصیب فرمائیں۔

الحمد للہ اس درس پر سورہ منفقون کا بیان ختم ہو گیا۔ اب اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

سورۃ المنافقون کے خواص

۱..... اگر کسی کو آشوب چشم ہو اس پر سوۃ المنافقون پڑھ کر دم کرنے سے صحت ہو جاتی ہے۔

۲..... اگر کسی کو پھوڑے ہوں تو اس پر سورۃ المنافقون دم کرنے سے صحت ہو جاتی ہے۔

۳..... کسی قسم کا درد ہو اس پر سورۃ المنافقون دم کرنے سے صحت ہو جاتی ہے۔

و اذا رایتهم ...... انی یؤ فکون

اگر کسی ظالم دشمن کا خوف ہو تو مذکورہ آیت پاک مٹی پر پڑھ کر اس کے چہرے کی طرف چھڑکے بشرطیکہ اسے معلوم نہ ہو تو وہ ظالم اپنے ارادہ سے باز آ جائے گا۔ (الدرر النظیم)

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں آخری وقت پر پچھتانے اور ندامت کرنے سے بچائیں اور ہمیں زندگی میں اپنی مرضیات والے اعمال کی توفیق نصیب فرمادیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

سب چیزیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ کہ زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں اسی کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے، اور وہ ہر شے پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ②

قادر ہے۔ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو تم میں بعضے کافر ہیں اور بعضے مومن ہیں، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

يُسَبِّحُ وہ پاکیزگی بیان کرتا ہے	لِلّٰهِ اللہ کی	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	لَهُ اسی کیلئے	
الْمُلْكُ بادشاہی	وَلَهُ اور اسی کیلئے	الْحَمْدُ تمام تعریفیں	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	هُوَ الَّذِيْ وہی جس نے
خَلَقَكُمْ تمہیں پیدا کیا	فَمِنْكُمْ تو تم میں سے	كَافِرٌ کوئی کافر	وَمِنْكُمْ اور تم میں سے	مُؤْمِنٌ کوئی مومن	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِمَا اس کو جو	
تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	بَصِيْرٌ دیکھنے والا						

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کے پہلے رکوع میں قیامت کو یوم التغابن یعنی تغابن کا دن کہا گیا ہے۔ تغابن ہار جیت کو کہتے ہیں ۔ زندگی کی بازی کی ہار جیت کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ اس مناسبت سے قیامت کو یوم التغابن کہا گیا ہے اور اسی سے سورۃ کا نام تغابن ماخوذ ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز بے جان ہو یا جاندار۔ آسمان میں ہو یا زمین میں اپنی حالت سے ظاہر کر رہی ہے اور اگر زبان رکھتی ہے تو منہ سے بھی کہہ رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب و نقص سے پاک۔ منزہ اور مبرا ہے۔ پھر یہ پوری کائنات تنہا اسی کی سلطنت ہے اور عملاً وہ ہر آن اس پر حکومت کر رہا ہے۔ اس حکومت اور فرمانبروائی میں کسی دوسرے کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔ دوسروں کو اگر عارضی طور پر یا محدود پیمانہ پر کسی جگہ تصرف۔ یا ملکیت یا حکمرانی کے اختیارات حاصل ہیں تو وہ ان کے ذاتی اختیارات نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے دیئے ہوئے ہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے انہیں حاصل رہتے ہیں اور جب وہ چاہے انہیں چھین لے یا سلب کر سکتا ہے۔ پھر تمام تعریف کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ دوسری جس ہستی میں بھی کوئی قابل تعریف خوبی پائی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ پھر وہ ہر چیز پر قادر ہے یعنی اللہ کی ذات قادر مطلق ہے۔ جو کچھ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ کوئی طاقت اس کی قدرت کو محدود کرنے یا روکنے والی نہیں۔ پھر اسی نے سب انسانوں کو بنایا اور پیدا کیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ سب اس پر ایمان لاتے اور اس منعم حقیقی کی اطاعت کرتے مگر ہوا یہ کہ بعض منکرین بن گئے اور بعض ایماندار۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے انسان میں دونوں طرف جانے کی استعداد اور قوت رکھی تھی مگر اولاً سب کو فطرت صحیحہ پر پیدا کیا تھا پھر کوئی اس فطرت پر قائم رہا اور کسی نے گردوپیش کے حالات سے متاثر ہو کر اس کے خلاف راہ اختیار کر لی۔ اسی مضمون کو ۲۱ویں پارہ سورہ روم میں فرمایا گیا ہے:۔ ''تو تم یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف رکھو۔ اللہ کی دی ہوئی فطرت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ

نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہئے۔ پس سیدھا دین یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے“۔ اسی مضمون کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں اس طرح فرمایا ہے کہ ہر انسان صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور بعد میں خارج سے کفرو شرک اور گمراہی اس پر عارض ہوتی ہے۔ اخیر میں ارشاد ہے واللہ بما تعملون بصیر۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ تو یہاں دیکھنے کا مطلب محض دیکھنا ہی نہیں ہے بلکہ اس سے یہ مفہوم بھی خود بخود نکلتا ہے کہ جیسے تمہارے اعمال و افعال ہیں انہی کے مطابق تم کو جزا یا سزا دی جائے گی۔

یہاں آیت میں فرمایا گیا ہے خلقکم فمنکم کافرو منکم مومن۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تم میں بعض کافر ہو گئے بعض مومن رہے۔ تو اس جملہ کی تشریح کے سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ”مفتی اعظم پاکستان نے لکھا ہے کہ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ اول تخلیق و آفرینش میں کوئی کافر نہیں تھا یہ کافر اور مومن کی تقسیم بعد میں اس کسب و اختیار کے تابع ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بخشا ہے اور اسی کسب و اختیار کی وجہ سے اس پر گناہ و ثواب عائد ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے اس جگہ انسان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے کافر و مومن۔ جس سے معلوم ہوا کہ اولاد آدم علیہ السلام سب ایک برادری ہے اور دنیا کے پورے انسان اس برادری کے افراد ہیں۔ اس برادری کو قطع کرنے اور ایک الگ گروہ بنانے والی چیز صرف کفر ہے۔ جو شخص کافر ہو گیا۔ اس نے انسانی برادری کا رشتہ توڑ دیا۔ اس طرح پوری دنیا میں انسانوں میں گروہ بندی صرف ایمان اور کفر کی بنا پر ہو سکتی ہے۔ رنگ اور زبان نسب و خاندان۔ وطن اور ملک میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو انسانی برادری کو مختلف گروہوں میں بانٹ دے۔ ایک باپ کی اولاد اگر مختلف شہروں میں بسنے لگے یا مختلف زبانیں بولنے لگے یا ان کے رنگ میں تفاوت ہو تو وہ الگ الگ گروہ نہیں ہو جاتے۔ اختلاف رنگ و زبان اور وطن و ملک کے باوجود یہ سب آپس میں بھائی ہی ہوتے ہیں۔ کوئی سمجھدار انسان ان کو مختلف گروہ نہیں قرار دے سکتا۔

زمانہ جاہلیت میں نسب اور قبائل کی تفریق کو قومیت اور گروہ بندی کی بنیاد بنا دیا گیا۔ اسی طرح ملک و وطن کی بنیاد پر کچھ گروہ بندی ہونے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب بتوں کو توڑا اور مومن مسلمان خواہ کسی ملک اور کسی خطہ کا ہو۔ کسی رنگ اور خاندان کا ہو۔ کوئی زبان بولتا ہو ان سب کو ایک برادری قرار دیا بنص قرآن کریم انما المومنون اخوۃ (مومنین سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں)۔ اسی طرح کفار کسی ملک اور قوم کے ہوں وہ اسلام کی نظر میں ملت واحدہ یعنی ایک قوم ہیں۔ قرآن کریم کا یہ جملہ فمنکم کافرو منکم مومن (تم میں بعض کافر ہو گئے اور بعض مومن رہے) اس پر شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کل بنی آدم کو صرف کافر و مومن دو گروہوں میں تقسیم فرمایا۔ اختلاف رنگ و زبان کو قرآن نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانی اور انسان کے لئے بہت سے معاشی فوائد پر مشتمل ہونے کی بنا پر ایک عظیم نعمت تو قرار دیا ہے مگر اس کو بنی آدم کی گروہ بندی کا ذریعہ بنانے کی اجازت نہیں دی۔

اور ایمان و کفر کی بنا پر دو قوموں کی تقسیم یہ ایک امر اختیاری پر مبنی ہے۔ کیونکہ ایمان بھی اختیاری امر ہے اور کفر بھی اختیاری امر ہے۔ اگر کوئی شخص ایک قومیت چھوڑ کر دوسری میں شامل ہونا چاہے تو آسانی سے اپنے عقائد بدل کر دوسرے میں شامل ہو سکتا ہے۔ بخلاف نسب و خاندان اور رنگ و زبان اور ملک و وطن کے یہ کسی انسان کے اختیار میں نہیں کہ اپنا نسب بدل دے۔ یا رنگ

بدل دے۔ زبان اور وطن اگر چہ بدلے جاسکتے ہیں مگر زبان اور وطن کی بنیاد پر بننے والی قومیں دوسروں کو عادۃً اپنے اندر جذب کرنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوتیں خواہ ان کی زبان بولنے لگے اور ان کے وطن میں آباد ہو جائے۔ یہی وہ اسلامی برادری اور ایمانی اخوت تھی جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں مشرق ومغرب کے اور شمال وجنوب کے اور عرب وعجم کے اور کالے اور گورے بے شمار افراد کو ایک لڑی میں پرو دیا تھا جس کی قوت وطاقت کا مقابلہ دنیا کی قومیں نہ کرسکیں۔ جب انہوں نے پھر ان بتوں کو زندہ کیا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام نے پاش پاش کر دیا تھا تو مسلمانوں کی عظیم ترین ملت واحدہ کو ملک ووطن اور زبان اور رنگ اور نسب وخاندان کے مختلف ٹکڑوں میں اور گروہ بندیوں میں تقسیم کر کے ان کو باہم ٹکرا دیا۔ اس طرح دشمنان اسلام کی یلغار کے لئے میدان صاف ہو گیا۔ جس کا نتیجہ آنکھیں آج دیکھ رہی ہیں کہ مشرق ومغرب کے مسلمان جو ایک قوم اور ایک دل تھے اب چھوٹے چھوٹے گروہوں میں منحصر ہو کر ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں اور ان کے مقابلہ پر کفر کی طاغوتی طاقتیں باہمی اختلاف رکھنے کے باوجود مسلمانوں کے مقابلہ میں ملت واحدہ ہی معلوم ہوتی ہیں''۔ (معارف القرآن۔ جلد ہشتم)

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور اسلام جیسی نعمت عظمیٰ کی قدر دانی کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور اپنے بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد کر لینے کی سعادت نصیب فرمائیں۔

الغرض سورۃ کی ابتدا مضمون توحید سے فرمائی گئی اور ابھی یہی مضمون توحید اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا اور پھر ایمان واسلام کی دولت سے نوازا۔ اور اشرف الانبیاء والمرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ یا اللہ ہم کو اس زندگی کے آخری سانس تک اسلام دین فطرت پر قائم رکھئے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمایئے۔

یا اللہ اپنے ذکر وفکر اور اپنی تسبیح وتحمید کی ہم کو بھی دائمی توفیق عطا فرمایئے اپنے ذاکر اور تسبیح خواں بندوں میں ہمارا شمار فرمالیجئے۔

یا اللہ بے شک آپ ہر شے پر قادر ہیں آپ اپنی رحمت سے ہمیں اپنا بھولا ہوا سبق ایمانی پھر یاد کر لینے کی توفیق عطا فرما دیجئے اور امت مسلمہ کو پھر ملت واحدہ بن جانے اور آپس میں شیر وشکر ہو جانے کی توفیق نصیب فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (۳) يَعْلَمُ مَا فِي

اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر پیدا کیا اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا اور اسی کے پاس لوٹنا ہے۔ وہ سب چیزوں کو جانتا ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (۴)

جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سب چیزوں کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

خَلَقَ اس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	بِالْحَقِّ حق کے ساتھ	وَصَوَّرَكُمْ اور تمہیں صورتیں دیں	فَاَحْسَنَ تو بہت اچھی	
صُوَرَكُمْ تمہیں صورتیں دیں	وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف	الْمَصِيْرُ بازگشت	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین
وَيَعْلَمُ اور جانتا ہے	مَا تُسِرُّوْنَ جو تم چھپاتے ہو	وَمَا تُعْلِنُوْنَ اور جو تم ظاہر کرتے ہو	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کے بھید	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس۔ پاکی و بزرگی کا ذکر فرما کر تمام انسانوں کو خطاب کرکے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو تم کو فطرت سلیمہ پر پیدا کیا تھا جس کا تقاضا یہ تھا کہ تم سب ایمان کی راہ اختیار کرتے مگر اس صحیح فطرت پر پیدا ہونے کے بعد تم میں سے بعض لوگوں نے کفر اختیار کیا اور بعض نے ایمان کی راہ اختیار کی۔ اب آگے ان آیات میں اسی سلسلہ خطاب میں انسانوں کو بتلایا جاتا ہے کہ کچھ تم ہی کو اللہ تعالیٰ نے فطرت سلیمہ پر پیدا نہیں کیا بلکہ یہ کائنات بھی اللہ تعالیٰ نے برحق پیدا کی ہے۔ یعنی یہ زمین و آسمان اور یہ کائنات یونہی بلا مقصد نہیں بنادی گئی بلکہ ہر چیز کی تخلیق ایک مقصد رکھتی ہے اور معقول حکمت پر مبنی ہے۔ آج سائنس کی جتنی بھی ترقیاں ہو رہی ہیں وہ سب اس امر کی شہادت دے رہی ہیں کہ یہ کائنات اور اس کی ہر چیز اس خالق حکیم نے کیسی مقررہ حکمت اور کیسے منظم اصول اور اٹل ضوابط کے ساتھ پیدا فرمائی ہے۔ آج جتنی بھی حیرت انگیز ایجادات جاری ہو رہی ہیں وہ ہرگز ممکن نہ ہوتیں اگر یہ کائنات اور اس کی ہر چیز باحکمت اور بااصول طور پر ایک مقررہ ضابطہ پر پیدا نہ فرمائی گئی ہوتی۔ مثلاً ہوا۔ پانی۔ آگ۔ مٹی یہ چار عناصر ہیں۔ ہر ایک کی ماہیت وخاصیت اور خواص قدرت نے علیحدہ علیحدہ رکھے ہیں۔ اب اگر یہ نظام نہ ہوتا۔ اور پانی کے خواص کبھی آگ سے ظاہر ہو جاتے۔ اور مٹی کے خواص کبھی ہوا سے ظاہر ہو جاتے۔ اور ہوا کے خواص کبھی پانی سے ظاہر ہونے لگتے تو سائنس کی ایجادات اور ترقیاں تو درکنار انسان کی زیست اس دنیا میں محال ہو جاتی۔ پھر اس کائنات کی پیدائش میں انسان اشرف المخلوقات ہے اس لئے آگے فرمایا گیا کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت اور نقشہ پر پیدا کیا۔ یہاں آیت میں صورت سے مراد محض انسان کا چہرہ نہیں بلکہ اس سے مراد انسان کی پوری جسمانی ساخت ہے اور وہ قوتیں اور صلاحیتیں بھی اس کے مفہوم میں شامل ہیں جو اس دنیا میں کام کرنے کے لئے انسان کو عطا کی گئی ہیں۔ تو یہاں آیت میں جو فرمایا گیا کہ اے انسا تو تمہارا نقشہ خدا نے بنایا اور کیسا عمدہ نقشہ بنایا کہ تمہارے چلنے کے لئے مناسب ترین پاؤں دیئے۔ تمہارے کام کرنے کے لئے موزوں ترین ہاتھ دیئے گئے۔ تمہارے دیکھنے کو کیسی عجیب آنکھیں دی گئیں۔ تمہارے سننے کو کیا خوب کان دیئے گئے۔ تمہارے سونگھنے کو ناک دی گئی۔ پھر سوچنے سمجھنے کے لئے کیسے حواس اور آلات ادراک وعلم دیئے گئے۔ پھر حق تعالیٰ خالق کائنات کی یہ کیسی حیرت انگیز صنعت اور صورت گری ہے کہ انسانوں میں ایک ہی طرح کا چہرہ ہونے کے باوجود یعنی سب یکساں دو آنکھیں۔ ایک ناک۔ دو کان۔ ایک منہ۔ ایک سر رکھتے ہیں مگر عقل حیران رہ جاتی ہے کہ ایک انسان کی صورت بالکلیہ دوسرے انسان کی صورت سے ایسی نہیں ملتی کہ پہچاننا دشوار ہو جائے تو ایک فرد کی شکل وصورت کا دوسرے سب سے علیحدہ اور ممتاز ہونا یہ حق تعالیٰ ہی کی صناعی اور صورت گری ہے اور اس کی مخصوص صفت ہے۔ حق تعالیٰ کے مشہور ۹۹ اسمائے حسنہ ہیں

ان میں ایک المصور بھی ہے یعنی تصویر بنانے والا۔ تو انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر جو اللہ تعالیٰ نے بہترین صورت اور نقشہ پر پیدا کیا اور بہترین صلاحیتیں اور قوتیں اس کو عطا فرمائیں۔ تو یہ سب کیوں اور کس لئے دی گئیں؟ اس کا منشا اگلے فقرہ والیہ المصیر سے ظاہر ہے کہ آخرکار اسی کی طرف تم کو پلٹنا ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جب ایسے بامقصد اور حکیمانہ نظام کائنات میں ایک انسان جیسی بہترین مخلوق پیدا کی گئی تو حکمت کا تقاضہ یہی ہونا چاہئے کہ اس انسان کو دنیا میں شتر بے مہار کی طرح غیر ذمہ دار بنا کر نہ چھوڑ دیا جائے بلکہ لازماً اس کی باحکمت تخلیق کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ مخلوق اس ہستی کے سامنے جواب دہ ہو جس نے اپنی کائنات میں اسے یہ مقام و درجہ عنایت فرمایا ہے۔ تو یہاں آیت اسی کے پاس لوٹنا ہے اس سے مراد محض لوٹنا نہیں بلکہ جواب دہی کے لئے لوٹنا مراد ہے اور کس کے پاس لوٹنا ہے اس کی کیا صفات ہیں یہ اگلی آیت میں بتلایا جاتا ہے یعنی جس کے پاس اے انسانو تمہیں لوٹ کر جانا ہے وہ ایسا علیم ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور تمہارے تمام اعمال و افعال کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو یا علانیہ کرتے ہو اور پھر یہی نہیں کہ وہ ظاہری اعمال و افعال کو جانتا ہے بلکہ وہ ایسا علیم ہے کہ انسانوں کے دلوں میں جو بھید اور راز چھپے ہوئے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔

تو خلاصہ یہ کہ ابتدائے سورۃ سے یہاں تک تمام انسانوں کو خطاب کر کے چار بنیادی حقیقتوں سے آگاہ کیا گیا۔

اول یہ کہ یہ کائنات جس میں تم بستے ہو بے خدا نہیں ہے بلکہ اس کا خالق و مالک اور فرمانروا ایک ایسا قادر مطلق ہے جس کے کامل اور بے عیب ہونے کی شہادت ہر چیز دے رہی ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ کائنات بے مقصد اور بے حکمت نہیں ہے بلکہ اس کے خالق نے اسے سراسر برحق پیدا کیا ہے۔

تیسرے یہ کہ انسانوں کو جس بہترین صورت اور نقشہ کے ساتھ خدا نے پیدا کیا ہے اس کے باعث یہ ایک ذمہ دار اور جواب دہ مخلوق ہے۔

چوتھے یہ کہ آخرکار انسانوں کو اپنے خالق کی طرف پلٹ کر جانا ہے اور اس ہستی سے سابقہ پیش آنا ہے جو کائنات کی ہر چیز سے واقف ہے، جس سے انسانوں کی کوئی بات پوشیدہ نہیں اور جو دلوں کے چھپے ہوئے راز تک سے واقف ہے۔

اب یہاں جو یہ فرمایا گیا **وصورکم فاحسن صورکم** (اس نے تمہاری صورت اور نقشہ بنایا سو کیسا عمدہ نقشہ بنایا) تو علماء نے لکھا ہے کہ تصویر کشی درحقیقت خلاق عالم کا وہ امتیازی وصف ہے کہ جو اس کی ذات پاک کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس میں کوئی جن و انس اس کا سہیم و شریک نہیں۔ اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے تصویر کشی کو جو ایک طرح سے خلاق عالم کی نقل اتارنا ہے اور جس میں مشابہت خلق اللہ لازم آتی ہے حرام اور سخت کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سخت ترین عذاب قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا جو خداوند عالم کے فعل خلق کی مشابہت کرنا چاہتے ہیں۔

بخاری و مسلم کی ایک حدیث ہے، جو حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو تصاویر بناتے ہیں قیامت کے روز عذاب دیئے جائیں گے۔ ان کو عاجز کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ جو صورت تم نے بنائی ہے اس میں جان بھی ڈالو۔ یعنی جب خالق کے ساتھ مشابہت کا دم بھرا تھا تو اس کو پورا کر کے دکھلاؤ اور اپنی بنائی ہوئی ذی روح کی تصویر میں روح بھی ڈالو۔ جس کا جواب ان مصوروں کے پاس کچھ نہ ہوگا اور اپنے کئے ہوئے کے عذاب کو بھگتیں گے۔ (التصویر لاحکام التصویر از حضرت مفتی صاحبؒ)

اس لئے جن حضرات کو دینی احکام پر چلنے کی فکر ہو وہ اس تصویر کے مسئلہ میں مفتی محمد شفیع صاحب کی کتاب تصویر کے شرعی احکام کو ملاحظہ کر لیں جس میں شرعی مسائل کے ساتھ جس قدر شرعی سہولتیں تصاویر کے متعلق ممکن ہیں ان کو بھی ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الغرض ان آیات میں تو حق تعالیٰ کا عام انسانوں کو خطاب تھا۔ اب آگے ان لوگوں سے خطاب فرمایا گیا کہ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے پہلے کفر کیا پھر انہوں نے اعمال کا وبال چکھا اور ان کیلئے عذاب دردناک ہونے والا ہے۔

أَلِيمٌ ۞ ذٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا

یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں کے پاس ان کے پیغمبر دلائل واضحہ لے کر آئے تو ان لوگوں نے کہا کہ کیا بشر یعنی آدمی ہم کو ہدایت کریں گے، غرض انہوں نے کفر کیا

وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۞ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا ؕ

اور اعراض کیا اور خدا نے پرواہ نہ کی، اور اللہ بے نیاز ستودہ صفات ہے۔ یہ کافر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز دوبارہ نہ زندہ کئے جاویں گے

قُلْ بَلَى وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ ۞

آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں واللہ ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے، پھر جو کچھ تم نے کیا ہے تم کو سب جتلا دیا جاویگا، اور یہ اللہ کو بالکل آسان ہے۔

أَلَمْ يَأْتِكُمْ کیا نہیں آئی تمہارے پاس	نَبَؤُا خبر	الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	فَذَاقُوا تو انہوں نے چکھ لیا		
وَبَالَ وبال	أَمْرِهِمْ اپنے کام	وَلَهُمْ اوران کیلئے	عَذَابٌ أَلِيمٌ عذاب دردناک	ذٰلِكَ یہ	بِأَنَّهُ اسلئے کہ وہ	كَانَتْ تَأْتِيهِمْ آتے تھے انکے پاس
رُسُلُهُمْ انکے رسول	بِالْبَيِّنَاتِ واضح نشانیوں کیساتھ	فَقَالُوا تو وہ کہتے	أَبَشَرٌ کیا بشر	يَهْدُونَنَا وہ ہدایت دیتے ہیں	فَكَفَرُوا تو انہوں نے کفر کیا	
وَتَوَلَّوْا اور وہ پھر گئے	وَاسْتَغْنَى اور بے نیازی فرمائی	اللّٰهُ اللہ	وَاللّٰهُ اور اللہ	غَنِيٌّ بے نیاز	حَمِيدٌ ستودہ صفات	زَعَمَ دعویٰ کیا
الَّذِينَ ان لوگوں نے جو	كَفَرُوا وہ کافر ہوئے	أَنْ کہ	لَنْ يُبْعَثُوا وہ ہرگز نہ اٹھائے جائینگے	قُلْ فرمادیں	بَلَى ہاں	وَرَبِّي میرے رب کی قسم
لَتُبْعَثُنَّ البتہ تم ضرور اٹھائے جاؤگے	ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ پھر البتہ تمہیں ضرور جتلایا جائیگا	بِمَا عَمِلْتُمْ جو تم کرتے تھے	وَذٰلِكَ اور یہ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	يَسِيرٌ آسان	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں لوگوں سے جو دنیا کی حقیقتوں کے منکر ہیں خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے منکر انسانو کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں جو تم سے پہلے اسی دنیا میں رہتے تھے اور اللہ کا انکار کرتے تھے۔ انہوں نے جو کچھ کیا ان کے سامنے آیا اور اپنے بداعمالی کا خمیازہ بھگتا اور ان کے کرتوت دنیا ہی میں رنگ لائے۔

اصلی اور پوری سزا تو انہیں ابھی آخرت میں بھگتنی ہے۔ جو بہت ہی دکھ دینے والا عذاب ہے تو غور و کرو کہ ان کی یہ گت کیوں بنی؟ اس کا جواب آگے خود حق تعالیٰ دیتے ہیں کہ ایسے منکر انسانوں کی تباہی کے بنیادی اسباب دو تھے۔

ایک تو یہ کہ انہوں نے جن رسولوں کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا ان کی بات ماننے سے انکار کیا۔

دوسری بنیادی وجہ ان منکرین کی تباہی کی یہ بتلائی گئی کہ انہوں نے آخرت کے عقیدہ کو بھی رد کر دیا اور اپنے زعم میں یہ سمجھ لیا کہ بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اس کے بعد کوئی اور زندگی نہیں جس میں ہمیں اپنے خدا کے سامنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ یہی گمراہی بالآخر ان کی تباہی کا موجب ہوئی۔

اب یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں اور انبیاء کے منکرین کا قول یہ نقل فرمایا گیا ہے "فقالوا ابشر یھدوننا۔ یعنی ان منکرین نے رسولوں کے متعلق یوں کہا کہ کیا بشر یعنی آدمی ہم کو ہدایت کریں گے (یعنی بشر کہیں پیغمبر اور ہادی ہوسکتا ہے) اب خوب یاد رکھئے اور غور کیجئے کہ یہ کفار اور منکرین کا قول ہے

جو انبیاء اور رسل کی نسبت نقل فرمایا گیا ہے۔ حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کفار کے اس قول ابشر یھدوننا کے متعلق اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ ”بشریت کو نبوت و رسالت کے منافی سمجھنا بھی کفار کا خیال باطل تھا۔ جس پر قرآن میں جابجا رد کیا گیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اب مسلمانوں میں بھی بعض لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منکر پائے جاتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ وہ کدھر جا رہے ہیں؟ بشر ہونا نہ نبوت کے منافی ہے۔ نہ رسالت کے بلند مقام کے منافی ہے۔ نہ رسول کے نور ہونے کے منافی ہے۔ وہ نور بھی ہیں۔ بشر بھی ہیں۔ ان کے نور کو چراغ اور آفتاب اور ماہتاب کے نور پر قیاس کرنا غلطی ہے“۔

تمام علمائے اسلام اور فقہائے ملت جن میں صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین اور علمائے سلف و خلف سب شامل ہیں اس کی صراحت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر یعنی انسان ہونے کا عقیدہ و اقرار ضروریات دین میں سے ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کے بشر ہونے کا انکار تو کیا لاعلمی کا اظہار بھی کرے تب بھی وہ کافر ہے کہ اس نے ایک ضروری اور بنیادی عقیدہ کو معلوم نہیں کیا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا اقرار ایک بنیادی عقیدہ ہے اور وہ شخص اس سے بے خبر ہے اور تمام علمائے اسلام اور فقہائے ملت اس بات پر متفق ہیں کہ سب حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام بشر تھے جس کو صاف اور صریح الفاظ میں اپنی کتابوں میں وہ بلا خوف تردید اظہار اور اعلان کرتے رہے ہیں۔ علامہ استاذ الحدیث مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب ترجمان السنۃ میں ”اسلام میں رسول کا تصور“ کے عنوان کے تحت تحریر فرمایا ہے اختصار کرکے نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت علامہ ؒ لکھتے ہیں۔

”...... رسول ایک انسان ہوتا ہے اور عام انسانوں پر اس کی برتری سمجھنے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا فرستادہ اور اس کا پیغمبر ہے۔ اس کی جانب سے منصب اصلاح پر کھڑا کیا گیا ہے اور اس لئے اس کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک انسان ہو کیونکہ اصلاح کے لئے صرف علم کافی نہیں۔ احساس کی بھی ضرورت ہے جو غم نہیں کھا سکتا وہ ایک غمزدہ کی پوری تسلی بھی نہیں کر سکتا۔ جو بھوک سے آزاد ہے وہ ایک بھوکے کے ساتھ صحیح دلسوزی کرنا بھی نہیں جانتا۔ جو فطرت انسانی کی کمزوریوں سے آشنا نہیں وہ ان کمزوریوں پر اغماض بھی نہیں کر سکتا اسی لئے قرآن کریم نے جابجا بعثت کے ساتھ رسولوں کا انسان ہونا ایک مستقل انجام قرار دیا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق چوتھے پارہ سورہ ال عمران میں ارشاد فرمایا۔ **لقد من اللہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولا من انفسھم.** (حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں انہی کی جنس سے ایک پیغمبر کو بھیجا) یعنی اس رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو انسانوں میں تو بھیجا ہی تھا مگر انسانوں میں عرب۔ اور عربوں میں قریش اور قریش میں ہاشمی بنایا مگر ان چند در چند خصوصیات کے باوجود پھر بھی آپ ایک انسان ہی رہے اور یہی وہ عقیدہ تھا جو ابتدا میں اولاد آدم کو بنیادی طور پر بتا دیا گیا تھا چنانچہ آٹھویں پارہ سورہ اعراف میں ارشاد ہے **یبنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایٰتی فمن اتقیٰ واصلح فلاخوف علیھم ولاھم یحزنون**۔ یعنی ہم نے عالم ارواح ہی میں کہہ دیا تھا کہ اے اولاد آدم کی اگر تمہارے پاس رسول آویں جو تم ہی میں سے ہوں گے جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے سو ان کے آنے پر جو تقویٰ کی راہ اختیار کرے اور نیک رہے سو ان پر آخرت میں نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے تو اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن باتوں کی اولاد آدم کو بنیادی طور پر تعلیم دی گئی تھی ان میں ایک بعثت رسول۔ دوم رسولوں کے انسان ہونے کا عقیدہ تھا اسی عقیدہ کے مطابق دنیا میں خدا کے بہت سے رسول آء جن کی صحیح تعداد خدا ہی کو معلوم ہے اس درمیان میں دنیا کی مقرر عمر آخر جب ہونے لگی ادھر رسولوں کی مقرر تعداد بھی پوری ہو گئی اس لئے آخری رسول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر اس سلسلہ کو ختم کر دیا گیا۔ اس تمام سلسلہ میں جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع

ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوجاتا ہے کوئی رسول ایسا نہ تھا جو انسان نہ ہوتا۔علاوہ اس کے کہ رسول اگر انسان نہ ہوں تو وہ انسانوں کی پوری اصلاح نہیں کرسکتے اور نسل انسانی پر یہ ایک بدنما داغ ہوتا کہ اشرف المخلوقات کا مصلح ومربی کسی اور نوع میں پیدا کیا جائے اس لئے خود رسول اور نوع انسانی کا شرف وکمال یہی تھا کہ رسول انسانوں میں سے ایک انسان ہوتا۔(ترجمان السنۃ جلد اول)

اب یہاں ایک ممکن غلط فہمی جو ہوسکتی ہے اس کا رفع کردینا بھی ضروری ہے وہ یہ جیسا کہ حضرت علامہ بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ نے ترجمان السنۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام بشر ضرور ہوتے ہیں مگر اس کا مطلب یہ سمجھنا بھی صحیح نہیں کہ وہ بالکل ایسے ہی بشر ہوتے ہیں جیسے کہ عام بشر ہوا کرتے ہیں بلکہ وہ ان سے اتنے ممتاز بھی ہوتے ہیں کہ اگر بیک وقت دونوں پر نظر ڈالی جائے تو یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا وہ علیحدہ علیحدہ دو صنفوں کے افراد ہیں۔انبیاء علیہم السلام نفس بشریہ میں گو سب انسانوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں لیکن پھر بھی وہ تمام نوع بشر سے ممتاز بھی ہوتے ہیں اور صرف اپنی سیرت میں نہیں۔ بلکہ اپنے جسم اور جوارح میں بھی اور ان کے خواص میں بھی۔مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم مبارک کی امتیازی خصوصیت میں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی پشت کی جانب سے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے سامنے کی جانب سے یا مثلاً ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ جو انبیاء ہوتے ہیں ہماری صرف آنکھیں ہی آنکھیں سوتی ہیں ہمارے دل نہیں سوتے یعنی عام بشر پر جن حالات میں پوری غفلت طاری ہوتی ہے انبیاء کرام ان حالات میں بھی پورے ہشیار رہتے ہیں یا جیسا کہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی نبی کی وفات نہیں ہوتی جب تک کہ جنت میں اس کا مقام اس کو دکھا نہیں دیا جاتا اور پھر اس کے بعد یہ اس کو اختیار بھی دیا جاتا ہے کہ وہ جو چاہے پسند کرے یعنی خواہ اور جینا پسند کرے یا وفات کو پسند کرے یعنی انبیاء کی روح ان کی اجازت کے بعد قبض کی جاتی ہے پھر انبیاء علیہم السلام کا گو خاکی قالب وہی ہوتا ہے جو عام انسانوں کا مگر ان کا جوہر فطرت خلقۃً اور پیدائشی ایسا پاکیزہ اور منور بنایا جاتا ہے کہ ان کی معصومیت پر فرشتوں کی معصومیت بھی رشک کرتی ہے۔انبیاء علیہم السلام پیدائشی طور پر نفس مطمئنہ رکھتے ہیں جو فطرۃً ہر معصیت سے نفور اور نشۂ عبودیت سے چور ہوتا ہے۔(ماخذ ترجمان السنۃ)

اب اس بحث کے خاتمہ پر ہم وہ الفاظ نقل کرتے ہیں جو حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ شیخ التفسیر والحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے اپنی تالیف ''تنقید متین'' میں تحریر کئے ہیں کہ ہمارا ایمان اور تحقیق یہ ہے کہ امام الرسل خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں اور نور بھی جنس اور ذات کے لحاظ سے تو آپ بشر ہیں اور صفت وہدایت کے اعتبار سے آپ نور ہیں۔آپ کی بدولت دنیائے ظلمت کو روشنی نصیب ہوئی کفر وشرک کی تاریکی کافور ہوئی اور نور ایمان وتوحید کی شعاعوں سے سطح ارضی منور ہوئی جو لوگ خواہشات نفسانی کی تاریکیوں اور باہمی شقاق و خلاف کے گہرے گڑھوں میں پڑے دھکے کھا رہے تھے آپ کی وساطت سے وہ سلامتی کی کھلی اور روشن راہوں پر گامزن ہوگئے۔ کوئی مسلمان اس حقیقت کا منکر نہیں۔ہاں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بایں معنی نور سمجھا کہ معاذ اللہ آپ کی بشریت۔آدمیت اور انسانیت ہی کا سرے سے انکار کر دیا جائے تو یہ نصوص صریحہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہم اس کے قطعاً منکر ہیں۔(تنقید متین)

یہ احقر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بزرگی اور بڑائی کے بارہ میں بس اس مصرع کا اعتقاد رکھتا ہے

ع کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

غرضکہ ان آیات میں منکرین کو خطاب کر کے حقائق بیان کئے گئے اور منکرین کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ ہوش میں آئیں اور اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر صحیح اور سچے طریقہ سے ایمان لائیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝۸ یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ

سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو کہ ہم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔ جس دن کہ تم سب کو

لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ

اس جمع ہونے کے دن میں جمع کرے گا وہ یہی دن ہے نفع اور نقصان کا اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا اور نیک کام کرتا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے گا

وَیُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝۹

اور اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۱۰

اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا یہ لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

فَاٰمِنُوْا پس تم ایمان لاؤ | بِاللّٰهِ اللہ پر | وَرَسُوْلِهٖ اور اسکے رسولؐ | وَالنُّوْرِ اور نور | الَّذِیْٓ وہ جو | اَنْزَلْنَا ہم نے نازل کیا | وَاللّٰهُ اور اللہ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو اس سے | خَبِیْرٌ باخبر | یَوْمَ جس دن | یَجْمَعُكُمْ وہ جمع کریگا تمہیں | لِیَوْمِ الْجَمْعِ جمع ہونے (قیامت) کے دن
ذٰلِكَ یہ | یَوْمُ التَّغَابُنِ نقصان اٹھانے (ہار جیت) کا دن | وَمَنْ اور جو | یُّؤْمِنْۢ وہ ایمان لائے | بِاللّٰهِ اللہ پر | وَ اور | یَعْمَلْ وہ کام | صَالِحًا ()
یُّكَفِّرْ وہ دُور کر دیگا | عَنْهُ اس سے | سَیِّاٰتِهٖ اس کی بُرائیاں | وَیُدْخِلْهُ اور وہ اسے داخل کریگا | جَنّٰتٍ باغات | تَجْرِیْ جاری ہیں | مِنْ تَحْتِهَا انکے نیچے
الْاَنْهٰرُ نہریں | خٰلِدِیْنَ ہمیشہ رہینگے | فِیْهَآ ان میں | اَبَدًا ہمیشہ | ذٰلِكَ یہ | الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ بڑی کامیابی | وَ اور | الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا
وَكَذَّبُوْا اور انہوں نے جھٹلایا | بِاٰیٰتِنَآ ہماری آیتوں کو | اُولٰٓئِكَ یہی لوگ | اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ والے | خٰلِدِیْنَ ہمیشہ رہیں گے | فِیْهَا اس میں
وَبِئْسَ اور بُری | الْمَصِیْرُ جائے بازگشت (ٹھکانا)

تفسیر و تشریح: ان آیات میں ان منکرین حق کو سمجھایا جاتا ہے کہ تم اللہ کے رسول کی بات نہ مان کر اور آخرت کا انکار کر کے گزشتہ منکرین کی طرح اپنی ہلاکت اور تباہی کو دعوت مت دو اور تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اللہ پر۔ اس کے رسول پر اور اللہ کی نورانی کتاب یعنی قرآن کریم پر سچے دل سے ایمان لے آؤ۔ اور یہ سمجھ لو کہ جو کچھ بھی تم دنیا میں کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے اور تمہیں اس حقیقت کا پتہ اس روز معلوم ہو جائے گا جو سب کے جمع ہونے کا دن ہے۔ مراد اس سے قیامت کا دن ہے جب کہ تمام انسانوں کو بیک وقت زندہ کر کے میدان حشر میں اکٹھا کیا جائے گا۔ اس دن کوئی گھاٹے اور نقصان میں رہے گا اور کوئی فائدہ اور نفع میں رہے گا۔ اسی کو آیت میں یوم التغابن فرمایا ہے۔ اب کون نفع میں رہے گا اور کون نقصان میں رہے گا یہ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس نے دنیا میں اللہ پر ایمان لا کر عمل صالح کئے ہوں گے وہ فائدہ اٹھائیں گے اور نفع میں رہیں گے۔

یہاں آیت میں آخرت میں نفع اور فائدہ اٹھانے کے لئے صاف دو باتیں فرمائی گئی ہیں۔ من یو من باللہ ویعمل صالحاً جو دنیا میں اللہ پر ایمان لایا اور اس کے ساتھ عمل صالح یعنی نیک کام بھی کئے۔ اور اللہ پر ایمان لانے

سے مراد محض یہ مان لینا نہیں ہے کہ اللہ موجود ہے بلکہ اس طریقہ سے اور ان شرائط سے ماننا اور ایمان لانا مراد ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب اور اپنے رسول کے ذریعہ سے بتایا ہے اس طرح اللہ پر ایمان لانے سے مراد اللہ کی وحدانیت وصفات وکمالات اس کے تمام احکام وقوانین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر ایمان ویقین لانے میں شامل ہے اسی طرح عمل صالح یعنی نیک کام سے مراد ہر وہ عمل نہیں ہے جسے انسان نے خود نیک سمجھ کر اختیار کیا ہو بلکہ مراد وہ عمل صالح ہے جو خدا کے بھیجے ہوئے قانون واحکام کے مطابق ہو۔ اور جس کام کو اللہ اور اس کے رسول نے عمل صالح بتلایا ہو۔ تو دنیا میں ایمان باللہ اور ساتھ ہی عمل صالح کا نتیجہ آخرت میں یہ ہوگا کہ ایسے مخلص سے جو تقصیرات دنیا میں سرزد ہوئی ہوں گی وہ ایمان باللہ اور عمل صالح کی برکت سے معاف کردی جائیں گی اور انہیں بہشت کے باغات میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل کردیا جائے گا۔ اب ظاہر ہے کہ جو جنت میں پہنچ گیا اس کو ساری کامیابیاں حاصل ہوگئیں۔ اللہ کی رضا اور اس کے دیدار کا مقام یہی ہے۔ یہ تو ہوئے آخرت میں نفع اور فائدہ اٹھانے والے اور نقصان اور گھاٹے والے وہ ہوں گے کہ جنہوں نے دنیا میں کفر کیا اور اللہ کی آیتوں کو جھوٹا بتلایا اور اس کے رسول کی تکذیب کی ایسے لوگوں کو جہنم میں جھونکا جائے گا جہاں ان کو ہمیشہ رہنا پڑے گا اور جو بہت برا ٹھکانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس برے ٹھکانہ سے اور اس کی ہوا سے بھی ہم سب کو بچائیں۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل وکرم سے قیامت کے خسارہ اور حسرت وندامت سے بچالیں۔ اور یوم تغابن میں ہمیں کامیابی اور کامرانی سے سرفراز فرمائیں۔

الغرض یہاں تک سورۃ میں پہلے عام انسانوں سے خطاب فرمایا گیا اس کے بعد کفر کی راہ اختیار کرنے والوں سے خطاب فرمایا گیا اب اس کے بعد ایمان کی راہ اختیار کرنے والوں کو مخاطب کرکے بعض اہم ہدایات دی جاتی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ایمان باللہ اور ایمان بالرسول اور ایمان بالقرآن کی دولت سے نوازا۔

یا اللہ ہم کو اس جہان سے حقوق العباد سے سبکدوش ہوکر کوچ کرنا نصیب فرما اور قیامت جو یَوْمُ التَّغَابُنِ ہے وہاں سرخ روئی اور کامیابی وکامرانی نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ

کوئی مصیبت بدون خدا کے حکم کے نہیں آتی اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو راہ دکھا دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ

خوب جانتا ہے۔ اور اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اگر تم اعراض کرو گے تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر توکل رکھنا چاہیے۔

مَآ اَصَابَ نہیں پہنچی	مِنْ مُّصِيْبَةٍ کوئی مصیبت	اِلَّا مگر	بِاِذْنِ اللّٰهِ اذن سے اللہ	وَمَنْ اور جو	يُّؤْمِنْ وہ ایمان لاتا ہے	بِاللّٰهِ اللہ پر
يَهْدِ ہدایت دیتا ہے	قَلْبَهٗ اس کا دل	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کا	عَلِيْمٌ جاننے والا	وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ اور تم اطاعت کرو اللہ کی	وَاَطِيْعُوا اور اطاعت کرو
الرَّسُوْلَ رسول کی	فَاِنْ پھر اگر	تَوَلَّيْتُمْ پھر گئے تم	فَاِنَّمَا تو اس کے سوا نہیں	عَلٰى رَسُوْلِنَا ہمارے رسول پر ذمے	الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ صاف صاف پہنچا دینا	
اَللّٰهُ اللہ	لَآ اِلٰهَ نہیں کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ پر	فَلْيَتَوَكَّلِ پس بھروسہ کرنا چاہیے	الْمُؤْمِنُوْنَ ایمان والے	

تفسیر وتشریح: اس رکوع میں خطاب اہل ایمان سے ہے اوران کو چند اہم ہدایات دی جاتی ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ اس سورۃ کا نزول مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے مکہ سے ہجرت کے بعد ہوا ہے اور وہ مسلمانوں کے لئے بڑی سختی اور مصائب کا زمانہ تھا۔ مکہ سے برسوں ظلم وستم کفار کے سہنے کے بعد اہل ایمان اپنا وطن۔ گھر بار سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ہجرت پر مجبور کر دیئے گئے تھے۔ ادھر مدینہ میں انصار پر ایسا وقت آپڑا کہ ایک طرف تو سیکڑوں مہاجرین کو سہارا دینا تھا دوسری طرف پورے عرب کے اعدائے اسلام ان کے دشمن اور درپئے آزاد ہو گئے تھے۔ تو ان آیات میں اہل ایمان کو تسلی دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں جو تکلیف ومصیبت بھی آتی ہے اللہ کے حکم سے آتی ہے

یہ تو سراسر مشیت الٰہی اور حکم خداوندی پر موقوف ہے کہ کسی پر کوئی مصیبت نازل ہونے دے یا نہ ہونے دے اور اللہ کا حکم بہر حال کسی نہ کسی مصلحت کی بنا پر ہوتا ہے جسے انسان نہ سمجھ سکتا ہے نہ جان سکتا ہے۔ تو مومن کو یہاں یہ بات ذہن نشین کرانی مقصود ہے کہ جب ان کو اس بات کا یقین ہے کہ مصیبت اور سختی اللہ کی مشیت اور ارادہ کے بغیر نہیں پہنچتی تو مومن کو بددل اور غمگین و پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ بہر صورت میں مالک حقیقی کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہئے اور صبر وسہار سے برداشت کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر سے مجھے یہ تکلیف پہنچی ہے۔ اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت اور حکمت ہے۔

اسی بات کو ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے حق میں جو فیصلہ بھی کرتے ہیں وہ اس کے لئے اچھا ہی ہوتا ہے۔ مصیبت پڑے تو صبر کرتا ہے اور وہ اس کے لئے اچھا ہوتا ہے اور اگر کوئی خیر پہنچے تو شکر کرتا ہے اور وہ بھی اس کے لئے اچھا ہی ہوتا ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی اور کو

نصیب نہیں ہوتی'' آگے واللہ بکل شئی علیم (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے) فرما کر جتلا دیا کہ جو تکلیف و مصیبت اس نے بھیجی عین علم وحکمت سے بھیجی اور وہی جانتا ہے کہ کون تم میں سے واقعی صبر و استقامت اور تسلیم و رضا کی راہ پر چلا اور کس کا دل کن احوال و کیفیات کا مورد بننے کے قابل ہے۔ اسی سلسلۂ کلام میں آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اچھے حالات ہوں یا برے حالات۔ نرمی ہو یا سختی۔ تکلیف ہو یا راحت غرض ہر حالت میں اللہ اور رسول کی اطاعت پر قائم رہو۔ اور ان کے حکم کو مانو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خود تمہارا ہی نقصان ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سب نیک و بد سمجھا کر اپنا فرض ادا کر دیا۔ اللہ کو تمہاری طاعت یا معصیت سے کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ خدائی کے سارے اختیارات تنہا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ معبود و مستعان تنہا اسی کی ذات ہے۔ اچھا وقت آ سکتا ہے تو اسی کے لانے سے آ سکتا ہے اور برا وقت ٹل سکتا ہے تو اسی کے ٹالے ٹل سکتا ہے۔ لہٰذا جو شخص سچے دل سے اللہ کو خدائے واحد مانتا ہو اس کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ وہ اللہ کی ذات عالی پر بھروسہ رکھے اور یقین کرے کہ اللہ ہی کی مدد۔ تائید اور توفیق سے کام بنتا ہے اور مشکلات۔ مصائب وخطرات سے وہی بچانے والا ہے۔ دوسرا کوئی بچانے والا نہیں۔

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم مومنین مسلمین ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ مصیبت پر صبر کرتے ہیں۔ راحت پر شکر کرتے ہیں اور قضا پر راضی رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بخدا تم سچے مومن ہو۔ اللہ تعالیٰ انہی صفات کا مومن و مسلم بنا کر ہمیں زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الحاصل ان آیات سے یہی معلوم ہوا کہ ایمان کی شان یہی ہے کہ ہر کام میں اور ہر حال میں مسلمان کا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہو اور اسباب کو صرف اسباب ہی سمجھے اور اسباب ترک کر کے بیٹھ رہنے کا نام توکل نہیں۔ یہ تو تعطل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اسباب بھی اختیار فرماتے تھے اور تدابیر بھی عمل میں لاتے تھے مگر کام کے ہونے نہ ہونے یا بننے۔ نہ بننے کا یقین اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر ہوتا تھا اور یہی ان آیات کی تعلیم ہے۔

ابھی بعض مزید ہدایات اہل ایمان کو اگلی آیات میں دی گئی ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنی ذات پاک پر ہر حال میں بھروسہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری ہر حال میں ہم کو نصیب فرمائیں۔ یا اللہ آپ ہم کو راحت اور خوشی عطا فرمائیں تو ہم کو شکر کی توفیق نصیب ہو اور رنج وغم پہنچے تو صبر اور رضا بالقضا کی کیفیت نصیب ہو۔

یا اللہ ہمیں وہ ایمان صادق نصیب فرمائیے کہ ہم آپ کے ہر فیصلہ پر دل وجان سے راضی ہوں اور ہر حال میں آپ کے فضل کے امیدوار رہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا

اے ایمان والو تمہاری بعض بیبیاں اور اولاد تمہاری دشمن ہیں سو تم ان سے ہوشیار رہو، اور اگر تم معاف کردو

وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ

اور درگذر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ تمہارے اموال اور اولاد بس تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے، اور اللہ

عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا

کے پاس بڑا اجر ہے۔ تو جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور مانو اور خرچ کیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا،

لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٦﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو اچھی طرح قرض دو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے

يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٧﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١٨﴾

بڑھاتا چلا جاوے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بڑا قدردان ہے بڑا بُردبار ہے۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ایمان والو	اِنَّ بیشک	مِنْ سے (بعض)	اَزْوَاجِكُمْ تمہاری بیویاں	وَاَوْلَادِكُمْ اور تمہاری اولاد	عَدُوًّا دشمن		
لَّكُمْ تمہارے لئے	فَاحْذَرُوْهُمْ پس تم ان سے بچو	وَاِنْ اور اگر	تَعْفُوْا تم معاف کردو	وَتَصْفَحُوْا اور تم درگزر نہ کرو	وَ اور	تَغْفِرُوْا تم بخش دو		
فَاِنَّ اللّٰهَ تو بے شک اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ مہربان	اِنَّمَآ اسکے سوا نہیں	اَمْوَالُكُمْ تمہارے مال	وَاَوْلَادُكُمْ اور تمہاری اولاد			
فِتْنَةٌ آزمائش	وَاللّٰهُ اور اللہ	عِنْدَهٗٓ اس کے پاس	اَجْرٌ عَظِيْمٌ بڑا اجر	فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس تم ڈرو اللہ سے	مَا اسْتَطَعْتُمْ جہاں تک تم سے ہوسکے			
وَاسْمَعُوْا اور تم سنو	وَاَطِيْعُوْا اور تم اطاعت کرو	وَاَنْفِقُوْا اور تم خرچ کرو	خَيْرًا بہتر	لِّاَنْفُسِكُمْ تمہارے حق میں	وَمَنْ اور جو	يُّوْقَ بچالیا گیا		
شُحَّ بخیلی	نَفْسِهٖ اپنی جان	فَاُولٰۗىِٕكَ تو یہی لوگ	هُمُ وہ	الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانیوالے	اِنْ اگر	تُقْرِضُوا تم قرض دو گے	اللّٰهَ اللہ	قَرْضًا قرض
حَسَنًا حسن	يُّضٰعِفْهُ وہ اسے دو چند کردیگا	لَكُمْ تمہارے لئے	وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور وہ تمہیں بخش دیگا	وَاللّٰهُ اور اللہ	شَكُوْرٌ قدر شناس			
حَلِيْمٌ بردبار	عٰلِمُ الْغَيْبِ جاننے والا۔ پوشیدہ	وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا				

تفسیر وتشریح: یہ سورہ تغابن کی خاتمہ کی آیات ہیں اوپر اہل ایمان کی طرف مخاطب ہو کر بتلایا گیا تھا کہ دنیا میں جو تکلیف یا مصیبت آتی ہے وہ اللہ کے حکم اور مشیت سے آتی ہے۔ ایسے حالات میں جو شخص ایمان پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت بخشتے ہیں اور اس کو صبر و تسلیم کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں۔ لہٰذا کیسے ہی حالات ہوں مومن کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگا رہے اگر مصائب سے گھبرا کر اور پریشان ہو کر اس نے اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے روگردانی کی تو وہ خود اپنا نقصان کرے گا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب نیک و بد سمجھا کر اپنا فرض ادا کر چکے اس لئے مومن کو ہر حال میں اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر کمربستہ رہنا چاہئے۔ اب اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بیوی بچوں کی

محبت اور فکر میں پھنس کر اللہ کو اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے۔ ان تعلقات کے پیچھے کتنی ہی برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے اور کتنی ہی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے۔ بیوی اور اولاد کی فرمائشیں اور رضا جوئی اسے کسی وقت دم نہیں لینے دیتی۔ اس چکر میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو اہل وعیال اتنے بڑے دینی خسارہ اور دینی نقصان کا باعث ہیں وہ حقیقۃً اس کے دوست نہیں کہلائے جا سکتے بلکہ نتیجہ کے لحاظ سے بدترین دشمن ہیں۔ اور جس دشمن کا احساس بھی بسا اوقات آدمی کو نہیں ہوتا اس لئے حق تعالیٰ ان آیات میں اہل ایمان کو متنبہ فرماتے ہیں کہ ان دشمنوں سے ہوشیار رہو اور ایسا رویہ اختیار کرنے سے بچو جس کا نتیجہ اہل وعیال کی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنا دین ایمان برباد کرنے کے سوا کچھ نہ ہو۔ لیکن یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ دنیا میں ساری بیویاں اور ساری اولاد اسی قماش کی نہیں ہوتی ہیں۔ بہت اللہ کی بندیاں ہیں جو اپنے شوہروں کے دین کی حفاظت کرتی ہیں اور نیک کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں اور کتنی ہی سعادت مند اولاد ہے جو اپنے والدین کے لئے باقیات صالحات بنتی ہے پھر جن مخصوص حالات میں ان آیات کا نزول ہوا ہے اس وقت بکثرت مسلمانوں کو یہ حالات درپیش تھے کہ ایک مرد ایمان لے آیا ہے تو بیوی بچے نہ صرف اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ خود اس مرد کو اسلام سے پھیر دینے کے لئے کوشاں ہوتے۔ اس لئے اہل ایمان کو خطاب کر کے ان آیات میں ہدایات دی جاتی ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ بعض عورتیں اپنے مردوں کو اور بعض اولاد اپنے ماں باپ کو یاد خدا اور نیک اعمال سے روک دیتے ہیں جو درحقیقت دشمنی ہے۔ اس لئے ہدایت دی گئی کہ ایسے بیوی بچوں سے ہوشیار رہو اور اپنے دین کی نگہبانی ان کی ضروریات اور فرمائشات کے پورا کرنے پر مقدم رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ بیوی بچوں کی محبت میں پھنس کر احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بعض اہل مکہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر زن وفرزند کی محبت نے انہیں ہجرت سے روک دیا۔ (حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ مکہ سے ہجرت کرنا ہر مسلمان پر فرض تھا) پھر جب اسلام خوب پھیل گیا تب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت دیکھا کہ ان سے پہلے کے مہاجرین نے بہت کچھ علم دین حاصل کر لیا ہے اس پر ان دیر سے آنے والے مہاجرین کے دل میں آیا کہ اپنے بال بچوں کو سزا دیں۔ اس پر یہ ہدایت دی گئی کہ اب درگزر کرو آئندہ کے لئے ہوشیار رہو۔ اگر ان بیوی بچوں نے تمہارے ساتھ دشمنی کی اور تم کو کوئی دینی یا دنیوی نقصان پہنچ گیا تو اس کا اثر یہ نہ ہونا چاہئے کہ ایمان والے انتقام کے درپے ہو جائیں اور ان پر نامناسب سختی شروع کر دیں اور تشدد و بے رحمی کا معاملہ ان سے کرنے لگیں ایسا کرنے سے دنیوی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ جہاں تک عقلاً وشرعاً گنجائش ہو۔ ان کی حماقتوں اور کوتاہیوں کو معاف کرو اور عفو ودرگزر سے کام لو۔ ان مکارم اخلاق پر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ مہربانی کرے گا۔ یہیں سے علما نے یہ مسئلہ استدلال کیا ہے کہ اہل وعیال سے کوئی کام خلاف شرع بھی ہو جائے تو ان سے بیزار ہو جانا اور ان سے بغض رکھنا یا ان کے لئے بدعا کرنا مناسب نہیں۔ آگے ایمان والوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مال و الاد دے کر جانچتا ہے کہ کون ان فانی اور زائل چیزوں میں پھنس کر آخرت کی باقی ودائم نعمتوں کو فراموش کرتا ہے اور کس نے ان سامانوں کو اپنی آخرت کا ذخیرہ بنایا ہے اور کون وہاں کے اجر عظیم کو دنیا کے وقتی فائدوں اور حظوظ پر ترجیح دیتا ہے۔ اس لئے اے ایمان والو اللہ سے ڈر کر جہاں تک ہو سکے اس جانچ وآزمائش میں ثابت قدم رہو اور اللہ کی بات سنو اور مانو۔ یہ تو حکم ہوا بیوی بچوں کے متعلق اور مال کے متعلق یہ ہے کہ اس کو بھلائی کے لئے خرچ کرو اس لئے کہ جو دے دو گے وہ تمہارے ساتھ چلے گا جس کا اجر یقیناً ملے گا اور جو چھوڑ گئے وہ تمہارے پاس سے جاتا رہا۔ اس لئے مال کو اللہ کے

راستہ میں خرچ کرنے سے تمہارا ہی بھلا ہو گا اور سمجھ لو کہ جس کو اللہ تعالیٰ حرص و بخل سے محفوظ رکھے اور دل کے لالچ سے بچاوے تو یہ اس کی بڑی کامیابی ہے اور ایسا ہی شخص مراد کو پہنچتا ہے۔ آگے اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اگر اللہ کی راہ میں اخلاص اور نیک نیتی سے طیب مال خرچ کرو تو اللہ اس سے کہیں زیادہ دے گا۔ اور تمہاری کوتاہیوں کو معاف فرمادے گا اور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا قدردان بڑا برد بار اور تمام چھپی کھلی چیزوں کو جاننے والا ہے اور نہایت زبردست اور حکمت والا ہے لہٰذا اس کے احکام تمہیں ماننا چاہئیں اور اس کی مخالفت نہ کرنی چاہئے۔

یہاں جو فرمایا گیا انمآ اموالکم واولادکم فتنة ط تو فتنہ کے معنی ابتلا اور امتحان کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مال اور اولاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسان کی آزمائش کرتے رہتے ہیں کہ ان کی محبت میں مبتلا ہو کر احکام و فرائض سے غفلت کرتا ہے۔ ناجائز اور حرام میں مبتلا ہوتا ہے یا محبت کو اپنی حد میں رکھ کر اپنے فرائض دینیہ اور احکام الٰہیہ سے غافل نہیں ہوتا اور اللہ کے ذکر وفکر کو نہیں بھلاتا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں مال واولاد انسان کے لئے بڑا فتنہ اور آزمائش ہیں۔ اکثر گناہوں میں خصوصاً حرام کمائی رشوت اور ناجائز امور میں انہی اہل وعیال کی بے جا محبت کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز بعض اشخاص کو لایا جائے گا تو اس کو دیکھ کر لوگ یعنی اہل محشر کہیں گے اکل عیاله حسناته یعنی اس کی نیکیوں کو اس کے عیال نے کھا لیا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے اہل وعیال کے حقوق دین کے تحت پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ان کو ہمارے لئے دین میں معاون اور مددگار بنائیں۔ آمین۔

الحمدللہ اس درس پر سورہ تغابن کا بیان پورا ہو گیا۔ اب ان شاء اللہ اگلی سورہ کا بیان شروع ہو گا۔

سورۃ التغابن کے خواص

اگر کسی ظالم و جابر حکمران وغیرہ کا خوف ہو تو اس کے پاس جانے سے پہلے سورۃ التغابن پڑھ لے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے شر سے اسے کافی ہو جائیں گے۔ (الدرالنظیم)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری بیبیوں اور اولادوں کو ہمارے لئے دین میں معاون اور مددگار بنائیں۔

یا اللہ ہم کو اور ہمارے بیوی بچوں کو سب کو اسلام اور ایمان کی سچی محبت نصیب فرما۔

یا اللہ ہمارے مال واولاد کو اپنی مرضیات کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایئے اور ہر حال میں ہم کو اپنے احکام کا پابند رکھیئے۔ مال دولت کی حرص سے ہمارے قلوب کو پاک فرمایئے اور جو کچھ ہم کو عطا کیا ہے اسے اپنے رستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُورَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اثْنَتَا عَشْرَةَ آيَةً فِيهَا رُكُوعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ

اے پیغمبرؐ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دینے لگو تو اُن کو عدّت سے پہلے طلاق دو

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبیؐ	اِذَا جب	طَلَّقْتُمُ تم طلاق دو	النِّسَآءَ عورتوں	فَطَلِّقُوْهُنَّ تو انہیں طلاق دو	لِعِدَّتِهِنَّ انکی عدت کے وقت	

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کے شانِ نزول کے سلسلہ میں یہ روایت لکھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بی بی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کردی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ناراض ہوئے اور حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ حیض میں طلاق دینی ناجائز ہے۔ رجعت کرلو۔ اسی سلسلہ میں سورۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور طلاق کا طریقہ تعلیم فرمایا گیا۔

نکاح وطلاق کی شرعی حیثیت اسلام میں بڑی اہمیت رکھتی ہے نکاح کو اسلام نے صرف ایک معاملہ اور معاہدہ ہی نہیں رکھا ہے بلکہ اس کو ایک گونہ عبادت کی حیثیت بخشی ہے اور چونکہ معاملہ ازدواج کی درستی پر عام نسل انسانی کی درستی موقوف ہے اس لئے قرآن کریم میں ان عائلی مسائل کو تمام دوسرے دینوی مسائل ومعاملات سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کو بغور پڑھنے والا یہ عجیب مشاہدہ کرے گا کہ دنیا کے تمام معاشی مسائل میں سب سے اہم تجارت، شرکت اجارہ وغیرہ ہیں۔ قرآن حکیم نے ان کے تو صرف اصول بتلانے پر اکتفا فرمایا ہے۔ ان کے فروعی مسائل قرآن کریم میں شاذ و نادر ہیں۔ بخلاف نکاح وطلاق کے کہ ان میں صرف اصول بتلانے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان کے بیشتر فروع اور جزئیات کو بھی براہ راست حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل فرمایا ہے۔ یہ مسائل قرآن کی اکثر سورتوں میں متفرق اور سورہ نسآء میں کچھ زیادہ تفصیل سے آئے ہیں۔ یہ سورۃ جو سورہ طلاق کے نام سے موسوم ہے اس میں خصوصیت سے طلاق وعدت وغیرہ کے احکام کا ذکر ہے۔ (معارف القرآن)

یہاں خطاب یٰاَیُّھَا النبی کے الفاظ سے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر مفسرین نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر خطاب ساری امت سے ہے۔ اب خطاب فرما کر حکم عام دیا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی ضرورت اور مجبوری سے اپنی عورت کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ زمانہ عدت یعنی حیض سے پہلے طہر یعنی پاکی کی حالت میں طلاق دے۔ حیض کی حالت میں طلاق نہ دے۔ طلاق سے متعلق یہ اس سورۃ کا پہلا حکم ہے اور حکمت اس حکم کی علماء نے یہ لکھی ہے کہ حیض میں عورت کی طرف دل راغب نہیں ہوتا اور وہ گندگی سے ملوث رہتی ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس نفرت طبعی نے کسی رنجش وغیرہ کو طلاق دینے پر ابھارا دیا ہو اس لئے حکم ہوا کہ طہر یعنی عورت کے پاکی کے زمانہ میں طلاق دینی چاہئے تاکہ اصلی مصلحت کا تقاضا معلوم ہو۔

اب یہاں جو یہ فرمایا گیا واذا طلقتم النسآء جب تم عورتوں کو طلاق دے دو۔ شریعت اسلامیہ نے طلاق کو مجبوری کی حالت میں روا رکھا ہے اور بجز قوی سبب کے اس کی اجازت نہیں دی اور عورتوں کی کج خلقی پر صبر وبرداشت کی تاکید فرمائی۔ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حلال چیزوں میں زیادہ مبغوض اور زیادہ ناپسندیدہ چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ مطلب یہ کہ طلاق سخت حاجت کے وقت رکھی گئی ہے اور حلال ہے مگر بلا حاجت بہت بری

بات ہے اس لئے کہ نکاح تو باہم الفت ومحبت اور زوج وزوجہ کی راحت کے واسطے ہوتا ہے اور طلاق سے یہ سب باتیں جاتی رہتی ہیں۔حق تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہوتی ہے۔ایک دوسرے کوکلفت ہوتی ہے۔باہم عداوت ہوتی ہے۔نیز اس کی وجہ سے بیوی کے رشتہ داروں سے بھی عداوت ہوتی ہے اس لئے اسلام نے طلاق کو اسی وقت جائز رکھا ہے جبکہ نباہ کی کوئی صورت نہ ہو۔اس وقت ایک دوسرے سے علیٰحدگی کے لئے طلاق میں مضائقہ نہیں۔ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ نکاح کرو اور طلاق نہ دو اس لئے کہ طلاق دینے سے عرش ہلتا ہے۔(بہشتی زیور حصہ چہارم)۔قرآن وحدیث کے احکام کے ماتحت فقہا نے لکھا ہے کہ طلاق دینے کے جب کسی ضرورت سے طلاق دی جائے تین طریقے ہیں۔ایک بہت اچھا۔دوسرا اچھا۔تیسرا بدعت وحرام۔تشریح ان تینوں طریقوں کی یہ ہے کہ بہت اچھا طریقہ تو یہ ہے کہ مرد بیوی کو پاکی کے زمانہ میں یعنی ایسے وقت جس میں حیض وغیرہ سے عورت پاک ہو ایک طلاق دے مگر یہ بھی شرط ہے کہ اس تمام پاکی کے زمانہ میں صحبت نہ کی ہو اور عدت گذرنے تک پھر کوئی طلاق نہ دے۔عدت گذرنے سے خود ہی نکاح جاتا رہے گا۔ایک سے زیادہ طلاق دینے کی حاجت نہیں اس لئے کہ طلاق سخت مجبوری میں جائز رکھی گئی ہے لہٰذا بقدر ضرورت کافی ہے۔بہت سی طلاقوں کی کیا حاجت ہے۔یہ تو ہوا بہت اچھا طریقہ اور دوسرے نمبر پر اچھا طریقہ یہ ہے کہ عورت کو تین پاکی کے زمانوں میں تین طلاق دے۔دو حیضوں کے درمیان جو پاکی رہتی ہے اس کو ایک زمانہ پاکی کا کہتے ہیں سو ہر پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دے اور ان پاکی کے زمانوں میں بھی صحبت نہ کرے۔اور بدعت ناجائز اور حرام طریقہ وہ ہے جو ان دونوں صورتوں کے خلاف ہو مثلاً تین طلاق یکبارگی دے دے یا حیض کی حالت میں طلاق دے۔یا جس پاکی میں صحبت کی تھی اس میں طلاق دے تو اس تیسری قسم کی سب صورتوں میں گو طلاق تو واقع ہو جائے گی مگر آدمی گناہ گار ہوگا۔

یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ حکم جو دیا گیا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ عورت سے قربت اور خلوت صحیحہ ہو چکی ہو اور جس سے ایسا اتفاق نہ ہوا ہو مثلاً کسی عورت سے نکاح کر لیا مگر رخصتی کی نوبت نہ آئی یعنی خلوت یا صحبت نہیں کی ایسی عورت کو خواہ حیض کے زمانہ میں طلاق دے یا پاکی کے زمانہ میں ہر طرح درست ہے مگر ایک طلاق دے۔(بہشتی زیور حصہ ۴)

چونکہ یہاں طلاق کا ذکر آ گیا ہے اور طلاق کا مسئلہ جتنا اہم ہے اتنا ہی نازک بھی ہے۔اس لئے اگر کسی کو ایسا موقع درپیش ہو تو کسی حنفی محقق عالم اور مفتی سے رجوع کر کے حکم معلوم کر لیا جائے۔طلاق سے متعلق بعض اہم اور ضروری مسائل کہ

(۱) طلاق کتنی قسم کی ہوتی ہیں۔(۲) طلاق دینے کا اختیار کس کو ہے (۳) کن الفاظ سے طلاق پڑ جاتی ہے اور کن الفاظ سے طلاق نہیں پڑتی۔(۴) کسی شرط پر طلاق دینے کے احکام۔

(۵) رخصتی سے پہلے طلاق ہو جانے کے احکام۔

(۶) بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانے کے احکام وغیرہ وغیرہ بہشتی زیور حصہ چہارم میں یا کسی مستند فقہ کی کتاب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

الغرض طلاق سے متعلق اس ابتدائی آیت کے حصہ میں پہلا حکم بیان ہوا۔اس سلسلہ میں مزید احکام آیت کے اگلے حصہ میں بیان کئے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں شریعت کے احکام کی پابندی نصیب ہو۔ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔

یا اللہ ہمارے ملک میں بھی شرعی قوانین کے نفاذ کی صورت غیب سے ظاہر فرما دے اور غیر شرعی خصوصاً عائلی قوانین جو رائج ہیں ان کے ختم ہو جانے اور مٹ جانے کی صورت فرما دے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ

اور تم عدت کو یاد رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے ان عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں مگر ہاں

يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ

کوئی کھلی بے حیائی کریں تو اور بات ہے، اور یہ سب خدا کے مقرر کئے ہوئے احکام ہیں اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا اُس نے اپنے اوپر ظلم کیا

نَفْسَهٗ ۚ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ

تجھ کو خبر نہیں شاید اللہ تعالیٰ بعد اس کے کوئی نئی بات پیدا کردے۔ پھر جب وہ عورتیں اپنی عدت گذرنے کے قریب پہنچ جاویں

بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۚ ذٰلِكُمْ

تو ان کو قاعدہ کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدے کے موافق اُن کو رہائی دو اور آپس میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ کرلو اور تم ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے گواہی دو

يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ

اس مضمون سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتا ہو،

وَاَحْصُوا اور تم شمار رکھو	الْعِدَّةَ عدت	وَاتَّقُوا اور تم ڈرو	اللّٰهَ اللہ	رَبَّكُمْ تمہارا رب	لَا تُخْرِجُوْهُنَّ تم نہ نکالو انہیں	مِنْ سے
بُيُوْتِهِنَّ ان کے گھروں	وَلَا يَخْرُجْنَ اور نہ وہ (خود) نکلیں	اِلَّآ مگر	اَنْ يَّاْتِيْنَ یہ کہ وہ کریں	بِفَاحِشَةٍ بے حیائی	مُّبَيِّنَةٍ کھلی	وَتِلْكَ اور یہ
حُدُوْدُ اللّٰهِ اللہ کی حدود	وَمَنْ اور جو	يَّتَعَدَّ آگے نکلے گا	حُدُوْدَ اللّٰهِ اللہ کی حدود	فَقَدْ ظَلَمَ تحقیق اس نے ظلم کیا	نَفْسَهٗ اپنی جان	
لَا تَدْرِيْ تمہیں خبر نہیں	لَعَلَّ اللّٰهَ ممکن ہے اللہ	يُحْدِثُ وہ پیدا کردے	بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد	اَمْرًا کوئی اور بات	فَاِذَا پھر جب	بَلَغْنَ وہ پہنچ جائیں
اَجَلَهُنَّ اپنی میعاد	فَاَمْسِكُوْهُنَّ تو ان کو روک لو	بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے	اَوْ یا	فَارِقُوْهُنَّ تم انہیں جدا کردو	بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے	
وَاَشْهِدُوْا اور تم گواہ کرلو	ذَوَيْ عَدْلٍ دو انصاف پسند	مِّنْكُمْ اپنے میں سے	وَاَقِيْمُوا اور تم قائم کرو (دو)	الشَّهَادَةَ گواہی	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	
ذٰلِكُمْ یہی ہے	يُوْعَظُ بِهٖ جس کی نصیحت کی جاتی ہے	مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ جو ایمان رکھتا ہے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کا دن		

تفسیر وتشریح: ان آیات میں طلاق کے بارہ میں مزید احکام دیئے جاتے ہیں چنانچہ دوسرا حکم یہ دیا جاتا ہے کہ عدت کا شمار کرتے رہو۔ عدت یہ ہے کہ جب کسی عورت کا شوہر طلاق دے دے یا کسی اور طرح سے نکاح ٹوٹ جائے یا شوہر مر جائے تو ان سب صورتوں میں تھوڑی مدت تک عورت کو ایک گھر میں رہنا پڑتا ہے۔ جب تک یہ مدت ختم نہ ہو چکے اس وقت تک وہ عورت کہیں دوسری جگہ نہیں جا سکتی نہ کسی اور مرد سے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ عورت کے اس مقررہ مدت گذارنے کو ''عدت'' کہتے ہیں۔ اگر شوہر نے طلاق دے دی تو عورت تین حیض آنے تک شوہر ہی کے گھر جس میں طلاق ملی ہے عدت گذارے۔ اور کسی کا شوہر مر گیا تو عدت کا زمانہ چار ۴ مہینہ دس دن ہے۔ تو یہاں دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ مرد عورت دونوں کو چاہئے کہ عدت کو یاد رکھیں کہیں غفلت اور سہو کی وجہ سے کوئی بے احتیاطی اور گڑبڑ نہ ہو جائے۔ اس حکم کے بعد فرمایا واتقوا اللّٰہ ربکم اور اللہ سے

ڈرو جوتمہارا پرورش کرنے والا ہے یعنی اللہ سے ڈر کر احکام شرعیہ کی پابندی رکھنی چاہئے۔ اس کے بعد تیسرا حکم ذکر فرمایا گیا کہ ان مطلقہ عورتوں کو ایام عدت میں ان کے رہنے کے گھروں سے نہ نکالا جائے اور عورتیں خود بھی اپنی مرضی سے نہ نکلیں۔ ہاں کوئی کھلی ہوئی بدکاری۔ یا چوری یا بقول بعض مفسرین زبان درازی اور ہر وقت کا رنج وتکرار کریں تو گھر سے نکالنا جائز ہے۔ ایسے موقع پر ایک دوسرے سے رنج پیدا ہونا طبعی بات ہے اور اس سے مزید فسادات کے اندیشے ہیں جس میں ایک دوسرے پر بلا وجہ ظلم وزیادتی بھی ہوسکتی ہے اس لئے ان احکام کے استحکام کے لئے آگے فرمایا گیا کہ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدود ہیں اور ان احکام میں صدہا مصلحتیں اللہ تعالیٰ نے ودیعت رکھی ہیں۔ تو جس نے اللہ کے حدود سے تجاوز کیا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ گنہگار ہوگا اور اللہ کے ہاں سزا کا مستوجب ٹھہرے گا۔ کسی کو کیا معلوم کہ ان احکام کی پابندی کے بعد خدائے تعالیٰ کیا نتیجہ دکھلاتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس طلاق رجعی کے بعد اللہ کوئی اور بات پیدا کردے اور دوبارہ میل ملاپ کی شکل پیدا ہوجائے اس لئے عدت کے اندر عورت کو گھر سے علیحدہ نہ کرنا ہی مصلحت ہے۔

آگے چوتھا حکم بیان فرمایا جاتا ہے کہ طلاق رجعی میں جب عدت ختم ہونے کو آئے تو مرد کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کو دستور کے موافق رجعت کرکے اپنے نکاح میں رہنے دے اور یا عدت ختم ہونے پر معقول طریقہ سے اس کو جدا کردے۔ مطلب یہ کہ رکھنا ہو تب اور الگ کرنا ہو تب ہر حالت میں انسانیت اور شرافت کا برتاؤ کرے۔ یہ بات نہ کرے کہ رکھنا بھی مقصود نہ ہو اور خواہ مخواہ عدت لمبا کرنے کے لئے رجعت کرلیا کرے یا رکھنے کی صورت میں عورت کو ایذا پہنچانا اور طعن وتشنیع کرنا مقصد ہو۔ اس کے بعد پانچواں حکم دیا جاتا ہے کہ طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے اگر نکاح میں رکھنا چاہے تو رجعت پر دو گواہ کرلے تاکہ لوگ تہمت یا کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں اور آئندہ کوئی جھگڑا ہو تو اس کے فیصلہ میں سہولت ہو۔ یعنی زبان سے کہہ دے میں نے اپنی طلاق سے رجوع کرلیا اور اس پر دو گواہ بھی بنالے۔

اس موقع پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان نے تحریر فرمایا ہے کہ آج کل دین سے بے پروائی اور اس کے احکام سے غفلت بری طرح عام ہوتی جارہی ہے جاہلوں کا تو کہنا ہی کیا ہے لکھے پڑھے بھی تین طلاق سے کم کو گویا طلاق ہی نہیں سمجھتے۔ اور رات دن اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ تین طلاقیں دینے والے بعد میں پچھتاتے ہیں اور اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح بیوی ہاتھ سے نہ جائے۔ حدیث صحیحہ میں تین طلاق بیک وقت دینے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت غضبناک ہونا نقل کیا ہے اس لئے بیک وقت تین طلاق دینا باجماع امت حرام و ناجائز ہے .... مگر جس طرح تین طلاق بیک وقت دینے کے حرام ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ حرام ہونے کے باوجود کوئی شخص ایسا کر گذرے تو تینوں طلاق واقع ہوکر آئندہ آپس میں نکاح جدید بھی حلال نہیں ہوگا۔ پوری امت میں بعض غیر مقلد (جو اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں) اور اہل تشیع کے سوا تمام اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ اس پر متفق ہیں کہ تین طلاق بیک وقت بھی دے دی گئیں تو تینوں واقع ہوجائیں گی کیونکہ کسی فعل کے حرام ہونے سے اس کے آثار کا وقوع متاثر نہیں ہوا کرتا۔ جیسے کوئی کسی کو بے گناہ قتل کردے تو یہ فعل حرام ہونے کے باوجود مقتول تو بہرحال مرہی جائے گا۔ اسی طرح تین طلاق بیک وقت حرام ہونے کے باوجود تینوں کا وقوع لازمی امر ہے اور صرف مذاہب اربعہ ہی کا نہیں بلکہ اس پر صحابہ کرام کا بھی اجماع حضرت فاروق اعظمؓ کے

زمانہ میں منقول و معروف ہے"۔ (معارف القرآن)

چھٹا حکم آگے گواہوں کے لئے ہے کہ گواہی کے وقت ٹیڑھی ترچھی بات نہ کریں سچی اور سیدھی بات کہنی چاہئے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب میں عورتوں پر بہت ظلم ہوتا تھا ان کو گائے بھینس جانوروں کی طرح یا نہایت مجبور اور ذلیل قیدیوں کی طرح سمجھتے تھے حتیٰ کہ جاہلیت میں بعض لوگ عورت کو سو۱۰۰۔سو۱۰۰ مرتبہ طلاق دیتے تھے اور اس کے بعد بھی عورت کی مصیبت کا خاتمہ نہ ہوتا تھا۔ قرآن نے جا بجا ان وحشیانہ مظالم اور بے رحمیوں کے خلاف آواز بلند کی اور نکاح و طلاق کے حقوق و حدود پر نہایت صاف روشنی ڈالی اور حکیمانہ ہدایات و نصائح فرمائیں لیکن ان زرین نصیحتوں سے نفع وہی شخص اٹھا سکتا ہے جس کو خدا پر اور یوم آخرت پر یقین ہو کیونکہ یہی یقین انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کرتا ہے اور اسی ڈر سے آدمی کو یہ خیال ہوتا ہے کہ جس طرح ایک عورت ہمارے قبضہ اور اقتدار میں آ گئی ہے۔ ہم سب بھی کسی قہار ہستی کے قبضہ اقتدار میں ہیں۔ یہی ایک خیال ہے جو آدمی کو ظلم و تعدی سے ہر حال میں روک سکتا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ابھارتا ہے۔ اسی لئے اس سورۃ میں خصوصی طور پر تقویٰ یعنی خدا سے ڈرنے پر بہت زور دیا گیا ہے۔

اب چونکہ یہاں تقویٰ یعنی خوف خداوندی کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے تقویٰ کی متعدد فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ شریعت کے احکام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے تمام احکام کی تقویٰ اور خوف خداوندی کے باعث ہم کو پابندی نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو زندگی کے ہر معاملہ میں حدود اللہ کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائیے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی دولت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ آپ نے اپنے کلام میں صاف فرما دیا ہے کہ جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہے۔

یا اللہ اس میں کیا شک و شبہ ہے کہ اس وقت ہم نے احکام خداوندی سے نہ صرف تجاوز بلکہ انحراف اور بغاوت تک برت رکھی ہے اور اس طرح ہم نے اپنے اوپر ظلم عظیم کر رکھا ہے۔

یا اللہ! ہماری آنکھیں اب دین کی طرف سے کھول دے اور ہمیں اپنے اوپر ظلم کرنے کا احساس عطا فرما کر اپنی طرف رجوع ہونے کی ہدایت اور توفیق نصیب فرما دے۔ اور ظاہر میں و باطن میں شریعت اسلامیہ کی پابندی ہر معاملہ میں نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ وَالّٰٓئِيْ

توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کا ایک انداز مقرر کر رکھا ہے۔ اور تمہاری بیبیوں

يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ ۚ

میں سے جو عورتیں حیض آنے سے نا امید ہو چکی ہیں اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور اسی طرح جن عورتوں کو حیض نہیں آیا۔

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ

اور حاملہ عورتوں کی عدت اُن کے اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا۔ یہ اللہ کا حکم ہے

يُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝

جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا۔

وَمَنْ اور جو	يَّتَّقِ اللّٰهَ وہ اللہ سے ڈرتا ہے	يَجْعَلْ لَّهٗ وہ اس کیلئے نکال دیتا ہے	مَخْرَجًا نجات کی راہ	وَّيَرْزُقْهُ اور وہ اسے رزق دیتا ہے			
مِنْ حَيْثُ جہاں سے	لَا يَحْتَسِبُ اسے گمان نہیں ہوتا	وَمَنْ اور جو	يَّتَوَكَّلْ وہ بھروسہ کرتا ہے	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	فَهُوَ تو وہ	حَسْبُهٗ اس کیلئے کافی ہے	
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	بَالِغُ پہنچنے (پورا کرنے) والا	اَمْرِهٖ اپنا کام	قَدْ جَعَلَ بیشک کر رکھا ہے	اللّٰهُ اللہ	لِكُلِّ شَيْءٍ ہر بات کیلئے	قَدْرًا اندازہ	
وَّالّٰٓئِيْ اور جو عورتیں	يَئِسْنَ نا امید ہوگئی ہوں	مِنَ سے	الْمَحِيْضِ حیض	مِنْ سے	نِّسَآئِكُمْ تمہاری بیبیاں	اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تمہیں شبہ ہو	
فَعِدَّتُهُنَّ تو ان کی عدت	ثَلٰثَةُ تین	اَشْهُرٍ مہینے	وَّالّٰٓئِيْ اور جو	لَمْ يَحِضْنَ انہیں حیض نہیں آیا	وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اور حمل والیاں		
اَجَلُهُنَّ ان کی عدت	اَنْ يَّضَعْنَ کہ وضع ہو جائیں	حَمْلَهُنَّ ان کے حمل	وَمَنْ اور جو	يَّتَّقِ اللّٰهَ اللہ سے ڈریگا	يَجْعَلْ وہ کر دے گا		
لَّهٗ اس کیلئے	مِنْ اَمْرِهٖ اس کے کام میں	يُسْرًا آسانی	ذٰلِكَ یہ	اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کے حکم	اَنْزَلَهٗ اس نے یہ اتارا ہے	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	
وَمَنْ اور جو	يَّتَّقِ اللّٰهَ اللہ سے ڈرے گا	يُكَفِّرْ وہ دور کر دے گا	عَنْهُ اس سے	سَيِّاٰتِهٖ اسکی برائیاں	وَيُعْظِمْ اور بڑا دے گا	لَهٗ اس کو	اَجْرًا اجر

تفسیر وتشریح: اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ اس سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ بے قیاس وگمان روزی ملتی ہے۔ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ جنت ہاتھ آتی ہے۔ اجر بڑھتا ہے۔ اور ایک عجیب قلبی اطمینان وسکون نصیب ہوتا ہے جس کے بعد کوئی سختی سختی نہیں رہتی اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں۔ نیز بتلایا گیا کہ ایک شعبہ اس تقویٰ کا توکل یعنی اللہ پر بھروسہ رکھنا ہے لہٰذا اللہ پر بھروسہ رکھو۔ محض اسباب پر تکیہ مت کرو۔ اللہ کی قدرت ان اسباب کی پابند نہیں۔ جو کام اسے کرنا منظور ہوتا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ اسباب بھی اسی کی مشیت کے تابع ہیں۔ ہاں ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ ہے اسی کے موافق وہ ظہور پذیر ہوتی ہے اس لئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر ہو تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہئے۔

توکل کی فضیلت اور برکت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے کہ اگر تم اللہ پر توکل کرتے جیسا کہ اس کا حق ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ اس طرح رزق دیتا جیسے پرندے جانوروں کو دیتا ہے کہ صبح کو اپنے گھونسلوں سے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے ہوئے واپس ہوتے ہیں۔ توکل کے معنیٰ یہ نہیں کہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے اسباب و آلات کو چھوڑ دے بلکہ مراد یہ ہے کہ اسباب عادیہ اختیاریہ کو ضرور اختیار کرے مگر بھروسہ اور اعتماد اسباب پر کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ پر کرے کہ جب تک اس کی مشیت اور ارادہ نہ ہو جائے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ الغرض تقویٰ و توکل کے فضائل و برکات بیان کرنے کے بعد پھر اصل مضمون یعنی احکام بسلسلہ طلاق کی طرف عود فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مطلقہ کی عدت قرآن نے جیسا سورہ بقرہ میں فرمایا گیا تین حیض بتلائی۔ لیکن اگر کسی عورت کو کم عمری کی وجہ سے حیض نہیں آیا یا زیادہ عمر کی وجہ سے حیض آنا موقوف ہو گیا تو اس صورت میں عدت تین ماہ کی ہوگی۔ اور اگر عورت حاملہ ہے تو ایسی عورت کی عدت وضع حمل تک ہے۔ خواہ ایک منٹ کے بعد ہی وضع حمل ہو جائے یا کتنی ہی طویل مدت کے بعد ہو۔ اور وضع حمل خواہ کامل ہو یا ناقص بشرطیکہ کوئی عضو بن گیا ہو گو ایک انگلی ہی سہی۔ تو حاملہ کی عدت خواہ طلاق کی وجہ سے ہو یا شوہر کی موت کی وجہ سے ہو ہر حالت میں وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونے تک ہے۔ جب بچہ پیدا ہو گیا تو عدت ختم ہو گئی۔ اس حکم کے بعد پھر تقویٰ کا مضمون دہرایا گیا ہے تاکہ پڑھنے والا بار بار متنبہ ہو اور ان احکام کی تاکید بھی ظاہر ہو چنانچہ بتلایا گیا کہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کر دے گا۔ پھر تاکید امتثال احکام کے لئے ارشاد ہے کہ یہ جو کچھ حکم ہوا یہ اللہ نے تمہارے لئے نازل فرمایا ہے لہٰذا اللہ سے ڈرو اور اس پر عمل کرو اور جو شخص ان معاملات میں بھی اور دوسرے امور میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس سے دور کر دے گا اور اس کو اجر عظیم عنایت فرمائے گا۔

ان آیات مبارکہ کے نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک صحابی عوف بن مالک اشجعیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لڑکے سالم کو دشمن گرفتار کر کے لئے گئے۔ اس کی والدہ سخت پریشان ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو اور لڑکے کی والدہ کو حکم دیتا ہوں کہ تم کثرت کے ساتھ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا کرو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان صحابی اور ان کی بیوی کو جب لڑکے کی مفارقت نے زیادہ بے چین کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ الغرض دونوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور کثرت سے کلمہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا اثر یہ دکھلایا کہ جن دشمنوں نے لڑکے کو قید کر رکھا تھا وہ کسی روز ذرا غافل ہوئے اور لڑکا کسی طرح ان کی قید سے نکل گیا اور ان کی کچھ بکریاں ہنکا کر ساتھ لے کر اپنے والد کے پاس پہنچ گیا اور بعض روایت میں ہے کہ ان کا ایک اونٹ لڑکے کو مل گیا اس پر سوار ہو کر دوسرے اونٹوں کو ساتھ لگایا اور سب کو لے کر والد کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے والد یہ خبر لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ سوال بھی کیا کہ یہ اونٹ بکریاں جو میرا لڑکا ساتھ لے آیا ہے۔ یہ ہمارے لئے جائز و حلال ہیں یا نہیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ فقہا نے اس حدیث سے یہ مسئلہ استنباط کیا کہ کوئی مسلمان کفار کی قید میں آ جائے اور وہ ان کا کچھ مال لے کر واپس ان کی قید سے آ جائے تو یہ مال بحکم مال غنیمت حلال ہے اور مال غنیمت کے تمام قاعدہ کے مطابق اس کا پانچواں حصہ بیت المال کو دینا بھی اس کے ذمہ نہیں جیسا کہ واقعہ حدیث میں اس مال میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نہیں لیا گیا۔

اس واقعہ مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عوف بن مالکؓ کو اس لڑکے کو قید کی مصیبت سے نجات اور حصول مقصد کے لئے یہ تلقین فرمائی تھی کہ کثرت کے ساتھ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا کریں۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دینی اور دنیاوی ہر قسم کے مصائب اور مضرتوں سے بچنے اور منافع و مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اس کلمہ کی کثرت بہت مجرب عمل ہے اور اس کثرت کی مقدار حضرت مجدد صاحبؒ نے یہ بتلائی ہے کہ روزانہ ۵۰۰ مرتبہ یہ کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے اور سو ۱۰۰ سو ۱۰۰ مرتبہ درود شریف اس کے اول و آخر میں پڑھ کر اپنے مقصد کے لئے دعا کیا کرے۔ (تفسیر مظہری)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کلمہ مبارکہ کے ورد کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب آگے مزید احکام مطلقہ کے نان نفقہ کے متعلق بتلائے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۚ

تم ان عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کیلئے تکلیف مت پہنچاؤ

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ

اور اگر وہ عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان کو خرچ دو پھر اگر وہ عورتیں تمہارے لئے دودھ پلادیں

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۞

تو تم ان کو اجرت دو، اور باہم مناسب طور پر مشورہ کرلیا کرو اور اگر تم باہم کش مکش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلاوے گی۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۚ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۚ

وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہئے، اور جس کی آمدنی کم ہو تو اس کو چاہئے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے،

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۞

خداتعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہے، خداتعالیٰ تنگی کے بعد جلدی فراغت بھی دے گا۔

اَسْكِنُوْهُنَّ تم انہیں رکھو	مِنْ حَيْثُ جہاں	سَكَنْتُمْ تم رہتے ہو	مِنْ وُّجْدِكُمْ اپنی استطاعت کے مطابق	وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ اور تم انہیں ضرر نہ پہنچاؤ		
لِتُضَيِّقُوْا کہ تم تنگی کرو	عَلَيْهِنَّ انہیں	وَاِنْ اور اگر	كُنَّ وہ ہوں	اُولَاتِ حَمْلٍ حمل والیاں (حمل سے)	فَاَنْفِقُوْا تو خرچ کرو تم	عَلَيْهِنَّ ان پر
حَتّٰى يَضَعْنَ یہاں تک کہ وضع ہو جائیں	حَمْلَهُنَّ ان کے حمل	فَاِنْ پھر اگر	اَرْضَعْنَ وہ دودھ پلائیں	لَكُمْ تمہارے لئے	فَاٰتُوْهُنَّ تو تم انہیں دو	
اُجُوْرَهُنَّ ان کی اجرت	وَاْتَمِرُوْا اور تم باہم مشورہ کرلیا کرو	بَيْنَكُمْ آپس	بِمَعْرُوْفٍ معقول طریقے سے	وَاِنْ اور اگر	تَعَاسَرْتُمْ تم باہم کشمکش کروگے	
فَسَتُرْضِعُ تو دودھ پلادے گی	لَهٗ اس کو	اُخْرٰى کوئی دوسری	لِيُنْفِقْ چاہیے کہ خرچ کرے	ذُوْ سَعَةٍ وسعت والا	مِنْ سے مطابق	
سَعَتِهٖ اپنی وسعت	وَمَنْ اور جو	قُدِرَ تنگ کر دیا گیا	عَلَيْهِ اس پر	رِزْقُهٗ اس کا رزق	فَلْيُنْفِقْ تو اسے خرچ کرنا چاہئے	مِمَّآ اس میں سے جو
اٰتٰىهُ اللّٰهُ اسے اللہ نے دیا	لَا يُكَلِّفُ وہ تکلیف نہیں دیتا	اللّٰهُ اللہ	نَفْسًا کسی کو	اِلَّا مگر	مَآ اٰتٰىهَا جس قدر اس نے اسے دیا	سَيَجْعَلُ وہ جلد کریگا
اللّٰهُ اللہ	بَعْدَ عُسْرٍ تنگی کے بدلہ	يُّسْرًا آسانی				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں مطلقہ کے عدت کے زمانہ کے نان نفقہ کا بیان فرمایا جاتا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مرد کے ذمہ ضروری ہے کہ مطلقہ کو عدت تک رہنے کے لئے مکان دے۔ اور جب مکان رہنے کے لئے دینا واجب ہے تو نفقہ یعنی کھانا کپڑا بھی اس زمانہ کا مرد کے ذمہ ہونا چاہئے کیونکہ عورت اتنے دنوں تک یعنی عدت کے معینہ زمانہ میں مرد ہی کی وجہ سے مقید اور محبوس رہے گی۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خواہ طلاق رجعی عدت کے زمانہ میں مکان کے ساتھ مطلقہ کے لئے نفقہ بھی ضروری ہے۔ الغرض یہاں مطلقہ عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان عدت کے زمانہ تک کے لئے دینا واجب ٹھہرا اس میں تو تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ بعض احادیث کی بناء پر حنفیہ کے ہاں مکان کے ساتھ نفقہ بھی ہر

قسم کی مطلقہ کو عدت کے زمانہ کا واجب اور ضروری ہے تو شروع سورۃ میں حکم ہوا تھا کہ مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو۔ یہاں اسی حکم کا ایجابی پہلو ذکر فرمایا گیا کہ مطلقہ عورتوں کو عدت پوری ہونے تک اپنی وسعت وقدرت کے مطابق رہنے کا مکان دو یعنی جہاں تم خود رہتے ہو اسی مکان کے کسی حصہ میں مطلقہ کو رہنے دو۔ یہاں فقہا نے یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ اگر مطلقہ کو طلاق رجعی دی گئی ہے جس میں مرد کو رجعت کرنے کا حق حاصل ہے جب تو میاں بیوی میں باہم کسی پردہ کی بھی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر طلاق بائن دی ہے یا تین طلاق دے دی ہیں تو اب رشتہ نکاح ٹوٹ چکا ہے۔ وہ عورت اب اس مرد کے لئے حرام ہوگئی اس صورت میں سابق شوہر سے پردہ کرنا چاہئے۔ اس لئے ایسی مطلقہ کے لئے پردہ کے ساتھ اسی مکان میں رہنے کا انتظام کیا جائے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مطلقہ پر تنگی کر کے ضرر پہنچانے سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ مطلقہ عورت کو تکلیف پہنچا کر اس قدر تنگ نہ کرو کہ وہ مجبور ہو کر مکان سے نکلنے پر آمادہ ہو جائے اور اگر مطلقہ حاملہ ہے تو وضع حمل تک گو وہ کیسی ہی طویل مدت ہو اس کو نفقہ دینا ہوگا۔ یہ احکام تو عدت کے متعلق تھے پھر اگر عدت کے بعد وہ مطلقہ عورتیں جبکہ پہلے سے بچہ والی ہوں یا بچہ ہی پیدا ہونے سے ان کی عدت ختم ہوئی ہو تو اگر مرد کی خاطر بچہ کو دودھ پلائے تو جو اجرت کسی دوسری انا کو دیتے وہ اس مطلقہ عورت کو دی جائے اور معقول طریقہ سے دستور کے موافق باہم مشورہ کر کے مقرر کرلیں۔ خواہ مخواہ ضد اور کجروی اختیار نہ کریں۔ یہ عورت دودھ پلانے سے انکار کرے۔ یہ مرد اس کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت سے پلوائے۔ اور اگر آپس کی ضد اور تکرار سے عورت دودھ پلانے پر راضی نہ ہو تو کچھ اس پر موقوف نہیں کوئی دوسری عورت دودھ پلانے والی مل جائے گی اور اگر مرد خواہ مخواہ بچہ کو اس کی ماں سے دودھ پلوانا نہیں چاہتا تو بہر حال کوئی دوسری عورت دودھ پلانے کو آئے گی آخر اس کو بھی کچھ دینا پڑے گا۔ پھر وہ بچہ کی ماں ہی کو کیوں نہ دے۔ تو جب تک شوہر کے نکاح میں ہے اس وقت تک تو بچوں کو دودھ پلانا خود ماں کے ذمہ بحکم قرآن واجب ہے لیکن جب مطلقہ کی عدت وضع حمل سے ختم ہوگئی اور عورت آزاد ہوگئی تو اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہ رہا۔ اب اگر یہ عورت اس بچہ کو دودھ پلائے تو اس کا تو یہاں آیت میں معاوضہ یا اجرت لینے دینے کو جائز قرار دیا اور ساتھ ہی یہ ہدایت زوجین کو دی گئی کہ بچہ کو دودھ پلانے کے معاملہ میں کسی نزاع او جھگڑے کی نوبت نہ آنے دیں۔ یہ مطلقہ بیوی عام اجرت سے زیادہ مانگے۔ اور نہ شوہر عام اجرت کے مطابق دینے سے انکار کرے۔ ایک دوسرے کے ساتھ رواداری کا معاملہ کریں۔

آگے بتلایا گیا کہ ایسے بچہ کی تربیت و پرورش کا خرچ باپ پر ہے۔ وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق اور کم حیثیت کو اپنی حیثیت کے موافق خرچ کرنا چاہئے۔ اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو محض نپی تلی روزی اللہ نے دی ہو تو وہ اسی میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ جب تنگی کی حالت میں اس کے حکم کے موافق خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تنگی اور سختی کو فراخی اور آسانی سے بدل دے گا۔

اب غور کیجئے کہ یہ خدائی احکام ہیں اور ان میں کس طرح ہر حالت کی رعایت فرمائی گئی ہے۔ اس سے بڑھ کر اسلام اور ایمان کا دعویٰ کرنے والی قوم کی بدنصیبی کیا ہوگی کہ ان خدائی احکام کے مقابلہ میں یہود ونصاریٰ بے دینوں کے وضع کردہ عائلی قوانین کو اپنایا جائے اور ان احکام الٰہیہ کو پس پشت ڈال دیا جائے

اس لئے اہل ایمان کو ڈرایا گیا کہ عقلمند ایمانداروں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ ہم سے کوئی ایسی بے اعتدالی نہ ہو جائے کہ خدا کی پکڑ میں آ جائیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

2 وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا

اور بہت سی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی سو ہم نے اُن کا سخت حساب کیا، اور ہم نے اُن کو

عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ

بڑی بھاری سزا دی۔ غرض انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کیلئے

عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ

ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، تو اے سمجھ دارو جو کہ ایمان لائے ہو تم خدا سے ڈرو خدا نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ بھیجا۔

ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ایک ایسے رسول جو تم کو اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ ایسے لوگوں کو جو ایمان لاویں اور اچھے عمل کریں

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۚ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

تاریکیوں سے نور کی طرف لے آویں، اور جو شخص اللہ پر ایمان لاوے گا اور اچھے عمل کریگا خدا اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۗ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿١١﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ

جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے، بے شک اللہ نے اچھی روزی دی۔ اللہ ایسا ہے جس نے سات

سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۗ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ

آسمان پیدا کئے اور ان ہی کی طرح زمین بھی ان سب میں احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تاکہ تم کو معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے

وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطۂ علمی میں لئے ہوئے ہے۔

وَكَاَيِّنْ اور کئی	مِّنْ قَرْيَةٍ بستیاں	عَتَتْ انہوں نے سرکشی کی	عَنْ سے	اَمْرِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم	وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں	
فَحَاسَبْنٰهَا تو ہم نے ان کا حساب لیا	حِسَابًا حساب	شَدِيْدًا سختی سے	وَعَذَّبْنٰهَا اور ہم نے انہیں عذاب دیا	عَذَابًا عذاب	نُّكْرًا بہت بڑا	
فَذَاقَتْ پھر انہوں نے چکھا	وَبَالَ وبال	اَمْرِهَا اپنا کام	وَكَانَ اور ہوا	عَاقِبَةُ انجام اَمْرِهَا ان کا کام	خُسْرًا خسارا	اَعَدَّ اللّٰهُ اللہ نے تیار کیا ہے
لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابًا عذاب	شَدِيْدًا سخت	فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس تم ڈرو اللہ سے	يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ اے عقل والو	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	
قَدْ اَنْزَلَ تحقیق نازل کی	اللّٰهُ اللہ	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	ذِكْرًا نصیحت (کتاب)	رَسُوْلًا اور رسول	يَتْلُوْا وہ پڑھتا ہے	عَلَيْكُمْ تم پر
اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتیں	مُبَيِّنٰتٍ روشن	لِيُخْرِجَ تاکہ وہ نکالے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے اچھے عمل کئے		
مِنَ الظُّلُمٰتِ تاریکیوں سے	اِلَى النُّوْرِ نور کی طرف	وَمَنْ اور جو	يُّؤْمِنْ ایمان لائے گا	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَيَعْمَلْ اور وہ عمل کریگا	صَالِحًا اچھے

يُدْخِلْهُ وہ اسے داخل کریگا	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِيْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَآ ان میں	
اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ	قَدْ اَحْسَنَ بیشک بہت اچھی رکھی	اللّٰهُ اللہ	لَهٗ اس کیلئے	رِزْقًا روزی	اَللّٰهُ الَّذِيْ اللہ وہ جس نے	خَلَقَ پیدا کئے	سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان
وَ اور	مِنَ الْاَرْضِ زمین سے بھی	مِثْلَهُنَّ ان کی طرح	يَتَنَزَّلُ اترتا ہے	الْاَمْرُ حکم	بَيْنَهُنَّ ان کے درمیان	لِتَعْلَمُوْٓا تاکہ وہ جان لیں	
اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ہر شے پر	قَدِيْرٌ قدرت رکھتا ہے	وَّ اَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	قَدْ اَحَاطَ احاطہ کیا ہوا ہے	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے	عِلْمًا علم سے

تفسیر وتشریح: سابقہ آیات احکام بیان فرما کر ان جملہ احکام الٰہیہ ونیز دوسرے احکام شرعیہ کی پوری پابندی کی تاکید اس طرح فرمائی جاتی ہے کہ اگر تم ان احکام کی خلاف ورزی کرو گے یا ان سے تجاوز کرو گے یا ان کی نافرمانی کرو گے تو یاد رکھو کہ پہلے کتنی ہی قومیں اور بستیاں اللہ ورسول کی نافرمانی کی پاداش میں تباہ کی جا چکی ہیں۔ جس وقت انہوں نے احکام خداوندی سے تکبر برتا اور حد سے نکل گئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو سختی کے ساتھ پکڑ لیا اور ان کو ایسی آفت وسزا میں پھنسایا جس کا انہیں وہم وگمان بھی نہ تھا۔ آخر انہوں نے اپنی بداعمالیوں کی سزا چکھی اور عمر بھر جو سودا کیا تھا اس میں سخت خسارہ اٹھایا اور جو پونجی تھی سب کھو کر رہے۔ اللہ کے احکام سے انحراف اور اس کے قوانین سے سرتابی کر کے مجرموں نے یہ نتیجہ تباہی وخسران تو دنیا میں دیکھا اور اس کے علاوہ آخرت کا عذاب اور وہاں کی سزا بھی ان کے لئے تیار ہے تو گویا دونوں جہان میں اللہ کی نافرمانی کا وبال نافرمانی کرنے والوں نے دنیا میں بھی چکھا۔ اور آخرت میں اور بھگتیں گے یہ جتلا کر عقلمند ایمانداروں کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو تمہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ہم سے کوئی نافرمانی یا کوئی بے اعتدالی ایسی نہ ہو جائے کہ خدا کی پکڑ میں آ جائیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ یعنی قرآن کریم بھیجا اور ایک ایسے رسول کے ذریعہ بھیجا کہ جو اللہ کے صاف صاف احکام سناتے ہیں تاکہ لوگ کفر وجہل کی اندھیریوں سے نکل کر ایمان اور علم وعمل کے اجالے میں آ دیں۔ آگے ایمان اور عمل صالح پر وعدہ ہے کہ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے گا اور اس کی ذات وصفات کے متعلق عقیدہ درست کرے گا اور پھر اچھے کام بھی کرے گا جن کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے تو عالم آخرت میں اس کو ایسے جنت کے باغات میں داخل کیا جائے گا جہاں نہریں بہتی ہوں گی اور جہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہوگا۔ تو ایسے لوگوں کے نصیب کھل گئے اور اللہ نے انہیں بہت اچھا انعام دیا یعنی بہشت کی روزی اور راحتیں۔ آگے خاتمہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ کا واجب الاطاعت ہونا بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ جس نے سات آسمان پیدا کئے اور اسی طرح سات زمینیں پیدا کیں۔ اور ان آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہوتے رہتے ہیں اور یہ سب اس لئے بتلایا گیا تاکہ تم کو معلوم ہو کہ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ حق تعالیٰ ہر چیز کو اپنے علم سے گھیرے ہوئے ہے اور کوئی چیز اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی اور مخالفت سے ڈرو۔

اب غور کیجئے کہ اس سے زیادہ واضح اور صاف ہدایات اللہ تعالیٰ کی ہر طرح کی نافرمانی سے بچنے اور ایمان وعمل صالح اختیار کرنے کی اور کیا ہو سکتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی، اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور اللہ کی کتاب کی اطاعت کی ترغیب اور اس سے بڑھ کر کس طرح دی جا سکتی ہے؟ اب اس پر بھی اسلام وایمان کا دعویٰ کرنے والے اگر جان بوجھ کر قصداً احکام الٰہیہ سے انحراف اور روگردانی کریں اور نہ صرف انحراف وروگردانی بلکہ تحقیر واستہزا کے ساتھ پیش آئیں اور پھر ان کا حساب سخت ہو اور دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی ان کے حصہ میں ان کے اعمال کے وبال میں ان کو دیکھنا نصیب ہو تو ان قرآنی آیات کے مطابق

اس میں کیا تعجب ہے؟

نیز ان آیات میں اور قرآن کریم میں جہاں کہیں ایمان والوں کو بشارت اور نعمائے آخرت اور دخول جنت کی خوشخبری دی گئی ہے وہاں ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی شرط ضرور لگی ہوئی ہے۔ اور درحقیقت ایمان کامل بغیر اعمال صالحہ کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق بھی ہم کو عطا فرمائیں۔

یہاں آخری آیت الله الذی خلق سبع سمٰوٰت و من الا رض مثلهن اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور آسمانوں کی طرح زمین بھی سات پیدا کیں تو اس سے اتنی بات تو واضح طور پر ثابت ہے کہ جس طرح آسمان سات ہیں ایسی ہی زمینیں بھی سات ہیں۔ باقی یہ بات کہ یہ سات زمینیں کہاں کہاں ہیں۔ کس وضع اور صورت میں ہیں ان میں کوئی مخلوق آباد ہے یا نہیں تو قرآن کریم نے اس کی کوئی خبر نہیں دی نہ ہماری کوئی دینی یا دنیوی ضرورت اس کی تحقیق پر موقوف ہے نہ ہم سے قبر میں یا حشر میں اس کا سوال ہوگا اس لئے علمائے محققین نے لکھا ہے کہ سلامتی کی صورت بس یہی ہے کہ اس پر ایمان لائیں اور یقین کریں کہ زمینیں بھی آسمانوں کی طرح سات ہی ہیں اور سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا ہے۔ حضرات سلف صالحین کا ایسی صورت میں یہی طرز عمل رہا ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہے تم بھی اسے مبہم رہنے دو جبکہ اس میں تمہارے لئے کوئی عملی حکم نہیں اور تمہاری کوئی دینی یا دنیوی ضرورت اس سے متعلق نہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ان سات زمینوں میں احتمال ہے کہ نظر نہ آتی ہوں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ نظر آتی ہوں اور اس دنیا والے ان کو کواکب سمجھتے ہوں۔ جیسا کہ مریخ کی نسبت بعض کا گمان ہے کہ اس میں پہاڑ دریا وغیرہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

الحمدللہ اس درس پر سورہ طلاق مدنی کا بیان ختم ہوگیا۔ آئندہ درس میں ان شاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

سورۃ الطلاق کے خواص

۱..... اگر سورۃ الطلاق لکھ کر پانی سے دھولیا جائے اور کسی آباد گھر کے دروازے پر وہ پانی چھڑک دیا جائے تو اس گھر میں جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ طلاق وفراق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

۲..... اور اگر سورۃ الطلاق لکھ کر پانی سے دھولیا جائے اور وہ پانی کسی جگہ میں چھڑک دیا جائے تو وہ جگہ کبھی آباد نہیں ہوگی ہمیشہ ویران ہی رہے گی۔

ومن قدر علیه رزقه ...... مکمل آیت

جس آدمی پر روزی تنگ ہوگئی ہو تو وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرلے اور نیکی وفرمانبرداری کا پختہ ارادہ کرلے اور پھر جمعہ کی رات میں سحری کے وقت اٹھ کر سو بار استغفار پڑھے اور یہی آیت پڑھتا ہوا سو جائے تو اسے اس تنگی سے نکلنے کا راستہ معلوم ہو جائے گا اور رزق کا دروازہ کھل جائے گا۔ الدرر النظیم

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ آپ نے ہم کو ایمان واسلام عطا فرمایا۔ قرآن کریم جیسی نصیحت کی کتاب عطا فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچا لیجئے اور جو گذشتہ زندگی میں ہم سے تقصیرات ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے اور دین دنیا دونوں جہاں میں ہم کو کامیابی وکامرانی نصیب فرمائیے اور ذلت وناکامی اور خسران سے بچا لیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَا عَشْرَةَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کا نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①

اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کیلئے حلال کیا ہے آپ اُس کو کیوں حرام فرماتے ہیں۔اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے،اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ②

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرمادیا ہے،اور اللہ تمہارا کارساز ہے۔اور وہ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی	لِمَ تُحَرِّمُ تم کیوں حرام ٹھہراتے ہو!	مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ جو اللہ نے حلال کیا	لَكَ تمہارے لئے	تَبْتَغِيْ چاہتے ہوئے			
مَرْضَاتَ خوشنودی	اَزْوَاجِكَ اپنی بیبیوں	وَاللّٰهُ اور اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ مہربان	قَدْ فَرَضَ تحقیق مقرر کردیا	اللّٰهُ اللہ	لَكُمْ تمہارے لئے
تَحِلَّةَ کھولنا (کفارہ)	اَيْمَانِكُمْ تمہاری قسمیں	وَاللّٰهُ اور اللہ	مَوْلٰىكُمْ تمہارا کارساز	وَهُوَ اور وہ	الْعَلِيْمُ جاننے والا	الْحَكِيْمُ حکمت والا	

تفسیر و تشریح: اس سورۃ کی ابتدا ہی میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلال چیز کے استعمال سے قسم کھا کر اس چیز کو اپنے اوپر حرام فرمالیا تھا۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام تحریم معین ہوا۔ تحریم کے لفظی معنی ہیں حرام کر دینا۔ یہ سورۃ بھی مدنی ہے اور اس کے شان نزول کے سلسلہ میں متعدد روایات نقل کی گئی ہیں۔ چنانچہ سب سے مشہور روایت جو اکثر مفسرین نے اختیار کی ہے وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول شریف تھا کہ بعد نماز عصر کھڑے کھڑے ازواج مطہرات کے پاس تشریف لاتے۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے ہاں معمول سے زیادہ ٹھہرے اور شہد نوش فرمایا۔ پھر کئی روز یہ معمول رہا تو مجھ کو رشک آیا۔ میں نے حفصہ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے پاس تشریف لائیں وہ یوں کہے کہ کیا آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے۔ مغافیر ایک گوند کی قسم سے ہے جس میں کچھ بد بو ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے فرمایا میں نے تو شہد پیا ہے۔ اس پر کہا گیا کہ شاید کوئی شہد کی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھ گئی ہوگی اور اس کا عرق چوس لیا ہوگا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بد بو سے بڑی کراہت اور نفرت تھی۔ آپ نے بقسم فرمایا کہ میں پھر شہد نہ پیوں گا۔ نیز یہ خیال فرما کر کہ زینب کو اس کی اطلاع ہوگی تو خواہ مخواہ رنجیدہ و دلگیر ہوں گی اس لئے حضرت حفصہ کو منع کر دیا کہ اس کی اطلاع کسی کو نہ کرنا۔ مگر حضرت حفصہ نے اطلاع چپکے سے حضرت عائشہ کو کر دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اور کسی سے نہ کہنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمادیا۔ آپ نے حضرت حفصہ کو جتلایا کہ تم نے فلاں بات کی اطلاع عائشہ کو کر دی حالانکہ منع کر دیا گیا تھا وہ متعجب ہو کر کہنے لگیں کہ آپ سے کس نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی۔ اور ابھی کئی روایات شان نزول کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس شے کو جس کو آپ کے لئے خدا نے حلال کیا ہے آپ قسم کھا کر اس کو اپنے لئے کیوں حرام فرماتے ہیں

اور وہ بھی اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔ اب یا تو اس میں شہد والے مذکورہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے یا اور کسی واقعہ کی طرف الحاصل ہدایت یہ فرمائی گئی کہ آپ ایسا نہ کیجئے کہ حلال شے کو اپنے اوپر حرام ٹھہرایا جائے۔ اور یہاں حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو عقیدۃً حلال ومباح سمجھتے ہوئے آپ نے جو عہد کرلیا تھا کہ آئندہ اس کو استعمال نہ کروں گا۔ ایسا کرنا اگر کسی مصلحت صحیحہ کی بنا پر ہو تو شرعاً جائز تو ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع کے مناسب نہ تھا کہ بعض ازواج کی خوشنودی کے لئے اس کا اسوہ قائم کریں جو آئندہ امت کے حق میں تنگی کا موجب ہو۔ اس لئے حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ ازواج کے ساتھ بیشک خوش اخلاقی برتنے کی ضرورت ہے مگر اس حد تک ضروری نہیں کہ ان کی وجہ سے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرکے تکلیف اٹھائیں۔ آگے واللہ غفور رحیم فرما کر یہ ظاہر کر دیا گیا کہ یہ خلاف اولیٰ بات بھی آپ کی معاف کر دی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اور اگر آپ کو یہ خیال ہو کہ میں تو قسم کھا چکا ہوں پھر میں کیسے اس کام کو کروں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے اپنی قسموں کو توڑنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اور وہ کفارہ کی ادائیگی ہے، پس اس طریق سے اپنی قسم کو توڑ ڈالیں اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے۔ اس مالک نے اپنے علم وحکمت سے اپنے بندوں کے لئے مناسب احکام وہدایات بھیجے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی نامناسب بات پر قسم کھا لے تو کفارہ دے کر اپنی قسم کھول سکتا ہے۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ آپ نے کفارہ میں ایک غلام آزاد فرمایا۔ قسم کے کفارہ کا ذکر ساتویں پارہ سورہ مائدہ میں آچکا ہے۔

اب آگے دوسرے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی زوجہ مطہرہ سے کوئی راز کی بات کہی تھی اور وہ انہوں نے کسی دوسری زوجہ مطہرہ سے ظاہر کر دی تھی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ظاہر میں و باطن میں شریعت مطہرہ کی کامل پابندی نصیب فرماویں۔ اور جملہ احکام قرآنیہ کی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ اور اس میں جو کوتاہی ہم سے اس وقت تک ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنی شان غفور الرحیمی سے معاف فرمادیں۔
اور ہم کو اپنے نبی پاکؐ کے اسوہ حسنہ پر چلنا نصیب فرمائیں۔
یا اللہ آپ نے اپنی رحمت سے ہمارے لئے جو احکام وہدایات دی ہیں ان ہی کے اتباع میں ہماری دین دنیا کی بہتری اور صلاح وفلاح ہے۔
یا اللہ ہمیں توفیق عطا فرما کر ہم آپ کے احکام کے مطیع وفرمانبردار بن جائیں۔ اور اس طرح آپ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرسکیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور جب کہ پیغمبرؐ نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی پھر جب اس بی بی نے وہ بات بتلا دی اور پیغمبرؐ کو اللہ تعالی نے اس کی خبر کردی

عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ

تو پیغمبرؐ نے تھوڑی سی بات تو جتلا دی اور تھوڑی بات کو ٹال گئے، سو جب پیغمبرؐ نے اس بی بی کو وہ بات جتلائی تو وہ کہنے لگیں کہ آپ کو کس نے خبر کردی آپ نے فرمایا

نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا

مجھ کو بڑے جاننے والے بڑی خبر رکھنے والے نے خبر کردی۔ اے دونوں بیبیو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو بہتر ہے ورنہ تمہارے دل تو مائل ہی ہو گئے، اور اگر پیغمبرؐ کے مقابلہ میں

عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ

تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو پیغمبرؐ کا رفیق اللہ ہے اور جبریل ہیں اور نیک مسلمان ہیں، اور ان کے علاوہ فرشتے مددگار ہیں۔

ظَهِيْرٌ ۝ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ

اگر پیغمبرؐ تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیبیاں دے دیگا جو اسلام والیاں ایمان والیاں

قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝

فرمانبرداری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں ہوں گی۔ کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔

وَاِذْ اور جب	اَسَرَّ النَّبِيُّ نبی نے راز کی بات کہی	اِلٰى تک۔ سے	بَعْضِ بعض ایک	اَزْوَاجِهٖ اپنی بی بی	حَدِيْثًا ایک بات	فَلَمَّا پھر جب
نَبَّاَتْ اس نے خبر کردی	وَاَظْهَرَهُ اور اسکو ظاہر کردیا	اللّٰهُ اللہ	عَلَيْهِ اس پر	عَرَّفَ اس (نبی) نے خبردی	بَعْضَهٗ اس کی کچھ	وَاَعْرَضَ اور اعراض کیا
عَنْۢ بَعْضٍ بعض سے	فَلَمَّا پھر جب	نَبَّاَهَا اس (عورت) کو جتلائی	بِهٖ وہ بات	قَالَتْ وہ بولی	مَنْ اَنْۢبَاَكَ کس نے آپ کو خبر دی	
هٰذَا اس	قَالَ فرمایا	نَبَّاَنِيَ مجھے خبر دی	الْعَلِيْمُ علم والا	الْخَبِيْرُ خبر رکھنے والا	اِنْ تَتُوْبَآ اگر تم دونوں توبہ کرو	اِلَى اللّٰهِ اللہ کے سامنے
فَقَدْ صَغَتْ تو یقیناً کج ہوگئے	قُلُوْبُكُمَا تمہارے دل	وَاِنْ اور اگر	تَظٰهَرَا تم ایکدوسری کی مدد کروگی	عَلَيْهِ اس پر	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	
هُوَ وہ	مَوْلٰىهُ اس کا رفیق	وَجِبْرِيْلُ اور جبریل	وَصَالِحُ اور نیک	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن (جمع)	وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے	بَعْدَ ذٰلِكَ اسکے بعد (اسکے علاوہ)
ظَهِيْرٌ مددگار	عَسٰى قریب ہے	رَبُّهٗٓ ان کا رب	اِنْ طَلَّقَكُنَّ اگر وہ تمہیں طلاق دیدیں	اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ کہ وہ ان کیلئے بدل دے	اَزْوَاجًا بیبیاں	
خَيْرًا بہتر	مِّنْكُنَّ تم سے	مُسْلِمٰتٍ اطاعت گزار	مُّؤْمِنٰتٍ ایمان والیاں	قٰنِتٰتٍ فرمانبرداری کرنے والیاں	تٰٓئِبٰتٍ توبہ کرنیوالیاں	
عٰبِدٰتٍ عبادت گزار	سٰٓئِحٰتٍ روزہ دار	ثَيِّبٰتٍ شوہردیدہ	وَّ اور	اَبْكَارًا کنواریاں		

تفسیر وتشریح: ان آیات میں گذشتہ بیان کردہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ مطہرہ سے ایک بات چپکے سے فرمائی (اور جیسا کہ اوپر کی روایت سے معلوم ہوا وہ بات یہی تھی کہ میں اب شہد نہ پیوں گا مگر کسی

سے یہ بات کہنا نہیں) پھر جب انہوں نے وہ بات کسی دوسری زوجہ مطہرہ سے کہہ دی۔ اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے یہ بات کہی تھی۔ تو چونکہ اس معاملہ میں ان ازواج مطہرات کی طرف سے کچھ بے اعتدالی ہوئی تھی جس پر حق تعالیٰ کو تنبیہ کرنا مقصود تھا اس لئے یہ معاملہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی ظاہر فرما دیا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت اور وسعت اخلاق کو ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ آپ خلاف طبع کارروائیوں پر کس قدر تسامح فرماتے اور کس طرح ازراہ عفو و کرم بعض باتوں کو ٹلا جاتے۔ گویا شکایت کے موقع پر بھی آپ پورا الزام نہ دیتے تھے۔ اسی کو آیت میں فرمایا گیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راز کی بات کو ظاہر کر دینے والی زوجہ مطہرہ کو تھوڑی سی بات تو جتلا دی یعنی یہ کہ آپ نے فرمایا کہ تم نے ہماری یہ بات دوسری زوجہ مطہرہ سے کہہ دی اور تھوڑی بات کو ٹلا دیا یعنی آپ کا کرم اس غایت تک ہے کہ اپنے حکم کے خلاف کرنے پر جو شکایت فرمائی تو اس کہی ہوئی بات کے پورے اجزا کا اعادہ نہیں فرمایا کہ تم نے میری یہ بات بھی کہہ دی اور یہ بات بھی کہہ دی کہ اس سے مخاطبہ کو شرمندگی و ندامت زیادہ ہوگی۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کو وہ بات جتلائی۔ اب چونکہ اس معاملہ میں رشک و رقابت سے کام لیا گیا تھا اس لئے حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ کو براہ راست خطاب فرما کر تنبیہ فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیبیو! اگر تم اللہ کے سامنے دونوں توبہ کرلو تو بہتر ہے کیونکہ تمہارے دل جادہ اعتدال سے ہٹ کر ایک طرف جھک گئے ہیں۔ تمہارے دل ضرور مائل تھے کہ آپ زینبؓ سے یہ خصوصیت ترک کر دیں۔ خبردار ایسے رشک و رقابت کی بے اعتدالیوں سے باز آؤ اور اگر تم دونوں اسی طرح کی کارروائیاں اور مظاہرے کرتی رہیں تو یاد رکھو ایسی باتوں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ضرر نہ پہنچے گا کیونکہ اللہ اور فرشتے اور نیک بخت ایماندار درجہ بدرجہ جس کے رفیق و مددگار ہوں تو اس کے خلاف مزاج کارروائیاں کرنے کا انجام ظاہر ہے کہ برا ہی برا ہے۔ تمہاری ان کارروائیوں سے آپ کا تو کوئی ضرر نہیں بلکہ تمہارا ہی ضرر ہے۔ یہ خطاب تنبیہ تو تثنیہ کے صیغہ میں صرف دو ازواج مطہرات سے عام خطاب ہے کیونکہ بعض روایات اسباب نزول سے یہ بھی ظاہر ہے کہ علاوہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے دوسری ازواج مطہرات بھی شامل تھیں۔ اس لئے تمام ازواج کو خطاب ہے کہ تم یہ وسوسہ دل میں نہ لانا کہ آخر تو مرد کو بیبیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم سے بہتر عورتیں کہاں ہیں اس لئے لامحالہ ہماری سب باتیں سہی جاویں گی۔ تو یاد رکھو اللہ چاہے تو تم سے بھی بہتر بیبیاں اپنے نبی کے لئے پیدا کر دے اس کے ہاں کس چیز کی کمی ہے؟ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تم بیبیوں سے ناراض ہو کر طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلہ تم سے اچھی بیبیاں عطا فرما دے گا جو ان صفات کی ہوں گی:۔

(۱) مسلمٰت یعنی ان کا ظاہر بھی اسلام ہوگا۔ (۲) مؤمنٰت یعنی دل سے بھی ایماندار ہوں گی۔ (۳) قانتات عبادت کرنے والیاں یعنی نماز پڑھنے والیاں۔ دعائیں مانگنے والیاں۔ (۴) تائبات توبہ کرنے والیاں یعنی ازروئے بشریت جو غلطی ہو جائے تو اس پر ضد و اصرار نہ ہو بلکہ اللہ کی طرف رجوع ہو کر توبہ کر لی جائے۔ (۵) عبدٰت۔ ہر قسم کی عبادت کرنے والیاں۔ اس میں صدقہ خیرات۔ حج و زکوۃ۔ خدمت شوہر۔ پرورش اولاد۔ عزت و مال کی حفاظت۔ صلہ رحمی خاوند کی اطاعت اور اس کے ساتھ ہمدردی۔ خوش خلقی۔ نرم مزاجی وغیرہ سب شامل ہیں اور عورت کے حق میں عبادت ہیں۔

(۶) سٰئحٰت۔ روزہ رکھنے والیاں۔

(۷) ثیبٰت و ابکارًا۔ بیوہ اور کنواریاں۔

غرض کہ سیرۃ کے اعتبار سے ہر طرح کامل و مکمل ہوں گی تو جب یہ سب ممکن ہے تو تم کو حد کے اندر رہنا چاہئے اور اس قسم کی کارروائیوں سے باز آنا چاہئے۔

شروع سورۃ میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا۔ اس کے بعد ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا اب اس کے بعد اگلی آیات میں تمام اہل ایمان کو خطاب فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا

اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھروالوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تندخو مضبوط

مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ يَا أَيُّهَا

فرشتے ہیں جو خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجالاتے ہیں۔ اے کافرو!

الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

آج تم عذر مت کرو بس تم کو تو اسی کی سزا مل رہی ہے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

يَا أَيُّهَا اے	الَّذِينَ آمَنُوا ایمان والو	قُوا تم بچاؤ	أَنفُسَكُمْ اپنے آپ کو	وَأَهْلِيكُمْ اور اپنے گھر والوں	نَارًا آگ	وَقُودُهَا اور اس کا ایندھن	
النَّاسُ آدمی	وَ اور	الْحِجَارَةُ پتھر	عَلَيْهَا اس پر	مَلَائِكَةٌ فرشتے	غِلَاظٌ درشت خو	شِدَادٌ زورآور	لَا يَعْصُونَ وہ نافرمانی نہیں کرتے	اللَّهَ اللہ
مَا جو	أَمَرَهُمْ وہ حکم دیتا ہے انہیں	وَيَفْعَلُونَ اور وہ کرتے ہیں	مَا جو	يُؤْمَرُونَ انہیں حکم دیا جاتا ہے	يَا أَيُّهَا اے	الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا (کافرو)	
لَا تَعْتَذِرُوا تم عذر نہ کرو	الْيَوْمَ آج	إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا اسکے سوا نہیں کہ تمہیں بدلہ دیا جائے گا جو	كُنتُمْ تَعْمَلُونَ تم کرتے تھے				

تفسیر و تشریح: ان آیات میں تمام اہل ایمان کو خطاب کر کے ہدایت دی جارہی ہے کہ ایمان والوں کو چاہئے کہ خود بھی فرائض و واجبات کی تعمیل کریں اور ایسے کام نہ کریں کہ جن کے باعث جہنم کی آگ میں جانا پڑے اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کو بھی شریعت کے موافق چلنا سکھائیں۔ دین کی اور قرآن و سنت کی تعلیم ان کو بھی دیں۔ فرائض و واجبات کی تاکید کریں۔ یہاں آیت میں اہل کا لفظ آیا ہے جس کا عام ترجمہ تو گھر والے ہیں مگر اہل کے لفظ میں بڑی وسعت ہے اور انسان کے سارے ہی متعلقین و متوسلین اس کے تحت آجاتے ہیں۔ بیوی۔ بچے۔ ملازم۔ رعایا۔ شاگرد۔ مرید وغیرہ سب اہل کے تحت میں آجاتے ہیں تو احکام الٰہی کی تعمیل خود کرنا اور اپنے متعلقین میں بقدر امکان ان احکام کی تبلیغ کرنا اور ان کی تعمیل کرانا واجب ہے اور یہی دوزخ کی آگ سے اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو بچانا ہے۔ اب وہ جہنم کی آگ کیسی ہے اس کے متعلق بتلایا گیا کہ معمولی آگ نہیں بلکہ ایسی تیز آگ ہے کہ جس کا ایندھن انسانوں کے جسم اور پتھر ہیں۔ اور پتھر سے یا تو عام پتھر مراد ہیں یا تو وہ پتھر ہیں جن کی دنیا میں پرستش اور پوجا پاٹ ہوتی تھی یا گندھک کے نہایت بدبودار پتھر مراد ہیں اور وہ آگ دنیا کی آگ سے کہیں زیادہ تیز اور جلانے والی ہے۔ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ اس دنیا کی آگ سے ستر حصہ زیادہ تیز ہوگی۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخ کو ہزار برس تک دھونکایا یہاں تک کہ اس کا رنگ سرخ ہوگیا۔ پھر ہزار برس تک دھونکایا یہاں تک کہ سفید ہوگئی۔ پھر ہزار برس تک اور دھونکایا یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی۔ اب وہ بالکل سیاہ تاریک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نار سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں۔ آمین۔ آگے اس نار کی دوسری کیفیت بتلائی جاتی ہے کہ اس کے داروغہ یا محافظ فرشتے ہیں جو نہایت سخت دل اور سخت مزاج اور تندخو ہیں اور بڑے قدآور اور طاقت والے کہ جن پر نہ کوئی مجرم زور سے غالب آسکے نہ وہ فرشتے کسی پر رحم و مہربانی کریں۔ یہ فرشتے نہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور نہ اس کے احکام بجالانے میں کوئی سستی یا دیر کرتے ہیں۔ جو ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو فوراً بجالاتے ہیں۔ غرض کہ اس جہنم پر ایسے فرشتے

مقرر ہیں اور وہ کافروں کو دوزخ میں داخل کریں گے اور اس وقت کافروں سے کہا جائے گا کہ اب تم عذر معذرت اور حیلہ بہانہ مت بناؤ۔ آج کوئی بہانہ چلنے والا نہیں بلکہ جو کچھ دنیا میں کرتے تھے آج اس کی پوری پوری سزا بھگتنے کا دن ہے اور اس عذاب کے دیئے جانے میں تم پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں۔ یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جو عذاب کی صورت میں نظر آرہے ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ تم کو ناحق عذاب دیا جاتا ہے۔ جو بویا تھا اسی کو کاٹ رہے ہو۔ یہاں آیت میں نارِ جہنم کے ذکر کے بعد جو کفار کو مخاطب بنایا گیا تو اس سے ظاہر ہوا کہ جہنم کی اصل غرض وغایت کافروں کی تعذیب ہے۔ اسی کو سورہ بقرۃ میں اس طرح صاف فرمایا گیا فاتقو النار التی وقود ها الناس والحجارة اعدت للکفرین. پس اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور وہ کافروں کے لئے تیار کی ہوئی ہے)

۔ تو معلوم ہوا کہ جہنم کی اصل غذا تو اہل کفر و شرک ہی ہوں گے۔ اہل اسلام میں سے اہل فسق و عصیان عارضی طور پر تادیب اور تزکیہ کے لئے اس میں داخل کر دیئے جائیں گے اور ایمان و اسلام کی برکت سے بعد تادیب اور گناہوں کی نجاست سے پاک صاف ہونے کے بعد وہاں سے نکال لئے جاویں گے۔ اور دائمی طور پر صرف کفار و مشرکین ہی جہنم میں پڑے رہیں گے۔

اب غور کیجئے کہ حق تعالیٰ تو کس شفقت اور رحمت سے نصیحت فرما رہے ہیں کہ اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ اور اس کے مقابل ہم ایمان والوں کی حالت کیا ہے ؟ ذرا اس کا اندازہ بھی کر لیجئے۔ ایمان کے بعد سب سے اوّل اور پہلی چیز جس کا قیامت میں ایک مسلمان سے محاسبہ ہوگا وہ "نماز" ہے۔ اگر اس میں کامیاب ہو گیا تو پھر دوسرے فرائض اور واجبات کا حساب ہو گا۔ اور اگر نماز ہی کے معاملہ میں پکڑ ہو گئی تو لکھا ہے کہ وہیں جہنم کے مؤکلوں کے سپرد کر دیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہئے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے۔ اتنے سال یعنی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا وہ بھی جب ہی کہ اور کوئی وجہ زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو۔ الامان الحفیظ۔

حضرت ابواللیث سمرقندیؒ نے قرۃ العیون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے۔ تو نماز چھوڑ کر اور اس سے غفلت برت کر ایسے مسلمان نارِ جہنم سے بچنے کے سامان کر رہے ہیں یا معاذ اللہ معاذ اللہ اس میں جانے کے سامان کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور اپنے کریم رب کی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اب چونکہ یہاں کفار کے لئے نارِ جہنم کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے اس نارِ جہنم سے بچنے کا طریقہ مسلمانوں کو بتلایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اس زندگی میں اپنے مرضیات کی توفیق عطا فرمائیں اور ظاہراً و باطناً ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اہل وعیال و متعلقین کو بھی نیک ہدایت اور نیک سیرۃ عطا فرمائیں۔ اور ہم سب کو اور ہمارے اہل کو نارِ جہنم سے بچائیں۔

یا اللہ ہمیں ایمان و اسلام اور ایسے اعمال صالحہ کے ساتھ اس دنیا سے جانا نصیب فرما کہ جو آخرت میں ہمیں نجات اور مغفرت نصیب ہو اور عذاب جہنم سے ہم کو دور رکھا جائے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

اے ایمان والو تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کردے گا

وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مسلمان ان کے ساتھ ہیں

مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ

ان کو رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا ہوگا یوں دعا کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارے اس نور کو اخیر تک رکھیے،

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور ہماری مغفرت فرمادیجئے آپ ہر شئے پر قادر ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ایمان والو	تُوْبُوْٓا تم توبہ کرو	اِلَى اللّٰهِ اللہ کے آگے	تَوْبَةً توبہ	نَّصُوْحًا خالص	عَسٰى امید ہے	رَبُّكُمْ تمہارا رب
اَنْ يُّكَفِّرَ کہ وہ دور کردیگا	عَنْكُمْ تم سے	سَيِّاٰتِكُمْ تمہاری برائیاں (گناہ)	وَيُدْخِلَكُمْ اور وہ داخل کریگا تمہیں	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِيْ جاری ہیں		
مِنْ تَحْتِهَا انکے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	يَوْمَ اس دن	لَا يُخْزِي وہ رسوانہ کریگا	اللّٰهُ اللہ	النَّبِيَّ نبی	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور جولوگ ایمان لائے	مَعَهٗ اس کیساتھ
نُوْرُهُمْ انکا نور	يَسْعٰى دوڑتا ہوگا	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ انکے سامنے	وَبِاَيْمَانِهِمْ اور انکے داہنے	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے (دعا کرتے) ہونگے	رَبَّنَآ اے ہمارے رب		
اَتْمِمْ لَنَا پورا کردے ہمارے لئے	نُوْرَنَا ہمارا نور	وَاغْفِرْ لَنَا اور ہماری مغفرت فرمادے	اِنَّكَ بیشک تو	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شئے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو! ابھی دنیا میں توبہ کا وقت ہے۔ بشریت سے جو گناہ سرزد ہو جائے اور جو غلطی نادانی سے کر بیٹھو تو اس سے توبہ کرلو۔ لیکن توبہ ہو "توبۃ النصوح" یعنی سچی توبہ۔ دل میں اپنی معصیت پر کامل ندامت ہو۔ آئندہ کے لئے اس کے ترک کا مصمم عزم ہو۔ پھر آگے ایسی سچی توبہ کے نتائج وثمرات بتلائے جاتے ہیں۔ پہلا نتیجہ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ سچی توبہ کر لینے سے تمہارے گناہ تم سے مٹادے گا۔ توبہ سے گناہوں کا معاف ہوجانا یا ان کا مٹایا جانا قرآن وحدیث سے ثابت ہے مگر یہ سمجھ لیا جائے کہ توبہ سے حقوق العباد ساقط نہیں ہوتے۔ مثلاً کسی کا مال ناحق دبالیا یا چوری کرلی تو اس حالت میں توبہ کی تکمیل جب ہی ہوگی جب حق العباد بھی ادا کردے یعنی یا تو چرایا ہوا مال واپس کرے یا صاحب حق سے معاف کرائے اس ارشاد کے تحت یایھا الذین امنوا توبوٓا الی اللہ توبہ نصوحا توبہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔

تو یہاں پہلا ثمرۃ توبۃ النصوح کا یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا۔ دوسرا ثمرہ یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور یہ اس روز ہوگا یعنی قیامت کے دن جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جو اہل ایمان دین کی رو سے آپ کے ساتھ ہیں ان کو رسوا اور شرمندہ نہ کرے گا۔ اس میں ترغیب ہے کہ قیامت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والوں کے سوا منکرین ومکذبین سب رسوا و ذلیل ہوں گے اور ظلمت میں گھرے ہوں گے۔ روشنی اور نور

بس ایمان والوں کے پاس ہوگا جو ایمان ۔ توبہ اور عمل صالح کی روشنی ہوگی اور ان کے آگے آگے اور دائیں طرف دوڑتی ہوئی چلے گی اور وہ ظلماتی راہ کو طے کرکے جنت میں چلے جائیں گے ۔ یہ میدان قیامت میں پل صراط سے پہلے ہوگا تو جب اہل ایمان پل صراط پر گذرنے سے پہلے دیکھیں گے کہ منافقوں کی روشنی چمک کر بجھ گئی تو دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب ہماری روشنی آخر تک قائم رہے ۔ بجھنے نہ پائے اور ہماری مغفرت فرما دیجئے بیشک آپ ہر چیز پر قادر ہیں ۔ آپ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت اور توفیق نصیب فرمائیں ۔ اور توبہ کی طرف سے ہماری غفلت کو دور فرمائیں ۔ آمین ۔

الغرض یہاں اہل ایمان کو مخاطب کرکے توبہ کا حکم اور ترغیب دی گئی ۔ اب اہل ایمان کے ذکر کے بعد کفار و منافقین کا ذکر فرمایا گیا اور ان کا انجام بد بتلایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا ۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی دائمی توبۃ النصوح کی توفیق عطا فرمائیں اور اس توبہ کی برکت سے حق تعالیٰ ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ ۔ ظاہر و باطن ۔ چھوٹے اور بڑے ۔ عمداً و سہواً تمام گناہوں کو معاف فرمادیں اور اپنے فضل سے قیامت میں ہماری مغفرت فرما کر جنت کی دائمی نعمتیں عطا فرمائیں ۔

یا اللہ قیامت و حشر کی ذلت و رسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھئے اور اپنی رحمت و مغفرت سے ہم سب کو نواز دیجئے ۔

یا اللہ آپ کا وعدہ ہے کہ جو اہل ایمان آپ کے نبی مکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونگے ان کو آپ میدان حشر میں رسوا نہ فرمائیں گے اور ان کو وہ نور عطا فرمائیں گے کہ وہ سلامتی کے ساتھ آپ کی جنت میں داخل ہو جائیں گے ۔

یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اتباع ۔ محبت اور عظمت نصیب فرما کہ میدان حشر میں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہونا نصیب ہو جائے اور ہم آپ کے مقام رضا یعنی جنت میں پہنچ جائیں ۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ

اے نبیؐ کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بری جگہ ہے۔

الْمَصِيْرُ ۝۹ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۚ كَانَتَا

اللہ تعالیٰ کافروں کیلئے نوحؑ کی بی بی اور لوطؑ کی بی بی کا حال بیان فرماتا ہے، وہ دونوں ہمارے

تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا

خاص بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں سو ان عورتوں نے ان دونوں بندوں کا حق ضائع کیا تو وہ دونوں نیک بندے

وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ

اللہ کے مقابلہ میں ان کے ذرا کام نہ آسکے اور حکم ہوگیا کہ اور جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی دوزخ میں جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے فرعون کی بی بی

فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ

کا حال بیان کرتا ہے، جب کہ ان بی بی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے جنت میں اپنے قرب میں مکان بنایئے اور مجھ کو فرعون سے اور اس کے عمل سے محفوظ رکھیے

وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۱ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا

اور مجھ کو تمام ظالم لوگوں سے محفوظ رکھیے۔ اور عمران کی بیٹی مریمؑ کا حال بیان کرتا ہے جنہوں نے اپنی ناموس کو محفوظ رکھا سو ہم نے ان کے چاک گریبان

فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝۱۲

میں اپنی روح پھونک دی اور انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت والوں میں سے تھیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی	جَاهِدِ جہاد کیجئے	الْكُفَّارَ کافروں	وَالْمُنٰفِقِيْنَ اور منافقوں	وَاغْلُظْ اور سختی کیجئے	عَلَيْهِمْ ان پر	وَمَاْوٰىهُمْ اور انکا ٹھکانا	
جَهَنَّمُ جہنم	وَبِئْسَ اور بری	الْمَصِيْرُ جگہ	ضَرَبَ بیان کی	اللّٰهُ اللہ	مَثَلًا مثال	لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا کافروں کیلئے	امْرَاَتَ نُوْحٍ نوحؑ کی بیوی
وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ اور لوطؑ کی بیوی	كَانَتَا وہ دونوں تھیں	تَحْتَ نیچے گھروں میں	عَبْدَيْنِ دو بندے	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے		
صَالِحَيْنِ دو صالح	فَخَانَتٰهُمَا سو انہوں نے ان دونوں کی خیانت کی	فَلَمْ يُغْنِيَا تو ان دونوں کے کام نہ آیا	عَنْهُمَا ان کے	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے آگے			
شَيْئًا کچھ	وَقِيْلَ اور کہا گیا	ادْخُلَا النَّارَ تم دونوں داخل ہو جاؤ جہنم	مَعَ ساتھ	الدّٰخِلِيْنَ داخل ہونیوالے	وَضَرَبَ اور بیان کی	اللّٰهُ اللہ	
مَثَلًا مثال	لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا مومنوں کیلئے	امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ فرعون کی بیوی	اِذْ جب	قَالَتْ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب		
ابْنِ لِيْ میرے لئے بنادے	عِنْدَكَ اپنے پاس	بَيْتًا ایک گھر	فِي الْجَنَّةِ جنت میں	وَنَجِّنِيْ اور مجھے بچالے	مِنْ سے	فِرْعَوْنَ فرعون	
وَعَمَلِهٖ اور اسکا عمل اور	نَجِّنِيْ مجھے بچالے	مِنَ سے	الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ظالموں کی قوم	وَمَرْيَمَ اور مریم	ابْنَتَ عِمْرٰنَ عمران کی بیٹی		
الَّتِيْٓ وہ جس نے	اَحْصَنَتْ حفاظت کی	فَرْجَهَا اپنی شرمگاہ	فَنَفَخْنَا سو ہم نے پھونکی	فِيْهِ اس میں	مِنْ رُّوْحِنَا اپنی روح سے		
وَصَدَّقَتْ اور اس نے تصدیق کی	بِكَلِمٰتِ باتوں کی	رَبِّهَا اپنا رب	وَكُتُبِهٖ اور اسکی کتابوں	وَكَانَتْ اور وہ تھی	مِنَ سے	الْقٰنِتِيْنَ فرمانبرداری کرنیوالیاں	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں پہلے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ دنیا میں فساد مچانا چاہتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو کھلم کھلا کہتے ہیں کہ ہم اللہ و رسول کو نہیں مانتے۔ بس ہم آزاد ہیں جو چاہیں کریں۔ کوئی ہم سے باز پرس کرنے والا نہیں تو یہ لوگ امن و امان اور سلامتی اور راستی کے کھلے دشمن ہیں۔ یہ اگر سیدھی طرح نہ مانئیں تو ان سے جنگ و جہاد کر کے ان کا قلع قمع کیا جائے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو بظاہر تو مسلمانوں میں ملے جلے ہیں لیکن دل سے وہ ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی پر کمربستہ ہیں تو ایسے لوگ جن کی منافقت علانیہ ظاہر ہو جائے اور ان کا قصور قانونا ثابت ہو جائے تو اس وقت ان کے ساتھ بھی سختی کی جائے اور ان کو سخت سزا دی جائے۔ دنیا میں تو یہ دونوں گروہ اسی کے مستحق ہیں کہ ان سے جہاد کیا جائے اور ان پر سختی کی جائے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو رہنے کے لئے بہت ہی بری جگہ ہے۔

اب آگے کافروں کی عبرت کے لئے اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا حال بیان فرماتے ہیں کہ کفر ایسی بری چیز ہے کہ انبیاء کی بیویوں کو بھی سزا سے نہیں بچا سکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام اللہ کے کیسے خاص اور نیک بندے اور اللہ کے پیغمبر تھے مگر دونوں کے گھر میں ان کی بیویاں بظاہر ان کے ساتھ تھیں لیکن دل سے کافروں کے شریک حال تھیں جن کا انجام یہ ہوا کہ عام دوزخیوں کے ساتھ اس دونوں بیبیوں کو بھی اللہ نے جہنم میں داخل کر دیا۔ پیغمبروں کا رشتہ زوجیت ذرا بھی کام نہ آیا اور انہیں عذاب الٰہی سے نہ بچا سکا۔ یہاں آیت میں ان دونوں عورتوں کا جرم یہ بتلایا گیا کہ باوجود پیغمبروں کی بیبیاں ہونے کے ان عورتوں نے ان دونوں صالح بندوں کا حق ضائع کیا۔ یعنی بوجہ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کے نبی ہونے کے ان کا یہ بھی حق تھا کہ دین میں ان کی اطاعت کی جاتی۔ ان عورتوں نے دین میں اپنے خاوندوں کی خیانت کی اور ان کا ساتھ نہ دیا۔

نوح علیہ السلام کی بیوی طوفان میں غرق ہوئی اور لوط علیہ السلام کی بیوی نافرمان قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی۔ تو کافروں اور منافقوں کی عبرت کے لئے حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کا ذکر مثال کے طور پر فرمایا گیا۔ آگے ان کے مقابلہ میں اہل ایمان اور اہل اسلام کیلئے دو نیک عورتوں کی مثال بیان فرمائی جاتی ہے جو دنیاداروں کے پنجہ اور ظلم میں مبتلا تھیں مگر اپنی ایمانداری اور نیکی سے نہ ہٹیں۔ ان میں سے ایک تو حضرت آسیہ فرعون کی بیوی کا ذکر فرمایا جو پکی ایماندار اور ولیہ کاملہ تھیں جبکہ ان کا شوہر فرعون۔ خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا باغی تھا۔ لکھا ہے کہ فرعون کی بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتی تھیں۔ جب کافروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کھلم کھلا مقابلہ ہوا تو فرعون کو اس بیوی پر غصہ آیا کہ اس نے حضرت موسیٰ کی پرورش کی تھی۔ جب فرعون کو ان کے ایمان کا حال کھلا تو طرح طرح سے سخت اذیتیں دیتا تھا۔

حدیث صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کامل الایمان ہونے کا اعلان فرمایا ہے اور حضرت مریم کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں ان کی پاک روح پر۔ مسلمانوں کی تسلی کے لئے دوسری مثال عمران کی بیٹی حضرت مریم علیہا السلام کی ذکر فرمائی کہ جو نہایت پاک دامن تھیں اور جنہوں نے اپنی عفت کو محفوظ رکھا۔ قرآن کریم نے حضرت مریم علیہا السلام کے حق میں یہ شہادت اس وجہ سے دی کہ ملعون یہود ان پر معاذ اللہ معاذ اللہ زنا کی تہمت لگاتے تھے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی وجہ سے۔ اس لئے آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا راز ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ فرشتے کے ذریعے سے حضرت مریم علیہا السلام کے اندر ایک روح پھونک دی گئی جس کا نتیجہ استقرار حمل ہوا اور حضرت مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ پھر حضرت مریم کی تعریف فرمائی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کی جو ان کو ملائکہ کے ذریعہ سے پہنچے تصدیق کی اور اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں یعنی توریۃ وانجیل پر ایمان لائیں۔ یہ تو بیان تھا حضرت مریم کے عقائد کا اور اعمال کا یہ حال تھا کہ وہ پوری فرمانبردار تھیں اور کامل مردوں کی طرح بندگی اور طاعت پر ثابت قدم تھیں۔

ان آیات کے تحت مفسرین نے لکھا ہے کہ ان چار عورتوں کی مثال میں بہت سے فوائد ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ اس میں تنبیہ ہے صلحا کے اہل کو کہ وہ بزرگان دین یا اولیا اللہ کی قرابت کے غرور میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے سرتابی نہ کریں ورنہ یہ قرابت کچھ بھی مفید نہ ہوگی۔

دوسرے یہ کہ دین پر اگر کوئی سختی سے قائم رہے اور اپنا دینی تعلق اللہ اور اس کے رسول سے مضبوطی سے قائم کرلے تو بد سے بد کی صحبت بھی ان کو مضرت نہیں پہنچاتی۔

تیسرے یہ کہ صلحا کا بدوں کو حتیٰ کہ اولاد۔ بیوی۔ خاندان۔ قبیلہ کو رشد و ہدایت ان کے دلوں میں زبردستی ڈال دینا اور ان کے قلوب کو پلٹ دینا ممکن نہیں۔ نبی اور پیغمبر کا کام رشد و ہدایت کا پیغام پہنچا دینا ہے نہ کہ زبردستی عائد کرنا۔

چوتھے یہ کہ ہر بلا و مصیبت سے نجات دنیوی و اخروی کے لئے حق تعالیٰ کی طرف تضرع و رجوع کرنا سیرت صالحین میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

الحمد للہ کہ اس درس پر سورہ تحریم کا بیان جو ۲۸ویں پارہ کی آخری سورۃ تھی ختم ہوا۔

سورۃ التحریم کے خواص

۱.....اگر کوئی بیمار ہو تو سورۃ التحریم پڑھنے سے شفاء ہوگی۔

۲.....اگر کسی کو بے خوابی کا مرض ہو تو وہ سورۃ التحریم پڑھے اس کی یہ تکلیف جاتی رہے گی۔

۳.....اگر کوئی مقروض ہے تو وہ سورۃ التحریم پڑھے اس کا قرضہ اترنے کے راستے پیدا ہو جائیں گے۔ (الدر النظیم)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کفار و منافقین سے ہم کو بھی جہاد فی سبیل اللہ کرنے کا عزم و جذبہ عطا فرمائیں۔ اور ہم کو دین پر سختی سے ہر حال میں قائم رہنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنا اور اپنے رسول پاک ﷺ کا وہ تعلق نصیب فرمائیں کہ جو بے دینی کے ماحول اور فضا میں ہم اپنے دین کو بچا سکیں اور ہدایت پر قائم رہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے اور تضرع کرنے کی توفیق فرمائیں اور اپنی نصرت و اعانت ہمارے شامل حال رکھیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ

سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ

وہ (خدا) بڑا عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تَبٰرَكَ بڑی برکت والا | الَّذِيْ وہ جس | بِيَدِهِ اس کے ہاتھ میں | الْمُلْكُ بادشاہی | وَهُوَ اور وہ | عَلٰى پر | كُلِّ شَيْءٍ ہر شے | قَدِيْرُ قدرت رکھنے والا

تفسیر وتشریح: سورۃ کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات باری تعالیٰ کے ذکر سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ سارے جہان کی بادشاہی اللہ تبارک وتعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ سارا زور اور قوت اسی کے قبضہ میں ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اسی نے تم کو زندگی بخشی ہے اور وہی تم کو موت دے گا اور اس مرنے اور جینے کا مقصد یہ ہے کہ تمہارا امتحان لیا جائے کہ اس عارضی زندگی میں کون اچھے کام کرتا ہے اور کون برے کام۔ پھر بتایا گیا ہے کہ یقین کرو کہ سارے جہان میں حکم اللہ ہی کا چلتا ہے۔ ہر طرف اسی کی قدرت کا ظہور ہے۔ ساتوں آسمان اسی نے پیدا کئے جو ایک دوسرے کے اوپر چھائے ہوئے ہیں۔ اور ان میں ہر بات ایک مضبوط نظام اور قاعدے کے موافق چل رہی ہے جس میں کوئی خلل یا خلا نہیں ہے۔ ہر چیز کو اس نے قاعدہ اور طریقہ سے بنایا ہے اور ہر چیز اپنی اپنی مناسب جگہ موجود ہے اور اپنا کام پورا کر رہی ہے۔ پھر بتایا گیا کہ جتنا اس کی مخلوقات کو غور سے دیکھو گے تمہاری حیرت بڑھتی جائے گی۔ دیکھتے دیکھتے تم تھک جاؤ گے لیکن اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے۔ دیکھو تمہارے قریب کے آسمان میں ستارے روشن چراغوں کی طرح روشن ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو شیطانوں کو مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے جو اوپر چڑھ کر غیب کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ شیاطین انسانوں کو سوائے غلط اور گمراہی کی باتوں کے اور کچھ بھی نہیں بتاتے۔ اب جو لوگ ان کی پیروی کریں گے وہ ان ہی کے ساتھ آخرت میں جہنم رسید ہوں گے اور جب یہ منکرین گروہ در گروہ جہنم میں داخل کئے جائیں گے تو جہنم کا جوش وخروش دیکھ کر ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ جہنم کے نگہبان فرشتے ان سے کہیں گے کہ کیا دنیا میں تمہیں اس آگ سے ڈرانے والے نہیں آئے تھے۔ اس کا جواب وہ نہایت حسرت وندامت سے دیں گے کہ ڈرانے والے آئے تو ضرور تھے مگر ہم ان کا کہنا خاطر میں نہ لائے۔ ان کو جھوٹا سمجھا۔ اگر ہم سمجھ سے کام لیتے اور رسولوں کی بات مان لیتے تو آج جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں نہ جھونکے جاتے۔ برخلاف ان کے اللہ سے ڈرنے والے بندے اس دن چین اور آرام سے ہوں گے اور ان کو بڑا اجر ملے گا کیونکہ وہ دنیا میں اپنے رب کو دیکھے بغیر اس پر ایمان لائے اور اس سے ڈرتے رہے۔ آگے انسان کو نصیحت کی گئی کہ ہر حال میں اللہ کی رحمت کے امیدوار رہو اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نہ ماننے والوں کو دنیا میں بڑی بڑی سزائیں دی ہیں۔ پھر تمام انسانوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ تم خود ہی سوچو کہ ایک شخص منہ اٹھائے ہوئے سیدھے راستہ پر چل رہا ہے اور دوسرا منہ اوندھائے گرتا پڑتا ادھر ادھر بھٹکتا پھر رہا ہے تو کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔ اس لئے اللہ کی اور اسکے رسول کی بات مانو۔ قیامت پر یقین کرو۔ وہ ضرور آئے گی۔ رہا اس کا وقت تو وہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کب آئیگی۔ لیکن جب آ گئی تو پھر منکروں کی خیر نہیں۔ مارے ہول کے ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ آخر میں منکروں کو سمجھایا جاتا ہے کہ تم مسلمانوں کی فکر چھوڑ و اپنی فکر کرو کہ اللہ کے عذاب سے کیسے بچو گے۔ مسلمانوں کا تو والی وارث اللہ ہی ہے۔ وہی ان کے سارے کام بنائے گا۔ تم اپنی سوچو کہ تمہیں اسکے عذاب سے کون بچائے گا۔ یہ ہے خلاصہ مضامین اس پوری سورۃ کا جسکی تفصیلات ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ درسوں میں بیان ہونگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْ

جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے۔ اور وہ زبردست بخشنے والا ہے۔ جس نے

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ

سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے تو خدا کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا سو تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو

تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ﴿۴﴾

خلل نظر آتا ہے پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ (آخر کار) نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آوے گی۔

اَلَّذِیْ وہ جس	خَلَقَ پیدا کیا	الْمَوْتَ موت	وَ اور	الْحَیٰوةَ زندگی	لِیَبْلُوَكُمْ تاکہ وہ آزمائے تمہیں	اَیُّكُمْ تم میں سے کون	اَحْسَنُ سب سے بہتر
عَمَلًا عمل میں	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِیْزُ غالب	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الَّذِیْ خَلَقَ جس نے بنائے	سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان	طِبَاقًا تہ درتہ	
مَا تَرٰی تو نہ دیکھے گا	فِیْ میں	خَلْقِ بنانا (تخلیق)	الرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ)	مِنْ تَفٰوُتٍ کوئی فرق	فَارْجِعِ پھر لوٹا	الْبَصَرَ نگاہ	هَلْ تَرٰی کیا تو دیکھتا ہے
مِنْ فُطُوْرٍ کوئی شگاف	ثُمَّ پھر	ارْجِعِ تو دوبارہ لوٹا	الْبَصَرَ نگاہ	كَرَّتَیْنِ دوبارہ	یَنْقَلِبْ وہ لوٹ آئیگی	اِلَیْكَ تیری طرف	
الْبَصَرُ نگاہ	خَاسِئًا خوار ہوکر	وَهُوَ اور وہ	حَسِیْرٌ تھکی ماندہ				

تفسیر وتشریح: آیت میں جو یہ دعویٰ فرمایا گیا تھا کہ ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہر شے پر اسی کا تصرف کامل ہے اور ہر چیز پر وہ قدرت رکھتا ہے۔ تو اس دعوے کی صداقت اور ثبوت میں اب کچھ نشانیاں اور ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔ اس کی قدرت اور صفات کاملہ کی کچھ نشانیاں تو خود انسانوں میں موجود ہیں۔ یعنی موت وحیات کی پیدائش۔ کچھ آسمانوں میں موجود ہیں۔ کچھ زمین میں موجود ہیں۔ کچھ زمین وآسمان کے درمیان میں موجود ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا قدرت والا ہے کہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا یعنی مرنے اور جینے کا سلسلہ اسی نے قائم کیا۔ ہم پہلے کچھ نہ تھے اسے موت ہی سمجھا جائے پھر پیدا کیا اور زندگی دی اس کے بعد پھر موت ہے اور پھر اس موت کے بعد آخرت کی زندگی ہے۔ تو یہاں پہلی نشانی قدرت الٰہی کی یہ بتلائی گئی کہ اسی نے موت وحیات کا سلسلہ قائم کیا۔ اب یہ موت وحیات کا سارا سلسلہ کس لئے قائم کیا گیا اس کی علت اور وجہ بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ موت وحیات کا سارا سلسلہ اس لئے ہے کہ

اے انسانو تمہارے اعمال کی جانچ وامتحان ہو کہ کون اس عارضی زندگی میں برے کام کرتا ہے۔ کون اچھے کام کرتا ہے اور کون اچھے سے اچھے کام کرتا ہے اور کون اوامر ونواہی کا پابند ہو کر زندگی گذارنے والا ہے۔ تو تخلیق موت وحیات کی حکمت یہ فرمائی گئی کہ فرمانبردار اور نافرمان کا جدا جدا ظہور ہو جائے۔ تو اس دنیا کی پہلی زندگی میں یہ امتحان ہوا اور آخرت کی دوسری زندگی میں اس امتحان کا مکمل نتیجہ دکھلا دیا جائے گا۔ اب اگر پہلی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون کرتا اور موت نہ آتی تو آخرت سے غافل اور بے فکر ہو کر عمل چھوڑ بیٹھتے اور دوسری زندگی نہ ہوتی تو پہلی زندگی کے بھلے اور برے کا بدلہ کہاں ملتا۔ اب چونکہ بندوں کے اعمال اس زندگی میں دو قسم کے ہیں۔ بد یا نیک۔ اور ان کے وقوع ہونے کے بعد اس قادر مطلق کی طرف سے دو ہی باتیں پیش آتی ہیں یا تو پوری سزا وجزا یا درگذر و بخشش اس لئے آگے فرما دیا وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ یعنی وہ زبردست ہے۔ ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے نیک کاموں کا بدلہ بھی دے سکتا ہے۔ برے کاموں کی سزا بھی دے سکتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور باوجود

عزیز یعنی زبردست غالب اور قادر ہونے کے وہ غفور بھی ہے یعنی معاف کرنے والا ۔ عیب ڈھانکنے والا اور درگذر کرنے والا بھی ہے ۔ اگر بندے اس کی طرف رجوع کریں اور سچی توبہ کریں ۔ تو معاف کرنے اور بخشنے والا بھی ہے ۔ آگے آسمان کا استحکام بیان فرمایا جاتا ہے کہ اے دیکھنے والے تو اوپر نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ کہیں کوئی عیب ٹوٹ پھوٹ اونچ نیچ یا دراڑ وشگاف دکھائی دیتا ہے؟ قدرت کے نظام اور کاریگری میں کوئی کمی اور عیب نہیں پائے گا بلکہ تو دیکھے گا کہ وہ صاف ہموار متصل اور مربوط ہے اور باوجود اتنا طویل زمانہ گذر جانے کے آج تک کوئی فرق نہیں آیا اور ممکن ہے کہ ایک آدھ مرتبہ دیکھنے میں نگاہ خطا کر جائے اس لئے اے مخاطب! کوشش کر بار بار دیکھ کہ کہیں کوئی رخنہ تو دکھائی نہیں دیتا؟ خوب غور وفکر... نظر ثانی کر کہ قدرت کے نظام اور کاریگری میں کہیں انگلی رکھنے کی جگہ تو نہیں؟ یاد رکھ تیری نگاہ تھک جائے گی اور ناکام ہو کر تھکی ہو جائے گی لیکن خدائی صنعت میں کوئی قصور اور عیب نہ نکال سکے گی۔

یہاں انسان کی آزمائش اور حسن عمل میں موت کا پہلے ذکر فرمایا گیا اور حیات کا بعد میں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی آزمائش حسن عمل میں بہ نسبت حیات کے موت میں زیادہ ہے ۔ اور وہ اس طرح کہ جس انسان کو موت کی فکر ہوگی اور اپنی موت کا استحضار رکھے گا وہ اچھے اعمال کی پابندی زیادہ سے زیادہ کر سکے گا اور موت سے جتنی غفلت ہوگی اتنی ہی اصلاح عمل اور حسن عمل سے بے فکری ہوگی ۔ اسی لئے حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ موت وعظ ونصیحت کے لئے کافی ہے یعنی موت انسان کو دنیا سے بیزار کرنے اور آخرت کی طرف رغبت وشوق دلانے کے لئے کافی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی موت کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں ۔ یہاں لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا میں یہ بھی قابل غور ہے کہ انسان کی اس آزمائش میں جو اس کی موت وحیات سے وابستہ ہے حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کس کا عمل اچھا ہے ۔ یہ نہیں فرمایا کہ کس کا عمل زیادہ ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی عمل کی مقدار کا زیادہ ہونا قابل توجہ نہیں بلکہ عمل کا اچھا صحیح اور مقبول ہونا معتبر ہے ۔ اسی لئے قیامت میں انسان کے اعمال کو گنا نہیں جائے گا بلکہ تولا جائے گا جس میں بعض ایک ہی عمل کا وزن ہزاروں اعمال سے بڑھ جائے گا ۔ اللہ تعالیٰ اخلاص نیت کے ساتھ اپنی محبت ورضا کے لئے ہم کو ہر نیک عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں ۔

الغرض اللہ تعالیٰ کے وجود اسکی قدرت اور صفات کاملہ اور حکمت بالغہ کے ثبوت میں ان آیات میں دو دلیلیں پیش کی گئیں ایک تو موت و حیات کی پیدائش دوسرے آسمانوں کی تخلیق ۔ آگے قدرت الٰہیہ کی ایک تیسری دلیل بیان فرمائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں ہوگا ۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ نے ہم کو جو زندگی عطا فرمائی ہے اس کو اپنی مرضیات کے موافق گذارنے کی توفیق عطا فرمائیں ۔ اور جو اس زندگی کا مقصد ہے اس کو پورا کر کے اس جہان سے جانا نصیب فرمائیں ۔

یا اللہ ہم کو اپنی زندگی میں اپنی موت کو یاد رکھنے کی توفیق نصیب ہو ۔

یا اللہ اپنی شان غفاری کا معاملہ ہمارے ساتھ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی فرمائیے ۔ ہماری کوتاہیوں اور تقصیرات سے درگذر فرمائیے ۔ اور ہمیں اپنی ہی طرف رجوع اور سچی توبہ اور ایمان واسلام کی موت نصیب فرمائیے آمین ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُومًا لِّلشَّيٰطِينِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ

اور ہم نے قریب کے آسمانوں کو چراغوں سے آراستہ کر رکھا ہے اور ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنادیا ہے اور ہم نے ان (شیاطین) کیلئے

عَذَابَ السَّعِيرِ ۝ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

دوزخ کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اپنے رب کا انکار کرتے ہیں اُن کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ اور وہ بُری جگہ ہے۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا اور یقیناً ہم نے آراستہ کیا	السَّمَآءَ الدُّنْيَا آسمانِ دنیا	بِمَصَابِيحَ چراغوں سے	وَجَعَلْنٰهَا اور ہم نے اسے بنایا	رُجُومًا مارنے کا آلہ
لِّلشَّيٰطِينِ شیطانوں کیلئے	وَاَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کیا	لَهُمْ ان کیلئے	عَذَابَ السَّعِيرِ دہکتی آگ (جہنم) کا عذاب	وَلِلَّذِينَ اور ان لوگوں کیلئے
كَفَرُوا جنہوں نے کفر کیا	بِرَبِّهِمْ انکے رب کی طرف سے	عَذَابُ جَهَنَّمَ جہنم کا عذاب	وَبِئْسَ اور بُری	الْمَصِيرُ لوٹنے کی جگہ

تفسیر وتشریح: اب ان آیات میں تیسری نشانی بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ آسمان دنیا یعنی سب سے نچلا آسمان جو زمین سے بہ نسبت دوسرے آسمانوں کے قریب ہے اس کو اللہ تعالےٰ نے ان قدرتی چراغوں یعنی ستاروں سے بارونق بنا رکھا ہے۔ چنانچہ رات کے وقت ستاروں کی جگمگاہٹ سے کیسی رونق اور شاندار معلوم ہوتی ہے گویا یہ قدرتی چراغ ہیں جن سے دنیا کے بہت سے منافع وابستہ ہیں۔ تو ان بے شمار ستاروں کا آسمان پر مثل قندیلوں کے روشن ہونا یہ بھی ایک قوی دلیل آثار قدرت اور حکمت الٰہیہ کی ہے۔ اہل ہیئت یعنی ماہر فلکیات سائنس دانوں نے ثابت کیا ہے کہ آسمان کے تارے دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جو ایک جگہ قائم ہیں اور حرکت نہیں کرتے ان کو ثوابت کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو حرکت کرتے ہوئے گردش میں رہتے ہیں ان کو سیارات کہتے ہیں۔ اندھیری رات میں جب ہم آسمان کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں بے شمار چمکتے ہوئے ستارے اور سیارے نظر آتے ہیں اور ان میں سے کچھ چھوٹے نظر آتے ہیں کچھ بڑے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو ہم کو چھوٹے نظر آتے ہیں وہ درحقیقت چھوٹے ہی ہوں کیونکہ ان کی ظاہری چھوٹائی اور بڑائی کا دارومدار تو ان کے فاصلہ پر ہے۔ اور جن کا فاصلہ بہت ہی زیادہ ہے وہ ہمیں نظر بھی نہیں آتے تو جتنا فاصلہ زیادہ ہوگا اتنا ہی وہ چھوٹے نظر آئیں گے گو وہ فی نفسہ اس کرہ زمین سے لاکھوں اور ہزاروں گنا بڑے ہیں ہمارا کرہ زمین سورج کے مقابلہ میں بہت چھوٹا ہے۔ ماہرین فلکیات و ہیئت کہتے ہیں کہ "اگر ہم یہ کہیں کہ ان کی تعداد اتنی ہے جتنے روئے زمین پر ریت کے ذرات یا دنیا بھر کے سمندروں میں پانی کے قطرات تو یہ مبالغہ نہ ہوگا"۔ قدیم ماہرین فلکیات و ہیئت میں سے تو بہت سے محققین نے تمام عمر کی کاوشوں کے بعد کھلے لفظوں میں یہ اقرار کیا ہی تھا کہ ان معاملات میں جو کچھ غور و تحقیق کی گئی اور لکھا گیا وہ سب تخمینی قیاس آرائی سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ میدان اتنا وسیع ہے کہ ہمارے قیاس اور وہم و گمان کی بھی رسائی اس کی انتہا تک نہیں ہو سکتی۔ تو یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے کمال قدرت کے اثبات میں فرماتے ہیں کہ اس آسمانی دنیا کو ہم نے ان قدرتی چراغوں یعنی ستاروں اور سیاروں سے بارونق بنا رکھا ہے۔ پھر ان ستاروں کا ایک فائدہ اور غرض آگے بیان فرمایا گیا کہ ان سے شیطانوں کو مارا جاتا ہے یعنی ان ستاروں میں سے آگ کے شعلہ ان شیاطین پر گرتے ہیں کہ جو آسمان میں ملائکہ کی باتیں چوری سے سننا چاہتے ہیں۔ اور غیب کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو ان شیاطین کی دنیا میں ایک رسوائی اور عذاب یہ ہوا کہ جب یہ ملائکہ کی باتیں چوری چھپے آسمان میں سننا چاہتے ہیں تو آگ کے گولے اور مجسم شعلے ان ستاروں سے ٹوٹ کر ان شیاطین پر گرتے ہیں۔ یہ تو ہوا دنیا کا عذاب اور آخرت میں بھی ان کے لئے جلانے اور جھلسانے والا عذاب یعنی نار جہنم تیار اور موجود

ہے۔ اب چونکہ یہاں کلام میں شیاطین کے عذاب کا ذکر آ گیا تھا اس لئے اس سے متصل عام کافروں کے عذاب کا ذکر فرمایا جاتا ہے کیونکہ شیاطین بھی کافروں کے گروہ میں شامل ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ جو بھی دنیا میں اللہ کی توحید کا اقرار نہیں کرتے بلکہ اس کے انکار پر تلے ہوئے ہیں وہ سن رکھیں کہ ان کے لئے بھی وہی نار جہنم ہے اور ان کا ٹھکانا بھی وہی دوزخ ہے جو شیاطین کے لئے ہے اور وہ جہنم برا ٹھکانہ ہے۔ کہ وہاں عذاب ہی عذاب ہے۔ چنانچہ آگ کی سوزش۔ زمہریر کی سردی۔ سانپ اور بچھوؤں کا کاٹنا۔ زنجیر اور طوقوں کا پہننا۔ زقوم اور زخموں کی پیپ کا کھانا اور کھولتا ہوا گرم پانی پینا وغیرہ وغیرہ جس کی قدرے تفصیل متعدد جگہ قرآن پاک میں بتلائی ہے (العیاذ باللہ تعالٰی)۔ مولائے کریم اپنے کرم سے ہم سب کو عذاب جہنم سے محفوظ و مامون فرمائیں۔ آمین

اب جس جہنم میں یہ منکرین ڈالے جائیں گے آگے اس کی کچھ کیفیت بیان کی گئی ہے اور جہنم کے نگران اور محافظ فرشتوں سے ان کفار کی جو گفتگو ہوگی اس کو ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے:

اللہ تبارک وتعالےٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ اللہ تعالی اپنے کرم سے ہم کو اسلام اور ایمان پر استقامت نصیب فرمائیں۔ اور عذاب جہنم جو کفار کے لئے تیار کیا گیا ہے اس سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں۔ یا اللہ! اپنی قدرت کاملہ کا ہم کو یقین کامل نصیب فرما کہ جس سے ہماری توحید درست ہو اور آپ کی ذات عالی سے قوی اور صحیح تعلق نصیب ہو۔ یا اللہ! اس نظام کائنات کا ذرہ ذرہ اور چپہ چپہ آپ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ پر شاہد ہے جس کی معرفت کی ہم کو وہ بصیرت عطا فرما کہ ہم آپ کے اطاعت گذار اور فرمانبردار بندے بنے رہیں اور آپ کی نافرمانی سے بچے رہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ۟ۙ۷ تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِیَ

جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی بڑے زور کی آواز سنیں گے اور وہ اس طرح جوش مارتی ہوگی۔ جیسے معلوم ہوتا ہے کہ غصہ کے مارے پھٹ پڑے گی۔ جب اس میں کوئی گروہ (۱) ڈالا جاوے گا

فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ۟۸ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا

تو اسکے محافظ ان لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے کہ واقعی ہمارے پاس ڈرانیوالا (پیغمبر) آیا تھا۔ سو ہم نے (اسکو) جھٹلا دیا

وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۖۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ۟۹ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ

اور کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ نازل نہیں کیا۔ تم بڑی غلطی میں پڑے ہو۔ اور کہیں گے کہ ہم اگر سنتے

اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۟۱۰ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۟۱۱

یا سمجھتے تو ہم اہل دوزخ میں نہ ہوتے۔ غرض اپنے جرم کا اقرار کریں گے سو اہلِ دوزخ پر لعنت ہے۔

اِذَآ اُلْقُوْا جب وہ ڈالے جائیں گے	فِیْهَا اس میں	سَمِعُوْا وہ سنیں گے	لَهَا وہاں	شَهِیْقًا چیخنا چلانا	وَّهِیَ اور وہ	تَفُوْرُ جوش مار رہی ہوگی	
تَكَادُ تَمَیَّزُ قریب ہے کہ پھٹ پڑے	مِنَ الْغَیْظِ غضب سے	كُلَّمَا جب بھی	اُلْقِیَ فِیْهَا ڈالا جائیگا اس میں	فَوْجٌ کوئی گروہ			
سَاَلَهُمْ وہ ان سے پوچھیں گے	خَزَنَتُهَاۤ اسکے داروغہ	اَلَمْ یَاْتِكُمْ کیا نہیں آیا تمہارے پاس	نَذِیْرٌ کوئی ڈرانے والا	قَالُوْا وہ کہیں گے			
بَلٰی ہاں	قَدْ جَآءَنَا ضرور آیا ہمارے پاس	نَذِیْرٌ ڈرانے والا	فَكَذَّبْنَا سو ہم نے جھٹلایا	وَقُلْنَا اور ہم نے کہا	مَا نَزَّلَ نہیں نازل کی		
اللّٰهُ اللہ	مِنْ شَیْءٍ کچھ	اِنْ اَنْتُمْ نہیں تم	اِلَّا مگر (صرف)	فِیْ ضَلٰلٍ گمراہی میں	كَبِیْرٍ بڑی	وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے	لَوْ اگر
كُنَّا نَسْمَعُ ہم سنتے	اَوْ نَعْقِلُ یا ہم سمجھتے	مَا كُنَّا ہم نہ ہوتے	فِیْ میں	اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ دوزخیوں	فَاعْتَرَفُوْا سو انہوں نے اعتراف کرلیا		
بِذَنْۢبِهِمْ اپنے گناہوں کا	فَسُحْقًا تو دوری (لعنت)	لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ دوزخیوں کے لئے					

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں شیاطین کا ذکر آیا تھا کہ آخرت میں ان کے لئے عذاب جہنم تیار ہے اور انہی کے ساتھ وہ سب انسان بھی جو اللہ کی توحید سے انکار کریں گے وہ بھی جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ اب چونکہ جہنم کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے کچھ اس کی کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب یہ کفار گروہ در گروہ بنا کر جہنم میں داخل کرنے کے لئے اس کے سامنے لائے جائیں گے تو جہنم کے اندر سے نہایت سخت زوردار اور ڈراونی آوازیں نکلتی ہوئی سنیں گے اور اس قدر جوش و خروش میں جہنم ہوگی کہ گویا غیض و غضب میں آپے سے باہر ہوا چاہتی ہے کہ عنقریب پھٹ پڑے گی۔ العیاذ باللہ

میرے عزیز دوستو۔ اور بھائیو اللہ تعالےٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو دنیا میں اسلام و ایمان سے نوازا اور کفر و شرک سے بچایا اور اس طرح اس خطاب فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ کو قیامت میں سننے سے بچا لیا۔ مگر اس موقع پر بخاری و مسلم کی ایک صحیح حدیث یاد آتی ہے کہ قیامت کے دن جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو حوض کوثر سے سیراب کرنے کے لئے ابتدائی انتظامات میں مصروف اور اپنی امت کے لوگوں کی آمد کے منتظر ہوں گے تو اس وقت کچھ لوگوں کو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی روک دیا جائے گا اور حوض کوثر کی سیرابی سے محروم کر کے

جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے اللہ! یہ لوگ تو میرے امتی ہیں۔ اور مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب ملے گا کہ ہیں تو بے شک یہ آپ کے امتی ہی۔ لیکن آپ کو ان کے کرتوتوں کی خبر نہیں۔ یہ لوگ دین میں طرح طرح کی بدعات نکالتے رہے ہیں۔ دین میں تبدیلیاں کرتے رہے ہیں۔ اس لئے حوض کوثر سے ان کو پانی نہیں ملے گا۔

اور بھی متعدد احادیث ایسی ہی بخاری شریف اور مسلم شریف میں دوسرے راویوں سے منقول ہیں۔ تو آج کی آیات کے سلسلہ میں اس حدیث شریف کو سنانے سے مقصود یہ ہے کہ کفار کو تو قیامت میں حق تعالیٰ کی طرف سے فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ سننا پڑے گا یعنی اہل جہنم دفع ہو جائیں! ان پر لعنت ہو! ان کو اللہ تعالیٰ سے دوری ہو!! لیکن اسلام کا کلمہ پڑھ لینے کے بعد اگر ہم حوض کوثر پر شافع محشر نبی الرحمۃ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے آرزومند ہیں۔ اور آپ کی نظر عنایت وکرم کے محتاج ہیں اور میدان حشر میں آفتاب کی گرمی سے پیاس کی شدت بجھانے کے لئے آب کوثر سے سیراب ہونا چاہتے ہیں تو سچائی سے اور مضبوطی سے ہم کو اس دین پر قائم رہنا چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے لائے تھے اور اس میں اپنی طرف سے کوئی ایجاد اور ردوبدل کرنے اور بدعات سے دین کو ملوث کرنے کی ہرگز جرأت نہ کرنی چاہئے اور اگر ایسی حرکات ہو چکی ہیں تو اس سے تائب ہو جانا چاہئے۔ ورنہ آج جو دین میں نئی نئی باتیں اور طرح طرح کی بدعات نکال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اور بتلائے ہوئے دین میں پیوندکاری اور کاٹ چھانٹ کر رہے ہیں اور حقیقی اسلام کو ماڈرن اسلام میں تبدیل کرنے کے درپے اور کوشاں ہیں ان کو اس حدیث شریف میں **سحقا سحقا لمن غیر بعدی** کے الفاظ ہوش کے کانوں سے سن لینا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ یعنی "دوری ہو دوری ہو ان کے لئے جنھوں نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا" اور دین میں نئی نئی باتیں نکالیں۔ الامان والحفیظ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام کی سچی، محبت، عظمت، اطاعت اور خدمت نصیب فرمائیں۔ اور چھوٹی بڑی بدعت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

الغرض یہاں ان آیات میں تو انجام بیان ہوا اس شقی گروہ کا جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر والحاد کا برتاؤ رکھے گا۔ آگے ان کے مقابلہ میں ان اہل سعادت کو بشارت اور خوش خبری دی گئی ہے جو دنیا میں بغیر دیکھے ہوئے اپنے رب پر ایمان لائے اور اس سے ڈرتے رہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی حقیقی سمجھ عطا فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں ہم کو اپنا تابعدار بندہ بنا کر اور اسلام کا وفادار رکھ کر زندہ رکھیں۔
یا اللہ آپ اپنے کرم ورحم سے ہم کو عذاب جہنم سے دور رکھئے اور آخرت کی ندامت وشرمندگی سے بچا لیجئے۔
یا اللہ! اس دنیا میں ہم کو دین وآخرت کا فکر اور اس کی سوچ وسمجھ عطا فرما اور آخرت میں ہمارا حشر ونشر اپنے اطاعت گذار بندوں میں فرما۔
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿١٢﴾ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا

بیشک جو لوگ اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں اُن کیلئے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے اور تم لوگ خواہ چھپا کر بات کہو یا پکار کر کہو

بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٣﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٤﴾ هُوَ الَّذِيْ

وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب واقف ہے۔ کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے اور وہ باریک بین پورا باخبر ہے وہ ایسا ہے جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿١٥﴾ ءَاَمِنْتُمْ

تمہارے لئے زمین کو مسخر کر دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو (پھرو) اور خدا کی روزی میں سے کھاؤ (پیو) اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔ کیا تم لوگ

مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿١٦﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ

اِس سے بے خوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے۔ پھر وہ زمین تھرتھرا (کر اُلٹ پلٹ ہو) نے لگے۔ یا تم لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں (بھی اپنا حکم و تصرف رکھتا) ہے

يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کہ وہ تم پر ایک ہوائے تند بھیج دے سو عنقریب (مرتے ہی) تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ میرا ڈرانا (عذاب سے) کیسا (صحیح) تھا۔ اور ان سے پہلے جو لوگ ہو گذرے ہیں

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾

اُنہوں نے (دینِ حق کو) جھٹلایا تھا سو (دیکھ لو اُن پر) میرا عذاب کیسا (واقع) ہوا

اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ جو لوگ ڈرتے ہیں	رَبَّهُمْ اپنا رب	بِالْغَيْبِ بن دیکھے	لَهُمْ ان کیلئے	مَّغْفِرَةٌ بخشش	وَّاَجْرٌ اور اجر	كَبِيْرٌ بڑا
وَاَسِرُّوْا اور تم چھپاؤ	قَوْلَكُمْ اپنی بات	اَوِاجْهَرُوْا یا بلند آواز سے کہو	بِهٖ اس کو	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سینوں (دلوں) کے بھید	
اَلَا يَعْلَمُ کیا وہ نہیں جانتا	مَنْ خَلَقَ جس نے پیدا کیا	وَهُوَ اور وہ	اللَّطِيْفُ باریک بین	الْخَبِيْرُ بڑا باخبر	هُوَ وہی	الَّذِيْ جَعَلَ وہ جس نے کیا	
لَكُمُ تمہارے لئے	الْاَرْضَ زمین	ذَلُوْلًا مسخر	فَامْشُوْا تاکہ تم چلو	فِيْ مَنَاكِبِهَا اسکے راستوں میں	وَكُلُوْا سو تم کھاؤ	مِنْ رِّزْقِهٖ اس کے رزق سے	
وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف	النُّشُوْرُ جی اُٹھ کر جانا	ءَاَمِنْتُمْ کیا تم بے خوف ہو	مَّنْ جو	فِي السَّمَآءِ آسمان میں	اَنْ يَّخْسِفَ کہ وہ دھنسا دے		
بِكُمُ تمہیں	الْاَرْضَ زمین	فَاِذَا تو ناگہاں	هِيَ تَمُوْرُ وہ جنبش کرے	اَمْ اَمِنْتُمْ کیا تم بے خوف ہو	مَّنْ جو	فِي السَّمَآءِ آسمان میں	
اَنْ کہ	يُّرْسِلَ وہ بھیجے	عَلَيْكُمْ تم پر	حَاصِبًا پتھروں کی بارش	فَسَتَعْلَمُوْنَ سو تم جلد جان لوگے	كَيْفَ کیسا	نَذِيْرِ میرا ڈرانا	
وَلَقَدْ كَذَّبَ اور بالتحقیق جھٹلایا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ سے	قَبْلِهِمْ ان سے قبل	فَكَيْفَ تو کیسا	كَانَ ہوا	نَكِيْرِ میرا عذاب	

تفسیر و تشریح: اب اہل جہنم کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوشخبری سنا رہے ہیں کہ جو دنیا میں اپنے پروردگار سے بغیر اسے دیکھے ہوئے ڈرتے ہیں اور خوف خدا سے اس کی نافرمانی کے کام نہیں کرتے اور اگر ازروئے بشریت کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو عذاب الٰہی سے ڈر کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لیتے ہیں۔ تو ایسے مومنین کو بشارت دی گئی کہ آخرت میں ان کو مغفرت اور بہترین اجر و ثواب عنایت فرمایا جائے گا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا

جاتا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو ان آنکھوں سے دیکھا نہیں مگر اس کی ذات پر اور اس کی صفات پر پورا یقین رکھتے ہیں اور اس کی عظمت وجلال کے تصور سے لرزتے اور اس کے عذاب کا خیال کر کے کانپتے ہیں اور لرزاں وترساں رہتے ہیں تو ایسے مؤمنین کے لئے آخرت میں دو چیزوں کا وعدہ فرمایا جاتا ہے۔ ایک مغفرت یعنی دنیا میں ان سے جو کوتاہیاں اور تقصیرات سرزد ہوئی ہوں گی ان کو آخرت میں معاف کر دیا جائے گا اور ان کے گناہوں کی مغفرت فرما دی جائے گی۔ اور دوسرے اَجْرٌ کَبِیْرٌ یعنی ان کو اللہ سے ڈرنے اور اعمال صالحہ بجا لانے پر زبردست ثواب اور بہترین اجر عنایت فرمایا جائے گا یعنی جنت کے باغات میں ہمیشہ کے لئے داخل کر دیا جائے گا جہاں ہر طرح کے انعامات ان پر دائما اور ابدا ہوتے رہیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ گو تم اللہ کی ذات عالی کو نہیں دیکھتے مگر وہ تم کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے اور تمہاری ہر کھلی چھپی بات۔ خلوت میں ہو یا جلوت میں تنہائی میں ہو یا مجمع میں سب کو جانتا ہے بلکہ تمہارے دلوں میں اور سینوں میں جو خیالات گذرتے ہیں ان تک کی بھی وہ خبر رکھتا ہے۔ غرض وہ تم سے غائب ہے پر تم اس سے غائب نہیں وہ تمہارے دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ اور کیوں نہ واقف ہو بھلا جس نے تم کو پیدا کیا اور جو تمہارا خالق و مختار ہے تو یہ ناممکن ہے کہ جو خالق ہو وہ عالم نہ ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس نے تم کو بنایا اور پیدا کیا وہی تمہارے اندرونی اور بیرونی حال سے واقف نہ ہو۔ وہ تو لطیف اور خبیر ہے یعنی بہت باریک بین ہے اور بڑا خبردار ہے۔ اس لئے کوئی چیز اور کوئی بات اور کوئی حال اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتا اس لئے علی الاعلان تو درکنار تم کوئی بات چھپا کر بھی اس کے خلاف نہ کہو اور کہنا تو درکنار اس کو اپنے دل میں بھی نہ رکھو۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنی بعض نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ ہی ایسا منعم حقیقی ہے کہ جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے کہ جو چاہے اس میں تصرفات کرو۔ تمہارے لئے زمین کو ایسا بنا دیا کہ تم آسانی کے ساتھ اس میں چل پھر سکتے ہو۔ پھر قسم قسم کے فائدے اس میں تمہارے لئے رکھ دیئے ہیں۔ پھل پھلار۔ غلہ۔ میوہ۔ اناج سب اسی زمین سے نکل رہا ہے۔ طرح طرح کے تمہارے روزی کے سامان اسی زمین سے پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ نعمتیں تم کو دیں تاکہ تم ان نعمتوں کو کھاؤ پیو مگر اتنا یاد رکھو کہ دنیا میں چلنا پھرنا' کھانا پینا مقصود بالذات نہیں بلکہ یہ چند روزہ منزل ہے۔ پہنچنا اور جمع ہونا سب کو اسی کے پاس ہے۔ تو دنیا اور اس کی نعمتوں پر ایسا فریفتہ نہ ہونا چاہئے کہ منزل مقصود ہی کو بھول جاؤ اور کفر و شرک بدکاری اور نفس و شہوت پرستی میں پڑ جاؤ۔ اس کے بعد دنیا اور اس کے لذائذ کے متوالوں اور خدا کی زمین پر رہ کر اس سے بغاوت کرنے والوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اے بے خبر! زمین بے شک تمہارے لئے مسخر کر دی گئی مگر یاد رہے کہ اس پر حکومت اسی آسمان والے کی ہے۔ وہ اگر چاہے تو تم کو زمین میں دھنسا دے اور زمین زلزلہ سے لرزنے لگے اور پھٹ جائے اور تم اس کے اندر اترتے چلے جاؤ لہٰذا آدمی کو یہ نہ چاہئے کہ اس مالک مختار سے نڈر ہو کر شرارتیں کرنے لگے اور اس کے ڈھیل دینے پر مغرور ہو جائے۔ پھر وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر ایک سخت آندھی بھیج دے یا پتھروں کا مینہ برسا دے۔ پھر تم کیا کرو گے۔ ساری دوڑ دھوپ رکھی رہ جائے گی۔ الغرض اگر اللہ تعالیٰ تم سے ناراض ہو گیا تو پھر تمہاری خیر نہیں۔ تم پر دنیا ہی میں عذاب آ سکتا ہے ورنہ آخرت میں تو سزا مل کر ہی رہے گی اور ان باتوں کا یقین کر دو ورنہ وہ وقت قریب ہے جب یہ باتیں جن سے تمہیں ڈرایا جا رہا ہے تمہارے سامنے آ جائیں گی اور پھر تم کچھ نہ کر سکو گے۔ اس کے بعد گذشتہ واقعات سے عبرت دلائی جاتی ہے کہ ان کفار مکہ سے پہلے بھی لوگ اللہ کے رسولوں کو جھوٹا کہہ چکے ہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ یہی ہوا کہ وہ انکار و تکذیب کر کے تباہ ہو گئے تو ان کفار مکہ کو ان گذشتہ لوگوں کے حال سے سبق لینا چاہئے کہ انہوں نے دین حق کو جھٹلایا تھا سو ان پر کیسا عذاب ہوا۔

اللہ تعالیٰ اپنا وہ خوف وخشیت جو وہ اپنے مقبولین اور خاص بندوں کو عطا فرمایا کرتے ہیں ہم کو بھی وہ عطا فرمائیں کہ جو ہماری سعادت اور نیک بختی اور خوش انجامی کا سبب بن جائے۔ آمین۔

ابھی آگے مزید قدرت الٰہیہ کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جو ایک طرح توحید کے بھی دلائل ہیں۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ⑲

کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی۔ کہ پر پھیلائے ہوئے ہیں اور (کبھی اسی حالت میں) پر سمیٹ لیتے ہیں۔ بجز (خدائے) رحمٰن انکو کوئی تھامے ہوئے نہیں ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۭ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ⑳

ہاں رحمٰن کے سوا وہ کون ہے کہ وہ تمہارا لشکر بن کر تمہاری حفاظت کر سکے۔ کافر تو نرے دھوکے میں ہیں۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ㉑ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا

ہاں (یہ بھی بتلاؤ کہ) وہ کون ہے جو تم کو روزی پہنچا دے اگر اللہ تعالٰی اپنی روزی بند کر لے بلکہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت (عن الحق) پر جم رہے ہیں۔ سو کیا جو شخص منہ کے بل گرتا ہوا چل رہا ہو

عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ㉒

وہ منزل مقصود پر زیادہ پہنچنے والا ہوگا یا وہ شخص جو سیدھا ایک ہموار سڑک پر چلا جا رہا ہو۔

اَوَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا انہوں نے	اِلَى الطَّيْرِ پرندوں کو	فَوْقَهُمْ اپنے اوپر	صٰٓفّٰتٍ پر پھیلائے	وَيَقْبِضْنَ اور سکوڑتے	مَا يُمْسِكُهُنَّ نہیں تھام سکتا انہیں			
اِلَّا سوا	الرَّحْمٰنُ رحمٰن (اللہ)	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	بَصِيْرٌ دیکھنے والا	اَمَّنْ هٰذَا بھلا کون ہے وہ	الَّذِيْ جو	هُوَ وہ	جُنْدٌ لشکر
لَّكُمْ تمہارا	يَنْصُرُكُمْ وہ مدد کرے تمہاری	مِّنْ سے	دُوْنِ الرَّحْمٰنِ رحمٰن (اللہ) کے سوا	اِنِ نہیں	الْكٰفِرُوْنَ کافر (جمع)	اِلَّا مگر	فِيْ غُرُوْرٍ دھوکے میں	
اَمَّنْ هٰذَا بھلا کون ہے	الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ وہ جو رزق دے تمہیں	اِنْ اگر	اَمْسَكَ وہ روک لے	رِزْقَهٗ اپنا رزق	بَلْ لَّجُّوْا بلکہ جمے (ڈھیٹ بنے) ہوئے			
فِيْ عُتُوٍّ سرکشی	وَّنُفُوْرٍ اور بھاگنے میں	اَفَمَنْ پس کیا جو	يَّمْشِيْ وہ چلتا ہے	مُكِبًّا گرتا ہوا	عَلٰى وَجْهِهٖٓ اپنے منہ کے بل	اَهْدٰٓى زیادہ ہدایت یافتہ		
اَمَّنْ یا وہ جو	يَّمْشِيْ چلتا ہے	سَوِيًّا برابر (سیدھا)	عَلٰى پر	صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا راستہ				

تفسیر و تشریح: اس سورۃ کی ابتداء توحید کے مضمون سے فرمائی گئی تھی اور اب آگے زمین و آسمان کے درمیان فضا میں قدرت خداوندی کی نشانی کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس سے اللہ تعالٰی کی ہستی۔ اس کی قدرت اور صفات کاملہ کا اظہار ہوتا ہے۔ گذشتہ آیات میں منکرین کو پہلے تو اللہ تعالٰی کے بعض انعامات یاد دلائے گئے تھے کہ کس طرح اللہ نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا اور طرح طرح کے روزی کے سامان اس زمین سے پیدا فرمائے۔ پھر اپنی شان قہر اور انتقام کو یاد دلا کر ڈرایا گیا تھا کہ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ اگر چاہے تو تم کو زمین میں دھنسا دے یا تم پر کوئی سخت ہوا کا طوفان بھیج دے یا اوپر سے پتھروں کا مینہ برسا دے پھر عبرت کے لئے گذشتہ منکرین کے ساتھ جو معاملہ ہو چکا ہے وہ جتلایا گیا تھا۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ زمین و آسمان میں تو اللہ تعالٰی کا حکم اور اس کا تصرف چلتا ہی ہے۔ ان کی درمیانی فضا میں بھی وہی حکمران ہے اور اپنی قدرت کاملہ کا تصرف زمین و آسمان کے درمیان فضا میں اس طرح ظاہر فرماتا ہے کہ خدا کی قدرت یہاں بھی دیکھو کہ پرندے زمین و آسمان کے درمیان کبھی پر کھول کر اور کبھی بازو سمیٹے ہوئے کس طرح اڑتے رہتے ہیں۔ اور باوجود جسم ثقیل کے اور زمین کی کشش کے نیچے نہیں گرتے۔ تو وہ کس کی قدرت ہے اور کس کا ہاتھ ہے کہ جس نے ان پرندوں کو فضا میں تھام رکھا ہے؟ یہ اس رحمٰن ہی کی ذات ہے کہ اس نے اپنی رحمت و حکمت سے ان پرندوں کی ساخت ایسی بنائی اور اس میں وہ قوت رکھی

جس سے وہ بے تکلف ہوا میں گھنٹوں ٹھہر سکیں اور اڑتے رہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں پرندوں کی مثال بیان کرنے میں شاید اس طرف بھی اشارہ ہو کہ جیسا اوپر بیان ہوا اللہ تعالےٰ آسمان سے عذاب بھیجنے پر قادر ہے اور منکرین و مکذبین اپنے کفر و شرارت سے اس کے مستحق بھی ہیں لیکن جس طرح رحمٰن کی رحمت نے پرندوں کو ہوا میں روک رکھا ہے۔ عذاب بھی اسی کی رحمت سے رکا ہوا ہے تو پرندوں کی قوت پرواز۔ ان کا ہوائی موجوں کو چیرتے ہوئے اڑنا اور اتنی بلندیوں پر اپنے جسم کا توازن قائم رکھنا۔ یہ حیرت انگیز مشاہدات ہیں جن سے ہر انسان حق تعالیٰ کی قدرت وصنائع کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔ تو پھر وہ خدا کو کیوں نہیں مانتا؟ کیوں اس کی قدرت کا منکر ہوتا ہے؟ کیوں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرنے میں عار کرتا ہے؟ کیوں اس کے رسول کا منکر ہوتا ہے؟ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ منکر سخت دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے باطل معبودوں اور فرضی دیوتاؤں کی فوج ان کو اللہ کے عذاب۔ اس کی گرفت اور آنے والی آفت سے بچالے گی تو خوب سن لو اور سمجھ لو کہ خدائے رحمٰن سے الگ ہو کر کوئی مدد کو نہ پہنچے گا۔ دفع مضرت پر بجز خدائے رحمٰن کے کوئی قادر نہیں اور اسی طرح نفع پہنچانے پر بھی بجز خدائے رحمٰن کے کوئی قادر نہیں۔ مثلاً بتلایا جاتا ہے کہ اللہ اگر رزق و روزی کے سامان بند کردے تو کس کی طاقت ہے کہ جو تم پر روزی کا دروازہ کھول دے۔ اسباب رزق مثلاً بارش کا برسنا' ہوا چلنا۔ سورج کی گرمی' چاند کی سہانی ٹھنڈک۔ اگر ایک بھی سب ان اسباب میں سے بند ہو جائے تو ان منکروں کے بت اور معبودان کی فریادرسی نہیں کر سکتے اور ان کی مصیبت میں کام نہیں آسکتے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دل میں یہ منکرین بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ سے الگ ہو کر نہ کوئی نقصان کو روک سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے مگر محض شرارت اور سر کشی ہے کہ توحید و اسلام کی طرف آتے ہوئے بدکتے ہیں۔ آخر میں ایک موحد اور ایک مشرک کے فرق کو ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ منزل مقصود تک ظاہری کامیابی کی راہ طے کر کے وہی پہنچ سکتا ہے کہ جو سیدھے راستہ پر سیدھا منہ اٹھائے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھ رہا ہو اور جو اوندھے منہ کے بل ناہموار اور ٹیڑھے راستہ پر چلے وہ کیسے کامیابی کا منہ دیکھے گا اور اس کے منزل مقصود تک پہنچنے کی کیا توقع ہوسکتی ہے اور دونوں کو برابر کوئی نہیں کہے گا۔ تو اس مثال سے یہ سمجھایا گیا کہ جو کوئی آسمانی قانون اور انبیاء علیہم السلام کے راستہ پر سیدھا اور صاف چلا جاتا ہے وہ مومن ہے اور ضرور منزل مقصود کو پہنچے گا اور یہ کافر سرکش اسلام سے نفرت کرنے والا نفس و شہوت اور جہالت اور رسم آبائی کے راستہ پر چلتا ہے جو بڑا خاردار اور خطرناک راستہ ہے جس میں بڑے بڑے گہرے گڑھے اور غار ہیں اور یہ ٹھوکر کھا کر کسی گڑھے یا غار میں گر کر ہلاک ہوگا اور منزل مقصود تک ہرگز نہ پہنچ سکے گا۔

سبحان اللہ! منکرین کے لئے یہاں تک کیسے واضح دلائل حق تعالیٰ کے وجود اور توحید اور بے نظیر علم و قدرت کے بیان فرمائے گئے اور کیسے پرحکمت طریقہ سے ان کو راہ حق سمجھائی گئی لیکن اگر وہ اس پر بھی راہ پر نہ آئیں اور اپنی کج فہمی سے اصل مطلب کو نہ سمجھیں تو آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ دوسری طرح دوسرے دلائل سے ان کو سمجھائیں۔ اور پھر سورت کے خاتمہ پر کفار و فجار' منکرین اور بدعمل لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا ہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٣﴾

آپ (اُن سے) کہئے کہ وہی (ایسا قادر ومنعم) ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے۔ (مگر) تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو

قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ

(آپ) کہیئے کہ وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلایا اور تم اُسی کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے اور یہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً

اگر تم سچے ہو (تو بتلاؤ) آپ کہہ دیجئے کہ یہ علم تو خدا ہی کو ہے اور میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ پھر جب اس (عذاب موعود) کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے

سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَقِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ

تو کافروں کے منہ بگڑ جاویں گے اور (اُن سے) کہا جاوے گا یہی ہے جس کو تم مانگا کرتے تھے۔ آپ کہئے کہ تم یہ بتلاؤ

اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿٢٨﴾

کہ اگر خدا تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحمت فرمادے تو کافروں کو عذاب دردناک سے کون بچا لے گا۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿٢٩﴾

آپ (اُن سے یہ بھی) کہیئے کہ وہ بڑا مہربان ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اس پر توکل کرتے ہیں۔ سو عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون ہے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ﴿٣٠﴾ ع

آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارا پانی (جو کنوؤں میں ہے) نیچے کو اُتر کر غائب ہو جائے۔ سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے

قُلْ هُوَ فرمادیں	الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وہ جس نے پیدا کیا تمہیں	وَجَعَلَ اور اس نے بنائے	لَكُمُ تمہارے لئے	السَّمْعَ کان	وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں			
وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل (جمع)	قَلِیْلًا بہت کم	مَّا تَشْكُرُوْنَ جو تم شکر کرتے ہو	قُلْ فرمادیں	هُوَ وہی	الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ وہ جس نے پھیلایا تمہیں			
فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَاِلَیْهِ اور اسی کی طرف	تُحْشَرُوْنَ تم اٹھائے جاؤ گے	وَیَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں	مَتٰی کب	هٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ	اِنْ اگر		
كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِیْنَ سچے	قُلْ فرمادیں	اِنَّمَا اسکے سوانہیں	الْعِلْمُ علم	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	وَاِنَّمَا اور اسکے سوانہیں	اَنَا میں	نَذِیْرٌ ڈرانیوالا
مُّبِیْنٌ صاف صاف	فَلَمَّا پھر جب	رَاَوْهُ وہ اُسے دیکھیں گے	زُلْفَةً نزدیک آتا	سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ بُرے (سیاہ) ہو جائیں گے چہرے				
الَّذِیْنَ ان لوگوں کے جو	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	وَقِیْلَ اور کہا جائے گا	هٰذَا یہ	الَّذِیْ وہ جو	كُنْتُمْ تم تھے	بِهٖ اس کو	تَدَّعُوْنَ تم مانگتے	
قُلْ آپ فرمادیں	اَرَءَیْتُمْ کیا تم نے دیکھا (بھلا دیکھو)	اِنْ اگر	اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ مجھے ہلاک کر دے اللہ	وَمَنْ اور جو	مَّعِیَ میرے ساتھ			
اَوْ رَحِمَنَا یا وہ رحم فرمائے ہم پر	فَمَنْ تو کون	یُّجِیْرُ پناہ دے گا	الْكٰفِرِیْنَ کافروں	مِنْ سے	عَذَابٍ اَلِیْمٍ دردناک عذاب	قُلْ فرمادیں		
هُوَ الرَّحْمٰنُ وہی رحمٰن	اٰمَنَّا ہم ایمان لائے	بِهٖ اس پر	وَعَلَیْهِ اور اسی پر	تَوَكَّلْنَا ہم نے بھروسہ کیا	فَسَتَعْلَمُوْنَ سو تم جلد جان لوگے			

مَنْ هُوَ کون وہ؟	فِیْ میں	ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کھلی گمراہی	قُلْ فرمادیں	اَرَءَیْتُمْ کیا تم نے دیکھا (بھلا دیکھو)	اِنْ اَصْبَحَ اگر ہو جائے
مَآؤُكُمْ تمہارا پانی	غَوْرًا نیچے اترا ہوا	فَمَنْ تو کون؟	يَّاْتِيْكُمْ لے آئیگا تمہارے پاس	بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ رواں پانی	

تفسیر وتشریح: یہ اس سورت کی آخری آیات ہیں۔ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مزید ان کے آگے دلائل پیش کریں اور ان سے کہیں کہ نادانو وہ خدا جس کی توحید ماننے۔ جس کی اطاعت اور جس کا دین حق قبول کرنے کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے وہ وہی خدا ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ نیست سے ہست میں لایا۔ پھر تمہیں سننے کے لئے کان۔ دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سمجھنے کے لئے دل یعنی عقل، ہوش وحواس تم کو دیئے تا کہ تم اللہ کو پہچان کر اس کا حق مانتے اور اللہ کی دی ہوئی تو توں کو ٹھیک مصرف میں لگاتے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں خرچ کرتے مگر ایسے شکر گزار اور احسان ماننے والے بندے بہت ہی کم ہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین سے کہئے کہ وہ خدا جس پر ایمان لانے کے لئے تمہیں کہا جاتا ہے وہ وہی خدا ہے جس نے تمہیں پیدا کر کے زمین پر پھیلا دیا۔ کوئی ملک اور چپہ ایسا نہیں کہ جہاں اولاد آدم نہ ہو۔ پھر تمہاری زبانیں جداگانہ۔ تمہارے رنگ روپ جداگانہ۔ تمہاری شکلوں صورتوں میں اختلاف پھر اس پراگندگی اور پھیلا دینے کے بعد ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ تم سب کو جس نے پھیلایا ہے وہی سمیٹ کر اپنے پاس جمع کرلے گا تا کہ ہر کوئی اپنے اپنے کئے کے عوض پائے تو گویا ابتداء بھی اسی سے ہوئی اور انتہا بھی اسی پر ہوگی جہاں سے آئے تھے وہیں سب کو جانا ہے تو چاہئے تو یہ تھا کہ اس ذات پاک سے ایک دم بھر غافل نہ ہوتے اور ہمہ وقت اس کی فکر رکھتے کہ مالک کے سامنے خالی ہاتھ نہ جائیں مگر یہ کفار ومنکرین تو مر کر دوبارہ زندہ ہونے کے قائل ہی نہیں۔ وہ اس دوسری زندگی کو محال اور ناممکن سمجھتے ہیں اور اعتراضاً کہتے ہیں کہ اچھا پھر وہ وقت کب آئے گا جس کی ہمیں خبر دیتے ہو؟ ہم کب اکٹھا کئے جائیں گے اور قیامت کب آئے گی؟ اگر تم سچے ہو تو اس دن کا تعین کرو۔ اس پر حق تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں اس کا جواب دے دیجئے اور کہئے کہ میں قیامت کا تعین بھی نہیں کر سکتا۔ اس کا علم مجھے نہیں کہ قیامت کب قائم ہوگی اسے تو صرف علام الغیوب جانتا ہے۔ ہاں مجھے اتنا کہا گیا ہے کہ وہ وقت آئے گا ضرور اور جو چیز یقیناً آنے والی ہے اس سے آگاہ کر دینا اور اس دن کی ہولناکیوں سے مطلع کر دینا اور خوفناک مستقبل سے ڈرا دینا یہ میرا فرض تھا جسے میں ادا کر چکا۔ آگے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اس وقت تو یہ کفار منکرین قیامت قائم ہونے کی جلدی مچا رہے ہیں، لیکن جس وقت وہ وعدہ قریب آئے گا اور یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور معلوم کر لیں گے کہ اب قیامت آ گئی تو بڑے بڑے سرکشوں کے منہ بگڑ جائیں گے اور چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں گی اور قیامت کی ہولناکیاں انہیں بدحواس کئے ہوئے ہوں گی اسوقت اس سے بطور زجر وتوبیخ کے اور بطور ذلیل کرنے کے کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ وقت جس کی تم جلدی کر رہے تھے اور جس کے جلدی لانے کا دنیا میں تقاضا کرتے تھے۔ آگے پھر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کفار ومنکرین جو خدا تعالیٰ کی توحید کا انکار کر رہے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ یہ توحید کے داعی مسلمان کہیں جلد مر مرا کر ان کا قصہ ختم ہو جائے (العیاذ باللہ)۔ اہل باطل ہمیشہ اہل حق کے لئے یہی منتظر رہتے ہیں اور پھر سوچتے ہیں کہ یہ مریں تو قصہ ختم ہو۔ کفار مکہ بھی یہی تمنا کرتے تھے کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی مر مرا کر ختم ہوں تو قصہ پاک ہو۔ حق تعالیٰ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ فرض کرو تمہارے زعم کے موافق میں اور میرے ساتھی دنیا میں سب ہلاک کر دیئے جائیں یا ہمارے عقیدہ کے موافق مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کامیاب و بامراد کرے۔ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورۃ بھی ہو مگر تم کو اس سے کیا فائدہ ہے؟ ہمارا انجام دنیا میں جو کچھ ہو بہرحال آخرت میں بہتری ہے کہ ہم دین حق، ایمان اور

اسلام کے داعی ہیں اور کوشاں ہیں لیکن اے منکرین تم اپنی فکر کرو کہ اس کفر و سرکشی پر جو دردناک عذاب آنا یقینی ہے تم کو اس سے کون بچائے گا۔ ہماری موت اور ہمارا نقصان چاہنے سے تمہارا چھٹکارا تو نہیں ہو سکتا؟ تمہاری نجات کی صورت تو یہ نہیں؟ تم ہمارا خیال چھوڑ کر اپنی بخشش اور نجات کی صورت تلاش کرو اور اپنی فکر کرو کیونکہ کافر کسی طرح بھی خدائی عذاب سے نہیں چھوٹ سکتا۔ پھر آگے فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین سے کہہ دیجئے کہ ہم رب العالمین۔ رحمٰن و رحیم پر ایمان لا چکے اور اپنے تمام امور میں ہمارا بھروسہ اور توکل اسی کی ذات پاک پر ہے۔ اور جب ہمارا ایمان اس پر ہے تو ایمان کی بدولت نجات یقینی ہے اور جب ہم صحیح معنوں میں اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں تو مقاصد میں کامیابی یقینی ہے لیکن تم میں تو دونوں چیزیں نہیں۔ نہ ایمان۔ نہ توکل۔ پھر تم عذاب الٰہی سے کیسے بے فکر ہو؟ تم عنقریب جان لو گے کہ دنیا اور آخرت میں فلاح و بہبود کسے ملتی ہے اور نقصان و خسران میں کون پڑتا ہے؟ رب کی رحمت کس پر ہے؟ اور خدا کا غضب کس پر ہے؟ ہدایت پر کون ہے؟ اور گمراہی پر کون ہے؟ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین سے کہہ دیجئے کہ زندگی اور ہلاکت کے اسباب سب اسی اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ ایک پانی ہی کو لے لو جس سے انسانوں کی زندگی قائم ہے۔ اگر فرض کرو کہ چشموں' کنوؤں' دریاؤں وغیرہ کا پانی خشک ہو کر زمین کے اندر اتر جائے جیسا کہ اکثر موسم گرما میں پیش آجاتا ہے تو کس کی قدرت ہے کہ موتی کی طرح صاف شفاف پانی اس قدر کثیر تعداد میں مہیا کر دے جو تمہاری زندگی اور بقا کے لئے کافی ہو۔

گویا اس سورت کے خاتمہ کی آیت میں تمام انسانوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ تم جو کنواں کھود کر پینے کا پانی اور کھیتی وغیرہ سینچنے کے لئے پانی وافر مقدار میں حاصل کرتے ہو تو یہ سمجھ لو کہ یہ بھی حق تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے اور غور کرو کہ چند فٹ یا چند گز زمین کھود کر با آسانی پانی کس طرح مل جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے بارش نازل فرماتے ہیں اور مینہ برستا ہے پھر روئے زمین کے بعض حصوں پر یعنی بلند اور اونچے پہاڑوں پر وہ پانی برف کی شکل میں جما کر اس طرح اسٹور کر دیا جاتا ہے کہ نہ وہ سڑے نہ گلے اور نہ خراب و گندہ ہو سکے۔ پھر اس برف کو آہستہ آہستہ پگھلا کر پہاڑوں کی رگوں میں سے گزار کر زمین کے اندر پہنچا دیا اور بغیر کسی پائپ لائن کے پوری زمین میں اس کا ایسا جال پھیلا دیا کہ جہاں چاہو زمین کھود کر صاف شفاف پانی نکال لو۔ تو یہاں جتلایا یہ گیا کہ اے انسانو! تم جو پانی با آسانی کنوؤں سے نکال کر پی رہے ہو اگر وہ پانی زمین کی گہرائی میں اتر جائے اور زمین کی اتنی نیچی سطح پر چلا جائے کہ جہاں تک انسان کی رسائی ممکن نہ ہو تو وہ کون سی طاقت ہے کہ پھر اس جاری پانی کو حاصل کر سکے۔

اس آخری آیت قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۞ آپ کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارا پانی نیچے ہی غائب ہو جائے تو وہ کون ہے جو تمہارے پاس صاف پانی لے آئے گا۔ اس آیت سے متعلق بعض تفاسیر میں یہ حکایت منقول ہے کہ کسی متکبر نے یہ آیت سن کر کہا کہ اگر ایسا اتفاق ہووے تو ہم پھاوڑے اور کدال کے زور پانی زمین سے کھود کر نکال لاویں گے۔ یہ بات اس کے منہ سے نکلتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں کا پانی خشک کر دیا اور اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں اور روشنی جاتی رہی اور غیب سے ایک آواز آئی کہ پہلے یہ پانی اپنی آنکھ میں تو لے آ پھر زمین سے کنواں یا چشمہ کھود کر پانی نکالنا۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی سے ڈرنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس اخیر کی آیت کو پڑھے اس کو چاہئے کہ اس کے بعد یہ کلمہ کہے۔

اَللّٰهُ يَاْتِيْنَا بِهٖ وَهُوَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

یعنی اللہ تعالیٰ پانی لاوے گا اور وہ رب العالمین ہے

سورۃ الملک کے خواص

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

کہ قرآن کریم میں تیس آیات کی ایک سورۃ ہے جو آدمی کی شفاعت کرتی رہے گی۔ حتیٰ کہ اس کی بخشش ہو جائے گی اور وہ سورۃ تبارک الذی (سورۃ الملک) ہے۔

۲۔ جس کی آنکھوں میں آشوب ہو اس پر تین دن مسلسل اس سورۃ کو پڑھا جائے تو اسے صحت ہو جائے گی۔

سُوْرَۃُ الْقَلَمِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اثْنَتَانِ وَّخَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعَانِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۙ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ

ن۔قسم ہے قلم کی اور ان (فرشتوں) کے لکھنے کی (جو کہ کاتب اعمال ہیں) کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔

نٓ وَالْقَلَمِ ن قسم ہے قلم کی	وَمَا اور جو	یَسْطُرُوْنَ وہ لکھتے ہیں	مَآ اَنْتَ نہیں آپ	بِنِعْمَۃِ نعمت (فضل) سے	رَبِّکَ اپنا رب	بِمَجْنُوْنٍ مجنون		

تفسیر وتشریح: سورت کی ابتداء حرف ن سے فرمائی گئی جو حروف مقطعات میں سے ہے۔ حروف مقطعات کے متعلق پہلے تشریح ہو چکی ہے کہ ان کے حقیقی معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ ان پر اسی طرح اعتقاد رکھنا چاہئے۔ امت کو ان کی تحقیق میں پڑنے سے روک دیا گیا ہے۔ اس کے بعد قسمیہ کلام سے ابتدا فرمائی گئی کہ قسم ہے قلم کی جس سے لوح محفوظ کی تحریر لکھی گئی ہے اور قسم ہے ان فرشتوں کے لکھنے کی جو کہ کاتب اعمال ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جو قسمیں کھائی ہیں اس کے متعلق پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے متعدد جگہ قسمیں کھائی ہیں جس میں زیادہ تر حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی اور صرف سات مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے تو حق تعالیٰ نے یہ قسمیں اس لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار کیا جا سکے۔ یہاں دو قسمیں کھائی گئیں ایک تو قلم کی۔ اس قلم سے مراد مفسرین نے وہ نور کا قلم لیا ہے جس سے تمام خلق کی تقدیریں لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے اول اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا کہ لکھ قلم نے عرض کیا کہ کیا لکھوں۔ ارشاد فرمایا تقدیر کو لکھ چنانچہ قلم نے ہر وہ چیز لکھ دی جو گزر گئی اور آئندہ کبھی بھی ہونے والی ہے۔ باقی نور محمدی کا اول الخلق ہونا بھی اپنی جگہ درست اور صحیح ہے اور جس کے متعلق حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی مشہور روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا اے جابر۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم اور نہ بہشت تھی نہ دوزخ اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے۔ اور ایک حصہ سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش آگے طویل حدیث ہے (فی نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیبؐ) اس حدیث کو نقل کر کے حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آسمان اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں لکھ دی تھیں تو یہاں پہلی قسم قلم کی کھائی گئی جس سے تمام خلق کی تقدیریں لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہیں۔

دوسری قسم فرمائی گئی وَمَا یَسْطُرُوْنَ یعنی اس چیز کی قسم جس کو

وہ لکھتے ہیں۔ اکثر مفسرین نے یہاں اعمال نامے لکھنے والے فرشتے مراد لئے ہیں۔ تو یہاں دو قسمیں کھا کر فرمایا گیا۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں جیسا کہ آپ کی قوم کے جاہل منکرین کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار نبوت سے پہلے آپ کی دانائی، عقلمندی فراست، دیانت اور امانت کے نہ صرف قریش بلکہ اطراف و جوانب کے لوگ بھی قائل تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا دعویٰ فرمایا اور مکہ کے لوگوں سے کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں بتادوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بت جنہیں تم پوجتے ہو یہ پتھر کی بے جان مورتیاں ہیں۔ یہ سب اور ان کے پجاری جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ کفار مکہ جو اپنی پرانی رسموں پر جمے ہوئے تھے ان کے خلاف یہ نئی باتیں سن کر کوئی کہتا کہ بیٹھے بٹھائے قوم کی مخالفت مول لی۔ اور ایسی حالت میں کہ نہ آپ مالدار ہیں نہ مالدار ساتھی ہیں سب لوگوں کی مخالفت مول لے کر ایسا دعویٰ کرنا یہ دیوانہ ہی کا کام ہے۔ کوئی کہتا معاذ اللہ آپ پر شیطان کا اثر ہے جو یک بیک تمام قوم سے الگ ہو کر ایسی باتیں کرنے لگے ہیں جن کو کوئی نہیں مان سکتا۔ حق تعالیٰ نے ان منکرین کے خیال باطل کی تردید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمادی کہ جس پر اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے فضل وانعام ہوں جن کو ہر آنکھ والا مشاہدہ کررہا ہے مثلاً اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور حکمت اور دانائی کی باتیں۔ اتنے بلند اور پاکیزہ اخلاق و اطوار۔ انہیں دیوانہ کہنا خود اپنی دیوانگی کی دلیل ہے یہاں پہلی آیت میں قلم اور فرشتوں کے لکھنے کی جو قسم کھا کر یہ فرمایا کہ آپ مجنون نہیں ہیں تو علماء نے لکھا ہے کہ اس قسم میں اور جواب قسم میں مناسبت یہ ہے کہ قلم کے ذریعہ سے تحریر لکھی جاتی ہے تو آپ کے ذکر خیر اور آپ کے بے مثال کارناموں اور علوم و معارف کو تحریریں ہمیشہ کے لئے روشن رکھیں گی اور آپ کو دیوانہ بتلانے والوں کا وجود صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ کر رہے گا اور ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا آپ کی حکمت اور دانائی کی معترف ہوگی اور آپ کے کامل ترین انسان ہونے کے عقیدے کو تسلیم کرے گی۔ بھلا خداوند قدوس جس کی فضیلت اور برتری کو ازل میں اپنے قلم نور سے لوح محفوظ کی تختی پر نقش کرچکا کس کی طاقت ہے کہ اس کے ایک شوشے کو مٹا سکے آپ کو مجنون کہنے والا خود پرلے درجے کا مجنون یا جاہل ہے۔

آپ کی رسالت کی صداقت وعظمت کا بیان ابھی اگلی آیات میں جاری ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا یہ بے انتہا فضل واحسان ہے کہ جس نے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کا پکا امتی ہونے کے حق کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آپ کی سچی محبت وعظمت ہم کو نصیب فرمائیں اور محبت وعظمت کے ساتھ آپ کا اتباع بھی نصیب فرمائیں۔ ظاہراً و باطناً۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝٣ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝٤ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝٥

اور بے شک آپ کیلئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔ سوعنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے۔

بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ ۝٦ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝٧

کہ تم میں کس کو جنون تھا۔ آپ کا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے۔ اور وہ راہ (راست) پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

وَإِنَّ لَكَ اور بیشک آپ کیلئے	لَأَجْرًا البتہ اجر	غَيْرَ مَمْنُونٍ ختم نہ ہونے والا	وَإِنَّكَ اور بیشک آپ	لَعَلَىٰ یقیناً۔ پر	خُلُقٍ خلق	عَظِيمٍ عظیم
فَسَتُبْصِرُ پس آپ جلد دیکھ لیں گے	وَيُبْصِرُونَ اور وہ بھی دیکھ لیں گے	بِأَييِّكُمُ تم میں سے کون؟	الْمَفْتُونُ دیوانہ	إِنَّ رَبَّكَ بیشک آپ کا رب		
هُوَ أَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے	بِمَنْ اس کو جو	ضَلَّ وہ گمراہ ہوا	عَنْ سَبِيلِهِ اس کی راہ سے	وَهُوَ أَعْلَمُ اور وہ خوب جانتا ہے	بِالْمُهْتَدِينَ ہدایت یافتہ لوگوں کو	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیت میں فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے فضل سے آپ دیوانہ یا مجنون نہیں ہیں جیسا کہ یہ کفار مکہ کہتے ہیں بلکہ آپ نبی برحق ہیں۔ اسی سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور آپ کی رسالت کی صداقت و عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے اور کفار مکہ کی اس تہمت جنون کی مکمل اور پر زور تردید کے لئے ان آیات میں فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار کے جاہلانہ قول سے غمگین نہ ہوں۔ ان کے دیوانہ کہنے سے آپ کا اجر بڑھتا ہے۔ ان کی باتیں برداشت کرنے اور احکام رسالت پہنچانے کا آپ کے لئے بڑا اجر۔ اور ثواب بے پایاں ہے۔ پھر جو فیض بنی نوع انسان کو آپ کی ذات سے پہنچنے والا ہے اس کا بے انتہا اجر و ثواب آپ کو یقیناً ملنے والا ہے۔ پھر جس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا بڑا ہو اس کو چند احمقوں کے دیوانہ کہنے کی کیا پرواہ ہونی چاہئے۔ پھر اس ارشاد سے إِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ کہ آپ کے لئے بے انتہا اجر ہے کفار کے آپ پر دیوانہ ہونے کی تہمت کی بھی مزید تردید اس طرح ہو گئی کہ دیوانہ کی کوئی بات قابل مدح اور سبب اجر نہیں ہوتی کیونکہ اس کا کوئی کام عقل و ہوش سے نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے آپ کو اجر ہے ان تمام مساعیٔ جمیلہ کا اور اجر بھی کیسا غَيْرَ مَمْنُونٍ یعنی بے انتہا جو کبھی منقطع نہ ہو۔ اس لئے کہ دنیا میں توحید، خدا پرستی اور مکارم اخلاق قریب قریب مٹ چکے تھے۔ ان کے مٹ جانے کے بعد آپ ہی ان کے مروج و معلم ہیں تو جب تک دنیا میں یہ باتیں جاری رہیں گی آپ کو بھی برابر اجر ملتا رہے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ ہر نبی کو اس کی امت کے ایمان والوں کے نیک عملوں کا ثواب ملتا ہے۔ اس واسطے کہ امتی جو نیک کام بھی کرتا ہے وہ اس نبی کی دلالت اور ارشاد سے کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الدال علی الخیر کفاعلہ یعنی نیک بات بتلانے والے کا ثواب مثل اس کے کرنے والے کے ہوتا ہے۔

یہاں موقع کی مناسبت سے چند روایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق بطور نمونہ بیان کی جاتی ہیں:۔

۱۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور اس تمام عرصہ میں آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام تم نے کیوں نہ کیا اور یہ کام کیوں کیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد فی سبیل اللہ کے بغیر کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو کوئی چیز نہیں ماری۔ نہ کسی خادم کو مارا نہ عورت کو۔ اور نہ کسی حق تلفی کرنے والے سے انتقام لیتے تھے۔ ہاں اگر کوئی حدود اللہ اور ضوابط الٰہیہ کی خلاف ورزی کرتا تھا تو اس کو اللہ کے واسطے حضور سزا دیتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

2 احادیث اور سیرۃ کی کتابیں تو آپ کے اخلاق حمیدہ سے پر ہیں۔
الغرض خداوند قدوس نے آپ کی سرشت اور جبلت ہی میں پسندیدہ اخلاق بہترین خصلتیں اور پاکیزہ عادتیں رکھی تھی وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ جس شخص کا خلق اس قدر عظیم اور اتنا بلند ہو جو عقل کے کامل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر اس کی طرف دیوانگی کی نسبت کرنا سراسر حماقت اور جہل نہیں تو اور کیا ہے۔

کفار کے اس طعن اور تہمت کا جواب دے کر آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان کی بکواس کا غم نہ کیجئے۔ عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ دونوں میں سے کون ہوشیار اور عقل والا تھا اور کس کی عقل ماری گئی تھی اور چونکہ آپ کے پروردگار کو پورا علم ہے اور وہ بخوبی واقف ہے کہ کون اس کے راستہ سے بہکا ہوا ہے یعنی حقیقت میں کافر ہی دیوانے ہیں جو راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں اور راہ حق سے بھٹک جانا دیوانگی کی نشانی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے بھی خوب واقف ہے جو کمال عقل کی وجہ سے کامیاب ہیں۔ اور ہدایت کے راستہ پر ہونے کی وجہ سے اللہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔

اسی سلسلہ میں ابھی آگے کفار کی مذمت کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق کا کوئی عکس اور ذرہ ہم کو بھی حق تعالےٰ نصیب فرمائیں۔ اور آپ کی ظاہراً و باطناً اتباع کا جذبہ اور شوق عطا فرمائیں۔

یا اللہ! اپنی ہدایت کے راستہ پر ہم کو قائم رکھئے اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے۔

یا اللہ! کفار و مشرکین ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن رہے ہیں اور اب بھی دشمن بنے ہوئے ہیں۔

یا اللہ! ان دشمنان دین کو آپ ہی سمجھ لیں۔ اپنی شان قہاری سے ان کی قوتوں کو پاش پاش فرما دیں۔

یا اللہ! ان ظالم و دشمنان دین نے اہل اسلام کو جو اذیت اور جان و مال کی تکالیف پہنچائی ہیں یا پہنچا رہے ہیں اس کا انتقام آپ لے لیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿۱۰﴾

تو آپ ان تکذیب کرنے والوں کا کہنا نہ مانیے یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے ہو جائیں تو یہ لوگ بھی ڈھیلے ہو جائیں۔ اور آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہو۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ

بے وقعت ہو طعنے دینے والا ہو۔ چغلیاں لگاتا پھرتا ہو نیک کام سے روکنے والا ہو حد (اعتدال) سے گذرنے والا ہو گناہوں کا کرنیوالا ہو اور سخت مزاج ہو ان (سب) کے علاوہ ولدالزنا (بھی) ہو

ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہو۔ جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آئی ہیں۔ ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے۔

فَلَا تُطِعِ پس آپ کہنا نہ مانیں	الْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں	وَدُّوْا وہ چاہتے ہیں	لَوْ تُدْهِنُ کاش آپ نرمی کریں	فَيُدْهِنُوْنَ تو وہ نرمی کریں		
وَلَا تُطِعْ اور آپ کہنا نہ مانیں	كُلَّ حَلَّافٍ ہر بڑی قسمیں کھانے والا	مَّهِيْنٍ بے وقعت	هَمَّازٍ عیب نکالنے والا	مَّشَّآءٍ پھرنے والا	بِنَمِيْمٍ چغلی لے	
مَّنَّاعٍ روکنے (بخل کرنیوالا)	لِّلْخَيْرِ مال میں	مُعْتَدٍ حد سے بڑھنے والا	اَثِيْمٍ گنہگار	عُتُلٍّ سخت خو	بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد	زَنِيْمٍ بداصل
اَنْ اس لئے کہ	كَانَ وہ ہے	ذَا مَالٍ مال والا	وَّبَنِيْنَ اور اولاد	اِذَا جب	تُتْلٰى عَلَيْهِ پڑھ کر سناتی ہیں اسے	اٰيٰتُنَا ہماری آیتیں
قَالَ وہ کہتا ہے	اَسَاطِيْرُ کہانیاں	الْاَوَّلِيْنَ اگلے لوگ	سَنَسِمُهٗ ہم جلد داغ دیں گے اس کو	عَلَى الْخُرْطُوْمِ سونڈ (ناک) پر		

تفسیر و تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ راہ پر آنے والے یا نہ آنے والے سب اللہ کے علم محیط میں طے شدہ ہیں لہٰذا دعوت حق و تبلیغ دین کے معاملہ میں آپ کو کسی رو رعایت کی ضرورت نہیں۔ جس کو راہ پر آنا ہوگا وہ آ جائے گا اور جو محروم ازلی ہے وہ کسی نرمی۔ مروت اور پاس و لحاظ سے بھی ماننے والا نہیں۔ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ بت پرستی کی نسبت اپنا سخت رویہ ترک کر دیں اور ہمارے معبودوں کی برائی اور تردید نہ کریں تو ہم بھی آپ کی مخالفت کرنا چھوڑ دیں گے اور آپ کے مسلک اور مشرب سے معترض نہ ہوں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل وغیرہ مکے کے چند سردار و رئیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اگر اس پند و نصیحت سے آپ کی یہ غرض ہے کہ دنیا کی عیش و عشرت میسر آئے تو فرمایئے۔ اگر عورتوں سے رغبت ہے تو اچھی سے اچھی کنواری لڑکیاں آپ کے لئے حاضر کریں اور آپ جس سے کہیں نکاح کرا دیں۔ اگر دولت مقصود ہو تو ہم مال و دولت جمع کر دیں۔ اگر سرداری مقصود ہے تو ہم آپ کو سردار بنا لیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ان باتوں میں سے کوئی بات مطلوب نہیں مجھے تو صرف تمہاری بھلائی مقصود ہے کہ تم ہلاکت میں نہ پڑو۔ اس پر ان کفار سرداروں نے کہا کہ اچھا آپ اپنی عبادت کیا کریں مگر ہمارے بتوں کی مذمت اور ان کی پرستش سے منع نہ کریں تو ہم بھی آپ پر طعن و تشنیع نہ کریں گے۔ تو ممکن تھا کہ ایک مصلح اعظم کے دل میں جو خلق عظیم پر پیدا کیا گیا ہو نیک نیتی سے یہ خیال آ جائے کہ تھوڑی سی نرمی اختیار کرنے اور ڈھیل دینے سے کام بنتا ہے تو برائے چند نرم روش اختیار کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ فرما دیا کہ آپ ان مکذبین کا کہنا نہ مانئے۔ ان کی غرض محض آپ کو ڈھیلا کرنا ہے اور آپ کے بعثت کی اصل غرض اس صورت میں حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے آپ ہر طرف سے قطع نظر کر کے اپنا فرض پورا کرتے رہئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ان

آیات سے معلوم ہوا کہ دین کے معاملہ میں ایسی نرمی کہ جس سے مداہنت ہو ممنوع ہے۔ اس لئے کفار و فجار سے یہ سودا کر لینا کہ ہم تمہیں کچھ نہیں کہتے تم ہمیں کچھ نہ کہو یہ مداہنت فی الدین اور حرام ہے یعنی بلا کسی اضطرار اور مجبوری کے ایسا معاہدہ جائز نہیں۔ تو پہلے ان کفار روسائے مکہ کی بات سننے اور ماننے سے عمومی مخالفت فرمائی گئی۔

مگر ان سب کفار سرداروں میں ولید بن مغیرہ بڑا بدذات تھا اور اس کی بدذاتی یہ تھی کہ بات بات پر جھوٹی قسمیں کھانے والا تھا۔ طعنہ دینے والا تھا اور چغلخوری کرتا تھا۔ نیک کاموں سے روکنے والا بدمزاج سرکش ولدالزنا یعنی حرام زادہ بھی تھا۔ مال اور اولاد کا اس کو بڑا گھمنڈ تھا اور اپنی امارت اور ریاست کے نشہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو حقیر سمجھتا تھا اور اپنی حکومت کی کوشش کرتا تھا کہ میرا کہنا مانیں۔ اس لئے بالخصوص اس کا کہنا ماننے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ممانعت فرمائی گئی۔ اور فرمایا گیا کہ ایک شخص اگر دنیا میں مال و دولت اور اولاد کی کثرت رکھتا ہے اور بظاہر بڑا خوش قسمت معلوم ہوتا ہے تو محض اتنی بات سے اس لائق نہیں ہو جاتا کہ اس کی بات مانی جائے جبکہ اس کی یہ عادت ہو کہ جب اللہ کی آیتیں اسے پڑھ کر سنائی جاتی ہوں تو بجائے اپنے اخلاق درست کرنے اور اللہ کی طرف رجوع ہونے کے وہ منکر کہتا ہے کہ یہ سب بے سند باتیں ہیں جو اگلے لوگوں سے منقول چلی آتی ہیں تو ایسے ناشکرے منکر کے لئے دنیا ہی میں ایسی سزا دی جائے گی کہ جو اس کے کبر و غرور کو مٹا دے اور وہ سزا فرمائی گئی سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ یعنی ہم عنقریب اس کی ناک پر جو بڑی اور بے ڈول ہونے کے سبب ہاتھی کی سونڈ جیسی ہے داغ اور نشان لگا دیں گے۔ یہ ناک پر داغ لگانے کی تشریح مفسرین نے دو طرح کی ہے ایک تو یہ کہ قیامت میں اس کے چہرہ اور ناک پر اس کے کفر کی وجہ سے کوئی علامت ذلت اور پہچان کی لگا دی جائے گی جس سے وہ خوب رسوا ہو۔ دوسری تشریح ناک پر داغ لگانے کی یہ کی ہے کہ دنیا میں ایسا ہی ہوا۔ بدر کی لڑائی میں کسی انصاری کی تلوار سے اس کی ناک پر زخم لگا۔ مکہ میں بھاگ کر آیا اور بہت کچھ اس زخم کی دوا کی مگر وہ اچھا نہ ہوا اور اس مرض میں سخت تکلیف اٹھا کر واصل بہ جہنم ہوا۔

یہاں ان آیات میں اگرچہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ ایسے منکرین و مکذبین کا کہنا نہ مانا جائے لیکن حکم عام ہے کہ ایسے لوگوں کی بات نہ مانی جائے۔ حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی تالیف ''زاد السعید'' میں لکھا ہے کہ جس طرح حدیث شریف کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ارفع میں ایک گستاخی کرنے سے (نعوذ باللہ منہا) اس شخص پر منجانب اللہ دس لعنتیں نازل ہوتی ہیں، جیسا کہ ان آیات میں ولید بن مغیرہ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے بسزائے استہزاء یہ دس کلمات ارشاد فرمائے:۔ حلاف ۔ مهين ۔ هماز ۔ مشآء ۔ بنميم ۔ مناع للخير ۔ معتد ۔ اثيم ۔ عتل ۔ زنيم ۔

آگے ان کفار کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جھٹلا رہے تھے اور خدا کی ایک نعمت یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ناشکری کر رہے تھے ان کی عبرت کے لئے ایک قصہ باغ والوں کا اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم کو جو نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی عطا فرمائی ہے تو اس نعمت عظمیٰ کی قدردانی اور شکرگذاری کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔ اور ہم کو اپنے رسول پاک کی سچی محبت و عظمت کے ساتھ آپ کا اتباع کامل بھی نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا

ہم نے اُن کی آزمائش کر رکھی ہے جیسا ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی جب کہ ان لوگوں نے قسم کھائی تھی کہ اس (باغ) کا پھل ضرور صبح چل کر توڑ لینگے۔ اور انہوں نے

يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾

ان شاء اللہ بھی نہیں کہا۔ سو اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا پھر گیا۔ اور وہ سو رہے تھے۔ پھر صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسے کٹا ہوا کھیت

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ

سو صبح کے وقت ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو اگر تم کو پھل توڑنا ہے۔ پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے چلے

يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

کہ آج تم تک کوئی محتاج نہ آنے پائے۔ اور اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے۔

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ

پھر جب اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم بیشک راستہ بھول گئے بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ ان میں جو کسی قدر اچھا آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیوں میں نے تم کو کہا نہ تھا

لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

اب تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ سب کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے۔ بیشک ہم قصور وار ہیں پھر ایک دوسرے کو مخاطب بنا کر باہم

يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى

الزام دینے لگے۔ کہنے لگے بیشک ہم حد سے گذرنے والے تھے۔ شاید ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ اس کے بدلہ میں دے دے ہم اپنے رب کی

رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اس طرح عذاب ہوا کرتا ہے۔ اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑھ کر ہے کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ جان لیتے

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ بیشک ہم نے آزمایا انہیں	كَمَا جیسے	بَلَوْنَا ہم نے آزمایا	اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ باغ والوں کو	اِذْ اَقْسَمُوْا جب انہوں نے قسم کھائی	
لَيَصْرِمُنَّهَا ہم ضرور توڑ لیں گے اس کا پھل	مُصْبِحِيْنَ صبح ہوتے	وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ اور انہوں نے استثناء نہ کہا (ان شاء اللہ نہ کہا)	فَطَافَ پس پھر گیا		
عَلَيْهَا ان پر	طَآئِفٌ ایک پھرنے والا عذاب	مِّنْ رَّبِّكَ تیرے رب سے	وَهُمْ اور وہ	نَآئِمُوْنَ سوئے ہوئے تھے	فَاَصْبَحَتْ تو وہ صبح کو رہ گیا
كَالصَّرِيْمِ جیسے کٹا ہوا کھیت	فَتَنَادَوْا تو وہ ایکدوسرے کو پکارنے لگے	مُصْبِحِيْنَ صبح ہوتے	اَنِ اغْدُوْا کہ صبح سویرے چلو	عَلٰى پر	
حَرْثِكُمْ اپنے کھیت	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	صٰرِمِيْنَ کاٹنے والے	فَانْطَلَقُوْا پھر وہ چلے	وَهُمْ اور وہ	يَتَخَافَتُوْنَ آپس میں چپکے چپکے کہتے تھے
اَنْ کہ	لَا يَدْخُلَنَّهَا وہاں داخل نہ ہونے پائے	الْيَوْمَ آج	عَلَيْكُمْ تم پر	مِّسْكِيْنٌ کوئی مسکین	وَّغَدَوْا اور وہ صبح سویرے چلے
عَلٰى حَرْدٍ بخیلی پر	قٰدِرِيْنَ وہ قادر ہیں	فَلَمَّا پھر جب	رَاَوْهَا انہوں نے اسے دیکھا	قَالُوْا وہ بولے	اِنَّا لَضَآلُّوْنَ بیشک ہم راہ بھول گئے ہیں

بَلْ نَحْنُ بلکہ ہم	مَحْرُوْمُوْنَ محروم ہوگئے ہیں	قَالَ کہا	اَوْسَطُهُمْ انکے بہترین۔اوسط	اَلَمْ اَقُلْ کیا میں نے نہیں کہا تھا	لَكُمْ تم سے	
لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے	قَالُوْا وہ بولے	سُبْحٰنَ پاک ہے	رَبِّنَآ ہمارا رب	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	ظٰلِمِيْنَ ظالم (جمع)	
فَاَقْبَلَ پس متوجہ ہوا	بَعْضُهُمْ ان کا بعض ایک	عَلٰى بَعْضٍ بعض (دوسرے) پر	يَّتَلَاوَمُوْنَ ایکدوسرے کوملامت کرتے ہوئے	قَالُوْا وہ بولے		
يٰوَيْلَنَآ ہائے ہماری خرابی	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	طٰغِيْنَ سرکش (جمع)	عَسٰى امید ہے	رَبُّنَآ ہمارا رب	اَنْ کہ	يُّبْدِلَنَا ہمیں بدلے میں دے
خَيْرًا بہتر	مِّنْهَآ اس سے	اِنَّآ بیشک ہم	اِلٰى رَبِّنَا اپنے رب کی طرف	رٰغِبُوْنَ راغب (رجوع کرنیوالے) ہیں	كَذٰلِكَ یوں ہوتا ہے	
	الْعَذَابُ عذاب	وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اور البتہ آخرت کا عذاب	اَكْبَرُ سب سے بڑا	لَوْ کاش	كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہوتے	

تفسیر وتشریح: مکہ کے روساء اور سرداروں کا اور ان میں خصوصاً ولید بن مغیرہ کا ذکر مذمت کے ساتھ فرمایا گیا تھا کہ جو اپنی دولت وثروت اور سامان عیش پر مغرور اور نازاں تھے اور اپنی سرداری اور دولت پر گھمنڈ کر کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سرکشی کرتے تھے اور فقرائے اسلام سے بے رحمی برتتے تھے اور اسلام وایمان کی ناشکری اور بے قدری کر کے کفر وانکار کرتے تھے تو ان مغرور اور سرکش اہل مکہ کو سنایا جاتا ہے کہ یہ مال ودولت کی کثرت نازاں ومغرور ہونے اور اس پر اترانے کی چیز نہیں بلکہ یہ تو دنیا میں انسان کی آزمائش اور امتحان کا ایک ذریعہ ہے کہ کون ان کی وجہ سے غفلت اور گمراہی اور سرکشی میں مبتلا ہوتا ہے اور کون ان نعمتوں کی صحیح قدردانی اور سچی شکرگذاری بجالا کر ایمان پر قائم رہتا ہے تو اہل مکہ کو متنبہ فرمایا جاتا ہے کہ وہ اپنی اس سرداری اور مال و دولت پر مغرور نہ ہوں یہ تو اللہ کی طرف سے ان کی ایک جانچ ہے جیسے پہلے لوگوں کی بھی ایسی جانچ وآزمائش ہو چکی ہے۔ اسی سلسلہ میں عبرت ونصیحت کے لئے اصحاب الجنۃ یعنی باغ والوں کا ایک قصہ ذکر فرمایا جاتا ہے۔ اہل مکہ اس قصہ کو بخوبی جانتے تھے اس لئے کہ یہ باغ کا قصہ جیسا کہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے۔ ملک یمن میں واقع ہوا تھا اور اہل مکہ تجارت کے سلسلہ میں یمن آتے جاتے رہتے تھے۔ کفار مکہ گو مشرک تھے مگر دہریئے نہ تھے۔ خدا کی ذات کو اور اس کی قدرت اور اس کے خالق ورازق ہونے کو مانتے تھے مگر اپنے خیال فاسد میں شرک میں گرفتار تھے اور خدائی امور میں اپنے دیوی دیوتاؤں کو شریک سمجھتے تھے۔ اور وہ اس کو تسلیم بھی کرتے تھے کہ مال ودولت کو نیک کاموں میں خرچ کرنا اچھا پھل لاتا ہے اور بخل وکنجوسی برے نتائج دکھاتا ہے۔ عرب میں حاتم طائی جو ایام جاہلیت کے زمانہ میں تھا اس کی سخاوت آج تک مشہور اور ضرب المثل ہے۔ تو ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان روسائے مکہ کو جو مال ودولت یا سامان عیش دے رکھا ہے اور جس پر یہ مغرور ہو کر کفر وشرک پر جمے ہوئے ہیں تو اس مال ودولت سے اللہ تعالےٰ کو ان کی آزمائش منظور ہے کہ دیکھیں یہ نعمتوں کے شکر میں ایمان لاتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اختیار کرتے ہیں یا ناشکری اور بے قدری کر کے کفر و انکار کرتے ہیں۔ اور یہ آزمائش ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ ان کفار مکہ سے پہلے اللہ تعالےٰ نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی۔ اب یہ باغ والے کون تھے؟ کس زمانہ میں تھے؟ اور ان کی کیا آزمائش تھی؟ اس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے اور ملک یمن میں شہر صنعا کے قریب یہ باغ واقع تھا جس کا مالک ایک بڑا باخدا شخص تھا۔ باغ کی آمدنی میں سے فقرا اور مساکین کے حصے مقرر کر رکھے تھے اور باغ کی پیداوار اور پھل اور میووں میں بھی حصے مقرر تھے اور باغ کے اندر جو کھیتی ہوتی تھی اس میں سے بھی فقراء ومساکین کے خیرات کے لئے حصے تھے۔ جب اس مرد خدا کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹے اس باغ کے وارث ہوئے اور ان کی نیت میں فرق آ گیا اور کہنے لگے کہ ہم عیالدار ہیں اگر باپ کی طرح فقراء اور مساکین پر لٹائیں گے تو ہمارا کیسے پورا پڑے گا۔ جس قدر باپ خیر خیرات کر دیتا تھا اگر یہ سب گھر میں آوے تو کس قدر فراغت ہو۔ الغرض یہ سب شیطانی وساوس ان کے دلوں میں گھس آئے اور تجویز یہ قرار پائی کہ صبح سویرے ہی تڑکے میں اٹھ کر باغ چلو اور ساری پیداوار اور پھل توڑ کر گھر میں لے آو۔ فقیر مسکین جائیں گے تو وہاں کچھ نہ پائیں گے اور اپنی اس تدبیر پر ایسا یقین چھایا کہ لفظ انشاء اللہ بھی نہ کہا۔ مگر ان بھائیوں میں ایک بھائی خداترس بھی تھا اس نے منع کیا کہ ایسا نہ کرو۔ فقرا ومساکین کو للہ دینے سے خیر وبرکت ہوتی ہے اور ان کی دعاؤں کے لشکر نگہبانی کیا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرنے سے مہربان ہوتا ہے۔ اپنے خدائے پاک کو نہ بھولو اپنی تدابیر پر ناز نہ کرو۔ وہی تدابیر کو درست کر دیتا ہے اور وہی بگاڑ دیتا ہے مگر بقول آج کل کے عقلمندوں اور ترقی یافتوں کے اس ملانے کی بات نہ سنی اور بڑے صبح سویرے اٹھ کر چلے۔ ادھر خدا کی طرف سے رات ہی میں ان کی نیت بدلنے سے اس تیار باغ پر آفت آ گئی

۔ رات کو بگولا اٹھا آگ لگی جس نے سب کھیت اور باغ کو جلا کر برباد کر دیا۔ جب یہ صبح سویرے باغ کے قریب پہنچے تو جھلسا اور جلا ہوا دیکھتے ہیں۔ پہلے سمجھے کہ یہ ہمارا باغ نہیں ہے ہم راہ بھول کر کسی اور کے اس برباد باغ پر آ نکلے ہیں۔ ہمارا باغ تو سر سبز و شاداب اور پھلوں سے بھر پور تیار تھا۔ یعنی اس کی حیثیت ایسی بگڑ گئی تھی کہ یکایک پہچان بھی نہ سکے مگر جب خوب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارا ہی باغ ہے اس پر آسمانی مصیبت آ پڑی اور ہماری تو قسمت ہی پھوٹ گئی۔ اب لگے باہم کڑھنے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے کہ تو نے یہ صلاح دی تھی۔ دوسرا کہنے لگا کہ تو نے ہی تو کہا تھا۔ اس پر اس خدا ترس بھائی نے انہیں متنبہ کیا کہ کیوں جی میں نے نہیں کہا تھا کہ خدا کو مت بھولو۔ یہ سب اسی کا انعام سمجھو اور فقرا و محتاجوں کی خدمت سے دریغ مت کرو۔ جب اس بھائی نے انہیں پہلی کہی ہوئی باتیں یاد دلائیں تو اپنی تقصیر کا اعتراف کر کے سب مل کر کہنے لگے کہ واقعی ہماری سب کی زیادتی تھی کہ جو ہم نے فقیروں اور محتاجوں کا حق مارنا چاہا اور حرص اور طمع میں آ کر اصل بھی کھو بیٹھے۔ یہ جو کچھ خرابی آئی اس میں ہم ہی قصوروار ہیں۔ مگر خیر ہم اب بھی اپنے رب سے نا امید نہیں کیا عجب ہے کہ وہ اپنی رحمت سے پہلے باغ سے بہتر باغ ہم کو عطا کر دے۔ یہ قصہ بیان فرما کر آگے اس قصہ کی غرض کو اہل مکہ کے لئے ظاہر کیا گیا کہ یہ تو دنیا کے عذاب کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا جسے کوئی ٹال نہ سکا بھلا آخرت کی اس بڑی آفت کو کون ٹال سکتا ہے۔ کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ اس بات کو سمجھ لیتے اور ایمان لے آتے۔

ان آیات کریمہ سے اور اس قصہ سے کئی باتیں بطور نصیحت معلوم ہوئیں۔

ایک یہ کہ جو اہل غفلت اپنی تدبیروں پر نازاں ہیں اور اہل حقوق کی حق تلفی میں لگے رہتے ہیں وہ آخر خود ہی خسارہ اور نقصان میں پڑتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو گناہوں سے بچو۔ گناہوں کی شامت کی وجہ سے انسان اس روزی سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے جو اس کے لئے تیار کر دی گئی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تلاوت کی کہ یہ لوگ بسبب اپنے گناہ کے اپنے باغ کے پھل اور اس کی پیداوار سے محروم ہو گئے۔

دوسرے یہ کہ ناگہانی زمینی یا آسمانی آفت باغوں۔ کھیتوں اور فصلوں پر جو برابر آتی رہتی ہیں مثلاً کبھی گرم اور تیز لو نے سبزہ زار کو جھلسا دیا۔ کبھی تند ہوا اور آندھی نے درختوں کا ناس مار دیا۔ کبھی پالا پڑ گیا تو کھیتی برباد ہو گئی۔ کہیں آسمان سے اولے برسے تو پتیاں تک باقی نہ رہیں۔ کبھی ٹڈی دل نے آ کر باغات اور کھیتوں کا صفایا کر دیا۔ کبھی سیلاب اور طوفانوں نے کھڑی فصلیں برباد کر دیں۔ یہ سب دنیوی عذاب کے نمونے ہیں جو خدا کی نافرمانیوں اور خلاف حکم عمل کرنے کی بدولت آتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ اگر مصیبت آ پڑنے کے بعد بھی آدمی سمجھ جائے اور توبہ و استغفار سے اپنی غلطی کا تدارک کرے اور غلطیوں سے تہ دل سے تائب ہو جائے اور اللہ سے اس کے فضل کی امید رکھے اور ہر مصیبت کے وقت اللہ ہی کی طرف رجوع کرے تو اس مصیبت یا تلف شدہ چیز کا بدل اللہ تعالےٰ عطا فرما دیتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب مومن پر کوئی مصیبت آئے تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہئے تاکہ دنیا اور آخرت میں اس کا بدلہ ملے۔

چوتھے یہ معلوم ہوا کہ جو آدمی کسی غلط کام اور گناہ سے لوگوں کو نصیحت کرے اور روکے مگر لوگ اس کی بات نہ مانیں اور اس گناہ سے نہ رکیں پھر اگر وہ نصیحت کرنے والا خود بھی ان غلط کام کرنے والوں کے ساتھ لگا رہے اور گناہ میں شریک رہے۔ تو یہ بھی انہیں گناہ اور غلط کام کرنے والوں کے حکم میں ہوتا ہے اس کو چاہئے کہ دوسرے لوگ اگر گناہ سے نہ رکیں تو خود اپنے آپ کو وہ نصیحت کرنے والا گناہ سے بچائے اور دوسروں سے علیحدہ رہے۔ جیسے اس باغ والے واقعہ میں وہ درمیانہ بھائی جس نے اپنے دوسرے بھائیوں کو نصیحت کی تھی کہ غربا اور مساکین کو نہ دینے کی خراب نیت مت کرو۔ مگر جب دوسرے سب بھائی نہ مانے تو یہ بھی ان کے ساتھ ہولیا جس نے نصیحت کی تھی اور صحیح بات کہی تھی۔ تو اگرچہ یہ بھائی دوسروں سے بہتر تھا مگر بہر حال اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ ہولیا اور انہیں کی غلط رائے پر عمل کے لئے تیار ہو گیا تھا اس لئے نتیجہ اس کو بھی بھگتنا پڑا اور تمام باغ جس میں اس ناصح کا بھی حصہ تھا سب برباد ہو گیا۔

اب یہاں ان آیات میں چونکہ دنیوی باغات کا ذکر آ گیا تھا جن پر خدا کی نافرمانی اور خلاف حکم کرنے سے بلا اور مصیبت آ جاتی ہے۔ آگے جنت کے باغات جو آخرت میں متقی پرہیز گاروں کو ملیں گے اور جن کی نعمتیں نہ کبھی فنا ہوں گی۔ نہ گھٹیں گی۔ نہ ختم ہوں گی اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾

بیشک پرہیزگاروں کیلئے اُن کے رب کے نزدیک آسائش کی جنتیں ہیں۔ کیاہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کردیں گے

مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ

تم کو کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی (آسمانی) کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو کہ اس میں تمہارے لئے وہ چیز (لکھی) ہو جو تم پسند کرتے ہو

لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَیُّهُمْ

کیا ہمارے ذمہ کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں اور قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو۔ ان سے پوچھئے کہ ان میں

بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۴۱﴾

اس کا کون ذمہ دار ہے۔ کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک ہیں۔ سو ان کو چاہیئے کہ یہ اپنے ان شریکوں کو پیش کریں اگر یہ سچے ہیں۔

اِنَّ بیشک	لِلْمُتَّقِیْنَ پرہیزگاروں کیلئے	عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس	جَنّٰتِ النَّعِیْمِ نعمتوں کے باغات	اَفَنَجْعَلُ تو کیا ہم کردیں گے		
الْمُسْلِمِیْنَ مسلمانوں	كَالْمُجْرِمِیْنَ مجرموں کی طرح	مَا لَكُمْ کیا ہوا تمہیں	كَیْفَ کیسا	تَحْكُمُوْنَ تم فیصلہ کرتے ہو	اَمْ لَكُمْ کیا تمہارے پاس	
كِتٰبٌ کوئی کتاب	فِیْهِ اس میں	تَدْرُسُوْنَ تم پڑھتے ہو	اِنَّ بیشک	لَكُمْ تمہارے لئے	فِیْهِ اس میں	لَمَا تَخَیَّرُوْنَ البتہ جو تم پسند کرتے ہو
اَمْ لَكُمْ کیا تمہارے لئے	اَیْمَانٌ کوئی پختہ عہد	عَلَیْنَا ہم پر (ہمارے ذمے)	بَالِغَةٌ پہنچنے والا	اِلٰی تک	یَوْمِ الْقِیٰمَةِ قیامت کے دن	اِنَّ بیشک
لَكُمْ تمہارے لئے	لَمَا البتہ جو	تَحْكُمُوْنَ تم فیصلہ کرتے ہو	سَلْهُمْ تو ان سے پوچھ	اَیُّهُمْ ان میں سے کون	بِذٰلِكَ اس کا	زَعِیْمٌ ضامن (ذمہ دار)
اَمْ لَهُمْ یا ان کے	شُرَكَآءُ شریک (جمع)	فَلْیَاْتُوْا تو چاہیے کہ وہ لائیں	بِشُرَكَآئِهِمْ اپنے شریکوں	اِنْ اگر	كَانُوْا وہ ہیں	صٰدِقِیْنَ سچے

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اہل مکہ کی عبرت ونصیحت کے لئے اصحاب الجنۃ یعنی باغ والوں کا قصہ ذکر فرمایا گیا تھا آگے اس کے مقابلہ میں آخرت کے باغ کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ دنیا کے باغ وبہار کو کیا لئے پھرتے ہو۔ جنت کے باغات ان سے کہیں بہتر ہیں جن میں ہر قسم کی نعمتیں جمع ہیں۔ پھر وہ نعمتیں نہ کبھی فنا ہوں گی۔ نہ گھٹیں گی۔ نہ ختم ہوں گی۔ نہ ان میں کوئی خرابی نقصان اور زوال کبھی واقع ہوگا۔ تو یہ جنت کے باغات جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور جن میں ہر طرح کی دائمی اور ابدی نعمتیں ہیں۔ وہ متقی پرہیزگار اللہ سے ڈرنے والے بندوں یعنی مؤمنین کے لئے ہیں۔ آگے کفار مکہ کے ایک خیال کی تردید فرمائی جاتی ہے۔ کفار مکہ جب اہل ایمان سے یہ سنتے کہ ہم کو اللہ کے ہاں آخرت میں بڑے درجے ملیں گے تو کفار وغیرہ غرور وتکبر سے کہتے کہ اگر قیامت وآخرت کے دن مسلمان پر عنایت وبخشش ہوگی تو ہم پر ان سے بڑھ کر اور بہتر عنایت ہوگی اور ہم کو ان سے بھی بڑھ کر درجے ملیں گے کیونکہ ہمیں ان سے دنیا میں بڑھ کر درجہ حاصل ہے۔ پھر آگے چل کر کیوں نہ حاصل ہوگا۔ جس طرح دنیا میں ہم کو عیش وسرداری میں رکھا گیا ہے تو آخرت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ کفار کے اس خیال کی تردید فرمائی جاتی ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ اپنے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو برابر کردے گا۔ اگر ایسا ہوتو یہ مطلب ہوگا کہ ایک وفادار غلام جو ہمیشہ اپنے آقا کی حکم برداری کے لئے تیار رہتا ہے وہ اور ایک جرائم پیشہ باغی دونوں کا انجام یکساں ہوجائے۔ بلکہ مجرم باغی وفاداروں سے بھی اچھا رہے۔ یہ تو وہ بات ہے کہ جس کو عقل سلیم اور

فطرت صحیحہ بھی تسلیم نہیں کرتی۔ یہ بات کہ فرمانبردار اور نافرمان دونوں برابر کر دیئے جائیں ظاہر ہے عقل وفطرت کے خلاف ہے۔ اب دنیا میں تو یہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے اور کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ دنیا میں تو عموماً فساق۔ فجار۔ ظالم۔ چور۔ ڈاکو۔ بدکار۔ رشوت خوار۔ مزے اڑاتے پھرتے ہیں اور نیک' شریف' حیادار' غیرتمند اکثر ناکام نظر آتے ہیں۔ اب اگر آگے بھی کوئی وقت ایسا نہ آئے کہ جس میں حق وناحق کا صحیح انصاف ہو۔ نیک کو نیکی کرنے کا اچھا بدلہ ملے اور بد کو برائی کی سزا ملے تو پھر عدل وانصاف کے کوئی معنیٰ ہی باقی نہیں رہتے اور جو لوگ خدا کی ذات عالی کے وجود کے قائل ہیں وہ اس کا کیا جواب دیں گے کہ خدا تعالیٰ کا انصاف کہاں گیا۔ تو قرآن کریم نے اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ فرما کر یعنی کیا اللہ تعالیٰ فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کر دیں گے؟ یعنی ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اگر ایسا ہوا تو فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں کیا فرق و امتیاز نتیجہ کے لحاظ سے رہ جاوے گا جس سے فرمانبرداروں کی افضلیت اور برتری ثابت ہو۔ اس لئے ایسا کوئی وقت آنا ضروری ہوا کہ جہاں سب کا حساب ہو اور انصاف ہی انصاف ہو اور نیک و بد کا کھل کر امتیاز ظاہر ہو۔ اور قیامت وآخرت کی یہ عقلی دلیل ہے کہ جہاں جزا وسزا عقلاً ضروری ہوا ورنہ تو پھر دنیا میں کوئی برا کام برا نہیں اور کوئی جرم جرم نہیں پھر خدائی عدل وانصاف کے کوئی معنیٰ نہیں رہتے۔ آگے مشرکین جو یہ دعویٰ کرتے تھے ان کو خطاب کر کے کہا جاتا ہے کہ عقلی دلیل سے تو تمہاری یہ بات خلاف عقل ہے۔ پھر کیا کوئی نقلی یعنی کتابی دلیل تمہارے پاس اپنے اس قول کی تائید میں موجود ہے کہ مسلم اور مجرم۔ فرمانبردار اور نافرمان دونوں برابر کر دیئے جائیں گے؟ کیا تم کسی معتبر کتاب میں یہ مضمون پڑھتے ہو کہ جو تم اپنے لئے پسند کر لو گے آگے چل کر وہی تم کو ملے گا اور تمہاری من مانی خواہشات پوری کی جائیں گی۔ یا اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے کوئی قسم کھالی ہے اور عہد وپیمان کر لیا ہے کہ تم جو کچھ اپنے دل سے من گھڑت ٹھہرالو گے وہی دیا جائے اور جس طرح آج عیش وسرداری میں ہو قیامت تک اسی حال میں رکھے جاؤ گے؟ جو شخص ان مشرکین میں سے ایسا دعویٰ کرے اور اس کے ثابت کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے تو اے مشرکین لاؤ اسے سامنے پیش کرو۔ معلوم تو ہو کہ وہ کون سی دلیل سے اور کہاں سے ایسی بات کہتا ہے۔ آگے بتایا جاتا ہے کہ جب عقلی یا نقلی کوئی دلیل ان مشرکین کے پاس اپنے قول کی تائید وثبوت میں نہیں۔ محض جھوٹے اور وہمی دیوی دیوتاؤں کے بل بوتے پر یہ دعویٰ کئے جا رہے ہیں کہ وہ ہم کو یوں کر دیں گے۔ اور یوں مرتبے دلا دیں گے اور یوں ہماری سفارش کریں گے کیونکہ وہ خدائی کے شریک اور حصہ دار ہیں تو اس دعوے میں ان کا سچا ہونا اسی وقت ثابت ہوگا جب وہ ان شرکاء کو خدا کے مقابلہ پر بلا لائیں اور اپنی من مانی کارروائی کرا دیں۔ لیکن یاد رہے کہ وہ معبود عابدوں سے زیادہ عاجز اور بے بس ہیں۔ اے مشرکین! وہ تمہاری کیا مدد کریں گے وہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ غرض جب یہ بات کہ فرمانبردار اور نافرمان دونوں قیامت میں برابر ہو جائیں گے نہ کسی آسمانی کتاب میں موجود ہے نہ علاوہ کتاب کے اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا وعدہ ہے اور نہ کوئی شخص یا اس کا باطل معبود اس کی ذمہ داری لے سکتا ہے تو پھر یہ مشرکین کس بنا پر دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو اللہ کے ہاں بڑے درجات ملیں گے تو ہم کو بھی ان سے بڑھ کر بڑے درجات ملیں گے۔ مطلب یہ کہ ان مشرکین کا یہ قول محض باطل اور خلاف عقل و نقل ہے۔ اور ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ ایک فرمانبردار اور ایک نافرمان برابر کر دیئے جائیں۔

اور ان کی آنکھیں دہشت وشرمندگی سے نیچی ہو جائیں گی جیسا کہ اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ

جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور سجدہ کی طرف لوگوں کو بُلایا جائے گا۔ سو یہ (کافر) لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِيْ وَمَنْ

نیز ان پر ذلت چھائی ہوگی اور یہ لوگ سجدہ کی طرف بلائے جایا کرتے تھے اور وہ صحیح سالم تھے تو مجھ کو اور جو اس

يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَأُمْلِيْ لَهُمْ

کلام کو جھٹلاتے ہیں اُن کو رہنے دیجئے۔ ہم ان کو بتدریج (جہنم کی طرف) لئے جارہے ہیں اس طور پر کہ اُن کو خبر بھی نہیں۔ اور ان کو مہلت دیتا ہوں

إِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿٤٥﴾ أَمْ تَسْئَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ

بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان سے دبے جاتے ہیں۔ یا ان کے پاس غیب (کا علم ہے)

فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾

کہ یہ (اسکو) لکھ لیا کرتے ہیں۔

يَوْمَ جس دن	يُكْشَفُ کھول دیا جائے گا	عَنْ سے	سَاقٍ پنڈلی	وَيُدْعَوْنَ اور وہ بلائے جائیں گے	إِلَى السُّجُوْدِ سجدوں کیلئے
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تو وہ نہ کرسکیں گے	خَاشِعَةً جھکی ہوئی	أَبْصَارُهُمْ ان کی آنکھیں	تَرْهَقُهُمْ ان پر چھائی ہوئی	ذِلَّةٌ ذلت	وَقَدْ اور تحقیق
كَانُوْا يُدْعَوْنَ بلائے جاتے ہیں	إِلَى السُّجُوْدِ سجدوں کیلئے	وَهُمْ جبکہ وہ	سَالِمُوْنَ (صحیح) سالم (جمع)	فَذَرْنِيْ پس مجھے چھوڑ دو تم	
وَمَنْ يُّكَذِّبُ اور وہ جو جھٹلاتا ہے	بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اس بات کو	سَنَسْتَدْرِجُهُمْ جلد ہم انہیں آہستہ آہستہ کھینچیں گے	مِّنْ حَيْثُ اس طرح		
لَا يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے نہ ہوں گے	وَأُمْلِيْ اور میں ڈھیل دیتا ہوں	لَهُمْ ان کو	إِنَّ بیشک	كَيْدِيْ میری خفیہ تدبیر	مَتِيْنٌ بڑی قوی
أَمْ تَسْئَلُهُمْ کیا آپ مانگتے ہیں ان سے	أَجْرًا کوئی اجر	فَهُمْ کہ وہ	مِّنْ سے	مَّغْرَمٍ تاوان	مُّثْقَلُوْنَ بوجھل (دبے جاتے) ہیں
أَمْ یا	عِنْدَهُمُ ان کے پاس	الْغَيْبُ (علم) غیب	فَهُمْ کہ وہ	يَكْتُبُوْنَ لکھ لیتے ہیں	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت میں ان کے افترا اور خیالی ڈھکوسلہ کی حقیقت کھلے گی کہ جب میدان حشر میں مومن وکافر مخلص ومنافق صاف طور پر کھل جائیں گے اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسی اور ظاہری طور پر مشاہدہ ہو جائے گی اور قیامت میں یہ اس وقت ہوگا جبکہ ''ساق'' کی تجلی فرمائی جائے گی۔ یہاں آیت میں فرمایا گیا ہے:۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ یعنی جس دن کھول دی جائے گی ساق۔ ''ساق'' کے لفظی معنی ہیں پنڈلی کے۔

محققین علمائے مفسرین کا قول ہے کہ صفات باری تعالےٰ میں سے یہ کوئی مخصوص صفت ہے۔ جس کی تجلی اس وقت ہوگی اور اس کو کسی خاص مناسبت سے ''ساق'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ کے لئے ید یعنی ہاتھ اور وجہ یعنی چہرہ اور حدیث میں رجل اور قدم یعنی پیر کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ یہ سب کلمات متشابہات کہلاتے ہیں اور ان کی متعدد توجیہات اور تاویلات ہوسکتی ہیں۔ ان پر اسی طرح بلا کیف ایمان رکھنا چاہئے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات۔ اس کا

وجود ۔ اس کی حیات ۔اس کے سمع اور بصر یعنی سننے اور دیکھنے کی صفات پر ایمان رکھتے ہیں بغیر اس کی حقیقت کو جانے اور سمجھے ہوئے ۔ پھر محاورہ عرب میں کشف ساق سے مراد کسی عظیم الشان اور دشوار امر سے ہوتی ہے ۔اور اکثر ائمہ تفسیر بلکہ صحابہ اور تابعین سے یہی معنی مراد ہیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس کشف ساق (یعنی پنڈلی کھل جانے) سے مراد ہے کہ وہ دن تکلیف دکھ درد اور شدت کا دن ہوگا ۔ بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ۔ آپ فرماتے تھے کہ ہمارا پروردگار اپنی پنڈلی کھولے گا پس ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت سجدہ میں گر پڑے گی لیکن دنیا میں جو لوگ دکھانے یا سنانے یعنی منافقانہ سجدہ کرتے تھے وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی کمر تختہ کی طرح ہو جائے گی یعنی وہ سجدہ نہ کرسکیں گے ۔

الحاصل قیامت میں حق تعالیٰ کی اس تجلی ساق کی ایک یہ تاثیر طبعی ہوگی کہ تمام انسان یعنی کافر و مومن سب ہی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن مومن تو اس وقت اس پر با آسانی قادر ہو جائیں گے اور سجدہ میں چلے جائیں گے لیکن کافر و منافق باوجود سجدہ کے ارادہ اس پر قادر نہ ہوں گے ۔اور اس وقت ندامت اور شرمندگی کے مارے آنکھیں اوپر نہ اٹھ سکیں گی اور نہایت ذلیل و پست ہو جائیں گے کیونکہ دنیا میں بڑے سرکش کبروغرور والے تھے ۔ دنیا میں صحت و سلامتی کی حالت میں جب انہیں سجدہ کا حکم دیا گیا تھا اور باختیار خود سجدہ کر سکتے تھے ۔مگر وہاں کبھی اخلاص سے اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کیا جس کی سزا یہ ملی اور اس کا اثر یہ ہوا کہ اب اگر سجدہ کرنا چاہیں بھی تو نہیں کر سکتے ۔ یہاں آیت میں کفار کے لئے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ فرمایا گیا یعنی ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی شرمندگی و ذلت کے باعث ۔قرآن کریم میں کبھی ذکر نگاہوں کے اوپر اٹھے رہنے کا بھی آیا ہے ۔تو ان دونوں باتوں میں کوئی معارضہ نہیں کیونکہ حشر میں شدید ہولناکی کے مختلف احوال پیدا ہوں گے اور انہی کے لحاظ سے کفار و مشرکین کے تاثرات بھی بدلتے رہیں گے ۔کبھی غلبہ انتہائی ندامت و شرمندگی کا ہوگا اس وقت نظریں نیچی ہو جائیں گی ۔کبھی غلبہ حیرت اور استعجاب کا ہوگا اس وقت نظریں اوپر کو اٹھ جائیں گی ۔الغرض قیامت میں خداوند تعالیٰ کی تجلی ساق دیکھ کر مومن تو سب سجدہ میں گر جائیں گے اور کفار و منافق سجدہ نہ کرسکیں گے ۔ کمر تختہ ہو جائے گی اور بجائے سجدہ کے پیٹھ کے بل چت گر پڑیں گے ۔گویا جیسے دنیا میں ان کی حالت مومنوں کے خلاف تھی وہاں قیامت میں بھی خلاف ہی رہے گی ۔آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد فرمایا کہ ان کفار کو عذاب ہونا تو یقینی ہے لیکن چندے عذاب کے توقف سے آپ ان کی باتوں پر رنج نہ کیجئے اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیجئے ۔وہ خود ان سے نبٹ لے گا اور اس طرح بتدریج آہستہ آہستہ جہنم کی طرف لے جائے گا اس طرح کہ ان کو پتہ بھی نہ چلے گا ۔لیکن اندر ہی اندر ان کی جڑیں کٹتی چلی جائیں گی اس کی خفیہ اور لطیف تدابیر ایسی ہیں جس کو یہ لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے ۔ بھلا اس کا توڑ تو کیا کر سکتے ہیں ۔اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے انکار نبوت پر تعجب ہے کہ یہ لوگ اس طرح تباہی کی طرف چلے جا رہے ہیں لیکن آپ کی باتیں نہیں مانتے ۔آپ ان سے کوئی مالی یا جاہی معاوضہ بھی طلب نہیں کرتے کہ جس کے بوجھ میں یہ دبے جا رہے ہوں اور اس لئے آپ کی اطاعت سے نفرت ہو ۔یا ان کے پاس غیب کی خبریں آتی ہیں اور اسے وہ لکھ لیتے ہیں اس لئے آپ کے اتباع کی ضرورت نہیں سمجھتے ۔اگر یہ بات بھی نہیں تو یہ لوگ صرف اپنی جہالت' عناد اور ہٹ دھرمی کے باعث آپ کو جھٹلا رہے ہیں ۔جس پر آپ صبر کریں ۔

اب ان کفار کی تکذیب نبوت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دکھ اور رنج ہوتا تھا آگے اس پر آپ کی مزید تسلی فرمائی جاتی ہے اور اسی پر سورت کو ختم فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾ لَوْلَآ اَنْ

تو آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے اور (تنگدلی میں) مچھلی والے پیغمبر یونس کی طرح نہ ہوجایئے جبکہ یونس نے دعا کی اور وہ غم سے گھٹ رہے تھے۔ اگر

تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿٤٩﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ

خداوندی احسان ان کی دستگیری نہ کرتا تو وہ میدان میں بدحالی کے ساتھ ڈالے جاتے۔ پھر اُن کے رب نے اُن کو اور برگزیدہ کرلیا اور ان کو صالحین

الصّٰلِحِيْنَ ﴿٥٠﴾ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ

میں سے کردیا اور یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے

وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٥١﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٥٢﴾

اور کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہے۔ حالانکہ یہ تمام جہان کے واسطے نصیحت ہے۔

فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں	لِحُكْمِ حکم کیلئے	رَبِّكَ اپنا رب	وَلَا تَكُنْ اور نہ ہوں آپ	كَصَاحِبِ الْحُوْتِ مچھلی والے (یونس) کی طرح
اِذْ نَادٰى جب اس نے پکارا	وَهُوَ اور وہ مَكْظُوْمٌ غم سے بھرا ہوا	لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ اگر نہ اسکو پایا (سنبھالا) ہوتا	نِعْمَةٌ نعمت	مِّنْ رَّبِّهٖ اسکے رب کا
لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ البتہ وہ ڈالا جاتا چٹیل میدان میں	وَهُوَ اور وہ	مَذْمُوْمٌ ملامت زدہ (ابتر حال)	فَاجْتَبٰهُ پس اسکو برگزیدہ کیا	رَبُّهٗ اس کا رب
فَجَعَلَهٗ پس اسکو کرلیا	مِنَ سے	الصّٰلِحِيْنَ نیکو کاروں	وَاِنْ يَّكَادُ اور تحقیق قریب ہے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا کافر
لَيُزْلِقُوْنَكَ کہ وہ آپ کو پھسلا دیں گے	بِاَبْصَارِهِمْ اپنی نگاہوں سے	لَمَّا جب	سَمِعُوْا وہ سنتے ہیں	الذِّكْرَ کتاب نصیحت
وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں	اِنَّهٗ بیشک یہ	لَمَجْنُوْنٌ البتہ دیوانہ	وَمَا هُوَ حالانکہ یہ نہیں	اِلَّا مگر
ذِكْرٌ نصیحت	لِّلْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کیلئے			

تفسیر وتشریح: یہ سورہ نٓ کی آخری آیات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں خطاب کرکے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صبر وتحمل سے کام لیتے رہئے اور ان کی ایذا رسانیوں سے ہراساں نہ ہوں اور اللہ نے فی الحال جو ان کو ڈھیل دے رکھی ہے اس فیصلہ خداوندی پر صبر رکھیں اور بے صبری اور عجلت پسندی سے مچھلی کے پیٹ میں جانے والے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہوجایئے کہ جس طرح وہ منکرین ومکذبین سے تنگدل ہوئے اور بددل اور ملول خاطر ہوکر بلا اجازت خداوندی قوم کو چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ۔ پہلے سورہ یونس گیارہویں پارہ اور سورہ انبیاء سترھویں پارہ اور والصّٰفّٰت تیئسویں پارہ میں بیان ہوچکا ہے مختصراً حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ آیات قرآنی کی روشنی میں اس طرح ہے کہ حضرت یونسؑ کو اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر سرفراز فرمایا اور عراق کے مشہور مقام نینوا کے باشندوں کی رشد وہدایت کے لئے مامور فرمایا یونس علیہ السلام ایک عرصہ تک ان کو تبلیغ فرماتے رہے اور توحید کی دعوت دیتے رہے مگر انہوں نے اعلان حق پر کان نہ دھرے اور کفر وشرک پر اصرار کرتے رہے اور خدا کے سچے پیغمبر کی دعوت کا تمسخر اور مذاق اڑاتے رہے۔ قوم کی مسلسل مخالفت سے متاثر ہوکر یونس علیہ السلام قوم سے دل برداشتہ ہوکر ان کے لئے عذاب الٰہی کی بددعا کرکے ان کے درمیان سے غصہ سے بھرے ہوئے روانہ ہوگئے۔ جب دریائے فرات کے کنارے پہنچے تو ایک کشتی مسافروں سے لدی ہوئی تیار کھڑی تھی۔ حضرت یونسؑ کشتی میں سوار ہوئے اور کشتی نے لنگر اٹھا دیا۔ راہ میں طوفانی ہواؤں نے کشتی کو آگھیرا۔ جب کشتی ڈگمگانے لگی اور اہل کشتی کو غرق

ہونے کا یقین ہونے لگا تو اپنے عقیدہ کے موافق وہ کہنے لگے:۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا بیٹھا ہے جب تک اس کو کشتی سے جدا نہ کیا جائے گا کشتی کا کنارے لگنا مشکل ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب یہ سنا تو آپ کو تنبہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نینوا سے وحی کا انتظار کئے بغیر اس طرح چلا آنا پسند نہیں آیا اور یہ میری آزمائش کے آثار ہیں یہ سوچ کر آپ نے اہل کشتی سے فرمایا کہ وہ غلام میں ہوں کہ جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ مجھ کو کشتی سے باہر پھینک دو۔ مگر ملاح جو آپ کی پاکبازی سے متاثر تھے انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے۔ چنانچہ تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر مرتبہ یونس علیہ السلام کے نام پر قرعہ نکلا۔ تب مجبور ہو کر انہوں نے یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا یا خود یونس علیہ السلام دریا میں کود گئے۔ اسی وقت خدائے تعالیٰ کے حکم سے ان کو ایک مچھلی نے نگل لیا۔ یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں زندہ پہنچ گئے تو درگاہ الٰہی میں اپنی اس ندامت کا اظہار کیا کہ کیوں وہ وحی الٰہی کا انتظار کئے بغیر اور اللہ تعالیٰ سے اجازت لئے بغیر قوم سے ناراض ہو کر نینوا سے نکل آئے اور عفو تقصیر کے لئے اس طرح دعا گو ہوئے:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔

"الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی یکتا ہے، میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، بلاشبہ میں اپنے نفس پر خود ہی ظلم کرنے والا ہوں"۔

اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کی درد بھری معذرت کو سنا اور قبول فرمایا چنانچہ مچھلی کو حکم ہوا کہ وہ دریا کے کنارے جا کر یونسؑ کو اگل دے۔ چنانچہ مچھلی نے یونسؑ کو ساحل پر اگل دیا۔ اس وقت آپ نہایت کمزور اور ناتوان ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ایک بیل دار درخت اگا دیا کہ جس کے سایہ میں آپ رہ سکیں۔ اور بذریعہ وحی مخاطب فرمایا کہ آپ جو وحی کا انتظار کئے بغیر قوم کو بددعا دے کر ان کے درمیان سے نکل آئے تو ایک نبی کی شان کے شایاں نہ تھا کہ قوم کے حق میں عذاب کی بددعا کر کے اور ان سے نفرت کر کے جدا ہو جانے میں عجلت پسندی سے کام لے اور وحی الٰہی کا بھی انتظار نہ کرے۔ ادھر یونس علیہ السلام کے ساتھ تو یہ معاملہ ہوا ادھر اہل نینوا نے یونسؑ کے بستی چھوڑنے پر آپ کی بددعا کے آثار محسوس کئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ وہ خدا کے سچے پیغمبر تھے اور اب ہماری ہلاکت یقینی ہے تب ہی تو یونس علیہ السلام ہم سے جدا ہو گئے یہ سوچ کر تمام اہل نینوا کے دل خوف و دہشت سے کانپ اٹھے اور حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کرنے لگے ساتھ ہی سب آبادی سے باہر نکل کر میدان میں آئے اور خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ واستغفار کرنے لگے اور گریہ وزاری کے ساتھ متفقہ آواز سے یہ اقرار کرتے رہے کہ پروردگار یونس علیہ السلام تیرا جو پیغام ہمارے پاس لے کر آئے تھے ہم اس کی تصدیق کرتے اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو دولت ایمان سے نوازا اور ان کو عذاب سے محفوظ کر دیا۔ ادھر یونسؑ کو دوبارہ حکم ہوا کہ نینوا جائیں اور قوم میں رہ کر ان کی رہنمائی فرمائیں۔ چنانچہ یونسؑ نے اس حکم کا امتثال کیا اور نینوا میں واپس تشریف لائے۔ قوم نے جب آپ کو دیکھا تو بے حد مسرت وخوشی کا اظہار کیا اور آپ کی رہنمائی میں دین ودنیا کی کامرانی حاصل کرتی رہی۔

حضرت یونس علیہ السلام کے انہی واقعات کی طرف ان آیات میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ جب یونس علیہ السلام قوم کی طرف سے غصہ میں بھرے ہوئے تھے عذاب کی بددعا بلکہ پیشین گوئی کر کے سب کو چھوڑ کر چلے گئے تو وہ غم سے گھٹ رہے تھے اور یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا پھر بلا اجازت خداوندی شہر چھوڑ کر چلے آنے کا۔ پھر مچھلی کے پیٹ میں محبوس رہنے کا۔ اس وقت اللہ کو پکارا اور دعا کی اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔ آگے بتلایا گیا کہ اگر قبول توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ کا مزید فضل واحسان دستگیری نہ کرتا تو اسی چٹیل میدان میں جہاں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ڈالے گئے تھے الزام کھائے ہوئے پڑے رہتے اور وہ کمالات باقی نہ رہنے دیئے جاتے

جو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس ابتلا کے وقت بھی باقی رہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اور زیادہ ان کا رتبہ بڑھایا اور ان کو اور زیادہ برگزیدہ کر لیا اور اعلیٰ درجہ کے صالحین میں داخل رکھا تو یہ قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کر تلقین فرمائی گئی کہ آپ اپنی رائے سے کفار کے عذاب کے بارہ میں عجلت نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے اور اس کی تجویز پر مطمئن رہئے۔ خاتمہ پر پھر کفار کے اس قول کا بطلان فرمایا گیا جس کا شروع سورت میں بطلان تھا کہ جب یہ کفار آپ سے قرآن سنتے ہیں تو غیظ و غضب سے بھر جاتے ہیں اور شدت عداوت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے۔ یہ ایک محاورہ ہے جیسا ہمارے ہاں کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس طرح دیکھتا ہے جیسے کھا جائے گا۔ مطلب یہ کہ شدت عداوت سے آپ کو بری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اسی عداوت سے کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ مجنون ہیں، حالانکہ یہ قرآن جس کو آپ سناتے ہیں وہ تمام عالم کے لئے اعلیٰ ترین پند و نصیحت کا ذخیرہ ہے۔ اسی سے بنی نوع انسان کی اصلاح اور دنیا کی کایا پلٹ ہوگی۔

''اس سورت کی خاتمہ کی آخری دو آیات یہ ہیں۔

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۞ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۞ یعنی جب یہ کافر قرآن سنتے ہیں تو شدت عداوت سے ایسے معلوم ہوتے کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے مطلب یہ کہ شدت عداوت سے آپ کو بری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اسی عداوت سے آپ کی نسبت کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ مجنون ہیں حالانکہ یہ قرآن تمام جہان والوں کے واسطے نصیحت ہے۔ تو ان آیات سے متعلق بعض مفسرین نے ایک خاص واقعہ نقل کیا ہے کہ انسان کی نظر بد لگ جانا اور اس سے کسی کو نقصان یا بیماری پہنچ جانا اس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ملتا ہے چنانچہ مکہ میں ایک شخص اس معاملہ میں بڑا مشہور تھا اور اس کی نظر کسی جانور یا اونٹ وغیرہ کو لگ جاتی تو وہ بیمار ہو کر مر جاتا۔ کفار مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت تو تھی ہی اور ہر طرح سے آپ کو ایذا اور تکلیف پہنچانے کی وہ کوشش کیا کرتے تھے چنانچہ ان کو یہ سوجھی کہ اس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر بد لگواؤ اور اس غرض سے اس کو بلا کر لائے اور اس نے اپنی نظر بد لگانے کی پوری کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور اس کی نظر بد کا کوئی اثر آپ پر نہ ہوا۔ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی سلسلہ میں یہ آیات نازل ہوئیں اور ان میں اسی نگاہ بد لگانے کو بیان فرمایا گیا ہے حضرت امام حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ جس شخص کو نظر بد کسی انسان کی لگ گئی ہو اس پر یہ آیات پڑھ کر دم کر دینا نظر بد کے اثر کو زائل کر دیتا ہے۔

الحمدللہ سورہ قلم کا بیان اس درس پر ختم ہو گیا۔ اس کے بعد ان شاء اللہ اگلی سورت کا بیان شروع ہوگا۔

سورۃ ن کے خواص

۱- ظالموں کے گھر ویران کرنے ہوں اور ان کے حالات خراب کرنے ہوں تو سورۃ ن لکھ کر ان کے گھروں میں چھپا دو۔

وان یکادالذین کفرو...... آخیر سورۃ تک

جس آدمی کو بدنظری کا خطرہ ہو یا حاسدوں کے حسد کا ڈر ہو تو وہ ایک کاغذ پر پہلے ۲۵ مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھے پھر ایک دفعہ مذکورہ آیات لکھ کر اپنے پاس رکھے تو حسد اور نظر بد سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو دنیا میں تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آخرت میں ہم کو اپنے متقی بندوں میں شامل فرمائیں اور جو جنت کی نعمتیں اپنے متقی بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہیں وہ ہم کو بھی نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثِنْتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَاقَّةُ ۝۱ مَا الْحَاقَّةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝۳ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝۴ فَاَمَّا

وہ ہونیوالی چیز کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز ثمود اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی چیز (یعنی قیامت) کی تکذیب کی

ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝۵ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ

سو ثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کردیئے گئے۔ اور عاد جو تھے سو وہ ایک تیز وتند ہوا سے ہلاک کئے گئے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر

سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ

سات رات اور آٹھ دن متواتر مسلط کردیا تھا سو (اے مخاطب اگر) تو (اس وقت وہاں موجود ہوتا) تو اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے

خَاوِيَةٍ ۝۷ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ۝۸

تنے (پڑے) ہیں سو کیا تجھ کو ان میں کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے۔

اَلْحَاقَّةُ سچ مچ ہونیوالی (قیامت)	مَا الْحَاقَّةُ کیا ہے قیامت؟	وَمَا اور کیا	اَدْرٰكَ تم سمجھے	مَا الْحَاقَّةُ کیا ہے قیامت؟	كَذَّبَتْ جھٹلایا		
ثَمُوْدُ ثمود	وَعَادٌ اور عاد	بِالْقَارِعَةِ کھڑکھڑانے والی کو	فَاَمَّا پس جو	ثَمُوْدُ ثمود	فَاُهْلِكُوْا تو وہ ہلاک کئے گئے	بِالطَّاغِيَةِ بڑی زور کی آواز سے	
وَاَمَّا اور جو	عَادٌ عاد	فَاُهْلِكُوْا تو وہ ہلاک کئے گئے	بِرِيْحٍ ہوا سے	صَرْصَرٍ تند و تیز	عَاتِيَةٍ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی	سَخَّرَهَا اس نے اس کو مسخر کیا	
عَلَيْهِمْ ان پر	سَبْعَ لَيَالٍ سات رات	وَّثَمٰنِيَةَ اور آٹھ	اَيَّامٍ دن	حُسُوْمًا لگاتار	فَتَرَى الْقَوْمَ پھر تو دیکھتا اس قوم کو	فِيْهَا اس میں	
صَرْعٰى گری ہوئی	كَاَنَّهُمْ گویا وہ	اَعْجَازُ تنے	نَخْلٍ کھجور	خَاوِيَةٍ کھوکھلے	فَهَلْ تَرٰى تو کیا تو دیکھتا ہے	لَهُمْ ان کا	مِّنْ بَاقِيَةٍ کوئی بقیہ

تفسیر و تشریح: سورت کی ابتدا قیامت کے ذکر سے فرمائی جاتی ہے۔ قیامت چونکہ حق ہے اور امر واقع ہے اور اس کے وقوع میں کوئی شک نہیں اس لئے اس کو حاقہ کہا گیا اور بتلایا گیا کہ قیامت کی گھڑی جس کا آنا ازل سے علم الٰہی میں ثابت اور مقرر ہو چکا ہے۔ جانتے ہو وہ گھڑی کیا چیز ہے؟ اور کس قسم کے احوال و کیفیات اپنے اندر رکھتی ہے؟ یہاں جو یہ جملہ استفہامیہ لایا گیا تو یہ قیامت کی ہولناکی کو ظاہر کررہا ہے۔ یعنی قیامت بڑی ہولناک چیز ہے اور اس کی حقیقت تم کو معلوم نہیں۔ اور کوئی بھی اس دنیا میں اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ کوئی کتنا ہی سوچے اور فکر کرے اس دن کی شدت اور ہولناکی کو پوری طرح ادراک نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد قوم ثمود و عاد کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ انہوں نے اس آنے والی گھڑی یعنی قیامت کو جھٹلایا تھا جو تمام زمین و آسمان۔ چاند۔ سورج اور ستارے اور پہاڑوں و انسانوں کو کوٹ کر رکھ دے گی اس تکذیب کی بدولت دونوں قوموں کا انجام دنیا ہی میں کیا ہوا؟ ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام تھا اور عاد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔ عاد و ثمود کی ہلاکت کے قصے اہل عرب میں اتنے مشہور تھے جس کا کوئی عرب انکار نہیں کرسکتا ہے۔ دونوں قومیں ایک جرم میں شریک تھیں اور چند ان کے انبیاء نے سمجھایا جب وہ کسی

طرح نہ مانے تو انتقام الٰہی کا وقت آ گیا۔ ثمود کا واقعہ عاد کی بہ نسبت قریبی زمانہ کا تھا اور قریب زمانہ کی بات زیادہ موثر ہوا کرتی ہے اس لئے پہلے ثمود کا ذکر فرمایا گیا۔ گذشتہ سورتوں میں ان دونوں قوموں کی ہلاکت کے تفصیلی واقعات متعدد جگہ بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں اجمالاً ذکر فرمایا گیا کہ ثمود نے قیامت کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے انکار کیا اس لئے تباہ کر دیئے گئے ایک سخت زلزلہ سے جو ایک نہایت ہی سخت آواز کے ساتھ آیا سب تہ و بالا کر دیئے گے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک اتنی بلند چیخ ماری کہ سب مر کر رہ گئے اور سینوں کے اندر دل و جگر پارہ پارہ ہو گئے۔ یہ تو تکذیب قیامت کی وجہ سے انجام ہوا دنیا میں قوم ثمود کا۔ اور ان سے پہلے جو قوم عاد گذری تھی وہ اس تکذیب کی بدولت ایک بہت ہی تند و تیز ہوا سے ہلاک ہوئے اور وہ ہوا اس قدر تند و تیز تھی کہ جس پر کسی مخلوق کا قابو نہ چلتا تھا حتیٰ کہ فرشتے جو ہوا کے انتظام پر مسلط ہیں ان کے ہاتھوں سے بھی نکلی جاتی تھی۔ یہ ہوا ان پر سات رات آٹھ دن پے در پے مسلط رہی جس نے نہ کوئی درخت چھوڑا نہ مکان اور وہ قوم جو دعویٰ کرتی تھی کہ ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے وہ ہوا کا مقابلہ بھی نہ کر سکے۔ اور ایسے قد و قامت اور قوت و طاقت والے گرانڈیل پہلوان ہوا کے تھپیڑوں سے اس طرح پچھاڑ کھا کر گرے اور مرے کہ جیسے کھجور کے بڑے بڑے درخت کٹے پڑے ہوں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اے مخاطب کیا کوئی ان میں کا باقی اب دکھائی دیتا ہے یعنی ان قوموں کا بیج بھی باقی نہ رہا اور اس طرح صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دی گئیں۔

اب یہاں ذکر اور انجام قیامت اور آخرت کی تکذیب کرنے والی اقوام کا بیان ہوا۔ جس سے قیامت پر ایمان رکھنے والوں کو بھی متنبہ ہونے کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید جن حقیقتوں کو ماننے۔ قبول کرنے اور ان پر ایمان لانے کی پرزور دعوت دیتا ہے اور ان کو دنیوی زندگی کی بنیاد بنانے پر پوری شدت کے ساتھ اصرار کرتا ہے۔ اور جن کی بار بار یاد دہانی کراتا ہے ان میں توحید و رسالت کے بعد آخرت و قیامت ہی کا مسئلہ ہے۔ یہ عالم دنیا دارالعمل ہے۔ اور یہاں کی زندگی کے بعد دوسرا عالم دارالجزاء ہے جس کا سلسلہ موت کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ اور جنت یا جہنم میں پہنچ جانے تک ابدالآباد کی سرمدی اور ابدی زندگی پر ختم ہو جاتا ہے۔ اور قیامت و آخرت کا عقیدہ ہی انسان کو دنیوی زندگی میں صراط مستقیم پر قائم رکھ سکتا ہے۔ اس عقیدہ سے جتنی دُنیوی زندگی میں غفلت ہوگی اتنا ہی آخرت و قیامت کے استحضار میں کمی ہوگی۔ جس کے نتیجہ میں دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں پر جری اور بے باک ہوگا۔ اور خوف خدا سے دل خالی ہوگا۔ اس لئے ہم کو بھی قیامت و آخرت پر ایمان لانے کے ساتھ اس پر یقین کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے قرآن کریم کی ابتداء ہی میں سورہ بقرہ میں جہاں متقین مومنین کی صفات بیان کی گئی ہیں وہاں آخرت کے متعلق وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ فرمایا گیا ہے یعنی یہ نہیں فرمایا کہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ ایمان و یقین دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ ایمان کا مقابل تو تکذیب و انکار ہے۔ اور یقین کا مقابل شک و تردد ہے۔ الغرض یہاں قیامت و آخرت کی تکذیب و انکار کرنے والی اقوام کا بیان ہوا جس سے ہمارے دلوں میں بھی خوف خدا پیدا ہونا چاہئے تا کہ آخرت کا یقین مستحضر کر کے ہم اپنی بداعمالیوں سے باز رہیں اور تقویٰ و طہارت اور آخرت کو سنوارنے والی زندگی اختیار کریں۔ اللہ پاک ہمارے دلوں سے آخرت و قیامت کی غفلت کو دور فرمائیں اور ہمہ وقت آخرت کو مستحضر رکھنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اب آگے بعض دوسری اقوام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ کہ اس عقیدہ آخرت و قیامت کی تکذیب کی بدولت ان کا دنیا ہی میں کیا انجام ہوا جس کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ (۹) فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ

اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور اُلٹی ہوئی بستیوں نے بڑے بڑے قصور کئے سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کا کہنا نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو

اَخْذَةً رَّابِيَةً (۱۰) اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ۙ (۱۱) لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ

بہت سخت پکڑا ہم نے جبکہ پانی کی طغیانی ہوئی تم کو کشتی میں سوار کیا تاکہ ہم اس معاملہ کو تمہارے لئے ایک یادگار بنائیں

اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (۱۲) فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ (۱۳) وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ

اور یاد رکھنے والے کان اس کو یاد رکھیں۔ پھر جب صور میں یکبارگی پھونک ماری جائے گی اور زمین اور پہاڑ اُٹھالئے جاویں گے۔

فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ (۱۴) فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ (۱۵) وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوْمَئِذٍ

پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے۔ تو اس روز ہونے والی چیز ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ جاوے گا اور وہ اس روز

وَّاهِيَةٌ ۙ (۱۶) وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۗ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۗ (۱۷)

بالکل بودا ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر آجائیں گے۔ اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوں گے۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ (۱۸)

جس روز تم پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی بات اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ ہوگی۔

وَجَآءَ اور آیا	فِرْعَوْنُ فرعون	وَمَنْ قَبْلَهٗ اور اس کے پہلے لوگ	وَالْمُؤْتَفِكٰتُ اور اُلٹی ہوئی بستیوں والے	بِالْخَاطِئَةِ خطاؤں کے ساتھ		
فَعَصَوْا سو انہوں نے نافرمانی کی	رَسُوْلَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے رسول کی	فَاَخَذَهُمْ تو انہیں پکڑا	اَخْذَةً گرفت	رَّابِيَةً سخت	اِنَّا لَمَّا بیشک جب	
طَغَا طغیانی پر آیا	الْمَآءُ پانی	حَمَلْنٰكُمْ ہم نے تمہیں سوار کیا	فِى الْجَارِيَةِ کشتی میں	لِنَجْعَلَهَا تاکہ ہم اسکو بنائیں	لَكُمْ تمہارے لئے	تَذْكِرَةً یادگار
وَتَعِيَهَآ اور اسے یاد رکھے	اُذُنٌ کان	وَّاعِيَةٌ یاد رکھنے والا	فَاِذَا نُفِخَ پس جب پھونکی جائیگی	فِى الصُّوْرِ صور میں	نَفْخَةٌ پھونک	
وَّاحِدَةٌ یکبارگی	وَّحُمِلَتِ اور اُٹھائی جائیگی	الْاَرْضُ زمین	وَالْجِبَالُ اور پہاڑ	فَدُكَّتَا پس ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے	دَكَّةً ریزہ ریزہ	
وَّاحِدَةً یکبارگی	فَيَوْمَئِذٍ پس اس دن	وَّقَعَتِ ہو پڑے گی	الْوَاقِعَةُ وہ ہونے والی	وَانْشَقَّتِ اور پھٹ جائے گا	السَّمَآءُ آسمان	فَهِىَ تو وہ
يَوْمَئِذٍ اس دن	وَّاهِيَةٌ بالکل کمزور	وَّالْمَلَكُ اور فرشتے	عَلٰى پر	اَرْجَآئِهَا اس کے کناروں	وَيَحْمِلُ اور وہ اٹھائیں گے	
عَرْشَ رَبِّكَ تمہارے رب کا عرش	فَوْقَهُمْ اپنے اوپر	يَوْمَئِذٍ اس دن	ثَمٰنِيَةٌ آٹھ	يَوْمَئِذٍ جس دن	تُعْرَضُوْنَ تم پیش کئے جاؤ گے	
لَا تَخْفٰى نہ پوشیدہ رہے گی	مِنْكُمْ تم سے تمہاری	خَافِيَةٌ (کوئی چیز) پوشیدہ				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں عاد وثمود کا حال بیان فرمایا گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ عاد وثمود کے بعد فرعون بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتا ہوا آیا اور اس سے پہلے اور کئی قومیں انکار وتکذیب کا گناہ وجرم سمیٹتی ہوئی آئیں مثلاً قوم نوحؑ اور قوم شعیبؑ اور قوم لوطؑ جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں ان سبھوں نے قیامت وآخرت کا انکار کر کے اپنے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی تھی اور خدا

کے حکم کو ٹھکرایا اور خدا سے مقابلے باندھے آخر ان سب کو خدا نے بڑی سخت پکڑ سے پکڑا اور پھر کسی کی کچھ بھی پیش نہ چلی۔ اس کے بعد حق تعالیٰ تمام انسانوں پر اپنا ایک احسان جتلاتے ہیں کہ دیکھو جب نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی کا طوفان آیا تو بظاہر اسباب تم انسانوں میں سے کوئی بھی نہ بچ سکتا تھا۔ یہ ہماری ہی قدرت و حکمت اور انعام و احسان تھا کہ سب منکروں کو غرق کر کے نوح علیہ السلام کو مع ان کے ساتھیوں کے بچالیا۔ بھلا ایسے ہولناک اور خطر ناک طوفان میں ایک کشتی کے سلامت رہنے کی کیا توقع ہو سکتی تھی لیکن ہم نے اپنی قدرت و حکمت کا کرشمہ دکھلایا تا کہ لوگ رہتی دنیا تک اس واقعہ کو یاد رکھیں اور جو کان کوئی معقول بات سن کر سمجھتے اور محفوظ رکھتے ہیں وہ کبھی نہ بھولیں کہ اللہ کا ہم پر ایک زمانہ میں یہ احسان ہوا ہے اور سمجھیں کہ جس طرح دنیا کے ہنگاموں میں فرما نبرداروں کو نافرمانوں اور مجرموں سے علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ یہی حال قیامت کے ہولناک حادثہ میں ہوگا۔

کفار مکہ اور دوسرے منکرین و مکذبین کو پہلے تو گذشتہ قوموں کا حال جو دنیا میں ہوا قیامت پر یقین نہ رکھنے کی وجہ سے وہ سنایا گیا۔ اب اس کے بعد آخرت کا حال سنایا جاتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ صور میں ایک پھونک ماری جائے گی جس سے کہ زمین میں زلزلہ آئے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ بس یہی وقت ہے قیامت کے شروع ہونے کا اس وقت آسمان پھٹ جائے گا۔ آج جو آسمان اس قدر مضبوط اور محکم ہے کہ لاکھوں برس گذرنے پر بھی کہیں ذرا سا شگاف نہیں پڑا اس روز پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور جس وقت درمیان سے پھٹنا شروع ہوگا تو فرشتے اس کے کناروں پر چلے جائیں گے۔ اس کے بعد جب کہ تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی الا ماشاء اللہ۔ تو پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا جس کی کیفیت ۲۴ ویں پارہ سورہ زمر میں بیان ہوئی کہ تمام چیزیں دوبارہ پیدا ہوں گی مردے زندہ ہوں گے۔ عدالت کے لئے تخت رب العلمین لا کر رکھا جائے گا جس کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ عرش کو اٹھانے والے ملائکہ اب تو چار ہیں۔ قیامت کے دن ان کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ چار فرشتے اور مقرر فرمائیں گے۔

باقی عرش رحمٰن کے متعلق کہ وہ کیا چیز ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی شکل و صورت کیسی ہے؟ فرشتوں کا اس کو اٹھائے رکھنا کس صورت سے ہے؟ یہ سب وہ امور ہیں کہ نہ عقل انسانی ان کا احاطہ کر سکتی ہے۔ نہ ان مباحث میں غور و فکر کرنے اور سوالات کرنے کی اجازت ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ تابعین۔ تبع تابعین اور سلف صالحین کا مسلک ان جیسے تمام معاملات میں یہی رہا ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے کہ اس سے جو کچھ اللہ جل شانہٗ کی مراد ہے وہ حق ہے اور اس کی حقیقت ہم کو نا معلوم ہے (معارف القرآن جلد ہشتم) آگے تمام انسانوں کو خطاب کیا جاتا ہے کہ اس دن تم سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر کئے جاؤ گے اور کسی کی کوئی نیکی یا بدی مخفی نہ رہے گی اور سب نیکی و بدی آنکھوں کے سامنے آ جائے گی اور تمہارا کوئی بھید اس روز اللہ سے چھپ نہ سکے گا۔

یہاں ان آیات میں ہمارے لئے قابل غور یہ آیت ہے:۔

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً سو انہوں نے یعنی گذشتہ نافرمان قوموں نے اپنے رب کے رسول کا کہنا نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سخت پکڑا۔ اب یہ تو ہماری انتہائی خوش نصیبی تھی کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء۔ رحمۃ للعلمین۔ اشرف الانبیاء والمرسلین۔ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت میں پیدا فرمایا اور آپ کا امتی ہونا نصیب فرمایا جس کے لئے بعض انبیاء تک نے بھی تمنا کی تھی مگر اس بد نصیبی کا کیا کہنا کہ باوجود اس شرف و عزت کے اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی امتی نے کہنا نہ مانا اور جان بوجھ کر دیدہ و دانستہ آپ کی نافرمانی پر کمربستہ رہا۔ تو کیا گذشتہ نافرمان قوموں کے خلاف اللہ تعالیٰ آج کے ایسے امتی کو نظر انداز فرمائیں گے اور اس کی پکڑ نہ فرمائیں گے؟ ارے یہ بھی نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا طفیل ہے کہ جو آج اس امت کے نافرمان بن کر بھی روئے زمین پر موجود ہیں۔ اور گذشتہ نا فرمان امتوں کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا نہیں دیئے جاتے۔ ورنہ وہ کونسا گناہ ہے کہ جو آج اس امت کے افراد سے سرزد نہیں ہو رہا العیاذ باللہ تعالیٰ۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ خدائے قدوس کے سامنے پیش کئے جائیں گے پہلی اور دوسری بار تو عذر و معذرت اور جھگڑا ٹنٹا کرتے رہیں گے لیکن تیسری پیشی جو آخری ہوگی اس وقت نامہ اعمال اڑائے جائیں گے کسی کے داہنے ہاتھ میں آئے گا اور کسی کے بائیں ہاتھ میں۔

چنانچہ آگے اسی کا بیان ہے کہ جن خوش نصیب لوگوں کو ان کے اعمالنامے داہنے ہاتھ میں ملیں گے ان کا کیا احوال ہوگا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۚ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ

پھر جس شخص کا نامۂ عمل اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تو خوشی سے کہے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھ لو۔ میرا اعتقاد تھا کہ مجھ کو میرا

مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۚ فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ

حساب پیش آنے والا ہے غرض وہ شخص پسندیدہ عیش یعنی بہشت بریں میں ہوگا۔ جس کے میوے جھکے ہوں گے

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ

کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گذشتہ ایام میں کئے ہیں۔

فَاَمَّا مَنْ پس جس کو	اُوْتِیَ دیا گیا	كِتٰبَهٗ اسکی کتاب (اعمالنامہ)	بِيَمِيْنِهٖ اسکے دائیں ہاتھ میں	فَيَقُوْلُ تو وہ کہے گا	هَآؤُمُ اقْرَءُوْا لو پڑھو	
كِتٰبِيَهْ میرا اعمالنامہ	اِنِّیْ ظَنَنْتُ میں بیشک یقین رکھتا تھا	اَنِّیْ مُلٰقٍ کہ میں ملوں گا	حِسَابِيَهْ اپنے حساب سے	فَهُوَ پس وہ		
فِیْ میں	عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ پسندیدہ زندگی	فِیْ میں	جَنَّةٍ عَالِيَةٍ بہشت بریں	قُطُوْفُهَا جس کے میوے	دَانِيَةٌ قریب	كُلُوْا تم کھاؤ
وَاشْرَبُوْا اور تم پیو	هَنِيْٓـًٔا مزے سے	بِمَآ اَسْلَفْتُمْ اسکے بدلے جو تم نے بھیجا	فِی میں	الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ گزرے ہوئے ایام		

تفسیر و تشریح: الغرض ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جن خوش نصیب لوگوں کو قیامت کے دن ان کے اعمالنامے ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ سعادت مند حضرات بے حد خوش ہوں گے کیونکہ یہ ناجی اور مقبول ہونے کی علامت ہوگی اور وہ جوش مسرت میں بے ساختہ ہر ایک سے کہتے پھریں گے کہ لو دیکھو یہ میرا اعمالنامہ پڑھو۔ اس کی مثال بالکل ایسی سمجھئے کہ جو طالب علم امتحان کے نتیجہ میں کامیابی کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لیتا ہے وہ خوشی کے مارے ہر ایک کو اپنا نتیجہ کارڈ دکھلاتا پھرتا ہے۔ اسی طرح داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیئے جانے والے بڑے سرور اور خوشی سے اپنا اعمالنامہ دکھاتے ہوں گے اور یہ اس لئے کہ جو گناہ بمقتضائے بشریت ان سے دنیا میں ہو گئے تھے وہ بھی ان کی توبہ کی وجہ سے ان کے نامہ اعمال میں سے مٹا دیئے گئے ہیں۔ نہ صرف مٹا دیئے گئے ہیں بلکہ ان کی بجائے نیکیاں لکھ دی گئی ہیں۔ پس یہ سراسر نیکیوں کا اعمال نامہ پا کر فرط مسرت میں پکار اٹھے گا۔ بخاری و مسلم کی صحیح حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کس طرح مومنوں کے گناہوں کا معاملہ پردہ ہی پردہ میں ختم فرما دیں گے اور اہل محشر کے سامنے صرف نیکیوں والا ہی اعمالنامہ آئے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایمان والے اپنے بندے کو اپنی رحمت سے قریب کرے گا اور اس پر اپنا خاص پردہ ڈالے گا اور دوسروں سے اس کو پردہ میں کر لے گا پھر اس سے پوچھے گا کیا تو پہچانتا ہے فلاں گناہ۔ فلاں گناہ یعنی کیا تجھے یاد ہے کہ تو نے یہ گناہ کئے تھے؟ وہ عرض کرے گا۔ ہاں اے پروردگار مجھے یاد ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہوں کا اس سے اقرار کرا لیں گے اور وہ بندہ اپنے دل میں خیال کرے گا کہ میں تو ہلاک ہوا۔ یعنی اس کو خیال ہوگا کہ جب اتنے میرے گناہ ہیں تو اب میں کیسے چھٹکارا پا سکوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں کو چھپایا تھا اور آج میں ان کو بخشتا ہوں اور معاف دیتا ہوں۔ پھر اس کا نیکیوں والا اعمال نامہ اس کے حوالے کر دیا جائے گا یعنی مومنوں کے گناہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پردہ ہی پردہ میں

ختم فرما دیں گے اور اہل محشر کے سامنے صرف نیکیوں سے بھرا ہوا اس کا اعمال نامہ آئے گا۔ سبحان اللہ۔ حق تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے ساتھ کیسا کرم اور پردہ پوشی کا معاملہ فرمائیں گے! آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ ملنے والا قیامت میں کہے گا کہ میں نے تو دنیا میں خیال کر رکھا تھا کہ ایک دن ضرور میرا حساب کتاب ہوگا۔ اس خیال سے میں ڈرتا رہا اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہا۔ آج اس کا دل خوش کن نتیجہ دیکھ رہا ہوں کہ خدا کے فضل سے میرا حساب بالکل صاف ہے۔ ایسے شخص کی جزا ارشاد فرمائی جاتی ہے کہ اس شخص کو راحت و آرام کی زندگی اس کی مرضی کے موافق ملے گی۔ وہ بلند و بالا بہشت میں رہے گا جس کے اونچے اونچے محلات ہوں گے۔ جس کی حوریں قبول صورت اور نیک سیرت ہوں گی۔ جہاں نعمتوں کے بھرپور خزانے ہوں گے اور یہ تمام نعمتیں نہ ختم ہونے والی نہ کم ہونے والی نہ ٹلنے والی ہوں گی۔ اور منجملہ دوسری نعمتوں کے ایک نعمت یہ ہوگی کہ جنت کے درخت باوجود نہایت بلند و بزرگ اور سایہ دار ہونے کے اس قدر باشعور ہوں گے کہ جس وقت کوئی جنتی کسی میوہ یا پھل کو رغبت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی شاخ اس قدر نیچے کو جھک جائے گی کہ بغیر کسی مشقت کے وہ اس کو توڑ لے گا اور کھڑے' بیٹھے' لیٹے جس حال میں خواہش ہوگی نہایت سہولت سے حاصل ہو جائیں گے۔ اور جنتیوں سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم نے اللہ کے واسطے اپنے نفس کی بے جا خواہشوں کو روکا تھا اور بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ اب اس جنت میں کوئی روک ٹوک نہیں۔ جتنا دل چاہے خوب کھاؤ پیو۔ نہ کمی کا ڈر نہ زوال کا کھٹکا' نہ بیماری اور نقصان کا اندیشہ' نہ بدہضمی اور گرانی شکم کا خوف۔ مسلم شریف کی حدیث حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت جنت میں کھائیں گے بھی اور پیئں گے بھی لیکن نہ تو انہیں تھوک آئے گا۔ اور نہ پیشاب پاخانہ ہوگا۔ نہ ان کی ناک سے ریزش آئے گی۔ بعض صحابہ نے عرض کیا تو کھانے کا کیا ہوگا؟ یعنی جب پیشاب پاخانہ کچھ بھی نہ ہوگا تو جو کچھ کھایا جائے گا اس کا فضلہ آخر کہاں جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا:۔ کہ ڈکار اور پسینہ یعنی غذاؤں کا فضلہ خوشبودار ڈکاروں اور معطر پسینہ سے نکل جایا کرے گا۔ اور ان اہل جنت کی زبانوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح اس طرح جاری ہوگی جس طرح تمہارا سانس جاری رہتا ہے۔

یہ تو انجام قیامت پر ایمان رکھنے والوں کا بیان ہوا جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔ اب آگے قیامت کے منکرین جن کو ان کے اعمال نامہ پیچھے سے اور بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے ان کا احوال بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ اعمال نامہ دیکھ کر کیا کہیں گے اور کیا ان کے ساتھ معاملہ ہوگا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے اعمال نامے ہمارے داہنے ہاتھوں میں دیا جانا مقدر فرمائیں۔ مولائے کریم ہمارا حساب کتاب آسان فرمائیں۔ اور ہمارے گناہوں اور عیوب کی پردہ پوشی فرمائیں۔ اور اپنی مغفرت و رحمت سے نوازیں اور بہشت بریں میں ہمارا داخلہ عطا فرمائیں اور وہاں کی لازوال اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ یا اللہ! آج اس دنیا میں ہمیں ان اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جو آپ کی رضا والے ہوں اور جن کے صلہ میں آپ اپنے کرم سے ہماری نجات و مغفرت فرمائیں اور ہمیں اپنی دائمی اور ابدی جنتوں میں داخلہ نصیب فرما دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا

اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا سو وہ کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامۂ اعمال ہی نہ ملتا۔ اور مجھ کو یہ خبر ہی نہ ہوتی

حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾

کہ میرا حساب کیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ موت ہی خاتمہ کرچکتی میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا جاہ (بھی) مجھ سے گیا گزرا۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾

اس شخص کو پکڑلو اور اس کو طوق پہنادو۔ پھر دوزخ میں اس کو داخل کردو پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ

یہ شخص خدائے بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا۔ اور خود تو کسی کو کیا دیتا اوروں کو (بھی) غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا۔ سو آج اس شخص کا

هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَأْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿٣٧﴾

نہ کوئی دوستدار ہے۔ اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے بجز زخموں کے دھوون کے۔ جس کو بجز بڑے گنہگاروں کے کوئی نہ کھاوے گا۔

وَ اَمَّا اور رہا	مَنْ جو۔جس	اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ اس کا اعمالنامہ دیا گیا	بِشِمَالِهٖ اس کے بائیں ہاتھ میں	فَيَقُوْلُ تو وہ کہے گا	يٰلَيْتَنِيْ اے کاش			
لَمْ اُوْتَ مجھے نہ دیا جاتا	كِتٰبِيَهْ میرا اعمالنامہ	وَلَمْ اَدْرِ اور میں نہ جانتا	مَا حِسَابِيَهْ کیا ہے میرا حساب؟	يٰلَيْتَهَا اے کاش	كَانَتِ (موت) ہوتی			
الْقَاضِيَةَ قصہ چکا دینے والی	مَآ اَغْنٰى کام نہ آیا	عَنِّيْ میرے	مَالِيَهْ میرا مال	هَلَكَ جاتی رہی	عَنِّيْ مجھ سے	سُلْطٰنِيَهْ میری بادشاہی		
خُذُوْهُ تم اس کو پکڑو	فَغُلُّوْهُ پس اسے طوق پہناؤ	ثُمَّ پھر	الْجَحِيْمَ جہنم	صَلُّوْهُ اسے ڈالدو	ثُمَّ پھر	فِيْ سِلْسِلَةٍ ایک زنجیر میں	ذَرْعُهَا جسکی پیمائش	
سَبْعُوْنَ ستر	ذِرَاعًا ہاتھ	فَاسْلُكُوْهُ پس تم اس کو جکڑ دو	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ لَا يُؤْمِنُ ایمان نہیں لاتا تھا	بِاللّٰهِ اللہ پر	الْعَظِيْمِ بزرگ و برتر		
وَ اور	لَا يَحُضُّ وہ رغبت نہ دلاتا تھا	عَلٰى پر	طَعَامِ کھلانا	الْمِسْكِيْنِ محتاج	فَلَيْسَ لَهُ پس نہیں اس کا	الْيَوْمَ آج	هٰهُنَا یہاں	حَمِيْمٌ کوئی دوست
وَلَا طَعَامٌ اور نہ کھانا	اِلَّا مگر۔سوا	مِنْ سے	غِسْلِيْنٍ پیپ	لَا يَأْكُلُهٗ اسے نہ کھائے گا	اِلَّا سوا	الْخَاطِئُوْنَ خطا کاروں		

تفسیر وتشریح: قیامت میں اعمالنامہ جس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ جو علامت ہوگی مجرم ہونے کی۔ ایسے ہی لوگوں کا حال ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ جس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ سمجھ لے گا کہ میری کم بختی آئی اور نہایت حسرت وافسوس سے کہے گا کہ کاش میرے ہاتھ میں اعمالنامہ نہ دیا جاتا۔ اور کاش کہ مجھے اپنے حساب کتاب کی خبر ہی نہ ہوتی۔ کاش کہ وہی موت جو مجھے دنیا میں آئی تھی میرا قصہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتی اور مرنے کے بعد میں دوبارہ زندہ ہی نہ ہوا ہوتا اور مجھے اٹھنا نصیب نہ ہوتا۔ یہ شخص اسی طرح حسرت وافسوس کے ساتھ پریشان وپشیمان ہو گا کہ بارگاہ الٰہی سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے پکڑو۔ طوق گلے میں ڈالو اور جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دو اور اس زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اسے جکڑ دو تا کہ ہل جل نہ سکے اور بے بس ہو کر پڑا رہے اور جلا کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب آزار جہنم سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھیں۔ آمین۔ علامہ ابن کثیرؒ نے یہاں روایات نقل کی

ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سنتے ہی کہ اسے پکڑو ستر ہزار فرشتے اس کی طرف لپکیں گے جن میں سے ایک فرشتہ کو بھی اس طرح اللہ حکم کرے تو ایک چھوڑ ستر ستر ۷۰ ہزار لوگوں کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دے۔ (العیاذ باللہ) تو فرشتے اس کی طرف غصہ سے دوڑیں گے جن میں کا ہر ایک سبقت کر کے چاہے گا کہ میں اسے طوق پہناؤں اور زنجیر میں جکڑوں اور جہنم کی آگ میں غوطہ دوں۔ یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ اس کو ستر ۷۰ گز کی زنجیر میں جکڑ دو تو اس سے دنیا کا گز جو ۳۶ انچ یا تین فٹ کا ہوتا ہے وہ مراد نہیں بلکہ آخرت کا گز جو فرشتوں کے عرف میں رائج اور مشہور ہے وہ مراد ہے جس کی لمبائی چوڑائی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ۷۰ گز سے تعداد مقصود نہیں۔ بلکہ کثرت طول مراد ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ یہ زنجیر اس کے جسم میں پرو دی جائے گی۔ پاخانہ کے راستہ سے ڈالی جائے گی اور منہ کے راستہ سے نکالی جائے گی اور اس طرح آگ میں بھونا جائے گا جیسے سیخ میں کباب (العیاذ باللہ تعالیٰ) آگے ان جہنمیوں کا اصل جرم بیان کیا جاتا ہے کہ جس کے سبب وہ ان مصائب میں گرفتار ہوئے اور وہ یہ کہ انہوں نے دنیا میں رہ کر نہ اللہ کو جانا اور نہ بندوں کے حقوق پہچانے۔ خدا کا حق تو مخلوق پر یہ ہے کہ اس کی توحید کو مانیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری بجا لائیں اور بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر حق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے احسان و سلوک سے پیش آئیں۔ بھلے اور نیک کاموں میں ایک دوسرے کو امداد پہنچائے۔ تو ایک جرم تو اس جہنمی کا یہ تھا کہ اس خدائے بزرگ و برتر پر جس طرح ایمان لانا چاہئے تھا اس طرح ایمان نہ لایا۔ توحید و ایمان کی روشنی نصیب نہ ہوئی۔ نہ خدا کی اطاعت و عبادت کی' دوسرا جرم نہ مخلوق خدا کے حق ادا کر کے اسے نفع پہنچایا۔ کسی غریب مسکین کی خدمت خود تو کیا کرتا دوسروں کو بھی اس کی صلاح و ترغیب نہ دی۔ خلاصہ یہ کہ دنیا میں اللہ کے حق اور بندوں کے حق دونوں کو بھولا ہوا تھا اور دونوں یعنی حقوق اللہ و حقوق العباد کا تارک و منکر تھا۔ آگے بتایا جاتا ہے کہ جب اس نے دنیا میں اللہ کو دوست نہ بنایا تو آج اس کا دوست کون بن سکتا ہے جو حمایت کر کے عذاب سے بچائے یا کوئی تسلی کی بات کرے یا سفارش کر کے عذاب میں کمی اور تخفیف کرائے۔ اگر دنیا میں اللہ بزرگ و برتر کو مانتا تو آج وہ اس پر رحم فرماتا اور اگر دنیا میں اس نے کسی محتاج کو کھانا کھلایا پلایا ہوتا تو آج اسے کھانے پینے کی نعمتیں ملتیں۔ اب اس کے کھانے کو کچھ نہیں بجز غسلین کے۔ غسلین کے کئی معنی مفسرین نے لکھے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ غسلین جہنم کا ایک درخت ہے اور ممکن ہے اسی کا دوسرا نام زقوم ہو۔ ایک معنی یہ لئے ہیں کہ جہنمیوں کے زخم سے جو پیپ و لہو بہے گا وہ غسلین ہے۔ بہر حال ان کافروں و مجرموں کو جہنم میں غذا ملے گی تو وہ بھی اتنی نفرت انگیز اور گندی کہ جس کو بجز بڑے گناہگاروں کے کوئی نہ کھاوے گا۔

یہاں ان آیات میں اہل جہنم کے جو دو جرم بتائے گئے لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ اور وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ یعنی خدائے بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا اور مسکین یعنی غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا اس سے متعلق حضرت ابو درداءؓ انصاریوں میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے جلیل القدر اور محبوب صحابی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا کہ ابو درداءؓ میری امت کا حکیم ہے۔ تو حضرت ابو درداءؓ سے منقول ہے کہ آپ اپنی بی بی سے کہا کرتے کہ شوربا سالن میں زیادہ کیا کرو تا کہ غرباء مساکین کے کام آوے۔ ان کی بی بی نے پوچھا کہ شوربے کے زیادہ کرنے میں کیا فائدہ ہے اس واسطے کہ کھانے میں لذت نہیں رہتی۔ تو آپ نے کہا کہ تم نے نہیں سنا کہ ایمان نہ لانے اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلانے کے سبب سے کافروں کو آگ کی زنجیروں میں جکڑ کے عذاب کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایمان لانے کے سبب سے ہم نے آدھی اس زنجیر کو اپنے سے کاٹ ڈالا ہے اور آدھی جو باقی ہے وہ بھی مسکینوں کو کھلانے کے سبب سے اپنے سے دور کئے دیتے ہیں۔

الغرض اوپر جو کچھ اصول قیامت' حساب کتاب' جزا و سزا' جنت و جہنم عذاب و ثواب قرآن کریم نے بتلایا آگے اس کی صداقت اور قرآن کی حقانیت ارشاد فرمائی جاتی ہے۔ تا کہ اس کے یقین کرنے میں کسی کو شک و شبہ نہ رہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝۳۸ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝۳۹ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝۴۰ وَّمَا هُوَ

پھر میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جن کو تم دیکھتے ہو۔ اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے۔ کہ یہ قرآن (اللہ) کا کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا۔ اور یہ

بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝۴۱ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝۴۲ تَنْزِيْلٌ

کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔ تم بہت کم سمجھتے ہو۔

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۳ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝۴۴ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝۴۵

رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ اور اگر یہ (پیغمبر) ہمارے ذمہ کچھ (جھوٹی) باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝۴۶ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝۴۷ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ

پھر ہم اُن کی رگِ دل کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں کوئی ان کا اس سزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا۔ اور بلاشبہ یہ قرآن متقیوں کیلئے

لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۸ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝۴۹ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۰ وَاِنَّهٗ

نصیحت ہے۔ اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے تکذیب کرنے والے بھی ہیں۔ اور یہ قرآن کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے۔ اور یہ قرآن تحقیقی

لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝۵۱ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝۵۲

یقینی بات ہے سو اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

فَلَآ اُقْسِمُ پس میں قسم کھاتا ہوں	بِمَا تُبْصِرُوْنَ اس کی جو تم دیکھتے ہو	وَمَا اور جو	لَا تُبْصِرُوْنَ تم نہیں دیکھتے	اِنَّهٗ بیشک یہ	لَقَوْلُ البتہ کلام			
رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ایک بزرگ پہنچانے والے (فرشتہ) کا	وَمَا هُوَ اور یہ نہیں	بِقَوْلِ شَاعِرٍ کسی شاعر کا کلام	قَلِيْلًا بہت کم	مَا تُؤْمِنُوْنَ تم ایمان لاتے ہو				
وَلَا بِقَوْلِ اور نہ قول ہے	كَاهِنٍ کسی کاہن	قَلِيْلًا بہت کم	مَا تَذَكَّرُوْنَ تم نصیحت پکڑتے ہو	تَنْزِيْلٌ اُتارا ہوا	مِّنْ سے			
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کا رب	وَلَوْ اور اگر	تَقَوَّلَ بنا کر لاتا	عَلَيْنَا ہم پر	بَعْضَ بعض۔ کچھ	الْاَقَاوِيْلِ باتیں (جمع قول)	لَاَخَذْنَا تو یقیناً ہم پکڑ لیتے		
مِنْهُ اس کا	بِالْيَمِيْنِ دایاں ہاتھ	ثُمَّ پھر	لَقَطَعْنَا ہم البتہ کاٹ دیتے	مِنْهُ اس کی	الْوَتِيْنَ رگ (گردن)	فَمَا سو نہیں	مِنْكُمْ تم میں سے	مِّنْ اَحَدٍ کوئی
عَنْهُ اس سے	حٰجِزِيْنَ روکنے والا	وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ	لَتَذْكِرَةٌ البتہ ایک نصیحت	لِّلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے	وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اور بیشک ہم البتہ جانتے ہیں			
اَنَّ کہ	مِنْكُمْ تم میں سے	مُّكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والے	وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ	لَحَسْرَةٌ حسرت	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر	وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ		
لَحَقُّ الْيَقِيْنِ یقینی حق	فَسَبِّحْ پس تم پاکیزگی بیان کرو	بِاسْمِ نام کے ساتھ۔ کی	رَبِّكَ اپنے رب الْعَظِيْمِ عظمت والے					

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ جو کچھ قیامت میں جزا و سزا اور جنت و دوزخ وغیرہ کا بیان ہوا یہ کوئی شاعری نہیں۔ نہ کاہنوں کی اٹکل پچو باتیں ہیں بلکہ یہ قرآن ہے۔ اللہ کا کلام ہے۔ جس کو ایک بزرگ فرشتہ لے کر ایک بزرگ پیغمبر پر اترا۔ جو آسمان سے لایا وہ اور جس نے زمین والوں کو پہنچایا دونوں رسول کریم ہیں۔ ایک کو تم دیکھتے ہو ایک کو نہیں دیکھتے اور کلام کو پرزور بنانے کے لئے حق تعالیٰ نے یہ قسم کھا کر فرمایا کہ

میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے یعنی تمام مخلوق کی قسم ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس قسم کو یہاں مضمون سے ایک خاص مناسبت ہے کہ قرآن کریم کے لانے والے یعنی حضرت جبرئیل نظر نہ آتے تھے اور جن پر قرآن آتا تھا یعنی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ نظر آتے تھے۔ کفار مکہ قرآن کریم کی زبان اور اس کی فصاحت و بلاغت۔ اور اس کے مضامین پر متعجب ہو کر کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر الزام لگاتے کہ معاذ اللہ یہ شاعر ہیں اور کبھی واقعات گذشتہ اور آئندہ کی خبریں سن کر کہتے کہ معاذ اللہ آپ کاہن ہیں۔ کاہن عرب میں وہ لوگ تھے جو جنات و شیاطین سے تعلق یا مناسبت رکھتے تھے۔ اور وہ ان لوگوں کو غیب کی بعض جزئی باتیں اور آئندہ کی خبریں بتاتے تھے۔ تو کفار کے ان الزامات کی تردید میں فرمایا گیا کہ یہ قرآن کسی شاعر کا کلام نہیں۔ بھلا شاعری کو قرآن سے کیا نسبت۔ شاعروں کا کلام اکثر بے اصل ہوتا ہے اور اس کے اکثر مضامین محض فرضی اور وہمی اور خیالی ہوتے ہیں جبکہ قرآن کریم میں تمام تر حقائق ثابتہ اور اصول محکمہ کو قطعی دلیلوں اور یقینی حجتوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پھر یہ کسی کاہن کا بھی کلام نہیں۔ کاہنوں کے کلام بے کار اور بے فائدہ ہوتے ہیں اور اس کلام ربانی میں ایک حرف یا ایک شوشہ بھی بے کار و بے فائدہ نہیں۔ پھر کاہنوں کی باتیں چند مبہم جزئی اور معمولی خبروں پر مشتمل ہوتی ہیں بخلاف قرآن کریم کے جو علوم حقائق پر مطلع کرتا ہے۔ دین و شریعت کے اصول و قوانین اور معاش و معاد کے دستور و آئین بتاتا ہے اور فرشتوں اور آسمانوں پر چھپے ہوئے بھیدوں پر آگاہی دیتا ہے اور گذشتہ و آئندہ کے واقعات کو تحقیق کے ساتھ بیان کرتا ہے کیونکہ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اسی لئے سارے جہان کی تربیت کے اعلیٰ اور محکم ترین اصول اس میں بیان ہوئے ہیں۔ حضرت عمر بن خطابؓ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپؐ کے پاس کیا دیکھا کہ آپ مسجد حرام میں پہنچ گئے ہیں۔ میں بھی گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سورہ حاقہ پڑھنا شروع کی جسے سن کر مجھے اس کی پیاری

نشست الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت و بلاغت پر تعجب آنے لگا آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے۔ ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۚ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۙ یعنی یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو تو میں نے یہ سن کر خیال کیا اچھا شاعر نہ سہی کاہن تو ضرور ہیں۔ اس پر آپ کی تلاوت میں یہ آیت آئی وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ کہ یہ کسی کاہن کا کلام نہیں ہے تم بہت کم سمجھتے ہو۔ آپ پڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ پوری سورت ختم کی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل میں اسلام گھر کر گیا اور رونگٹے رونگٹے میں اسلام کی سچائی سما گئی۔ تو یہ واقعہ بھی منجملہ ان اسباب کے جو حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا باعث ہوئے ایک خاص سبب ہے۔ آگے کفار کے اس الزام کی تردید میں کہ یہ کلام معاذ اللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے فرمان باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اگر یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ذمہ کچھ جھوٹی باتیں لگا دیتے مثلاً جو ہمارا کلام نہ ہوتا اس کو ہمارا کلام کہتے یا جھوٹا دعویٰ نبوت کا کرتے تو یقیناً ہم انہیں سزا دیتے اور ان کی زندگی کی رگ دل کاٹ دیتے اور کوئی ہمارے اور ان کے درمیان بھی نہ آ سکتا تھا کہ سزا سے بچا لے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جب ایسا نہیں ہوا تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سچے پاکباز رشد و ہدایت والے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے زبردست تبلیغی فریضہ آپ کو سونپ رکھا ہے اور آپ کے صدق کی بہت سی نشانیاں آپ کو عطا کر رکھی ہیں۔ اخیر میں فرمایا گیا کہ خدا سے ڈرنے والے اس کلام کو سن کر نصیحت حاصل کریں گے اور جن کے دل میں ڈر ہی نہیں وہ جھٹلائیں گے لیکن ایک وقت آنے والا ہے کہ یہی کلام اور منکرین کا یہ جھٹلانا ان کے لئے سخت حسرت و پشیمانی کا موجب ہوگا۔ اس وقت پچھتائیں گے کہ افسوس ہم نے کیوں اس سچے کلام کو جھٹلایا تھا جو آج یہ آفت دیکھنی پڑی تو حقیقت یہ ہے کہ یہ کلام تو ایسی چیز ہے۔ جس پر یقین سے بھی بڑھ کر یقین رکھا جائے کیونکہ اس کے مضامین سراپا صدق اور ہر طرح کے شک

وشبہ سے بالاتر ہیں۔ سورت کے خاتمہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی بڑی دولت دی ہے تو آپ اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح وتحمید کیجئے۔

حدیث میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ جب قرآن مجید کی آیت:۔ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنے رکوع میں رکھو یعنی اس حکم کی تعمیل میں **سبحان ربی العظیم** رکوع میں کہا کرو پھر جب آیت **سبح اسم ربک الاعلیٰ** کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے سجدہ میں رکھو یعنی اس کی تعمیل میں سجدہ میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کہا کرو۔

اب غور کیجئے کہ یہاں قسمیہ کلام کیساتھ حق تعالیٰ فرمارہے ہیں۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ گویا اس کے پندونصائح' اوامرونواہی' جزاوسزا' عذاب وثواب جو کچھ اس قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے وہ ارشاد خداوندی ہے۔ اور چونکہ حق تعالیٰ عالم الغیب بھی ہیں اس لئے نزول قرآن کیساتھ ہی دنیا والوں پر اس قرآن کا جو نتیجہ اور اثر ہوگا وہ بھی بتا دیا گیا یعنی وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ بلاشبہ یہ قرآن متقیوں کیلئے نصیحت ہے۔ یعنی اس قرآن سے فائدہ اور اس سے نصیحت حاصل کرنیوالے متقین ہی ہوں گے اور فرمایا وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ اور یہ قرآن کافروں یعنی منکروں کے حق میں موجب حسرت ہے۔ یعنی دنیا میں ایک گروہ اس قرآن کا منکر بھی رہے گا جس کی وجہ سے ان کو آخرت میں حسرت و افسوس نصیب ہوگا۔ تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تک دنیا میں قرآن موجود ہے اس سے نصیحت حاصل کرنے والے بھی موجود رہیں گے اور اس کے منکر بھی موجود رہیں گے۔ اب یہاں ہر شخص فیصلہ کرلے کہ مجھے کس گروہ میں شامل ہونا منظور ہے۔ اگر متقین کے گروہ میں شامل ہونا ہے تو متقین کے عقائد واعمال اختیار کرنا ہوں گے۔ اور سارا قرآن عقائد واعمال ہی کی درستی ورہنمائی کے لئے ہے۔ پس جو رب العالمین کی چاہت اور محبت چاہتا ہو اس کو رب العالمین کے کلام قرآن کریم پر حقیقی طور سے ایمان لاکر اس کا سچا وفادار۔ اس کے احکام پر عامل اور اس کے نواہی سے باز رہنے والا اور اس کی تعلیمات وہدایات کو پھیلانے اور رائج کرنے والا بننا ہوگا اور اسی طرح اور صرف اسی طرح متقین کے گروہ میں شامل ہوا جا سکتا ہے۔ اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے ہمارے حق میں متقین کے گروہ میں شامل ہونا مقدر فرمائیں۔

الحمدللہ کہ اس درس پر سورۃ الحاقۃ کا بیان پورا ہوگیا۔ اگلی سورت کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں شروع ہوگا۔

سورۃ الحاقہ

۱- اگر کسی خاتون کا حمل ساقط ہو جاتا ہو تو حمل کے دوران سورۃ الحاقہ لکھ کر اس کو پہنائی جائے' اس کا حمل محفوظ رہے گا۔

۲- بچہ کی پیدائش ہوتے ہی اسے سورۃ الحاقہ سے دم کیا ہوا پانی پلا دیا جائے تو وہ بچہ بہت ذہین ہوگا اور بچوں کو پہنچنے والی ہر تکلیف وبیماری سے محفوظ رہے گا۔

۳- اگر بچہ کے بارے میں حشرات الارض کے تکلیف پہنچانے کا خطرہ ہو تو زیتون کے تیل پر سورۃ الحاقہ پڑھ کر اس تیل سے بچہ کی مالش کی جائے' اللہ کے فضل سے کوئی کیڑا مکوڑہ وغیرہ بچہ کے پاس نہیں آئے گا۔

۴- بچہ کے جسم میں درد کی شکایت ہو تو زیتون کے تیل پر سورۃ الحاقہ پڑھ کر اس تیل سے بچہ کے جسم کی مالش کی جائے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو یہ قرآن عطا فرمایا۔ اور اس پر ہم کو ایمان کی توفیق نصیب فرمائی۔ یا اللہ! اس سرچشمہ ہدایت سے ہم کو نصیحت حاصل کرنے والا بنا دیجئے اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائیے۔ یا اللہ! قرآن پاک کی عزت وعظمت کی طرف سے ہماری آنکھیں کھول دے اور اس کا متبع بن کر زندہ رہنا نصیب فرما دے۔ اور اس کے احکام کی خلاف ورزی ونافرمانی سے عملی طور پر بچالے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۳

ایک درخواست کرنے والا اس عذاب کی درخواست کرتا ہے جو کافروں پر واقع ہونیوالا ہے جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں۔ اور جو اللہ کی طرف سے واقع ہوگا جو کہ سیڑھیوں (یعنی آسمانوں کا)

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ ۴

مالک ہے۔ (جن سیڑھیوں سے) فرشتے اور روحیں اسکے پاس چڑھ کر جاتی ہیں۔ (اور وہ عذاب) ایسے دن میں ہوگا جس کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار سال کی (برابر) ہے۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۵

سو آپ صبر کیجئے اور صبر بھی ایسا جس میں شکایت کا نام نہ ہو۔

سَاَلَ مانگا	سَآئِلٌ ایک مانگنے والا	بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ عذاب واقع ہونے والا	لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کیلئے	لَيْسَ لَهٗ نہیں اس کیلئے	دَافِعٌ کوئی دفع کرنیوالا
مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے	ذِي الْمَعَارِجِ سیڑھیوں (درجات) کا مالک	تَعْرُجُ چڑھتے ہیں	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	وَالرُّوْحُ اور روح الامین	اِلَيْهِ اسکی طرف
فِيْ يَوْمٍ ایک دن میں	كَانَ مِقْدَارُهٗ جس کی مقدار ہے	خَمْسِيْنَ اَلْفَ پچاس ہزار	سَنَةٍ سال	فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں	صَبْرًا جَمِيْلًا صبر جمیل

تفسیر و تشریح: کفار مکہ کو جب قرآنی آیات سنائی جاتیں اور قیامت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو وہ ازراہ تمسخر اور طنز کہتے کہ عذاب آنا ہے تو ابھی کیوں نہیں آجاتا؟ نضر بن حارث جو مکہ کا ایک کافر تھا اس نے یہی سوال کیا تھا۔ جس کو یہاں آیت میں سائل کہا گیا ہے اس کا نام نہیں لیا گیا کیونکہ قرآن کریم کی عادت نہیں کہ عیوب اور برائی بیان کرنے میں کسی کا نام لیا جائے اور اس میں حکمت و مصلحت یہ ہے کہ نام لینے میں ایک شخص کا تعین ہو جاتا اور اب تعمیم ہے کہ جو بھی اپنی حماقت سے ایسی بات کا خواستگار ہو وہ اس آیت کا مصداق سمجھا جائے گا۔ تو اس کافر نضر بن حارث نے اپنی انتہائی حماقت یا شوخ چشمی سے مطالبہ کیا کہ جس عذاب کا وعدہ ہے وہ جلد کیوں نہیں آتا۔ اس پر فرمایا گیا کہ یہ منکرین عذاب مانگنے والے ایک ایسی آفت مانگ رہے ہیں جو بالیقین ان پر پڑنے والی ہے۔ کسی کے ٹالے اور روکے رک نہیں سکتی۔ وہ عذاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا جو کہ سیڑھیوں کا یعنی آسمانوں کا مالک ہے۔ جن سیڑھیوں سے فرشتے اور اہل ایمان کی روحیں عالم بالا میں چڑھ کر جاتی ہیں اور وہ عذاب ایسے دن میں واقع ہوگا جس کی مقدار دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ مراد قیامت کا دن ہے۔ قیامت کے دن کی اتنی طویل مدت دنیا کے مقدار کے حساب سے کافروں ہی کو معلوم ہوگی۔ رہے اہل ایمان جن کی شان میں بار بار لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کی بشارت قرآن کریم میں دی گئی ہے۔ حسب تصریح احادیث یوم حشر ان کے لئے بالکل ہلکا پھلکا ہو جائے گا۔ ایک صحیح حدیث میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ صحابہ نے اس آیت کے سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دن تو بہت بڑا ہوگا۔ اتنی مدت خوف اور بے چینی اور بے قراری میں گزارنا اور بغیر ٹھکانے کے رہنا نہایت مشکل ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ ایماندار آدمی کو وہ دن ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنی دیر میں ایک فرض نماز کی ادائیگی دنیا میں کرتا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ

سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ وہ دن مومنین کے لئے اتنا ہلکا ہوگا جتنا وقت ظہر اور عصر کے درمیان ہوتا ہے تو ان روایات حدیث سے معلوم ہوا کہ جس دن کا طول کفار کو پچاس ہزار سال کا معلوم ہوگا مومنین کے لئے کتنا مختصر ہوگا۔ چنانچہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے فوائد تفسیر یہ میں لکھتے ہیں کہ پچاس ہزار برس کا دن جو قیامت کا ہے وہ پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے وقت سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور جہنمیوں کے جہنم میں قرار پکڑنے تک پچاس ہزار سال کی مدت ہوگی لیکن حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق ایماندار آدمی کو اتنا لمبا زمانہ ایسا چھوٹا معلوم ہوگا جتنی دیر میں ایک نماز فرض ادا کر لینا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جب ان کفار پر عذاب کا آنا ثابت ہے تو آپ ان کی مخالفت پر اور ان کے عذاب کے مانگنے کی جلدی پر جسے وہ اپنے نزدیک نہ آنے والا جانتے ہیں۔ آپ صبر وسہار کریں۔ اور صبر بھی ایسا کہ جس میں رنجیدگی' دل کی گھبراہٹ نہ پائی جائے یعنی ان کی تکذیب ومخالفت سے آپ ایسے تنگ نہ ہوں کہ شکایت زبان پر آ جائے بلکہ یہ سمجھ کر تحمل کیجئے کہ بالآخر ان کو سزا ہونے والی ہے۔

اب غور کیجئے کہ حدیث شریف کی بشارت کے موافق جو دن اور زمانہ کہ کفار کیلئے شدت تکلیف اور بے چینی سے پچاس ہزار سال کا معلوم ہوگا وہ مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کتنا ہلکا پھلکا بنا دینگے کہ جسطرح پل صراط کہ جو دوزخ کے اوپر ہے کہ جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور جس پر گزر کر جنت میں جانا ہوگا تو یہ پل صراط پندرہ ہزار سال کی مسافت میں ہے جن میں پانچ ہزار سال تو اوپر چڑھنے کے ہیں اور پانچ ہزار سال بیچ میں چلنے کے اور پانچ ہزار سال اترنے کے ہیں۔ مگر اس پندرہ ہزار سال کی پل صراط کی مسافت کو بعض مومنین کاملین تو بجلی کی چمک کی طرح۔ بعض ان سے کم درجہ کے مؤمنین ہوا کی طرح۔ اور ان سے بھی کم درجہ کے مومنین گھوڑے کی رفتار کی طرح۔ اور بعض ان سے بھی کم درجہ کے مومنین اونٹ کی رفتار کی طرح۔ اور بعض معمولی رفتار کے ساتھ پل صراط سے گزر جائیں گے اور بعض نہایت محنت ومشقت کے ساتھ پل پر چلیں گے اور بعض اس پل صراط کو پار کرتے ہوئے دوزخ میں جا گریں گے۔ تو حقیقت میں جتنا قوی خالص اور پختہ ایمان کسی کا ہوگا اسی قدر عالم برزخ میں موت کے بعد۔ اور پھر عالم آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے کے بعد راحت' چین' سکون نصیب ہوگا۔ اور جیسا ایمان کمزور ناقص اور خراب ہوگا اسی قدر عالم برزخ میں اور عالم آخرت میں شدائد سامنے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو ایمان صادق واسلام کامل اس دنیا میں عطا فرمائیں تاکہ اس جہان سے کوچ کرتے ہی ہمیں چین وسکون۔ راحت و آرام ہی نصیب ہو۔ اور آخرت کی تمام منزلیں جنت کے پہنچنے تک ہمارے لئے آسان اور ہلکی پھلکی ہوں۔

اب آگے اس قیامت کے دن کا کچھ احوال بیان فرمایا جاتا ہے کہ وہ کیسا سخت دن ہوگا اور مجرم اس روز کیا تمنا کرے گا۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے:

حق تعالیٰ ہمارے لئے یوم قیامت کو آسان اور ہلکا پھلکا بنا دیں اور وہاں کی ذلت ورسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔ اور وہاں کی سختیوں اور عذابوں سے اور اپنی ناراضگی سے ہم کو بچالیں۔

یا اللہ! آپ ہم سے اس دنیا میں بھی راضی رہیں اور آخرت میں بھی آپ کی رضا ہم کو نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ﴿٦﴾ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ﴿٧﴾ يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ﴿٨﴾ وَتَكُونُ الْجِبَالُ

یہ لوگ اُس دن کو بعید دیکھ رہے ہیں اور ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں جس دن کہ آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو جاوے گا۔ اور پہاڑ رنگین اُون کی طرح

كَالْعِهْنِ ﴿٩﴾ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ﴿١٠﴾ يُبَصَّرُونَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ

ہو جاویں گے۔ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا باوجودیکہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیئے جاوینگے۔ مُجرم (یعنی کافر) اس بات کی تمنا کرے گا کہ

عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِي

اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کیلئے اپنے بیٹوں کو اور بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا۔ اور تمام اہلِ زمین کو

الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴿١٤﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ

اپنے فدیہ میں دے دے پھر یہ اسکو بچالے یہ ہرگز نہ ہوگا (بلکہ) وہ آگ ایسی شعلہ زن ہوگی جو کھال (تک) اُتار دے گی وہ اس شخص کو (خود) بلاوے گی جس نے (دنیا میں حق سے)

وَتَوَلَّىٰ ﴿١٧﴾ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾

پیٹھ پھیری ہوگی اور (اطاعت سے) بیرخی کی ہوگی اور جمع کیا ہوگا پھر اسکو اُٹھا اُٹھا رکھا ہوگا۔ انسان کم ہمت پیدا ہوا ہے۔ جب اسکو تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے۔

وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾

اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔

إِنَّهُمْ بیشک وہ	يَرَوْنَهُ اسے دیکھ رہے ہیں	بَعِيدًا دور	وَنَرَاهُ اور ہم اسے دیکھتے ہیں	قَرِيبًا قریب	يَوْمَ تَكُونُ جس دن ہوگا	السَّمَاءُ آسمان	
كَالْمُهْلِ پگھلے ہوئے تانبے کیطرح	وَتَكُونُ اور ہونگے	الْجِبَالُ پہاڑ	كَالْعِهْنِ جیسے رنگین اون	وَلَا يَسْأَلُ اور نہ پوچھے گا	حَمِيمٌ کوئی دوست		
حَمِيمًا کسی دوست	يُبَصَّرُونَهُمْ وہ دیکھ رہے ہونگے انہیں	يَوَدُّ خواہش کریگا	الْمُجْرِمُ مجرم	لَوْ يَفْتَدِي کاش وہ فدیہ میں دے دے			
مِنْ عَذَابِ عذاب سے	يَوْمِئِذٍ اس دن	بِبَنِيهِ اپنے بیٹوں کو	وَصَاحِبَتِهِ اور اپنی بیوی کو	وَأَخِيهِ اور اپنے بھائی کو	وَفَصِيلَتِهِ اور اپنے کنبے کو		
الَّتِي وہ جو	تُؤْوِيهِ اس کو جگہ دیتا ہے	وَمَنْ اور جو	فِي الْأَرْضِ زمین میں	جَمِيعًا سب کو	ثُمَّ پھر	يُنْجِيهِ یہ اسے بچالے	كَلَّا ہرگز نہیں
إِنَّهَا بیشک یہ	لَظَىٰ بھڑکتی ہوئی آگ	نَزَّاعَةً اُدھیڑنے والی	لِلشَّوَىٰ کھال کو	تَدْعُو وہ بلاتی ہے	مَنْ جس نے	أَدْبَرَ پیٹھ پھیری	
وَتَوَلَّىٰ اور منہ پھیرلیا	وَجَمَعَ اور (مال) جمع کیا	فَأَوْعَىٰ پھر اسے بند رکھا	إِنَّ الْإِنْسَانَ بے شک انسان	خُلِقَ پیدا کیا گیا	هَلُوعًا بڑا بے صبرا		
إِذَا جب	مَسَّهُ الشَّرُّ اُسے بُرائی پہنچے	جَزُوعًا گھبرا اُٹھنے والا	وَإِذَا اور جب	مَسَّهُ الْخَيْرُ اسے خیر (آرائش) پہنچے	مَنُوعًا بخل کرنیوالا		

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کافر اپنے خیال میں قیامت کے آنے کو بعید از امکان اور بعید از عقل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔ بھلا قیامت کہاں رکھی ہے؟ لیکن حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم بوجہ اپنے علم کے اس کے وقوع کو اس قدر قریب دیکھ رہے ہیں کہ گویا آئی رکھی ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی تو اس وقت یہ حال ہوگا کہ یہ آسمان ایسا ہو جائے گا جیسے تیل کی تلچھٹ یعنی آسمان سیاہ ہو جاوے گا اور پھٹ بھی جاوے گا اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جاویں گے۔ چونکہ پہاڑ دں

رنگ مختلف ہیں جب ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ رنگین اون ہوا میں اڑ رہی ہے یہ تو پہلی مرتبہ کے صور پھونکنے پر حال ہوگا۔ پھر جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور سب از سر نو زندہ اور پیدا کئے جائیں گے تو دوست اپنے گہرے دوست کو نہیں پوچھے گا۔ ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور سب نظروں کے سامنے ہوں گے مگر اپنی مصیبت میں ایسا مشغول ہوگا کہ دوسرے کو پوچھ نہ سکے گا۔ اور یہ بات مجرموں یعنی کفار ومشرکین کے ساتھ مخصوص ہوگی۔ رہے مومن وہ تو اپنے دوستوں کی خبر گیری کریں گے ان کے لئے شفاعت بھی کرینگے جیسا کہ بکثرت احادیث یہ ثابت کرتی ہیں۔ اور مجرموں کا ایک دوسرے کو پوچھنا تو درکنار اس روز تو ہر مجرم یعنی مشرک وکافر اس بات کی تمنا اور آرزو کرے گا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنی اولاد اور بیوی اور بھائی اور کنبہ قبیلہ بلکہ ساری دنیا کو بدلہ میں دے کر اپنی جان عذاب سے بچالے مگر یہ ممکن نہ ہوگا اور اسے عذاب سے نجات نہ ملے گی اور وہ آگ کے تیز شعلوں میں پھینکا جائے گا جو جلا کر کھال تک اتار دے گی اور اس روز جہنم کی یہ کیفیت ہوگی کہ وہ خود آواز دے کر اس شخص کو بلاوے گی جس نے دنیا میں حق کی طرف سے منہ موڑ رکھا تھا اور اطاعت وعمل صالح سے بے رخی کی تھی اور دوسروں کا حق مار مار کر براہ حرص مال کے جمع کرنے اور سمیٹنے میں لگا رہتا تھا۔ اور وہ سب جہنم کی طرف کھنچے چلے آویں گے۔ بعض آثار میں ہے کہ جہنم اول زبان قال سے پکارے گی کہ او کافر۔ او منافق۔ او مال سمیٹ کر رکھنے والے ادھر آ۔ لوگ ادھر ادھر بھاگیں گے لیکن ایک بہت لمبی گردن نکلے گی جو کفار کو چن چن کر اس طرح اٹھالے گی جیسے جانور زمین سے دانہ اٹھا لیتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) آخر میں اس کافر انسان کی سرشت بتلائی جاتی ہے کہ جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو سخت گھبرا جانے اور ہائے واویلا کرنے والا ہو جاتا ہے کہ اس وقت جو کچھ اس سے مانگو سب کچھ دینے کو تیار ہوتا ہے اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے کہ کسی کو کوڑی نہ دے جیسا کہ مجرم مذکور کی حالت سے معلوم ہو چکا کہ وہ دنیا میں کسی کو کچھ دینا پسند نہ کرتا تھا اور آخرت میں عذاب دیکھ کر سب کچھ دینے کو تیار ہو جائے گا۔

اب یہاں منکرین قیامت یعنی کفار ومشرکین کی بعض صفات بتلائی گئی ہیں جو عذاب جہنم میں گرفتار ہوں گے اور جن کو جہنم خود بلاوے گی اور چن چن کر اپنے اندر کھینچ لے گی۔ کفار ومنکرین کی وہ صفات بد یہ بتلائی گئی ہیں۔ مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى (یعنی دنیا میں جس نے حق سے پیٹھ پھیری ہوگی اور اطاعت خداوندی سے بے رخی کی ہوگی اور دوسروں کا حق مار مار کر براہ حرص مال جمع کیا ہوگا، پھر اس کو اٹھا اٹھا کر رکھا ہوگا)

تو معلوم ہوا کہ یہ صفات موجب عذاب جہنم ہیں۔ اب یہ کتنے افسوس اور شرم کی بات ہے کہ اگر یہ صفات منکرین کی کسی مسلمان میں پائی جائیں۔ **العیاذ باللہ تعالیٰ**

یہاں جس مال کے جمع کرنے اور روک کر رکھنے کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے اس سے مراد وہ مال ہے کہ جو خلاف شرع ناجائز طریقوں سے جمع کیا جائے اور روکنے سے مراد یہ ہے کہ مال پر عائد ہونے والے حقوق وفرائض اور واجبات ادا نہ کرے۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ آج ان صفات بد میں کتنے مسلمان کہے جانے والے افراد گرفتار ہیں۔ اور پھر غضب بالائے غضب یہ کہ نہایت بے فکری سے بقول کسی شاعر کے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ؎

اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ان صفات بد سے ہم کو اور جملہ مسلمانوں کو بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور مؤمنین مخلصین، کاملین کی صفات اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں، آمین۔

الغرض یہ تو کیفیت اور حالات ہوں گے منکرین قیامت یعنی کفار ومشرکین کے قیامت کے دن لیکن مؤمنین ان احوال سے مستثنیٰ ہوں گے جن کو جنت کے باغات میں اکرام وعزت کے ساتھ داخل کیا جاوے گا۔ مگر وہ مومنین کیسے ہیں اور ان کی کیا صفات ہیں یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِلَّا الْمُصَلِّينَ (۲۲) الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ (۲۳) وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ

مگر وہ نمازی (یعنی مومن) جو اپنی نماز پر برابر توجہ رکھتے ہیں اور جن کے مالوں میں سوالی

مَّعْلُومٌ (۲۴) لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (۲۵) وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ (۲۶) وَالَّذِينَ هُم

اور بے سوالی سب کا حق ہے۔ اور جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جو

مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ (۲۷) إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ (۲۸) وَالَّذِينَ

اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ واقعی ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں۔ اور جو

هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ (۲۹) إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ

اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی لونڈیوں سے کیونکہ ان پر کوئی الزام نہیں۔

مَلُومِينَ (۳۰) فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ (۳۱) وَالَّذِينَ هُمْ

ہاں جو اس کے علاوہ طلبگار ہو ایسے لوگ حدِ (شرعی) سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی

لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ (۳۲) وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ (۳۳) وَالَّذِينَ هُمْ

امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں اور جو اپنی

عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ (۳۴) أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ (۳۵)

نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بہشتوں میں عزت کے ساتھ داخل ہوں گے۔

إِلَّا سوائے	الْمُصَلِّينَ نمازیوں	الَّذِينَ وہ جو	هُمْ وہ	عَلَىٰ پر	صَلَاتِهِمْ اپنی نماز	دَائِمُونَ ہمیشہ (پابندی) کرتے ہیں	وَالَّذِينَ اور وہ جو
فِي أَمْوَالِهِمْ ان کے مالوں میں	حَقٌّ حق	مَّعْلُومٌ ایک معلوم (مقرر)	لِّلسَّائِلِ مانگنے والے	وَالْمَحْرُومِ اور محروم (نہ مانگنے والے)			
وَالَّذِينَ اور وہ جو	يُصَدِّقُونَ سچ مانتے ہیں	بِيَوْمِ الدِّينِ روز جزا کو	وَالَّذِينَ اور وہ جو	هُمْ وہ	مِّنْ سے	عَذَابِ رَبِّهِمْ اپنے رب کا عذاب	
مُّشْفِقُونَ ڈرنے والا	إِنَّ بیشک	عَذَابَ رَبِّهِمْ انکے رب کا عذاب	غَيْرُ مَأْمُونٍ نڈر ہونے کی بات نہیں	وَالَّذِينَ اور وہ جو			
هُمْ وہ	لِفُرُوجِهِمْ اپنی شرمگاہوں کی	حَافِظُونَ حفاظت کرنیوالے	إِلَّا سوائے	عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ اپنی بیویوں سے	أَوْ یا	مَا جو	
مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ انکے دائیں ہاتھ کی ملک باندیاں	فَإِنَّهُمْ پس وہ بیشک	غَيْرُ مَلُومِينَ کوئی ملامت نہیں	فَمَنِ ابْتَغَىٰ پھر جو بھی چاہے				
وَرَاءَ ذَٰلِكَ اس کے سوا	فَأُولَٰئِكَ تو وہی لوگ	هُمُ وہ	الْعَادُونَ حد سے بڑھنے والے	وَالَّذِينَ اور وہ جو	هُمْ وہ	لِأَمَانَاتِهِمْ اپنی امانتوں	
وَعَهْدِهِمْ اور اپنے عہد	رَاعُونَ رعایت (حفاظت) کرنیوالے	وَالَّذِينَ اور وہ جو	هُم بِشَهَادَاتِهِمْ وہ اپنی گواہیوں پر	قَائِمُونَ قائم رہنے والے			
وَالَّذِينَ اور وہ جو	هُمْ وہ	عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ اپنی نماز کی	يُحَافِظُونَ حفاظت کرنیوالے	أُولَٰئِكَ یہی لوگ	فِي جَنَّاتٍ باغات میں	مُّكْرَمُونَ مکرم ومعزز	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مجرمین قیامت کے گروہ سے وہ لوگ علیحدہ اور مستثنیٰ ہوں گے کہ جو دنیا میں نمازی ہیں۔مگر کیسے نمازی؟ کبھی کبھار جمعہ یا عید کی نماز پڑھنے والے؟ نہیں۔ بلکہ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ فرمایا جو ہمیشہ اپنی نمازوں میں لگے ہوئے ہیں یعنی اپنی نمازیں برابر ادا کرتے رہتے ہیں کبھی ترک نہیں کرتے۔ یہاں حق تعالیٰ نے اہل جنت کی صفات میں سے سب سے اول اور پہلی صفت نمازی ہونے کی بیان فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر مہتم بالشان عبادت ہے۔

اہل جنت کی یہ پہلی صفت ارشاد ہوئی۔ آگے دوسری صفت ارشاد ہے کہ جن کے مالوں میں سوالی اور بے سوالی سب کا حق ہے۔ یہاں آیت میں اموالھم جمع کا صیغہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ سب قسم کے مالوں میں صدقات واجبہ اور خیر خیرات میں۔ خواہ وہ مال نقدی یا سونے چاندی کی شکل میں ہو۔ یا زراعت اور کھیتی باڑی کی شکل میں ہو۔ یا تجارت اور سوداگری کی صورت میں ہو۔ پھر یہ نہیں کہ کبھی دیا کبھی نہ دیا۔ یا جس قدر چاہا دیا اور جتنا نہ چاہا نہ دیا۔ نہیں بلکہ حق معلوم فرمایا یعنی وہ حق جو شرعاً معین ہے جیسے زکوٰۃ۔ صدقۃ فطر اور دوسرے نفقات واجبہ۔ پھر یہ حق مال میں کن لوگوں کا ہے اس کے لئے فرمایا لِلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ کا حق ہے۔ سائل یعنی سوال کرنے والے کے واسطے جس کو کہ شریعت کی طرف سے سوال کرنے اور اپنے حق کا مطالبہ کرنے کی اجازت ہو جیسے بیوی' بچے' لونڈی' غلام' رشتہ دار' قرض خواہ' مسافر' مہمان وغیرہ کہ ان سب کو اپنے اپنے حق کا مطالبہ پہنچتا ہے۔ دوسرے محروم۔ محروم کے معنی میں علماء کے کئی قول ہیں ایک تو وہ لوگ جو حق مانگنے سے محروم ہیں اور شریعت کی راہ سے ان کو مطالبہ درست نہیں۔ جیسے غریب' مسکین' یتیم محتاج بعض نے کہا کہ محروم وہ محتاج اور مصیبت زدہ ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا ہو اور کسی سے اپنی حاجت کا اظہار نہ کرتا ہو۔

تیسری صفت یہ بتلائی گئی کہ جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں یعنی یوم جزا پر یقین رکھتے ہیں۔ اس میں تمام نیکیوں کے حصول اور تمام برائیوں سے بچنے کے لئے اشارہ ہے اس لئے کہ جو شخص جزا کے دن کا معتقد ہوگا وہ نیکیاں دل کھول کر کرے گا اس یقینی امید پر کہ اس کا بدلہ ملے گا اور ہر طرح کے ظلم وزیادتی اور ناحق شناسی سے بچے گا اس خیال سے کہ اس پر پکڑ ہوگی۔ آگے چوتھی صفت بتلائی گئی کہ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں یعنی ان کو یہ خوف لگا رہتا ہے کہ آخرت تو آخرت دنیا میں کبھی برے کاموں کی سزا مل جاتی ہے اس لئے ان کو عذاب الٰہی سے ڈر لگا رہتا ہے کہ نہ معلوم کب اور کس وقت نازل ہو جائے۔ چوتھی صفت بیان فرما کر بطور جملہ معترضہ کے ارشاد ہوتا ہے کہ واقعی اللہ کا عذاب ایسی چیز نہیں کہ بندہ اس کی طرف سے مامون اور بے فکر ہو کر بیٹھ رہے۔ آگے پانچویں صفت بیان کی گئی کہ جو اپنی شرمگاہوں کو حرام کاری سے روکتے ہیں۔ جہاں خدا کی اجازت نہیں اس جگہ سے بچاتے ہیں۔ ہاں اپنی بیویوں اور اپنی ملکیت کی شرعی لونڈیوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں۔ سو اس پر ان کو کوئی ملامت اور الزام نہیں لیکن جو شخص ان کے علاوہ اور جگہ یا اور طرح شہوت رانی کا طلب گار ہوگا اور قضائے شہوت کے لئے کوئی اور راستہ ڈھونڈھے تو وہ حد اعتدال اور حد جواز سے باہر قدم نکالتا ہے اور وہ یقیناً حدود خداوندی سے تجاوز کرنے والا ہے۔ اب چونکہ شرعی باندیوں اور لونڈیوں کا وجود قریب قریب ساری دنیا میں کہیں نہیں جو کہ بوقت نزول قرآن موجود تھا اس لئے جنسی خواہش صرف اپنی منکوحہ بیوی سے پوری کی جا سکتی ہے اور سب طریقے ممنوع ہیں۔ آگے چھٹی صفت ارشاد فرمائی گئی کہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں۔ امانت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو حق تعالیٰ کے حق کے ساتھ متعلق ہیں۔ مثلاً انسان کو عطا کردہ قویٰ اور اموال اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ ان کو بے جا اور اللہ کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کرنا چاہئے۔ دوسری قسم امانت کی وہ ہے جو بندوں کے حقوق سے تعلق رکھتی ہے مثلاً علماء کے پاس علم امانت ہے کہ اس کو نہ چھپائیں۔ حاکموں کے ذمہ انصاف کرنا یہ رعیت کی امانت ہے۔

اسی طرح آقا کی امانت خادم اور نوکر کے ذمہ ہے۔ایک ہمسایہ کی امانت دوسرے ہمسایہ کے ذمہ ہے۔اسی طرح عہد بھی دو قسم ہے۔ ایک وہ قول وقرار جو حق تعالیٰ سے کیا ہو۔دوسرا وہ عہد اور قول اقرار جو بندوں کے ساتھ کیا ہو۔

آگے ساتویں صفت بیان فرمائی گئی کہ جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں یعنی ضرورت پڑے تو بلا کم و کاست بلا رو رعایت سچی اور واقعی گواہی دیتے ہیں۔حق پوشی نہیں کرتے۔ چاہے اس سچی گواہی دینے میں دوستی جاتی ہو۔چاہے قرابت ٹوٹے، چھوٹنے کا ڈر ہو۔ چاہے مخالف اور دشمن کو نفع پہنچتا ہو۔ گواہی کا چھپانا شریعت میں گناہ کبیرہ ہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ جان بوجھ کر گواہی دینے سے انکار کرے۔ یا کسی حیلے بہانے سے ٹالے۔ یا جھوٹی گواہی دے۔ اخیر میں آٹھویں صفت فرمائی ہے کہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی نمازوں کے اوقات۔اس کے شرائط وارکان وآداب کی خبر رکھتے ہیں اور اس کے ثواب کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ یہاں یہ بات خاص توجہ کے لائق ہے کہ ان اہل جنت کے اوصاف بیان کرتے ہوئے شروع وصف بھی نماز کی ادائیگی کا بیان کیا۔اور ختم بھی اسی پر کیا۔اور یہ تکرار نہیں ہے۔شروع میں مداومت نماز کی صفت بیان فرمائی گئی تھی۔اخیر میں محافظت نماز کی صفت فرمائی گئی اور ان دونوں میں فرق ہے۔ مداومت تو یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز ہمیشہ ادا کرتا رہے۔ ایک وقت بھی نماز کو جان بوجھ کر نہ چھوڑے۔محافظت یہ ہے کہ شرائط وارکان کی بجا آوری۔ مفسدات اور مکروہات سے بچنے کا اہتمام کرنا۔حضور قلب اور خشوع وخضوع سے ادا کرنا۔تو جنتیوں کی یہ آٹھ صفتیں ہوئیں جن کو نماز سے شروع اور نماز ہی پر ختم کیا گیا۔اس سے معلوم ہوا کہ نماز امر دین میں عظیم الشان کام ہے اور سب سے زیادہ شرف اور فضیلت والی چیز بھی ہے۔تو یہ آٹھ صفات کا بیان فرما کر بتلایا گیا اُولٰٓئِكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ایسے لوگ بہشتوں میں عزت سے داخل ہوں گے یعنی مرنے کے بعد دوسرے جہان میں عزت واکرام کے ساتھ جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔

اللھم اجعلنا منھم۔اب یہاں ان آیات میں آٹھ صفات بیان فرما کر بتلایا گیا کہ ایسی صفات والے لوگ جنت میں عزت کے ساتھ داخل کئے جائیں گے اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔اس سے اس بات کی ضد بھی سمجھی جاسکتی ہے اور جو ان صفات کو دنیا میں اختیار نہیں کریں گے وہ جنت کی نعمتوں سے محروم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ صفات اختیار کرنے اور ان پر عامل ہونے کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ اب یہ موجبات سعادت و شقاوت بیان ہو جانے کے بعد بھی کفار مکہ اپنی حماقت وجہالت سے اپنے ہی کو حق پر سمجھتے۔جس پر ان کی مذمت اگلی آیات میں فرمائی جاتی ہے۔جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو اپنی نمازوں کی پابندی اور حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں۔اور جو مال ہم کو دنیا میں عطا فرمایا ہے اس میں سے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو قیامت کے دن کا ایسا یقین نصیب فرمایئے کہ جو ہم اس سے کسی آن غافل نہ ہوں

یا اللہ! ہمیں شریعت مطہرہ کی پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمایئے اور اپنے فضل سے ہم کو قیامت میں اہل جنت کے گروہ میں داخل فرمایئے اور جنت کی ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمایئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ﴿٣٧﴾ أَيَطْمَعُ

تو کافروں کو کیا ہوا کہ آپ کی طرف کو داہنے اور بائیں سے جماعتیں بن بنکر دوڑے آرہے ہیں۔ کیا ان میں

كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ۖ إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّمَّا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ فَلَا

ہر شخص اس کی ہوس رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی جنت میں داخل کرلیا جاوے گا۔ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے جس کی ان کو بھی خبر ہے۔ پھر میں

أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِنَّا لَقَادِرُونَ ﴿٤٠﴾ عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا

قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی کہ ہم اس پر قادر ہیں۔ کہ اُن کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم

نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٤٢﴾

عاجز نہیں ہیں۔ تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ اُن کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جسکا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً

جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ ان کی آنکھیں

أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٤٤﴾

نیچے کو جھکی ہوں گی اُن پر ذلت چھائی ہوگی۔ یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

فَمَالِ تو کیا ہوا	الَّذِينَ كَفَرُوا جو لوگوں نے کفر کیا (کافر)	قِبَلَكَ آپ کی طرف	مُهْطِعِينَ دوڑتے آرہے ہیں	عَنِ الْيَمِينِ دائیں سے		
وَعَنِ الشِّمَالِ اور بائیں سے	عِزِينَ گروہ در گروہ	أَيَطْمَعُ کیا طمع (توقع) رکھتا ہے	كُلُّ امْرِئٍ ہر کوئی	مِّنْهُمْ ان میں سے	أَن يُدْخَلَ کہ وہ داخل کیا جائیگا	
جَنَّةَ باغ	نَعِيمٍ نعمتوں والا	كَلَّا ہرگز نہیں	إِنَّا خَلَقْنَاهُم بیشک ہمنے پیدا کیا انہیں	مِّمَّا اس سے جو	يَعْلَمُونَ وہ جانتے ہیں	فَلَا أُقْسِمُ پس میں قسم کھاتا ہوں
بِرَبِّ الْمَشَارِقِ مشرقوں کے رب کی	وَالْمَغَارِبِ اور مغربوں	إِنَّا بیشک ہم	لَقَادِرُونَ البتہ قادر ہیں	عَلَىٰ پر	أَن نُّبَدِّلَ کہ ہم بدل دیں	
خَيْرًا بہتر	مِّنْهُمْ اُن سے	وَمَا نَحْنُ اور نہیں ہم	بِمَسْبُوقِينَ عاجز کئے جانیوالے	فَذَرْهُمْ پس انہیں چھوڑ دیں	يَخُوضُوا بیہودگیوں میں پڑے رہیں	
وَيَلْعَبُوا اور وہ کھیلیں	حَتَّىٰ يُلَاقُوا یہاں تک کہ وہ ملیں	يَوْمَهُمُ اپنے دن سے	الَّذِي وہ جس کا	يُوعَدُونَ ان سے وعدہ کیا جاتا ہے	يَوْمَ يَخْرُجُونَ جس دن وہ نکلیں گے	
مِنَ الْأَجْدَاثِ قبروں سے	سِرَاعًا جلدی جلدی	كَأَنَّهُمْ گویا کہ وہ	إِلَىٰ نُصُبٍ نشانہ کی طرف	يُوفِضُونَ لپک رہے ہیں	خَاشِعَةً جھکی ہوئی	
أَبْصَارُهُمْ ان کی آنکھیں	تَرْهَقُهُمْ ان پر چھا رہی ہوگی	ذِلَّةٌ ذلت	ذَٰلِكَ الْيَوْمُ یہ ہے وہ دن	الَّذِي وہ جس کا	كَانُوا يُوعَدُونَ ان سے وعدہ کیا جاتا ہے	

تفسیر وتشریح: یہ سورہ معارج کی خاتمہ کی آیات ہیں ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں بعض مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کفار مکہ جب قرآنی آیات میں جنت کی عظیم الشان نعمتوں اور اہل جنت کے اعزاز واکرام کو سنتے تو ہنسی اور تمسخر کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو ہو کر آتے اور ارد گرد بیٹھ کر تمسخر کی راہ سے کہتے کہ اگر یہ تمہارا قول سچ ہے کہ قیامت کا ہونا ضرور ہے اور دار

2 آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی تو ان غریب اور کم حیثیت اور بے مایہ لوگوں سے جنہوں نے تمہاری تابعداری اختیار کی ہے ہم ان نعمتوں کے زیادہ مستحق ہوں گے۔ اس واسطے کہ ہم دنیا میں ان سے عزت وشوکت میں زیادہ ہیں۔ جب دنیا میں ہم کو عزت بڑائی اور طرح طرح کی نعمتیں ملی ہیں اور مال ورتبہ اور سرداری وریاست ہم کو ملی ہے تو یہ دلیل ہے اس بات کی آخرت میں بھی ہم کو بڑائی اور سرداری ملے گی اور یہ تمہارے تابعدار لوگ جو کہ غریب ومحتاج ہیں اور غلام اور کم حیثیت ہیں وہ ہرگز ان نعمتوں کے لائق نہیں۔ کافروں کے ان خیالات باطلہ کے رد میں یہ آیات نازل ہوئیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ آخرت کی سعادت وشقاوت کے اسباب جہنم کے آزار اور جنت کی نعمتوں کا حال ان کو معلوم ہو چکا لیکن اس کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی پھر ان کافروں کو کیا ہوا کہ ان مضامین کی تکذیب کے لئے آپ کے پاس جمع ہو ہو کر آتے ہیں یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ ان مضامین کی تصدیق کرتے لیکن یہ لوگ متفق ہو ہو کر آپ کے پاس اس غرض سے آتے ہیں کہ ان مضامین کی تکذیب اور ان کے ساتھ استہزا کریں اور پھر اس کے باوجود بھی یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ جنت کے باغوں میں داخل کئے جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ اس خداوند عادل حکیم کے ہاں ایسا اندھیر نہیں ہو سکتا۔ یہ انسان جو منی کے قطرہ ناپاک اور گندی اور گھناؤنی چیز سے پیدا ہوا ہے وہ کہاں لائق ہے بہشت کے جب تک کہ ایمان کی بدولت پاک صاف اور مکرم ومعظم نہ ہو۔ اسی کی تائید میں حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے۔ فرماتے ہیں سچ ہے انسان گندہ ہے جب تک ایمان اور عمل صالح سے نورانیت اور پاکیزگی حاصل نہ کر لے محض مال ودولت اور دنیا کی حشمت وشوکت کی وجہ سے اس عالم قدس تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہ پاک جگہ ناپاکوں کے قابل نہیں۔ پھر کفار مکہ حشر ونشر کے منکر تھے اس لئے ان کو سنایا جاتا ہے کہ مشارق ومغارب کے رب کی قسم۔ مشارق مشرق کی جمع ہے یعنی آفتاب نکلنے کی جگہ اور مغارب مغرب کی جمع ہے یعنی آفتاب غروب ہونے کی جگہ۔ آفتاب کے طلوع اور غروب کی جگہ ہر روز بدلتی رہتی ہے اس لئے مشارق ومغارب کہے جاتے ہیں تو رَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ یعنی اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ان کفار سے بہتر لوگ پیدا کردے۔ اور خدا جب ان کی جگہ ان سے بہتر لاسکتا ہے تو خود ان کو دوبارہ کیوں نہیں پیدا کرسکتا۔ کیا یہ خدا کے قابو سے نکل کر کہیں باہر جاسکتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ یہاں مشارق ومغارب کی قسم شاید اس لئے کھائی کہ خدا ہر روز مشرق ومغرب کو بدلتا رہتا ہے تو اس کو ان کافروں کا بدل دینا کیا مشکل ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا مضمون فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان سرکشوں اور غفلت میں پڑے رہنے والے بدمستوں کے حق میں زیادہ فکر وتردد نہ کیجئے ان کو تھوڑے دنوں کی ڈھیل ہے پھر سزا ملنی یقینی ہے اور اس دن سے سامنا ہونا لازمی ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ اس دن یعنی قیامت میں یہ اپنی قبروں سے زندہ ہو کر تخت رب العٰلمین کی طرف ایسے دوڑتے چلے آئیں گے کہ جس طرح دنیا میں اپنے بتوں اور خیالی معبودوں کی طرف دوڑتے ہیں اور اس روز آنکھیں شرمندگی کے مارے نیچے ہوں گی اور مونہوں پر لعنت کی سیاہی چڑھی ہوئی ہو گی اور ان سے کہا جائے گا یہی وہ دن ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا اور تم انکار کرتے تھے۔

الحمدللہ کہ سورہ معارج کا بیان ختم ہوگیا۔ اب انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

سورۃ المعارج

جو آدمی کثرت سے احتلام ہو جانے اور برے خواب وخیالات آنے کا مریض ہو تو وہ رات کو سونے سے پہلے سورۃ المعارج پڑھ لے تو وہ اس مرض سے محفوظ ہو جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَۃُ نُوْحٍ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ ثَمَانٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً فِیْھَا رُکُوْعَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ

ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آوے۔

اَلِيْمٌ ﴿۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲﴾ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۳﴾

انہوں نے کہا کہ اے میری قوم میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ

تو وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو وقت مقرر تک مہلت دے گا، اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاوے گا تو ٹلے گا نہیں

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾

کیا خوب ہوتا اگر تم سمجھتے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا بیشک ہم نے بھیجا	نُوْحًا نوح	اِلٰی قَوْمِهٖٓ اپنی قوم کی طرف	اَنْ اَنْذِرْ کہ ڈراؤ	قَوْمَكَ اپنی قوم کو	مِنْ قَبْلِ اس سے قبل	
اَنْ يَّاْتِيَهُمْ کہ ان پر آئے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ دردناک عذاب	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اِنِّيْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ صاف صاف ڈرانے والا	اَنِ کہ	اعْبُدُوا اللّٰهَ تم اللہ کی عبادت کرو	وَاتَّقُوْهُ اور اس سے ڈرو	وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو		
يَغْفِرْ وہ بخش دے گا	لَكُمْ تمہیں	مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ تمہارے گناہ	وَيُؤَخِّرْكُمْ اور تمہیں مہلت دیگا	اِلٰٓى تک	اَجَلٍ مُّسَمًّى وقت مقرر	اِنَّ بیشک
اَجَلَ اللّٰهِ اللہ کا مقرر کردہ وقت	اِذَا جَاۗءَ جب آجائے گا	لَا يُؤَخَّرُ موخر نہ ہوگا (ٹلے گا نہیں)	لَوْ کاش	كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم جانتے		

تفسیر و تشریح: حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک سے پہلے بھی مختلف سورتوں میں آچکا ہے اور آپ کے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان ۱۲۰۰ برس کا فاصلہ مورخین نے لکھا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد نبی تو ہوئے مگر پہلے نبی جن کو رسالت سے نوازا گیا حضرت نوح علیہ السلام ہی تھے۔

نبی اور رسول میں فرق یہی ہے کہ نبی ہر صاحب وحی کو کہتے ہیں لیکن رسول کے لئے صاحب وحی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب شریعت ہونا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ انبیاء اولوالعزم کا سلسلہ بھی حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہوا اور وحی الٰہی سے سرتابی کرنے والوں پر بھی اول عذاب حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید اور صحیح مذہبی روشنی سے نا آشنا ہو چکی تھی اور حقیقی خدا کی جگہ خود ساختہ بتوں کی پرستش ان کا شعار ہو گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ عذاب کے آنے سے پہلے اپنی قوم کو ہوشیار کر دو۔ اگر وہ توبہ کرلیں گے۔ اور کفر و شرک کا راستہ چھوڑ دیں گے اور خدا کی طرف جھکنے لگیں گے اور عبادت کا راستہ اختیار کرلیں گے تو اس سے پہلے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق تلف کئے ہیں وہ معاف ہو

جائیں گے اور کفر وشرارت پر جو عذاب آنا مقصود ہے ایمان لانے کی صورت میں وہ نہ آئے گا۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے یہ خدائی پیغام اپنی قوم کو پہنچا دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ دیکھو میں کھلے لفظوں میں تمہیں آگاہ کئے دیتا ہوں کہ خدا کی عبادت۔ اس کا ڈر اور میری اطاعت لازمی چیزیں ہیں۔ میں جو کچھ کہوں بجا لاؤ اور جس بات سے منع کروں اس سے رک جاؤ۔ میری رسالت کی تصدیق کرو۔ خدائے تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگذر فرمائے گا اور ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب کا جو وعدہ ہے اگر وہ سر پر آ کھڑا ہوا تو کسی کے ٹالے نہیں ٹلے گا۔ نہ ایک منٹ کی ڈھیل دی جائے گی۔ اگر تم کو سمجھ ہے تو یہ باتیں سمجھنے اور عمل کرنے کی ہیں۔ سمجھ لو اور ان پر عمل کرو اور میری بات مان لو۔

اب تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی اصولی تعلیمات ایک ہی رہی ہیں ان میں سے ایک اہم تعلیم تمام پیغمبروں کی یہی رہی ہے جو نوح علیہ السلام نے قوم کو فرمائی۔ یعنی اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ یعنی تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ یہی تعلیم ہمارے آقا نبی الرحمۃ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تو گویا اس طرح خلاصہ تمام تعلیمات و ہدایات دین حق کا بس یہی ہوا وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق کاملہ عطا فرمائیں۔ اور اپنی اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اطاعت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اب حضرت نوح علیہ السلام ایک مدت دراز تک اپنی قوم کو سمجھاتے رہے لیکن آپ کے نصائح کا قوم پر کچھ اثر نہ ہوا اور آپ کی بات مان کر نہ دی آخر جب آپ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے اور قوم پر سمجھانے کا کوئی اثر نہ دیکھا تو بارگاہ الٰہی میں نوح علیہ السلام نے دعا کی۔

وہ دعا کیا تھی یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مطیع و تابعدار امتی بنا کر زندہ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنا وہ ڈر اور خوف عطا فرمائیں کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں اور گذشتہ تقصیرات پر ہم کو ندامت و توبہ کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری خطاؤں و گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیں۔

یا اللہ اس امت مسلمہ پر رحم و کرم فرما اور اسے اپنے پیغمبر اشرف الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرما تاکہ اسے دین و دنیا کی کامرانی نصیب ہو اور ذلت و خواری اس سے دور ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۝۵ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝۶ وَ اِنِّیْ كُلَّمَا

نوح نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات کو بھی اور دن کو بھی بلایا۔ سو میرے بلانے پر اور زیادہ بھاگتے رہے۔ اور میں نے جب کبھی

دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا

ان کو بلایا تاکہ آپ ان کو بخش دیں تو ان لوگوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں اور اپنے کپڑے لپیٹ لئے اور اصرار کیا

وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝۷ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝۸ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ

اور غایت درجہ کا تکبر کیا۔ پھر میں نے ان کو باآواز بلند بلایا۔ پھر میں نے ان کو علانیہ بھی سمجھایا اور ان کو

لَهُمْ اِسْرَارًا ۝۹ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ

بالکل خفیہ بھی سمجھایا۔ اور میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا۔

مِّدْرَارًا ۝۱۱ وَّ یُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝۱۲

اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا۔

قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اِنِّیْ دَعَوْتُ بیشک میں نے بلایا	قَوْمِیْ اپنی قوم کو	لَیْلًا رات	وَ نَهَارًا اور دن	فَلَمْ یَزِدْهُمْ تو ان میں زیادہ نہ کیا	
دُعَآءِیْۤ میرا بلانا	اِلَّا فِرَارًا بھاگنے کے سوا	وَ اِنِّیْ اور بیشک میں	كُلَّمَا جب بھی	دَعَوْتُهُمْ میں نے ان کو بلایا	لِتَغْفِرَ تاکہ تو بخش دے	لَهُمْ انہیں	
جَعَلُوْۤا انہوں نے دے لیں	اَصَابِعَهُمْ اپنی انگلیاں	فِیْۤ اٰذَانِهِمْ اپنے کانوں میں	وَ اور	اسْتَغْشَوْا انہوں نے لپیٹ لئے			
ثِیَابَهُمْ اپنے کپڑے	وَ اَصَرُّوْا اور اڑ گئے وہ	وَ اور	اسْتَكْبَرُوا انہوں نے تکبر کیا	اسْتِكْبَارًا بڑا تکبر	ثُمَّ پھر	اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ بیشک میں نے بلایا انہیں	
جِهَارًا باآواز بلند	ثُمَّ پھر	اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ بیشک میں نے اعلانیہ سمجھایا	لَهُمْ انہیں	وَ اَسْرَرْتُ اور میں نے پوشیدہ سمجھایا	لَهُمْ انہیں	اِسْرَارًا چھپا کر	
فَقُلْتُ پس میں نے کہا	اسْتَغْفِرُوْا تم بخشش مانگو	رَبَّكُمْ اپنا رب	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ غَفَّارًا وہ ہے بڑا بخشنے والا	یُّرْسِلِ وہ بھیجے گا	السَّمَآءَ آسمان	
عَلَیْكُمْ تم پر	مِّدْرَارًا مسلسل بارش	وَّ یُمْدِدْكُمْ اور مدد دیگا تمہیں	بِاَمْوَالٍ مالوں کیساتھ	وَّ بَنِیْنَ اور بیٹے	وَ یَجْعَلْ اور وہ بنائیگا	لَّكُمْ تمہارے لئے	
جَنّٰتٍ باغات	وَّ یَجْعَلْ اور وہ بنائیگا	لَّكُمْ تمہارے لئے	اَنْهٰرًا نہریں				

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے حضرت نوح علیہ السلام نے بطور شکایت کے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے تیرے حکم کی پوری طرح سرگرمی سے تعمیل کی اور میں نے اپنی طرف سے دعوت و تبلیغ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات بلکہ دھن باندھے ہر وقت انہیں راہ راست کی دعوت دیتا رہا لیکن اسے کیا کروں کہ جس دلسوزی سے میں انہیں نیکی کی طرف بلاتا رہا وہ اسی سختی سے مجھ سے بھاگتے رہے۔ جس قدر میری طرف سے شفقت اور ہمدردی کا اظہار ہوا ان کی جانب سے نفرت اور بیزاری ہی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ میں نے ان سے کہا کہ آؤ رب کی بات سنو تاکہ رب بھی تمہارے قصور بخش دے لیکن انہوں نے میرے ان الفاظ کا سننا بھی گوارا نہ کیا۔ اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں کہ میری بات سننے میں نہ آوے اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ اپنے اوپر کپڑا ڈال

لیا منہ چھپا لئے کہ میری صورت بھی نہ دیکھیں۔ اپنے کفر و شرک پر ضد کے ساتھ اڑ گئے اور اتباع حق سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اسے حقیر جان کر تکبر سے پیٹھ پھیر لی۔ اس پر بھی میں نے بس نہ کیا ان کے مجمعوں میں خطاب کیا اور مجلسوں میں جا کر سمجھایا اور بسا اوقات ایک ایک کو چپکے چپکے بھی سمجھایا۔ غرض کہ تمام جتن کر لئے اور نصیحت کا کوئی عنوان اور کوئی رنگ نہیں چھوڑا کہ کسی طرح یہ راہ راست پر آ جائیں۔ پھر میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ باوجود سینکڑوں برس سمجھانے کے اب بھی اگر میری بات مان کر اپنے مالک اور خالق رب کی طرف جھکو گے اور اس سے اپنی خطائیں معاف کراؤ گے تو وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ پچھلے سب قصور یکدم معاف فرما دے گا۔ پھر میں نے ان سے یہ بھی کہہ کر دیکھ لیا کہ علاوہ نفع اخروی کے تمہیں خدا سے استغفار کر لینے پر دنیوی فوائد بھی حاصل ہوں گے اور ایمان و استغفار کی برکت سے قحط و خشک سالی (جس میں وہ برسوں سے مبتلا تھے) دور ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ تم پر خوب موسلا دھار بارش برسائے گا جس سے کھیت اور باغ خوب سیراب ہوں گے۔ غلہ پھل اور میوہ کی افراط ہوگی۔ مویشی وغیرہ فربہ ہو جائیں گے۔ ان کا دودھ بڑھ جائے گا اور عورتیں جو کفر و معصیت کی شامت سے بانجھ ہو رہی ہیں بچے جننے لگیں گی۔ آخرت کے ساتھ دنیا کے عیش و بہار سے بھی وافر حصہ دیا جائے گا۔ غرض کہ ان کو رغبت بھی دلائی اور خوف بھی دلایا مگر یہ کسی طرح راہ راست پر نہ آئے۔

حضرت حسن بصری کی روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور قحط کا شکوہ کیا آپ نے اس سے کہا کہ استغفار کیا کرو۔ پھر دوسرا شخص آیا اس نے اپنے فقر و افلاس کا گلا کیا۔ آپ نے اس کو بھی یہی فرمایا کہ استغفار کیا کرو۔ پھر تیسرا شخص آیا۔ اس نے کہا کہ میرے لڑکا نہیں ہوتا آپ دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ مجھ کو لڑکا عنایت کرے آپ نے اس کو بھی فرمایا کہ استغفار کیا کرو۔ پھر چوتھا ایک شخص آیا اس نے اپنی کھیتی باڑی کے متعلق شکایت کی کہ کچھ پیدا نہیں ہوتا آپ نے اس کو بھی استغفار کرنے کی نصیحت کی۔ آپ کی مجلس کے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ نے ان چاروں کو ایک ہی امر کی نصیحت کی حالانکہ ہر ایک کا مطلب جدا جدا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ حق تعالیٰ نے خود قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ ان چاروں آفتوں کا دفعیہ استغفار ہے اور پھر سورہ نوح کی ان آیات کو آپ نے پڑھا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ ان آیات کی دلیل سے فرماتے ہیں کہ استسقا حقیقت میں دعاء اور استغفار کرنا ہے۔ نماز اور خطبہ اور اس کے دوسرے لوازمات اگر ہوں تو بہتر ہے اور نہیں تو کچھ حرج نہیں۔ اصل مقصود اس میں دعاء اور استغفار سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اب بھی استغفار کی یہ خاصیت ہے کہ جو کوئی سچے دل سے اور عجز و نیاز سے اپنے رب سے معافی مانگتا رہے اور استغفار کرتا رہے تو اس کے مال و اولاد میں برکت ہوگی قحط سالی رفع ہوگی۔ زمین کی پیداوار اور زیادہ ہوگی۔ احادیث صحیحہ میں استغفار کے بہت سے فوائد بیان ہوئے ہیں۔ امام احمد۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابن عباسؓ نقل فرمایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص استغفار کا التزام کرے گا حق تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی و مصیبت سے فراخی و راحت اور ہر غم سے نجات عطا فرمائیں گے اور بے گمان روزی عطا فرمائیں گے۔ مگر یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ علمائے کرام فرماتے ہیں صرف زبان سے استغفر اللہ کہنا کافی نہیں بلکہ گناہوں سے باز آوے اور دل و زبان کو پاک رکھے اور عجز و نیاز اور خلوص دل سے استغفار کرے (تفسیر حقانی) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سچی استغفار کی توفیق عطا فرمائیں۔

غرض کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی دعا اور فریاد میں حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں نے اپنی قوم کو ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کی اور ان کو اپنے گناہوں پر استغفار کرنے کی دینی اور دنیوی فضیلتیں بتلائیں اور سمجھائیں مگر انہوں نے میری کوئی بات مان کر نہ دی۔ ابھی نوح علیہ السلام کی دعاء و فریاد اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿١٤﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ

تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہو۔ حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ نے کس طرح سات

سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَاللّٰهُ

آسمان اوپر تلے پیدا کئے۔ اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔ اور اللہ نے تم کو

اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿١٨﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ

زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا۔ پھر تم کو پھر زمین ہی میں لے جاوے گا اور تم کو باہر لے آوے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے

الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا

تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا۔ تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو۔ نوحؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا اور ایسے شخصوں

مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ

کی پیروی کی کہ جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا۔ اور جنہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں۔ اور جنہوں نے کہا

اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا

کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو چھوڑنا۔ اور ان لوگوں نے

كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾

بہتوں کو گمراہ کر دیا اور ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے۔

مَا لَكُمْ کیا ہوا تمہیں	لَا تَرْجُوْنَ تم اعتقاد نہیں رکھتے	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	وَقَارًا وقار	وَ اور	قَدْ خَلَقَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں	اَطْوَارًا طرح طرح	
اَلَمْ تَرَوْا کیا تم نہیں دیکھتے	كَيْفَ کیسے	خَلَقَ اللّٰهُ اللہ نے پیدا کئے	سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان	طِبَاقًا اوپر تلے	وَجَعَلَ اور اس نے بنایا		
الْقَمَرَ چاند	فِيْهِنَّ ان میں	نُوْرًا ایک نور	وَجَعَلَ اور اس نے بنایا	الشَّمْسَ سورج	سِرَاجًا چراغ	وَاللّٰهُ اور اللہ	اَنْۢبَتَكُمْ اس نے اگایا تمہیں
مِنَ الْاَرْضِ زمین سے	نَبَاتًا سبزے کی طرح	ثُمَّ پھر	يُعِيْدُكُمْ وہ لوٹائے گا تمہیں	فِيْهَا اس میں	وَيُخْرِجُكُمْ اور پھر تمہیں نکالے گا		
اِخْرَاجًا نکالنا دوبارہ	وَاللّٰهُ اور اللہ	جَعَلَ اس نے بنایا	لَكُمُ تمہارے لئے	الْاَرْضَ زمین	بِسَاطًا فرش	لِتَسْلُكُوْا تاکہ تم چلو	مِنْهَا اس کے
سُبُلًا راستے	فِجَاجًا کشادہ	قَالَ کہا	نُوْحٌ نوحؑ	رَبِّ اے میرے رب	اِنَّهُمْ بیشک انہوں نے	عَصَوْنِيْ میری نافرمانی کی	وَاتَّبَعُوْا اور انہوں نے پیروی کی
مَنْ جو۔ جس	لَمْ يَزِدْهُ نہیں زیادہ کیا	مَالُهٗ اس کا مال	وَوَلَدُهٗ اور اسکی اولاد	اِلَّا خَسَارًا سوائے خسارہ	وَمَكَرُوْا اور انہوں نے چالیں چلیں		
مَكْرًا چالیں	كُبَّارًا بڑی بڑی	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	لَا تَذَرُنَّ تم ہرگز نہ چھوڑنا	اٰلِهَتَكُمْ اپنے معبود	وَلَا تَذَرُنَّ اور ہرگز نہ چھوڑنا		
وَدًّا ود	وَلَا سُوَاعًا اور نہ سواع	وَلَا يَغُوْثَ اور نہ یغوث	وَيَعُوْقَ اور یعوق	وَنَسْرًا اور نسر	وَقَدْ اَضَلُّوْا اور تحقیق انہوں نے گمراہ کیا		
كَثِيْرًا بہت	وَلَا تَزِدِ اور نہ زیادہ کر	الظّٰلِمِيْنَ ظالموں	اِلَّا ضَلٰلًا گمراہی کے سوا				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بھی نوح علیہ السلام کا دعائیہ مضمون جاری ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ آپ نے بطور فریاد کے حق تعالیٰ سے یہ بھی عرض کیا کہ بارالہا میں نے اپنی قوم کو یوں بھی سمجھایا کہ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت اور بڑائی کے قائل نہیں ہوتے اور اس کے آگے جھک کر دنیا اور آخرت کی نعمتیں نہیں لیتے۔ تمہیں اسی نے تو پیدا کیا ہے اور کن کن حالات اور کس کس لوٹ پھیر کے ساتھ پیدا کیا۔ پہلے ناپاک قطرہ یعنی نطفہ۔ پھر جما ہوا خون۔ پھر گوشت کا لوتھڑا۔ پھر اور صورت اور پھر اور حالت۔ پھر میں نے ان کو یوں بھی سمجھایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنی قدرت اور حکمت سے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے پھر چاند وسورج کو پیدا کیا۔ دونوں کی چمک دمک اور روشنی اور اجالا الگ الگ بنایا کہ دن رات کی تمیز ہو جاتی ہے۔ پھر ان کو میں نے یہ بھی بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے پیدا کیا یعنی انسانوں کے باپ حضرت آدم مٹی سے پیدا ہوئے اور پھر مرنے کے بعد تم کو اسی زمین میں لے جاتا ہے اور پھر قیامت میں اسی زمین سے تم کو زندہ کر کے باہر لے آئے گا۔ پھر میں نے ان کو یہ بھی بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو مثل فرش کے بنایا کہ اس پر لیٹتے۔ بیٹھتے چلتے پھرتے رہتے سہتے ہو۔ ادھر سے ادھر آتے جاتے ہو۔ زمین کے کشادہ راستوں پر چلتے پھرتے ہو غرض کہ میں نے قدرت خداوندی کے نمونہ بھی اپنی قوم کے سامنے رکھے اور توحید کی دعوت دی کہ اس عالیشان قدرت کے رکھنے والے کی طاعت وبندگی اختیار کرو اور صرف اسی کی عبادت کرو اور اس جیسا اس کا شریک اس کا ساجھی اور اس کا مثیل کسی کو نہ جانو۔ مگر انہوں نے میری کوئی بات مان کر نہ دی۔ پھر نوح علیہ السلام نے یہ بھی عرض کیا کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا تو نہ مانا جو ان کے لئے سراسر نفع بخش تھا اور اپنے رئیسوں۔ سرداروں اور مالداروں کا کہنا مانا جن کے مال واولاد میں کوئی خوبی اور بہتری نہیں کہ وہ اسی سبب سے دین سے محروم رہے اور اوروں کو بھی محروم رکھا اور اس قوم نے ایسے لوگوں کا اتباع کیا جنہوں نے حق کے مٹانے میں بڑی بڑی تدبیریں کیں اور جنہوں نے اپنے تابعین سے یہی کہا اور ان کو یہی سمجھایا کہ میری بات ہرگز نہ ماننا اور اپنے بتوں کو جن کو تم پوجتے رہے ہو ہرگز نہ چھوڑنا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دعوت حق اور تبلیغ دین کا کام مسلسل ۹۵۰ سال تک قوم میں کیا اور پیغام حق پہنچایا اور عذاب الٰہی سے خوف دلایا لیکن آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی رہی اور آپ کا کہنا نہ مانا یہاں تک کہ لوگوں کی کئی پشتیں گذر گئیں۔ جو شخص اس قوم میں مرنے کے قریب ہوتا تو وہ اپنی اولاد کو تاکید اور تنبیہ کر جاتا کہ خبردار اس شخص یعنی حضرت نوح علیہ السلام سے بچے رہنا اور ہرگز اس کی بات مت سننا اور اپنے باپ دادوں کے طریقہ کو مت چھوڑنا اس واسطے کہ یہ بوڑھا دیوانہ ہو گیا ہے (معاذ اللہ ! معاذ اللہ!) واہی تباہی باتیں کہا کرتا ہے۔ ہماری عمریں گذر گئیں کہ ہم کو جھوٹے وعدوں سے ڈرایا گیا اور آج تک تو کوئی عذاب وذاب آیا نہیں۔ غرض کہ اس قدر آپ کی ذلت وحقارت کے درپے رہتے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا کرتے تاکہ ہنسی اور مسخری آپ کی کریں اور آپ کو پتھر ماریں اور جب حضرت نوح علیہ السلام عذاب خداوندی سے زیادہ ڈراتے اور خوف دلاتے تو وہ بد بخت آپ کو اس قدر مارتے کہ آپ کے بدن اور چہرہ سے خون بہنے لگتا لیکن حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اس قدر حلم اور بردباری عطا کی تھی کہ باوجود اس ظلم وتعدی کے آپ ان کی خیر خواہانہ نصیحت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے الغرض حضرت نوح علیہ السلام تو قوم کو شرک و بت پرستی سے منع کرتے اور اس کے جواب میں قوم کے بڑے اپنے لوگوں سے کہتے کہ خبردار اپنے معبودوں کو اس شخص کے

کہنے سے نہ چھوڑنا اور خصوصاً اپنے ان پانچ بڑے معبودوں کو یعنی ود ۔سواع۔ یغوث۔ یعوق اور نسر کو تو ہرگز نہ چھوڑنا اور ان کی پرستش و بندگی کبھی ترک نہ کرنا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم نوح میں ان ناموں کے صالح و بزرگ اولیاء اللہ تھے۔ جب ان صالحین کا انتقال ہوگیا جن کے نام ود۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق اور نسر تھے لوگوں نے ان کی تصاویر بنالیں تاکہ ان کے احوال اور عبادات وغیرہ کی یاد تازہ رہے۔ کچھ مدت کے بعد ان کے مجسمے تیار کرلئے گئے حتیٰ کہ کچھ دنوں بعد ان کی پرستش ہونے لگی اور یہ بت ان ہی بزرگوں کے نام سے موسوم کئے گئے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قوم نوح کے بتوں کو آخر میں کفار عرب نے لے لیا۔ کوئی قبیلہ ود کو پوجتا تھا۔ کوئی قبیلہ سواع کا پرستار تھا۔ کوئی قبیلہ یغوث کی پوجا کرتا تھا۔ کوئی قبیلہ یعوق کا پجاری تھا اور کوئی نسر بت کا ماننے والا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ طوفان میں یہ مورتیاں ڈوب گئی تھیں اور مٹی کے اندر دب گئی تھیں مدتوں تک دفن رہیں آخر مکہ کے مشرکوں کے لئے شیطان نے ان کو برآمد کیا اور مشرکین عرب کو ان کی پرستش پر لگا دیا۔

الغرض حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں یہ بھی عرض کیا کہ اے میرے پروردگار یہ لوگ میری بات تو مانتے نہیں اور اپنے رئیسوں اور سرداروں کی بات سنتے اور مانتے ہیں جو اپنے مال پر مغرور اور کثرت اولاد پر نازاں ہیں اور وہ مال و اولاد ان کی تباہی کا باعث بنے ہوئے ہیں اور جنہوں نے دین حق کے مٹانے میں بڑی تدبیریں کیں اور جنہوں نے اپنے تابعین کو یہی سمجھایا کہ تم اپنے معبودوں کی پوجا ہرگز مت چھوڑنا اور بالخصوص اپنے بڑے پانچ معبودوں کی پرستش ہرگز نہ ترک کرنا۔ اور ان سرداروں نے بہکا بہکا کر بہتوں کو گمراہ کیا۔ اے اللہ میں ان کی ہدایت سے اب بالکل مایوس ہوگیا ہوں اس لئے دعاء کرتا ہوں کہ ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھا دیجئے تاکہ ان کا پیمانہ شقاوت لبریز ہوکر یہ عذاب الٰہی کے مورد بنیں اور مستحق ہلاکت ہو جاویں۔ مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بددعا ان کی ہدایت سے مایوس ہوکر کی خواہ مایوسی صدہا سال کے تجربہ کی بنا پر ہو یا حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سن چکے ہوں گے جو سورہ ہود بارھویں پارہ میں ذکر فرمایا گیا أُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (اور نوحؑ کے پاس وحی بھیجی گئی کہ تمہاری قوم میں سے اب اور کوئی ایمان نہیں لائے گا بجز ان کے جو اب تک ایمان لاچکے) تو ایسی مایوسی کی حالت میں بددل ہوکر ایسی بددعا کرنا مستبعد نہیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم فرعون کے لئے بددعا فرمائی تھی جیسا کہ گیارھویں پارہ سورہ یونس میں بتلایا گیا رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ (اے ہمارے پروردگار انکے مالوں کو نیست و نابود کردے اور ان کے دلوں کو اور زیادہ سخت کر دے سو یہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ عذاب دردناک کو دیکھ لیں)

حضرت نوح علیہ السلام کا بیان یہ دعا کرنا **و لا تزد الظلمین الا ضلالاً** (اور ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے) اس سے مقصود گمراہی کی زیادتی نہیں بلکہ استحقاق ہلاکت کی دعاء ہے کہ انکا کفر و شرک بڑھ کر ان کیلئے موجب ہلاکت اور عذاب الیم ہوجاوے۔

اب آگے اس قوم کا جو انجام ہوا وہ بیان فرما کر حضرت نوح علیہ السلام کی بقیہ فریاد اور دعا کا مضمون بیان کیا گیا ہے جسکا بیان ان شاء اللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾

اپنے ان ہی گناہوں کے سبب وہ غرق کئے گئے پھر آگ میں داخل کئے گئے اور خدا کے سوا ان کو کچھ حمایتی بھی میسر نہ ہوئے۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ

اور نوح نے کہا کہ اے میرے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ۔ اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے تو یہ لوگ آپ کے بندوں کو

يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَ

گمراہ کریں گے اور ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی۔ اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو

لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں ان کو اور تمام مسلمانوں مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دیجئے اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے۔

مِمَّا بسبب	خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اپنی خطائیں	اُغْرِقُوْا وہ غرق کئے گئے	فَاُدْخِلُوْا پھر وہ داخل کئے گئے	نَارًا آگ	فَلَمْ يَجِدُوْا تو انہوں نے نہ پایا	
لَهُمْ اپنے لئے	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	اَنْصَارًا کوئی مددگار	وَقَالَ اور کہا	نُوْحٌ نوح	رَّبِّ اے میرے رب	لَا تَذَرْ تو نہ چھوڑ
عَلَى الْاَرْضِ زمین پر	مِنَ الْكٰفِرِيْنَ کافروں میں سے	دَيَّارًا کوئی بسنے والا	اِنَّكَ بیشک تو	اِنْ اگر	تَذَرْهُمْ انہیں چھوڑ دیا	
يُضِلُّوْا وہ گمراہ کرینگے	عِبَادَكَ تیرے بندے	وَلَا يَلِدُوْٓا اور نہ جنیں گے	اِلَّا سوائے	فَاجِرًا بدکار	كَفَّارًا ناشکرے	رَبِّ اے میرے رب
اغْفِرْ لِيْ مجھے بخشدے	وَلِوَالِدَيَّ اور میرے ماں باپ	وَلِمَنْ اور اُسے جو	دَخَلَ داخل ہو	بَيْتِيَ میرے گھر	مُؤْمِنًا ایمان لاکر	
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومن مردوں کو	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں	وَلَا تَزِدِ اور نہ بڑھا	الظّٰلِمِيْنَ ظالموں	اِلَّا تَبَارًا ہلاکت کے سوا		

تفسیر و تشریح: یہ سورہ نوح کی آخری آیات ہیں۔ شروع سورۃ سے چند ابتدائی آیات چھوڑ کر حضرت نوح علیہ السلام کی فریاد والتجا نقل فرمائی گئی۔

ان آیات میں اس دعا اور شکایت کا اثر ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ آخر کار انجام اس نافرمان قوم کا یہ ہوا کہ نوح علیہ السلام کی نافرمانی اور اپنے کفر و شرک پر اصرار اور اپنے پیغمبر کی مخالفت اور طرح طرح سے ان کو ایذا رسانی کے گناہوں کے سبب وہ غرق آب کئے گئے۔ بظاہر طوفان آیا اور وہ پانی میں ڈوب کر ہلاک ہوئے۔ اور ان کو پانی میں غرق کر دینے سے صرف ان کو روئے زمین سے نیست و نابود کر دینا مقصود نہ تھا کہ جو اس ڈبونے پر کفایت کی جاتی بلکہ برزخ کا عذاب چکھانا بھی ان کو منظور تھا اس لئے بتلایا گیا کہ غرق ہونے کے بعد وہ نار میں داخل کئے گئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں نار سے برزخ کی نار مراد ہے کیونکہ جہنم کی نار میں تو حشر نشر کے بعد داخلہ ہوگا۔ مرنے کے فوراً ہی بعد روح عالم دنیا سے برزخ جس کو عالم قبر بھی کہتے ہیں چلی جاتی ہے اور وہاں اس کو نیک و بد اعمال کا بدلہ ملتا ہے۔ اس آیت سے عالم برزخ یعنی عالم قبر کا عذاب ثابت ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حشر سے پہلے بھی مومن و کافر کو ثواب و عذاب اس کے اعمال و ایمان کے باعث ملتا ہے اس لئے کہ مرنے سے روح نہیں مر جاتی بلکہ ایک دوسرے عالم یعنی عالم برزخ یا عالم قبر میں چلی جاتی ہے اور وہاں اس کو نیک و بد کا بدلہ ملتا ہے۔

ہمارے علما نے لکھا ہے کہ یہ آیت بھی عذاب قبر و وجود برزخ میں ایک صریح دلیل ہے اور احادیث سے تو عذاب قبر کا ثبوت کثرت سے ملتا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز پڑھی ہو اور عذاب قبر سے اللہ کی پناہ نہ مانگی ہو۔ قبر میں فرشتوں کا سوال کرنا اور صحیح صحیح جوابات دینے پر جنت کا فرش ہونا اور جنت کا لباس ملنا اور جنت کی خوشبودار ہوائیں آنا

اور جنت کے نظارے دیکھنا۔ اور صحیح جوابات نہ دینے پر دوزخ کا فرش اور دوزخ کا لباس اور دوزخ کی گرمی اور لپٹیں اور جھلسانے والی ہوائیں آنا متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے۔ نیز کافر کی قبر میں بھوڑوں سے کٹائی اور سانپوں واژدھوں کا مسلط ہونا اور ان کا کاٹنا اور ڈسنا متعدد احادیث میں ارشاد ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا حضرت آپ جنت دوزخ کے ذکر کے وقت تو نہیں روتے اور اس پر روتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے اگر اس سے نجات پالی تو بعد والی منزلیں اس سے آسان ہیں اور اس سے نجات نہ ملی تو بعد کی منزلیں اس سے سخت ہوں گی۔

الغرض یہاں آیت میں فَاُدْخِلُوْا نَارًا سے ثابت ہوتا ہے کہ قوم نوح عالم برزخ میں عذاب قبر میں مبتلا کر دی گئی آگے ارشاد ہوتا ہے کہ پھر اس قوم نے اپنے واسطے اپنے ان معبودوں کو جن کو پوجتے تھے اس امید سے کہ وقت پڑنے پر کام آئیں گے اور مصیبت میں مدد کریں گے کوئی بھی ان کا حمایتی نہ ہوا۔ نہ ودّ نے ان سے محبت کی۔ نہ سواع نے ان کو بچایا۔ نہ یغوث ان کی فریاد کو پہنچا۔ نہ یعوق نے حمایت کی نہ نسر نے ان کو کچھ قوت دی کہ دنیا کے عذاب سے یعنی طوفان میں غرق ہونے سے ان کو بچاتے یا برزخ کے عذاب کو ان سے دفع کرتے۔ الغرض جب طوفان کے پانی کی زیادتی ہوئی اور حضرت نوح علیہ السلام مع اپنے متبعین کے کشتی میں سوار ہو لئے اور کافر ڈوبنے لگے تو حضرت نوح علیہ السلام نے بعض کافروں کو دیکھا کہ پہاڑ کی چوٹیوں پر اور اونچے مکانوں پر بھاگ کر جا بیٹھے ہیں اور بعضوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے طوفان کا حال سنا تھا تو اس خوف سے شیشہ کے مکانات پہاڑوں پر احتیاط کے واسطے بنا لئے تھے اور کئی مہینوں کا کھانا پانی بھی اس میں رکھ لیا تھا تو طوفان آنے پر ان مکانوں میں بے خوف ہو کر جا بیٹھے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ حال دیکھ کر اندیشہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ بعضے کافر اس عذاب سے اس حکمت سے بچ جاویں اور پھر ان کافروں کا تخم اس جہاں میں باقی رہے۔ یہ خیال کر کے آپ پھر درگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے کہ اے خدایا اب تو ان کافروں میں سے ایک کو بھی زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ۔ ان میں کوئی اس لائق نہیں کہ باقی رکھا جائے۔ جو کوئی زندہ رہے گا میرا تجربہ یہ کہتا ہے کہ اس سے بے حیا۔ ڈھیٹھ۔ منکر حق اور ناشکرے ہی پیدا ہوں گے اور جب تک ان میں سے کوئی موجود رہے گا خود تو راہ راست پر کیا آتا دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا اور ان سے جو نسل بھی پھیلے گی وہ بھی انہی جیسے بدکار کافر ہوں گے غرض ہر طرح سے یہ لوگ ہلاکی اور تباہی کے سزاوار ہیں۔ پھر یہی ہوا بھی کہ سارے کے سارے کافر غرقاب کر دیئے گئے۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا جو باپ سے الگ تھا وہ بھی نہ بچ سکا کیونکہ وہ پانی کا طوفان نہ تھا بلکہ عذاب الٰہی اور غضب خداوندی تھا۔ اب جب نوح علیہ السلام نے قہر الٰہی کے شعلہ بلند ہوتے دیکھے تو اس کی شان کبریائی اور بے نیازی سے ڈرے اور ڈرنا چاہئے بھی اور یہی کمال ایمان بھی ہے تو اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے اور تمام اہل ایمان کے لئے درگاہ الٰہی میں اس طرح دعا مانگنے لگے کہ الٰہی مجھے بخش دے اور میرے مرتبہ کے موافق مجھ سے جو تقصیر ہوئی ہو اپنے فضل سے معاف کیجئے اور میرے والدین اور جو میری کشتی یا میرے گھر یا میری مسجد میں مومن ہو کر آئے ان سب کی خطاؤں سے درگذر فرمایئے بلکہ آئندہ قیامت تک جس قدر مرد اور عورتیں مومن ہوں سب کی مغفرت فرما دیجئے مگر ان ظالموں کو تو ہلاک ہی کر ڈال۔ یہ بدبخت نہ بچیں۔

اس دعاء سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے والد اور والدہ مومن تھے چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے آباء و اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی کافر نہ تھا سب مومن اور موحد تھے اور آپ کی والدہ بھی مومنہ تھیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعاء مغفرت میں بڑی خوشخبری ہے تمام ایمانداروں کے واسطے جو قیامت تک ہوتے جاویں گے اس واسطے کہ کافروں کے حق میں جو بددعا آپ نے کی تھی وہ درگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی اور اس کی قبولیت کے آثار بھی ظاہر ہوئے یعنی سب کافر ہلاک ہوئے۔ تو ایمانداروں کے حق میں مغفرت کی دعا جو آپ نے کی وہ بھی بلاشبہ مقبول ہوئی ہو گی لیکن مومن ہونا شرط ہے تاکہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعاء سے حصہ ملے۔

الحمد للہ اس درس میں سورہ نوح کا بیان ختم ہو گیا۔

سورۃ نوح

۱- جو آدمی سورۃ نوح کی تلاوت کو اپنا معمول بنا لے تو وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانہ ضرور دیکھے گا۔

۲- کسی آدمی کو سخت حاجت درپیش ہو تو وہ اپنی حاجت روائی کی نیت سے سورۃ نوح پڑھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔ ۳- اگر کسی کو کسی ظالم کا سامنا ہو تو سورۃ نوح پڑھ لے ظالم کے شر سے محفوظ رہیگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْٓ اِلَى

آپ کہیئے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا پھر (اپنی قوم میں واپس جاکر) انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو راہ راست

الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝۲

بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔

قُلْ آپ فرمادیں	اُوْحِيَ مجھے وحی کی گئی	اِلَيَّ میری طرف	اَنَّهُ اسْتَمَعَ کہ اُسے سُنا	نَفَرٌ ایک جماعت	مِّنَ الْجِنِّ جنات سے (کی)	
فَقَالُوْٓا تو انہوں نے کہا	اِنَّا سَمِعْنَا بیشک ہم نے سنا	قُرْاٰنًا قرآن	عَجَبًا ایک عجیب	يَّهْدِيْٓ وہ رہنمائی کرتا ہے	اِلَى الرُّشْدِ ہدایت کی طرف	
فَاٰمَنَّا تو ہم ایمان لائے	بِهٖ اس پر	وَ اور	لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ ہم ہرگز شریک نہ ٹھہرائیں گے اپنے رب کے ساتھ	اَحَدًا کسی کو		

تفسیر و تشریح: جن'' جس کے لغت میں معنی پوشیدہ کے ہیں یہ بھی اور مخلوقات کی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک مستقل مخلوق ہیں۔ ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے جیسا کہ اوّل انسان حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے ہوئی۔ لیکن ان جنات کی تخلیق کی تفصیلی کیفیت سے ہم کو آگاہی نہیں ہے بہرحال دنیا میں حضرت آدمؑ کی آمد اور انسانوں کی پیدائش سے پہلے جنات موجود تھے۔ انسانوں کی طرح اب یہ بھی احکام شرعیہ کے مکلف ہیں۔ چونکہ عام طور سے یہ انسانوں کی نظروں سے غائب رہتے ہیں اس لئے اکثر فلسفیوں اور نیچریوں اور دہریوں نے ان کے وجود کا انکار کیا حالانکہ عقلاً بھی کوئی وجہ انکار کی نہیں سوائے اس کے کہ وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہیں اور عام طور سے ہر کسی کو دکھائی نہیں دیتے۔ لیکن کسی چیز کا ہم کو نظر نہ آنا یا اس کی کیفیت کا ہمیں معلوم نہ ہونا۔ اس کے نہ ہونے کی دلیل کب ہے۔ تمام ارباب مذاہب کے نزدیک جو کسی آسمانی مذہب کے قائل ہیں'' جنات'' کا وجود مسلم ہے۔ اور قرآن کریم واحادیث متواترہ کے نصوص جب صراحت کے ساتھ'' جنات'' کے وجود کو ثابت کر رہے ہیں اور بہت سی حدیثوں میں جن کو دیکھنے کا ذکر بھی ہے تو پھر کسی مسلمان کو ان کا وجود ماننے سے انکار کرنا ہرگز زیبا نہیں۔ خصوصاً جبکہ ہر زمانہ میں بکثرت ایسے سچے لوگ بھی ہوئے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ ہم نے جنات کو مختلف صورتوں میں دیکھا ہے ایسی صورت میں ان کے وجود سے وہی شخص انکار کرے گا جو دیدہ و دانستہ ہٹ دھرمی پر اتر آئے۔ قادیانیوں نے قرآن میں جہاں جہاں'' جن'' کا ذکر ہے۔ اس سے انسان ہی مراد لئے ہیں جس کی وجہ سے ان کو جگہ جگہ گمراہ کن اور مضحکہ خیز تاویلات کرنی پڑیں۔

الغرض انسانوں کی طرح جنات میں بھی پیدائش اور موت اور مذکر و مؤنث اور نیک و بد۔ اور کافر و مسلم کا سلسلہ جاری ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جن و انس سب کے لئے تھی۔ بعض علماء کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی کی بعثت جن و انس دونوں کے لئے نہیں ہوئی۔

چنانچہ جنات کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی گئی جب وہ ایک جگہ جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں سے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آج رات کو جنات کو قرآن سناؤں۔ تم میں سے کون میرے ساتھ چلے گا۔ سب نے سن کر سر جھکا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ساتھ لے جانے کی خواہش کی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ساتھ ہو لئے۔ حضرت عبد

اللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ میرے سوا اور کوئی ساتھ نہیں گیا۔ ہم چل دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی میں داخل ہو گئے اور میرے گرداگرد ہاتھ سے ایک لکیر یعنی حصار کر کے حکم دیا کہ اس کے اندر بیٹھے رہنا۔ جب تک میں نہ بلاؤں باہر نہ نکلنا۔ یہ حکم دے کر آپ چلدیئے اور کھڑے ہوکر قرآن پڑھنا شروع کر دیا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ گدھوں کی طرح کچھ جانور تیزی کے ساتھ اترتے آرہے ہیں۔ اسی کے ساتھ مجھے بہت سخت شوروغل بھی سنائی دیا۔

مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فکر ہوئی پھر بکثرت پرچھائیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس چھا گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری آڑ ہوگئی کہ آپ کی آواز بھی مجھے سنائی نہ دیتی تھی۔ کچھ دیر کے بعد بادل کے ٹکڑوں کی طرح ٹکڑیاں بنا کر جانا شروع ہو گئے اور فجر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوکر میرے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا کیا تم سو گئے۔ میں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ میں نہیں سویا۔ کئی مرتبہ میرا ارادہ ہوا کہ لوگوں کو مدد کے لئے پکاروں مگر لاٹھی کھٹکھٹا کر میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا کہ بیٹھ جاؤ تو مجھے کچھ اطمینان ہوا اور فرمایا اگر تم حصار سے باہر نکل آتے تو ڈر تھا کہ ان میں سے کوئی تم پر جھپٹ مار دیتا۔ اور بھی روایات ہیں کہ جنات کی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن پڑھ کر سنایا اور امرونہی فرمایا۔

سورۃ کی ابتدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے ہوتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ مجھے وحی سے بتایا گیا کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا اور اپنی قوم میں واپس جا کر انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب غریب کلام سنا ہے جو معرفت ربانی اور رشد وفلاح کی طرف رہبری کرتا ہے اور طالب خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر پہنچا دیتا ہے اس لئے ہم سنتے ہی بلا توقف اس پر یقین لائے اور ہم کو کچھ شک وشبہ باقی نہیں رہا کہ ایسا کلام اللہ کے سوا کسی کا نہیں ہوسکتا۔ اب ہم اس کی تعلیم و ہدایت کے موافق عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

اب آگے مزید مضمون جو ان ایمان لانے والے جنات نے اپنی قوم میں جا کر بیان کیا نقل فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جو ہم کو اپنے کلام پاک پر ایمان رکھنے والا بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ایمان پر استقامت اور مضبوطی نصیب فرمائیں اور ایمان کے ساتھ اس کلام پاک کا علم اور اس پر عمل اور اتباع بھی نصیب فرمائیں اور اس کے ذریعہ رشد وہدایت پر بھی خود چلنا اور دوسروں کو بھی چلانا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم ایسے انسانوں کی بدحالی پر کس سے فریاد کریں سوائے آپ کی ذات عالی سے۔ یا اللہ اپنے اس کلام پاک قرآن کریم کی سچی عظمت و محبت ہمارے دلوں میں اتار دے تا کہ ہم اس کے عاشق ہوکر زندہ رہیں اور اس کے اتباع کی دولت سے سرفراز ہوکر دین ودنیا کی کامرانی وکامیابی پھر حاصل کریں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى

اور (انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ) ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے اُس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد۔ اور ہم میں جو احمق ہوئے ہیں وہ اللہ کی شان میں

اللّٰهِ شَطَطًا ۝۴ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۵ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ

حد سے بڑھی ہوئی باتیں کہتے تھے۔ اور ہمارا یہ خیال تھا کہ انسان اور جنات کبھی خدا کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے۔ اور بہت سے لوگ آدمیوں میں ایسے تھے

مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝۶ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ

کہ وہ جنات میں سے بعضے لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے سو ان آدمیوں نے جنات کی بد دماغی اور بڑھا دی۔ اور جیسا تم نے خیال کر رکھا تھا ویسا ہی

اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝۷ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝۸

آدمیوں نے بھی خیال کر رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا۔ اور ہم نے آسمان کی تلاشی لینا چاہا سو ہم نے اس کو سخت پہروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝۹ وَّاَنَّا

(اور اس کے قبل) ہم آسمان (کی خبریں سننے) کے موقعوں میں (خبر) سننے کیلئے جا بیٹھا کرتے تھے سو جو کوئی اب سننا چاہتا ہے تو اپنے لئے ایک تیار شعلہ پاتا ہے

لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝۱۰

اور ہم نہیں جانتے کہ (ان جدید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے سے) زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا اُن کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا قصد فرمایا ہے۔

وَّاَنَّهٗ اور یہ کہ	تَعٰلٰى برتر	جَدُّ شان	رَبِّنَا ہمارا رب	مَا اتَّخَذَ اس نے نہیں بنایا	صَاحِبَةً بیوی	وَّلَا وَلَدًا اور نہ اولاد	وَّاَنَّهٗ اور یہ کہ
كَانَ يَقُوْلُ کہتے تھے	سَفِيْهُنَا ہم میں سے بیوقوف	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	شَطَطًا بڑھا کر باتیں	وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اور یہ کہ ہم نے گمان کیا	اَنْ کہ		
لَّنْ تَقُوْلَ ہرگز نہ کہیں گے	الْاِنْسُ انسان	وَالْجِنُّ اور جن	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	وَّاَنَّهٗ اور یہ کہ	كَانَ تھے	رِجَالٌ کچھ آدمی
مِّنَ الْاِنْسِ انسانوں میں سے	يَعُوْذُوْنَ پناہ لیتے (تھے)	بِرِجَالٍ لوگوں سے	مِّنَ الْجِنِّ جنات سے	فَزَادُوْهُمْ تو انہوں نے (جنات) کو بڑھا دیا			
رَهَقًا تکبر میں	وَّاَنَّهُمْ اور یہ کہ وہ	ظَنُّوْا انہوں نے گمان کیا	كَمَا ظَنَنْتُمْ جیسے تم نے گمان کیا تھا	اَنْ لَّنْ کہ ہرگز نہ	يَّبْعَثَ اللّٰهُ رسول بنا کر بھیجے گا اللہ		
اَحَدًا کسی کو	وَّاَنَّا لَمَسْنَا اور یہ کہ ہم نے چھوا (ٹٹولا)	السَّمَآءَ آسمان	فَوَجَدْنٰهَا تو ہم نے اسے پایا	مُلِئَتْ بھرا ہوا	حَرَسًا پہریدار	شَدِيْدًا سخت	
وَّشُهُبًا اور شعلے	وَّاَنَّا اور یہ کہ ہم	كُنَّا نَقْعُدُ ہم بیٹھا کرتے تھے	مِنْهَا اس کے	مَقَاعِدَ ٹھکانے	لِلسَّمْعِ سننے کیلئے	فَمَنْ پس جو	يَّسْتَمِعِ سنتا ہے
الْاٰنَ اب	يَجِدْ لَهٗ وہ اپنے لئے پاتا ہے	شِهَابًا شعلہ	رَّصَدًا گھات لگایا ہوا	وَّاَنَّا اور یہ کہ ہم	لَا نَدْرِيْٓ نہیں جانتے	اَشَرٌّ آیا برائی	اُرِيْدَ ارادہ کیا گیا
	بِمَنْ انکے ساتھ	فِي الْاَرْضِ جو زمین میں	اَمْ اَرَادَ یا ارادہ فرمایا ہے	بِهِمْ ان سے	رَبُّهُمْ ان کا رب	رَشَدًا ہدایت	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان ایمان لے آنے والے جنات نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے۔ اس کی عظمت و بزرگی انتہا درجہ کی ہے کہ کوئی اس کا شریک نہ ہو سکے اور یہی وجہ ہے کہ نہ اس کے کوئی بیوی ہے نہ اولاد اور یہ سب باتیں ہمارے احمقوں نے گھڑی ہیں۔ یعنی ان ایمان لانے والے جنات نے اپنے اعتقادات سابقہ کی جو سنی سنائی باتوں پر مبنی تھے اس کی لغویت بیان کی کہ جن کو ہم پہلے

عقلمند اور دانا سمجھ کر ان کی باتوں پر یقین کرتے تھے اور جو کچھ وہ حق سبحانہ کی نسبت زن وفرزند ہونے کی روایت کرتے تھے اور ہم اس کو برحق جانتے تھے اب معلوم ہوا کہ وہ احمق اور نادان خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولتے تھے اور غلط باتیں بنایا کرتے تھے اور ہم نے ان کی باتوں کو کسی دلیل و برہان سے برحق نہیں سمجھ رکھا تھا بلکہ محض تقلید باطل سے یہ غلط خیال قائم کرلیا تھا اور ہم کو پہلے یہ خیال تھا کہ اس قدر کثیر التعداد جن وانس مل کر جن میں بڑے بڑے عاقل ودانا بھی ہیں اللہ تعالیٰ کی نسبت جھوٹی بات کہنے کی جرأت نہ کریں گے۔ اب قرآن سن کر معلوم ہوا کہ بہت سے جن وانس اللہ تعالیٰ کی بابت جھوٹی باتیں بناتے ہیں اور اپنی عاقبت برباد کرکے اوروں کی عقبیٰ بھی تباہ کررہے ہیں پھر ان ایمان لے آنے والے جنات نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ بہت سے انسان جنات کو اپنا محافظ اور مددگار مان لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان جنات کا دماغ اور بھی بگڑ جاتا ہے کہ او ہو ہم اتنے بڑے ہیں کہ انسان ہماری پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ یہاں عربوں کی ایام جاہلیت کی اس حالت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جنات سے غیب کی خبریں پوچھتے۔ ان کے نام کی نذر و نیاز کرتے۔ چڑھاوے چڑھاتے اور جب کسی قافلہ کا گزر یا پڑاؤ کسی خوفناک جنگل یا وادی میں ہوتا تو کہتے کہ اس حلقہ کے جنوں کا جو سردار ہے ہم اس کی پناہ میں آتے ہیں تاکہ وہ اپنے ماتحت جنوں سے ہماری حفاظت کرے۔ جنات نے جب یہ دیکھا کہ انسان بھی ہماری پناہ لیتے ہیں تو ان کی سرکشی اور بڑھ گئی۔ لکھا ہے کہ پہلے جنات انسانوں سے ڈرا کرتے تھے اور جس جنگل بیابان میں انسان پہنچ جاتا تھا تو وہاں سے جنات بھاگ کھڑے ہوتے تھے لیکن جب سے اہل شرک نے خود ان سے پناہ مانگنی شروع کی اور کہنے لگے کہ اس وادی کے سردار "جن" کی ہم پناہ میں آتے ہیں اس سے کہ ہمیں یا ہماری اولاد و مال کو ضرر پہنچے تو اب جنات نے سمجھا کہ یہ تو خود ہم سے ڈرتے ہیں تو ان کی جرأت بڑھ گئی اور انہوں نے انسانوں کو طرح طرح سے ڈرانا۔ ستانا اور چھیڑنا شروع کردیا اور طغیانی و سرکشی میں اور بڑھ گئے۔ اسی امر کی طرف ان مسلمان جنات نے اپنی گفتگو میں جو وہ اپنی قوم سے کررہے تھے اشارہ کیا کہ بہت سے مشرک انسانوں نے جنات کی مدد اور ان کی پناہ مانگ کر ان جنات کی بددماغی اور سرکشی اور بڑھا دی اور کفر وعناد پر اور زیادہ مصر ہوگئے۔ یہاں تک تو ان مسلمان جنات نے توحید کے متعلق اپنی قوم میں مضمون بیان کیا آگے بعث بعد الموت یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق کہا کہ اے قوم جنات جیسا تمہارا خیال ہے بہت سے انسانوں کا بھی یہی خیال ہے کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرکے ہرگز نہ اٹھائے گا۔ اس لئے جو کچھ ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے آگے کچھ نہیں۔ لیکن اب قرآن سے معلوم ہوا کہ وہ لوگوں کو بتاتا ہے کہ تم سب موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور دنیا کی زندگی کا رتی رتی کا حساب دینا ہوگا۔ اس کے بعد ان مسلمان جنات نے رسالت کے متعلق مضمون بیان کیا اور قوم سے کہا کہ ہم نے اڑ کر آسمان کے قریب پہنچ کر دیکھا کہ آج کل بہت جنگی پہرے لگے ہوئے ہیں جو کسی کو غیب کی خبر سننے نہیں دیتے اور جو ایسا ارادہ کرتا ہے تو اس پر آگ کے انگارے برستے ہیں۔ اس سے پیشتر اتنی سختی اور روک ٹوک نہ تھی۔ جن اور شیاطین آسمان کے قریب گھات میں بیٹھ کر ادھر کی کچھ خبریں سن آیا کرتے تھے مگر اب اس قدر سخت ناکہ بندی اور انتظام ہے کہ جو سننے کا ارادہ کرے تو فوراً شہاب ثاقب کے آتشین گولے سے اس کا تعاقب کیا جاتا ہے اور یہ جدید انتظامات اور ناکہ بندیاں خدا جانے کس غرض سے عمل میں آئی ہیں۔ یہ تو ہم سمجھ چکے کہ قرآن کریم کا نزول اور پیغمبر عربی کی بعثت اس کا سبب ہوا لیکن نتیجہ کیا ہونے والا ہے اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اس کا علم اس علام الغیوب ہی کو ہے کہ آیا زمین والے قرآن کو مان کر راہ پر آئیں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر الطاف خصوصی مبذول فرمائے گا یا یہ ارادہ ٹھہر چکا ہے کہ لوگ قرآنی ہدایات سے اعراض کرنے کی پاداش میں تباہ و برباد کئے جائیں اس کا ہم کو علم نہیں۔ یہاں ان مسلمان جنات کا نتیجہ کی لاعلمی ظاہر کرنے سے یہ ظاہر کرنا بھی شاید مقصود ہو کہ بعض لوگ جو جنات کی طرف غیب دانی کو منسوب کرتے ہیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ ہم کو خبر نہیں کہ ان جدید پیغمبر کے مبعوث فرمانے سے اللہ تعالیٰ کو زمین والوں کے ساتھ کیا معاملہ مقصود ہے؟ معلوم نہیں کہ اس قرآن کو رسول سے سن کر سارے لوگ ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی رحمت وہدایت کے مستحق ہوتے ہیں یا اس کا انکار اور مخالفت کرکے عذاب کمائیں گے۔ مسلمان جنات کے اس مضمون کے بیان کرنے میں اشارہ قوم کو اس طرف بھی ہے کہ انکار و مخالفت رسول اور قرآن میں عقوبت اور سزا ہے اور ان پر ایمان لے آنے اور اتباع کرنے سے رشد وہدایت ہے۔ ابھی ان ایمان لانے والے جنات کا خطاب قوم سے جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۝۱۱ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ

اور ہم میں بعضے نیک ہیں اور بعضے اور طرح کے ہیں ہم مختلف طریقوں پر تھے۔ اور ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین میں اللہ تعالیٰ کو

نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝۱۲ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ

ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں۔ اور ہم نے جب ہدایت کی بات سن لی تو ہم نے تو اس کا یقین کرلیا۔ سو جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آوے گا

بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝۱۳ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ

تو اس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہوگا اور نہ زیادتی کا۔ اور ہم میں بعضے تو مسلمان (ہوگئے) ہیں اور بعضے ہم میں (بدستور سابق) بے راہ ہیں سو جو شخص مسلمان ہوگیا

فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝۱۴ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝۱۵

انہوں نے تو بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ اور جو بے راہ ہیں وہ دوزخ کے ایندھن ہیں۔

وَّاَنَّا اور یہ کہ	مِنَّا ہم میں سے	الصّٰلِحُوْنَ نیکوکار (جمع)	وَمِنَّا اور ہم میں سے	دُوْنَ ذٰلِكَ اس کے علاوہ	كُنَّا ہم تھے	طَرَآئِقَ راہیں	قِدَدًا مختلف
وَّاَنَّا اور یہ کہ	ظَنَنَّآ ہم نے گمان کیا	اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ کہ ہم ہرگز نہ ہرا سکیں گے	اللّٰهَ اللہ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ اور ہم اس کو ہرگز نہ ہرا سکیں گے		
هَرَبًا بھاگ کر	وَّاَنَّا اور یہ کہ	لَمَّا سَمِعْنَا جب ہم نے سُنی	الْهُدٰٓى ہدایت	اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لے آئے اس پر	فَمَنْ سو جو	يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ اپنے رب پر ایمان لائے	
فَلَا يَخَافُ تو اسے خوف نہ ہوگا	بَخْسًا کسی نقصان	وَّلَا رَهَقًا اور نہ کسی ظلم	وَّاَنَّا اور یہ کہ	مِنَّا ہم میں سے	الْمُسْلِمُوْنَ مسلمان (جمع)		
وَمِنَّا اور ہم میں سے	الْقٰسِطُوْنَ گنہگار	فَمَنْ اَسْلَمَ پس جو اسلام لایا	فَاُولٰۗىِٕكَ تو وہی ہیں	تَحَرَّوْا انہوں نے قصد کیا	رَشَدًا بھلائی	وَاَمَّا اور رہے	
الْقٰسِطُوْنَ گنہگار (جمع)	فَكَانُوْا تو وہ ہوئے	لِجَهَنَّمَ جہنم کا	حَطَبًا ایندھن				

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان جنات نے قوم سے یہ بھی کہا کہ ہمارے اندر پہلے ہی نیک و بد دونوں قسم کے جنات ہیں اور مختلف طریقوں پر ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جس طرح مذہبوں کا اختلاف آدمیوں میں پایا جاتا ہے ایسا ہی اختلافات جنات بھی رکھتے ہیں چنانچہ بعضے ان میں یہودی ہیں بعضے نصرانی۔ بعضے مجوسی۔ بعضے مشرک۔ بعضے رافضی اور بعضے خارجی اور بعض نہایت صحیح العقیدہ مومن و مسلم بھی ہیں۔ تو ان اہل ایمان جنات نے بھی یہی کہا کہ ہم میں سے بعضے نیک ہوتے آئے ہیں اور بعضے بد۔ غرض ہم لوگ مختلف طریقوں پر تھے پھر اس کا فیصلہ کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر۔ بجز نبوت اور وحی الٰہی کے کون کرسکتا ہے۔ ہم کو تو یقین ہوگیا ہے کہ اگر ہم نے قرآن کو نہ مانا تو اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔ نہ زمین میں کسی جگہ چھپ کر۔ نہ ادھر ادھر بھاگ کر۔ نہ ہوا میں اڑ کر۔ گو جنات نہایت قوی اور زبردست ہیں مگر خدا تعالیٰ کے آگے کچھ حقیقت اور زور نہیں رکھتے۔ صرف آسمانی راز ہی بند کرنے پر دیکھ لیا کہ کسی کی تدبیر اور زور کارگر نہ ہوا۔ اوپر چڑھتے ہیں تو انگارے برستے ہیں پھر اگر ہم نے آسمانی ہدایات کے خلاف کیا اور اللہ کا قہر نازل ہوا تو ہم کہیں نکل کر نہ بھاگ سکیں گے۔ نہ پناہ گزین ہوسکیں گے۔ اس لئے اس قرآن اور نبی آخرالزمان کا ماننا ضروری ہوا اور اب اے قوم تم مانو یا نہ مانو لیکن ہم نے جب ہدایت یعنی قرآن سن لیا تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ ہمارے لئے فخر کا موقع ہے کہ جنات میں سب سے پہلے ہم نے

قرآن سن کر بلا توقف قبول کیا اور ایمان لانے میں ایک منٹ کی دیر نہیں کی۔ اس طرح گویا قوم کو بھی بلا تاخیر ایمان لانے کی ترغیب دی اور اسی ترغیب کے لئے مزید یہ کہا کہ سچے ایماندار کو اللہ کے ہاں کوئی کھٹکا نہیں۔ نہ نقصان کا کہ اس کی کوئی نیکی اور محنت یونہی رائیگاں چلی جائے نہ زیادتی کا کہ زبردستی کسی دوسرے کے جرم اس کے سر تھوپ دیئے جائیں۔ غرض کہ ایمان والا نقصان۔ تکلیف۔ ذلت اور رسوائی سب سے مامون و محفوظ ہے۔ اپنے خطاب کے اخیر میں ان اہل ایمان جنات نے یہ کہا کہ نزول قرآن کے بعد ہم میں دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جنہوں نے اللہ کا پیغام سن کر قبول کیا اور اس کے احکام کے سامنے گردن جھکا دی۔ یہی ہیں جو تلاش حق میں کامیاب ہوئے اور نیکی کے راستہ پر پہنچ گئے دوسرا گروہ بے انصافوں کا ہے جو کجروی اور بے انصافی کی راہ سے اپنے پروردگار کے احکام کو جھٹلاتا اور اس کی فرمانبرداری سے انحراف کرتا ہے اور یہ وہ ہیں جن کو جہنم کا کندہ اور دوزخ کا ایندھن کہنا چاہئے۔ یہاں تک ان اہل ایمان جنات کا کلام نقل فرمایا گیا ہے جو انہوں نے اپنی قوم سے کہا اور جس میں تبلیغ، ترغیب اور ترہیب کے سب پہلو آ گئے۔

قرآن کریم میں یہ واقعہ سنا کر کفار مکہ کو اس سے یہ جتلایا گیا کہ دیکھو وہ جنات جن کی تم پوجا کرتے ہو اور ان سے مدد مانگتے ہو اور ان سے غیب کی باتیں پوچھتے ہو ان کا تو یہ حال کہ وہ ایک بار ہی کے قرآن سننے پر ایمان لے آئے اور اپنے عیوب کا اقرار کر لیا اور کفر و شرک چھوڑ دیا اور پھر اپنی قوم میں بھی جا کر اسلام کی تبلیغ و تلقین کی حالانکہ وہ جنات نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم جنس تھے۔ نہ ہم وطن نہ ہم قوم نہ ہم زبان اور نہ آپ کی پہلے صحبت اٹھائی تھی اور ایک تم ہو کہ باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم جنس، ہم قوم، ہم وطن، ہم زبان، ہم صحبت ہو کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ اور کفر و شرک پر اصرار ہے۔

اس کے بعد یہاں قرآن مجید میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ ان ایماندار جنات کے اس خطاب پر ان کے اہل قوم ایمان لائے یا نہیں مگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایمان لائے۔ اور بہت سے جنات صحابی کے درجہ کو پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ ایمان ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث و مفسر دہلویؒ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں بہت سے واقعات صحابہ کرام اور محدثین سے جنات کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لانے کے نقل فرمائے ہیں۔ ان روایت میں ایک عجیب و غریب روایت جو ابلیس کے پڑپوتے کی ہے وہ یہاں نقل کی جاتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "عقیلی اور بیہقی اور ابونعیم نے حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے ایک پہاڑ پر بیٹھے تھے کہ یکایک ایک پیر مرد ہاتھ میں عصا لئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اس کی آواز جن کی سی ہے۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میرا نام ہامہ ہے میں ہیم کا بیٹا ہوں اور ہیم لاقیس کا بیٹا ہے اور لاقیس ابلیس کا بیٹا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ابلیس کے اور تیرے درمیان میں دو ہی پشتیں ہیں۔ بتلا تو کہ تیری عمر کتنی ہوگی اس نے عرض کیا یا رسول اللہ جتنی دنیا کی عمر ہے اس سے کچھ تھوڑی ہی سی میری عمر کم ہے اس واسطے کہ جن دنوں میں قابیل نے ہابیل کو مارا تھا اس وقت میں بچہ تھا کئی برس کا لیکن بات سمجھتا تھا اور پہاڑوں پر دوڑتا پھرتا تھا اور لوگوں کا غلہ اور کھانا چرالاتا تھا اور لوگوں کے دلوں میں اپنے خویش و اقربا سے بدسلوکی کرنے کو وسوسے ڈالا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تیرے بڑھاپے کے عمل تو ایسے ہیں اور جوانی اور بچپن کے کام ویسے۔ تو بہت برا شخص ہے اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب مجھ کو کچھ ملامت نہ کیجئے اس واسطے کہ میں اب توبہ کرنے کو آیا ہوں اور میں نے حضرت نوح علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور ان کی مسجد میں ان کی صحبت میں رہا ہوں۔ پہلے میں نے ان کے ہاتھ

2 پر توبہ کی تھی اور ایک سال ان کی مسجد میں رہا ہوں۔ اور حضرت ہود اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی صحبتوں میں رہا ہوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میں نے ملاقات کی ہے اور ان سے توریت سیکھی تھی اور ان کا سلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچایا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنا تو میرا سلام ان کو پہنچانا۔ سو اب اس امانت کے بار کے ادا کرنے کے واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور یہ بھی میری آرزو ہے کہ آپ اپنی زبان فیض ترجمان سے مجھ کو کچھ قرآن شریف تعلیم فرمایئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سورتیں جیسے **سورہ واقعہ** اور **سورہ مرسلات** اور **عم یتسآء لون** اور **اذ الشمس کورت** اور **قل ھو اللہ احد** اور **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** اس کو تعلیم فرمائیں اور یہ بھی آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اے ہامہ جس وقت تجھ کو کسی چیز کی احتیاج ہو تو میرے پاس آنا اور ہم سے ملاقات نہ چھوڑنا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وفات پائی اور اس کی موت کی خبر ہم کو نہیں دی اب معلوم نہیں ہے کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا"۔ کتنی عجیب و غریب اور عبرتناک حکایت ہے اور اللہ تعالیٰ کی کیسی قدرت و شان ظاہر کرتی ہے۔ شیطان کا پڑپوتا تو ایمان و اسلام لا کر جنتی بن گیا اور آج کتنے انبیاء کی نسل اور اولادوں میں سے ایمان و اسلام سے بے بہرہ ہو کر اپنے کو جہنم کا ایندھن بنا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مرتے دم تک ایمان و اسلام پر استقامت نصیب فرمائیں۔

الغرض سورۃ میں یہاں تک مسلمان جنات کا کلام جو انہوں نے اپنی قوم جنات کو خطاب کر کے کہا تھا نقل فرمایا گیا۔ آگے حق تعالیٰ اپنی طرف سے چند نصیحت کی باتیں ارشاد فرماتے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت سے نوازا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان اور اسلام پر استقامت نصیب فرمائیں اور اسلام و ایمان کی برکت سے دونوں جہاں میں اپنی رحمتوں سے نوازیں۔ یا اللہ نفس و شیطان کی گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمایئے اور انجام کی خیر و خوبی اور حسن خاتمہ کی دولت ہم سب کو عطا فرمایئے۔

آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۝١٦ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۚ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ

(اور مجھ کو ان مضامین کی بھی وحی ہوئی کہ) اگر یہ (مکہ والے) لوگ (سیدھے) راستہ پر قائم ہو جاتے تو ہم اُن کو فراغت کے پانی سے سیراب کرتے۔ تاکہ اُس میں ان کا امتحان کریں۔

ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝١٧

اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔

وَاَنْ اور یہ کہ	لَوِ اگر	اسْتَقَامُوْا وہ قائم رہتے	عَلَى الطَّرِيْقَةِ (سیدھے) راستے پر	لَاَسْقَيْنٰهُمْ توالبتہ ہم انہیں پلاتے	مَّآءً پانی	غَدَقًا وافر
لِنَفْتِنَهُمْ تاکہ ہم انہیں آزمائیں	فِيْهِ اُمیں	وَمَنْ اور جو	يُّعْرِضْ روگردانی کریگا	عَنْ سے	ذِكْرِ رَبِّهٖ اپنے رب کی یاد	يَسْلُكْهُ وہ اسے داخل کریگا
عَذَابًا عذاب	صَعَدًا سخت					

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر جن وانس حق کی سیدھی راہ اور اللہ کے پسندیدہ دین اسلام پر چلتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ایمان و اطاعت کی بدولت ظاہری و باطنی برکات سے سیراب کر دیتے اور اس میں بھی ان کی آزمائش ہوتی کہ نعمتوں سے بہرہ ور ہو کر شکر بجالاتے اور طاعت میں اور ترقی کرتے ہیں یا کفران نعمت کر کے اصل سرمایہ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اس وقت مکہ والوں کے ظلم و شرارت کی سزا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے کئی سال کا قحط پڑا تھا۔ لوگ خشک سالی سے پریشان و تباہ حال ہو رہے تھے اس لئے متنبہ فرمادیا کہ اگر سب لوگ ظلم و شرارت سے باز آ کر اللہ کے راستہ پر چلیں جیسے اہل ایمان جنات نے طریقہ اختیار کیا تو قحط دور ہو اور باران رحمت سے ملک سرسبز و شاداب کر دیا جائے۔ اور اللہ کی یاد سے منہ موڑ کر آدمی کو چین نصیب نہیں ہوسکتا۔ وہ تو ایسے راستہ پر چل رہا ہے جہاں پریشانی اور عذاب ہی چڑھا چلا آتا ہے۔

یہاں آیت وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا (اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا) میں ایک عام قانون الٰہی بتلایا گیا کہ ذکر سے روگردانی کرنے والوں کے لئے عذاب کو لازم قرار دیا ہے اب اسی سے اس کے تقابل اور ضد کو سمجھ لیا جائے یعنی ظاہری و باطنی جو اعراض کرنے والے نہیں ہیں یعنی شریعت الٰہیہ پر استقامت رکھنے والے ہیں ان کو حسن زندگانی عطا کیا جائے گا۔ جیسا کہ چودھویں پارہ سورہ نحل میں فرمایا۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (جو عمل صالح کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس کو حیوۃ طیبہ یعنی بالطف زندگی عطا کریں گے)۔

یہاں آیت میں عذاباً صعداً یعنی سخت عذاب اونچے درجہ کا عذاب فرمایا گیا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں عذاب سے مراد عذاب دنیا ہے اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ عذاب آخرت مراد ہے۔ محققین علماء نے لکھا ہے کہ بظاہر اس جگہ عذاب دنیا مراد ہے۔ چنانچہ اس آیت کے تحت حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں۔ ''حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا مال تھوڑا ہو یا بہت اگر تقویٰ نہ ہو تو ایسے مال میں کوئی بھلائی نہیں۔ یہی زندگی کی تنگی ہے جو لوگ حق سے روگرداں ہوتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی مالدار اور کیسے ہی فراخ دست ہوں لیکن ان کی زندگی تنگ ہی ہوتی ہے کیونکہ ان کو خیال ہوتا ہے کہ موجودہ مال صرف ہو گیا تو اس کی جگہ ان کو دوسرا مال نہیں ملے گا۔ اللہ کے متعلق اس بدگمانی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی زندگیاں تنگ ہی گزرتی ہیں۔ حضرت سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ قناعت ان سے چھین لی جاتی ہے اس لئے ان کو سیری حاصل ہی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد حضرت علامہ قاضی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ دنیاداروں سے قناعت

چھین لی جاتی ہے اور وہ ہمیشہ کمائی کی دھن میں لگے رہتے ہیں۔ کماتے ہیں اور مال کا چوکیدارا کرتے ہیں اور ہر وقت مال کے ضائع ہونے کا ان کو اندیشہ لگا رہتا ہے۔ باہمی بغض و حسد کی یہی بنیاد ہے۔ دشمنوں اور حاسدوں کی کثرت ان کو چین نہیں لینے دیتی یہی عذاب الیم اور تنگی حیات ہے وہ نہیں جانتے کہ اہل اللہ کی زندگی کیسی خوشگوار گزرتی ہے۔ ذکر الٰہی سے اطمینان قلب اور کشائش صدر کا حصول، تھوڑے پر قناعت، دنیا سے استغنا۔ مخلوق پر رحم و مہربانی، ان کے خصوصی اوصاف ہوتے ہیں۔ مصائب سے بھی راضی رہتے ہیں اور شکر کرتے ہیں کیونکہ ان کو تکالیف سے گناہوں کا کفارہ اور حسن ثواب کے حصول کی امید ہوتی ہے۔ فراخئ حال اور آسائش کا تو ذکر ہی کیا۔ اللہ جس کو چاہتا ہے دنیا اور آخرت کی راحت عطا فرماتا ہے۔"

قرآن پاک کا بیان کردہ یہ آسمانی قانون وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا (اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا) اگر بصیرت کی آنکھوں سے دیکھا جائے تو اس آیت کی صداقت آج بھی ظاہر ہے اور قیامت تک دنیا میں ظاہر رہے گی اور پھر دنیا کے بعد آخرت میں بھی ایسا ہی ہونا ہے مگر جن کے دل دماغ یورپ و امریکہ کی تہذیب سے موثر ہیں اور مغربیت کا بھوت ان میں سرایت کر گیا ہے اور بے دینی کا زنگ جن کے دلوں پر جم گیا ہے ان کو شاید اس آیت کی صداقت میں کچھ تردد ہو۔ اور ان کی مسخ شدہ ذہنیت میں ذکر اللہ سے اعراض کا نتیجہ عذاب دنیا میں گرفتار ہونا سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ جو ذکر اللہ یعنی ایمان و اطاعت سے اعراض کرے گا اس کو دنیا ہی میں عذاب دیکھنا ہو گا۔ آج مغربی تہذیب و تمدن کے پرستار یورپ اور امریکہ کی سی ترقی۔ ان کا جیسا تمدن اور ان کی جیسی تہذیب اور معاشرت کے ظاہر کو دیکھ کر ان کے تمدن و تہذیب اور معاشرت کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے مزے اور آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن اگر ذرا گہری نظر سے خود یورپ اور امریکہ کے محققین اور مفکرین کی تحقیقات جو خود انہوں نے اپنے ملکوں اور اپنی معاشرت اور تہذیب کے بارہ میں لکھی ہیں پڑھیں تو شاید اس آیت کی صداقت ماننے پر مجبور ہو جائیں۔

ابھی آگے مزید نصائح کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت کی سیدھی اسلامی راہ پر چلنا نصیب فرمائیں اور ایمان و اسلام کی برکات و ثمرات سے دونوں جہاں میں نوازیں۔

یا اللہ! کون ہماری حالت کو بدل سکتا ہے سوائے آپ کی ذات مقلب القلوب کے۔ یا اللہ! امت مسلمہ پر رحم و کرم فرما دے۔ ہمیں اپنا اور اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانبردار بنا لے۔ ہمیں اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپ لے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ

اور جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں سو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو۔ اور جب خدا کا خاص بندہ خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو یہ (کافر) لوگ اس بندہ پر

عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا

بھیڑ لگانے کو ہو جاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے نہ کسی ضرر کا

رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا

اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔ آپ کہہ دیجئے کہ (اگر خدانخواستہ میں ایسا کروں تو) مجھ کو خدا (کے غضب) سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ پا سکتا ہوں۔ لیکن خدا کی

مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾

طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کا ادا کرنا یہ میرا کام ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے تو یقیناً ان لوگوں کیلئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

(لیکن یہ کفار اس جہالت سے باز نہ آئیں گے) یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس وقت جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے۔

وَاَنَّ اور یہ کہ	الْمَسٰجِدَ مسجدیں	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	فَلَا تَدْعُوْا تو تم نہ پکارو (بندگی نہ کرو)	مَعَ اللّٰهِ اللہ کے ساتھ	اَحَدًا کسی کی	وَاَنَّهٗ اور یہ کہ	
لَمَّا قَامَ جب کھڑا ہوا	عَبْدُ اللّٰهِ اللہ کا بندہ	يَدْعُوْهُ کہ وہ اسکی عبادت کرے	كَادُوْا قریب تھا	يَكُوْنُوْنَ وہ ہو جائیں	عَلَيْهِ اس پر	لِبَدًا حلقہ در حلقہ	
قُلْ فرمادیں	اِنَّمَآ اس کے سوا نہیں	اَدْعُوْا رَبِّيْ صرف میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں	وَلَآ اُشْرِكُ اور میں شریک نہیں کرتا	بِهٖٓ اس کے ساتھ			
اَحَدًا کسی کو	قُلْ فرمادیں	اِنِّيْ بیشک میں	لَآ اَمْلِكُ اختیار نہیں رکھتا	لَكُمْ تمہارے لئے	ضَرًّا کسی ضرر	وَلَا رَشَدًا اور نہ کسی بھلائی	قُلْ فرمادیں
اِنِّيْ بیشک مجھے	لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مجھے ہرگز پناہ نہ دیگا	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	اَحَدٌ کوئی	وَّلَنْ اَجِدَ اور میں ہرگز نہ پاؤں گا	مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا		
مُلْتَحَدًا کوئی جائے پناہ	اِلَّا بَلٰغًا مگر (پیغام) پہنچانا	مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے	وَرِسٰلٰتِهٖ اور اسکے پیغام (جمع)	وَمَنْ اور جو	يَّعْصِ اللّٰهَ نافرمانی کرے اللہ کی		
وَرَسُوْلَهٗ اور اسکے رسول کی	فَاِنَّ لَهٗ تو بیشک اس کیلئے	نَارَ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِيْهَآ اس میں	اَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ	حَتّٰٓى یہاں تک کہ	
اِذَا رَاَوْا جب وہ دیکھیں گے	مَا يُوْعَدُوْنَ جو انہیں وعدہ دیا جاتا ہے	فَسَيَعْلَمُوْنَ تو وہ عنقریب جان لینگے	مَنْ کس	اَضْعَفُ کمزور ترین			
نَاصِرًا مددگار	وَّاَقَلُّ اور کم تر	عَدَدًا تعداد میں					

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں جنات کے کلام کے خاتمہ پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے طور پر بتلایا گیا تھا حق تعالیٰ کا ایک ارشاد یہ ہوا تھا کہ اگر جن و انس اس دنیا میں حق کی سیدھی راہ پر چلتے تو اللہ تعالیٰ ان کو ایمان و اطاعت کی برکت سے ظاہری و باطنی نعمتوں سے سیراب کر دیتے۔ دوسرا ارشاد یہ ہوا تھا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد اور ایمان و اطاعت سے روگردانی کرے گا اس کو سخت عذاب میں داخل کیا جائے گا۔ آگے تیسرا ارشاد ان آیات میں یہ ہوتا ہے کہ مساجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے بنائی جاتی ہیں۔ اللہ کے سوا ان میں کوئی اور پکارے جانے اور عبادت کئے جانے کا مستحق نہیں۔ یہاں آیت میں لفظ مساجد کے مفسرین نے کئی معنی

بیان کئے ہیں۔ ایک معنی تو مسجد کے عبادتگاہوں کے لئے ہیں جو گرجا کنیسہ اور اہل اسلام کی مسجد سب کو شامل ہے اس صورت میں وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ کے یہ معنی ہوئے کہ دنیا میں کوئی عبادت خانہ اللہ کی عبادت کے سوا اور کے لئے نہ ہونا چاہئے۔ (۲) بعض مفسرین نے مساجد سے مراد سجدے لئے ہیں کہ سجدہ اللہ کے سوا اور کے لئے نہ ہونا چاہئے۔ (۳) بعض نے مساجد سے مراد وہ اعضا لئے ہیں جو سجدہ کے وقت زمین پر رکھے جاتے ہیں یعنی ہاتھ۔ پاؤں۔ گھٹنے۔ پیشانی۔ ناک یعنی یہ خدا کے دیئے ہوئے اور بنائے ہوئے اعضا ہیں ان کو اس مالک اور خالق کے سوا کسی دوسرے کے آگے جھکانا جائز نہیں۔ (۴) بعض نے یہ معنی مراد لئے ہیں کہ مساجد خاص عبادت کے لئے ہیں اور دنیوی کام وہاں نہ ہونے چاہئیں جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی مسجد میں گمشدہ چیز کو ڈھونڈنے آوے تو کہدو کہ خدا کرے نہ ملے اس لئے کہ مساجد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسجد میں خرید وفروخت اور دوسرے جتنے معاملات دنیاوی ہیں کسی کو نہ کرنا چاہئے حتیٰ کہ مسجد میں چلانا۔ زور سے بولنا اور دنیا کی گفتگو بھی نہ کرنا چاہئے اور مسجد کو گھر نہ بنانا چاہئے کہ کھانا پینا۔ سونا سب وہیں کرے۔ ہاں معتکف اور مسافر شرعی کے لئے البتہ جائز ہے کہ وہ مسجد میں کھا پی اور سوسکتا ہے۔ اور ناسمجھ بچوں اور دیوانوں کو مسجد میں نہ آنے دینا چاہئے اس واسطے کہ نادانی اور بے عقلی سے کہیں مسجد کو نجاست سے آلودہ نہ کریں (۵) ایک معنی و مراد مساجد کے تمام مقامات کے لئے ہیں کیونکہ اس امت کے لئے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے اس صورت میں یہ مطلب ہوئے کہ یوں تو خدا کی ساری زمین اس امت کے لئے مسجد بنا دی گئی ہے لیکن خصوصیت سے وہ مکانات جو مسجدوں کے نام سے خاص عبادت الٰہی کے لئے بنائے جاتے ہیں ان کو اور زیادہ امتیاز حاصل ہے وہاں جا کر اللہ کے سوا کسی اور ہستی کو پکارنا ظلم عظیم اور شرک کی بد ترین صورت ہے۔ ان میں سے ہر ایک معنی مراد لئے جا سکتے ہیں۔

غرضکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہدایت فرما رہے ہیں کہ اس کی عبادت کی جگہوں کو شرک سے پاک رکھیں وہاں کسی دوسرے کا نام نہ پکاریں نہ کسی اور کو خدا کی عبادت و اطاعت میں شریک کریں۔ اس میں کفار مکہ کے لئے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مشرکین نے خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھ چھوڑے تھے وہ خانہ کعبہ کی حرمت کے خلاف ہے کیونکہ مساجد تو صرف اللہ کی عبادت کے لئے ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ کے خاص بندہ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں خدا کی توحید کا اعلان کرتے ہیں یا قرآن پڑھ کر جب آپ ایمان و اسلام کی دعوت دیتے ہیں تو یہ کفار جن کے کان دعوت حق اور توحید کی آواز سے مدتوں سے غیر مانوس ہو چکے تھے عداوت سے آپ پر ہجوم کر لیتے اور بھیڑ لگا لیتے ہیں یعنی تعجب اور عداوت سے ہر شخص آپ کو اس طرح دیکھتا ہے کہ جیسے اب حملہ کرنے لئے بھیڑ لگا چاہتی ہے۔ آگے مشرکین کے اس تعجب اور عداوت کے متعلق جواب دینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار سے کہد یجئے کہ تم مخالفت کی راہ سے بھیڑ کیوں کرتے ہو۔ کونسی بات ایسی ہے جس پر تمہاری خفگی ہے۔ میں کوئی بری اور نامعقول بات تو نہیں کہتا۔ صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کا شریک کسی کو نہیں سمجھتا تو اس میں لڑنے جھگڑنے کی کونسی بات ہے۔ اور اگر تم سب مل کر مجھ پر ہجوم کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو میرا بھروسہ اکیلے اسی خدا پر ہے جو ہر قسم کی شرکت سے پاک اور بے نیاز ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی ان کفار مخالفین سے کہدیجئے کہ میرے اختیار میں نہیں کہ تم کو ہدایت بخش دوں اور راہ پر لے آؤں اور نہ آؤ تو کچھ نقصان پہنچا دوں۔ سب نفع نقصان اور برائی بھلائی پہنچانا اسی

خدائے واحد کے قبضہ میں ہے اور تم کو نفع نقصان پہنچانا تو کجا اپنا نفع وضرر بھی میرے قبضہ میں نہیں۔ اگر بالفرض میں اپنے فرائض میں تقصیر کروں تو کوئی شخص نہیں کہ جو مجھ کو اللہ کے ہاتھ سے بچالے اور کوئی جگہ نہیں جہاں بھاگ کر پناہ حاصل کرسکوں۔ اللہ کی طرف سے پیغام کا آنا اور اس کو اس کے بندوں کو پہنچا دینا یہی چیز ہے جو اس نے میرے اختیار میں دی اور یہی فرض ہے جس کے ادا کرنے سے میں اس کی حمایت اور پناہ میں رہ سکتا ہوں۔ تمہارے نفع نقصان اور ہدایت و ضلالت اور خیر وشر کا مالک میں نہیں۔ ہاں تبلیغ احکام اور پیام رسانی کا فرض خدا کی طرف سے مجھ پر ہے اگر میں اللہ کا حکم اور پیام نہ پہنچاؤں تو اس کے عذاب سے مجھے کوئی نہیں بچائے گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ توحید کے معاملہ میں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور رسول پر ایمان نہیں لائے گا تو ایسے نافرمانوں کے لئے ہیشگی والی نار جہنم ہے جس میں سے نہ وہ کبھی نکل سکیں گے نہ بھاگ سکیں گے۔

اخیر میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار اس وقت ان نصائح و دلائل سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ الٹا مسلمانوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کی تھوڑی جماعت پر نظر کرکے اپنی قوت وشوکت کا گھمنڈ کرکے اللہ کے رسول کی توہین اور ان کے گرد جاہلانہ ہجوم کرنے سے باز نہیں آتے او را یمانداروں کو ایذائیں دیتے ہیں تو یہ اس جہالت سے باز نہ آویں گے جب تک کہ یہ عذاب کو نہ دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ جب یہ مرنے کے بعد کا عذاب اور قیامت کے مصائب دیکھ لیں گے اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور ان کو معلوم ہوجائے گا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے یعنی یہ کافر ہی ایسے ہوں گے کہ کوئی ان کے کام نہ آوے گا۔

اب کفار کو جب عذاب قیامت کی وعید سنائی جاتی تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ تو بتاؤ کہ آخر وہ قیامت کب ہوگی؟ اس کا جواب اگلی آیات میں دیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو توحید کامل اور خالص اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے شرک سے ہم کو بچائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے مطیع اور فرمانبردار بندوں میں شامل فرمائیں اور اپنی اطاعت اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کو ماننے والا بنائیں۔ اور قیامت میں اپنے فرمانبردار بندوں کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرمائیں۔ ہر طرح کی کجی اور گمراہی اور شرک کی باتوں سے ہماری حفاظت فرمائیں اللہ تعالیٰ ان مساجد کے حقوق کی ادائیگی کی ہم کو توفیق عطا فرمائیں اور ان کے ادب واحترام کے خلاف باتوں سے ہم کو بچائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آیا وہ نزدیک ہے یا میرے پروردگار نے اس کیلئے کوئی مدت دراز مقرر کر رکھی ہے۔ (اور) غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے

عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ

غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو تو (اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ) اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے، (اور یہ

خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ

انتظام اس لئے کیا جاتا ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جاوے کہ ان فرشتوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام احوال کا

شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

احاطہ کئے ہوئے ہے اور اُس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے۔

قُلْ فرما دیں	اِنْ نہیں	اَدْرِیْ میں جانتا	اَقَرِیْبٌ آیا قریب ہے	مَا تُوْعَدُوْنَ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے	اَمْ یَجْعَلُ یا کر دے گا	لَهٗ اس کیلئے	رَبِّیْ میرا رب
اَمَدًا امدت	عٰلِمُ الْغَیْبِ غیب کا جاننے والا	فَلَا یُظْهِرُ وہ مطلع نہیں کرتا	عَلٰی غَیْبِهٖ اپنے غیب پر	اَحَدًا کسی کو	اِلَّا سوائے	مَنْ جس کو	
ارْتَضٰی وہ پسند کرتا ہے	مِنْ رَّسُوْلٍ رسولوں میں سے	فَاِنَّهٗ تو بیشک وہ	یَسْلُكُ چلاتا ہے	مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ اس کے آگے سے	وَمِنْ خَلْفِهٖ اور اسکے پیچھے سے		
رَصَدًا محافظ (فرشتے)	لِّیَعْلَمَ تاکہ وہ معلوم کر لے	اَنْ کہ	قَدْ اَبْلَغُوْا انہوں نے تحقیق پہنچا دیئے	رِسٰلٰتِ پیغام (جمع)	رَبِّهِمْ اپنے رب کے		
وَاَحَاطَ اور اس نے احاطہ کیا ہوا ہے	بِمَا لَدَیْهِمْ جو ان کے پاس	وَاَحْصٰی اور اس نے شمار کر رکھی ہے	كُلَّ شَیْءٍ ہر شے	عَدَدًا گنتی میں			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ قیامت کب واقع ہوگی اس کا علم مجھے نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ جلد آنے والی ہے یا دیر میں کیونکہ قیامت کا وقت معین کر کے اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے غیوب میں سے ہے جو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا آگے بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بھید کی پوری خبر کسی کو نہیں دیتا ہاں رسولوں کو جس قدر ان کی شان و منصب کے لائق اور ضروری ہو بذریعہ وحی خبر دیتا ہے اور اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ وحی کے ساتھ فرشتوں کے پہرے اور چوکیاں رکھی جاتی ہیں تاکہ کسی طرف سے شیاطین کا گذر نہ ہو اور شیاطین اس وحی میں دخل کرنے نہ پائیں یا وحی کو فرشتہ سے سن کر اور کسی سے نہ جا کہیں یا کسی وسوسہ وغیرہ کا القا نہ کر سکیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے پہرہ دار فرشتے چار تھے یہی وجہ ہے کہ پیغمبروں کو اپنے علوم و اخبار میں عصمت حاصل ہوتی ہے اور ان کی معلومات بذریعہ وحی میں شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ انتظام محافظت اس غرض سے کئے جاتے ہیں تاکہ ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ فرشتوں نے پیغمبروں کو یا پیغمبروں نے دوسرے بندوں کو اس کے پیغامات ٹھیک ٹھیک بغیر کمی بیشی کے پہنچا دیئے ہیں اور اس میں کسی کا دخل و تصرف نہیں ہوا۔ اخیر میں خاتمہ سورۃ پر بتلایا گیا کہ ہر چیز اس کی نگرانی اور قبضہ میں ہے۔ کسی کی طاقت نہیں کہ وحی الٰہی میں تغیر و تبدل یا کاٹ چھانٹ۔ کمی بیشی کر سکے اور یہ فرشتوں کے پہرہ اور چوکیاں بھی شان حکومت کے اظہار اور سلسلہ اسباب کی محافظت کے لئے بہت سی حکمتوں پر مبنی ہیں ورنہ جس کا علم اور قبضہ ہر چیز پر حاوی ہو اس کو ان چیزوں کی کوئی احتیاج نہیں اور یہ حق تعالیٰ کے علم کا محیط ہونا کچھ رسولوں اور وحی کے محافظ فرشتوں کے احوال کے ساتھ مخصوص نہیں

بلکہ عام ہے۔ تمام موجودات ومخلوقات کو شامل ہے اور کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی سب کا حساب وہاں موجود ہے حتیٰ کہ دریا کے قطرے۔ ریگستان کے ذرے اور درختوں کے پتے سب کی گنتی اور شمار اس کو معلوم ہے۔

ان آیات سے بھی معلوم ہوا اور قرآن پاک کی متعدد آیات اس بات کی شاہد ہیں اور اس بات پر پوری امت محمدیہ کا اتفاق بھی ہے کہ قیام قیامت کی مخصوص گھڑی کا علم خزائن غیب میں سے ہے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ یہ علم اللہ تعالیٰ نے نہ کسی مقرب فرشتے کو عطا فرمایا ہے اور نہ ہی کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اسی کی مقتضی ہے کہ قیام قیامت کا علم ساری مخلوق سے مخفی رکھا جائے۔ مفسرین نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن عزیز سے پہلی تمام آسمانی کتابوں میں بھی علم قیامت کو پوشیدہ ہی رکھا ہے مگر افسوس ہے کہ باوجود قرآنی نصوص قطعیہ و صریحہ کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات واضحہ صحیحہ کے اور باوجود اجماع صحابہ کرام۔ اقوال مجتہدین وائمہ دین۔ وتصریحات علمائے مفسرین کے بعض مدعیان اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ''عالم الغیب'' کہہ کر آپ کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کے کمال کا اعتراف سمجھتے ہیں۔ اور اس عقیدہ ''علم غیب کلی یا علم جمیع ما کان و ما یکون'' کو انہوں نے بارگاہ رسالت کے تقرب خصوصی کا ذریعہ سمجھا ہے ایسے ہی گرفتاران باطل عقیدہ کے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو ائمہ محدثین حنفیہ میں مشہور ومعروف شخصیت ہیں اپنی مشہور کتاب ''موضوعات کبیر'' (عربی) میں ایک جگہ لکھتے ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:۔

''اور بے شک ان لوگوں کو اس گمراہی پر ان کے اس خیال نے مجبور کیا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ ان کے لئے کفارہ سیئات بن جائے گا اور اس کی وجہ سے وہ جنت میں پہنچ جائیں گے اور جس قدر بھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بڑھائیں گے اس قدر آپ کا تقرب حاصل ہوگا۔ درحقیقت یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ نافرمان ہیں اور آپ کی سنت کے سب سے بڑے مخالف ہیں۔ ان میں نصاریٰ کی ظاہر باہر مشابہت ہے۔ انہوں نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بڑے غلو سے کام لیا اور ان کی شریعت اور ان کے دین کے بالکل خلاف عقیدہ قائم کرلئے''

اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد کمال علمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو علوم ومعارف آپؐ کو عطا فرمائے وہ بحیثیت مجموعی کسی دوسرے رسول اور کسی مقرب ترین فرشتے کو بھی عطا نہیں ہوئے لیکن با ینہمہ کلی اور تفصیلی غیب و شہادت کا علم خاصہ خداوندی ہے۔ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو کامل علم نبوت اور حسب ضرورت بعض تکوینی اور امور غیبیہ کا جب چاہا علم بھی عطا فرمایا پھر بھی انبیاء علیہم السلام کا علم محیط کل نہیں تھا اور وہ قرآنی اصطلاح میں عالم الغیب نہ تھے۔ چونکہ اس زمانہ کے بعض مبتدعین نے اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا اور ما کان و ما یکون ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو کلام الٰہی کی صریح تحریف ہے اس لئے یہاں مختصری تشریح اس مسئلہ کی کردی گئی ہے ورنہ علمائے محققین نے اس باب میں بڑی عالمانہ اور فاضلانہ بحث فرمائی ہے اور سلف سے خلف تک امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ یہی ہے کہ حق تعالیٰ ہی عالم الغیب والشہادہ ہیں اور علم غیب کلی وتفصیلی خاص حق تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

سورۃ الجن

۱......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو آدمی سورۃ الجن پڑھے اسے ہر ایک جن و شیطان کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

۲......اگر کسی آدمی کو بادشاہ' حاکم یا افسر کا خوف ہو تو سورۃ الجن پڑھ لے وہ اس پر کوئی زیادتی نہ کر سکے گا۔

۳......کوئی چیز اگر رکھی ہے اور چوری وغیرہ سے حفاظت کی فکر ہے تو اس کی حفاظت کی نیت سے سورۃ جن پڑھ لیں ان شاءاللہ محفوظ رہے گی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ عِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ

اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ رات کو کھڑے رہا کرو، مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات یا اس نصف سے کسی قدر کم کردو۔ یا نصف سے کچھ بڑھا دو

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿۴﴾

اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ اے کپڑوں میں لپٹنے والے (محمدؐ)	قُمِ الَّيْلَ رات میں قیام کریں	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا تھوڑا	نِّصْفَهٗٓ اس کا نصف	اَوْ یا	انْقُصْ کم کریں
مِنْهُ اس میں سے	قَلِيْلًا تھوڑا	اَوْ زِدْ یا زیادہ کریں	عَلَيْهِ اس پر۔ سے	وَرَتِّلِ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں	الْقُرْاٰنَ قرآن	تَرْتِيْلًا ترتیل کے ساتھ

تفسیر و تشریح: اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں ایک روایت یہ ہے کہ ابتدائے نبوت میں قریش مکہ نے ''دارالندوہ'' میں جمع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مشورہ کیا کہ آپ کی حالت کے موافق کوئی لقب آپ کے لئے تجویز کرنا چاہئے کہ سب اس پر متفق رہیں اور اسی نام کو لے کر مکہ کے باہر نکلیں اور وہ نام اطراف ملک میں مشہور ہو جائے کسی نے کہا کہ آپ کاہن ہیں۔ پھر رائے قرار پائی کہ کاہن نہیں ہیں کسی نے مجنون کہا پھر اس کو بھی آپس میں غلط قرار دیا۔ پھر ساحر کہا اس کو بھی رد کیا اور بعض کہنے لگے کہ ساحر اس لئے ہیں کہ دوست کو دوست سے جدا کر دیتے ہیں (معاذ اللہ! معاذ اللہ!) آپ کو جب یہ خبر پہنچی تو رنج ہوا اور رنج کی حالت میں کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے جیسا کہ اکثر سوچ و غم میں مغموم آدمی ایسا کر لیتا ہے اس پر حق تعالیٰ نے آپ کو يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ سے خطاب فرمایا اور آپ کی تسلی فرمائی کہ آپ ان کفار کی باتوں پر رنج نہ کریں اور حکم دیا کہ آپ رات میں اٹھ کر اللہ کی یاد کیجئے اور تقریباً آدھی رات یا اس سے کچھ کم و بیش نماز پڑھئے اور نماز میں جتنا قرآن کریم نازل ہو چکا ہے خوب ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک حرف الگ الگ کر کے پڑھئے۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ سب سے یکسو ہو کر اللہ کی طرف متوجہ رہا کریں کیونکہ اس کے سوا آپ کا اور اس سارے جہان کا پالنے والا کوئی نہیں اس لئے اپنے سب کام اسی کے سپرد کیجئے۔ اور یہ کفار و مشرکین جو باتیں آپ کی نسبت کہتے ہیں آپ ان پر صبر و تحمل کریں۔

سورۃ کی ابتدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے فرمائی جاتی ہے اور يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ کے لقب سے مخاطب فرمایا جاتا ہے یعنی اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ وجہ اس عنوان کے خطاب کرنے کی شان نزول کی اوپر بیان کردہ روایت سے ظاہر ہے کہ کفار کے ناحق و بے جا الزامات سے آپ رنجیدہ خاطر ہوئے اور حالت غم میں کمبل یا چادر اوڑھ کر لیٹ رہے۔ حق تعالیٰ کو یہ ادا ایسی پسند آئی کہ مزمل کے لفظ سے خطاب فرمایا اور پھر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام قرار پایا۔ غرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا کہ آپ ان کفار و مشرکین کی باتوں کا رنج و غم نہ کریں بلکہ حق تعالیٰ کی طرف ہمیشہ توجہ رکھیں اور اس کے لئے آپ رات کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہیں۔ ہاں تھوڑا سا حصہ شب کا آرام کر لیں تو مضائقہ نہیں۔ پھر قیام لیل کے مقدار کی مزید تشریح فرمائی کہ آدھی رات یا آدھی رات سے کچھ کم یا آدھی رات سے کچھ زائد۔ جمہور مفسرین کا قول ہے کہ اس سورۃ کی ان ابتدائی آیات کے حکم کے تحت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے صحابہ کرامؓ پر ابتدائے اسلام میں پنجگانہ نماز فرض ہونے سے پہلے رات کی عبادت فرض تھی اور یہ حکم قریب ایک برس کے رہا۔ چنانچہ احادیث میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس سورۃ کے اوّل میں قیام لیل فرض کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ ایک برس تک تہجد کی نماز بطور فرضیت کے ادا کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پیروں پر ورم آ گیا۔ پھر ایک برس کے بعد اس سورۃ کا آخری حصہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ نازل ہوا اس سے تخفیف کی گئی اور امت کے لئے یہ حکم فرض نہ رہا۔ نفل رہ گیا۔ آگے فرمایا گیا کہ اس قیام لیل میں یعنی تہجد کی نماز میں قرآن ترتیل کے ساتھ پڑھئے یعنی ٹھہر ٹھہر کر اس طرح پڑھئے کہ ایک ایک حرف صاف سمجھ میں آ جائے۔ اس طرح پڑھنے سے فہم وتدبر میں مدد ملتی ہے اور دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اور ذوق شوق بڑھتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم غیر نماز میں بھی ہے۔ اب یہاں قدرے ترتیل کی تشریح بھی سمجھ لی جائے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ ترتیل لغت میں تو واضح اور صاف پڑھنے کو کہتے ہیں مگر شریعت میں قرآن شریف کے پڑھنے میں کئی چیزوں کی رعایت کو ترتیل کہا جاتا ہے:۔

۱۔ اوّل حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی حروف کو اپنے مخارج اور صفات کے ساتھ ادا کرنا۔

۲۔ دوسرے وقف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تا کہ وصل سے کلام بے موقع نہ ہونے پائے۔

۳۔ تیسرے حرکات یعنی زبر۔ زیر۔ پیش کو امتیاز دینا تا کہ ایک دوسرے سے ملنے اور مشتبہ ہونے نہ پائے۔

۴۔ چوتھے آواز کو تھوڑا بلند کرنا تا کہ قرآن شریف کے الفاظ زبان سے کان تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔ اور ذوق شوق۔ خوف وامید وغیرہ کی کیفیات پیدا کریں۔

۵۔ پانچویں اپنی آواز کو اچھا کرنا اس طور سے کہ اس میں درد مندی پائی جائے تا کہ دل پر جلدی تاثیر کرے۔

۶۔ چھٹے تشدید و مد کا جس جگہ پر ہیں۔ وہاں لحاظ رکھے اس واسطے کہ شد و مد کی رعایت سے کلام الٰہی میں عظمت پیدا ہوتی ہے۔

۷۔ ساتویں اگر قرآن شریف میں کوئی خوف کا مضمون ہے تو وہاں تھوڑا ٹھہر جائے اور حق تعالٰی سے پناہ طلب کرے۔ اگر کوئی مضمون کسی نعمت کا ہے تو وہاں اس چیز کو اپنے واسطے حق تعالٰی سے طلب کرے۔ اگر کوئی دعا یا ذکر پڑھنے کے واسطے حکم ہو تو وہاں ٹھہر کر کم از کم ایک مرتبہ وہ دعا یا ذکر پڑھ لے۔

یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت کرنا ترتیل میں ضروری ہے۔ الغرض قیام لیل اور قرأت قرآن کا حکم ان آیات میں دیا گیا اب آگے ان احکام کی علت اور ان کے بعض فوائد کو ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالٰی ہم کو بھی نماز تہجد اور رات میں اپنے ذکر و تلاوت کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور قرآن پاک کی تلاوت ترتیل کے ساتھ نصیب فرمائیں قرآن پاک کا ذوق شوق اور اس کا علم اور اس پر عمل نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! اب ہم اپنی اس بدحالی پر کتنا تاسف اور رنج ظاہر کریں کہ قرآن شریف کا نماز اور غیر نماز میں تو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر اب تو قرآن کریم ناظرہ پڑھنے پڑھانے ہی کے لالے پڑ گئے ہیں۔ ترتیل، تجوید۔ تعلیم۔ تفسیر و تبلیغ قرآن سے نئی نسل تو محروم ہی ہوتی جا رہی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝ اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا ۝ اِنَّ لَکَ

ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں۔(مراد قرآن مجید ہے)۔ بے شک رات کا اُٹھنا خوب مؤثر ہے (نفس کے کچلنے میں) اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔ بیشک تم کو دن میں

فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ۝ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ

بہت کام رہتا ہے۔ اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اُسی کی طرف متوجہ رہو۔ وہ مشرق

وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا ۝

اور مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں تو اُسی کو اپنے کام سپرد کر دینے کیلئے قرار دیئے رہو۔

اِنَّا سَنُلْقِیْ بیشک ہم عنقریب ڈالدیں گے	عَلَیْکَ آپ پر	قَوْلًا ثَقِیْلًا ایک بھاری کلام	اِنَّ بیشک	نَاشِئَۃَ اُٹھنا	الَّیْلِ رات
ھِیَ اَشَدُّ وَطْاً یہ سخت (نفس کو) روندنے والا	وَاَقْوَمُ اور زیادہ درست	قِیْلًا الفاظ کے تلفظ میں	اِنَّ لَکَ بیشک آپ کیلئے	فِی النَّھَارِ دن میں	
سَبْحًا شغل	طَوِیْلًا طویل	وَاذْکُرِ اور آپ یاد کریں	اسْمَ رَبِّکَ اپنے رب کا نام	وَتَبَتَّلْ اور چھوٹ جائیں	اِلَیْہِ اسکی طرف
تَبْتِیْلًا (سب سے) چھوٹ کر	رَبُّ الْمَشْرِقِ رب مشرق کا	وَالْمَغْرِبِ اور مغرب کا	لَا نہیں	اِلٰہَ کوئی معبود	اِلَّا ھُوَ اس کے سوا
فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا پس پکڑلو (بنالو) اس کو کارساز					

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں یعنی پے در پے پورا قرآن آپ پر نازل کریں گے جو اپنی قدر ومنزلت کے اعتبار سے بہت قیمتی اور وزن دار اور اپنی کیفیات کے اعتبار سے بہت بھاری اور گرانبار ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت گرانی اور سختی گذرتی تھی سخت جاڑے کے موسم میں بھی آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔ اگر نزول وحی کے وقت آپ کسی سواری پر سوار ہوتے تو سواری جھک جاتی اور اپنی گردن گرا دیتی اور جب تک وحی ختم نہ ہو لیتی سواری سے قدم نہ اٹھایا جاتا اور حرکت نہ کر سکتی۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتری اس وقت آپ کی ران مبارک میری ران پر رکھی ہوئی تھی۔ وحی کا اتنا بوجھ پڑا کہ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں میری ران بوجھ سے نہ پھٹ جائے۔ غرضکہ وحی کا اترنا خود ایک بوجھ تھا پھر اس کا محفوظ رکھنا پھر دوسروں تک پہنچانے میں کلفتیں برداشت کرنا۔ اس ماحول میں قرآن کی دعوت وتبلیغ اور اس کے حقوق کا پوری طرح ادا کرنا سخت مشکل اور دشوار کام تھا۔ غرضکہ ان تمام وجوہ کا خیال کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ہم آپ پر ایک بھاری کلام یعنی قرآن کریم نازل کرنے والے ہیں اس لئے آپ رات کو اللہ کی عبادت میں مشغول رہا کریں اور اس عبادت خاص کے انوار سے اپنے تئیں مشرف کر کے اس فیض اعظم کی قبولیت کی استعداد اپنے اندر مستحکم فرمائیں۔ آگے قیام لیل یعنی رات کی عبادت کے بعض فوائد بیان فرمائے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ بیشک رات کا اٹھنا اور اللہ کی عبادت میں لگنا کچھ آسان کام نہیں بھاری ریاضت اور نفس کشی ہے جس سے نفس خوب روندا اور کچلا جاتا ہے اور نیند وآرام وغیرہ خواہشات پامال کی جاتی ہیں۔ نیز اس وقت دعاء اور ذکر سیدھے دل سے ادا ہوتا ہے۔ زبان اور دل موافق ہوتے ہیں جو بات زبان سے نکلتی ہے ذہن میں خوب جمتی چلی جاتی ہے کیونکہ اس وقت ہر قسم کے شور وغل اور چیخ وپکار سے یکسو ہونے اور خداوند قدوس کے سماء دنیا پر نزول فرمانے سے قلب کو ایک عجیب قسم کے سکون وقرار اور لذت واشتیاق کی کیفیت میسر ہوتی ہے۔ بخاری شریف کی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے تو ہمارا رب نچلے آسمان پر نزول اجلال فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کوئی ہے کہ مجھ سے دعاء کرے اور میں قبول کروں کوئی ہے کہ مجھ سے مانگے اور میں عطا کروں۔ کوئی ہے کہ مجھ سے مغفرت کا طالب ہو اور میں اس کے گناہ معاف کر دوں۔ نماز شب کے فضائل میں حضرت ابوامامہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نماز شب کا التزام کرو۔ یہ تم سے پہلے گذرے ہوئے صالحین کا طریقہ ہے رب کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ گناہوں کو ساقط کرنے والا اور خطاؤں سے روکنے والا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ بندہ سے رب کا قرب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے۔ اگر تم سے ہو سکے کہ اس وقت اللہ کی یاد کرنے والوں میں سے ہو جاؤ تو ہو جاؤ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام لیل کے حکم کی ایک اور علت بیان فرمائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ آپ کو دن میں بہت کام رہتا ہے دنیوی بھی جیسے امور خانہ داری اور ضروری کاموں کی تکمیل اور دینی بھی جیسے تبلیغ اور دعوت دین۔ تو اگر چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کے مشاغل بھی آپ کے حق میں بالواسطہ عبادت ہی تھے تاہم بلا واسطہ پروردگار کی عبادت اور مناجات کے لئے رات کا وقت مخصوص فرمایا گیا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ علاوہ رات کی عبادت کے دن میں بھی جبکہ بظاہر مخلوق سے معاملات اور علاقے رکھنے پڑتے ہیں آپ دل سے اسی پروردگار کا علاقہ سب پر غالب رکھئے اور چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہمہ وقت اسی کی یاد میں مشغول رہئے۔ غیر اللہ کا کوئی تعلق ایک آن کے لئے ادھر سے توجہ کو ہٹنے نہ دے بلکہ سب تعلق کٹ کر باطن میں اسی ایک کا تعلق باقی رہ جائے۔ اب اس تعلیم و تلقین سے کسی دماغ میں وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ ہر انسان دوسرے کے تعاون کا محتاج ہے۔ تمدن کے بغیر معاشیات اور ضروریات حیاۃ کی فراہمی کا نظام ابتر ہو جائے گا۔ پھر مخلوق سے قطع تعلق کی صورت میں نظام معاشی کیسے چلے گا اس وہم کو دفع فرمانے کے لئے آگے فرمایا

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۔ یعنی سارے جہان کا مالک و حاکم اللہ ہے۔ تمام دنیا اور اس کے جمیع اسباب اور سارے سلسلے سب اسی کے دست قدرت میں ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اس کے سوا نہ کوئی حاکم اعلیٰ ہے نہ معبود برحق نہ اس کی اجازت اور مشیت کے بغیر کوئی کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے لہٰذا اسی کے سپرد اپنے تمام معاملات کر دیجئے۔ اسی کو اپنا کارساز بنا لیجئے۔ وہی سب سے اچھا کارساز ہے اس کی کار سازی کے بعد آپ کو کسی دوسرے کی ضرورت ہی نہیں۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ کی تفسیر میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ مشرق دن کا نشان ہے اور مغرب رات کا نشان گویا اشارہ کر دیا کہ دن و رات دونوں کو اسی مالک مشرق و مغرب کی یاد اور رضا جوئی میں لگانا چاہئے اس لئے بندگی بھی اسی کی اور توکل بھی اسی پر ہونا چاہئے جب وہ وکیل و کارساز ہو تو دوسروں سے کٹ جانے اور الگ ہونے کی کیا پروا۔

یہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالذات اور آپ کے متبعین کو طبعًا چار باتوں کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی۔

۱- ایک قیام شب برائے نماز و قرأت قرآن۔

۲- دوسرے ہر وقت اور ہر حال میں اپنے رب کو یاد رکھنا۔

۳- تیسرے سب علائق کو توڑ کر اللہ کی طرف متوجہ رہنا۔

۴- چوتھے اسی پر توکل کرنا کیونکہ تمام دنیا کا وہی کارساز ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ ان احکام میں عجیب ترتیب طبعی ملحوظ ہے اس لئے کہ شب بیدار کو از خود ذکر میں حلاوت پیدا ہو جاتی ہے پھر وہ دن میں بھی اس محبوب حقیقی کو نہیں بھولتا اور جب یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو خود بخود دل سے قطع تعلقات بھی ہو جاتے ہیں اور پھر اس کی آنکھ میں کوئی اور دکھائی نہیں دیتا کہ جس پر وہ توکل کرے یا اس کو کارساز سمجھے سوائے محبوب حقیقی کے۔ خلاصہ یہ کہ آغاز سورۃ سے یہاں تک مختلف مقامات سلوک کی طرف اشارہ ہے یعنی رات کی خلوت۔ تلاوت ذکر۔ نفی ماسوا اور توکل علی اللہ۔ لیکن مقامات سلوک میں سب سے اونچا درجہ اعداء کی جفا پر صبر رکھنے کا ہے اس لئے آگے اس کی تعلیم دی گئی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝۱۰ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي

اور یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کرو، اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہوجاؤ اور مجھ کو اور ان جھٹلانے والوں کو نازونعمت میں

النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝۱۱ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝۱۲ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۳

رہنے والوں کو چھوڑ دو اور ان لوگوں کو تھوڑے دنوں اور مہلت دے دو ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے۔ اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے۔

وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں	عَلٰى پر	مَا يَقُوْلُوْنَ جو وہ کہتے ہیں	وَاهْجُرْهُمْ اور انہیں چھوڑ دیں	هَجْرًا کنارہ کش ہوکر	جَمِيْلًا اچھی طرح	
وَذَرْنِيْ اور مجھے چھوڑ دو	وَالْمُكَذِّبِيْنَ اور جھٹلانے والوں	اُولِي النَّعْمَةِ خوشحال لوگوں	وَمَهِّلْهُمْ اور ان کو مہلت دیدیں	قَلِيْلًا تھوڑی	اِنَّ بیشک	
لَدَيْنَآ ہمارے ہاں	اَنْكَالًا عذاب	وَجَحِيْمًا اور دہکتی آگ	وَطَعَامًا اور کھانا	ذَا غُصَّةٍ گلے میں اٹک جانیوالا	وَعَذَابًا اور عذاب	اَلِيْمًا دردناک

تفسیر وتشریح: عارفین کاملین کو جن میں انبیائے کرام کا درجہ سب سے ارفع و بلند ہوتا ہے ان کو دو امور سے واسطہ پڑتا ہے ایک وہ کہ جن کا تعلق اپنی ذات اور اپنے خالق اللہ رب العالمین سے ہے۔ دوسرے وہ کہ جن کا تعلق اوروں سے ہے۔ گذشتہ آیات میں قسم اول کی تعلیم تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطے سے آپ کے متبعین کو قیام لیل۔ تلاوت۔ وذکر۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی توجہ اور توکل علی اللہ کا حکم فرمایا گیا تھا۔ اب آگے قسم دوم کے متعلق احکام دیئے جاتے ہیں اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار آپ کو شاعر۔ کاہن۔ ساحر اور مجنون ومسحور وغیرہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں سو ان کی باتوں کو صبر و استقلال سے برداشت کرتے رہئے اور ان کے ظلم وزیادتی پر تحمل اور بردباری سے کام لیجئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار ومشرکین کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زبانی ایذا دی جاتی تھی ان کی تین قسمیں تھیں۔ اول یہ کہ آپ کے معبود حقیقی خداوند ذوالجلال والاکرام اللہ جل شانہ کے شان میں بے ادبی اور گستاخی کی باتیں کہتے مثلاً یہ کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ حق تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔ فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں۔ وہ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ وہ فقیر ہے ہم غنی ہیں۔ اور اسی طرح کے کلمات کفر بکتے تھے۔ دوسری قسم کی ایذائیں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی ذات مبارکہ سے متعلق تھیں مثلاً آپ کو معاذ اللہ ساحر اور شاعر اور دیوانہ بتلاتے۔ آپ کی ہجو کرتے۔ اگر کبھی وحی آنے میں وقفہ ہوتا تو آپ کو طعنہ دینا شروع کردیتے اور تیسری قسم کی ایذا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جاتیں وہ آپ کے اہل وعیال سے متعلق تھیں۔ آپ کے عزیز و اقربا اور اصحاب کے حق میں بے ادبی اور گستاخیاں کرتے اور طعن وتشنیع دیتے کہ معاذ اللہ تم سب نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر نئے دین میں داخل ہوکر بے دینی اختیار کرلی۔

تو پہلی ہدایت یہاں یہ دی گئی کہ مخالفین ومعاندین جو جو ایذا دہ باتیں کہتے ہیں ان پر صبر کیجئے۔ دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ ان معاندین سے خوبصورتی کے ساتھ الگ ہوجایئے یعنی نہ ان کی بدسلوکی کی شکایت کسی کے سامنے ہو۔ نہ انتقام لینے کی فکر ہو۔ نہ گفتگو یا مقابلہ کے وقت کج خلقی کا اظہار ہو اور باوجود ان سے جدائی اور مفارقت کے ان کی نصیحت میں کوئی کمی نہ کیجئے بلکہ جس طرح بن پڑے ان کی ہدایت و رہنمائی میں سعی کرتے رہئے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھئے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور مکہ کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی اور آیات قتال وجہاد کا نزول بعد میں مدینہ میں ہوا۔ اس لئے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا حکم آیات قتال سے منسوخ ہے۔ آگے ان منکرین ومعاندین کے گرفت اور عذاب کی خبر دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے اور آپ کو تقویت دی جاتی ہے کہ یہ حق وصداقت کو جھٹلانے والے جو دنیا میں عیش وآرام کررہے ہیں ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیجئے۔ وہ خود ان سے نبٹ لے گا اور وہ آپ کی طرف سے ان کو سزا دینے کے لئے کافی ہے۔ آپ رنجیدہ نہ ہوں اور ان لوگوں کو تھوڑے دن اور مہلت دے دیجئے۔ اول تو ایسے گمراہ منکرین ومعاندین کو جو

اپنے خداداد مال وجاہ کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ اس کو الٹا خدا کے مقابلہ میں صرف کرتے ہیں دنیا ہی میں سزا مل جایا کرتی ہے۔ اور اگر کسی مصلحت سے دنیا میں سزا نہ بھی ملی تو آخرت وقیامت میں تو ضرور ہی ملے گی اور انجام کار یہ سخت عذابوں میں مبتلا ہوں گے اور عذاب بھی کونسے؟۔ اوّل اسخت قید وبند کے یعنی ان کی گرفتاری کے لئے بیڑیاں تیار ہیں جو ان کے پیروں میں مثل قیدیوں کے پہنائی جائیں گی اور زنجیریں تیار ہیں جن میں یہ جکڑ کر باندھے جائیں گے۔ دوسرے دہکتی ہوئی اور بھڑکتی ہوئی نار جہنم۔ احادیث میں آتا ہے کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ۷۰ حصہ زیادہ گرم ہے اور اس کی آگ کو ہزار برس دھکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی پھر اس کو ایک ہزار برس جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی پھر ایک ہزار برس اور جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی۔ اب وہ سیاہ وتاریک ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تیسرے گلے میں پھنس جانے والے کھانے کا عذاب کہ وہ کھانا حلق میں جاکر اٹک جائے گا نہ اندر اترے گا نہ باہر نکلے گا۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس کھانے سے زقوم یعنی تھوہر کا درخت مراد ہے کہ جو جہنم میں پیدا ہونے والا ایک خاردار درخت ہے جو جہنمیوں کی خوراک بنے گا اور اس قدر زہریلی تلخ اور گندی چیز ہوگی حدیث میں آتا ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامان زندگی کو خراب کردے تو جس کی بدبو۔ گندگی اور زہریلے پن کا یہ عالم ہو تو اس پر کیا گذرے گی جس کو زقوم کھانا پڑے گا۔ (الامان والحفیظ) چوتھے اور بھی طرح طرح کے المناک عذاب ہوں گے مثلاً غساق یعنی وہ سڑی ہوئی پیپ جو جہنمیوں کے زخموں سے نکلے گی انتہائی بھوک میں بطور غذا دیا جانا۔ حمیم یعنی کھولتا ہوا گرم پانی پینے کو دیا جانا۔ بڑے بڑے پہاڑوں پر چڑھا کر نیچے پھینکا جانا۔ آگ کے کنوؤں میں گرایا جانا۔ آہنی صندوقوں میں بند کرکے آگ میں ڈالا جانا۔ آہنی چکیوں میں پیسا جانا۔ کانٹوں کا چبھونا۔ کھال کا چیرنا۔ مکھیوں کو زخم پر بٹھانا۔ سانپوں اور بچھوؤں کا کاٹنا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جہنم میں سانپ ہیں جو اپنی جسامت میں اونٹوں کے برابر ہیں اور اس قدر زہریلے ہیں کہ ان میں کوئی سانپ جس دوزخی کو ایک مرتبہ ڈسے گا تو چالیس سال کی مدت تک وہ اس کے زہر کا اثر پائے گا اور تڑپے گا اور اسی طرح دوزخ میں بچھو ہیں جو اپنی جسامت میں خچروں کے مانند ہیں اور وہ بھی ایسے ہی زہریلے ہیں کہ ان میں سے کوئی کسی دوزخی کو ایک دفعہ ڈنک مارے گا تو چالیس ۴۰ سال تک وہ اس کے زہر کی تکلیف پاوے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ گویا طرح طرح کے دردناک عذاب ان منکرین کے لئے ہیں۔

اور یہ سزا ان کو قیامت کے دن دی جائے گی اور وہ قیامت کا دن کیسا ہوگا اس کو اگلی آیت میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو حق پر قائم رکھیں اور باطل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں ان اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے جو آخرت میں ہماری نجات ومغفرت کا ذریعہ بنیں اور ہمیں ان اعمال سے بچا لیجئے جو کہ آخرت میں عذاب کا سبب بنیں۔ یا اللہ عذاب نار سے ہم کو اپنے فضل سے بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ آپ نے تو رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے متبعین اسلام کو دشمنان دین اور اعدائے اسلام کی باتوں پر ان کے طعن وتشنیع پر اور ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنے کی تلقین فرمائی اور صحابہ کرام خصوصاً مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس حکم کی تعمیل کا حق ادا کرکے اور صبر کرکے دکھلا دیا۔ یا اللہ ایک ہم انہی حضرات کے نام لیوا ہیں ہم اب اپنے کلمہ گو اہل اسلام بھائیوں ہی کی طرف سے پہنچنے والی کسی تکلیف پر صبر تو کیا کرتے الٹا انتقام کے درپے ہو جاتے ہیں اور انتقام میں بھی ظلم وزیادتی سے گریز نہیں کرتے۔ یا اللہ! صحابہ کرامؓ کے صبر وسہار کے طفیل میں ہمیں بھی اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ صبر وسہار کا معاملہ کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اور ایک دوسرے سے درگزر کرنے کی خصلت مرحمت فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ

جس روز کہ زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے، اور پہاڑ ریگ رواں ہوجاویں گے۔ بیشک ہم نے تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے

شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ

جو تم پر گواہی دیں گے جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا۔ پھر فرعون نے اس رسول کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اس کو سخت پکڑنا پکڑا۔

اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ

سو اگر تم کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کردے گا۔ جس میں آسمان پھٹ جاوے گا

بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾

بے شک اس کا وعدہ ضرور ہو کر رہے گا۔ یہ تمام مضمون ایک نصیحت ہے، سو جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرلے۔

يَوْمَ جس دن	تَرْجُفُ کانپے گی	الْاَرْضُ زمین	وَالْجِبَالُ اور پہاڑ	وَكَانَتِ اور ہوجائیں گے	الْجِبَالُ پہاڑ	كَثِيْبًا ریت کے تودے	مَّهِيْلًا ریزہ ریزہ
اِنَّآ اَرْسَلْنَآ بیشک ہم نے بھیجا	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف	رَسُوْلًا ایک رسول	شَاهِدًا گواہی دینے والا	عَلَيْكُمْ تم پر	كَمَآ اَرْسَلْنَآ جیسے ہم نے بھیجا		
اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف	رَسُوْلًا ایک رسول	فَعَصٰى پس کہا نہ مانا	فِرْعَوْنُ فرعون	الرَّسُوْلَ رسول	فَاَخَذْنٰهُ تو ہم نے اسے پکڑلیا	اَخْذًا پکڑ	
وَّبِيْلًا بڑے وبال	فَكَيْفَ تو کیسے	تَتَّقُوْنَ تم بچوگے	اِنْ كَفَرْتُمْ اگر تم نے کفر کیا	يَوْمًا اس دن	يَّجْعَلُ کردے گا	الْوِلْدَانَ بچوں کو	شِيْبًا بوڑھا
السَّمَآءُ آسمان	مُنْفَطِرٌ پھٹ جائے گا	بِهٖ اس سے	كَانَ ہے	وَعْدُهٗ اس کا وعدہ	مَفْعُوْلًا پورا ہوکر رہنے والا	اِنَّ هٰذِهٖ بیشک یہ	تَذْكِرَةٌ نصیحت
فَمَنْ تو جو	شَآءَ چاہے	اتَّخَذَ اختیار کرلے	اِلٰى رَبِّهٖ اپنے رب کی طرف	سَبِيْلًا راہ			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس مذکورہ سزا اور عذاب کی تمہید اس وقت سے شروع ہوگی جب زمین اور پہاڑوں پر زلزلہ پڑا ہوگا پہاڑوں کی جڑیں ڈھیلی ہو جائیں گی اور وہ لرز کر گر پڑیں گے اور ریزہ ریزہ ہوکر اڑتے پھریں گے یعنی قیامت کے دن۔ آگے اہل مکہ کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو ہم نے تمہاری طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے جو تم پر قیامت کے روز گواہی دیں گے کہ لوگوں نے تبلیغ دین کے بعد کیا برتاؤ کیا۔ کس نے کہنا مانا اور کس نے کہنا نہیں مانا۔ کفار مکہ جو اپنے تکبر اور سرکشی کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاتے تھے اور ان کو فرعون بادشاہ مصر اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بھی معلوم تھا اس لئے بطور وعید وتنبیہ کے ان کو جتلایا گیا کہ اللہ نے تمہارے پاس بھی ویسا ہی رسول بھیجا جیسا کہ فرعون کے پاس موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا تھا تو جب فرعون نے سرکشی کی اور اپنے رسول کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اسے سختی کے ساتھ پکڑ لیا اور بری طرح برباد کیا کہ اس کو مع اس کے لاؤ لشکر کے سب کو سمندر میں غرق کرکے ہلاک کردیا گیا تو کفار مکہ کو پکڑ وہلاکت کا واقعہ سنانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر تم نے بھی اپنے رسول کی نافرمانی کی اور ان کی بات نہ مانی تو پھر تمہاری بھی خیر نہیں۔ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جاوے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اہل مکہ سات برس کے قحط میں گرفتار ہوئے۔ بڑے بڑے سرکش اور نافرمان قریش بدر میں قتل وقید ہوئے اور پھر فتح مکہ کے دن کفار مکہ ہمیشہ کے لئے مغلوب اور ختم ہوئے اور در پردہ فرعون اور موسیٰ کے واقعہ میں اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ جس طرح

بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کی تو قید فرعون سے نجات پائی شام کی سرزمین نصیب ہوئی۔ وہاں کی سرداری اور حکومت حاصل ہوئی اسی طرح اس نبی کے فرمانبردار اور مطیع کفار کے غلبہ اور تسلط سے نجات پائیں گے دین دنیا کے سردار اور بادشاہت کے مالک ہوں گے چنانچہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ اخیر میں کفار مکہ کو پھر متنبہ کیا جاتا ہے کہ اگر تم نے ہمارے رسول کا کہنا نہ مانا اور اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو پھر اللہ کے عذاب سے کیسے بچو گے اور اگر بالفرض تم نبی الرحمۃ کے کمال حلم اور بردباری کے سبب دنیا کے عذاب سے بچ بھی گئے تو اس دن کیونکر بچو گے جس دن کی شدت اور درازی بچوں کو بوڑھا کر دینے والی ہوگی یعنی قیامت کے دن تو نہیں بچ سکتے اور وہ ایسا ہولناک دن ہوگا کہ آسمان پھٹ جائے گا اور یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ اٹل ہے ضرور پورا ہو کر رہے گا خواہ تم اس کو کتنا ہی دور اور بعید از امکان سمجھو۔ بہرحال ہم نے یہ قرآن سمجھانے اور یاد دلانے کے لئے بھیج دیا ہے جس میں محض تمہاری نصیحت اور خیر خواہی سے تم کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ اس میں تمہاری بھلائی کی ساری باتیں سمجھا دی گئی ہیں۔ اب جو اپنا فائدہ چاہے اس نصیحت پر عمل کرکے اپنے رب کا تقرب اور رضامندی حاصل کرے راستہ کھلا ہوا ہے کوئی روک ٹوک نہیں ورنہ دوسرے راستہ کا انجام جہنم اور مصیبت دائمی ہے۔

حضرت عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ دن قیامت کا ہوگا اور یہ کیفیت اس وقت ہوگی جبکہ اللہ رب العزت میدان حشر میں حضرت آدمؑ کو فرمائے گا کہ اے آدم اپنی ذریت میں جہنم کا ایندھن نکال لو۔ یعنی جو جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ تو حضرت آدمؑ پوچھیں گے کتنے عدد میں کتنے جہنم کے لئے نکالوں۔ تو فرمایا جائے گا ہر ہزار میں سے ۹۹۹ تو یہ سن کر سب اہل محشر گھبرا جائیں گے کہ ہر ہزار کی تعداد میں صرف ایک آدمی نجات پائے گا باقی جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جب یہ گھبراہٹ دیکھی تو فرمایا اے مسلمانو! تمہیں بشارت ہو۔ ہر ہزار میں کا ایک تم میں سے ہوگا اور باقی یاجوج ماجوج سے پورے کردیئے جائیں گے اور دیگر امتوں کے کفار سے۔ نتیجہ جس کا الحمدللہ یہ ہوگا کہ امت محمدیہ حق تعالیٰ کے فضل سے سب کی سب ہی کسی نہ کسی طرح نجات پالے گی اور جہنم کا ایندھن یاجوج ماجوج اور دیگر ملتوں کے کفار سے پورا کردیا جائے گا۔ اور اگر دیکھا جائے تو کل انسانوں کی تعداد کے لحاظ سے امت محمدیہ کا عدد شاید اتنا ہی نکلے۔ یعنی ایک فی ہزار تو اس اعتبار سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وضاحت ایک عظیم بشارت ہوگی۔ فللہ الحمد حمداً کثیراً۔

(معارف القرآن۔ جلد ہفتم از حضرت مالک کاندھلوی مدظلہ)

اس سورۃ کا رکوع اوّل ان آیات پر ختم ہوتا ہے۔ اور اس رکوع میں ابتدائے سورۃ میں جو قیام لیل کا حکم دیا گیا تھا وہ ایک سال تک قائم رہا۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ سال بھر تک رات کو قیام کرتے رہے یہاں تک کہ پاؤں سوج گئے۔ سورۃ کے دوسرے رکوع کو اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے تک آسمان پر روکے رکھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے رحم فرما کر قیام لیل کے حکم میں تخفیف فرما دی اور سال بھر کے بعد دوسرا رکوع نازل فرمایا جس کے بعد قیام شب نفل ہو گیا اور امت کے حق میں نہ نماز تہجد فرض رہی نہ وقت کی یا مقدار تلاوت کی کوئی قید رہی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں دوسرے رکوع کی ابتدا سے آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو دین اسلام سے نوازا۔ اور ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ 3

آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے بعضے آدمی (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات (نماز میں)

الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

کھڑے رہتے ہیں، اور رات اور دن کا پورا اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے، اُس کو معلوم ہے کہ تم اس کو ضبط نہیں کر سکتے تو اُس نے تمہارے حال پر عنایت کی

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ

سو (اب) تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو، اس کو (یہ بھی) معلوم ہے کہ بعضے آدمی تم میں بیمار ہوں گے اور بعضے تلاش معاش کیلئے

فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا

ملک میں سفر کریں گے اور بعضے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے سو تم لوگوں سے جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے

مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا

پڑھ لیا کرو اور نماز (فرض) کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو، اور جو

تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا

نیک عمل اپنے لئے آگے بھیج دو گے اس کو اللہ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور ثواب میں بڑا پاؤ گے، اور اللہ سے گناہ معاف کراتے رہو،

اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ بیشک آپ کا رب	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	أَنَّكَ کہ آپ	تَقُومُ قیام کرتے ہیں	أَدْنَىٰ قریب ہے	مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ دو تہائی رات کے	
وَنِصْفَهُ اور آدھی رات	وَثُلُثَهُ اور اس کا تہائی	وَطَائِفَةٌ اور ایک جماعت	مِّنَ سے	الَّذِينَ مَعَكَ جو آپ کے ساتھ	وَاللَّهُ اور اللہ	يُقَدِّرُ اندازہ فرماتا ہے
اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ رات اور دن	عَلِمَ اس نے جانا	أَن لَّن تُحْصُوهُ کہ تم ہرگز نباہ نہ کر سکو گے	فَتَابَ عَلَيْكُمْ تو اس نے تم پر عنایت کی			
فَاقْرَءُوا تو تم پڑھا کرو	مَا تَيَسَّرَ جس قدر آسانی سے ہو سکے	مِنَ الْقُرْآنِ قرآن سے	عَلِمَ اس نے جانا	أَن سَيَكُونُ کہ البتہ ہوں گے		
مِنكُم تم میں سے	مَّرْضَىٰ کوئی بیمار	وَآخَرُونَ اور کوئی اور	يَضْرِبُونَ وہ سفر کریں گے	فِي الْأَرْضِ زمین میں	يَبْتَغُونَ تلاش کرتے ہوئے	
مِن سے	فَضْلِ اللَّهِ اللہ کا فضل روزی	وَآخَرُونَ اور کئی دوسرے	يُقَاتِلُونَ وہ جہاد کریں گے	سَبِيلِ اللَّهِ اللہ کی راہ	فَاقْرَءُوا پس پڑھ لیا کرو	
مَا تَيَسَّرَ جس قدر آسانی سے ہو سکے	مِنْهُ اس سے	وَأَقِيمُوا اور تم قائم کرو	الصَّلَاةَ نماز	وَآتُوا الزَّكَاةَ اور ادا کرتے رہو زکوٰۃ		
وَأَقْرِضُوا اللَّهَ اور اللہ کو قرض دو	قَرْضًا حَسَنًا قرض حسن با خلاص سے	وَمَا اور جو	تُقَدِّمُوا تم آگے بھیجو گے	لِأَنفُسِكُم اپنے لئے		
مِّنْ خَيْرٍ سے کوئی نیکی	تَجِدُوهُ تم اسے پاؤ گے	عِندَ اللَّهِ اللہ کے ہاں	هُوَ خَيْرًا وہ بہتر	وَأَعْظَمَ اور عظیم تر	أَجْرًا اجر میں	

وَاسْتَغْفِرُوا اور تم بخشش مانگو	اللّٰهَ اللہ	إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	غَفُورٌ بخشنے والا	رَّحِيمٌ نہایت رحم کرنے والا	

تفسیر وتشریح: جیسا کہ گذشتہ درس میں بتلایا گیا تھا کہ اس سورۃ کا صرف پہلا رکوع اول نازل ہوا جس میں قیام لیل کا وجوبی حکم دیا گیا تھا اس کے ایک سال کے بعد یہ دوسرا رکوع نازل ہوا۔ ایک سال تک برابر صحابہ کرام رات کو قیام کرتے رہے حتیٰ کہ پاؤں پر ورم آ گیا تھا۔ تقریباً ایک سال بعد قیام لیل کے حکم میں تخفیف ہوئی جس کا حکم ان آیات میں ظاہر فرمایا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اس کے حکم کی پوری تعمیل کی کبھی آدھی کبھی تہائی اور کبھی دو تہائی رات کے قریب اللہ کی عبادت میں گذاری چنانچہ روایات میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کے پاؤں رات میں کھڑے کھڑے سوج جاتے اور پھٹنے لگتے تھے بلکہ بعض صحابہ تو اپنے بال رسی سے باندھ لیتے تھے کہ نیند آئے تو جھٹکا لگ کر تکلیف سے آنکھ کھل جائے۔ پھر اس زمانہ میں گھڑی اور گھنٹوں کا سامان نہ تھا۔ روزانہ آدھی۔ تہائی اور دو تہائی رات کی پوری حفاظت کرنا آسان کام نہ تھا۔ اس لئے بعض صحابہ رات بھر نہ سوتے تھے کہ کہیں نیند کی غفلت میں ایک تہائی رات بھی جاگنا نصیب نہ ہو۔ اس پر آگے فرمایا گیا کہ رات دن کا صحیح اندازہ اور اس کی پوری پیمائش تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ وہی ایک خاص اندازہ سے کبھی رات کو دن سے گھٹاتا کبھی بڑھاتا اور کبھی دونوں کو برابر کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس مقدار وقت کی پابندی میں تم کو سخت محنت لاحق ہوئی ہے۔ ان وجوہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے معافی بھیج دی اور پہلے حکم کو منسوخ فرما دیا اب جس کو رات میں جب اٹھنے کی توفیق ہو اور وہ جتنی نماز اور اس میں جتنا قرآن چاہے پڑھ لے یہاں قرآن پڑھنے سے مراد تہجد کی نماز پڑھنا ہے کہ نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے تو اب امت کے حق میں نہ نماز تہجد فرض ہے۔ نہ وقت کی یا مقدار تلاوت کی کوئی قید ہے۔ آگے حکم سابق کے نسخ کی دوسری علت بیان فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور روزی کمانے کے لئے یا علم دین وغیرہ حاصل کرنے کے لئے ملک میں سفر کریں گے۔ پھر بعضے وہ مرد مجاہد بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور ان حالتوں میں پابندی تہجد کی اور اوقات کی مشکل تھی اور شب بیداری کے حکم پر عمل کرنا سخت دشوار ہوگا اس لئے بھی تم پر تخفیف کر دی اور اب تم کو اجازت ہے کہ نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا آسان ہو وہ پڑھ لیا کرو۔ اپنی جان کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ فرض نمازیں نہایت اہتمام سے پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرتے رہو کہ انہی باتوں کی پابندی سے بہت کچھ روحانی فوائد اور ترقیات حاصل ہو سکتی ہیں۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ اولین صحابہؓ سے ایک سال تک بہت تاکید کے ساتھ یہ ریاضت شاقہ اس لئے کرائی کہ وہ آئندہ تمام امت کے ہادی و معلم بننے والے تھے۔ ضرورت تھی کہ وہ اس قدر منجھ جائیں اور روحانیت کے رنگ میں ایسے رنگے جائیں کہ تمام دنیا ان کے آئینہ میں کمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نظارہ کر سکے اور یہ نفوس قدسیہ ساری امت کی اصلاح کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا سکیں و اللہ تعالیٰ اعلم۔

یہاں آیت میں جو اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ یعنی نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو فرمایا گیا تو اس کے متعلق بعض محققین علما نے لکھا ہے کہ پنجگانہ نماز کی فرضیت تو شب معراج میں ہوئی اور یہ سورۃ شب معراج سے کئی برس پہلے نازل ہوئی اور نیز اس سورۃ کے نزول کے وقت زکوٰۃ مفروضہ بھی نہ تھی کیونکہ زکوٰۃ مدینہ آ کر فرض ہوئی ہے پھر آیت میں وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ گو پنجگانہ نماز اور زکوٰۃ موجود تھی اور مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ رکوع سجود قیام وقعود میں تسبیح و دعا کرنا فرض تھا اور اسی کو نماز کہتے تھے اور خیرات کرنا بھی اس وقت فرض تھا گو کوئی تعداد خیرات کی معین نہ تھی جیسا کہ بعد میں ہوئی۔ سو اتوا الزکوٰۃ سے وہی خیرات مطلقہ مراد ہے۔ آگے اخلاص کے ساتھ اللہ کے راستہ

میں خرچ کرنے کی ترغیب میں بتلایا گیا کہ اللہ کی راہ میں اس کے احکام کے موافق اخلاص سے خرچ کرنا گویا اللہ کو قرض دینا ہے بایں معنیٰ کہ خدا اس کا بدلہ نفع کے ساتھ تم کو دنیا و آخرت میں دے گا۔ گویا وہ تمہارے اس دیئے ہوئے مال کی ضمانت کرتا ہے تا کہ تم کو اطمینان ہو ورنہ وہ ذات عالی قرض لینے سے پاک ہے اس کو کوئی حاجت نہیں ۔ آگے خاتمہ سورۃ پر بتلایا گیا کہ جو نیکی بھی یہاں کرو گے اللہ کے ہاں اس کو نہایت بہتر صورت میں پاؤ گے اور بہت بڑا اجر اس پر ملے گا یہ مت سمجھو کہ جو نیکی ہم کرتے ہیں وہ یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ نہیں وہ سب سامان اللہ کے ہاں تم سے آگے پہنچ رہا ہے جو عین حاجت کے وقت تمہارے کام آئے گا اور پھر تمام احکام بجالا کر۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ خیرات کر کے اللہ سے معافی مانگو کیونکہ کوئی کتنا ہی محتاط ہو اس سے بھی کچھ نہ کچھ تقصیر ہو جاتی ہے۔ کون ہے جو دعویٰ کر سکے کہ میں نے اللہ کی بندگی کا حق کما حقہ پوری طرح ادا کر دیا۔ تو تمام کاموں میں استغفار کرنے اور اللہ سے گناہ معاف کرانے کے حکم کے بعد بشارت دی گئی کہ بے شک اللہ تعالےٰ غفور الرحیم ہے۔ تمہارے قصوروں کو معاف کرنے والا اور تم پر رحم فرمانے والا ہے۔ اے غفور الرحیم تو اپنے فضل سے ہماری خطاؤں اور کوتاہیوں کو بھی معاف فرما دے۔

اس سورۃ کی ابتدا میں قم الیل یعنی رات کو عبادت کا حکم دیا گیا تھا مگر انسان اپنی فطری کمزوریوں کے باعث حق تعالیٰ کے شایان شان عبادت اور اس کی اطاعت کا حق پورا پورا ادا نہیں کر سکتا اس لئے سورۃ کے خاتمہ پر حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کوتاہیوں سے نجات حاصل کرنے کا ایک سہل اور آسان نسخہ اپنے بندوں کو عطا فرما دیا اور وہ نسخہ استغفار ہے اس لئے وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ فرمایا جس کے ساتھ ہی غفور رحیم فرما کر مغفرت اور رحمت کی بشارت بھی سنا دی۔

استغفار کی فضیلت متعدد احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ استغفار پڑھے **استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم و اتوب الیه**۔ اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے اگر چہ اس نے میدان جہاد سے بھاگنے کا گناہ عظیم کیا ہو۔ مگر یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ استغفار کی حقیقت اپنی گذشتہ تقصیرات اور غلطیوں پر دل سے ندامت اور شرمندگی اور آئندہ کے لئے پھر ایسی غلطی نہ کرنے کا پختہ قصد اور ارادہ اور اگر اس تقصیر کا تدارک مشروع ہو تو اس کو بجا لائے ایسی استغفار پر مغفرت و رحمت کا وعدہ ہے۔

سورۃ المزمل کے خواص

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی سورۃ المزمل پڑھے اللہ تعالیٰ اس سے دنیا و آخرت کی تنگی دور کر دیں گے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی ہر حال میں اپنی طرف رجوع ہونے اور استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنی مغفرت و رحمت سے نوازیں۔ حق تعالیٰ ہمیں اپنے جملہ احکام کی اطاعت نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے رات کو کسی درجہ میں ہم کو بھی اپنی عبادت و بندگی کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ اور ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادت کو اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔ اور ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۙ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۙ وَلَا

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو پھر (کافروں کو) ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور بتوں سے الگ رہو اور کسی کو

تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۙ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۙ

اس غرض سے مت دو کہ (دوسرے وقت) زیادہ معاوضہ چاہو۔ اور (پھر انذار میں جو ایذا پیش آئے اس پر) اپنے رب کی خوشنودی کے واسطے صبر کیجئے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اے کپڑے میں لپٹے ہوئے (محمد)	قُمْ کھڑے ہو جاؤ	فَاَنْذِرْ پھر ڈراؤ	وَرَبَّكَ اور اپنا رب	فَكَبِّرْ بڑائی بیان کرو	وَثِيَابَكَ اور اپنے کپڑے
فَطَهِّرْ سو پاک کرو	وَالرُّجْزَ اور پلیدی	فَاهْجُرْ سو دور رہو	وَلَا تَمْنُنْ اور احسان نہ رکھو	تَسْتَكْثِرُ زیادہ لینے (کی غرض سے)	
وَلِرَبِّكَ اور اپنے رب کیلئے	فَاصْبِرْ صبر کرو				

تفسیر و تشریح: سورۃ کی ابتدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ کے خطاب سے فرمائی جاتی ہے یعنی اے کپڑا اوڑھنے والے چونکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھ کر کچھ ہیبت ہوئی تھی اور اس سے سردی معلوم ہوئی تھی اس لئے آپ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے کہ اسی حالت پر مخاطب کر کے فرمایا کہ اے کپڑا اوڑھنے والے آپ اپنی جگہ سے اٹھئے اور مستعد ہو کر لوگوں کو ڈرائیے۔ یعنی فرشتہ کی ہیبت سے آپ کو گھبرانا اور ڈرنا نہیں چاہئے۔ آپ کا کام تو یہ ہے کہ سب آرام و چین چھوڑ کر دوسروں کو خدا کا خوف دلائیں اور کفر و معصیت کے برے انجام سے ڈرائیں جو کہ مقتضائے منصب نبوت کا ہے۔ علماء نے یہاں لکھا ہے جیسے آپ نذیر تھے یعنی ڈرانے والے ویسے ہی آپ بشیر بھی تھے یعنی خوشخبری اور بشارت دینے والے مگر ابتدائی حالت میں بشارت کا موقع نہ تھا اس لئے کہ دنیا بدکاری اور بت پرستی کے گرداب میں پڑی ہوئی تھی اس لئے مقدم یہی بات تھی کہ ان کو ہلاکت کے کاموں سے ڈرایا اور بچایا جائے اس کے بعد اصول حسنات پر قائم ہونے سے بشارت کا موقع آئے گا اس لئے ابتدائے نبوت میں یہاں صرف انذار یعنی ڈرانے کا حکم دیا گیا۔ اب چونکہ لوگوں کو خدا تعالےٰ کی طرف سے ڈرانا اور عذاب آخرت کی خبر دینا بغیر اس کے مخاطبین کے ذہن نشین نہیں ہوتا کہ خداوند عالم کی بزرگی و عظمت کو بیان کیا جائے اس لئے آگے حکم وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ دیا گیا کہ اپنے رب کی بڑائی و بزرگی کا اظہار کیجئے کیونکہ رب کی بولنے اور اس کی بزرگی و عظمت بیان کرنے ہی سے اس کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے تاکہ مشرکوں کے دلوں سے خدا کی قدرت و یکتائی سن کر بتوں اور خیالی معبودوں کی وقعت کم ہو اور وہ توحید کی طرف مائل ہوں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ کفر و انکار پر جو بلا و مصیبت ان پر آئے گی وہ ان کے فرضی معبود دفع نہ کر سکیں گے۔ الغرض عقیدہ تکبیر یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تقدیس اور اس کی بڑائی و بزرگی ہر شخص پر سب سے اول لازم ہے اور تمام فرائض سے زیادہ اہم ہے اور تمام اعمال و اخلاق سے پہلے حاصل ہونی چاہئے۔ اس کی خلاف ورزی قابل معافی ہے۔ نہ کسی سے واجب ساقط ہو سکتا ہے اس لئے یہاں اور کسی فرض کو بیان کرنے سے پہلے خداوند عالم کی عظمت و جبروت بڑائی و بزرگی بیان کرنے کا حکم دیا گیا۔ اب چونکہ تکبیر کا اثر طہارت کی حالت میں زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس کے بعد

وثیابک فطھر کا حکم دیا جاتا ہے یعنی اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے ۔علماء کے اس کی تفصیل میں دو قول ہیں ۔ پہلا قول تو یہ ہے کہ یہاں ظاہری کپڑوں کا ظاہری نجاست سے پاک رکھنے کا حکم ہے ۔ اور جب کپڑوں کو ظاہری نجاسات سے پاک رکھنا مراد ہوگا اس لئے بیان کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ۔ مشرکین اپنے کپڑے اور بدن کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو پاکیزگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور ظاہری طہارت و پاکی کو باطنی طہارت و پاکی میں بڑا اثر ہے ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں کپڑوں کے پاک رکھنے سے نفس کا برے اخلاق سے پاک رکھنا مراد لیا ہے آگے فرمایا گیا والرجز فاھجر یعنی گندگی سے دور رہئے ۔ اس کی تفسیر میں بھی مفسرین کے متعدد اقوال ہیں ۔ بعض نے رجز سے مراد بت لئے ہیں یعنی بتوں سے دور رہئے ان کے قریب بھی نہ جایئے جیسے اب تک دور رہے ہیں ۔ اور بعض نے یہ معنی لئے ہیں کہ ایسے عقائد اور اعمال ترک کر دیجئے جو موجب عذاب ہیں ۔ اور بعض نے لغوی نجاستیں مراد لی ہیں جو آدمی کی روح کو گندہ کرتی ہیں ۔ غرض کہ اس آیت میں ہر طرح کی طہارت ظاہری و باطنی کی تاکید مقصود ہے آگے وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت بلند ہمتی اور اولوا لعزمی کی تلقین فرمائی گئی کہ جو کچھ آپ کسی کو دیں یا کسی پر احسان کریں ۔ اس میں روپیہ پیسہ یا علم و ہدایت اور دعوت و تبلیغ وغیرہ سب شامل ہیں اس سے بدلا یا معاوضہ نہ چاہئے ۔ یعنی نہ کسی کو کوئی چیز اس نیت سے دیجئے ۔ کہ وہ عوض میں زیادہ کر کے دے ۔ آپ محض اپنے رب کے دیئے ہوئے پر شاکر و صابر رہئے اور جو شدائد دعوت و تبلیغ کے راستہ میں پیش آئیں ان کو اللہ کے واسطے صبر و تحمل سے برداشت کریں اور اسی کے حکم کی راہ دیکھیں ۔

علماء نے لکھا ہے کہ ان ابتدائی آیات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطے سے امت کے اہل علم اور اہل فضل لوگوں کو تبلیغ دین اور دعوت اسلامی کا پیغام تمام انسانوں تک پہنچانے کے لئے پانچ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی ہدایت و تعلیم دی گئی ۔

اول اپنے قول و فعل یعنی زبان اور عمل سے ظاہر کریں کہ اللہ تعالےٰ سب سے بڑا بزرگ و برتر ہے ۔ اس کے سوا نہ کسی سے ڈرنا اور نہ کسی سے اپنی حاجت براری اور کارسازی کی امید رکھنا ۔ نہ کسی سے نفع کی امید و رنہ نقصان کا خوف رکھنا ۔

دوسرے کپڑوں کو بدن کو اور اپنے نفس اور قلب اور اخلاق کو صاف رکھنا یعنی ظاہر اور باطن دونوں کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھنا ۔

تیسرے ناپاک اور گندی باتوں اور کاموں سے دور رہیں ۔ اور سب سے بڑھ کر ناپاک اور گندہ عقیدہ شرک کا ہے اس لئے سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر اس سے بچیں ۔

چوتھے ہر معاملہ میں ہمت اور اولوالعزمی سے کام لیں ۔ کسی پر کوئی احسان اس توقع سے نہ کریں کہ آگے چل کر وہ ان کے ساتھ اس سے بڑھ کر احسان کرے یعنی دوسروں کو دینی یا دنیوی فائدہ کسی اپنی ذاتی غرض کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لئے پہنچائیں ۔

پانچویں اللہ کے احکام پر چلنے میں اور اس کی فرماں برداری میں اور دعوت و تبلیغ کے راستہ میں جو مشقتیں اور مشکلیں پیش آئیں انہیں اللہ کے واسطے صبر و تحمل سے برداشت کریں اور حوصلہ مندی اور صبر و استقلال سے اپنا کام برابر انجام دیتے رہیں ۔

الغرض جب ان آداب کے ساتھ دعوت دین اسلام لوگوں کو پہنچا دی جائے اور پھر وہ لوگ از راہ تکبر و عناد توحید و رسالت اور قرآن و آخرت کے منکر بنے رہیں تو پھر ان لوگوں کو قیامت میں سخت سزا دی جائے گی ۔ جہنم میں داخل کیا جائے گا اور وہاں کے عذاب کیسے سخت ہوں گے یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿۱۰﴾

پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا سو وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا۔ جس میں ذرا آسانی نہ ہوگی

ذَرْنِىْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ

مجھ کو اور اس شخص کو (اپنے اپنے حال پر) رہنے دو جسکو میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور اس کو کثرت سے مال دیا۔ اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے۔ اور سب طرح کا سامان

لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾

اس کیلئے مہیا کر دیا۔ پھر بھی اس بات کی ہوس رکھتا ہے کہ (اس کو) اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں (کیونکہ) وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔ اس کو عنقریب دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا۔

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾

اس شخص نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی۔ سو اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی۔ (اور) پھر (کہہ) اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی۔ پھر (حاضرین کے چہروں کو) دیکھا۔ پھر منہ بنایا

ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾

اور زیادہ منہ بنایا۔ اور پھر منہ پھیرا اور تکبر کیا۔ پھر بولا کہ بس یہ جادو ہے (جو اوروں سے) منقول ہے۔ بس یہ تو آدمی کا کلام ہے۔ میں اس کو جلدی دوزخ میں داخل کروں گا۔

فَاِذَا نُقِرَ پھر جب پھونکا جائیگا	فِی النَّاقُوْرِ صور میں	فَذٰلِكَ تو وہ	يَوْمَئِذٍ اس دن	يَوْمٌ دن	عَسِيْرٌ بڑا دشوار	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر	
غَيْرُ يَسِيْرٍ نہ آسان	ذَرْنِىْ مجھے چھوڑ دو	وَمَنْ اور جسے	خَلَقْتُ میں نے پیدا کیا	وَحِيْدًا اکیلا	وَّجَعَلْتُ اور میں نے دیا	لَهٗ اسے	مَالًا مَّمْدُوْدًا مال کثیر
وَّبَنِيْنَ اور بیٹے	شُهُوْدًا سامنے حاضر رہنے والے	وَّمَهَّدْتُّ اور بچھایا (مہیا کیا)	لَهٗ اس کیلئے	تَمْهِيْدًا بچھونا (سامان)	ثُمَّ پھر	يَطْمَعُ وہ طمع کرتا ہے	
اَنْ اَزِيْدَ کہ (اور) زیادہ دوں	كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّهٗ بیشک وہ	كَانَ ہے	لِاٰيٰتِنَا ہماری آیات کا	عَنِيْدًا عناد رکھنے والا (مخالف)	سَاُرْهِقُهٗ اب اس سے چڑھواؤنگا	
صَعُوْدًا بڑی چڑھائی	اِنَّهٗ بیشک اس نے	فَكَّرَ سوچا	وَقَدَّرَ اور اسے اندازہ کیا	فَقُتِلَ سو وہ مارا جائے	كَيْفَ کیسا	قَدَّرَ اس نے اندازہ کیا	
ثُمَّ قُتِلَ پھر وہ مارا جائے	كَيْفَ کیسا	قَدَّرَ اس نے اندازہ کیا	ثُمَّ پھر	نَظَرَ اس نے دیکھا	ثُمَّ عَبَسَ پھر اس نے تیوری چڑھائی	وَبَسَرَ اور منہ بگاڑ لیا	
ثُمَّ اَدْبَرَ پھر اس نے پیٹھ پھیر لی	وَاسْتَكْبَرَ اور اسے تکبر کیا	فَقَالَ تو اس نے کہا	اِنْ هٰذَآ نہیں یہ	اِلَّا سِحْرٌ مگر (صرف) جادو	يُّؤْثَرُ اگلوں سے نقل کیا جاتا ہے		
اِنْ هٰذَآ نہیں یہ	اِلَّا مگر (صرف)	قَوْلُ الْبَشَرِ آدمی کا کلام	سَاُصْلِيْهِ عنقریب اسے ڈالدوں گا	سَقَرَ سقر (جہنم)			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت آئے گی اور صور پھونکا جائے گا تو وہ دن سراسر مشکلات اور سختیوں سے بھرا ہوگا ان لوگوں کے لئے جنہوں نے دنیا میں اللہ کی توحید کا انکار کیا ہوگا اور اللہ کے رسول کو نہ مانا ہوگا۔ اس دن ایسے منکرین کے لئے ذرا آسانی اور سہولت نہ ہوگی بلکہ اس دن کی سختی دم بدم ان پر بڑھتی جائے گی بخلاف مؤمنین کے کہ اگر وہ سختی بھی دیکھیں گے تو پھر کچھ مدت کے بعد آسانی کر دی جائے گی۔

احادیث اور قرآنی آیات کی روشنی میں نفخ صور کے متعلق لکھا ہے کہ قیام قیامت کی اول علامت یہ ہوگی کہ لوگ تین چار سال تک غفلت میں پڑے رہیں گے اور دنیاوی نعمتیں اموال اور شہوت رانیاں بکثرت ہو جائیں گی اور یہ دنیا صرف بدکرداروں اور خدا فراموشوں کی دنیا رہ جائے گی کہ جمعہ کے دن جو یوم عاشورہ بھی ہوگا یعنی محرم کا مہینہ صبح

ہوتے ہی جب کہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے کہ ناگاہ ایک باریک لمبی آواز لوگوں کو سنائی دے گی۔ یہی نفخ صور ہوگا۔ تمام اطراف کے لوگ اس کے سننے میں یکساں ہوں گے اور حیران ہوں گے کہ یہ آواز کیسی ہے اور کہاں سے آتی ہے پس رفتہ رفتہ یہ آواز مانند کڑک بجلی کے سخت و بلند ہوتی جائے گی آدمیوں میں اس کی وجہ سے بڑی بے چینی و بے قراری پھیل جائے گی جب وہ آواز پوری سختی پر آ جائے گی تو لوگ خوف وہیبت کی وجہ سے مرنے شروع ہو جائیں گے زمین میں زلزلہ آئے گا جس کے ڈر سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر میدانوں میں بھاگیں گے اور وحشی جانور خائف ہو کر لوگوں کی آبادی میں آ جائیں گے۔ زمین جا بجا شق ہو جائے گی۔ سمندر ابل کر قرب و جوار کے مواضعات پر چڑھ جائیں گے۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تیز ہواؤں کے چلنے سے ریت کے موافق اڑیں گے۔ گرد و غبار کے اٹھنے اور آندھیوں کے آنے کے سبب جہاں تیرہ و تار ہو جائے گا اور وہ آواز دم بدم سخت ہوتی جائے گی یہاں تک کہ اس کے نہایت ہولناک ہونے پر آسمان پھٹ جائیں گے اور چاند و سورج ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر اور آپس میں ٹکرا ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے حتی کہ آسمانوں کے فرشتے بھی یکے بعد دیگرے سب فنا ہو جائیں گے اور بجز ذات ذوالجلال والاکرام کے کوئی باقی نہ رہے گا۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیونکر خوش اور بے غم ہو کر رہ سکتا ہوں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ صور والا فرشتہ (یعنی اسرافیل علیہ السلام) صور کو اپنے منہ میں لئے ہوئے ہے اور اپنا کان اس نے لگا رکھا ہے اور اس کی پیشانی جھکی ہوئی ہے۔ وہ انتظار میں ہے کہ کب اس کو صور پھونکنے کا حکم ہو اور وہ پھونک دے یعنی جب مجھے اس واقعہ کا علم ہے تو میں کیسے اس دنیا میں اطمینان اور خوشی سے رہ سکتا ہوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہمیں آپ کا کیا حکم ہے؟ ان کا مطلب یہ تھا کہ جب معاملہ اتنا خطرناک ہے تو ہمیں آپ کا کیا حکم ہے۔ ہماری رہنمائی فرمائیے کہ قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں سے بچنے کے لئے ہم کیا کریں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھتے رہا کرو۔

الغرض یہاں وعید سنائی گئی کہ وہ دن کافروں پر نہایت سخت ہوگا اور ان کے لئے مطلق کوئی آسانی اور سہولت نہ ہوگی۔ یہ تو تھی عام وعید تمام کفار و منکرین کے لئے آگے کفار میں سے بعض خاص کا ذکر ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا اور اگلی آیات مکہ کے ایک کافر رئیس و سردار ولید بن مغیرہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ولید بن مغیرہ کافر اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا اور دنیوی مال و جاہ اور ثروت و لیاقت کے اعتبار سے عرب میں فرد واحد اور یکتا سمجھا جاتا تھا۔ اس کے دس ۱۰ بیٹے تھے جو اس کے پاس رہتے تھے اور بوجہ فراغت معاش کے ان کو تلاش معاش کے لئے کہیں جانا نہ پڑتا تھا۔ وہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے قرآن پڑھ کر سنایا جس سے وہ کسی قدر متاثر ہوا مگر ابوجہل نے اس کو ورغلایا اور قریش میں چرچا ہونے لگا کہ اگر ولید مسلمان ہو گیا تو بڑی خرابی ہوگی۔ غرض سب جمع ہوئے اور آپ کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔ کسی نے کہا شاعر ہیں۔ کسی نے کاہن بتلایا۔ ولید نے کہا میں شعر و شاعری میں خود بڑا ماہر ہوں۔ اور کاہنوں کی باتیں بھی بہت سنی ہیں۔ قرآن نہ شعر ہے نہ کہانت۔ لوگوں نے کہا کہ آخر تیری کیا رائے ہے کہنے لگا کہ ذرا سوچ لوں۔ آخر تیوری بدل کر اور منہ بنا کر کہا کچھ نہیں مجھ کو جادو معلوم ہوتا ہے جو جادوگروں سے نقل ہوتا چلا آتا ہے حالانکہ پیشتر قرآن سن کر کہہ چکا تھا کہ یہ سحر بھی نہیں اور مجنونانہ کلام بھی نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے مگر محض برادری کو خوش کرنے کے لئے اب یہ بات بنا دی۔ اس کافر ولید بن مغیرہ جس کے بارے میں بتلایا گیا کہ اس کو اللہ نے پیدا کیا تو یہ تنہا تھا۔ اپنے ساتھ دھن دولت مال اولاد کچھ نہ لایا تھا۔ اللہ ہی نے اسے مال و دولت حکومت سرداری۔ اولاد عزت سب کچھ عطا کیا۔ ہمہ وقت پاس رہنے والے

دس بیٹے دیئے ۔تجارتی کاروبار اور دوسرے کام کاج کے لئے نوکر چاکر دیئے تو چاہئے یہ تھا کہ اس مال و دولت آس اولاد کا شکر بجالاتا اور اللہ پر ایمان لے آتا مگر الٹا یہ اللہ کی آیتیں اور کلام سن کر ان کا منکر ہوا اور مخالفت پر کمر باندھ لی ۔اور کفر و شرک پر جما رہا اور زیادہ مال دولت جمع کرنے کی غرض میں منہمک رہا۔اس کافر ولید بن مغیرہ کے سامنے اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی جنت کی نعمتوں کا ذکر فرماتے تو کہتا کہ اگر یہ شخص اپنے بیان میں سچا ہے تو یقین ہے کہ وہاں کی نعمتیں بھی مجھے ہی ملیں گی ۔اس پر آیت میں فرمایا گیا کہ باوجود اس قدر ناشکری اور حق ناشناسی کے یہ بھی امید اور توقع رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت کی نعمتیں اور زیادہ دے گا۔ ہرگز نہیں جب وہ منعم حقیقی کی آیتوں کا مخالف ہے تو اسے ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ ایسی توقع باندھے اور خیالی پلاؤ پکائے ۔لکھا ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد پے در پے اس کے مال دولت میں نقصان ہونا شروع ہوا آخر فقیر ہو کر ذلت کے ساتھ مر گیا۔مگر خدا کی قدرت اور اسلام کی حقانیت کا کرشمہ کہ اسی ولید بن مغیرہ کی اولاد میں سے بعد میں چار دولت ایمان سے مشرف ہوئے یعنی ولید بن ولید خالد بن ولید اور عمارہ اور ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت خالدؓ ہیں جنہوں نے اس قدر جہاد کیا اور کفار کو اس قدر مارا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی امیر الامرائی کا منصب ان کو ملا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیف اللہ کا خطاب دیا۔اور ملک شام و عراق انہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔آگے اس کافر ولید بن مغیرہ جس کے بارہ میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں بتلایا جاتا ہے کہ یہ جھوٹی توقع رکھتا ہے کہ جنت و آخرت کی نعمتیں بھی اسی کو زیادہ ملیں گی تو وہ سن لے اور یاد رکھے کہ آخرت میں اسے سخت ترین مصائب میں گرفتار ہونا ہے اور وہ جہنم کے پہاڑ پر چڑھایا اور اتارا جائے گا۔ حدیث کی ایک روایت میں ہے کہ صعود دوزخ میں ایک آگ کا پہاڑ ہے جس پر کافر ستر ۷۰ برس تک چڑھایا جائے گا اور پھر وہاں سے گرایا جائے گا اور ہمیشہ ایسا ہی اس کے ساتھ ہوتا رہے گا۔اور ایک دوسری روایت میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ صعود دوزخ میں آگ کا ایک پہاڑ ہے جس پر زبردستی کافر کو چڑھایا جائے گا اور اس کی سوزش کا یہ حال ہے کہ جب کافر اس پر ہاتھ رکھے گا تو رکھتے ہی جل کر بھسم ہو جائے گا اور پھر اسی وقت نیا بنے گا اور پھر جلے گا اور اسی طرح اس کے پاؤں کا حال ہوگا کہ اس پر رکھتے ہی جل جائیں گے اور پھر نئے بنیں گے اور اسی تکلیف اور مشقت سے اس کو زنجیروں سے فرشتے کھینچیں گے پھر جب اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے گا تو اس کو اوپر سے نیچے گرا دیں گے پھر اس کو مار مار کر اوپر چڑھائیں گے اور پھر گرا دیں گے اور اسی عذاب میں ابدالآباد تک رہے گا۔تو اس ولید بن مغیرہ کافر کے متعلق بتلایا گیا کہ اس کو جہنم کے آتشی پہاڑ صعود پر چڑھایا جائے گا اور یہ سزا اس بدبخت کو اسی وجہ سے ہوگی کہ اس نے دل میں سوچ کر ایک بات تجویز کی کہ قرآن جادو ہے ۔خدا غارت کرے کیسی مہمل تجویز کی ۔پھر خدا غارت کرے اس کو کہ اپنی قوم کے جذبات کے لحاظ سے کیسی برمحل تجویز نکالی کہ کلام اللہ کو جادو بتلا کر ان کو خوش کیا۔یہ ولید بن مغیرہ کی اسی گفتگو کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر اوپر ہوا یعنی قریش کے مجمع پر نگاہ ڈالی پھر خوب منہ بنایا کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ اس کو قرآن سے بہت کراہت اور انقباض ہے ۔پھر پیٹھ پھیر لی گویا بہت ہی قابل نفرت چیز کے متعلق کچھ بیان کرنا ہے۔حالانکہ اس سے قبل اس کی حقانیت کا اقرار کر چکا تھا اب برادری کی خوشنودی کے لئے اس سے پھر گیا اور نہایت غرور و تکبر کے انداز میں کہنے لگا کہ بس اور کچھ نہیں یہ جادو ہے جو پہلوں سے نقل ہوتا چلا آ رہا ہے اور یقیناً یہ آدمی کا کلام ہے جو جادو بن کر باپ کو بیٹے سے اور دوست کو دوست سے جدا کر دیتا ہے۔اس پر اسے وعید سنائی جاتی ہے کہ اس تکبر اور عناد کا مزہ اس کو جہنم میں ڈال کر چکھایا جائے گا۔

یہاں ان آیات میں کافر سردار ولید بن مغیرہ پر اللہ تعالیٰ نے جو دنیوی انعامات فرمائے تھے ان میں یہ بھی فرمایا وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا یعنی اس کے پاس رہنے والے بیٹے دیئے۔ اس دنیوی انعام کے متعلق حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:۔

وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا یعنی اولاد پاس حاضر اور موجود۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسا اولاد کا پیدا ہونا اور اس کا باقی رہنا اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں اسی طرح اولاد کا اپنے پاس حاضر اور موجود ہونا بھی ایک بڑا انعام ہے جو والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب کے سکون کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ان کی حاضری سے اپنی خدمت اور کاروبار میں امداد کا فائدہ مزید برآں ہے۔ اس (نام نہاد) معکوس ترقی نے جو یہ زمانہ کر رہا ہے صرف سونے چاندی کے سکوں بلکہ ان سکوں کے اب تو اقرار ناموں یعنی نوٹوں کا نام عیش و آرام رکھ لیا ہے۔ جس کے لئے والدین بڑے فخر سے اولاد کو دوسرے ملکوں میں پھینک دیتے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں کہ اگرچہ سالہا سال بلکہ عمر بھر اولاد کی صورت بھی نہ دیکھیں مگر ان کی بڑی تنخواہ اور آمدنی کی خبر ان کے کانوں تک پہنچتی رہے اور یہ اس خبر کے ذریعہ اپنی برادری میں برتری ثابت کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ آرام و راحت کے مفہوم سے بھی بے خبر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کو بھلانے کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے کہ وہ خود اپنے آپ کو یعنی اپنی اصلی آرام و راحت کو بھی بھول جائے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا۔ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ (سورہ حشر) (جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے انہیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے تئیں بھول گئے)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دنیوی انعامات و احسانات کی کما حقہ قدر عطا فرمائیں اور ان کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

الغرض یہاں ولید بن مغیرہ کو وعید عذاب آخرت کی سنائی گئی کہ وہ جہنم رسید ہوگا۔ اب وہ جہنم اور اس کی سزا کا کیا حال ہوگا۔ یہ آخری آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت کی سختیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں اور وہاں کی ذلت اور رسوائیوں سے ہمیں بچالیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو مال و دولت اور اہل و عیال ہم کو عطا فرمائے ہیں اس پر ہم کو حقیقی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں اور کفران نعمت سے بچائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو جو ایمان اور اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے۔ اس پر استقامت نصیب کریں اور اسی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾ وَمَا

اور تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے۔ نہ تو باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی۔ (اور) وہ (جلا کر) بدن کی حیثیت بگاڑ دیگی۔ اس پر انیس فرشتے ہوں گے۔ اور ہم نے

جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ

دوزخ کے کارکن صرف فرشتے بنائے ہیں اور ہم نے جو ان کی تعداد (ذکر میں) ایسی رکھی ہے جو کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہو۔ تو اس لئے

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

تاکہ اہل کتاب یقین کرلیں۔ اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے۔ اور اہل کتاب

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا

اور مؤمنین شک نہ کریں۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں (شک کا) مرض ہے اور کافر لوگ کہنے لگیں کہ اس عجیب مضمون سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصود ہے۔

مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ

اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کردیتا ہے۔ اور تمہارے رب کے لشکروں کو بجز رب کے

وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾

کوئی نہیں جانتا اور دوزخ (کا حال بیان کرنا) صرف آدمیوں کی نصیحت کیلئے ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ اور تم کیا سمجھے؟	مَا سَقَرُ سقر کیا ہے	لَا تُبْقِيْ وہ نہ باقی رکھے گی	وَلَا تَذَرُ اور نہ چھوڑے گی	لَوَّاحَةٌ جھلس دینے والی	لِلْبَشَرِ آدمی کو	
عَلَيْهَا اس پر ہیں	تِسْعَةَ عَشَرَ انیس (داروغہ)	وَمَا جَعَلْنَآ اور ہم نے نہیں بنائے	اَصْحٰبَ النَّارِ دوزخ کے داروغہ	اِلَّا مگر (صرف)		
مَلٰٓئِكَةً فرشتے	وَمَا جَعَلْنَا اور ہم نے نہیں رکھی	عِدَّتَهُمْ ان کی تعداد	اِلَّا فِتْنَةً مگر (صرف) آزمائش کو	لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کیلئے جو کافر ہوئے		
لِيَسْتَيْقِنَ تاکہ وہ یقین کرلیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	اُوْتُوا الْكِتٰبَ کتاب دی گئی (اہل کتاب)	وَيَزْدَادَ اور زیادہ ہو	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا جو لوگ ایمان لائے		
اِيْمَانًا ایمان	وَلَا يَرْتَابَ اور شک نہ کریں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہیں	اُوْتُوا الْكِتٰبَ کتاب دی گئی	وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مومن (جمع)	وَلِيَقُوْلَ اور تاکہ وہ کہیں	
الَّذِيْنَ وہ لوگ	فِيْ قُلُوْبِهِمْ جن کے دلوں میں	مَّرَضٌ روگ	وَالْكٰفِرُوْنَ اور کافر (جمع)	مَاذَا کیا	اَرَادَ اللّٰهُ ارادہ کیا اللہ نے	بِهٰذَا اس
مَثَلًا مثال	كَذٰلِكَ اسی طرح	يُضِلُّ اللّٰهُ اللہ گمراہ کرتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جس وہ چاہتا ہے	وَيَهْدِيْ اور ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہتا ہے	
وَمَا يَعْلَمُ اور نہیں جانتا	جُنُوْدَ لشکروں	رَبِّكَ تیرے رب کے	اِلَّا هُوَ سوائے وہ (خود)	وَمَا هِيَ اور نہیں یہ	اِلَّا ذِكْرٰى مگر نصیحت	لِلْبَشَرِ آدمی کیلئے

تفسیر وتشریح: ان آیات میں کچھ جہنم اور اس کے آزار کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کچھ خبر ہے کہ وہ دوزخ کیسی چیز ہے۔ وہ ایسی ہولناک ہے کہ دوزخیوں کی کوئی چیز باقی نہ رہنے دے گی جو جلنے سے بچ جائے یعنی ہڈی۔ گوشت۔ پوست کوئی چیز جلنے سے نہ چھوٹے گی اور پھر جلانے کے بعد اسی حالت پر بھی نہ چھوڑے گی بلکہ دوبارہ اصلی حالت پر لوٹائے جائیں گے۔ اور نیا جسم تیار ہوگا اور پھر جلیں گے اور یہ سلسلہ

ہمیشہ ابدالآباد تک ہوتا رہے گا اور وہ آگ جلا کر بدن کی حیثیت بگاڑ دے گی۔اور اس دوزخ کے انتظام پر جو فرشتوں کا لشکر ہوگا اس کے افسر ۱۹ فرشتے ہوں گے جن میں سب سے بڑے ذمہ دار کا نام ''مالک'' ہے۔یہاں آیت میں جو عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ فرمایا یعنی اس پر ۱۹ فرشتے مقرر ہوں گے تو مفسرین نے ۱۹ کے عدد کی حکمتیں تفصیل سے لکھی ہیں اور اس پر بہت کچھ کلام کیا ہے مگر اس سلسلہ میں جو حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے وہ دل کو سب سے زیادہ لگتا ہے اس لئے یہاں اسی تفصیل کو نقل کیا جاتا ہے۔حضرت رحمہ اللہ لکھتے ہیں ۱۹ فرشتوں کے مقرر ہونے سے ظاہر ہے کہ عذاب کا بہت ہی اہتمام ہوگا اور نکتہ خاص ۱۹ کے عدد میں حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے لیکن اوروں نے جو ذکر کیا ہے ان سب میں اقرب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس حقیر کے قلب میں القا فرمایا ہے وہ یہ کہ اصل تعذیب کفار کی عقائد حقہ کی مخالفت پر ہے اور عقائد قطعیہ جو عمل سے متعلق نہیں نو ۹ ہیں:۔

۱-ایمان لانا اللہ تعالیٰ پر ۲-اعتقاد رکھنا کہ عالم حادث ہے۔
۳-ایمان لانا فرشتوں پر ۴-ایمان لانا اللہ کی سب کتابوں پر
۵-ایمان لانا تمام پیغمبروں پر ۶-ایمان لانا تقدیر پر
۷-ایمان لانا قیامت کے دن پر۔ ۸-جنت کا یقین کرنا
۹-دوزخ کا یقین کرنا۔

اور عقائد قطعیہ جو عملیات کے متعلق ہیں دس ہیں:۔

پانچ مامورات کے متعلق ہیں ان کے متعلق وجوب کا اعتقاد اور پانچ منہیات کے متعلق ہیں ان کی تحریم کا اعتقاد۔

وہ پانچ مامورات جو شعائر اسلام ہیں یہ ہیں:۔

۱-تلفظ بالشہادتین ۲-اقامت صلوٰۃ ۳-ایتاء زکوٰۃ
۴-صوم رمضان ۵-حج بیت اللہ

اور پانچ منہیات کے متعلق یہ ہیں:

۱-سرقہ ۲-زنا ۳-قتل ۴-بہتان
۵-عصیان فی المعروف جس میں غیبت۔ظلم یتیموں کا مال کھانا وغیرہ سب آ گیا۔

پس یہ سب عقائد مل کر ۱۹ ہوئے شاید ایک ایک عقیدہ کے مقابلہ میں ایک ایک فرشتہ معین ہوا اور چونکہ ان سب میں ایک عقیدہ سب سے بڑا ہے یعنی توحید اس لئے ان فرشتوں میں بھی ایک فرشتہ سب سے بڑا مقرر ہوا ہو یعنی ''مالک''۔واللہ اعلم باسرارہ۔

بہرحال جب قرآن پاک میں یہ خبر دی گئی کہ دوزخ پر ۱۹ فرشتے مقرر ہیں جو اس کے خازن ہیں تو ہمارا تو اسؑ پر ایمان ہے۔اب جب یہ آیت عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ نازل ہوئی تو ۱۹ کا عدد سن کر مشرکین مکہ ٹھٹھ کرنے لگے ایک کافر جو ابولاشد کے لقب سے مشہور تھا اور وہ بڑا قوی تھا اس نے کہا کہ اے قریش تم اس سے مت ڈرنا میں دس فرشتوں کو تو داہنے شانہ سے اور ۹ کو بائیں شانہ سے ہٹا دوں گا۔اور ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ وہ فرشتے تو ۱۹ ہی ہیں اور تم بہت سے ہو کیا دس دس آدمی بھی ایک ایک کو کافی نہ ہوں گے۔ایک پہلوان کافر بولا کہ سترہ ۱۷ کو تو میں اکیلا کافی ہوں دو کا تم مل کر تیا پانچا کر لینا اس پر اگلی آیت نازل ہوئی اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے کارکن صرف فرشتے بنائے ہیں جن کی قوت کا یہ حال ہے کہ ایک ایک فرشتہ کی قوت کا تمام جن و انس مقابلہ نہیں کر سکتے۔قوم لوط کی ساری بستی کو ایک فرشتہ نے ایک بار اوپر اٹھا کر پٹک دیا تھا۔تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کو عذاب دینے کے لئے انیس فرشتوں کی گنتی خاص حکمت سے رکھی ہے اور اس تعداد کے بیان کرنے میں منکروں کی جانچ ہے کہ کون اس تعداد کو سن کر ڈرتا ہے اور کون ہنسی مذاق اڑاتا ہے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو ۱۹ کی تعداد کی اطلاع اس غرض سے دی کہ اہل کتاب آپ کی نبوت اور قرآن کا یقین کر لیں کیونکہ یہ تعداد ملائکہ اس تعداد کے موافق ہے جس کی صراحت توریت و انجیل میں کی گئی ہے اور اہل ایمان کے ایمان کیفیت میں اضافہ ہو اس وجہ سے بھی کہ ان کا اس تعداد پر ایمان

ہوگا اور اس لئے بھی کہ اہل کتاب اس کی تصدیق کریں گے اور اس تصدیق سے مومنوں کے ایمان و یقین میں اور زیادتی ہوگی۔ غرضکہ اس ۱۹ کی تعداد کے بیان سے اہل کتاب کے دلوں میں قرآن کی حقیقت کا یقین پیدا ہوگا اور یہ دیکھ کر مومنین کا ایمان بڑھے گا اور ان دونوں جماعتوں کو قرآن کے بیان میں کوئی شک و تردد نہ رہے گا۔ نہ مشرکین کے استہزاء و تمسخر سے وہ کچھ دھوکہ کھائیں گے۔ ہاں جن لوگوں کے دلوں میں شک کا مرض ہے یا کھلے ہوئے منکر ہیں وہ کہیں گے کہ اس ۱۹ کے شمار کے بیان سے کیا غرض تھی۔ بھلا ایسی بے تکی اور غیر موزوں بات کو کون مان سکتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ اس پر آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ایک ہی بات اور ایک ہی باب یعنی جہنم پر ۱۹ فرشتوں کا مقرر ہونا اس سے بد استعداد آدمی گمراہ ہو جاتا ہے اور سلیم الطبع راہ پالیتا ہے۔ جسے ماننا مقصود نہ ہو وہ کام کی بات کو ہنسی مذاق میں اڑا دیتا ہے اور جس کے دل میں خوف خدا اور نور توفیق ہو اس کے ایمان و یقین میں ترقی ہوتی ہے۔ پھر آگے بتلایا گیا کہ یہ ۱۹ کی تعداد تو صرف کارکنان یا جہنم کے افسران کو بتلائی گئی ہے ورنہ اللہ کے بے شمار لشکروں اور لاتعداد فرشتوں کی کثرت اس قدر ہے کہ اس کو بجز باری تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اگر وہ چاہتے تو بے انتہا فرشتوں کو جہنم پر خازن بنا دیتے اور اب بھی گو خازن اور افسر کی حیثیت سے ۱۹ ہی ہیں مگر ان کے ماتحت ان کے مددگار بہت کثرت سے ہیں چنانچہ مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جہنم اس حال میں حاضر کی جاوے گی کہ اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی ہر باگ کو ستر ہزار فرشتے پکڑے ہوں گے۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے کہ اصل مقصود جو جہنم کا ذکر کرنے سے ہے وہ عدد کی قلت یا کثرت کا تعین یا انکشاف حکمت تخصیص یا عدم انکشاف پر موقوف نہیں اصل مقصود یہ ہے کہ دوزخ کا حال بیان کرنا صرف آدمیوں کی نصیحت کے لئے ہے تاکہ وہاں کے عذاب کو سن کر ڈریں اور ایمان لائیں۔

ابھی جہنم کی عقوبت اور اس میں گرفتار ہونے والوں کا حال اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ جہنم کے آزار و مصائب سے ہمیں اور تمام امت مسلمہ کو بچائیں۔ قرآن پاک نے جو غیب کی خبریں بتائی ہیں اس پر ہم کو ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہر طرح کی گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں اور ہدایت کے راستہ پر ہم کو مستقیم رکھیں۔

اے اللہ آپ نے جو قرآن کریم میں جہنم و جنت کی خبریں دی ہیں وہ حق ہیں ان پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور ہم آپ سے جنت کا سوال اور جہنم کے عذاب سے پناہ چاہتے ہیں۔ یا اللہ ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف وخشیت اور نور توفیق و ہدایت عطا فرما کہ ہم غیبی امور پر یقین کامل رکھ کر اپنے ایمان میں ترقی کرتے رہیں اور شک و شبہ کے مرض سے محفوظ رہیں۔

آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾

بالتحقیق قسم ہے چاند کی۔ اور رات کی جب جانے لگے۔ اور صبح کی جب روشن ہو جائے۔ کہ وہ دوزخ بڑی بھاری چیز ہے۔ جو انسان کیلئے بڑا ڈراوا ہے۔

لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾

(یعنی تم میں جو آگے کی طرف) کو بڑھے اس کیلئے بھی یا جو (خیر سے) پیچھے کو ہٹے اُس کیلئے بھی۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں محبوس ہوگا۔ مگر وہ داہنے والے کہ وہ بہشتوں میں ہوں گے۔

فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾

(اور) مجرموں (یعنی کفار) کا حال (خود ان کفار ہی سے) پوچھتے ہوں گے۔ کہ تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا۔ وہ کہیں گے ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے۔

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾

اور نہ غریب کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ اور مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی مشغلہ میں رہا کرتے تھے۔ اور قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔

حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾

یہاں تک کہ ہم کو موت آگئی۔ سو ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی۔

كَلَّا نہیں نہیں	وَالْقَمَرِ قسم ہے چاند کی	وَاللَّيْلِ اور رات	إِذْ أَدْبَرَ جب وہ پیٹھ پھیرے	وَالصُّبْحِ اور صبح	إِذَا أَسْفَرَ جب وہ روشن ہو	إِنَّهَا بیشک یہ
لَإِحْدَى ایک ہے	الْكُبَرِ بڑی (آفت)	نَذِيرًا ڈرانے والی	لِلْبَشَرِ لوگوں کو	لِمَنْ شَاءَ اور جو کوئی چاہے	مِنْكُمْ تم میں سے	أَنْ يَتَقَدَّمَ کہ وہ آگے بڑھے
أَوْ يَتَأَخَّرَ یا پیچھے رہے	كُلُّ نَفْسٍ ہر شخص	بِمَا اسکے بدلے جو	كَسَبَتْ اس نے کمایا (اعمال)	رَهِينَةٌ گروی	إِلَّا مگر	أَصْحَابَ الْيَمِينِ داہنی طرف والے
فِي جَنَّاتٍ باغات میں	يَتَسَاءَلُونَ وہ پوچھیں گے	عَنِ سے	الْمُجْرِمِينَ گنہگاروں	مَا سَلَكَكُمْ کیا (چیز) تمہیں لے گئی	فِي سَقَرَ جہنم میں	
قَالُوا وہ کہیں گے	لَمْ نَكُ ہم نہ تھے	مِنَ سے	الْمُصَلِّينَ نماز پڑھنے والے	وَلَمْ نَكُ اور نہ تھے ہم	نُطْعِمُ ہم کھانا کھلاتے	الْمِسْكِينَ محتاجوں
وَكُنَّا نَخُوضُ اور ہم تھے (بیہودہ باتوں میں) دھنسے رہتے تھے	مَعَ ساتھ	الْخَائِضِينَ بیہودہ باتوں میں لگے رہنے والے	وَكُنَّا نُكَذِّبُ اور ہم جھٹلاتے تھے			
بِيَوْمِ الدِّينِ روز جزا وسزا کو	حَتَّىٰ یہاں تک کہ	أَتَانَا ہمیں آگئی	الْيَقِينُ موت	فَمَا تَنْفَعُهُمْ اور انہیں نفع نہ دیا	شَفَاعَةُ سفارش	الشَّافِعِينَ سفارش کرنے والوں

تفسیر وتشریح: ان آیات میں قسم کھا کر بتلایا جاتا ہے کہ قیامت و آخرت میں جو بڑی بڑی ہولناک اور عظیم الشان چیزیں ظاہر ہونے والی ہیں جہنم ان میں کی ایک چیز ہے۔ عرب میں ایام جاہلیت میں بھی قسم کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی اس لئے کہ وہ قسم کھا کر جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے۔ تو یہاں چاند کی قسم۔ اور رات کی قسم اور صبح کی قسم کھا کر فرمایا گیا کہ وہ جہنم بڑی بھاری چیز ہے جو ہر انسان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور خوف دلانے والی ہے اس کے لئے بھی جو خیر وطاعت میں آگے بڑھنا چاہتا ہے اور اس کے لئے بھی جو شر و گناہ میں پڑا رہنا چاہتا ہے یعنی جمیع مکلفین کے لئے ڈراوے کی چیز ہے اور چونکہ اس ڈرانے کے عواقب ونتائج قیامت میں ظاہر ہوں گے اس لئے قسم ایسی چیزوں کی کھائی۔ یعنی چاند کی اور رخصت ہوتی ہوئی رات کی اور روشن ہوتی ہوئی صبح کی کہ یہ تینوں چیزیں خاص مناسبت واقعہ قیامت سے رکھتی ہیں۔ چاند کا اول بڑھنا پھر گھٹنا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو جانا ایک نمونہ اور مثال ہے اس دنیا کے

وجود۔ نشوونما اور پھر انحطاط کا حتیٰ کہ فنا کا۔ اسی طرح اس عالم کو عالم آخرت سے وہی نسبت ہے جو رات کو دن کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس عالم کا ختم ہو جانا مشابہ رات کے گزر جانے کے ہے اور آخرت کا ظہور مشابہ طلوع صبح کے ہے۔ آگے اس جہنم اور اہل جہنم کے بعض احوال کا بیان ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کفریہ میں قیامت کے دن جکڑا بندھا ہوگا۔ اور ان کی بندش سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ البتہ وہ لوگ جو دنیا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس سیدھے راستہ پر چلے۔ جو اللہ نے ان کے لئے اپنے رسول کی معرفت مقرر کیا تھا وہ کسی بندش میں جکڑے ہوئے نہ ہوں گے اور وہ جنت کے بالا خانوں میں چین سے رہیں گے۔ یہاں آیت میں ان کو اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ فرمایا گیا یعنی داہنے والے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان داہنے طرف والوں سے وہ گروہ مراد ہے جو قیامت میں عرش رب العالمین کے داہنی طرف کھڑا ہوگا جدھر بہشت ہے اور ان کے نامہ اعمال بھی داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور یہ لوگ عالم ارواح میں یوم میثاق میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے داہنی طرف سے نکلے تھے۔ تو یہ اصحاب یمین یعنی داہنی طرف والے آخرت میں بندش میں پھنسے ہوئے نہ ہوں گے بلکہ جنت کے باغوں میں آزاد ہوں گے اور نہایت بےفکر اور فارغ البال ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے یا فرشتوں سے مجرموں کا حال پوچھیں گے کہ وہ کہاں گئے جو نظر نہیں پڑے؟ جب انہیں معلوم ہوگا کہ مجرموں کو جہنم میں داخل کیا گیا ہے تب یہ جنتی ان جہنمیوں کی طرف متوجہ ہو کر خطاب کریں گے اور ان سے پوچھیں گے کہ تم باوجود عقل و ہوشیاری کے اس جہنم کی آگ میں کیسے آ پڑے؟ اور کس بات نے تم کو اس آفت میں پھنسایا؟ واضح رہے کہ اہل جنت اور اہل جہنم باوجود ایک دوسرے سے دور اور علیحدہ ہونے کے ایک دوسرے سے گفتگو کر سکیں گے جبکہ درمیانی حجاب وقتی طور پر اٹھا دیا جائے گا جیسا آٹھویں پارہ سورہ اعراف میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ تو اہل جنت کے اس سوال پر کہ کس چیز نے تم کو جہنم میں پہنچایا؟۔ اہل جہنم جواب دیں گے کہ ہم نے دنیا میں رہ کر نہ تو اللہ کا حق پہچانا اور نہ اس کی عبادت کی اور نہ بندوں ہی کے ساتھ احسان کیا اور نہ ان کی خبر لی۔ بس اپنے عیش و عشرت میں پڑے رہے اور اپنے مال سے **گلچھرے** اڑاتے رہے۔ کبھی غریبوں اور محتاجوں کی کوئی مالی خدمت نہ کی البتہ جو لوگ دین حق کے جھٹلانے میں لگے رہتے تھے ہم بھی ان کے ساتھ مل کر شب و روز حق کے خلاف بحثیں کرتے رہے اور بد صحبتوں میں رہ کر شکوک و شبہات کی دلدل میں دھنستے چلے گئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم کو یقین نہ ہوا کہ قیامت اور انصاف کا دن بھی آنے والا ہے۔ ہمیشہ اس بات کو جھٹلایا کئے یہاں تک کہ موت کی گھڑی سر پر آن پہنچی اور پھر آنکھوں سے دیکھ کر ان باتوں کا یقین حاصل ہوا جن کی تکذیب کیا کرتے تھے۔ مگر موت کے بعد خبردار ہونا اور پچھتانا ہمارے کام نہ آیا اس لئے کہ عمل اور توبہ کا وقت نہ رہا۔ اہل جہنم کا یہ جواب نقل فرما کر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے نہ اپنی خلاصی کی فکر آپ کی نہ کہیں دوسری طرف سے ان کو امداد و اعانت مل سکی اور نہ ان کو کسی کی شفاعت اور سفارش کام دے گی اس لئے کہ شفاعت وہاں کام دیتی ہے جہاں محل شفاعت ہو لیکن جن کا دم کفر پر نکلا ہو ان کے لئے شفاعت کہاں۔

اب یہاں اہل جنت جو مجرموں یعنی جہنم میں جانے والوں سے پوچھیں گے مَا سَلَكَكُمۡ فِیۡ سَقَرَ کہ تم کو جہنم میں کس بات نے داخل کیا؟ تو مجرمین اس کے جواب میں ایک بات یہ کہیں گے لَمۡ نَكُ مِنَ الۡمُصَلِّیۡنَ یعنی ہم نماز پڑھنے والے نہ تھے۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ کفار و مشرکین اوامر شرعیہ کے تو مکلف ہی نہیں یعنی ایک اسلامی حکومت میں بھی کافر سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ تو نماز پڑھ۔ روزہ رکھ۔ یا زکوٰۃ ادا کر تو کافر کا نماز نہ پڑھنا کوئی قابل گرفت بات نہیں۔ ہاں کفر کے باعث اس کی گرفت ضرور ہوگی تو ہو سکتا ہے کہ مجرمین میں سے یہ جواب کہ ہم نماز پڑھنے والے نہ تھے ان گناہ گار مسلمانوں کا ہو کہ جو نماز

دنیا میں نہ پڑھتے تھے۔ کیونکہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے پر بڑی سخت وعیدیں اور بہت سخت عذاب حدیث میں ذکر کئے گئے ہیں۔

جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑنے پر بڑے سخت عذاب کی وعیدیں ارشاد فرمائی گئی ہیں تو یہ بھی قابل قیاس ہے کہ یہ جواب لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ان گناہ گار مسلمانوں ہی کا ہو جو دنیا میں تارک نماز تھے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور اگر یہ جواب کفار و مشرکین ہی کا سمجھا جائے تو ان کے اس جواب کا کہ نماز نہ پڑھنے سے ہم جہنم میں داخل ہوئے یہ مطلب ہوگا کہ دنیا میں ہم نے اسلام وایمان قبول نہ کیا تھا۔ کیونکہ دنیا میں اسلام وایمان قبول کرنے والوں کی سب سے بڑی اور خاص پہچان اور شناخت نماز پڑھنا ہی ہے۔ تو یہاں تنبیہ ان لوگوں کے لئے بھی ہے کہ نماز نہ پڑھ کر اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور حمیت اسلامی کے لمبے چوڑے دعدے کرتے ہیں۔

الغرض خلاصہ یہ کہ ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ دار آخرت میں کام آنے والی چیزیں یہی ہیں (۱) ایمان اور اطاعت خدا اور رسول۔ (۲) غربا اور اہل حاجات کی ضروریات پر مال خرچ کرنا۔

(۳) دین کی باتوں میں شک وشبہ نہ کرنا اور معاصی وفواحش سے بے زار اور علیٰحدہ رہنا اور (۴) قیامت اور جزا وسزا کا یقین صادق رکھنا۔ ان کی وجہ سے جہنم سے بچ جانا نصیب ہوگا ورنہ ان کے خلاف کرنے سے دوزخ میں داخلہ یقینی ہے۔

اب جب کہ قیامت کے مصائب کا حال بیان فرما دیا اور یہ بھی بتلا دیا گیا کہ ان کفار کو کسی کی سفارش بھی کام نہ آئے گی اور وہ دن بھی آنے والا یقینی ہے جس کا پہلا دروازہ موت ہے تو پھر کفار کی حالت پر تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے کہ ان کفار کو کیا ہو گیا جو اس روز کے لئے کار آمد نصیحتوں سے منہ پھیرتے ہیں اور بدک کر بھاگتے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جو آپ نے ہم کو ایمان واسلام کی دولت عطا فرمائی اور کفر وشرک سے بچایا۔

اے اللہ قیامت کے دن ہم کو اپنے فضل وکرم سے اصحاب یمین میں شامل فرمائیے۔

اور اپنے کرم واحسان سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

اے اللہ ہم کو اس زندگی میں ان اعمال وافعال کی توفیق عطا فرمائیے کہ قیامت میں آپ کی رضا اور خوشنودی کا سبب ہوں اور ہم کو ان اعمال وافعال سے بچا لیجئے۔ جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۝

تو ان کو کیا ہوا کہ اس نصیحت (قرآنی) سے روگردانی کرتے ہیں۔ کہ گویا وہ وحشی گدھے ہیں۔ جو شیر سے بھاگے جارہے ہیں۔

بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۝

بلکہ ان میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے (آسمانی) نوشتے دیئے جائیں۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ آخرت (کے عذاب) سے نہیں ڈرتے۔

كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ۝ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ

(پس یہ) ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ قرآن (ہی) نصیحت کیلئے کافی ہے۔ سو جس کا جی چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور بدوں خدا کے چاہے یہ لوگ نصیحت قبول نہیں کریں گے۔

وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝

وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیئے اور وہی ہے جو گناہ معاف کرتا ہے۔

فَمَا لَهُمْ تو انہیں کیا ہوا	عَنِ سے	التَّذْكِرَةِ نصیحت	مُعْرِضِينَ منہ پھیرتے ہیں	كَأَنَّهُمْ گویا کہ وہ	حُمُرٌ گدھے	مُسْتَنفِرَةٌ بھاگے ہوئے	
فَرَّتْ بھاگے جاتے ہیں	مِن قَسْوَرَةٍ شیر سے	بَلْ بلکہ	يُرِيدُ چاہتا ہے	كُلُّ امْرِئٍ ہر آدمی	مِّنْهُمْ ان میں سے	أَن يُؤْتَىٰ کہ وہ دیئے جائیں	
صُحُفًا صحیفے	مُّنَشَّرَةً کھلے ہوئے	كَلَّا ہرگز نہیں	بَلْ بلکہ	لَا يَخَافُونَ وہ نہیں ڈرتے	الْآخِرَةَ آخرت	كَلَّا ہرگز نہیں	إِنَّهُ بیشک یہ
تَذْكِرَةٌ نصیحت	فَمَن شَاءَ سو جو چاہے	ذَكَرَهُ اسے یاد رکھے	وَمَا يَذْكُرُونَ اور وہ یاد نہ رکھیں گے	إِلَّا مگر	أَن یہ	يَشَاءَ اللَّهُ اللہ چاہے	
هُوَ وہی	أَهْلُ التَّقْوَىٰ ڈرنے کے لائق	وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ مغفرت کے لائق					

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بطور تعجب کے فرمایا جاتا ہے کہ ان کفار و منکرین کو کیا ہوا کہ یہ مصیبتیں سامنے ہیں لیکن کارآمد نصیحتیں سن کر ٹس سے مس نہیں ہوتے بلکہ سننا بھی نہیں چاہتے اور حق کی باتوں سے ایسا منہ پھیر کر بدکتے اور بھاگتے ہیں جیسا کہ وحشی گدھے جنگل میں شیر کو دیکھ کر یا اس کی آواز سن کر بھاگتے ہیں۔ یہاں جو کفار و منکرین کو وحشی گدھے سے تشبیہ دی گئی تو اس میں کئی امر کی رعایت ہے۔ اول تو گدھا حماقت اور بے وقوفی میں مشہور ہے پھر جنگلی گدھا اور زیادہ بدکتا اور بھاگتا ہے۔ پھر شیر سے اس کا ڈرنا اس صورت میں اس کا بھاگنا انتہاء درجہ کا ہوگا۔ گویا خدائی شیر یعنی اللہ کے پیغمبر کی آواز سن کر یہ کفار جنگلی گدھوں کی طرح بھاگتے ہیں کہ پیغمبر کی بات سننا اور ماننا پسند نہیں کرتے اور اس بھاگنے اور اعراض کرنے کے سبب میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان کا یعنی کفار و منکرین کا تکبر اور غرور اجازت نہیں دیتا کہ وہ قرآن یا پیغمبر کی باتوں سے مستفید ہوں بلکہ ہر ایک ان میں سے یہ بھی چاہتا ہے کہ خود اس پر آسمان سے فرامین شاہی کے طور پر کھلی ہوئی کتاب اترے یعنی ہر ایک بغیر وسیلہ نبی مرسل خدائے پاک سے ہم کلام اور مخاطب ہونے کی ہوس رکھتا ہے یا یہ کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس براہ راست ایک نوشتہ خدا کی طرف سے آئے کہ جس میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع کا حکم دیا گیا ہو۔ روایت میں ہے کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کا اتباع کریں تو خاص ہمارے نام آسمان سے ایسا نوشتہ آئے کہ یہ فرمان رب العالمین کی طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف ہے اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہنا مانو۔ اس پر ارشاد ہوتا ہے کہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ نہ اس کی ضرورت اور نہ ان لوگوں کو اس کی لیاقت اور ان کی بیہودہ

درخواستیں بھی کچھ اس لئے نہیں کہ ایسا کر دیا جائے تو واقعی یہ مان جائیں گے اور ایمان لے آئیں گے بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت کے عذاب سے نہیں ڈرتے اس لئے حق کی طلب نہیں اور یہ درخواستیں محض حیلہ اور بہانہ ہیں اگر بالفرض یہ درخواستیں پوری بھی کر دی جائیں تب بھی یہ لوگ اتباع نہ کریں۔ آگے نتیجہ کے طور پر اس کا رد اور اس پر زجر ہے کہ جب ان کی درخواست کا بیہودہ ہونا ثابت ہو گیا پس یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ہر ایک کو الگ الگ کتاب دی جائے۔ یہ کتاب قرآن کریم ہی نصیحت کو کافی ہے۔ سو اس حالت میں جس کا جی چاہے قرآن سے نصیحت حاصل کرے اور جس کا جی چاہے نہ کرے اور جہنم میں جائے اور قرآن کے نصیحت کامل اور تذکرہ ہونے میں اس سے شبہ نہ کیا جائے کہ بعض لوگوں کو اس سے نصیحت نہیں ہوتی تو بات یہ ہے کہ قرآن گو فی نفسہ تذکرہ ہے لیکن بدوں خدا کے چاہے یہ لوگ یعنی منکرین نصیحت قبول نہیں کریں گے۔ اور اللہ کا چاہنا نہ چاہنا یہ اس کی حکمتوں پر مبنی ہے جن کا احاطہ کوئی بشر نہیں کر سکتا وہی ہر شخص کی حالت۔ استعداد اور لیاقت کو کما حقہ جانتا ہے اور اس کے موافق معاملہ فرماتا ہے۔ اخیر میں خاتمہ سورۃ پر ارشاد ہوا کہ انسان کتنا ہی گناہ کر لے لیکن پھر جب تقوی کی راہ چلے گا اور خدا سے ڈرے گا تو وہ اس کے سب گناہ بخش دے گا اور اس کی توبہ کو قبول فرمالے گا۔

سورۃ کی ابتدا میں فرمایا گیا تھا کہ اے مدثر یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کھڑے ہوں اور لوگوں کو ڈرائیں اور اخیر میں کلام کو تمام اس پر کیا گیا کہ خدا ہی سے ڈرنا چاہئے اور انجام پوری سورۃ کا ''تقویٰ'' ہے جس کا پہلا مرتبہ شرک سے بچنا اور بعد اس کے اور مراتب ہیں جس کا انجام مغفرت ہے۔

سورۃ المدثر کے خواص

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی سورۃ المدثر پڑھے اللہ تعالیٰ اسے مکہ میں رہنے والے تمام مومنین کی تعداد کے برابر اجر عطا فرمائیں گے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہم کو جو قرآن پاک کی دولت عطا فرمائی ہے تو اس نعمت عظمیٰ کی حق شناسی اور قدر دانی کی بھی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو تمام قرآنی احکام کا ظاہراً و باطناً اتباع نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ ۷۵ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے۔

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝

ہم ضرور جمع کریں گے کیوں کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوریوں تک درست کردیں۔

لَآ اُقْسِمُ میں قسم کھاتا ہوں	بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن کی	وَلَآ اُقْسِمُ اور میں قسم کھاتا ہوں	بِالنَّفْسِ دل کی	اللَّوَّامَةِ اپنے اوپر ملامت کرنیوالے
اَيَحْسَبُ کیا گمان کرتا ہے	الْاِنْسَانُ انسان	اَلَّنْ نَّجْمَعَ کہ ہم ہرگز جمع نہ کریں گے	عِظَامَهٗ اس کی ہڈیاں	بَلٰى قٰدِرِيْنَ کیوں نہیں ہم قادر ہیں
	عَلٰٓى پر	اَنْ نُّسَوِّيَ کہ ہم درست کریں	بَنَانَهٗ اسکے پورے پورے	

تفسیر وتشریح: سورۃ کی ابتداء قسمیہ کلام سے فرمائی جاتی ہے اور دو چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے ایک تو قیامت کے دن کی۔ دوسرے نفس لوامہ کی۔ یہ پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ قسمیں کھائی ہیں جن میں صرف سات مقام پر اپنی ذات کی قسم کھائی ہے اور باقی جگہ اپنے مخلوقات کی۔ قسم تاکید کے لئے ہوتی ہے تو حق تعالیٰ نے قسمیں اس لئے کھائی ہیں کہ بندوں پر حجت پوری ہوجائے۔ نیز قرآن کا نزول عرب کی زبان میں ہوا ہے اور اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ جس وقت کسی امر کی تاکید کا ارادہ کرتے تو اس وقت قسم کھا کر بات کرتے۔ باقی یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ حق تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھا سکتے ہیں مگر کسی انسان کے لئے یہ بات کبھی درست نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسری چیز کی قسم کھائے۔ شریعت اسلامیہ میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ بعض جہلا کہہ دیا کرتے ہیں فلانے سر کی قسم یا اپنی جان کی قسم۔ یا اپنے رزق کی قسم یا اس طرح قسم کھانا کہ مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو یا ایمان پر خاتمہ نہ ہو۔ یہ سب صورتیں قسم کھانے کی سخت ممنوع ہیں اور ایسا کرنے یا کہنے سے بڑا شدید گناہ ہوتا ہے۔

تو یہاں حق تعالیٰ نے دو چیزوں کی قسم کھائی۔ ایک تو قیامت کے دن کی یعنی جس کا وقوع یقینی ہے اور جس کے صدق پر دلائل قطعیہ قائم ہیں کہ تم مرنے کے بعد یقیناً ایک دن زندہ کرکے اٹھائے جاؤ گے اور ضرور بھلے برے کا حساب ہوگا اور جزا وسزا ہوگی۔ دوسرے نفس لوامہ کی قسم کھا کر فرمایا گیا کہ اگر آدمی کی فطرت اور اندرونی ضمیر صحیح ہو تو خود انسان کا نفس دنیا ہی میں برائی اور تقصیر پر ملامت کرتا ہے۔ اب یہاں نفس کی قسمیں اور نفس لوامہ کی تشریح ملاحظہ ہو۔ نفس جس سے مراد جان یا روح انسانی ہے ایک چیز ہے اور اس کی تین حالتیں ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ذکر فرمایا گیا ہے اور تین حالتوں کے اعتبار سے نفس کے تین نام ہوگئے ہیں۔ اگر نفس اللہ کی عبادت اور فرمانبرداری کی طرف پوری طرح مائل ہو کہ اللہ کی اطاعت میں اس کو خوشی حاصل ہوتی ہو اور شریعت کی پیروی میں چین وسکون محسوس کرتا ہو تو اس نفس کو مطمئنہ کہتے ہیں۔ گویا نفس مطمئنہ نہ تخیلات شیطانی سے متزلزل ہوتا ہے نہ تحریکات نفسانی سے منتشر ہوتا ہے اور یہ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء مقبولین اور مومنین کاملین کے ساتھ مخصوص ہے۔ نفس مطمئنہ کا ذکر سورہ فجر تیسویں پارہ میں اس طرح آیا ہے يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝

وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ؏ یعنی اے نفس مطمئنہ یعنی اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش وہ تجھ سے خوش۔ پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ دوسری قسم کا نام نفس امارہ ہے جو پہلی قسم یعنی نفس مطمئنہ کی بالکل ضد ہے کہ جو دنیا کی ناجائز لذات وخواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف راغب ہو اور شریعت کی پیروی اور پابندی سے بھاگے اور انسان کو برائی کا حکم دے۔ ایسا نفس سرکشوں اور مجرموں اور خود سروں و نافرمانوں فاسقوں اور کافروں کا ہوتا ہے۔ نفس امارہ کا ذکر سورہ یوسف تیرہویں پارہ میں فرمایا گیا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ بے شک نفس یعنی نفس امارہ تو بری بات ہی کا بتلانے والا ہے۔ تیسری قسم جس کی یہاں سورہ قیامہ میں قسم کھائی گئی نفس لوامہ ہے کہ یہاں غفلت ہوئی اور کوئی لغزش یا گناہ صادر ہو گیا تو نفس نے فوراً اپنے کئے پر پچھتانا اور ملامت کرنا شروع کیا اور اپنی برائی یا کوتاہی پر شرمندہ ہو کر توبہ واستغفار کی طرف مائل ہو گیا۔ ایسا نفس مومنین صالحین کا ہوتا ہے کہ جو اپنے اوپر ملامت کرے یعنی نیکی اور خیر صادر ہو تو اس میں جرح کر کے اس میں عیب نکالا کرے مثلاً یہ کہے کہ میں نے کیا کیا۔ اس میں پوری طرح اخلاص نہ تھا۔ اس میں فلاں خرابی رہ گئی اور اس میں یہ کمی ہو گئی اور اگر کوئی معصیت۔ قصور یا گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر نادم اور شرمسار ہو۔ صوفیہ حضرات کہتے ہیں کہ نفس امارہ بدی کا حکم دیتا ہے لیکن انسان اگر کوشش کر کے ذکر اور فکر الٰہی میں لگ جائے اور اللہ کی طرف سے کشش اور توفیق بھی اس کی مددگار ہو تو اپنے نفس کی برائیاں اس پر کھل جاتی ہیں اس وقت وہ خود اپنے کو ملامت کرتا ہے اس مرتبہ میں پہنچ کر نفس کو نفس لوامہ کہا جاتا ہے لیکن جب اس کو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ماسوائے اللہ کے تعلق سے بالکل آزاد ہو جاتا ہے اور ذکر الٰہی ہی سے اس کو چین واطمینان نصیب ہوتا ہے تو اس مرتبہ پر اس کے نفس کو نفس مطمئنہ کہا جاتا ہے نفس مطمئنہ قیامت کے ہولناک واقعات سے بالکل اطمینان میں ہوگا اور نفس امارہ ہر طرح کی سختیوں میں گرفتار ہو گا۔ البتہ نفس لوامہ متوسط ہے اور زیادہ قیامت کے معاملات سے خوف ورجاء میں اسی کو تعلق ہے اس لئے قیامت کی قسم کے بعد اسی نفس لوامہ کی قسم کھائی گئی جس میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا کہ اگر فطرت صحیح ہو تو خود انسان کا نفس دنیا ہی میں برائی اور تقصیر پر ملامت کرتا ہے تو ان دونوں قسموں سے جو بات کہنی ہے وہ یہی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور اس دن انسان اپنی تقصیرات پر حسرت کرے گا اور سخت نادم ہوگا کیونکہ اس روز اس کی آنکھیں کھل جائیں گی مگر اس روز کی ندامت سے کیا فائدہ۔ ندامت تو اگر آج دنیا میں ہو تو فائدہ ہے۔ آگے منکرین قیامت پر رد ہے کہ یہ کافر انسان یوں خیال کرتا ہے کہ جب ہم دنیا میں مر گئے اور ہڈیوں تک کا چورہ ہو گیا اور ان کے ریزہ ریزہ مٹی کے ذرات میں جا ملے تو اب بھلا کس طرح ہمارے ذرات جمع کر کے جوڑ دیئے جائیں گے؟ منکرین قیامت کے اس قول کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ضرور جمع کریں گے اور دوبارہ زندہ کر کے اٹھائیں گے اور یہ جمع کرنا اور زندہ کر کے اٹھانا اللہ تعالیٰ کو دشوار نہیں اللہ تعالیٰ اس انسان کی انگلیوں کی پور پور درست کرنے پر قادر ہیں۔ تو جو اس تک پر قادر ہے اس کے لئے ہڈیوں کو جمع کر کے اور ان میں جان ڈال دینا کیا مشکل ہے۔ یہاں انگلیوں کے پوروں کی تخصیص شاید اس لئے فرمائی کہ انسان کے بدن میں سب بدن تیار ہونے کے بعد اخیر میں انگلیوں کی کھال تیار ہوتی ہے۔ یہ اس کی تعمیر بدن کا خاتمہ ہے اور اسی پر انسان کی خلقت تمام ہوتی ہے تو صنعت کے لحاظ سے یہ نسبتاً زیادہ باریک اور دشوار کام ہے تو جو اس پر قادر ہوگا وہ آسان پر بطریق اولیٰ قادر ہوگا۔

اب آگے منکرین جو بطور انکار کے دریافت کیا کرتے تھے کہ قیامت کب آوے گی اس کا جواب اگلی آیات میں دیا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۚ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۚ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ

بلکہ بعضا آدمی یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی فسق و فجور کرتا رہے۔ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا۔ سو جس وقت آنکھیں خیرہ ہو جاویں گی۔

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ كَلَّا

اور چاند بے نور ہو جاوے گا۔ اور سورج اور چاند ایک حالت کے ہو جاویں گے۔ اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں۔ ہرگز نہیں

لَا وَزَرَ ۗ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمُسْتَقَرُّ ۗ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۗ بَلِ

کہیں پناہ کی جگہ نہیں۔ اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانہ ہے اس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا ہوا جتلا دیا جاوے گا۔ بلکہ انسان

الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۗ

خود اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا۔ گو اپنے حیلے پیش لاوے۔

بَلْ يُرِيْدُ بلکہ چاہتا ہے	الْاِنْسَانُ انسان	لِيَفْجُرَ کہ گناہ کرتا رہے	اَمَامَهٗ اپنے آگے کو بھی	يَسْئَلُ اور پوچھتا ہے	اَيَّانَ کب؟
يَوْمُ الْقِيٰمَةِ روزِ قیامت	فَاِذَا پس جب	بَرِقَ الْبَصَرُ چندھیا جائیں گی آنکھیں	وَخَسَفَ اور گرہن لگ جائے گا	الْقَمَرُ چاند	
وَجُمِعَ اور جمع کردیئے جائیں گے	الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ سورج و چاند	يَقُوْلُ کہے گا	الْاِنْسَانُ انسان	يَوْمَئِذٍ آج کے دن	اَيْنَ کہاں
الْمَفَرُّ بھاگنے کی جگہ	كَلَّا ہرگز نہیں	لَا وَزَرَ نہیں کوئی بچاؤ	اِلٰى رَبِّكَ تیرے رب کی طرف	يَوْمَئِذِ آج کے دن	الْمُسْتَقَرُّ ٹھکانا
يُنَبَّؤُا وہ جتلا دیا جائے گا	الْاِنْسَانُ انسان	يَوْمَئِذٍ آج کے دن	بِمَا قَدَّمَ وہ جو اس نے آگے بھیجا	وَاَخَّرَ اور اس نے پیچھے چھوڑا	
بَلِ الْاِنْسَانُ بلکہ انسان	عَلٰى نَفْسِهٖ اپنی جان (حالت پر)	بَصِيْرَةٌ باخبر	وَّلَوْ اَلْقٰى اگرچہ لا ڈالے	مَعَاذِيْرَهٗ اپنے عذر	

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں اور دوبارہ زندہ ہو کر حساب کتاب ہونے کو محال جانتے ہیں اس کا سبب یہ نہیں کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے اور اللہ کی قدرت کاملہ کے دلائل و نشانات غیر واضح ہیں بلکہ یہ منکر انسان قیامت کا منکر ہو کر یہ چاہتا ہے کہ اپنی تمام زندگی میں بے خوف ہو کر فسق و فجور کرتا رہے اور لذات و شہوات میں پڑا رہے کیونکہ اگر کہیں قیامت کا اقرار کر لیا اور اعمال کے حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو فسق و فجور میں اس قدر بے باکی اور ڈھٹائی اس سے نہ ہو سکے گی اس لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا کہ جس سے اس کی لذت میں خلل پڑے اور اس کا عیش کرکرا ہو بلکہ استہزاء و طعن کی راہ سے سینہ زوری سے سوال کرتا ہے کہ ہاں صاحب وہ آپ کی قیامت جس کی شب و روز دھمکیاں دی جاتی ہیں کب آئے گی؟ اگر وہ واقعی آنے والی ہے تو اس کی تاریخ مہینہ اور سنہ تو بتلایئے؟ یہی ذہنیت آج کل کے مادہ پرست نیچریوں، دہریوں اور بے دینوں کی ہے چونکہ یہ اپنے کو بازپرس سے دور رکھنا چاہتے ہیں اس لئے وہ ایسے عقائد کے قائل ہی نہیں ہوتے کہ جس سے ان کی لذتوں میں فرق آئے اور پابندیوں کی مشقت اٹھانی پڑے۔ تو چونکہ کفار و منکرین کے اس سوال سے کہ قیامت کا دن کب آئے گا انکی غرض جستجوئے حق نہ تھی بلکہ محض طنز و استہزا کی راہ سے تھا اس لئے جواب میں ادھر توجہ ہی نہیں دی گئی کہ وقوع قیامت کی تاریخ، وقت اور ماہ و سنہ کا تعین کیا جائے بلکہ جواب میں اس یوم قیامت کی کیفیت کی تصویر پیش کر دی اور اس کے بعد علامات و حالات کو بتلایا گیا کہ قیامت اس وقت آئے گی

جب یہ نظام کائنات بالکل درہم و برہم کر دیا جائے گا اور حق تعالیٰ کی تجلیات قہری سے جب آنکھیں چندھیانے لگیں گی اور مارے حیرت کے نگاہیں خیرہ ہو جائیں گی۔ سورج بھی سر کے قریب آ جائے گا اور انتہائی ہیبت ناک منظروں سے آنکھوں پر چکا چوند کی کیفیت طاری ہوگی اور مارے ہیبت و دہشت کے آنکھیں اوپر کو چڑھ جائیں گی اور وہ نشہ جس سے انکار قیامت کرتا تھا سب ہرن ہو جائے گا۔ یہ چاند جو آج چمکتا دمکتا ہے بے نور ہو جائے گا اور چاند ہی نہیں سورج کی روشنی بھی زائل ہو جائے گی اور دونوں چاند و سورج بے نور ہو جائیں گے۔ اس وقت تو منکر کہتا ہے کہ وہ دن کہاں ہے اور اس وقت بدحواس ہو کر کہے گا کہ آج کدھر بھاگوں اور کہاں پناہ لوں۔ اس پر ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ آج نہ بھاگنے کا موقع ہے نہ سوال کرنے کا۔ آج کوئی طاقت تیرا بچاؤ نہیں کر سکتی۔ نہ پناہ دے سکتی ہے۔ آج کے دن سب کو اپنے پروردگار کی عدالت میں حاضر ہونا اور اسی کی پیشی میں ٹھہرنا ہے پھر وہ جس کے حق میں جو کچھ فیصلہ کرے۔ اس وقت سب اگلے پچھلے اعمال نیک ہوں یا بد جتلا دیئے جائیں گے اور انسان کا اپنے اعمال سے آگاہ ہونا کچھ اس جتلانے پر موقوف نہ ہوگا بلکہ انسان اپنی حالت پر بوجہ انکشاف ضروری کے خود خوب مطلع ہوگا گو کفار مشرکین اس وقت بھی بہانے پیش کریں گے۔ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ کفار کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے مگر دل میں خود بھی جانیں گے کہ ہم جھوٹے ہیں۔ غرض انسان اپنے سب حال کو خوب جانتا ہوگا۔ اور وہ کتنے ہی حیلے بہانے بنائے جھوٹی دلیلیں دے اور بے کار عذر پیش کرے ایک بھی قبول نہ کیا جائے گا غرض کوئی عذر معذرت انہیں قیامت کے دن کام نہ دیگا۔

شروع سورۃ سے مضمون قیامت کے متعلق چل رہا ہے۔ آگے بھی منکرین قیامت کو مخاطب کر کے قیامت کی حقانیت بیان فرمائی گئی ہے مگر درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے ایک تعلیم و ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی تلاوت کے متعلق دی جاتی ہے جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قیامت کا یقین کامل نصیب فرمائیں اور اس زندگی میں قیامت کے بعد والی زندگی کو بنانے اور سنوارنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝

اے پیغمبرؐ آپ قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تا کہ آپ اسکو جلدی لیں۔ ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھوا دینا۔ تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجئے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝

پھر اس کا بیان کرا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ اے منکرو ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ آپ حرکت نہ دیں اس (قرآن) کیساتھ اپنی زبان کو	لِتَعْجَلَ بِهٖ کہ جلد (یاد کرلیں) اس کو	اِنَّ عَلَيْنَا بیشک ہم پر (ہمارے ذمے)		
جَمْعَهٗ اس کا جمع کرنا	وَقُرْاٰنَهٗ اور اس کا پڑھنا	فَاِذَا قَرَاْنٰهُ پس جب ہم اسے پڑھیں	فَاتَّبِعْ تو آپ پیروی کریں	قُرْاٰنَهٗ اس کے پڑھنے کی
ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا پھر بیشک ہم پر (ہمارے ذمے)	بَيَانَهٗ اس کا بیان	كَلَّا بَلْ ہرگز نہیں بلکہ	تُحِبُّوْنَ تم محبت رکھتے ہو	الْعَاجِلَةَ جلدی کو (دنیا)
وَتَذَرُوْنَ اور تم چھوڑ دیتے ہو	الْاٰخِرَةَ آخرت			

تفسیر و تشریح: ایک مضمون ضمناً بطور جملہ معترضہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے وحی الٰہی کے متعلق بیان فرمایا جاتا ہے آپ کو تعلیم دی جاتی ہے کہ آپ فرشتے یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی کس طرح لیں۔ شروع میں جب وحی الٰہی نازل ہوتی تھی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قرآن لاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اندیشہ سے کہ کہیں کوئی لفظ یاد کرنے سے رہ نہ جائے اور مبادا جبرئیل علیہ السلام چلے جائیں اور وحی پوری طرح محفوظ نہ ہو سکے آپ فرشتے کی تلاوت کے ساتھ ساتھ خود بھی تلاوت کرتے جاتے تھے جس کی وجہ سے بیک وقت آپکو دو کام کرنا پڑتے تھے ایک فرشتے کی تلاوت کو سننا دوسرے خود اپنی تلاوت کو ادا کرنا۔ اور اس صورت میں آپ کو بڑی مشقت ہوتی تھی۔ حق تعالیٰ کو آپ کی یہ تکلیف گوارا نہ ہوئی اور اس سلسلہ میں یہ ہدایت نازل ہوئی۔ سورہ طٰہٰ سولہویں پارہ میں ارشاد ہوا وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ اور آپ قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کیجئے قبل اس کے کہ آپ پر وحی پوری نازل ہو چکے۔ اسی طرح ان آیات میں ہدایت دی گئی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے وقت آپ بس سکون و خاموشی کے ساتھ سنتے ہی رہا کیجئے اور یہ اندیشہ بھی دل میں نہ لائیے کہ وحی کا کوئی لفظ یا خفیف سا جزو بھی قلب سے نکل جائے گا۔ اس کی محفوظیت کے ذمہ دار خود ہم ہیں۔ اس قرآن کا آپ کے سینے میں حرف بحرف جمع کر دینا اور آپ کی زبان سے پڑھوانا اور اس کے علوم و معارف کا آپ کے اوپر کھولنا اور آپ کی زبان سے دوسروں تک پہنچانا ان سب باتوں کے ہم ذمہ دار ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ بوقت نزول وحی پڑھنا ترک کر دیا اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ آپ بوقت نزول وحی ساری وحی سنتے اور اس وقت زبان سے ایک لفظ نہ دہراتے لیکن حضرت جبرئیل کے چلے جانے کے بعد پوری وحی لفظ بلفظ کامل ترتیب کے ساتھ بدوں ایک زبر زیر کی تبدیلی کے فرفر سنا دیتے۔ تو یہاں صاف تین باتوں کی ذمہ داری حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ رکھی ہے۔ ایک وحی کا آپ کے قلب میں جمع کر دینا۔ دوسرے آپ کی زبان سے اس کا پڑھوا دینا۔ تیسرے اس کا بیان بھی کرا دینا یعنی تفسیر مضمون اور توضیح مطالب کرانا ان تینوں امور کی کفایت حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی اور حق تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا۔ قرآن کریم اگرچہ تھوڑا تھوڑا ہو کر نازل ہوا لیکن باترتیب پورا قرآن کریم آپ کے سینہ میں جمع کرا دیا اسی ترتیب سے جس ترتیب سے لوح محفوظ میں تھا اور جو ترتیب آج قرآن حکیم کی ہے اور

آپؐ پورے قرآن کریم کے حافظ تھے۔ جس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہے یعنی آپ کے آخری رمضان ۱۰ھ میں دوبار پورا قرآن شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کو سنایا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتوں میں صحابہ کرام کو سنادیا حتیٰ کہ مسجد نبوی میں اندر باہر تل رکھنے کی جگہ نہ تھی (ابوداؤد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت ایک اچھی خاصی جماعت حفاظ قرآن کی موجود تھی جن کو پورے کا پورا قرآن شریف اپنی موجودہ ترتیب الحمد سے والناس تک حفظ تھا۔ بعد میں امت میں بھی آج تک ہزاروں لاکھوں حفاظ قرآن موجود رہے ہیں جو ایک ایک حرف اور زبر اور زیر پر حاوی ہیں اور ان شاء اللہ قرب قیامت تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا یہاں تک کہ جب اہل ایمان اس جہان سے کوچ کر جائیں گے قرآن کریم دلوں زبانوں اور کاغذوں سے اٹھالیا جائے گا۔ اور یہ ایک عظیم الشان انعام اور مخصوص امتیاز صرف اس امت مرحومہ کے لئے ہے اور بوجہ ایک زبردست پیش گوئی ہونے کے ایک معجزہ بھی ہے اور حق تعالیٰ نے جو صورت اپنے وعدہ کے پورا کرنے کے لئے اختیار کی وہ بھی ایک معجزہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اس کتاب مبین سرچشمہ ہدایت اور آسمانی رحمت اور خزینہ سعادت کی حقیقی قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں۔

الحاصل جب قیامت و آخرت کے متعلق یقین دلایا گیا کہ قیامت و آخرت ضرور آنی ہے تو اب آگے اس آخرت میں جزاو سزا کی کچھ تفصیل بتلائی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ جب تک آپ ہمیں اس دنیا میں زندہ رکھیں ہمیں غفلت اور انہماک فی الدنیا سے بچا کر رکھیں۔ آخرت کا فکر اور وہاں کی تیاری کرنے اور توشہ جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ رحمت و مغفرت کا معاملہ فرمائیے گا اور اس دن کی ذلت اور رسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھیئے گا۔

یا اللہ یہ قرآن کریم جو آپ کی عظیم الشان نعمت ہم کو عطا ہوئی ہے اور جس کی حفاظت کا خود آپنے ذمہ لیا ہے اس کی محبت و عظمت ہم کو نصیب فرما۔ اس کا علم ہم کو عطا فرما۔ اس پر عمل ہم کو نصیب فرما اس کی تبلیغ و خدمت کا شرف عطا فرما۔ اور اس کا متبع بنا کر زندہ رکھیئے اور اسی کی اتباع میں موت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ اس دنیا میں اس طرح مشغول اور منہمک ہو جانا کہ جس سے آخرت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری سے غفلت ہو اس کو قرآن کریم نے کفار کی خصلت بتلائی ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آج امّت مسلمہ میں بھی یہ مرض پیدا ہو گیا ہے۔ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰه۔ آج ہم دین سے۔ قرآن وسنت سے اسی انہماک فی الدینا کے باعث دور ہوتے جارہے ہیں جس کے نتیجہ میں خسر الدنیا والاخرۃ کے مصداق بنتے جارہے ہیں۔

یا اللہ امت مسلمہ پر کرم ورحم فرما اور ان کی اصلاح کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما اور ان کو دین کی طرف مائل ہو جانے کی سعادت عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ

بہت سے چہرے تو اس دن بارونق ہوں گے۔ اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ اور بہت سے چہرے اس روز بدرونق ہوں گے خیال کر رہے ہوں گے کہ انکے ساتھ

بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ

کمر توڑنے والا معاملہ کیا جاوے گا۔ ہرگز ایسا نہیں جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا بھی ہے۔ اور وہ یقین کر لیتا ہے کہ یہ مفارقت کا وقت ہے۔

السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾

اور ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے۔ اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے۔

وُجُوْهٌ بہت سے چہرے	يَوْمَئِذٍ اس دن	نَاضِرَةٌ تازہ (بارونق)	اِلٰى رَبِّهَا اپنے رب کی طرف	نَاظِرَةٌ دیکھتے	وَوُجُوْهٌ اور بہت سے چہرے	
يَوْمَئِذٍ اس دن	بَاسِرَةٌ بگڑے ہوئے	تَظُنُّ خیال کرتے ہونگے	اَنْ کہ	يُفْعَلَ بِهَا ان سے کیا جائے گا	فَاقِرَةٌ کمر توڑنے والا	كَلَّا ہاں ہاں
اِذَا جب	بَلَغَتِ پہنچ جائے	التَّرَاقِيَ ہنسلی تک	وَقِيْلَ اور کہا جائے	مَنْ رَاقٍ کون جھاڑ پھونک کرنیوالا	وَظَنَّ اور وہ گمان کرے	اَنَّهُ کہ یہ
الْفِرَاقُ جدائی	وَالْتَفَّتِ اور لپٹ جائے	السَّاقُ ایک پنڈلی	بِالسَّاقِ دوسری پنڈلی سے	اِلٰى رَبِّكَ اپنے رب کی طرف	يَوْمَئِذٍ اس دن	الْمَسَاقُ چلنا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منکرین قیامت کو خطاب کر کے فرمایا گیا تھا کہ قیامت تو آنی ضرور ہے اور اے منکرو تم جو یہ سمجھ رہے ہو کہ نہ قیامت ہوگی اور نہ جزا و سزا تو یہ تمہاری نادانی اور غلطی ہے اور تم جو ایسا کہہ رہے ہو یہ صرف اس وجہ سے کہ تم دنیا کی محبت میں فریفتہ ہو گئے ہو اور اسی حب دنیا میں منہمک ہو کر آخرت و قیامت سے غافل ہوئے بیٹھے ہو حالانکہ قیامت ضرور بالضرور ہوگی اور ہر شخص کو اس کے اعمال مطلع کر کے ان اعمال کے مناسب جزا یا سزا ملے گی اور اس جزا و سزا کی ایک شکل یہ ہوگی جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ مومنین کے چہرے اس روز تروتازہ ہشاش بشاش ہوں گے جو دنیا میں آخرت کی تیاری میں دن رات مصروف رہتے تھے فرحت و سرور کی وجہ سے اور دیدار الٰہی کی وجہ سے ان کے چہرہ روشن اور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے یقینی طور پر معلوم ہو چکا ہے اور اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا وہ بھی آخرت میں دیکھنا اپنی نوعیت جدا رکھتا ہے۔ وہاں عالم آخرت میں اور طرح کی آنکھیں عطا ہوں گی۔ بہت سی صحیح احادیث میں متواتر سندوں سے جو ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں ان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایمان والے آخرت میں اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوں گے بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ کیا ہم قیامت میں اپنے رب کو دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا کیا تم آفتاب کے دیکھنے میں جب کہ بادل نہ ہو کچھ شک کرتے ہو یا کوئی مانع ہوتا ہے۔ عرض کیا کہ نہیں یارسول اللہ۔ پھر فرمایا کیا چودھویں رات کے چاند دیکھنے میں جب کہ کوئی حجاب اور بادل نہ ہو کوئی مانع ہوتا ہے لوگوں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ آپ نے فرمایا پھر تم اسی طرح قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھو گے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بحمد اللہ اس مسئلہ میں صحابہ۔ تابعین اور سلف امت کا اتفاق اور اجماع ہے اور تمام آئمہ اسلام اس پر متفق ہیں البتہ اس رویت و زیارت میں اہل جنت کے مختلف درجات ہوں گے۔ بعض کو یہ زیارت ہفتہ وار جمعہ کو حاصل ہوگی بعض کو روز صبح اور

بعض کے لئے یہ ہر وقت ہر حال میں رہے گی (مظہری)۔ یا اللہ اپنے دیدار کی نعمت سے ہم کو بھی محروم نہ فرمائیے گا۔ آمین۔

ان آیات میں بتلایا گیا کہ اس دن یعنی آخرت میں بہت سے لوگ تو وہ ہوں گے یعنی مومنین جن کے چہرے ہشاش بشاش، تر و تازہ، خوش وخرم ہونگے اور اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہوں گے اور بہت سے چہرے یعنی کفار و مشرکین وفساق و فجار کے چہرے پریشان اور بے رونق ہوں گے اور ان کے منہ بگڑے ہوئے سیاہ رنگ کے ہوں گے آخرت کی دہشت اور سخت سزاؤں کے خوف سے اور ان کو یہ یقین ہوگا کہ اب وہ معاملہ ہونے والا ہے اور وہ عذاب بھگتنا ہے جو بالکل ہی کمر توڑ دے گا اس لئے کہ آنکھوں کے سامنے جہنم جوش مارتی ہوگی اور فرشتے طوق وزنجیر لئے ہوئے اس قید خانہ میں داخل کرنے کے لئے تیار کھڑے ہوں گے اس لئے منکرین کو خطاب ہوتا ہے کہ اے منکرو تم قیامت وآخرت کو ہرگز دور مت سمجھو۔ اس سفر آخرت کی پہلی منزل تو موت ہے جو بالکل قریب ہے یہیں سے باقی منزلیں طے کرتے ہوئے آخری ٹھکانے پر پہنچو گے گویا ہر آدمی کی موت اس کے حق میں بڑی قیامت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے جبکہ مریض کی روح سمٹ کر ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے اور سانس حلق میں رکنے لگتی ہے ایسی مایوسی کے وقت طبیبوں اور ڈاکٹروں کی کچھ نہیں چلتی۔ جب لوگ ظاہری علاج وتدبیر سے عاجز آجاتے ہیں تو جھاڑ پھونک اور جنتر منتر کی سوجھتی ہے اور کہتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص ہے کہ جھاڑ پھونک کر کے اس کو مرنے سے بچالے۔ ایام جاہلیت میں عرب ٹونکے۔ جھاڑ پھونک اور جنتر منتر کے بڑے قائل تھے اس لئے یہاں آیت میں انہی کے خیال اور حال کا ذکر کیا گیا کہ قریب المرگ بیمار کو اس کے وارث بچانے کے لئے کسی جھاڑنے والے کی تلاش میں پھرتے ہیں کو کوئی جھاڑ سے اور منتر سے اس کو ٹھیک کر دے لیکن وہ بیمار قریب المرگ یہ سمجھ رہا ہے کہ اب فراق ہے۔ پیارے فرزند۔ اور محبوبہ بیوی اور یہ گھر کہ جس کی تعمیر میں سرگرم رہا کرتا تھا۔ اور یہ املاک و جائیداد اور مال وخزانے اور ہاتھی گھوڑے اور یہ احباب اور جانی دوست اور یہ مادر مہربان اور شفیق باپ اور یہ بھائی بہن سب آج مجھ سے چھوٹتے ہیں اور میرے کوچ کا وقت آ گیا اور شدت سکرات موت سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے نیز نیچے کے بدن سے روح کا تعلق منقطع ہو جانے کے بعد پنڈلیوں کا ہلانا اور ایک کو دوسرے سے جدا رکھنا مرنے والے کے اختیار میں نہیں رہتا اس لئے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی پر بے اختیار جا گرتی ہے۔ ساق جس کے لفظی معنی پنڈلی کے ہیں یہاں بعض علماء نے عرب محاورہ کے مطابق اس کے معنی سختی کے لئے ہیں اور وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "ملی ایک سختی دوسری سختی کے ساتھ" کیونکہ مرنے والے کو اس وقت دو سختیاں پیش آتی ہیں۔ پہلی سختی تو دنیا سے جانا۔ مال ودولت اہل وعیال، گھر بار جاہ وحشم، نوکر چاکر سب کو بڑی حسرت کے ساتھ چھوڑنا۔ دوسرے وہاں کی باز پرس اور گوناگوں عذاب میں مبتلا ہونا۔ جب یہ سامان موت سب مہیا ہو چکتے ہیں اور ملائکہ روح قبض کر لیتے ہیں تو کہتے ہیں آج تجھ کو تیرے رب کی طرف جانا ہے یعنی سفر آخرت کی ابتداء یہاں سے ہے گویا بندہ اب اپنے رب کی طرف کھنچنا شروع ہوا مگر افسوس اس پر جس نے اپنی غفلت و حماقت سے کوئی سامان سفر کا پہلے سے درست نہ کیا۔ نہ اتنے بڑے سفر کے لئے کوئی توشہ ساتھ لیا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں یہ سمجھایا گیا کہ جب دنیا کو چھوڑنا اور آخرت کو جانا لازمی ہے تو پھر دنیا کی محبت میں منہمک ہو کر آخرت سے غافل ہونا اور اس کو چھوڑ بیٹھنا کس درجہ حماقت و نادانی ہے۔ قرآن کریم آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دینے کے ساتھ غور و فکر کرنے والے انسانوں کو بار بار جتلاتا ہے کہ آخرت کیوں ضروری ہے اور اس کا انکار کتنی سنگین گمراہی ہے اور اس کے کیا نتائج ہیں۔ چنانچہ اگلی آیات میں دنیا میں کفر وانکار کے نتیجہ کو ظاہر فرما کر اصل مضمون یعنی قیامت کے وقوع کا اثبات فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى

تو اس (یعنی منکرین قیامت) نے نہ تو تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی۔ لیکن تکذیب کی تھی اور منہ موڑا تھا۔ پھر ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا۔ تیری کم بختی

لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً

پر کم بختی آنے والی ہے۔ پھر تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے۔ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جاوے گا۔ کیا یہ شخص ایک قطرہ منی نہ تھا

مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ

جو ٹپکایا گیا تھا۔ پھر وہ خون کا لوتھڑا ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنایا پھر اعضاء درست کئے۔ پھر اس کی دو قسمیں کردیں مرد

وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾

اور عورت۔ کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ مردوں کو زندہ کردے۔

فَلَا صَدَّقَ نہ اس نے تصدیق کی	وَلَا صَلّٰى اور نہ اس نے نماز پڑھی	وَلٰكِنْ اور لیکن (بلکہ)	كَذَّبَ جھٹلایا	وَتَوَلّٰى اور منہ موڑا	ثُمَّ ذَهَبَ پھر چلا گیا وہ	
اِلٰٓى اَهْلِهٖ اپنے گھر والوں کی طرف	يَتَمَطّٰى اکڑتا	اَوْلٰى لَكَ افسوس تجھ پر	فَاَوْلٰى پس افسوس	ثُمَّ پھر	اَوْلٰى لَكَ افسوس تجھ پر	فَاَوْلٰى پھر افسوس
اَيَحْسَبُ کیا وہ گمان کرتا ہے؟	الْاِنْسَانُ انسان	اَنْ يُّتْرَكَ کہ وہ چھوڑ دیا جائے گا	سُدًى مہمل (یونہی)	اَلَمْ يَكُ کیا نہ تھا؟	نُطْفَةً نطفہ	
مِّنْ سے۔ کا	مَّنِيٍّ منی	يُّمْنٰى ٹپکایا گیا	ثُمَّ كَانَ پھر وہ ہوا	عَلَقَةً جما ہوا خون	فَخَلَقَ پھر اس نے اسے پیدا کیا	فَسَوّٰى پھر اسے درست کیا
فَجَعَلَ پھر بنائے	مِنْهُ اس سے	الزَّوْجَيْنِ دو جوڑے (قسمیں)	الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى مرد اور عورت	اَلَيْسَ کیا نہیں	ذٰلِكَ وہ	بِقٰدِرٍ قادر
عَلٰٓى پر	اَنْ يُّحْيِۦَ کہ وہ زندہ کرے	الْمَوْتٰى مردے (جمع)				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ چاہئے تو انسان کو یہ تھا کہ اتنے بڑے اور اہم سفر کے لئے پہلے سے سفر کا سامان درست کرتا اور توشہ ساتھ لے جاتا مگر افسوس کہ یہ اپنی غفلت اور حماقت سے قیامت ہی کا منکر ہے اور بجائے اس کے کہ ایمان لاتا۔ حق تعالیٰ کے کلام کو برحق مانتا۔ اللہ کے رسولوں کو سچا جانتا۔ الٹا بجائے سچا سمجھنے اور یقین لانے کے پیغمبروں کو جھوٹا بتلاتا رہا اور بجائے اللہ کی عبادت اور بندگی کے اور اپنے مالک کی طرف متوجہ ہونے کے ہمیشہ ادھر سے منہ موڑ کر چلا اور نہ صرف یہی بلکہ اپنی اس سرکشی اور بدبختی پر اتراتا اور اکڑتا ہوا اپنے متعلقین کے پاس جاتا تھا گویا کوئی بڑی بہادری کا کام کرکے آرہا ہے تو بجائے اس کے کفر وعصیان پر ندامت ہو الٹا اس پر فخر کرتا ہے کہ ہم نے اس طرح حق کو رد کیا اور باطل پر جمے رہے تو ایسے منکر قیامت کافر کی بدحالی کا آگے بیان ہے کہ اس وقت ایسے شخص سے کہا جاوے گا کہ او بدبخت اب تیری کم بختی آئی اور اب تیرے لئے خرابی پر خرابی اور تباہی پر تباہی ہے تجھ سے بڑھ کر اللہ کی نئی نئی سزاؤں کا مستحق اور کون ہوگا۔ آگے خاتمہ سورۃ پر قیامت کے قائم ہونے پر ایک دلیل دی جاتی ہے اس انداز سے کہ معمولی فہم کا انسان بھی اس کو سمجھ سکے چنانچہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کو یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ اور امر ونہی کی کوئی قید اس پر نہ ہو گی؟ یا مرے پیچھے پھر یہ اٹھایا نہ جائے گا؟ اور اس سے نیک وبد کا حساب نہ لیا جائے گا؟ کیا انسان کا اس جہان میں آنا۔ عقل وحواس پانا

طرح طرح کے اسباب دیئے جانا بس اس لئے ہے کہ چند روز رہ کر دنیا سے غائب ہوجائے اور اس دنیا میں شتر بے مہار ہو کر رہے؟ جائز نا جائز مزے اڑایا کرے اور جانوروں کی طرح سونے کھانے پینے کے سوا اس کو کچھ کام نہ ہو؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ دنیا میں اسے قدرت۔ اسباب اور عقل وفہم کا عطا کیا جانا اس بات کا مقتضی ہے کہ اس کو چند نامناسب باتوں سے منع کیا جائے۔ اور چند ضروری باتوں کا حکم دیا جائے۔ اور یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جن کاموں سے منع کیا گیا ان کے کرنے پر اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ان کے نہ کرنے پر باز پرس اور سزا ہو اور اسی طرح جن کاموں سے منع کیا گیا ان سے باز رہنے پر اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ان کے بجالانے پر انعام وجزا ہو جس کا محل دار آخرت ہے۔

حاصل یہ کہ انسان مہمل نہیں مکلف پیدا کیا گیا ہے۔ اس سے حساب کتاب بھی یقینی ہے اور اس پر جزا وسزا بھی لازمی ہے۔ پھر جو یہ منکر انسان مر کر دوبارہ زندہ ہونے کو امر محال سمجھتا ہے تو یہ اس کی نادانی اور حماقت ہے۔ یہ انسان اپنی ہی ہستی پر نظر اور غور کرے کہ یہ ابتدا میں نطفہ کی شکل میں بے جان اور بے بنیاد ایک ذلیل ناپاک قطرہ تھا جو مرد کی پشت سے عورت کے رحم میں آیا اور پھر خون کی پھٹکی اور گوشت کا لوتھڑا بنا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کے مراحل پورے کرکے ایسی شکل وصورت دے کر اور ظاہری اعضا اور باطنی قوتیں ٹھیک کرکے۔ ایک نطفہ بے جان سے انسان عاقل بنا کر پیدا کیا پھر خدا کی قدرت۔ صنعت وکاریگری کہ اسی نطفہ سے عورت ومرد دو قسم کے انسان پیدا کئے جن میں سے ہر ایک قسم کی ظاہری وباطنی خصوصیات جداگانہ ہیں تو کیا وہ خدا قادر مطلق جس نے ابتدا میں سب کو اپنی حکمت اور قدرت سے بنایا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اسے فنا کرکے پھر دوبارہ پیدا کردے؟ ضرور قادر ہے۔

الغرض یہاں قیامت کا اثبات اور منکرین قیامت کا رد فرمایا گیا۔ یہاں ان آیات میں ایسے انسان کے لئے جس نے کفر وتکذیب کو اپنا شعار زندگی بنائے رکھا اور دنیا کے عیش وعشرت اور مال دولت میں مست رہا اور پھر اسی حال پر مر گیا اس کے لئے اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی فرمایا گیا یعنی چار مرتبہ لفظ اولیٰ استعمال فرمایا گیا جو ویل سے ہے جس کے معنی ہلاکت اور بربادی کے ہیں۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں چار مرتبہ لفظ بربادی وتباہی استعمال کرنے میں اشارہ ہے کہ ایسے شخص کو اولیٰ پہلی مرتبہ مرتے وقت تباہی وبربادی سے واسطہ پڑے گا۔ دوسری مرتبہ پھر مرنے کے بعد عالم برزخ یا عالم قبر میں تباہی وبربادی کا سامنا ہوگا۔ تیسری مرتبہ حشر ونشر کے وقت اپنی تباہی کا سامان دیکھے گا۔ پھر اخیر میں چوتھی مرتبہ جہنم میں داخل ہو کر مصیبت پر مصیبت اور عذاب پر۔ عذاب یعنی کامل تباہی وبربادی کو اپنے حصہ میں پائے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ تو یہ سزا اس شخص کے لئے بتلائی گئی جس کا حال دنیا میں یہ تھا فَلَا صَدَّقَ یعنی آخرت پر یقین نہ لایا وَلَا صَلّٰی۔ یعنی ایمان لاکر نماز نہ پڑھی۔ وَلٰکِنْ کَذَّبَ یعنی قرآن کی آیات کو اور پیغمبروں کو سچا نہ جانا اور جھٹلایا وتولیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا۔ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى یعنی داعی حق سے منہ موڑ کر اینٹھتا اور اکڑتا ہوا اپنے گھر کو چل دیتا تھا۔ اب یہ ٹھیٹھ کافر یعنی خالص منکر قیامت وآخرت کی صفات ہیں جس کا عکس بھی کسی مسلم ومومن پر نہ پڑنا چاہئے چہ جائیکہ ان میں سے کسی صفت کا حامل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے ہم کو ایمان صادق اور اسلام کامل اور یقین واثق نصیب فرمائیں۔

سورۃ القیامۃ کے خواص

۱...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو سورۃ القیامۃ پڑھے وہ قیامت کے دن روشن چہرے کے ساتھ اٹھے گا۔

۲...... اگر کوئی آدمی گناہ میں پھنس چکا ہو اور اسے گناہ چھوڑنا مشکل لگتا ہو تو وہ سورۃ القیامۃ پڑھے اس سے وہ گناہ سے ہٹ کر توبہ تائب ہوجائے گا۔

الحمدللہ اس درس پر سورہ قیامہ کا بیان ختم ہوا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِحْدٰى وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ

بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا۔ ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا

نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝

اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔ ہم نے اس کو راستہ بتلایا یا تو وہ شکر گزار ہوگیا یا ناشکرا ہوگیا۔

هَلْ اَتٰى یقیناً آیا (گزرا)	عَلَى الْاِنْسَانِ انسان پر	حِيْنٌ ایک وقت	مِّنَ الدَّهْرِ زمانہ سے (میں)	لَمْ يَكُنْ شَيْئًا اور نہ تھا کچھ	مَذْكُوْرًا قابل ذکر	
اِنَّا خَلَقْنَا بیشک ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ	اَمْشَاجٍ مخلوط	نَّبْتَلِيْهِ ہم اسے آزمائیں	فَجَعَلْنٰهُ تو ہم نے اسے بنایا	
سَمِيْعًا بَصِيْرًا سنتا دیکھتا	اِنَّا هَدَيْنٰهُ بیشک ہم نے اسے دکھائی	السَّبِيْلَ راہ	اِمَّا شَاكِرًا خواہ شکر کرنے والا	وَّاِمَّا اور خواہ	كَفُوْرًا ناشکرا	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں پہلے انسان کی حقیقت کو بتلایا جاتا ہے کہ یہ انسان پہلے کچھ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے وجود کو جسم دیا۔ انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر دنیا میں آتا ہے لیکن اپنی پیدائش سے قبل اس انسان پر زمانہ میں ایک وقت ایسا بھی آچکا ہے کہ جب اس کا کچھ نام ونشان نہ تھا یعنی نہ یہ دنیا میں موجود تھا۔ نہ اہل دنیا میں اس کا تذکرہ تھا۔ پھر کتنے ہی دور طے کر کے نطفہ کی شکل میں آیا اور مرد وعورت کے مخلوط نطفہ سے اللہ نے اسے ماں کے پیٹ سے پیدا کیا۔ انسانوں کے جدامجد اور سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال تو قرآن پاک میں متعدد جگہ بیان ہو چکا ہے کہ ان کو مٹی سے بنایا گیا۔ یہاں عام نسل انسانی کی خلقت کا ذکر ہے اور اس پہلی ہی آیت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا ثبوت اور دہریوں کے عقائد کا رد ہے اور وہ اس طرح کہ در پردہ یہاں انسان سے خطاب ہے کہ تو جو زمین وآسمان کے قلابے ملاتا ہے اور خدا کا انکار کر کے کہیں دہر کو کہیں مادہ کو خالق کہتا ہے تو اے انسان تجھ کو علم و شعور ہی کیا ہے؟ پہلے تو اپنی اصل تو بیان کر کہ وہ مخلوط مرد وعورت کا نطفہ جو رحم مادر میں آیا وہ کون کون سی غذاؤں کے کھانے سے بنا تھا۔ اور رحم مادر میں اس پر کس کس وقت کیا کیا تغیرات پیدا ہوئے تھے اور اس سے پہلے اے انسان تو کیا تھا؟۔ تیرا نام ونشان بھی نہ تھا۔ جب تجھے اے انسان ان باتوں کا علم نہیں ہے تو کس اعتماد پر دہر اور مادہ کو خالق کہتا ہے۔ اگر تیرا کوئی بنانے والا اور پیدا کرنے والا نہیں تو پھر آپ ہی خود بخود تو بتدریج کیسے بن گیا؟۔ فعل بغیر فاعل کیسے ہو گیا؟ پھر وہی نطفہ تو تھا جس میں انسان کی تمام قوتیں اور اعضاء ودیعت اور پنہاں تھے تو اب کوئی بتلا تو دے کہ نطفہ کے کونسے جزو میں کون سی قوت اور کونسا عضو ودیعت رکھا گیا تھا۔ تو جو اے انسان ایسے حقیر اور ناپاک چیز سے بنا ہو کہ جو کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو دھویا جائے اس کو یہ غرور کی باتیں کب زیبا ہیں؟ آگے اس دنیا میں انسان کو پیدا کرنے اور پھیلانے کا راز بتلایا جاتا ہے کہ اس کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کو اس کا امتحان منظور ہے تا کہ اس کو آزمایا جائے کہ یہ دنیا میں کیا کرتا ہے۔ اور اپنے خالق مالک اور رازق کو پہچانتا ہے اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا دنیا کے لذات وشہوات ہی پر فریفتہ رہتا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کو انسان کی دنیا میں آزمائش منظور تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو سننے اور دیکھنے والا بھی کر دیا تا کہ اس کو احکام کا مکلف

اور امر و نہی کا مخاطب بنا کر امتحان لیا جائے اور دیکھا جائے کہ کہاں تک مالک کے احکام کی تعمیل میں وفاداری دکھلاتا ہے اسی لئے اس کو سننے ، دیکھنے اور سمجھنے کی قوتیں دی گئیں۔ جن پر تکلیف شرعی کا مدار ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی باتیں سن کر ایمان لائے۔ اگلے کفار و مشرکین کے حالات سن کر اور ان کی آفات سن کر عبرت لے اور ان بیہودہ عقائد اور افعال سے بچے اور اچھے برے میں امتیاز کرے۔ لوگوں کے غلط افسانوں پر نہ اترا رہے اور دنیا کی بے ثباتی اور روا روی کو دیکھ کر اپنے چلنے اور ٹھکانے کی بھی فکر کرے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اوّلاً تو اصل فطرت اور پیدائشی عقل و فہم سے پھر دلائل عقلیہ و نقلیہ سے نیکی کی راہ سمجھائی اور برے بھلے سب سے آگاہ کر دیا جس کا مقتضی یہ تھا کہ سب انسان ایک راہ پر چلتے لیکن گرد و پیش کے حالات اور خارجی عوارض سے متاثر ہو کر سب ایک راہ پر نہ رہے۔ بعض نے اللہ کو مانا اور اس کا حق پہچانا اور بعض نے ناشکری اور ناحق شناسی پر کمر باندھ لی اور کفر و شرک اختیار کیا۔

گویا انسان کے سامنے ہدایت اور گمراہی کے دونوں راستے واضح کر دیئے گئے۔ اب خواہ انسان اللہ کے بتلائے ہوئے راستہ کی قدر کرے اور اس پر چلے خواہ ناقدری کرے اور اس پر نہ چلے مگر ہر فریق اپنی جزا سن لے کہ نہ ماننے والے کے لئے کیا سزا ہونی ہے اور ماننے والوں کو کیا جزا ملنی ہے۔ یہ اگلی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا۔ اور پھر ہم کو اسلام و ایمان کی دولت عطا فرمائی اور کفر و شرک سے بچایا۔

یا اللہ ہمیں اسلام کی سچی قدر دانی کی توفیق عطا فرما اور اپنے احکام کا پورا ظاہراً و باطناً متبع بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمائے۔

یا اللہ ہمیں اپنے شاکر اور مومن بندوں میں شامل رکھئے اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ﴿٤﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ

ہم نے کافروں کیلئے زنجیریں اور طوق اور آتش سوزاں تیار رکھی ہے۔ جو نیک ہیں وہ ایسے جام پیویں گے جس میں

مِزَاجُهَا كَافُورًا ﴿٥﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ﴿٦﴾ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ

کافور کی آمیزش ہوگی۔ یعنی ایسے چشمے سے جس سے خدا کے خاص بندے پئیں گے جس کو وہ بہا کرلے جائیں گے۔ وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں

يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ﴿٧﴾ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا

جس کی سختی عام ہوگی۔ اور وہ لوگ خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تم کو

نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿٩﴾ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا

محض خدا کی رضامندی کیلئے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے بدلہ چاہیں اور نہ شکریہ۔ ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں۔

قَمْطَرِيرًا ﴿١٠﴾ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ﴿١١﴾

سو اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرماوے گا۔

اِنَّآ اَعْتَدْنَا بیشک ہم نے تیار کیا	لِلْكٰفِرِيْنَ کافروں کیلئے	سَلٰسِلَا زنجیریں	وَاَغْلٰلًا اور طوق	وَسَعِيْرًا اور دہکتی آگ	اِنَّ بیشک	الْاَبْرَارَ نیک بندے
يَشْرَبُوْنَ پئیں گے	مِنْ كَاْسٍ پیالے سے	كَانَ مِزَاجُهَا اسمیں آمیزش ہوگی	كَافُوْرًا کافور کی	عَيْنًا ایک چشمہ	يَشْرَبُ بِهَا اس سے پیتے ہیں	
عِبَادُ اللّٰهِ اللہ کے بندے	يُفَجِّرُوْنَهَا اس سے رواں کرتے ہیں	تَفْجِيْرًا نالیاں	يُوْفُوْنَ وہ پوری کرتے ہیں	بِالنَّذْرِ (اپنی) نذریں		
وَيَخَافُوْنَ اور وہ ڈرتے ہیں	يَوْمًا اس دن سے	كَانَ ہوگی	شَرُّهٗ اسکی برائی	مُسْتَطِيْرًا پھیلی ہوئی	وَيُطْعِمُوْنَ اور وہ کھلاتے ہیں	الطَّعَامَ کھانا
عَلٰى حُبِّهٖ اسکی محبت پر	مِسْكِيْنًا محتاج۔ مسکین	وَيَتِيْمًا اور یتیم	وَاَسِيْرًا اور قیدی	اِنَّمَا اسکے سوا نہیں	نُطْعِمُكُمْ ہم تمہیں کھلاتے ہیں	
لِوَجْهِ اللّٰهِ رضائے الٰہی کیلئے	لَا نُرِيْدُ ہم نہیں چاہتے	مِنْكُمْ تم سے	جَزَآءً کوئی جزا	وَلَا شُكُوْرًا اور نہ شکریہ	اِنَّا نَخَافُ بیشک ہم ڈرتے ہیں	
مِنْ رَّبِّنَا اپنے رب سے	يَوْمًا اس دن کا	عَبُوْسًا منہ بگاڑنے والا	قَمْطَرِيْرًا نہایت سخت	فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ پس انہیں بچا لیا اللہ نے		
شَرَّ برائی	ذٰلِكَ الْيَوْمِ اس دن	وَلَقّٰىهُمْ اور انہیں عطا کی	نَضْرَةً تازگی	وَسُرُوْرًا اور خوش دلی		

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دنیا میں جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور اندھا دھند اپنی خواہشات کے پورا کرنے میں لگ گئے اور جو رسم و رواج اور اوہام وظنوں کی زنجیروں میں جکڑے رہے اور غیر اللہ کی اطاعت کے طوق اپنے گلوں سے نہ نکال سکے بلکہ حق اور قائلین حق کے خلاف دشمنی اور لڑائی کی آگ بھڑکانے میں عمریں گذار دیں۔ کبھی بھول کر اللہ کی نعمتوں کو یاد نہ کیا۔ نہ اس کی سچی فرمانبرداری کا خیال دل میں لائے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جہنم کے طوق اور زنجیریں اور دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے کہ لوہے کی زنجیروں میں باندھ کر اور گلے میں لوہے کے وزنی طوق ڈال کر جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر سیسہ کے ایک گول ٹکڑے کو جو کھوپڑی کے مانند ہو آسمان سے زمین کی طرف ڈالا جائے جس کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ کا ہے تو وہ

ایک رات گزرنے سے پہلے زمین پر پہنچ جائے۔ لیکن اگر اس سیسہ کے ٹکڑے کے اس زنجیر کے کنارہ سے چھوڑا جائے جس میں دو زخیوں کو باندھا جائے گا تو چالیس برس تک لڑھکتے رہنے کے باوجود اس زنجیر کی انتہا یا جڑ تک نہ پہنچے گا۔ اس سے اس زنجیر کی لمبائی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس قدر طویل ہوگی۔

آگے دوسرے گروہ ابرار یعنی اللہ کے نیک بندے جنہوں نے دنیا میں اپنے منعم حقیقی کو پہچانا اور اس کے احکام کے موافق اپنی زندگی دنیا میں گذاری اور خالق کی عبادت و بندگی کے ساتھ مخلوق خدا کے ساتھ بھی بھلائی و ہمدردی کی ان کو آخرت میں یہ جزا ملے گی کہ وہ جنت کے پانی کے ایسے جام پیویں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی اور یہ کافور دنیا کا نہیں بلکہ جنت کا ایک خاص چشمہ ہے جو خاص طور پر اللہ کے مخصوص اور مقرب بندوں کو ملے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر ذکر کیا گیا ہے جنت میں چار قسم کی نہریں ہوں گی یعنی ایک شیریں اور خنک پانی کی نہریں۔ دوسرے دودھ کی نہریں۔ تیسرے نہایت فرحت افزا اور خوش رنگ شراب طہور کی نہریں۔ اور چوتھے صاف و شفاف شہد کی نہریں۔ ان کے علاوہ تین قسم کے چشمہ ہیں ایک کا نام کافور ہے۔ جس کی خاصیت خنکی ہے دوسرے کا نام زنجبیل ہے جس کو سلسبیل بھی کہتے ہیں اس کی خاصیت گرم ہے مثل چاء وقہوہ کے۔ اور تیسرے کا نام تسنیم ہے جو نہایت لطافت کے ساتھ ہوا میں معلق جاری ہے ان تینوں چشموں کا پانی مقربین کے لئے مخصوص ہے لیکن دوسرے اصحاب جنت کو بھی جو ان سے کمتر ہیں ان میں سے سربمہر گلاس مرحمت ہوں گے جو پانی پینے کے وقت گلاب اور کیوڑہ کی طرح سے اس میں سے تھوڑا تھوڑا ملا کر پیا کریں گے۔ پھر اس چشمہ کافور کی جو مقربین کے لئے مخصوص ہوگا یہ کیفیت ہوگی کہ مقربین اہل جنت جدھر اشارہ کریں گے اسی طرف اس کی نالی بہنے لگے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس چشمہ کافور کا اصل منبع حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قصر میں ہوگا وہاں سے انبیاء اور مقربین کے محلات تک اس کی نالیاں پہنچائی جائیں گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ یہ تو جزا ہوگی آخرت میں ابرار یعنی اللہ کے نیک بندوں کی۔

اب آگے ان ابرار کی کچھ خصلتیں اور صفات بتلائی جاتی ہیں کہ وہ لوگ واجبات یا جو منت مان کر واجب کر لی ہو اسے پورا کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب خود اپنی لازم کی ہوئی چیز کو پورا کریں گے تو اللہ کی لازم کی ہوئی باتوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ تو ابرار کی پہلی صفت یہ بیان ہوئی کہ جو عبادتیں خدا کی طرف سے ان کے ذمہ تھیں وہ تو بجا ہی لاتے ہیں بلکہ جو چیز یہ اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں یعنی نذر وہ بھی پوری کرتے ہیں۔ دوسری صفت یہ بیان ہوئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتے رہتے ہیں کیونکہ قیامت کے دن کا ڈر ہے جس کی گھبراہٹ اور سختی عام طور پر سب کو گھیر لے گی۔ مگر جس پر خدا کا کرم و رحم ہو وہی محفوظ رہ سکے گا۔ تیسری صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ یہ ابرار اللہ کی محبت میں اپنا کھانا باوجود خواہش اور احتیاج کے نہایت شوق او رخلوص سے مسکینوں۔ یتیموں اور قیدیوں کو کھلا دیتے ہیں گویا اللہ کی رضا کے لئے اللہ کی محبت میں مستحق لوگوں پر اپنی طاقت و وسعت کے مطابق خرچ بھی کرتے رہتے ہیں اور پھر اس حسن سلوک کا نہ تو ان لوگوں سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں۔ اور نہ شکریہ یعنی نہ کوئی فعلی بدلہ چاہتے ہیں نہ قولی۔ بلکہ اپنے زبان حال سے یہ کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ یہ حسن سلوک محض لوجہ اللہ یعنی صرف خدا کی رضا مندی کے لئے کرتے ہیں۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ خیرات کسی کے گھر بھیجتی تھیں۔ پھر واپسی کے بعد قاصد سے پوچھتی تھیں کہ ان گھر والوں نے کیا کہا۔ اگر قاصد کہتا کہ آپ کے لئے دعا کی تھی تو ام المومنین بھی ان کو ویسی ہی دعا دیتی تھیں۔ تاکہ خیرات خالص اللہ واسطے باقی رہے یعنی اجر آخرت کے لئے باقی رہے۔ دنیوی کوئی اجر اس سے حاصل نہ ہو یہاں تک کہ اس کے عوض کلمہ دعائیہ بھی نہ ملے۔ اللہ اکبر! یہ تھا ان حضرات کا اخلاص اور وہ ابرار یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس دن کے عذاب سے جو نہایت سخت اور دشوار گزار ہوگا۔ اس دن کے عذاب اور ہولناکیوں سے بچنے کیلئے یہ ذخیرہ جمع کرتے ہیں۔ آیت یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ سے لے

کر اِنَّا نَخَافُ مِنۡ رَّبِّنَا یَوۡمًا عَبُوۡسًا قَمۡطَرِیۡرًا تک کے متعلق بعض مفسرین نے جنہوں نے ان کو مدنی آیات مانا ہے ان کے شان نزول کے متعلق ایک روایت یہ لکھی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراؓ کے گھر تشریف لائے تو حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو بیمار پایا تو آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ کچھ اللہ کی منت مان لو کہ حسنین کو شفا ہو جائے۔ دونوں نے تین روزوں کی منت مان لی۔ شافی مطلق نے حضرات سبطینؓ کو صحت کلی عطا فرمائی۔ ایفائے نذر کی نیت سے روزے رکھے۔ شام کے وقت کچھ قرض لے کر پیسے اور روٹی پکا کر روزہ افطار کرنے بیٹھے ہی تھے کہ دروازہ پر ایک مسکین نے آ کر سوال کیا کہ اے اہل بیت نبوت اللہ کے واسطے مجھ محتاج کا پیٹ بھرو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً اپنے حصہ کی روٹی لا حاضر کی اس پر سارے گھر والوں نے اپنے اپنے حصہ کی روٹی فقیر کو لا کر دے دی۔ صرف پانی سے روزہ کھول کر اللہ کے نام پر سو رہے۔ دوسرا روز ہوا شام کو روٹی لے کر بیٹھے ہی تھے کہ دروازہ پر ایک یتیم نے صدا دی کہ بے ماں باپ کا بچہ ہوں روٹی کھلا دو۔ حضرت علیؓ نے پھر اپنا حصہ اس کو جا کھلایا اور تمام گھر والوں نے روز گزشتہ کی طرح اپنا اپنا کھانا یتیم کے حوالہ کیا۔ پھر پانی سے روزہ کھول کر سو رہے۔ تیسرے دن شام کے وقت ایک قیدی آ کھڑا ہوا۔ اس روز بھی گزشتہ دونوں دنوں کی طرح سب نے تمام کھانا اس اسیر کے حوالہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت نبوت کی مدح میں یہ آیات نازل فرمائیں۔ بعض محدثین نے اس روایت کی صحت میں کلام کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض اوپر ابرار کے اوصاف بیان فرمائے گئے تھے اب آگے ان کی جزائے خیر کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جب وہ آخرت کے دن سے ڈرتے رہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں اس دن کے شر اور برائی سے محفوظ رکھے گا اور ان پر کوئی مصیبت اور آفت اس روز نہ آئے گی بلکہ ان کو فرحت اور خوشی عطا کی جائے گی اور ان کے چہرے خوشی سے تر و تازہ اور خوش و خرم ہوں گے۔

ان آیات میں اخلاص کی ترغیب اور تعلیم دی گئی ہے اور اخلاص یعنی للّٰہیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر اچھا کام یا کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ صرف اس لئے اور اس نیت سے کیا جائے۔ کہ ہمارا مولا اور پروردگار ہم سے راضی ہو۔ ہم پر رحمت فرمائے اور اس کی ناراضگی اور غضب سے ہم محفوظ رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشادات و تعلیمات میں یہی بتلایا ہے کہ تمام اچھے اعمال اور اخلاق کی روح اور جان یہی اخلاص نیت ہے۔

اگر بظاہر اچھے سے اچھے اعمال اس سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضائے الٰہی نہ ہو بلکہ نام و نمود۔ فخر و ریا یا کوئی اور جذبہ ان کا محرک ہو تو اللہ کے نزدیک ان کی کوئی قیمت نہیں اور ان پر کوئی ثواب ملنے والا نہیں بلکہ الٹا مواخذہ اور سزا کا ڈر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مخلص بندوں کے طفیل میں اخلاص کی دولت عطا فرمائیں۔ آمین۔

ابھی آگے مزید انعامات و احسانات اور جنت کی اعلیٰ نعمتیں جو کہ ابرار کو حاصل ہوں گی اُن کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا یقین کامل ہم کو نصیب فرمائیں اور اس زندگی میں آخرت کے سفر کی ہمہ وقت تیاری کا فکر عطا فرمائیں۔ یا اللہ اپنی رحمت سے ہم سے اس زندگی میں وہ کام کرا لیجئے جو آخرت میں آپ کی مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنیں اور ان کاموں سے بچا لیجئے جو آپ کی ناراضگی کا سبب بنیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا

اوران کی پختگی کے بدلہ میں ان کو جنت اور ریشمی لباس دے گا۔ اس حالت میں کہ وہ وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ وہاں نہ تپش پائیں گے

وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ

اور نہ جاڑا۔ اور یہ حالت ہوگی کہ درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور ان کے میوے ان کے اختیار میں ہوں گے۔ اور ان کے پاس چاندی کے برتن

مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ

لائے جاویں گے اور آبخورے جو شیشے کے ہوں گے وہ شیشے چاندی کے ہوں گے۔ جن کو بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا۔ اور وہاں ان کو

فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ

ایسا جام پلایا جاوے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمے سے جو وہاں ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا اور ان کے پاس ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے

مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾

جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ اے مخاطب اگر تو ان کو دیکھے تو یوں سمجھے کہ موتی ہیں جو بکھر گئے ہیں۔

وَجَزٰىهُمْ اور انہیں بدلہ دیا	بِمَا صَبَرُوْا انکے صبر پر	جَنَّةً جنت	وَحَرِيْرًا اور ریشمی لباس	مُتَّكِـِٕيْنَ تکیہ لگائے ہوں گے	فِيْهَا اس میں	
عَلَى الْاَرَآئِكِ تختوں پر	لَا يَرَوْنَ وہ نہ دیکھیں گے	فِيْهَا اس میں	شَمْسًا دھوپ	وَلَا زَمْهَرِيْرًا اور نہ سردی	وَدَانِيَةً اور نزدیک ہو رہے ہونگے	
عَلَيْهِمْ ان پر	ظِلٰلُهَا انکے سائے	وَذُلِّلَتْ اور نزدیک کردیے گئے ہوں گے	قُطُوْفُهَا اس کے گچھے	تَذْلِيْلًا جھکا کر	وَيُطَافُ اور دور ہوگا	
عَلَيْهِمْ ان پر	بِاٰنِيَةٍ برتنوں کا	مِنْ فِضَّةٍ چاندی کے	وَاَكْوَابٍ اور آبخورے	كَانَتْ ہوں گے	قَوَارِيْرَا شیشے کے	قَوَارِيْرَا شیشے
مِنْ فِضَّةٍ چاندی کے	قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا انہوں نے انکا اندازہ کیا ہوگا مناسب اندازہ	وَ اور	يُسْقَوْنَ انہیں پلایا جائے گا	فِيْهَا اس میں		
كَاْسًا ایسا جام	كَانَ ہوگی	مِزَاجُهَا اسکی آمیزش	زَنْجَبِيْلًا سونٹھ	عَيْنًا ایک چشمہ	فِيْهَا اس میں	تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا موسوم کیا جاتا ہے سلسبیل
وَيَطُوْفُ اور گردش کریں گے	عَلَيْهِمْ ان پر	وِلْدَانٌ لڑکے	مُخَلَّدُوْنَ ہمیشہ (نو عمر) رہنے والے	اِذَا رَاَيْتَهُمْ جب تو انہیں دیکھے		
حَسِبْتَهُمْ تو انہیں سمجھے	لُؤْلُؤًا موتی	مَنْثُوْرًا بکھرے ہوئے				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بھی ابرار کے متعلق بیان جاری ہے کہ آخرت میں ان کو کیا کیا نعمتیں ملیں گی چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ ابرار دنیا کی تنگیوں اور سختیوں پر صبر کر کے معاصی سے رکے رہے تھے اور اللہ کی اطاعت پر جمے رہے تھے۔ اپنی نذر کو پورا کرنے اور مسکینوں۔ یتیموں اور محتاجوں کے کھلانے پلانے میں تکالیف برداشت کرتے تھے۔ دنیا میں شرعی پابندیوں کو کشادہ دلی سے برداشت کرتے تھے۔ پھٹے پرانے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن لیتے تھے اور خالص ریشمی کپڑوں سے دنیا میں ممنوع ہونے کی وجہ سے پرہیز کرتے تھے تو اس صبر کے عوض میں اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں جنت کے باغ رہنے کو اور ریشمی لباس فاخرہ پہننے کو عطا فرمائے گا۔ روایات میں آتا ہے کہ ادنیٰ جنتی کو ہر صبح وشام ستر جوڑے حریر کے جن کے رنگ مختلف ہوں گے اور نہایت نفیس اور منقش اس کے خادم اس کے سامنے لایا کریں گے تاکہ ان میں سے جو مرغوب اور خوش معلوم ہو وہ اس کو پہنے اور باریکی میں وہ ایسے ہوں گے جیسے پھول کی پتی۔ اور بعض ایسے باریک اور نازک ہوں گے کہ ستر تہوں میں سے بدن نظر

ہے گا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اگر وہاں کا لباس اور زیور زمین پر لایا جائے تو وہ اپنی چمک دمک سے جہان کو اس قدر روشن کر دے کہ آفتاب کی روشنی اس کے سامنے ماند ہو جائے اور نہ صرف یہ کہ انہیں ایسے قیمتی اور لباس فاخرہ ملیں گے بلکہ ان کے لیٹنے بیٹھنے کے لئے بہشت میں طلائی پلنگ اور سایہ دار تخت ہوں گے جیسے دنیا میں بادشاہوں کے تخت ہوتے ہیں جن پر گدے اور ریشمین تو شکیں بچھی ہوں گی اور یہ ان پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ پھر جنت کا موسم نہایت معتدل اور خوشگوار ہوگا نہ گرمی کی تکلیف نہ سردی کی۔ نہ آفتاب کی شعاعیں نہ تاریکی۔ بلکہ ایسی حالت ہو گی جیسے طلوع آفتاب سے کچھ دیر پیشتر ہوتی ہے۔ وہاں عرش کے نور کی روشنی ہوگی نہ کہ چاند و سورج کی۔ اور جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے یہ چاند اور سورج تو جہنم میں ڈال دیئے جائینگے۔ پھر اس جنت کے درخت باوجود نہایت بلند و بزرگ و سایہ دار ہونے کے بڑے باشعور ہوں گے۔ جس وقت کوئی جنتی کسی میوہ کو رغبت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی شاخ اس قدر نیچے کو جھک جائے گی کہ بغیر کسی مشقت کے وہ اس کو توڑ لیا کریگا۔

درختوں کی شاخیں مع اپنے پھول اور پھلوں کے جنتیوں پر جھکی پڑتی ہوں گی اور پھلوں کے خوشے اس طرح لٹکے ہوں گے کہ جنتی کھڑے بیٹھے لیٹے جس حالت میں چاہیں گے بے تکلف لے سکیں گے۔ پھر جنت میں جنتیوں کے لئے قسم قسم کے میووں اور پھلوں ہی پر بس نہ ہوگی بلکہ اور بھی کھانے پینے کا شاہانہ سامان ہوگا۔ برتن اور آبخورے اور ظروف چاندی کے ہوں گے اور ایسے صاف شفاف اور چمکدار کہ شیشے کی طرح معلوم ہوں گے ان کے اندر کی چیز باہر سے صاف نظر آئے گی۔ پھر وہ آبخورے ایک عجیب صنعت اور اندازہ سے بنائے گئے ہوں گے ہر ایک برتن میں وقت حاجت کی رعایت ہوگی۔ جنتی کو جس قدر پینے کی خواہش ہوگی ٹھیک اسی اندازے کے موافق بھرے ہوئے ہوں گے کہ نہ کمی رہے اور نہ بچے۔ یہاں چاندی کے برتن اور آبخوروں کا ذکر ہے لیکن سونے کے برتن بھی جنت میں ہوں گے جیسا کہ سورہ زخرف ۲۵ ویں پارہ میں فرمایا گیا یُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ (ان کے پاس سونے کی رکابیاں لائی جائیں گی اور گلاس بھی۔ گویا موقع اور محل کے مناسب کہیں سونے کے اور کہیں چاندی کے برتن ہوں گے۔ الغرض کہ جنتیوں کو چاندی وسونے کے گلاسوں میں مشروب پلایا جائے گا۔ گذشتہ درس میں ذکر ہوا تھا اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا (ابرار جنت میں ایسے جام پئیں گے جس میں آمیزش کافور کی ہوگی)۔ اور کافور جنت کا ایک چشمہ ہے جس کی خاصیت خنکی اور ٹھنڈک ہے۔ یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ ان اہل جنت کو ایسا عمدہ مشروب پلایا جائے گا جس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی اور زنجبیل ایک چشمہ ہے جنت میں جس کو سلسبیل بھی کہتے ہیں جس کی خاصیت گرم ہے۔ تو یہ اختلاف پینے والوں کی طبعی خواہش کے پیش نظر ہوگا۔ گرم مزاج والوں کو مشروب کی خنکی پسند ہوتی ہے ان کو ایسا مشروب مرغوب ہوگا جس میں کافور کی آمیزش ہو اور سرد مزاج والوں کو گرم مشروب پسند ہوتا ہے اس لئے ان کو وہ مشروب مرغوب ہوگا جس میں زنجبیل کی آمیزش ہو۔ گویا ہر جنتی کی رغبت خاطر جدا جدا ہوگی ویسے ہی اس کی رغبت کا سامان ہوگا۔ اب ان مشروبات اور لذائذ اور نعمتوں کو ہر وقت اہل جنت کے پاس لانے اور لے جانے کے لئے خدام ہوں گے جن کو غلمان کہا جاتا ہے۔ یہ جنت میں ایک جدا مخلوق ہے جو حسین و خوبصورت بچوں کی شکل میں ہوگی۔ یہ جنت میں ہمیشہ ایک عمر کے رہیں گے اور مثل بکھرے ہوئے موتیوں کے چاروں طرف خدمت کرتے ہوئے پھریں گے۔ غلمان جن کا لڑکپن ہمیشہ باقی رہے گا کبھی جوان یا بوڑھے نہ ہوں گے چونکہ لڑکوں میں ایک شوخی۔ شرارت۔ ترت۔ پھرت۔ اور بھولا پن ہوتا ہے اس لئے عیش و نشاط کی مجلسوں میں ان کے کھلانے پلانے میں کام کرنا ایک عجیب لطف دیتا ہے۔ یہ غلمان ہمہ وقت اہل جنت کے پاس کھانے اور پینے کی چیزیں لاتے اور لے جاتے رہیں گے اور ایسے حسین اور خوبصورت اور پرنور ہوں گے کہ ان کو خدمت میں ادھر ادھر آتے جاتے جو کوئی دیکھے تو یہ سمجھے کہ گویا موتی ہیں جو بکھرے ہوئے ہیں۔ گویا ان کے حسن اور ادھر ادھر چلنے پھرنے کو بکھرے ہوئے موتیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

ابھی اہل جنت کے انعامات اور جنت کی نعمتوں کا مزید حال اگلی آیات میں جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا ۝ عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ

اور اے مخاطب اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے۔ ان جنتیوں پر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے

وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً

بھی اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جاویں گے اور ان کا رب ان کو پاکیزہ شراب پینے کو دے گا۔ یہ تمہارا صلہ ہے

وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝

اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔

وَاِذَا رَاَیْتَ اور جب تو دیکھے گا	ثَمَّ وہاں	رَاَیْتَ تو دیکھے گا	نَعِیْمًا بڑی نعمت	وَّمُلْکًا کَبِیْرًا اور بڑی سلطنت	عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ ان کے اوپر کی پوشاک	
سُنْدُسٍ باریک ریشم	خُضْرٌ سبز	وَّ اِسْتَبْرَقٌ اور دبیز ریشم (اطلس)	وَحُلُّوْا اور انہیں پہنائیں جائیں گے	اَسَاوِرَ کنگن	مِنْ فِضَّةٍ چاندی کے	
وَسَقٰهُمْ اور انہیں پلائیگا	رَبُّهُمْ ان کا رب	شَرَابًا ایک شراب (مشروب)	طَهُوْرًا نہایت پاک	اِنَّ هٰذَا بیشک یہ	كَانَ ہے	لَكُمْ تمہاری
جَزَآءً جزا	وَّكَانَ اور ہوئی	سَعْيُكُمْ تمہاری سعی	مَّشْكُوْرًا مشکور (مقبول)			

تفسیر و تشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ جو کچھ نعمتیں جنت کی بیان ہوئیں کچھ اس پر موقوف نہیں۔ جنت کا کیا حال کہا جائے۔ کوئی دیکھے تو معلوم ہو کہ کیسی عظیم الشان نعمت اور کتنی بھاری بادشاہت ہے جو ادنیٰ ترین جنتی کو نصیب ہوگی۔ دیکھنے والا جنت میں نظر کرے گا تو ایسی عظیم الشان نعمتیں اور ایسی زبردست سلطنت اور ایسے شاہانہ تجملات و تکلفات دیکھے گا کہ جو دنیا میں بڑے سے بڑے بادشاہوں کو بھی وہاں کا لاکھواں حصہ بھی نصیب نہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ کمترین مرتبہ والا جنتی وہ ہوگا جو اپنے باغات کو بیویوں اور خادموں کو اور اپنے سامان عیش و عشرت کو ہزار برس اور ایک روایت میں دو ہزار برس ہے کی راہ مسافت سے دیکھے گا اور اس کو اپنی سلطنت کی حدود کا آخری کنارہ اس طرح نظر آئے گا جس طرح قریب ترین حصہ نظر آئے گا یعنی دور و نزدیک یکساں معلوم ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو جہنم میں سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا اس سے جناب باری تعالیٰ فرمائیں گے جا میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے بلکہ اس سے بھی دس حصہ زیادہ دیا۔ اللہ اکبر! یہ حال تو ہے ادنیٰ ترین جنتی کا پھر اعلیٰ ترین جنتی کا کیا درجہ ہوگا! اے کریم رب! اپنے کرم سے ہم کو بھی اپنی جنتوں کی نعمتوں سے سرفراز فرمایئے گا۔ گو ہمارے اعمال ایسے نہ ہوں مگر ہمارا ایمان ہے کہ آپ کی رحمت اعمال ہی پر موقوف نہیں۔ آمین۔

آیت وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا کے شان نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ سرور کائنات فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور آپ کے جسم مبارک پر چٹائی کے تمام نشانات پڑ گئے ہیں۔ جسم کی یہ حالت دیکھ کر حضرت عمرؓ کا دل بھر آیا۔ آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پڑی تو آپ نے پوچھا کہ یکایک اس طرح رونے اور رنج کرنے کی کیا وجہ ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ شاہ فارس اور شاہ روم کی طرف خیال چلا گیا تھا کہ وہ دنیاوی بادشاہ ہو کر کیسی کیسی نعمتوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور آپ حبیب خدا اور اشرف الانبیاء ہو کر چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی کپڑا تک بھی نہیں اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا اے عمر! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ ان کی فانی نعمتیں

دنیا ہی کے لئے ہوں اور ہماری دائمی نعمتیں اللہ تعالیٰ آخرت کے لئے ذخیرہ فرمائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وَاِذَا رَاَیْتَ نازل فرمائی یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم جنت کی جس جگہ نظر ڈالو تمہیں نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی سلطنت نظر آئے گی۔ تم دیکھو گے کہ راحت و سرور نعمت ونور سے جنت کا چپہ چپہ معمور ہے۔ اہل جنت کی سیر وتفریح کے واسطے ہوائی سواریاں اور تخت ہوں گے جو ایک ساعت میں ایک ماہ کا راستہ طے کرتے ہوں گے۔ جنت میں ایسے قبے۔ برج اور بنگلے ہوں گے جو ایک ہی یاقوت یا موتی یا زمرد یا دیگر جواہرات سے رنگ برنگ بنے ہوں گے۔ جنت کی سب سے افضل وبہتر نعمت دیدار الٰہی ہے۔ دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کی حیثیت سے اہل جنت چار قسم کے ہوں گے۔ ایک تو وہ جو سال بھر میں ایک مرتبہ۔ دوسرے وہ جو ہر جمعہ کو۔ تیسرے وہ جو دن میں دو دفعہ مشرف ہوں گے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ صبح اور عصر کی نماز نہایت خشوع وخضوع سے پڑھنے سے اس دیدار میں بڑی مدد ملتی ہے۔ چوتھی جماعت اخص الخاص ہر وقت بارگاہ الٰہی میں حاضر رہیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم وفضل سے اپنے دیدار کی نعمت عظمٰی سے ہم کو بھی مشرف فرمائیں۔ آمین۔ آگے اہل جنت کی پوشاک کا حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ وہ سبز ہرے رنگ کا چمکدار ریشم ہوگا اور بیش بہا اور گرانقدر دبیز ریشم کا بھی ہوگا گویا جنتی کو جو لباس مرغوب ہوں گے اسی قسم کے شاہانہ لباس ان کو ملیں گے۔ ساتھ ہی چاندی کے کنگن ہاتھوں میں ہوں گے۔ یہاں آیت میں فرمایا گیا وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ (اور ان کو پہنائے جائیں گے چاندی کے کنگن) اور سورہ کہف پندرہویں پارہ میں فرمایا گیا یحلون فیھا من اساور من ذھب (پہنائے جائیں گے ان کو وہاں کنگن سونے کے)۔ تو دراصل کنگن یا ریشمی کپڑے اور اسی طرح جنت کی تمام نعمتوں کی خاص کیفیت اور اصل حقیقت ہم دنیا میں سمجھ نہیں سکتے کیونکہ ہماری محسوسات کی دنیا میں اس عالم آخرت کی کوئی پوری مثال موجود نہیں رہا یہ کہ یہاں چاندی کے کنگن فرمائے اور سورہ کہف میں سونے کے تو علما نے لکھا ہے کہ کسی کو چاندی کے ملیں گے اور کسی کو سونے کے مثلاً ابرار کو چاندی کے اور مقربین کو سونے کے یا کبھی چاندی کے ملیں اور کبھی سونے کے یا کسی کو ایک وقت چاندی کے پہنائے جائیں دوسرے وقت سونے کے۔ اب یہاں ایک سوال ہو سکتا ہے کہ زیور عورتوں کے لئے زینت ہے۔ مردوں کے لئے معیوب ہے پھر جنت میں کنگن پہنانے کی کیا وجہ؟ اس کے جواب میں علما کے چند اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ ہر وطن کا مقتضا جدا ہے۔ دنیا میں کسی امر کا عیب ہونا آخرت میں عیب ہونے کو لازم نہیں۔ دوسرے یہ کہ مشرقی ممالک میں قدیم رواج ہے کہ سردار کے ہاتھ میں چاندی یا سونے کا کڑا یا کنگن ڈالا جاتا ہے کہ چاندی سونا اس کے ہاتھ میں ہے گویا یہ سرداری کی علامت ہے جیسا کہ موجودہ مغربی ملکوں میں تمغہ اور میڈل۔ پس اسی قسم کا یہ بھی جنت میں ان کی سرداری و بادشاہی کا تمغہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ دراصل یہ چاندی اور سونے کا زیور جنت کی عورتوں اور خادموں کو پہنایا جائے گا مگر لفظ میں جانب تذکیر کو غلبہ دے کر مذکر کے صیغے اس لئے لائے گئے کہ ان کی عورتوں اور خادموں کو پہنانا انہیں کی خوشنودی کا باعث ہے تو گویا ان کو ہی پہنایا گیا۔ چوتھے یہ کہ یہ کنایہ ہے ان کے ان انوار و برکات سے جو دنیا میں انہوں نے ان متبرک ہاتھوں سے نیک اعمال کئے تھے۔ یہ ان کی روشنی اور نور ہوگا جو ہاتھ میں کنگن معلوم ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ابرار کی دنیا میں ایک ایک نیک صفت آخرت میں ایک ایک نعمت بن کر ان کے سامنے آئے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جنت کی ان دائمی نعمتوں سے ہم سب کو بھی نوازیں۔ آمین۔ اب آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حق تعالیٰ اپنا خاص کرم جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمایا یعنی یہ قرآن کریم بتدریج تھوڑا تھوڑا نازل کر کے آپ پر بھیجا اس کو یاد دلاتے ہیں اور اس اکرام کی شکر گذاری کی ہدایت فرماتے ہیں جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝۲۳ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝۲۴

ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا ہے۔ سو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر مستقل رہیئے اور ان میں سے کسی فاسق یا کافر کے کہنے میں نہ آیئے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۲۵ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝۲۶ اِنَّ

اور اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیا کیجئے۔ اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اس کو سجدہ کیا کیجئے اور رات کے بڑے حصہ میں اس کی تسبیح کیا کیجئے۔ یہ لوگ

هٰٓؤُلَاۗءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَاۗءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝۲۷ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ

دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کئے

اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝۲۸ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاۗءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ

اور جب ہم چاہیں ان ہی جیسے لوگ ان کی جگہ بدل دیں۔ یہ نصیحت ہے سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے۔

سَبِيْلًا ۝۲۹ وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۳۰ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ

اور بدوں خدا کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔ وہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے۔

فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۳۱

اور ظالموں کیلئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

إِنَّا نَحْنُ بیشک ہم	نَزَّلْنَا ہم نے نازل کیا	عَلَيْكَ آپ پر	الْقُرْاٰنَ قرآن	تَنْزِيْلًا بتدریج	فَاصْبِرْ پس صبر کریں	لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم کیلئے
وَلَا تُطِعْ اور آپ کہا نہ مانیں	مِنْهُمْ ان میں سے	اٰثِمًا کسی گنہگار	اَوْ كَفُوْرًا یا ناشکرے کا	وَاذْكُرِ اور آپ یاد کریں	اسْمَ رَبِّكَ اپنے رب کا نام	
بُكْرَةً صبح	وَّاَصِيْلًا اور شام	وَمِنَ اور سے (کسی حصہ میں)	الَّيْلِ رات	فَاسْجُدْ پس آپ سجدہ کریں	لَهٗ اس کو	وَسَبِّحْهُ اور اسکی پاکیزگی بیان کریں
لَيْلًا طَوِيْلًا رات کا بڑا حصہ	اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ بیشک یہ (منکر) لوگ	يُحِبُّوْنَ وہ دوست رکھتے ہیں	الْعَاجِلَةَ دنیا	وَيَذَرُوْنَ اور چھوڑ دیتے ہیں		
وَرَاۗءَهُمْ اپنے پیچھے	يَوْمًا ایک دن	ثَقِيْلًا بھاری	نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ ہم نے انہیں پیدا کیا	وَشَدَدْنَآ اور ہم نے مضبوط کئے	اَسْرَهُمْ انکے جوڑے	
وَاِذَا شِئْنَا اور جب ہم چاہیں	بَدَّلْنَآ ہم بدل دیں	اَمْثَالَهُمْ ان جیسے لوگ	تَبْدِيْلًا بدل کر	اِنَّ هٰذِهٖ بیشک یہ	تَذْكِرَةٌ نصیحت	فَمَنْ شَاۗءَ پس جو چاہے
اتَّخَذَ اختیار کرکے	اِلٰى رَبِّهٖ اپنے رب کی طرف	سَبِيْلًا راہ	وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اور تم نہیں چاہو گے	اِلَّآ سوائے	اَنْ جو	يَّشَاۗءَ اللّٰهُ اللہ چاہے
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	كَانَ ہے	عَلِيْمًا جاننے والا	حَكِيْمًا حکمت والا	يُّدْخِلُ وہ داخل کرتا ہے	مَنْ يَّشَاۗءُ وہ جسے چاہے	فِيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت میں
وَالظّٰلِمِيْنَ اور (رہے) ظالم	اَعَدَّ لَهُمْ اس نے تیار کیا ہے ان کیلئے	عَذَابًا اَلِيْمًا دردناک عذاب				

تفسیر وتشریح: قرآن کریم میں جو جنت کی نعمتیں بیان ہوئیں اور وہاں کے عیش ونشاط اور حیات جاودانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور اہل مکہ کو ان آیات کا سنانا شروع کیا تو کفار مکہ جنت کی عیش وعشرت کا مضمون سن کر آپس میں یہ مشورہ کرنے لگے کہ اس شخص کو

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت وراحت وعیش کی لذت پیدا ہوئی ہے اسی واسطے بار بار انہی جنت کی لذتوں کا ذکر کرتے ہیں اور لوگوں کو انہی لذتوں اور راحتوں کا وعدہ دلا کر آبائی دین سے پھیرتے ہیں تو آؤ انہی لذتوں اور راحتوں کی طمع اور لالچ دے کر ان کو اس کام سے باز رکھیں اور دنیوی لالچ دے کر دعوت وتبلیغ کے کام سے روکیں۔ یہ مشورہ اور تدبیر آپس میں طے کر کے، دو سرداروں کو منتخب کیا ایک عتبہ بن ربیعہ اور دوسرا ولید بن مغیرہ اور وہ دونوں سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ سے بہت نزدیکی قرابت رکھتے ہیں اور ہمارا تمہارا گوشت پوست سب ملا ہوا ہے کسی طرح کی جدائی ہماری تمہاری نہیں ہے لیکن خدا کے واسطے ہم تم سے ایک بات کہتے ہیں کہ اگر تم کو خوبصورت عورتوں کا اور دنیا کی نعمتوں کا شوق ہو جیسے عمدہ کھانے۔ پاکیزہ لباس۔ چاندی وسونا اور کم عمر لڑکے خدمت کے واسطے جن کا ذکر بار بار کیا کرتے ہو اور ان چیزوں کی طرف تمہارے دل نے رغبت کی ہو تو بے تکلف ہم سے کہہ دو کہ ہم یہ سب چیزیں مہیا کر دیں چنانچہ عتبہ نے کہا کہ میری ایک بیٹی ہے کہ حسن وجمال میں اس کا ثانی اس شہر میں نہیں وہ لڑکی مع جہیز اور اسباب بے شمار تم کو میں دیتا ہوں اور تمہارے ساتھ اس کا نکاح کئے دیتا ہوں۔ اور ولید نے کہا کہ میری مالداری کا حال تم کو خوب معلوم ہے کہ مکہ سے طائف تک تمام باغات اور زراعت اور مویشی میرے ہیں۔ اس کے علاوہ موتیوں کی تجارت بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ غوطہ خور میرے نوکر ہیں سو وہ دریا اور سمندر سے عمدہ موتی نکالتے ہیں اور میں شام ومصر کی طرف ان کو بھیجتا ہوں اور اس میں بے انتہا نفع حاصل ہوتا ہے سو میں آدھا اپنا مال اور زر وجواہر تم کو دیتا ہوں لیکن اس شرط سے کہ بت پرستی سے لوگوں کو منع مت کرو اور ہمارے بتوں کی مذمت اور ہمارے بڑوں کی برائی ہر جگہ مت کیا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا کلام سن کر نہایت متحیر ہوئے کہ ان لوگوں نے

آیات قرآنی کی تبلیغ کو کس چیز پر محمول کیا جو ایسا سوال مجھ سے کرتے ہیں۔ ابھی اس سوچ ہی میں تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیتیں لے کر نازل ہوئے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہم نے آپ پر یہ قرآن بتدریج تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے تا کہ آپ کا دل مضبوط رہے اور لوگ بھی آہستہ آہستہ اپنے نیک و بد کو سمجھ لیں اور معلوم کر لیں کہ جنت کن اعمال کی بدولت ملتی ہے۔ اور جو کچھ ہم نے جنت کی نعمتوں اور وہاں کی لذت وراحتوں کا بیان قرآن میں کیا ہے اس کی تبلیغ میں آپ کو کوئی عار محسوس نہ ہو۔ اس واسطے کہ آپ تو اپنے پروردگار کا کلام بیان کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے کہ اس کے بیان کرنے میں کچھ آپ کی طمع ان چیزوں میں سمجھی جائے اور اگر یہ کافر آپ پر اس بات کی تہمت رکھتے ہیں تو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر برابر جمے رہیئے اور عتبہ اور ولید وغیرہ کفار قریش آپ کو دنیوی لالچ دے کر اور چکنی چپڑی باتیں بنا کر چاہتے ہیں کہ آپ کو فرض تبلیغ و دعوت سے باز رکھیں۔ آپ ان میں سے ہرگز کسی کی بات نہ مانیں کیونکہ کسی گناہ گار فاسق یا ناشکرا کافر کا کہنا ماننے سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ آپ ایسے شریر بدبختوں کی بات پر کان نہ دھریں اور آپ پر جو حرص وطمع کی تہمت رکھتے ہیں اس کو دفع کرنے کے لئے آپ ایک دوسرا کام کریں تا کہ اس کے سبب سے یہ تہمت آپ سے بالکل دور ہو جائے اور ان لوگوں کو یقین ہو جائے کہ آپ دنیا اور اس کی لذتوں اور راحتوں کی طرف ہرگز میل وخواہش نہیں رکھتے اور ان نعمتوں کا ذکر محض تبلیغ قرآن کے لئے کرتے ہیں۔ اور وہ کام یہ ہے کہ صبح وشام یعنی ہمہ وقت اپنے رب کا نام لیا کیجئے۔ سب خرخشوں کا علاج یہی ذکر خدا ہے۔ اور کسی قدر رات کے حصہ میں اس کو سجدہ کیا کیجئے یعنی نماز پڑھا کیجئے اور شب کو تہجد کے علاوہ بہت زیادہ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہئے۔ گویا ان تعلیمات میں یہ اشارہ بھی ہو گیا کہ

یہ تمام دن رات سونے اور عیش ونشاط کے لئے نہیں ہیں بلکہ دن رات کا بڑا حصہ یاد اور ذکر الٰہی میں گزرنا چاہئے۔آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نصیحت اور ہدایت قبول نہیں کرتے اس کا سبب حب دنیا ہے۔یہ تو دنیا اور اس کے لذات و شہوات پر فریفتہ ہیں۔شب و روز مال و زر زن و فرزند و اسباب دنیا کے جمع کرنے میں مصروف ہیں اور انہی چیزوں میں کامیابی حاصل کرنے کی خوش نصیبی اور فوز عظیم جانتے ہیں اور دار آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔دنیا چونکہ جلد ہاتھ آنے والی چیز ہے اسی کو یہ چاہتے ہیں اور قیامت کے دن سے غفلت میں ہیں۔اس کی کچھ فکر نہیں بلکہ اس کے آنے کا یقین بھی سمجھتے ہیں کہ مر کر جب گل سڑ گئے پھر دوبارہ کون ہم کو ایسا ہی بنا کر کھڑا کرے گا؟اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ اوّل بار بھی اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا اور سب جوڑ و بند درست کئے اور اب بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سلب نہیں ہوگئی وہ جب چاہیں ان کی موجودہ ہستی کو ختم کر کے دوبارہ ایسی ہی ہستی بنا کر کھڑا کردیں۔اخیر میں فرمایا گیا کہ کسی پر جبر و زور نہیں۔قرآن کے ذریعہ نصیحت کردی گئی۔آگے ہر ایک کو اختیار ہے جس کا جی چاہے اپنے رب کی خوشنودی تک پہنچنے کا رستہ بنالے۔مگر حقیقت امر یہ ہے کہ اے انسانو تمہارا چاہنا بھی اللہ کے چاہے بدوں نہیں ہوسکتا۔جب تک خدا ہی نہ چاہے تمہیں ہدایت کی چاہت نہ ہوگی کیونکہ بندہ کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے وہ جانتا ہے کہ کس کی استعداد و قابلیت کس قسم کی ہے اسی کے موافق اس کی مشیت کام کرتی ہے پھر وہ جس کو اپنی مشیت سے راہ راست پر لائے اور جس کو گمراہی میں پڑا چھوڑ دے عین صواب و حکمت ہے۔جن کی استعداد اچھی ہوگی ان کو نیکی پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے گا۔مستحقین ہدایت کو وہ ہدایت کی راہیں آسان کردیتا ہے اور ہدایت کے اسباب مہیا کردیتا ہے۔اور جو اپنے آپ کو مستحق ضلالت بنالیتا ہے اسے وہ ہدایت سے ہٹا دیتا ہے۔

الغرض وہ جسے چاہے اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے اور راہ راست پر کھڑا کردے اور جسے چاہے بے راہ چلنے دے تو اس کی گمراہی کو کوئی راستی و ہدایت سے بدل نہ سکے گا۔اور اس کے عذاب گناہ گاروں۔ ظالموں اور ناانصافوں کے لئے ہی مخصوص ہے۔

اگر انسان اسی سورۃ مبارکہ کو بغور و تامل دیکھے تو انسان کی ہدایت کے لئے اعتقادیات سے لے کر عملیات تک کامل رہبر ہے جس میں دار آخرت کی ترغیب اور اس جہان کی نعمتیں بیان فرما کر کامل شوق اور بدکاروں اور سرکشوں اور منکروں کو وہاں کے مصائب یاد دلا کر خوف دلایا گیا ہے اور اصول حسنات بھی تعلیم فرمائے گئے۔انسان اگر اپنے عقل و حواس سے کام لے اور اپنی ابتدا و انتہا کو سوچے اور راہ راست اختیار کرے تو وہ آخرت میں حیات جاودانی اور سلطنت عظیم کا مالک بنے گا اور جس نے اپنی عقل و حواس سے کام نہ لیا اور دنیا کی لذات و شہوات اور لہو و لعب میں غرق رہا اور انبیاء علیہم السلام کا مخالف اور مقابل رہا تو اس کے لئے عذاب الیم تیار رکھا ہے۔

اب ہر شخص خود اپنے متعلق فیصلہ کرلے۔نیک و بد سب کو سمجھا دیا گیا ہے۔

الحمد للہ کہ سورہ دھر کا بیان ختم ہوا۔اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان ہوگا۔

سورۃ الدھر کے خواص

۱-رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

جو آدمی سورۃ الدھر پڑھے تو اللہ تعالیٰ پر اس کی جزا جنت و ریشم کی شکل میں دینا لازم ہے۔

۲-ہر قسم کی آفات سے حفاظت کے لئے سورۃ الدھر کو قربانی کے مینڈھے کے چمڑے کے ٹکڑے میں کسی عالم کی قلم دوات سے لکھ لے اور اس پر موم چڑھا دے جو آدمی اسے اپنے پاس رکھے گا وہ ہر قسم کی آفت سے محفوظ رہے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ اٰيَةً فِيْهَا رُكُوْعَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿١﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿٢﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿٣﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿٤﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ

قسم ہے اُن ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کیلئے بھیجی جاتی ہیں۔ پھر اُن ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہیں۔ اور اُن ہواؤں کی جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں۔

ذِكْرًا ﴿٥﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿٦﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾

پھر ان ہواؤں کی جو اللہ کی یاد یعنی توبہ کا یا ڈرانے کا القاء کرتی ہیں۔ کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہونے والا ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ ہواؤں کی قسم	عُرْفًا دل کو خوش کرنیوالی	فَالْعٰصِفٰتِ پھر تندو تیز چلنے والی ہواؤں کی قسم	عَصْفًا شدت سے	وَّالنّٰشِرٰتِ بادل اٹھا کرلانیوالی ہواؤں کی قسم	
نَشْرًا پھیلانیوالی	فَالْفٰرِقٰتِ پھر پھاڑنیوالی ہواؤں کی قسم	فَرْقًا بانٹ کر	فَالْمُلْقِيٰتِ پھر الٹا کرنیوالے فرشتوں کی قسم	ذِكْرًا ذکر وحی	عُذْرًا حجت تمام کرنے کو
اَوْ نُذْرًا یا ڈرانے کو	اِنَّمَا بیشک جو	تُوْعَدُوْنَ تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے	لَوَاقِعٌ ضرور ہونے والا		

تفسیر و تشریح: سورۃ کی ابتدا قسمیہ کلام سے فرمائی گئی اور یہاں پانچ چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا گیا اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہونے والی ہے۔ مراد قیامت و آخرت ہے۔ یہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ قسم سے تاکید مقصود ہوتی ہے۔ اہل عرب کا دستور تھا اور اب بھی ہے کہ جس وقت کسی امر کی تاکید کا ارادہ کرتے ہیں تو اس وقت قسم کھایا کرتے ہیں۔ چونکہ قرآن کا نزول اہل عرب کی زبان میں ہوا ہے اس لئے قرآن میں بھی قسمیں کھائی گئیں تاکہ اہل عرب کی فصاحت و بلاغت کی کوئی قسم قرآن پاک میں رہنے نہ پائے۔ تو حق تعالےٰ نے یہاں روز جزا کے واقع ہونے پر پانچ قسمیں کھائیں تاکہ حد درجہ کی تاکید ثابت ہو کہ بندوں پر حجت پوری ہو جائے۔ پہلی قسم یہ کھائی گئی وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی جاتی ہیں دوسری قسم کھائی گئی فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہیں جس سے مراد آندھیاں۔ طوفان۔ اور سخت ہوائیں ہیں جن سے انقلاب عظیم پیدا ہوتے ہیں مثلاً دریا میں طوفان ہوتا ہے۔ کشتیاں و جہاز ڈوب جاتے ہیں۔ درخت جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں۔ گھر کی چھتیں اڑ جاتی ہیں۔ تو ان دونوں قسموں میں جواب قسم یعنی قیامت و آخرت سے نہایت مناسبت ہے اور وہ اس طرح اول ہوا نرم و خوشگوار چلتی ہے جس سے مخلوق کی بہت سی توقعات اور منافع وابستہ ہوتے ہیں پھر بعد میں وہی ہوا ایک تند آندھی اور طوفانی جھکڑ کی شکل اختیار کر کے وہ خرابی اور غضب ڈھاتی ہے کہ لوگ بلبلا اٹھتے ہیں۔ یہی مثال دنیا و آخرت کی سمجھو۔ کتنے ہی کام ہیں جن کو لوگ فی الحال مفید اور نافع تصور کرتے ہیں اور ان پر بڑی بڑی امیدیں باندھتے ہیں لیکن وہی کام جب قیامت کے دن اپنی اصلی اور سخت ترین صورت میں ظاہر ہوں گے تو لوگ پناہ مانگنے لگیں گے۔ آگے تیسری قسم یہ کھائی گئی وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا اور قسم ان ہواؤں کی جو بادلوں کو اٹھا کر پھیلاتی ہیں جس کے بعد بارش ہونے لگتی ہے۔ چوتھی قسم یہ کھائی گئی فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا پھر قسم ان ہواؤں کی جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں جیسا بارش کے بعد ہوتا ہے کہ ہوائیں بادلوں کو پھاڑ کر ادھر ادھر متفرق کر دیتی ہیں۔ ہوا کی عام خاصیت یہ ہے کہ اشیاء کی کیفیات مثلاً خوشبو۔ بد بو وغیرہ کو پھیلائے۔ ان کے لطیف اجزا کو جدا کر کے لے اڑے اور ایک چیز کو اٹھا کر دوسری چیز سے جا ملائے۔ غرض یہ جمع و تفریق جو ہوا کا خاصہ ہے ایک نمونہ ہے آخرت کا جہاں حشر و نشر کے بعد لوگ جدا کئے

جیسیں کے اور ایک جگہ جمع ہونے کے بعد الگ الگ ٹھکانوں پر پہنچا دیئے جائیں گے۔ پانچویں قسم یہ کھائی فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا پھر قسم ان ہواؤں کی جو دل میں اللہ کی یاد یعنی توبہ کا یا ڈرانے کا القا کرتی ہیں یعنی یہ ہوائیں اللہ کی طرف متوجہ ہو جانے کا سبب ہو جاتی ہیں اور وہ توجہ دو طور سے ہوتی ہے ایک خوف سے جب کہ ان ہواؤں سے آثار خوف کے نمایاں ہوں اور دوسرا توبہ و معذرت سے کہ اگر ہوائیں نفع بخش ہوں تب تو خدا کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کا شکر اور اپنی تقصیرات سے عذر کرتے ہیں اور اگر وہ ہوائیں خوفناک ہوں تو خدا کے غضب سے ڈر کر اپنے معاصی سے توبہ کرتے ہیں۔

یہاں اس تشریح میں جمہور مفسرین کے اقوال کے مطابق المرسلٰت . العٰصفٰت . النّٰشرٰت. الفٰرقٰت. الملقیٰت. پانچوں کا مصداق ہواؤں کو ٹھہرایا ہے۔ بعض مفسرین نے فرشتوں کو اور بعض مفسرین نے پیغمبروں کو اور بعض مفسرین نے پہلی چار سے ہوائیں مراد لی ہیں اور پانچویں سے فرشتے۔ ان پانچوں قسموں کی تشریح میں اور بھی مفسرین کے اقوال ہیں۔ لیکن جمہور مفسرین کا قول جو یہاں اختیار کیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد ہوائیں ہیں۔ آگے جو بات کہ ان مذکورہ پانچ قسموں کے بعد کہی جاتی ہے وہ یہ کہ اے انسانو! جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہونے والی ہے یعنی قیامت کا آخرت کے حساب کتاب اور جزا و سزا کا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔

اب آگے اس قیامت کے دن کے بعض احوال اور کیفیات ظاہر فرمائی گئی ہیں جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قیامت و آخرت کا یقین کامل نصیب فرمائیں۔ اور اس دنیا کی زندگی میں آخرت کا سامان جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ آج زندگی میں ہمیں ان اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جو آخرت میں آپ کی رضا کا باعث ہوں اور ان اعمال سے ہمیں بچا لیجئے کہ جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔

یا اللہ آخرت کی طرف سے غفلت ہمارے دلوں سے دور فرما دیجئے اور ہم کو ہمہ وقت اور ہمہ آن آخرت کا فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! نجات آخرت اور حصول جنت تو محض آپ کے فضل و کرم ہی سے نصیب ہوگی نہ کہ اعمال کے بل بوتہ پر۔ اور اعمال صالحہ کی توفیق بھی یا اللہ آپ ہی کی تائید سے حاصل ہوگی

یا اللہ! ہمیں اپنے کرم و رحم سے اپنی گرفت اور عذاب سے بچا لے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں ہماری عیوب اور خطاؤں کی ستاری فرما کر ان سے درگذر فرمایئے اور آخرت میں اپنی رضا نصیب فرما کر ہماری نجات فرمایئے۔ اور اپنی دائمی جنت میں پہنچنا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾

سو جب ستارے بے نور ہو جاویں گے۔اور جب آسمان پھٹ جاوے گا۔اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے۔اور جب سب پیغمبر وقت معین پر جمع کئے جاویں گے

لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ

کس دن کے لئے پیغمبروں کا معاملہ ملتوی رکھا گیا ہے۔ فیصلہ کے دن کیلئے۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ فیصلہ کا دن کیسا کچھ ہے۔ اس روز

لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۵﴾

جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

فَاِذَا پس جب	النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ستارے مٹائے جائیں ، بے نور ہو جائیں	وَاِذَا اور جب	السَّمَآءُ آسمان	فُرِجَتْ پھٹ جائے	وَاِذَا الْجِبَالُ اور جب پہاڑ
نُسِفَتْ اڑتے پھریں	وَاِذَا الرُّسُلُ اور جب رسول (جمع)	اُقِّتَتْ وقت پر جمع کئے جائیں گے	لِاَیِّ یَوْمٍ کس دن کیلئے	اُجِّلَتْ ملتوی رکھا گیا ہے	
لِیَوْمِ الْفَصْلِ فیصلے کے دن کیلئے	وَمَآ اَدْرٰىكَ اور تم کیا سمجھے؟	مَا یَوْمُ الْفَصْلِ کیا ہے فیصلے کا دن؟	وَیْلٌ خرابی ہے		
یَوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِیْنَ جھٹلانیوالوں کیلئے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اس سورۃ کی ابتدا بالغرض تاکید و یقین دہانی قسمیہ کلام سے فرمائی گئی تھی اور جواب قسم میں فرمایا گیا تھا کہ جس قیامت کا اے انسانو تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ جس دن کہ تم سب کے سب اولین و آخرین دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے اور ایک چٹیل میدان میں تم سب جمع کر دیئے جاؤ گے اور اپنے اپنے کئے کا پھل پاؤ گے۔ نیکی کی جزا بدی کی سزا۔ یہ وعدہ یقیناً حق ہے اور وہ یوم قیامت ضرور ہو کر رہنے والا اور لازمی طور پر آنے والا ہے۔

اب آگے اس یوم قیامت کی کچھ کیفیت اور بعض حالات بیان کئے جاتے ہیں اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب وہ یوم قیامت ہوگا اور اول مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو اس کے اثر سے ستارے بے نور ہو جاویں گے اور جیسا کہ ۳۰ ویں پارہ سورہ تکویر میں فرمایا وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے یا جیسا کہ ۳۰ ویں پارہ سورہ انفطار میں فرمایا گیا واذا الکواکب انتثرت اور جب ستارے ٹوٹ کر جھڑ پڑیں گے۔ یہ تو قیامت کی ایک علامت تھی۔ دوسری علامت فرمائی کہ جب آسمان پھٹ جائے گا اور پھٹنے کی وجہ سے ان میں شگاف اور جھروکے نظر آنے لگیں گے۔ تیسری علامت فرمائی اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے۔ قیامت کے دن جو دنیا کے پہاڑوں پر گذرے گا اس کا ذکر قرآن پاک میں متعدد جگہ متعدد الفاظ میں ہوا ہے اور ان سب کی مطابقت اس طور پر ہے کہ اول زلزلہ عظیم کے سبب پہاڑ آپس میں ٹکرا کر چورا چورا ہو جاویں گے۔ پھر اس چورا ہونے کے بعد ریزہ ریزہ ہو جاویں گے۔ پھر ہوا کی شدت سے ان کا غبار بادلوں کی طرح اڑتا پھرے گا۔ اور اس اڑنے میں پہاڑوں کی رنگتوں کے سبب ایک رنگت سرخی نما معلوم ہوگی۔ پھر زمین پہاڑوں سے صاف ہو جاوے گی اور زمین ہموار بغیر اونچ نیچ کے رہ جائے گی اور یہ سب اول مرتبہ کے صور پھونکے جانے کے بعد ہوگا یہاں تک کہ سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ اس کے بعد جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے تو اللہ تعالیٰ ایک نئی زمین اور نیا آسمان پیدا فرمائیں گے اور تمام اولین و آخرین بنی آدم زندہ کر کے حساب کتاب کے لئے میدان حشر میں جمع کیے جاویں گے۔ اس وقت کے حالات میں سے یہاں بتلایا جاتا ہے وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ اور جب سب پیغمبر وقت معین پر جمع کئے جاویں گے تاکہ باری باری ہر ایک پیغمبر اپنے وقت مقررہ پر اپنی اپنی امت کے

ساتھ رب العزت کی سب سے بڑی پیشی میں حاضر ہوں اور اپنی اپنی امت کے متعلق شہادت پیش کریں لکھا ہے کہ میدان حشر میں کفار و مشرکین اول اپنے کفر و شرک سے صاف انکار کردیں گے کہ ہم نے ہرگز شرک نہیں کیا۔ پھر طرح طرح کے عذر پیش کریں گے اور یہ کہیں گے کہ ہم احکام الٰہی کے جاننے سے بالکل بے خبر تھے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ میں نے اپنے پیغمبروں کو احکام دے کر بھیجا۔ انہوں نے میرے احکام کو نہایت امانت داری کے ساتھ پہنچایا۔ تم نے کیوں غفلت کی اور احکام کو کیوں نہیں تسلیم کیا۔ جواب میں کفار و مشرکین کہیں گے نہ تو ہمارے پاس کوئی پیغمبر آیا اور نہ کوئی حکم پہنچا۔ پس اول نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے سامنے پیش کیا جائے گا آپ ارشاد فرمائیں گے کہ اے جھوٹو۔ اے حق سے منہ موڑنے والو۔ کیا تم کو یاد نہیں کہ میں نے تم کو ساڑھے نو سو ۹۵۰ برس کی مدت دراز تک طرح طرح کے واعظ سنا کر عذاب الٰہی سے ڈرایا احکام الٰہی پہنچائے۔ کتنی محنت و کوشش کی۔ علانیہ و پوشیدہ ہر طرح پر خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کے اثبات میں کس قدر کوشش و جانفشانی کی۔ کھلی دلیلوں اور معجزوں سے ان کو ثابت کیا۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ فلاں مجلس میں میں نے تم سے اس طرح کہا تھا اور تم نے ایسا جواب دیا تھا۔ اسی طرح اپنی تبلیغ اور ان کے انکار کے دیگر قصص یاد دلائیں گے مگر وہ صاف مکر جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو تمہیں جانتے بھی نہیں اور نہ کبھی تم سے کوئی خدائی حکم سنا۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد فرمایا جائے گا کہ اے نوح اپنی تبلیغ رسالت کے گواہ پیش کرو۔ آپ عرض کریں گے۔ میرے گواہ اتقیان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس اس امت مسلمہ کے علماء صدیقین۔ شہداء حاضر کردیئے جائیں گے۔ وہ عرض کریں گے۔ ہاں ہم ان کے گواہ ہیں بے شک آپ نے ان کو رسول بنا کر تبلیغ احکام کے لئے اس قوم کے پاس بھیجا تھا۔ ہماری دلیل یہ قرآنی ارشاد ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا امت نوح کے کافر کہیں گے کہ نہ تو تم ہمارے زمانہ میں تھے۔ نہ تم نے ہماری حالت دیکھی۔ نہ ہماری گفتگو سنی۔ پھر تمہاری شہادت ہمارے مقدمہ میں کیوں کر قابل سماعت ہوسکتا ہے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے کہ جو کچھ میری امت نے کہا وہ بالکل بجا اور درست ہے کیوں کہ ان کو اس حقیقت حال کا ثبوت دنیا میں بذریعہ خبر الٰہی جو معائنہ و مشاہدے سے کہیں قوی ہے پہنچا ہے۔ تب جا کر یہ کافر ساکت ہو کر ملزم قرار پائیں گے۔ ان کے بعد اسی طرح حضرت ہودؑ۔ حضرت صالحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت شعیبؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ وغیرہ علیہم السلام کی امتیں بالترتیب مقابلہ و مباحثہ کرکے بالآخر قائل ہو جائیں گی اور ملزم قرار پائیں گی۔ پھر کفار عذر و معذرت کریں گے اور دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کریں گے لیکن بارگاہ ایزدی سے جواباً ارشاد ہوگا کہ تمہارا عذر قابل سماعت نہیں۔ جو سمجھانے کا حق تھا وہ ادا ہو چکا۔ تم کو ہم نے مدت دراز تک فرصت دی تھی اب دنیا میں واپس جانا ناممکن ہے۔ اخیر میں حضرت آدم کو حکم ہوگا کہ اپنی اولاد میں سے دوزخیوں کا گروہ علیحدہ کردو۔ آپ عرض کریں گے کس حساب سے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ فی ہزار ایک آدمی جنت کے لئے اور ۹۹۹ دوزخ کے واسطے اس وقت میدان حشر میں ایسی ہل چل ہوگی کہ بیان سے باہر ہے۔ بخاری اور مسلم کی صحیح حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام کو دوزخیوں کو علیحدہ کرنے اور ایک ہزار میں سے ۹۹۹ دوزخ میں جانے والی حدیث بیان فرمائی تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ ایک جو ہزار میں سے جنت میں جائے گا ہم میں سے کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ کہ ایک شخص تم میں سے ہوگا اور ہزار یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار میں سے ۹۹۹ جہنم میں جانے کی تعداد کا ذکر اور بھی مسلم کی ایک صحیح حدیث میں آیا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں بعض شارحین نے لکھا ہے کہ ان ۹۹۹ فی ہزار میں سے بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہوگی جو اگرچہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اول دوزخ کے قابل ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے یا شافعین کی سفارش سے بعد میں وہ نجات پا جائیں گے اور جہنم سے نکال لئے جائیں گے۔ اے اللہ اپنے کرم سے ہم کو اس ۹۹۹ کے گروہ میں شامل ہونے سے بچا لیجئے۔ آمین۔ یہ بیان آیت وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ (اور جب سب پیغمبر وقت معین پر جمع کئے جاویں گے اور اس وقت سب کا فیصلہ ہوگا) سے متعلق تھا۔ ذکر یوم قیامت کا ہو رہا

تھا کہ جب ستارے بے نور ہو جاویں گے اور جب آسمان پھٹ جاوے گا اور جب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑتے پھریں گے اور جب سب پیغمبر وقت معین پر جمع ہو جاویں گے اس وقت سب کا فیصلہ ہوگا اور جن لوگوں نے اپنے پیغمبر کے پیغام کو قبول کر کے اس کے موافق عمل کیا تھا وہ جدا ہو جاویں گے ان لوگوں سے جنہوں نے اپنے رسول کے کہنے کو نہ مانا تھا اور نہ اس پر عمل کیا تھا۔ غرض کہ جو جس لائق ہے اور جس چیز کا مستحق ہے ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ کیا جائے گا۔

اب آگے جیسا کہ ایک خطیب اپنی دوران تقریر میں جوش اور اثر کے موقع پر خطیبانہ سوال کر بیٹھتا ہے اسی طرح یہاں سوال کیا جاتا ہے کہ جانتے ہو؟ ان امور کو کس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے؟ پھر خود ہی ارشاد ہوتا ہے اس دن کے لئے جس میں ہر بات کا بالکل آخری اور دوٹوک فیصلہ ہو گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ چاہتے تو اسی دنیا میں ہاتھوں ہاتھ ہر چیز کا فیصلہ کر دیتے لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں ہوئی کہ ایسا کیا جائے بلکہ معاملہ کو فیصلہ کے دن کے لئے ملتوی رکھا جائے اور وہ فیصلہ کا دن کیا چیز ہے؟ بس یہ سمجھ لو کہ جھٹلانے والوں کو اس روز سخت تباہی اور مصیبت کا سامنا ہوگا کیوں کہ جس چیز کی انہیں امید نہ تھی جب وہ یکا یک اپنی ہولناک صورت میں آ پہنچے گی تو ہوش پراگندہ ہو جائیں گے اور حیرت و ندامت سے حواس باختہ ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ اے منکرین و مکذبین قیامت تمہاری سمجھ میں آوے یا نہ آوے وہ دن ضرور آنے والا ہے جس میں وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ہے یعنی اس روز جھٹلانے والوں کو بڑی خرابی ہوگی۔

اس سورۃ میں یہ جملہ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) دس ۱۰ جگہ ارشاد ہوا ہے چونکہ ان منکرین قیامت کو دس ۱۰ وجہ سے اس روز مصیبت و سختی پیش آئے گی تو ہر ایک وجہ کے لئے اس کلام وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ کا اعادہ کیا گیا۔ پہلی مصیبت اور سختی یہ ہوگی کہ جس چیز کی امید نہ تھی وہ یکا یک آن پہنچی اور اس کے آنے سے مدہوش اور متحیر ہو جاویں گے اور یہ پہلی سختی ہر ایک قیامت کے منکر کو قیامت آنے کے وقت لازمی ہے۔ اس کے بعد مزید ۹ سختیاں اور ان کے اسباب کی طرف اگلی آیات میں ختم سورۃ تک اشارہ ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں اور آئندہ درسوں میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قیامت پر ایمان کامل اور یقین صادق نصیب فرمائیں اور اس دن کے لئے اس دنیا کی زندگی میں تیاری کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع اور متبع گروہ میں شامل فرمائیں اور نافرمانوں کے گروہ سے علیٰحدہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کی جملہ سختیوں سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں اور اس دن ہر چھوٹی بڑی سختی سے ہم کو بچاویں۔

یا اللہ! یوم قیامت کی تکذیب تو عقیدۃً کفار و مشرکین ہی کرتے ہیں مگر اب امت مسلمہ کے بعض افراد سے بھی یہ جرم ثابت ہو رہا ہے۔ اور قیامت و آخرت سے بالکل بے نیاز اور لاپرواہ ہو کر ان جرائم اور معاصی کے مرتکب ہو رہے ہیں جن کی سزا جہنم بتلائی گئی ہے

یا اللہ! عذاب آخرت سے نڈر ہو کر گناہوں کی دیدہ دلیری سے جرأت کرنا یہ ایک مومن کا کام تو ہے نہیں۔ یا اللہ قیامت کے ذلت اور رسوائی سے ہر مسلمان کو بچالے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ﴿١٧﴾ كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ﴿١٨﴾

کیا ہم اگلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر چکے۔ پھر پچھلوں کو بھی انہیں کے ساتھ ساتھ کر دیں گے۔ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٩﴾ أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴿٢٠﴾ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ

اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی سے نہیں بنایا۔ پھر ہم نے اس کو ایک وقت مقرر تک ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔

مَّكِينٍ ﴿٢١﴾ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿٢٢﴾ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٤﴾

غرض ہم نے ایک اندازہ ٹھہرایا۔ سو ہم کیسے اچھے اندازہ ٹھہرانے والے ہیں۔ اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

أَلَمْ نُهْلِكِ کیا ہم نے ہلاک نہیں کیا؟	الْأَوَّلِينَ پہلے لوگوں کو	ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ پھر ہم انکے پیچھے چلاتے ہیں	الْآخِرِينَ پچھلوں کو		
كَذَٰلِكَ اسی طرح	نَفْعَلُ ہم کرتے ہیں	بِالْمُجْرِمِينَ مجرموں کیساتھ	وَيْلٌ خرابی	يَوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِينَ جھٹلانے والوں کیلئے
أَلَمْ نَخْلُقكُّم کیا ہم نے نہیں پیدا کیا تمہیں؟	مِّن مَّاءٍ پانی سے	مَّهِينٍ حقیر	فَجَعَلْنَاهُ پھر ہم نے اسے رکھا	فِي میں	قَرَارٍ مَّكِينٍ ایک محفوظ جگہ
إِلَىٰ تک	قَدَرٍ مَّعْلُومٍ وقت معین	فَقَدَرْنَا پھر ہم نے اندازہ کیا	فَنِعْمَ تو کیا اچھا	الْقَادِرُونَ اندازہ کرنیوالے	وَيْلٌ خرابی
يَوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِينَ جھٹلانیوالوں کیلئے				

تفسیر و تشریح: اس سورۃ میں شروع ہی سے قیامت و آخرت کا ذکر ہو رہا ہے۔ پہلے قسمیہ کلام کے ساتھ فرمایا گیا کہ قیامت جس کا وعدہ انسانوں سے کیا جا رہا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ پھر اس یوم قیامت کے کچھ احوال بتلائے گئے کہ وہ کیسا سخت اور ہولناک دن ہوگا کہ چاند۔ سورج۔ ستارے۔ زمین۔ آسمان سب درہم برہم ہو کر ختم ہو جائیں گے۔ اور پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا سب اوّلین و آخرین دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے اور میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے اور دنیا کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دیئے جائیں گے۔ اور منکرین قیامت جو دنیا کی زندگی میں قیامت کو جھٹلاتے رہے اس دن ان کی پوری کمبختی آئے گی اور ان کو بڑی مصیبت کا سامنا ہوگا۔

اب منکرین قیامت کو جب عذاب جہنم کی وعید اور آخرت میں طرح طرح کے عذاب بھگتنے کے احوال سنائے جاتے تو منکرین قیامت اس پر یقین نہ لاتے اور اپنی کج فہمی کے باعث یوں سمجھتے کہ بھلا اتنی بڑی دنیا کب ختم ہونے والی ہے؟ بھلا کون باور کرے گا کہ سب آدمی بیک وقت مر جائیں گے اور نسل انسانی دنیا سے بالکل نابود ہو جائے گی؟ یہ دوزخ اور عذاب کے ڈراوے سب فرضی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ منکرین کے ان باطل خیالات کا جواب دیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ پہلے کتنے آدمی مر چکے اور کتنی قومیں اپنے گناہوں کی پاداش میں تباہ و ہلاک کی جا چکی ہیں۔ پھر ان کے پیچھے بھی موت و ہلاکت کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ جب اللہ عزوجل کی قدیم عادت مجرموں کی نسبت معلوم ہو چکی تو سمجھ لو کہ دور حاضر کے کفار کو بھی ان ہی اگلوں کے پیچھے چلتا کر دیا جائے گا۔ جو ہستی الگ الگ زمانوں میں بڑے بڑے مضبوط آدمیوں کو مار سکتی اور طاقتور مجرموں کو پکڑ کر ہلاک کر سکتی ہے وہ اس پر کیوں قادر نہ ہوگی کہ سب مخلوق کو ایک دم میں فنا کر دے اور تمام مجرموں کو بیک وقت عذاب کا مزہ چکھائے۔ اس کے بعد وہی جملہ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ فرمایا یعنی دوسری وجہ آخرت میں قیامت پر سختی کی یہ ہوگی کہ یہ لوگ دنیا میں حق تعالیٰ کو ایسا قادر نہ مانتے تھے کہ جو عام نوع انسان کو ایک وقت میں فنا کر دے اور تمام مجرموں کو بیک وقت گرفتار کر کے سزا دے۔ تو اس جواب میں

کفار قریش کے لئے اس طرف بھی اشارہ تھا کہ اے کفار قریش تم جو اپنی قوت وثروت پر غرور کر کے آسمانی حکم کا مقابلہ کرتے ہو تو کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا جو تم سے بھی زیادہ قوت اور شوکت میں تھے۔ عاد کا حال تم کو معلوم ہے اور ان کے بعد میں اور پچھلوں کو ہلاک کیا گیا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ قوم ثمود کو ہلاک کیا گیا اور قوم لوط کی بستیوں کو الٹ دیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ تو پھر تم کیا ہو جو اس سرکشی اور مقابلہ کی سزا نہ بھگتو گے؟ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ (ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں) یہ بدکار مجرموں کے لئے ایک اعلان ہلاکت ہے جس سے ہر عاقل کو لرزنا چاہئے۔ کوئی بدکار قوم دنیا میں ہلاکت کی سزا سے نہیں بچی اور اب بھی اس کا یہ قانون برابر جاری ہے۔ اب یہ حق تعالیٰ کی مصلحت اور مشیت پر ہے کہ خواہ یہ سزا جلد ہو یا بدیر۔ دارین میں ہو خواہ آخرت میں۔

منکرین قیامت وآخرت کا زیادہ انکار انسان کی آخری حالت پر مبنی تھا کہ آخر انسان مرکر گل سڑ جاتا اور ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اجزائے بدن منتشر ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کا باہم جمع کرنا اور پہلے کی طرح اس قالب میں سیکڑوں ہزاروں برسوں کے بعد جان ڈالنا اور دنیوی زندگی کے تمام حالات افعال واقوال یاد کرانا جیسا کہ قرآن کہتا ہے سمجھ میں نہیں آتا۔ تو منکرین کے ان خیالات فاسدہ اور عقائد باطلہ کی تردید میں انسان کو اس کی ابتدائی حالت یاد دلائی جاتی ہے کیونکہ ہر انسان اپنی ابتدائی حالت پر تو یقین رکھتا ہی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اے بنی آدم کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلیل ۔ بے قدر اور بدبودار پانی یعنی نطفہ سے نہیں بنایا۔ اس کو تو سب مانتے ہیں اور یہ مسلم الثبوت بات ہے کہ انسان کی پیدائش نطفہ سے ہے۔ پھر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس نطفہ کے ٹھہرنے کی جگہ کو رحم مادر یا عورت کے بچہ دان کو بنایا اور وہاں کیسی حکمت بالغہ سے اس نطفہ پر مختلف حالات اور کیفیات گذرے اور نئی نئی صورتیں پیدا ہوتی رہیں اور اسی میں اعضاء قوی اور دیگر چیزیں نمودار ہوتی رہیں۔ کتب طب وسائنس جدید میں پیٹ کے اندر بچہ پیدا ہونے کے جو حالات اور کیفیات لکھی ہیں ان کے دیکھنے سے عقل دنگ اور حیران ہو جاتی ہے کہ ایک قطرہ منی سے کس طرح خداوند قدوس کی قدرت جیتا جاگتا بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا کرتی ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث ومفسر دہلویؒ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں اس کی کچھ تفصیل لکھی ہے کہ کس طرح پیٹ کے اندر بچہ بنتا ہے جو یہاں نقل کی جاتی ہے کہ اس سے خدا کی قدرت کا اندازہ لگائے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جب رحم یا عورت کی بچہ دانی منی سے پر ہو جاتی ہے تب اس کا منہ بند ہو جاتا ہے پھر کوئی چیز اس کے اندر نہیں جاسکتی تاکہ اس منی کو فاسد نہ کر دیوے۔ پھر اس منی سے جو رحم یعنی بچہ دانی کے اندر جلد سے ملی ہوئی ہوتی ہے اس کو باریک جھلی کی صورت میں کر دیا جاتا ہے تاکہ اس میں رگیں پیدا ہو سکیں اور ان رگوں کے ذریعہ خون کا پہنچنا آسان ہو۔ اور اس جھلی کے اندر ناف سے مثانہ تک ایک پردہ دوسرا اسی طرح کا تن دیا جاتا ہے تاکہ فضلات کو دفع کرتا رہے اور پھر اس کے اندر ایک پردہ اور رطوبات کی محافظت کے لئے بنایا جاتا ہے۔ اور سورہ زمر ۲۳ویں پارہ میں فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ یعنی تین اندھیریوں میں جو فرمایا اس سے یعنی مفسرین نے یہی تینوں پردے مراد لئے ہیں۔ اور جو اس منی کا خلاصہ یا جوہر ہوتا ہے وہ بچہ دانی کے اندر کے خانوں میں چپک جاتا ہے اور آہستہ آہستہ جمنا شروع ہوتا ہے اور اس جمنے کے وقت میں اس مکان کی حرارت کے سبب سے جوش بھی مارتا ہے اور اس جوش سے کف نکلتا ہے اور وہ کف اس کے بیچ میں ٹھہرتا ہے۔ وہی دل ہوتا ہے اور یہ کف منی کے رحم میں جانے کے تیسرے دن ظاہر ہوتا ہے پھر چوتھے روز ایک سیاہ نقطہ اس کے اوپر ظاہر ہوتا ہے وہ دماغ ہوتا ہے پھر چھٹے روز ایک نقطہ دوسرا پیدا ہوتا ہے داہنی طرف اس کف کے جس نے بیچ میں قرار پکڑا ہے اور یہ جگر ہوتا ہے سو اس مدت تک کہ اکثر ایک ہفتہ ہوتا ہے اس نطفہ منی کو رغوہ اور کف کہتے ہیں پھر اس ہفتہ کے گزر جانے کے بعد رگوں کے خط کھینچے جاتے ہیں اور اکثر دسویں روز یہ امر واقع ہوتا ہے اور رنگ منی کا اس وقت سرخی پر آتا ہے۔ غرض کہ پندرہویں دن خوب سرخ ہو جاتا ہے پھر اس وقت اس کو علقہ کہتے ہیں یعنی خون جما ہوا اس واسطے کہ سوائے ان تین جھلیوں کے باقی سب سرخ ہو جاتا ہے اور جب ۲۷واں دن آتا ہے تب وہ خون بستہ سخت ہونے لگتا ہے اور دماغ دونوں کاندھوں سے جدا ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اعضاء کا ڈول پڑنے لگتا ہے یہاں تک کہ ۴۱ویں دن مختلف اعضا کی صورتیں

نمودار ہو جاتی ہیں پھر اس وقت اعضائے رئیسہ سے اعضاء خادمہ جمتے ہیں اور شریانیں یعنی رگیں جاتی پیدا ہوتی ہیں اور یہ شرائیں رحم کی شرائیں میں چپک جاتی ہیں اور پھر ۶۵ دن گذر جانے کے بعد خون سے غذا لینا شروع کرتا ہے اور دموی اعضاء جیسے گوشت وغیرہ پیدا ہونا شروع ہوتے ہیں اور اس کے اوردہ یعنی رگ جگر ماں کے اوردہ سے مل کر خون چوسنا شروع کرتے ہیں یہاں تک کہ ۷۳ روز تمام ہونے کے بعد اس کا تمام بدن گوشت اور پوست کی پوشش سے تیار ہو جاتا ہے۔ اس کا منہ ماں کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے اور دونوں ہتھیلیاں اس کے ہاتھ کی اس کے دونوں زانو پر اور دونوں طرف دونوں پاؤں اور دونوں پاؤں کے درمیان میں سر کو جھکا کے بیٹھتا ہے اور جس قدر روز بڑھتا جاتا ہے اسی قدر بچہ دان بھی کشادہ ہوتا جاتا ہے اور روح طبعی اور حرارت اس کے بڑھانے میں مشغول ہوتی ہے۔ پھر نطفہ کے وقوع سے ۹۰ دن گذرنے کے بعد حیوانی قوتیں اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ پھر جب ۱۰۰ دن پوری ہوتے ہیں تو اس کی حیوانی قوت دماغ کو پہنچتی ہے اور حرکت ارادی ضعیف سی اس میں پیدا ہوتی ہے جس طرح کوئی نقیہ یا ضعیف کہ ہلنے ڈلنے کی قوت نہ رکھتا ہو اور پھر ۱۱۰ دن کے بعد اس شخص کے مانند ہوتا ہے جو کچھ جاگتا اور کچھ سوتا ہے یہاں تک کہ ۱۲۰ دن کے بعد قوت حیوانی اس میں کامل ہو جاتی ہے اور جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ تین چلہ گذرنے کے بعد بچہ میں روح آتی ہے اور جان پڑتی ہے سو اسی حالت کی طرف اشارہ ہے کہ بعد گزرنے ۱۲۰ روز کے روح انسانی اس میں آتی ہے اس واسطے کہ حقیقت میں روح وہی ہے اور پہلے اس کے ایک حیوان تھا دوسرے حیوانوں کی طرح اور جب اس حد سے تجاوز کرتا ہے تو حرکت اس کی پیٹ کے اوپر سے معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ ۷ مہینے میں ہمیشہ اس کے ہلنے ڈلنے کے سبب سے اس کے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں اور کچھ قوت پکڑتے ہیں گویا کہ اتنے دنوں اسی سے ورزش اور محنت لیتے تھے۔ پھر بعد اس کے جھلی کے تینوں پردے پھاڑنے پر قادر ہوتا ہے اور اپنی رگوں کو ماں کی رگوں سے جدا کرنے کی قوت پیدا کرتا ہے پھر چاہتا ہے کہ کسی طرح میں اس تنگ مکان سے نکلوں یہاں تک کہ نویں مہینے حق تعالیٰ کے حکم سے باہر آتا ہے۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ

الغرض انسان کی پیدائش حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ایک عجیب نمونہ ہے اسی کو آگے فرمایا گیا کہ اس کو اس رحم میں ایک وقت معین تک رکھا جس سے مراد مدت حمل ہے جو کم تر چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ ۲ برس اور بعض کے نزدیک ۴ برس ہے اور کثیر الوقوع نو مہینے ہیں تو انسان دیکھے اور سمجھے۔ اللہ تعالیٰ کیسی قدرت والے ہیں کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں کامل ہو چکا تو اپنی قدرت کاملہ سے اس کو کشاں کشاں اس تنگ و تاریک مکان سے باہر لایا گیا تو جب یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بڑی اور کمال قدرت والے ہیں کہ ایک قطرہ منی کو بتدریج پورا کر کے انسان عاقل بنا دیا تو کیا اس انسان کو دوبارہ مرنے کے بعد زندہ نہیں کر سکتے اور کیا اس کے اجزائے متفرقہ کو جمع کر کے بار دیگر اس میں روح پھونکنے پر قادر نہیں؟ ضرور قادر ہیں۔ تو اے منکر قیامت وحشر و نشر اپنی ابتدائی حالت پر انتہائی کا قیاس کیوں نہیں کرتے؟ پھر کس لئے حشر کا انکار کرتے ہو بلکہ یہ بھی انسانی تکمیل کا تتمہ ہے کہ جس طرح اس کو ماں کے پیٹ کی تنگ و تاریک کوٹھری سے باہر لائے اور وسیع جگہ میں رکھا اسی طرح یہ جہان اس دوسرے جہان کی نسبت سے ایسا ہی تنگ و تاریک ہے جیسا کہ ماں کا پیٹ دنیا کی بہ نسبت۔ تو اس جہان آخرت میں ان کم فہموں کی بڑی خرابی ہوگی جو اس جہان میں اس جہان کو جھٹلاتے رہے۔ اسی لئے پھر تیسری بار فرمایا وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ یعنی بڑی خرابی ہوگی اس دن ان قدرت الٰہی کے منکروں کی کہ باوجود اس کی قدرت کے آثار رات دن دیکھنے کے کہ ہمیشہ لوگ پیدا ہوتے جاتے ہیں پھر بھی متنبہ اور خبردار نہیں ہوتے اور اس **مالک الملک علی الاطلاق** کو اپنی طرح اسباب و آلات کا مقید جانتے ہیں کہ جو یوں کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو پھر کس طرح زندہ کر دیئے جائیں گے۔ اس وقت ان لچر پوچ شبہات پر پچھتائیں گے اور ندامت سے ہاتھ کاٹیں گے۔

یہ تو حمل مادری میں اس کی قدرت کا نمونہ تھا جو خاص انسان کی پیدائش ہی سے متعلق تھا اور ان دلائل کو دلائل النفس کہتے ہیں۔ اب آگے بعض دلائل آفاق کو بیان فرمایا جاتا ہے جن سے معلوم ہوگا کہ جو اللہ ایسی قدرت والا ہے وہ دنیا کو فنا کر کے دوسری بار کیوں نہیں قائم کر سکتا جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۙ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۙ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ

کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مُردوں کی سمیٹنے والی نہیں بنایا۔ اور ہم نے اس میں اونچے اونچے پہاڑ بنائے

وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۗ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ

اور ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا۔ اُس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ تم اس عذاب کی طرف چلو جس کو جھٹلایا کرتے تھے۔

تُكَذِّبُوْنَ ۚ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۙ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ

ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔ جس میں نہ سایہ ہے اور نہ گرمی سے

اللَّهَبِ ۗ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۚ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۗ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۞

بچاتا ہے۔ وہ انگارے برسائے گا جیسے بڑے بڑے محل۔ جیسے کالے کالے اونٹ۔ اُس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

اَلَمْ نَجْعَلِ کیا ہم نے نہیں بنایا	الْاَرْضَ زمین	كِفَاتًا سمیٹنے والی	اَحْيَآءً زندوں و	وَّاَمْوَاتًا اور مُردوں کو	وَّجَعَلْنَا اور ہم نے رکھے		
فِيْهَا اس میں	رَوَاسِيَ پہاڑ (جمع)	شٰمِخٰتٍ اونچے اونچے	وَّاَسْقَيْنٰكُمْ اور ہم نے پلایا تمہیں	مَّآءً فُرَاتًا پانی میٹھا	وَيْلٌ خرابی		
يَّوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانیوالوں کیلئے	اِنْطَلِقُوْٓا تو تم چلو	اِلٰى طرف	مَا كُنْتُمْ بِهٖ جس کو تم تھے	تُكَذِّبُوْنَ تم جھٹلاتے		
اِنْطَلِقُوْٓا تم چلو	اِلٰى ظِلٍّ سایہ کی طرف	ذِيْ والا	ثَلٰثِ تین	شُعَبٍ شاخیں	لَّا ظَلِيْلٍ نہ گہرا سایہ	وَّلَا يُغْنِيْ اور نہ وہ بچائے	
مِنَ سے	اللَّهَبِ شعلہ (تپش)	اِنَّهَا بیشک وہ	تَرْمِيْ پھینکتی ہے	بِشَرَرٍ شعلے	كَالْقَصْرِ محل جیسے	كَاَنَّهٗ گویا کہ	جِمٰلَتٌ اونٹ (جمع)
صُفْرٌ زرد	وَيْلٌ خرابی	يَّوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کیلئے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں انسان کی اپنی پیدائش اور حمل مادری کے زمانہ میں خدا کی عجیب وغریب قدرت کا ظہور ہونا بیان ہوا تھا اور جس سے قیامت اور حشر ونشر کا ثابت کرنا مقصود تھا بایں طرح کہ جو خدا اس پر قادر ہے کہ ایک ناچیز قطرہ سے جیتا جاگتا انسان عاقل بنا دے تو کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ اسی انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دے۔ یہ تو قیامت کا ثبوت دلائل انفسی سے تھا یعنی انسان کی خود اپنی پیدائش سے متعلق اب آگے ایک دوسری دلیل جس کو دلائل آفاقی کہتے ہیں اس سے قیامت کا برپا ہونا ثابت فرمایا جاتا ہے۔ اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ زندہ مخلوق اسی زمین پر بسر کرتی ہے اور مردے بھی اسی مٹی میں پہنچ جاتے ہیں۔ انسان کو زندگی کی ابتداء اسی خاک سے ملی اور موت کے بعد بھی یہی اس کا ٹھکانہ ہوا تو دوبارہ اسی خاک سے اس کو اٹھا دینا کیوں مشکل ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی زمین پر پہاڑ جیسی وزنی اور سخت چیز پیدا کر دی جو اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہیں کھاتے اور اسی زمین میں پانی کے چشمے جاری کر دیئے جو نرم اور سیال ہونے کی وجہ سے برابر بہتے رہتے ہیں اور سہولت سے پینے والے کو سیراب کرتے ہیں پس جو خدا اس حقیر زمین میں اپنی قدرت کے متضاد نمونے دکھلا سکتا ہے اور موت و حیات اور سختی ونرمی کے مناظر پیش کرتا ہے کیا وہ میدان حشر میں سختی اور نرمی اور نجات وہلاکت کے مختلف مناظر نہیں دکھا سکتا نیز جس کے قبضہ میں پیدا کرنا۔ ہلاک کرنا۔ حیات وبقا کے سامان فراہم کرنا یہ سب کام ہوں اس کی قدرت کو انسانوں کے دوبارہ پیدا کر کے کھڑا کر دینے میں جھٹلانا کیوں کر درست وجائز ہوگا جیسا کہ یہ منکرین قیامت وآخرت خیال کرتے ہیں۔ اب یہاں چوتھی مرتبہ وہی جملہ ویل یومئذ للمکذبین

3 فرمایا گیا یعنی اس روز منکرین کی بڑی کم بختی آئے گی جو دنیا میں سمجھتے تھے کہ ایک جگہ اور ایک وقت میں تمام اولین و آخرین کو جمع کرنا اور ان کی جزا وسزا کے اس قدر مختلف اور متضاد کام سرانجام دینا کیوں کر ممکن ہوگا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو کفار و منکرین قیامت کے دن کو اور جزا وسزا کو اور جنت وجہنم کو دنیا میں جھٹلاتے تھے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ چلو اس چیز کی طرف جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے یعنی حساب کتاب اور اعمال دنیا پر جزا وسزا اب چلو اس کو دیکھ لو۔ چونکہ میدان حشر میں جب سب جمع ہوں گے تو آفتاب سروں کے نزدیک کر دیا جائے گا اور آفتاب کی تپش اور گرمی کے مارے تمام کے بدنوں سے پسینہ جاری ہو جائیگا۔ انبیاء اور صلحاء کے تو صرف تلوے تر ہوں گے۔ عام مومنین کے ٹخنے، پنڈلی، گھٹنے، کمر، سینہ اور گردن تک حسب اعمال پسینہ چڑھ جائے گا کفار منہ اور کانوں تک پسینہ میں غرق ہو جائیں گے جس سے ان کو سخت تکلیف ہوگی۔ اور نہایت گریہ وزاری سے فریاد کریں گے کہ سردست ہم کو سایہ ملے کہ کچھ تو اس گرمی اور پسینہ کی بلا سے نجات پاویں۔ فرشتے ان کفار و مشرکین سے کہیں گے کہ چلو اس سایہ کی طرف جس کی تین شاخیں نمودار ہیں وہ دور سے سایہ نمودار ہوگا۔ وہاں آویں گے تو کچھ اور ہی پاویں گے کہ دراصل نہ وہ سایہ ہے کہ جس میں ٹھنڈک ہو اور بیرونی تپش کے دفع کرنے میں کارآمد ہو۔ وہ دراصل جہنم کا دھواں ہوگا جو کافروں کے سائے کے لئے جہنم سے اٹھے گا اور جو پھٹ کر کئی ٹکڑے ہو جائے گا۔ لکھا ہے کہ ان میں سے ہر شخص کو وہ دھواں تین طرف سے گھیر لے گا۔ ایک ٹکڑا سر پر سائبان کی طرح ٹھہرے گا۔ دوسرا ٹکڑا داہنے اور تیسرا بائیں ہو جائے گا حساب سے فارغ ہونے تک وہ لوگ اسی جہنم کے دھویں کے سایہ کے نیچے رہیں گے۔ اسی کو ۲۷ ویں پارہ سورہ واقعہ میں فرمایا گیا ہے **وظل من یحموم لابارد ولاکریم** ○ (وہ جہنم کے کالے دھویں کے سایہ میں رکھے جائیں گے جس میں کوئی ٹھنڈک یا جسمانی اور روحانی آرام نہ ملے گا۔ نہ وہ عزت کا سایہ ہوگا)۔ ذلیل وخوار اس کی تپش میں بھنتے رہیں گے۔

یہاں اس سورۃ میں تو ذکر نہیں فرمایا گیا کہ مومنین صالحین کو کیسا سایہ اس وقت نصیب ہوگا کیونکہ یہاں تو منکرین قیامت کا ذکر ہو رہا ہے مگر صحیح احادیث میں آتا ہے کہ ایمان دار اور نیک کردار یعنی مومنین صالحین عرش عظیم کے سایہ میں کھڑے ہوں گے۔ بموجب حدیث شریف عرش کے زیر سایہ سات گروہوں کو جگہ دی جائے گی۔ ۱- بادشاہ عادل ۲- نوجوان عابد ۳- وہ شخص جو محض ذکر الٰہی اور نماز کی غرض سے ہمیشہ مسجد سے دل لگا ئے رکھے۔ ۴- وہ شخص جو خلوت وتنہائی میں شوق وخوف الٰہی کی وجہ سے گریہ زاری کرے۔ ۵- وہ دو شخص جو خالصاً لوجہ اللہ ایک دوسرے سے محبت کریں اور ظاہر و باطن میں یکساں ہوں۔ ۶- وہ شخص جو خیرات اس طرح چھپا کر کرے کہ سوائے خدا کے اور کسی کو خبر نہ ہو۔ ۷- وہ شخص جس کو زن حسینہ وجمیلہ اور صاحب ثروت بغرض فعل بد طلب کرے اور وہ محض خوف الٰہی کی وجہ سے باز رہے۔ بعض روایتوں میں ان کے علاوہ کچھ اور گروہوں کا بھی ذکر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو بھی اس دن اپنے عرش کے سایہ میں جگہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

تو یہاں ذکر منکرین قیامت و آخرت کا ہو رہا ہے کہ یہ کفار فراغ حساب کتاب تک اسی جہنم کے دھویں کے احاطہ میں رہیں گے کہ جس میں نہ ٹھنڈک ہوگی اور نہ گرمی سے بچنا۔ آگے اس دھویں کا کچھ حال مذکور ہے کہ وہ انگارے برساوے گا جیسے بڑے بڑے محل جیسے کالے کالے اونٹ۔ قاعدہ ہے کہ جب چنگاری آگ سے جھڑتی ہے تو پہلے بڑی ہوتی ہے پھر بہت سے چھوٹے ٹکڑے ہو کر زمین پر گرتی ہے تو یہاں آیت میں پہلی تشبیہ كَالْقَصْرِ (جیسے بڑے بڑے محل) یہ ابتدائی حالت کے اعتبار سے ہے اور دوسری تشبیہ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (جیسے کالے کالے اونٹ) یہ انتہائی حالت کے اعتبار سے ہے۔

آگے پانچویں مرتبہ وہی جملہ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ فرمایا گیا یعنی جو منکرین قیامت سمجھتے تھے کہ قیامت آنے والی نہیں اور اگر آئی بھی تو ہم دنیا کی طرح وہاں بھی آرام سے رہیں گے۔ تو وہ سمجھ لیں کہ اس روز ان جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

ابھی آگے اسی یوم قیامت کا حال کفار سے متعلق اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

یہ وہ دن ہوگا جس میں لوگ نہ بول سکیں گے۔ اور نہ ان کو اجازت ہوگی سو عذر بھی نہ کرسکیں گے۔ اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۝ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ۝ وَيْلٌ

یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تم کو اور اگلوں کو جمع کرلیا۔ سو اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہو تو مجھ پر تدبیر چلالو۔

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

هٰذَا يَوْمُ اس دن	لَا يَنْطِقُوْنَ وہ نہ بول سکیں گے	وَلَا يُؤْذَنُ اور نہ اجازت دی جائے گی	لَهُمْ انہیں	فَيَعْتَذِرُوْنَ کہ وہ عذرخواہی کریں	
وَيْلٌ خرابی	يَّوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کیلئے	هٰذَا یہ	يَوْمُ الْفَصْلِ فیصلے کا دن	جَمَعْنٰكُمْ ہم نے جمع کیا تمہیں
وَ اور	الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں کو	فَاِنْ پھر اگر	كَانَ لَكُمْ ہے تمہارے پاس	كَيْدٌ کوئی داؤ	فَكِيْدُوْنِ تو تم مجھ پر داؤ کرلو
وَيْلٌ خرابی	يَّوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کیلئے			

تفسیر وتشریح: شروع سورۃ سے اثبات قیامت اور منکرین قیامت کے متعلق بیان ہوتا چلا آ رہا ہے گزشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ یہ منکرین جو آج دنیا میں قیامت کو جھٹلا رہے ہیں جب میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے تو گرمی کی تپش اور جلن سے سایہ کی درخواست کریں گے اس وقت بجائے ٹھنڈے سایہ اور گرمی سے بچانے والے سایہ کے جہنم کے دھویں کا سایہ ان کو دیا جائے گا جو انہیں تین طرف اوپر دائیں بائیں سے گھیرے ہوگا اور اس میں سے آگ کی چنگاریاں برسیں گی۔ تو یہ منکرین جو قیامت کو آج جھٹلا رہے ہیں اس روز ان کی بڑی خرابی آئے گی اور ان کو طرح طرح کے عذاب اور سختیاں برداشت کرنا ہوں گی۔ اسی سلسلہ میں آگے کفار کے متعلق بعض احوال قیامت ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ وہ ایسا دن ہوگا جس میں یہ منکرین قیامت نہ بول سکیں گے اور نہ انہیں عذر ومعذرت کی اجازت دی جائے گی۔ قرآن کریم میں اس موقع پر کافروں کا ساکت رہنا اور عذر آوری کی اجازت نہ ملنا مذکور ہے مگر دوسری آیات میں ان کفار کا بولنا۔ مکرنا۔ حق کو چھپانا اور غلط بیانی کرنا اور عذر کرنا بھی بیان ہوا ہے تو پھر ان آیتوں کے مختلف مضامین کی تطبیق کس طرح ہوسکتی ہے؟ اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قیامت کے دن مختلف مقامات میں متعدد مجلسیں درپیش ہوں گی۔ سو بعض جگہوں اور بعض مجلسوں میں کافروں کو بات کرنے کی ممانعت نہ ہوگی سو ان جگہوں میں یہ گفتگو اور بات چیت کرسکیں گے اور بعض جگہوں اور بعض مجلسوں میں ان کو بات کرنے کا حکم نہ ہوگا سو وہاں لب بھی نہ ہلاسکیں گے۔ تو ان مختلف آیات کے مضامین کا اختلاف محشر کے مختلف مواقع اور وقتوں کے اختلاف کے سبب ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس موقع پر لکھا ہے کہ منکرین اور مکذبین قیامت کا نہ بول سکنا اور انہیں عذر معذرت کی اجازت نہ ملنا اس وقت ہوگا جبکہ ان پر حجت قائم ہوچکی ہوگی اور ظالموں پر خدا کی بات ثابت ہوچکی ہوگی تو اب انہیں بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ حجت قائم ہونے سے پہلے یہ عذر ومعذرت پیش کریں گے۔ جب سب توڑ دیا جائے گا اور دلیلیں قائم ہوجائیں گی تو اب بول چال عذر ومعذرت

سب ختم ہو جائے گی۔ الغرض میدان حشر کے یہاں اس موقع کا ذکر فرمایا گیا ہے جبکہ یہ کافر ساکت ہو کر بالآخر مجرم قرار دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد چھٹی مرتبہ پھر وہی جملہ دھرایا گیا۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ یعنی جو لوگ آج اس واقعہ حقہ کو جھٹلا رہے ہیں سمجھ رکھیں کہ اس روز حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہو گی۔ اور ان سے کہا جاوے گا کہ یہ ہے فیصلہ کا دن جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے۔ اب اگلے پچھلے سب یہاں جمع ہیں اگر تم کسی چالاکی اور مکاری سے ہوشیاری اور فریب دہی سے اللہ تعالیٰ کے قبضہ سے نکل سکتے ہو تو اس کی پوری کوشش کرلو۔ دنیا میں حق کے دبانے کی بہت تدبیریں کی تھیں۔ اب وہ چلت پھرت اور بے باکی کیا ہوئی؟ اب حسب وعدہ تم سب کو جمع کر دیا آج اگر کسی حکمت سے تم چھوٹ سکتے ہو تو کمی نہ کرو۔ اس کے بعد ساتویں مرتبہ پھر وہی جملہ دہرایا گیا وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ یعنی یہ کفار اس واقعہ حقہ کی بھی تکذیب کرتے ہیں سو سمجھ رکھیں کہ اس روز حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

یہاں تک تو منکرین و مکذبین قیامت کا ذکر تھا کہ قیامت میں اس تکذیب کی بدولت ان کو کیسی کیسی سختیاں اور دردناک عذاب و تکالیف پیش آئیں گی۔ اب ان کے مقابلہ میں اہل ایمان۔ خدا سے ڈرنے والے۔ اللہ کے احکام دنیا میں بجا لانے والے اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے والے۔ ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ ان کو قیامت میں کیا حالات پیش آئیں گے اور ان کا کیا اعزاز و اکرام کیا جائے گا اور ان کو کیسی راحتیں اور آرام نصیب ہونگے۔ جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اس دنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی بنانے اور سنوارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور آج جب ہم کو موقع حاصل ہے ہم کو ان اعمال کی توفیق عطا فرما دیں کہ جو آخرت میں ہماری مغفرت کا ذریعہ بن جائیں۔

یا اللہ قیامت کی سختیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیئے اور مجرمین کے گروہ سے ہمیں علیحدہ رکھئے اور ہمارا حشر نشر اپنے مخلص مومن بندوں کے ساتھ فرما کر اپنی جنت میں ہمارا دائمی ٹھکانہ بنایئے۔

یا اللہ ان آیات میں مخاطبت تو کفار مشرکین اور منکرین قیامت و آخرت سے ہے کہ جس فیصلہ کے دن کی تم دنیا میں تکذیب کیا کرتے تھے دیکھو اب وہ دن آ پہنچا اور تم سب جمع کر لئے گئے۔ اب عذاب آخرت سے کسی تدبیر سے تم بچ سکتے ہو تو اپنے کو بچالو! تو کیا اس مخاطبت میں ان مسلمانوں کے لئے کوئی سبق اور عبرت نہیں جو اب اس دنیا میں قیامت و آخرت اور یوم حساب سے بالکل غافل ہو کر زندگی گزار رہے ہیں۔ یا اللہ ہماری آنکھیں اس یوم حساب کی طرف سے اس دنیا کی زندگی میں کھول دے اور اس فیصلہ کے دن کیلئے تیار ہو جانے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلٰلٍ وَّعُيُونٍ ﴿٤١﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٤٢﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓـًٔا

پرہیز گار لوگ سایوں میں اور چشموں میں اور مرغوب میووں میں ہوں گے۔ اپنے اعمال کے صلہ میں

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٥﴾

خوب مزہ سے کھاؤ پیو۔ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُّجْرِمُونَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ

تم تھوڑے دن اور کھالو برت لو تم بے شک مجرم ہو۔ اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے

ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾

کہ جھکو تو نہیں جھکتے۔ اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ تو پھر اس کے بعد اور کون سی بات پر ایمان لاویں گے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ بیشک پرہیز گار (جمع)	فِي میں	ظِلٰلٍ سایوں	وَّعُيُونٍ اور چشموں	وَّفَوَاكِهَ اور میوے	مِمَّا اس (قسم کے) جو	
يَشْتَهُونَ وہ چاہیں گے	كُلُوا تم کھاؤ	وَاشْرَبُوا اور تم پیؤ	هَنِيٓـًٔا مزے سے	بِمَا كُنْتُمْ اس کے بدلے جو تم	تَعْمَلُونَ کرتے تھے	
إِنَّا كَذٰلِكَ بیشک ہم اسی طرح	نَجْزِي جزا دیتے ہیں	الْمُحْسِنِينَ نیکوکاروں کو	وَيْلٌ خرابی	يَوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِينَ جھٹلانے والوں کیلئے	
كُلُوا تم کھاؤ	وَتَمَتَّعُوا اور تم فائدہ اٹھالو	قَلِيلًا تھوڑا	إِنَّكُمْ بیشک تم	مُّجْرِمُونَ مجرم (جمع)	وَيْلٌ خرابی	يَوْمَئِذٍ اس دن
لِّلْمُكَذِّبِينَ جھٹلانے والوں کیلئے	وَإِذَا اور جب	قِيلَ کہا جائے	لَهُمُ ان سے	ارْكَعُوا تم رکوع کرو	لَا يَرْكَعُونَ وہ رکوع نہیں کرتے	
وَيْلٌ خرابی	يَوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِينَ جھٹلانے والوں کیلئے	فَبِأَيِّ تو کون سی	حَدِيثٍ بات	بَعْدَهُ اس کے بعد	يُؤْمِنُونَ وہ ایمان لائیں گے

تفسیر وتشریح: یہ سورہ مرسلت کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ شروع سورۃ میں پہلے قیامت کا حق ہونا بیان فرمایا گیا تھا اور پھر بتلایا گیا تھا کہ اس دن ہر انسان کے اعمال کی جو اس نے دنیا میں کئے تھے۔ جانچ پڑتال ہوگی اور جنہوں نے دنیا میں قیامت و آخرت کی تکذیب کی ہوگی۔ اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو نہ مانا ہوگا ان کی وہاں بڑی خرابی ہوگی۔ ان کو میدان حشر میں جہنم کے دھوئیں کے سائبان میں رکھا جائے جس سے آگ کی چنگاریاں ان پر برسیں گی اور نہ انہیں سایہ کی ٹھنڈک ملے گی اور نہ تپش سے بچاؤ نصیب ہوگا اور وہاں کے سخت عذابوں سے بچ کر نکل سکنے کی بھی کوئی صورت نہ ہوگی۔

اب آگے ان منکرین قیامت اور مکذبین آخرت کے مقابلہ میں اہل ایمان۔ نیکوکار۔ متقی و پرہیز گار بندوں کی جزا کا بیان ہو رہا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق زندگی بسر کی ہوگی اور اس کے غضب سے ڈر کر گناہوں سے بچتے اور برے کاموں سے پرہیز کرتے رہے ہوں گے۔ خدا کے عبادت گزار تھے۔ فرائض و واجبات کے پابند تھے وہ قیامت کے دن محشر میں عرش کے سایہ میں اور جنت کے اندر پہنچ کر وہاں کے سرسبز شاداب درختوں کے سایہ میں ہوں گے جہاں ہر طرف ٹھنڈے پانی اور دوسری پینے کی خوش گوار اور مزے دار مشروبات کے چشمے و نہریں بہہ رہے ہوں گے اور ان کے دل پسند میوے اور پھل موجود ہوں گے جسے جب جی چاہے کھائینگے۔ نہ روک ٹوک ہوگی نہ کمی اور نقصان کا اندیشہ ہوگا۔ نہ فنا ہونے اور ختم

ہونے کا خطرہ ہوگا اور پھر ان کے حوصلہ بڑھانے اور دل میں فرحت و خوشی کو دوبالا کرنے کے لئے خداوند تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بار بار فرمان ہوگا کہ اے میرے بندو۔ اے جنتیو! تم یہ خوشی اور بافراغت خوب راحت سے کھاؤ پیو اور یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم دنیا میں احتیاط کے ساتھ بچ بچ کر چلتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف ہو جاوے۔ ہمارے ہاں ایسے نیک کردار، پرہیزگار، مخلص صاحب ایمان لوگوں کے لئے ایسا ہی بھلا بدلہ اور نیک جزا ہے کہ آج انہیں عیش وعشرت کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ ہاں کفار جو نعماء جنت کی بھی تکذیب کرتے ہیں ان کی البتہ بڑی خرابی ہوگی اور بری طرح شامت آئے گی۔

یہاں ان آیات میں اہل سعادت متقین کا انجام و جزا بیان فرماتے ہوئے ظلل یعنی سائے اور عیون یعنی چشمے اور فواکہ یعنی میوے سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ایمان متقین کے لئے متعدد سائے ہوں گے۔ اول میدان محشر میں عرش رب العالمین کا سایہ ہوگا۔ پھر پل صراط سے گزرنے کے وقت اعمال صالحہ وصدقات کا سایہ ہوگا۔ پھر جنت میں پہنچ کر طوبیٰ کا سایہ ہوگا اور پربہار درختوں کا اور جب اپنے منازل اور مکانات میں آویں گے تو جنت کے عمدہ اور عالی شان محلوں اور چھت گیریوں کا سایہ ہوگا اور سب سے بڑھ کر رحمت الٰہی کا سایہ ہوگا جو ہزاروں سایہ سے بہتر ہوگا۔ اسی طرح عیون بھی جمع کا لفظ ہے یعنی بہت سے چشمے چنانچہ اہل جنت کے لئے چشمے اور نہریں بھی متعدد ہوں گی۔ کسی میں کافور کی آمیزش۔ کسی میں زنجبیل کی ملاوٹ۔ کسی میں شہد کی شیرینی۔ کسی میں دودھ کی خاصیت اور اسی طرح فواکہ جمع کا لفظ ہے یعنی طرح طرح اور قسم قسم کے میوے جیسی دل رغبت رکھتے ہوں یعنی سرد گرم۔ کھٹے میٹھے۔ بہار کے خزاں کے گدر اور پکے۔ سب وہاں موجود ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرمائیں کہ جن کو قیامت میں یہ نعمتیں عطا فرمائی جائیں گی۔ آمین۔

تو اہل ایمان متقین کا اجر بیان فرما کر کہ جس کو دیکھ کر کفار و منکرین کو اور زیادہ غم و رنج ہوگا کہ دنیا میں ہم جن کو کم مایہ اور بے حیثیت اور ذلیل وخوار سمجھتے تھے آج ان کا تو یہ اعزاز و اکرام ہوا اور ہمارے لئے یہ خرابی اور ذلت اور طرح طرح کے عذاب پھر ان کو اس سے بھی رنج ہوگا کہ ہم نے دنیا میں ایسے کریم کی کیوں نافرمانی کی کہ جو آج ایسے صلہ عطا فرما رہا ہے۔ اسی کو آٹھویں مرتبہ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ کے جملہ کو دہرایا گیا کہ اس روز حق کو جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ آگے مکذبین آخرت ومنکرین قیامت کو خطاب ہے کہ اے کافرو! تم جو قیامت کے منکر ہو اور دنیا ہی کی لذات پر دلدادہ ہو تو تھوڑے دنوں کھا پی لو اور مزے اڑا لو۔ آخر یہ کھایا پیا بری طرح نکلے گا کیونکہ تم اللہ کے مجرم ہو۔ جس دائمی اور سزائے ابدی میں گرفتار ہو گے اور جو لوگ سزائے جرم کو جھٹلاتے ہیں سمجھ رکھیں کہ اس روز حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی کہ اس دن دنیا کے مزے یاد کریں گے اور حسرت کے آنسوؤں سے روئیں گے کہ ہائے چندروزہ عیش ونشاط کے سبب جواب خواب و خیال ہو گئے ہمیشہ کا عذاب دردناک اور دکھ بھری زندگانی خریدی جہاں موت بھی نہیں کہ مر کر ہی اس بلا سے چھوٹ جائیں۔ اور اسی کو نویں مرتبہ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ کے جملہ کو دہرا کر بتلایا گیا جو دنیا کے عیش و بہار اور لذتوں پر ریجھ رہے تھے وہاں معلوم ہوگا کہ جس چیز کو پھولوں کا ہار سمجھ کر گلے میں ڈال رہے ہیں وہ کالا ناگ بن کر آخرت میں ڈسے گا۔ اخیر میں ان منکرین قیامت و مکذبین آخرت کی سرکشی کی حالت بیان فرمائی جاتی ہے کہ وہ ایسے سرکش اور حق کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں کہ جب دنیا میں ان سے رسول یا ان کے نائب کہتے ہیں کہ خدا کی طرف جھکو اس کے احکام مانو اس کی نافرمانی سے بچو یعنی ایمان اور عبدیت اختیار کرو تو اس سے بھی جی چراتے ہیں بلکہ اس کہنے کو حقارت سے دیکھتے ہیں اور تکبر کے ساتھ انکار کر دیتے ہیں گویا مومن اور کافر کا ایک بڑا امتیاز یہ ہے کہ مومن مصیبت کا وقت ہو یا راحت کا۔ بیماری میں ہو یا تندرستی میں۔ افلاس

میں ہو یا تونگری میں ہر حال میں خدا کی طرف جھکنے والا ہوتا ہے برخلاف کافر کے تو اس سے زیادہ ان منکرین اور مکذبین کا کیا جرم ہو گا کہ یہ لوگ اس کے جرم ہونے کو بھی جھٹلاتے ہیں۔ سو سمجھ رکھیں کہ اس روز حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہو گی۔ اور دسویں مرتبہ پھر وہی جملہ دہرایا گیا وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِيْنَ یعنی یہ منکرین اس دن پچھتائیں گے کہ دنیا میں احکام الٰہی کے سامنے کیوں نہ جھکے۔ وہاں سر جھکاتے تو آج یہاں سر بلند ہوتے۔ اب جبکہ ان منکرین قیامت و مکذبین آخرت کو اس قدر صاف صاف اور واضح قرآنی الفاظ اور آیات میں بتا دیا گیا کہ منکرین کے لئے یہ خرابیاں اور یہ دردناک عذاب آخرت میں ہیں اور اہل ایمان کے لئے یہ انعامات واحسانات ہیں تو اس کو سن کر بھی اگر یہ مکذبین یقین نہیں لاتے تو اور کس بات پر ایمان لائیں گے۔ قرآن سے بڑھ کر کامل اور موثر بیان کس کا ہو گا۔ کیا قرآن کے بعد کسی اور کتاب کے منتظر ہیں کہ جو آسمان سے اترے گی اور اس کی یہ بات مانیں گے؟ اب کوئی دوسری کتاب تو آسمان سے نازل ہونے والی نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اس سورۃ کی آخری آیت فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ پڑھے اس کو لازم ہے کہ اس کے بعد کہے امنا باللہ وحدہ یعنی ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر جو ایک ہے اور وحدہ لاشریک ہے۔

اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تعصب و عناد سے خالی الذہن ہو کر کوئی منکر و کافر قرآن کا مطالعہ کرے تو اسلام اور قرآن کی حقانیت سے اس کا دل ضرور متاثر ہو گا۔ الحمد للہ سورہ مرسلت کے خاتمہ پر ۲۹واں پارہ بھی ختم ہوا۔ حق تعالیٰ بقیہ کے تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

سورۃ المرسلات کے خواص

۱.....رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس نے سورۃ المرسلات پڑھی وہ شرک سے بری ہو گیا۔

۲.....اگر کسی دشمن و مقابل سے مقابلہ چل رہا ہو تو سورۃ المرسلات کی تلاوت کرلے یا لکھ کر اپنے پاس رکھ لے تو دشمن مغلوب ہو جائے گا۔

۳.....جس آدمی کو پھوڑے پھنسیاں نہ چھوڑتی ہوں وہ سورۃ المرسلات لکھ کر گلے میں لٹکائے ان شاء اللہ تندرست ہو جائے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی دنیا میں اپنے متقی اور پرہیزگار بندوں میں شامل فرمالیں اور ہم کو اپنے احکام کی پوری اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ یا اللہ آخرت میں جو صلہ اپنے متقی بندوں کو آپ عطا فرمائیں ہم کو بھی اپنے کرم سے ان میں شامل فرمائیں۔ اور ہم کو بھی آخرت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔

یا اللہ آپ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر ایمان واسلام کی دولت و نعمت عطا فرمائی ہے تو ہمیں اس نعمت عظمیٰ کے قدر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور ہم کو پکا اور سچا مسلمان بنا کر زندہ رکھیئے اور اسی حالت پر موت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ اس قرآن پاک کا ہمیں متبع بنا کر اس کے احکام کی پیروی نصیب فرمایئے۔ یا اللہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر بنا تھا اس ملک میں ہم کو قرآنی حکومت دیکھنا نصیب فرمایئے۔ جو اس میں کوشاں ہیں ان کو کامیاب و سرخرو فرمایئے اور جو مخالفین اس میں روڑے اٹکا رہے ہیں ان کو ہدایت نصیب فرمایئے اگر ہدایت ان کے لئے مقدر ہے ورنہ ان کی گردنیں توڑ دیجئے اور ان کے وجود سے اس سرزمین کو پاک کر دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ

عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ

سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۚ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۙ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ؕ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۙ

یہ لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں۔اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں۔جس میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ

پھر ہرگز ایسا نہیں ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا۔اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا۔

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ

اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا۔اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا۔اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا۔اور ہم ہی نے تمہارے

سَبْعًا شِدَادًا ۙ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ لِّنُخْرِجَ بِهٖ

اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔اور ہم ہی نے ایک روشن چراغ بنایا۔اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا۔تاکہ ہم اس

حَبًّا وَّنَبَاتًا ۙ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ؕ

پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں۔

عَمَّ کیا۔کس	يَتَسَآءَلُوْنَ آپس میں پوچھتے ہیں	عَنِ سے	النَّبَاِ الْعَظِيْمِ خبر بڑی	الَّذِيْ جو۔جس	هُمْ وہ	فِيْهِ اس میں	مُخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے ہیں
كَلَّا ہرگز نہیں	سَيَعْلَمُوْنَ عنقریب جان لینگے	ثُمَّ پھر	كَلَّا ہرگز نہیں	سَيَعْلَمُوْنَ عنقریب جان لینگے	اَلَمْ کیا نہیں	نَجْعَلِ ہم نے بنایا	الْاَرْضَ زمین
مِهٰدًا بچھونا	وَّالْجِبَالَ اور پہاڑ	اَوْتَادًا میخیں	وَّ اور	خَلَقْنٰكُمْ ہم نے تمہیں پیدا کیا	اَزْوَاجًا جوڑے جوڑے	وَّجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	نَوْمَكُمْ تمہاری نیند
سُبَاتًا آرام	وَّجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	الَّيْلَ رات	لِبَاسًا اوڑھنا پردہ	وَّجَعَلْنَا اور بنایا ہم نے	النَّهَارَ دن	مَعَاشًا معاش کا وقت	وَّبَنَيْنَا اور ہمنے بنائے
فَوْقَكُمْ تمہارے اوپر	سَبْعًا سات	شِدَادًا مضبوط آسمان	وَّجَعَلْنَا اور ہم نے بنایا	سِرَاجًا چراغ	وَّهَّاجًا چمکتا ہوا	وَّاَنْزَلْنَا اور ہم نے اُتاری	مِنَ سے
الْمُعْصِرٰتِ پانی بھری بدلیاں	مَآءً ثَجَّاجًا بارش موسلادھار	لِّنُخْرِجَ تاکہ ہم نکالیں	بِهٖ اس سے	حَبًّا دانہ	وَّنَبَاتًا اور سبزی	وَّ اور	جَنّٰتٍ اَلْفَافًا باغ پتوں میں لپٹے ہوئے

سورۃ کی وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتدا ہی میں فرمایا گیا عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ لفظ نبا کے معنی ہیں خبر اور نبا العظیم کے معنی بڑی خبر۔چونکہ اس سورۃ میں قیامت کے وقوع کی خبر اور واقعات جزا و سزا کا بیان فرمایا گیا ہے جو کہ خبر عظیم ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ النباء مقرر ہوا۔یہ سورۃ مکی ہے۔

شان نزول: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مبعوث ہوئے اور اہل مکہ کو آپ نے قیامت و آخرت کی خبر دی کہ ایک دن وہ آنے والا ہے جس میں یہ دنیا بالکل ختم اور فنا کر دی جائے گی اور پھر تمام انسان دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔اور ان کے دنیا کے نیک و بد اعمال کی ان کو جزا و سزا ملے گی۔نیک اعمال کی جزا میں لوگ جنت میں جائیں گے اور بُرے اعمال کی سزا میں جہنم میں ڈالے جائیں گے اور جنت یا جہنم یہی دو تمام انسانوں کے آخری ٹھکانہ ہوں گے۔جنت میں ہر طرح کی راحت و آرام ہوگا اور جہنم میں طرح طرح کے مصائب

آزار اور عذاب و تکالیف ہوں گی تو ان باتوں کو کفار مکہ سن کر از راہ انکار و استہزا آپس میں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے سوال کرتے کہ ہاں صاحب وہ قیامت کب آئے گی؟ اور اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟ ابھی کیوں نہیں آتی؟ یہ کیوں کر ہوگا کہ بوسیدہ ہڈیاں پھر زندہ ہوں گی؟ منکرین قیامت کے ان سوال اور تعجب پر اس سورۃ کا نزول ہوا اور ان کے عقائد کی تردید اور قیامت کے وقوع اور جزا و سزا کا یقینی ہونا اس سورۃ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

قیامت کا آنا یقینی ہے

اب ان آیات کی تشریح یہ ہے کہ سورۃ کی ابتداء ایک سوالیہ جملہ سے فرمائی جاتی ہے کہ یہ قیامت کا انکار کرنے والے لوگ کس چیز کی بابت دریافت کر رہے ہیں؟ تو خدائے تعالیٰ کو تو معلوم تھا جس چیز کا وہ سوال کرتے تھے مگر سوالیہ فقرہ سے خطابت کی ابتداء کرنا دوسری زبانوں کی طرح خطبات عرب میں حسن خطابت کا ایک بہترین نمونہ سمجھا گیا ہے اس لئے سوالیہ جملہ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ فرمایا گیا یعنی یہ لوگ کس چیز کی بات دریافت کر رہے ہیں؟ اور پھر اس کا جواب خود حق تعالیٰ آگے دیتے ہیں۔ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں یعنی قیامت جو بہت عظیم الشان چیز ہے اور جس میں لوگوں کا اختلاف ہے اس کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ کوئی اس کے آنے پر یقین رکھتا ہے کوئی منکر ہے کہ قیامت وغیرہ کچھ نہیں۔ کوئی شک میں پڑا ہے کوئی کہتا ہے بدن اٹھے گا۔ کوئی کہتا ہے کہ سب عذاب ثواب روح پر گزرے گا۔ اس لئے آگے منکرین قیامت کے خیالات کی تردید کی جاتی ہے کہ تمہارے خیالات صحیح نہیں۔ قیامت ضرور آئے گی اور تم کو قیامت اور اس کی اصل کیفیت عنقریب معلوم ہو جائے گی اس لئے کہ دنیا آخر فانی اور چند روزہ ہے۔

قیامت آنے کے دلائل

قیامت کی خبر دے کر اس کے بعد چند دلائل فرمائے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کو ثابت فرماتے ہیں۔

پہلی دلیل: أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا یعنی اے انسانو! کیا ہم نے زمین کو تمہارے لئے فرش نہیں بنایا کہ جس پر سکون و اطمینان سے رہ سکو۔ اگر زمین ہوا کی طرح خفیف اور پانی کی طرح نرم اور آگ کی طرح گرم ہوتی تو تم کہیں اس پر بس سکتے تھے؟ پھر جدید سائنس کے نزدیک کرۂ زمین حرکت کرتا ہے۔ تو یہ اس کی قدرت اور حکمت کا کتنا بڑا ثبوت ہے کہ زمین اس طرح حرکت کرتی ہے کہ اس پر رہنے والوں کو کچھ بھی لغزش نہیں تو جس قادر مطلق نے کرۂ ارض کو ایسا بنایا کیا وہ اس کو فنا نہیں کر سکتا۔ ضرور کر سکتا ہے۔

دوسری دلیل: وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا یعنی کیا ہم نے پہاڑوں کو میخوں کے مانند نہیں بنایا کہ اپنے بوجھ اور بھاری پن سے زمین کو ہلنے نہیں دیتے۔ یعنی جیسا کسی چیز میں میخ لگا دینے سے وہ چیز اپنی جگہ سے نہیں ہلتی ایسے ہی ابتداء میں جو زمین کانپتی اور لرزتی تھی اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا کر کے اس کے اضطراب اور کپکپی کو دور کر دیا گویا زمین کو ایک طرح کا سکون حاصل ہوا۔

تیسری دلیل: وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا یعنی اے بنی آدم ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا۔ مرد کا جوڑا عورت اور عورت کا جوڑا مرد۔ ازواج کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ صفات کے لحاظ سے ایک کا مقابل دوسرا ہے۔ یعنی بادشاہ ہے تو فقیر بھی ہے۔ حسین ہے تو بدشکل بھی ہے۔ عقلمند ہے تو احمق بھی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اس میں اس کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے کہ جس نے ایک ہی زمین پر ایک ہی مادہ سے کیسے مختلف انسان بنائے۔ پھر انسان کو اس کی فطرت اور آفرینش میں مجبوری بھی دکھادی کہ انسان اپنی فطری چیزوں میں تغیر نہیں کر سکتا اور ثابت کر دیا کہ انسان کو جو اللہ نے قدرت دی ہے وہ محدود ہے۔ پھر انسانوں کا اختلاف صاف بتلا رہا ہے کہ تمہارے مختلف اعمال و عقائد کی جزا و سزا کا کوئی اور عالم ہے تو جو قادر مطلق کہ تم کو نر مادہ بنا کر پہلی مرتبہ پیدا کر سکتا ہے وہ تم کو فنا کر کے دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے۔

چوتھی دلیل: وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا اور ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے لئے راحت بنا دیا۔ اگر انسان رات کو یا دن میں اچھی طرح نہ سوئے تو دیکھئے حضرت انسان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ تمام اعضائے جسم اور دماغی قوتیں بیداری میں بیرونی کاموں میں مشغول رہتی ہیں۔ اس

مسلسل حرکت کی وجہ سے تمام اعصاب تھک جاتے ہیں اور انسان کی طاقت تحلیل ہوتی ہے۔ اس تحلیل کو روکنے اور تھکاوٹ کو دور کرنے اور اعضاء کوآرام پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نیند مقرر کردی ہے۔ نیند حق تعالیٰ کی ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ انسان کی ساری راحتوں کا مدار یہی ہے۔ اور یہ نیند مخلوق کے لئے ایک عظیم الشان نعمت ہونے کے علاوہ موت کا ایک نمونہ بھی ہے کہ دنیا سے غفلت ہوگئی تو گویا مر گئے تو جو ہر روز تم کو مارتا ہے اور ہر روز جلاتا ہے پھر کیا وہ موت کی نیند کے بعد اس خواب سے بیدار نہ کرے گا؟ ضرور کرے گا۔ اور اصل بیداری وہی ہوگی۔

پانچویں دلیل: وَّجَعَلۡنَا الَّيۡلَ لِبَاسًا اور رات کو ہم نے پردہ کی چیز بنایا گو اس میں کوئی بھلائی کرتا ہے کوئی برائی۔ چور رات کو چوری کرتا ہے۔ عابد زاہد نماز تہجد اور مراقبہ ذکر میں بیٹھا رہتا ہے۔ رات کی تاریکی مخلوق کی پردہ داری کرتی ہے۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے دریافت کیا کہ نکاح دن میں بہتر ہے یا رات میں۔ آپ نے فرمایا رات میں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو بھی قرآن میں لباس کہا ہے۔ وَّجَعَلۡنَا الَّيۡلَ لِبَاسًا اور نکاح والی عورتوں کو بھی لباس فرمایا ہے۔ ھن لباس لکم اور ایک لباس کو دوسرے لباس کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔

چھٹی دلیل: وَّجَعَلۡنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اور ہم نے دن کو تمہاری روزی کے لئے بنایا تاکہ تم دن کے اجالے میں کام دھندا کرسکو۔ کہیں آ جاسکو، سوداگری، تجارت لین دین کرسکو۔ اہل دنیا کی عمومی فطرت ہے کہ دن کو معاش کے کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں اگر ہمیشہ رات ہی رہتی یا دن ہی رہتا تو انسان کے لئے عافیت کا دائرہ تنگ ہوجاتا۔ جدید سائنس کا خیال ہے کہ اس نظام سے رات دن پیدا ہوتے ہیں تو یہ بھی اس کی قدرت وحکمت کی دلیل ہے کہ جو ان اجرام کو ایک خاص نظام پر حرکت دے رہا ہے۔ تو جب تک اس کا حکم اور اس کی مشیت ہے وہ مقرر کردہ نظام میں بندھے ہوئے ہیں۔ جب اس کا حکم ہوگا یہ نظام ٹوٹ جائے گا اور چاند ستارے، سورج، زمین و آسمان سب فنا اور ختم ہوجائیں گے۔

ساتویں دلیل: وَّبَنَيۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعًا شِدَادًا اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے کہ جن میں آج تک باوجود اس مدت گزرنے کے کوئی رخنہ نہیں پڑا۔

آٹھویں دلیل: وَّجَعَلۡنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا اور ہم نے چمکتا ہوا چراغ بھی بنادیا یعنی سورج کو بنایا جو تمام جہان کو روشن کردیتا ہے اور دنیا کو منور کردیتا ہے اور ہر چیز کو جگمگا دیتا ہے۔

نویں دلیل: وَّاَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡمُعۡصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا لِّنُخۡرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا وَّجَنّٰتٍ اَلۡفَافًا یعنی ابر سے پانی بکثرت برستا ہے پھر اس پانی سے جو پاک صاف نفع بخش ہے کھیتیاں اگاتے ہیں جن سے اناج پیدا ہوتا ہے جو انسان حیوان سب کے کھانے میں آتا ہے اور سبزیاں اگاتے ہیں جو تروتازہ کھائی جاتی ہیں اور باغات اس پانی سے پھلتے اور پھولتے ہیں اور قسم قسم کے ذائقوں اور رنگوں والے میوے اور پھل ان سے پیدا ہوتے ہیں۔

یہ نو قدرت کی عظیم الشان نشانیاں بیان فرما کر بتلا دیا کہ جو خدا ایسی قدرت وحکمت والا ہے کیا اسے اے انسانو! تمہارا دوسری مرتبہ پیدا کردینا اور حساب کتاب کے لئے اٹھانا کچھ مشکل ہوگا؟ اور کیا اس کی حکمت کے یہ بات منافی نہ ہوگی کہ اتنے بڑے کارخانہ دنیا کو یونہی خلط ملط بے نتیجہ چھوڑ دیا جائے۔ یقیناً دنیا کے اس طویل سلسلہ کا کوئی صاف نتیجہ اور انجام ہونا چاہئے اور اسی کو آخرت کہا جاتا ہے۔ جس کا آنا یقینی ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قیامت و آخرت پر ایمان کے ساتھ یقین کامل بھی نصیب فرمائیں کہ جو ہم آخرت سے کسی لحہ اور کسی آن غافل نہ ہوں۔ یا اللہ اس زندگی میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرما دیجئے کہ جو ہماری آخرت کو بنانے اور سنوارنے والے ہوں اور ان اعمال سے بچا لیجئے کہ جو آخرت کو بگاڑنے والے ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ﴿١٧﴾ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ

بے شک فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے۔یعنی جس دن صور پھونکا جاوے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آ ؤ گے۔اور آسمان کھل جاوے گا پھر اُس میں دروازے ہی

فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ

دروازے ہو جائیں گے۔اور پہاڑ ہٹا دیئے جاویں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جاویں گے۔بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے۔سرکشوں کا

مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾

ٹھکانا۔جس میں وہ بے انتہا زمانوں رہیں گے۔اس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا بجز گرم پانی اور پیپ کے

جَزَاءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ

یہ پورا بدلہ ملے گا۔وہ لوگ حساب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے۔اور ہم نے ہر چیز کو

أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾

لکھ کر ضبط کر رکھا ہے۔سو مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے۔

إِنَّ بیشک	يَوْمَ الْفَصْلِ فیصلہ کا دن	كَانَ ہے	مِيقَاتًا مقررہ وقت	يَوْمَ دن	يُنفَخُ پھونکا جائے گا	فِي الصُّورِ صُور میں	فَتَأْتُونَ پھر تم چلے آ ؤ گے
أَفْوَاجًا گروہ در گروہ	وَفُتِحَتِ اور کھولا جائیگا	السَّمَاءُ آسمان	فَكَانَتْ تو ہو جائیں گے	أَبْوَابًا دروازے	وَسُيِّرَتِ اور چلائے جائیں گے	الْجِبَالُ پہاڑ	
فَكَانَتْ پس ہو جائیں گے	سَرَابًا سراب	إِنَّ بیشک	جَهَنَّمَ جہنم	كَانَتْ ہے	مِرْصَادًا گھات میں	لِّلطَّاغِينَ سرکشوں کیلئے	مَآبًا ٹھکانہ
لَّابِثِينَ وہ رہیں گے	فِيهَا اس میں	أَحْقَابًا مدتوں	لَا يَذُوقُونَ نہ وہ چکھیں گے	فِيهَا اس میں	بَرْدًا ٹھنڈک	وَلَا اور نہ	شَرَابًا پینے کی چیز
إِلَّا مگر	حَمِيمًا گرم پانی	وَغَسَّاقًا اور پیپ بہتی	جَزَاءً بدلہ	وِفَاقًا پورا	إِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوا لَا يَرْجُونَ توقع نہیں رکھتے تھے	حِسَابًا حساب
وَكَذَّبُوا اور جھٹلاتے تھے	بِآيَاتِنَا ہماری آیتیں	كِذَّابًا جھوٹ جان کر	وَكُلَّ شَيْءٍ اور چیز	أَحْصَيْنَاهُ ہم نے گن رکھی ہے	كِتَابًا لکھ کر		
فَذُوقُوا اب مزہ چکھو تم	فَلَن ہرگز نہیں	نَّزِيدَكُمْ بڑھاتے جائیں گے	إِلَّا مگر	عَذَابًا عذاب			

قیام قیامت اور نفخۂ صور

اب قیامت کی کچھ تفصیل بیان فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کا دن جو فیصلہ کا دن ہوگا اس کا ایک وقت اللہ کے علم میں مقرر ہے۔نہ کسی کے انکار سے وہ ٹل سکتا ہے اور نہ کسی کے اصرار سے وہ وقت جلد آ سکتا ہے۔بہرحال ایک نہ ایک روز یہ دنیا کا کارخانہ تمام ہونا ہے اور قیامت آنی ہے۔اب کب آئے گی؟ اس کا صحیح علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں۔پھر جب وہ دن آ جائے گا تو صور پھونکا جائے گا اور پہلا صور پھونکنے سے تمام دنیا الٹ پلٹ ہو کر نیست و نابود ہو جائے گی۔احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفخ صور جمعہ کے دن جو یوم عاشورہ بھی ہوگا صبح ہوتے ہی شروع ہوگا۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ محدث دہلوی نے اپنی کتاب قیامت نامہ میں لکھا ہے کہ ”قیام قیامت کی اول علامت یہ ہوگی کہ لوگ تین چار سال تک غفلت میں پڑے رہیں گے اور دنیاوی نعمتیں،

اموال اور شہوت رانیاں بکثرت ہو جائیں گی کہ جمعہ کے دن جو یوم عاشور بھی ہوگا یعنی محرم کی ۱۰ تاریخ صبح ہوتے ہی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے کہ ناگاہ ایک لمبی آواز آدمیوں کو سنائی دے گی یہی نفخ صور ہوگا۔ لوگ خوف وہیبت کی وجہ سے مرنے شروع ہو جائیں گے۔ زمین میں زلزلہ آئے گا جس کے ڈر سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر میدان میں بھاگیں گے اور وحشی جانور خائف ہو کر لوگوں کی طرف میل کریں گے۔ سمندر ابل کر قرب و جوار کی جگہوں پر چڑھ جائیں گے۔ آگ بجھ جائے گی۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تیز ہوا کے چلنے سے ریت کے موافق اڑیں گے۔ وہ آواز دمبدم سخت ہوتی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس کے نہایت ہولناک ہونے پر آسمان پھٹ جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

نفخ صور کے مسلسل چھ ماہ تک رہنے کے بعد نہ آسمان رہے گا نہ ستارے، نہ سمندر نہ اور کوئی چیز سب کے سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ فرشتے بھی مر جائیں گے۔ مگر کہتے ہیں کہ آٹھ چیزیں فنا سے مستثنیٰ ہیں۔ اول عرش، دوم کرسی، سوم لوح، چہارم قلم، پنجم بہشت، ششم صور، ہفتم دوزخ، ہشتم ارواح۔ لیکن ارواح کو بھی بے خودی و بے ہوشی لاحق ہو جائے گی۔ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ آٹھ چیزیں بھی تھوڑی دیر کے لئے معدوم ہو جائیں گی۔ حاصل کلام سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی باقی نہ رہے گا۔ تو خداوند رب العزت فرمائے گا **لمن الملک الیوم** کس کے لئے آج کی سلطنت ہے؟ پھر خود ہی ارشاد فرمائے گا۔ **للہ الواحد القہار** خدائے یکتا وقہار کے لئے پس ایک وقت تک ذات واحد خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام ہی رہے گی۔ پھر ایک مدت کے بعد کہ جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا از سرنو سلسلہ پیدائش کی بنیاد قائم کرے گا۔ آسمان زمین اور فرشتوں کو پیدا کرے گا۔ زمین کی ہیئت اس وقت ایسی ہوگی کہ اس میں عمارتوں، درختوں، پہاڑوں سمندروں وغیرہ کا نشان نہ ہوگا پھر حضرت اسرافیل کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ روحیں اپنے اپنے جسموں میں اس طرح آئیں گی جیسے گھونسلوں میں پرندے، ان کا رابطہ جسموں سے قائم ہو جائے گا اور سب کے سب زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔"

عقائد واعمال کے لحاظ سے لوگوں کی تقسیم

الغرض یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ نفخۂ ثانیہ یعنی دوسری مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر میدان حشر میں آؤ گے یعنی کثرت سے الگ الگ جماعتیں اور ٹولیاں بن کر جن کی تقسیم ان کے ممتاز عقائد اور اعمال پر ہوگی۔ میدان حشر میں جمع ہوں گی۔ پس نیکوں کی جدا جماعت ہوگی۔ بدوں کی جدا۔ پھر نیکوں میں نمازیوں کی جدا۔ صدقات وخیرات دینے والوں کی جدا، صابروں کی جدا، شاکروں کی جدا، رات میں چھپ کر عبادت کرنیوالوں کی جدا، آفتاب پرستوں کی جدا، بت پرستوں کی جدا پھر زناکاروں کی جدا، ظالموں کی جدا، دغاباز جھوٹ بولنے والوں کی جدا، ہر ایک جماعت کا نشان ہوگا اور اس پر لکھا ہوگا کہ یہ فلاں جماعت ہے ہر ایک جماعت میدان قیامت میں حاضر ہوگی۔

آسمان و پہاڑ

آسمان کھل جائے گا کہ اس میں فرشتوں کے اترنے کے راستے اور دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔ پہاڑ ہٹا دیئے جائیں گے اور بالکل ریت کے ذرے بن جائیں گے۔

کفار ومشرکین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے

کفار ومشرکین اور نافرمان باغی مجرمین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جہنم ایسے سرکشوں، بدکاروں اور نافرمانوں کی تاک میں ہوگی اور منتظر ہوگی کہ یہ کب میرے منہ کا لقمہ ہوتے ہیں۔ آخر اسی جہنم میں یہ ڈالے جائیں گے اور یہی ان کا ٹھکانہ ہوگا اور ٹھکانہ بھی گھڑی دو گھڑی کے لئے نہیں بلکہ لٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا سالہائے دراز اور قرنوں اور مدتوں اس میں جلیں گے۔ کافر اور مشرک تو ابدالآباد وہاں رہیں گے البتہ وہ عاصی گنہگار جو ایمان رکھتے ہوں گے وہ کبھی نہ کبھی وہاں سے نکل آئیں گے۔ یہاں آیت میں احقاب کا لفظ آیا ہے جس کے معنیٰ ہیں بے شمار قرن۔ بے انتہا زمانے احقاب جمع ہے حقب کی اور حقب ایک مقرر مدت کا نام ہے۔

اکثر احادیث میں حقب کی مقدار ۸۰ برس کی آئی ہے اور ہر برس ۱۲ مہینہ کا اور ہر مہینہ تیس دن کا اور ہر دن قیامت کا ایک ہزار برس کے برابر ہوگا۔ اسی

حساب سے حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ۲۸۸۰۰۰۰۰ ہوئی۔

اب غور کرنے کی بات ہے کہ اب حیات دنیا تو ۶۰،۵۰ یا ۱۰۰ اسال یا حد سے حد ۱۵۰ اسال کی ہوگی جہاں لذات وشہوات کے مزے اڑائے گئے اور نافرمانی وسرکشی حق تعالیٰ کے قانون سے کی لیکن اس کے عوض آخرت میں ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں برس مبتلائے عذاب ہونا پڑا تو یہ کیسا برا سودا کیا اور کیسی بری کمائی کر کے وہاں پہنچے۔

جہنمیوں کی حالت

لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا یعنی نہ ٹھنڈک کی راحت پائیں گے نہ کوئی خوشگوار چیز پینے کو ملے گی۔ ہاں ملے گا تو گرم پانی جس کی سوزش سے منہ جھلس جائیں گے اور آنتیں کٹ کر پیٹ سے باہر آ پڑیں گی اور دوسری چیز پیپ پینے کو ملے گی جو دوزخیوں کے زخموں سے نکل کر بہے گی۔ الامان الحفیظ! اے اللہ اپنے کرم سے دنیا اور آخرت دونوں جہان میں اپنے ہر طرح کے چھوٹے بڑے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھئے گا۔ آمین

تو جہنم میں جہنمیوں کو ذرا بھی ٹھنڈک میسر نہ آئے گی۔ نہ بدن کی ٹھنڈک نہ دل کی ٹھنڈک نہ آنکھوں کی ٹھنڈک نہ کانوں کی ٹھنڈک نہ ٹھنڈا پانی' نہ ٹھنڈی ہوا' نہ ٹھنڈا مکان' نہ ٹھنڈا لباس اور تو اور جو دنیا میں ایک ہلکی اور معمولی چیز پانی ہے جو دنیا میں قیدی اور خونی کو بھی پلایا جاتا ہے وہاں ان کو وہ بھی نصیب نہ ہوگا بلکہ اس کے بدلہ حمیم یعنی کھولتا ہوا پانی جو منہ جھلسا دے اور غساق یعنی جہنمیوں کے زخموں کی پیپ۔

جہنم کی سزا کا سبب

جَزَآءً وِّفَاقًا اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا وَّكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كِذَّابًا

جس بات کو دنیا میں جھٹلاتے تھے اور جس چیز کی ان کو امید نہ تھی وہی سامنے آئی اب دیکھیں کیسے جھٹلاتے اور منکر تے ہیں۔ یہاں ان اہل جہنم کے کسی خاص گناہ کا نام نہیں لیا کہ جس کی وجہ سے ان کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا حالانکہ ان کے بہت سے گناہ تھے بلکہ ان کی عمومی قوت عملیہ اور قوت نظریہ کا فساد ظاہر فرمایا کہ یہ ان کی بداعمالیوں کا پورا پورا بدلہ ہے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ حساب کا کوئی دن آئے گا ہی نہیں اس لئے ہم نے جو جو دلیلیں اپنے نبی پر نازل فرمائیں یہ ان سب کو جھٹلاتے ہی رہے۔

ہر کسی کے تمام اعمال محفوظ ہیں

وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ كِتٰبًا ہم نے بندوں کے تمام افعال و اعمال کو گن رکھا ہے اور شمار کر رکھا ہے ہر چیز اللہ کے علم میں ہے اور اسی علم محیط کے موافق وہ سب دفاتر میں باقاعدہ مندرج ہیں۔ کوئی نیک و بدعمل اس کے احاطہ سے باہر نہیں سب کا بدلہ ہمارے پاس تیار ہے اور رتی رتی کا بھگتان کیا جائے گا۔ جیسے تم دنیا میں تکذیب وانکار میں برابر بڑھتے چلے گئے اور اگر بے اختیار موت نہ آ جاتی تو ہمیشہ بڑھتے ہی چلے جاتے اب جہنم میں پڑے ہوئے عذاب کا مزہ چکھتے رہو اور ہم بھی عذاب بڑھاتے ہی چلے جائیں گے جس میں کبھی کمی نہ ہوگی۔

جہنم کے عذاب کا سب سے سخت پہلو

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کفار ومشرکین اہل جہنم کے لئے اس آیت فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا سے زیادہ سخت اور مایوس کن کوئی اور آیت نہیں کہ ان کے عذاب ہر وقت بڑھتے ہی رہیں گے۔ حضرت ابو برزۃ الاسلمیؓ سے روایت ہے کہ حسن بصریؒ نے ان سے دریافت کیا کہ اہل جہنم کے لئے کون سی آیت سب سے زائد شدید ہے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا جب جہنمی تمنا کریں گے یا اس بات کی درخواست کریں گے کہ کم از کم یہ عذاب ہی کچھ کم کر دیا جائے تو اس پر اعلان ہوگا فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کر کے فرمایا اس کے بعد تو اہل جہنم کی شدید پریشانی کی حد ہی باقی نہ رہے گی اور حسرت کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ فیصلہ کے دن ہم کو اپنے سعادت مند اور ابرار بندوں کیساتھ شامل ہو کر اٹھنا نصیب فرمائیں اور انہی کیساتھ ہمارا حشر فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَأَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾

خدا سے ڈرنے والوں کیلئے بیشک کامیابی ہے۔یعنی باغ اورانگور اور نوخاستہ ہم عمر عورتیں۔اور لبالب بھرے ہوئے جام شراب۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّن رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ۔یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا آپ کے رب کی طرف سے۔جو مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا

اوران چیزوں کا جوان دونوں کے درمیان میں رحمٰن ہے کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہوگا عرض معروض کرسکے۔جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے

لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَن شَآءَ

صف بستہ کھڑے ہوں گے۔کوئی بول نہ سکے گا بجز اس کے جس کو رحمٰن اجازت دے دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے۔یہ یقینی دن ہے سو جس کا جی چاہے

اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهِ مَآبًا ﴿۳۹﴾ إِنَّآ أَنذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا ۚ يَوْمَ يَنظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ

اپنے رب کے پاس اپنا ٹھکانا بنا رکھے۔ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کئے ہوں گے

وَيَقُولُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِي كُنتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا۔

إِنَّ بیشک	لِلْمُتَّقِينَ پرہیزگاروں کیلئے	مَفَازًا کامیابی	حَدَآئِقَ باغات	وَأَعْنَابًا اور انگور	وَكَوَاعِبَ اور نوجوان عورتیں	أَتْرَابًا ہم عمر			
وَكَأْسًا اور پیالے	دِهَاقًا چھلکتے ہوئے	لَا يَسْمَعُونَ نہ سُنیں گے وہ	فِيهَا اس میں	لَغْوًا بیہودہ	وَلَا كِذَّابًا اور نہ جھوٹ	جَزَآءً یہ بدلہ	مِّن سے		
رَّبِّكَ تمہارا رب	عَطَآءً انعام	حِسَابًا حساب سے کافی	رَّبِّ رب	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْأَرْضِ اور زمین	وَمَا بَيْنَهُمَا اور جو انکے درمیان			
الرَّحْمٰنِ بہت مہربان	لَا يَمْلِكُونَ وہ قدرت نہیں رکھتے	مِنْهُ اس سے	خِطَابًا بات کرنا	يَقُومُ الرُّوحُ کھڑے ہونگے روح	وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے				
صَفًّا صف باندھے	لَا يَتَكَلَّمُونَ نہ بول سکیں گے	إِلَّا مگر	مَنْ جو۔جس	أَذِنَ اجازت دی	لَهُ اسکو	الرَّحْمٰنُ رحمٰن	وَقَالَ اور بولا		
صَوَابًا ٹھیک بات	ذٰلِكَ دن	الْيَوْمُ دن	الْحَقُّ برحق	فَمَن پس جو	شَآءَ چاہے	اتَّخَذَ وہ بنائے	إِلٰى رَبِّهِ اپنے رب کے پاس		
مَآبًا ٹھکانا	إِنَّآ أَنذَرْنٰكُمْ بیشک ہم نے ڈرایا تمہیں	عَذَابًا عذاب	قَرِيبًا قریب کے	يَوْمَ جس دن	يَنظُرُ دیکھ لے گا	الْمَرْءُ آدمی			
مَا جو	قَدَّمَتْ يَدَاهُ آگے بھیجا اس کا ہاتھ	وَيَقُولُ اور کہے گا	يٰلَيْتَنِي کاش میں	كُنتُ ہوتا	تُرٰبًا مٹی				

متقین کے لئے ہمیشہ کی کامیابی ہوگی

گذشتہ آیات میں ان منکرین قیامت اور سرکش و باغی لوگوں کے احوال وانجام کو بیان فرمایا گیا تھا۔اب ان لوگوں کے مقابلہ میں ان بندوں کا ذکر ہے کہ جو دنیا میں اللہ کو مان کر اس کے حکموں کے مطابق چلتے تھے اور جو دنیا میں اللہ سے ڈر کر اس کی نافرمانی اور بُرے کاموں سے

بچتے تھے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ متقین یعنی پرہیزگاروں کو ضرور بالضرور وہاں ہر طرح کی کامیابی اور سعادت حیات جاودانی اور کامرانی حاصل ہوگی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں متقی قرآن کی ایک اصطلاح ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے اور اس کی ناخوشی اور ناراضی سے ڈرتا ہے اسے متقی کہتے ہیں۔ اسلام انسان کے اندر جو سب سے بڑی خوبی پیدا کرنا چاہتا ہے وہ یہی تقویٰ کی صفت ہے۔ انسانی زندگی کی اصلاح کا سب سے بڑا مدار اسی صفت پر ہے جو شخص اپنے تمام کاموں میں اس بات کی فکر رکھے کہ وہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ کرے اور اسے اس بات کا ڈر رہے کہ اس سے کوئی حرکت ایسی نہ ہو جائے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو تو اس کی زندگی نہایت کامیاب ہے۔

متقین کے لئے راحت ولذت کا سامان

متقین کو سیر و تفریح اور پھل و میوہ کھانے کے لئے باغات ہوں گے۔ حدیقة عربی زبان میں اس باغ کو کہتے ہیں جس کے چاروں طرف دیوار ہو تو ایسا باغ زیادہ محفوظ اور پر لطف سمجھا جاتا ہے پھر باغات میں جو کچھ نعمتیں ہوتی ہیں عام لفظ باغ استعمال کرنے سے سب ہی نعمتیں آ گئیں مگر ان باغات میں جو چند دل پسند چیزیں ہوں گی ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ وہاں انگور بھی بکثرت اور عمدہ ہوں گے۔ جو غذا کا کام بھی دے سکتا ہے۔ نیز باغ میں انگور بیلوں پر ہوتا ہے اس کا سایہ اور بھی لطف دیتا ہے۔ پھر دل بہلانے کے لئے وہاں نوخاستہ ہم عمر عورتیں بھی ہوں گی اور پینے کو لبالب بھرے ہوئے شراب طہور کے جام چلیں گے جس سے ایک فرحت اور سرور تازہ ہوگا اور یہ شراب آخرت دنیا کی سی نہ ہوگی کہ جس میں بے ہوشی درد سر اہل مجلس کی بے ہودہ بکواس یا مار پیٹ گالی گلوچ ہو بلکہ وہاں ایذاء اور مار پیٹ تو کیا کوئی لغو بات بھی سننے میں نہ آئے گی۔ اور نہ کوئی جھوٹی بات اور نہ کوئی دل کو رنج دینے والی بات کہ اس کو کوئی جھٹلا دے اور رنج ہو۔ ایک پاکیزہ طبیعت اور خوش مذاق شخص کیلئے یہ بات سخت تکلیف دہ ہوتی ہے کہ اس کے کانوں میں گندی باتیں' بے ہودہ الفاظ' جھوٹ اور گالیاں پڑیں اس لئے جن لوگوں کی طبیعت پاکیزہ اور مذاق بلند ہیں وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جنت کی یہ کیسی بڑی نعمت ہوگی کہ وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات کانوں میں پڑے گی اور نہ جھوٹ سننے کو ملے گا نہ کوئی کسی سے جھگڑے گا کہ جھوٹ بولنے اور مکرنے کی ضرورت پیش آئے۔ سبحان اللہ۔

ایمان واعمال صالحہ کا ثمرہ

آگے فرمایا کہ متقین کیلئے یہ سب نعمتیں بدلہ ہیں ان کے اعمال و عقائد اور معارف کا کہ رتی رتی کا حساب ہو کر تمام نیکیوں کا بدلہ ملے گا اور بہت کافی بدلہ ملے گا۔ اور یہ بدلہ بھی محض اللہ رب العالمین کی بخشش اور رحمت سے ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا فرض یا جبر نہیں انسان تو اپنے عمل کی بدولت عذاب سے بچ جائے یہ ہی مشکل ہے۔ رہی جنت وہ تو خالص اس کے فضل و کرم و رحمت سے ملتی ہے لیکن اس کو بندوں کے عمل کا بدلہ قرار دینا یہ رب العالمین کی دوسری بندہ نوازی اور عزت افزائی ہے اور آخرت کی نجات اور وہاں کی تمام راحتیں خداوند قدوس کی بخشش ہی بخشش ہے تو اس میں اس طرف اشارہ ہو گیا کہ جو یہاں بوئے گا وہی وہاں کاٹے گا۔

عظمت الٰہی

آگے اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال کی خبر دے رہے ہیں۔
رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا
کہ وہ رب جو متقی بندوں کو بدلہ دینے کا وعدہ فرما رہا ہے وہ ہے کہ جو اس پوری کائنات کا مالک ہے۔ جس کی بادشاہت آسمانوں سے لے کر زمین تک پھیلی ہوئی ہے اور کوئی ذرہ اس کی حکومت سے باہر نہیں۔ وہ سب کا رب ہے اور ساتھ ہی بڑا مہربان ہے جس کی رحمت کا کچھ حساب نہیں۔ جس کے رحم نے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے۔ مگر باوجود اس قدر لطف و رحمت کے عظمت و جلال بھی اس کا ایسا ہے کہ کوئی اس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا ہے جب تک کہ اس کی اجازت نہ ہو اور اس ہیبت و جلال و کبریائی کا اظہار اس دن ہوگا کہ جس روز تمام ذی روح اور فرشتے دربار خداوندی میں صف بستہ کھڑے ہوں گے اور اس کی ہیبت و جلال و کبریائی سے ہر ایک کا دل لرزتا ہوگا اور کوئی خوف و ہیبت سے کلام نہ کر سکے

گا۔مگر ان میں سے وہی کلام کر سکے گا جس کو اللہ تعالیٰ کلام کرنے کی اجازت دیں گے۔اور اجازت پا کر بھی بات وہی کہے گا جو ٹھیک اور معقول ہو یعنی بولنا بھی محدود اور مقید ہوگا یہ نہیں کہ جو چاہے بولنے لگے مثلاً کسی غیر مستحق کی سفارش نہ کرے گا اور کسی کی گواہی میں اجازت پا کر بولے گا تو کچھ رورعایت نہ کرے گا۔نہ کمی زیادتی کرے گا۔جو بات ٹھیک ہے اسی قدر کہہ سکے گا۔یہاں ان آیات میں لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْہُ خِطَابًا کسی کو اس کی طرف سے اختیار نہ ہو گا کہ عرض معروض کر سکے اور لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا کوئی بول نہ سکے گا بجز اس کے جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے ان آیات میں مشرکین عرب کے اس باطل عقیدہ کا رد فرما دیا گیا کہ جس کی بناء پر وہ ملائکہ اور انبیاء وصلحاء وغیرہ اور دیگر بتوں کو بھی اس غرض سے پوجتے تھے کہ ان کو خدا کے گھر کا مختار سمجھتے تھے۔دنیا میں تمام حاجات کے پورا کرنے کا ان ہی کو مسبب کہتے تھے اور اسی لئے ان کی خوشنودی اور تقرب کے لئے ان کی نذر و نیاز کرتے تھے۔آڑے وقت میں ان کے نام کی دہائی دیتے تھے المدد المدد پکارتے تھے اور اول تو آخرت کے وہ قائل ہی نہ تھے اور جو کسی درجہ میں قائل بھی تھے تو ان بتوں کو آخرت میں اپنی بخشش کا وسیلہ جانتے تھے۔

سفارش: اجازت حق تعالیٰ سے انبیاء سفارش بھی کریں گے تو اسی کی جس نے دنیا میں حق بات کہی تھی اور سب سے بڑھ کر حق بات لا الٰہ الا اللہ ہے نہ ان کی جنہوں نے کفر کیا اور خدا کی ذات وصفات میں شریک اور حصہ دار ٹھہرائے۔

جو چاہے آخرت کی تیاری کرلے

آگے فرمایا گیا ذٰلِکَ الْیَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ مَاٰبًا وہ دن برحق ہے اس دن کا آنا یقینی ہے تو اب جو اپنی بہتری چاہے اس دن کی تیاری کر رکھے اور تقویٰ اختیار کر کے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنائے۔ایمان و پرہیزگاری ہی کا سیدھا راستہ ہے جو حق سبحانہ تک پہنچتا ہے اس راہ میں چلتے چلتے انسان اللہ کے قرب وجوار رحمت میں پہنچ جاتا ہے۔

قیامت نزدیک ہے کافر کو پچھتانا پڑے گا

اخیر میں بطور حجت کے تمام انسانوں سے فرمایا جاتا ہے کہ اے بنی آدم ہم نے تو تمہیں نزدیک ہی آنے والی مصیبت سے خبردار کر دیا۔گو قیامت کا دن دور ہو مگر جو لازمی اور یقینی آنے والی چیز ہو گو دور ہو پر قریب ہی سمجھنا چاہئے۔عقلمند تو ہزار کوس دور کی مصیبت کو قریب سمجھتا ہے اور دنیا کی زندگی تو بہت ہی بے ثبات ہے۔موت ہر ایک کے سر پر کھڑی ہے اور موت اس یوم قیامت کا دروازہ ہے اس لئے مر کر جو کچھ انسان کو پیش آنے والا ہے وہ بہت ہی قریب ہے۔اس روز یعنی یوم قیامت میں انسان وہ سب کچھ دیکھ لے گا جو دنیا میں نیک و بد اس نے کیا تھا۔پھر جب وہ پردہ کھل جائے گا اور کافر اپنے کفر اور بداعمالی کو ہیبت ناک صورتوں میں دیکھے گا اور کوئی ٹھکانا اور پناہ کی جگہ اور صورت نظر نہ آئے گی تو کافر کہے گا۔یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا اے کاش کہ میں خاک ہوا ہوتا یا خاک ہو جاتا اور انسان نہ پیدا ہوا ہوتا جو آج اس مصیبت کو نہ دیکھنا پڑتا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً اور موقوفاً روایت ہے کہ قیامت کے دن جانوروں سے حساب کتاب کے بعد ایک دوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا جس جانور نے کسی دوسرے جانور کو سینگ یا کھر مارا ہوگا وہاں اس کا بدلہ دلا کر حکم ہوگا کہ سب کے سب خاک ہو جاؤ چنانچہ وہ سب خاک ہو جائیں گے۔یہ دیکھ کر اس وقت کافر آرزو اور تمنا کرے گا کہ اے کاش میں بھی خاک ہو جاتا اور اس انسانیت سے کہ جو میری خرابی کا سبب ہوئی دور رہتا۔

سورۃ النبا کا خلاصہ

اس سورت کا موضوع ''بعث بعد الموت'' ہے سورت کی ابتداء میں مشرکین کا وہ سوال مذکور ہے جو وہ انکار اور استہزاء کے طور پر قیامت کے بارے میں کرتے تھے فرمایا ''یہ لوگ کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں اس بڑی خبر کے متعلق جس کے بارے میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔کوئی اس کا اقرار کرتا ہے اور کوئی انکار کوئی تذبذب کا شکار ہے اور کوئی اس کا اثبات کرتا ہے'' حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے ''نبا العظیم'' (بڑی خبر) سے مراد قرآن عظیم لیا ہے اس میں شک ہی کیا ہے کہ واقعی سب سے بڑی خبر اور سب سے بڑا کلام قرآن ہی ہے لیکن

سورت کے عمومی مزاج کو دیکھتے ہوئے یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ ''نبا العظیم'' سے مراد قیامت ہی ہے'اگلی آیات میں قدرتِ الٰہیہ کے دلائل اور قیامت کے مختلف مناظر اور جنت اور جہنم کا تذکرہ ہے'بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ جو زمین کو بچھونا' پہاڑوں کو میخیں، انسانوں کو جوڑا جوڑا'نیند کو ذریعۂ سکون'رات کو لباس'دن کو وقتِ معاش اور آسمان پر ساری دنیا کو روشن کرنے والا چراغ بنا سکتا ہے۔وہ دوبارہ زندگی بھی عطا کرسکتا ہے اور ایسی عدالت بھی قائم کرسکتا ہے جس میں اولین اور آخرین کو جمع کیا جائے گا اور ان کے درمیان عدل کیا جائے گا۔عدل اور حساب کے بعد کسی کا ٹھکانہ جنت ہوگا اور کسی کا جہنم۔سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ قیامت کا دن برحق ہے اس کے وقوع میں کوئی شک نہیں'باوجود اللہ کے بے حد مہربان اور رحمٰن ہونے کے کسی کو اللہ کے سامنے تابِ گویائی نہ ہوگی'اس دن ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے سامنے کر دیا جائے گا اور اس کے بارے میں قطعی فیصلہ سنا دیا جائے گا'اس فیصلہ کو سن کر کافر یہ تمنا کرے گا اے کاش! میں مٹی ہوتا۔مٹی ہونے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا' دوسرا یہ کہ میں تکبر نہ کرتا اور مٹی کی طرح مسکینی اور عاجزی اختیار کرتا' تیسرا مطلب یہ کہ میں انسان نہیں' حیوان ہوتا اور مجھے بھی حیوانوں کی طرح دوبارہ زندہ کرنے کے بعد مٹی بنا دیا جاتا'یوں میں دوزخ کے عذاب سے بچ جاتا۔یہ تمنا وہ اس وقت کرے گا جب وہ دیکھے گا کہ ویسے تو انسانوں کی طرح حیوانوں کو بھی زندہ کیا گیا لیکن انہیں زندہ کرنے کے بعد اور ان کے باہمی معاملات طے کرنے کے بعد انہیں مٹی بن جانے کا حکم دے دیا گیا۔

سورۃ النباء کے خواص

۱......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو سورۃ النباء پڑھتا رہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ٹھنڈا مشروب پلائیں گے۔

۲......سورۃ النباء کی تلاوت کا معمول رکھنے سے آدمی چوری کے خطرات سے محفوظ رہتا ہے۔

۳......جہاں کسی بھی موذی کی ایذا کا خطرہ ہو وہاں سورۃ النباء کی تلاوت کرنے سے آدمی موذی کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ یوم قیامت میں ہمیں سختیوں اور ہولناکیوں سے بچا لیجئے اور اپنی رضا کے مقام جنت میں ہمارا ٹھکانا بنا دیجئے۔اے ہمارے رب آج عمل کا وقت ہے ہماری آنکھیں کھول دے۔ غفلت کو ہم سے دور فرما دے اور ہم سے وہ اعمال صالحہ کرا لے کہ جو آخرت میں آپ کی رضا کا سبب بنیں اور آپ کے انعامات کا ذریعہ بنیں۔

یَااللّٰہ میں ہر ایسے گناہ سے پناہ چاہتا ہوں جو گمراہی اور کفر کی طرف لے جائے' راہ سے بے راہ کر دے'لوگوں میں بے وقار کر دے' دنیا و آخرت میں رسوائی ہو جائے اور دیگر ایسے گناہ کر گزرا تو الٰہی مجھے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوۡرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ سِتٌّ وَّ اَرۡبَعُوۡنَ اٰیَۃً وَّ فِیۡھَا رُکُوۡعَانِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ النّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ﴿۱﴾ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ﴿۲﴾ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ﴿۴﴾

قسم ہے ان فرشتوں کی جو جان سختی سے نکالتے ہیں۔اور جو بند کھول دیتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔

فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿۵﴾

پھر ہرامر کی تدبیر کرتے ہیں۔

وَ النّٰزِعٰتِ قسم گھسیٹ کر کھینچنے والے	غَرۡقًا غوطا لگا کر	وَّ النّٰشِطٰتِ اور چھڑانے والے	نَشۡطًا کھول کر	وَّ السّٰبِحٰتِ اور تیرنے والے	سَبۡحًا تیزی سے		
فَالسّٰبِقٰتِ پھر آگے بڑھنے والے	سَبۡقًا دوڑ کر	فَالۡمُدَبِّرٰتِ پھر تدبیر کرنیوالے	اَمۡرًا حکم کے مطابق				

سورۃ کی وجہ تسمیہ

اس سورۃ کا پہلا لفظ "وَ النّٰزِعٰتِ" ہے جس کا مطلب ہے "قسم ہے کھینچنے والوں کی" جس سے اکثر مفسرین نے ان فرشتوں سے مراد لی ہے جو کافروں کی جان سختی سے نکالتے ہیں۔اسی ابتدائی لفظ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام النازعٰت رکھا گیا۔

شانِ نزول اور مرکزی مضمون

ہٹ دھرم، معاند اور ضدی کفار اپنی عقل کے آگے فرمودۂ خلاقِ عالم کو بھی کچھ خیال میں نہ لاتے تھے حالانکہ قیامت کا حادثہ بار باران کو قرآن سے سنایا جاتا تھا اور قدرت خداوندی کا اقتدار ان کو بتایا جاتا تھا لیکن وہ معاند کفار جب کہتے یہی کہتے کہ ہماری سمجھ میں تو قیامت کا آنا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔اس لئے اس سورۃ کو اللہ پاک نے نازل فرما کر بتاکید تمام اثبات قیامت فرمایا۔یہ سورۃ اس مکی دور میں نازل ہوئی ہے جب کہ کفار مکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور آخرت کی عدالت میں پیش ہو کر اپنی پوری زندگی کے بارہ میں جواب دہی کرنا انہیں بہت ہی عجیب اور محال معلوم ہوتا تھا اور وہ اس حقیقت کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔اس سورۃ میں قسمیہ کلام کے ساتھ فرمایا گیا کہ قیامت ضرور آئے گی اور جس روز آئے گی تو زمین پر لگاتار زلزلے آئیں گے اور سب نظام دنیا درہم برہم ہو جائے گا اور جب دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے تو قیامت کی ہولناکیوں سے دل لرز رہے ہوں گے اور آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔یہ منکرین آج یقین نہیں کرتے کہ مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا بلکہ اس کو ہنسی اور تمسخر میں یہ کہہ کر اڑا دیتے ہیں کہ میاں مر جانے اور ہڈیاں گل سڑ جانے کے بعد بھی کوئی زندہ ہوا ہے اور دوبارہ پیدا ہوا ہے۔یہ کوئی عقل میں آنے کی بات ہے کہ دنیا کے مزے اس لئے چھوڑے جائیں کہ دوبارہ پھر زندہ ہو کر عیش و راحت کی دائمی زندگی گزارنا ہے۔ہم تو اس کو نہیں مانتے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی بھی آنی ہے۔ایسے لوگوں کے لئے فرعون کا ذکر کیا گیا کہ پچھلی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ خدا کے باغیوں اور حق کی مخالفت کرنے والوں کو بڑی بڑی سزائیں بھگتنا پڑیں۔

روح کو زور سے کھینچنے والوں کی قسم

یہاں اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں کھائی ہیں اور ان پانچوں قسموں کے بعد فرمایا کہ قیامت ضرور آئے گی پہلی قسم ہے وَ النّٰزِعٰتِ غَرۡقًا اس کا لفظی معنیٰ ہیں قسم ہے زور سے اور سختی سے کھینچنے والوں کی لیکن اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہاں ان فرشتوں کی قسم مراد

ہے جو کافروں کی جان نہایت سختی سے نکالتے ہیں۔

روح کو آسانی سے نکالنے والوں کی قسم

دوسری قسم ہے وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا یعنی قسم ہے آسانی کے ساتھ کھول دینے والوں کی مراد اس سے وہ فرشتے ہیں کہ جو اہل ایمان کی روح آسانی سے نکالتے ہیں۔ گویا نیکوں کے روح کی جو گرہ جسم سے لگی ہوئی ہے وہ کھول دی جاتی ہے۔ اور ان کی روح کا جسم سے جدا ہونا ان کے لئے ایسا ہی آسان ہوتا ہے جیسے کہ کوئی گرہ کھل گئی۔

جانیں نکالتے وقت فرشتوں کا رویہ مختلف لوگوں کے ساتھ مختلف ہوتا ہے۔ جو لوگ اس دنیا کی زندگی میں اللہ سے بغاوت وسرکشی کرتے رہے جنہوں نے اس کے احسانات اور خالقیت اور ربوبیت کو نہیں پہچانا اور اس کی بھیجی ہوئی ہدایات کو نہیں مانا اور اس کے احکام کی نافرمانی کرتے رہے اور زندگی بھر اپنے نفس یا اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کی پیروی میں لگے رہے ان کی روح نکالتے وقت اللہ کے یہ کارندے یعنی فرشتے ان کے ساتھ نہایت سختی اور ذلت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

تیرنے والوں کی قسم

آگے تیسری قسم ہے وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا اور قسم ہے تیزی سے تیرنے والوں کی یعنی قسم ہے ان فرشتوں کی جو ارواح لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس طرح جلدی اور سہولت سے چلتے ہیں گویا کہ وہ تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔ حضرت براء بن عازب ؓ کی ایک طویل حدیث ہے۔ اسی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب فرشتے مومن کی قبض کی ہوئی روح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے وہ روح گزرتی ہے وہ جماعت یہ کہتی ہے کہ کون ہے یہ پاک روح وہ فرشتے جو اس کو لے جارہے ہوتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے اور فلاں کا بیٹا ہے یعنی اس کے وہ بہترین نام ولقب بتاتے ہیں جو دنیا میں اس مومن کے ذکر کئے جاتے تھے یہاں تک کہ یہ فرشتے آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں۔ اسی طرح ہر آسمان کے دروازہ پر ہوتا ہے اور دروازہ اس کے لئے کھولا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ اس روح کو ساتویں آسمان تک پہنچایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کے نامہ اعمال کو مقام علیین میں رکھو اور اس کو زمین کی طرف واپس لے جاؤ۔ یعنی اس کے جسم میں جو مدفون ہے لوٹا دو۔ میں نے زمین ہی سے جسموں کو پیدا کیا ہے۔ زمین ہی میں ان کو واپس بھیجتا ہوں اور زمین ہی سے ان کو دوبارہ نکالوں گا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس روح کو پھر اس کے جسم میں ڈال دیا جاتا ہے اور پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پھر آگے حدیث میں سوال جواب وغیرہ کی تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں۔ پھر کافر کی روح کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے جب اس روح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے یہ روح گزرتی ہے وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ کس کی ناپاک روح ہے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا یعنی اس کے تمام برے ناموں اور لقبوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے دنیا میں اس کو مخاطب کیا جاتا تھا یہاں تک کہ اس کو لے کر فرشتے آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں اور دروازہ کھولنے کے لئے کہتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ یعنی نہیں کھولے جاتے کافروں کے لئے دروازے آسمانوں کے اور نہ وہ داخل ہوں گے جنت میں جب تک داخل نہ ہو اونٹ سوئی کے ناکہ میں یعنی ان کا جنت میں جانا ناممکن ہے پھر خداوند تعالیٰ حکم دے گا کہ اس کے نامہ اعمال کو سجین میں رکھو پھر اس کی روح پھینک دی جائے گی۔ پھر ڈالی جاتی ہے روح جسم میں اور دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور پھر سوال و جواب کی تفصیلات وغیرہ بیان کی گئی ہیں۔

تیزی سے دوڑنے والوں کی قسم

چوتھی قسم فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا فرمائی یعنی قسم ان فرشتوں کی جو تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں یہ اوپر ذکر کی ہوئی حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ جب ارواح کو لے کر فرشتے اوپر پہنچتے ہیں تو ان ارواح کے باب میں جو حکم خداوندی ہوتا ہے اس کے بجالانے کے لئے فرشتے تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔ فرشتے چونکہ احکام خداوندی بجالانے میں بڑے مستعد ہیں

انہیں جو حکم ملتا ہے اسے تیزی اور مستعدی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

تدبیر کرنے والوں کی قسم

پانچویں قسم فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا فرمائی یعنی قسم ان فرشتوں کی جو ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں یہ اوپر حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ دنیا سے جو فرشتے ارواح قبض کر کے اوپر آسمان پر لے جاتے ہیں تو ان ارواح کے متعلق احکام خداوندی ہوتے ہیں یا تو ان کے ساتھ انعام واحسان کے اگر وہ مومنین کی ارواح تھیں یا عذاب وعقاب کے اگر وہ کفار کی تھیں۔ مثلاً مومنین کی ارواح جب قبر میں سوال و جواب کے لئے واپس لائی جاتی ہیں اور وہ ٹھیک ٹھیک جواب دیتی ہیں تو خدائے تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنت کا بستر بچھاؤ۔ اور جنت کا لباس اس کو پہناؤ اور جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دو جس سے اس کو قبر میں جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور پھر اس کی قبر کو حد نظر تک کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اس طرح کافر جب قبر میں فرشتوں کے سوال کے جواب صحیح نہیں دیتا تو اس کے لئے حکم ہوتا ہے کہ اس کے لئے آگ کا فرش کرو۔ ایک دروازہ جہنم کی جانب اس کے لئے کھول دو۔ چنانچہ جہنم کی طرف دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اور جہنم کی گرم ہوا اور گرمی اس کو پہنچے گی اور اس کی قبر کو تنگ کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر نکل جائیں گی۔ الغرض ارواح کے متعلق ثواب کا حکم ہو یا عذاب کا ہر امر کی تدبیر فرشتے کرتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا میں فرمایا گیا تو یہ پانچوں قسم کھا کر فرمایا گیا کہ قیامت ضرور آئے گی۔

ان سب کی قسم کہ قیامت ضرور آئے گی۔

یہ پانچوں قسمیں بطور دلائل کے ہیں اور اس امر پر شاہد ہیں کہ قیامت ضرور آئے گی اور مرنے کے بعد بار دیگر سب زندہ کئے جائیں گے اور سب سے حساب لیا جائے گا۔ اگر موت امر یقینی ہے تو قیامت بھی ایسے ہی یقینی امر ہے اور یہ موت قیامت کا ایک دروازہ ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ من مات قامت قیامة جو شخص مر گیا اس کی قیامت برپا ہوگئی۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ موت اور اس کے بعد والی تمام منازل کو ہمارے لئے آسان اور باعث راحت بنا دیجئے اور مرنے کے بعد ہمارے نامۂ اعمال کو علیین میں رکھا جانا نصیب فرمائیے۔

یَااللّٰہ موت آخرت کی پہلی منزل ہے اس منزل سے ہمیں کامیابی کے ساتھ گزارنا نصیب فرما حتی کہ آخرت کی آخری منزل یعنی جنت تک ہمیں اپنے فضل وکرم سے پہنچا۔

یَااللّٰہ میں تو نافرمانی کرتا رہا لیکن آپ نے اپنے حلم سے مجھے ڈھیل دیدی' مجھے گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر بھی مجھے چھوڑے رکھا' اس بداعمالی کے ساتھ میں نے جو مانگا آپ نے دیا۔ آپ کا کہاں تک شکر ادا کروں' مجھ پر میرے دشمنوں نے خفیہ وعلانیہ حملے کئے مجھے ایذا پہنچانی چاہی لیکن آپ نے مجھے ان سے ان کے حملوں سے بچالیا اور مجھے رسوا نہ ہونے دیا۔ آپ نے مجھ گنہگار وعاصی کی اس طرح مدد کی جیسے آپ اپنے اطاعت گزار بندوں کی مدد فرماتے ہیں۔ مجھے اس طرح رکھا جیسے اپنے پسندیدہ بندوں کو رکھا کرتے ہیں لیکن اے پروردگار! اس کرم کے ہوتے ہوئے بھی میں گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا اور باز نہ آیا' الٰہی! مجھے محض اپنے فضل وکرم سے بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ﴿٨﴾ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿٩﴾

جس روز ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی۔ جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آجاوے گی۔ بہت سے دل اس روز دھڑک رہے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔

يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿١٠﴾ أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَخِرَةً ﴿١١﴾ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ

کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے۔ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجاویں گے پھر واپس ہوں گے۔ کہنے لگے کہ اس صورت میں یہ واپسی بڑے

خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾

خسارہ کی ہوگی۔ تو وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی۔ جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجود ہوں گے۔

يَوْمَ دن	تَرْجُفُ کانپے	الرَّاجِفَةُ کانپنے والی	تَتْبَعُهَا اسکے پیچھے آئے	الرَّادِفَةُ پیچھے آنے والی	قُلُوبٌ کتنے دل	يَوْمَئِذٍ اس دن	وَاجِفَةٌ دھڑکنے والے			
أَبْصَارُهَا ان کی نگاہیں	خَاشِعَةٌ جھکی ہوئی	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں	أَإِنَّا کیا ہم	لَمَرْدُودُونَ لوٹائے جائیں گے	فِي میں	الْحَافِرَةِ پہلی حالت	أَإِذَا کیا جب			
كُنَّا ہم ہوگئے	عِظَامًا ہڈیاں	نَخِرَةً کھوکھلی	قَالُوا وہ بولے	تِلْكَ یہ	إِذًا پھر	كَرَّةٌ واپسی	خَاسِرَةٌ خسارہ والی	فَإِنَّمَا پھر تو صرف	هِيَ وہ	زَجْرَةٌ ڈانٹ
وَاحِدَةٌ ایک	فَإِذَا پھر اس وقت	هُمْ وہ	بِالسَّاهِرَةِ میدان میں							

قیامت کے ہولناک مناظر

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت کا آئے گا تو وہ کیسا ہولناک اور سخت وقت ہوگا۔ قرآن کریم میں قیامت کی ہولناکی کا منظر مختلف انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ کہیں سورج چاند کے ٹکرائے جانے کا ذکر ہے کہیں اجرام فلکی کے پھٹ جانے کا تذکرہ ہے۔ کہیں پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہوکر دھنی ہوئی اون کی طرح اڑ جانے کا بیان ہے۔ کہیں زمین کو بری طرح ہلا ڈالنے کا نقشہ سامنے رکھا گیا ہے۔ یہ دراصل انسانوں کو اس ہولناک منظر کا کچھ نہ کچھ تصور دینے کے لئے ہے ورنہ واقعۃً اس دن جو کچھ ہوگا اس کا پورا پورا تصور انسانی ذہن میں نہیں آسکتا۔ لیکن اس واقعہ کی شدت اور اہمیت سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہی الفاظ میں جو ہم دنیا میں رہ کر سمجھتے ہیں قیامت کا تذکرہ بار بار فرمایا ہے۔

سب نیست ونابود ہوجائیں گے

چنانچہ یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت کا دن آئے گا اور پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو اس صور پھونکنے سے جس کی آواز رفتہ رفتہ بلند اور سخت ہوتی جائے گی حتیٰ کہ بجلی کی کڑک کے مانند سخت ہوجائے گی تو زمین اور پہاڑ وغیرہ جو اس میں ہیں سب لرزنے اور کانپنے لگیں گے اور شدید زلزلہ آئے گا اور یہ زمین وآسمان حیوان وانسان اور تمام کائنات سب نیست ونابود ہوجائیں گے۔

پھر سب زندہ ہوں گے

اس کے بعد جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو تمام انسان اولین وآخرین دوبارہ پیدا کرکے کھڑے کئے جاویں گے۔ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انسان اسی شکل میں پیدا ہوں گے جیسے کہ بطن مادر سے برہنہ تن پیدا ہوئے تھے مگر شدت ہول وخوف کے سبب سب کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوں گی اور کوئی شخص کسی کی شرمگاہ پر نظر نہ ڈال سکے گا اگر ڈالے بھی تو بچوں کی طرح اس وقت دواعی شہوت سے خالی ہوگا۔ سب کو حساب وکتاب کے لئے میدان حشر میں جمع کیا جائے گا۔ اس وقت جن لوگوں نے دنیا میں قیامت کا انکار کیا تھا اور وہاں کے لئے سامان نہ کیا تھا اور بداعمالیوں میں اپنی دنیاوی زندگی رائیگاں کردی تھی ان کے قلوب اس وقت عذاب الٰہی کے خوف سے دھڑک رہے ہوں گے اور ان کی آنکھیں ندامت اور شرمندگی سے نیچی ہوں گی۔

منکرین قیامت کی حماقت

یوم قیامت کا یہ حال بیان فرما کر آگے کفار و منکرین قیامت کے اقوال کو نقل فرمایا گیا ہے کہ یہ منکرین آج دنیا میں قیامت کا انکار کرتے ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ دنیا میں مرجانے کے بعد پھر وہ دوبارہ کس طرح زندہ ہو جائیں گے کبھی تو وہ تعجب و حیرت کے ساتھ پوچھتے ہیں کہ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ کر مٹی ہو جائیں گی تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ دوبارہ زندگی مل جائے اور یہ جسم جو گل سڑ کر مٹی ہو جائے گا کس طرح دوبارہ پیدا ہو سکتا ہے۔ گویا ایسا ہونا بالکل محال اور ناممکن ہے اور کبھی یہ منکر موت کے بعد والی زندگی کا مذاق اڑاتا ہے اور اس طرح گویا وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کی نظر میں وہ بات اس قابل نہیں کہ وہ اس پر سنجیدگی سے غور کرے۔ اسی طرح قیامت کا انکار کرنے والے منکرین بطور مذاق کے کہتے ہیں کہ اگر ہمیں دوبارہ زندگی ملی تو یہ بڑے گھاٹے کی بات ہوگی۔ یہ منکرین کا کہنا بطور تمسخر تھا کیوں کہ وہ اہل حق کے عقیدہ پر ہنسی اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے عقیدہ کے موافق تو ہم بڑے خسارہ میں رہیں گے۔ یہ ان کا کہنا اسی طرح تھا کہ کوئی شخص کسی کو خیر خواہی سے ڈرائے کہ اس راہ مت جانا شیر ملے گا اور مخاطب تکذیب کے طور پر کسی سے کہے کہ بھائی ادھر مت جانا شیر کھا جائے گا۔ مطلب یہ کہ وہاں شیر ویر کچھ نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ قیامت کو بعید اور ناممکن سمجھ رہے ہیں۔

سب ایک ڈانٹ سے میدان میں جمع ہو جائیں گے

حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ سب کام دم بھر میں ہو جائیں گے۔ جہاں ایک ڈانٹ پلائی یعنی صور پھونکا اسی وقت بلا توقف سب اگلے پچھلے میدان حشر میں کھڑے دکھائی دیں گے۔ یہاں آیت میں فَاِذَا هُمۡ بِالسَّاهِرَةِ فرمایا یعنی سب لوگ میدان میں آموجود ہوں گے۔

ساھرۃ اس چٹیل میدان کو کہتے ہیں جہاں دشمن کے حملہ سے بچنے کے لئے کوئی آڑ یا پناہ نہ ہو اور اس میدان میں انسان کو ڈر کے مارے نیند نہ آسکے اور وہ رات بھر بے چینی کے ساتھ جاگ کر گزارے۔ تو اس لفظ ساھرۃ میں قیامت کی ہولناکی کا منظر پیش کرنے کے ساتھ ساتھ منکرین کی ان غلط آرزوؤں اور امیدوں کی تردید بھی کر دی گئی کہ جو اس امید پر بے غم ہیں کہ اگر بالفرض قیامت آئی بھی تو وہاں سفارش کر دی جائے گی اور اللہ کے سوا انہوں نے جن کو اپنا سرپرست و حمایتی و مددگار ٹھہرا لیا ہے وہ انہیں وہاں بچا لیں گے اگر کوئی سختی وہاں ہوئی تو انہیں بتایا جا رہا ہے کہ ان کا خیال غلط ہے وہ قیامت میں اپنے آپ کو ایک میدان میں پائیں گے جہاں نہ ان کا کوئی یار ہوگا نہ مددگار۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دیجئے جو آخرت میں آپ کی رضا اور مغفرت کا سبب ہوں اور ان اعمال سے بچا لیجئے جو گرفت اور مواخذہ کا سبب ہوں۔

یا اللہ قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھئے اور وہاں کے خسارہ اور نقصانات سے بچا لیجئے۔

یَا اللّٰہُ میں ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی لذت سے میں نے ساری رات کالی کر دی اس کی فکر میں دماغ سوزی کرتا رہا رات سیاہ کاری میں گزاری اور صبح نیک بن کر باہر آیا حالانکہ میرے دل میں بجائے نیکی کے وہی گناہ کی گندگی بھری رہی۔

یَا اللّٰہُ تیری ناراضگی کا کوئی خوف ہی نہ کیا میرا کیا حال ہوگا۔ الٰہی! مجھے اپنی مہربانی سے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ

کیا آپ کو موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے۔ جب کہ اُن کو اُن کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طوی میں پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ

اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ

اُس نے بڑی شرارت اختیار کی ہے۔ سو اس سے کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے۔ اور میں تجھ کو تیرے رب کی طرف سے رہنمائی کروں تو تو ڈرنے لگے

الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾

پھر اس کو بڑی نشانی دکھلائی۔ تو اس نے جھٹلایا اور کہنا نہ مانا۔ پھر جدا ہو کر کوشش کرنے لگا۔ اور جمع کیا پھر باآواز بلند تقریر کی۔ اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾

سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا۔ بے شک اس میں ایسے شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جو ڈرے۔

هَلْ کیا	اَتٰىكَ پہنچی تیرے پاس	حَدِيْثُ بات	مُوْسٰى موسیٰ	اِذْ نَادٰىهُ جب پکارا اسے	رَبُّهٗ اس کا رب	بِالْوَادِ میدان	الْمُقَدَّسِ مقدس			
طُوًى طوی	اِذْهَبْ جاؤ تم	اِلٰى طرف	فِرْعَوْنَ فرعون	اِنَّهٗ بیشک اس	طَغٰى سرکشی کی	فَقُلْ پس کہو تم	هَلْ کیا	لَّكَ تجھ کو	اِلٰٓى طرف	اَنْ کہ
تَزَكّٰى تو سنور جائے	وَاَهْدِيَكَ اور تجھے راہ دکھاؤں	اِلٰى طرف	رَبِّكَ تیرا رب	فَتَخْشٰى پس تو ڈرے	فَاَرٰىهُ اس کو دکھائی	الْاٰيَةَ نشانی				
الْكُبْرٰى بڑی	فَكَذَّبَ اسنے جھٹلایا	وَعَصٰى اور نافرمانی کی	ثُمَّ اَدْبَرَ پھر پیٹھ پھیر کر چلا	يَسْعٰى دوڑتا ہوا	فَحَشَرَ پھر جمع کیا	فَنَادٰى پھر پکارا				
فَقَالَ پھر اس نے کہا	اَنَا میں	رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى تمہارا رب سب سے بڑا	فَاَخَذَهُ تو اس کو پکڑا	اللّٰهُ اللہ	نَكَالَ سزا	الْاٰخِرَةِ آخرت	وَالْاُوْلٰى اور دنیا			
اِنَّ بیشک	فِيْ میں	ذٰلِكَ اس	لَعِبْرَةً عبرت	لِّمَنْ اس کیلئے جو	يَّخْشٰى ڈرے					

فرعون کے واقعہ سے عبرت پکڑو: قیامت کا ذکر کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا جاتا ہے تاکہ منکرین کو اس قصہ سے درس عبرت حاصل ہو کہ اگر کفار مکہ نے نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہی کیا جو فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا کہ نہ انکا کہنا مانا۔ نہ ان کے معجزات کو تسلیم کیا بلکہ اسے جادو قرار دیا تو پھر ان کے لئے بھی دنیا اور آخرت میں وہی سزا ہو گی۔ یعنی جس طرح فرعون دنیا میں رسوا اور ذلیل ہوا اور سمندر میں ڈبو کر مارا گیا اور آخرت میں عذاب جہنم اس کے لئے تیار ہے اسی طرح ان مکذبین و منکرین کو بھی دنیا اور آخرت میں سوائے خواری کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے منکرین ہوش میں آئیں اور اگر انہیں اپنی دین و دنیا کی صلاح و فلاح مطلوب ہے تو ایمان لائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانیں۔

فرعون کا مختصر تذکرہ: قرآن پاک میں ایک ہی واقعہ کو بار بار مختلف جگہ بیان کیا گیا ہے مگر ہر جگہ اس واقعہ یا اس کے خبر کو بیان کرنے میں کوئی غرض و غایت اور خاص وجہ ہوتی ہے اور یہ بات قرآن کی آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر تفصیلاً و اجمالاً متعدد جگہ گذشتہ سورتوں میں بیان ہو چکا ہے یہاں اجمالاً بعض واقعات کی طرف اشارہ ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر کی طرف واپس آ رہے تھے تو طوی کی مقدس وادی میں جہاں آپ آگ کی تلاش میں گئے تھے آپ کو اللہ رب العالمین

کی طرف سے منصب نبوت ورسالت سے سرفراز فرمایا گیا اور آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ فرعون بادشاہ مصر کے پاس اللہ کے رسول کی حیثیت سے جائیں اور اسے سیدھے راستہ کی طرف بلائیں اور دین حق اور توحید کی تبلیغ کریں کیونکہ فرعون اپنی شرارتوں میں حد سے تجاوز کر گیا ہے حتیٰ کہ انسان اور مخلوق ہو کر خدائی کا دعویدار بن بیٹھا ہے۔ تو آپ فرعون کے پاس جا کر اس سے کہیں کہ دیکھ تیرا یہ رویہ نہایت ناپاک ہے کہ جو مصر کے لوگوں کا خدا بن بیٹھا ہے۔ اگر تجھے سنورنے کی خواہش ہو تو میں اللہ کے حکم سے سنوار سکتا ہوں اور ایسی راہ بتا سکتا ہوں کہ جس پر چلنے سے تیری انسانیت کا سدھار ہو سکتا ہے اور تیرے اندر نفس کی شرارت و بغاوت سے جو گندگیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ دور ہو سکتی ہیں اور جس راہ پر چل کر تو اللہ کے نیک اور مقرب بندوں میں شامل ہو سکتا ہے اور اپنے حقیقی حاکم اور مالک کو راضی کر سکتا ہے اور جس راہ پر چل کر تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرکشی کرنے کی سزا کا خوف پیدا ہو جائے اور اسی کے نتیجہ میں آئندہ سرکشی و نافرمانی سے باز آ جائے اور تو اللہ کی ذات وصفات کو سن کر اس سے ڈرنے لگے۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام تعمیل ارشاد خداوندی کرتے ہوئے فرعون کے پاس گئے اور اسے جا کر پیغام خداوندی پہنچایا اور رسالت کے ثبوت میں اپنے عصا اور ید بیضاء کے اعجازی نشانات بھی دکھائے لیکن وہ ضدی اور متکبر فرعون کب ماننے والا تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کے دعوے کو افتراء اور جھوٹ قرار دیا۔ اور آپ کی ہدایات قبول کرنے اور بات ماننے سے انکار کر دیا اور آپ کے معجزات کو جادو ٹھہرایا اور اتنا ہی نہیں بلکہ وہ حضرت موسیٰ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا اور اس بات کی کوشش اور فکر میں لگ گیا کہ اپنے ملک کے مشہور جادوگروں کو بلائے اور حضرت موسیٰ کا مقابلہ کرا کر لوگوں کو یہ بتا دے کہ واقعی موسیٰ نے جو پیش کیا ہے وہ محض جادو ہے اور جادو کے ذریعہ سے آپ کو مغلوب کر کے آپ کے دعویٰ نبوت کو غلط ثابت کرے۔ اس غرض سے اس نے اپنی سلطنت کے مشہور جادوگروں کو جمع کیا اور یہ اعلان کرا دیا کہ موسیٰ جو کچھ کہہ رہے ہیں سب غلط ہے۔ حاکم اور مالک میں خود ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کا یہ دعویٰ کہ اصل مالک اور حاکم کوئی اور ہے اور اس نے انہیں اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے بالکل غلط ہے۔ میرے سوا کوئی مالک ومختار نہیں۔ اطاعت میرے ملک میں میری ہوگی میرے سوا یہاں کسی دوسرے کا حکم نہیں چل سکتا۔ مجھ سے بالاتر اور کوئی وجود نہیں ہے۔ الغرض جادوگروں سے مقابلہ کرایا گیا جادوگروں کو شکست ہوئی اور جادوگر ایمان لے آئے۔ لیکن فرعون اور زیادہ متکبر ہو گیا اور اپنی سرکشی ونافرمانی پر قائم رہا۔ ایک عرصہ تک فرعون اور اس کی قوم کو مہلت دی گئی کہ وہ بات سمجھ لیں اور حق کو مان لیں اور اپنی غلط روش کو چھوڑ کر سیدھے راستہ پر آ جائیں لیکن جب ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ حق کو کبھی مان کر نہیں چلنے والے تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی مہلت ختم کر دی اور ان کے لئے عذاب کا فیصلہ فرما دیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا وآخرت میں رسوا کیا۔

فرعون کے لئے دنیا وآخرت کی رسوائی

دنیا میں تو اس طرح رسوا کیا گیا کہ جب فرعون موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے پر گرفتار کرنے کے لئے اپنے لاؤ لشکر سمیت گیا تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں بحر قلزم سے پار اتر گئے کیونکہ بحکم خداوندی ان کو سمندر نے راستہ دے دیا مگر جب فرعون اور اس کا لشکر آیا تو پھر پانی اللہ کے حکم سے مل گیا اور فرعون آن کی آن میں بمعہ اپنے لشکر کے سب ڈوب کر مر گئے۔ اور آخرت میں اس طرح رسوائی ہوگی کہ وہاں ان کے عذاب کے لئے جہنم تیار ہے جس میں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب بھگتیں گے۔ اخیر میں فرمایا گیا کہ یہ ہے انجام اللہ کے مقابلہ میں سر اٹھانے کا اور اس کی ہدایات سے منہ موڑنے کا۔ اس قصہ میں بہت سی باتیں سوچنے اور عبرت پکڑنے کی ہیں لیکن اس کے لئے جس کے دل میں اللہ کا کچھ خوف ہو اور جو یہ مانتا ہو کہ واقعی اس جہان کا کوئی خالق و مالک ہے جو بڑا مہربان ہے کہ بندوں کی ہدایت کا بار بار انتظام فرماتا ہے اور نیکی کی راہ پر چلنے والوں کو اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے نوازتا ہے اور غلط راہ پر چلنے والوں کو سزا دیتا ہے اور جو بڑی طاقت اور قدرت والا ہے کہ کوئی اس کی پکڑ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا

بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا۔اللہ نے اس کو بنایا۔اس کی سقف کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا۔اور اس کی رات کو تاریک بنایا

وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾

اور اس کے دن کو ظاہر کیا۔اور اس کے بعد زمین کو بچھایا۔اُس سے اُس کا پانی اور چارہ نکالا

وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾

اور پہاڑوں کو قائم کر دیا۔تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ پہنچانے کیلئے۔

ءَاَنْتُمْ کیا تم	اَشَدُّ زیادہ مشکل	خَلْقًا بنانا	اَمِ یا	السَّمَآءُ آسمان	بَنٰىهَا اس کو بنایا	رَفَعَ بلند کیا	سَمْكَهَا اس کی چھت	فَسَوّٰىهَا پھر اس کو درست کیا
وَاَغْطَشَ تاریک کر دیا	لَيْلَهَا اس کی رات	وَاَخْرَجَ اور نکالی	ضُحٰىهَا دن کی روشنی	وَالْاَرْضَ اور زمین	بَعْدَ بعد	ذٰلِكَ اس	دَحٰىهَا اس کو بچھایا	
اَخْرَجَ نکالا	مِنْهَا اس سے	مَآءَهَا اس کا پانی	وَمَرْعٰىهَا اور اس کا چارہ	وَالْجِبَالَ اور پہاڑ	اَرْسٰىهَا قائم کیا اسکو	مَتَاعًا فائدہ	لَّكُمْ تمہارے لئے	
وَلِاَنْعَامِكُمْ اور تمہارے چوپایوں کیلئے								

قیامت کے واقع ہونے پر عقلی دلائل

گذشتہ آیات میں منکرین قیامت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ سنا کر درس عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔اس طرح جو منکرین قیامت کے وقوع کے منکر تھے ان کو ڈرایا گیا تھا اور ان کے لئے اس واقعہ میں دلیل نقلی بیان فرمائی گئی کیونکہ تمام انبیاء ورسل نے قیامت کو حق بتلایا ہے اور اس سے ڈرایا ہے۔ اب آگے قیامت کے وقوع پر عقلی دلائل بیان فرمائے جاتے ہیں اور ان آیات میں منکرین قیامت سے خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ ذرا سوچو اور بتاؤ تو سہی کہ تمہارا دوبارہ پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد آسمان وزمین اور پہاڑوں کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل تو نہیں جب اتنی بڑی بڑی چیزوں کا خالق تم اس کو مانتے ہو تو پھر اپنی دوبارہ پیدائش میں کیوں شک وتردد ہے۔آسمان کو خیال کرو کتنا عظیم الشان کس قدر اونچا' کتنا مضبوط' کیسا صاف وہموار اور کس درجہ مرتب ومنظم ہے۔کس قدر زبردست انتظام اور باقاعدگی کے ساتھ اس کے سورج کی رفتار سے رات ودن کا سلسلہ قائم ہے۔رات کی اندھیری میں اس کا سماں کچھ اور ہے اور دن کے اجالے میں ایک دوسری شان نظر آتی ہے۔پھر جس نے بساط ارضی میں وسعت بخشی اور اس کا پھیلاؤ اس طرح سے کر دیا کہ تمہارے لئے موجب راحت ہو اور جس نے اسی زمین ہی سے تمہارے لئے جسمانی غذا کا سامان اس طرح کیا کہ اس میں سے پانی کے چشمے جاری کئے اور مختلف اقسام کے غلے' میوے' پھل سبزیاں پیدا کیں جن پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے اور جس نے زمین پر بلند وبالا اور مضبوط پہاڑ قائم کئے کہ جو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے اور زمین کو بھی بعض خاص قسم کے اضطرابات سے محفوظ رکھنے والے ہیں اور جن کی سردی سے ٹکرا کر بخارات آبی بادلوں اور پھر پانی کی صورت میں تبدیل ہو کر بارش برساتے ہیں جس سے لوگوں کے کھانے کے لئے اناج غلہ وغیرہ اور جانوروں کے لئے چارہ کی پیداوار ہوتی ہے تو جس قادر مطلق خالق ارض وسما نے یہ سب کچھ پیدا کیا اس کی قدرت لامتناہی کے بارہ میں تم کو کیوں شک ہے کہ تم کو تمہارے مر کھپ جانے کے بعد پھر دوبارہ پیدا نہیں کر سکے گا۔

تو ان آیات میں قیامت کے ثبوت کے سلسلہ میں تین باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) انسان کا دوبارہ زندہ کیا جانا ممکن ہے۔ اللہ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

(۲) اس ساری کائنات کا نظم انتہائی حسن تدبیر کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کے ہر ہر کام سے انتہائی حکمت ظاہر ہوتی ہے تو ایک ایسا باحکمت نظام یونہی بے مقصد نہیں ہوسکتا۔ اس کا کوئی انجام اور مقصد ہونا چاہئے اور وہ انجام و مقصد ہی آخرت ہے۔

(۳) انسان پر اللہ تعالیٰ نے جو بے شمار انعامات کئے ہیں اور جن سے وہ ہر آن دنیا میں فائدہ اٹھا رہا ہے تو ان انعامات کے بعد یہ کیسے ممکن ہے کہ انعامات دینے والا یہ نہ دیکھے کہ کس نے انہیں پا کر شکر ادا کیا اور کس نے ناشکری کی حق و انصاف کا تقاضہ بھی ہے کہ ایک دن ایسا ضرور ہونا چاہئے جب یہ جانچا جائے کہ کس نے اللہ کی نعمتوں کا صحیح استعمال کیا اور اس کا شکر ادا کیا اور کون انہیں غلط طریقہ پر کام میں لایا اور اس کی ناشکری کی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اس کائنات کے ذرہ ذرہ سے اپنی ذات عالی کی معرفت ہم کو نصیب فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں جو حق تعالیٰ نے اپنے بے شمار احسانات و انعامات ہم پر فرما رکھے ہیں ان کا احساس ہم کو نصیب فرمائیں اور ان پر حقیقی شکر گزاری کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

یَااَللّٰہُ میں اس گناہ کی بھی معافی چاہتا ہوں جس کے سبب آپ کے کسی ولی پر ظلم کیا ہو یا آپ کے کسی دشمن کی مدد کی ہو یا تیری مخالفت میں چل کھڑا ہوا ہوں یا تیرے اوامر و نواہی کے خلاف تگ و دو میں لگا رہا ہوں ایسے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

یَااَللّٰہُ اس گناہ سے بھی معافی دے کہ میں نے مسلمانوں میں بغض و عداوت اور منافرت پھیلا دی ہو یا میرے گناہوں کے باعث مسلمانوں پر آفت و مصیبت آ گئی ہو یا میرے گناہ کی وجہ سے دشمنان اسلام کو ہنسنے کا موقع ملا ہو یا دوسروں کی میرے گناہ کی وجہ سے پردہ دری ہوئی ہو یا میرے گناہ کے باعث مخلوق پر بارش برسانے سے روک لی گئی ہو۔ الٰہی! میرے سب گناہ بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی ﴿۳۴﴾ یَوْمَ یَتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ

سو جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا۔اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جاوے گی۔

لِمَنْ یَّرٰی ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا

تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی۔اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی۔ سو دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا۔اور جو شخص

مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی ﴿۴۱﴾

اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو خواہش سے روکا ہوگا۔سو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا ﴿۴۲﴾ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا ﴿۴۳﴾ اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَھٰھَا ﴿۴۴﴾

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا۔اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق اس کا مدار صرف آپ کے رب کی طرف ہے۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰھَا ﴿۴۵﴾ کَاَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَھَا لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِیَّۃً اَوْ ضُحٰھَا ﴿۴۶﴾

آپ تو صرف اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو۔جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا گویا (دنیا میں) صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں۔

فَاِذَا پھر جب	جَآءَتِ وہ آئے	الطَّآمَّۃُ ہنگامہ	الْکُبْرٰی بڑا	یَوْمَ دن	یَتَذَکَّرُ یاد کرے گا	الْاِنْسَانُ انسان	مَا جو	سَعٰی اس نے کمایا		
وَبُرِّزَتِ ظاہر کردی جائے گی	الْجَحِیْمُ جہنم	لِمَنْ اس کے لئے جو	یَرٰی وہ دیکھے گا	فَاَمَّا پس	مَنْ جو۔جس	طَغٰی سرکشی کی	وَاٰثَرَ ترجیح دی			
الْحَیٰوۃَ زندگی	الدُّنْیَا دنیا	فَاِنَّ تو یقیناً	الْجَحِیْمَ جہنم	ھِیَ وہ	الْمَاْوٰی ٹھکانہ	وَاَمَّا اور جو	مَنْ جو	خَافَ ڈرا	مَقَامَ کھڑا ہونا	رَبِّہٖ اپنے رب
وَنَھَی اور روکا	النَّفْسَ جی۔دل	عَنِ سے	الْھَوٰی خواہش	فَاِنَّ یقیناً	الْجَنَّۃَ جنت	ھِیَ وہ	الْمَاْوٰی ٹھکانہ	یَسْئَلُوْنَکَ وہ آپ سے پوچھتے ہیں		
عَنِ سے	السَّاعَۃِ قیامت	اَیَّانَ کب	مُرْسٰھَا اس کا ٹھہرنا	فِیْمَ کیا	اَنْتَ تو	مِنْ سے	ذِکْرٰھَا اس کا ذکر	اِلٰی طرف	رَبِّکَ تمہارا رب	
مُنْتَھٰھَا اس کی انتہا	اِنَّمَا صرف	اَنْتَ آپ	مُنْذِرُ ڈرانے والے	مَنْ جو	یَّخْشٰھَا اس سے ڈرے	کَاَنَّھُمْ گویا وہ	یَوْمَ دن	یَرَوْنَھَا دیکھیں گے اسکو		
لَمْ نہیں	یَلْبَثُوْٓا ٹھہرے وہ	اِلَّا مگر	عَشِیَّۃً ایک شام	اَوْ یا	ضُحٰھَا اسکی ایک صبح					

قیامت کی جزاء وسزا کا منظر

قیامت کے وقوع کے اثبات کے بعد قیامت کے جزا وسزا کا منظر بھی پیش کیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت کا بڑا حادثہ وقوع پذیر ہوگا اس دن انسان کو اپنے نیک وبد اعمال جو اس نے اس دنیا کی زندگی میں کئے تھے سب یاد آجائیں گے اور ان کی جزا وسزا اس کو ملے گی۔آج انسان نے دنیا کی زندگی ہی کو اہمیت دے رکھی ہے اور اسی زندگی کے منافع ولذات اس کے سامنے ہیں اور وہ یہ بھول گیا ہے کہ یہ زندگی دراصل ایک اور ہمیشہ رہنے والی زندگی کے لئے سامان جمع کرنے کی مہلت ہے لیکن جب وہ وقت یعنی یوم قیامت آجائے گا جسے اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک بہت بڑی آفت کہنا چاہئے۔تو اس وقت انسان اپنے ایک ایک کام کو یاد کرے گا۔اس وقت اس کا دنیا میں گزرا ہوا زمانہ اس کے سامنے ہوگا اور وہ یہ یاد کرکے پچھتا رہا ہوگا کہ اس نے اپنی قوتیں کن کاموں

میں لگادیں۔ اپنی صلاحیتوں کو کہاں خرچ کیا اور اپنے وقت کا کیا استعمال کیا؟ جو کچھ اس نے کیا ہوگا سب کا انجام نظروں کے سامنے ہو گا اور اپنی ہر کوشش کا پھل اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور اس روز جہنم ظاہر ہو جاوے گی ہر ایک دیکھنے والے کے لئے۔ آج تو اس کو صرف اہل ایمان اور اہل بصیرت انبیاء کے بتلانے سے دیکھتے ہیں اوروں کو دکھائی نہیں دیتی اور اس لئے شتر بے مہار ہو کر لذات وشہوات میں الجھے رہتے ہیں اور اس دن کی کچھ پروانہیں کرتے اور محسوس نہ ہونے کے سبب منکرین انکار بھی کرتے ہیں لیکن اس روز یعنی قیامت میں یہ نہ ہوگا ہر ایک کھلم کھلا دیکھ لے گا۔

سرکشوں کے لئے دوزخ
اور ڈرنے والوں کے لئے جنت

مگر اس قہر الٰہی کے ظاہر ہونے سے یہ نہ ہوگا کہ تمام بنی آدم کو اس میں جھونک دیا جائے۔ نہیں بلکہ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى جس نے دنیا میں سرکشی کی ہوگی۔ حکم الٰہی سے سرتابی اور تجاوز کیا ہوگا۔ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اور دنیوی زندگی کو سب کچھ سمجھ کر اسی پر ریجھ گیا ہوگا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا تو یہاں دنیا میں دو چیزیں یعنی طَغٰى اور وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا یعنی حکم الٰہی سے سرکشی اور دنیوی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دینا ان کا انجام ونتیجہ جہنم بتلایا گیا اور اس کے مقابل دنیا کی دو ہی چیزوں کا نتیجہ اور انجام آخرت میں جنت بتلایا گیا ایک وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا یعنی جس نے یہ سمجھا کہ مجھے اس جہان سے گزر کر ایک دن اللہ کے حضور میں کھڑا ہونا ہے اور اپنی زندگی کے اعمال کا حساب کتاب دینا ہے لہٰذا اس کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز اور سرکشی نہ چاہئے نہ تو وہاں پر روسیاہی حاصل ہوگی اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دوسرے وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى اور اپنے نفس کو ناجائز اور حرام خواہش سے روکا ہوگا۔ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى تو اس کا ٹھکانہ بالتحقیق جنت ہوگا۔ تو ان آیات سے معلوم ہوا کہ

(۱) تمام برائیاں شقاوت، فسادات اور تمام قباحتوں کی جڑ دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں۔ طَغٰى اور وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا یعنی سرکشی اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا اور اسی طرح

(۲) دنیا کی زندگی کی تمام حسنات اور تمام طاعات اور تمام نیک صفات اور تمام مکارم اخلاق کی کنجی اور بنیاد بھی دو ہی چیزیں ہیں یعنی خوف خداوندی اور نفس کو ناجائز خواہشات سے روکنا اور باز رکھنا۔

کافروں کے بے جا اعتراضات پر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب انکار کرنے والے قیامت کے حالات سنتے اور انہیں بتایا جاتا کہ اس روز کیا کیا پیش آئے گا تو بجائے اس کے کہ وہ تصدیق کرتے اور ایمان لاتے اور کفر سے باز آتے الٹا قیامت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاق اڑانے کے لہجے میں پوچھتے کہ اچھا یہ تو بتلایئے کہ آخر وہ قیامت آئے گی کب؟ اور کس وقت واقع ہوگی؟ اس قسم کے سوالات سے فطری طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا اور ان کے کمال نادانی سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار کی اس قسم کی باتوں سے کیوں فکر میں مبتلا ہوتے ہیں۔ قیامت کا ٹھیک وقت متعین کر کے بتلانا آپ کا کام نہیں۔ قیامت کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر ہے وہی جانتا ہے کہ کب واقع ہوگی۔ آپ کا کام تو قیامت کی خبر سنا کر لوگوں کو ڈرا دینا ہے۔ اب جس کے دل میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ خوف ہوگا وہ سن کر ڈرے گا اور ڈر کر آخرت کی تیاری اور فکر کرے گا ورنہ نااہل تو انجام سے غافل ہو کر ایسے ہی فضول سوالات میں پڑے رہیں گے۔ کہ کس تاریخ کس مہینہ اور کس سال میں آ رہی ہے؟۔

قیامت کے دن پتہ چل جائے گا

سورۃ کے خاتمہ پر بتلایا گیا کہ اس وقت تو یہ منکرین بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہے ہیں کبھی کچھ پوچھتے ہیں اور کبھی کچھ لیکن جب قیامت کا

دن آ جائے گا اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور اس دنیا کی یہ زندگی جس کی لذتوں اور مصروفیتوں نے انہیں انجام سے غافل بنا رکھا ہے اس وقت بالکل بے حقیقت معلوم ہوگی اور اس وقت انہیں ایسا معلوم ہوگا اور یہ خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں صرف ایک صبح یا ایک شام ہی رہے ہیں گویا قیامت کے مقابلہ میں اس جہان کی زندگی ایسی کم معلوم ہوگی تو جب دنیاوی زندگی اس قدر قلیل معلوم ہوگی تو سمجھ لو کہ قیامت دور نہیں۔

سورۃ النازعات کا خلاصہ

اس سورت میں بھی قیامت کے مختلف احوال اور ہولناکیوں کا بیان ہے' ابتداء میں اللہ نے مختلف کاموں پر مامور پانچ قسم کے فرشتوں کی قسم کھائی ہے لیکن جواب قسم ذکر نہیں فرمایا' سیاق کلام کو دیکھ کر جو جوابِ قسم سمجھ میں آتا ہے' وہ ہے ''لتبعثن'' (تمہیں قیامت کے دن ضرور زندہ کیا جائے گا)

سورۂ نازعات بتاتی ہے کہ قیامت کو جھٹلانے والوں کا قیامت کے دن یہ حال ہوگا کہ ان کے دل دھڑک رہے ہوں گے' دہشت' ذلت اور ندامت کی وجہ سے ان کی نظریں جھکی ہوں گی' لیکن آج دنیا میں وہ فرعون بنے بیٹھے ہیں اور اللہ کے نبی کی بات کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے لیکن شاید انہیں فرعون کا انجام معلوم نہیں۔ یہ عقل سے کورے اور احمق یہ نہیں سوچتے کہ جو اللہ مضبوط آسمان بنا سکتا ہے' شب و روز کا نظام مقرر کر سکتا ہے' زمین کا فرش بچھا سکتا ہے' پہاڑوں کی میخیں گاڑ سکتا ہے کیا وہ انہیں دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا سورت کے اختتام پر مشرکین کا سوال مذکور ہے جو وہ وقوع قیامت کو محال سمجھ کر قیامت کے بارے میں کرتے تھے اور یہ سوال اس لیے کرتے تھے کہ وہ دنیا کی زندگی پر فریفتہ تھے اور ان کا خیال تھا کہ دنیا ہی کی زندگی' حقیقی اور دائمی زندگی ہے' لیکن ''جس روز یہ قیامت کو دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی وہ دنیا میں رہے۔

سورۃ النازعات کے خواص

۱-حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو سورۃ النازعات پڑھتا رہے وہ جنت میں داخل ہوگا اس حال میں کہ اس کا چہرہ مسکراتا ہوگا۔

۲-اگر کسی کو دشمن کا سامنا ہو اور وہ دشمن کے سامنے اس سورۃ کو پڑھ کر اس پر دم کر دے تو اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارے دلوں سے آخرت کی طرف سے غفلت دور فرما دیجئے اور دنیا میں ہم کو ایمان اور عمل صالح پر استقامت نصیب فرمائیے۔ اور اسی پر ہم کو موت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ اپنے مومنین مخلصین بندوں کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرما کر انہیں کے ساتھ اپنے فضل سے ہمارا آخری اور ابدی ٹھکانا جنت میں ہم کو نصیب فرمائیے۔

یَااللّٰہ آپ کی ہدایت آ جانے کے بعد اور دین کی بات کا علم ہو جانے کے بعد بھی میں نے اپنے آپ کو غافل بنائے رکھا۔ آپ نے حکم دیا' یا منع کیا' کسی عمل کی رغبت دلائی' اپنی رضا و محبت کی طرف بلایا اور اپنے قریب کرنے کے لئے اعمال خیر کی دعوت دی۔ آپ نے سب کچھ انعام کیا لیکن میں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ الٰہی! میری ہر ایسی خطا کو معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعٌ وَّاحِدٌ كَذَا الخ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝١ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝٢ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۝٣ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝٤

پیغمبر چین بجبیں ہوگئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ انکے پاس اندھا آیا۔ اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا۔ یا نصیحت قبول کرتا سو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝٥ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝٦ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝٧ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ

تو جو شخص بے پروائی کرتا ہے۔ آپ اس کی فکر میں پڑتے ہیں۔ حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے۔ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا

يَسْعٰى ۝٨ وَهُوَ يَخْشٰى ۝٩ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝١٠ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝١١ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝١٢

ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے۔ آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں۔ ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن نصیحت کی چیز ہے سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے۔

عَبَسَ تیوری چڑھائی	وَتَوَلّٰی اور منہ موڑلیا	اَنْ کہ	جَآءَهٗ آیا اسکے پاس	الْاَعْمٰی ایک نابینا	وَمَا اور کیا	یُدْرِیْكَ خبر آپ کو	لَعَلَّهٗ شاید وہ	یَزَّكّٰی سنور جاتا
اَوْ یا	یَذَّكَّرُ نصیحت مانتا	فَتَنْفَعَهُ اسے نفع پہنچاتا	الذِّكْرٰی نصیحت کرنا	اَمَّا اور۔جو	مَنِ جس	اسْتَغْنٰی بے پروائی کی	فَاَنْتَ تو آپ	لَهٗ اس کیلئے
تَصَدّٰی فکر کرتے ہو	وَمَا اور نہیں	عَلَیْكَ آپ پر	اَلَّا اگر نہ	یَزَّكّٰی وہ سنورے	وَاَمَّا اور جو	مَنْ جو	جَآءَكَ آیا آپ کے پاس	یَسْعٰی دوڑتا
وَهُوَ اور وہ	یَخْشٰی ڈرتا ہے	فَاَنْتَ تو آپ	عَنْهُ اس سے	تَلَهّٰی تغافل کرتے ہو	كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّهَا یہ تو	تَذْكِرَةٌ نصیحت	فَمَنْ سو جو
شَآءَ چاہے	ذَكَرَهٗ اس سے نصیحت قبول کرے							

سورۃ کا نام "عبس" کیوں ہے؟

اس سورۃ کی ابتداء ہی لفظ عبس سے ہوئی ہے عبس کے معنی ہیں اس نے تیوری چڑھائی۔ وہ ترش رو ہوا۔

چونکہ اس سورۃ کے نزول کا سبب ہی عبوس یعنی ترش روئی تھی جیسا کہ آگے شان نزول سے معلوم ہوگا اس لئے سورۃ کا نام ہی عبس مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔

سبب نزول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد الحرام میں تشریف رکھے تھے اور آپ کے پاس سرداران قریش و روسائے مشرکین جیسے عتبہ بن شیبہ اور ربیعہ بن شیبہ، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف وغیرہ بیٹھے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دین اسلام کی خوبی اور شرک و بت پرستی کی برائی سمجھا رہے تھے اور کمال توجہ سے ان کے ساتھ باتوں میں مشغول تھے کہ اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن شریح بن مالک کہ ان کو ابن ام مکتوم بھی کہتے ہیں اس واسطے کہ مکتوم نابینا کو کہتے ہیں اور ان کی ماں کو ام مکتوم کہا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور قطع کلام کرکے آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ فلاں آیت کس طرح ہے؟ یارسول اللہ مجھے اس میں سے کچھ سکھلایئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بے وقت کا پوچھنا گراں خاطر ہوا اور آپ نے ان نابینا صحابی کی طرف التفات نہ فرمایا اور ناگواری کی وجہ سے آپ چیں بجبیں

ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت یہ خیال ہوا ہوگا کہ میں ایک بڑے اہم کام میں مشغول ہوں۔ قریش کے یہ بڑے بڑے سردار اگر ٹھیک سمجھ کر اسلام لے آئیں تو بہت لوگوں کے مسلمان ہو جانے کی توقع ہے اور ابن مکتوم تو بہر حال مسلمان ہیں ان کو سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے تو بہت سے مواقع حاصل ہیں۔ پھر ممکن ہے یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا ہو کہ ان کو تو دکھائی نہیں دیتا کہ میرے پاس اس وقت کیسے بااثر اور بارسوخ روسائے مکہ بیٹھے ہیں جن کو اگر ہدایت ہو جائے تو ہزاروں اشخاص ہدایت پر آ سکتے ہیں۔ اب اگر میں ان لوگوں کی طرف سے ہٹ کر گوشہ التفات ان کی طرف کروں گا تو یہ ان سرداروں کو کس قدر شاق ہوگا۔ شاید پھر وہ میری بات سننا بھی پسند نہ کریں۔ غرض کہ آپ کے چہرۂ مبارک پر آثار خفگی کے نظر آنے لگے اور آپ نے اپنا منہ ان نابینا کی طرف سے پھیر کر ان کی طرف متوجہ رہے۔ آپ جب اس مجلس سے اٹھ کر گھر جانے لگے تو وحی کے آثار نمودار ہوئے اور اس حال میں اس سورۃ کی یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

بعد نزول ان آیات کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کے گھر تشریف فرما ہوئے اور عذر کیا اور ان کو ہمراہ لے کر دولت خانہ کو تشریف لائے اور آپ نے اپنی چادر مبارک کو بچھا کر ان کو بٹھایا۔ پھر جب کبھی وہ نابینا صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بڑی خاطر فرماتے اور ارشاد فرماتے۔ مرحبا بمن عاتبنی فیه ربی یعنی خوش آمدید تو وہ شخص ہے جس کے واسطے میرے پروردگار نے مجھ کو عتاب فرمایا اور روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جب ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو دوبارہ آپ غزوہ کے سفر کو مدینہ منورہ سے جہاد کے لئے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام امام نماز کا انہی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مقرر فرمایا تھا۔ اسی سے عوام کے اس قول کی بھی تردید ہوتی ہے کہ جو کہتے ہیں کہ نابینا کی امامت مکروہ ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ ہاں اگر نابینا امام طہارت و پاکی وغیرہ کا اہتمام نہ کر سکتا ہو تو یہ کراہت کا باعث ہو سکتی ہے۔ نہ کہ بینائی کا نہ ہونا۔ اور حضرت انس بن مالکؓ ایک عجیب احوال ان نابینا صحابی یعنی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کا روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان کو قادسیہ کی جنگ میں دیکھا زرہ پہنے اور ایک تازی گھوڑے پر سوار ان کے ہاتھ میں ایک سیاہ جھنڈا تھا اور باوجود اس نابینائی کے کافروں کی صفوں پر حملے کرتے تھے اور آخر اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

آپ کی توجہ کا مستحق کون ہے؟

الغرض سبب نزول ان آیات کا یہی واقعہ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ نابینا طالب صادق تھا آپ کو کیا معلوم کہ آپ کے فیض توجہ سے اس کا حال سنور جاتا اور آپ کی باتوں سے اس کو دل و جان کی پاکیزگی نصیب ہو جاتی۔ آپ کی کوئی بات یا قرآن کی کوئی آیت اس نابینا کے کان میں پڑتی اور وہ اس کو اخلاص سے سوچتا سمجھتا تو اسے اس سے نفع پہنچتا آگے ارشاد ہوا کہ یہ روسائے مشرکین جو اپنے غرور اور شیخی سے حق کی پرواہ نہیں کرتے اور نہ طالب حق ہیں آپ ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ اتنی دردسری اور عرقریزی کر رہے ہیں کہ یہ کسی طرح ایمان لے آئیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر کوئی الزام نہیں کہ یہ مغرور اور شیخی باز متکبرین آپ کی ہدایت سے درست کیوں نہ ہوئے۔ آپ کا فرض دعوت و تبلیغ کا تھا وہ ادا کر چکے اور کر رہے ہیں آگے ان لاپرواہ متکبروں کی فکر میں اس قدر انہماک کی ضرورت نہیں کہ سچا طالب اور مخلص ایمان دار آپ کی توجہ سے محروم ہونے لگے جو دین کے شوق میں آپ کے پاس آیا اور جس کو خدا کا ڈر ہے۔ اس لئے آپ کو اس طالب ہدایت اور دین کا شوق رکھنے والے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے تھا کیوں کہ یہ قرآن تو محض ایک نصیحت کی چیز ہے اور آپ کے ذمہ صرف اس کی تبلیغ ہے سو جس کا جی چاہے قبول کرے۔ اگر یہ متکبر اغنیاء قرآن کی نصیحت پر کان نہ دھریں تو قرآن کو ان کی کچھ پرواہ

نہیں وہ اپنا ہی برا کریں گے آپ کا کیا ضرر پھر آپ ان کے لئے اسلام وایمان کے لئے اس قدر اہتمام اور فکر کیوں کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ تبلیغ

ان آیات کے تحت بعض علماء نے لکھا ہے کہ آیات کے ظاہری الفاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ عتاب فرمارہے ہیں کہ آپؐ نے ایک نابینا صحابی کی طرف توجہ نہیں فرمائی بلکہ اس کے مقابلہ میں آپ قریش کے سرداروں کی طرف متوجہ رہے مگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو دراصل ان آیات میں آپ کے جوش تبلیغ ودعوت اور آپ کی اس بے انتہا شفقت کی تعریف کی گئی ہے کہ جو آپ کی خصوصیت تھی اور ساتھ ہی آپ کے نادار اور معذور صحابہ کی دلداری کی گئی جنہیں قریش کے سردار نیچا اور ذلیل سمجھتے تھے۔

مسلمانوں کی اصلاح مقدم ہے

ان آیات کے تحت حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''اس موقع میں یہ تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے سامنے دو کام بیک وقت آ گئے ایک مسلمان کی تعلیم اور اس کی تکمیل اور دل جوئی۔ دوسرے غیر مسلموں کی ہدایت کے لئے ان کی طرف توجہ۔ قرآن کریم کے یہاں اس ارشاد نے یہ واضح کر دیا کہ پہلا کام دوسرے کام پر مقدم ہے۔ دوسرے کام کی وجہ سے پہلے کام میں تاخیر کرنا یا کوئی خلل ڈالنا درست نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی تعلیم اور ان کی اصلاح کی فکر غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے کی فکر سے اہم اور مقدم ہے''۔ (معارف القرآن جلد ۸)

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ ہم کو قرآن کی حکومت نصیب فرما اور اس کے احکام کا نفاذ اس ملک میں جاری فرما۔

یَااَللّٰہُ یہ پاکستان اسلامی ملک ہے مگر ہم جتنا اسلامی تعلیم وہدایات سے دور ہوتے جاتے ہیں اتنا ہی بدحالی میں بڑھتے جارہے ہیں۔ اب ہم غیر مسلموں کو اسلامی تعلیم سے کیا آگاہ کریں جب ہم خود شریعت اسلامیہ سے بیگانہ ہوتے جارہے ہیں۔ یااللہ! ہم کو اپنی اور اپنے مسلمان بھائیوں کی تعلیم واصلاح کی فکر نصیب فرما اور اس ملک اور قوم کو دین ودنیا کی اصلاح نصیب فرما۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ جس گناہ کو کر کے میں بھول گیا ہوں لیکن آپ کے یہاں وہ لکھا ہوا ہے میں نے اس کو ہلکا سمجھا لیکن نافرمانی پھر نافرمانی ہے وہ آپ کے یہاں موجود پاؤں گا۔ میں نے بارہا علانیہ گناہ کیا آپ نے چھپالیا' لوگوں نے دھیان نہ کیا اور ہر ایسا گناہ جس کو آپ نے اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ توبہ کرے گا تو معاف کریں گے الٰہی! میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں مجھے معاف فرمادیجئے اور میری توبہ قبول فرمالیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ 3

وہ ایسے صحیفوں میں ہے جو مکرم ہیں۔ رفیع المکان ہیں مقدس ہیں۔ جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ وہ مکرم نیک ہیں۔ آدمی پر خدا کی مار

مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ

وہ کیسا ناشکرا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی چیز سے پیدا کیا۔ نطفہ سے اس کی صورت بنائی پھر اس کو انداز سے بنایا۔ پھر اس کو راستہ

يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

آسان کر دیا۔ پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا۔ پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا۔ ہرگز نہیں اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا۔

فِیْ میں	صُحُفٍ صحیفے	مُّكَرَّمَةٍ باعزت	مَّرْفُوْعَةٍ بلند مرتبہ	مُّطَهَّرَةٍ انتہائی پاکیزہ	بِاَيْدِيْ ہاتھوں میں	سَفَرَةٍ لکھنے والے	كِرَامٍ بزرگ		
بَرَرَةٍ نیکوکار	قُتِلَ مارا جائے	الْاِنْسَانُ انسان	مَآ اَكْفَرَهٗ کیسا ناشکرا	مِنْ سے	اَيِّ کس	شَيْءٍ چیز	خَلَقَهٗ اسے پیدا کیا	مِنْ سے	نُّطْفَةٍ نطفہ
خَلَقَهٗ اسکو پیدا کیا	فَقَدَّرَهٗ اسے اندازہ پر رکھا	ثُمَّ پھر	السَّبِيْلَ راہ	يَسَّرَهٗ اسکو آسان کردیا	ثُمَّ پھر	اَمَاتَهٗ اسے مُردہ کیا	فَاَقْبَرَهٗ پھر اسے قبر میں رکھوایا		
ثُمَّ پھر	اِذَا جب	شَآءَ چاہا	اَنْشَرَهٗ اسے نکالا	كَلَّا ہرگز نہیں	لَمَّا ابھی تک	يَقْضِ پورا کیا	مَآ جو	اَمَرَهٗ اسکو حکم دیا	

عظمت قرآن

اس سورۃ کی گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ اگر یہ متکبر اغنیاء قرآن پر ایمان نہ لائیں اور اس کی نصیحت پر کان نہ دھریں تو اپنا ہی برا کریں گے قرآن کو ان کی کچھ پروا نہیں۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں قرآن پاک کی کچھ اہم صفتوں کو بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان مغرور و متکبر اغنیاء اور سر پھرے سرداران قریش کے ماننے سے قرآن کی عزت و وقعت ہوگی؟ قرآن تو وہ عالی مقام اور بلند شان ہے جس کی آیتیں آسمان کے اوپر نہایت معزز بلند مرتبہ اور صاف ستھرے ورقوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ مراد لوح محفوظ ہے جو ساتویں آسمان کے اوپر تحت العرش ہے اور وہیں سے وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا میں نازل ہوا کرتا تھا۔ تو پہلی صفت قرآن پاک کی فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ فرمائی گئی یعنی لوح محفوظ کے صحیفے ایسے معزز اور بلند مرتبہ اور مقدس ہیں کہ وہاں کسی ناپاک کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور شیاطین خبیثہ کی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ دوسری صفت فرمائی بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ یعنی وہ صحیفے ایسے لکھنے والے فرشتوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں کہ وہ مکرم اور نیک ہیں۔ یہاں فرشتوں کو لکھنے والا اس لئے کہا گیا کہ وہ لوح محفوظ سے بامر الٰہی نقل کرتے اور اسی کے موافق وحی اترتی تو یہاں قرآن کریم کے بلند مقام کو واضح کرنے کے لئے یہ دو صفات ظاہر فرمائی گئیں لیکن یہ واضح رہے کہ یہ صفات اس عالم غیب سے متعلق ہیں کہ جس کا ٹھیک ٹھیک پورا علم ہم کو اس دنیا میں نہیں ہو سکتا۔

ناشکرا انسان

تو اس گراں قدر نعمت یعنی قرآن کریم کی عظمت و بزرگی بیان فرما کر ایسے انسانوں کی مذمت کی جاتی ہے کہ جنہوں نے اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہ کی اور اس کا حق نہ پہچانا۔ ایسے انسانوں کی اس روش پر غصہ اور نفرت کے اظہار کے لئے فرمایا گیا۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ مارا جائے یہ انسان کہ کس درجہ ناشکرا ہے کیسا ناقدرا اور کتنا بڑا احسان فراموش ہے کہ ایسی بڑی نعمت کی قدر نہیں پہچانتا اور اس کے احکام ماننے سے انکار کرتا ہے اور اس کے پیغام سے سرکشی کرتا ہے۔

انسان کی حقیقت ہی کیا ہے؟

اب اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں انسان کی سرکشی اور اس کی کتاب سے منہ موڑنے اور اس کے احکام سے انحراف کرنے کا ایک بڑا سبب

یہ ہوتا ہے کہ یہ انسان اپنے آپ کو کچھ سے کچھ سمجھنے لگتا ہے اپنی حقیقت اس کے سامنے نہیں رہتی اپنی بڑائی اور تکبر کے احساس میں مست ہو جاتا ہے۔ اس لئے انسان کو اس غلطی سے نکالنے کے لئے اس کے سامنے یہ سوال رکھا گیا۔ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ کہ انسان کو خدا نے کس چیز سے بنایا ہے؟ یعنی اس نے ذرا اپنی اصل پر تو غور کیا ہوتا کہ وہ بظاہر پیدا کس چیز سے ہوا ہے۔؟ پھر حق تعالیٰ خود ہی آگے جواب دیتے ہیں۔ مِنْ نُّطْفَةٍ ایک بوند یعنی منی کے ایک قطرہ ناپاک سے۔ تو اس سوال کے جواب سے انسان کو یہ جتلایا جاتا ہے کہ جس وجود کی ابتدا اتنی حقیر چیز سے ہوئی ہو اسے کیا حق ہے کہ وہ اس ذات کے مقابلہ میں سر اٹھائے جس نے اسے وجود بخشا اور ایک قطرۂ ناپاک کو ایک انسان کی شکل دے دی۔ پھر جس حقیر بوند سے انسان کی آفرینش شروع ہوتی ہے اس میں اللہ نے کیسی کیسی قوتیں رکھ دیں۔ کس طرح اعضائے بدن مناسب طور پر بنائے۔ پھر ان میں جان ڈالی پھر رحم میں حیض مادر سے اس کو غذا پہنچائی۔ اور حس و شعور حسن و جمال اور عقل و ادراک سب کچھ عطا فرمایا۔ پھر جب اپنے عمر طبعی کا ایک زمانہ ماں کے پیٹ کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں پورا کر چکتا ہے اور اب وہ مکان اس کی آئندہ ترقیوں کے قابل نہیں رہتا تو قدرت اس کو ایک تنگ راستہ سے باہر لاتی ہے اور اس تنگ راستہ کو اس سے نکلنے کے لئے اس پر سہل کر دیتی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ غور کیجئے کہ کہاں ایک اچھا خاصہ تنومند نو ماہ کا بچہ اور اس کا ایسے تنگ موقع سے صاف نکل آنا یہ قدرت الٰہی کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ تو یہ ہے انسان جو ایک طرف اللہ کی قدرت اور حکمت کا بے مثال شاہکار ہے پھر جیسے اس کا پیدا ہونا بے اختیاری ویسا ہی مرنا بھی بے اختیاری ہے۔ لاکھ تدبیر کرے کہ نہ مرے یا ضعف و پیری اور مرض وغیرہ نہ آنے دے تو ہرگز نہیں کر سکتا۔

جس نے پیدا کیا وہ موت دے گا

الغرض جس طرح ماں کے پیٹ کی منزل سے ترقی کرنے کے لئے انسان باہر آتا ہے اسی طرح اس دنیا کی منزل سے ترقی کرنے کے لئے یہاں سے جاتا ہے۔ یہ دنیا کی موت اس آئندہ عالم آخرت کی ولادت ہے۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ انسان کو موت دے کر نیست و نابود ہی نہیں کر ڈالتے بلکہ فَاَقْبَرَهٗ اس کو قبر میں داخل کرتے ہیں۔ عرف میں تو قبر اس گڑھے کو کہتے ہیں کہ جس میں لاش دفنائی جاتی ہے۔ مگر اصطلاح شرع میں قبر عالم برزخ کا نام ہے۔ خواہ کوئی دریا میں ڈوب جائے یا آگ میں جل جاوے۔ یا اس کی لاش ہوا میں لٹکتی رہے یا درندوں پرندوں کے پیٹ میں چلی جائے بہر حال اس کی روح کو قبر یعنی عالم برزخ میں جانا ہوتا ہے۔ اور وہاں آخرت سے پہلے اس کو عذاب ثواب بھگتنا پڑتا ہے۔ تو جس نے ایک مرتبہ پیدا کیا اور پھر موت دی اسی کو اختیار ہے کہ جب چاہے دوبارہ زندہ کر کے قبر سے نکالے کیونکہ اس کی قدرت اب کسی نے (معاذ اللہ) سلب نہیں کر لی۔ جو قدرت اس کی پہلے تھی وہ اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی تو انسان کا پیدا کر کے دنیا میں لانا پھر مار کر برزخ میں لے جانا پھر زندہ کر کے میدان حشر میں کھڑا کر دینا ان حالات کا تقاضا تو یہ تھا کہ انسان اپنے خالق و مالک کا حق پہچانتا۔ اپنے پیدا کرنے والے کا مطیع و فرمانبردار ہوتا۔ اس کے احکام کو مانتا اس کے اشاروں پر چلتا اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرتا لیکن کیا اس انسان نے ایسا کیا؟ ہرگز نہیں۔ اس نے اپنے مالک کا حق نہ پہچانا اور جو کچھ اسے حکم ملا تھا اس نے اسے پورا نہ کیا تو بھلا اس سے زیادہ کیا ناشکری اور ناقدری ہوگی۔

موت بھی نعمت ہے

یہاں انسان کی موت کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات ہی کے سلسلہ میں ذکر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت انسان کی موت کوئی مصیبت نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ بھی ایک نعمت ہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیث میں موت کو مومن کا تحفہ فرمایا ہے۔ تو یہاں ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (پھر اس کو موت دی اور اس کو قبر میں داخل کیا) تو قبر میں انسان کو داخل کرنا بھی ایک انعام و احسان فرمایا گیا۔ اور یہ انعام و احسان اس طرح ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ نے عام جانوروں کی طرح نہیں رکھا کہ مر گیا تو وہیں زمین پر سڑتا۔ پھولتا اور پھٹتا ہے بلکہ اس کا یہ اکرام کیا گیا کہ مرنے کے بعد اس کو نہلا دھلا کر پاک صاف کپڑوں میں ملبوس کر کے احترام کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے جو اسلام نے بدرجہ تاکید تعلیم فرمایا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾

سو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے۔کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا۔پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا۔

فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً

پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری۔اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے

وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

اور چارہ پیدا کیا۔تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ کیلئے۔

فَلْيَنْظُرِ پس چاہیے کہ دیکھے	الْاِنْسَانُ انسان	اِلٰى طرف	طَعَامِهٖ اپنا کھانا	اَنَّا کہ ہم	صَبَبْنَا اوپر سے ڈالا	الْمَآءَ پانی	صَبًّا گرتا ہوا	ثُمَّ پھر	شَقَقْنَا پھاڑا
الْاَرْضَ زمین	شَقًّا پھاڑ کر	فَاَنْۢبَتْنَا پھر ہم نے اگایا	فِيْهَا اس میں	حَبًّا غلہ	وَّعِنَبًا اور انگور	قَضْبًا اور ترکاری	وَّزَيْتُوْنًا اور زیتون	وَّنَخْلًا اور کھجور	
وَّحَدَآئِقَ اور باغات	غُلْبًا گھنے	وَّفَاكِهَةً اور میوہ	وَّاَبًّا اور چارہ	مَتَاعًا فائدہ	لَّكُمْ تمہارے لئے	وَلِاَنْعَامِكُمْ اور تمہارے چوپایوں کیلئے			

انسانی زندگی کے بقاء کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی چند ایسی ظاہری نعمتوں کی طرف متوجہ فرماتے ہیں کہ جن کی بدولت دنیا میں اس کی زندگی قائم ہے تاکہ وہ اپنے خالق و رازق کا حق شناس بنے اور اس پر ایمان لاکر اس کی اطاعت بجالائے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان ذرا اپنے کھانے ہی کی طرف نظر کرے اور اس انتظام پر غور کرے جو اس کو روزی بہم پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں۔ آسمان سے پانی برستا ہے اور پانی ہی کی وجہ سے زمین اس قابل ہوتی ہے کہ کچھ اگا سکے۔

اب اس پانی برسنے کے پیچھے کائنات کا کتنا بڑا نظم کام کررہا ہے۔

پھر آسمان سے بارش کے بعد زمین سے جو کچھ اگتا ہے اس پر انسان ذرا غور کرے۔ ایک گھاس کے تنکے کی کیا طاقت تھی کہ زمین کو چیر پھاڑ کر باہر نکل آتا۔ یہ خدا ہی کی قدرت ہے کہ زمین کو پھاڑ کر اس سے ضعیف نباتات بآسانی برآمد ہوتی ہے۔ پھر ایک ہی زمین ایک ہی پانی ایک ہی ہوا ایک ہی سورج کی روشنی و گرمی۔ کہیں اس سے اناج کی کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں جیسے گیہوں' جو' جوار' چنا' باجرہ وغیرہ کہ جو انسان کے کھانے میں آتے ہیں اور کہیں اس سے انگور کے باغات اگائے کہ اس میں غذائیت بھی ہے کہ صرف اس کو کھا کر انسان پیٹ بھر سکتا ہے اور لذت خوش ذائقگی میوہ پن بھی ہے پھر اس انگور کے شیرہ اور رس سے بیسیوں چیزیں بنتی ہیں۔ پھر کہیں اس سے ترکاریاں پیدا ہوتی ہیں جیسے مولی' گاجر' شلغم' پیاز' کھیرا' ککڑی' خربوزہ' تربوز وغیرہ کہ جن کو بغیر پکائے یونہی توڑ کر کھا جاتے ہیں اور کہیں زیتون کے درخت اگائے اور زیتون پھل کو پیدا کیا کہ جو روٹی کے ساتھ سالن کا کام دیتا ہے اس کا تیل نکال کر اس سے مختلف فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اس کی لکڑی سے طرح طرح کی چیزیں بناتے ہیں اور کہیں کھجور کے باغات اگائے کہ جن سے کھجور جیسا پھل پیدا ہوتا ہے کہ جو مہینوں رہ سکے۔ دور دراز ملکوں تک جا سکے اور جس کو کھا کر انسان مدتوں زندہ رہ سکے۔ جو تر بھی کھائی جاتی ہے خشک بھی کھائی جاتی ہے۔ جو گدری بھی کھائی جاتی ہے اور پکی بھی کھائی جاتی ہے۔ اس کا شیرہ بھی بنایا جاتا ہے اور سرکہ بھی اور کہیں اسی زمین سے گھنے خوب بھرے ہوئے گہرے سایہ والے بڑے درختوں والے باغات پیدا کئے جن کے سایہ میں سرور اور دل کو نور حاصل ہوتا ہے۔ جن میں طرح طرح کے خوش ذائقہ خوش رنگ اور کارآمد پھول و پھل اور میوے ہوتے ہیں پھر علاوہ پھل اور میوے دینے کے ان کی لکڑی عمارت اور دیگر اشیاء میں کارآمد ہوتی ہے اور آسائش و راحت کے سامان تیار ہوتے ہیں پھر کہیں اس زمین سے خودرو گھاس پات' چارہ' جھاڑ' صحرائی درخت پیدا کئے کہ جو جانور' چوپائے' گائے' بیل' بھیڑ' بکری'

گھوڑے اونٹ وغیرہ ان چیزوں کو کھا کر زندہ رہیں اور انسان ان چوپایوں اور جانوروں سے فائدہ اٹھائیں۔ کسی کا دودھ پئیں۔ کسی کے بالوں کو کام میں لائیں اور عمدہ عمدہ شال دوشالے اور کمبل بنائیں۔ کسی کا گوشت کھائیں۔ کسی پر سواری کریں کسی پر بوجھ لادیں۔ غرض کہ انسان کو اس کی زندگی اور بقاء کے سامان یاد دلائے جاتے ہیں کہ تمہاری زندگی قائم رکھنے اور تمہیں فائدہ پہنچانے اور تمہارے جانوروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے قدرت نے آسمان سے پانی برسا کر اور زمین سے سبزہ اگا کر کیا سلسلہ جاری فرمایا کہ جس سے تم فیضیاب ہو رہے ہو اور قیامت تک ہوتے رہو گے اور یہ وہ صورتحال ہے جسے ہر انسان جانتا ہے اور جس سے وہ مسلسل فائدہ اٹھا رہا ہے۔ قدرت کی یہ وہ نعمتیں ہیں جن سے وہ کسی حال میں انکار نہیں کر سکتا اور نہ ان کے بغیر وہ زندہ رہ سکتا ہے تو پھر یہ کتنی بڑی بدبختی اور نالائقی کی بات ہے کہ جو ذات عالی اللہ تعالیٰ کی اس انسان کو روزی بہم پہنچانے کے یہ انتظام فرما رہی ہے اور جس خالق کے اتنے انعامات اور عنایات اس پر ہیں کہ جن کا یہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا اسی خالق، رازق، مالک اور منعم اور محسن کی یہ نافرمانی کرے اور اسی کی ناشکری بجالائے۔ اسی کا کفر اور انکار کرے اور اسی کے حکم سے منہ موڑے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہُ ہم آپ ہی کا دیا ہوا رزق کھا کر اور آپ کی نعمتیں شب و روز برت کر آپ ہی کی نافرمانی کریں یہ تو ہماری انتہائی بدبختی اور نامرادی ہے۔

یَااللّٰہُ ہمیں اس بدبختی اور نامرادی سے بچا لیجئے اور اپنی ہر نعمت کا ہمیں احساس عطا فرما کر ہم کو اس پر ایسے شکر کی توفیق نصیب فرمائیے کہ جو آپ ہم سے راضی ہو جائیں اور اپنی نعمتوں میں اضافہ فرمائیں۔

یَااللّٰہُ میں ہر ان گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جو آپ کی رحمت سے دور کر دیں اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہوں۔ عزت سے محروم کر دیں اور برائی کے لائق کر دیں۔ آپ کی نعمتوں کے زوال کا سبب ہوں۔

یَااللّٰہُ میں ہر اس گناہ سے معافی چاہتا ہوں جس سے میں نے آپ کی کسی مخلوق کو عار دلائی ہو یا آپ کی مخلوق کو فعل قبیح میں مبتلا کر دیا ہو اور خود میں بھی اس میں لگ گیا ہوں اور جرأت کے ساتھ کر رہا ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿۳۴﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهِ

پھر جس وقت کانوں کا بہرہ کردینے والا شور برپا ہوگا۔ جس روز ایسا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے

وَبَنِيهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾

بھاگے گا۔ ان میں ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا۔ بہت سے چہرے اس روز روشن۔ خنداں شاداں ہوں گے۔

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾

اور بہت سے چہروں پر اس روز ظلمت ہوگی ان پر کدورت چھائی ہوگی۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

یہی لوگ کافر فاجر ہیں۔

فَإِذَا پھر جب	جَآءَتِ آئے	الصَّآخَّةُ کان پھوڑنے والی	يَوْمَ جس دن	يَفِرُّ بھاگے	الْمَرْءُ آدمی	مِنْ سے	أَخِيهِ اپنے بھائی	وَأُمِّهِ اور اپنی ماں
وَأَبِيهِ اور اپنا باپ	وَصَاحِبَتِهِ اور اپنی بیوی	وَبَنِيهِ اور اپنے بیٹے	لِكُلِّ واسطے ہر ایک	امْرِئٍ آدمی	مِّنْهُمْ ان سے	يَوْمَئِذٍ اس دن	شَأْنٌ حالت	
يُغْنِيهِ اسے کافی ہوگی	وُجُوهٌ بہت چہرے	يَوْمَئِذٍ اس دن	مُّسْفِرَةٌ چمکتے	ضَاحِكَةٌ ہنستے	مُّسْتَبْشِرَةٌ خوشیاں مناتے	وَوُجُوهٌ اور بہت چہرے		
يَوْمَئِذٍ اس دن	عَلَيْهَا ان پر	غَبَرَةٌ غبار	تَرْهَقُهَا چھائی ہوئی	قَتَرَةٌ سیاہی	أُولَٰئِكَ یہی لوگ	هُمُ وہ	الْكَفَرَةُ کافر	الْفَجَرَةُ گنہگار

قیامت کے دن عزیز واقارب سب بھاگ جائیں گے

یہ سورۂ عبس کی آخری آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں انسان کو وہ ظاہری نعمتیں یاد دلائی گئی تھیں جو دنیا میں اس کی بقاء آرام و آسائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ انسان بھی یہ نعمتیں حاصل کر کے اور ان سے فائدہ اٹھا کر اپنے خالق۔ اپنے رازق اور مالک کا شکر گزار بندہ بنتا اور اس پر ایمان لا کر اس کے احکام بجالاتا۔ لیکن یہ اس کی انتہائی نالائقی ہے کہ وہ اس کے مقابلہ میں سرکشی اختیار کرتا ہے تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ایک دن یعنی قیامت و آخرت میں یہ اپنی ساری ناشکری کا مزہ چکھے اور انسانوں میں جو اپنے آقا کو پہچانتے ہیں اور اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری بجالاتے ہیں۔ ان کی شکر گزاری کا ایک دن انعام ملے۔ یہ دنیا کی زندگی تو انسان کے آزمائش و امتحان کا زمانہ ہے اور یہاں ہر شخص کو آزادی ہے کہ وہ چاہے شکر گزار ایماندار اور اطاعت گزار بندہ بن کر رہے چاہے کفر و انکار اور ناشکری اور احسان فراموشی کی روش اختیار کرے۔ انعام اور سزا کا وقت قیامت و آخرت میں آئے گا اور اس وقت انسان کو کن حالات سے دوچار ہونا پڑے گا اور اس دنیا میں شکر گزار ہونے یا منکر و نافرمان ہونے کا جو انجام آخرت میں ہوگا اس کو ان آیات میں مختصراً ظاہر فرمایا گیا ہے اور سب سے پہلے اس وقت کی ہولناکی اور اہمیت کو ظاہر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جس وقت کانوں کو بہرا کر دینے والا قیامت کا شور برپا ہوگا تو اس دن یہ حال ہوگا کہ نفسی نفسی ہوگی۔ اس دن انسان ان قریبی عزیزوں کو بھی بھول جائے گا جن کی خاطر وہ اس زندگی میں بڑی سے بڑی مصیبت جھیل لیتا ہے اور جن کے لئے وہ اپنا آرام و سکون سب کچھ چھوڑ دیتا ہے۔ اس دن نہ بھائی بھائی کے کام آئے گا

اور نہ ماں باپ بیوی بچے یا کوئی دوسرے عزیز یا دوست اسے یاد رہیں گے۔ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ ہر شخص اپنی فکر میں مبتلا ہوگا کہ کسی نہ کسی طرح وہ بچ جائے۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انہیں ایک دفعہ دوزخ کا خیال آیا اور وہ رونے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تمہیں کس چیز نے رلایا؟ عرض کیا مجھے دوزخ یاد آئی اور اسی کے خوف نے مجھے رلایا ہے تو کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین جگہ تو کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا ایک وزن اعمال کے وقت جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کے اعمال کا وزن ہلکا ہے یا بھاری۔ اور دوسرے اعمال ناموں کے ملنے کے وقت یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ کس ہاتھ میں دیا جاتا ہے اس کا اعمال نامہ آیا داہنے ہاتھ میں یا پیچھے کی جانب سے بائیں ہاتھ میں۔ اور تیسرے پل صراط پر جب کہ وہ رکھا جائے گا جہنم کے اوپر اور سب کو اس پر سے گزرنے کا حکم دیا جائے گا۔ تو گویا یہ تین وقت ایسے نفسی نفسی کے ہونگے کہ ہر ایک اپنی اپنی فکر میں ڈوبا ہوگا۔ اور کوئی کسی کی خبر نہ لے سکے گا۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے ''قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور بے ختنہ جمع کیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ عورتوں اور مردوں سب کو ان میں سے ایک دوسرے کو دیکھے گا آپؐ نے فرمایا عائشہ! موقع اس سے زیادہ ہولناک ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے پر نظر ڈالیں۔ یعنی کسی کو کسی کے دیکھنے کی فرصت کہاں ہوگی''۔

اقرباء کے بھاگ جانے کی وجہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث و مفسر دہلوی اس موقع پر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس دن اپنے اقربا سے بھاگنے کی کئی وجہ علماء نے لکھی ہیں بعض کہتے ہیں کہ حق کے طلب کرنے کے خوف سے بھاگے گا کہ مجھ سے جو کچھ اس کی حق تلفی ہوئی ہے کہیں یہ مجھ کو دیکھ کر اپنے حقوق نہ طلب کرنے لگے جیسے مفلس آدمی قرض خواہ سے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مدد اور شفاعت کے خوف سے بھاگے گا ایسا نہ ہو کہ اس کے ملنے والے دوست آشنا کو جہنم کی طرف لے چلیں اور مجھ کو اس کو چھڑانے کے واسطے اپنی نیکیوں میں سے کچھ دینا پڑے یا اس کے گناہ اپنے ذمہ لینا پڑیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس سبب سے بھاگے گا کہ تکلیف اور عذاب ان کا دیکھا نہ جاوے گا اور قدرت شفاعت کی اور نیکیاں دینے کی بھی نہ رکھتا ہوگا۔ ناچار ان کی نگاہوں سے چھپ جائے گا۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ان سب وجوہات کے سبب بھاگے گا۔ کوئی تو ایک جہت سے کوئی دو جہت سے اور کوئی تینوں جہت سے۔ ہر شخص اپنے حال میں گرفتار ہوگا۔ دوسرے کی طرف کچھ التفات نہ کرے گا۔ اسی کو یہاں آیت میں فرمایا گیا۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ ان میں ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا۔ تو یہ اس دن کی ہولناکی کا منظر ہے۔

کامیاب اور ناکام کی تقسیم

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس دن سارے انسان دو گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک گروہ کامیاب لوگوں کا ہوگا اور دوسرا ناکام لوگوں کا۔ جن لوگوں نے اس دنیا کی زندگی میں اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کیا ہوگا اس کے احسانات کو مانا ہوگا اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گزاری ہوگی وہ اہل ایمان اس دن کامیاب ہوں گے۔ کامیابی کی خوشی میں ان کے چہرے چمک رہے ہوں گے اور خوشی اور مسرت کے آثار ان پر ظاہر ہوں گے اور ان کے خلاف جن لوگوں نے دنیا میں اپنی من مانی زندگی گزاری اور اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اس کے حقوق کو نہ پہچانا اور اس کی بتائی ہوئی راہ پر نہ چلے تو ایسے نافرمان اور ناشکرے اس دن ناکام ہوں گے۔ ذلت اور ناکامی کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہوں گے۔ مایوسی کی سیاہی چھائی ہوئی ہوگی اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ انہوں نے کفر و انکار کی روش اختیار کی اور زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں بسر کی۔

خلاصہ

یہاں سے اس سورت کی ابتداء میں نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا قصہ مذکور ہے جو طلب علم کیلئے ایسے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئے جب کہ آپ چند سردارانِ قریش کو دعوتِ اسلام دینے میں مصروف تھے ایسی اہم مصروفیت کے وقت ان کے آنے سے آپ کو طبعی طور پر ناگواری ہوئی اور آپ نے ان کی بات کا جواب دینے سے اعراض کیا' اس پر سورۂ عبس کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ نے آپ کو تنبیہ فرمائی' اس کے بعد جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو ان کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے یہ ہیں وہ جن کی وجہ سے اللہ نے مجھے تنبیہ فرمائی تھی اور ان سے دریافت فرماتے کہ ''کوئی کام ہے تو بتاؤ'' آپ نے نابینا ہونے کے باوجود دو غزوات کے موقع پر انہیں مدینہ پر والی مقرر فرمایا' یہ واقعہ اور اس جیسے دوسرے واقعات جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ فرمائی گئی ہے' ان کا قرآن کریم میں مذکور ہونا اسکی صداقت وحقانیت کی دلیل ہے' اگر معاذ اللہ! قرآن آپ کا خود تراشیدہ کلام ہوتا تو آپ ایسی آیات اس میں ہرگز ذکر نہ فرماتے جن میں خود آپ سے باز پرس کی گئی ہے' حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد یہ سورت انسان کے ناشکرا ہونے کو بتاتی ہے جو اپنی اصل کو بھول کر اللہ کے سامنے سرکشی اختیار کرتا ہے۔ اگلی آیات میں رب تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے تکوینی دلائل ہیں اور اختتام پر قیامت کا وہ ہولناک منظر بیان کیا گیا ہے جب انسان خوفزدہ ہو کر قریب ترین رشتوں کو بھی بھول جائے گا' نفسا نفسی کا عالم ہوگا' کسی کو کسی کی فکر نہیں ہوگی' ہر کسی کو اپنی ذات کا غم کھائے جا رہا ہوگا' بہت سے چہروں پر کامیابی کی چمک ہوگی اور بے شمار چہروں پر ناکامی کی ذلت اور تاریکی چھائی ہوگی۔

سورۃ عبس کے خواص

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو سورۃ عبس پڑھتا رہے تو وہ قیامت کے دن اس شان سے آئے گا کہ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اس دنیا میں اپنا شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اپنے اطاعت گزار اور فرمانبردار بندوں کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمائیں۔ یا اللہ آخرت کی کامیابی وکامرانی ہم سب کو نصیب فرما۔ اور وہاں کی ناکامی ونامرادی سے ہم سب کو بچنا نصیب فرما۔

یَااَللّٰہُ گناہ کر کے توبہ اور توبہ کرنے کے بعد پھر وہی کیا۔ اپنی توبہ کو جانتا رہا اور گناہ کرتا رہا۔ رات کو معافی مانگی دن کو پھر وہیں چلا گیا اور بار بار یہی حال رہا۔ الٰہی! میں اپنے گناہوں کا اقراری ہوں اور آپ کی نعمتوں کا بھی اقرار کرتا ہوں مجھے معاف فرما دے۔

یَااَللّٰہُ میں نے آپ سے کوئی وعدہ کیا ہو یا نذر مان کر کوئی عبادت واجب کی ہو یا آپ کی کسی مخلوق سے وعدہ کر کے پھر گیا ہوں یا غرور میں آ کر اس کو ذلیل وحقیر سمجھا ہو' اے اللہ! اس کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما اور مجھے معاف فرما دے۔

یَااَللّٰہُ آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا۔ کتنا برا کیا' آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا' نادم ہوں برا کیا' اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کا نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾ وَاِذَا الْعِشَارُ

جب آفتاب بے نور ہو جاوے گا۔ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ اور جب پہاڑ چلائے جاویں گے۔ اور جب دس مہینے کی گابھن

عُطِّلَتْ ﴿۴﴾ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾

اونٹنیاں چھٹی پھریں گی۔ اور جب وحشی جانور سب جمع ہو جاویں گے۔ اور جب سمندر بھڑکائے جاویں گے۔

اِذَا جب	اَلشَّمْسُ سورج	كُوِّرَتْ لپیٹ دیا جائے	وَاِذَا اور جب	النُّجُوْمُ ستارے	انْكَدَرَتْ ماند پڑ جائیں	وَاِذَا اور جب	الْجِبَالُ پہاڑ
سُيِّرَتْ چلائے جائیں	وَاِذَا اور جب	الْعِشَارُ دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں	عُطِّلَتْ چھٹی پھریں	وَاِذَا اور جب	الْوُحُوْشُ وحشی جانور		
حُشِرَتْ اکٹھے کیے جائیں	وَاِذَا اور جب	الْبِحَارُ سمندر	سُجِّرَتْ بھڑکائے جائیں				

وجہ تسمیہ اور مضمون

اس سورۃ کی ابتداء ہی اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ سے ہوئی ہے (جب سورج لپیٹ دیا جائے گا یعنی بے نور ہو جائے گا) تکویر کسی چیز کے لپیٹ دینے کو کہتے ہیں۔ اسی سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے اور مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے اور قیامت و آخرت کے منظر کا نقشہ اس میں کھینچا گیا ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ قیامت کے روز کو دنیا میں آنکھوں سے دیکھ لے تو اس کو چاہیے کہ وہ یہ تین سورتیں پڑھے۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ، اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ ایک روز امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر اس قدر جلد بڑھاپے کے آثار کیوں ظاہر ہونے لگے۔ آپ کے مزاج مبارک کی قوت سے یہ توقع نہ تھی کہ اتنی عمر میں آثار بڑھاپے کے ظاہر ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو ان پانچ سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ والمرسلات، سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کورت۔ ان سورتوں میں عذاب الٰہی جو کہ دنیا اور آخرت میں امتیوں پر بہ سبب مخالفت انبیاء پر جو گزرا ہے اور گزرے گا مذکور ہے۔ مجھ کو اس کے سننے سے اپنی امت کا غم نہایت غلبہ کرتا ہے اور غم کا خاصہ یہ ہے کہ آدمی کو بوڑھا کر دیتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بوڑھا ہونے سے مراد آپ کے قویٰ اور بدن کا ضعف مراد ہے نہ کہ بالوں کا سفید ہونا۔ کیونکہ آخر عمر شریف تک موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سفید نہیں ہوئے تھے کہ دیکھنے والوں پر ظاہر ہوں۔

اس سورۃ کا مرکزی مضمون آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دینا ہے اور آخرت پر یقین اسلام کی جان ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں بار بار مختلف انداز سے آخرت کا ذکر آتا ہے کہ مومن کے ذہن سے کسی وقت آخرت کا تصور اور اس کا یقین اوجھل نہ ہونے پائے۔ اس سورۃ میں بھی قیامت و آخرت کے حالات و مناظر نہایت مؤثر انداز میں بیان کئے گئے ہیں اور انسانوں کو غفلت کی نیند سے جگایا گیا ہے۔

قیام قیامت کے چھ حادثات

قرآن و حدیث میں یہ صاف بتلایا گیا ہے کہ یہ دنیا اور عالم کائنات اسی وقت تک قائم و آباد ہے جب تک کہ صور میں پھونک نہیں ماری جاتی۔ قیامت کی ابتداء اسی پہلے نفخ صور سے ہوگی۔ اور

ان آیات میں قیامت کے چھ واقعات یا حادثات کو بیان فرمایا گیا ہے جن کے بعد اس دنیا کا کوئی نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا۔

ان چھ واقعات کی تشریح کرنے سے پہلے ایک ضروری بات یہ ذہن میں رکھ لی جائے کہ ان قیامت کے چھ واقعات میں اللہ تعالیٰ نے ترتیب وقوع کو ظاہر نہیں فرمایا ہے کہ اول یہ ہوگا پھر یہ ہوگا۔ بلکہ محض ایک کے بعد دوسرے کو ذکر فرما دیا ہے اور جو حادثہ کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عظیم الشان ہوگا اس کا پہلے ذکر فرمایا۔

پہلا حادثہ: سب سے بڑا پہلا حادثہ اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ فرمایا یعنی یہ آفتاب بے نور ہو جائے گا۔ اس موجودہ روشن کرۂ آفتاب کی شعاعیں جو سارے عالم کو منور کرتی ہیں۔ لپیٹ کر رکھ دی جائیں گی یعنی یہ آفتاب بے نور ہو جائے گا جس کی وجہ سے سارا عالم تیرہ وتار ہو جائے گا۔ اور جو کام اس وقت سورج کر رہا ہے وہ نہ کر سکے گا۔ اور یہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے کرۂ زمین پر جو زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں اس کا مدار سورج پر ہے۔ اگر سورج ہی نہ ہو تو زمین پر کسی قسم کی زندگی ممکن نہیں۔ اس کا بے نور ہو جانا زندگی کے پورے نظام کے ختم ہو جانے کے برابر ہے۔

دوسرا حادثہ: وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ فرمایا گیا کہ یہ ستارے بھی جو آسمان کی زینت اور روشنی کی قندیلیں ہیں بے نور ہو کر جھڑ پڑیں گے اور ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ اس میں بھی اشارہ اسی طرف ہے کہ یہ نظام اپنی موجودہ شکل میں باقی نہ رہے گا بلکہ سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا۔

تیسرا حادثہ: وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ یعنی جب پہاڑ چلائے جائیں گے یعنی دنیا میں ان عظیم الشان بلند اور مضبوط پہاڑوں کا وجود جن کا اپنی جگہ سے ٹلنا انسان کے تصور میں نہیں آ سکتا قیامت میں جب توڑ پھوڑ کا عمل شروع ہوگا تو یہ پہاڑ بھی اپنے مقام سے ہٹا دیئے جائیں گے اور اکھڑ کر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر اڑتے پھریں گے۔ اور اس زمین کی موجودہ شکل بدل کر کچھ سے کچھ ہو جائے گی۔

چوتھا حادثہ: وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ فرمایا یعنی جب کہ حاملہ اونٹنیاں جو بچہ دینے کے قریب ہوں یونہی بے کار اور بے مہار ماری ماری پھریں گی۔ کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوگا۔ عربوں کا جو قرآن کے اولین مخاطب تھے ان کی زندگی میں اونٹ کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ ان کے نزدیک اونٹ بڑا قیمتی اور کارآمد مال تھا۔ خصوصاً حاملہ اونٹنی جو بچہ دینے کے قریب ہو۔ اس کی بڑی قدر اور حفاظت کرتے تھے اور اس کی انتہائی دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ روز قیامت کی ہولناکی کا تصور ذہن میں بٹھانے کے لئے یہاں یہ کہا گیا کہ وہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ لوگ دس ماہ کی گابھن اونٹنیوں کی بھی پروا نہ کریں گے جو ماری ماری پھریں گی اور لوگ انتہائی بدحواسی کے عالم میں انہیں بھول جائیں گے۔ اور مخلوق میں نفسی نفسی پڑی ہوگی۔

پانچواں حادثہ: وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ اور جب وحشی جانور گھبراہٹ کے مارے سب جمع ہو جاویں گے یعنی اس روز انسان تو کیا وحشی جانوروں کے بھی ہوش وحواس بجا نہ رہیں گے اور انتہائی اضطراب و اضطرار میں وحشی جانور تک ایک دوسرے کی دشمنیاں بھول بھال کر آپس میں گڈمڈ ہو جائیں گے۔ وحشی جانوروں کا خاصہ ہے کہ انسان سے دور بھاگتے ہیں اور جن کی آپس میں بھی ایک جنس غیر جنس سے گریز کرتی ہے مثلاً ہرن شیر سے اور بکری بھیڑیئے سے لیکن اس دن وہ بھی دہشت کے مارے گھبرا کر جنگلوں اور پہاڑوں سے نکل نکل آئیں گے اور آبادی میں پناہ لینے کے لئے آ جمع ہوں گے اس کا نمونہ آج بھی کبھی کبھی دیکھنے میں آ جاتا ہے۔ جب کوئی شدید طغیانی یا سیلاب آئے یا جنگل میں زبردست آگ لگے یا شدید آندھی وطوفان اٹھے تو پانی میں سانپ اور انسان کو بہتے ہوئے دیکھا گیا ہے اور شیر اور جنگلی ہرن وغیرہ کو ایک جگہ دیکھا گیا ہے تو قیامت کی ہولناکی کا ایک اثر یہ بھی ہوگا کہ اس وقت کے حالات سے متاثر ہو کر جنگلی جانور اکٹھے ہو جائیں گے۔

چھٹا حادثہ: وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ اور جب سارے سمندر جوش مارنے لگیں گے۔ نظام کائنات کے درہم برہم ہونے کا جو ذکر اوپر کیا گیا شاید اسی کا اثر یہ ہوگا کہ سمندر بھی جوش کھانے لگیں اور اس وقت سمندروں کا پانی انتہائی جوش کے ساتھ ادھر ادھر بہہ نکلے اور اس صورت حال کے بعد نہ معلوم زمین کا کیا نقشہ ہو۔ الغرض جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو اس کے نتیجہ میں تمام کارخانہ عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ نہ آسمان رہے گا نہ سورج اور ستارے رہیں گے۔ نہ پہاڑ' نہ سمندر' نہ انسان وحیوان' دنیا اور تمام اہل دنیا سب کا خاتمہ ہو جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ وَاِذَا الصُّحُفُ

اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جاویں گے اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جاوے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی۔اور جب نامۂ اعمال

نُشِرَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ

کھول دیئے جاویں گے۔اور جب آسمان کھل جاوے گا۔اور جب دوزخ دھکائی جاوے گی۔اور جب جنت نزدیک کر دی جاوے گی

نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝

ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے۔

وَاِذَا اور جب	النُّفُوْسُ جانیں	زُوِّجَتْ جوڑے باندھے جائیں	وَاِذَا اور جب	الْمَوْءٗدَةُ زندہ گاڑی ہوئی لڑکی	سُئِلَتْ پوچھا جائے	بِاَیِّ کس	
ذَنْۢبٍ گناہ	قُتِلَتْ ماری گئی	وَاِذَا اور جب	الصُّحُفُ اعمال نامے	نُشِرَتْ کھولے جائیں	وَاِذَا اور جب	السَّمَآءُ آسمان	كُشِطَتْ کھال کھینچ لی جائے
وَاِذَا اور جب	الْجَحِيْمُ جہنم	سُعِّرَتْ بھڑکائی جائے	وَاِذَا اور جب	الْجَنَّةُ جنت	اُزْلِفَتْ قریب لائی جائے	عَلِمَتْ جان لے گا	نَفْسٌ ہر شخص
مَّآ جو کچھ	اَحْضَرَتْ وہ لایا						

دوسری بار صور پھونکنے کے بعد کے حادثات

گذشتہ آیات میں قیامت کے جو چھ حادثات بیان فرمائے گئے تھے تو وہ تھے کہ جو اول بار حضرت اسرافیلؑ کے صور پھونکنے سے واقع ہونگے۔اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے جس کے اثر سے تمام اولین و آخرین مرے ہوئے پھر سے زندہ ہو جائیں گے اور سب میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے۔تو دوسری بار صور پھونکنے پر میدان حشر میں جو حادثات وواقعات پیش آئیں گے وہ ان آیات میں ظاہر فرمائے گئے ہیں۔

پہلا حادثہ

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ہوگا یعنی میدان حشر میں ہر ہر قسم کے لوگ چھانٹ کر الگ الگ گروہ کر دیئے جائیں گے۔اچھے اچھوں کے ساتھ ہوں گے اور برے بروں کے ساتھ۔اس طرح ہر نوع اور جنس کے لوگ علیحدہ علیحدہ کھڑے ہوں گے۔کافر الگ، مسلم الگ، پھر ان میں بھی ایک ایک طریقہ کے لوگ مثلاً مسلم میں نمازی اور غیر نمازی الگ۔متقی اور غیر متقی الگ۔گویا اس دنیا میں ہر قسم کا نیک یا بد عمل کرنے والا اپنے جیسے عمل کرنے والوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا اور عقائد اعمال و اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے الگ لگ جماعتیں بنادی جائیں گی۔یہ گویا اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی کی تیاری ہوگی۔

دوسرا واقعہ

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ اس وقت ان لڑکیوں سے جنہیں زندہ زمین میں گاڑ دیا گیا تھا پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھیں؟ زمانہ جاہلیت کے عربوں میں رواج تھا کہ جب ان کے ہاں کوئی لڑکی پیدا ہوتی تو وہ زمین میں گڑھا کھود کر زندہ دفن کر دیتے۔بعض تو افلاس اور پرورش کے اخراجات کے ڈر سے ایسا کرتے تھے اور بعض کو یہ عار تھی کہ اگر بیٹی زندہ رہی تو اس کی شادی کر کے کسی کو اپنا داماد بنانا پڑے گا۔یوں تو آخرت کی پوچھ گچھ زندگی کے تمام ہی کاموں کے بارہ میں ہوگی لیکن یہاں عربوں کے ایک انتہائی سنگ دلی اور بے رحمی کا فعل اور ایک غیر انسانی حرکت کا تذکرہ خاص طور پر فرمایا گیا جو انسانی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے یعنی لڑکیوں کا زندہ گاڑ دینا چنانچہ ان کے اس جرم کی طرف اشارہ فرمایا گیا کہ اس دن

ان لڑکیوں سے جنہیں زندہ درگور کر دیا گیا تھا پوچھا جائے گا کہ انہیں کس جرم کی سزا میں اس طرح قتل کیا گیا تھا؟ ظاہر ہے کہ لڑکیاں معصوم بے گناہ تھیں۔ نادانی اور جہالت کی وجہ سے انہیں زندہ دفن کر دیا گیا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ایسا کرنے والے کوئی عذر پیش نہ کر سکیں گے اور اس پوچھنے سے مقصود ان زندہ درگور کرنے والے ظالموں کا اظہار جرم مقصود ہوگا۔ یہاں ایک تاریخی بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایام جاہلیت میں جب کہ عربوں میں یہ قبیح رسم جاری تھی ان میں بعض ایسے سمجھ والے لوگ بھی تھے جو اس رسم کو برا سمجھتے تھے چنانچہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے ایک چچازاد بھائی مکہ میں جہاں سنتے کہ فلاں کے گھر لڑکی پیدا ہوئی اور وہ جیتی گاڑی جاوے گی تو جھپٹ کر وہاں پہنچتے اور کہتے کہ میں نے اس کو اپنی بیٹی بنا لیا اور جو کچھ اس کے کھانے پینے اور بیاہ شادی کا خرچ ہے وہ سب میرے ذمہ ہے تم کو کچھ اس کا بار نہیں اس طور سے انہوں نے بہت سی لڑکیاں بچا لیں اور اسی واسطے ان کو محی الاموات کہا جاتا تھا اور ان کے اس صالح طریقہ کی اتباع بعض اور عرب قبائل میں بھی کرتے تھے۔

جاہلیت کی یہ رسم بد یعنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے کی اسلام نے بالکلیہ منائی اور شریعت اسلامیہ میں بچوں کو زندہ دفن کر دینا یا قتل کر دینا سخت گناہ کبیرہ اور ظلم عظیم ہے اور چار ماہ کے کسی حمل کو گرانا بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ چوتھے مہینہ میں حمل میں روح پڑ جاتی ہے اور وہ زندہ انسان کے حکم میں ہوتا ہے۔ (معارف القرآن جلد ۸)

تیسرا حادثہ

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ فرمایا گیا۔ یعنی اوپر لڑکیوں کے زندہ درگور کر دینے میں تو صرف ایک بڑے جرم کی طرف اشارہ ہے ورنہ انسان نے اس زندگی میں جو کچھ کیا ہوگا ان میں سے ہر چھوٹے بڑے جرم کی پوچھ گچھ ہوگی اور ہر شخص کو وہاں وہی کچھ ملے گا جو اس نے یہاں دنیا میں کمایا ہوگا چنانچہ اس دن نامہ اعمال کھول دیئے جائیں گے تاکہ سب اپنے اپنے عمل دیکھ لیں۔

چوتھا حادثہ

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ فرمایا یعنی جب کہ وہ آسمان جو دوسری بار صور پھونکنے کے بعد قائم ہوگا اس کو کھول دیا جائے گا۔ لفظی معنی وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ کے ہیں کہ جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے تو جیسے جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کی کھال اتار لیتے ہیں اور اس کے اندر کے اعضاء اور گوشت رگ و ریشے ظاہر ہو جاتے ہیں اسی طرح آسمان کے کھل جانے سے اوپر کی سب چیزیں نظر آنے لگیں گی اور ملائکہ نازل ہونے شروع ہوں گے۔ جو عدالت حشر کے کارندے ہوں گے۔

پانچواں حادثہ

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ فرمایا یعنی جب جہنم اور زیادہ دہکائی جاوے گی۔ جہنم کی آگ جو دنیا کی آگ سے ستر حصے زیادہ گرم ہے اور حدیث میں تصریح آئی ہے کہ جہنم کی آگ کو ایک ہزار برس دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی اور پھر اس کو ایک ہزار برس اور دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی اور پھر ایک ہزار برس اور دہکایا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی اور اب وہ سیاہ و تاریک ہے۔

جہنم جس وقت حاضر کی جائے گی تو اس کی یہ حالت ہوگی کہ اس میں سے آگ کے شعلے اور چنگاریاں بڑے بڑے محلوں کی مقدار میں اونٹوں کی قطار کے مانند پے در پے اٹھتی ہوں گی اور جہنم نہایت مہیب آوازوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور جن و انس اور بتوں کو اپنے لئے بطور غذا طلب کرتی ہوگی۔ جن کو لوگ سن کر لرز جائیں گے اور ڈر کے مارے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ جہنم کی گرمی اور بدبو اس قدر ہوگی کہ ۷۰ سال کی مسافت تک پہنچے گی الامان والحفیظ۔

تو اس روز جہنم کے جوش و خروش کو دیکھ کر مجرموں کے تو بالخصوص حواس باختہ ہو جائیں گے۔

چھٹا حادثہ

میں فرمایا وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ اور جب جنت نزدیک کر دی جائے گی یعنی جس طرح اہل محشر کے لئے جہنم حاضر کی جاوے گی اسی طرح

جنت بھی حاضر کی جائے گی کہ جو تجلیات الٰہی سے آراستہ پیراستہ ہوگی تاکہ مومنین متقین کو اس کی رونق اور بہار دیکھنے سے عجیب مسرت وفرحت حاصل ہو اور کفار و مشرکین و بدکاروں کو حسرت ہو اور اس سلطنت جاودانی سے محروم رہنے پر ان کو اور زیادہ رنج والم ہو۔

سب کچھ سامنے آ جائے گا

اخیر میں فرمایا عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ اس وقت ہر شخص کو پتہ لگ جائے گا کہ نیکی یا بدی کا کیا سرمایہ لے کر حاضر ہوا ہے۔ یعنی آج انسان آخرت و قیامت کی جن حقیقتوں کو ماننے سے انکار کر رہا ہے اس روز جب جہنم اور جنت کو اپنے سامنے دیکھے گا تو ساری حقیقت اس کے سامنے آ جائے گی اور اس وقت اس کا دنیا میں سارا کرا دھرا اس کے سامنے ہوگا اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ اس زندگی کی مہلت میں جو کچھ اس نے کمایا تھا اسی سب کا نتیجہ اور جزا وسزا وہاں اس کو ملا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دنیا میں ایمان کامل اور اسلام صادق کے ساتھ زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں اور اپنے مومنین ومتقین بندوں کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا ٹھکانہ آخرت میں جنت مقدر فرمائیں اور جہنم سے ہم کو بچائیں۔ آمین

یَااَللّٰہُ آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا۔ کتنا برا کیا' آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا' نادم ہوں برا کیا' اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔

یَااَللّٰہُ کتنی بار ایسا ہوا کہ میں نیکی کے ارادے سے چلا مگر راستے ہی میں گناہ کی طرف چلا گیا اور جہاں تیرا غضب نازل ہوتا وہاں نفس کو راضی کیا اور آپ کی ناراضگی کی پروا نہ کی۔ میں آپ کے غضب و عذاب کو بھی جانتا تھا مگر شہوت نے ایسا حجاب ڈال دیا یا کسی دوست نے ایسا ورغلایا کہ گناہ ہی اچھا معلوم ہوا۔ الٰہی! یہ سب کرتوت کر کے آیا ہوں اور اس امید میں آیا ہوں کہ آپ ضرور سب گناہ معاف فرما دیں گے' اب اس امیدوار کو ناامید نہ فرمانا' میرے سب گناہ معاف فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾

تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں چلتے رہتے ہیں جا چھپتے ہیں۔اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے۔اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾

کہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا جو قوت والا ہے ، مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے۔ وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے امانت دار ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ

اور یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے مجنون نہیں ہیں۔اورانہوں نے اس فرشتہ کو صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے۔اور یہ پیغمبر مخفی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں۔

بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے۔تو تم لوگ کدھر کو چلے جارہے ہو۔بس یہ تو دنیا جہان والوں کیلئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے۔

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

ایسے شخص کیلئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے۔اور تم بدوں خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو۔

فَلَآ اُقْسِمُ سو میں قسم کھاتا ہوں	بِالْخُنَّسِ پیچھے ہٹ جانیوالے	الْجَوَارِ سیدھے چلنے والے	الْكُنَّسِ چھپ جانے والے	وَالَّيْلِ اور رات	اِذَا جب			
عَسْعَسَ پھیل جائے	وَالصُّبْحِ اور صبح	اِذَا جب	تَنَفَّسَ دم بھرے	اِنَّهٗ بیشک یہ	لَقَوْلُ کلام	رَسُوْلٍ قاصد	كَرِيْمٍ عزت والا	ذِيْ قُوَّةٍ قوت والا
عِنْدَ نزدیک	ذِي الْعَرْشِ عرش کے مالک	مَكِيْنٍ بلند مرتبہ	مُطَاعٍ سب کا مانا ہوا	ثَمَّ اَمِيْنٍ وہاں کا امانتدار	وَمَا نہیں	صَاحِبُكُمْ تمہارا رفیق		
بِمَجْنُوْنٍ دیوانہ	وَلَقَدْ رَاٰهُ اور اس نے اسکو دیکھا ہے	بِالْاُفُقِ کنارہ پر	الْمُبِيْنِ کھلا	وَمَا هُوَ اور نہیں وہ	عَلَى الْغَيْبِ غیب پر	بِضَنِيْنٍ بخل کرنیوالا		
وَمَا هُوَ اور نہیں	بِقَوْلِ کہا ہوا	شَيْطٰنٍ شیطان	رَّجِيْمٍ مردود	فَاَيْنَ پھر کدھر	تَذْهَبُوْنَ تم جارہے ہو	اِنْ هُوَ نہیں وہ	اِلَّا مگر	ذِكْرٌ نصیحت
لِّلْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کیلئے	لِمَنْ جو	شَآءَ چاہے	مِنْكُمْ تم سے	اَنْ کہ	يَّسْتَقِيْمَ وہ سیدھا چلے	وَمَا تَشَآءُوْنَ اور تم نہ چاہوگے		
اِلَّا مگر	اَنْ یہ کہ	يَّشَآءَ چاہے	اللّٰهُ اللہ	رَبُّ رب	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہان			

سورۃ کا موضوع

گذشتہ آیات میں قیامت وآخرت کے متعلق متعدد حادثات وواقعات کا ذکر فرمایا گیا تھا جس سے یہ جتلانا مقصود تھا کہ قیامت وآخرت آنا یقینی ہے۔قرآن کریم کے اس دعویٰ کے مقابلہ میں منکرین آخرت وقیامت کا یہ خیال تھا کہ یہ سب باتیں محض خیالی وہمی اور غلط ہیں۔وہ کہتے کہ بھلا مر کر بھی کوئی زندہ ہوا ہے۔کیسی قیامت اور کیسی آخرت اور کہاں کا حساب کتاب اور کیسی جزاوسزا؟ یہ سب باتیں غلط ہیں اور یہ رسول ہونے کا جو دعویٰ کرتے ہیں تو یا تو یہ دیوانے ہیں یا ان پر شیاطین کا کچھ اثر ہوگیا ہے۔معاذ اللہ۔اللہ تعالیٰ ان آیات میں ان منکرین کے خیالات باطلہ کا رد فرماتے ہیں اور قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو ظاہر فرماتے ہیں۔

تین چیزوں کی قسمیں

قرآن کریم کا طریقہ ہے کہ کسی اہم بات کے لئے قسمیہ کلام سے

اسے بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کی قسم کھا کر قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو بیان فرمایا اور منکرین کے اقوال کی تردید فرمائی۔ یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ پہلے خُنَّس' جوار اور کنس کی۔ ان سے مراد وہ پانچ ستارے ہیں جن کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں۔ ان کے نام زحل' مشتری' مریخ' زہرہ اور عطارد ہیں۔ ان ستاروں کی عجیب چال ہے۔ یہ کبھی سیدھے چلتے ہیں اس لحاظ سے ان کو جوار کہتے ہیں کبھی الٹے چلتے ہیں۔ جدھر سے گئے تھے پھر لوٹ کر ادھر ہی آ جاتے ہیں اس لحاظ سے ان کو خنس کہتے ہیں اور کبھی غائب ہو جاتے ہیں یا حرکت منقطع ہو جاتی ہے اس لحاظ سے ان کو کنس کہتے ہیں۔ تو خنس' جوار اور کنس ان ۵ ستاروں کی صفات ہیں اور پہلے ان کی قسم کھائی گئی۔ دوسری قسم وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ یعنی رات کی قسم کھائی گئی جب وہ تاریک ہو جاتی ہے۔ تیسری قسم کھائی گئی۔ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ یعنی صبح کی قسم جب وہ نمودار ہونے لگتی ہے اور ان تینوں قسموں کے بعد فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ایک معزز فرشتہ یعنی جبرئیل علیہ السلام کی معرفت امین اور صادق پیغمبر یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا گیا ہے۔

حقانیت کے دلائل

جن چیزوں کی یہاں قسمیں کھائی گئی ہیں وہ دراصل بطور دلیل کے ہیں اس دعوے کے ثبوت میں کہ جو بات قسم کھا کر کہی گئی ہے۔ ستاروں کا اس طرح ہیر پھیر کر چلنا اور ان کی یہ کیفیات کہ کبھی سیدھے چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کبھی پیچھے ہٹتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کبھی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سورج کے چھپنے کے بعد رات آ جاتی ہے اور اس کی سیاہی پھیل جاتی ہے۔ پھر یہ صورت بھی باقی نہیں رہتی۔ صبح نمودار ہوتی ہے اور پھر روز روشن کا آغاز ہو جاتا ہے۔ تو ستاروں کی یہ گردشیں اور رات دن کا یہ الٹ پھیر کہ جس میں کبھی بال برابر فرق نہیں آتا اور جو بالکل ایک لگے بندھے اور منصوبے کے ماتحت قائم ہیں اس بات کا کھلا ثبوت ہیں اور اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ اس نظام کی ڈوری کسی قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے اور یہ رات دن کے روزانہ تصرف اس کی قدرت کاملہ کے روشن اور بین دلائل ہیں۔ تو وہ صاحب قدرت وعظمت اور مالک کون ومکان جب ایک بات قسم کھا کر کہے تو پھر اس میں شک وشبہ کی کیا گنجائش ہے۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس موقع پر لکھا ہے کہ ان قسموں کی مناسبت آئندہ مضمون سے یہ ہے کہ ان ستاروں کا چلنا' ٹھہرنا' لوٹنا' چھپ جانا ایک نمونہ ہے اگلے انبیاءؑ پر بار بار وحی آنے اور ایک مدت دراز تک اس کے نشان باقی رہنے پھر منقطع ہو کر چھپ جانے اور غائب ہو جانے کا۔ اور رات کا آنا نمونہ ہے اس تاریک دور کا جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت سے پہلے دنیا پر گزرا کہ کسی شخص کو حق وباطل کی تمیز نہ رہی تھی اور وحی کے آثار بالکل مٹ چکے تھے اس کے بعد صبح صادق کا ظاہر ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جہان میں تشریف لانا اور قرآن کا اترنا ہے کہ ہر چیز کو ہدایت کے نور سے روشن کر دیا گویا اگلے انبیاؤں کا نور ستاروں کی طرح تھا اور اس نور اعظم کو آفتاب درخشاں کہنا چاہئے۔

وحی لانے والے فرشتے کی صفات

ان تینوں قسموں کے بعد فرمایا گیا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ایک معزز فرشتہ یعنی جبرئیل علیہ السلام کا لایا ہوا ہے۔ اب آگے حضرت جبرئیل علیہ السلام جو وحی کے لانے والے ہیں ان کی کچھ صفات بیان فرمائی گئی ہیں کہ وہ کریم یعنی عزت والے ہیں اور بڑی قوت والے ہیں یعنی حفظ وضبط اور بیان وحی کی قوت بھی کامل ہے اور جسمانی قوت کا بھی یہ عالم کہ قوم لوط کی بستیوں کو اپنے بازو پر اٹھا کر بلندی پر لے جا کر الٹ دیا اور قوم ثمود پر ایسی چیخ ماری کہ سب کے کلیجے پھٹ کر ہلاک ہو گئے۔ آن کی آن میں آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور پلک جھپکنے میں زمین سے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہ خداوندی میں قرب اور رسائی حاصل ہے۔ آسمانوں کے فرشتے ان کی بات مانتے اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ان کے امین اور معتبر ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امر کی وحی کرنا چاہتے ہیں تو وحی کے ساتھ کلام فرماتے ہیں جس سے آسمانوں میں ایک سخت لرزہ پیدا ہو جاتا ہے جب آسمانوں والے اس کو سنتے ہیں تو بے ہوش

ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ پھر ہوش میں سب سے پہلے جبرئیل علیہ السلام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے اپنی وحی کے ساتھ کلام فرماتے ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی طرف سے گزرتے ہیں اور جس آسمان کی طرف سے گزرتے ہیں اس کے فرشتے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں۔ جبرئیل! ہمارے آقا و مالک نے کیا فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں جو کچھ فرمایا حق ہی ہے۔ وہ بزرگ و برتر ہے۔ پھر سب ملائکہ ویسے ہی کہتے ہیں کہ جیسے جبرئیل علیہ السلام وحی کے متعلق حکم خداوندی کے موافق کہتے ہیں (تفسیر مظہری) تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے امیر ہیں۔ نیز شب معراج کے واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملا اعلیٰ یعنی عالم ملائکہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اطاعت کی جاتی ہے۔ شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے ملائکہ نے آسمانوں کے دروازہ کھول دیئے تھے اور جنت کے دربانوں نے جنت کے دروازے۔ تو یہ صفات حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بیان ہوئیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لایا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل کو بار ہا دیکھا

اب آگے پیغمبر عربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتلایا جاتا ہے جن کے متعلق کفار مکہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ کبھی آپ کو دعوئے نبوت میں دیوانہ کہتے' کبھی آپ کی قیامت و آخرت کے متعلق باتوں کو جھوٹ اور غلط بتاتے۔ کبھی یہ الزام لگاتے کہ آپ جس کو وحی الٰہی کہتے ہیں وہ کسی ناپاک روح یا شیطان کے اثر سے ہے۔ کبھی آپ پر غیب کی خبریں سن کر کاہن ہونے کا الزام رکھتے۔ حق تعالیٰ ان تمام الزامات کے رد میں کفار مکہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ یہ رسول عربی دعوئے رسالت سے پہلے چالیس سال تک تمہارے درمیان رہے اور تم ان کے ساتھ رہے۔ اتنی طویل مدت تک ان کے تمام کھلے چھپے احوال کا تجربہ کیا کبھی ایک مرتبہ بھی ان کے جھوٹ فریب یا دیوانہ پن کی کوئی بات تم نے نہ دیکھی اور ہمیشہ ان کے صدق و امانت اور عقل و دانائی کے معترف رہے۔ کیا یہ وہی تمہارے رفیق نہیں ہیں جن کے تمام احوال کا تم پہلے سے تجربہ رکھتے ہو۔

اب بلا وجہ انہیں جھوٹا یا دیوانہ کیسے کہہ سکتے ہو۔ اس کے بعد ان منکرین کو یہ شبہ بھی تھا کہ مان لیا کہ آپ سچے بھی ہیں دیوانہ بھی نہیں۔ مگر ممکن ہے کہ جبرئیل فرشتہ سے آپ نے یہ کلام سنا نہ ہو اور جبرئیل کو دیکھا بھی نہ ہو۔ کوئی اور شیطان ان سے آ کر کہہ جاتا ہو اور وہ اس کو جبرئیل علیہ السلام سمجھتے ہوں اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتہ کو یعنی جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ شاید دیکھنے یا پہچاننے میں کچھ اشتباہ ہو گیا ہو گا۔ وہ ان کو اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں۔ سورۂ نجم ۲۷ویں پارہ میں بھی فرمایا گیا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افق اعلیٰ پر دیکھا یعنی آسمان کے بلند کنارہ پر اور یہاں افق مبین پر دیکھنا فرمایا یعنی آسمان کے صاف کنارہ پر۔ دونوں سے مراد ایک ہی ہے۔ الحاصل جب آپ پر حقیقت جبرئیلیہ منکشف ہو گئی اور کئی بار عالم شہود میں بھی آپ ان کو دیکھ چکے اور شب معراج میں بھی دیکھ چکے تو اب اشتباہ شبہ پیدا کرنا محض غلط اور احمق پن ہے۔

منکرین کے شبہات کا رد

اب ایک شبہ منکرین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ باقی رہ جاتا تھا کہ ممکن ہے یہ کاہن ہوں۔ عرب میں کاہن بھی غیب کی اور مخفی باتیں جنات سے سن کر بیان کیا کرتے تھے۔ اس الزام کو بھی رد فرمایا جاتا ہے اور اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ یعنی یہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر قسم کی مخفی اور غیب کی خبریں جو وحی سے بتلائی جاتی ہیں دیتے ہیں۔ ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے۔ یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے۔ یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے یا قیامت و آخرت کے احوال سے۔ اور ان چیزوں کے بتلانے میں نہ بخل کرتے ہیں نہ اجرت مانگتے ہیں۔ نہ نذرانہ اور بخشش طلب کرتے ہیں جیسا کہ کاہنوں کی عادت تھی کہ رقم لے کر کوئی بات بتلاتے تھے اور وہ بھی ایک جزئی اور نامکمل بات جس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کرتے اور اس میں بھی اس قدر بخیل کہ بغیر نذرانہ یا مٹھائی کے وصول کئے ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالتے۔ پھر کاہن کا لقب آپ پر کیسے چسپاں ہو سکتا

ہے۔کہاں پیغمبر کی سیرت اور کہاں کاہنوں کی پوزیشن۔

اخیر میں وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ فرما کر اس بحث کو ختم فرمایا جاتا ہے یعنی یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے جیسا کہ یہ منکرین خیال کرتے ہیں۔ بھلا شیطان مردود ایسی نیکی اور پرہیز گاری کیوں سکھلانے لگا جس میں سراسر بنی آدم کا فائدہ ہو اور خود اس ملعون کی قباحت و مذمت ہو۔ تم خود اس کلام میں غور کرو۔

قرآن مکمل دستور العمل

آخیر میں منکرین نبوت اور منکرین قرآن کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جب تمہارے الزامات سب غلط ثابت ہوئے تو بجز صدق وحق کے اور کیا باقی رہا پھر اس روشن اور صاف راستہ کو چھوڑ کر کدھر بہکے چلے جا رہے ہو کہ آپ کی نبوت کے منکر ہو رہے ہو اور قرآن کی حقانیت سے انحراف کر رہے ہو۔ اگر تم اس قرآن کے مضامین اور ہدایت پر غور کرو تو اس کے سوا کچھ نہ نکلے گا کہ یہ سارے جہان کے لئے ایک سچا نصیحت نامہ اور مکمل دستور العمل ہے۔ جس سے انسانوں کی دارین کی صلاح وفلاح وابستہ ہے۔ بالخصوص ان کے لئے جو سیدھا چلنا چاہیں۔ ہدایت اور روشنی کے طالب ہوں اور ضد وعناد اور کج روی اختیار نہ کریں۔ کیونکہ ایسے ہی لوگ اس نصیحت نامہ سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

توفیق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملتی ہے

سورۃ کے اخیر میں وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فرما کر اس حقیقت کا اظہار فرمایا جاتا ہے کہ بندہ کا ارادہ مطلق العنان اور مستقل بالذات نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت اور تابع ہوتا ہے یعنی فی نفسہ تو قرآن نصیحت ہے لیکن اس کی تاثیر مشیت الٰہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لئے متعلق ہوتی ہے اور بعض کے لئے کسی حکمت سے متعلق نہیں ہوتی۔ تو جس کے لئے ہدایت اور سدھرنے کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں تو وہی اپنے سدھرنے کا بھی ارادہ کر سکتا ہے۔ یہ توفیق اس کی طرف سے ہے۔ انسان بہر حال قضاء وقدر کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے لیکن صرف بات اتنی ہے کہ جو کچھ قضا وقدر اس سے کراتی ہے وہ اس انسان کے ارادہ اور اختیار سے کراتی ہے اور اسی ارادہ اور اختیار کے سبب بندہ ثواب وعقاب اور مدح وذم اور جزاء وسزا کا مستحق ہوتا ہے۔

خلاصہ

اس سورت کے دو حصے ہیں' پہلے حصے میں جو کہ ۱۴ آیات پر مشتمل ہے اس ہولناک کائناتی انقلاب کا ذکر ہے جسکے اثرات سے کائنات کی کوئی چیز بھی محفوظ نہیں رہے گی' سب کچھ بدل جائے گا' یہ سورج اور ستارے' پہاڑ اور سمندر ریت کے گھروندے ثابت ہوں گے اس دن ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کتنے پانی میں ہے اور اپنے دامن میں کیا لے کر آیا ہے' گناہ یا نیکیاں یا گناہ ہی گناہ اللہ کی پناہ!

دوسرے حصے میں جو کہ ۱۵ آیات پر مشتمل ہے' باری تعالیٰ نے تین قسمیں کھا کر قرآن کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و صداقت کو بیان فرمایا ہے اور ان دیوانوں کو بڑی محبت سے سمجھایا ہے جو اللہ کے نبی کو معاذ اللہ ''دیوانہ'' قرار دیتے تھے' فرمایا گیا ''تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے'' وہ تو بندوں تک اللہ کا کلام پہنچانے والا سچا نبی ہے۔ سورۂ اعراف اور سورۂ سبا میں بھی یہی بات ارشاد فرمائی گئی ہے کہ تم غور وفکر کرو گے تو تمہارے ضمیر کا یہی فیصلہ ہوگا کہ تمہارے سامنے شب و روز گزارنے والا یہ عظیم انسان دیوانہ نہیں یہ تو دیوانوں کو فرزانگی سکھانے کیلئے آیا ہے اور قرآن کے بارے میں فرمایا کہ ''شیطان مردود کا کلام نہیں ہے یہ تو اہل جہاں کیلئے نصیحت ہے مگر اس کیلئے جو سیدھی راہ پر چلنا چاہے اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک کہ رب العلمین نہ چاہے''۔

سورۃ التکویر کے خواص

۱- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو سورۃ التکویر پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی رسوائی سے اپنی پناہ میں رکھیں گے۔

۲- جو آدمی بارش برستے وقت سورۃ التکویر پڑھ کر دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

۳- جو آدمی عرق گلاب پر سورۃ التکویر پڑھے اور اس عرق کو اپنی آنکھوں پر لگائے تو اس کی نظر تیز ہوگی اور آنکھوں کی صحت برقرار رہے گی۔

۴- ایسا گھر جس میں جادو کیا گیا ہو اور معلوم نہ ہو کہ جادو کی چیزیں کہاں دفن ہیں تو اس گھر میں سورۃ التکویر پڑھنے سے اللہ تعالیٰ وہ جگہ ذہن میں ڈال دیں گے اور وہ اثر ختم ہو جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ﴿۱﴾ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ﴿۲﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۙ﴿۳﴾ وَاِذَا الْقُبُوْرُ

جب آسمان پھٹ جاوے گا اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے جب سب سمندر بہہ پڑیں گے اور جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی

بُعْثِرَتْ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ؕ﴿۵﴾

ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا۔

اِذَا جب	السَّمَآءُ آسمان	انْفَطَرَتْ پھٹ جائے	وَاِذَا اور جب	الْكَوَاكِبُ ستارے	انْتَثَرَتْ جھڑ پڑیں	وَاِذَا اور جب	الْبِحَارُ سمندر	فُجِّرَتْ اُبل پڑیں	
وَاِذَا اور جب	الْقُبُوْرُ قبریں	بُعْثِرَتْ کریدی جائیں	عَلِمَتْ جان لے	نَفْسٌ ہر شخص	مَا کیا	قَدَّمَتْ اس نے آگے بھیجا؟	وَاَخَّرَتْ اور پیچھے چھوڑا		

سورۃ کی وجہ تسمیہ، مرکزی مضمون

اس سورۃ کی ابتداء ہی اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ سے ہوئی ہے یعنی جب آسمان پھٹ جاوے گا۔ انفطار پھٹ جانے کو کہتے ہیں۔ اسی سے یہ نام ماخوذ ہے اور مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے۔

اس سورۃ کا بھی مرکزی مضمون مثل گذشتہ سورۃ تکویر کے قیامت و آخرت اور وہاں کی جزا و سزا ہی سے متعلق ہے اور یہ سورۃ بھی ان چند سورتوں میں سے ایک ہے جن میں قیامت میں پیش آنے والے حالات کا ایسا منظر پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا اگر غور کرے تو اسے ایسا محسوس ہوگا گویا وہ قیامت کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

اس دنیا میں انسان کی اصلاح کیلئے قیامت و آخرت پر ایمان لانے کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے اسی لئے قرآن کریم کثرت سے قیامت و آخرت کا ذکر کرتا ہے۔ تاکہ اس حقیقت کا یقین انسان کو پورا پورا آ جائے اس دن انسان نے زندگی میں جو کچھ کیا ہوگا اچھے برے اعمال سب اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور انہی کی جزا یا سزا اسے ملے گی۔ یہاں اس سورۃ میں بھی پہلے قیامت کے بعض حالات کی طرف اشارہ ہے اور پھر جتلایا گیا ہے کہ یہی وہ دن ہوگا جب ہر شخص کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں اس نے جو کچھ کیا تھا اس کا کیا انجام ہوا۔ پھر انسان کی غفلت پر اس کو تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ دنیا میں آپ ہی آپ نہیں آ گیا ہے بلکہ اس کا ایک پیدا کرنے والا ہے۔ اور وہی اس کی پرورش کرتا ہے اور اس کے فرشتے اس کے پاس ہر وقت موجود رہتے ہیں اور اس کی زندگی کے ہر قول و فعل کا ایک تفصیلی ریکارڈ تیار کر رہے ہیں جو قیامت کے دن جانچا جائے گا اگر اس کے اعمال نامہ میں ایمان اور عمل صالح موجود ہے تو اس کا شمار نیکوں میں ہوگا اور وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ جہاں وہ ہمیشہ آرام و آسائش کے ساتھ رہے گا اور جو ایمان اور عمل صالح سے خالی ہوں گے اور اپنے رب کی نافرمانی اور سرکشی میں زندگی گزاری ہوگی وہ بدکار شمار ہوں گے۔ اور جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ طرح طرح کے عذاب جھیلتے رہیں گے۔ اس وقت ہر ایک کا فیصلہ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہوگا اور وہاں صرف اللہ ہی کا حکم چلے گا۔

جب نقشہ بدل جائیگا

ان آیات میں پہلے بتلایا جاتا ہے کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ جب آسمان پھٹ جائے گا آسمان کے پھٹنے کا مضمون قرآن پاک کی متعدد آیات میں آیا ہے۔ یہاں اس سورۃ میں ارشاد ہے۔ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ جب کہ آسمان پھٹ جائے گا۔

۲۹ ویں پارہ سورۂ مزمل میں فرمایا اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ جس میں آسمان پھٹ جائے گا۔ ۲۷ ویں پارہ سورۂ رحمٰن میں فرمایا مقصد بیان یہ ہے کہ ایک روز ایسا آنے والا ہے کہ کائنات کا یہ نظم جو آج ہم دیکھ رہے ہیں یہ ختم

ہونے والا ہے۔جب آسمان پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے گا تو یہ زمین بھی فنا اور ختم ہو جائے گی اور پورا نظام فلکی درہم برہم ہو جائے گا جیسا آگے فرمایا۔ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ اور جب ستارے ٹوٹ کر جھڑ پڑیں گے۔ یعنی یہ سارا نظم جو ستاروں کا آج ہماری نظروں کے سامنے ہے سب ٹوٹ کر ختم ہو جائے گا۔ گویا اتنا بڑا انقلاب ہوگا جو کائنات کے پورے نظام کو الٹ پلٹ کر رکھ دے گا۔ اور اس انقلاب کا زمین پر بھی زبردست اثر پڑے گا۔ سمندروں کی شکل بھی جو اس وقت زمین کے تین حصہ پر حاوی ہے اور ایک چوتھائی حصہ کے قریب کھلا ہوا ہے جس میں تمام ممالک جنگل پہاڑ میدان بیابان ریگستان وغیرہ واقع ہیں اس وقت بدل جائے گی۔ جیسا کہ فرمایا وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ اور جب سمندر بہہ نکلیں گے۔ یعنی جو ان کی حدود قائم ہیں اور ان کے مختلف حصے ایک دوسرے سے الگ ہیں سب گڈ مڈ ہو جائیں گے۔ اور رل مل جائیں گے یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ زمین کی خشکی پر جو زندگی کا ایک نقشہ قائم ہے وہ سب بگڑ جائے گا۔ اور کوئی باقی نہ رہے گا۔ اسی کا نام قیامت ہے اور جیسا کہ دوسرے مقامات پر بتایا گیا یہ کیفیت پہلا صور پھونکنے کے بعد پیدا ہو جائے گی۔ اور زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہے گا یہ گویا قیامت کی پہلی منزل ہوگی کہ سب کچھ درہم برہم ہو کر فنا ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس کی دوسری منزل آئے گی اور پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اس وقت تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ میں اسی طرف اشارہ ہے یعنی جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔

سب اپنے اعمال دیکھ لیں گے

ان قبروں سے مردے نکل کھڑے ہوں گے اور سب ایک میدان میں جمع کر دیئے جائیں گے اور یہی حشر کا میدان ہوگا۔ یہاں ہر شخص کے سامنے اس کی زندگی کے سارے کارنامے لائے جائیں گے اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ اس نے دنیا میں جو کچھ کیا تھا اس کا انجام کیا ہوا۔ اسی کی طرف عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ میں ارشاد فرمایا گیا کہ اس وقت ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا اور وہاں ان اعمال کا نتیجہ دیکھے گا کہ دنیا کی زندگی میں جو اچھے کام کئے تھے ان کا اسے کیا پھل ملا اور دنیا میں جو برائیاں کی تھیں ان کی وجہ سے اسے کیا عذاب دیکھنا پڑا۔

دعا کیجئے:

یَا اللہ اس وقت امت مسلمہ میں جو بدحالی اور بداعمالی پھیلتی جا رہی ہے اس کا سبب واحد یہی ہے کہ ہم آخرت کی۔ جزا و سزا کی طرف سے غافل ہو گئے۔

یَا اللہ ہمیں موت سے پہلے پہلے آخرت کی تیاری کرنے اور اس کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرما۔

آمین

ان گناہوں کی بھی معافی چاہتا ہوں جن کی وجہ سے دعا کے قبول ہونے سے محروم ہو گیا' روزی کی برکت اور خیر نہ رہی۔ ان گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۝۶ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝۷ فِیْۤ

اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے۔ جس نے تجھ کو بنایا پھر تیرے اعضا کو درست کیا پھر تجھ کو اعتدال پر بنایا۔

اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝۸

جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا۔

یٰۤاَیُّهَا اے	الْاِنْسَانُ انسان	مَا غَرَّكَ کس چیز نے تجھے دھوکہ دیا	بِرَبِّكَ اپنے رب سے	الْكَرِیْمِ کریم	الَّذِیْ جس نے	خَلَقَكَ تجھے پیدا کیا
فَسَوّٰىكَ پھر تجھے ٹھیک کیا	فَعَدَلَكَ پھر برابر کیا	فِیْ میں	اَیِّ صُوْرَةٍ جس صورت	مَا شَآءَ چاہا	رَكَّبَكَ تجھے جوڑ دیا	

اے انسان! تجھے کس چیز نے ورغلا رکھا ہے

گذشتہ آیات میں قیامت کے بعض واقعات بیان فرمائے گئے تھے۔ انسانوں کو چاہیے تو یہ تھا کہ قیامت کے ان واقعات و حالات کو سن کر خواب غفلت سے بیدار ہوتے اور اپنے خالق و مالک کی نافرمانی سے بچتے اور اس کی اطاعت و بندگی بجالاتے۔

چہ جائیکہ قیامت و آخرت کا ہی انکار کرنا اور اس دن سے غفلت اور بے پروا ہو کر رہنا اور یہ سمجھ بیٹھنا کہ اس سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی اور نہ کسی حساب کتاب سے واسطہ پڑے گا۔

یہاں ان آیات میں ایسے انسان کی غفلت پر سخت تنبیہ کی جاتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے بعض احسانات کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ ایسے رب کریم اور منعم و محسن کے احسان و انعام کی قدر و شکر گزاری کی بجائے انسان ایسا ناشکرا ہے کہ اپنے کریم رب سے غافل بلکہ اپنے محسن آقا سے تکبر اور غرور سے پیش آتا ہے۔

ان آیات میں حق تعالیٰ انسان کو خطاب فرما کر تنبیہ فرماتے ہیں کہ اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے جو تو اس کی نافرمانی کر رہا ہے؟ کیا وہ رب کریم اس کا حق دار تھا کہ تو اپنے جہل و حماقت سے اس کے حکم پر مغرور ہو کر اس کی نافرمانیاں کرتا رہے؟ اور اس کے لطف و کرم کا جواب ناشکری و سرکشی سے دے؟ اس کا کرم دیکھ کر تو اور زیادہ شرمانا اور اس حلیم کے غصہ سے بہت زیادہ ڈرنا چاہئے تھا نہ کہ اس کے ساتھ غرور اور تکبر برتنا بڑی محرومی کی بات ہے اور اس کی اس مہربانی سے کہ وہ نافرمانی پر فوراً سزا نہیں دیتا اور مہلت پر مہلت دیئے چلا جا رہا ہے دھوکہ میں رہنا۔

اللہ تعالیٰ کی کریمی

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ میں غرور کو رب اور پھر کریم کے ساتھ متعلق کرنے میں صاف اشارہ ہے کہ اپنے رب یعنی پرورش کرنے والے سے غرور انسانیت کا مقتضا نہیں جس کی طرف انسان کو حاجت پڑتی رہتی ہے اور پھر اس کی پرورش بھی کریمانہ ہو۔ ہر ہر بات میں اور قدم قدم پر کرم و فضل کرتا ہو۔ ایسا انسان جو ایسا احسان فراموش ہو انسان ہی نہیں بلکہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔ اس کو اتنی عقل بھی نہیں کہ جس کا ہر محتاج ہو اسی سے بگاڑ لے اور اسی کے ساتھ غرور برتے اور اس کے آگے سر نیاز نہ جھکائے کیسی نالائقی ہے مگر لفظ کریم میں حق تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اے نالائق انسان تیری اکڑ فوں کا سبب ہمارا کرم ہے۔ اگر فوراً سزا دے دیا کریں یا اپنے کرم کو باز رکھیں اور حاجت روائی نہ کریں تو آن کی آن میں سارا غرور خاک میں مل جائے۔

خداوند قدس کا کرم بالائے کرم

آگے حق تعالیٰ اپنے رب کریم ہونے کی تفصیل سناتے ہیں تاکہ اس مغرور انسان کی آنکھیں کھلیں اور معلوم ہو کہ میں کس کے ساتھ غرور کر رہا ہوں اور کس رب کریم کی نافرمانی اور کس محسن آقا و مالک کے حکم کی خلاف ورزی پر جرأت کر رہا ہوں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَکَ وہ کہ جس نے اے انسان تجھے پیدا کیا۔ عدم سے تیری ہستی کو وجود میں لایا۔ ایک وقت تھا کہ تیرا کہیں نام ونشان بھی نہ تھا پھر تیری پیدائش کی ابتدا ہوئی اور کس طرح ہوئی؟ کہ اس میں نہ تیرے یا کسی اور کے ارادہ کو دخل تھا نہ کسی اور کے فیصلہ اور منصوبے کا ہاتھ تھا۔ نہ تیری طرف سے کوئی سوال، دعا اور طلب تھی۔ اس کریم نے محض اپنے کرم سے تجھ کو پیدا کیا۔ پھر پیدا بھی یونہی بیڈول نہیں کر دیا بلکہ فَسَوّٰىکَ تیرے اعضاء کو درست کیا اور اعضاء جسم میں تناسب رکھا اور تیرے بدن کو ٹھیک بنایا۔ اور سب جوڑ بند برابر مناسبت سے پیدا کئے کہ کان کی جگہ کان، آنکھ کی جگہ آنکھ، ناک کی جگہ ناک رکھی۔ پھر ہاتھ برابر ہاتھ کے اور پاؤں برابر پاؤں کے۔ اور کان برابر کان کے اور آنکھ برابر آنکھ کے۔ غرض کہ یہ اسی کا کرم ہے کہ ایک قطرۂ ناپاک سے تجھ کو ایسا سڈول خوبصورت اور کارآمد بنا کر پیدا کیا۔ آگے فرمایا فَعَدَلَکَ یعنی اے انسان پھر اس پیدائش میں تجھ کو اعتدال پر بنایا یعنی تیرے قویٰ اور مزاج میں گرمی سردی خشکی تری کو مناسبِ اعتدال کے ساتھ رکھا۔ جس عضو میں جس قدر گرمی درکار تھی اتنی ہی عطا کی۔ اور جس عضو کو جس قدر رطوبت درکار تھی اتنی ہی عطا فرمائی۔ پھر ہر ایک عضو میں مناسبت سے قوت ودیعت کی گئی۔

انسان... خدائی کاریگری کا مظہر

پھر آگے فرمایا جاتا ہے۔ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ پھر جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا۔ خواہ مرد کی خواہ عورت کی۔ پھر ان میں بھی ایک خاص نقشہ صورت، شکل، رنگ، روپ کا عنایت کیا۔ اے مغرور انسان! ان میں سے کوئی بات بھی تیرے اپنے اختیار کی نہیں۔ نہ تیرے سوال اور درخواست پر عطا ہوئی۔ یہ محض اسی کا کرم ہے کہ تجھ کو ایسی شکل وصورت اور حسن و جمال عطا کیا ورنہ اگر وہ چاہتا تو تجھے دوسری گھٹیا مخلوقات کی شکل وصورت میں ڈال دیتا اور دنیا میں اس کی مثالیں دیکھنے میں بھی آئی ہیں کہ ماں کے پیٹ سے بندر اور سانپ کے بچہ پیدا ہوئے تو باوجود اس قدرت کے محض اپنے فضل وارادہ سے انسانی صورت میں رکھا۔ یہ اس کا کتنا بڑا کرم واحسان ہے۔ تو جس خدا کی یہ قدرت ہو اور جس محسن کے یہ احسانات ہوں اور جس منعم کے یہ انعامات ہوں کیا اس کے ساتھ انسان کو یہی معاملہ کرنا چاہئے کہ اسی کی نافرمانی کرے اسی سے سرکشی کرے اسی کی ناشکری کرے اور اسی کے جزاء وسزا کا انکار کرے اور بے لگام ہو کر حصول لذات وشہوات میں غرق رہے اور جانے کہ بس میں اس دنیا میں مزے اڑانے ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ نہ مرکر پھر جینا ہے نہ حساب ہے نہ کتاب ہے نہ اعمال کی جزا ہے نہ سزا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا پھر بھی یہ انتہائی کرم ہے کہ اس نے انسان کو یونہی اندھیرے میں نہیں چھوڑ رکھا بلکہ اس نے اپنے رسول اور اپنی کتاب بھیج کر صحیح صحیح صورتحال انسان کے سامنے رکھ دی اور ہر طرح اسے سمجھا دیا کہ یہ حقیقت کی طرف سے آنکھیں بند نہ کرے۔ اور غفلت کا شکار نہ ہو۔

دعا کیجئے

یَا اللہ آج اس زندگی میں ہم کو توفیق عطا فرما دیجئے کہ ہم آپ کی مرضی اور احکام پر چلنے والے ہوں اور اپنی خواہشات کے غلام نہ ہوں۔ نفس اور شیطان کے دھوکہ سے حق تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں اور دنیا میں ہر ظاہری و باطنی نعمت جو حق تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے وہ اے رب کریم آپ کو راضی کرنے میں ہم دل وجان سے لگانے والے ہوں۔ آمین۔

یَا اللہ جن گناہوں کے سبب لاغری آتی ہے اور نقاہت چھا جاتی ہے بروز قیامت حسرت وندامت ہوگی ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ﴿۹﴾ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ

ہرگز نہیں بلکہ تم جزا وسزا کو جھٹلاتے ہو۔اور تم پر یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں۔جو تمہارے سب افعال کو

مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿۱۴﴾ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾

جانتے ہیں نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے۔اور بدکار بے شک دوزخ میں ہوں گے۔روز جزا کو اس میں داخل ہوں گے

وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا أَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَا أَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾ يَوْمَ

اور اس سے باہر نہ ہوں گے۔اور تمہیں کچھ خبر ہے کہ وہ روزِ جزا کیسا ہے پھر تمہیں کچھ خبر ہے کہ وہ روزِ جزا کیسا ہے۔وہ ایسا دن ہے

لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾

جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کیلئے کچھ بس نہ چلے گا۔اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی۔

كَلَّا ہرگز نہیں	بَلْ بلکہ	تُكَذِّبُوْنَ تم جھٹلاتے ہو	بِالدِّيْنِ جزا وسزا کا دن	وَإِنَّ اور بیشک	عَلَيْكُمْ تم پر	لَحٰفِظِيْنَ نگہبان	
كِرَامًا عزت والے	كَاتِبِيْنَ لکھنے والے	يَعْلَمُوْنَ وہ جانتے ہیں	مَا تَفْعَلُوْنَ جو تم کرتے ہو	إِنَّ بیشک	الْأَبْرَارَ نیک لوگ	لَفِيْ میں	
نَعِيْمٍ جنت	وَإِنَّ اور بیشک	الْفُجَّارَ گنہگار	لَفِيْ میں	جَحِيْمٍ جہنم	يَصْلَوْنَهَا ڈالے جائیں گے اس میں	يَوْمَ الدِّيْنِ روز جزا وسزا	
وَمَا هُمْ اور وہ نہیں	عَنْهَا اس سے	بِغَائِبِيْنَ غائب	وَمَا أَدْرٰىكَ اور تمہیں کیا خبر	مَا کیا	يَوْمُ الدِّيْنِ روزِ جزا وسزا	ثُمَّ پھر	مَا کیا
أَدْرٰىكَ تمہیں خبر	مَا کیا	يَوْمُ الدِّيْنِ روز جزا وسزا	يَوْمَ جس دن	لَا تَمْلِكُ مالک نہ ہوگا	نَفْسٌ کوئی شخص	لِّنَفْسٍ کسی شخص کیلئے	شَيْئًا کچھ
وَالْأَمْرُ اور حکم	يَوْمَئِذٍ اس دن	لِّلّٰهِ اللہ کیلئے					

تمہارے انکار کے باوجود

گذشتہ آیات میں غافل انسان کو اس کی غفلت پر تنبیہ کر کے بتلایا گیا تھا کہ عقل اور انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ محسن کے احسانات پر شکر گزاری اور اطاعت کی روش اختیار کی جائے لیکن بعض انسان ایسا ناشکرا ہے کہ وہ اپنے مالک وخالق کو بھولا ہوا ہے۔ایسے ہی ناشکرے انسانوں کو ان آیات میں خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے بنی آدم تم یوم آخرت کی جزا وسزا کا انکار کر رہے ہو اور شتر بے مہار کی طرح دنیا کے حصول لذات اور شہوات میں غرق ہو اور سمجھتے ہو کہ بس ہم مزے اڑانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔نہ مر کر جینا ہے نہ حساب کتاب ہے نہ اعمال کی جزا وسزا ہے تو تمہارے بہکنے اور دھوکہ کھانے کی اور کوئی وجہ نہیں۔بات یہی ہے کہ تم انصاف اور فیصلہ کے دن پر یقین نہیں رکھتے ہو کہ جو چاہیں دنیا میں کرتے رہیں کوئی حساب اور باز پرس نہیں۔یہاں جو کچھ عمل ہم کرتے ہیں کون ان کو لکھتا اور محفوظ کرتا ہوگا۔بس مر گئے سب قصہ ختم ہوا۔تو سمجھ لو کہ انسان یہاں دنیا میں جو کچھ کر رہا ہے اس سب کا ریکارڈ محفوظ رکھا جا رہا ہے۔اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خفیہ کارندے یعنی فرشتے تعینات ہیں جو ہر آن دنیا میں انسان کہیں ہو اس کی نگرانی کرتے رہتے ہیں اور جو کچھ یہ انسان کرتا یا کہتا ہے وہ سب نوٹ کر لیا جاتا ہے اور یہ لکھنے والے بڑے معتبر اور عزت والے ہیں اور امانت و دیانت والے ہیں وہ نہ اپنی طرف سے کچھ بڑھاتے ہیں نہ گھٹاتے ہیں جو کچھ ہوتا ہے وہی لکھتے ہیں اور انسان کا کوئی عمل ان سے پوشیدہ نہیں۔جب سب عمل ایک ایک کر کے اس اہتمام سے لکھے جا رہے ہیں تو کیا یہ سب دفتر یونہی بے کار چھوڑ دیا

جائے گا۔ ہرگز نہیں یقیناً ہر شخص کے اعمال آخرت میں اس کے سامنے آئیں گے اور اس کا اچھا یا برا انجام اسے چکھنا پڑے گا۔

یہی انصاف کا تقاضا ہے اور ایسا ہونا ہی چاہئے اور ایسا ضرور ہو گا۔ اور اس کے لئے انتظامات ابھی سے کر لئے گئے ہیں۔

نیک و بد کا انجام

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس جزا و سزا کے لئے آخرت میں تمام انسان دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک ابرار' دوسرے فجار' ابرار تو وہ کہ جنہوں نے دنیا میں اپنے خالق و رازق اور سچے آقا و مالک کو پہچانا۔ اس کی اطاعت قبول کی۔ اس کے احکام کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کی۔ اور دنیا کی زندگی میں وہی کام کئے جو اللہ تعالیٰ کو پسند تھے۔ فجار وہ جنہوں نے اس معبود حقیقی کے خلاف بغاوت و سرکشی کی اور اس کے احکام سے منہ موڑا اور اس دنیا میں یا تو اپنی خواہشات کے غلام بنے رہے یا دوسرے گمراہوں کی مرضی پر چلتے رہے۔ یہ دونوں گروہ آخرت میں الگ الگ انجام سے دوچار ہوں گے۔ جیسا کہ فرمایا إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ بلاشبہ ابرار یعنی نیک لوگ بہشت کی نعمتوں میں ہوں گے اور فجار یعنی بدکار و نافرمان کافر یقیناً جہنم میں ہوں گے۔ پہلا گروہ یعنی ابرار جنت کی نعمتوں میں ہوگا اور جنت سے زیادہ اور کیا نعمت ہے جہاں کھانے اور پینے اور مکان و لباس اور عیش و آرام اور چین و راحت اور تمام لذائذ کے سب دل پسند سامان موجود ہیں اور اس پر حیات ابدی بھی ہے اور اس پر کوئی مرض و غم' موت' بڑھاپا' وغیرہ بھی نہیں اور سب سے بڑھ کر وہاں دیدار الٰہی بھی ہے جو جنت کی تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے یہ تو ٹھکانا اور انجام کار ابرار یعنی نیکوں کا ہوگا اور دوسرا گروہ فجار یعنی بدکار جو ایمان و عمل صالح دونوں نہیں رکھتے یا ان دونوں میں سے ایک نہیں رکھتے۔ اگر ایمان نہیں تو بھی فاجر اور ایمان ہے مگر عمل صالح نہیں بلکہ گناہوں پر اصرار چوری' زنا' شراب خواری' سود خواری' ترک صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ ظلم و دغا دھوکہ اور فریب' ناچ' رنگ گانے بجانے میں مبتلا رہا تو بھی فاجر ہے۔ مگر اس درجہ کا نہیں کہ جس کے اندر ایمان ہی نہیں۔ کیوں کہ یہ کیسا ہی گنہگار رہی مگر ایمان کی بدولت آخر کار کبھی نہ کبھی اس کی نجات ہے اور جہنم سے چھٹکارا پا کر جنت میں پہنچ جائے گا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ انسانوں کی یہ تقسیم قیامت کے دن ہوگی اور وہ دن بدلہ کا دن ہوگا۔ ہر شخص کی کمائی اس کے سامنے ہوگی اور انصاف کے ساتھ یہ طے کر دیا جائے گا کہ کون کس بات کا مستحق ہے اور اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔

کوئی بچ نہ سکے گا

پھر وہ وہاں سے کسی طرح بھاگ نہ سکیں گے نہ ان کے بس میں ہوگا کہ وہاں سے چھٹکارا پا کر کہیں اور نکل جائیں۔ یہاں آیت میں فجار کے بارہ میں جو یہ فرمایا گیا وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ اور وہ اس جہنم سے غائب بھی نہ ہو سکیں گے۔ یعنی جس طرح دنیا کے جیل خانہ سے حیلہ بہانہ سے یا بھاگ کر قید خانہ سے نکل جاتے ہیں۔ یا قید خانہ کے حکام کو رشوت دے کر یا خوشامد و منت کر کے بچ جاتے ہیں۔ یا قید خانہ سے خلاصی کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ مجرم قیدی مر جائے اور مر کر چھوٹ جائے اور یا کسی تدبیر سے قید خانہ کی دیوار وغیرہ پھاند کر نکل بھاگے۔ یا نگہبانوں سے چھپ کر یا زبردستی کر کے نکل جائے تو یہ کوئی صورت بھی وہاں نہ ہوگی۔ ان سب باتوں کی نفی ایک جملہ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ میں فرما دی۔

روز جزاء کیا ہے؟

اس کے بعد اس روز جزا و سزا کی شدت کے اظہار کے لئے حق تعالیٰ خود ہی پوچھتے ہیں

وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ

کہ اے انسان تو کیا جانے کہ کیا ہے جزا کا دن اور تمہیں کیا معلوم وہ جزا کا دن کیا ہے۔ یعنی تم کتنا ہی سوچو اور غور کرو پھر بھی اس ہولناک دن کی پوری کیفیت سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ بس مختصراً اتنا سمجھ لو۔ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ کہ اس دن جتنے رشتے ناطے اور دوستی آشنائی کے تعلق ہیں سب نیست و نابود ہو جائیں گے

سب نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ کوئی کسی کے لئے کچھ بھی اختیار نہ رکھے گا۔ اس دن حکم صرف اللہ ہی کا ہوگا اور کوئی بغیر حکم مالک الملک ذوالجلال والاکرام کے کسی کی سفارش نہ کر سکے گا۔ کوئی اللہ تعالیٰ کی منشاء کے خلاف دم نہ مار سکے گا اور لب نہ ہلا سکے گا۔

خلاصہ

اس سورت میں پہلے تو ان تبدیلیوں کا ذکر ہے جو وقوع قیامت کے وقت نظام کائنات میں رونما ہوں گی پھر محبت آمیز انداز میں انسان سے شکوہ کیا گیا ہے کہ اے انسان تجھے آخر کس چیز نے اپنے پروردگار کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے؟ کہ اس کے احسانات کو بھلا کر تو معصیت اور ناشکراپن پر اتر آیا ہے' اصل بات یہ ہے کہ تمہیں جزاء کے دن کا یقین نہیں ہے' حالانکہ وہ تو آکر رہے گا اور کراماً کاتبین تمہاری زندگی کا کچا چٹھا تمہارے سامنے پیش کردیں گے پھر تمہیں ابرار اور فجار دو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا' ابرار' نعمتوں کی جگہ یعنی جنت میں جائیں گے اور فجار' عذاب کی جگہ یعنی دوزخ میں ہوں گے۔

سورۃ الانفطار کے خواص

۱...... قیدی اگر اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے تو اسے قید سے رہائی مل جائے گی۔

۲...... اگر کسی کو بخار ہو تو وہ پانی پر اس آیت کو پڑھ کر دم کرے اور اسی پانی سے غسل کرلے تو بخار جاتا رہے گا۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ...... مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ

اگر دشمن کو خوف زدہ کر کے بھگانا ہو تو مینڈھے کے چمڑے کا ایک ٹکڑا لے اور ایک ٹکڑا بوڑھی عورت کے کپڑے سے لے اور اس چمڑے اور کپڑے پر سو مرتبہ پڑھے اور ساتھ ہی ہر دفعہ دشمن کا نام اور اس کی ماں کا نام بھی لے۔

پھر چمڑے کو دشمن کے دروازے کی چوکھٹ کے نیچے دفن کرے اور کپڑے کو اس کے دروازے کے اوپر دفن کرے تو دشمن اس کا مقابلہ چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ اپنے ابرار بندوں کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرمایئے اور انہی کے ساتھ اپنی جنت میں ہمارا ابدی ٹھکانا بنایئے۔

یَااَللّٰہُ اس وقت عالم اسلام کو جس بدحالی سے واسطہ پڑ رہا ہے یہ ہمارے ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہے اور اس کا علاج بجز آپ کی طرف جھکنے کے اور کچھ نہیں۔

یَااَللّٰہُ ہم آپ ہی کے کرم ورحم کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی سے توفیق حسن وہدایت کے طالب ہیں۔

یا اللہ! امت مسلمہ پر رحم فرمادے اور دشمنان دین اسلام کے تسلط سے عالم اسلام کو بچالے۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ بہت سے گناہ اس طرح کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ آپ کے سامنے ہوں مگر خیال کیا توبہ کرلوں گا' معافی چاہ لوں گا۔ الہ العالمین! گناہ کرلیا اور نفس وشیطان نے توبہ واستغفار سے باز رکھا' گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا رہا۔ الٰہی! میری اس جرأت پر نظر نہ فرمانا' اپنی شان کریمی کے صدقے مجھے معاف فرمادے میں توبہ کرتا ہوں' معافی چاہتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے معاف کردے۔ آپ کے سوا اور کون معاف کرنے والا ہے۔

یَااَللّٰہُ ایسا بھی ہوا کہ گناہ کرکے میں نے آپ سے حسن ظن رکھا کہ آپ عذاب نہ دیں گے آپ معاف کردیں گے اس وقت میرے نفس نے یہی پٹی پڑھائی کہ اللہ کا کرم ورحمت تو بہت وسیع ہے اور آپ پردہ ڈالتے رہے بس میں سمجھا کہ جب وہ پردہ پوشی فرما رہے ہیں تو عذاب بھی نہ دیں گے۔ بس اسی خیال میں آکر بہت سے گناہ کرلئے' اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سِتٌّ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۖ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔ کہ جب لوگوں سے ناپ کرلیں پورا لے لیں۔ اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔

يُخْسِرُوْنَ ۗ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۗ

کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے۔ جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

وَيْلٌ خرابی	لِلْمُطَفِّفِيْنَ کمی کرنیوالوں کیلئے	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	اِذَا اكْتَالُوْا جب ماپ کریں	عَلَى پر	النَّاسِ لوگ	يَسْتَوْفُوْنَ پورا بھرلیں	وَاِذَا اور جب
اَنَّهُمْ کہ وہ	اُولٰٓئِكَ یہ لوگ	يَظُنُّ خیال کرتے	اَلَا کیا نہیں	يُخْسِرُوْنَ گھٹا کردیں	اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یا تول کردیں	هُمْ وہ	كَالُوْ ماپ کردیں
الْعٰلَمِيْنَ تمام جہان	لِرَبِّ رب کے سامنے	النَّاسُ لوگ	يَقُوْمُ کھڑے ہونگے	يَوْمَ دن	عَظِيْمٍ بڑا	لِيَوْمٍ ایک دن	مَّبْعُوْثُوْنَ اٹھائے جانے والے ہیں

وجہ تسمیہ اور نزول کا زمانہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ سے ہوئی ہے یعنی بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔ مطففین کے معنی ہیں ناپ تول میں کمی کرنے والے۔ اسی نسبت سے اس کا نام المطففین یا تطفیف رکھا گیا ہے۔ اس سورۃ کے زمانہ نزول میں اختلاف ہے بعض نے اس کو مکی سورۃ کہا ہے اور بعض نے مدنی لیکن اکثر محققین و مفسرین کے نزدیک یہ مکی سورۃ ہے اور وجہ اختلاف یہ لکھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ مدینہ کے لوگ لین دین کے معاملات کے پیمانہ اور تول میں کمی بیشی کرتے ہیں تو سب سے اول جو آپ نے ایک مجلس میں ان کو قرآن سنایا تو اہل مدینہ کے حسب حال یہی سورۃ سنائی جس میں پیمانہ اور تول میں کمی کرنے کی سخت برائی فرمائی گئی ہے۔ اس سبب سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی ہے مگر سبحان اللہ کیا وعظ تھا کہ اس روز کے بعد سے اہل مدینہ سے بڑھ کر پورا تولنے اور پیمانہ بھرنے میں کوئی نہ تھا۔ ان آیات کو سنتے ہی یک لخت سب نے یہ کام چھوڑ دیا۔ ایک روایت نزول کے متعلق یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرما رہے تھے تو راستہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی جب کہ بعض نے اسے خالص مکی دور کی سورۃ کہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سورۃ کا موضوع

اس سورۃ کا خاص مضمون بھی قیامت اور آخرت کا یقین اور وہاں کی جزا و سزا۔ بعض اعمال و حقوق العباد جو مقام کے مناسب تھے وہ بیان فرما کر بتلایا گیا کہ جو لوگ حقوق العباد تلف کرتے ہیں ان کے لئے سخت سزا ہے کیونکہ حقوق العباد کے متعلق زیادہ باز پرس ہوگی۔

دوسروں کی حق تلفی کرنے کی سزا

اب آیات زیر تفسیر کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اسلام دنیا میں جس قسم کے انسان بنانا چاہتا ہے اس کے لئے وہ دو بنیادیں فراہم کرتا ہے ان میں سے ایک کا تعلق خالق سے ہے اور دوسری کا تعلق مخلوق سے ہے۔ جو شخص خالق کے حقوق پہچانے اور ان کے تقاضے پورے کرے اور جو مخلوق کے ساتھ اپنے معاملات کو درست کرے اور بندوں کے حقوق کی حفاظت کرے اسلام کی نظر میں وہی کامیاب ہے۔ اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں بندوں ہی کے حقوق کی حفاظت اور لین دین میں انصاف کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ حقوق العباد میں دیدہ و دانستہ کمی زیادتی کرنا خصوصاً

لین دین میں زیادہ لینا اور کم دینا تول یا پیمانہ کے ذریعہ سے اس کو عربی میں تطفیف اور اس امر کے مرتکب کو مطفف کہتے ہیں۔تو سورۃ کی ابتداء وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ سے فرمائی گئی۔یعنی ناپ تول میں کمی کرنے والے اور حقوق العباد تلف کرنے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے چونکہ لفظ تطفیف کے لغوی معنی ناپ تول اور پیمائش و وزن میں خیانت و کمی کرنے کے ہیں اس لئے اکثر مفسرین نے یہاں معاملات کی عام خرابی کی طرف اشارہ کر کے اسی خصوصیت کو ظاہر کیا ہے لیکن بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ تطفیف وسیع المعنیٰ ہے۔پیمائش اور تول کی خیانت کو بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ ہر قسم کی خیانت کرنے والے۔

جو لوگ مطفف ہیں اور ان سب کے لئے ویل یعنی خرابی ہے اور یہ خرابی دنیا کی بھی ہے اور آخرت کی بھی۔دنیاوی خرابی یہ کہ مطفف کا لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہونا اس کے کاموں میں برکت نہ ہونا۔مرض و وباء و دیگر دنیا کے شدائد و مصائب میں مبتلا ہونا۔دنیا کی خرابیوں کی بابت حدیث میں ارشاد ہے کہ جس قوم میں خیانت کا غلبہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس قوم کے دلوں میں دشمن کا خوف ڈال دیں گے اور جس قوم میں زنا کی کثرت ہوگی اس قوم میں اموات کی کثرت ہوگی اور جو جماعت ناپ تول میں کمی کرے گی اس کی روزی میں کمی ہوگی اور جو جماعت حق کے خلاف فیصلہ کرے گی اس میں آپس میں قتل کی کثرت ہوگی۔اور جو لوگ بدعہدی میں مبتلا ہوں گے ان پر اللہ جل شانہ کسی دشمن کو مسلط فرمائیں گے۔اور آخرت کی خرابی تو ظاہر ہے اس لئے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے انصاف کا تقاضا یہ ہوگا کہ جس نے بھی جس کا حق مارا ہو وہ اسے دلا دیا جائے اور وہاں حقوق ادا کرنے کے لئے انسان کے پاس جو کچھ پونجی ہوگی وہ اس کی نیکیاں ہوں گی۔اس وقت اس کا یہ قیمتی سرمایہ چھینا جائے گا اور اگر سرمایہ ناکافی ہوا تو پھر جس کا حق مارا ہوگا اس کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی۔اس وقت جب کہ انسان ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا اس سے بڑھ کر اور کیا خرابی اور بدنصیبی ہوگی۔کہ اس وقت اس کی نیکیاں چھن جائیں اور اگر ان سے حقوق پورے نہ ہوں تو حق دار کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں۔العیاذ باللہ تعالیٰ۔

حقوق تلف کرنے فالوں کی حالت

آگے ایسے لوگوں کے بارہ میں فرمایا جاتا ہے کہ کیا ان کو گمان نہیں کہ قیامت کے دن حساب کے لئے ان کو اٹھایا جائے گا۔یہاں آیت میں یقین کی بجائے ظن کو ذکر فرمایا گیا جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس کو یوم آخرت میں حساب فہمی کا گمان بھی ہوگا وہ بھی ایسی حرکتیں نہیں کرے گا جو قیامت میں عذاب کا موجب ہوں۔یقین رکھنے والا تو بدرجہ اولیٰ ایسی حرکتوں سے باز رہے گا۔

معلوم ہوا کہ معاملات میں خرابی اور لین دین میں بے انصافی کر کے دوسرے کے حقوق مار لینا یہ اس بات کی کھلی ہوئی پہچان ہے کہ یا تو اس شخص کو آخرت کی جواب دہی کا یقین ہی نہیں اور اسے یہ خیال ہی نہیں کہ ایک دن اللہ کے سامنے بھی حاضر ہونا ہے اور زندگی کے ایک ایک کام کی جواب دہی کرنا ہے یا پھر یہ عقیدہ اتنا کمزور ہے کہ زندگی پر عملاً اس کا کوئی اثر نہیں پڑ رہا۔تو یہاں حق تعالیٰ ڈرا رہے ہیں کہ لوگوں کے حق مارنے والے کیا قیامت کے دن سے نہیں ڈرتے جس دن یہ اس ذات پاک کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے جس پر نہ تو کوئی چھپی ہوئی بات پوشیدہ ہے نہ ظاہر بات اور وہ دن بھی نہایت ہولناک اور خطرناک ہوگا بڑی گھبراہٹ اور پریشانی والا دن ہوگا۔حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بندوں سے سورج اس قدر قریب ہو جائے گا کہ ایک یا دو نیزے کے برابر اونچا ہوگا اور سخت تیز ہوگا۔ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنے پسینے میں غرق ہوگا۔بعض کے ایڑیوں تک پسینہ ہوگا بعض کے گھٹنوں تک۔بعض کی کمر تک۔بعض کو ان کا پسینہ لگام بنا ہوا ہوگا۔العیاذ باللہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ

منقول ہے کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر نے اس سورۃ کو نماز میں شروع کیا جب اس آیت پر پہنچے۔ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو کمال خوف سے رونے لگے یہاں تک کہ بے تاب ہو کر گر پڑے اور اس وقت کی نماز ادا نہ کر سکے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ﴿٧﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ﴿٨﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

ہرگز نہیں بدکار لوگوں کا نامۂ اعمال سجین میں رہے گا۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامۂ اعمال کیا چیز ہے۔ وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے۔ اس روز

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿١١﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿١٢﴾

جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ جو کہ روز جزا کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اسکو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا مجرم ہو۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا

جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاویں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿١٦﴾

اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز اپنے رب سے روک دیے جاویں گے۔ پھر یہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔

ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٧﴾

پھر کہا جاوے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّ بیشک	كِتٰبَ اعمال نامہ	الْفُجَّارِ بدکار	لَفِيْ البتہ میں	سِجِّيْنٍ سجین	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ خبر ہے تجھے	مَا سِجِّيْنٌ کیا ہے سجین
كِتٰبٌ ایک دفتر	مَّرْقُوْمٌ لکھا ہوا	وَيْلٌ خرابی	يَّوْمَئِذٍ اس دن	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کیلئے	الَّذِيْنَ جو لوگ	يُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے ہیں		
بِيَوْمِ الدِّيْنِ روزِ جزا وسزا	وَمَا يُكَذِّبُ اور نہیں جھٹلاتا	بِهٖ اس کو	اِلَّا مگر	كُلُّ ہر	مُعْتَدٍ حد سے بڑھ جانیوالا	اَثِيْمٍ گنہگار	اِذَا جب	تُتْلٰى پڑھی جائیں
عَلَيْهِ اس پر	اٰيٰتُنَا ہماری آیتیں	قَالَ کہے	اَسَاطِيْرُ کہانیاں	الْاَوَّلِيْنَ پہلے	كَلَّا ہرگز نہیں	بَلْ بلکہ	رَانَ زنگ پکڑلیا ہے	عَلٰى پر
قُلُوْبِهِمْ اُن کے دل	مَا جو	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے	كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّهُمْ بیشک وہ	عَنْ سے	رَّبِّهِمْ اپنا رب	يَوْمَئِذٍ اس دن	
لَّمَحْجُوْبُوْنَ روک دیے جائیں گے	ثُمَّ پھر	اِنَّهُمْ بیشک وہ	لَصَالُوا داخل ہونیوالے	الْجَحِيْمِ جہنم	ثُمَّ پھر	يُقَالُ کہاجائیگا	هٰذَا یہ	
الَّذِيْ وہ جو کہ	كُنْتُمْ تم تھے	بِهٖ اسکو	تُكَذِّبُوْنَ تم جھوٹ جانتے					

کافروں اور فاجروں کا اعمالنامہ

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین نے جو یہ سمجھ رکھا ہے کہ جو کچھ کرنا ہے کرلیں آگے کچھ ہونے والا نہیں۔ مر کر خاک ہو جائیں گے۔ قصہ ختم۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ ان کے گمان کے موافق کوئی پوچھ گچھ نہ ہو۔ ضرور پوچھ گچھ ہونی ہے۔ حساب کتاب ہونا ہے اور جزا وسزا اٹلی ہے۔ اور اسی لئے ہر شخص کا اعمالنامہ مرتب ہو رہا ہے۔

جو لوگ کافر و فاجر ہیں ان کے اعمال نامے ایک مخصوص دفتر میں محفوظ کردیئے جاتے ہیں جس کا نام سجین ہے اب سجین کیا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ یعنی وہ ایک نشانی لگے ہوئے دفتر کی جگہ ہے۔ جس میں مجرموں کے نام ونشان اور اعمال کی کیفیت سب لکھی ہوئی ہے۔ سجین جو سجن سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں قید خانہ۔ اس کی حقیقت اور تفصیلی نوعیت تو حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں لیکن احادیث اور اقوال صحابہؓ وتابعین میں

سجین کی تشریح یوں آئی ہے کہ سجین ایک دفتر ہے جس میں ہر ایک مجرم کے نام ونشان درج ہیں اور بندوں کے عمل لکھنے والے فرشتے جن کا ذکر اس سے پہلی سورۃ میں آ چکا ہے ان مجرم کفار و فجار کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے بعد ہر شخص کے عمل علیحدہ علیحدہ اس دفتر میں داخل کرتے ہیں۔ نیز کفار و فجار کی ارواح بھی مرنے کے بعد اسی سجین کے قید خانہ میں جاتی ہیں۔ جو جہنم کا ایک طبقہ ہے اور ساتویں زمین کے نیچے ہے جو نہایت تنگ وتاریک جگہ ہے جہاں درد وغم کے سوائے اور کچھ نہیں۔

تو سجین مجرموں کا قید خانہ عالم پستی میں ہے اور جیسا کہ جیل خانوں میں قیدیوں کے لئے دفتر رہا کرتا ہے اور جب کوئی قیدی آتا ہے تو اس کا نام ونشان وغیرہ سب دفتر میں لکھ لیا جاتا ہے اسی طرح مجرموں کے اعمال نامہ محفوظ رکھنے اور ان کے نام ونشان مندرج ہونے اور ان کی روح قیامت تک رہنے کے لئے سجین ہے جو جہنم کا ابتدائی طبقہ ہے۔

آگے ان کے اعمال کی جزا کا بیان ہے کہ آج جو لوگ اللہ کے رسول اور اللہ کی کتاب کو جھٹلا رہے ہیں اور ان کی اطاعت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اور آخرت کا انکار کر رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اپنی اس روش کا خمیازہ بھگتنا نہ پڑے گا تو ایسا ہرگز نہیں ان جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی اور وہ دن دور نہیں بس مرنے کی دیر ہے کہ منکرین سجین میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

منکرین کی جسارتیں

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص روز جزا کا منکر ہے فی الحقیقت وہ اللہ کی ربوبیت، اس کی قدرت، اس کے عدل وحکمت سب کا منکر ہے اور جو ان چیزوں کا منکر ہو وہ جس قدر حد سے نکلنے والا اور گناہوں میں دلیر ہو تھوڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی ہدایات آتی ہیں تو وہ سن کر مزاق میں اڑا دیتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ ایسی باتیں لوگ پہلے بھی کرتے آئے ہیں۔ وہی پرانی کہانیاں اور فرسودہ افسانے۔ ایسی کہانیاں بہت سنی ہیں ان میں کیا دھرا ہے۔ بھلا ہم ان نقلوں اور کہانیوں سے ڈرنے والے کہاں ہیں۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ انکار کرنے والے اور قرآن کو اگلوں کے قصے بتلانے والے اور گناہوں اور نافرمانیوں میں حد سے بڑھنے والے جو سمجھے ہوئے ہیں ویسا ہرگز نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات قرآنیہ تو ایسی ہی ہیں کہ ان میں کسی شک وشبہ کا موقع نہیں۔ اصل یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے گناہوں کی کثرت سے اعمال بد کا زنگ چڑھ گیا ہے اس لئے صحیح حقیقت ان کے دل میں نہیں اترتی اور یہ ایسی باتیں بناتے ہیں۔

انجام سے غافل نہ رہو

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس انکار وتکذیب کے انجام سے وہ بے فکر نہ ہوں وہ وقت ضرور آنے والا ہے جب مومنین حق سبحانہ وتعالیٰ کے دیدار پر انوار کی دولت سے مشرف ہوں گے جو آخرت میں تمام جسمانی وروحانی لذات ونعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہوگی اور بدبخت مجرم محروم رکھے جائیں گے۔ پھر جب وہ ایسے ناپاک اور گندے ہیں تو ان کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا کہ وہ اسی لائق ہیں اور پھر ان کو مزید شرمندہ کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ وہ جہنم جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے اور جھٹلاتے تھے یہی تو ہے اب بھی یقین آیا کہ نبیوں کا فرمانا برحق تھا۔ اور اللہ کی کتاب میں دی ہوئی خبر بالکل سچ تھی۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ ہمارے قلوب کو اپنی معرفت اور ذکر وفکر سے منور فرما۔ اور ہمیشہ ہم کو توبہ واستغفار سے اپنے قلوب کو صاف وشفاف رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

یَااللّٰہ بہت سے گناہ بڑے تھے لیکن میں نے ان کو چھوٹا سمجھا اور محض اس خیال سے کہ کرلو دیکھا جائے گا میں کر گزرا۔ اب آئندہ ایسا نہ کروں گا آپ بچنے کی توفیق دیدینا اب میں معافی چاہتا ہوں ایسے سب گناہ بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ

ہرگز ایسا نہیں نیک لوگوں کا نامۂ عمل علیین میں رہے گا۔اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامۂ اعمال کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے۔جس کو

الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

مقرب فرشتے دیکھتے ہیں نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے۔مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے۔اے مخاطب تو اُن کے چہروں میں آسائش کی بشاشت پہچانے گا۔

نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ

اُن کو پینے کے لئے شراب خالص سربمہر جس پر مُشک کی مہر ہوگی ملے گی۔اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے۔

الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی۔یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے۔

كَلَّا ہرگز نہیں	اِنَّ بیشک	كِتٰبَ اعمالنامہ	الْاَبْرَارِ نیک لوگ	لَفِيْ البتہ میں	عِلِّيِّيْنَ علیین	وَمَآ اور کیا	اَدْرٰىكَ تجھ خبر	مَا عِلِّيُّوْنَ کیا علیین
كِتٰبٌ ایک دفتر	مَّرْقُوْمٌ لکھا ہوا	يَّشْهَدُهُ دیکھتے ہیں	الْمُقَرَّبُوْنَ نزدیک والے	اِنَّ بیشک	الْاَبْرَارَ نیک بندے	لَفِيْ نَعِيْمٍ البتہ نعمت آرام میں		
عَلَى پر	الْاَرَآئِكِ تخت	يَنْظُرُوْنَ دیکھتے ہوں گے	تَعْرِفُ تو پہچان لے گا	فِيْ میں	وُجُوْهِهِمْ ان کے چہرے	نَضْرَةَ تروتازگی	النَّعِيْمِ نعمت کی	
يُسْقَوْنَ انہیں پلائی جاتی ہے	مِنْ سے	رَّحِيْقٍ خالص شراب	مَّخْتُوْمٍ سربمہر	خِتٰمُهٗ اس کی مہر	مِسْكٌ مشک	وَفِيْ اور میں	ذٰلِكَ اس	
فَلْيَتَنَافَسِ چاہیے رغبت کریں	الْمُتَنَافِسُوْنَ رغبت کرنے والے	وَمِزَاجُهٗ اس کی آمیزش	مِنْ سے	تَسْنِيْمٍ تسنیم	عَيْنًا ایک چشمہ			
يَشْرَبُ پیتے ہیں	بِهَا اس سے	الْمُقَرَّبُوْنَ مقرب						

نیک لوگوں کا نامۂ اعمال علیین میں ہے

ان آیات میں بتلایا گیا کہ ابرار یعنی نیک لوگوں کے نامۂ اعمال علیین میں ہوں گے۔احادیث کی تشریح کے مطابق علیین ساتویں آسمان کے اوپر ہے جہاں ابرار کے اعمال نامے محفوظ دفتر میں رکھ دیئے جاتے ہیں اور جس کی نگرانی پر مقرب فرشتے مامور کئے گئے ہیں۔اور مقربین کی ارواح اسی جگہ مقیم رہتی ہیں اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے۔چنانچہ حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ جب ایمان دار نیک بندہ مرنے کو ہوتا ہے تو نورانی فرشتے اس کے روبرو آبیٹھتے ہیں اور اس مومن کے قریب ہو کر نہایت نرمی اور لطف سے کہتے ہیں لو چلو خدا کی رحمت و مغفرت،اور باغ بہار اور عیش دل پسند کی طرف۔تب اس کی روح فرحت و نشاط سے بدن سے نکل کر ان کے ساتھ ہو لیتی ہے اور وہ اس کو لے کر عالم بالا کی طرف جاتے ہیں اور راستہ میں جہاں ملائکہ ملتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ یہ کون معطر اور روشن روح ہے وہ ملائکہ جو لئے جا رہے ہیں اس کا بڑی تعظیم سے نام بتلاتے ہیں یہاں تک کہ اس کو وہاں تک لے جاتے ہیں کہ جہاں تک اس کی رسائی اس کی نورانیت و صفائی کی وجہ سے ہوتی ہے پھر کسی کو اول آسمان تک کسی کو دوسرے تک حتیٰ کہ کسی کو ساتویں آسمان تک پھر وہیں حکم خداوندی ہوتا ہے کہ میرے بندہ کا نام علیین کے دفتر میں لکھو تب وہ روح وہاں آتی ہے اور جو اس سے پہلے وہاں آئے ہیں ان سے بڑی خوشی کے ساتھ ملتے ہیں اور جس طرح سفر سے آنے والے سے مل کر خوش ہوتے ہیں اس سے زیادہ اُن کو خوشی

ہوتی ہے تب وہاں کی روحیں اپنے دنیاوی اقارب کا حال اس سے دریافت کرتی ہیں کہ فلاں کیسا ہے فلاں کا کیا حال ہے۔ پھر جو یہ بعض کی نسبت کہتا ہے کہ وہ مر گیا کیا تمہارے پاس نہیں آیا تب وہ کہتے ہیں کہ افسوس وہ تو ہاویہ میں گرایا گیا۔ یہاں تک تو عالم برزخ کا حال تھا جو مرنے کے بعد ابرار اور مقربین پر گزرتا ہے۔

نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے

آگے ان کے عالم آخرت کے متعلق بیان فرمایا جاتا ہے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ بلاشبہ ابرار یعنی نیک لوگ بڑی آسائش اور آرام میں ہوں گے۔ قرآن پاک میں اہل ایمان صالحین کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا ہے ایک تو اصحاب یمین اور ان سے بڑھ کر السابقون۔ پھر بعض جگہ اصحاب یمین کو ابرار اور سابقین کو مقربین سے تعبیر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اصحاب یمین اور ابرار ایک ہی جماعت کا نام ہے اور سابقین و مقربین دوسری جماعت کا نام ہے۔ اصحاب یمین اور ابرار جماعت میں صلحاء اور شہداء امت داخل ہیں اور سابقین اور مقربین میں حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام ہیں جن کو صدیقین سے تعبیر کیا جاتا ہے اس طرح اہل جنت چار قسم کے ہو گئے۔ نبیین، صدیقین، شہداء، والصالحین۔ تو یہاں بتلایا گیا کہ نیک لوگ نعیم یعنی نعمتوں میں ہوں گے۔ اب اس میں وہ تمام نعمتیں آ گئیں کہ جن کو انسان کا دل چاہے۔ عمدہ مکان، باغ و بہار، نفیس کپڑے، حور وغلمان۔ ہر طرح کی سواریاں کھانے پینے کی دل پسند چیزیں، فرحت وسرور کے سب سامان کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کے کان نے سنا اور نہ کسی کے ذہن میں آئے۔ یہ سب لفظ نعیم میں شامل ہیں۔

دیدار الٰہی

آگے فرمایا عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ مسہریوں یا تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے نظارہ کیا کریں گے اور جنت کے عجائبات دیکھا کریں گے اور دیدار الٰہی سے آنکھیں شاد کریں گے اور جنت کے عیش وآرام سے ان کے چہرہ ایسے پر رونق اور تروتازہ ہوں گے کہ ہر ایک دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان جائے کہ یہ لوگ نہایت عیش وآرام میں ہیں۔ لکھا ہے کہ اہل جنت کا کوئی قرابت دار کافر و مشرک عذاب میں مبتلا نظر آئے گا تو ان کی محبت کا رشتہ اس سے بالکل منقطع ہو جائے گا اور ان کے عیش ونشاط میں ان قرابت دار کفار کے برے حال دیکھنے سے کوئی تغیر پیدا نہ ہوگا اور ان کے چہروں پر وہی شادمانی اور نعمتوں کے آثار اور تازگی نمایاں ہوگی اور چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کے نورانی چہرے جگمگا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ شادمانی اور چہروں کی نورانیت وتازگی ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ آمین۔

شراب خالص پلائی جائے گی

آگے فرمایا گیا یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ یعنی ابرار اہل جنت کو شراب خالص پینے کو دی جائے گی جس میں نہ تلخی ہوگی نہ بدبو نہ نشہ ہوگا نہ خمار نہ دردسر ہوگا نہ بے ہوشی و بدحواسی بلکہ وہ ایک ایسی نادر شراب ہوگی جو ان باتوں سے پاک ہوگی۔ سربمہر ہوگی اور مشک کی مہر لگی ہوگی۔

آگے فرمایا گیا وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے۔ یعنی دنیا کی ناپاک شراب اس لائق نہیں کہ بھلے آدمی اس کی طرف رغبت کریں ہاں یہ جنتی شراب طہور ہے جس کے لئے لوگوں کو ٹوٹ پڑنا چاہئے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش ہونا چاہئے۔ یعنی لائق تحصیل یہ نعمتیں ہیں نہ کہ نعماء دنیا اور ان کی تحصیل کا طریق ایمان اور نیک اعمال ہیں پس اس میں کوشش کرنا چاہئے۔ آگے بتلایا گیا ومزاجہ من تسنیم اس شراب طہور کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی۔ قاعدہ ہے کہ شراب میں پانی ملا کر پیتے ہیں تو اس شراب طہور کی آمیزش کے لئے تسنیم کا پانی ہوگا اور وہ تسنیم کیا ہے؟ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ یعنی ایک ایسا چشمہ ہے جس سے صرف مقرب بندے پئیں گے۔ یعنی مقربین جن کو قرآن میں سابقین بھی کہا گیا ہے جو انبیاء کرام اور اولیاء عظام ہوں گے ان کو تسنیم کا خالص پانی پینے کو ملے گا اور ابرار واصحاب الیمین میں مومنین صالحین ان کو اس تسنیم کا پانی ملا کر شراب طہور میں دیا جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِہِمْ یَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾

جولوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔ اور جب ان کے سامنے سے ہوکر گذرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓی اَھْلِھِمُ انْقَلَبُوْا فَکِہِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْھُمْ قَالُوْٓا اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾

اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو دل لگیاں کرتے اور جب ان کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں۔

وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَیْھِمْ حٰفِظِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْکُفَّارِ یَضْحَکُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَی

حالانکہ یہ اُن پر نگرانی کرنے والے کرکے نہیں بھیجے گئے۔سو آج ایمان والے کافروں پر ہنستے ہوں گے۔

الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ ھَلْ ثُوِّبَ الْکُفَّارُ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

مسہریوں پر دیکھ رہے ہوں گے۔واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا۔

اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	اَجْرَمُوْا جرم کیا انہوں نے	کَانُوْا وہ تھے	مِنَ سے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے	یَضْحَکُوْنَ ہنستے	وَاِذَا اور جب
انْقَلَبُوْا لوٹتے	اَھْلِھِمُ اپنے گھر والے	اِلٰی طرف	انْقَلَبُوْا وہ لوٹتے	وَاِذَا اور جب	یَتَغَامَزُوْنَ آنکھ مارتے	بِہِمْ ان سے	مَرُّوْا گزرتے
وَمَا اُرْسِلُوْا اور نہیں بھیجے گئے	لَضَآلُّوْنَ گمراہ	ھٰٓؤُلَآءِ یہ لوگ	اِنَّ بیشک	قَالُوْا کہتے	رَاَوْھُمْ انہیں دیکھتے	وَاِذَا اور جب	فَکِہِیْنَ ہنستے باتیں بناتے
عَلٰی پر	یَضْحَکُوْنَ ہنستے ہیں	الْکُفَّارِ کافر	مِنَ سے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ایمان والے	فَالْیَوْمَ پس آج	حٰفِظِیْنَ نگہبان	عَلَیْھِمْ ان پر
	الْاَرَآئِکِ تخت	یَنْظُرُوْنَ دیکھتے ہیں	ھَلْ کیا	ثُوِّبَ بدلہ دیا گیا	الْکُفَّارُ کافر	مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ جو وہ کرتے تھے	

کافروسرکش مومنوں پر ہنستے تھے

گذشتہ میں پہلے کفار وفجار کا ذکر ہوا تھا۔ پھران کے مقابلہ میں مومنین صالحین کا ذکر فرمایا گیا اب ان خاتمہ کی آیات میں نیک وبد ہر دوفریق کا مجموعہ حال مذکور ہے۔ واضح رہے کہ یہ مکی سورۃ ہے جب کہ کفار قریش اور مشرکین مکہ اپنے غلبہ اور سرداری اور دنیوی سامان عیش وعشرت کے باعث نادار اور مفلس، کم مایہ اور بے حیثیت مومنین جیسے حضرت عمارؓ حضرت خبابؓ حضرت بلالؓ وغیرہ کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان پر آوازے کسے جاتے تھے اور معاذ اللہ ان غریب مسلمین کو باپ داوا کے دین کو چھوڑ دینے اور اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے گمراہ اور دین سے بھٹکا ہوا خیال کرتے تھے۔ اور آخرت کی بات کے لئے دنیا کی لذتیں چھوڑ دینے پر ان حضرات صحابہ کرام کو کفار احمق بتلاتے کہ یہ کیسے بے عقل لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے کو جنت کے ادھار پر دنیا کے نقد مزوں سے محروم کر رکھا ہے۔ نافرمانوں کی ایک عادت بد یہاں ان آیات میں یہ بتلائی گئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ جو لوگ مجرم تھے وہ ایمان والوں سے تحقیراً ہنسا کرتے تھے۔ اول تو کسی پر ہنسنا یوں بھی برا ہے۔ اس کی دل شکنی کا باعث ہے اور یہ اخلاق اور مروت انسانی سے بعید ہے پھر خود مجرم ہوکر جو خدا کے مطیع ہیں ان پر ہنسنا یہ تو نہایت ہی فعل بد ہے کیوں کہ جو کوئی کسی پر ہنستا ہے تو ضرور اپنے کو بہتر اور دوسرے کو کمتر سمجھتا ہے اور یہ بھی ایک سخت عیب ہے۔ پھر جو کوئی کسی پر ہنستا ہے تو اپنے آپ کو اس حالت سے کہ جس پر ہنس رہا ہے محفوظ سمجھتا ہے اور یہ نہیں خیال کرتا کہ مجھ سے بھی کوئی بالا دست ہے جو ممکن ہے مجھے اس سے بھی بدتر کردے اور اس کو مجھ سے بہتر بنا

دے۔ تو ایسا شخص جو دوسرے کو کمتر جان کر ہنستا ہے حوادث دہر اور قدرت کے انقلابات سے غافل ہے اور یہ خدا تعالیٰ کو غصہ میں لانے والی بات ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی کسی پر طعن کرے گا خود اسی میں مبتلا ہوگا۔ اور بزرگوں نے فرمایا ہے جو کسی پر ہنسے گا وہ ہنسا جائے گا۔

کفار کی دوسری حرکت

آگے مجرموں کا دوسرا فعل بد یہ بیان فرمایا گیا وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ اور ایمان والے جب ان کافروں کے سامنے سے ہو کر گزرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے۔ یہ بھی ایک کمینہ خصلت ہے اور اکثر نالائق طعن اور طنز کی راہ سے دوسروں کی طرف آنکھیں مارا کرتے ہیں اور منہ بنا کر اشارے کیا کرتے ہیں تو مشرکین مکہ ان خدا پرست صحابہ کے ساتھ یہی کیا کرتے تھے اور ان کی غرض اس سے ان کی تحقیر ہوتی تھی جو ان کی ظاہری شکستہ حالی پر اپنی ثروت و دولت کے زور میں ہنستے اور آنکھیں مارتے کہ لو یہ ہیں جنت کے وارث۔ حوروں کے شوہر جب ان کی دنیا میں یہ حالت ہے تو وہاں کیا ہوگا اور ہم جب یہاں دنیا میں عزت والے ہیں تو کیا وہاں ان سے بڑھ کر رتبہ نہ ملے گا۔ ان کو دیکھو جنہوں نے جنت کے ادھار پر دنیا کے نقد سے اپنے کو محروم کر رکھا ہے۔ اس طرح کفار خوش طبعی کرتے اور مسلمانوں پر پھبتیاں کستے۔

تیسری حرکت

آگے ان کفار کا تیسرا فعل بد بیان فرمایا جاتا ہے۔

وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو وہاں بھی ایمان والوں کا تذکرہ کر کے دل لگیاں کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے غائبانہ اور حاضری ہر حالت میں ان کفار کا اہل ایمان کی تحقیر اور استہزاء کا مشغلہ رہتا تھا۔

چوتھی حرکت

آگے چوتھا فعل بد ان کفار کا بیان فرمایا گیا۔

وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ اور جب کفار اہل اسلام کو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی پر ہیں کہ خواہ مخواہ زہد و ریاضت کر کے اپنی جانیں کھپاتے اور ادھار لذتوں کو موجودہ لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں اور لاحاصل مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ کیا یہ کھلی ہوئی غلطی نہیں کہ سب گھر بار عیش و آرام چھوڑ کر ایک شخص کے پیچھے ہو لئے اور اپنے آبائی دین کو بھی ترک کر بیٹھے اور ہر وقت نماز روزہ وعظ نصیحت ہی میں پھنسے رہتے ہیں۔ کھیل، تماشہ، تفریح، ہنسی دل لگی، ناچنا، گانا حسینوں میں دل بہلانا سب کچھ چھوڑ دیا۔ بھلا دیکھو تو سہی جب دنیا میں بھی مزے چھوڑ بیٹھے تو اور کیا رکھا ہے جس کے لئے جینے کی تمنا کریں۔ ان وجوہات کی بناء پر کفار مکہ اہل اسلام کو کم عقل اور غلطی پر ہونے کا الزام لگاتے۔

جب آنکھیں کھلیں گی

آگے بتلایا جاتا ہے۔

فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

یعنی ان کافروں اور مجرموں کو ان حرکات کا پتہ قیامت کے دن معلوم ہوگا جب کہ اہل ایمان ان کافروں پر ہنستے ہوں گے اور وہاں وہی لوگ جن کو آج دنیا میں احمق بنایا جاتا ہے۔ عقلمند ثابت ہوں گے آج جن پر ہنسا جا رہا ہے کل قیامت میں وہی ان ہنسنے والوں پر ہنس رہے ہوں گے۔ مسہریوں پر آرام سے بیٹھے اپنی خوشحالی اور کافروں کی بدحالی کا نظارہ کر رہے ہوں گے۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے کہ جو لوگ ان پر ہنسا کرتے تھے ان کو اپنے کرتوتوں کی پوری پوری سزا مل گئی کہ طوق اور زنجیروں میں کسے ہوئے جہنم کے اندر آگ میں جلتے بھنتے ہوں گے۔ روایات میں ہے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان کچھ دریچے اور کھڑکیاں ہوں گی جب مومن اہل جنت اپنے دین کے دشمن کافروں کو دیکھنا چاہے گا تو کھڑکیوں سے دوزخ کے اندر جھانکے گا اور کافروں کو عذاب ہوتا دکھائی دے گا تو مومن ان کفار پر ہنسیں گے۔

خلاصہ

اس سورت میں بھی بنیادی عقائد سے بحث کی گئی ہے'یوم القیامۃ کے احوال اوراھوال اس میں خاص طور پر مذکور ہیں لیکن اس کی ابتدائی آیات میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو''تطفیف'' جیسی اخلاقی کمزوری میں مبتلا ہیں۔''تطفیف'' کا معنی ہے ناپ تول میں کمی کرنا'ارشاد ہوتا ہے''بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں''بعض حضرات نے تطفیف کا دائرہ وسیع کر دیا ہے'امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تطفیف وزن اور کیل میں بھی ہوتی ہے عیب کے ظاہر کرنے اور چھپانے میں بھی 'انصاف کے لینے اور دینے میں بھی'جو شخص اپنے لیے تو پورا پورا انصاف چاہتا ہے مگر دوسروں کے ساتھ انصاف نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ''مطفف'' ہے۔یونہی جو شخص اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہ چیز پسند نہیں کرتا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے'اسی طرح جو شخص لوگوں کے عیب دیکھتا ہے مگر اپنے عیب نہیں دیکھتا'اسی طرح جو لوگوں سے اپنے حقوق مانگتا ہے لیکن ان کے حقوق ادا نہیں کرتا تو یہ سب لوگ اُس وعید کے مستحق ہیں جو وعید یہاں''مطففین'' کیلئے بیان ہوئی ہے۔''مطففین'' کی مذمت کے بعد ان سیاہ دلوں اور بدکاروں کا انجام بتایا ہے جو اللہ کے نور کو بجھانے کیلئے سر توڑ کوشش کرتے ہیں پھر ان کے مقابلے میں ان صلحاء اور ابرار کا تذکرہ ہے جنہیں آخرت میں دائمی نعمتیں میسر آئیں گی۔سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ یہ سیاہ دل'دنیا میں اللہ کے نیک بندوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے لیکن قیامت کے دن معاملہ الٹ ہو جائے گا اور نیک لوگ ان بدکاروں کا مذاق اڑائیں گے۔

سورۃ التطفیف کی خواص

۱..... جو آدمی اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے جنت کی شراب رحیق مختوم پلائیں گے۔

۲..... اگر کسی سٹور کی ہوئی چیز کی حفاظت مقصود ہو تو اس سورۃ کو پڑھ کر اس چیز پر دم کر دیں'ان شاء اللہ آپ کا مال محفوظ رہے گا۔

فائدہ:۔لیکن یہ یاد رکھیں کہ جو لوگ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور ناجائز منافع خوری کے لئے غلہ اور دیگر اشیائے ضرورت کا سٹاک کرتے ہیں۔ان کے لئے کوئی فائدہ نہ ہوگا جو کام شرعاً ممنوع ہے اس کی حفاظت کے لئے شرعی چیزوں کا سہارا لینا الٹا گناہ ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں اپنی مرضیات کے موافق گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔

یَااَللّٰہُ میں آپ سے گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی وجہ سے آپ کے غضب کے قریب ہو گیا ہوں یا کسی مخلوق کو گناہ کی طرف لے گیا یا ایسی خواہش دلائی ہو کہ وہ اطاعت وعبادت سے دور ہو گیا ہو۔

یَااَللّٰہُ میں نے عجب کیا ہو'ریاکاری کی ہو'کوئی آخرت کا عمل شہوت کی نیت سے کیا ہو'کینہ'حسد'تکبر'اسراف'کذب'غیبت'خیانت'چوری'اپنے اوپر اترانا'دوسرے کو ذلیل کرنا یا اس کو حقیر سمجھ کر یا حمیت وعصبیت میں آکر بے جا سخاوت'ظلم'لہو ولعب'چغلی یا اور کوئی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو جس کے سبب میں ہلاکت میں آ گیا ہوں'الٰہی!مجھے معاف فرما دے۔

یَااَللّٰہُ غیر اللہ سے عقلی طور پر ڈر گیا ہوں'تیرے کسی ولی سے دشمنی کی ہو الٰہی!تیرے دشمنوں سے دوستی کی ہو اور تیرے دوستوں کو رسوا کیا ہو یا تیرے غضب میں آجانے کا کام کیا ہو تو الٰہی!مجھے معاف فرما دے'میری توبہ ہے۔

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ   بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ   هِيَ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً 3

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا

جب آسمان پھٹ جاوے گا۔اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے۔اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جاوے گی۔اور اپنے اندر کی چیزوں کو باہر

وَتَخَلَّتْ ﴿۴﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۵﴾ يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴿۶﴾

اُگل دے گی اور خالی ہوجاوے گی۔اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کررہا ہے پھر اس سے جا ملے گا۔

اِذَا جب	السَّمَآءُ آسمان	انْشَقَّتْ پھٹ جائے گا	وَاَذِنَتْ اور سن لے گا	لِرَبِّهَا اپنے رب کا	وَحُقَّتْ اور اسی لائق ہے	وَاِذَا اور جب	الْاَرْضُ زمین
مُدَّتْ پھیلادی جائیگی	وَاَلْقَتْ اور نکال ڈالیگی	مَا فِيْهَا جو اس میں	وَتَخَلَّتْ اور خالی ہوجائیگی	وَاَذِنَتْ اور سن لیگا	لِرَبِّهَا اپنے رب کا	وَحُقَّتْ اور اسی لائق ہے	
يٰاَيُّهَا اے	الْاِنْسَانُ انسان	اِنَّكَ بیشک تو	كَادِحٌ تکلیف اٹھانے والا	اِلٰى طرف	رَبِّكَ اپنا رب	كَدْحًا خوب تکلیف	فَمُلٰقِيْهِ پھر اس کو ملنا ہے

وجہ تسمیہ، ترتیب

اس سورۃ کی ابتدا ہی اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ سے ہوئی ہے یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا۔انشقاق کے معنیٰ ہیں پھٹ جانا۔اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام انشقاق ہوا۔یہ بھی مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔یہ سورۃ بھی ان سورتوں میں سے ایک ہے جن کا اصل موضوع قیامت اور جزائے اعمال ہے۔

جب آسمان پھٹ جائے گا

اس سورۃ کی ابتداء بھی سابقہ سورۃ تکویر اور سورۃ انفطار کی طرح قیامت کے بعض واقعات کے بیان سے فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی نہیں۔یہ آسمان اور زمین باوجود اس قدر شاندار مضبوط اور محکم نظر آنے کے اللہ عزوجل کے حکم کے تابع ہیں اور اس کے فرمان کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں جب تک وہ انہیں اس شکل میں قائم رکھنا چاہتا ہے یہ قائم ہیں۔جس وقت اس کا حکم ہوا کہ ختم ہوجائیں یہ ختم ہوجائیں گے۔یہ اس کے حکم کے خلاف نہیں چل سکتے چنانچہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ جب کہ آسمان پھٹ جائے گا اور یہ بات کچھ محال اور ناممکن نہیں اس لئے کہ واذنت لربها وہ اپنے رب کا حکم سن لے گا یعنی جو کچھ امر تکوینی اس کی نسبت صادر ہوگا اس کو وہ فوراً قبول کرے گا۔ادھر خدا کا حکم ہوا ادھر آسمان کا انشقاق فوراً وقوع پذیر ہوجائے گا۔اور آسمان پر وہی حالت طاری ہوجائے گی جو خدا چاہے گا آگے فرمایا۔ وحقت یعنی آسمان کو لائق بھی یہی ہے کہ فوراً تعمیل حکم کرے کیونکہ آسمان اپنے وجود اور بقا میں اسی قدرت والے خدا کا محتاج ہے تو اس آسمان کا وجود و عدم دونوں اس خدا کے آگے یکساں ہیں جب تک چاہے قائم رکھے اور جب چاہے نیست و نابود کردے۔

اور جب زمین کھینچ دی جائے گی

آگے بتلایا گیا وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جائیگی۔اور وہ اپنے اندر کی چیزوں کو باہر اگل دے گی اور خالی ہوجائے گی۔یعنی اس دن زمین اس طرح کھینچ کر پھیلادی جائے گی جس طرح چمڑا یا ربڑ کھینچا جاتا ہے۔تب یہ زمین فراخ اور وسیع ہوجائے گی اور اس کی سطح بالکل ہموار ہوگی تاکہ سب

اولین وآخرین اس پر سماسکیں اوراس دن زمین کے اندر جس قدر مردے ہوں گے خدا کے حکم سے زمین ان کو باہر ڈال دے گی اور اس کا پیٹ مردوں سے بالکل خالی ہوجائے گا۔اور یہ سب کچھ وہ اپنے رب کے حکم سے کرے گی۔ وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گی اورزمین کولائق بھی یہی ہے کہ وہ تعمیل حکم کرے کیوں کہ اس کا وجوداور عدم وجودبھی اسی خداوندذوالجلال کے ہاتھ میں ہے۔

جزا کا دن

توان آیات کی ابتدالفظ اذا سے ہوئی ہے جس کے معنی ہیں جب یعنی جب ایسااورایسا ہوگا۔تو پھر کیا ہوگا؟ یہ بات یہاں بیان نہیں کی گئی لیکن اس کی تفصیل قرآن پاک میں جگہ جگہ بیان ہوئی ہے۔اوروہ یہ کہ جب ایسا ہوگا تو وہی جزا کا دن ہوگا۔اس دن انسانوں کوان کے کاموں کا بدلہ ملے گا اوراس دن ہرشخص کا دنیامیں کیا دھرا سب سامنے آجائے گا۔

دعوت فکر

اس حقیقت کے اظہار کے بعدآگے تمام انسانوں کو براہ راست خطاب فرمایا جاتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدۡحًا فَمُلٰقِيۡهِ اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک یعنی مرنے کے وقت تک کام میں کوشش کر رہا ہے پھر تو قیامت میں اس سے جا ملے گا۔اس میں تمام انسانوں کی طرف خطاب ہے۔نیک ہو یا بد، مومن ہو یا کافر کہ تو جو دنیا میں سرگرمی کر رہا ہے اور ہر شخص کسی نہ کسی کام وجدوجہد میں لگا ہوا ہے اس کی قوتیں اور اس کی صلاحیتیں مختلف کاموں میں صرف ہورہی ہیں۔کوئی نیکی اور حسنات میں محنت ومشقت اٹھاتا ہے کوئی بدی اورنافرمانی میں جان کھپاتا ہے۔کوئی اپنے رب کی اطاعت اوراس کوراضی رکھنے کی فکروکوشش میں لگا ہوا ہے۔کوئی طلب دنیااوراس کے لذات وشہوات کے حاصل کرنے میں سرگرداں ہے۔تو اے انسان تجھے یہ تیری کوشش اورعمل کا نیک وبدپھل ضرورملنا ہے۔یونہی عبث نہیں چھوڑا جائے گا کہ مرکر خاک ہوگیا آگے کچھ نہیں۔یہ دنیا کی ساری محنتوں اورکوششوں کا بدلہ تجھے تیرے رب کے پاس سے مل کر رہے گا اوراسی غرض کے لئے تجھے اپنے حقیقی مالک اور آقا کے حضور پیش ہونا پڑے گا اور اچھے کاموں کا بدلہ بھی ملے گا اور برے کاموں کا بھی گویا اس میں کمال درجہ کی تنبیہ ہے کہ دنیا میں انسان جو بھی کرے آنکھ بند کرکے نہ کرے محض آبائی تقلید اور پابندی رسم ورواج میں اندھا بن کر نہ کرے بلکہ سوچ سمجھ کر کرے کہ کیا کر رہا ہے کیونکہ ایک روز یہی آج کا کرنا دھرنا سب سامنے آئیگا۔

فائدہ

یہاں ان آیات میں آسمان اور زمین دونوں کے متعلق وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ جو فرمایا یعنی آسمان وزمین دونوں اپنے رب کے حکم پر کان دھریں گے اور یہی ان کے لئے زیبا بھی ہے تو اس حقیقت کے اظہار میں ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی مالکیت اوراس کے اقتدار کو سامنے لاتا ہے اورانسان کو یہ بتاتا ہے کہ جس خدا کی اطاعت سے اے غافل اور منکر انسان تو منہ موڑ رہا ہے اس کا حکم کس طرح اس پوری کائنات پر حاوی ہے اوردوسری طرف اس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اوراقتدار اعلیٰ کی ایک دلیل پوشیدہ ہے اوروہ یہ کہ آسمان وزمین اس لئے اس کے حکم پر کان دھرتے ہیں کہ وہ ان کا رب ہے۔ان کا آقا خالق اور مالک ہے اوران کے وجود اور بقا کا مداراسی کے حکم اوراسی کے رحم پر ہے۔پھر جب انسان بھی اس کائنات کا ایک جزو ہے اوراس کا رب بھی وہی اللہ ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اس کے احکام پر کان نہ دھرے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ قیامت وآخرت پر ایمان کے ساتھ ایسا یقین کامل ھی ہم کونصیب فرمائیں کہ اس دنیا میں ہم آخرت سے کسی لمحہ غافل نہ ہوں۔یا اللہ ہمیں اس دنیا میں اپنا فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھئے اوراسی حالت میں ہم کو موت نصیب فرمائیے۔اورانجام کی کامیابی اورکامرانی نصیب فرمائیے۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۙ وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ

تو جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا۔ سو اس سے آسان حساب لیا جاوے گا۔ اور وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا۔

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ؕ اِنَّهٗ کَانَ

اور جس شخص کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا۔ سو وہ موت کو پکارے گا۔ اور جہنم میں داخل ہوگا۔ یہ شخص اپنے متعلقین میں

فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۚۛ بَلٰۤی ۚۛ اِنَّ رَبَّهٗ کَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ؕ

خوش خوش رہا کرتا تھا۔ اُس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو لوٹنا نہیں ہے۔ کیوں نہ ہوتا اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا۔

فَاَمَّا پس	مَنْ جو	اُوْتِیَ دیا گیا	کِتٰبَهٗ اسکا اعمالنامہ	بِیَمِیْنِهٖ اسکے داہنے ہاتھ میں	فَسَوْفَ پس عنقریب	یُحَاسَبُ حساب لیا جائیگا	حِسَابًا حساب	یَّسِیْرًا آسان	
وَّیَنْقَلِبُ اور لوٹیگا	اِلٰی طرف	اَهْلِهٖ اپنے اہل	مَسْرُوْرًا خوش خوش	وَاَمَّا اور وہ	مَنْ جو	اُوْتِیَ دیا گیا	کِتٰبَهٗ اسکا اعمالنامہ	وَرَآءَ پیچھے	ظَهْرِهٖ اس کی پشت
فَسَوْفَ پس عنقریب	یَدْعُوْا مانگے گا	ثُبُوْرًا موت	وَّیَصْلٰی اور داخل ہوگا	سَعِیْرًا آگ	اِنَّهٗ بیشک وہ	کَانَ تھا	فِیْ میں	اَهْلِهٖ اپنے اہل	مَسْرُوْرًا خوش وخرم
اِنَّهٗ بیشک اس	ظَنَّ گمان کیا	اَنْ کہ	لَّنْ یَّحُوْرَ ہرگز نہ لوٹیگا	بَلٰی کیوں نہیں	اِنَّ رَبَّهٗ بیشک اسکا رب	کَانَ تھا	بِهٖ اس کو	بَصِیْرًا دیکھنے والا	

خوش نصیب لوگ

گذشتہ آیات میں قیامت کے بعض حالات کو بیان فرما کر بتلایا گیا تھا کہ انسان جو کچھ دنیا میں کر رہا ہے اسے ان کاموں کا بدلہ آخرت میں ضرور مل کر رہے گا۔ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ تمام انسان اپنے دنیا کے اعمال کے لحاظ سے آخرت میں دو گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک گروہ کامیاب اور خوش نصیب ہوگا دوسرا گروہ ناکام و نامراد ہوگا۔ کامیاب اور خوش نصیب لوگوں کی یہ علامت ہوگی کہ میدان حشر میں ان کا اعمال نامہ ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ یہ داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جانا خیر و برکت کی نشانی ہوگی اور اس کے لئے بشارت ہوگی کہ یہ اہل خیر میں سے ہے اور اس کے بعد جھٹ پٹ اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے بعض نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے سنا اللھم حاسبنی حساباً یسیراً اے اللہ میرا حساب آسان فرما۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آسان حساب کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا آسان حساب یہ ہے کہ بندہ کے اعمال نامہ پر نظر ڈالی جائے اور اس سے درگزر کیا جائے یعنی کوئی پوچھ گچھ اور جرح نہ کی جائے۔ بات یہ ہے کہ جس کے حساب میں اس دن جرح کی جائے گی اے عائشہ اس کی خیر نہیں وہ ہلاک ہو جائے گا۔ بخاری و مسلم کی ایک صحیح حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں اللہ تعالیٰ ایمان والے اپنے بندے کو اپنی رحمت سے قریب کرے گا اور اس پر اپنا خاص پردہ ڈالے گا اور دوسروں سے اس کو پردہ میں کر لے گا پھر اس سے پوچھے گا کیا تو پہچانتا ہے فلاں گناہ فلاں گناہ وہ کہے گا ہاں اے پروردگار مجھے یاد ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے سارے گناہوں کا اقرار کرا لے گا اور وہ بندہ اپنے جی میں خیال کرے گا کہ میں تو ہلاک ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں کو چھپایا تھا اور آج میں ان کو بخشتا اور معاف دیتا ہوں پھر اس کو نیکیوں والا اعمال نامہ اس کے حوالہ کر دیا جائے گا یعنی اہل محشر کے سامنے صرف نیکیوں والا ہی اعمال نامہ آئے گا اور گناہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پردہ ہی پردہ میں ختم کر دیں گے۔ لیکن اہل کفر اور منافقین کا معاملہ یہ ہوگا کہ ان کے متعلق برسرِ عام پکارا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اللہ پر جھوٹی

جھوٹی باتیں باندھیں یعنی غلط اور بے اصل خیالات کو اللہ کی طرف نسبت دے کر اپنا دین و مذہب بنایا خبردار اللہ کی لعنت ہے ایسے ظالموں پر۔غرض ان خوش نصیب لوگوں پر جن کے اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیئے گئے ہوں گے اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی عنایات ہوں گی اور وہ بدون بحث و مناقشہ کے سستے چھوڑ دیئے جائیں گے۔ایسے خوش نصیب بندوں کو نہ سزا کا خوف پھر رہے گا نہ اللہ کے غصہ کا ڈر ہوگا۔ نہایت امن و اطمینان سے اپنے مومن دوست و احباب عزیز و اقارب اور مسلمان بھائیوں کے پاس خوشیاں مناتا ہوا آئے گا جو حشر میں اس کے حساب کتاب کی اطلاع کے واسطے منتظر کھڑے ہوں گے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے ہمارا اعمال نامہ ہمارے داہنے ہاتھ میں دیا جانا مقدر فرمائیں اور ہماری بھی محشر میں پردہ پوشی فرمائیں اور ہمارا حساب آسان فرمائیں۔آمین۔

بدنصیب گروہ

دوسرا گروہ جو بدنصیب اور شقی ہوگا اور ان کے بدنصیبی کی نشانی اور علامت یہ ہوگی کہ ان کا اعمال نامہ ان کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا اور وہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا۔یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں اللہ کے باغی اور نافرمان رہے اور جنہوں نے اس دنیا ہی کی لذتوں کو اپنا مقصود بنا لیا اور انہوں نے اپنا وقت غفلت میں گزارا یہ دنیا میں اپنے اہل وعیال اور اپنے ہم مشرب لوگوں کے ساتھ ایسے مگن رہے کہ انہوں نے آخرت کی بالکل پرواہ نہ کی۔اور اس کا انکار کیا اور اسی انکار کی وجہ سے غفلت کا شکار رہے اور انجام سے بے پرواہ ہو کر زندگی گزارتے رہے۔ایسے لوگوں کو ان کے اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے۔فرشتے سامنے سے ان کی صورت دیکھنا پسند نہیں کریں گے گویا غایت کراہت کا اظہار کیا جائے گا اور ممکن ہے کہ پیچھے کو ہاتھ بندھے ہوئے ہوں اس لئے اعمال نامہ پشت کی طرف سے دینے کی نوبت آئے۔

الغرض جس بدبخت کو پیٹھ کی طرف سے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ عذاب کے ڈر سے موت کو پکارے گا اور ہائے ہائے کرے گا اور کہے گا کہ موت آجائے تو میں مر کر اس مصیبت سے بچ جاؤں۔مگر پھر وہاں موت کہاں وہ تو دہکتی ہوئی نار جہنم میں ڈالا جائے گا کہ پڑا وہیں جلا کرے۔اور وہ کیوں جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا اس کا سبب بھی بیان فرمایا کہ دنیا میں آخرت سے بےفکر تھا۔اپنے گھر اور اہل وعیال میں مگن تھا۔شہوات ولذات کے گھوڑوں پر سوار تھا۔آخرت کی کچھ فکر نہ تھی بلکہ سرے سے قائل ہی نہ تھا۔رات دن طلب مال و زر میں مصروف و منہمک رہا۔نہ حلال و حرام کی کچھ پروا کی نہ جائز و ناجائز کا خیال کیا۔بس شراب کباب' عیش وعشرت' زنا' ناچ گانا' تماشہ راگ رنگ میں مسرور تھا اور یہ بھی سمجھے ہوئے تھا کہ میں نے اللہ کے پاس جانا نہیں۔حساب دینا نہیں کوئی پوچھنے والا نہیں جو من چاہا کیا اور گناہ اور شرارتوں پر خوب دلیر رہا۔اس کو تو یہی خیال تھا کہ اسے لوٹ کر خدا کے پاس جانا ہی نہیں ہے۔لیکن اس کا یہ خیال غلط تھا اس کو لوٹ کر ضرور آنا تھا۔اور بلاشبہ اس کا رب اس سے باخبر تھا۔پیدائش سے موت تک برابر دیکھتا تھا۔ کہ اس کی روح کہاں سے آئی۔بدن کس طرح کس کس چیز سے بنا پھر دنیا میں اس نے کیا اعتقاد رکھا کیا عمل کیا دل میں کیا بات تھی زبان سے کیا نکلا اور ہاتھ پاؤں سے کیا کمایا اور موت کے بعد اس کی روح کہاں گئی اور بدن کے اجزاء بکھر کر کہاں کہاں پہنچے تو جو خدا اس انسان کے احوال سے اس قدر واقف ہو اور اس کی ہر جزئی اور کلی حالت کو نگاہ میں رکھتا ہو تو کیا گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس کو یونہی مہمل اور معطل چھوڑ دے گا۔نہیں بلکہ ضرور ہے کہ وہ اس کے اعمال پر ثمرات ونتائج مرتب کرے۔یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کے باغی اور ناشکرے اور فرمانبردار اور شکر گزار دونوں قسم کے لوگ بس زندگی گزار کر ختم ہو جائیں۔باغیوں کو کوئی سزا نہ ملے اور وہ بظاہر عیش وآرام کے ساتھ دنیا میں من مانی زندگی گزارتے رہیں اور وفاداروں کو کوئی انعام نہ ملے بلکہ بظاہر وہ تکلیف اور مصیبت میں رہیں۔یہ تو بڑی بے انصافی ہوگی۔انصاف کا تقاضا ہے کہ بدلہ کا ایک دن آئے اور سب کو بدلہ دیا جائے۔رحمت کا تقاضا ہے کہ فرمانبرداروں کو نعمت سے نوازا جائے۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ مجرموں کو جرم کی سزا بھگتنا پڑے اور حکمت کا تقاضا ہے کہ یہ عالم بے مقصد نہ ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾

سو میں قسم کھا کر کہتا ہوں شفق کی۔ اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے۔ اور چاندکی جب وہ پورا ہو جاوے۔ کہ تم لوگوں کو ضرور ایک

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔ سو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے۔ بلکہ یہ کافر تکذیب

يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

کرتے ہیں۔ اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔ سو آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دیجئے۔ لیکن جو لوگ ایمان لائے

الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾

اور انہوں نے اچھے عمل کئے ان کیلئے ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں۔

فَلَآ اُقْسِمُ سو میں قسم کھاتا ہوں	بِالشَّفَقِ شام کی سرخی	وَالَّيْلِ اور رات	وَمَا اور جو	وَسَقَ سمٹ آتی ہے	وَالْقَمَرِ اور چاند	اِذَا جب	اتَّسَقَ وہ مکمل ہو جائے
لَتَرْكَبُنَّ تم کو ضرور چڑھنا ہے	طَبَقًا ایک درجہ	عَنْ سے	طَبَقٍ درجہ	فَمَا سو کیا	لَهُمْ انہیں	لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لائے	وَاِذَا اور جب
قُرِئَ پڑھا جاتا ہے	عَلَيْهِمُ ان پر	الْقُرْاٰنُ قرآن	لَا يَسْجُدُوْنَ وہ سجدہ نہیں کرتے	بَلِ بلکہ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	يُكَذِّبُوْنَ وہ جھٹلاتے ہیں	
وَاللّٰهُ اور اللہ	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَا جو	يُوْعُوْنَ بھر رکھتے ہیں	فَبَشِّرْهُمْ سو انہیں خوشخبری سنا	بِعَذَابٍ عذاب کی	اَلِيْمٍ دردناک	اِلَّا سوائے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوا اور انہوں نے کام کئے	الصّٰلِحٰتِ اچھے	لَهُمْ ان کیلئے	اَجْرٌ اجر	غَيْرُ مَمْنُوْنٍ نہ ختم ہونے والا		

ربط: گذشتہ آیات میں قیامت کے بعض واقعات اور جزاو سزا کا کچھ حال بیان کیا گیا تھا۔ اب منکرین قرآن کا یہ حال تھا کہ مر کر مٹی ہو جانے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہونا ان کی سمجھ میں آتا تھا نہ مرنے کے بعد حساب کتاب اور جزاو سزا کے وہ قائل تھے اس لئے آگے ان آیات میں قسمیہ کلام کے ساتھ بطور اتمام حجت کے منکرین قرآن و قیامت سے فرمایا گیا کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔

شفق کی قسم:

یہاں تین چیزوں کی قسم کھائی گئی اور دراصل یہ تینوں چیزیں جن کی قسم کھائی گئی یہ دلائل ہیں جو بصورت قسم بیان کئے گئے۔ پہلی قسم فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ہے یعنی میں شفق کی قسم کھا کر کہتا ہوں شفق آفتاب غروب ہونے کے بعد جو سرخی ظاہر ہوتی ہے اس کو کہتے ہیں تو یہاں مناسبت اور نکتہ اس کی قسم کھانے میں یہ ہے کہ جس طرح شفق سے رات شروع ہوتی ہے اسی طرح موت کے بعد سے عالم برزخ شروع ہوتا ہے اور دنیا سے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں اور مرنے والے اور دنیا کے درمیان ایک پردہ اندھیری رات کی طرح حائل ہو جاتا ہے۔

رات کی قسم

اس لئے شفق کے بعد دوسری قسم رات کی کھائی اور فرمایا وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ یعنی قسم ہے رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے۔ دن کو اکثر انسان وحیوان باہر پھرا کرتے ہیں اپنے اپنے معاش اور کام کاج کی تلاش کرتے ہیں۔ رات کو اپنے اپنے ٹھکانوں پر آ جاتے ہیں اور سب آرام کرنے کے لئے سو جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے دنیا آباد تھی۔ اب رات میں ہر طرف سناٹا چھا جاتا

ہے اور موت کا نمونہ طاری ہو جاتا ہے اور ایسی شان ہوتی ہے جو موت کو یاد دلاتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سونے کے لئے لیٹتے تو ایسی دعائیں پڑھتے جن میں مرنے کی طرف اور خدا کے پاس جانے کی طرف اشارہ ہوتا تھا اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس کی تعلیم فرماتے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا قصد فرماتے تو داہنی کروٹ پر اپنا ہاتھ دائیں رخسارہ کے نیچے رکھ کر یہ دعا فرماتے۔ **اللھم باسمک اموت و احییٰ** اے اللہ میں تیرے ہی نام سے مرتا ہوں اور جیتا ہوں اور آپ جب نیند سے بیدار ہوتے تو یہ فرماتے۔ **الحمد للہ الذی احیانی بعد ما اماتنی و الیہ النشور** سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مرنے کے بعد زندہ کر دیا اور اسی کے پاس سب کو جا کر جمع ہونا ہے۔ الغرض رات کی حالت دن سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور عالم برزخ کی زندگی رات کی نیند کے مشابہ ہے مگر جس طرح دن کی روشنی کو قیام نہیں تھا اسی طرح رات کے اندھیرے کو بھی بقا نہیں یہاں جو حالت ہے وہ برابر بدل رہی ہے چنانچہ اندھیرا چھا جانے کے بعد جب پورا چاند نکل آتا ہے تو پھر اجالا ہو جاتا ہے یہ مشابہت ہے کہ موت کے بعد پھر ایک نئی زندگی عطا ہو گی اور عالم فنا کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

انسانی حالات کی تبدیلیاں

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ اور قسم ہے چاند کی جب پورا ہو جائے۔ تو ان تینوں حالات کے قسم کھا کر فرمایا جاتا ہے۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔ یعنی ایک منزل کے بعد دوسری منزل طے کرنی پڑے گی۔ پہلے ماں کے پیٹ میں رہنے کی ایک منزل تھی جب اس منزل کو طے کر کے دوسری منزل میں قدم رکھا یعنی بچے کی شکل میں پیدا ہو کر اس دنیا میں آیا پھر لڑکپن کی منزل کو طے کر کے جوانی کی منزل میں آیا۔ پھر اس منزل کو بھی طے کر کے بڑھاپے کی منزل میں آیا جس کے بعد موت آ جاتی ہے تو یہیں بس نہیں۔ سلسلہ آگے بھی چلتا ہے اس کے بعد عالم برزخ ہے۔ پھر قیامت ہو گی۔ پھر دوبارہ زندگی حاصل ہو گی۔ پھر حشر ہو گا اور اعمال کی جزا و سزا عمل میں آئے گی۔ اور اخیر میں جنت یا جہنم میں ٹھکانا ہو گا۔ تو تغیرات عالم خصوصاً انسان کا تغیر و تبدل بآواز بلند پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ اے انسان تو کہیں سے آیا ہے اور بے اختیار مسافر کی طرح کہیں جا رہا ہے۔ جو کسی کے روکنے سے نہیں رکتا۔

جو خدا یہ تمام تصرفات کر رہا ہے اور جس کی قدرت سے یہ ساری تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ دنیا کے اس نظام کو جب چاہے ختم کر دے اور پھر جب چاہے دوبارہ قائم کر دے۔

وہ اک سجدہ جسے تو سمجھتا ہے گراں

آگے فرمایا جاتا ہے کہ ان منکرین کو کیا ہو گیا کہ جو ان حقیقتوں کو تسلیم نہیں کرتے اور قرآن جو کہہ رہا ہے اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور آخرت کے لئے سامان کیوں نہیں کرتے۔ کیا وجہ کہ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ان کی گردنیں اطاعت و فرمانبرداری کے لئے کیوں نہیں جھک جاتیں؟ اگر ان کی عقل خود بخود ان حالات کو دریافت نہیں کر سکتی ان کو تو لازم تھا کہ قرآن کے بیان سے فائدہ اٹھاتے لیکن اس کے برخلاف ان کا حال یہ ہے کہ قرآن کو سن کر بھی ذرا عاجزی اور تذلل کا اظہار نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جب مسلمان خدا کی آیات سن کر سجدہ کرتے ہیں تو ان کو سجدہ کی توفیق نہیں ہوتی اور فقط اتنا ہی نہیں کہ اللہ کی آیات سن کر عاجزی اور تذلل کا اظہار نہیں کرتے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان قرآنی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور دلوں میں جو تکذیب و انکار اور بغض و عناد اور حق کی دشمنی بھری ہوئی ہے اس کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے

اخیر میں فرمایا گیا کہ ایسے بدبخت لوگوں کے لئے آخرت میں کسی قسم کی بھی خوشخبری نہیں۔ ہاں ان کے لئے اگر کوئی خوشخبری ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

ایمان و عمل صالح پر بہترین انعام

رہے وہ لوگ جو خدا کی بھیجی ہوئی کتاب کو اور اس کے بھیجے ہوئے رسول کو سچا مانتے ہیں اور انہیں آخرت کا بھی یقین ہے اور وہ جس

کتاب پر ایمان لائے ہیں اس کے احکام پر چلتے ہیں اور انہوں نے جس رسول کی تصدیق کی ہے اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں بہترین انعام ہے۔ ایسا انعام جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ گو ان کا ایمان اور عمل ان کی عمر کے زمانہ تک محدود ہے مگر خدائے تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کو ابدالآباد کے لئے نعمتیں عطا فرمائے گا۔ **اللھم اجعلنامنھم آمین**۔

سجدہ تلاوت

ان آیات میں ایک آیت سجدہ بھی ہے جس کے پڑھنے اور سننے سے سجدۂ تلاوت لازم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دعا کے بعد تمام حاضرین اور سامعین ایک سجدۂ تلاوت ادا کرلیں۔ جو اس بات کی عملی نشانی ہوگی کہ یہ سجدہ کرنے والے وہ ہیں جو قرآن کی بیان کی ہوئی حقیقتوں کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنے معبود حقیقی کو سجدہ کر کے اپنی بندگی و عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور یہ ان لوگوں سے الگ ہیں جو اس قرآن کو سن کر نہ اس کی حقیقتوں کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ اس کے احکام پر کان دھرتے ہیں۔

خلاصہ

سورۂ انشقاق کی ابتدائی آیات میں ان کائناتی تبدیلیوں کا ذکر ہے جو قیام قیامت کے وقت رونما ہوں گی۔ پھر جب قیامت قائم ہو جائے گی تو حساب کے مرحلہ سے گزر کر انسان دو فریقوں میں تقسیم ہو جائیں گے، بعض وہ ہوں گے جن کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور بعض کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔

اگلی آیات میں تین قسمیں کھا کر فرمایا گیا ''یقیناً تم ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچو گے'' یعنی قیامت کے دن تمہیں مختلف مصائب اور مراحل کا سامنا کرنا پڑے گا اور ہر اگلا مرحلہ پہلے مرحلہ سے شدید تر ہوگا البتہ وہ لوگ ان مصائب اور مختلف عذابوں سے محفوظ رہیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے۔

سورۃ الانشقاق کے خواص

۱......جس عورت کو بچہ نہ ہوتا ہے تو یہ سورۃ لکھ کر اس کے گلے میں لٹکائی جائے تو اس کے بچے ہونے لگیں گے۔

۲......جس آدمی کو زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہو اور شدید درد ہو تو اس پر سورۃ الانشقاق پڑھ کر دم کریں۔

۳......اس سورۃ کو لکھ کر گھر میں رکھنے سے کیڑے مکوڑوں اور دیگر حشرات الارض سے حفاظت رہے گی۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہُ اپنے فضل وکرم سے، ہمارا حشر ونشر اپنے مومنین صالحین بندوں کے ساتھ فرمایئے اور انہی کے ساتھ اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے ہم کو بھی نوازیں اور ہمارا آخری ٹھکانہ اپنی جنت میں بنائیں۔

یَااللّٰہُ آخرت سے غفلت ہی ایسا مرض ہے کہ جو آپ کی نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ اس وقت، امت مسلمہ میں یہ مرض عام ہوتا جارہا ہے۔ **الاماشآء اللہ** یَااللّٰہُ ہماری اس غفلت کو دور فرما۔

یَااللّٰہُ جس گناہ کے صغیرہ ہونے سے عذاب آئے، جس گناہ کے کبیرہ ہونے سے، عذاب زیادہ ہو جائے اور ان کے وبال میں ابتلا ہو جائے اور ان پر اصرار کرنے سے نعمت زائل ہو جائے ایسے سب گناہ میرے معاف کر دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾

قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور وعدہ کئے ہوئے دن کی۔ اور حاضر ہونے والے کی اور اس کی جس میں حاضری ہوتی ہے۔

وَالسَّمَآءِ قسم آسمان کی	ذَاتِ الْبُرُوْجِ برجوں والا	وَالْيَوْمِ اور دن کی	الْمَوْعُوْدِ وعدہ کئے ہوئے	وَشَاهِدٍ اور حاضر ہونیوالا	وَّمَشْهُوْدٍ اور جہاں حاضر ہوتے ہیں

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کی ابتداء ہی وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ سے ہوئی ہے۔ (قسم ہے برجوں والے آسمان کی) اسی لفظ بروج کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام بروج مقرر ہوا۔ یہ بھی مکی سورۃ ہے

شان نزول: شان نزول اس سورۃ کا بھی یہی ہے کہ مکہ معظمہ میں جب آفتاب نبوت طلوع ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دین عام لوگوں کو دینا شروع کی تو قریش مکہ کو یہ امر سخت ناگوار گزرا کیوں کہ دین اسلام کی دعوت ان کے قدیمی دین و دستور کے خلاف تھی۔ انہوں نے اپنے بتوں اور دیوتاؤں کی برائیاں سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنا شروع کیا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر دعوت اسلام قبول کر لیتے تھے ان پر بھی ظلم ڈھانا شروع کیا۔ مار پیٹ، سخت گوئی فحش کلامی تک ہی نوبت نہ رکھی بلکہ اس سے بھی گزر کر ظلم و تشدد میں حد سے تجاوز کرنے لگے۔ جلتی ہوئی ریت پر گرم دھوپ میں باندھ کر ڈال دینا اور پھر ملک عرب کی دھوپ الامان والحفیظ جہاں کہ ٹمپریچر ۱۲۰ ڈگری تک پہنچ جاتا ہے۔ اور پھر کوڑے برسانا، پتھروں سے مار مار کر خون میں نہلا دینا۔ دہکتے ہوئے آگ کے انگاروں پر لٹانا۔ پیٹ میں نیزہ گھونپ دینا۔ عورتوں کو بے ستر کر کے ذلیل کرنا اسلام میں سب سے پہلی شہادت حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہ خاتونؓ کی ہوئی۔ ابوجہل نے ان کی پیشاب گاہ میں نیزہ مار کر ان کو شہید کیا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ الغرض بت پرست کفار مکہ نے اپنی بت پرستی اور مذہب کی حمایت میں کوئی ایسا ظلم و تشدد نہ چھوڑ ہوگا جو انہوں نے ابتدا میں مسلمانوں پر مکہ میں نہ کیا ہو۔ مظلوم غریب مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر شکایت کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تسلی فرماتے کہ کچھ عرصہ صبر کرو۔ کفار کا زور ٹوٹ جائے گا اور یہ تمہارے آگے ذلیل و مغلوب ہو جائیں گے۔ یہ سن کر کفار مکہ اور بھی زیادہ تمسخر اور استہزاء کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو ان کے ظلم و ستم پر متنبہ کرنے اور اہل اسلام کو تسلی دینے کی خاطر یہ سورۃ نازل فرمائی۔ اس سورۃ میں منکرین کے لئے سخت تنبیہ اور ان کو برے انجام سے ڈرایا گیا ہے اور ان کو دھمکی دی گئی ہے۔ جو اہل ایمان کو ستاتے ہیں ساتھ ہی مسلمانوں کو تسلی اور دلاسا دیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھنے والے بندوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہیں اور ان کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں آخر کار وہ خود ہلاکت اور بربادی سے دوچار ہوتے ہیں اور اس کے لئے تاریخی شہادت کے طور پر "اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ" کا ذکر فرمایا۔

پہلی قسم: یہاں چار چیزوں کی قسم کھائی ہے اور وہ چاروں ہی چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت و سطوت پر دلالت کرتی ہیں کہ تمام دنیا اس کے آگے مسخر ہے۔

پہلی قسم وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ہے یعنی قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ اس کے لئے آسمان کے بارہ حصے مقرر کر لئے ہیں آسمان پر ستاروں کے اجتماع سے مختلف اشکال نمودار ہوتی ہیں اب آسمان کے مجوزہ ۱۲ حصوں میں سے ہر حصہ کی اسی شکل سے نام و ذکر کیا۔ مثلاً کہیں ستاروں کے ملنے سے بیل کی صورت پیدا ہو گئی تو برج ثور نام رکھ دیا۔ مچھلی کی صورت پیدا ہو گئی تو برج حوت نام رکھ دیا وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح سورج کے بعض برج میں رہنے سے دن رات برابر ہو جاتے ہیں اور بعض میں رہنے سے دن گھٹنا شروع ہو جاتا ہے اور بعض میں رہنے سے دن بڑھنے لگتا ہے۔ نزول قرآن سے پہلے بھی عرب آسمان

میں اس قسم کے برجوں کے قائل تھے جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے اشعار سے پتہ چلتا ہے۔ تو یہاں برجوں والے آسمان کی اس وجہ سے قسم کھائی ہے تاکہ اہل بصیرت پر روشن ہوجائے کہ کائنات کی کوئی شے اپنی ایک حالت پر قائم نہیں رہتی۔ ہر روز عالم کی اشیاء میں انقلابات وارد ہوتے رہتے ہیں کبھی گرمی ہے تو کبھی سردی۔ کبھی بہار ہے تو کبھی خزاں۔ کبھی دن بڑے ہیں تو کبھی رات چھوٹی ہیں۔ اسی طرح دنیا کے امور میں بھی انقلاب آتے ہیں۔ کبھی ظالموں اور جابروں کے غرور کو توڑ دیا جاتا ہے ان کے روتکبر کو خاک میں ملا دیا جاتا ہے۔ یہ روزمرہ کے انقلابات ہیں جو دنیا میں جاری و ساری ہیں۔ تو اس اظہار سے جہاں کفار کو تنبیہ وتہدید ہے وہیں اہل ایمان کو تسلی اور بشارت ہے۔ آج جو اہل ایمان کمزور وضعیف ہیں آگے یہی صاحب قوت واقتدار ہوں گے اور کفار مکہ ان کے آگے ذلیل ورسوا ہوں گے اس طرح اہل اسلام کو اس میں تسلی بھی ہے اور بشارت بھی کہ چند روز کے مصائب سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں آخر فتح انہی کی ہوگی۔

دوسری قسم: وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ یعنی قسم ہے وعدہ کئے ہوئے دن کی۔ اس سے مراد یوم قیامت ہے کہ جس کا تمام انبیاء علیہم السلام کی معرفت سزا وجزا کے لئے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے تو اس وعدہ کے دن کی قسم کھانے سے اپنے وعدہ کا وثوق دلانا مقصود ہے جس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا کی ترقی۔ اقبال مندی اور اس کی جملہ شادمانی محدود ہے۔ اس کی بقاء کا وقت مقرر ہے پھر اس کی فنا کا بھی ایک دن موعود ہے۔ تو یہ قسم اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ قیامت ہوکر رہے گی اور اعمال کی جزا وسزا ضرور ملے گی۔ آج اگر خدا کے فرمانبردار' ایمان دار' نیک لوگ' مصیبتیں جھیلتے رہتے ہیں اور طرح طرح سے ستائے جاتے ہیں اور خدا کے باغی نافرمان بدکار دندناتے اور مزے اڑاتے پھرتے ہیں لیکن اس کائنات کا مالک بڑا منصف ہے اس نے وعدے کا ایک دن مقرر کردیا ہے۔ جب وہ وعدہ کا دن آجائے گا تو پھر سب کے ساتھ پورا انصاف کیا جائے گا فرمانبرداروں کو ان کی وفاداری کا بدلہ دیا جائے گا اور نافرمانوں کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی جائے گی۔

تیسری قسم: وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ یعنی قسم ہے شاہد کی اور قسم ہے مشہود کی۔ اب شاہد سے کیا مراد ہے اور مشہود سے کیا مراد ہے؟ لغت میں شاہد کے معنیٰ سامنے ہونے والے کے ہیں۔ اور پاس آنے والے کے اور گواہی دینے والے کے۔ مشہود کے معنیٰ ہیں حاضر کیا گیا۔ چونکہ یہ الفاظ بھی بڑے وسیع المعنیٰ ہیں اس لئے ان کی مراد میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ بعض نے کہا کہ شاہد سے مراد لوگ ہیں جو قیامت کو حاضر ہوں گے اور مشہود سے مراد حالات قیامت ہیں جو مشاہدہ کئے جائیں گے۔ بعض نے کہا ہے کہ شاہد روز جمعہ ہے اور مشہود یوم عرفہ۔ کیوں کہ جمعہ کا دن سب جگہ آموجود ہوتا ہے اور عرفے کے دن حج میں سب لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ شاہد سے مراد خدا ہے اور مشہود سے بندے کہ وہ ان کے افعال واعمال کا گواہ ہوگا۔ بعض نے کہا کہ شاہد پیغمبر ہیں اور مشہود ان کی امتیں ہیں۔ بعض نے کہا کہ شاہد ملائکہ حفظ اور کاتب اعمال ہیں اور مشہود ابنائے آدم۔ غرض اس قسم کے بہت سے اقوال ہیں مگر اکثر اکابر مفسرین نے شاہد سے مراد جمعہ کا دن اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن لیا ہے۔ اس طرح وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ کا ترجمہ کیا گیا ہے قسم ہے حاضر ہوتے والے دن کی اور اس دن کی جس میں حاضری ہوتی ہے تو یہاں شاہد یعنی یوم جمعہ کی قسم اس مناسبت سے کھائی گئی کہ اس روز عجیب انقلابات ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں۔ لکھا ہے کہ اسی روز تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔ اسی روز آپ کو بہشت میں داخل کیا گیا پھر اسی روز شجر ممنوعہ کے کھانے سے جنت سے اتارے گئے۔ اسی روز آپ کی گریہ زاری اور آہ و بکا کی شنوائی درگاہ ایزدی میں ہوئی اور آپ کی توبہ قبول ہوئی۔ پھر اسی روز آپ کی وفات وقوع میں آئی تو گویا یوم جمعہ حضرت ابوالبشرؑ کی زندگی کی یاد دہانی کراتا ہے۔ جو جو انقلابات وتغیرات عظیمہ ان پر گزرے ان سب کو ہمارے پیش نظر رکھتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اسی روز وہ واقعہ عظیمہ بھی پیش آنے والا ہے جس سے لوگوں کے دل ہل جائیں گے یعنی قیامت کی ابتداء جو نفخ صور سے ہوگی وہ بھی اسی روز پیش آنے والا ہے۔ اسی طرح مشہود جس سے مراد یوم عرفہ ہے یعنی ۹ ذی الحجہ یوم الحج جس روز اطراف عالم سے لوگ بقصد حج مقام عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔ جو میدان حشر کا عین نمونہ ہوتا ہے نفسی نفسی کا عالم طاری ہوتا ہے۔ شاہ وگدا ایک رنگ میں نظر آتے ہیں۔ ساکنان حضور وقصور اور خاک نشینان صحرا سب ایک حال میں دربار خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں۔ کیا ہی عجیب انقلاب ہے تو ان چاروں قسموں کے بعد جس سے سورة کی ابتدا فرمائی گئی۔ آگے جواب قسم ہے کہ اصحاب الاخدود یعنی خندق والے ملعون ہوئے ہلاک کردیئے گئے۔

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۙ وَّهُمۡ عَلٰى مَا

کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ جو کچھ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے

يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ؕ وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ

تھے اُس کو دیکھ رہے تھے۔ اور ان کافروں نے ان ایمان والوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست سزاوارِ حمد ہے۔

الۡحَمِيۡدِ ۙ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ؕ

ایسا کہ اُسی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

قُتِلَ ہلاک کر دیے گئے	اَصۡحٰبُ والے	الۡاُخۡدُوۡدِ خندق (جمع)	النَّارِ آگ	ذَاتِ والی	الۡوَقُوۡدِ ایندھن	اِذۡ هُمۡ جب وہ	عَلَيۡهَا اس پر		
قُعُوۡدٌ بیٹھے تھے	وَّهُمۡ اور وہ	عَلٰى پر	مَا جو	يَفۡعَلُوۡنَ وہ کرتے تھے	بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مومنوں کیساتھ	شُهُوۡدٌ دیکھتے	وَمَا نَقَمُوۡا اور نہیں بدلہ لیا		
مِنۡهُمۡ ان سے	اِلَّاۤ مگر	اَنۡ کہ	يُّؤۡمِنُوۡا وہ ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	الۡعَزِيۡزِ غالب	الۡحَمِيۡدِ تعریفوں والا	الَّذِىۡ وہ جو کہ	لَهٗ اس کے لے	
	مُلۡكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالۡاَرۡضِ اور زمین	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ ہر	شَىۡءٍ چیز	شَهِيۡدٌ سامنے باخبر	

خندقوں والے ہلاک ہو گئے

گذشتہ ابتدائی آیات میں قسمیہ کلام کے ساتھ سورۃ کی ابتدا فرمائی گئی تھی اور چار قسمیں کھائی گئی تھیں یعنی قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور قسم ہے وعدہ کیے ہوئے دن کی یعنی قیامت کے دن کی۔ اور قسم ہے حاضر ہونے والے دن کی یعنی یوم جمعہ کی اور قسم ہے اس دن کی جس میں لوگوں کی حاضری ہوتی ہے یعنی یوم عرفہ کی۔ ان چاروں چیزوں کی قسم کھا کر آگے ان آیات میں جواب قسم ہے کہ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ یعنی خندق والے جنہوں نے بڑی بڑی خندقیں کھود کر آگ سے بھریں اور بہت سے ایندھن ڈال کر ان کو دہکایا وہ مغضوب وملعون ہوئے۔ خد یا اخدود کے معنی گڑھے۔ کھائی اور خندق کے ہیں۔

خندقوں والوں کا واقعہ

اب یہ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ کہ جنہوں نے خندق کھود کر آگ دہکائی تھی اور ایمان داروں کو ایمان لانے کے جرم میں آگ میں ڈالا تھا کون لوگ تھے۔ اس سلسلہ میں مفسرین نے متعدد واقعات نقل کیے ہیں مگر صحیح مسلم، جامع ترمذی، مسند احمد اور سنن نسائی میں جو قصہ مذکور ہے وہ زیادہ مشہور ہے اور وہی یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت صہیب رومیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جادو سیکھنے کے لئے ایک لڑکے کا بادشاہی انتخاب

گذشتہ زمانہ میں ایک کافر بادشاہ تھا اس کے دربار میں ایک جادوگر تھا۔ جب وہ جادوگر بہت بوڑھا ہو گیا تو ایک روز اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور موت کا وقت قریب ہے اس لئے میری خواہش ہے کہ آپ ایک فہیم وسمجھ دار لڑکا میرے حوالہ کر دیں تاکہ میں اس کو اپنا فن ساحری سکھا کر اپنی زندگی ہی میں کامل کر دوں چنانچہ بادشاہ نے ایک لڑکے کو اس کے سپرد کر دیا اور اس نے ساحر سے سحر کی تعلیم شروع کر دی۔

لڑکے کی راہب سے ملاقات

بادشاہ کے محل اور ساحر کے مکان کے درمیان ایک راہب یعنی حق پرست عیسائی عابد رہتا تھا اس زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کا دین دین حق تھا۔ اور یہ راہب اسی پر قائم تھا اور عبادت گزار تھا۔ ایک مرتبہ لڑکا اس راہب کے پاس چلا گیا اور اس کی باتوں اور اس کے طریقوں کو دیکھ کر

بہت مسرور ہوا اور اس کے پاس آنے جانے لگا۔ تو اب ساحر اور بادشاہ کے ہاں مقررہ وقت میں آمد ورفت میں تاخیر ہونے پر وہ لڑکے پر برافروختہ اور ناراض ہوئے۔ لڑکے نے راہب سے اس کی شکایت کی۔ راہب نے کہا کہ اس معاملہ کے مخفی رکھنے کی صرف یہ صورت ہے کہ جب بادشاہ باز پرس کرے تو یہ عذر کر دینا کہ ساحر کے ہاں دیر ہو گئی اور جب ساحر ناراض ہو تو یہ کہہ دینا کہ بادشاہ کے پاس تاخیر ہو گئی۔

راہب کے سچے ہونے کا ثبوت

غرض یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک یونہی جاری رہا کہ ایک مرتبہ لڑکے نے دیکھا کہ راہ میں ایک بہت ہیبت ناک اور عظیم الجثہ درندہ لوگوں کی راہ روکے ہوئے ہے اور کسی کو یہ جرات نہیں ہوتی کہ وہ اس کے سامنے سے گزر جائے۔ لڑکے نے سوچا کہ یہ بہترین وقت ہے اس بات کا کہ میں جانچ کروں آیا ساحر کا مذہب سچا ہے یا راہب کا دین۔ یہ سوچ کر اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہنے لگا خدایا اگر تیرے نزدیک ساحر کے مقابلہ میں راہب کا دین سچا ہے تو میرے اس پتھر سے اس جانور کو ہلاک کر دے یہ کہہ کر اس نے جانور کو پتھر مارا۔ پتھر کا لگنا تھا کہ وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔ لڑکا چل دیا اور راہب سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ راہب نے کہا مجھے ڈر ہے کہ تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے۔ دیکھو وہ وقت آئے تو میرا ذکر نہ کرنا۔

لڑکے کی کرامات

لوگوں نے لڑکے کی اس جرأت کو دیکھ کر چرچا کیا اور کہنے لگے کہ اس کو عجیب غریب علم آتا ہے۔ یہ سن کر اس کے پاس اندھے اور کوڑھی آنے لگے اور انہوں نے کہا کہ اپنے علم کے زور سے ہم کو اچھا کر دو وہ خدا کے فضل سے اچھا کر دیتا تھا۔ بادشاہ کا ایک درباری مصاحب نابینا ہو گیا تھا اس نے جو لڑکے کا چرچا سنا تو تحفہ تحائف کا بہت بڑا سامان لے کر اس کے پاس آیا اور تحفے پیش کرتے ہوئے بینا کر دینے کی درخواست کی۔ لڑکے نے جواب دیا میں کچھ نہیں ہوں اور نہ مجھ میں یہ طاقت ہے بلکہ شافی مطلق تو خدائے واحد ہے پس اگر تو ایمان لے آئے اور اس واحد یکتا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرے تو میں ضرور تیری سفارش کے لئے دعا کروں گا۔ درباری یہ سن کر خدائے واحد پر ایمان لے آیا اور بت پرستی سے تائب ہو کر دین عیسوی جو اس وقت دین حق تھا اختیار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرمائی اور وہ بینا ہو گیا۔

لڑکے کے ایمان کی خبر بادشاہ تک پہنچ گئی

اگلے دن جب وہ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے نابینا کو بینا پایا۔ تب بادشاہ نے سوال کیا کہ اپنے بینا ہونے کی حقیقت بیان کر۔ اس نے جواب دیا میرے رب نے مجھ کو شفا بخش دی۔ کافر بادشاہ نے کہا تیرا رب تو میں ہوں۔ کیا میں نے تجھ کو اچھا کر دیا؟ درباری نے جواب دیا نہیں۔ تیرے اور میرے کل جہان کے پروردگار نے اچھا کر دیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آ کر کہا کیا میرے سوا بھی کوئی تیرا رب ہے؟۔ درباری نے کہا ہاں۔ اللہ تیرا اور میرا دونوں کا رب ہے۔ تب بادشاہ نے اس درباری کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا۔ آخر اس درباری نے لڑکے کا ماجرا کہہ سنایا۔

لڑکے کی آزمائش اور کامیابی

بادشاہ نے لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو سحر کے ذریعہ سے اندھوں کو بینا اور مبروص و جذامی کو شفا دیتا ہے۔ لڑکے نے کہا مجھ میں یہ طاقت کہاں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ رب العالمین کے شفا دینے سے شفایاب ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کیا میرے علاوہ بھی تیرا اور کوئی رب ہے؟ لڑکے نے کہا وہ خدا جو واحد یکتا ہے۔ تیرا اور میرا دونوں کا رب ہے۔ تب بادشاہ نے اس لڑکے کو عذاب میں مبتلا کرنا شروع کر دیا۔ آخر اس نے راہب سے متعلق تمام واقعہ کہہ سنایا۔ تب بادشاہ نے راہب کو بلایا اور اس کو مجبور کیا کہ وہ دین حق سے پھر جائے۔ مگر راہب نے کسی طرح اس کو قبول نہیں کیا۔ تب بادشاہ نے راہب کے سر پر آرا چلوا دیا اور اس طرح اس کو شہید کر ڈالا۔

لڑکے کو قتل کرنے میں بادشاہ کی ناکامی

اب لڑکے سے کہا کہ تو راہب کے دین سے پھر جا۔ لڑکے نے بھی صاف انکار کر دیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر وہاں سے گرا دو کہ پاش پاش ہو جائے۔ جب سرکاری آدمی لڑکے کو پہاڑ پر لے کر چڑھے تو لڑکے نے دعا کی۔ الٰہی تو ان لوگوں کے مقابلہ میں

میرے لئے کافی ہو جا۔ چنانچہ اسی وقت پہاڑ زلزلہ میں آ گیا اور سرکاری آدمی گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم بچ کر بادشاہ کے سامنے حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے یہ دیکھا تو کہا کہ تیرے ساتھ والے کہاں گئے۔ لڑکے نے کہا خدا نے ان کے مقابلہ میں میری مدد کی۔ تب بادشاہ نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ اس کو لے جاؤ اور دریا میں لے جا کر غرق کر دو۔ سرکاری آدمی اس کو دریا کے بیچ میں لے کر پہنچے تو لڑکے نے پھر وہی دعا کی۔ خدایا ان سے مجھ کو نجات دے۔ فوراً ہی دریا میں جوش آیا اور وہ سب غرق ہو گئے اور لڑکا بچ گیا اور صحیح سلامت بادشاہ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ بادشاہ نے پھر وہی سوال کیا اور لڑکے نے پھر وہی جواب دیا۔

لڑکے کی شہادت اور پوری قوم کا مسلمان ہونا

اب لڑکے نے کہا کہ اے بادشاہ اس طرح تو مجھ پر ہرگز کامیابی حاصل نہیں کر سکتا البتہ جو ترکیب میں بتاؤں اگر اس کو اختیار کرے تو بے شک تو مجھ کو قتل کر سکتا ہے۔ بادشاہ نے لڑکے سے وہ تدبیر دریافت کی۔ لڑکے نے کہا تو شہر کی تمام مخلوق کو بلند جگہ پر جمع کر جب سب جمع ہو جاویں تو اس وقت مجھ کو درخت پر لٹکا دینا اور میرے ترکش سے تیر لے کر اور یہ پڑھ کر میرے سینہ پر تیر مارنا۔

بسم الله رب الغلام اللہ کے نام پر جو اس لڑکے کا پروردگار ہے تب میں مر سکتا ہوں۔ بادشاہ نے لڑکے کے قول پر عمل کیا اور جب تمام شہر جمع ہو گیا تو لڑکے کو سولی پر لٹکا کر اور لڑکے کی بتائی ہوئی عبارت پڑھ کر اس کے تیر مارا اور لڑکا تیر کھا کر جاں بحق ہو گیا۔ مخلوق نے جو یہ دیکھا تو سب نے ایک دم بآواز بلند نعرہ لگایا۔ امنا برب الغلام۔ امنا برب الغلام ہم لڑکے کے پروردگار پر ایمان لے آئے اور سب نے دین عیسوی جو اس وقت دین حق تھا قبول کر لیا۔

قوم کو جلانے کے لئے خندقوں کا انتظام

بادشاہ پوری قوم کی یہ حالت دیکھ کر جامہ سے باہر ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ شہر کے ہر ایک محلّہ گلی کوچہ میں خندقیں کھودو اور ان میں خوب آگ دہکاؤ۔ پھر ہر محلّہ کے لوگوں کو جمع کرو اور ان سے کہو کہ اس دین سے باز آ جائیں۔ جو باز آ جائے اس کو چھوڑ دو اور جو انکار کرتا جائے اس کو دہکتی آگ میں ڈالتے جاؤ۔ لوگ جوق در جوق جمع ہوتے تھے اور دین حق سے باز نہ رہنے کا اقرار کرتے اور بخوشی دہکتی آگ میں ڈالے جاتے تھے اور اس جان گسل اور ہولناک نظارہ کو بادشاہ اور اس کے مصاحبین مسرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے کہ ایک عورت لائی گئی جس کی گود میں شیر خوار بچہ تھا۔ عورت بچہ کی محبت میں جھجکی۔ فوراً بچہ نے کہا اماں صبر سے کام لے اور بے خوف خندق میں کود جا اس لئے کہ بلاشبہ تو حق پر ہے اور یہ ظالم باطل پر ہیں۔

اس قصہ کا درس

علامہ ابن کثیرؒ نے بحیثیت ایک مؤرخ یہ ثابت کیا ہے کہ بلاشبہ اس نوعیت کے متعدد واقعات پیش آ چکے ہیں جو اپنے مفہوم مراد اور مقصد کے لحاظ سے سب ہی اس سورة بروج کی آیات کے مصداق بن سکتے ہیں۔ اور تمام واقعات کا حاصل اگر تفصیلات اور جزئیات کو نظر انداز کر دیا جائے تو ایک ہی نکلتا ہے اور وہ یہ کہ حق پرست جماعت کے حصہ میں ابدی کامرانی اور سرمدی فوز و فلاح اور ظالم اور باطل پرست جماعت دنیا میں بھی خائب و خاسر ہے اور آخرت میں ابدی جہنم نصیب ہے۔ تو نزول قرآن کے وقت اہل عرب ان میں سے بعض یا کسی ایک واقعہ سے ضرور آگاہ ہوں گے۔ اس لئے کفار مکہ کو یہ آیات سنائی گئیں۔ جب کہ وہ مسلمانوں پر ہر طرح کے ظلم توڑ رہے تھے اور مکہ کے مشرکین سردار اپنی آنکھوں کے سامنے مظلوم مسلمانوں پر ظلم کرا رہے تھے۔ اگر انہوں نے اصحاب اخدود کے گذشتہ واقعات سے عبرت حاصل نہ کی اور اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو ان کو بھی ہلاکت و لعنت خداوندی سے دو چار ہونا پڑے گا۔

کافروں کی سنگدلی

آگے انہی اصحاب اخدود کے متعلق بتلایا جاتا ہے۔ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ (یعنی جس وقت وہ لوگ اس آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ ایمان داروں کے ساتھ ظلم و ستم کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے) یعنی وہ ظالم اور کافر بادشاہ اور اس کے وزیر و مشیر خندقوں کے آس پاس بیٹھے ہوئے نہایت سنگ دلی سے حق پرستوں اور ایمانداروں کے آگ میں ڈالے

جانے اور جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور بدبختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا۔

اہل ایمان کی آزمائش

آگے ارشاد ہوا وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ یعنی ان اہل ایمان حق پرستوں کا قصور اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ وہ کفر وشرک کی ظلمت سے نکل کر ایک زبردست اور ہر طرح کی تعریف کے لائق خدا پر ایمان لے آئے تھے جس کی بادشاہت سے زمین وآسمان کا کوئی گوشہ باہر نہیں اور جو ہر چیز کے ذرہ ذرہ احوال سے باخبر ہے تو جب ایسے خدا کے پرستاروں کو محض اس جرم پر کہ وہ کیوں اس اکیلے خدا کو مانتے ہیں آگ میں جلایا جائے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسا ظلم وستم یونہی خالی چلا جائے اور خداوند قہار ظالموں کو سخت ترین سزا نہ دے۔ رہی یہ بات کہ وہ عزیز وحمید اور قہار وجبار اگر اپنے خاص بندوں کو کسی وقت ظالموں اور کافروں کے ہاتھ سے تکلیف بھی پہنچوا دے اور اس کا راز کسی کو معلوم نہ ہو سکے تو نہ ہو لیکن دراصل اس کی خاص مصلحت وحکمت ہی کی بناء پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ زمینوں اور آسمانوں اور کل مخلوقات کا مالک ہے اور ہر چیز پر حاضر ناظر ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں اسلام اور ایمان پر استقامت نصیب فرمائیں اور اسلام وایمان کی برکت سے اپنی نصرت و اعانت کو ہمارے شامل حال رکھیں۔ روئے زمین پر اس وقت جہاں بھی کفار کو غلبہ ہے اور اہل اسلام پر ظالم مسلط ہیں یا اللہ اپنی قدرت سے ظالموں کے غلبہ کو دور فرما آمین۔

یَااَللّٰہُ جس گناہ کی وجہ سے نیکی زائل ہوگئی' گناہ پر گناہ بڑھے' تکالیف اتریں اور تیرے غضب کا باعث ہوں ان سب گناہوں کو معاف فرمادے۔

یَااَللّٰہُ گناہ تو صرف آپ ہی معاف کر سکتے ہیں۔ آپ نے بہت سے گناہ اپنے علم میں چھپا لئے ہیں آپ ان کو معاف کردیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ

جنہوں نے ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہیں کی تو ان کیلئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کیلئے جلنے کا عذاب ہے۔

عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝

یہ بڑی کامیابی ہے۔

اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ وہ جو	فَتَنُوْا تکلیفیں دیں	الْمُؤْمِنِیْنَ مومن (جمع) مرد	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں	ثُمَّ پھر	لَمْ یَتُوْبُوْا انہوں نے توبہ نہ کی	فَلَهُمْ تو ان کیلئے		
عَذَابُ عذاب	جَهَنَّمَ جہنم	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابُ عذاب	الْحَرِیْقِ جلنا	اِنَّ بیشک	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے		
الصّٰلِحٰتِ اچھے	لَهُمْ ان کیلئے	جَنّٰتٌ باغات	تَجْرِیْ جاری ہیں	مِنْ سے	تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	ذٰلِكَ یہ	الْفَوْزُ کامیابی	الْكَبِیْرُ بڑی

خندق والوں کا انجام

گذشتہ آیات میں اصحاب الاخدود کا ذکر ہوا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ جن مومنین کو ظالموں نے آگ کی خندق میں ڈالا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو تو تکلیف سے اس طرح بچا دیا کہ آگ کے چھونے سے پہلے ہی ان کی ارواح قبض کر لی گئیں اس طرح گویا مردہ جسم آگ میں پڑے۔ پھر یہ آگ اتنی بھڑک اٹھی کہ خندق کی حدود سے نکل کر شہر میں پھیل گئی اور ان سب لوگوں کو جو ایمان والوں کے جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے اس آگ نے جلا دیا صرف بادشاہ بھاگ نکلا اور آگ سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو اس نے دریا میں ڈال دیا اور اس میں غرق ہو کر مرا۔ تو اس واقعہ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ کو سنا کر کفار مکہ کو جو غریب مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھا رہے تھے تنبیہ تھی کہ اگر تم ان حرکات سے باز نہ آئے تو تم بھی ملعون اور گرفتار عذاب ہو گے۔

اس کے بعد آگے حق تعالیٰ اپنا دائمی قانون سناتے ہیں کہ یہ کچھ اصحاب الاخدود ہی پر منحصر نہیں جو لوگ ایمان داروں کو اور حق پرستوں کو دین حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے جیسے کہ کفار مکہ اس وقت کر رہے تھے پھر اپنی ان نالائق حرکات سے تائب نہ ہوں گے تو ان سب کے لئے جہنم کا عذاب تیار ہے۔ جس میں بے شمار قسم کی تکلیفیں ہوں گی اور بڑی تکلیف آگ سے جلنے کی ہو گی جس میں جہنمی کا تن من سب گرفتار ہو گا۔ اسی لئے اس کو خاص طور پر وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ فرمایا۔ جہنم کی آگ اول تو دنیا کی آگ سے ۷۰ حصہ زیادہ گرم ہے اس لئے بسبب شدت گرمی آگ کے پہنچتے ہی جسم جل کر بھسم ہو جایا کریں گے اور پھر نئے جسم پیدا ہو جایا کریں گے یہاں تک کہ ایک گھڑی میں سات سو جسم بدلتے رہیں گے۔ جسم کے اصلی اجزاء برقرار رہیں گے گوشت پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا۔ العیاذ باللہ۔

اللھم احفظنا من غضبک و النار

توبہ کا دروازہ کھلا ہے

اس سزا کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ وہ ہیں جو توبہ نہیں کرتے اور اس لئے اس سزا کے مستحق ہوں گے۔ اگر ایسے لوگ بھی سچی توبہ کر لیں یعنی اپنی خطا کا اقرار کر لیں۔ اپنے کئے پر نادم ہوں اور آئندہ ایسی خطا نہ کرنے کا عزم کر لیں اور اپنے خطا کی معافی چاہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا کرم و احسان ہے کہ اس نے بڑے سے بڑے سرکش اور مجرم کے لئے بھی معافی کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

مومن صالح کا انعام

ظالم مجرموں کی سزا اور ان کا انجام بیان کرنے کے ساتھ ہی حق تعالیٰ اپنے فرمانبردار اور وفادار بندوں کے انجام کا بھی ذکر فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں ایمان لے آئیں یعنی اللہ کی وحدانیت۔ اس کے رسولوں کی رسالت تسلیم کرلیں۔ اس کی کتاب کی حقانیت کو مان لیں اور اس کے موافق اپنا عقیدہ رکھیں اور ساتھ ہی اعمال صالحہ بجا لائیں۔ یعنی جن باتوں کے کرنے کا اللہ اور اس کے رسول حکم دیں ان کو بجا لائیں اور جن باتوں اور کاموں کے کرنے کو منع کیا ان سے بچنے اور باز رہنے کی کوشش کریں۔ تو ایسے فرمانبردار ایمان والے بندوں کے لئے آخرت میں آرام ہی آرام ہے۔ وہاں انہیں ایسے سدا بہار باغات میں رکھا جائے گا جن میں نہریں جاری ہوں گی اور جہاں ہر طرح کا لطف آرام انہیں میسر ہوگا۔ آرام و آسائش کا جو اونچے سے اونچا تصور کسی ذہن میں آسکتا ہے اس سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر نعمتیں انہیں وہاں ملیں گی۔ اللھم اجعلنامنھم

عمل صالح کونسا ہے؟

وہی کام ''عمل صالح'' ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اور صرف اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا جائے ان دو شرطوں کے بغیر کوئی کام ''عمل صالح'' نہیں ہوسکتا۔ گو بظاہر دیکھنے میں وہ کیسا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔ مثال کے طور پر دیکھ لیجئے نماز پڑھنا کتنا اچھا کام ہے لیکن اگر کوئی طلوع آفتاب کے وقت پڑھتا ہے تو وہ نماز پڑھنا ''عمل صالح'' نہیں بلکہ گناہ ہے۔ اسی طرح روزہ رکھنا کتنا اچھا عمل ہے مگر عید کے دن اگر کسی نے روزہ رکھا تو وہ عمل صالح نہیں بلکہ گناہ ہے۔

بڑی کامیابی

آگے فرمایا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ یعنی یہ ہے بڑی کامیابی کہ جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ابدی نعمتیں حاصل ہوجائیں نہ کہ دنیا کا عیش و آرام اور ملک و مال اور جاہ و جلال اور حشم و خدم جس کو اہل باطل نے کامیابی سمجھ رکھا ہے اگر دنیا میں کسی نے مال بے حساب اور ملک اور عمدہ مکان اور زر و جواہرات اور تمامی عیش کے سامان بہم بھی پہنچا لئے اول تو سب چیزوں کا بہم ہونا مشکل ایک نہ ایک حسرت و آرزو باقی ہی رہ جاتی ہے اور اگر کسی کو تمام چیزیں میسر بھی ہوگئیں تو پھر ان چیزوں کو دوام اور بقا نہیں کہیں دشمن کا کھٹکا کہیں نقصان اور کمی کا خوف۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہمیں ہدایت و بصیرت عطا فرما کہ ہم اپنی زندگی کے اصل مقصد کو سمجھیں اور جانیں اور اس کے حصول لئے کوشاں رہیں۔ اور زندگی کے ہر لحہ میں آپ کی رضا کے متلاشی رہیں۔

یَااللہ میں نے تیری مخلوق پر کسی قسم کا ظلم کیا یا تیرے دوستوں کے خلاف چلا۔ تیرے دشمنوں کی امداد کی ہو' اہل اطاعت کے مخالف' اہل معصیت سے جاملا ہوں' ان کا ساتھ دیا ہو' الٰہی! ان گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝١٢ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝١٣ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝١٤ ذُو الْعَرْشِ

آپ کے رب کی داروگیر بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا اور وہی بڑا بخشنے والا بڑی محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک

الْمَجِيْدُ ۝١٥ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝١٦ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝١٧ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝١٨ بَلِ الَّذِيْنَ

عظمت والا ہے۔ وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے۔ یعنی فرعون اور ثمود کا۔ بلکہ یہ کافر

كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝١٩ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۝٢٠ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝٢١ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝٢٢

تکذیب میں ہیں۔ اور اللہ ان کو ادھر اُدھر سے گھیرے ہوئے ہے۔ بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔

اِنَّ بیشک	بَطْشَ پکڑ	رَبِّكَ تمہارا رب	لَشَدِيْدٌ بڑی سخت	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہی	يُبْدِئُ پہلی بار پیدا کرتا ہے	وَيُعِيْدُ اور لوٹاتا ہے	وَهُوَ اور وہ	
الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الْوَدُوْدُ محبت والا	ذُو الْعَرْشِ عرش والا	الْمَجِيْدُ بڑی بندگی والا	فَعَّالٌ کرڈالنے والا	لِمَا جو	يُرِيْدُ وہ چاہے	هَلْ کیا	اَتٰىكَ تجھ تک آئی (پہنچی)	
حَدِيْثُ بات	الْجُنُوْدِ لشکر	فِرْعَوْنَ فرعون	وَثَمُوْدَ اور ثمود	بَلْ بلکہ	الَّذِيْنَ وہ جو کہ	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	فِيْ میں	تَكْذِيْبٍ جھٹلانا	وَاللّٰهُ اور اللہ
مِنْ سے	وَّرَآئِهِمْ انکے ہرطرف	مُحِيْطٌ گھیرے ہوئے	بَلْ بلکہ	هُوَ وہ	قُرْاٰنٌ قرآن	مَّجِيْدٌ بڑی بزرگی والا	فِيْ میں	لَوْحٍ لوح	مَّحْفُوْظٍ محفوظ

مجرموں کیلئے سخت پکڑ

گذشتہ آیات میں دو مضمون بیان فرمائے گئے تھے ایک تو یہ کہ دنیا میں ایمان داروں اور حق پرستوں کو ستانے والے آخرت میں جہنم کا عذاب بھگتیں گے دوسرے یہ کہ ایماندار نیک کرداروں کے لئے آخرت میں جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔ اب آگے انہی دو مضمونوں کی مناسبت سے اور انہی دو مضمونوں کو مؤکد کرنے کے لئے حق تعالیٰ اپنی دو قسم کی صفات بیان فرماتے ہیں۔ پہلے مضمون کے لئے یعنی نافرمانوں اور سرکشوں کو سزا دینے کے لئے اپنی صفت جباری وقہاری کا اظہار فرمایا اور ارشاد ہوا۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ آپ کے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہ جب تک چاہتا ہے مہلت اور ڈھیل دیتا ہے لیکن جب وہ پکڑنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکتا اور جس کو پکڑتا ہے اس کو کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ دنیا میں بھی ذلیل وخوار کر دیتا ہے آخرت میں بھی مبتلائے عذاب کرتا ہے۔ نہ پھر کوئی تدبیر کام آتی ہے نہ کوئی حیلہ اور زور چلتا ہے۔ وہ دم بھر میں سلطنتوں کو خاک میں ملا دیتا ہے بڑے بڑے مال و دولت و جاہ والوں کو مفلس بنا دیتا ہے اور سارے جاہ واعزاز کو برباد کر دیتا ہے۔

آگے فرمایا اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ بے شک پہلی مرتبہ بھی آدمی کو وہی پیدا کرتا ہے اور دوسری مرتبہ موت کے بعد بھی وہی پیدا کرے گا۔ پس مجرم اس دھوکہ میں نہ رہے کہ موت جب ہمارا نام ونشان مٹا دے گی پھر ہم کس طرح ہاتھ آئیں گے جزا وسزا کے لئے۔

توبہ کرنے والوں کیلئے مغفرت ورحمت

اس کے بعد دوسرے مضمون یعنی اہل ایمان خدا پرستوں کو انعام واکرام سے نوازا جائے گا۔ اس کے متعلق اپنی صفت بیان فرمائی وَهُوَ الْغَفُوْرُ کہ وہ بخش دینے والا بھی ہے۔ بندوں کے گناہوں سے توبہ واستغفار پر درگزر بھی کرتا ہے اور جو سرے سے نیکوکار ہیں ان کے لئے الْوَدُوْدُ ہے یعنی پیار اور محبت بھی کرنے والا ہے۔ اس کو اپنے بندوں سے ایسی محبت ہے کہ ماں کو اپنی اولاد سے بھی نہیں۔ یعنی باوجود صفت قہاری اور سخت گیری کے اس کی بخشش اور محبت کی بھی کوئی حد نہیں۔ وہ اپنے فرمانبردار بندوں کی خطائیں معاف کرتا ان کے عیوب چھپاتا اور طرح طرح کے لطف وکرم اور شفقت وعنایات سے نوازتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کہ وہ عرش والا ہے جو عرش

تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے اور تمام خلائق کے اوپر ہے۔ وہ جس کام کا جب ارادہ کر لے کرنے پر قدرت رکھتا ہے یعنی اپنے علم و حکمت کے موافق جو کرنا چاہے کچھ دیر نہیں لگتی ۔ نہ کوئی روکنے ٹوکنے کا حق رکھتا ہے۔ امیر المومنین حضرت صدیق اکبرؓ سے ان کی اس بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوتا ہے لوگ سوال کرتے ہیں کہ کسی طبیب نے بھی آپ کو دیکھا۔ فرمایا ہاں پوچھا پھر کیا جواب دیا۔

فرمایا کہ جواب دیا۔ انی فعال لما یرید.

فرعون وثمود کے قصوں سے عبرت پکڑو

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ

یعنی مثال کے طور پر فرعون ہی کو دیکھ لو۔ کیسا زبردست بادشاہ۔ کتنی طاقت والا اور اس کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بظاہر انتہائی کمزور اور بے سہارا لیکن انجام کیا ہوا؟ فرعون اپنے تمام ساز و سامان اور لاؤ لشکر سمیت ڈبو کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس کی طاقت ۔ حکومت و سلطنت اس کے کچھ کام نہ آئی ۔ اور حضرت موسیٰ اور آپ کی قوم کو نجات دی گئی اور انہیں سربلندی اور کامیابی نصیب ہوئی۔ اسی طرح ثمود یعنی صالح علیہ السلام کی قوم کا حال دیکھو کیسی ترقی یافتہ اور کیسی طاقت ور قوم اپنی طاقت کے گھمنڈ میں بالکل مست لیکن جب ان کی نافرمانیوں کی بدولت اللہ کی پکڑ کا وقت آ گیا تو نہ طاقت کام آئی اور نہ صنعتی کمال نے کچھ ساتھ دیا آن کی آن میں سب دھرا رہ گیا اور پوری بستی اس طرح اجڑ گئی جیسے وہاں کوئی رہتا ہی نہ تھا۔ ایک مدت تک ان پر انعام کا دروازہ کھلا رہا تھا اور ہر طرف سے طرح طرح کی نعمتیں ان کو پہنچتی تھیں پھر ان کے کفر و طغیان کی بدولت کیسا سخت انتقام لیا گیا۔

کافر سزا سے نہیں بچ سکتے

تو چاہیے تو یہ تھا کہ کفار ان قصوں سے عبرت پکڑتے اور سبق لیتے مگر یہ کفار ان قصوں سے بھی کچھ عبرت نہیں پکڑتے اور عذاب الٰہی سے ذرا نہیں ڈرتے اور الٹا ان قصوں اور قرآن کے جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں لیکن یہ حقیقت ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے اور انہیں یہ خیال ہی نہیں رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے بچ کر یہ کہیں نہیں جا سکتے۔ اس کی پکڑ سخت ہے اور اس کی پکڑ کے سامنے یہ انسان بالکل بے بس اور مجبور ہے باوجود اپنی اکڑ فوں کے یہ انسان آئے دن طوفانوں، زلزلوں، قحطوں، بارشوں، سیلابوں، بیماریوں اور وباؤں وغیرہ کی شکلوں میں اپنی مجبوری کے تماشے دیکھتا رہتا ہے۔ ان واقعات سے اسے سبق لینا چاہئے تھا کہ یقیناً کوئی ہستی ایسی موجود ہے جو اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور جس کی پکڑ سے وہ نکل کر کہیں جا نہیں سکتا۔ تو منکرین جس انکار میں لگے ہوئے ہیں اس انکار تکذیب کی سزا ضرور بھگتنی ہے۔

قرآن خدائی حفاظت میں

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین کا قرآن کو جھٹلانا اور اس کی تکذیب کرنا محض حماقت ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو یا چند احمقوں کے جھٹلانے اور باطل بتلانے سے اس کی شان اور بزرگی کم ہو جائے ۔ یہ کتاب تو اپنے درجے اور مقام کے لحاظ سے بہت بلند ہے۔ یہ لوح محفوظ میں ثبت ہے جہاں کسی معاند کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور جو شیاطین کی دسترس سے باہر ہے۔ اس میں نہ کوئی تبدیلی ممکن ہے اور نہ کسی قسم کا تغیر و تبدل ہو سکتا ہے۔

خلاصہ

اس سورت کی ابتداء میں اللہ نے تین قسمیں کھا کر فرمایا کہ ''خندقوں والے ہلاک کیے گئے'' صحیح مسلم میں ''خندقوں والے'' قصہ کی نسبت حمیر کے بادشاہوں میں سے آخری بادشاہ ذونواس یہودی کی طرف کی گئی ہے جو مشرک تھا اور اس نے ایسے بیس ہزار افراد کو خندقوں میں ڈال کر زندہ جلا دیا تھا جو عیسائی بن گئے تھے اور انہوں نے خدا پرستی چھوڑ کر بت پرستی کرنے سے انکار کر دیا تھا، اسی طرح صحیح مسلم وغیرہ میں ساحر، راہب اور غلام کا قصہ بھی منقول ہے، جب ایک نوجوان لڑکے کی استقامت دیکھ کر ہزاروں لوگوں نے ایمان

قبول کرلیا اور بادشاہِ وقت کی دھمکیوں کے باوجود وہ ایمان سے باز نہ آئے تو ان سب کو خندقوں میں دہکتی ہوئی آگ کے حوالے کردیا گیا۔ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ایسے کئی واقعات کا پتہ چلتا ہے جب مذہبی اور نظریاتی اختلافات کی بناء پر مخالفین نے ایک دوسرے کو زندہ جلا دیا ،آج کی دنیا جسے اپنے مہذب اور ترقی یافتہ ہونے پر بڑا ناز ہے، وہ اس سے بھی زیادہ خطرناک بم مسلمانوں پر استعمال کررہی ہے جو دیکھتے ہی دیکھتے پوری پوری بستی اور شہر کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں، افغانستان اور عراق میں جو آگ جلائی گئی کیا یہ آگ ذونواس کی آگ سے کم درجہ کی تھی؟ جس کا نشانہ کلمہ پڑھنے والے نوجوانوں، بوڑھوں، بچوں، مردوں اور عورتوں کو بنایا گیا یہ آگ ہی تو ہے جو مسلمانوں پر برسائی جارہی ہے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس پر کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ کیسے بیس ہزار افراد کو زندہ جلا دیا گیا۔

ایسے لوگوں کو وعید سنائی گئی ہے کہ ''جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر توبہ نہ کی تو ان کیلئے جہنم کا عذاب ہے اور جلنے کا عذاب ہے۔سورت کے اختتام پر اللہ کی عظمت اور انتقام کی قدرت کا بیان ہے' اس کی پکڑ بڑی سخت ہے وہ جب کسی کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے تو اسے کوئی نہیں چھڑا سکتا۔فرعون کا انجام اس دعویٰ کی دلیل اور اس پر گواہ ہے۔

سورۃ البروج کے خواص

۱......جس بچہ کا دودھ چھڑانا ہو تو یہ سورۃ لکھ کر اس کے گلے میں لٹکائیں۔وہ بچہ آسانی سے دودھ چھوڑ دے گا۔

۲......رات کو بستر پر جا کر اس سورۃ کو پڑھ کر سوئیں تو رات بھر ہر قسم کی آفت سے حفاظت رہے گی۔ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ

مسافر سفر پر روانہ ہوتے وقت اپنے گھر کے دروازہ میں کھڑے ہو کر یہ آیات پڑھ لے تو وہ خود اور اس کا ساز و سامان سب محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ اپنا وہ خوف وخشیت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے کہ جو ہم آپ کی پکڑ سے ڈر کر ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے باز آجائیں اور آپ کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔آمین۔

یَااللّٰہ بعض گناہ ایسے بھی کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ یہ گناہ کی بات ہے اور آپ میرے حال کو جانتے ہیں لیکن گناہ کو ہلکا خیال کیا اور تیری پکڑ کا خیال نہ کیا۔اپنی رو میں کر گزرا'الٰہی! ان کو بھی معاف فرما دیجئے

یَااللّٰہ دن کی روشنی میں تیرے بندوں سے چھپ کر گناہ کیا اور رات کے اندھیرے میں تیرا حکم توڑا یہ صرف میری نادانی ہی تھی کیونکہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کے نزدیک ہر پوشیدہ ظاہر ہے۔آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں آپ کے یہاں سوائے آپ کی رحمت کے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ سَبْعَ عَشَرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۭ

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے اور آپ کو معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے۔ وہ روشن ستارہ ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر کوئی یاد رکھنے والا مقرر نہ ہو۔

وَالسَّمَآءِ قسم آسمان کی	وَالطَّارِقِ اور رات کو آنیوالے کی	وَمَآ اَدْرٰىكَ اور تم نے کیا سمجھا	مَا الطَّارِقُ کیا ہے طارق	النَّجْمُ ستارا	الثَّاقِبُ چمکتا ہوا
اِنْ نہیں	كُلُّ کوئی	نَفْسٍ جان	لَّمَّا مگر	عَلَيْهَا اس پر	حَافِظٌ نگہبان

وجہ تسمیہ موضوع وغیرہ: سورۃ کی ابتداہی میں وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ فرمایا گیا ہے یعنی قسم ہے آسمان کی اور طارق کی۔ طارق کے معنی ہیں جو چیز رات کو نمودار ہو۔ مراد اس سے روشن ستارے ہیں اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام الطارق ہے۔ یہ بھی مکی سورۃ ہے۔ اس سورۃ میں بتلایا گیا کہ دنیا میں انسان جو کچھ کرتا ہے وہ لکھ لیا جاتا ہے اور جب وہ وقت آئے گا کہ قیامت قائم ہوگی تو اس کے سامنے اس کا اعمال نامہ پیش کر دیا جائے گا اور اگر اس کو قیامت میں شبہ ہو اور اس کی سمجھ میں نہ آئے کہ مرنے کے بعد انسان پھر دوبارہ کیسے زندہ کر کے کھڑا کر دیا جائے گا تو انسان اپنی پہلی پیدائش پر غور کرے کہ جس نے اسے ایک ناچیز قطرۂ منی سے انسان بنا کر پیدا کر دیا یقیناً اسی طرح وہ خالق اسے دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔

قیامت ضرور واقع ہوگی

یہاں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ آسمان کی اور طارق کی پھر خود ہی فرمایا کہ طارق ایک چمکتا ہوا تارا ہے۔ طارق کے معنی ہیں رات میں آنے والا۔ یہ تو یقین کے ساتھ کہنا مشکل ہے کہ طارق سے کون سا تارا مراد ہے البتہ اتنی بات ظاہر ہے کہ روشن ستاروں میں سے یہ کوئی چمکدار ستارہ ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کائنات اور اپنی دوسری مخلوقات کی اکثر قسمیں کھائی ہیں۔ قرآن پاک کی بیشتر قسمیں دراصل اس معنی میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو کسی نہ کسی بات کی دلیل اور ثبوت کے طور پر پیش فرماتا ہے اور انسان کو ان چیزوں کے بارہ میں غور کرنے کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ جن کی قسم کھائی جاتی ہے یہی صورت یہاں بھی ہے اللہ تعالیٰ آسمان اور کائنات کی طرف اور کسی خاص چمک دار تارہ کی طرف انسان کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ کائنات کا مشاہدہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کی حکمت اور اس کی قدرت کے بارہ میں انسان کے اندر یقین پیدا کرنے کا بڑا ہی کامیاب ذریعہ ہے اور اسی غور و فکر کے نتیجہ میں انسان اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ بلا مقصد اور بے نتیجہ نہیں بنایا گیا ہے بلکہ اس کا ایک مقصد ہے اور اس سب کا کوئی انجام ضرور ہونا ہے۔ یہی مقصد ہے جس کے لئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ انسان کو کائنات زمین و آسمان اور ان کی چیزوں کی طرف غور کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ تو جب اس کائنات کا ایک مقصد ہے تو انسان کا وجود بھی اسی کائنات کا ایک جزو ہے جو بے مقصد نہیں ہو سکتا کہ انسان یونہی دنیا میں بے مقصد پیدا ہو گیا ہو اور اس پر کوئی ذمہ داری نہ ہو۔ کوئی جواب دہی نہ ہو نعمتیں تو اسے بیشمار ملیں لیکن نعمتوں کا کوئی حساب نہ ہو کہ صحیح استعمال کیں یا غلط۔ عمل اور ارادے کی تو آزادی ہو لیکن یہ پوچھ گچھ نہ ہو کہ اس آزادی کا استعمال صحیح کیا یا بے جا۔ ٹھیک یا غلط۔ اسی حقیقت کو بتلانے اور انسان کی نظروں کے سامنے لانے کے لئے قسمیہ کلام کے بعد بطور جواب قسم فرمایا گیا کہ دنیا میں ہر ہر انسان کی باقاعدہ نگرانی ہو رہی ہے۔ جو کوئی جو کچھ نیک یا بد اچھا یا برا جائز یا ناجائز کر رہا ہے وہ سب محفوظ کیا جا رہا ہے اور سب کا باقاعدہ ایک ریکارڈ رکھا جا رہا ہے۔ اور یہ سارا انتظام اسی دن کے لئے کیا جا رہا ہے جب ہر ایک کو اپنے پیدا کرنے والے کے حضور حاضر ہونا پڑے گا اور اس کے سامنے زندگی کا پورا حساب پیش کرنا ہوگا۔ اور انجام و نتیجہ میں انعام و اکرام کا یا سزا و عذاب کا مستحق ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝٥ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝٦ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝٧

تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝٨ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝٩ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝١٠

وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔ جس روز سب کی قلعی کھل جائے گی پھر انسان کو نہ تو خود قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا۔

فَلْيَنْظُرِ چاہیے کہ دیکھے	الْاِنْسَانُ انسان	مِمَّ کس چیز سے	خُلِقَ پیدا کیا گیا	خُلِقَ وہ پیدا کیا گیا	مِنْ سے	مَآءٍ پانی	دَافِقٍ اچھلتا ہوا	يَخْرُجُ نکلتا ہے	
مِنْ سے	بَيْنِ درمیان	الصُّلْبِ پیٹھ	وَالتَّرَآئِبِ اور سینہ	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلٰى پر	رَجْعِهٖ اسکو دوبارہ لوٹانا	لَقَادِرٌ قادر	يَوْمَ دن	تُبْلَى جانچے جائینگے
	السَّرَآئِرُ راز	فَمَا تو نہ	لَهٗ اسکے لئے	مِنْ سے	قُوَّةٍ قوت	وَّلَا اور نہ	نَاصِرٍ مددگار		

وجودِ انسانی قیامِ قیامت کی نشانی

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انسان کو اگر قیامت میں دوبارہ پیدا کئے جانے اور زندہ کر کے کھڑا کئے جانے میں شک وشبہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ یہ خود اپنی اول پیدائش میں غور وفکر کرے کہ یہ کس چیز سے اور کس طرح اول بار پیدا کیا گیا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی پیدائش کے بارے میں سوچنے اور غور کرنے کی طرف بار بار مختلف انداز میں توجہ دلائی ہے کیونکہ اس سے اللہ کی حکمت اور قدرت کا جو نمونہ سامنے آتا ہے وہ انتہائی حیرت میں ڈالنے والا ہے۔

دعوتِ فکر

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ پس انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ اور مادہ اس کی خلقت کا کہاں کہاں سے جمع کر کے لایا گیا ہے؟ پھر خود ہی حق تعالیٰ اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ وہ اچھلتے ہوئے ایک پانی سے پیدا ہوا ہے جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔ یہاں پانی سے مراد منی ہے اور پشت وسینہ جو بدن کے دو طرفین ہیں اس سے مراد تمام بدن ہو سکتا ہے اور یہ اس لئے مراد لیا گیا کہ منی تمام بدن میں پیدا ہو کر پھر منفعل ہوتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں لکھا ہے کہ نطفہ یعنی منی یہ خلاصہ اور جوہر ہے خون کا۔ اور خون انسانی بدن میں غذا سے بنتا ہے اور غذا حاصل ہوتی ہے زمین سے اگنے والی چیزوں سے جیسے اناج، ساگ پات، ترکاری، پھل میوے وغیرہ یا غذا حیوانوں سے حاصل ہوتی ہے جیسے گوشت، دودھ چربی اور انڈا اور پھر دودھ سے گھی، مکھن، دہی، پنیر، وغیرہ ازروئے علم طب غذائے صالح کے معدہ میں جانے کے بعد جب ۲۷ گھنٹہ گزرتے ہیں تو اس کھائی ہوئی غذا سے منی بنتی ہے۔

مادہ منوی دماغ سے نزول کرتا ہے اور ان رگوں میں سے جو دونوں کانوں کے پیچھے ہیں وہاں سے گزر کر نخاع یعنی حرام مغز میں آتا ہے۔ پھر مرد کا وہ مادہ پیٹھ کے منکوں کی راہ سے گزر کر گردوں میں آتا ہے وہاں سے خصیوں میں وہاں سے اعضائے تناسل کے نیچے کی رگ سے گزر کر رحم میں گرتا ہے۔

تو جس ذات کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ انسان کو پہلی بار پیدا کرتا ہے اور ایسے عجیب وغریب طریقہ سے پیدا کرتا ہے وہ یقیناً اس بات کی قدرت بھی رکھتا ہے کہ جب چاہے انسان کو اس کے مرنے کے بعد دوبارہ اس کو اس کی صورت کی طرف لوٹا دے۔ تو جس نے انسان کو پہلی بار پیدا کیا اسی انسان کو دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دینا اس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے۔ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ یقیناً یہ بات ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے انسان کو دوبارہ زندہ کرنا کچھ بھی

مشکل کام نہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جو ہر اس شخص کی سمجھ میں آ سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرے اور صحیح طریقہ پر عقل سے کام لے کر نتائج اخذ کرے۔ ان ہی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی خود انسان کی اپنی پیدائش بھی ہے۔

قیامت کے دن سب اعمال ظاہر ہو جائیں گے

آگے بتلایا جاتا ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ فَمَالَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ یعنی دوبارہ پیدا کرنا اس روز ہوگا جس روز سب کی قلعی کھل جاوے گی اور اس کی سب مخفی باتیں ظاہر ہو جاویں گی اور کل باتیں جو دلوں میں پوشیدہ رکھی ہوں گی یا چھپ کر کی ہوں گی ظاہر ہو جاویں گی۔ اور کسی جرم کا اخفا ممکن نہ ہوگا۔ دنیا میں تو لوگ جرم کر کے چھپا بھی لیتے ہیں یا انکاری ہو جاتے ہیں مگر وہاں پر ایسا نہ ہو سکے گا کیونکہ سب مخفی باتیں خواہ عقیدہ کی ہوں یا نیت کی سب ظاہر ہو جائیں گی پھر اس وقت انسان اپنے اعمال بد اور عقائد باطلہ اور نیت فاسدہ کی وجہ سے پچھتائے گا مگر لاحاصل اس وقت وہ نہ اپنی ہمت سے اور نہ کسی حمایتی کی مدد سے عذاب سے بچ سکے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنی قدرت سے ہم کو انسانی جامہ پہنایا اور اشرف المخلوقات ہونے کا شرف بخشا۔ اور پھر اسلام اور ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔

یَااللّٰہ جو گناہ عمر کو خراب کریں امید سے ناامید کر دیں۔ نیک اعمال کو برباد کر دیں الٰہی! ایسے گناہوں سے بچا کر رکھنا اگر کر لئے ہوں تو معاف فرمانا۔

یَااللّٰہ آپ نے قلب کو پاک کیا' میں نے گناہوں سے ناپاک کر لیا' آپ نے پردہ رکھا میں نے خود اس کو چاک کر دیا اپنے برے اخلاق کو مزین کیا اور نیک بنا رہا ایسے گناہ بھی معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾

قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے۔ اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے اور کوئی لغو چیز نہیں ہے

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں۔ تو آپ ان کافروں کو یونہی رہنے دیجئے انکو تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے

وَالسَّمَآءِ قسم آسمان کے	ذَاتِ الرَّجْعِ بارش والا	وَالْاَرْضِ اور زمین کی	ذَاتِ الصَّدْعِ پھٹ جانے والی	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَقَوْلٌ کلام	فَصْلٌ فیصلہ کر دینے والا		
وَمَا اور نہیں	هُوَ وہ	بِالْهَزْلِ بیہودہ بات	اِنَّهُمْ بیشک وہ	يَكِيْدُوْنَ تدبیر کرتے ہیں	كَيْدًا تدبیر	وَاَكِيْدُ اور میں تدبیر کرتا ہوں	كَيْدًا ایک تدبیر	
	فَمَهِّلِ پس ڈھیل دو	الْكٰفِرِيْنَ کافر	اَمْهِلْهُمْ ڈھیل دو انہیں	رُوَيْدًا تھوڑی				

قرآن کریم روحانی واخلاقی زندگی کا ضامن

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ یعنی قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے اور زمین کی جس میں سے نباتات اگتی ہے۔ تو قسم کھا کر فرمایا اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ یعنی قرآن کریم حق اور باطل میں فیصلہ کر دینے والا کلام ہے۔ اب یہاں جن چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے یعنی قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے اور زمین کی جو بیج نکلتے وقت پھٹ جاتی ہے اور جواب قسم کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے اس میں مناسبت یہ ہے کہ جس طرح آسمان سے بارش ہوتی ہے اور عمدہ زمین کو سرسبزی اور شادابی سے مالا مال کرتی ہے اسی طرح قرآن کریم بھی آسمان سے نازل ہوتا ہے اور حق و باطل میں صاف صاف فیصلہ کر کے اپنی بہترین تعلیم اور زرین اصولوں سے صلاحیت اور قابلیت رکھنے والے انسانوں کو مالا مال کرتا ہے اور دین و دنیا میں کامیاب و بامراد بنا دیتا ہے۔ تو یہاں آیت میں اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ فرما کر یہ واضح فرما دیا کہ یہ قرآن تمہاری روحانی اور اخلاقی زندگی کا ضامن ہے۔ یہ ایک فیصلہ کن کلام ہے۔ غلط اور صحیح کو الگ الگ کر کے دکھاتا ہے۔ زندگی کی حقیقی کامیابی اور ناکامی کی راہیں کھول کھول کر بتاتا ہے اور اس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب سنجیدہ حقیقتیں ہیں۔

آگے قرآن کی ایک دوسری حیثیت وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ فرما کر ظاہر کی گئی۔ یعنی قرآن کریم کوئی لغو اور معمولی چیز نہیں یہ کوئی ہنسی اور ٹھٹا نہیں۔ اس میں جو قیامت اور آخرت کی تفصیلات بتلائی جا رہی ہیں اسے دل لگی اور مذاق مت سمجھو۔ قرآن کی ہر بات بتلائی ہوئی اٹل ہے اور ہو کر رہے گی۔

مخالفین قرآن ہر دور میں ناکام

آگے بتلایا جاتا ہے اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا یعنی باوجود اثبات حق کے اور اس طرح کھول کھول کر بتا دینے کے پھر بھی جو لوگ قرآن کی دعوت پر کان نہیں رکھتے بلکہ اسے ناکام بنانے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور جوڑ توڑ میں لگے ہوئے ہیں اور چھپ چھپ کر ایسے داؤں اور گھات کی فکر میں ہیں کہ جن سے قرآن کی دعوت اور اس کے ماننے والوں کو ناکام بنا دیا جائے تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیریں ان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ مضبوط اور کامیاب ہیں۔ یہ منکرین حقانیت کو جھٹلانے کی تدبیریں کر رہے ہیں لیکن خدا تعالیٰ بھی ان کو ذلیل و ناکام کرنے اور عذاب میں گرفتار کرنے کے لئے تدبیریں کر رہے ہیں۔ اور ان منکرین کی بربادی کے لئے مختلف سامان مہیا کر رہے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ خدا کی تدبیر غالب آئے گی اور ان کی ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں یہ ہرگز کامیاب نہ ہوسکیں گے۔

تاخیر عذاب کی حکمت

سورة کے آخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے۔ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ کی تدبیر کرنا آپ نے سن لیا تو آپ ان کافروں کی مخالفت سے نہ گھبرایئے اوران کے جلدی مبتلائے عذاب ہونے کی خواہش نہ کیجئے بلکہ تھوڑے دنوں کے لئے ان کو انکے حال پر چھوڑ دیجئے اور مہلت دے دیجئے تاکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت ہوجائے پھر دیکھئے کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ الحمد للہ دنیا نے دیکھ لیا کہ سرزمین عرب میں کفار مکہ کی ہر طرح کی کید و تدابیر کے باوجود اسلام کو غلبہ اور کفار کو تباہی و بربادی نصیب ہوئی۔

خلاصہ

اس سورت کی ابتدائی آیات میں اللہ نے آسمان کی اور رات کو چمکنے والے ستارے کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہر انسان پر اللہ کی طرف سے نگہبان فرشتہ مقرر ہے''حافظ'' کا معنی نگران بھی ہے اور محافظ بھی' یہاں دونوں معنی کیے جاسکتے ہیں' ہر انسان کے ساتھ ایسے فرشتے لگے ہوئے ہیں جو اس کے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں پھر انسان کی پہلی تخلیق سے اس کی دوسری زندگی پر استدلال کیا گیا ہے اگلی آیات میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب انسان عدالت الٰہیہ کے روبرو کھڑا ہوگا تو اس کے پوشیدہ راز ظاہر کردئے جائیں گے۔ سورت کے اختتام پر قرآن کی صداقت اوراس کے قول فیصل ہونے پر قسم کھائی گئی ہے اور کفار کو وعید سنائی گئی ہے۔

سورة الطارق کے خواص

۱...... پینے والی دوائیوں پر اگر اس سورة کو پڑھ کر دم کرلیا جائے گا تو ان کی (جزوی) مضرتوں سے حفاظت ہوجائے گی۔

۲......اگر کسی آدمی کو احتلام کی بیماری ہو تو وہ سونے سے پہلے اس سورة کو پڑھ لے، ان شاءاللہ محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہمیں جس مقصد کیلئے پیدا فرمایا ہے اور دنیوی زندگی عطا فرمائی ہے اس میں اس مقصد کو خاطر خواہ پورا کرنے کے لئے توفیق عطا فرمائیں۔ اوراس دنیا میں ایسی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو آخرت میں کامیابی و کامرانی نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو سرتاپا قرآن پاک کا متبع بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ وہ گناہ جن کے ارتکاب سے آپ کے وعدوں سے محروم ہوجاؤں اور آپ کے غصہ وعذاب میں آ جاؤں۔ الٰہی! مجھ پر رحمت رکھنا اور ایسے سب گناہ معاف فرمادیں۔

یَااَللّٰہُ ایسے گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جس کی وجہ سے آپ کے ذکر سے غافل رہا ہوں اور آپ کی وعیدوں اور ڈرانے کی آیات سے لاپرواہ ہوگیا اور سرکشی کرتا رہا الٰہی! معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِیَ تِسْعَ عَشَرَۃَ اٰیَۃً

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۙ وَالَّذِىْ

آپ اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے۔جس نے بنایا پھر ٹھیک بنایا اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی اور جس نے

اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۙ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۞

چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کردیا۔

سَبِّحِ پاکیزگی بیان کر	اسْمَ نام	رَبِّكَ اپنا رب	الْاَعْلَى سب سے بلند	الَّذِىْ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	فَسَوّٰى پھر ٹھیک کیا	وَالَّذِىْ اور جس نے		
	قَدَّرَ اندازہ ٹھہرایا	فَهَدٰى پھر راہ دکھائی	وَالَّذِىْ اور جس نے	اَخْرَجَ نکالا	الْمَرْعٰى چارا	فَجَعَلَهٗ پھر اسے کردیا	غُثَآءً خشک	اَحْوٰى سیاہ	

وجہ تسمیہ اور شان نزول وغیرہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى سے ہوئی ہے یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور جو مومن آپ کے ساتھ ہیں اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے۔لفظ اعلیٰ جس کے معنیٰ ہیں سب سے اوپر۔غالب سب سے برتر۔عالی شان یہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام اعلیٰ مقرر ہوا۔ یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکی ہے اور مکی دور کے ابتدائی زمانہ کی سورتوں میں سے ہے سبب نزول اس سورۃ کا مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پے در پے قرآنی سورتیں نازل ہونا شروع ہوئیں اور غیب سے بیشمار علوم اور معارف کا فیضان شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال گزرا کہ میں خود پڑھا لکھا نہیں ہوں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی چیز بھول جاؤں۔اس لئے اس سورۃ میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کی تسلی فرمائی کہ آپ نہیں بھولیں گے اور آپ کو بھولنے کا خطرہ ہرگز نہ کرنا چاہئے اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۃ کو بہت محبوب رکھتے تھے اور وتر کی پہلی رکعت میں اور عیدین اور جمعہ میں اکثر پہلی رکعت میں یہ سورہ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورۂ غاشیہ تلاوت فرماتے اور جمعہ والے دن اگر عید ہوتی تو عید میں اور جمعہ میں انہی دو سورتوں کو پڑھتے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ جب قرآن مجید کی آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنے رکوع میں رکھو یعنی اس حکم کی تعمیل میں رکوع میں **سبحان ربی العظیم** کہا کرو۔ پھر جب آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے سجدہ میں رکھو یعنی اس کی تعمیل میں سجدہ میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کہا کرو۔

موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی ۸۷ ویں سورۃ ہے مگر اس کا شمار بحساب نزول ۲۵ لکھا ہے۔اس میں ۱۹ آیات ۲۷ کلمات اور ۲۹۹ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی پاکی کا حکم اور اس کے دلائل

سورۃ کی ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے ہوتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور آپ کے متبعین مومنین اپنے عالی شان اور بزرگ برتر رب کے نام کی تسبیح و تقدیس بیان کریں۔ تسبیح کے معنیٰ ہیں خدائے تعالیٰ کو تمام عیوب ونقصانات سے پاک ومبرا ومنزہ سمجھنا اور اس کی ذات وصفات اور افعال کو سب نقصانات سے بری اور پاک جان کر زبان سے اس کی پاکی بیان کرنا۔سورۃ کی ابتدا ہی میں اللہ تعالیٰ نے لفظ سبح فرما

کر اپنے نام کی تسبیح و تقدیس کا جو حکم فرمایا تو ساتھ ہی آگے وجہ اور دلیل کے طور پر یہ بھی بیان فرمادیا کہ دراصل اس کائنات میں صرف ایک ہی ذات ایسی ہے جو تسبیح کی مستحق ہے اور اسی کے لئے تسبیح روا ہے۔اور یہ تسبیح صرف انسان ہی کا وظیفہ نہیں بلکہ چرند پرند اور کائنات کا ہر ذرہ اسی کی تسبیح میں لگا ہوا ہے جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل پندرھویں پارہ میں ارشاد ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (اس کی پاکی تو ساتوں آسمانوں اور زمین اور وہ ساری چیزیں بیان کررہی ہیں جو آسمان وزمین میں ہیں۔کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کررہی ہو مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو) تو معلوم ہوا کہ تمام کائنات میں صرف ایک ہی ذات ایسی ہے جو تسبیح کی مستحق ہے اور کائنات کا ہر ذرہ اسی کی تسبیح میں لگا ہوا بھی ہے۔اب آگے دلیل کے طور پر بتایا جاتا ہے کہ کیوں وہی ایک ذات تسبیح کے لائق ہے۔

پہلی دلیل:۔ وہ "رب" ہے۔ پرورش کے سارے انتظامات وہی کررہا ہے۔نطفہ سے لے کر اخیر زندگی تک وہی انسانوں کا حقیقی مربی اور محسن ہے۔اس لئے اس کی پاکی بیان ہونا چاہئے۔تعریف اور شکر کا مستحق صرف وہی ہے اسی کے احکام کو بجالانے کے لئے انسان کو سرگرمی دکھانا چاہئے۔اور اسی کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو بالکل اسی کے مرضی کے حوالہ کردینا چاہئے۔

دوسری دلیل:۔ وہ اعلیٰ ہے سب سے بلند مرتبہ ہے۔ اس کی شان سب سے اونچی ہے وہ سب کا حاکم اور سب سے عالی شان ہے۔کوئی دوسرا اس کے برابر نہیں۔اس لئے تسبیح کا مستحق صرف وہی ہے۔صرف وہی اس قابل ہے کہ بندہ اس کے حضور سرزمین پر رکھ دے۔اور **سبحان ربی الاعلیٰ** کہے۔

تیسری دلیل:۔ اَلَّذِيْ خَلَقَ کہ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ ہر چیز کو وجود میں لانا صرف اسی کا کام ہے۔ پیدا کرنے میں نہ اس کا کوئی ساتھی ہے نہ مددگار۔اسی لئے ہر چیز اسی کی تسبیح کررہی ہے۔ انسان کو بھی لازم ہے کہ وہ بھی اپنے خالق کی پاکی بیان کرے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے سرگرم عمل رہے۔

چوتھی دلیل:۔ فَسَوّٰى کہ اس خالق کا یہی کرم واحسان نہیں ہے کہ اس نے صرف پیدا کردیا بلکہ ہر چیز کو اور خود انسان کو ٹھیک ٹھیک اسی طرح بنایا جس طرح بنانا چاہیے تھا۔ یونہی پیدا کرکے بے ڈول نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کو ٹھیک اور درست بھی کیا۔جس کے لئے جس عضو اور جس قوت اور صورت کی حاجت تھی وہی عطا کی۔انسان سے لے کر حیوانات اور نباتات و جمادات بلکہ علویات تک جس میں چاند سورج اور ستارے تک شامل ہیں جس پر بھی نظر ڈالی جائے تو یہی اقرار کرنا پڑے گا کہ اس کی بناوٹ ایسی ہی ہونی چاہئے تھی۔ پرندوں کو پر دیئے درندوں کو ناخن اور کچلیاں عطا کیں۔درختوں کو پوست کا لباس پہنایا۔کسی چیز کو لے لو۔ ہر چیز انتہائی حکمت و دانائی کے ساتھ بنائی اور باعتبار خواص وصفات اور ان فائدوں کے جو اس چیز سے مقصود ہیں اس چیز کی پیدائش کو ایسا درجہ کمال تک پہنچایا اور ایسا مزاج و خواص عطا کیا کہ جس سے وہ منافع وفوائد اس پر مرتب ہوسکیں اور پھر انسان تو اللہ کی حکمت کا وہ نمونہ ہے کہ اس کی بناوٹ کی درستگی اور خوبیوں پر غور کرو تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔تو ایسے خالق کے سوا اور کون ہے کہ جس کی حمد وتعریف کی جائے۔

پانچویں دلیل:۔ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى میں فرمائی (جس نے اندازہ کیا اور راہ بتائی) یعنی جس رب کی تسبیح کرنے کی ہدایت دی جارہی ہے اس کا یہ کرم بھی کتنا بڑا ہے کہ اس نے سب کچھ پیدا کرکے کائنات کو اندھے بہرے اور بے ضابطہ قوانین فطرت کے حوالہ نہیں کردیا بلکہ یہاں جو کچھ ہورہا ہے اور جو نظام قائم ہے ایک پہلے سے مقرر کئے ہوئے اندازے اور تجویز کے ماتحت ہورہا ہے۔ ہر کام کا ایک منصوبہ اور مقصد ہے اور اس سب کی تدبیر وہ خود کررہا ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے اور پھر اس نے اپنی ہر مخلوق کی رہنمائی کا بھی انتظام فرمایا۔مثلاً انسان کو معاش کے اسباب حاصل کرنے کے علوم عطا کئے۔

ہر جاندار یہ جانتا ہے کہ اسے اپنی زندگی باقی رکھنے اور اپنی نسل کو بڑھانے کے لئے کیا کچھ کرنا ہے۔ پھر انسان اشرف المخلوقات کو تو

اور بھی واضح اور کھلے کھلے احکام کی ضرورت تھی۔ اس لئے انسانی ہدایت کے لئے فطری رہنمائی کے علاوہ وحی کا انتظام فرمایا۔ اپنے رسول بھیجے اور اپنی کتابیں نازل کیں اور انسان کی کامل رہنمائی کا انتظام فرمایا تو اسی خالق اور رب کی ذات قابل تسبیح ہوئی۔

چھٹی دلیل:۔ وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى

یعنی جس نے چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے لئے اول نہایت سبز خوشنما گھاس چارا زمین سے پیدا کیا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کو زرد کر کے خشک کر ڈالا اور پھر وہ کٹ کر ٹوٹ جاتی ہے اور سیاہی مائل کوڑے کرکٹ کی طرح ہو جاتی ہے تاکہ ایک مدت تک جانوروں کے لئے ذخیرہ کیا جا سکے اور خشک کھیتی کٹ کر کام میں آئے۔ تو یہاں یہ دلائل دے کر انسانوں کو غور و فکر کی دعوت دی کہ اگر تم ان باتوں پر غور کرو تو تمہارے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ تم اپنی زبان اور اپنے عمل سے اس خالق، رازق اور مالک کی تسبیح کرنے لگو تمہارا دل اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے جذبہ سے بھر جائے اور تمہاری زبان پر اس کی حمد و تعریف جاری ہو جائے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ اپنے انعامات واحسانات کا ہم کو شکر گزار بندہ بنا کر رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔

یَااللّٰہ ہمیں اپنے تسبیح خواں اور شکر گزار بندوں میں شامل رکھئے اور اپنے پاک نام کی تسبیح اور تقدیس کی دائمی توفیق زندگی کے آخری لمحہ تک نصیب فرمایئے۔

یَااللّٰہ ہمیں اپنی ذات وصفات کی وہ معرفت نصیب فرما کہ ہم آپ کی ربوبیت و وحدانیت کا خاطر خواہ حق ادا کرسکیں اور آپ کے انعامات واحسانات کی شکر گزاری کے جذبات دل میں رکھتے ہوئے اس دنیا سے دار آخرت کی طرف کوچ کریں۔ آمین۔

یَااللّٰہ تکالیف میں مبتلا ہو کر کبھی میں نے شرک کرلیا ہو یا آپ کی شان میں گستاخی کرلی ہو۔ آپ کے بندوں سے آپ کی شکایت کی ہو بجائے آپ کے در پر آنے کے بندوں پر حاجت اتاری ہو یا آپ کی مخلوق کے سامنے اس طرح مسکینی کا اظہار کیا ہو یا چاپلوسی کی ہو کہ جیسے حاجت روائی اسی کے قبضے میں ہے۔ الہ العالمین ایسے گناہوں کی بھی معافی عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓى ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا يَخۡفٰى ؕ وَنُيَسِّرُكَ لِلۡيُسۡرٰى

ہم قرآن آپ کو پڑھادیا کریں گے پھر آپ نہیں بھولیں گے۔ مگر جس وقت اللہ کو منظور ہو وہ ہر ظاہر اور مخفی کو جانتا ہے۔ اور ہم اس آسان شریعت کیلئے آپکو سہولت دیں گے۔

سَنُقۡرِئُكَ ہم جلد پڑھائیں گے آپ کو	فَلَا تَنۡسٰٓى پھر نہ بھولیں گے آپ	اِلَّا مگر	مَا شَآءَ اللّٰهُ اللہ چاہے	اِنَّهٗ بیشک وہ	يَعۡلَمُ جانتا ہے	الۡجَهۡرَ ظاہر		
وَمَا اور جو	يَخۡفٰى پوشیدہ	وَنُيَسِّرُكَ اور ہم آپکو سہولت دینگے	لِلۡيُسۡرٰى آسان طریقہ					

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ قرآن کریم کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے

گذشتہ ابتدائی آیات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے واسطہ سے آپ کے متبعین کو اپنے عالی شان اور بالاتر پروردگار کی تسبیح وتقدیس کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو راہ ہدایت دکھلانے اور عتاب وعذاب الٰہی سے بچنے کی سبیل سے واقف بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

اسی سلسلہ میں سب سے آخری کتاب قرآن کریم نازل فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تبلیغ پر مامور فرمایا۔ آپ اس ذمہ داری کو جو آپ پر ڈالی گئی اور اس امانت کو جو آپ کے سپرد کی گئی اس کا بار بہت محسوس فرماتے اور یہ احساس آپ کو مجبور کرتا کہ آپ وحی کو جو آپ پر نازل ہوتی اچھی طرح یاد کر لینے اور اس کو پوری طرح ذہن نشین کر لینے کے لئے غیر معمولی توجہ سے کام لیں اور جلدی جلدی یاد کر لینے کی کوشش کریں۔ اس لئے آپ نزول وحی کے وقت اس کو دہراتے کہ کہیں کوئی بات یاد ہونے سے رہ نہ جائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کوئی حرف یا جملہ بھول جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن پاک میں مخاطب فرما کر تسلی فرمائی۔ سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو خطرہ آپ کے دل میں گزرتا ہے کہ آپ قرآن شریف میں سے کہیں کچھ بھول نہ جائیں اور اس طرح کہیں اس کی تبلیغ واشاعت میں فرق نہ آ جائے تو اس کے متعلق ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ ہم جتنا نازل کرتے جائیں گے اتنا آپ کو یاد کرا دیا کریں گے اور آپ اس سے کوئی حصہ نہیں بھولیں گے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ ہی کو بھلانا منظور ہو تو وہ جس قدر چاہے بھلا سکتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھانا اور فراموش کرا دینا سب قرین مصلحت ہوگا کیونکہ اِنَّهٗ يَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَمَا يَخۡفٰى یعنی اللہ تعالیٰ ہر ظاہر اور مخفی بات کو جانتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کی امت میں بھی ہر جگہ بکثرت حفاظ موجود ہیں یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور عورتیں تک پورے قرآن کریم کی حافظ ہیں۔ اگر خدانخواستہ تمام دنیا میں ایک نسخہ بھی قرآن مجید کا کتابی شکل میں نہ رہے تو کچھ پروا نہیں ایک حافظ لڑکا پورا قرآن لکھوا سکتا ہے کہ ایک لفظ حرف اور زیر زبر کا فرق نہ آنے پائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فَلَا تَنۡسٰٓى پس آپ نہیں بھولیں گے کی جو بشارت دی گئی تھی وہ بحمد اللہ اب تک جلوہ گر ہے۔ بھلا کوئی دوسری قوم تو اپنی کتاب کا ایک ہی حافظ دکھا دے۔ نہ کوئی وید کا حافظ سننے میں آیا نہ انجیل کا۔ نہ توریت کا نہ زبور کا۔ الغرض یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی آپ قرآن کریم سے کوئی حصہ بھولیں گے نہیں۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت ومصلحت کی بناء پر آپ کے قلب مبارک یا ذہن سے کچھ بھلا دینا اور محو کر دینا چاہیں تو وہ اور بات ہے۔

دوسری بشارت کہ شریعت کے احکام فطری ہیں

آگے ایک دوسری بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جاتی ہے کہ جیسا ہم آپ کو قرآن کا یاد ہونا آسان کر دیں گے اسی طرح ہم اس آسان شریعت کے ہر حکم پر چلنے کے لئے آپ کو سہولت دیں گے یعنی سمجھنا بھی آسان ہوگا اور عمل بھی آسان ہوگا۔ اس طرح نجات کے راستہ کو آسان کر دیں گے کہ کوئی حقیقی مشکل اور محال بات پر عمل کا حکم نہ ہوگا جیسا کہ مذاہب باطلہ میں ہے کہ کوئی بتوں پر اپنی اولاد کی قربانی کو نجات کا سبب مانتا' کوئی عمر بھر بھوکا پیاسا رہ کر مرنے کو' کوئی لنگوٹی باندھ کر فقیر بننے اور بھیک مانگتے پھرنے کو نجات جانتا تھا۔ یہاں و نیسرک للیسریٰ اور ہم اس آسان شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے فرما کر شریعت کے آسان ہونے کی تصریح فرما دی اور اس امر کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اسلام میں نجات کچھ مشکل امر نہیں اور وہ صرف خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے مل جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے جیسا اس دین اور شریعت کو آسان رکھا ہے تو ہمارے لئے بھی اس پر چلنا آسان فرما دیں اور ہر حال میں ہم کو شریعت پر استقامت نصیب فرما دیں آمین۔

یَااَللّٰہُ ان معاصی کی مغفرت کا طلبگار ہوں کہ بوقت معصیت تیرے سوا کسی دوسرے کو پکارا ہو اور غیر اللہ سے امداد کی دعا کی ہو۔

یَااَللّٰہُ تیری عبادت میں جانی و مالی گناہ کا اختلاط کر لیا یا مال کی طمع میں شریعت کا خیال نہ کیا ہو یا کسی مخلوق کی اطاعت کی اور تیری نافرمانی کی' تیرے حکم کو ٹالا اور اس کے برخلاف مخلوق کے حکم کو سراہا ہو۔ محض دنیا کی خاطر ناجائز منت وسماجت کی ہو حالانکہ میں جانتا بھی ہوں کہ آپ کے سوا کوئی حاجت پورا کرنے والا نہیں۔ الٰہی! ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

یَااَللّٰہُ گناہ تو بڑا تھا مگر نفس نے معمولی سمجھا اور اس کے کرتے ہوئے نہ ڈرا نہ رکا۔ الٰہی! ان کی بھی معافی دیدے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۙ﴿٩﴾ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۙ﴿١٠﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۙ﴿١١﴾ الَّذِىْ

تو آپ نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو ڈرتا ہے اور جو شخص بدنصیب ہو وہ اس سے گریز کرتا ہے۔ جو

يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۚ﴿١٢﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۗ﴿١٣﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ﴿١٤﴾

بڑی آگ میں داخل ہوگا پھر نہ اس میں مر ہی جاوے گا اور نہ جئے گا۔ بامراد ہوا جو شخص پاک ہوگیا۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۗ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۙ﴿١٦﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۗ﴿١٧﴾

اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا۔ بلکہ تم اپنی دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے

اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۙ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۧ﴿١٩﴾

یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے۔ یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

فَذَكِّرْ پس سمجھادیں	اِنْ اگر	نَفَعَتِ نفع دے	الذِّكْرٰى سمجھانا	سَيَذَّكَّرُ جلد سمجھ جائیگا	مَنْ جو	يَّخْشٰى ڈرتا ہے	وَيَتَجَنَّبُهَا اور پہلوتہی کریگا اس سے	
الْاَشْقَى بدبخت	الَّذِىْ جو	يَصْلَى داخل ہوگا	النَّارَ آگ	الْكُبْرٰى بہت بڑی	ثُمَّ پھر	لَا يَمُوْتُ نہ مریگا وہ	فِيْهَا اس میں	وَلَا يَحْيٰى اور نہ جئے گا
قَدْ اَفْلَحَ یقیناً اس نے فلاح پائی	مَنْ جو	تَزَكّٰى پاک ہوا	وَذَكَرَ اور یاد کیا	اسْمَ نام	رَبِّهٖ اپنا رب	فَصَلّٰى پھر نماز پڑھی	بَلْ بلکہ	
تُؤْثِرُوْنَ بڑھاتے ہو ترجیح	الْحَيٰوةَ زندگی	الدُّنْيَا دنیا	وَالْاٰخِرَةُ اور آخرت	خَيْرٌ بہتر	وَّاَبْقٰى اور باقی رہنے والی	اِنَّ بیشک	هٰذَا وہ	
لَفِى میں	الصُّحُفِ الْاُوْلٰى پہلے صحیفے	صُحُفِ صحیفے	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	وَمُوْسٰى اور موسیٰ				

دوسروں کو بھی فیض پہنچایئے

یہ سورۂ اعلیٰ کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی تھی اور اطمینان دلایا گیا تھا کہ آپ کو قرآن کریم جتنا جتنا نازل ہوتا جائے گا یاد کرا دینا یہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے۔ آپ اپنے دل میں یہ خطرہ نہ لائیں کہ کہیں وحی الٰہی میں سے کچھ بھول نہ ہو جائے۔ پھر یہ بھی بشارت دی گئی تھی کہ جس طرح قرآن کا یاد رکھنا آپ کے لئے آسان ہوگا اسی طرح اس کا سمجھنا سمجھانا اور اس پر عمل کرنا بھی آسان ہوگا۔ نیز اس وقت دعوت حق کے کام میں جو مشکلات حائل ہو رہی ہیں وہ بھی آسان کردی جائیں گی۔ اب آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید خطاب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایسے ایسے انعامات فرمائے تو آپ دوسروں کو بھی فیض پہنچایئے اور دوسروں کی بھی تکمیل فرمایئے۔ اور دوسروں کو بھی نصیحت کیا کیجئے اگر آپ یہ سمجھیں کہ نصیحت کرنا نفع دے گا اور آپ کے خیال میں مفید معلوم ہوتا ہو۔

تبلیغ اور تذکیر کا فرق

تبلیغ اور چیز ہے اور تذکیر اور چیز ہے۔ تبلیغ یعنی حکم کا پہنچا دینا یہ عام ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اور جو نہ مانے اس پر حجت تمام ہو جائے گی اور رہی تذکیر جس کے معنیٰ ہیں یاد دلانا۔ سمجھانا' نصیحت کرنا یہ اس وقت لازم ہے جب مخاطب کی طرف سے اس کا قبول کرنا مظنون ہو۔ تو منصب وعظ و تذکیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر شخص کیلئے نہیں ہاں تبلیغ و انذار یعنی حکم الٰہی کا پہنچانا اور اللہ کے عذاب سے

ڈرانا تا کہ بندوں پر حجت قائم ہو اور عذر جہل و نادانی کا نہ رہے اتنا باعتبار ہر شخص کے ضرور لازم و فرض ہے اور اس کو عرف میں تذکیر و وعظ نہیں کہتے بلکہ دعوت و تبلیغ کہتے ہیں۔ تو یہاں اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى تذکیر کے لئے شرط لگائی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اپنے علم و قرائن سے جس کے لئے تذکیر مفید سمجھیں تو تذکیر فرمائیں ورنہ تبلیغ اور انذار تو سب ہی کے لئے ہے۔

نصیحت سے فائدہ اٹھانے والے

آگے فرمایا سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى نصیحت تو وہی شخص مانتا ہے جو ڈرتا ہے یعنی سمجھانے سے وہی سمجھتا ہے اور نصیحت سے وہی فائدہ اٹھاتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت خدا کا ڈر اور اپنے انجام کی فکر ہو۔ واضح ہو کہ انسان تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو دار آخرت اور اعمال کی جزا و سزا کے یقین کے ساتھ قائل ہیں۔ دوم وہ کہ جو نہ یقین کے ساتھ قائل ہیں نہ منکر ہیں بلکہ کبھی تردد اور کبھی شک میں پڑ جاتے ہیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ نصیحت سے ڈر جاتے ہیں اول قسم کے لوگ تو خوب ہی ڈرتے ہیں اور قسم دوم کے بھی ڈر جاتے ہیں جب ان کے سامنے عذاب آخرت کی تصویر کھڑی کر دی جاتی ہے اور ان دونوں فریقوں کو سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى میں شامل کر لیا گیا ہے۔ تیسرا فریق وہ ہے جو سخت معاند اور منکر آخرت ہے۔ ایسا بدنصیب اور کم بخت تو نصیحت سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔ ایسا بدبخت آخر کار جہنم کی آگ کا شکار ہوگا۔ بدن کا گوشت پوست آگ میں خوب جلے گا۔ مگر ارواح کی طرح ابدان بھی وہاں فنا نہ ہوں گے۔ جل کر پھر نئے بدن پیدا ہوجایا کریں گے۔ اور یہ زندگی موت سے بدتر ہوگی۔ نہ موت ہی آئے گی۔ کہ تکلیفوں کا خاتمہ کر دے اور نہ آرام کی زندگی ہی نصیب ہوگی۔ بس ایسی زندگی ہوگی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کرے گا۔ العیاذ باللہ۔

کامیابی کسے ملے گی؟

آگے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى فرمایا کہ بلاشبہ بامراد اور کامیاب ہوگیا جو پاک ہوگیا اب یہ پاکی عام ہے۔ اول قسم کی پاکی نجاست ظاہرہ سے نیز ناپاک کپڑوں سے عام ہے کہ وہ حقیقتاً ناپاک ہوں کہ ان پر نجاست لگی ہو یا حکماً کہ مال حرام سے بنائے گئے ہوں یا نامشروع ہوں جیسا کہ مرد کے لئے ریشم یا زری گوٹا یا فساق و فجار کی وضع و تراش ہو پھر جسم کو حکمی نجاستوں سے بھی پاک کیا ہو جیسے جنابت سے غسل اور حدث اصغر سے وضو پھر جسم کے ساتھ روح کو بھی پاک کیا ہو یعنی دل روحانی نجاستوں کفر و شرک اور عقائد باطلہ سے پاک ہو اور عقائد حقہ دل پر نقش ہوں۔ پھر برے اخلاق سے بھی پاک ہو جیسے زنا، چوری، جھوٹ، دغابازی، کینہ، حسد، حب شہوات فاسدہ وغیرہ سے پاکی حاصل کی ہو جس کے لئے توبہ ندامت استغفار اور آنکھوں کے آنسو اعلیٰ درجہ کے بمنزلہ صابون کے ہے۔ پھر اتلاف حقوق کی نجاست سے بھی پاکی حاصل کرے۔ حقوق اللہ ہوں جیسے فرائض و واجبات یا حقوق العباد ہوں۔ الغرض جو شخص قرآن سن کر جملہ عقائد خبیثہ اور اخلاق شنیعہ اور افعال رذیلہ سے باز آ گیا اور اس کے ساتھ ہی وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا یعنی صوم و صلوٰۃ کا پابند رہا تو ایسا شخص بلاشبہ کامیاب اور بامراد ہو گا۔ مگر منکرین کا تو یہ حال ہے کہ وہ قرآن سن کر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اس کے موافق عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ دنیا کی لذات فانیہ کو آخرت کی لذات باقیہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ آخرت دنیا سے بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے اس لئے منکرین کو خطاب ہوتا ہے بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى کہ یہ کامیابی اور بھلائی جس کا اوپر ذکر ہوا تم کو کیسے حاصل ہو جب کہ تم کو آخرت کی فکر ہی نہیں بلکہ دنیا کی زندگی اور یہاں کے عیش و آرام کو اعتقاداً یا عملاً آخرت پر ترجیح دیتے ہو حالانکہ دنیا حقیر و فانی اور آخرت اس سے کہیں بہتر اور پائیدار ہے کیوں کہ باقی اور دائمی ہے۔ پھر تعجب ہے کہ جو چیز ہر طرح افضل ہو اسے چھوڑ کر گھٹیا کو اختیار کیا جائے۔

قرآنی دعوت ابدی حقیقت ہے

اخیر میں سورہ ختم کرتے ہوئے ایک اور حقیقت کی طرف متوجہ کیا گیا کہ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى یعنی اس وقت قرآن کے مخاطب مکہ کے مشرکین اور عرب کے یہود

تھے۔ مشرکین حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دینی پیشوا کہتے تھے اور یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کا دم بھرتے تھے۔ ان منکرین قرآن سے کہا جا رہا ہے کہ تم آخر اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے کہ قرآن جو کچھ پیش کر رہا ہے کیا وہ کوئی انوکھی اور نئی بات ہے؟ یہی بات تو ابراہیم علیہ السلام نے کہی تھی اور اسی کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام دعوت دیتے تھے۔ دونوں پر جو آسمانی کتابیں اتری تھیں ان میں توحید ہی کی دعوت دی گئی تھی اور دونوں کی دعوت یہی تھی کہ انسان شرک کی گندگی سے اپنے کو پاک کرے۔ تنہا ایک آقا، مالک اور خالق کی بندگی اختیار کرے، اسی راہ پر چل کر وہ آخرت میں کامیاب و کامران ہو سکتا ہے۔ اسی توحید اور آخرت کی طرف قرآن دعوت دے رہا ہے۔ پھر آخر یہ کونسی ایسی بات ہے جس کو مان لینے میں تم پھر پھر کر رہے ہو؟ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ دنیا کی زندگی پر ریجھے ہوئے ہو اور فوری ملنے والے فائدوں سے تم ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔ اور اس وقت تم یہ بھول رہے ہو کہ اصل زندگی یہ نہیں ہے بلکہ اصل زندگی اس کے بعد آنے والی ہے۔

خلاصہ

اس سورت میں تین اہم مضامین بیان

ابتدائی آیات میں اللہ کی ذات و صفات کے اعتبار سے اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرنے کا حکم دیا گیا، اس نے انسان کو پیدا کیا، اسے پرکشش صورت سے نوازا اور سعادت و ایمان کا راستہ دکھایا۔

یہ سورت قرآن کریم کا ذکر کرتی ہے اور اس کے حفظ کے آسان ہونے کی بشارت سناتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتی ہے کہ آپ نفوس کی اصلاح اور اخلاق کی درستگی کیلئے قرآن کے ذریعے نصیحت کیجئے، جن کے دل میں خوف خدا ہوگا وہ ضرور نصیحت قبول کرلیں گے۔

سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو گناہوں کی آلائش سے پاک کرلے گا، اسے اچھے جذبات و خیالات سے سنوار لے گا، اپنے دل میں اللہ کی عظمت اور جلال پیدا کرلے گا اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دے گا وہ کامیاب ہوگا، یہ وہ اصول ہے جو تمام صحیفوں اور شریعتوں میں بیان ہو چکا ہے۔

سورۃ الاعلیٰ کے خواص

۱..... جس آدمی کو بواسیر کا مرض ہو وہ اس سورۃ کی تلاوت کرتا رہے، ان شاء اللہ صحت یاب ہو جائے گا۔

۲..... جمعہ کے دن اس سورۃ کو لکھ کر گلے میں لٹکانے سے آدمی ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہے گا۔

۳..... حاملہ عورت کے پہلو پر پہلے مہینہ میں یہ سورۃ لکھی جائے تو اس حمل سے جو بچہ ہوگا۔ وہ اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔

دعا کیجئے

جو کچھ اس سورۃ میں ہم نے پڑھا اور سنا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے دلوں میں جاں گزیں فرمائے اور اپنے تسبیح خواں بندوں میں ہم کو شامل فرمائیں۔ اور اپنے احکام کی ہم کو پوری پوری اطاعت نصیب فرمائیں۔ اور جو نصائح ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچی ہیں ان پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ آخری سانس تک جتنے گناہ ہو چکے ہوں گے سب بخش دیجئے۔ اول بھی، آخر کے بھی، بھولے سے کئے یا جان بوجھ کے کئے، خطا ہو گئی، قلیل و کثیر۔ صغیرہ و کبیرہ، باریک اور موٹے، پرانے اور نئے، پوشیدہ و ظاہر الٰہ العالمین! ان سب گناہوں کو بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ سِتٌّ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝۱ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳

آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے۔بہت سے چہرے اس روز ذلیل مصیبت جھیلتے خستہ ہوں گے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ

آتش سوزاں میں داخل ہوں گے۔کھولتے ہوئے چشمہ سے پانی پلائے جاویں گے۔ان کو بجز ایک خار دار جھاڑ کے اور کوئی کھانا

ضَرِيْعٍ ۝۶ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷

نصیب نہ ہوگا۔جو نہ فربہ کرے گا اور نہ بھوک کو دفع کرے گا۔

هَلْ اَتٰىكَ کیا تمہارے پاس آئی	حَدِيْثُ بات	الْغَاشِيَةِ ڈھانپنے والی	وُجُوْهٌ کتنے منہ	يَوْمَئِذٍ اُس دن	خَاشِعَةٌ ذلیل وعاجز	عَامِلَةٌ عمل کرنیوالے		
نَاصِبَةٌ مشقت اُٹھانیوالے	تَصْلٰى داخل ہونگے	نَارًا آگ	حَامِيَةً دہکتی ہوئی	تُسْقٰى پلائے جائینگے	مِنْ سے	عَيْنٍ چشمہ	اٰنِيَةٍ کھولتا ہوا	لَيْسَ نہیں
لَهُمْ ان کیلئے	طَعَامٌ کھانا	اِلَّا مگر	مِنْ سے	ضَرِيْعٍ خاردار گھاس	لَا يُسْمِنُ نہ موٹا کریگی	وَلَا يُغْنِيْ اور نہ بے نیاز کریگی	مِنْ سے	جُوْعٍ بھوک

وجہ تسمیہ، زمانہ نزول اور موضوع وغیرہ

اس سورۃ کی ابتدا ایک سوالیہ جملہ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ سے ہوئی ہے کہ کیا آپ کو غاشیہ کی کچھ خبر پہنچی ہے۔غاشیہ قیامت کو کہتے ہیں کیونکہ غاشیہ کا مفہوم ہے چھپا جانے والی۔سب کو ڈھانپ لینے والی۔ایک ایسی چیز جس کی پکڑ سے کوئی بھی نہ بچ سکے۔تو اس لفظ غاشیہ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ الغاشیہ مقرر ہوا۔یہ سورۃ بالاتفاق مکی ہے اس سورۃ کا مرکزی مضمون بھی یہی ہے کہ قیامت وآخرت ضرور ہوگی اور اس دنیا میں انسان نے جو کچھ کمایا ہوگا اچھا یا برا اس کی جزاوسزا اس کو وہاں ضرور ملنی ہے۔اس سورۃ میں پہلے قیامت کی ہولناکی کا منظر ایک خاص انداز میں پیش کیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جب قیامت کی ہولناکی اچانک پیش آجائے گی۔کسی کو اتنی مہلت نہ ملے گی کہ وہ کسی طرح بھی اپنے کو اس مصیبت سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار کر سکے۔جب یہ گھڑی آجائے گی تو انجام کے اعتبار سے تمام انسان دو گروہوں میں بٹ جائیں گے

ایک گروہ ان انسانوں کا ہوگا جن کے حصہ میں ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جہاں کی مصیبتوں اور عذابوں کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ان اہل جہنم کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور کانٹے دار گھاس کھلائی جائے گی۔جس سے نہ بھوک دور ہوگی نہ جسم کو کوئی فائدہ حاصل ہوگا۔دوسرا گروہ وہ ہوگا کہ جو اس دن خوش وخرم ہوں گے۔ان کے چہرے خوشی اور بشاشت سے دمک رہے ہوں گے۔انہوں نے دنیا میں اللہ کی خوشنودی کے لئے جو کیا تھا اس کے نتائج دیکھ کر انہیں خوشی ہو رہی ہوگی اور انہیں وہاں جنت کے وہ انعامات اور عیش وآرام نصیب ہوگا جس کا اس وقت تصور بھی نہیں ہو سکتا۔اس کے بعد انسانوں کو توجہ دلائی گئی کہ وہ اللہ کی مخلوقات کو دیکھ کر اس کی قدرت وحکمت کا اندازہ کریں اور اس کی معرفت حاصل کر کے اس کی بندگی وطاعت اختیار کریں۔اخیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان منکرین کے انکار اور مخالفت پر غم نہ کریں۔آپ کا کام بندوں کو سیدھی راہ کی طرف دعوت دینا ہے وہ آپ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں۔ان کے انکار اور ان کی گمراہی کی ذمہ

داری آپ پر نہیں۔ وہ اپنے انجام کے خود ذمہ دار ہوں گے اور اپنے کئے کی سزا بھگتیں گے۔ ہر شخص کو آخر لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف آنا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے لیں گے۔

قیامت کا آنا یقینی ہے

سورۃ کی ابتدا ایک سوالیہ جملہ سے ہو رہی ہے۔ هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ یعنی اے نبی کیا آپ کو قیامت کے حادثہ عظیمہ کے متعلق کچھ خبر ہے؟ ایسے سوالیہ جملے سے خطابت عرب کے عین اسلوب بیان کے مطابق ہے۔ اس طرز خطاب سے مقصود سامعین کے دل میں مزید اشتیاق و جستجو پیدا کرنا نیز موضوع خطاب کی اہمیت جتلانا ہے تا کہ آئندہ کلام کو سامع پوری توجہ اور حضور دل سے سنے۔ یعنی آپ کو تو خوب معلوم ہے لوگوں کو بھی اس کے متعلق بتا دیجئے کہ اس حادثہ کا اثر تمام عالم کو محیط ہوگا۔ کوئی فرد اس سے خالی نہ رہے گا۔ کیوں کہ ہر چیز کو ہر طرف سے قیامت ڈھانک لے گی اور دفعۃً آئے گی۔ تمام عالم پر قیامت کی دہشت طاری ہوگی۔

قیامت میں رسوا ہونیوالے لوگ

اب اس قیامت کے آجانے کے بعد جو عالم آخرت ظہور پذیر ہوگا اس کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ بہت سے چہرے اس روز ذلیل وخوار ہونگے۔ ان کے چہروں پر ذلت نمایاں ہو گی۔ اب یہ کون لوگ ہوں گے؟ یہ وہ ہوں گے جو دنیا میں خدا کے آگے سر نہیں جھکاتے تھے۔ کبر وغرور اور نخوت و بڑائی میں سرشار رہتے تھے۔ اللہ کی فرض کردہ عبادت اور بندگی سے جان چراتے تھے۔ اللہ کے احکام کے مطیع بندوں کے تو رمضان کے روزہ کی وجہ سے لب خشک ہوتے تھے اور بھوک و پیاس کے آثار نمایاں تھے اور یہ بے فکرے آزاد تھے کہ خوب مجلسوں میں بیٹھ کر نعمتیں اڑاتے تھے اور روزہ داروں کا مذاق اڑایا کرتے تھے مجاہدین تو میدان جہاد میں نکل کر شدائد کا سامنا کرتے اور یہ گھروں میں بے فکر بیٹھ کر عیش کرتے تھے لیکن آخرت میں ان کی یہ حالت ہوگی کہ ان کے چہروں سے ذلت وخواری ٹپکے گی اور ان کا یہ حال ہوگا عَامِلَةٌ مشقت و مصیبت اٹھائیں گے۔ چونکہ دنیا میں احکام خداوندی کی پابندی کی مشقت برداشت نہیں کی اس لئے اس کی سزا میں یوم قیامت عمل کی مشقت میں پڑیں گے۔ کسی کو جہنم کے پہاڑ پر چڑھایا اور اتارا جائے گا۔ کوئی میدان قیامت میں دوڑا دوڑا پھرے گا کہ ہے آج کوئی جو میری دستگیری کرے اور مجھ کو اس بلا سے خلاصی دلائے۔ کسی کے ملائکہ زنجیریں اور ہتھکڑیاں ڈالے جہنم میں گھسیٹتے لئے جاتے ہوں گے اور گرزوں کی مار پڑتی ہوگی کسی کو جہنم میں اور کوئی سخت کام تجویز ہوگا جیسا کہ دنیا میں قیدیوں اور مجرموں کو مشقت میں ڈالا جاتا ہے۔ اسی لئے آگے فرمایا نَّاصِبَةٌ کہ تھکان ان کے چہروں پر نمایاں ہوگی۔ وہ خستہ حال اور درماندہ ہوں گے۔ اور دنیا میں کسی کی یہ حالت ہو تو دیکھنے والے کو رحم آجائے مگر وہاں ان پر کوئی رحم کرنے والا نہ ہوگا۔ اور ان کا یہ حال ہوگا۔ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً دہکتی آگ میں گرتے پڑتے ہوں گے اور آتش جہنم میں جلتے ہوں گے۔ اور یہی جہنم ان کا مکان ہوگا۔

جہنمیوں کا کھانا پینا

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ان کو کھولتے پانی کے چشمہ سے پانی پلایا جاوے گا وہ بھی جب کہ مدتوں پیاس کی سختی سے تڑپیں گے اور منت و سماجت کریں گے جس کے پیتے ہی منہ جھلس جائے گا اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں گی۔ پھر فوراً درست ہو جائیں گی اور اسی طرح عذاب میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ یہ تو رہی پانی کی حالت آگے ان کے کھانے کی حالت بتلائی جاتی ہے۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ اول تو کھانا ہی نہیں ملے گا۔ سخت بھوک کا عذاب مدتوں برداشت کریں گے۔ یہ سزا ہوگی ان حرام و ناجائز لذات کی کہ جو بے فکری سے دنیا میں اڑاتے رہے اور خوب کھا کھا کر بدکاری کرتے رہے۔ بہت کچھ چیخنے چلانے پر جو کھانے کو ملے گا بھی تو ضریع ملے گا۔ ضریع ایک خاردار درخت ہے دوزخ میں جو نہایت تلخ، سخت بدبودار اور نہایت زہریلا اور اثر میں آگ سے بڑھ کر گرم۔ جب دوزخی بھوک کے عذاب سے چلائیں گے تو یہ چیز کھانے کو دی جائے گی۔ اب کھانے سے مقصود یا تو محض لذت حاصل کرنا ہوتا ہے یا بھوک کو رفع کرنا۔ یا بدن کو فربہ کرنا۔ ضریع کے کھانے سے یہ کوئی بات بھی حاصل نہ ہوگی۔ غرض کوئی لذیذ کھانا یا مرغوب میسر نہ ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۗ

بہت سے چہرے اس روز بارونق۔ اپنے کاموں کی بدولت خوش خوش ہوں گے۔ بہشت بریں میں ہوں گے جن میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے۔

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۘ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۙ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۙ وَّنَمَارِقُ

اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے۔اور رکھے ہوئے آبخورے ہیں۔ اور برابر

مَصْفُوْفَةٌ ۙ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۗ

لگے ہوئے گدے ہیں اور سب طرف قالین پھیلے پڑے ہیں۔

وُجُوْهٌ کتنے منہ	يَوْمَئِذٍ اس دن	نَاعِمَةٌ تروتازہ	لِسَعْيِهَا اپنی کوشش سے	رَاضِيَةٌ خوش خوش	فِيْ میں	جَنَّةٍ باغ	عَالِيَةٍ بلند	لَا تَسْمَعُ وہ نہ سنیں گے	
فِيْهَا اس میں	لَاغِيَةً بیہودہ بکواس	فِيْهَا اس میں	عَيْنٌ چشمہ	جَارِيَةٌ بہتا ہوا	فِيْهَا اس میں	سُرُرٌ تخت	مَّرْفُوْعَةٌ اونچے اونچے		
وَّاَكْوَابٌ اور آبخورے	مَّوْضُوْعَةٌ چنے ہوئے	وَّنَمَارِقُ اور غالیچے	مَصْفُوْفَةٌ برابر بچھے ہوئے	وَّزَرَابِيُّ اور گدے	مَبْثُوْثَةٌ بکھرے ہوئے				

نیک بخت لوگ

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آخرت میں ایک گروہ مجرموں کا ہوگا۔ اب ان کے مقابل دوسرے گروہ کا حال ان آیات میں بیان فرماتا ہے کہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ یعنی نیک لوگ ابرار صالحین مومنین جن کے چہرہ اس روز خوش وخرم شاداں بارونق اور تروتازہ ہوں گے۔ ان پر وہاں کی ہول اور سختی کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے اعمال سے دنیا کی زندگی میں اللہ کی رضا کے لئے محنت و مشقت برداشت کی تھی۔ مثلاً روزوں میں روزہ کی بھوک و پیاس کی تکلیف اٹھاتے تھے۔ راہ حق میں کوشش و جہاد کے واسطے سختیاں برداشت کرتے تھے۔ نیز راتوں کی راحت و آرام کو اللہ کی بندگی کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ ہر طرح کے حقوق اللہ وحقوق العباد کی حتیٰ الامکان ادائیگی کرنے کی پر اخلاص کوشش کرتے تھے۔

باغ و بہشت کے انعامات

ایسے بندوں کے لئے فرمایا گیا لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ یعنی اپنی دنیاوی کوششوں سے جو انہوں نے اللہ کی راہ میں کی تھیں خوش وخرم ہوں گے کہ اللہ نے ان کی کوششوں کو قبول فرمایا اور ان کا نیک ثمرہ نمودار ہوا اور وہ نیک ثمرہ یہ ہوگا۔ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ کہ وہ بہشت بریں میں ہوں گے خوش فضا عالیشان باغات میں ہوں گے ایسے باغات کہ جن کی نعمتوں اور مسرتوں کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ وہ دنیا کے جیسے باغ نہیں کہ خزاں کو دسترس ہو ان کے آگے دنیا کے باغ ہیچ ہیں۔ وہاں کی ہر نعمت دائمی اور کوئی لذت و راحت فنا ہونے والی نہ ہوگی۔ تمام دوسری خوشیوں اور مسرتوں کے ساتھ ان کے لئے ایک بڑی مسرت کی بات یہ ہوگی۔ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً یعنی اہل جنت جنت میں کوئی ناگوار بات نہ سنیں گے۔ وہاں کوئی لغو اور بیہودہ بات ان کے کان میں نہ پڑے گی۔ نہ کوئی کسی کو برا بھلا کہے گا نہ وہاں کوئی خوف اور اندیشہ کی بات ہوگی۔ نہ کسی کے مرنے یا بیمار ہونے کی خبر ہوگی کہ عیش مکدر ہو جائے۔ نہ اپنی جوانی اور اس باغ و بہار کی فنا کی بات سننے میں آئے گی۔ الغرض کوئی رنج دہ بات کان میں نہ پڑے گی۔ بلکہ ہر طرف سے فرحت بخش باتیں سننے میں آئیں گی اور اس بہشت بریں میں کیا ہوگا۔ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ان باغوں میں نہریں و چشمے جاری ہوں گے جو وہاں کے لطف ونشاط کو دوبالا کریں گے۔

اور فِیْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ یعنی ان جنت کے باغات میں بلند مرتبہ شاہانہ تخت ہوں گے جن پر بیٹھ کر جنت کا نظارہ کریں گے اور امیرانہ شاہانہ ٹھاٹھ سے اس پر بیٹھیں گے اور وہاں وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ یعنی نہایت خوش رنگ اور بیش بہا کوزے آبخورے گلاس اور پیالے نعمتوں سے بھرے ہوئے قرینے سے سامنے رکھے ہوں گے تاکہ جس چیز کی طرف رغبت ہو آسانی سے پی جا سکے۔ یہاں جنت کی نعمتوں میں سے جو اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ فرمایا یعنی پینے کے برتن جیسے آبخورے پیالے گلاس وغیرہ تو ان کی صفت میں لفظ مَّوْضُوْعَةٌ ارشاد فرمایا یعنی اپنی مقرر جگہ پر قرینے اور ٹھکانے سے رکھے ہوں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے آداب معاشرت کے ایک اہم بات کی طرف تلقین ہوتی ہے کہ ایسے کھانے پینے کے برتن اور سامان مقررہ جگہ پر قرینے سے رہنے چاہئیں۔ ادھر ادھر بے موقع ہو جانے سے ضرورت کے وقت اُن کو تلاش کرنا یہ ایذاء اور تکلیف کی چیز ہے۔ اس لئے وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ سے تلقین یہ ملی کہ ہر شخص کو اس کا اہتمام چاہئے کہ گھر میں ایسی استعمالی چیزیں جو گھر والوں کے کام میں آتی ہیں ان کی جگہ مقرر رہنی چاہئے اور استعمال کرنے کے بعد ان کو وہیں رکھنا چاہئے تاکہ دوسرے وقت اپنے کو یا دوسرے گھر والوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہ اشارہ لفظ مَّوْضُوْعَةٌ سے نکلا کیوں کہ حق تعالیٰ نے اہل جنت کی راحت و آسائش کے سلسلہ میں اس کا ذکر فرمایا۔ آگے جنت کی راحتوں اور نعمتوں میں فرمایا وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ہوں گے یعنی پر تکلف گاؤ تکیہ لگے ہوں گے اور نہایت اعلیٰ درجہ کے گدے و مسندیں بچھے ہوں گے کہ اہل جنت جہاں چاہیں آرام سے لیٹیں بیٹھیں اور وہاں وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ہوں گے یعنی نہایت بے بہا قالین بچھے ہوں گے کہ جہاں جی چاہے آرام کریں۔ یہ تو ان جنت کی نعمتوں میں سے چند کا ذکر ہے جنہیں معلوم ہو کر اس زندگی کی ایک جھلک سامنے آتی ہے۔ ورنہ کوئی نعمت ایسی نہیں جو وہاں موجود نہ ہو۔ نہ کوئی ایسی راحت و آسائش ہے جو وہاں نہ ملے بلکہ وہاں تو اس گروہ کو جو کچھ ملے گا اس کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو بھی اہل جنت میں شامل فرمائیں۔ اور جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ آخرت کی ذلت و رسوائیوں سے اپنی پناہ بخشیں اور آخرت میں ہمارے چہروں کو تر و تازہ بارونق اور خوش و خرم منائیں۔

یَا اللّٰہُ آج اس دنیا میں ہمیں اپنے اطاعت و فرمانبرداری کی وہ زندگی نصیب فرماوے کہ جو کل قیامت و آخرت میں ہمیں آپ کی رضا اور خوشنودی نصیب ہو اور آپ کی جنت عالیہ میں ہمارا دائمی ٹھکانا ہو۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ کسی آپ کے بندے یا بندی کا مال ناحق لیا ہو کسی کی آبرو خراب کر دی ہو اس کے جسم کے کسی حصہ پر مارا ہو۔ اس پر ظلم کیا ہو۔ انہوں نے مطالبہ حق کیا لیکن میں نے طاقت نہ ہونے کی وجہ سے نہ دیا ہو یا لاپروائی برتی ہو ان سے بھی معاف نہ کرا سکا ہوں آپ کے سب اختیار میں ہے میری معافی فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ

تو کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔ اور آسمان کو کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کو کہ کس طرح

نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾

کھڑے کئے گئے ہیں۔ اور زمین کو کہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ کیا وہ نہیں دیکھتے؟	اِلٰی طرف	اَلْاِبِلِ اونٹ	کَیْفَ کیسے	خُلِقَتْ وہ پیدا کیا گیا	وَ اور	اِلٰی طرف	السَّمَآءِ آسمان	کَیْفَ کیسے	رُفِعَتْ بلند کیا گیا
وَاِلٰی اور طرف	الْجِبَالِ پہاڑ (جمع)	کَیْفَ کیسے	نُصِبَتْ نصب کئے گئے	وَ اور	اِلٰی طرف	الْاَرْضِ زمین	کَیْفَ کیسے سُطِحَتْ بچھائی گئی		

منکرین آخرت کو دعوتِ فکر

اب مشرکین عرب اور کفار مکہ جو قیامت و آخرت کے اول تو منکر ہی تھے پھر جنت کی نعمتوں اور عالم آخرت کی دائمی راحت' عیش ونشاط کا ذکر سنتے تو کفار مکہ تعجب کرتے اور آخرت کے عجیب غریب انتظامات ان کی سمجھ میں نہ آتے اس لئے انکار کرتے کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے منکرین آخرت کو بتلایا جاتا ہے کہ اللہ رب العالمین کی قدرت کے سامنے سب کچھ ممکن ہے اور اس دنیا ہی میں اس کی قدرت کاملہ کے نمونہ موجود ہیں جن کی طرف اگر غور کیا جائے تو انسان کو اس حکیم و قادر کی قدرت عظیمہ کو ماننے بغیر چارہ نہیں چنانچہ یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی قدرت کاملہ کے چار نمونوں کا ذکر فرمایا اور جن کی طرف منکرین کو غور وتامل کرنے کی دعوت دی گئی۔

اونٹ کی تخلیق میں غور کرنے کی دعوت

پہلا نمونہ اپنی قدرت کا فرمایا اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح عجیب طور پر پیدا کیا گیا ہے۔ اب جدید عرب تو اونٹ سے بے نیاز ہوتا جارہا ہے مگر قدیم عرب کی معاش کا تو دارومدار اونٹ ہی تھا۔ ان کے نزدیک اونٹ کی اہمیت اور قدر و قیمت بہت زیادہ تھی اور ہر وقت ان کے نظروں کے سامنے رہتا تھا۔ تو اس کی خلقت' جسم کی بناوٹ' اس کی خصلت وغیرہ پر اگر انسان غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت اور اس کی قدرت کا عجیب وغریب نمونہ یہ جانور ہے۔ مفسر علامہ شیخ عبدالحقؒ اپنی تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں کہ اونٹ کی اول تو خلقت ہی عجیب وغریب ہے۔ اس قدر اونچا مگر بٹھاؤ بیٹھ جائے۔ قدرت نے اس کے پاؤں کو تین تہ میں تقسیم کردیا یعنی ہر پاؤں میں دو گھٹنے بنادیئے کہ وہ تہ کرکے بیٹھ جاتا ہے تو اس پر چڑھنا اترنا آسان ہوجاتا ہے (معارف القرآن) اور جانوروں پر کھڑا کرکے سوار ہوتے اور بوجھ لادتے ہیں مگر اس کو بٹھا کر اور پھر اپنا پورا بوجھ لے کر گردن کی لچک اور اس کے زور سے کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ کسی جانور میں خوبی نہیں۔ پھر باوجود اس قدر ڈیل ڈول کے اطاعت کا مادہ جس قدر اس میں ہے کسی دوسرے جانور میں نہیں۔ سینکڑوں کی قطار کو ایک لڑکا مہار تھام کر جدھر چاہے لے جائے پھر باربردار ایسا کہ تمام گھربار اس پر لادلو گویا خشکی میں رواں کشتی ہے اور ریگستانی علاقوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ غلہ یا اور اشیاء لے جانے میں چھکڑا یا ریل گاڑی ہے۔ پھر جلد چلنے اور اس پر آرام کے سامان ساتھ لے جانے میں گویا ڈاک گاڑی ہے جس کے لئے نہ سڑک کی ضرورت ہے نہ راستہ کا ہموار ہونا۔ سانڈنی جو سواری کی اونٹنی یا اونٹ ہوتا ہے دن میں سو کوس تک جاسکتی ہے اس پر جفاکش اتنا کہ کیسی ہی دھوپ و گرمی ہو کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ پھر کم خوراک اتنا کہ تھوڑے سے چارہ میں گزر کرلیتا ہے جو بلند درختوں کے پتے اور کڑوے کسیلے اور کسی کے کھانے کے نہیں ہوتے یہ کھالیتا ہے اس پر کئی کئی روز تک پانی نہ ملے تو پروا نہیں۔ سواری کا یہ آرام پھر دودھ میں یہ برکت کہ ایک گھر

کو کافی ہو اور پھر استسقاء وغیرہ امراض کے لئے دوا بھی ہے۔ اس کی پشم بھی کام آتی ہے جس سے کیسے کیسے نفیس کپڑے بنے جاتے ہیں۔ خصوصاً عرب کے لباس، کمبل اور خیمے جو برسوں میلے نہیں ہوتے اور مدتوں چلتے ہیں اور خوبصورت بھی ہوتے ہیں۔ اس پر اس کا گوشت بھی حلال۔ گھر بھر کیا محلہ کو کافی ہوسکتا ہے۔ اس پر اس کی نسل میں برکت۔ سرزمین عرب میں ہر جگہ مل سکتا ہے اور خشک وگرم وریگستانی علاقوں کی معاش تو اسی پر موقوف تھی۔ یہ خصوصیات کسی اور جانور میں نہیں۔

آسمان کی رفعت میں غور کرو

دوسرا نمونہ قدرت خداوندی کا فرمایا گیا وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ یعنی آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے اول تو بلندی اس قدر کہ جہاں پرندہ بھی اڑ کر نہیں جاسکتا پھر اس کی وسعت اور پھر بلا ظاہری ستون اور کھمبے کے قائم ہونا پھر آسمان کے ستارے اور چاند و سورج آفتاب کہ جو کرۂ زمین سے لاکھوں حصہ زیادہ بڑا ہے اگر نہ ہوتو دنیا والوں کی زندگی وبال ہوجائے۔ غرض کہ اس چاند سورج کے ذریعہ دنیا والوں کو گوناگوں نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔

پہاڑوں کے قیام میں غور کرو

تیسرا نمونہ قدرت خداوندی کا فرمایا وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ اور پہاڑوں کو دیکھو کہ کیسے کھڑے کردیئے گئے اور گاڑ دیئے گئے۔ پہاڑ بھی قدرت خداوندی کا ایک عجیب نمونہ ہے اول تو باوجودیکہ وہ بھی زمین ہی کا ایک جزو ہے پھر بھی زمین سے کس طرح ممتاز ہے۔ پھر ان کی بلندی قابل حیرت ہے اور بلندی کے ساتھ عرض و طول بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ پھر ان کے رنگ مختلف ہیں۔ کوئی سیاہ ہے کوئی سرخ کوئی سرسبز ہے کوئی بنجر پھر ان پہاڑوں ہی میں سے یہ خوشگوار پانی کے دریا نکلے۔ پھر ان سے ملک شاداب ہوئے پھر بیش قیمت جڑی بوٹیاں اور گراں قدر دھاتیں ان میں موجود ہیں۔ اور بھی سینکڑوں فوائد ہیں جن کے ذکر کے لئے ایک دفتر چاہئے۔

زمین کی سطح میں غور کرو

چوتھا نمونہ اپنی قدرت کا فرمایا۔ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ اور زمین کو دیکھو کہ کیسی بچھائی گئی۔ حالانکہ زمین کی شکل گول گیند کی طرح ہے اور گول چیز پر کوئی ٹھہر نہیں سکتا مگر اس قادر مطلق نے باوجود گول ہونے کے اس کو ایسا بچھایا کہ سینکڑوں کیا ہزاروں کوس تک ہموار جنگل اور میدان اور پہاڑ اور دریا رواں ہیں۔ لوگ کس کشادگی سے بس رہے ہیں سینکڑوں ہزاروں میلوں تک سڑکیں ہیں۔ بیشمار باغات، کھیتیاں ہیں اور کیسے کیسے وسیع شہر آباد ہیں۔ اور کیسی کیسی بلند شان عمارات ہیں جن میں کرہ زمین کی گولائی سے کوئی بھی حرج واقع نہیں ہوتا۔ یہ سب اس کی قدرت اور کاری گری ہے تو جو قادر حکیم اور منعم دنیا والوں کے لئے جن میں نیک و بدکافر ومومن سب ہی شریک ہیں ایسی چیزیں پیدا کرسکتا ہے تو کیا وہ آخرت میں اپنے نیک بندوں کے لئے طرح طرح کی جنت کی نعمتیں نہیں پیدا کرسکتا اور برے بندوں کے لئے طرح طرح کے عذاب جہنم نہیں پیدا کرسکتا؟ کیوں نہیں ضرور پیدا کرسکتا ہے۔ اس کے لئے کوئی امر مشکل نہیں۔

ان چار چیزوں کے ذکر کرنے کی وجہ

یہاں ان چار نمونوں کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے بیان کیا گیا کہ عرب قرآن کے مخاطبین اول تھے اور ایک عرب مسافر جب اونٹ پر سوار ہوکر جنگل بیابان، ریگستان کا سفر طے کرتا تھا تو اس سنسان اور وحشت خیز عالم میں اس کو آسمان، زمین اور اپنے اونٹ اور پہاڑوں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔ اس لئے ان مخلوقات میں اللہ کی قدرت عظیمہ کو دیکھنے اور سمجھنے کی دعوت دی گئی۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں ان چار چیزوں کو بیان کرنے میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ ان چاروں چیزوں سے جنت کی راحت کی شان اور جہنم کی تکلیف کا نمونہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اونٹ کے منافع پر غور کرو تو بہشت کی شان نمایاں ہے اگر اس کی مشقت اور بارکشی کو دیکھو تو جہنم کا نمونہ ہے۔ سرسبز پہاڑ جنت کے مشابہ ہیں تو گرم آتش فشاں پہاڑوں میں جہنم کی آگ کی چنگاریاں نظر آتی ہیں۔ آسمان کی فضا، چاند سورج کی روشنی اور عمدہ خوشگوار موسم جنت کا نمونہ ہے تو اندھیری راتیں۔ گرم لو کے دن جہنم کا نمونہ ہیں۔ زمین کی شاداب جگہیں اگر جنت یاد دلاتے ہیں تو خشک گرم بدبودار عمیق گڑھے دوزخ سے کم نہیں۔ گویا یہ سب چیزیں اس امر کی شاہد ہیں کہ بہشت اور دوزخ برحق ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۝٢٣ فَيُعَذِّبُهُ

تو آپ نصیحت کر دیا کیجئے آپ تو بس صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ اُن پر مسلط نہیں ہیں۔ ہاں مگر جو روگردانی کرے گا اور کفر کرے گا۔ تو خدا اسکو

ٱللَّهُ ٱلْعَذَابَ ٱلْأَكْبَرَ ۝٢٤ إِنَّ إِلَيْنَآ إِيَابَهُمْ ۝٢٥ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ۝٢٦

بڑی سزا دے گا۔ ہمارے ہی پاس اُن کا آنا ہوگا پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے۔

فَذَكِّرْ پس سمجھاتے رہیں	إِنَّمَا صرف	أَنتَ آپ	مُذَكِّرٌ سمجھانے والے	لَسْتَ نہیں آپ	عَلَيْهِم ان پر	بِمُصَيْطِرٍ داروغہ	إِلَّا مگر
مَن جو۔ جس	تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ منہ موڑا اور کفر کیا	فَيُعَذِّبُهُ پھر اسے عذاب دیگا	اللَّهُ اللہ	الْعَذَابَ عذاب	الْأَكْبَرَ بہت بڑا	إِنَّ بیشک	
إِلَيْنَا ہماری طرف	إِيَابَهُمْ ان کا لوٹنا	ثُمَّ پھر	إِنَّ بیشک	عَلَيْنَا ہم پر	حِسَابَهُم ان کا حساب		

ہدایت اللہ کے اختیار میں

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ جب یہ منکرین باوجود قیام دلائل واضحہ غور نہیں کرتے اور آخرت پر ایمان لا کر وہاں کی فکر نہیں کرتے تو آپ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیئے بلکہ صرف نصیحت کر دیا کیجئے کیونکہ آپ نصیحت کرنے اور سمجھانے اور بتلانے ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اگر یہ آپ کی بات نہیں مانتے اور نہیں سمجھتے تو آپ ان پر کوئی داروغہ بنا کر مسلط نہیں کئے گئے ہیں کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں۔ اور ان کے دلوں کو بدل ڈالیں۔ اور زبردستی ان کو راہ راست پر لائیں۔ ان کی نافرمانی اور سرکشی کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی بھی ہے کیونکہ آپ جو قانون ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے وہ آپ پوری ہمدردی، بڑی دل سوزی اور پوری قوت کے ساتھ لوگوں کو پہنچاتے لیکن جو ضد و عناد میں ڈوبے ہوئے تھے اور نفس خواہشات کے بندے تھے وہ آپ کی بات کا اثر نہ لیتے اور اپنے کفر و شرک پر برابر جمے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت پر کمربستہ رہتے۔ اس سے آپ کو طبعاً رنج ہوتا تھا اور آپ اس رنج میں گھلا کرتے کہ اللہ کے یہ بندے کیوں اپنے آپ کو عذاب الٰہی کا مستحق بنا رہے ہیں اور کیوں خرابی اور بربادی کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔ آپ کا یہ غم و فکر کبھی کبھی اتنا بڑھ جاتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی آیتیں نازل ہوتیں جن میں یہ بتایا جاتا کہ آپ ان کے غم میں اپنی جان نہ گھلا دیں۔ آپ کا کام تو بات کا پہنچا دینا تھا سو آپ کر رہے ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ مانتے ہیں یا نہیں تو اس کی کوئی ذمہ داری آپ پر نہیں جو بھی سرکشی اور نافرمانی کرے گا اور اللہ کی اطاعت و بندگی سے روگردانی کرے گا اور اس کی آیتوں کا انکار کرے گا اس کو خود خدائے تعالیٰ آخرت میں بڑی سخت سزا دے گا اور وہ اللہ کی سخت ترین پکڑ اور سزا سے بچ نہیں سکتا کیونکہ آخر ایک روز سب کو اس کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور اپنے افعال و اعمال کا حساب دینا ہے۔ غرض اے نبی آپ اپنا فرض ادا کئے جایئے اور ان کا مستقبل اللہ کے سپرد کیجئے۔

خلاصہ آیات

یہاں ان آیات میں ایک طرف تو انکار کرنے والوں کے لئے تنبیہ ہے کہ اگر تم اللہ کے رسول کا کہنا نہ مانو گے تو اس کی ذمہ داری خود تم پر ہوگی۔ رسول کا کام اور ان کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ وہ پیغام خداوندی پہنچا دیں اس کے بعد ماننا نہ ماننا یہ تمہارا کام ہے دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے کہ آپ ان کی گمراہی پر اتنا نہ کڑھیں کہ جان پر بننے لگے۔ آپ کی بات سے منہ موڑنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انہیں سخت سزا دیں گے۔

ان آیات میں مومنین اور متبعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ایک سبق و ہدایت ہے اور وہ یہ کہ جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کو یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ منکرین کے انکار کے باوجود آپ دعوت وتبلیغ کا کام کرتے رہیے اور لوگوں کے انکار سے نہ مایوس ہوں اور نہ غمزدہ۔ تو جو لوگ امت میں دعوت وتبلیغ کا کام کریں انہیں لوگوں کی بے حسی یا اعراض کی وجہ سے کام چھوڑ کر بیٹھنے کا حق نہیں پہنچتا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی مانتا تو ہے نہیں اس لئے دعوت وتبلیغ کیسے کریں؟

سورۃ کے خاتمہ پر پھر اس حقیقت کو سامنے رکھ دیا گیا ہے کہ انسانو تم سب کا آخری ٹھکانہ اللہ رب العالمین ہی کے پاس ہے۔ اور آخرکار تمام انسانوں کو اس دنیا سے لوٹ کر پھر اسی کے حضور جانا ہے۔ اپنے دنیا میں کیے دھرے کا پورا پورا حساب دینا ہوگا۔ آیا اللہ کی دی ہوئی زندگی نعمتوں اور صلاحیتوں کو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کیا یا ان کو اس منعم حقیقی کے احکام کی مخالفت میں خرچ کیا۔ یہی اس سورۃ کا خلاصہ اور اہم پیغام ہے کہ آخرت ضرور ہوگی اور ہر انسان کو وہاں وہی کچھ ملے گا جو اس نے دنیا کی زندگی میں کمایا ہوگا۔ آخرت ہی اصل فیصلے کا دن ہوگا جب کہ ہر انسان کو اصل کامیابی یا ناکامی سے دوچار ہونا پڑے گا الحمدللہ اب سورۃ غاشیہ کا بیان پورا ہوگیا۔

خلاصہ

قیامت کے ناموں میں سے ایک نام غاشیہ بھی ہے یعنی چھپا لینے والی قیامت کو ''غاشیہ'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی ہولناکیاں ساری مخلوق کو ڈھانپ لیں گی' یہ سورت بتاتی ہے کہ قیامت کے دن کچھ چہرے ذلیل ہوں گے' انہوں نے بڑی محنت کی ہوگی جس کی وجہ سے تھکے تھکے محسوس ہوں گے' علماء کہتے ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں بڑی عبادت و ریاضت کی ہوگی لیکن چونکہ ان کے عقائد صحیح نہیں تھے اس لیے یہ عبادت ان کے کسی کام نہیں آئے گی' یہ چہرے دہکتی ہوئی آگ کا ایندھن بنیں گے اور بعض چہرے تر و تازہ اور پُر رونق ہوں گے' یہ وہ چہرے ہوں گے جنہوں نے دنیا میں صحیح رخ پر محنت کی ہوگی اور ان کے عقائد میں بھی باطل کی آمیزش نہیں ہوگی' ان کا مسکن بلند و بالا جنتیں ہوں گی۔

دوسرا اہم مضمون جو اس سورت میں بیان ہوا ہے وہ رب العالمین کی وحدانیت کے دلائل ہیں' ان میں سے اونٹ ہے جسے صحرائی جہاز بھی کہا جاتا ہے' طویل قد و قامت کے باوجود ایک بچہ بھی اس کی نکیل پکڑ کر جہاں چاہے لے جاتا ہے' اس کے صبر کا یہ حال ہے کہ دس دس دن تک پیاس برداشت کرلیتا ہے' اس کی غذا بہت سادہ ہوتی ہے' ایسی جھاڑیوں سے پیٹ بھر لیتا ہے جنہیں کوئی بھی چوپایہ کھانا گوارا نہیں کرتا' ان دلائل میں بلند و بالا آسمان بھی ہے جو کسی ستون کے بغیر کھڑا ہے' زمین ہے جسے یوں بچھایا گیا ہے کہ اس پر چلنا بھی آسان اور کھیتی باڑی بھی آسان' پہاڑ ہیں جو زمین کو زلزلوں کی زد میں آنے سے بچاتے ہیں۔ منکرین توحید کو ان دلائل کی طرف متوجہ کرنے کے بعد اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ کے ذمہ صرف نصیحت کر دینا ہے' آپ اپنی ذمہ داری ادا کر دیجئے پھر ان کا معاملہ اور حساب ہم پر چھوڑ دیجئے۔

سورۃ الغاشیۃ کے خواص

اگر کھانے کی کسی چیز سے کسی تکلیف کا اندیشہ ہو تو اس چیز پر پہلے سورۃ الغاشیۃ پڑھ لیں پھر کھائیں تو اس چیز کے کھانے سے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اس سورۃ کے پیغام کو ہمیں بھی دل میں بٹھا لینے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس دنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی کو سنوارنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں اپنی رضا کے کاموں میں لگائے رکھیں تاکہ آخرت میں کامیابی نصیب ہو۔ اور ہم کو ہر طرح کی نافرمانی اور مخالفت احکام الٰہیہ سے بچالیں تاکہ آخرت میں ناکامی سے واسطہ نہ پڑے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْفَجْرِ ۙ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۚ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۗ

قسم ہے فجر کی۔ اور دس راتوں کی۔ اور جفت اور طاق کی۔ اور رات کی جب وہ چلنے لگے۔ کیوں اس میں عقلمند کے واسطے کافی قسم بھی ہے؟

وَالْفَجْرِ قسم فجر کی	وَلَيَالٍ اور راتوں کی	عَشْرٍ دس	وَّالشَّفْعِ اور جفت کی	وَالْوَتْرِ اور طاق کی	وَالَّيْلِ اور رات کی	اِذَا جب	يَسْرِ چلے	هَلْ کیا	فِيْ میں
ذٰلِكَ اس	قَسَمٌ قسم	لِّذِيْ حِجْرٍ ہر عقل مند کے نزدیک							

قیام قیامت پر پانچ قسمیں

یہاں سورتوں کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے اور ان پانچ چیزوں کو جن کی قسم کھائی ہے بطور دلائل وشواہد بیان کیا ہے۔ اور ان پانچوں قسموں کے بعد جواب قسم یہ ہے کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور اس کے منکروں کو قیامت کے دن ضرور سزا ہوگی۔

فجر کی قسم

چنانچہ پہلی قسم ہے۔ وَالْفَجْرِ قسم ہے فجر کے وقت کی فجر کے معنی صبح کے ہیں۔ صبح کا وقت بھی قیامت کا ایک نمونہ ہے۔ رات کو بالکل سناٹا ہوتا ہے۔ انسان وحیوان سب پر نیند کا عالم طاری ہوتا ہے نہ کہیں شور و غوغا ہے نہ آفتاب کی روشنی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا موت نے سب کو آدبایا ہے مگر ادھر صبح نمودار ہوئی ادھر سب کے سب خواب سے بیدار ہوئے۔ چرند پرند فکر معاش میں چلنا پھرنا اڑنا شروع کرتے ہیں۔ مسافر سفر کی تیاری میں لگتے ہیں۔ کاروباری لوگ اپنے کاروبار کے لئے جاتے ہیں اس طرح ہر ایک صبح ہوتے ہی کسی نہ کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔ الغرض صبح ہوتے ہی ایک شور قیامت برپا ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے گئے ہیں۔

دس راتوں کی قسم

اس کے بعد دوسری قسم وَلَيَالٍ عَشْرٍ کھائی گئی یعنی قسم ہے دس راتوں کی۔ جمہور مفسرین کے نزدیک ان دس راتوں سے ماہ ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں مراد ہیں جن کو عالم بالا سے ایک خاص خصوصیت ہے ان میں اللہ کے بندے دور دراز مقامات سے خالصاً لوجہ اللہ ایک مقدس مقام پر جمع ہو کر عبادت و دعا میں مشغول ہوتے ہیں۔ ایام حج میں اس طرح لوگوں کا جمع ہونا حشر کے دن کے اجتماع کو یاد دلاتا ہے کہ امیر غریب چھوٹے بڑے سب حالت احرام میں۔ مرد ننگے سر، جسم پر صرف ایک چادر اوڑھے اور ایک تہ بند باندھے دربار خداوندی میں حاضر ہوتے ہیں۔ تو گویا ان ایام حج کی راتوں میں مجمع حشر کا نمونہ ہے۔

جفت اور طاق کی قسم

تیسری اور چوتھی قسم وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ فرمائی گئی یعنی قسم ہے جفت کی اور طاق کی۔ شفع جفت کو کہتے ہیں اور وتر طاق کو کہتے ہیں۔

شفع اور وتر کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ شفع یعنی جفت سے مراد ہے مخلوق جیسا کہ۔ سورۂ نبا ۳۰ ویں پارہ میں ارشاد ہے۔ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا اور ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا اور وتر سے مراد خالق یکتا یا جیسا دوسری جگہ ارشاد ہے وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ یعنی ہر مخلوق کا مقابل اور ضد موجود ہے۔ کفر وایمان۔ ہدایت و گمراہی نیک بختی اور بدبختی رات اور دن آسمان اور زمین بر اور بحر سورج اور چاند جن وانس نر اور مادہ لیکن وتر اکیلا اللہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مخلوق کے احوال کا باہمی تضاد شفع ہے جیسے زندگی اور موت، عزت و ذلت، عاجزی اور قدرت ضعف اور قوت، علم اور جہالت، بینائی اور نابینائی، شنوائی اور بہرا پن۔ بولنا اور خاموشی، غنا اور فقر گویا اس اختلاف و تقابل سے اشارہ فرما

دیا کہ آدمی کو عیش و آرام یا مصیبت اور تنگی یا فراخی کی جو حالت پیش آئے مطمئن نہ ہو جائے اور یوں نہ سمجھے کہ اب اس کے خلاف دوسری حالت پیش نہ آئے گی۔ اسے یاد رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ خالق اضداد ہے۔جس طرح وہ آفاق میں ایک ضد کے مقابل دوسری ضد کو لاتا ہے ایسا ہی انسانوں کے احوال و کوائف کو بھی اپنی حکمت و مصلحت کے موافق تبدیل کر دیتا ہے۔ اس میں دنیا اور اہل دنیا کے حادث و فانی ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا میں آ کر ایک روز یہاں سے جانا بھی ہے اور صفات خداوندی کا انفراد وتر ہے جیسے حیات ہے بغیر موت کے۔عزت ہے بغیر ذلت کے۔قدرت ہے بغیر عاجزی کے۔ ایک قول یہ ہے کہ نفس عدد جفت و طاق کی قسم کھائی گئی ہے کہ جس کی حساب اور گنتی کے لئے لوگوں کو ضرورت لازمی ہے۔ دنیا کی عمر یا خود انسان اور حیوان کی عمر ضرور کسی نہ کسی عدد پر منتہی ہوتی ہے اور وہ عدد طاق ہوگا یا جفت۔ ایک روایت میں ہے کہ نماز مراد ہے کوئی نماز جفت ہے کوئی طاق۔ ایک روایت میں ہے کہ دنیا کے دن و رات شفع ہیں اور قیامت کا دن وتر ہے جس کے بعد رات نہ ہوگی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جنت کے آٹھ درجات شفع ہیں اور دوزخ کے سات طبقات وتر ہیں گویا جنت اور دوزخ کی قسم کھائی گئی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شفع یعنی جفت سے مراد ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے یعنی یوم نحر۔ اور طاق سے مراد اسی ماہ کی نویں تاریخ یعنی یوم عرفہ اور یہ دونوں حج کے موقعہ پر حشر و نشر کے دن کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

رات کی قسم

پانچویں قسم وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ فرمائی گئی یعنی قسم ہے رات کی جب وہ چلنے لگے یعنی گزرنے لگے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح رات کا اندھیرا گزر جانے کے بعد دن کا اجالا نکل آتا ہے اسی طرح روئے زمین کے خاتمہ کے بعد آخرت کا عالم شروع ہوگا اور اس حیات کے خاتمہ کے بعد ایک دوسری حیات شروع ہوگی۔

عقلمند کیلئے یہ ثبوت کافی ہے

الغرض ان پانچ قسموں کے ذریعہ اس دعوے کی دلیل پیش کی گئی ہے کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا جس کے حکم سے ہر دن فجر نمودار ہوتی ہے اور جس کے انتظام کے تحت کچھ مخصوص دس راتیں آتی ہیں اور جس نے چند دنوں کو جفت اور طاق پیدا کیا اور جس کے حکم سے رات آتی جاتی ہے وہ اس بات کی بھی قدرت رکھتا ہے کہ انسان کو دوبارہ زندہ کرے اور اس سے اس کی پوری زندگی کا حساب لے اور اس کی جزا و سزا عطا کرے۔ ان چیزوں کی قسم کھانے کے بعد سوالیہ جملہ فرمایا۔ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ یعنی کیا اس میں اہل عقل کے لئے کافی قسم ہے؟ یعنی صاحب فہم و فراست کے لئے یہ قسم ضرور کافی ہے۔ بلکہ قسم کے بغیر ہی صاحب عقل ان پانچ چیزوں پر فکر و تامل کرنے سے سمجھ سکتا ہے کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور اعمال کی جزا و سزا ضرور ملنے والی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام و ایمان سے نوازا۔ اور کفر و شرک سے بچایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو قیامت و آخرت پر ایمان کے ساتھ یقین کامل بھی نصیب فرمائیں کہ دنیا کا ہر لمحہ ہمارا آخرت کے فکر و تیاری میں گزرے اور وہاں کی سرخروئی اور کامیابی ہمیں نصیب ہو۔ آمین

یَا اللّٰہ آپ نے اپنی حکمت سے دنیا میں جن بعض دنوں اور راتوں کو شرف و عزت بخشا ہے ہمیں ان ایام کی قدر شناسی اور ان کے حقوق کی بجا آوری کی توفیق نصیب فرمائیے۔

یَا اللّٰہ کل حساب کے وقت مجھ سے حساب نہ لینا بلا حساب جن بندوں کو آپ جنت میں بھیجیں گے مجھے بھی معاف فرما کر ان کے ساتھ کر دینا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ جن کے قد وقامت ستون جیسے تھے۔ جن کی برابر شہروں میں کوئی شخص پیدا نہیں کیا گیا

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١١﴾

اور قوم ثمود کے ساتھ جو وادی القریٰ میں پتھروں کو تراشا کرتے تھے۔ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ۔ جنہوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا۔

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿١٣﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾

اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا۔ سو آپ کے رب نے اُن پر عذاب کا کوڑا برسایا بے شک آپ کا رب گھات میں ہے۔

اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	کَیْفَ کیسا	فَعَلَ معاملہ کیا	رَبُّکَ تمہارا رب	بِعَادٍ عاد کے ساتھ	اِرَمَ ارم	ذَاتِ الْعِمَادِ ستونوں والے	الَّتِیْ وہ جو	
لَمْ یُخْلَقْ نہیں پیدا کیا گیا	مِثْلُهَا اس جیسا	فِیْ میں	الْبِلَادِ شہر (جمع)	وَثَمُوْدَ اور ثمود	الَّذِیْنَ جنہوں نے	جَابُوا الصَّخْرَ کاٹے تراشے سخت پتھر		
بِالْوَادِ وادی میں	وَ اور	فِرْعَوْنَ فرعون	ذِی الْاَوْتَادِ میخوں والا	الَّذِیْنَ وہ جنہوں نے	طَغَوْا سرکشی کی	فِی الْبِلَادِ شہروں میں	فَاَکْثَرُوْا بہت کیا	فِیْهَا اس میں
الْفَسَادَ فساد	فَصَبَّ پس ڈالا	عَلَیْهِمْ ان پر	رَبُّکَ تمہارا رب	سَوْطَ کوڑا	عَذَابٍ عذاب	اِنَّ بیشک	رَبَّکَ تمہارا رب	لَبِالْمِرْصَادِ گھات میں

قوم عاد کا واقعہ

گذشتہ درس میں یہ ذکر ہوا تھا کہ اصل اور پوری جزا وسزا کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے۔ ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ جب کوئی جماعت یا قوم سرکشی اور تکذیب حق میں حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو اس کو دنیا میں بھی سزا دی جاتی ہے یہاں ان آیات میں تین قوموں کے مشہور واقعات یاد دلائے گئے ہیں جن پر دنیا ہی میں عذاب الٰہی نازل ہوا۔

پہلا واقعہ قوم عاد کا ہے جس کو قوم ارم بھی کہتے ہیں۔ یہ ستونوں کی طرح بہت بلند قامت تھے۔ زور وقوت میں ان کے برابر دنیا میں کوئی قوم بھی پیدا نہیں کی گئی۔ دراصل عاد دو فرقوں کا نام ہے ایک کو عاد اولیٰ کہتے ہیں۔ یہ نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ انہی عاد اولیٰ کا نام عاد ارم بھی ہے کیونکہ ان کے جد اعلیٰ کا نام ارم تھا۔ اور دوسرے کو عاد اخریٰ کہتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو ملک یمن میں آباد ہو گئے تھے۔ یہاں پر صرف عاد ارم کا ذکر ہے ان کی طرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہود علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ یہ قوم اپنے وقت کی ترقی یافتہ قوم تھی اور اپنے مادی وسائل کے لحاظ سے اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اس وقت ان کے مقابلہ کی کوئی دوسری قوم نہ تھی۔ دولت وثروت کے گھمنڈ میں آ کر انہوں نے بدکاری اور عیاشی شروع کر دی اور ملک میں ظلم وستم برپا کر دیا۔ پیغمبر وقت نے ان کو بہت کچھ سمجھایا اور انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے افعال شنیعہ سے باز نہ آئے اور دن بدن معاصی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ آخر عذاب الٰہی کا کوڑا ان پر ایسا برسا کہ وہ ہلاک وبرباد ہو گئے۔ سلطنت بھی جاتی رہی۔ دولت وثروت بھی چھن گئی اور بدبختی نے قدم جما لئے حتیٰ کہ وہ دنیا سے نیست ونابود ہو گئے۔

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ قوم ثمود کا ہے جو اس کے بعد گذرا ہے۔ یہ قوم وادی القریٰ میں آباد تھی اور ان کی بستیاں شمال عرب میں مقام حجر سے لے کر وادی القریٰ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ لوگ پہاڑ تراش تراش کر ان کے اندر نہایت خوبصورت اور مستحکم مکانات بنایا کرتے تھے۔ نہایت عیش اور مزے کی زندگی بسر کرتے تھے۔ بدکاری اور بت پرستی اس قوم میں بھی پھیلی۔ حضرت صالح علیہ السلام اللہ کے پیغمبر بن کر اس قوم کی طرف بھیجے گئے مگر انہوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہ مانی۔ آخر

یکبارگی سب ہلاک کر دیئے گئے ان کے کھنڈرات اور آبادی کے آثار اب تک بھی علاقہ مذکورہ کے اندر ملتے ہیں۔

فرعون کا واقعہ

تیسرا واقعہ مصر کے مشہور بادشاہ فرعون کا ہے جس کی اصلاح و ہدایت کے لئے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بھیجے گئے تھے۔ اس ظالم و جابر بادشاہ فرعون کو یہاں **ذی الاوتار** یعنی میخوں والا فرمایا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کو میخوں والا اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ اس فرعون کا قاعدہ تھا کہ جسے سزا دینی منظور ہوتی تو اس کے چاروں ہاتھ پاؤں میخوں سے باندھ کر سزا دیتا تو چونکہ فرعون نے اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی مخالفت کی اور اپنی سرکشی و گمراہی پر جما رہا بالآخر اس پر اللہ کا عذاب ٹوٹا اور وہ فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے سمندر میں غرق کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ تو ان تینوں واقعات کو بالاجمال بیان فرمانے کے بعد ان سب کے مشترکہ اعمال اور افعال بد کا اجمالی ذکر فرمایا گیا کہ جن کی وجہ سے ان پر قہر الٰہی ٹوٹا۔ فرمایا کہ ان قوموں نے ملک میں سرکشی پھیلا رکھی تھی۔ نخوت و تکبر، عیاشی و بے حیائی سرکشی و نافرمانی کی کوئی حد نہ رہی تھی۔ عدل و انصاف صداقت و پارسائی رحم دلی اور خوش اخلاقی ان کے پاس نہ رہی۔ اعتقادات بالکل گمراہانہ ہو گئے۔ مختصر یہ کہ حکومت و سلطنت میں ایک فساد عظیم برپا کر رکھا تھا۔ ان افعال بد کی وجہ سے خدائے تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا اور ان کو ہلاک کر ڈالا۔ اس لئے سب کو خدائے تعالیٰ کے کوڑے سے ڈرنا چاہئے اور اس قسم کی حرکات قبیحہ سے باز رہنا چاہئے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حالات و حرکات و سکنات کو ہر وقت دیکھتا رہتا ہے کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں کہیں غضبِ الٰہی کی آگ مشتعل ہو گئی تو پھر بچاؤ کی صورت مشکل ہے۔

درسِ عبرت

یہاں کفار و منکرین کو سبق یہ دیا گیا ہے کہ اگر کچھ بھی عقل ہے تو ان واقعات سے سبق لینا چاہئے اور اللہ کے مقابلہ میں سرکشی کی روش چھوڑ دینا چاہئے اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس آقا اور مالک کی نظروں سے بچ کر کہیں چھپ نہیں سکتے اور ان کی تمام حرکتیں اس کی نظر میں ہیں۔ وقت آنے پر لازماً ان کی پکڑ کرے گا۔

پھر یہاں ان آیات میں جن نافرمان اور باغی تاریخی قوموں کا ذکر اجمالاً فرمایا گیا تو ان کے واقعات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قوموں کی غلط روش کا برا انجام دیر یا سویر بہر حال سامنے آ کر رہتا ہے تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ افراد کے غلط کاموں کا انجام ان کے سامنے لازماً کیوں نہ آئے؟ عقل کا تقاضا ہے کہ ایسا ضرور ہونا چاہئے اور بھلوں کو بھلائی کا بدلہ اور بروں کو برائی کا بدلہ ضرور ملنا چاہئے۔ اب آج جو لوگ اللہ کا انکار کر رہے ہیں۔ اپنے حال یا قال سے اس کے احکام سے بغاوت برت رہے ہیں۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانیوں میں مست ہیں۔ اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں پر پلنے کے باوجود اس کے باغی بنے ہوئے ہیں۔ اللہ ہی کی دی ہوئی قوت کے نشہ میں آپے سے باہر ہو رہے ہیں اور ظلم و ستم اور جور و جفا پر کمر بستہ رہتے ہیں تو انہیں یہ جان لینا چاہئے اور دنیا میں معذب قوموں کے واقعات سے سبق لینا چاہئے کہ وہ احکم الحاکمین۔ خداوند قدوس ذوالجلال والاکرام کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیبی آنکھ ان کو دیکھتی ہے گو وہ اس کو نہیں دیکھتے۔ لوگوں کی تمام حرکتیں اس آقا و مالک کی نظر میں ہیں اور وقت آنے پر وہ لازماً ان کی پکڑ فرمائے گا۔ کفر و معصیت سرکشی و نافرمانی کی سزا آخرت میں تو ملنا طے شدہ ہی ہے لیکن دنیا میں بھی ایسے لوگوں پر عذاب بھیج دیا جاتا ہے اگر ایک انسان اشرف المخلوقات ہو کر کچھ بھی عقل رکھتا ہے تو اسے خدا کے باغیوں کے انجام سے سبق لینا چاہئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں سرکشی کی روش کو چھوڑ دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور اپنی گرفت اور پکڑ کا وہ خوف عطا فرمائیں کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے باز آ جائیں اور اپنے آقا و مالک کے مطیع و فرماں بردار بندے بن کر زندگی گزاریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّآ اِذَا

سو آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اُس کو اکرام انعام دیتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی۔

مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾

اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی اُس کی روزی اُس پر تنگ کردیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے ہو۔

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾

اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے۔ اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔

فَاَمَّا پس جو	الْاِنْسَانُ انسان	اِذَا جب	مَا ابْتَلٰىهُ اس کو آزمائے	رَبُّهٗ اس کا رب	فَاَكْرَمَهٗ اس کو عزت دے	وَنَعَّمَهٗ اور اسے نعمت دے
فَيَقُوْلُ تو وہ کہے	رَبِّيْٓ میرا رب	اَكْرَمَنِ مجھے عزت دی	وَاَمَّآ اِذَا اور جب	مَا ابْتَلٰىهُ اُسے آزمائے	فَقَدَرَ اندازہ سے دیتا ہے	عَلَيْهِ اس پر
رِزْقَهٗ اس کا رزق	فَيَقُوْلُ تو وہ کہے	رَبِّيْٓ میرا رب	اَهَانَنِ مجھے ذلیل کیا	كَلَّا ہرگز نہیں	بَلْ بلکہ	لَا تُكْرِمُوْنَ عزت نہیں کرتے
الْيَتِيْمَ یتیم	وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ اور رغبت نہیں دیتے	عَلٰى پر	طَعَامِ کھانا	الْمِسْكِيْنِ مسکین	وَتَاْكُلُوْنَ اور تم کھاتے ہو	التُّرَاثَ مال میراث
	اَكْلًا لَّمًّا کھانا سمیٹ کر	وَتُحِبُّوْنَ اور محبت کرتے ہو	الْمَالَ مال	حُبًّا محبت	جَمًّا بہت	

انسان کی غلط فہمی

گذشتہ آیات میں تاریخ کے واقعات میں سے قوم عاد قوم ثمود اور فرعون کے واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ گویا اس میں تنبیہ تھی کفار مکہ اور عام انسانوں کے لئے کہ جو لوگ آج بھی سرکشی کر رہے ہیں۔ انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ وہ بھی اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہیں۔ اور انہیں جو مہلت مل رہی ہے اس سے وہ یہ نہ سمجھیں کہ انہیں بالکل چھوٹ دے دی گئی ہے۔ یا ان پر کوئی نگران نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ایسے ہی غافل انسانوں کی ایک غلط فہمی کو ان آیات میں ظاہر فرما کر اس کی تردید فرمائی جاتی ہے تقریباً ہر زمانہ میں کم فہم اور ناسمجھ مالدار لوگوں کو یہ خیال رہا ہے کہ انہیں جو طاقت اور اقتدار مل گیا ہے اور ان کے پاس جو دولت اکٹھا ہوگئی ہے تو یہ ان کا اپنا حق ہے اور وہ اس کے مستحق ہیں اور کسی کو یہ بھی خیال ہو جاتا ہے کہ خدا مجھ سے راضی ہے اگر خدا راضی نہ ہوتا تو یہ ساری نعمتیں مجھے کیوں ملتیں۔ اس غلط عقیدہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ان لوگوں کو جن کے پاس مال دولت نہیں ہوتا حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے اور اسے غریبوں یتیموں اور مسکینوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور اس کی دلچسپیاں اپنے ہی مال دولت سے بڑھتی جاتی ہیں وہ دونوں ہاتھوں سے مال سمیٹتا ہے۔ مردوں کی میراث بھی چاہئے اس کا حق ہو یا نہ ہو اور زندوں کی دولت بھی چاہئے جائز طریقے سے ہاتھ آئے یا ناجائز طریقے سے۔ ایسے انسان کے سامنے اصل سوال دنیا کے زیادہ سے زیادہ وسائل اور ذرائع پر قبضہ کر لینے کا ہے۔ اس کی نظروں سے یہ حقیقت اوجھل ہوگئی ہے کہ اس دنیا میں انسان جس حالت میں بھی ہے اس حالت میں اس کا امتحان ہو رہا ہے یہاں اسے بہت سا مال دے کر بھی آزمایا جاتا ہے اور مشکلات میں ڈال کر بھی اس کی جانچ ہوتی ہے۔

دنیا اور دنیاوی ساز وسامان کی حقیقت

ایسے ہی غافل انسان کے بارہ میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ اس انسان کو مال دولت جاہ و جلال آرام و راحت عنایت فرماتا ہے تا کہ معلوم کرے کہ وہ ان نعمتوں کی شکر گزاری بھی کرتا ہے یا نہیں تو اس وقت وہ بطور فخر کہنے لگتا ہے کہ میں خدا کا مقبول ہوں وہ مجھ سے خوش ہے تب ہی تو میری اس قدر عزت افزائی کی ہے۔ وہ مجھ سے خوش نہ ہوتا تو مجھے کیوں اتنی نعمتوں سے

نوازتا لیکن اس کے برخلاف اگر اسے اس کا رب تنگ حالی میں مبتلا کرتا ہے اور مصائب وتکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے تا کہ اس کے صبرو استقلال اور رضائے بقضائے الٰہی کا معائنہ کرے تو شکایت کرتے ہوئے کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا اور دنیوی نعمتوں کو کم کر دیا گویا یہ کم فہم دنیا کو مقصود بالذات سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اس کا اکرام واعزاز حصول دولت وراحت دنیا پر منحصر جانتا ہے اور دنیوی فقر وفاقہ اور مال کی کمی کو اس کی ناراضگی پر محمول کرتا ہے تو اس انسان کا یہ خیال بالکل باطل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا عیش وآرام جاہ وجلال اور اسی طرح افلاس وفقر بیماری اور تکلیف اس کی آزمائش ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ بندہ فراخ دستی کی حالت میں کس قدر شکر گزار ثابت ہوتا ہے اور مصیبت کی حالت میں کیوں کر صبر کرتا ہے لہذا حصول دنیا یا عدم حصول دنیا پر اس کی رضامندی اور ناراضگی کو محمول کرنا جہالت اور کم فہمی ہے۔

اس لئے آگے فرمایا گیا کلا ہرگز ایسا نہیں یعنی ان لوگوں کا خیال غلط ہے کیونکہ نہ تو دنیا مقصود بالذات ہے اور نہ ہی اس کا ہونا نہ ہونا مقبولیت ومحرومیت کی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی شخص اکرام واعزاز کے استحقاق کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

مال مفت دل بے رحم

پھر آگے ایسے انسانوں کو بصیغہ خطاب فرمایا کہ تم میں تو مذکورہ بالا باطل خیالات کے علاوہ اور بھی مذموم خصلتیں موجود ہیں جو موجب عذاب ہیں۔ تم یتیم یعنی بن باپ کے نابالغ بچہ کی خاطر وعزت نہیں کرتے بلکہ الٹا ان کی اہانت کرتے ہو۔ ان پر ظلم وستم ڈھاتے ہو۔ ان کا مال بے دریغ کھاتے ہو۔ غریب ومساکین کو کھانا کھلانے اور ان کی امداد پر نہ تو خود آمادگی کا اظہار کرتے ہو اور نہ دوسروں ہی کو اس پر آمادہ کرتے ہو۔ مردوں کا مال جو تمہیں بلا مشقت میراث میں ملتا ہے وہ خوب دل کھول کر کھاتے اور اڑاتے ہو۔ مال مفت دل بے رحم اور اسی پر بس نہیں بلکہ تم مال کے اس قدر حریص ہو کہ دوسروں کا حق بھی کھا جاتے ہو۔ تمہارے دل مال کی محبت سے بھرے ہیں۔ حد درجہ کے لالچی اور حریص ہو۔ حلال وحرام کی بھی پروا نہیں کرتے۔ بس مال ہاتھ آنا چاہئے خواہ کیسے ہی ناجائز طریق پر کیوں نہ ہو۔ تو یہی وہ اعمال وافعال ہیں کہ جن کی وجہ سے پہلی قوموں پر عذاب نازل ہوا اس لئے مخاطبین قرآن کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ تم درس عبرت حاصل کرو اور ایسی حرکات سے باز آؤ۔ اور اگر تم نے آنکھیں نہ کھولیں تو پھر تم کو بھی سزا ملے گی۔

یتیم کی کفالت کی فضیلت

ایام جاہلیت میں عرب میں یہ بھی ایک عیب تھا کہ یتیموں پر مہربانی نہ کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث صحیحہ میں یتیم کی خبرگیری اور اس کی کفالت کے بڑے فضائل ارشاد فرمائے ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کا وہ گھر سب سے اچھا ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اکرام اور بھلائی کی جاتی ہو۔ اور مسلمانوں کا وہ گھر بدترین ہے جس میں یتیم سے اچھا سلوک نہ کیا جاتا ہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو ملا کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔

دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ تمام گناہوں کی جڑ یہی محبت دنیا اور مال ودولت کا لالچ اور طمع ہے۔ یہی حق تلفی کراتی ہے۔ یہی جھوٹ بلواتی ہے۔ یہی فریب و دھوکہ دہی کراتی ہے۔ یہی خون کراتی ہے۔ اور یہی بے شرم وبے حیا بنا دیتی ہے۔ یہ کفار کی خصلتیں ہمیشہ سے رہی ہیں کہ مال کی اس قدر محبت اور پرستش کہ اسی کو مقصود زندگی ٹھہرا لے۔ کفار اور ان جیسی مذموم خصلتیں رکھنے والے انسان کو یہاں حب مال پر تنبیہ ہے اور پھر ان بداعمالیوں کے ساتھ یہ بھی سمجھنا کہ کوئی ہم کو ان باتوں پر سزا دینے والا نہیں تو اس کے متعلق اگلی آیت میں فرمایا گیا کہ ایسا ہرگز مت خیال کرنا اور ان سب کا پورا بدلہ آخرت میں دیا جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ وَجِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍ

ہرگز ایسا نہیں جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائیگا۔ اور آپ کا پروردگار اور جوق جوق فرشتے آویں گے۔ اور اُس روز جہنم کو لایا جاوے گا۔

بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۭ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۚ

اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا۔ کہے گا کاش میں اس زندگی کیلئے کوئی عمل آگے بھیج لیتا۔

فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۙ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۭ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۤ

پس اُس روز نہ تو خدا کے عذاب کی برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا۔ اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا۔ اے اطمینان والی جان۔

ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۧ

تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح کہ تو اُس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔ پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

كَلَّآ اِذَا ہرگز نہیں جب	دُكَّتِ پست کردی جائیگی	الْاَرْضُ زمین	دَكًّا دَكًّا کوٹ کوٹ کر	وَّجَآءَ اور آئے گا	رَبُّكَ تمہارا رب	وَالْمَلَكُ اور آئیں فرشتے	
صَفًّا صَفًّا قطار در قطار	وَجِايْٓءَ اور لائی جائے	يَوْمَىِٕذٍ اس دن	بِجَهَنَّمَ جہنم میں	يَوْمَىِٕذٍ اس دن	يَّتَذَكَّرُ سوچے گا	الْاِنْسَانُ انسان	وَاَنّٰى اور کہاں
لَهُ اس کیلئے	الذِّكْرٰى سوچنا	يَقُوْلُ وہ کہے گا	يٰلَيْتَنِيْ اے کاش	قَدَّمْتُ میں نے پہلے بھیجا ہوتا	لِحَيَاتِيْ اپنی زندگی کیلئے	فَيَوْمَىِٕذٍ پس اس دن	
لَّا يُعَذِّبُ عذاب نہ دیگا	عَذَابَهٗ اس کا عذاب	اَحَدٌ کوئی	وَّلَا يُوْثِقُ اور نہ باندھ کر رکھے	وَثَاقَهٗ اس کا باندھنا	اَحَدٌ کوئی	يٰٓاَيَّتُهَا اے	
النَّفْسُ نفس روح	الْمُطْمَىِٕنَّةُ اطمینان والی	ارْجِعِيْٓ لوٹ چل	اِلٰى طرف	رَبِّكِ اپنے رب	رَاضِيَةً راضی	مَّرْضِيَّةً وہ تجھ سے راضی	
	فَادْخُلِيْ پس داخل ہو	فِيْ میں	عِبٰدِيْ میرے بندے	وَادْخُلِيْ اور داخل ہو	جَنَّتِيْ میری جنت		

قیامت کا ہولناک منظر

گذشتہ آیات میں انسان کی اس غلط روش کی طرف اشارہ فرمایا گیا تھا کہ جو مال دولت کے بے جا ہوس اور طمع سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس غلط روش پر انجام سے بے پرواہ ہو جانا۔ آخرت سے نڈر بن جانا اور اس گمان میں مست رہنا کہ ہمارے اعمال کا کون دیکھنے والا اور بدلہ لینے والا ہے۔ کون ہماری اس روش پر باز پرس کرنے والا ہے تو ایسے غافل اور گمراہ انسان کے خیالات کی تردید فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں فرمایا جاتا ہے۔ کلا یعنی اے غافل انسان تو ہرگز ایسا خیال نہ کر کہ کون نیک و بد کو دیکھ رہا ہے جو اس کا بدلہ دے گا۔ نہیں اس سب کا بدلہ ضرور ملے گا اور پورا پورا بدلہ کب ملے گا؟ قیامت و آخرت میں ملے گا جب کہ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا جس دن کہ زمین جو اس دنیا کا فرش ہے ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ سب ٹیلے پہاڑ بلندی پستی ہموار ہو کر زمین چٹیل میدان بن جائے گی۔ یہ پہلی مرتبہ کے صور پھونکنے کے وقت ہوگا کہ جس کے بعد تمام عالم فنا ہو جائے گا پھر کچھ مدت کے بعد جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے دوسرا جہان پیدا ہوگا اور مردے قبروں سے زندہ ہو کر نکلیں گے اور تمام اولین و آخرین میدان حشر میں جمع کر دیئے جائیں گے۔ جہاں کی گرمی' تپش اور مصیبت سے عاجز ہو کر درخواست کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا جو کچھ بھی ہو فیصلہ فرما دیں تاکہ اس محشر کے عذاب سے نجات ملے۔ چنانچہ وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا یعنی آپ کا پروردگار بندوں کی عدالت کے لئے صفت جلال و قہر میں تجلی فرمائے گا اور فرشتے گروہ در

گروہ میدان حشر میں آویں گے۔ اور صف باندھ کر تعمیل ارشاد باری تعالیٰ کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا میدان حشر میں آنا جیسا کہ وَّجَآءَ رَبُّكَ میں فرمایا متشابہات میں سے ہے یعنی حق تعالیٰ کا یہ آنا اسی شان سے ہوگا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے جس کی کیفیت ہم اس دنیا میں نہیں سمجھ سکتے اس لئے بلا تفتیش کیفیت اس پر ایمان رکھنا چاہئے۔ آگے ارشاد فرمایا گیا وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ اور اس روز جہنم کو بھی لوگوں کی نظروں کے سامنے موجود کیا جائے گا۔ لاکھوں فرشتے جہنم کو اس کی جگہ سے کھینچ کر محشر والوں کے سامنے اس طرح لائیں گے کہ بڑی بڑی چنگاریاں اس پر اڑتی ہوں گی اور اس کے جوش وخروش کی ایک ہیبت ناک آواز لوگوں کے ہوش وحواس کو پریشان کرتی ہوگی اور ہر مجرم اپنا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لرز رہا ہوگا۔ اس وقت اصل حقیقت انسان پر واضح ہو جائے گی۔

جب غافل انسان کی آنکھیں کھلیں گی

يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ اس روز انسان یاد کرے گا جو اس نے دنیا میں کیا تھا۔ آج جو باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آتیں وہ سب اس دن سمجھ میں آجائیں گی۔ آج جن باتوں کا انکار کیا جارہا ہے وہ سب حقیقت بن کر اس دن آنکھوں کے سامنے آجائیں گی۔ اس روز اس کا نشہ اتر جائے گا۔ اور یہ سمجھ لے گا کہ جو کچھ دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبوں نے خبر دی تھی وہ سب حق تھی اور ہم اپنی کم عقلی اور بدبختی سے ان باتوں کو مذاق میں اڑا دیتے تھے۔ اور اس دن کے لئے ایمان صادق اور اعمال صالحہ کا سرمایہ جمع کرنے کی بجائے دنیاوی لذات و شہوات میں مستغرق رہے ہیں اس پر ارشاد ہوتا ہے۔ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى اور اس دن سمجھ میں آنے کا کیا فائدہ؟ یعنی اس وقت کا سمجھنا کہ میں دنیا میں سخت غلطی اور غفلت میں تھا کس کام کا ہوگا۔ اس روز پچھتانا دانت پیسنا رونا اور سر پیٹنا کیا فائدہ دے گا۔ سوچنے اور سمجھنے کا موقع تو ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔ دار العمل میں جو کام کرنا چاہئے تھا وہ دار الجزاء میں سود مند نہیں۔ وہ وقت بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا نہ ہوگا بلکہ وہ وقت تو فصل کاٹنے کا ہوگا۔ انسان نے اس دنیا کی زندگی میں جو کچھ بویا ہوگا اس کے مطابق فصل اس کے سامنے ہوگی اور وہ مجبور ہوگا کہ اپنے دنیا کے کرتوتوں کے مطابق پھل کھائے۔

حسرت بے ثمر

اس وقت اس کی آنکھیں کھلیں گی اور افسوس کے ساتھ ہاتھ ملے گا۔ اور کہے گا يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ کاش میں اس اخروی زندگی کیلئے کوئی عمل آگے بھیج لیتا۔ افسوس! میں نے دنیا کی زندگی میں وہ کام کئے ہوتے جو آج میرے کام آتے۔ کاش میں نے دنیا میں اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایات پر کان دھرا ہوتا اور اس کے مطابق اپنی زندگی کا نقشہ بنایا ہوتا۔ ہائے افسوس میں تو یونہی خالی ہاتھ یہاں چلا آیا۔ کاش کہ ایمان اور عمل صالح کا ذخیرہ آگے روانہ کر دیتا جو آج یہاں کے لئے توشہ بنتا۔ ہائے میں بدنصیب تو جو کچھ کرتا رہا چند روزہ زندگانی کے لئے کرتا رہا۔ جو ایک خواب سا تھا۔ لیکن اس وقت اس افسوس اور پچھتانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اے اللہ اپنے کرم سے آج اس دنیا میں ہمیں دین کی فہم اور سمجھ عطا فرما دے اور قیامت میں ہم کو غفلت کے پچھتاوے سے بچالے۔ آمین۔

احکم الحاکمین کی گرفت

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انتہائی کرم ہے کہ اس نے اس زندگی میں ہماری رہنمائی کے لئے پورا پورا انتظام فرما دیا ہے اور اس انجام کو کھول کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیا ہے جو مرتے ہی سامنے آنے والا ہے۔ اب اگر آج کسی کی سمجھ میں اللہ ورسول کی بات نہیں آتی۔ یا سمجھ میں تو آتی ہے مگر وہ اس کے مطابق زندگی کا رخ موڑنے کے لئے تیار نہیں ہے تو آج اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جو راہ چاہے اختیار کرے۔ لیکن جب قیامت میں پوری حقیقت سامنے آجائے گی اور قیامت میں کیا مرتے ہی بات سمجھ میں آجاوے گی اور تمنا کرے گا کہ اب اسے اگر دوبارہ دنیا کی زندگی کا موقع مل جائے تو اپنی زندگی میں بال برابر بھی اللہ کی ہدایت سے ہٹ کر قدم نہ رکھے لیکن اس وقت نہ اس بات کے سمجھنے کا کوئی فائدہ ہوگا اور نہ اس کا موقع ملے گا اس وقت تو اللہ کے جزا وسزا اور اس کے انعام واحسان یا اس کی پکڑ اور عذاب کا وقت ہوگا

اوراس کاعذاب وہ سخت عذاب ہوگا کہ اس کے برابر کوئی دوسرا عذاب ممکن نہ ہوگا اوراس کی پکڑ وہ سخت پکڑ ہوگی کہ اس جیسی کسی دوسری پکڑ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکے گا۔ الامان والحفیظ۔ اسی کو فرمایا جاتا ہے فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ وَّلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ پس اس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا۔ یعنی ایسی سخت سزا اور قید کرے گا کہ دنیا میں کبھی کسی نے کسی کو نہ اتنی سخت سزا دی ہوگی نہ ایسی سخت قید کی ہو گی۔ الامان والحفیظ کیونکہ اول تو اس کا عذاب روحانی وجسمانی ہوگا دوم ایسا سخت ہوگا کہ ویسا دنیا میں ہو نہیں سکتا۔ سوم دنیا کے عذاب کی انتہا خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو موت ہے جس کے آنے پر چھٹکارا ہو جاتا ہے مگر وہاں موت بھی نہیں کہ چھٹکارا ہو جائے۔ پھر وہاں کی جیل سے نہ کوئی نکل سکتا ہے نہ لے دے کر کوئی راحت حاصل کر سکتا ہے۔ ہمیشہ کی قید پھر وہاں کی مار اور دکھ۔ سانپ اور بچھو زنجیر اور بیڑیاں' عذاب روحانی وجسمانی الامان والحفیظ ایسی قید اور کون کر سکتا ہے۔

مومنین صالحین کے انعامات

یہاں تک تو اہل محشر کے مجرموں اور ظالموں کا حال بیان ہوا جو ان پر قیامت میں طاری ہوگا اس کے بعد صالحین اور مومنین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ جنہوں نے دنیا میں زندگی اللہ تعالیٰ کے حکموں اور ہدایت کے موافق گزاری ہوگی۔ جنہوں نے زندگی میں ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو اپنے سامنے رکھا ہوگا۔ جنہوں نے اللہ کی خوشنودی کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی رضا مندی کا کوئی خیال نہ کیا ہوگا تو ان کے ساتھ اس روز کیا معاملہ پیش آئے گا۔ ان کا کیسا اکرام و اعزاز کیا جائے گا۔ ان کو کیسی تسلی وتشفی کا خطاب سننا نصیب ہوگا ان کو کیسے راحت و آرام کی جگہ بھیجا جائے گا؟ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي یعنی ان سے محشر میں کہا جائے گا کہ اے نفس مطمئنہ تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر ادھر چل کر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

سبحان الله اللهم اجعلنامنهم اللہ تعالیٰ میدان حشر میں یہ خطاب ہم کو بھی سننا نصیب فرمائیں۔ آمین۔ اس خطاب میں پہلے ہی صالحین و مومنین کو يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ یعنی اے اطمینان والی جان فرما کر تسلی وتشفی فرمادی کہ اس خوف وہراس کے وقت وہ اس لفظ نفس مطمئنہ کو سنتے ہی عذاب وعتاب کی دہشت سے مطمئن ہو جائیں گویا یہ خطاب کا پہلا ہی لفظ بطور خوشخبری کے سنایا جائے گا کہ تجھے اطمینان ہے تو دنیا میں جس محبوب حقیقی سے لو لگائے ہوئے تھا اب ہر قسم کے جھگڑوں سے یکسو ہو کر راضی وخوشی اس کے مقام قرب کی طرف چل اور اس کے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو اور اس کی عالیشان جنت میں جو ہمیشہ کے لئے عیش و آرام کا گھر ہے قیام کر جہاں تم کو ہر وہ چیز ملے گی جس کی تم خواہش کرو اور پھر وہاں کی نعمتیں ابدی ہیں کہ کبھی زائل نہ ہوں گی۔ کبھی کم نہ ہوں گی۔ کبھی چھینی نہیں جائیں گی۔ اللهم اجعلنامنهم امین

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو موت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے اور عارفین کا تجربہ تو یہ بتلاتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ایسے نفوس مطمئنہ اس طرح کی بشارت کا فی الجملہ حظ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی نفس مطمئنہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

نفس اَمَّارَهْ... لَوَّامَهْ ...مُطْمَئِنَّهْ کی تحقیق

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے نفس کی تین صفات ہیں۔ امارہ' لوامہ' مطمئنہ' امارہ کفار اور دنیا کی لذات وشہوات پر فریفتہ لوگوں کی صفت ہے اور یہ نفس امارہ ان کو بدکاری اور بدعملی پر بار بار حکم کرتا رہتا ہے اور وہ مانتے رہتے ہیں۔ نفس لوامہ یعنی ملامت کرنے والا جو اپنی برائیوں پر ملامت کرے۔ یہ عام مسلمانوں کی صفت ہے کہ ان میں حس و ادراک باقی ہے اور گناہ کو گناہ سمجھتے ہیں اور دل میں گناہ کر کے رنج و افسوس ہوتا ہے۔ نفس مطمئنہ یعنی اطمینان والا نفس۔ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور صالحین کے نفس کی حالت ہے کہ ان کو عبادت ومعرفت سے اطمینان وسکون نصیب ہو جاتا ہے۔ اور کاموں میں لگ کر ان کا دل بے قرار رہتا ہے اور ہر پھر کر اپنے مرکز اصلی ذکر الٰہی کی طرف آ رہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمارے نفوس

4 امارہ ولوامہ کو بھی مطمئنہ بنا دے کہ ہم دنیا سے رخصت ہوتے وقت نفس مطمئنہ کے ساتھ رخصت ہوں۔

صالحین کی صحبت کا فائدہ

یہاں آخری دو آیات فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی یعنی نفس مطمئنہ کو مخاطب کر کے حق تعالیٰ جل شانہ کا یہ حکم کہ میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ ان سے متعلق مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ ان آیات میں پہلے اللہ تعالیٰ کے مخلص اور صالح بندوں میں شامل ہونے کا حکم ہے۔ پھر اس کے بعد جنت میں داخل ہونے کا۔ اس میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ جنت میں داخل ہونا اس پر موقوف ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے صالح و مخلص مومنین کے زمرہ میں شامل ہو۔ پھر ان سب کے ساتھ ہی جنت میں داخلہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو دنیا میں صالحین کی صحبت و معیت اختیار کرتا ہے یہ علامت اس کی ہے کہ یہ بھی ان کے ساتھ جنت میں جائے گا۔ اسی لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا۔ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین اور مجھے اپنی رحمت سے داخل کرا اپنے نیک بندوں میں (سورۂ نمل) اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا توفنی مسلماً و الحقنی بالصلحین موت دے مجھ کو اسلام پر اور ملا مجھ کو صالحین یعنی نیک بندوں میں (سورۂ یوسف) تو معلوم ہوا کہ صحبت صالحین وہ نعمت کبریٰ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس کی دعا سے مستغنی نہیں۔ (معارف القرآن)

خلاصہ

اس سورت کی ابتداء میں اس پر چار قسمیں کھائی گئی ہیں کہ کفار پر اللہ کا عذاب واقع ہو کر رہے گا' اس کے بعد سورۂ فجر میں تین مضامین نمایاں طور پر مذکور ہوئے ہیں۔

قوم عاد' ثمود اور فرعون جیسے متکبروں اور فسادیوں کے قصے اجمالی طور پر ذکر کیے گئے ہیں جو اپنی سرکشی اور جرائم کی وجہ سے اللہ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

اللہ کی سنت اور دستور یہ ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں انسان کو خیر و شر' فقر و غنی اور صحت و بیماری جیسی آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے' انسان کی طبیعت ایسی ہے کہ وہ اپنے رب کے فضل و احسان کا شکر ادا نہیں کرتا اور اللہ کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ نہیں کرتا وہ مال کی محبت میں بڑا حریص ہے' اس کا پیٹ بھرتا ہی نہیں۔

قیامت کے دن جو زلزلے اور ہولناک حالات پیش آئیں گے ان کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ انسان دو قسموں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ شقی لوگ اللہ کے غضب کے حقدار ہوں گے اور نفس مومن' جسے نفس مطمئنہ کہا گیا ہے اسے اپنے رب کی طرف لوٹنے اور جنت میں داخل ہونے کیلئے کہا جائے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جس حال میں رکھیں اپنی مرضیات پر چلنے اور اپنے احکام بجالانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ! آپ نے جو مال دولت ہم کو اس دنیا میں عطا فرمایا ہے اس کے حقوق بجالانے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کے ذریعہ حاجتمندوں اور مسکینوں کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہمیں دین کی سمجھ عطا فرما دیں کہ جو ہم اس دنیا میں ایمان اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ جمع کر لیں اور اپنی آخرت کو سنوار لیں۔

یا اللہ ہمیں نفس مطمئنہ نصیب فرما اور آخرت میں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائیں اور انہی کے ساتھ اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ لَقَدْ خَلَقْنَا

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی اور آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے اور قسم ہے باپ کی اولاد کی۔ کہ ہم نے انسان

الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ؕ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۘ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ

کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اُس پر کسی کا بس نہ چلے گا۔ کہتا ہے کہ

مَالًا لُّبَدًا ؕ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ؕ

میں نے اتنا مال وافر خرچ کر ڈالا۔ کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں۔

لَآ اُقْسِمُ نہیں، میں قسم کھاتا ہوں	بِهٰذَا اس	الْبَلَدِ شہر	وَاَنْتَ اور آپ	حِلٌّ اترے ہوئے	بِهٰذَا اس	الْبَلَدِ شہر	وَوَالِدٍ اور والد کی
وَمَا وَلَدَ اور اولاد	لَقَدْ خَلَقْنَا تحقیق ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	فِيْ میں	كَبَدٍ مشقت	اَيَحْسَبُ کیا وہ گمان کرتا ہے	اَنْ کہ	
لَنْ يَّقْدِرَ ہرگز بس نہیں چلے گا	عَلَيْهِ اس پر	اَحَدٌ کسی	يَقُوْلُ وہ کہتا ہے	اَهْلَكْتُ خرچ کر ڈالا	مَالًا مال	لُّبَدًا ڈھیروں	
اَيَحْسَبُ کیا وہ گمان کرتا ہے	اَنْ کہ	لَّمْ يَرَهٗ اس کو نہیں دیکھا	اَحَدٌ کسی				

وجہ تسمیہ، مقام وشان نزول

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں بلد کی قسم کھائی گئی ہے جس کے لفظی معنی شہر کے ہیں اور مراد شہر مکہ ہے اسی وجہ سے اس سورۃ کا نام بلد مقرر ہوا یہ سورۃ بھی مکی ہے۔ اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی لکھی ہے کہ قریش میں ایک کافر اسید بن کلدہ نہایت قوی ہیکل اور زور آور پہلوان تھا اس کو اپنی طاقت اور توانائی پر بڑا ناز تھا اور اس کی طاقت کا یہ حال تھا کہ اپنے پاؤں سے گائے بیل کا چمڑہ دبا لیتا اور لوگوں سے کہتا کہ میرے پاؤں کے نیچے سے چمڑہ کھینچ کر باہر کرو۔ بہت سے لوگ مل کر زور آزمائی کرتے مگر چمڑہ کھینچنے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور اس کے پاؤں تلے سے نہ نکلتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دعوت اسلام دی تو وہ کافر ایمان نہ لایا اور اس نے بہت سخت سست کلمات آپ کی شان میں استعمال کئے اور کہنے لگا کہ تم مجھے آتش دوزخ کے موکلوں سے کیا ڈرتے ہو۔ میرا بایاں ہاتھ ان سب کو سزا دینے کے لئے کافی ہے۔ میرے مقابلہ کی کون تاب لا سکتا ہے اور مجھ پر کون غالب آ سکتا ہے اور بہشت کی نعمتوں سے مجھے کیا پھسلاتے ہو۔ میں نے شادیوں اور خوشی کی تقریبات میں اتنا مال دولت خرچ کیا ہے کہ تمہاری بہشتی نعمتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ اور تمہاری جنت کی قیمت تو میرے اس خرچ کئے ہوئے مال کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتی۔ اس کی ان باتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی اور بتایا کہ انسان کو اپنی قوت اور زور اور مال و دولت کی کثرت اور بڑائی پر مغرور و نازاں نہ ہونا چاہئے۔ اور اگر یہ انسان پیدائش سے لے کر موت تک کے واقعات و تغیرات پر غور کرے تو یہ خوب واضح ہو جاتا ہے کہ اسے کس قدر تکالیف اور شدائد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس سورۃ کا خاص مضمون بھی یہی ہے کہ اس زندگی کے بعد جو ایک اور ہمیشہ رہنے والی زندگی آنے والی ہے اس میں انسان کے تمام اعمال کی جانچ کی جائے گی۔ ہر شخص کے ساتھ انصاف ہوگا اور جس نے اس دنیا میں جیسی

گزاری ہوگی اسی کے لحاظ سے اسے اچھا یا برا بدلہ دیا جائے گا۔

شہر مکہ کی قسم اور فتح مکہ کی پیشین گوئی

ان آیات کی ابتداء بھی چند قسموں سے ہوئی ہے۔ پہلی قسم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ کہ ہم اس شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ شہر مکہ کی قسم اس لئے کھائی گئی کہ افضل الرسل خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر مکہ میں کفار کے ہاتھوں اس وقت طرح طرح کے مصائب اور اذیتیں جھیل رہے تھے۔ مگر آپ کو اس مقدس شہر میں لڑنے کی خدا تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ تھی اس لئے ساتھ ہی بطور جملہ معترضہ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرما دی کہ اگرچہ آج آپ کا احترام اس شہر کے جاہلوں میں نہیں ہے اور آپ کفار کے نرغہ میں ہیں اور ان کی طرف سے بلا دریغ آپ اور آپ کے متبعین پر ظلم و ستم ڈھایا جا رہا ہے اور گو اس مقدس شہر میں قتال حرام ہے یہاں تک کہ اس میں شکار کھیلنے یا گھاس وغیرہ تک کاٹنے کا حکم نہیں مگر آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک بار آپ کو کفار سے لڑنے اور قتل و قتال کرنے کی اجازت دے دیں گے اور آپ اس وقت ان پر غالب آئیں گے۔ اور آپ اس شہر میں فاتحانہ داخل ہوں گے۔ چنانچہ بحمد للہ تعالیٰ یہ پیشین گوئی ۸ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر پوری ہوئی جب کہ فتح مکہ کے دن آپؐ کے لئے احکام حرم باقی نہ رہے اور آپ نے دشمنان دین پر غلبہ حاصل کیا اور اس مقام مقدس کی ابدی تطہیر و تقدیس کے لئے مجرموں کو سزا دینے کی بھی آپ کو اجازت ہوئی۔ اور یہ صرف ایک دن فتح مکہ کے روز حرم میں خون بہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہوا تھا۔ فتح مکہ کے دوسرے ہی دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا۔

(ترجمہ) ''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے جس روز آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اسی دن مکہ کو حرام و محترم پیدا کیا پس وہ قیامت تک حرام و محترم رہے گا۔ پس کسی شخص کے لئے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ مکہ میں کوئی خون بہائے اور نہ کسی کے لئے کسی درخت کا کاٹنا جائز ہے۔ مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا اور میرے لئے بھی صرف اسی ساعت اور اسی گھڑی کے لئے حلال کیا گیا۔ اہل مکہ کی نافرمانی پر اور ناراضی کی وجہ سے اور آگاہ ہو جاؤ کہ اس کی حرمت پھر ویسی ہی ہوگئی جیسا کہ پہلے تھی پس تم میں سے جو حاضر ہے وہ میرا یہ پیام ان لوگوں کو پہنچا دے کہ جو غائب ہیں۔ پس تم میں سے جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ میں قتال کیا تو تم اس سے یہ کہہ دینا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول کے لئے مکہ کو کچھ وقت کے لئے حلال کر دیا تھا اور تمہارے لئے حلال نہیں کیا۔''

الغرض یہاں پہلی قسم اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی کہ ہم اس شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں اور اس کے بعد بطور پیشین گوئی کے فرمایا کہ آپ کیلئے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے۔ یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ تھا۔

نوع انسانیت کی قسم

آگے دوسری اور تیسری قسم فرمائی۔ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ کہ قسم ہے باپ کی اور اولاد کی۔ ساری اولاد کے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔ اس لئے بعض مفسرین نے یہاں والد سے مراد حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام لئے ہیں اور اولاد سے مراد تمام بنی آدم لئے ہیں اور بعض مفسرین نے عام باپ اور اولاد مراد لئے ہیں۔

انسان کی ذمہ داریاں

ان قسموں کے بعد فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں مشقت اور مصیبت کے لئے بنایا ہے چنانچہ اس کی ساری عمر تکالیف حیرانی اور پریشانی میں گزرتی ہے۔ عمر بھر کہیں مرض میں کہیں رنج میں کہیں فکر میں اکثر اوقات مبتلا رہتا ہے۔ یہاں جن چیزوں کی قسم کھائی ہے اس کو جواب قسم سے خاص مناسبت ہے چنانچہ بلد یعنی شہر جس کی قسم پہلے کھائی گئی مجمع خلائق ہوتا ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی مشقت اور دھندے میں لگا ہوتا ہے اور انسانی دوڑ دھوپ اور رنج و غم کا ایک عجیب منظر ہوتا ہے۔ بالخصوص شہر مکہ میں تو بوقت نزول قرآن مشقت و محنت ممتاز درجہ رکھتی تھی اول تو اس کی پہاڑی اور ریگستانی زمین کی وجہ سے مشقت جہاں

نہ سرسبز باغات تھے نہ کھیتی۔ نہ کنوؤں میں میٹھا پانی۔ نیز گرم جگہ جہاں بادسموم چلا کرتی اور جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو دین داروں اور اسلام اختیار کرنے والوں کی اور بھی مصیبت اور مشقت بڑھ گئی۔ آئے دن کا ظلم وستم مار پیٹ شروع ہو گیا تھا۔ دوسری قسم والد کی کھائی گئی جو اپنی اولاد کے لئے طرح طرح کی محنت ومشقت برداشت کرتا ہے۔ کبھی فکر معیشت اور تدبیر تربیت میں مبتلا ہوتا ہے تو کبھی بچوں کی بیماری اور موت کے صدمہ اٹھاتا ہے۔ پھر کسی کی اولاد نالائق اٹھی تو اس کا دکھ باپ ہی سے پوچھنا چاہئے۔ آپ دکھ اٹھا کر اولاد کو آرام پہنچانے کا حال ہر ایک صاحب اولاد پر ظاہر ہے۔ پھر صرف باپ ہی کو نہیں بچہ کو بھی دنیا میں مختلف مصائب اور آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نو ماہ شکم مادر میں محبوس رہنا اور رحم میں گندہ خون کھانا اور پھر تنگ راستہ سے نکل کر دنیا میں آنا۔ سردی گرمی بھوک پیاس کا دکھ اٹھانا۔ پھر دانتوں کی تکلیف اور جسمانی حالت کمزور ہوئی تو صدہا تکالیف اور بیماریاں آدباتی ہیں۔ پھر جب ذرا سمجھ آئی تو مکتب ومدرسہ میں تعلیم وتربیت کی مصیبت۔ پھر جب جوان ہوا تو فکر معاش نے آگھیرا۔ چند پیسوں کے لئے کوئی دن بھر دوکان یا کارخانہ میں مقید رہتا ہے۔ کوئی فوج میں نوکر ہو کر کیا کیا مصائب دیکھ کر سر کٹواتا ہے۔ رعیت ہے تو بادشاہ کی اطاعت بلکہ غلامی اور کار وبے گار و خراج ٹیکس کی مصیبت اور بادشاہ ہے تو اس کو جہانداری اور حفظ سلطنت کی مصیبت۔ نوکر کو آقا کی اطاعت کی مشقت۔ آقا کو اپنے ملازمین کی نگہداشت کی مشقت' بیوی کو میاں کی اطاعت اور بچہ کشی کی مشقت' میاں کو بیوی کے جا بے جا مصارف اور فرمائشات کے برداشت کرنے کی مشقت' ماں باپ کو اولاد کی پرورش اور بیماری میں ان کے درد وغم کھانے کی مصیبت اولاد پر مادر و پدر کی خدمت واطاعت کی مشقت پھر دوست احباب' ہم وطن وہمسایوں کو خوش رکھنے کی مشقت' یہ تو جیتے جی دنیا کی مشقتیں تھیں پھر آگے نزع کی مشقت اور مفارقت مال واولاد کی مشقت' پھر تنگی قبر اور عذاب قبر' عالم برزخ وحشر ونشر کی مصیبت' پھر اگر شقی ازلی ہے تو جہنم ابدی کی مشقت اور مصیبت پر مصیبت ہے۔

ذمہ داریوں کا تقاضا

غرض کہ ہر طرف سے تکالیف ہی تکالیف نظر آتی ہیں کوئی ایک دو ہوں تو بیان بھی کی جائیں لہٰذا یہ سب چیزیں بتا رہی ہیں کہ انسان ہر وقت آلام وشدائد میں گھرا ہوا ہے۔ اور سدا کا دکھیا ہے۔ اسی کو فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ تو چاہیے تو اسے یہ تھا کہ عجز وانکساری اختیار کرتا اور مطیع وفرمانبردار رہتا مگر اس کی تو یہ حالت ہے کہ باوجود مصائب کا شکار ہونے کے پھر بھی غرور ونخوت سے باز نہیں آتا۔ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ اور سمجھتا ہے کہ اس پر کسی کا قابو نہیں چل سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اپنے آپ کو خارج سمجھتا ہے احکام خداوندی کے خلاف ورزی کرتا ہے اور یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال عیش وعشرت میں اڑا دیا۔ اور اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں تو کیا اس کو معلوم نہیں کہ خدائے تعالیٰ اس کے ہر ہر فعل کو دیکھ رہا ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ قلوب کے خطرات ووساوس بھی اس کے علم میں ہیں۔ پھر کیسے کوئی اس کی سزا سے بچ سکتا ہے۔

یہاں ان آیات میں انسان کو اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ انسان کی دنیا میں جو یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں ہمیشہ راحت ہی راحت اور چین میں رہے۔ کسی تکلیف رنج ومشقت سے کبھی واسطہ نہ پڑے تو یہ انسان کا خیال خام ہے جو کبھی حاصل نہ ہوگا۔ جب حق تعالیٰ جو انسان کے پیدا کرنے والے ہیں وہ فرما رہے ہیں لقد خلقنا الانسان فی کبد کہ انسان اپنی فطرت سے ایسا پیدا کیا گیا ہے کہ اول عمر سے آخر تک محنتوں اور مشقتوں میں رہتا ہے۔ تو انسان کو چاہیے کہ مشقت کے لئے تیار رہے۔ اور جب دنیا میں محنت ومشقت اور کلفت پیش آنا ہی ہے تو عقلمند کا کام یہ ہے کہ محنت ومشقت اس چیز کے لئے کرے جو اس کے ہمیشہ کام آئے اور دائمی راحت کا سامان بنے اور وہ صرف ایمان اور طاعت حق میں منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی سمجھ اور فہم عطا فرماویں۔ اور آخرت کی دائمی راحت کے لئے دنیا میں عارضی اور وقتی مشقت ومحنت برداشت کرنے کی قوت وصلاحیت عطا فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو انسان بنا کر پیدا فرمایا اور پھر انسان بنا کر ایمان اور اسلام کی دولت سے نوازا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ ۙ﴿۸﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيۡنِ ۙ﴿۹﴾ وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ ۚ﴿۱۰﴾ فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَةَ ۫ۖ﴿۱۱﴾

کیا ہم نے اُس کو دو آنکھیں اور زبان اور دوہونٹ نہیں دیئے۔اور ہم نے اُس کو دونوں راستے بتلادیئے۔سو وہ شخص گھاٹی میں سے

وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ ؕ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ﴿۱۳﴾ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَةٍ ۙ﴿۱۴﴾ یَّتِیۡمًا

ہوکر نہ نکلا۔اورآپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی کیاہے۔وہ کسی گردن کا چھڑا دینا ہے یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی

ذَا مَقۡرَبَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ؕ﴿۱۶﴾

رشتہ داریتیم کو۔یا کسی خاک نشین محتاج کو۔

اَلَمۡ کیانہیں	نَجۡعَلۡ ہم نے بنایا	لَهٗ اس کیلئے	عَيۡنَيۡنِ دوآنکھیں	وَلِسَانًا اورزبان	وَشَفَتَيۡنِ اور دو ہونٹ	وَهَدَيۡنٰهُ اورہم نے اسے دکھائے		
النَّجۡدَيۡنِ دوراستے	فَلَا اقۡتَحَمَ پس نہ داخل ہواوہ	الۡعَقَبَةَ گھاٹی	وَمَا اورکیا	اَدۡرٰىكَ تم سمجھے	مَا کیا	الۡعَقَبَةُ عقبہ	فَكُّ چھڑانا	رَقَبَةٍ گردناسیر	اَوۡ یا
اِطۡعٰمٌ کھاناکھلانا	فِیۡ میں	یَوۡمٍ دن	ذِیۡ مَسۡغَبَةٍ بھوک والے	یَّتِیۡمًا یتیم	ذَا مَقۡرَبَةٍ قرابت دار	اَوۡ یا	مِسۡكِيۡنًا مسکین	ذَا مَتۡرَبَةٍ خاک نشین

انسان کی ناشکرگزاری

گذشتہ ابتدائی آیات میں بتلایا گیا تھا کہ انسان اگر غور کرے تو صاف سمجھ سکتا ہے کہ یہ انسان ہروقت آلام وشدائد میں گھرا ہوا ہے۔ تو چاہیے تو اسے یہ تھا کہ عجز وانکساری اختیار کرتا۔مطیع اور فرمانبردار رہتا مگر اس کے غرور اور پندار کی یہ حالت ہے کہ سمجھتا ہے کہ میں ہی سب کچھ ہوں۔اور احکام خداوندی کے خلاف ورزی کرتا ہے۔اسی سلسلے میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تو اس انسان پر بہت احسان کئے ہیں لیکن پھر بھی یہ احسان مند بندہ ہونے کے بجائے احکام خداوندی کے سامنے اکڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو دوآنکھیں دیں تاکہ انسان ان آنکھوں سے ہرطرف خدا کی نعمتوں کو دیکھے اوران انتظامات کو دیکھے جواس نے انسان کی پرورش کے لئے مہیا کردیئے ہیں اس دیکھنے کے نتیجہ میں اسے اپنے رب کی صفات کو پہچاننا چاہئے اوراس کی نعمتوں کا شکرادا کرنا چاہئے۔اس کی توحید کا اقرار کرنا چاہئے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ کیا ہم نے اس کو دوآنکھیں نہیں دیں۔اس میں ایک دوسرے پہلو سے بھی چند چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔مثلاً ایک کافر اور ناشکرا انسان اپنے کمائے ہوئے مال وزر اور دھن دولت کو اپنے دنیاوی تحفظ واستحکام اوراپنے قیام ودوام کا سبب جانتا ہے اور قادر حقیقی کی قدرت کاملہ پر غور نہیں کرتا کہ مال حاصل کرنے کے آلات جن میں سے اعلیٰ چیزیں آنکھ اور وَلِسَانًا وَّشَفَتَيۡنِ ہیں یعنی زبان اور لب ہیں وہ تو اللہ ہی نے پیدا کردیئے ہیں۔اگر یہ اندھا اپاہج ہوتا تو کیا کماتا۔پھر ایک کافر انسان کا یہ سمجھنا کہ نہ مجھے کوئی دیکھ رہا ہے نہ میرے حالات اور اسرار پر کوئی واقف ہے یہ بھی غلط ہے۔جس نے انسانوں کو دیکھنے کو آنکھیں دیں کیا وہ خود دیکھتا نہ ہوگا۔یقیناً جو سب کو بینائی دے وہ سب سے بڑھ کر بینا ہونا چاہئے۔پھر صرف دوآنکھیں ہی نہیں پیدا کردیں بلکہ زبان اور دو ہونٹ بھی پیدا کردیئے کہ اگر خود کسی میں نیک وبدکام میں تمیز کرنے کی عقل نہیں تو اس زبان کے ذریعہ کسی صاحب فہم وفراست سے ہی پوچھ لے۔غرض کہ انسان کو چاہئے کہ ان اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو حصول سعادت کا آلہ بنائے اور کسی بری جگہ منعم حقیقی کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کرے۔

انسان کی رہنمائی کا انتظام

پھر اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء ہی کے پیدا کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ انسان کو نیکی اور بدی کے دونوں راستوں سے بھی آگاہ کردیا۔مضر اور مفید میں امتیاز کرنے کی قوت بھی عطا کر

دی تا کہ مضر سے اجتناب کرے اور نافع پر کاربند ہو۔ پھر اتنا ہی نہیں بلکہ انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجنے کا بھی انتظام فرمایا۔ اپنے رسولوں کو بھیجا۔ اپنی کتابیں نازل کیں جس میں انسانوں کو بتایا کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہ کرنا چاہئے۔ کون سے کام اچھے ہیں کون سے برے۔ کس بات سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور کس بات سے ناراض۔ ان سب باتوں کا مقتضا یہی تھا کہ انسان احکام الٰہی کے تابع ہوتا۔ محسن حقیقی کا شکر بجالاتا۔ اسراف سے باز آتا۔ اعمال صالحہ کرتا لیکن اس کافر انسان نے تو ایسا کرنے سے صریح انکار کر دیا۔ نیک و بد میں امتیاز کرنے کی قوت موجود ہونے کے باوجود دین کی گھاٹی میں نہ گھسا۔ اس کو تو دین حق کی پیروی پہاڑ کی طرح بوجھل معلوم ہوتی ہے۔ یہاں فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ میں دین کے کاموں کو گھاٹی یعنی دشوار گزار راستہ سے گزرنا اس لئے کہا گیا ہے کہ دین کے احکام پر چلنا نفس کو شاق گزرتا ہے کیونکہ وہ خواہشات نفسانی کے خلاف ہوتے ہیں اور برے راستہ پر چلنا آسان ہوتا ہے کیونکہ وہ خواہشات کے موافق ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اصلی اور حقیقی کامیابی کی منزل کی طرف چل رہے ہیں ان کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ آسان و ہموار راستہ پر ہی چلتے رہیں گے۔ نہیں بلکہ دین کے راستہ پر چلنے میں گھاٹیاں بھی آئیں گی۔ ناپسندیدہ حالات سے بھی دوچار ہونا پڑے گا۔ مشکلات سے بھی واسطہ پڑے گا اور جب تک دشواریوں کی ان گھاٹیوں کو پار نہیں کیا جاوے گا منزل مقصود کی طرف بڑھنا ممکن نہ ہوگا۔

دو اعلیٰ قسم کی نیکیاں

اس کے بعد یہ سوال آیت میں کیا گیا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ یعنی کامیابی کی اس منزل کی طرف بڑھنے میں جس دین کی گھاٹی کو پار کرنا ضروری ہے وہ ہے کیا؟ آگے خود ہی اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ فَكُّ رَقَبَةٍ یعنی دین کی گھاٹی سے مراد کسی کی گردن کو طوق غلامی سے چھڑانا ہے۔ یا اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ یعنی فقر و فاقہ کی حالت میں کسی رشتہ دار یتیم یا کسی خاک نشین فقیر مسکین کو کھانا کھلا دینا ہے۔

گویا یہاں نیکی کی دو اعلیٰ اقسام بیان فرمائی گئیں۔ ایک فک رقبۃ یعنی گردن کا چھڑانا یہ الفاظ عام ہیں اور اس میں کئی صورتیں داخل ہیں۔ ایک غلام کا آزاد کر دینا یا اس کی قیمت مالک کو ادا کر کے غلام کو آزاد کرا دینا۔ عرب میں ایام جاہلیت میں غلاموں پر بڑی سختی ہوتی تھی ان کو جانوروں کی طرح رکھ کر سخت مشقت کے کام لیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس رسم غلامی میں بڑی اصلاح کی اول تو آزادی کی بڑی ترغیب دلائی اور جو کسی مسلمان کے پاس غلام رہ جاوے تو اس کے ایسے حقوق قائم کئے کہ پھر غلام کو غلامی میں آزادی ہے۔ کوئی تکلیف سخت باقی نہیں رہتی۔ دوسرے کسی نادار قرض دار کو قرضہ معاف کر کے خود آزادی دینا یا قرضہ ادا کر کے اس کی گردن کو اس سخت پھندے سے چھڑا دینا۔ تیسرے کوئی ظالم زبردستی اور ناحق کسی کو بیگار قید میں پکڑ لے اس کی خلاصی کرانا خواہ بقوت بازو خواہ مال دے کر۔ یہ سب صورتیں۔ فک رقبۃ یعنی گردن چھڑانے میں داخل ہیں۔

دوسری قسم نیکی کی اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ فرمایا یعنی فاقہ کے دن کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو کھانا کھلانا۔ یعنی احتیاج اور ضرورت کے وقت جیسا کہ ایام قحط ہوں یا کسی اور سبب سے غلہ نہ ملتا ہو ایسے وقت میں بھوکے کو کھانا کھلانا خواہ وہ کوئی ہو مگر یتیم کو کھانا کھلانا اور بھی بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس کا کوئی سرپرست نہیں۔ اور یتیموں میں بھی اہل قرابت اگر ہو تو اور زیادہ ثواب و نیکی ہے یا کسی فقیر حاجتمند کو کہ فقر و فاقہ نے اسے خاک نشین بنا دیا ہو تو دین کی گھاٹی سے گزرنا یہاں دو چیزوں کو بتلایا گیا ایک تو کسی کی گردن کو طوق غلامی سے چھڑانا۔ جس میں غلام آزاد کرنا یا کرانا قرض دار کا قرض ادا کر کے مصیبت قرض سے نجات دلانا۔ ظالم کے ظلم سے مظلوم کو چھڑانا یہ سب صورتیں شامل ہیں دوسرے احتیاج کے وقت کسی رشتہ دار یتیم یا کسی خاک نشین فاقہ زدہ محتاج کو کھانا کھلانا۔ یعنی اصلی اور حقیقی کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لئے دین کی گھاٹی میں سے گزرنا لازمی ہے جس میں اہم گھاٹی یہ ہے کہ انسان

دوسرے انسانوں کی مصیبت کو دور کرے۔ بھوکوں کے لئے کھانے کا انتظام کرے بالخصوص اپنے قریبی رشتہ دار، لاوارث یتیم بچے اور ایسے خستہ حال مسکین جو دوسروں کی مدد کے محتاج ہوں۔

اسلام اور مسئلہ غلامی

یہاں ان آیات میں کسی کو غلامی سے آزاد کرنے یا کرا دینے کو نیکی کے اعلیٰ کاموں میں سے ایک کام بتایا گیا۔ معاندین اور مخالفین اسلام جو اسلام کے مسئلہ غلامی پر اعتراض کرتے ہیں وہ ذرا آنکھ کھول کر دیکھیں کہ اسلام میں مسئلہ غلامی کی حقیقت کیا ہے۔ اسلامی شریعت میں صرف ان جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی اجازت ہے جو نہ تو فدیہ دے کر آزاد ہو سکیں اور نہ جن کو قیدیوں کے تبادلے کے اصول کے تحت آزاد کرنے کی گنجائش نکل سکے۔ ایسے قیدیوں کو اسلامی حکومت جیل خانوں یا کیمپوں میں رکھ کر ان سے ظالمانہ بیگار لینے کے بدلے انہیں اسلامی حکومت لشکریوں اور مسلم سوسائٹی کے خاندانوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ایسے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ اور اس طرح یہ توقع کی جاتی ہے کہ یہ لوگ اسلامی ماحول میں رہ کر اسلام کو سمجھ سکیں گے اور وہ خوشی سے اسلام قبول کر کے مسلم سماج کا ایک جزو بن جائیں گے۔ ایسے قیدیوں یعنی غلاموں کو آزاد کرنا ایک بڑی نیکی کا کام بتایا گیا ہے۔ اور اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ ایسے غلاموں نے نہ صرف تخت و تاج پا کر حکومتیں کی ہیں بلکہ اپنے علم وفضل کی بدولت وہ مسلمانوں کی دینی پیشوائی کے اونچے مقام تک پہنچے ہیں۔

یہ سب باتیں ہی نہیں بلکہ واقعات ہیں۔ پھر اس صورت میں غلام علمی و تمدنی ترقی بھی کر سکتا ہے کیونکہ جب آقا و غلام میں اتحاد ہو جاتا ہے تو آقا خود چاہتا ہے کہ میرا غلام مہذب اور شائستہ ہو۔ وہ اس کو تعلیم بھی دلاتا ہے صنعت و حرفت بھی سکھلاتا ہے۔ چنانچہ اسلام میں صدہا علماء و زہاد و عباد ایسے ہوئے ہیں جو اصل میں غلام تھے۔ غلاموں کے طبقہ نے تمام علوم میں ترقی حاصل کی بلکہ غلاموں کو بعض دفعہ بادشاہت بھی نصیب ہوئی ہے۔

سلطان محمود غزنویؒ کا واقعہ

سلطان محمود غزنویؒ کو مخالفین بہت بدنام کرتے ہیں کہ انہوں نے تلوار سے اسلام پھیلایا مگر تاریخ میں ان کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ اس سے ان کی رحم دلی اور شفقت کا اندازہ ہو جائے گا اور یہ کہ غلاموں کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ تھا۔ ایک بار سلطان محمودؒ نے ہندوستان پر حملہ کیا اور بہت سے ہندو جنگ میں قید ہوئے جن کو وہ اپنے ساتھ غزنی لے گئے۔ ان میں ایک غلام بہت ہونہار و ہوشیار تھا اس کو آزاد کر کے سلطان نے ہر قسم کے علوم وفنون کی تعلیم دی جب وہ تعلیم سے فارغ ہوا تو اس کو حکومت کے عہدے دیئے گئے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس کو ایک صوبہ کا مالک بنا دیا۔ صوبہ کی حیثیت اس وقت وہ تھی جو آج کل کسی بڑے والی ریاست کی حیثیت ہوتی ہے۔ جس وقت سلطان نے اس کو تخت پر بٹھلایا اور تاج سر پر رکھا تو وہ غلام رونے لگا۔ سلطان نے فرمایا کہ یہ وقت خوشی کا ہے یا غم کا۔ اس نے عرض کیا جہاں پناہ اس وقت مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آیا پھر اپنی یہ قدر و منزلت دیکھ کر رونا آ گیا۔ حضور جس وقت میں ہندوستان میں بچہ تھا تو آپ کے حملہ کی خبر سن سن کر ہندو کانپتے تھے اور ان کی عورتیں اپنے بچوں کو آپ کا نام لے کر ایسا ڈرایا کرتی تھیں جیسے ہوا سے ڈرایا کرتی ہیں میری ماں بھی مجھے اسی طرح آپ کے نام سے ڈرایا کرتی تھی۔ تو میں سمجھتا تھا کہ نہ معلوم محمود کیسا جابر و ظالم ہوگا۔ حتیٰ کہ آپ نے خود ہمارے ملک پر حملہ کیا اور اس فوج سے آپ کا مقابلہ ہوا جس میں یہ غلام موجود تھا۔ اس وقت میں آپ کے نام سے بھی ڈرتا تھا۔ پھر میں آپ کے ہاتھوں قید ہوا تو میری جان ہی نکل گئی کہ بس اب خیر نہیں۔ مگر حضور نے دشمنوں کی روایات کے خلاف میرے ساتھ ایسا برتاؤ فرمایا کہ آج میرے سر پر تاج سلطنت رکھا جا رہا ہے۔ تو اس وقت مجھے یہ خیال کر کے رونا آ گیا کہ کاش آج میری ماں ہوتی تو میں اس سے کہتا کہ دیکھ یہ وہی محمود ہے جس کو تو ہوا بتلایا کرتی تھی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ

پھر اُن لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کی اور ایک دوسرے کو ترحم کی فہمائش کی۔یہی لوگ

اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ؕ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ؏

داہنے ہاتھ والے ہیں۔اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیں والے ہیں۔اُن پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کردیا جائے گا۔

ثُمَّ پھر	كَانَ ہو	مِنَ سے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے	وَتَوَاصَوْا اور باہم نصیحت کی	بِالصَّبْرِ صبر کی	وَتَوَاصَوْا اور باہم نصیحت کی
بِالْمَرْحَمَةِ رحم کھانے کی	اُولٰٓئِكَ وہ یہی لوگ	اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ برکت والے (خوش نصیب)	وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور جن لوگوں نے انکار کیا			
	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیات	هُمْ وہ	اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ نحوست والے (بدبخت)	عَلَيْهِمْ ان پر	نَارٌ آگ	مُّؤْصَدَةٌ موندی کی ہوئی

قبولیت اعمال کی شرط

یہ سورۃ بلد کی آخری آیات ہیں گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے ان احسانات وانعامات کا ذکر فرمایا گیا تھا۔اور پھر خیر وشر دونوں کی راہیں بتلادیں اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان سب اعمال کے مقبول ہونے کی جن کا ذکر پہلے ہوا سب سے بڑی شرط ایمان ہے یہ سارے نیک کام اسی وقت نیکی شمار ہوسکتے ہیں جب انسان پہلے توحید کا اقرار کرے اور اللہ کے سارے رسولوں کو سچا جان کران پر بھی ایمان لائے۔گویا اس توحید اور رسالت کا اقرار کئے بغیر کوئی نیکی نیکی نہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ہر نیکی کے لئے ایمان شرط ہے ایمان کے بغیر کوئی نیکی مقبول نہیں ۔ جہاں ایمان کی بنیاد نہ ہوگی وہاں نیکی اور تقویٰ کی عمارت بن ہی نہیں سکتی پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ ایمان لاکر ایمان ہی پر بس کر کے نہ بیٹھ رہے بلکہ ہر ایک قسم کی نیکی خود بھی کرے اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرتا رہے۔

آگے ارشاد ہے۔ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اور وہ ایک دوسرے کو باہم مہربانی ' نرمی' رحم دلی اور حسن سلوک کی بھی نصیحت وتاکید کرتے رہے۔یتیموں پر شفقت چھوٹوں پر مہربانی ' بے کسوں بیواؤں بے زبانوں کی چارہ سازی قوم اور ملک کے ساتھ بھلائی بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ بیماروں کی دوا کرنا۔ننگوں کو کپڑا پہنانا بھولوں کو راستہ بتلانا۔درماندوں کے کاموں میں مدد کرنا۔یہ سب صورتیں وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ میں شامل ہیں۔تو دراصل ایمان کے بعد تمام نیکیوں کی اصل دو ہی چیزیں ہیں ایک تعظیم لامر اللہ جو صبر سے متعلق ہے اس لئے اس کو مقدم کیا۔دوسرے شفقت برخلق اللہ جس کو مرحمت سے تعبیر کیا۔

کامیاب اور ناکام کون؟

آگے بتلایا گیا کہ جو لوگ ان اوصاف حمیدہ سے موصوف ہیں یہی لوگ دراصل بڑے نصیب والے ہیں۔آخرت کی زندگی کی کامیابیاں ان ہی کے لئے ہیں۔یہی اللہ تعالیٰ کی حقیقی نعمتوں کا لطف اٹھائیں گے۔**اللھم جعلنا منھم** یہاں آیت میں اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ فرمایا گیا جس کا ایک ترجمہ تو یہ ہے کہ وہ لوگ بڑے نصیب والے ہیں دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ یہی لوگ داہنے ہاتھ والے ہیں۔یعنی یہی وہ خوش نصیب ومبارک لوگ ہیں جن کو عرش عظیم کے دائیں جانب جگہ ملے گی اور یہ جگہ اہل سعادت کی ہے اور جن کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔جو اہل جنت میں سے ہونے کی نشانی ہے۔ان اہل کمال کے بعد ازلی بدبختوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ

اور جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی حقیقتوں کا انکار کرتے ہیں۔نہ اللہ اور اس کے رسول اور کتاب پر ایمان لاتے ہیں نہ ان کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلتے ہیں تو یہ لوگ بڑے ہی بدقسمت ہیں۔منحوس اور شامت زدہ ہیں جن کا

اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ جو جہنمی ہونے کی نشانی ہے اور جو عرش کے بائیں جانب کھڑے کئے جائیں گے جو مجرموں کے کھڑا ہونے کی جگہ ہوگی۔ انہیں اپنے کفر اور غلط روش کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا اور جہنم میں ڈال کر اس کے سب دروازے نکلنے کے بند کر دیئے جائیں گے۔

اللھم لاتجعلنا منھم.

خلاصہ

اس سورت کا موضوع انسان کی سعادت اور شقاوت ہے سورت کی ابتداء میں اللہ نے تین قسمیں کھا کر فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے یعنی اس کی زندگی محنت و مشقت اور جفا کشی سے عبارت ہے کبھی فقر و فاقہ کبھی بیماری اور دکھ کبھی حوادث اور آلام پھر بڑھاپا اور موت قبر کی تاریکی اور منکر نکیر کے سوالات قیامت اور اس کی ہولناکیاں غرضیکہ ابتداء سے انتہاء تک مشقت ہی مشقت۔

اس کے بعد ان کفار کا تذکرہ ہے جنہیں اپنی قوت پر بڑا گھمنڈ تھا وہ فخر و ریا کی نیت سے اموال خرچ کرتے تھے ایسے لوگوں کو آنکھوں ہونٹوں زبان اور ہدایت جیسی نعمتیں یاد دلائی گئی ہیں۔ پھر قیامت کے شدائد و مصائب کا تذکرہ ہے جن سے ایمان اور عمل صالح کے علاوہ کوئی چیز چھٹکارا نہیں دے سکتی سورت کے اختتام پر انسانوں کو "اونچی گھاٹی" پر چڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اونچی گھاٹی سے مراد وہ اعمال ہیں جو نفس پر شاق گزرتے ہیں یعنی انسانوں کی گردنیں چھڑانا غلامی سے قید و بند سے اور جہنم کی آگ سے یونہی یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا اس کے ساتھ چند اور صفات کا ہونا بھی ضروری ہے یعنی ایمان باللہ ایک دوسرے کو صبر کی اور آپس میں رحم کرنے کی وصیت۔

سورۃ البلد کے خواص

۱...... بچہ جب پیدا ہو تو فوراً اس پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کرنے سے وہ بچہ ہر قسم کی مضرّت رساں مخلوقات سے محفوظ ہو جائے گا۔

۲...... وہ لوگ جو مالی مشکلات کا شکار ہوں اور اپنی گزران میں تنگ ہوں تو ان کے لیے یہ سورۃ کسی خزانہ سے کم نہیں ہے، صبح کی نماز سے پہلے اور بعد میں اس کی تلاوت کو اپنا معمول بنا لیں، ان شاء اللہ کبھی ان کی جیب پیسوں سے خالی نہ ہوگی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا اور ہم کو ان گنت انعامات و احسانات سے نوازا۔ یا اللہ ہمیں اپنے شکر گزار اور احسان مند بندوں میں شامل فرما لیجئے اور ہم کو دوسروں کے ساتھ احسان کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور **وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمہ** کا مصداق بنا دیجئے۔

یَااللّٰہ میں ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی لذت سے میں نے ساری رات کالی کر دی اس کی فکر میں دماغ سوزی کرتا رہا رات سیاہ کاری میں گزاری اور صبح نیک بن کر باہر آیا حالانکہ میرے دل میں بجائے نیکی کے وہی گناہ کی گندگی بھری رہی۔

یَااللّٰہ تیری ناراضگی کا کوئی خوف ہی نہ کیا میرا کیا حال ہوگا۔ الٰہی! مجھے اپنی مہربانی سے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ خَمْسَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کا نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ﴿۱﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ﴿۲﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ﴿۴﴾ وَالسَّمَآءِ

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔اور چاند کی جب سورج سے پیچھے آوے۔اور دن کی جبکہ وہ اس کو خوب روشن کردے۔اور رات کی جب وہ اس کو چھپالے۔اور آسمان

وَمَا بَنٰهَا ﴿۵﴾ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ﴿۶﴾ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ﴿۷﴾ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ﴿۸﴾

کی اور اس کی جس نے اس کو بنایا اور زمین کی اور اس کی جس نے اس کو بچھایا۔اور جان کی اور اسکی جس نے اسکو درست بنایا۔پھر سمجھ دی اسکو بدی کی اور پرہیزگاری کی

وَالشَّمْسِ سورج کی قسم	وَضُحٰهَا اور اس کی روشنی	وَالْقَمَرِ اور چاند کی	اِذَا جب	تَلٰهَا اسکے پیچھے نکلے	وَالنَّهَارِ اور دن کی	اِذَا جب	جَلّٰهَا وہ روشن کردے
وَالَّيْلِ اور رات کی	اِذَا جب	يَغْشٰهَا اسے ڈھانپ دے	وَالسَّمَآءِ اور آسمان کی	وَمَا اور جس	بَنٰهَا اسے بنایا	وَالْاَرْضِ اور زمین کی	وَمَا اور جس
طَحٰهَا اسے پھیلایا	وَنَفْسٍ اور نفس کی	وَمَا اور جس	سَوّٰهَا اسے درست کیا	فَاَلْهَمَهَا اسکے دل میں ڈالی	فُجُوْرَهَا اسکا گناہ	وَتَقْوٰهَا اور اسکی پرہیزگاری	

سورۃ کی وجہ تسمیہ، زمانۂ نزول اور موضوع

اس سورۃ کی ابتدا ہی وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا سے فرمائی گئی ہے یعنی قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ چونکہ اس سورۃ کی ابتداء ہی لفظ والشمس یعنی آفتاب یا سورج سے ہوئی ہے۔اس لئے اس سورۃ کا نام ہی الشمس قرار پایا۔ یہ مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ یہ ایمان واسلام کے ابتدائی دور کی ایک سورۃ ہے جب کہ قریش اور اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا انکار کر رہے تھے۔ اللہ کے رسول کی باتوں کو جھٹلاتے تھے اور جن حقیقتوں کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے تھے وہ انہیں سچا نہ جانتے تھے۔ اس سورۃ میں اہل مکہ کو متنبہ کیا جا رہا ہے اور گذشتہ واقعات میں سے قوم ثمود کے ایک مشہور واقعہ کی طرف جو اہل عرب میں مشہور تھا متوجہ کیا گیا کہ دیکھو اللہ کے رسول کی تکذیب اور اس سے سرکشی اور حق کے مقابلہ میں ڈھٹائی اختیار کرنے کی سزا اس سے پہلے قوم ثمود کو مل چکی ہے۔ اس سے تمہیں سبق لینا چاہئے اگر تم اپنی روش سے باز نہ آئے تو پھر اس جیسا انجام تمہارا بھی ہوگا۔ یہی ہے خلاصہ مفہوم اس سورۃ کا اور اگرچہ یہ سورۃ مختصر ہے لیکن توحید اور آخرت کی پوری دعوت اور اس کو نہ ماننے کے نتائج پوری طرح اس میں سمیٹ دیئے گئے ہیں۔

سورج اور اس کی روشنی کی قسم

اس سورۃ کی ابتدا بھی قسموں سے ہوئی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے متعدد اشیاء کی قسم کھائی ہے۔

پہلی قسم ہے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ اب یہاں ہر قسم میں جن امور کی طرف اشارہ ہے اس کو مفسرین نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ آفتاب اور اس کی روشنی وحرارت دنیوی حیاۃ کے لئے ضروری ہے۔ سورج اور اس کی روشنی وگرمی کے بغیر نہ دنیا میں انسان وحیوان زندہ رہ سکتے ہیں اور نہ نباتات نشوونما پا سکتے ہیں تو جس طرح دنیوی حیاۃ میں شمس یعنی آفتاب کے بغیر چارہ نہیں اسی طرح آفتاب نبوت کے بغیر ہدایت کی راہ نہیں ملتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت اور آپ کی روحانی روشنی وگرمی کے بغیر طالبان آخرت کے لئے چارہ نہیں۔

چاند کے طلوع ہونے کی قسم

دوسری قسم ہے وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (اور قسم ہے چاند کی) جب وہ سورج کے غروب ہونے کے بعد طلوع ہو۔ انسانی زندگی کے لئے چاند میں بھی متعدد فوائد رکھے گئے ہیں۔ اس کی ٹھنڈی اور خوشگوار

روشنی سے پھلوں اور پھولوں میں رنگ خوشبو اور رس پڑتا ہے۔ سمندر میں مدوجزر پیدا ہوتا ہے۔ اور رات کی تاریکی میں چاند آفتاب کا نائب ہوتا ہے۔ اسی طرح آفتاب نبوت کے بعد نائبان اور جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ہیں جو بمنزلۂ چاند کے ہیں اور جس طرح چاند کی روشنی نور آفتاب کا پرتو ہوتا ہے۔ اسی طرح نائبان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی بھی آپ ہی کا پرتو ہے۔

روشن دن کی قسم

تیسری قسم ہے وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا قسم ہے دن کی جب وہ آفتاب کو خوب روشن کردے۔ دن میں لوگ کام کاج کرتے ہیں کیونکہ رات کی تاریکی جاتی رہتی ہے۔ اور اپنے لئے فائدہ حاصل کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ اچھے برے میں تمیز کرتے ہیں۔ اسی طرح دین محمدی کی معرفت اور روشنی میں حق و باطل اور خیر وشر میں امتیاز ہوسکتا ہے۔

تاریک رات کی قسم

چوتھی قسم ہے۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا قسم ہے رات کی جب وہ سورج کو چھپا لے یعنی اس قدر تاریک ہوجائے کہ آفتاب کی روشنی کا کچھ اثر باقی نہ رہے۔ رات کو لوگ آرام کرتے ہیں اور دن کے مشاغل اور دنیاوی کاروبار چھوڑ کر راحت لیتے ہیں۔ اگر نفس انسانی کو یہ رات کا آرام نہ ملے تو انوار دائمیہ اس کو ست اور معطل کردیں اور اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار بڑے عابد زاہد صحابی سے فرمایا تھا کہ رات کو سوؤ بھی اور تہجد کی نماز بھی پڑھو اور یہ بھی فرمایا تھا کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اس کو بھی راحت دو پھر اس سے کام لو۔

آسمان اور اسکے بنانیوالے کی قسم

پانچویں قسم ہے۔ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا قسم ہے آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بنایا یعنی اس بنانے والے پر قربان جایئے جس کے حکم سے یہ رفیع الشان عمارت بنی۔ آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے۔ اور زمین کی نباتات کو ایک نئی زندگی بخشتی ہے ایسے ہی شریعت محمدی جو آسمان کی طرح انسان کے جمیع افعال واحوال عقائد و اعمال کو محیط ہے انسان کو کفر کی مردہ زندگی سے نکال کر حیات جاودانی کی راہ دکھاتی ہے۔

زمین اور اسکے بچھانے والے کی قسم

چھٹی قسم ہے وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا قسم ہے زمین کی اور اس ذات کی جس نے اس کو بچھایا یعنی کیا کہنے اس ذات والا صفات کے جس نے عجیب پرحکمت زمین بنائی۔ جیسے زمین میں تخم ریزی کی جاتی ہے پھر جس قدر اس میں قابلیت ہوتی ہے اس قدر نباتات کی نشوونما ہوتی ہے۔ اسی طرح نفس انسانی کی استعداد کے موافق اس میں تخم معرفت نشوونما پاتا ہے۔

انسان اور اس کے خالق کی قسم

ساتویں قسم ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا قسم ہے انسان کی جان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو درست بنایا یعنی جس نے ہر طرح اس کی صورت وشکل اور اعضاء و جوارح درست طور پر بنائے اور انسان کو بہترین شکل وصورت عطا کی۔ اگر انسان کے قوائد ظاہریہ و باطنیہ پر غور کیا جائے تو اس کی آراستگی حیرت انگیز ہے۔ اس نحیف سے خاکی پتلے میں کیا کچھ قوتیں قدرت نے ودیعت فرمائی ہیں پہلی چھ قسمیں جن چیزوں کی کھائی گئی ہیں اس نفس انسانی ہی کے لئے بنائی گئی ہیں۔ پھر یہی نہیں کہ انسان کو حواس ظاہری و باطنی دیئے اور اس کے ظاہری اعضاء کو درست کیا بلکہ اس کی روحانی درستی اور اصلاح کے لئے اس کو نیکی بدی اور بھلائی برائی کی پہچان بھی عطا کردی گئی۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا نفوس حیوانیہ کی طرح یہ انسان نامکمل نہیں رکھا گیا کہ اپنی شقاوت وسعادت اخرویہ کو نہ جانتا ہو اور صرف کھانے پینے اور سونے اور شہوات کو پورا کرنے کا طریقہ جانتا ہو۔ انسان کو اول تو اجمالی طور پر عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے ذریعہ بھلائی برائی میں فرق کرنے کی قدرت نے سمجھ دی پھر تفصیلی طور پر انبیاء ورسل کی زبانی خوب کھول کھول بتلادیا کہ یہ راستہ بدی کا اور یہ راستہ نیکی و پرہیزگاری کا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝٩ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝١٠

یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس جان کو پاک کرلیا۔ اور نامراد ہا جس نے اُس کو دبا دیا۔

قَدْ اَفْلَحَ کامیاب ہوا	مَنْ جو	زَكّٰىهَا اس کو پاک کیا	وَ اور	قَدْ خَابَ تحقیق نامراد ہوا	مَنْ جو۔ جس	دَسّٰىهَا اسے خاک میں ملایا			

نفس کو سنوارنے والا کامیاب اور نہ سنوارنیوالا ناکام ہے

گذشتہ ابتدائی آیات میں چند مہتم بالشان چیزوں کی قسم کھا کر جواب قسم میں جو ارشاد فرمایا گیا وہ یہی دو آیات ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا

بلاشبہ وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اس نفس کو سنوارا اور بیشک وہ نامراد ہوا جس نے اسے خاک میں ملایا۔ ان دو آیتوں میں قرآنی دعوت کا خلاصہ انتہائی مختصر الفاظ میں سمیٹ دیا گیا ہے۔ اب یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ نفس کے سنوارنے کا کیا مطلب ہے جس کے نتیجہ میں فلاح یعنی کامیابی میسر آسکتی ہے اور قرآن پاک کی زبان میں فلاح یا کامیابی کا کیا مطلب ہے؟ اسی طرح نفس کو خاک میں ملا دینے اور اس کے نتیجہ میں نامراد رہنے سے کیا مراد ہے؟

وہ کونسی کامیابی ہے جو تزکیہ نفس پر میسر آتی ہے اور وہ کون سی نامرادی ہے اور ناکامی ہے جو نفس کو نہ سنوارنے پر پیش آنی لازمی ہے؟۔ ان سوالات کے جواب میں پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوت شہویہ اور قوت غضبیہ جو انسان میں خلقۃً رکھی گئی ہیں ان کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو شریعت الٰہیہ کا تابعدار بنائے تاکہ روح وقلب دونوں تجلی الٰہی کی روشنی سے منور ہو جائیں۔ اور نفس کو خاک میں ملا چھوڑنے سے یہ مراد ہے کہ نفس کی باگ ڈور یکسر شہوت اور غضب کے ہاتھ میں دیدے عقل اور شرع سے کچھ سروکار نہ رکھے۔ گویا خواہش اور ہوا کا بندہ بن جائے۔ پہلی صورت میں نفس کو سنوارنے پر وعدہ اور بشارت ہے فلاح اور کامیابی کی اور دوسری صورت یعنی نفس سے غفلت برتنے اور اس کو نہ سنوارنے پر انسان کے لئے ناکامی و نامرادی بتلائی گئی۔

کامیابی کسے کہتے ہیں

اب یہ جاننا چاہیئے کہ قرآن پاک کی زبان میں فلاح یا کامیابی کا مطلب کیا ہے؟ بعض کم فہم تو کامیابی کا مطلب یہی سمجھتے ہیں کہ انسان کو ایک لمبی عمر تک دنیا میں رہنا نصیب ہو۔ اس کی صحت اچھی رہے قوت بحال رہے۔ دنیوی اعتبار سے وہ خوب خوشحال ہو۔ مال بھی ہو اولاد بھی ہو۔ ہر طرح کا چین و آرام نصیب ہو لوگوں میں عزت کا مقام بھی حاصل ہو۔ غرض ہر اعتبار سے وہ شخص پھول پھل رہا ہو۔ کم فہم ایسے ہی شخص کو سمجھتے ہیں کہ وہ بڑا کامیاب ہے لیکن قرآن کریم میں ''کامیابی'' کا جو مفہوم جگہ جگہ پیش کیا گیا ہے اس کے اعتبار سے ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے۔ قرآن میں فلاح کا لفظ صرف دنیوی کامیابی کے محدود معنیٰ میں نہیں آیا ہے بلکہ اس سے مراد وہ ہمیشہ رہنے والی کامیابی ہے جس کے بعد کبھی کسی ناکامی یا خسارہ کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ دنیا میں چاہے کسی کو مال دولت ملا ہو یا نہ ملا ہو۔ دنیا میں اس کی حالت جیسی رہی ہو انتہا یہ ہے کہ چاہے اس نے اس زندگی میں کبھی چین و سکھ نہ پایا ہو لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ قرآن کے بتائے ہوئے کامیابی کے مفہوم کے اعتبار سے انتہائی کامیاب شخص ہو اور اس کے برخلاف ایک ایسا شخص جس نے یہاں دنیا میں ہر طرح چین ہی چین دیکھا ہو اور دنیوی اعتبار سے لوگ اسے کتنا ہی کامیاب کیوں نہ جانتے ہوں لیکن حقیقت کے اعتبار سے وہ انتہائی ناکام اور نامراد شخص ہوسکتا ہے۔

کامیاب ہونے والوں کی خصوصیات

اس سلسلہ میں مناسب ہوگا کہ فلاح پانے والوں کی کچھ خصوصیات اور علامات جو قرآن پاک نے جگہ جگہ بیان کی ہیں سامنے رکھی جائیں تاکہ انہیں دیکھ کر ہر شخص یہ کوشش کرسکتا ہے کہ اگر

وہ بھی اس گروہ میں شامل ہونا چاہتا ہے جن کے نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو اور جو ناکامی اور نامرادی سے بچا ہوا ہو تو اسے اپنے اندر کیا صفات اور کس قسم کی خوبیاں پیدا کرنی ہوں گی۔ اس سلسلہ میں مختلف سورتوں کی چند آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

(۱) چوتھے پارہ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۰۴ میں ارشاد ہے:۔

''تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں۔ بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔''

(۲) پھر اسی چوتھے پارہ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۳۰ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو! یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو۔ امید ہے کہ فلاح پاؤ گے''۔

(۳) پھر اسی چوتھے پارہ سورۂ آل عمران کی آخری آیت ۲۰۰ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو خود صبر کرو۔ اور مقابلہ میں صبر کرتے رہو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ''۔

(۴) چھٹے پارہ سورۂ مائدہ میں آیت ۳۵ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد و جدوجہد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ''

(۵) ساتویں پارہ سورۂ مائدہ آیت ۱۰۰ میں ارشاد ہے:۔

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے گو تجھے ناپاک کی کثرت حیرت میں ڈالتی ہو۔ سو اے عقل والو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ''۔

(۶) اسی ساتویں پارہ سورۂ مائدہ آیت ۹۰ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو! شراب اور جوا بت اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو۔ امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی''۔

(۷) نویں پارہ سورۂ اعراف آیت ۱۵۷ میں ارشاد ہے:۔

''لہٰذا جو لوگ ان پر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور دین قائم کرنے اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے ان کی حمایت و نصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی کریں جو ان کے ساتھ نازل کی گئی ہے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(۸) دسویں پارہ سورۂ انفال آیت ۴۵ میں ارشاد ہے: ''اے ایمان والو جب (حق و باطل کی کشمکش کے میدان میں) کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ''۔

(۹) دسویں پارہ سورۂ توبہ آیت ۸۸-۸۹ میں ارشاد ہے:۔

''البتہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو لوگ ان کی ہمراہی میں ایمان لا چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا اور انہی کے لئے ساری بھلائیاں ہیں۔ اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں یعنی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

(۱۰) سترہویں پارہ سورۃ الحج آیت ۷۷ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو اور بھلائی کے کام کرتے رہو۔ امید ہے کہ اس طرح تم فلاح پاؤ گے''۔

(۱۱) اٹھارویں پارہ سورہ مومنون آیت ۱۱ میں ارشاد ہے:۔

''یقیناً فلاح پائی ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ جو لغویات سے دور رہتے ہیں جو زکوٰۃ کے طریقہ پر عامل ہوتے ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور اپنی باندیوں کے کہ ان پر وہ قابل ملامت نہیں البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہ زیادتی کرنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں جو میراث میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

(۱۲) اٹھارویں پارہ سورۂ نور آیات ۵۱-۵۲ میں ارشاد ہے:۔

''ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسول ان کے مقدمہ کا فیصلہ کریں تو وہ کہیں

کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور کامیاب وہی ہیں جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں''۔

(۱۳) بائیسویں پارہ سورۂ احزاب آیت ۷۱ میں ارشاد ہے:۔

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچ گیا''۔

(۱۴) ۲۸ویں پارہ سورۃ الجمعہ آیت ۱۰ میں ارشاد ہے:۔

''پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کی روزی تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ''۔

(۱۵) ۲۸ویں پارہ سورۂ تغابن آیت ۱۶ میں ارشاد ہے:۔

''سو اللہ سے ڈرتے رہو جہاں تک تم سے ہو سکے اور سنتے رہو اور اطاعت کرتے رہو اور اپنے حق میں بھلائی کیلئے خرچ کرتے ہو اور جو کوئی محفوظ رہا حرص نفسانی سے تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں''۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو دائمی اور سچی کامیابی کی راہ پر چلنا نصیب فرمائیں اور ناکامی و نامرادی کی راہ سے بچنا مقدر فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو عزم و ہمت نصیب فرمایئے کہ ہم دنیا میں اپنے نفس کا تزکیہ کرلیں۔ اور ان صفات کو اپنالیں کہ جو آخرت کی کامیابی دلانے والی ہیں۔

یا اللہ اپنے کامیاب بندوں میں ہم کو بھی شامل فرمالیجئے اور جس فلاح و کامیابی کی قرآن کریم نے نشاندہی فرمائی ہے اس کامیابی کو ہمارے لئے مقدر فرمایئے۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ میں نے کتنی بار توبہ کی، قسمیں کھائیں، واسطے دیئے کہ اب یہ گناہ نہ کروں گا لیکن جب شیطان نے اس گناہ کی طرف دعوت دی، مجھے میرے نفس نے اس کو مزین کر کے سامنے کیا تو میں نے بے دھڑک اس گناہ کا ارتکاب کیا۔ افسوس مجھے لوگوں سے تو حیا آئی لیکن آپ سے کبھی حیا نہ کی کہ آپ ہر وقت دیکھنے اور خبر رکھنے والے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ سے کہاں چھپ سکتا ہوں نہ کوئی مکان، نہ اندھیرا، نہ کوئی حیلہ و تدبیر آپ سے اوجھل کرسکتا ہے۔ افسوس میری اس جرأت پر کہ جس کام کو آپ نے منع کیا تھا میں نے جان کے بھی مخالفت کی پھر بھی آپ نے پردہ فاش نہ کیا بلکہ اپنے بندوں میں اس طرح شامل رکھا کہ گویا میں بھی آپ کا فرمانبردار بندہ ہوں۔ ان گناہوں سے شرمندہ ہوں کہ ان کو سوائے آپ کے اور کوئی نہیں جانتا اگر آپ چاہتے گناہ کرنے کے بعد کوئی نشان چہرے پر لگا دیتے لیکن اے اللہ! تو نے نیکوں کا سا چہرہ بنائے رکھا، لوگوں کی نگاہ میں باعزت رہا۔ لوگ مجھے اپنے نزدیک اچھا ہی سمجھتے رہے ورنہ میں تو جیسا تھا آپ کے علم میں ہے، یہ محض آپ ہی کا فضل و کرم تھا۔ الٰہی! ایسے سب گناہ میرے بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝۱۳

قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب تکذیب کی۔ جب کہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا اٹھ کھڑا ہوا تو ان لوگوں سے اللہ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ کی اونٹنی سے اور اسکے پانی پینے سے خبر دار رہنا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝۱۴ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝۱۵

سو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا پھر اُس اونٹنی کو مار ڈالا۔ تو اُن کے پروردگار نے اُن کے گناہ کے سبب اُن پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس کو عام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا۔

كَذَّبَتْ	جھٹلایا
ثَمُوْدُ	ثمود
بِطَغْوٰىهَا	اپنی سرکشی
اِذِ	جب
انْۢبَعَثَ	اُٹھ کھڑا ہوا
اَشْقٰىهَا	اس کا بد بخت
فَقَالَ	تو کہا
لَهُمْ	ان سے
رَسُوْلُ	رسول
اللّٰهِ	اللہ
نَاقَةَ اللّٰهِ	اللہ کی اونٹنی
وَسُقْيٰهَا	اور اسکی پانی کی باری
فَكَذَّبُوْهُ	پھر اس کو جھٹلایا
فَعَقَرُوْهَا	پھر اسکی کونچیں کاٹ ڈالیں
فَدَمْدَمَ	پھر ہلاکت ڈالی
عَلَيْهِمْ	اُن پر
رَبُّهُمْ	انکا رب
بِذَنْۢبِهِمْ	انکے گناہ کے سبب
فَسَوّٰىهَا	پھر انہیں برابر کردیا
وَلَا يَخَافُ	اور وہ نہیں ڈرتا
عُقْبٰهَا	اُن کا انجام

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں جو یہ فرمایا گیا تھا کہ جس نے اپنے نفس کی اصلاح کی اور اسے پاک صاف بنالیا وہ یقیناً مراد کو پہنچا کہ زندگی کے اصل مقصد کے حصول میں کامیاب ہو گیا لیکن جس نے اپنے نفس کی اصلاح نہ کی اور جوہر انسانی کو خاک میں ملا دیا وہ یقیناً نامراد و ناکام ہوا۔ اب اس کے ثبوت میں عبرت دلانے کیلئے قوم ثمود کے مشہور تاریخی واقعہ کا ذکر ان آیات میں فرمایا جاتا ہے۔

قوم ثمود کے تذکرہ کی حکمت

عرب کے لوگ خوب جانتے تھے کہ قوم ثمود نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا۔ اور جب بد بخت قوم کی سرکشی اس حد تک بڑھ گئی کہ انہوں نے اس اونٹنی ہی کو مار ڈالا جسے اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کے طلب کردہ نشانی کے موافق بطور معجزہ پتھر کی چٹان سے پیدا کیا تھا تو پھر ان کی مہلت ختم ہو گئی اور اللہ کے غضب نے انہیں آ دبوچا اور پوری قوم ثمود کے سرکش و نافرمان ہلاک کر ڈالے گئے۔ پھر قوم ثمود کا یہ واقعہ مکہ کے کفار قریش کے حال سے بہت کچھ ملتا جلتا تھا۔ مثلاً جس طرح قوم ثمود نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا تھا اسی طرح کفار مکہ بھی اللہ کے آخری برگزیدہ رسول کو جھٹلا رہے تھے۔ جس طرح ثمود نے اپنے نبی کے قتل کی سازش کی تھی اسی طرح کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی تھی۔ اس طرح اگرچہ ان آیات میں ایک پچھلے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن سننے والے یعنی مخاطبین اول اہل مکہ محسوس کر سکتے تھے کہ بات دراصل ان کی اپنی ہے مقصود اہل مکہ کو یہ بتلانا ہے کہ جن غلطیوں کی وجہ سے قوم ثمود پر عذاب آیا اس جیسی غلطیوں کی وجہ سے کفار قریش مکہ کی پکڑ نہ ہو جائے۔

بد بخت قوم کا ظلم اور ہلاکت

یہاں اس سورۃ میں قوم ثمود کے واقعہ کو مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور یہ کام انہوں نے اپنی طاقت وقوت اور زور و غلبہ کے گھمنڈ میں کیا تھا یہاں تک کہ اس قوم ثمود میں سے ایک بڑا بد بخت اس اونٹنی کو جو بطور معجزہ کے پیدا ہوئی تھی قتل کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہوئے۔ جب صالح علیہ السلام کو قوم کا یہ بدارادہ معلوم ہوا تو آپ نے قوم کو بتاکید فرمادیا کہ خبردار اللہ کی اونٹنی کو قتل نہ کرنا اور نہ اس کا پانی بند کرنا۔ یہاں آیت میں نَاقَةَ اللّٰهِ یعنی اللہ کی اونٹنی فرمایا گیا اور یہ اس لئے کہ یہ اونٹنی خدا کی طرف سے بطور معجزہ پیدا ہوئی تھی۔ یہ اضافت تشریفی ہے یعنی عزت دینے کے لئے جیسے خانہ کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا گھر ورنہ خدائے پاک کا کوئی خاص گھر نہیں کہ جس میں وہ رہتا ہو۔ یوں تو دنیا بھر کی اونٹنیاں بلکہ کل چیزیں اللہ ہی کی ہیں مگر اس اونٹنی میں یہ خصوصیت تھی کہ وہ اللہ کی طرف سے ایک نشانی تھی اس کی قدرت کاملہ کی اور ایک خاص طرز سے پیدا ہوئی تھی بطور معجزہ کے اس لئے اس کو نَاقَةَ اللّٰهِ (یعنی اللہ کی اونٹنی) فرمایا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے بتاکید قوم سے فرمادیا تھا کہ اس اونٹنی کو برائی سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ سخت دردناک عذاب میں پھنس جاؤ گے۔ لیکن

بد بخت قوم نے اس بات کو جھوٹ سمجھا اپنے پیغمبر کی تکذیب کی اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ آخر وہی ہوا جو حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل بد کی وجہ سے سب کو غارت کر کے زمین کے ساتھ برابر کر دیا یعنی خاک میں ملا دیا۔

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی

اخیر میں فرمایا گیا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں ہوا یعنی جیسے بادشاہان دنیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کی سزا دہی کے بعد احتمال ہوتا ہے کہ کہیں ملک میں شورش برپا نہ ہو جائے۔ یا انتظام ملکی میں خلل نہ پڑے۔ یا ملک میں عام بغاوت نہ ہو جائے کہ جس سے بادشاہ کی بدنامی ہو یا ذرائع آمدنی میں کمی آ جائے یا اس طرح کا کوئی اور اندیشہ ہو اور اسی لئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حکومتیں اپنی منشاء کے خلاف کتنی ہی ایسی باتیں برداشت کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ جنہیں لوگ کثرت سے اختیار کر لیتے ہیں۔ بہت بڑی تعداد کو سزا دینا مصلحت کے خلاف سمجھا جاتا ہے لیکن خدا کی ذات ان تمام کمزوریوں سے کہیں بالاتر ہے۔ نہ اس کے مقابلہ میں کسی بغاوت کا امکان ہے نہ اس کی حکومت انسانوں کی اطاعت اور سہارے کے بل پر قائم ہے۔ اس کی طرف سے اگر باغیوں کو ڈھیل بھی دی جاتی ہے تو وہ کسی خاص حکمت و مصلحت کے تحت دی جاتی ہے۔ کسی مجبوری اور بے بسی کی وجہ سے نہیں۔ الغرض آیت **ولا یخاف عقبها** جس پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اس کی قدرت و حکمت کو ظاہر کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا نہایت بلند و صحیح تصور پیش کرتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں سرکشی اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی دعوت سے انکار کے برے انجام سے ڈرانے کے لئے یہ سورہ باوجود مختصر ہونے کے انتہائی موثر ہے۔ اس میں وہ اصولی بات بتلائی گئی جو قرآنی دعوت کی جان ہے یعنی انسان کی اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو شرک و کفر اور اخلاقی گندگیوں سے پاک کرے جس نے اس میدان میں کامیابی حاصل کر لی وہی کامیاب و بامراد ہو گیا اور جو اس معاملہ میں ناکام رہا۔ اور اپنے نفس کو گندگیوں سے آلودہ کر لیا وہ انجام میں تباہ و نامراد رہا۔

خلاصہ

اس سورت کا اصل مقصود نیکیوں کی ترغیب اور معاصی سے بچاؤ اور تحذیر ہے۔ اس سورت کی ابتداء میں تکوینی مخلوقات میں سے سات ایسی چیزوں کی قسم کھائی ہے جو سب کی سب اللہ کی قدرت اور وحدانیت کے آثار ہیں یعنی سورج چاند دن رات' آسمان' زمین اور نفس انسانی' ان چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اگر انسان اپنے رب سے ڈرے اور اپنے نفس کا تزکیہ کر لے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور اگر اس کی تربیت سے غفلت اختیار کرے اور اس کو گندگی میں پڑا رہنے دے تو ناکام ہو جاتا ہے۔

اللہ نے انسان کے اندر نیکی اور بدی دونوں کی صلاحیت رکھی ہے' اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ کونسی صلاحیت کو بروئے کار لاتا ہے' اس تفصیل کے بعد یہ سورت ہمارے سامنے مثال اور نمونہ کے طور پر قوم ثمود کا قصہ بیان کرتی ہے۔ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ نہ کیا بلکہ اسے معاصی کا عادی بنا دیا۔ جس کی وجہ سے وہ ہلاکت کے مستحق ہو گئے۔

سورۃ الشمس کے خواص

۱- جو آدمی کثرت کے ساتھ اس سورۃ کی قراءت کرے تو وہ ہر جگہ اور ہر میدان میں کامیاب و کامران ہوگا۔

۲- جو آدمی سورۃ الشمس سے دم کیا ہوا یا سورۃ الشمس لکھ کر اسے پانی سے دھو کر وہ پانی پیئے اگر اس پر گھبراہٹ اور خوف ہو تو وہ جاتا رہے گا۔

۳...... اگر دشمن کا گھر ویران کرنا مقصود ہو تو ایک ایسی ٹھیکری پر سورۃ الشمس لکھے جسے غیر شادی شدہ آدمی نے بنایا ہو، پھر اس ٹھیکری کو کوٹ لے اور دشمن کے مکان میں بکھیر دے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمارے نفوس کا بھی تزکیہ فرماویں اور نفس کی گندگیوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرمائیں اور نفس کی شرارتوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

41

سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ﴿١﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ﴿٢﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣﴾

قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھپالے۔اور دن کی جب کہ وہ روشن ہوجاوے اور اُس کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ﴿٤﴾

کہ بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں۔

وَالَّيْلِ رات کی قسم	اِذَا جب	يَغْشٰى وہ ڈھانک لے	وَالنَّهَارِ اور دن کی	اِذَا تَجَلّٰى جب وہ روشن ہو	وَمَا خَلَقَ اور جو اس نے پیدا کیا	
الذَّكَرَ نر	وَالْاُنْثٰى اور مادہ	اِنَّ بیشک	سَعْيَكُمْ تمہاری کوشش	لَشَتّٰى مختلف		

وجہ تسمیہ، زمانۂ نزول

اس سورۃ کی ابتداہی لفظ وَالَّيْلِ سے ہوئی ہے لیل کے معنی رات کے ہیں۔اس لئے علامت کے طور پراس کوسورۃ الیل کہاجاتا ہے یہ بھی مکی سورۃ ہےاوراس کانزول مکہ میں دعوت اسلام کے ابتدائی دور میں ہوا ہے۔

شان نزول دومختلف کردار

اس سورۃ کا مضمون اگرچہ عام ہے لیکن روایات کثیرہ شاہد ہیں کہ اس سورۃ کا نزول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور کفار مکہ میں امیہ بن خلف کے متعلق ہوا۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ سبب نزول اس سورۃ کا یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں دوشخص رئیسوں میں بڑے مالدار تھے۔ایک حضرت ابوبکر صدیق اور دوسرا امیہ بن خلف اوران دونوں کا معاملہ مال صرف کرنے میں مختلف تھا۔امیہ مال بہت رکھتا تھا اور متعدد غلاموں کوتربیت کر کے ہر ایک کوایک ایک کام سپرد کیا تھا۔کوئی کھیتی کا نگران تھا۔کوئی میووں کے باغ کا۔کوئی قیمتی کپڑوں کی تجارت پرتعینات تھا۔کوئی مواشی اور جانوروں پرمقرر تھا تاکہ دودھ دہی اورنسل کی خبرداری کرے۔اس تدبیر سے بہت مال جمع کیا تھا مگر باوجود ثروت و مالداری کے ایک کوڑی غریب وفقیر کونہیں دیتا تھااور اگر کبھی کوئی غلام کسی محتاج کو کچھ دے دیتا تو اس پرخفا ہوتا اور اگر کوئی اس کم بخت کوبطور نصیحت کچھ سمجھاتا تھا کہ باوجود اس کثرت مال کے اللہ کی راہ پرمحتاجوں اور مسکینوں کوکس واسطےنہیں دیتااورآخرت کا ذخیرہ کیوں نہیں کرتا تو وہ بدبخت اس کے جواب میں کہتا کہ اول تو آخرت ہے کہاں اور اگر بالفرض ہوئی بھی تو اس قدر مال دولت اسباب اوراولاد میں نے جمع کیا ہے کہ مجھ کو کچھ احتیاج جنت کی نعمتوں کی نہیں ہے،جن کی طمع اور لالچ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فقیروں اور محتاجوں کودیتے ہیں اوراس سبب سے ان لوگوں کواپنا گرویدہ کرتے ہیں۔مجھ کو کچھ پروانہیں۔اس کے غلاموں میں ایک حضرت بلالؓ بھی تھے جو پوشیدہ طور پراسلام لے آئے تھے۔جب اس کوآپ کے اسلام لانے کی خبر پہنچی تو اس ملعون نے کہا کہ اس دین کوچھوڑ دے نہیں تو میں بری طرح سے پیش آؤں گا۔اور مارتے مارتے مارہی ڈالوں گا۔حضرت بلالؓ نے کہا کہ میں تو اس دین سے اب پھر نہیں سکتا تیرا جو جی چاہے سو کر۔اس شقی ازلی نے اپنے دوسرے غلاموں کوحکم دیا کہ دن چڑھتے ان کے بدن میں ببول کے کانٹے چبھویا کرو اور جب آفتاب خوب گرم ہو تب دھوپ میں ان کو چت لٹا کر سر سے پیر تک ان پر گرم پتھر رکھ دیا کرو

تا کہ ہل نہ سکیں اوران کے گرد آگ جلادیا کرو اور جب شام ہو تو ہاتھ پیر باندھ کے اندھیرے مکان میں قید رکھو اور باری باری سے رات بھر کوڑے مارا کرو اور صبح تک یہ مار موقوف نہ کرو۔ اللہ! اللہ! اسی طرح سے کتنے دنوں تک حضرت بلالؓ اس مصیبت میں گرفتار رہے۔ مگر اس پر بھی پکار پکار کر احد احد کہا کئے۔ یعنی معبود میرا ایک ہی ہے۔ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ رات کے وقت اس طرف سے گزرے اور اس ملعون امیہ بن خلف کے مکان سے آواز آہ وزاری کی آپ کے کان میں پڑی۔ آپ نے پوچھا کہ اس گھر میں کیا ہوتا ہے اور یہ آواز کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بلال نامی ایک غلام ہے اس کو مارا جاتا ہے اور یہ آواز اس غلام کے رونے کی ہے۔ اے اللہ اپنے اس شیدائی اسلام اور عاشق رسول کے آنسوؤں اور آہ وبکا کے طفیل میں تو ہم کو بھی اسلام پر استقامت نصیب فرما اور اپنے سچے دین کی نہ مٹنے والی سچی محبت عطا فرما۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو یہ معلوم ہو کر نہایت رنج وقلق ہوا اور صبح کے وقت اس کے گھر پر آپ پھر تشریف لے گئے اور اس مردود ظالم امیہ بن خلف کو نصیحت کرنا شروع کی کہ خدا سے ڈر اور اس غلام پر اتنا ظلم ناحق مت کر اس واسطے کہ اس نے سچے دین کو قبول کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی دوستی اور رضامندی کو اختیار کیا ہے تجھ کو چاہیے کہ اس غلام کو غنیمت جان اور اس کے ساتھ احسان کر کہ آخرت میں تیرے کام آوے گا۔ اس ملعون امیہ بن خلف نے کہا کہ آخرت ہے کہاں اور دین کہاں سے معلوم ہوا کہ سچا ہے۔ اور اگر بالفرض آخرت ہوئی بھی تو مجھ کو دنیا میں کس چیز کی کمی ہے کہ آخرت کی نعمتوں پر جو فقط وہم اور خیال ہے فریفتہ ہوں۔ میرے پاس دنیا میں بھی بہشت موجود ہے چنانچہ تم بھی جانتے ہو کہ کوئی ایسی چیز نہیں جو میرے کارخانہ میں کثرت سے موجود نہ ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پھر اسے سمجھایا اور نصیحت کی کہ میرا کہا مان۔ اس بے چارے مسکین پر ظلم کرنے سے باز آ۔ اس بدبخت نے کہا کہ اگر تمہارا دل اس پر ترس کھاتا ہے تو تم بھی مالدار ہو اور آخرت کا اعتقاد رکھتے ہو۔ تم ہی ثواب کماؤ اور اس غلام کو مجھ سے خرید لو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو اس بات کی آرزو دل میں رکھتے تھے۔ اس سے کہا کہ بہتر ہے جو تو طلب کرے میں دوں گا اور اس کو خرید دوں گا۔ اس کافر نے کہا کہ اگر یونہی تمہیں منظور ہے اور تمہیں اس کے خریدنے کا بڑا شوق ہے تو اپنا غلام نسطاس رومی کہ وہ آپ کے غلاموں میں سب سے بڑی لیاقت اور قابلیت تجارت وغیرہ کی رکھتا تھا اور قریب دو ہزار دینار کے پونجی جمع کی تھی وہ مجھ کو دے دو اور اس غلام یعنی بلال کو مجھ سے لے لو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے جان تک دینے میں عذر نہ رکھتے تھے اس بات کو فوراً دل و جان سے قبول کیا بلکہ چالیس اوقیہ اور زیادہ کرنے کے اس کافر کو دیئے اور حضرت بلال کو قید خانہ سے باہر نکال کر اپنے ساتھ لے کر چلے۔ وہ کافر امیہ بن خلف آپ کو دیکھتا تھا اور ہنستا تھا اور اپنے مصاحبوں سے کہتا تھا کہ اس شخص نے باوجود اس عقل ودانائی کے اس معاملہ میں کس قدر دھوکہ کھایا ہے اور کتنا اپنا نقصان کیا اور ایسے غلام کو جو دو ہزار دینار کی پونجی بھی رکھتا تھا ایسے نکمے غلام کے عوض جو کسی کام کا نہیں ہے اور ایک کوڑی بھی پونجی نہیں رکھتا ہے دیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو یہ بات سنی تو فرمایا کہ اس غلام کا مرتبہ یعنی حضرت بلال کا اس قدر میرے نزدیک ہے کہ اگر تمام یمن کی بادشاہت کے عوض میں تو بیچتا تو بھی میں بغیر لئے نہ چھوڑتا۔ پھر بلالؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے جا کر حاضر کیا اور تمام احوال جو گزرا تھا عرض کیا کہ اس طرح میں نے ان کو خرید کیا ہے اور آپ گواہ رہیے کہ اللہ کی رضامندی کے واسطے ان کو میں نے آزاد کیا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بہت خوش ہوئے اور حضرت بلالؓ آزاد ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں رہنے لگے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ابتدائے اسلام سے جو مسلمانوں کی نہایت ضعیفی اور عاجزی کا وقت تھا اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصارف اور حاجتوں میں اور کافروں کے پنجے سے مسلمانوں

کوچھڑا لینے میں بے دریغ خرچ کیا اور متعدد غلام اور لونڈی قریش کے کہ جنہوں نے دین اسلام دل سے قبول کیا تھا اور ان کے مالک اس سبب سے ان کو ایذا دیتے تھے خرید خرید کر اللہ کی رضا مندی کے واسطے آزاد کر دیئے تھے۔ لکھا ہے کہ مسلمانوں پر تیرہ سال کے عرصہ میں آپ نے اپنی تمام دولت کو صرف کیا اور قریب چھ ہزار درہم کے باقی رہے تھے جو کچھ ہجرت کے سفر میں اور کچھ مسجد نبوی کی زمین کے خریدنے میں اور کچھ دوسرے نیک کاموں میں خرچ کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنی زبان فیض ترجمان سے اس کلمہ کو ارشاد فرمایا ہے کہ کسی کے مال سے مجھ کو اس قدر فائدہ نہیں پہنچا جس قدر ابوبکرؓ کے مال سے مجھ کو فائدہ ہوا۔

الحاصل جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تمام مال اسلام کی نصرت اور شوکت کی زیادتی میں اور مسلمانوں کی خلاصی اور ضعیف مسلمانوں کی مدد اور دستگیری میں صرف ہو چکا اور اللہ کی راہ میں بالکل فقیر اور محتاج ہو گئے تو ایک روز ایک کمبل کو کرتے کی طرح گلے میں ڈال کر اس کو کانٹوں سے گونتھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر صدیق تو بڑے مالدار اور تونگر تھے یہ کیا ہوا کہ فقیروں کے سے کپڑے پہنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اپنا سب مال مجھ پر اور میرے واسطے خرچ کر ڈالا اور اپنے پاس کچھ نہ رکھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ حق تعالیٰ نے ابوبکر کو سلام فرمایا ہے اور پوچھا ہے کہ کیا اس فقیری میں بھی مجھ سے راضی ہیں یا کچھ دل میں رنج و ملال ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس کلام کے سننے سے عجیب حالت اور کیفیت پیدا ہوئی اور اصحاب حال کے مانند بے خود ہو گئے اور اس کلمہ کو بار بار اپنی زبان پر لاتے رہے۔ انا عن ربی راض، انا عن ربی راض۔ میں اپنے پروردگار سے راضی ہوں۔ میں اپنے پروردگار سے راضی ہوں۔ تو اگرچہ اس سورۃ کے الفاظ عام ہیں مگر محدثین و مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سورۃ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور امیہ بن خلف کے معاملات و حالات کا نقشہ کھینچ کر سعادت و شقاوت کے راستہ بتائے گئے ہیں۔

رات دن اور خالق کی قسم

اب ان آیات کی تشریح ملاحظہ ہو۔ اس سورۃ کی ابتدا بھی قسموں سے ہوئی ہے۔ پہلی قسم فرمائی۔ وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى یعنی قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھا جائے یا آفتاب کے نور کو چھپا لے اور جہان کو تاریک کر دے۔ رات بھی اللہ کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی ہے اس لئے اس کی قسم کھائی گئی۔ رات دنیا میں ایک انقلاب عظیم بھی ہے اور موت و حیات کا ایک پورا نمونہ ہے۔ رات کو بالکل سناٹا ہو جاتا ہے اور انسان و حیوان چرند و پرند سب آرام کرتے ہیں۔ لوگ باتیں کرتے کرتے سو جاتے ہیں اور سب مردوں کی طرح بے خبر لیٹے ہوتے ہیں۔ نہ اس وقت اپنے مال کی خبر ہوتی ہے نہ اولاد کی۔ نہ کسی کے نیک و بد کہنے کی۔ اس کے بعد دوسری قسم وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى فرمائی یعنی قسم ہے دن کی جب کہ وہ روشن ہو جائے رات کے مقابل دن بھی اس کے قدرت کاملہ کی دوسری نشانی ہے رات میں جو بے خبر پڑے سوتے تھے دن میں ہر ایک کسی نہ کسی امر کی دوڑ دھوپ میں لگا ہوتا ہے۔ پرند بھی چہچہانے لگے چرند جنگل کی طرف جانے لگے۔ کاروباری اپنے کار کی طرف چلنے لگے۔ گویا یہ حشر کا نمونہ ہے کہ سب سوتے سے جاگ اٹھے۔ تیسری قسم ہے وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰى اور قسم ہے اس کی جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا۔ دنیا میں زندہ اجسام کی نسل کو باقی رکھنے اور اسے بڑھانے کیلئے خواہ انسانی ہو خواہ حیوانی خواہ اور مخلوق یہ بھی اس کی قدرت کاملہ کی بڑی نشانی ہے کہ نر و مادہ کا ایک ہی مادہ ہے مگر قدرت خداوندی کسی کو نر بنا دیتی ہے اور کسی کو مادہ۔ اگر نر و مادہ نہ ہوتے یا سب مادہ ہوتے یا سب نر ہوتے تو کیا کیا مشکلات پیش آتیں۔ پھر نر و مادہ میں ایک مقناطیسی کشش ایسی رکھی ہے کہ جس نے ایک کو دوسرے کا فریفتہ کر دیا ہے۔

تمہاری کوششیں مختلف ہیں

تو یہاں تین قسم کھا کر آگے جواب قسم ارشاد ہے۔

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں یعنی جس طرح دنیا میں رات اور دن، نر و مادہ مختلف اور متضاد چیزیں پیدا کی گئی ہیں اے بنی آدم تمہارے اعمال اور اشغال اور کوششیں بھی مختلف اور متضاد ہیں۔ یعنی کسی کی کوشش رات کی طرح ظلمانی ہے کہ برے کام کرتا ہے اور کسی کی کوشش دن کی طرح نورانی ہے کہ اچھے کاموں میں سرگرم رہتا ہے۔ پھر کسی کی کوشش مردانہ ہے کہ سعادت کے مقامات طے کرنے کے درپے رہتا ہے اور کسی کی کوشش زنانہ ہے کہ لذائذ دنیا پر فریفتہ ہے۔ اور دنیا کی خسیس چیزوں پر مر رہا ہے کہ رات دن مال و زر کے جمع کرنے میں لگا ہوا ہے نہ اس کو دن میں چین نہ رات کو راحت۔ اور کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ ایک روز مرنا ہے اور یہ ساری دنیا کی چیزیں یہیں چھوڑ جانا ہے۔ اور کوئی ہے کہ اس کی ہمت مردانہ کے نزدیک مال و زر تو کیا دنیا کی سلطنت بھی کوئی چیز نہیں وہ سمجھتا ہے کہ چند روز کا دنیا میں مہمان ہوں جہاں سدا رہنا ہے راحت و عزت تو وہاں کی ہے یہاں کیا عارضی زندگی ہے۔ راحت سے گزری تو کیا اور تکلیف سے گزری تو کیا۔ الغرض انسانوں کے اعمال و اشغال مختلف ہیں۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہُ یہ شب و روز کا انقلاب ہمارے لئے بھی اپنی معرفت کا ذریعہ بنا دیجئے اور دن رات کی ہماری کوششیں اپنی مرضیات کے حصول میں صرف کرنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔

یا اللہ یہ دنیا کی عارضی زندگی ہمیں اس طرح گزارنا نصیب فرمائیے کہ ہم ہمہ وقت موت اور آخرت کو پیش نظر رکھیں اور آخرت کی زندگی کو سنوارنے کی فکر میں لگے رہیں۔

یَااللّٰہُ ہمارے اکابر سلف مال و دولت کو آپ کے راستہ میں آپ کی خوشنودی اور رضا کے لئے خرچ کرنے کا نمونہ پیش کر گئے وہ تو انہی حضرت کا حصہ تھا۔

یَااللّٰہُ اس گناہ سے بھی معافی دے کہ میں نے مسلمانوں میں بغض و عداوت اور منافرت پھیلا دی ہو یا میرے گناہوں کے باعث مسلمانوں پر آفت و مصیبت آ گئی ہو یا میرے گناہ کی وجہ سے دشمنان اسلام کو ہنسنے کا موقع ملا ہو یا دوسروں کی میرے گناہ کی وجہ سے پردہ دری ہوئی ہو یا میرے گناہ کے باعث مخلوق پر بارش برسانے سے روک لی گئی ہو۔ الٰہی! میرے سب گناہ بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴿٥﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿٦﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴿٧﴾ وَاَمَّا

سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کو سچا سمجھا۔ تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دیدیں گے۔

مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿٨﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿٩﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴿١٠﴾

اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات کو جھٹلایا۔تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کیلئے سامان دے دیں گے۔

وَمَا يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ﴿١١﴾

اور اُس کا مال اس کے کچھ کام نہ آوے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا۔

فَاَمَّا سو جو	مَنْ جس	اَعْطٰى دیا	وَاتَّقٰى اور پرہیزگاری اختیار کی	وَصَدَّقَ اور سچ جانا	بِالْحُسْنٰى اچھی بات کو	فَسَنُيَسِّرُهٗ پس عنقریب اسے آسان کردیں گے	لِلْيُسْرٰى آسانی
وَاَمَّا اور جو	مَنْ بَخِلَ جس نے بخل کیا	وَاسْتَغْنٰى اور بے پرواہ رہا	وَكَذَّبَ اور جھٹلایا	بِالْحُسْنٰى اچھی بات کو	فَسَنُيَسِّرُهٗ پس عنقریب اسے آسان کردیں گے		
	لِلْعُسْرٰى دشواری	وَمَا يُغْنِىْ اور نہ فائدہ دیگا	عَنْهُ اس کو	مَالُهٗ اس کا مال	اِذَا تَرَدّٰى جب نیچے گریگا وہ		

اچھے کردار کی خصوصیات اورانجام

دنیا میں انسان کی زندگی کا ایک رخ تو وہ ہے جس کی طرف اللہ کے رسول بلاتے ہیں اور جس کی رہنمائی اللہ کے احکام و رسول کی تعلیمات کرتی ہیں اور اس کے علاوہ بیشمار رخ اور ہیں جن کی طرف لوگ اپنی اپنی خواہشات کی پیروی میں یا اپنے سرداروں لیڈروں کی رہنمائی میں چلتے رہتے ہیں لیکن انجام کے اعتبار سے ان دونوں قسم کی راہوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پہلا گروہ وہ ہے جو کامیاب ہے اور جسے اپنی کوششوں کا اچھا پھل ملے گا اور دوسرا گروہ وہ ہے جو انجام کے لحاظ سے ناکام اور نامراد ہے اور جس کی تمام کوششیں ضائع ہو جائیں گی اور وہ آخرت میں برباد ہلاک اور جہنم میں ڈالا جائے گا۔

اب ان دونوں گروہوں کی ان آیات میں کچھ صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ پہلا گروہ جو انجام کے لحاظ سے کامیاب گروہ ہے اس کی پہلی صفت یہ فرمائی گئی۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى جس نے اللہ کی راہ میں مال دیا یعنی حتی المقدور سب طرح کے نیک کاموں میں خرچ کیا اور یہ خرچ کرنا زکوۃ وصدقات کو بھی شامل ہے۔ اور ہر قسم کی خیرات کو بھی۔ دوسری صفت فرمائی وَاتَّقٰى یعنی اللہ سے ڈرا اور برائیوں سے بچا اور پرہیزگاری اختیار کی۔ یعنی جانتے بوجھتے وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے جن سے ان کا خالق و مالک ناخوش ہوتا ہو۔ یہ ہر وقت اس کی ناخوشی سے ڈرتے ہیں۔ اور ہر اس بات سے بچتے ہیں جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی ہدایات ہر وقت ان کے سامنے رہتی ہیں۔ تیسری صفت فرمائی۔ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى اور اچھی بات کو سچا سمجھا۔ یعنی اس پیام اور تعلیم کو دل سے سچا مانتے ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں یعنی توحید کا اقرار رسالت محمدیؐ کی تصدیق۔ آخرت پر یقین۔ جزاوسزا جنت وجہنم پر ایمان اور ان تمام باتوں کو سچ جاننا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوں۔

تو ان تینوں مذکورہ صفات کا خلاصہ یہی ہے کہ ایک طرف آدمی کا ایمان درست ہو اسے قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تمام باتوں کا پکا یقین ہو اور دوسری طرف اس کے اعمال و اخلاق درست ہوں اور اعمال واخلاق کا تعلق بندوں سے بھی ہے اور اللہ سے بھی اس طرح ان آیات میں بندوں کے ساتھ تعلق کی درستی اور ان کے حقوق واجبہ کی ادائیگی کی ہدایت بھی موجود ہے۔ اور ساتھ ہی حقوق اللہ کی ادائیگی کی ہدایت بھی موجود ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری اطاعت اور اس کی بندگی وعبادت میں سرگرمی اور اس کی ہر قسم کی نافرمانی سے پرہیز ہو اور یہی تقویٰ کی جان ہے تو جس گروہ جماعت یا شخص میں یہ تینوں صفات وخوبیاں موجود ہوں گی اس

کے بارہ میں فرمایا گیا فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ہم اس کے لئے راحت و آرام تک پہنچنا آسان کر دیں گے یعنی اس کو دنیا میں نیک اور اچھے کاموں کی توفیق دیں گے اور ان سب عبادتوں کی توفیق دیں گے جو آخرت میں اس کے کام آویں تا کہ اس توفیق کے سبب سے اس پر عبادتوں کا کرنا آسان ہو جائے اور دل و جان سے اس میں مشغول رہے۔ اس واسطے کہ نیک کام کا خاصہ ہے کہ جو کوئی اس کو ہمیشہ کرتا ہے تو اس کے نفس میں ایک قوت نورانی پیدا ہوتی ہے کہ اس کے سبب سے اچھی راہ چلنا اور نیک بات کو اختیار کرنا اس پر آسان ہو جاتا ہے اور وہ ظاہری تکلیف بھی اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے کیونکہ جب کسی چیز کی عادت ہو جاتی ہے تو وہ طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے پھر جب موت اس کی آتی ہے اور اس عالم سے جدا ہونے کا وقت پہنچتا ہے تو اس کو بڑی آسانی نصیب ہوتی ہے گویا دنیا کے جیل خانہ سے چھوٹتا ہے۔ اور پھر بعد مرنے کے بھی منکر نکیر کا جواب اور حشر و نشر کا ہول اور حساب کتاب کا خوف اور میزان کا اندیشہ اور پل صراط سے اترنے کی سختی سب اس پر آسان ہو جاتی ہے اور انجام کار وہ انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دیا جاوے گا جس کا نام جنت ہے یہ تو اس گروہ کا بیان ہوا جو انجام کے لحاظ سے کامیاب ہے اور جسے اپنی کوششوں کا اچھا پھل ملے گا۔

بُرے کردار کی خصوصیات اور انجام

اس کے برخلاف دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو انجام کے لحاظ سے سراسر ناکام و نامراد ہے۔ اور ان کی بھی تین ہی صفات بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے۔ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ اور جو بخل کرتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا یعنی وہ جو کچھ مال دولت کماتا اور حاصل کرتا ہے وہ صرف اپنے دست و بازو اپنے علم و ہنر اور ذاتی سوجھ بوجھ کا نتیجہ سمجھتا ہے اس لئے وہ اپنی کمائی کو یا تو ذاتی عیش و آرام پر اڑاتا ہے یا پھر جوڑ جوڑ کر رکھتا ہے ضرور تمندوں کی مدد کے لئے اور محتاج۔ غرباء و فقراء کے لئے اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ دوسری صفت فرمائی وَاسْتَغْنٰى اور جس نے بے پروائی اختیار کی یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے پروائی اختیار کی۔ اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پروا نہ کی۔ اسلام اور آخرت کی نعمتوں سے بے پروائی کی اور گناہوں اور برے کاموں کو بے پروا ہو کر عمل میں لایا۔ تیسری صفت فرمائی وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى اور اچھی بات کو جھٹلایا یعنی اسلام کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹا جانا۔ اس طرح نہ وہ توحید کا قائل ہوا نہ رسالت محمدی کی تصدیق کی۔ نہ صفات حمیدہ کا طالب ہوا نہ دار آخرت اور وہاں کی جزا و سزا کو سچ مانا۔ گویا جو تعلیمات و ہدایات اللہ کے رسول نے دیں ان کو جھٹلاتا رہا۔ تو جس میں یہ تینوں صفات ہوں گی نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ اس کا ایمان درست ہوگا اور نہ عمل ٹھیک ہوگا۔ نہ بندوں کے حقوق پہچانے گا اور نہ ادا کرے گا نہ خدا کے حقوق۔ اس کا دل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائے گا۔ نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائے گی۔ ایسے شخص کے لئے فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى فرمایا یعنی ہر عمل بد خواہ کیسا ہی سخت اور مشکل ہو آسان ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں بدی کا پورا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے اور بالآخر آہستہ آہستہ عذاب الٰہی کی انتہائی سختی کی جگہ یعنی جہنم میں پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا یعنی ایسا شخص جس میں مذکورہ تینوں صفات ہوں جب برباد و ہلاک ہو کر جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا تو اس وقت اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آ سکے گا اور جس مال دولت پر گھمنڈ کر کے آخرت کی طرف سے بے پروا ہو رہا تھا وہ ذرا بھی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گا۔

اچھے اور برے کردار کی دو مثالی شخصیات

اگرچہ اس سورۃ کے الفاظ عام ہیں لیکن جیسا کہ گذشتہ درس میں سورت کے سبب نزول میں بتلایا گیا اس سورۃ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور مکہ کے کافر سردار امیہ بن خلف کے حالات و معاملات کا نقشہ کھینچ کر سعادت و شقاوت کے دو راستے بتائے گئے۔ پہلی تین صفات کمالیہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیان کی گئیں اور دوسری تین صفات بد کافر امیہ بن خلف کی ظاہر کی گئیں جو جنگ بدر میں مارا گیا اور جس دولت کی وجہ سے وہ بے پروا ہو گیا وہ مال و دولت اس کے کچھ کام نہ آ سکا اور ہلاکت ابدی سے نہ بچا سکا۔

اعمال کا مدار توفیق خداوندی ہے

ان آیات فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى سے متعلق بخاری شریف کی ایک روایت ہے اور حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبرستان غرقد میں ایک جنازہ میں شریک تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس کا جنتی یا جہنمی مقام (پہلے سے) مقرر نہ کر دیا گیا ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر نوشتہ تقدیر پر اعتماد کیوں نہ کر لیا جائے؟ فرمایا عمل کئے جاؤ۔ ہر ایک کو اسی کام کی توفیق دی جاتی ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ پھر آپ نے یہی آیات تلاوت فرمائیں تو معلوم ہوا کہ اصل مدار اعمال کا توفیق خداوندی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر سعادت کی توفیق نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دنیا میں مال و دولت عطا فرمایا ہے اسے اپنی رضا میں صرف کرنا ہمارے لئے آسان فرمائیں اور وہ اعمال جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں ان کو ہمارے لئے محال بلکہ ناممکن بنا دیں۔ یا اللہ ہمیں وہ تقویٰ اور راستی عطا فرما کہ جو جنت کا راستہ ہمارے لئے آسان ہو جائے۔ آمین۔

یَا اَللّٰہُ آپ کی ہدایت آ جانے کے بعد اور دین کی بات کا علم ہو جانے کے بعد بھی میں نے اپنے آپ کو غافل بنائے رکھا۔ آپ نے حکم دیا' یا منع کیا' کسی عمل کی رغبت دلائی' اپنی رضا و محبت کی طرف بلایا اور اپنے قریب کرنے کے لئے اعمال خیر کی دعوت دی۔ آپ نے سب کچھ انعام کیا لیکن میں نے کوئی پروا نہ کی۔ الٰہی! میری ہر ایسی خطا کو معاف فرما دے۔

یَا اَللّٰہُ جس گناہ کو کر کے میں بھول گیا ہوں لیکن آپ کے یہاں وہ لکھا ہوا ہے میں نے اس کو ہلکا سمجھا لیکن نافرمانی پھر نافرمانی ہے وہ آپ کے یہاں موجود پاؤں گا۔ میں نے بارہا علانیہ گناہ کیا آپ نے چھپا لیا' لوگوں نے دھیان نہ کیا اور ہر ایسا گناہ جس کو آپ نے اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ توبہ کرے گا تو معاف کریں گے الٰہی! میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں مجھے معاف فرما دیجئے اور میری توبہ قبول فرما لیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝

واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلادینا ہے اور ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا۔تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں۔

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِىْ يُؤْتِىْ

اس میں وہ ہی بد بخت داخل ہوگا جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی۔ اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جاوے گا جو بڑا پرہیز گار ہے۔جواپنا

مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ

مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جاوے۔اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضاجوئی کے اس کے

رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝

ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارتا ہو۔اور یہ شخص عنقریب خوش ہوجاوے گا۔

اِنَّ بیشک	عَلَيْنَا ہم پر ہمارا ذمہ	لَلْهُدٰى البتہ راہ دکھانا	وَاِنَّ اور بیشک	لَنَا ہمارے لئے	لَلْاٰخِرَةَ آخرت	وَالْاُوْلٰى اور دنیا		
فَاَنْذَرْتُكُمْ پس میں تمہیں ڈراتا ہوں	نَارًا آگ	تَلَظّٰى بھڑکتی ہوئی	لَا يَصْلٰىهَآ نہ داخل ہوگا اس میں	اِلَّا مگر	الْاَشْقَى انتہائی بدبخت			
الَّذِىْ كَذَّبَ جس نے جھٹلایا	وَتَوَلّٰى اور منہ موڑا	وَسَيُجَنَّبُهَا اور عنقریب اس سے بچالیا جائیگا	الْاَتْقَى بڑا پرہیزگار	الَّذِىْ جو	يُؤْتِىْ دیتا ہے			
مَالَهٗ اپنا مال	يَتَزَكّٰى پاک کرنے کو	وَمَا لِاَحَدٍ اور نہیں کسی کیلئے	عِنْدَهٗ اس پر	مِنْ سے	نِّعْمَةٍ نعمت احسان	تُجْزٰٓى بدلہ دی جائے		
	اِلَّا مگر	ابْتِغَآءَ چاہیے کہ	وَجْهِ رضا	رَبِّهِ اپنا رب	الْاَعْلٰى بلند و برتر	وَلَسَوْفَ اور عنقریب	يَرْضٰى راضی ہوگا	

ہرایک کے لئے ہدایت کا راستہ کھلا ہے

گذشتہ آیات میں آخرت کی کامیابی اور ناکامی کے لحاظ سے دو اشخاص یا دو گروہ کا ذکر ہوا تھا اور ہرایک کی تین صفات بیان فرمائی گئی تھیں۔ اس طرح سعادت و شقاوت کے دو راستہ ظاہر فرمائے گئے تھے۔اب آگے اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور نعمت و رحمت کا ذکر فرما رہے ہیں۔اوران آیات میں بتلایا جاتا ہے۔ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے بندوں کی رہنمائی کرنا اپنے ذمہ لیا ہے اوراسی غرض سے ان کو حواس خمسہ ظاہری و باطنی عطا کئے ہیں۔عقل و ادراک دیا ہے کہ ان سے نیک و بد میں امتیاز کریں۔پھر اللہ نے دنیا میں اپنے رسول بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں جن میں اچھائی و برائی' ہدایت و ضلالت' راستی و کجی' نیک و بد کو صاف صاف بیان فرما دیا۔پھر رسولوں کے جانشین مثلاً علمائے ربانی' آئمہ حقانی' اولیاء کرام و بزرگان دین پیدا کئے۔پھر حوادث دہر' تغیرات عالم اور عبرت انگیز نشانات قائم کئے تاکہ انسان اپنی عقل و فہم سے کام لے کر اپنے اختیار اور ارادہ سے نیک راہ اختیار کریں اور بری راہ کو چھوڑ دیں۔اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ کسی آدمی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کرے بلکہ نیک و بد دونوں راستے انسانوں کو بتا دیئے اور بھلائی و برائی کو خوب کھول کر بیان کر دیا اور اس پر چلنا ان کے اختیار کو ارادہ اور فہم و ادراک پر چھوڑ دیا۔ اب جو شخص جو راہ اختیار کرے گا دنیا اور آخرت میں اس سے اسی کے موافق برتاؤ خداوندی ہوگا۔اگر ایسا نہ ہوتا تو نیک و بد اور نافرمان و مطیع میں کچھ فرق نہ رہتا اور انسان شجر و حجر کی طرح مجبور سمجھا جاتا۔

جیسا عمل ویسا انجام پیش آئے گا

اب جب کہ قدرت نے دونوں راستے انسانوں کے سامنے رکھ دیئے اور دونوں میں امتیاز کرنے کا مادہ بھی انسان میں پیدا کر دیا بلکہ اپنے انبیاء و

رسل اور کتب کے ذریعہ نیک وبد صاف صاف متعین کردیا تو اس کے بعد جو جیسی راہ اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اس کو اللہ تعالیٰ دیں گے۔ کیونکہ دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى اور ہمارے ہی قبضہ میں آخرت اور دنیا ہے۔ یعنی اس کائنات کا اصل اور حقیقی حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے اور دنیا اور اس کا نظم بھی اسی کے انتظام اور حکم سے قائم ہے اور آخرت میں بھی اسی کا حکم چلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دنیا میں جاری کردیئے ہیں ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کو وہ آخرت میں سزا دیں گے اور ان پر عملدرآمد کرنے والوں کو جزا دیں گے۔

بدبخت اپنی بدعملی سے جہنم میں جائے گا

اس حقیقت کو صاف صاف بیان کر دینے کے بعد فرمایا۔

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى

پس ہم تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکے ہیں کہ اس میں صرف وہی بدبخت داخل ہوگا جس نے دین حق کو جھٹلایا اور روگردانی کی یعنی جب اللہ تعالیٰ نے نیک وبد کی رہنمائی صاف صاف فرمادی تو انسان کے لئے اس بات کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی کہ وہ اپنی تباہی کے لئے کوئی عذر پیش کر سکے۔ اب اگر وہ ہلاکت وبربادی کے گڑھے میں گر کر تباہ وہلاک ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داری خود انسان پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے رسول اور کتاب کے ذریعہ صاف صاف بتا دیا کہ انسان اگر کفر وشرک، عصیان ونافرمانی کی غلط راہ پر چلے گا تو اس کا انجام ایک شعلہ زن اور بھڑکتی ہوئی آگ کے سوا اور کچھ نہیں اور اس آگ میں وہی ڈالا جائے گا جو خود اپنی بدبختی سے اپنے آپ کو اس کا مستحق بنالے گا۔ جو اپنی خواہشات میں اندھا ہو کر رسول کی بات اور دین حق کو جھٹلائے گا اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑے گا۔ اور اپنی لگام اپنے نفس یا اپنے ہی دوسرے جیسے انسانوں کے ہاتھوں میں دے کر خود اپنی تباہی اور جہنم میں جانے کا انتظام کرے گا۔

خوش بخت وکامیاب شخص کی صفات

آگے ایسے بدبخت شخص کے مقابلہ میں اس نیک بخت شخص کو پیش کیا جا رہا ہے جو اس جہنم سے دور رکھا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى اور اس سے یعنی جہنم کی آگ سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے یعنی دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایات پر چلتا ہے اور ہر ہر قدم پر اللہ کی مرضی کے خلاف کاموں سے بچتا ہے اور اللہ کی ناخوشی سے ڈرتا ہے گویا ایسے نیک بخت لوگوں کی پہلی صفت تقویٰ ہوئی۔ دوسری صفت فرمائی گئی الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ گناہوں سے پاک ہو جائے یعنی اللہ کے دیئے ہوئے رزق ومال میں سے وہ اللہ کے بندوں کو دیتا ہے اور اس طرح مال خرچ کرنے سے اس کی نیت اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ وہ روحانی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے۔ اور یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ مال کا خرچ چاہے اپنی جائز ضروریات کی تکمیل کے لئے ہو یا اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے ہو یا اپنے اعزا واقربا کی خبر گیری کے لئے ہو یا محتاجوں اور غریبوں کی امداد کے لئے ہو یا رفاہ عام کے کاموں کے لئے ہو یا دین کی اشاعت اور جہاد کے لئے ہو بہرحال اگر وہ خرچ اللہ تعالیٰ کے قوانین اور ہدایات کے مطابق ہو اور خالص اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے ہو تو اس سے نفس کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ آگے ارشاد ہے۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى

یعنی مال کے وہ صرف اور خرچ جن کا مقصد اللہ کی خوشنودی کے علاوہ کچھ اور ہو۔ مثلاً لوگوں میں شہرت ونیک نامی حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا۔ یا دوسروں پر احسان رکھنے یا دوسروں کا احسان چکانے کے لئے خرچ کیا یا دکھاوے کے لئے مال خرچ کیا کہ لوگوں سے واہ واہ چاہتے ہیں یا کسی عہدہ دار کی نظر کرم کی امید میں خرچ کیا یا قوم اور ملک میں نام آوری کی خاطر خرچ کیا یا اپنے کسی شخصی رجحان یا ذوق کی تسکین کی خاطر مال لٹایا تو ان تمام حالات میں چونکہ مقصد اللہ کی خوشنودی کے علاوہ کچھ اور ہے اس لئے اس پر اللہ سے کسی اجر کی امید نہ رکھنا چاہئے اور جب خالص رضائے مولیٰ کی طلب میں مال لٹا رہا ہے تو اس کے لئے وعدہ اور بشارت ہے۔ ولسوف یرضیٰ اور وہ عنقریب

خوش ہوجائے گا یعنی آخرت کی نعمتوں سے خوب مالا مال ہوکر بے انتہا مسرور وخوش ہوگا۔ تو اگرچہ اس سورۃ اوران آیات کا مضمون عام ہے لیکن روایات کثیرہ شاہد ہیں کہ ان آخری آیات کا نزول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں ہوا اور یہ بہت بڑی دلیل آپ کی فضیلت و بزرگی کی ہے۔ یہ آخری کلمہ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى یہ شخص عنقریب خوش ہوجاوے گا یہ حضرت صدیق اکبرؓ کے لئے ایک عظیم خوش خبری اور اعزاز ہے کہ ان کو حق تعالیٰ جل وعلیٰ نے دنیا ہی میں اپنی طرف سے راضی اور خوش کر دیئے جانے کی خوشخبری سنا دی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے درجات عالیہ اور قرب خاص میں اور ترقی عطا فرمائیں اور آپ کے نام لیوا ہونے کے باعث اور آپ سے محبت کرنے کے باعث اللہ تعالیٰ ہماری بھی مغفرت فرماویں۔ آمین۔

خلاصہ

اس سورت کا موضوع انسانوں کے مختلف قسم کے اعمال اور جدو جہد ہے جب اعمال اور جہد وسعی کا رخ مختلف ہوتو اس کے نتائج بھی مختلف برآمد ہوتے ہیں اس کی ابتدائی آیات میں تین قسمیں کھا کر فرمایا گیا ہے کہ اے انسانو! تمہاری سعی مختلف ہے کوئی متقی ہے اور کوئی شقی ہے' کوئی مومن ہے اور کوئی کافر' کوئی اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور کوئی بخل کرتا ہے' کوئی اللہ سے ڈرنے والا ہے اور کسی نے بے نیازی اختیار کررکھی ہے' کوئی بھلائی کی بات کی تصدیق کرتا ہے اور کوئی تکذیب کرتا ہے' انسانوں میں سے جو کوئی اپنے لیے جس قسم کی راہ کا انتخاب کرتا ہے' ہم اس راہ پر چلنا اس کیلئے آسان کردیتے ہیں۔

سورت کے اختتام پر بتایا گیا کہ اہل ایمان کو رب تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے بچالے گا اور اس کیلئے ایک مومن صالح کا قصہ بیان کیا ہے جو اپنا مال صرف رضاءِ الٰہی کی خاطر خرچ کرتا تھا' تمام تفاسیر میں ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں جن کا مال جہاد کی تیاری' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے میں خرچ ہوتا تھا جو قبول اسلام کی وجہ سے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔

سورۃ اللیل کے خواص

۱- اگر کسی کو مرگی کا دورہ پڑ جائے تو اس سورۃ کو اس کے کان میں پڑھنے سے مرگی کا اثر ختم ہوجاتا ہے۔

۲- اگر کسی کو بخار ہوتو سورۃ اللیل پانی پر دم کر کے اس پانی کو پی لے، یا اسے لکھ کر اور پانی میں دھو کر پی لے۔ ان شاء اللہ بخار اتر جائے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہر حال میں اپنی توفیق حسن کو ہمارے شامل حال رکھیں اور اپنے کرم وفضل سے ان تمام اعمال کو ہمارے لئے آسان وسہل فرماویں جو ان کی رضا کے باعث ہوں اور ان تمام اعمال کو دشوار اور محال بنادیں کہ جو ان کی ناراضگی کا باعث ہوں۔

یا اللہ آپ نے جو کچھ مال دولت ہم کو عطا فرمایا ہے اس کو اپنی راہ میں اپنی مرضیات کے لئے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔ یا اللہ اپنے کرم سے ہم کو عذاب جہنم سے بچالیجئے اور اپنے فضل سے اپنی جنت میں بے حساب داخل ہونا نصیب فرمائیے۔ اور آخرت کی نعمتوں سے مالا مال فرمائیے۔ آمین۔

یَااللہ اس گناہ سے بھی معافی دے کہ میں نے مسلمانوں میں بغض وعداوت اور منافرت پھیلادی ہو یا میرے گناہوں کے باعث مسلمانوں پر آفت ومصیبت آگئی ہو یا میرے گناہ کی وجہ سے دشمنان اسلام کو ہنسنے کا موقع ملا ہو یا دوسروں کی میرے گناہ کی وجہ سے پردہ دری ہوئی ہو یا میرے گناہ کے باعث مخلوق پر بارش برسانے سے روک لی گئی ہو۔ الٰہی! میرے سب گناہ بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ　هِيَ اِحْدٰى عَشَرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالضُّحٰى ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ

قسم ہے دن کی روشنی کی۔اور رات کو جب کہ وہ قرار پکڑے۔ کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور آخرت آپ کیلئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔

الْاُوْلٰى ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿۵﴾

اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا سو آپ خوش ہو جاویں گے۔

وَالضُّحٰى قسم ہے دھوپ چڑھنے کی آفتاب	وَالَّيْلِ اور رات کی	اِذَا جب	سَجٰى چھا جائے	مَا وَدَّعَكَ آپ کو نہیں چھوڑا	رَبُّكَ آپ کا رب	وَمَا اور نہ		
قَلٰى بیزار ہوا	وَلَلْاٰخِرَةُ اور آخرت	خَيْرٌ بہتر	لَّكَ آپ کیلئے	مِنَ سے	الْاُوْلٰى پہلی	وَلَسَوْفَ اور عنقریب	يُعْطِيْكَ آپ کو عطا کریگا	رَبُّكَ آپ کا رب
فَتَرْضٰى پس آپ راضی ہو جائیں گے								

وجہ تسمیہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی لفظ الضُّحٰی سے ہوئی ہے ضحیٰ کے معنی دن چڑھے کا وقت اور آفتاب بلند ہونے کا وقت ہے۔تو اس سورۃ کی ابتدا میں اول ضحیٰ کی قسم کھائی گئی ہے۔اسی واسطے اس سورۃ کا نام الضحیٰ مقرر ہوا۔ یہ مکی سورۃ ہے اور اس کا نزول بالکل ابتدائی دور میں روایت کیا گیا ہے اس سورۃ کا خاص مضمون حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیسے انعام واحسان فرمائے اور ساتھ ہی مزید انعامات کے وعدے ہیں۔

شان نزول

اس سورۃ کے سبب نزول کے سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ روایات صحیحہ میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آئے یعنی وحی قرآنی بند رہی۔ مشرکین کہنے لگے کہ لیجئے محمد کو ان کے رب نے رخصت کر دیا۔اس کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔آگے حضرت علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یہ زمانہ فترۃ الوحی کا ہے۔جب سورۃ اقراء کی ابتدائی آیات نازل ہونے کے بعد ایک طویل مدت تک وحی رکی رہی تھی

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس فترۃ الوحی کے زمانہ میں سخت مغموم و مضطرب رہتے تھے تا آنکہ جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یآیہا المدثر کا خطاب سنایا۔اغلب ہے کہ اس وقت مخالفوں نے اس طرح کی چہ میگوئیاں کی ہوں چنانچہ مفسر علامہ ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاق وغیرہ سے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ اس احتمال کی تاکید کرتے ہیں ممکن ہے اسی دوران میں وہ قصہ بھی پیش آیا ہو جو بعض احادیث صحیحہ میں بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کی وجہ سے دو تین رات نہ اٹھ سکے تو ایک خبیث کافرہ عورت کہنے لگی اے محمد معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے (العیاذ اللہ) اور یہ طعن کرنے والی عورت ابولہب کی بیوی ام جمیل تھی۔غرض ان سب خرافات کا جواب اس سورۃ الضحیٰ میں دیا گیا اور یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں کفار کی طعنہ زنی کا رد فرمایا گیا۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد بیان فرمائے اور آئندہ کے لئے تسلی اور قرب روز افزوں کا وعدہ اور بشارت سنائی گئی۔

پکی بات ہے کہ آپ کے رب نے آپ کو ہرگز نہیں چھوڑا

گذشتہ سورتوں کی طرح اس سورۃ کی ابتدا بھی قسمیہ کلام سے

فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ پہلی قسم کھائی گئی۔ وَالضُّحٰى یعنی قسم ہے ضحیٰ کے وقت کی۔ ضحیٰ یعنی چاشت آفتاب بلند ہونے سے لے کر نصف النہار تک پہنچنے تک کا زمانہ ہے۔ یہ ضحیٰ کا وقت متعدد خصوصیتیں رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ روزی کی تلاش کا علم اور ہنر حاصل کرنے کا اکثر یہی وقت ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ وقت فرض نماز سے تو خالی ہے اور نفلی عبادت کے لئے فراغت تیسرے یہ کہ اسی وقت ضحیٰ میں خدائے تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا چوتھے یہ کہ اسی وقت میں فرعون کے جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لائے اور سجدہ کیا۔ پس یہ وقت نورِ حق کے کمال ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ پانچویں یہ کہ ضحیٰ کی نماز جس کی ادنیٰ چار رکعتیں اور اعلیٰ بارہ رکعتیں ہیں اور جس نماز کی بہت سی فضیلتیں حدیث شریف میں آئی ہیں۔ اسی وقت مقرر ہے۔ علمائے ربانی اور اہل بصیرت نے فرمایا ہے کہ جو فقر و افلاس سے دور رہنا چاہے تو نماز ضحیٰ پڑھے اور اگر قبر کی تنگی اور وہاں کی اندھیری اور عذاب سے بچنا چاہے تو نماز تہجد پڑھا کرے۔ پہلی قسم یہاں ضحیٰ یعنی دھوپ چڑھتے وقت کی کھائی۔ آگے دوسری قسم کھائی گئی وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى اور قسم ہے رات کی جب وہ قرار پکڑے۔ یعنی اندھیرا چھا جائے۔ تو یہاں دو چیزوں کی قسم کھائی ہے دن کی جب خوب روشن ہو جائے اور رات کی جب خوب اندھیرا ہو جائے اس کے بعد جواب قسم ہے۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ آپ سے دشمنی ہی کی ہے۔ یعنی دشمنوں کے الزامات اور خیالات سب غلط ہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب نہ آپ سے ناخوش اور ناراض اور بیزار ہوا اور نہ آپ کو رخصت کیا جیسا کہ یہ معاندین کفار و مشرکین کہتے ہیں۔ بلکہ جس طرح ظاہر میں وہ اپنی قدرت و حکمت کے مختلف نشان ظاہر کرتا ہے اور دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن کو لاتا ہے یہی کیفیت باطنی حالات کی ہے۔ اگر سورج کی دھوپ کے بعد رات کی تاریکی کا آنا اللہ کی خفگی اور ناراضگی کی دلیل نہیں اور نہ اس کا ثبوت ہے کہ اس کے بعد دن کا اجالا کبھی نہ ہوگا تو کچھ عرصہ نور وحی کے رکے رہنے سے یہ کیوں کر سمجھ لیا جائے کہ آج کل خدا اپنے منتخب کئے ہوئے پیغمبر سے خفا اور ناراض ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے وحی کا دروازہ بند کر دیا۔ الغرض معاندین کفار کے احمقانہ خیالات اور الزامات کی تردید میں صاف فرما دیا گیا کہ آپ کو آپ کے پروردگار نے نہ تو چھوڑا ہے اور نہ ہی آپ سے ناراض ہوا ہے۔ کچھ ایام کے لئے مصلحت خداوندی کی وجہ سے وحی کا آنا بند ہو گیا تھا نہ آپ کے کسی قصور کی وجہ سے اب پھر وحی الٰہی کا آفتاب جلوہ گر ہوگا۔ آپ کفار کی خرافات سے غمگین نہ ہوں آپ برابر نعمت وحی الٰہی سے مشرف ہوتے رہیں گے۔

آخرت کے انعامات دنیا سے کہیں زیادہ ہیں

اور یہ شرف و کرامت تو آپ کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى اور آخرت آپ کیلئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے یعنی آخرت کی شان و شکوہ جب کہ آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگی تو وہاں کی بزرگی اور فضیلت تو یہاں کے اعزاز و اکرام سے بے شمار درجے بڑھ کر ہے۔ وہاں آپ کو اس دنیا سے کہیں زیادہ نعمتیں ملیں گی۔

آپ کو راضی کیا جائے گا

آگے ارشاد ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ یعنی ناراض اور بیزار ہو کر چھوڑ دینا تو کیسا ابھی تو آپ کا رب آپ کو دنیا و آخرت میں اس قدر دولتیں اور نعمتیں عطا فرمائے گا کہ آپ پوری طرح مطمئن اور راضی ہو جاویں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا میں کبھی ہرگز راضی نہ ہوں گا جب تک کہ اپنی امت سے ایک ایک کو جنت میں داخل نہ کرا لوں گا۔ غرض وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کہ آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ ایک بڑا وسیع وعدہ اور حق تعالیٰ کی طرف سے نہایت گراں بہا خلعت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

حق تعالیٰ کی جو بخششیں اور عنایتیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آپ کی روح مبارک پیدا ہونے کی ابتدا سے بہشت میں داخل ہونے تک عطا ہوئی ہیں اور ہوں گی وہ بیان کرنے کی حد سے باہر ہیں تاہم علمائے مفسرین نے اس آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کے

معنیٰ ذہن نشین ہونے کے لئے کچھ خصوصیات جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رکھی تھیں بیان فرمائی ہیں۔
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ اس آیت مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خصوصیات جناب اقدس الٰہی سے حاصل ہوئی ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جس میں دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی شریک ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمت سب سے بڑھ کر اور سب سے زیادہ دی گئی اور اس سبب سے تمام انبیاء و رسل سے آپ کو ممتاز فرمایا اور دوسری قسم خصوصیات کی وہ ہیں جو آپ ہی کو مخصوص ہیں۔

اس کے متعلق حدیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے چند چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔

(۱) میری بعثت تمام دنیا کی طرف ہوئی۔ مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور میں تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

(۲) میں خاتم النبیین ہوں۔ میری ذات پر سلسلہ انبیاء ختم ہوا۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۳) مجھ کو جوامع الکلم عطا کئے گئے یعنی ایسے مختصر اور جامع کلمات کہ الفاظ تو تھوڑے ہوں اور معانی بے شمار ہوں جیسا کہ احادیث نبویہ کا مجموعہ اس کا شاہد ہے۔

(۴) مجھے رعب اور ہیئت کے ذریعہ فتح ونصرت عطا کی گئی۔ بلا اسباب ظاہری کے ایک مہینے کی مسافت تک میرے دشمن مجھ سے مرعوب اور خوف زدہ رہتے ہیں۔

(۵) تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور مطہر بنا دی گئی یعنی میری امت کو ہر جگہ نماز پڑھنے کی اجازت ہے خواہ مسجد ہو یا غیر مسجد اور میرے لئے پاک مٹی سے تیمم کا حکم نازل ہوا کہ مجھے ہر جگہ تیمم کی اجازت ہے اور میرے لئے مٹی کو پانی کی طرح پاک کرنے والی چیز بنا دیا گیا۔

(۶) مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لئے حلال نہ تھا۔

(۷) میرے پیرو کار تمام انبیاء و مرسلین کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جنتیوں کی ۱۲۰ صفیں ہوں گی جن میں ۸۰ صفیں امت محمدیہ کی ہوں گی۔

(۸) مجھے شفاعت کبریٰ کا مرتبہ عطا کیا گیا کہ قیامت کے دن اولین اور آخرین میری طرف رجوع کریں گے۔ اور میں ان کے لئے بارگاہ خداوندی میں شفاعت کروں گا۔

(۹) سب انبیاء و مرسلین سے پہلے میں اپنی امت کو پل صراط سے لے کر گزروں گا۔

(۱۰) سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا اور ابو بکرؓ اور عمرؓ میرے دائیں اور بائیں ہوں گے اور جنت میں ہر نبی کے لئے حوض ہوگی اور میری حوض سب سے زیادہ وسیع اور پر رونق ہوگی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

یَا اللہ میں ہر ان گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جو آپ کی رحمت سے دور کر دیں اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہوں۔ عزت سے محروم کر دیں اور برائی کے لائق کر دیں۔ آپ کی نعمتوں کے زوال کا سبب ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۪ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ۪ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ؕ

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتلایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنادیا

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۠

تو آپ یتیم پر سختی نہ کیجئے۔ اور سائل کو مت جھڑکئے۔ اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔

لَمْ کیا نہیں	یَجِدْكَ آپ کو پایا	یَتِیْمًا یتیم	فَاٰوٰی پس ٹھکانہ دیا	وَوَجَدَكَ اور آپ کو پایا	ضَآلًّا بے خبر	فَهَدٰی تو ہدایت دی	وَوَجَدَكَ اور آپ کو پایا
عَآئِلًا مفلس	فَاَغْنٰی تو غنی کردیا	فَاَمَّا پس جو	الْیَتِیْمَ یتیم	فَلَا تَقْهَرْ تو قہر نہ کر	وَاَمَّا اور جو	السَّآئِلَ سوال کرنیوالا	فَلَا تَنْهَرْ تو نہ جھڑک
	وَاَمَّا اور جو	بِنِعْمَةِ نعمت	رَبِّكَ اپنا رب	فَحَدِّثْ سو بیان کر			

یتیمی میں عظمتوں کا تاج پہنایا

گذشتہ ابتدائی آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ ہم آپ کو اس قدر نعمتیں دیں گے اور آپ پر اس قدر عنایات کریں گے کہ آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔ اسی کی تائید میں اب آگے ان آیات میں چند گذشتہ واقعات کا اجمالاً ذکر فرمایا جاتا ہے کہ جن میں حق سبحانہ کی طرف سے کیسی کیسی عنایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئیں اور ان گذشتہ مواقع میں کیا کیا عطایا فرمائے گئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہے اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو ٹھکانہ دیا۔ تفصیل اسکی یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب شکم مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ عین جوانی میں وفات پا گئے اور کوئی جائیداد یا مال نہ چھوڑا جس سے پس ماندوں کی پرورش ہوتی۔ حق تعالیٰ سبحانہ نے آپ پر یہ انعام کیا کہ آپ کے دادا عبدالمطلب کو آپ پر مہربان کر دیا اور ان سے آپ کی پرورش کرائی۔ جب آپ کی عمر چھ سال کی تھی تو والدہ ماجدہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ اب نہ والد ہیں نہ والدہ مگر اللہ تعالیٰ نے دادا عبدالمطلب کو آپ پر ایسا فریفتہ اور مہربان کر رکھا تھا کہ وہ آپ کے پیچھے اپنی حقیقی اولاد کو بھی بھول گئے۔ آٹھ سال کی عمر تک آپ اپنے دادا کی کفالت میں رہے۔ جب دادا عبدالمطلب بھی چل بسے تو آپ کی ظاہری تربیت و پرورش کی سعادت آپ کے بے حد شفیق چچا ابوطالب حضرت علیؓ کے والد کے حصہ میں آئی۔ انہوں نے اپنی زندگی بھر آپ کی نصرت وحمایت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ الغرض یتیمی کا زمانہ تو اس طرح گزرا۔

نبوت وشریعت سے سرفراز فرمایا

جب آپ بالغ ہوئے اور جوانی کے دور میں داخل ہوئے تو عمر کا دوسرا حصہ شروع ہوا۔ قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم ورواج سے آپ سخت بیزار تھے۔ آپ شروع ہی سے رئیس الموحدین تھے۔ خدا پرستی اور مکارم اخلاق آپ کا شیوہ تھا۔ دیانت و امانت اور حسن اخلاق میں ساری قوم میں مشہور اور معروف تھے۔ آپ کے قلب مبارک میں خدائے واحد ذوالجلال کی عبادت و بندگی کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موج زن تھا۔ عشق الٰہی کی آگ سینہ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس مکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا اندر ہی اندر جوش مارتا تھا۔ لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا جس سے آپ کے قلب مبارک کو تسکین ہوتی۔ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار ہو کر غاروں اور پہاڑوں میں جا کر تنہائی میں اپنے مالک اور محبوب حقیقی کو یاد کرتے۔ اور حق تعالیٰ نے ''غار حرا'' میں فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں یعنی

دین حق نازل فرمایا آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور شریعت اسلامیہ عطا فرمائی گئی اسی کو فرمایا گیا۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلایا۔ اسی بات کو ۲۵ ویں پارہ سورۂ شوریٰ میں فرمایا گیا۔ ما کنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان اور آپ کو قبل نبوت نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے۔ یعنی ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفاصیل جو بذریعہ قرآن شریف آپ کو بتلائی گئیں یہ پہلے سے یعنی قبل نبوت آپ کو کہاں معلوم تھیں۔ آپ عبادت تو قبل نبوت بھی کرتے تھے مگر تعداد رکعات اور قوانین آداب کا علم تو اس وقت نہ تھا۔ آپ ہاتھ پاؤں دھو لیا کرتے تھے مگر وضو و غسل کے شرعی آداب وطریقہ سے علم نہ تھا۔ آپ کے دل میں محبت الٰہی کا جذبہ تھا اور قلب میں آتش عشق الٰہی شعلہ زن تھی مگر آپ اس کی ترقی کے اسباب اور قوانین نبوت سے قبل نہ جانتے تھے۔ اسی حالت کو آیت میں ضلال سے تعبیر کیا گیا۔ لفظ ضلال کے معنی گمراہ کے بھی آتے ہیں اور ناواقف' بے خبری کے بھی۔ یہاں بے خبری ہی کے معنی مراد ہیں۔ یہاں تک تو عمر مبارک کے دوسرے دور کا بیان ہے۔

شان استغناء عطا فرمائی

آگے عمر مبارک کی تیسری حالت کا بیان ہے کہ۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا پھر غنی کر دیا۔ اور وہ اس طرح کہ حضرت خدیجہؓ کی تجارت میں آپ شریک ہو گئے اس میں نفع ملا۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال و دولت آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ بڑی مالدار تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت تابعدار اور جاں نثار بھی تھیں۔ روسائے قریش ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے مگر انہوں نے کسی کی طرف رغبت نہ کی۔ یہ تو تھا ظاہری غنا جو آپ کو عطا ہوا باقی آپ کے قلبی اور باطنی غنا کا تو کیا کہنا۔ کوئی بشر اس کا اندازہ کیا کر سکتا ہے اور اصل غنا تو یہی قلبی غنا ہے کیوں کہ جس کو غناء نفس حاصل نہ ہو وہ گو کیسا ہی مالدار ہو مگر حقیقت میں محتاج ہے کہ مارا مارا پھرتا ہے۔ دل میں ہمہ وقت بے قراری مال بڑھانے کی رہتی ہے۔ برخلاف غناء نفس کے کہ اس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے غرض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان انعامات وعنایات کے بیان فرمانے سے مراد یہی ہے کہ ابتداء ہی سے خدائے تعالیٰ آپ پر انعام واکرام کرتا رہا ہے۔ ایسے ہی آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ تو جس پروردگار نے اس شان سے آپ کی تربیت فرمائی کیا وہ خفا ہو کر یونہی درمیان میں چھوڑ دے گا۔ استغفر الله

یتیم پر سختی نہ کیجئے

آگے تینوں زمانوں کے انعامات واحسانات کے شکریہ ادا کرنے کے لئے حق تعالیٰ تین حکم صادر فرماتے ہیں۔ ایک فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ پس آپ اس کے شکریہ میں یتیم پر سختی نہ کیجئے۔ مفسرین حضرات نے لکھا ہے کہ بظاہر تو یہاں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن سب کو حکم دیا جاتا ہے کہ یتیم پر قہر نہ کرنا اس میں یتیم کو زبانی جھڑکنا' سخت کلامی کرنا' بری نگاہ سے دیکھنا یا اس کو مارنا پیٹنا یا اس کے مال کی خیانت کرنا دغا فریب سے لے لینا یہ سب صورتیں قہر میں داخل ہیں بلکہ اسکے ساتھ ہمدردی نہ کرنا۔ اس کے حال زار پر رحم نہ کھانا یہ بھی یتیم پر قہر ہے۔ عرب اس مرض میں مبتلا تھے۔ عرب میں اسلام سے پہلے جہالت سخت دلی کی کوئی حد نہ تھی خصوصاً یتیموں' بیواؤں اور ضعیفوں پر زیادتی کرنا اپنے ذرا سے نفع کیلئے ان کا نقصان کر دینا کوئی بات ہی نہ تھی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص یتیموں پر بڑے مہربان تھے۔ اور لوگوں کو بھی تاکید رحم کرنیکی فرماتے تھے کہ یتیم کی پرورش کرنے والا میرے ساتھ بہشت میں اس طرح سے رہیگا اور اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جس طرح ہاتھ کی ایک انگلی دوسری سے ملی ہوئی ہے۔ اسی طرح میرے ساتھ ہوگا۔

سائل کو نہ جھڑکئے

دوسرا حکم فرمایا وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ اور سائل کو مت جھڑکئے یعنی اگر سائل کے سوال پورا کرنے کی قدرت ہو تو پورا کر دیا جائے بشرطیکہ کسی امر ممنوع اور گناہ کا سوال نہ ہو ورنہ نرم الفاظ میں جواب دے دیا جائے تاکہ اس کی دل شکنی نہ ہو۔ یہاں بھی خطاب بظاہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر حکم عام ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور مروت کی تو کچھ انتہا نہ تھی سائل کو انکار کرنا تو آپ جانتے ہی نہ تھے۔ اگر خود اپنے پاس یا ازواج مطہرات کے گھر میں نہ ہوا تو قرض

لے کر دیا یا کسی سے فرمائش کر کے دلوا دیا یا کسی دوسرے وقت کا وعدہ فرما لیا۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ سائل سے مراد وہی سائل مراد ہیں جو واقعی حاجتمند اور ضرورتمند ہو کر سوال کرتے تھے نہ کہ وہ لوگ کہ جنہوں نے گداگری کو پیشہ ہی بنا لیا ہے۔ ہٹے کٹے صحیح تندرست ہیں۔ محنت مزدوری کر سکتے ہیں ایسے شخص کو تو سوال کرنا حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے تندرست سائل کو جو کمانے پر قادر تھا درے مارے ہیں۔

اللہ کی نعمتوں کو بیان کرتے رہیے

آگے تیسرا حکم ارشاد ہوا وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور اپنے رب کی نعمت کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔ نعمت کا لفظ عام ہے کوئی بھی نعمت ہو محسن و منعم حقیقی کے احسانات کا تذکرہ شکر گزاری کی نیت سے کرنا شرعاً محمود ہے نہ کہ بقصد فخر و مباہات اعلان کرنا۔

تحدیث نعمت کی ایک صورت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی نعمت سے نوازے تو لازم ہے کہ وہ ہیئت اور لباس وغیرہ سے اپنی فقیری نمایاں نہ کرے اور مسکین نما نہ بنے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب خستہ حال بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس مال ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے تمہیں نعمت دی ہے تو اپنی دی ہوئی نعمت کا نشان تمہارے اوپر دیکھنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ (بیان السبحان)

تو اگرچہ اس سورۃ میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض خصوصی نعمتوں کو یاد دلا کر جو ہدایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہیں تو وہ اپنے حکم میں عام ہیں۔ جو شخص بھی اپنے حالات پر غور کرے گا وہ یہ محسوس کرے گا کہ اللہ کی نعمتوں میں سے اسے بھی یقینی حصہ ملا ہے تو اس طرح سورۃ کے خاتمہ پر آخری ہدایات کا مخاطب ہر امتی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا احساس ہم کو بھی عطا فرمائیں اور ان پر شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمائیں۔

ہر سورۃ کے ختم پر تکبیر کہنا

علمائے مفسرین نے ایک حدیث مرفوع بروایت حاکم و بیہقی نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سورۃ الضحیٰ کے آخر تک ہر سورۃ کے ختم پر اللہ اکبر کہو اور حکمت اس میں بعض علماء نے یہ ذکر کی ہے کہ کچھ عرصہ وحی رکنے کے بعد جب یہ سورۃ الضحیٰ نازل ہوئی تو آپؐ نے خوش ہو کر اللہ اکبر فرمایا تھا اور پھر شاید مضمون کی مناسبت سے بقیہ سورتوں میں تکبیر فرمائی ہو۔ واللہ اعلم۔

خلاصہ

اس سورت کا موضوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ہے اور اس میں چار مضامین بیان ہوئے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے اللہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ اللہ نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ ہی آپ سے ناراض ہوا ہے۔ آپ کے مخالفین اگر حسد اور دشمنی کی بناء پر ایسی باتیں کرتے ہیں تو قطعاً جھوٹ بولتے ہیں۔

آپ کو دو عظیم بشارتیں سنائی گئی ہیں پہلی یہ کہ آپ کا مستقبل حالِ موجود سے بہتر ہوگا یا یہ کہ آپ کی آخرت دنیا سے بہتر ہوگی اور یہ کہ اللہ آپ کو دنیا اور آخرت میں اتنا عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

پھر اللہ نے اپنے تین احسانات یاد دلائے ہیں' آپ یتیم تھے ہم نے آپ کو ٹھکانہ دیا' آپ دین سے بے خبر تھے ہم نے آپ کو اس کا راستہ دکھایا' آپ تنگدست تھے ہم نے آپ کو غنی کر دیا۔

ان تین نعمتوں کے مقابلے میں آپ کو تین وصیتوں کی صورت میں' گویا شکر کی تلقین کی گئی ہے یعنی یتیم پر سختی نہ کیجئے' سائل کو جھڑکیے نہیں اور اپنے رب کی نعمتوں کا تذکرہ کیا کریں۔

سورۃ الضحیٰ کی خاصیت

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث و مفسر دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اس مبارک سورۃ کی ایک مجرب خاصیت یہ ہے کہ گم ہوئی چیز کے واسطے اس سورۃ کو سات بار پڑھے اور شہادت کی انگلی کے سرے کو اپنے سر کے اردگرد پھراتا جاوے اور اس کے بعد اصبحت فی امان اللہ و امسیت فی جوار اللہ امسیت فی امان اللہ و اصبحت فی جوار اللہ پڑھ کر دستک دیوے تو گم شدہ چیز پھر مل جاوے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاحِ مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَھِیَ ثَمَانِیْ اٰیَاتٍ 4

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ ﴿۲﴾ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ ﴿۳﴾

کیا ہم نے آپکی خاطر آپکا سینہ کشادہ نہیں کردیا۔اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اُتار دیا۔جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ﴿۴﴾

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔

اَلَمْ کیا نہیں	نَشْرَحْ کھول دیا	لَکَ آپ کیلئے	صَدْرَکَ آپ کا سینہ	وَوَضَعْنَا اور ہم نے اتار دیا	عَنْکَ آپ سے	وِزْرَکَ آپ کا بوجھ
اَلَّذِیْ جو۔جس	اَنْقَضَ توڑدی	ظَھْرَکَ آپ کی پشت	وَرَفَعْنَا اور ہم نے بلند کیا	لَکَ آپ کیلئے	ذِکْرَکَ آپ کا ذکر	

وجہ تسمیہ

اس سورۃ کی ابتدا یوں ہوئی ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کیلئے نہیں کھول دیا۔تو علامت کے طور پر جن الفاظ سے یہ سورۃ شروع ہوئی ہے یعنی الم نشرح وہی اس کا نام مقرر ہوا۔یہ سورۃ بھی مکی ہے اور سورۃ الضحیٰ جس کا بیان گذشتہ درسوں میں ہوا اُس کے بعد ہی نازل ہوئی ہے اور گذشتہ سورۃ سے اس کا خاص تعلق بھی ہے۔

سورۃ کا موضوع

اس سورۃ میں بھی اور گذشتہ سورۃ الضحیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نعمتیں حق تعالیٰ نے عطا فرمائی تھیں اُن کا ذکر فرمایا گیا۔اب جو نعمتیں حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائی ہیں وہ دو قسم ہیں۔ایک ظاہری یعنی وہ نعمتیں جو آپ میں ظاہر میں پائی جاتی تھیں اور سب عام و خاص ان کو جانتے تھے اور دیکھتے تھے۔دوسری قسم کی باطنی نعمتیں تھیں کہ جو عوام بلکہ خواص کی نظر سے بھی پوشیدہ تھیں۔یعنی پہلی قسم آپؐ کے ظاہر سے تعلق رکھتی تھیں جو سورۃ الضحیٰ میں بیان فرمائی گئیں اور دوسری قسم جو آپؐ کے باطن سے تعلق رکھتی تھیں وہ اس سورہ الم نشرح میں بیان فرمائی گئیں اس لئے اس کا نزول بھی سورۃ الضحیٰ کے بعد میں بیان فرمایا گیا ہے۔

سبب نزول

اس کے سبب نزول میں بعض مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خُلّت کا مرتبہ بخشا اور حضرت موسیٰ کو کلیم کی خِلعت سے نوازا اور حضرت داؤدؑ کو لوہا اور پہاڑوں کو تابع دار کر کے ممتاز کیا اور حضرت سلیمانؑ کو جنات و انسانوں پر سلطنت دے کر ہوا کو فرماں بردار کر کے سرفراز فرمایا۔ میرے واسطے اے الہ العالمین آپ نے کیا چیز خاص کی؟ اس سوال کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ اس طرح یہ سورۃ بھی مکی دور کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تین خصوصی انعامات

ان آیات میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین کمالات وانعامات الٰہیہ کا ذکر فرمایا ہے جو حق تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائے۔سب سے اول شرح صدر۔اس کے لفظی معنی ہیں سینہ کھول دینا۔سینہ کشادہ کردینا۔یہ باطن میں نہایت بلند مرتبہ ہے۔اسی شرح صدر کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی نے بھی بارگاہ ایزدی میں التجا کی تھی رب اشرح لی صدری جیسا کہ سولھویں پارۂ سورۂ طٰہٰ

میں بیان فرمایا گیا کہ اے میرے پروردگار میرا سینہ کشادہ کردے۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کبریٰ کیلئے یہ مرتبہ اور کمال ضروری تھا۔اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کمال کے حاصل ہونیکی اطلاع دی گئی اور اسکا اظہار اسطرح فرمایا گیا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ علم وحلم سے کشادہ نہیں کردیا؟ یہ استفہام تقریری ہے یعنی ضرور ایسا کردیا۔علم بھی نہایت وسیع عطا فرمایا اور چونکہ تبلیغ احکام خداوندی میں طرح طرح کی تکالیف کا سامنا ہونا تھا اس لئے آپ کی طبیعت کو بھی نہایت متحمل اور بردبار بنادیا۔سینہ مبارک میں علوم ومعارف کے سمندر اتار دیئے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت اور احکام الٰہیہ کی تبلیغ کو بڑا وسیع حوصلہ دیا کہ بے شمار دشمنوں کی عداوت اور مخالفوں کی مزاحمت سے گھبرانے نہ پاویں۔یہ تو ہوا شرح صدر معنوی۔

شرح صدر جسمانی اور اس کے اسرار

شرح صدر حسی کا ذکر احادیث صحیحہ اور کتب سیر میں یوں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک فرشتوں نے چاک کر کے قلب مبارک کو نورانی طشت میں آب قدس سے دھویا۔یہ شق صدر کا واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی عمر شریف میں چار مرتبہ پیش آیا۔اول بار زمانہ طفولیت میں پیش آیا جب کہ آپ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی پرورش میں تھے اور ایک روز آپ جنگل میں تھے جب کہ آپ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ جنگل بکریاں چرانے جانے لگے تھے کہ دو فرشتے حضرت جبرائیل ومیکائیل سفید پوش انسانوں کی شکل میں ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لے کر نمودار ہوئے اور آپ کا سینہ مبارک چاک کرکے قلب مطہر کو نکالا۔پھر قلب کو چاک کیا اور اس میں سے ایک یا دو ٹکڑے خون کے جمے ہوئے نکالے اور کہا یہ شیطان کا حصہ ہے پھر سینہ اور قلب کو اس طشت میں رکھ کر برف سے دھویا بعد ازاں قلب کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ پر ٹانکے لگائے اور دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر لگادی۔یہ پہلی مرتبہ کا شق صدر جس میں قلب چاک کرکے جو ایک سیاہ نقطہ نکالا گیا وہ حقیقت میں گناہ اور معصیت کا مادہ تھا جس سے آپ کا قلب مطہر پاک کردیا گیا اور پھر قلب مبارک اس لئے دھویا گیا کہ مادہ معصیت کا کوئی نشان اور اثر بھی باقی نہ رہے اور برف سے اس لئے دھویا گیا کہ گناہوں کا مزاج گرم ہے اس لئے مادہ معصیت بجھانے کے لئے برف کا استعمال کیا گیا کہ حرارت عصیان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے۔دوسری بار شق صدر آپ کو دس سال کی عمر میں پیش آیا اور وہ اس لئے کیا گیا کہ قلب مبارک لہو ولعب سے پاک ہوجائے اس لئے کہ لہو ولعب خدا سے غافل بنادیتا ہے۔تیسری بار یہ واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا اور اس وقت سینہ مبارک جو چاک کیا گیا وہ اس لئے کہ قلب مبارک اسرار وحی اور علوم الٰہیہ کا تحمل کرسکے۔چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا اور اس وقت سینہ مبارک اس لئے چاک کیا گیا تاکہ قلب مبارک ملکوت کی سیر اور تجلیات الٰہیہ اور آیات ربانیہ کے مشاہدہ اور خداوند ذوالجلال کی مناجات اور اس کے بے چوں وچگوں کلام کا تحمل کرسکے۔غرض یہ کہ بار بار شق صدر ہوا اور ہر مرتبہ کے شق صدر میں جداگانہ حکمت ہے اور مقصود یہ تھا کہ قلب مطہر کی طہارت و نورانیت انتہا کو پہنچ جائے۔غرض کہ پہلا انعام الٰہیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سورۃ میں بیان فرمایا گیا وہ شرح صدر تھا۔اور یہ اسی "شرح صدر" نے علوم کے سمندر اور معرفت الٰہیہ کے خزائن آپ کے قلب میں اتار دیئے۔

ذمہ داری کی تکمیل کا انعام

اس کے بعد دوسرے انعام الٰہیہ کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ اور ہم نے آپ پر سے آپ کا بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔اب یہ بوجھ گرانبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا جس کو اتار دیا گیا؟ اس کی تشریح مفسرین نے کئی طرح کی ہے۔مگر بظاہر وہ بار صرف ایک ہی ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ قبل نبوت آپ کو اپنی قوم کی بگڑی ہوئی حالت پر تاسف اور حسرت اور ان کی اصلاح کی فکر اس کا توڑ تو یوں ہوا کہ آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور آپ پر راہ ہدایت پوری تفصیلات کے ساتھ واضح کردی گئی اور آپ کے سپرد خلق کی رہنمائی

کر دی گئی۔ اور شریعت اسلامیہ سے نوازا گیا۔ اب بعد نبوت سب سے بڑی فکر آپ کو تبلیغ احکام الٰہیہ اور اس کے نتائج کی رہی لیکن قرآن کریم نے اس غم سے بھی آپ کو یہ کہہ کر سبکدوش کر دیا کہ آپ پر کسی کے ایمان لانے نہ لانے کی ذمہ داری نہیں۔ بس آپ کا کام تو احکام پہنچا دینا ہے۔ خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔

عظمت وشان کی رفعت کا انعام

آگے تیسرے انعام الٰہیہ کا ذکر فرمایا گیا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کیا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے ذکر کو کس طرح بلند کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کے ذکر کو حق تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ کیا۔ اذان میں تکبیر میں' التحیات میں' خطبہ میں' کلمہ طیبہ میں اور کلمہ شہادت میں اور تابع داری کے کام میں جیسے ارشاد ہے۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور گناہ کی حرمت میں جیسے فرمایا۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا تو حق تعالیٰ نے عالم بالا و پست میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو وہ بلندی اور رفعت عطا فرمائی کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر چنانچہ دن رات میں پانچ وقت اذان میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کا نام مبارک بھی پکارا جاتا ہے۔ کلمہ جو ایمان کی بنیاد ہے اس کے اندر بھی آپ کا ذکر ہے چنانچہ جب کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ساتھ یعنی لاالٰہ الا اللہ کے ساتھ آپ کی رسالت کا بھی اقرار کرتا ہے اور محمد رسول اللہ بھی لازماً کہتا ہے۔ اسی طرح خطبہ۔ نماز' تشہد اور اقامت وغیرہ میں جہاں حق سبحانہ کا ذکر ہے وہیں آپ کا بھی ذکر ہے۔ اس سے بڑھ کر رفعت شان اور بلندی مراتب اور کیا ہو سکتی ہے۔ پھر دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں کہ جہاں آپ کا نام لیوا اور عزت و احترام کے ساتھ آپ پر پروانہ وار نثار ہونے والے موجود نہ ہوں۔ زمین پر بے شمار انسان آپ پر درود و سلام بھیجتے رہیں گے۔ اور آسمان میں فرشتوں کی مجلسوں میں آپ کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔ عالم غیب میں بھی آپ سلطان ہیں کوئی جگہ اور محل نہیں جہاں آپ کا ذکر خیر نہ ہو۔ قبر میں بھی حشر میں بھی ملائکہ یہی پوچھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع تھا یا نافرمان آپ پر بھی ایمان لایا تھا یا نہیں۔ جنت کے دروازے اور عرش کے کنگروں پر بھی اسم گرامی مکتوب ہے۔ الغرض کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں آپ کا ذکر نہ ہو اس سے بڑھ کر اور کیا رفعت ہوگی۔

اب چونکہ شہر مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ آپ کے متبعین مومنین طرح طرح کی تکالیف اور شدائد میں گرفتا تھے اس لئے آگے ان کے ازالہ کا وعدہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی راحت دی اور روحانی کلفت دور کر دی اس طرح دنیوی راحت میں بھی اللہ کے فضل و کرام کا امیدوار رہنا چاہئے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہر لمحہ اور ہر آن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات عالیہ میں مزید ترقی اور رفعت عطا فرما اور ہم کو شب و روز اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی توفیق نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝

سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہے تو آپ جب فارغ ہو جایا کریں تو محنت کیا کیجئے۔

وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیئے۔

فَاِنَّ پس بیشک	مَعَ ساتھ	الْعُسْرِ دشواری	يُسْرًا آسانی	اِنَّ بیشک	مَعَ الْعُسْرِ ساتھ دشواری	يُسْرًا آسانی	فَاِذَا پس جب
فَرَغْتَ آپ فارغ ہوں	فَانْصَبْ محنت کریں	وَاِلٰى اور طرف	رَبِّكَ اپنا رب	فَارْغَبْ رغبت کریں			

آسانی کا وعدہ اور اس کی تکمیل

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین باطنی کمالات کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب چونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ آپ کے متبعین اہل اسلام طرح طرح کی تکالیف اور شدائد میں گرفتار تھے۔ اس لئے آگے ان آیات میں ان دنیوی تکالیف کے ازالہ کا وعدہ بھی فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ عنقریب آسانی ہونے والی ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی راحت دی اور روحانی کلفت دور کر دی تو اس دنیوی محنت رنج ومشکل میں بھی آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا امیدوار رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بے شک موجودہ مشکلات کے بعد آسانی ہونے والی ہے اور چونکہ یہ مشکلات مختلف انواع کی تھیں اور تعداد میں بھی کثیر تھیں اس لئے مکرر بطور تاکید فرما دیا۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ضرور موجودہ سختی کے بعد آسانی ہو کر رہے گی۔ اس لئے آپ اطمینان رکھیں چنانچہ کتب احادیث وسیر سے ثابت ہے کہ آخر کار تمام تکالیف کے بادل ایک ایک کر کے چھٹ گئے اور ہر ایک سختی اپنے بعد کئی کئی آسانیاں لے کر آئی۔ اب بھی اللہ کی عادت یہی ہے کہ جو شخص سختی پر صبر کرے اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھے اور ہر طرف سے آس توڑ کر اسی سے لو لگائے اسی کے فضل ورحمت کا امیدوار رہے تو ضرور حق تعالیٰ اس کے حق میں آسانی فرمائیں گے ایک طرح کی نہیں بلکہ کئی طرح کی۔

امت مسلمہ کیلئے عظیم سبق

ان دو آیات فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا میں امت مسلمہ کے لئے عظیم الشان درس عبرت ہے۔ عارضی مصائب وشدائد کی وجہ سے پریشان خاطر نہ ہونا چاہئے خدائے تعالیٰ کا دائمی وعدہ ہے کہ ہر تکلیف کے بعد راحت کا آنا یقینی ہے۔ ظلمت کے بعد نور۔ اور تاریکی کے بعد طلوع سحر ہوا کرتا ہے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ مومن آسانیوں اور مشکلات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی تائید یا ناپسندی کا فیصلہ نہ کرے۔ دنیا کی زندگی میں اگر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت پھر گئی ہے اور اگر آسانیاں ہی آسانیاں میسر آ جائیں تو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ کی تائید اور پسندیدگی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید ہمیشہ حق کے ساتھ رہتی ہے۔ انسان کا کام یہ ہے کہ وہ پوری سمجھداری اور ہوش وفکر کے ساتھ حق اور ناحق کو پہچانے اور حق کا ساتھ دے۔ اور ناحق سے بچے اور علیحدہ رہے۔ راہ حق کے مسافر کو مشکلات کے مقابلہ میں کبھی مایوس نہ ہونا چاہئے راہ حق پر جمنے اور صبر کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کا پھل یہی ہے کہ دیر یا سویر اللہ کی مدد آتی ہے اور آسانیاں بھی ہوتی ہیں۔ اور اس کی شہادت اکثر وبیشتر اہل اللہ کی زندگی کے حالات دیتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ

اس موقع پر حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ جن کا

زمانہ حیات ۴۷۱ھ تا ۵۶۱ھ ہے مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ حضرت غوث اعظم وہ مشہور و معروف بزرگ ہستی ہیں جن کا احترام تمام دنیائے اسلام متواتر کرتی چلی آ رہی ہے مگر اب تھوڑے ہی ایسے ہوں گے کہ جو آپ کے زندگی مبارک کے طالب علمی کے دور سے اور زمانہ طالب علمی کے مصائب و شدائد سے واقف ہوں اور یہ زمانہ کچھ دو چار ماہ یا ایک آدھ سال کا نہیں پورے سات سالہ مدت کا زمانہ تھا۔ یعنی ۴۸۸ھ سے ۴۹۶ھ تک۔ اس سات سالہ مدت طالب علمی میں آپ نے بڑی بڑی تکالیف برداشت کیں۔ آپ حصول علم کے لئے ۱۷ سال کی عمر میں ایک یتیم کی حیثیت سے اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر دور دراز شہر بغداد میں پہنچتے ہیں جہاں نہ اپنا کوئی عزیز و اقارب ہے اور نہ یگانہ اور رفیق۔ اس غریب الوطنی کے عالم میں وطن سے سینکڑوں میل دور آپ فاقہ کشی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوئے۔ کوئی ظاہری وسیلہ اور سہارا تو تھا ہی نہیں اور نہ آپ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا سکتے تھے۔

جب بھوک بہت پریشان کرتی اور حالت غیر ہونے لگتی تو مجبوراً جنگل کی طرف نکل جاتے اور جو گھاس پات نظر آتی اسے کھا کر پیٹ کی آگ بجھاتے۔ برسوں آپ نے دریائے دجلہ کے کنارہ کی جڑی بوٹیوں اور پتوں پر زندگی بسر کی ہے۔ خود حضرت فرماتے ہیں کہ مجھ پر اس طالب علمانہ زندگی میں وہ مصائب گزرے کہ اگر پہاڑ پر بھی پڑتے تو پارہ پارہ ہو کر رہ جاتا۔ جب تکالیف اور مصائب کا ہجوم زیادہ ہو جاتا تو آپ زمین پر چت لیٹ جاتے اور قرآن کریم کی یہی آیات فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ورد زبان کرتے۔ بے شک مصائب و شدائد کے ساتھ سہولت اور آسانیاں بھی ہیں۔ اور بلاشبہ تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ چنانچہ اس کے ورد سے تمام افکار دور ہو جاتے اور طبیعت میں گونہ شگفتگی پیدا ہو جاتی۔ افسوس کہ ہم اب اپنے اکابر سلف صالحین کے کارنامۂ ان کے حالات زندگی ان کے مخصوص اوصاف و کمالات ان کی ریاضت اور مجاہدوں کے تفصیلی واقعات سے تو بے بہرہ اور لاعلم ہوتے جاتے ہیں کہ جن کے مطالعہ سے امت مسلمہ میں دینی بیداری اور جانی و مالی قربانی کے بلند جذبات پیدا ہوتے۔ دینی ترقی کا سبب اور دینی امور کی طرف رغبت پیدا ہوتی۔ اب تو ہماری نوجوان نسل کو افسانے، ڈرامے، ٹی وی، ریڈیو، سینما، فلمیں وغیرہ جیسی تباہ کن چیزوں سے فرصت ہی نہیں۔ انہیں کیا خبر کہ ہمارے اسلاف کی زندگیاں ہمارے لئے کیا درس نصیحت ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ یہ مضمون۔

حق تعالیٰ کے ساتھ کمال محویت رکھنے کی تاکید

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی ایسی نعمتیں عطا کیں جن کا ذکر شروع سورۃ میں ہوا تو آپ جب رسالت کے کام مثلاً تبلیغ احکام، وعظ و نصیحت اور تدابیر امور وغیرہ سے فارغ ہو جایا کریں تو شکر کے طور پر دوسری عبادات جو خاص آپ کی ذات سے متعلق ہیں ان میں مشغول ہو جایا کریں۔ آخری آیات فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ میں اسی طرف ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جب آپ خلق کے سمجھانے اور تبلیغ احکام کے پہنچانے سے فراغت پائیں تو خلوت میں اپنے رب کی طرف بلاواسطہ متوجہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کو سمجھانا اور دین کو پہنچانا اور نصیحت کرنا آپ کی اعلیٰ ترین عبادت ہی تھی لیکن اس میں فی الجملہ مخلوق کا توسط ہوتا تھا اور مطلوب یہ تھا کہ بلاواسطہ بھی حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے تاکہ ہر کار و ہر شان اور ہر حال میں اسی محبوب حقیقی کی طرف نظر رہے۔ اسی کا شوق اور اسی کا جذبہ محبت آپ کے دل میں جوش زن رہے تاکہ کمال محویت حق تعالیٰ کے ساتھ حاصل ہو۔

خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی کمالات اور باطنی انعامات کو بیان فرما کر تعلیم دی گئی کہ آپ جب نبوت کے فرائض یعنی تبلیغ و دعوت وغیرہ سے فراغت پایا کریں تو حق سبحانہ کی عبادت میں لگ جایا کریں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف توجہ فرمایا کریں۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس ارشاد ربانی فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ کا کیسا حق ادا فرمایا کہ رات کی تنہائی میں آپ اکثر نوافل میں مشغول رہتے اور کبھی اتنا لمبا قیام فرماتے کہ قدم مبارک ورم کر آتے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ نوافل پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں

مبارک پر ورم آ جاتا تھا۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ جب آپ پر اگلی پچھلی سب خطاؤں کے معاف کی بشارت نازل ہو چکی ہے تو پھر آپ اس درجہ مشقت کیوں برداشت فرماتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا افلا اکون عبداً شکوراً یعنی جب حق تعالیٰ جل شانہٗ نے مجھ پر اتنے انعام فرمائے تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

دعوت اور تبلیغ کے ساتھ ذکرودعا اور استغفار بھی ضروری ہے

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان آیات فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وتبلیغ اور خلق خدا کو راستہ دکھانا۔ ان کی اصلاح وہدایت کی فکر یہ آپ کی سب سے بڑی عبادت تھی مگر یہ عبادت بواسطہ مخلوق ہے کہ ان کی اصلاح پر توجہ دیں اور اس کی تدبیر کریں۔ ان آیات کا مقصود یہ ہے کہ صرف اس عبادت بالواسطہ پر آپ قناعت نہ کریں بلکہ جب اس سے فرصت ملے تو بلاواسطہ خلوت میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور نماز ذکر اللہ اور دعا واستغفار میں لگ جائیں کہ اصل مقصود جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے وہ ذکر اللہ اور عبادت بلاواسطہ ہی ہے اور شاید اسی لئے پہلی قسم یعنی عبادت سے فراغت کا ذکر فرمایا کہ وہ کام ایک ضرورت کے لئے ہے اس سے فراغت ہو سکتی ہے اور دوسرا کام یعنی توجہ الی اللہ ایسی چیز ہے کہ اس سے فراغت مومن کو کبھی نہیں ہو سکتی بلکہ اپنی ساری عمر اور توانائی کو اس میں صرف کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علماء جو تعلیم وتبلیغ اور اصلاح خلق کا کام کرنے والے ہیں ان کو اس سے غفلت نہ ہونا چاہئے کہ ان کا کچھ وقت خلوت میں توجہ الی اللہ اور ذکر اللہ کے لئے بھی مخصوص ہونا چاہئے جیسا کہ علمائے سلف کی سیرتیں اس پر شاہد ہیں۔ اس کے بغیر تعلیم وتبلیغ بھی موثر نہیں ہوتی ان میں نور وبرکت نہیں ہوتی۔ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ میں لفظ فانصب نصب سے مشتق ہے جس کے اصلی معنیٰ تعب اور تکان کے ہیں اس میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ عبادت اور ذکر اللہ اس حد تک جاری رکھا جائے کہ مشقت اور تکان محسوس ہونے لگے۔ صرف نفس کی راحت اور خوشی ہی پر اس کا مدار نہ رہے اور کسی وظیفہ اور معمول کی پابندی خود ایک مشقت اور تعب ہے خواہ کام مختصر ہی ہو''۔ (معارف القرآن جلد ۸)

خلاصہ

اس سورت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت آپ کی عظمت اور مقام کا بیان ہے۔ اس سورت میں چار مضمون بیان ہوئے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کے تین احسانات۔ شرح صدر یعنی اللہ نے آپ کے دل کو حکمت ونور سے بھر دیا اور ہر قسم کے گناہوں اور گندگی سے پاک کر دیا۔ آپ سے اس بوجھ کو ہٹا دیا جس نے آپ کی کمر کو بوجھل کر رکھا تھا یعنی نبوت اور رسالت کا بوجھ اور اس کے واجبات اور ذمہ داریوں کی ادائیگی۔ آپ کے ذکر کو بلند کر دیا کہ جہاں جہاں اللہ کا ذکر وہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چاہے اذان ہو یا اقامت' تشہد ہو یا خطبہ

اللہ نے مشکلات کو آسان کرنے اور پریشانیوں کو دور کرنے کا وعدہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ تبلیغ ودعوت کی ذمہ داری ادا کرنے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرنے کیلئے اس کی عبادت میں لگ جائیں اور اس میں اپنے آپ کو تھکا دیں۔ سب کچھ کرنے کے بعد اللہ پر توکل کریں اور تمام معاملات میں اسی کی طرف رغبت کریں۔

سورۃ الانشرح کے خواص

۱- اگر کسی کا دل تنگی اور گھٹن میں ہو تو اس کے سینہ پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کیا جائے، انشاء اللہ تکلیف جاتی رہے گی۔

۲- اگر کسی کے دل میں درد ہو تو بھی اس آدمی کے سینہ پر دل کی جانب میں یہ سورۃ پڑھ کر دم کرنے سے راحت ہو جائے گی۔

۳- اگر کسی کو پتھری ہو یا مثانے میں گرمی اور تکلیف ہو تو یہ سورۃ پانی پر دم کر کے وہ پانی پیئے یا کاغذ میں لکھے اور پانی میں دھولے اور پھر وہ پانی پی جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہو اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ﴿۱﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ﴿۳﴾

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی۔اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی۔

وَالتِّيْنِ قسم ہے انجیر کی	وَالزَّيْتُوْنِ اور زیتون کی	وَطُوْرِ + سِيْنِيْنَ اور طور سینا کی	وَهٰذَا اور اس	الْبَلَدِ شہر	الْاَمِيْنِ امن والا		

سورۃ کی وجہ تسمیہ' زمانۂ نزول اور موضوع

اس سورۃ کی ابتدا ہی لفظ والتین سے ہوئی ہے۔تین عربی زبان میں انجیر کو کہتے ہیں۔اسی سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔یہ بھی مکی سورۃ ہے اور ابتدائی دور میں مکہ میں اس کا نزول بیان کیا گیا ہے۔

انجیر' زیتون' طور سینا اور شہر مکہ کی قسم

اس سورۃ کی ابتدا بھی گذشتہ چند سورتوں کی طرح قسمیہ کلام سے فرمائی گئی ہے۔یہاں سورۃ کی ابتدا میں چار چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے پہلی قسم فرمائی گئی وَالتِّيْنِ یعنی قسم ہے انجیر کی۔دوسری قسم ہے وَالزَّيْتُوْنِ قسم ہے زیتون کی وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ قسم ہے اس شہر امین کی ان چاروں قسموں میں طور سینا اور بلد امین تو مفسرین کے نزدیک بالاتفاق دو متعین جگہ ہیں۔یعنی طور سینا وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام باری تعالیٰ حاصل ہوا۔اور بلد امین یعنی محفوظ یا امانت دار شہر مکہ ہے جہاں سارے عالم کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی اور آخری امانت قرآن کریم اول اسی شہر میں اتاری گئی۔جاہلیت میں بھی یہ شہر امن کا شہر رہا ہے۔اسلام سے پہلے عرب میں باوجودیکہ ہر جگہ جنگ وجدل۔مار دھاڑ۔لوٹ کھسوٹ ہوتی رہتی تھی مگر مکہ میں کوئی اپنے دشمن کے درپے نہ ہوتا تھا۔اور اسلام میں بھی اس کی یہی حرمت تا قیامت باقی رہی۔مگر تین اور زیتون میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں تاہم اکثر علمائے محققین کا قول یہی ہے کہ تین سے انجیر کا پھل اور زیتون سے بھی زیتون کا پھل مراد ہے۔

انجیر کی خصوصیات وفوائد

اب سوال ہوتا ہے کہ ان دو پھلوں میں کیا شرف ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اُن کی قسم کھائی؟ اس کے جواب میں علماء نے لکھا ہے کہ انجیر کا پھل بھی عجیب اور خصوصیات کا حامل ہے کہ جس میں نہ گٹھلی نہ پوست۔پھر غذا بھی ہے۔دوا بھی ہے اور میوہ بھی ہے۔حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے انجیر کے بہت سے فوائد تحریر فرمائے ہیں۔منجملہ اُن فوائد کے لکھا ہے کہ انجیر کو اور میووں سے ایک خصوصیت ظاہر اور ایک خصوصیت باطنی ہے جو ظاہری خصوصیات ہیں وہ یہ ہیں کہ سریع الہضم۔اور ملین طبع ہے۔گندے اور سڑے ہوئے مواد کو بدن کے اندر سے پسینہ کی راہ نکال دیتا ہے اسی واسطے باوجود حرارت کے تپ کو مفید پڑتا ہے۔بلغم کو تحلیل کرتا ہے اور گردہ اور مثانہ کو ریگ سے پاک کردیتا ہے۔بدن کو فربہ کرتا ہے اور مسام کو کھول دیتا ہے اور کبد (جگر) اور طحال (تلی) کے مسامات کھولتا ہے اور ورم کو تحلیل کرتا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ ظاہر و باطن میں ان چاروں چیزوں کو فضیلت عطا فرمائی ہے اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و باطن کو بھی درست فرمادے اور ظاہر کے ساتھ باطن کی نورانیت ہم کو عطا فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۡ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ

کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے پھر ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے۔ لیکن جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۭ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۭ

ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کیلئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ پھر کون چیز تجھ کو قیامت کے

غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۭ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۧ

بارہ میں منکر بنا رہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا البتہ ہم نے پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	فِیْ میں	اَحْسَنِ بہترین	تَقْوِیْمٍ سانچہ	ثُمَّ پھر	رَدَدْنٰہُ ہم نے اسے لوٹا دیا	اَسْفَلَ سب سے نیچا	
سٰفِلِیْنَ نیچوں والا	اِلَّا سوائے	الَّذِیْنَ جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	فَلَهُمْ تو ان کیلئے	اَجْرٌ اجر	غَیْرُ نہ
مَمْنُوْنٍ ختم ہونے والا	فَمَا یُكَذِّبُكَ پس کیوں تو جھٹلاتا ہے	بَعْدُ اسکے بعد	بِالدِّیْنِ دین (روز جزا)	اَلَیْسَ کیا نہیں	اللّٰہُ اللہ			
بِاَحْكَمِ سب سے بڑا حاکم	الْحٰكِمِیْنَ تمام حاکم							

چار قسموں اور انکے جواب کے درمیان مناسبت

گذشتہ ابتدائی آیات میں چار چیزوں کی قسم کھائی گئی تھی۔ انجیر، زیتون، طور سینا اور امن والے شہر کی۔ ان چار چیزوں کی قسم کھانے کے بعد فرمایا جاتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک بہترین اور نہایت عمدہ حالت اور انداز پر پیدا کیا ہے۔ تو پہلی قسم جو انجیر کی کھائی گئی اُس سے مناسبت جواب قسم کو یہ ہے کہ جس طرح یہ پھل باوجود مختصر جسامت ہونے کے بے شمار فوائد کا مجموعہ ہے اسی طرح وجود انسانی بھی جسم میں چھوٹا ہے لیکن مختلف قوتوں کا پتلا ہے اور گوناگوں جذبات واسرار کا مخزن ہے۔ اسی طرح انسان مٹھی بھر ہڈیوں میں اللہ نے ایسی صلاحیت بھر دی ہے کہ جو پہاڑوں اور سمندروں کو مسخر کر سکتی ہے۔ دوسری قسم زیتون کی کھائی گئی۔ زیتون کا پھل بھی فوائد کا مجموعہ ہے اور جس طرح زیتون میں روغن موجود ہے اس طرح انسانی جسم میں روح پوشیدہ موجود ہے اور جس طرح زیتون کے تیل سے چراغ روشن کئے جاتے ہیں جو تاریکی میں اردگرد کی چیزوں کو منور کر دیتے ہیں اسی طرح اگر روح انسانی کو پاک صاف کرایا جائے تو اس سے بہت سے ظلماتی قلوب منور ہو سکتے ہیں۔ تیسری قسم طور سینا کی کھائی گئی جو وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی بخشا گیا۔ توراۃ عطا کی گئی اور تجلّی الٰہی سے سرفراز فرمایا گیا۔ گویا طور سینا کو بطور شاہد پیش کیا گیا کہ دیکھو انسان میں کس قدر ترقی کا مادہ رکھا ہے اور اس میں کیسی کیسی قوتیں اور ظاہری و باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کی ہیں کہ اگر یہ اپنی صحیح فطرت پر ترقی کرے تو فرشتوں سے گوئے سبقت لے جائے۔ سب سے اخیر میں الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ یعنی مکہ معظمہ کی قسم کھائی گئی جہاں سارے عالم کے سردار۔ اشرف الانبیاء والمرسلین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ کی آخری امانت قرآن کریم ابتداً اسی شہر میں نازل کی گئی اور جہاں خانہ کعبہ کی تعمیر سے حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام جیسی اولوالعزم اور برگزیدہ ہستیوں کا تعلق وابستہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا مرتبہ حاصل ہوا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ کا لقب ملا کہ جنہوں نے قربانی کیلئے اپنے آپ کو حاضر کر دیا۔ تو یہ مکہ کی سرزمین اور کعبۂ مکرمہ اس امر پر شاہد ہیں کہ انسانی روح جوش محبت اور عشق الٰہی میں کہاں تک ترقی کر سکتی ہے۔

انسانی حسن

الغرض ان چاروں قسموں کے بعد فرمایا گیا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ بے شک ہم نے انسان کی ساخت اچھی سے اچھی بنائی اور انسان کو بڑے عمدہ انداز اور شان میں پیدا کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو ظاہری خوبصورتی بھی عطا کی اور باطنی محاسن سے بھی مالا مال کیا۔ یہ تو سب مانتے ہیں کہ تمام جانداروں میں انسان کو جو بہترین صلاحیتیں اور عقل وفہم کی قوتیں عطا کی گئی ہیں وہ کسی کو نہیں دی گئیں۔ اللہ نے اپنی اس مخلوق انسان کو انتہائی اعلیٰ درجہ کی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور ان صلاحیتوں سے کام لینے کیلئے انسان کو بہترین ساخت اور انتہائی موزونیت کا جسم عطا کیا گیا ہے۔ انسان کے جسم اور اس کے اعضاء کی ظاہری خوبیاں اور کمالات کیا کیا ہیں؟ اس کی تفصیلات تو اتنی زیادہ ہیں کہ باوجود انسانی علم نے جواب تک ترقی کی ہے۔ اور انسان کے جسم اور اس کے اعضاء کی ساخت کے بارہ میں اسے اب تک جو کچھ معلوم ہو سکا ہے وہی اتنا زیادہ ہے کہ اگر اُسے کوئی قلم بند کرنا چاہے تو دفتر کے دفتر سیاہ کردینے کے بعد بھی تشریح و تفصیل کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ موجودہ سائنسی ترقی نے جو انسانی جسم پر تحقیق اور ریسرچ جدید ترین آلات کی مدد سے کی ہے اور انسان کی آنکھ۔ کان۔ ناک۔ ہاتھ پیر۔ معدہ۔ دل۔ دماغ۔ جگر۔ گردہ۔ نس۔ پٹھے۔ اعصاب وغیرہ کی موزونیت اور ساخت پر جو کچھ انکشافات کئے ہیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ تاہم اتنا کچھ جاننے کے بعد بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ ابھی تشریح کا حق ادا نہیں ہوا۔

عجیب واقعہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلوی نے امام شافعیؒ کے زمانہ کی ایک حکایت نقل کی ہے کہ امام شافعیؒ کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا تھا کہ **ان لم تکونی احسن من القمر فانت طلاق**۔ اگر تو چاند سے اچھی نہ ہوگی تو تجھ کو میں نے طلاق دی۔ اسپر سب علماء اس وقت کے حیران ہوئے اور طلاق پڑنے کا حکم دیا جب یہ استفتاء امام شافعیؒ کے پاس پہنچا تو فرمایا طلاق واقع نہیں ہوئی اس واسطے کہ اسکی عورت انسان ہے اور انسان کیلئے حق جل وعلا نے فرمایا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا فرمایا ہے۔ اگر چاند کی صورت اس سے اچھی ہوتی تو احسن تقویم انسان کی تعریف میں کیوں فرماتا۔

معنوی انسان کی صلاحیتیں

اس بہترین ساخت کے جسم کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے بہترین فطرت سے بھی نوازا ہے۔ اسے اچھائی برائی کی تمیز بخشی ہے۔ اسے اختیار اور ارادے کی آزادی عطا فرمائی ہے۔ اگر انسان نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کرے تو اونچا درجہ حاصل کرسکتا ہے۔ قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ دنیا میں ہر بچہ فطرتِ سلیمہ یعنی فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔

گویا وہ نیکی کا مادہ لے کر دنیا میں آتا ہے اور گویا وہ نیکی ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اکیسویں پارہ سورۂ روم میں ارشاد ہے فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فطرت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہیے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو کر سکے۔ تمام انسانوں کی فطرت اللہ نے ایسی ہی بنائی ہے لیکن گردوپیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر ہوکر فطرت الٰہیہ کو خراب اور ضائع کردیتا ہے جس کی اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی کہ اللہ نے جس فطرت پر پیدا کیا ہے اس کو تم اپنے اختیار اور ارادے سے بدل کر خراب نہ کرو۔ اور احادیث صحیحہ میں بھی تصریح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے بعدۂ ماں باپ اسے یہودی۔ نصرانی اور مجوسی بنادیتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو ''حُنَفَاءَ'' پیدا کیا پھر شیاطین نے پھسلا کر انہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا۔ غرض کہ انسان کے جسم کی ظاہری بناوٹ کو دیکھئے یا اس کے اندر رکھی ہوئی صلاحیتوں پر نظر کیجئے ہر اعتبار

سے غور کرنے کے بعد یہی ماننا پڑتا ہے کہ واقعی انسان کی ساخت اچھی سے اچھی بنائی گئی اور بہترین صلاحیتوں سے اسے نوازا گیا۔ اور اسی کی طرف لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ میں اشارہ فرمایا گیا۔

انسانی ذمہ داریوں کی نزاکت

اب اس بہترین جسمانی ساخت اور اندرونی صلاحیتوں سے کام لینے کی انسانوں کیلئے دو صورتیں ممکن ہیں اور انسانوں کو یہ آزادی دی گئی ہے کہ وہ ان صورتوں میں سے جسے چاہے اپنے ارادہ سے اختیار کرے۔ وہ اگر چاہے تو نیکی اور بھلائی میں ترقی کر کے فرشتوں سے آگے نکل جائے اور کوئی مخلوق اس کی ہم سری نہ کر سکے اور چاہے تو برائی کی طرف بھی بڑھ سکتا ہے اور نیچے سے نیچے درجہ تک گر کر بدترین نمونہ پیش کر سکتا ہے۔ اسی کو فرمایا گیا ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ پھر ہم نے اس کے اعمال بد کی وجہ سے اس کو نیچے کے درجہ میں پھینک دیا۔ تو جس نے دنیا میں آ کر اپنی فطری نیکی کی حفاظت نہ کی اور خدا کی دی ہوئی صلاحیتوں اور بہترین جسمانی ساخت کی قدر نہ کی اور اپنی قوتوں کو غلط راستوں پر لگایا جس کے نتیجہ میں وہ اتنا گرا کہ جانوروں کو بھی مات کر دیا۔ اور انتہائی پستی تک گرتا چلا گیا۔ البتہ انسانوں کے جس گروہ نے بھلائی کا رخ اختیار کیا۔ خدا کی دی ہوئی عقل وفہم سے کام لے کر کائنات کے خالق اور مالک کو پہچانا اور اس کی بھیجی ہوئی ہدایات پر کان دھرا۔ اُس کے احکام کے پیروی کی اور قانون الٰہی کے آگے قولاً اور فعلاً سر تسلیم خم رکھا اور وہ تمام کام کئے جو اُس کے آقا اور مالک کو پسند تھے اور ان تمام کاموں سے بچا جو آقا کو ناپسند تھے تو ایسے ہی لوگ اپنی اصلی فطرت پر قائم رہے اور یہی گروہ انسانیت کا اصل سرمایہ ہے اور انہی کے بارہ میں یہ اعلان کیا گیا ہے اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو اُن کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنی ایسی عنایات سے آخرت میں نوازے گا جن کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

انکار آخرت کی گنجائش نہیں

یہ بیان فرما کر اب اخیر میں ایسے منکر انسان سے جو نہ آخرت کو مانتا ہے نہ جزا و سزا کا قائل ہے خطاب ہوتا ہے فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعۡدُ بِالدِّیۡنِ اے انسان! پھر کونسی چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے یعنی اے انسان! ان دلائل و براہین کے ہوتے ہوئے وہ کونسی دلیل ہے جس کی بنا پر تو قیامت و آخرت کا انکار کر رہا ہے؟ غور تو کر کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور بہترین شکل وصورت۔ ساخت و بناوٹ میں پیدا کیا اور اس میں یہ صلاحیت پیدا کی کہ اگر چاہے تو نیکی اور بھلائی میں ترقی کر کے فرشتوں سے آگے نکل جائے۔ کوئی مخلوق اس کی ہم سری نہ کر سکے لیکن انسان خود اپنی بدتمیزی۔ بدعملی اور کج روی سے ذلت اور ہلاک کے گڑھے میں گرتا اور اپنی پیدائشی بزرگی کو گنوا دیتا ہے۔ کسی ایمان دار اور نیکوکار انسان کو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ نیچے نہیں گراتا بلکہ اس کے تھوڑے عمل کا بے اندازہ صلہ مرحمت فرماتا ہے۔ کیا ان حالات کے سننے کے بعد بھی کسی کا منہ ہے جو دین فطرت کے اصول اور جزا و سزا کے ایسے معقول قاعدوں کو جھٹلا سکے۔ ہاں ایک ہی صورت انکار و تکذیب کی ہو سکتی ہے کہ دنیا کو یونہی ایک بے سرا کارخانہ فرض کر لیا جائے جس پر نہ کسی کی حکومت ہو نہ یہاں کوئی آئین و قانون جاری ہو۔ نہ کسی بھلے بُرے پر کوئی گرفت کر سکے تو اس کا جواب یہ ہے اَلَیۡسَ اللّٰهُ بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں یعنی اس کی شہنشاہی کے سامنے دنیا کی سب حکومتیں ہیچ ہیں۔ جب یہاں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں تو اس احکم الحاکمین کی سرکار سے یہ توقع کیوں نہ رکھی جائے۔ عقل کی رو سے انصاف کا بھی یہ تقاضا ہے کہ اچھائی کا اچھا اور برائی کا برا بدلہ ملے تو پھر کیا وجہ ہے کہ انسان آخرت میں ملنے والی جزا و سزا کی خبر سن کر انکار کرے؟ عدل وانصاف خدا کی صفت ہے اور وہ تمام فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اس کی یہ صفات ظاہر نہ ہوں؟ اور ایک ایسا وقت نہ آئے کہ جب وہ پورے حق وانصاف کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

مسئلہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی سورۃ التین پڑھے اور اس آیت پر پہنچے اَلَیۡسَ اللّٰهُ بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے؟ تو چاہیے کہ کہے بلی وانا علی ذلک من الشاھدین۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ

کر حاکم ہے اور ہم اس پر گواہ ہیں مگر یہاں یہ مسئلہ سمجھ لیا جائے کہ اگر نماز میں امام سے یہ سورت سنے تو یہ جملہ بلی وانا علی ذالک من الشاھدین زبان سے نہ کہے صرف دل میں کہے اور بیرون نماز سنے تو زبان سے کہے یہ احناف کے نزدیک مسئلہ ہے اور دوسرے ائمہ ہر جگہ نماز میں سنے یا غیر نماز میں جواب زبان سے دینے کا حکم دیتے ہیں۔

خلاصہ

اس میں تین امور بیان ہوئے ہیں جن کا انسان سے اور اس کے عقیدے سے تعلق ہے۔ نوع انسانی کی تکریم اس کی تکریم کے مختلف پہلو ہیں یہاں ان میں سے ایک پہلو کا بیان ہے وہ یہ کہ انسان کو بہت خوبصورت پیدا کیا گیا ہے یہ خوبصورتی جسمانی اور ظاہری شکل کے اعتبار سے بھی ہے اور عقلی وروحانی کمالات کے اعتبار سے بھی۔

جب انسان انسانیت کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا اور ناشکرا پن کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اسے نیچوں سے بھی نیچے گرا دیا جاتا ہے حیوانی اور شہوانی زندگی کو اپنا مقصد بنا کر وہ حیوانوں سے بھی زیادہ پستی میں جا گرتا ہے۔ البتہ ایمان و عمل صالح والے اس پستی سے بچے رہتے ہیں۔

وہ اللہ جو پانی کے ایک قطرے سے ایسا خوبصورت انسان پیدا کر سکتا ہے وہ انسان کو دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے ویسے بھی دوبارہ پیدا کرنا اور حساب وجزا اس کے حاکم اور عادل ہونے کا تقاضا ہے۔

سورة التین کے خواص

۱...... اگر مسافر سفر میں کوئی خطرہ محسوس کرتا ہو تو اپنے ساتھ سورة التین رکھے۔ سفر سے لوٹنے تک وہ ہر قسم کے امن میں رہے گا۔

۲...... کھیتی اور باغ کے پھل پھول میں برکت اور حفاظت مطلوب ہو تو سفید شیشہ کے پاک برتن میں سورة التین لکھے اور اسے بارش کے پانی سے دھو کر کھیتی اور باغ میں چھڑکے، ان شاء اللہ کھیتی اور باغ خوب پھلے پھولے گا اور ہر قسم کی آفت سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہاء شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو انسان بنا کر پیدا فرمایا اور پھر اسلام و ایمان کی دولت عطا فرمائی۔

یَا اللّٰہ ہمیں ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما اور قیامت و آخرت کے یقین کے ساتھ اس کی تیاری کی بھی توفیق عطا فرما۔ اور اُس انصاف اور جزا و سزا کے دن میں یا اللہ اپنی رحمت سے ہم کو نواز دیجئے اور اپنے اُن بندوں کے ساتھ ہم کو شامل فرما دیجئے کہ جن کو انعامات سے نوازا جائے گا۔ آمین

یَا اللّٰہ آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا۔ کتنا برا کیا' آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا' نادم ہوں برا کیا' اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔

یَا اللّٰہ کتنی بار ایسا ہوا کہ میں نیکی کے ارادے سے چلا مگر راستے ہی میں گناہ کی طرف چلا گیا اور جہاں تیرا غضب نازل ہوتا وہاں نفس کو راضی کیا اور آپ کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی۔ میں آپ کے غضب وعذاب کو بھی جانتا تھا مگر شہوت نے ایسا حجاب ڈال دیا یا کسی دوست نے ایسا ورغلایا کہ گناہ ہی اچھا معلوم ہوا۔ الٰہی! یہ سب کرتوت کر کے آیا ہوں اور اس امید میں آیا ہوں کہ آپ ضرور سب گناہ معاف فرما دیں گے اب اس امیدوار کو ناامید نہ فرمانا' میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾

اے پیغمبر آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپکا رب بڑا کریم ہے۔

الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿۵﴾

جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو اُن چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔

اِقْرَاْ آپ پڑھیے	بِاسْمِ نام سے	رَبِّكَ اپنا رب	الَّذِيْ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	خَلَقَ پیدا کیا	الْاِنْسَانَ انسان	مِنْ سے	عَلَقٍ جما ہوا خون
اِقْرَاْ پڑھیے	وَرَبُّكَ اور آپ کا رب	الْاَكْرَمُ بڑا کریم	الَّذِيْ وہ جس نے	عَلَّمَ سکھایا	بِالْقَلَمِ قلم سے	عَلَّمَ سکھایا		
الْاِنْسَانَ انسان	مَا لَمْ جو نہ	يَعْلَمُ وہ جانتا تھا						

وجہ تسمیہ: عَلَق جمے ہوئے خون کو کہتے ہیں۔ اس سورۃ کی دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اللہ نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ اسی سے سورۃ کا نام عَلَق ماخوذ ہے۔ اس سورۃ کو سورۂ اقراء بھی کہتے ہیں جس لفظ سے کہ اس سورۃ کی ابتدا ہوئی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کا نزول

اس سورۃ کی یہ ابتدائی پانچ آیات زیر تفسیر اکثر و بیشتر مفسرین کے نزدیک سب آیتوں اور سورتوں سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ گویا قرآن پاک کی وحی کی ابتداء انہی آیات سے شروع ہوئی۔ انبیاء و مرسلین اگرچہ نبوت و رسالت سے پہلے نبی اور رسول نہیں ہوتے مگر ولی اور صدیق ضرور ہوتے ہیں اور ان کی ولایت ایسی کامل اور اتم ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑے ولی اور صدیق کی ولایت کو انکی ولایت سے وہ نسبت بھی نہیں ہوتی جو قطرہ کو دریا کے ساتھ یا ذرہ کو آفتاب کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابتدا ہی سے شرک اور بت پرستی اور تمام مراسم شرک سے بالکل پاک اور منزہ رہے۔

ابتدا ہی سے ان حضرات کے قلبِ مطہر توحید وتفرید۔خشیت و معرفت سے لبریز ہوتے ہیں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ جو حضرات عنقریب کفروشرک کے مٹانے کیلئے اور ہرفحشاء ومنکرات سے بچانے کیلئے اور خیر کی طرف دعوت دینے کیلئے منجانب اللہ مبعوث ہونے والے ہیں اور خدا کے مجتبیٰ اور مصطفیٰ برگزیدہ اور پسندیدہ بندہ بننے والے ہیں وہ خود ہی معاذ اللہ منصب نبوت ورسالت کی سرفرازی سے پیشتر کفروشرک کی نجاست میں ملوث اور فواحش ومنکرات کی گندگی سے آلودہ ہوں۔حاشا ثم حاشا۔مطلقاً ناممکن اور محال ہے۔

الغرض جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۴۰ سال ہوگئی تو آپ کوخلوت محبوب ہوگئی اور آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے جومکہ معظمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے اوراب اس پہاڑ کا نام جبل نُور ہے۔اورآپ وہاں کئی کئی روز رہ کر عبادت الٰہی میں تنہا مستغرق رہتے اور نبوت سے چھ ماہ پہلے سے آپ سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے۔کہ ایک دفعہ اچانک دوشنبہ کے دن۔ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ دوشنبہ کے دن ۱۷ رمضان المبارک غار حرا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور پہلی وحی یعنی اسی سورۃ اقراء کی ابتدائی ۵ آیات لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرف بہ نبوت ہوگئے۔فرشتہ آپ کے سامنے آیا اور اُس نے کہا ''اقراء''یعنی پڑھیے۔آپ نے فرمایا ما انا بقاری ءمیں توپڑھا ہوانہیں ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس جواب پرفرشتہ نے مجھے پکڑا اور سینہ سے لگا کر زور سے دبایا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہونے لگی تو چھوڑ دیا اور پھر کہا''اقراء''یعنی پڑھیے۔میں نے وہی جملہ اب بھی کہا کہ میں توپڑھا ہوانہیں ہوں آپ فرماتے ہیں کہ اس جواب پر مجھے پھر اس نے پکڑا اور دوبارہ زور سے دبایا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہونے لگی تو چھوڑ دیا اور پھر کہا پڑھیے میں نے پھر وہی کہا کہ میں توپڑھا ہوانہیں ہوں تو اس نے اس دفعہ بھی پکڑا اور سہ بارہ زور سے دبایا پھر چھوڑ کر کہا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آپ کو تین بار خوب زور سے سینہ سے لگا کر دبانا بغرض تقویت استعداد تھا کہ وحی بار گراں آسان ہو جائے۔الغرض یہ پانچ آیتیں وہ ہیں کہ جن سے وحی کی ابتدا ہوئی۔بقیہ آیات مکہ ہی میں کسی دوسرے موقع پر نازل ہوئی ہیں جو اس سورۃ میں شامل کردی گئیں۔

تلاوت سے پہلے تعوذ وتسمیہ کا حکم

جیسا کہ اوپر ان آیت کے شان نزول کے بارہ میں بتلایا گیا۔ یہی وہ پانچ آیات ہیں جو بالکل پہلی وحی کی صورت میں اُس وقت اتریں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں عبادت خداوندی کیلئے تشریف فرما تھے کہ دفعۃً جبرئیل علیہ السلام یہ وحی لے کر آئے اور کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ سے مَا لَمْ يَعْلَمْ تک یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر جو قرآن نازل ہوا ہے یا آئندہ ہوا کرے گا وہ آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے یعنی جب پڑھنے لگیں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔کہہ لیا کریں۔بعض روایات میں اس سورۃ کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہونا بھی آیا ہے۔اور پھر بعد میں قرآن پاک کی دوسری آیت فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (سورہ نحل) میں اعوذ پڑھنے کا بھی حکم آیا اور ان دونوں امر سے مقصود توکل اور استعانت باللہ ہے۔

جسمانی تربیت

لفظ میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ جس رب نے ولادت سے لے کر اس وقت تک آپ کی ایک عجیب اور نرالی شان سے تربیت فرمائی وہی اب بھی آپ کی کمال روحانی تربیت فرمائے گا اور نبوت کے تمام اعلیٰ درجات تک آپ کو پہنچائے گا۔اس کے بعد رب کی صفت بیان کی کہ وہ رب ایسا ہے الَّذِیْ خَلَقَ کہ جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور سب کی تربیت فرمائی بالخصوص خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کر کے آسمان ترقی پر پہنچا دیا۔ انسانی جوہر یعنی نطفہ جب عورت کے رحم میں پہنچتا ہے تو اللہ کے حکم سے اس میں تغیر اور تبدل شروع ہوتا ہے وہی نطفہ کچھ دنوں بعد خون بستہ ہو جاتا ہے اور پھر کچھ دنوں بعد ترقی کر کے خون کا لوتھڑا بن جاتا

ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس میں مختلف اجزا ہاتھ۔ پاؤں۔ سر۔ دل و دماغ پیدا ہوجاتے ہیں۔ پھر اسکے بعد اس میں جان ڈالی گئی پھر رحم کے اندر ہی غذا بھی مہیا کی۔ پھر جیتا جاگتا انسان ماں کے پیٹ سے باہر آیا تو خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ میں اللہ تعالیٰ اپنی شان ربوبیت کا اظہار فرمارہے ہیں کہ کس طرح ایک خون بستہ کو تغیر وتبدل دے کر اس انسان کو پیدا کیا اور پھر اس کے پیدا ہونے بعد ربوبیت کا یہ سامان فرمایا کہ ماں کے پستانوں میں دودھ پیدا کیا اور بچہ کو دودھ پینا اور چوسنا سکھایا۔ پھر جب بچہ کے جسم میں دوسری غذا کے لئے قابلیت پیدا ہوگئی اور دانت نکل آئے معدہ میں قوت آگئی تو دوسری غذائیں کھانے کی قابلیت اوران کے ہضم کرنے کا سامان بہم پہنچایا۔ تو ربوبیت کا یہ سلسلہ دنیاوی ترقی ہی پر ختم نہیں ہوتا بلکہ ایک دوسرے عالم تک چلا جاتا ہے جس کو عالم روحانی کہتے ہیں۔

تعلیم وتبلیغ کے وسائل

اس کے بعد دوبارہ بغرض تاکید فرمایا اقراء آپ قرآن پڑھا کیجئے کیونکہ تبلیغ کا ذریعہ یہی قراءت قرآن ہے اور چوں کہ تبلیغ احکام خداوندی ایک اہم اور مشکل فریضہ ہے جس میں آپ کو غیبی امداد کی بھی ضرورت تھی اس لئے آگے تسلی کیلئے فرمایا وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ اور آپ کا رب بڑا کریم ہے اس لئے وہ آپ کے اس کام میں دستگیری فرمائے گا اور یہ اُس کریم کی کریمی ہی ہے کہ جو اس نے انسان کو قلم کے ذریعہ لکھنا پڑھنا سکھایا۔ تاکہ جو مطالب ذہن میں ہوں وہ کاغذ پر ثبت ہوسکیں۔ اس پر وہ خود بھی بھولی ہوئی بات کو یاد کرسکتا ہے اور آئندہ نسلوں کیلئے بھی وہ مضامین محفوظ ہوجاتے ہیں۔ قلم پر نہ صرف حکومت وسلطنت۔ تجارت۔ لین دین صنعت وحرفت ہی کا دارو مدار ہے بلکہ علوم دینیہ اور کتاب اللہ کی حفاظت اور آئندہ نسلوں تک انکو پہنچانا اسی پر منحصر ہے لہٰذا تعلیم وتعلم کا اہم ذریعہ یہی قلم ہے۔ تو انسانوں کو قلم کے ذریعہ سے لکھنا لکھانا اور اس کا پڑھنا پڑھانا یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان وکرم ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔ صدہا علوم سکھائے۔ دنیاوی انتظام کے قوانین سے واقف کار بنایا۔ مخلوقات کے ایسے ایسے اسرار وحکم پر متنبہ کیا جن کی بدولت ہزاروں حیرت انگیز ایجادات و اختراعات ظہور میں آئیں۔ الغرض تعلیم وتعلم صرف کتابت ہی میں منحصر نہیں دوسرے اسباب سے بھی تعلیم دی جاسکتی ہے۔ اس لئے اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گو آپ ظاہراً لکھنا پڑھنا نہیں جانتے مگر جب اللہ نے آپ کو قراءت کا امر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اور ذرائع سے آپ کو قراءت وحفظ علوم وحی پر قدرت عطا فرمائیں گے۔ ان آیات میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تعلیم الٰہی کے دو طریقہ ہیں ایک تعلیم قلم یعنی کتابی تعلیم دوسرے تعلیم روحانی یا لدنی جو وحی والہام کے ذریعہ سے انبیاء اور اولیائے کاملین کو ہوتی ہے۔

زندگی کا سب سے اہم کام

ان آیات کے تحت بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس پہلی وحی میں سب سے پہلے جس بات کا حکم دیا گیا ہے وہ اِقرا ہے یعنی ''پڑھو'' اس پہلے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ انسان کیلئے اس زندگی کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ وہ صحیح علم حاصل کرے۔ وہ علم جو اُس کے پروردگار کی طرف سے آیا ہے۔ کیونکہ پڑھنا ایک ایسا فعل ہے جس سے ایک شخص دوسرے کے خیالات کو جانتا ہے اور جو باتیں اُسے نہیں معلوم ہوتیں اُس فعل سے اُسے وہ باتیں معلوم ہوجاتی ہیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہمیں انسان بنا کر پیدا فرمایا اور پھر ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔ اور اسلام نصیب فرمایا اور قرآن پر ایمان عطا فرمایا اور اپنی بے شمار نعمتوں سے ہم کو نوازا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا حقیقی شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۙ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ؕ﴿۸﴾

سچ مچ بے شک آدمی حد سے نکل جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے۔ اے مخاطب تیرے رب کی طرف سب کا لوٹنا ہوگا۔

كَلَّآ ہرگز نہیں	اِنَّ بیشک	الْاِنْسَانَ انسان	لَيَطْغٰى سرکشی کرتا ہے	اَنْ رَّاٰهُ اگر اپنے تئیں دیکھے	اسْتَغْنٰى بے پروا	اِنَّ بیشک	اِلٰى طرف	رَبِّكَ تیرا رب	الرُّجْعٰى لوٹنا ہے	

قرآن کریم کی ترتیب نزولی

گذشتہ درس میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ اس سورۃ اقراء کی ابتدائی ۵ آیات پہلی وحی کی صورت میں مکہ معظمہ میں غار حرا میں نازل ہوئی تھیں۔ مزید یہ آیات بعد میں مکہ ہی میں نازل ہوئیں اور اس سورۃ میں شامل کر دی گئیں۔

انسان کی ناشکری و سرکشی

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خلاقیت اور ربوبیت کا ذکر فرمایا تھا اور انسانوں پر اپنے احسانات جتلائے تھے۔ تو ان احسانات کا مقتضی تو یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا مرہون منت ہوتا اور اس کا شکر گزار اور تابعدار اور فرمانبردار بندہ بنتا مگر انسان جس سے یہاں مراد کافر انسان ہے کیسا ناشکرا ہے کہ بجائے مرہون منت ہونے کے الٹی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور حد انسانیت سے تجاوز کر جاتا ہے اسی کو فرمایا گیا كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ سچ مچ بے شک انسان حد سے باہر نکل جاتا ہے یعنی اس انسان کی اصل تو اتنی ہے کہ جمے ہوئے خون سے بنا اور جاہل محض تھا۔ خدا نے علم دیا مگر وہ اپنی اصل حقیقت کو ذرا یاد نہیں رکھتا۔ دنیا کی زندگی اور مال دولت پر مغرور ہو کر سرکشی اختیار کرتا ہے۔

شان نزول

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات میں اشارہ ابوجہل ملعون کی طرف ہے اور یہاں اِنَّ الْاِنْسَانَ سے مراد ابوجہل ہے۔ اور سبب نزول ان آیات کا یہ لکھا ہے کہ ایک بار ابوجہل نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا میں تم کو بارہا منع کر چکا ہوں۔ آپؐ نے اس کو جھڑک دیا تو کہنے لگا کہ مکہ میں سب سے بڑا مجمع میرے ساتھ ہے اور یہ بھی کہا کہ اگر اب کی بار نماز پڑھتے دیکھوں گا تو (نعوذ باللہ) آپ کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا۔ چنانچہ ایک بار وہ اسی قصد سے چلا مگر قریب جا کر رک گیا اور پیچھے ہٹنے لگا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ مجھ کو ایک خندق آگ کی حائل معلوم ہوئی اور اس میں کچھ پردار چیزیں نظر آئیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے اگر اور آگے آتا تو فرشتے اس کو بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالتے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ ابوجہل کفر میں اور اللہ کے مقابل غرور میں حد سے بڑھ رہا ہے۔

انسان کی سرکشی کا سبب

اس کی وجہ یہ ہے اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى اس لئے کہ وہ اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے یعنی اپنے آپ کو منعم حقیقی کا دست نگر نہیں سمجھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کی پرواہ ہی نہیں۔ اگر عام معنی آیت کے لئے جائیں تو یہ ہوں گے کہ سرکش انسان اپنے آپ کو اس منعم کا محتاج نہیں سمجھتا اور خیال کرتا ہے کہ مجھے کیا پرواہ ہے۔ مجھ میں زور و قوت ہے میرے پاس مال دولت ہے۔ مجھے علم و ہنر حاصل ہے اور اگر اس چودھویں صدی کے سرکش دہریئے اور نیچری اور سائنسی انسان کو لیا جائے تو وہ تو علاوہ مال و اسباب جاہ و حشمت تخت و تاج، لشکر و خدم کے یہ بھی سمجھتا ہے کہ عناصر اربعہ یعنی آگ، پانی، ہوا، مٹی۔ میرے خدمت گار ہیں۔ میں بجلی کی طاقت کو بس میں لا کر تار کے ذریعہ سے پل بھر میں سینکڑوں اور ہزاروں میل دور اپنا پیام بھیج سکتا ہوں میرا الہام بھی کچھ کم نہیں۔ کہربائی طاقتوں سے وہ حیرت انگیز کام کر سکتا ہوں جو کوئی اور نہیں کر سکتا۔ بھاپ کو بس میں کر کے کیسی کیسی مشین چلا سکتا ہوں۔ بھاپ کے زور سے ہزاروں من کھینچنے والی تیز رفتار ریل بنا سکتا ہوں۔ سمندر کے سفر کے لئے میں نے اپنے علم و عقل سے وہ سامان بہم پہنچائے کہ سمندر پر میری حکومت ہوگئی۔ اب میں دنیا کو چھوڑ کر چاند پر پہنچنے لگا ہوں۔ میں نے وہ دوربینیں ایجاد کی ہیں کہ لاکھوں کوس کے ستارے

میرے سامنے آ جاتے ہیں۔ میں نے معاش میں ایسی ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں اور ایسے ایسے پرلطف مسکن بنانے جانتا ہوں کہ کوئی کیا بنائے گا۔ الغرض جن جن نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے تھا یہ انسان انہی پر اکڑنے لگا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی وسرکشی کرنے لگا۔ کوئی زور وقوت پر کوئی حسن و جمال پر کوئی حسب ونسب پر کوئی مال وجاہ پر کوئی حکومت وسلطنت پر کوئی علم و ہنر پر کوئی اپنی ایجادات ومصنوعات پر کوئی اختراعات وتحقیقات پر یہاں یہ جتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا احسان مند اور شکرگزار اور فرمانبردار بندہ بنتا نہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا اور اس سے سرکشی برتتا اور اپنے کو منعم حقیقی کا محتاج اور دست نگر نہیں سمجھتا اور اس مالک حقیقی سے بے پروائی اور استغناء کا اظہار کرتا ہے۔ ایسے انسان سے مراد ابوجہل بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا شان نزول سے معلوم ہوا۔ مکہ کے کافر اور مشرک بھی ہو سکتے ہیں اور ہر زمانہ اور آج کل کے دہریے۔ کافر ومشرک، نیچری، فلسفی اور سائنس دان بھی ہو سکتے ہیں۔ اور یہ سرکشی اور ناشکرگزاری علی قدر مراتب ہمیشہ سے انسان میں چلی آتی ہے۔

انسانی سرکشی کا رد

اس اظہار کے بعد اس انسانی سرکشی کا رد فرمایا جاتا ہے اور آگے بتلایا جاتا ہے۔ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی یعنی اے انسان تجھ کو اول بھی اللہ ہی نے پیدا کیا اور آخر بھی اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت اس تکبر اور احسان فراموشی کی حقیقت کھلے گی کیوں کہ موت سے تو کسی کو بھی انکار نہیں۔ بڑے بڑے فلسفی حکیم ودانا اور سائنس دان بھی اپنی صحت وزندگی کی بقا کی کوئی تدبیر نہ کر سکے۔ آخر ایک روز یہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والا سرکش انسان بھی اس دنیا سے چل دیتا ہے اور بے حس وحرکت ہو کر گر پڑتا ہے۔ اب اس کی روح اس عالم دنیا سے دوسرے عالم کو منتقل ہو جاتی ہے۔ اور وہاں اس کی روح اپنے کئے کا بدلہ پاتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور حق تعالیٰ نے ہم پر جو بے انتہا احسانات فرمائے ہیں ان کی شکرگزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

یَا اَللّٰہُ میرے گناہوں کو آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں، میں تو کر کے بھول بھی گیا ہوں مگر آپ کے علم میں سب ہیں۔ کل بروز قیامت آپ مجھ سے سوال کریں گے، سوائے اقرار کرنے کے اور کیا جواب دوں گا۔ اے اللہ! مواخذہ نہ فرمانا آج ہی وہ سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

4

اَرَءَيْتَ الَّذِیْ يَنْهٰى ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴿۱۰﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ﴿۱۱﴾

اے مخاطب بھلا اُس شخص کا حال تو بتلا جو ایک بندہ کو منع کرتا ہے۔ جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو

اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿۱۲﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنْ

یا وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو۔ اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص جھٹلاتا ہو اور روگردانی کرتا ہو۔ کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ ہرگز نہیں

لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾

اگر یہ شخص باز نہ آوے گا تو ہم پیشانی کے بال پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ پیشانی ہے گھسیٹیں گے۔ سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو بلا لے۔

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ السجدة

ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلالیں گے۔ ہرگز نہیں آپ اس کا کہنا نہ مانیے اور آپ نماز پڑھتے رہیے اور قرب حاصل کرتے رہیے۔

اِنْ اگر	اَرَءَيْتَ بھلا دیکھو	صَلّٰى وہ نماز پڑھے	اِذَا جب	عَبْدًا ایک بندہ	يَنْهٰى روکتا ہے	الَّذِیْ وہ جو	اَرَءَيْتَ کیا آپ نے دیکھا
كَذَّبَ اس نے جھٹلایا	اِنْ اگر	اَرَءَيْتَ بھلا دیکھیں	بِالتَّقْوٰى پرہیزگاری کا	اَوْ اَمَرَ یا حکم دیتا	الْهُدٰى ہدایت	عَلَى پر	كَانَ ہوتا
لَمْ يَنْتَهِ نہ باز آیا	لَئِنْ اگر	كَلَّا ہرگز نہیں	يَرٰى دیکھ رہا ہے	اللّٰهَ اللہ	بِاَنَّ کہ	اَلَمْ يَعْلَمْ کیا نہ جانا	وَتَوَلّٰى اور منہ موڑا
فَلْيَدْعُ تو وہ بلا لے	خَاطِئَةٍ گنہگار	كَاذِبَةٍ جھوٹی	نَاصِيَةٍ پیشانی	بِالنَّاصِيَةِ پیشانی کے بالوں سے	لَنَسْفَعًا ہم ضرور گھسیٹیں گے		
وَاقْتَرِبْ اور نزدیک ہو	وَاسْجُدْ اور سجدہ کرتو	لَا تُطِعْهُ اسکی بات نہ مان	كَلَّا نہیں نہیں	الزَّبَانِيَةَ پیادے	سَنَدْعُ ہم بلاتے ہیں	نَادِيَهٗ اپنی مجلس	

شان نزول: ان آیات میں ایسے سرکش و نافرمان کافر انسان کی سرکشی کی بعض مثالیں بیان فرمائی جاتی ہیں اور گو ان آیات کا مضمون عام ہے مگر ان آیات سے متعلق ایک خاص شان نزول اور واقعہ بھی متعلق ہے جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان کیا گیا اور وہ یہ کہ ایک بار ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبۃ اللہ میں نماز پڑھتے دیکھا اور کہنے لگا کہ میں تم کو بارہا اس سے منع کر چکا ہوں مگر تم اس سے باز نہیں آتے۔ مکہ میں سب سے بڑا مجمع میرے ساتھ ہے۔ اگر پھر کبھی نماز پڑھتے دیکھ لوں گا تو تمہاری گردن پر پاؤں رکھ کر توڑ ڈالوں گا (نعوذ باللہ) چنانچہ ایک بار اس قصد سے چلا مگر قریب جا کر رک گیا اور پیچھے ہٹنے لگا۔ جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ مجھ کو آگے آگ کی ایک خندق حائل معلوم ہوئی اور اس میں کچھ پردار چیزیں نظر آئیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اور آگے آتا تو فرشتے اس کے جسم کا گوشت نوچ کر پارہ پارہ کرڈالتے۔ تو ان آیات میں اس ابوجہل کے واقعہ خاص کی طرف بھی اشارہ ہے اور عام مضمون بھی ہے۔

ایک سرکش انسان کا کردار

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِیْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى وہ کیسا بدراہ آدمی ہے جو ہمارے بندہ کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے یعنی اس کی سرکشی اور تمرد کو تو دیکھو کہ خود کو تو اپنے رب کے سامنے جھکنے کی توفیق نہیں دوسرا بندہ اگر خدا کے سامنے سربسجود ہوتا ہے تو اسے بھی نہیں دیکھ سکتا اور نماز اور سجدہ سے منع کرتا ہے۔ تو اس کا یہ فعل نہایت قبیح اور قابل ملامت و سرزنش ہے اور عبادت سے روکنا کس درجہ شقاوت و خباثت کا ثبوت دیتا ہے۔ خصوصاً ارء یت ان کان علی الھدیٰ او امر بالتقویٰ یعنی جبکہ وہ عابد بندہ ہدایت اور حق پر ہو اور دوسروں کو تقویٰ اور

پرہیز گاری کا حکم دیتا ہوتو ایسی حالت میں روکنے کا نتیجہ کتنا سخت برا ہو گا۔ تو یہاں بندہ سے اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہونا بالکل ظاہر ہے اور روکنے والے سے مراد ابوجہل سے لی گئی ہے۔

نماز سے روکنا ابوجہل کا کام ہے

اگرچہ یہ آیت اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡھٰی عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی اس لعین ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی لیکن اب بھی جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے روکے اور نماز سے منع کرے وہ بھی اس وعید اور برائی میں شامل ہے لیکن فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کو مقتضائے شرعی کی وجہ سے نماز سے روکا جائے تو وہ اس وعید میں نہیں آتا۔ مثلاً کسی کو غصب کی زمین پر نماز پڑھنے سے منع کیا جائے یا مکروہ وقت میں نماز پڑھنے سے منع کیا جائے یا فرائض وسنن کے علاوہ زیادہ نوافل میں باندی غلام نوکر یا بیوی مصروف ہوکر کام کا حرج کرے تو بھی مالک یا شوہر روک سکتا ہے اور نماز سے ان قسموں کا روکنا اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ ان مواقع پر نماز سے روکنا کسی دوسری مصلحت کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے تو یہ حقیقت میں نماز سے روکنا نہیں۔ یہاں جو وعید ہے وہ اسی روکنے پر ہے جو عبادت الٰہی اور رجوع الی اللہ کا مخالف بن کر روکے جیسا کہ ابوجہل کا فعل تھا۔

نماز سے روکنے والے کے لئے وعیدیں

ایسے بدبخت ملعون کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے۔ اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی یعنی دیکھو تو سہی اس بدبخت نے ارشاد الٰہی کو یا دین حق کو یا پیغمبر داعی حق کو جو اس کی بہتری اور بھلائی کے لئے تھا ان کو بجائے تصدیق کرنے کے جھٹلایا اور سچی راہ چلنے سے منہ موڑ لیا تو کیا اس شخص کو خبر نہیں۔ اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کہ اللہ تعالیٰ اس ملعون کی سرکشی اور شرارتوں کو دیکھ رہا ہے آگے ارشاد ہے۔ کلا یعنی ہرگز ایسا نہ کرنا چاہئے اور اس کو وعید سنائی جاتی ہے۔ لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَۃِ نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ یعنی اگر اس کا یہ رویہ رہا اور وہ ان حرکات بد سے باز نہ آیا تو ہم اس کو جانوروں اور ذلیل قیدیوں کی طرح سر کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ جس سر پر یہ بالوں کی چوٹی ہے وہ جھوٹ اور گناہوں سے بھرا ہوا ہے گویا اس کا جھوٹ اور گناہ بال بال میں سرایت کر گیا ہے۔

ابوجہل ذلت کی موت مارا گیا

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں بھی ابوجہل ذلت کی موت مارا گیا۔ جنگ بدر میں بری طرح زخمی ہوکر زمین پر گرا پڑا تھا لیکن جان ابھی باقی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ ہے کوئی ابوجہل کی خبر لائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جا کر لاشوں میں تلاش کیا تو دیکھا کہ ابھی اس میں جان باقی ہے۔ ابن اسحاق اور حاکم کی روایت میں ہے کہ ابن مسعودؓ نے ابوجہل کی گردن پر پیر رکھ کر یہ کہا اے اللہ کے دشمن تجھے اللہ نے ذلیل اور رسوا کیا اور بعد ازاں اس کا سر کاٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر لا کر ڈال دیا اور یہ عرض کیا یہ سر ہے اللہ کے دشمن ابوجہل کا اور ایک روایت میں جو خود حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں ابوجہل کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ ابوجہل نے آنکھیں کھولیں اور کہا اے بکریوں کے چرانے والے تو بے شک بہت اونچے مقام پر چڑھ بیٹھا ہے میں نے کہا شکر اللہ کا کہ جس نے مجھ کو یہ قدرت دی۔ پھر ابوجہل نے پوچھا کس کو فتح اور غلبہ نصیب ہوا میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ پھر کہا کہ تیرا کیا ارادہ ہے۔ میں نے کہا تیرا سر قلم کرنے کا کہا اچھا یہ میری تلوار ہے اس سے میرا سر کاٹنا یہ بہت تیز ہے تیری مراد اور مدعا کو جلد پورا کرے گی اور دیکھو میرا سر شانوں کے پاس سے کاٹنا تاکہ دیکھنے والوں کی نظروں میں مہیب وہیبت ناک معلوم ہو اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف واپس ہو تو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میرے دل میں بہ نسبت گذشتہ کے آج کے دن تمہاری عداوت اور بغض کہیں زیادہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بعد ازاں میں نے اس کا سر قلم کیا اور لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے اور اس کا

پیام پہنچایا۔ آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ یہ میری امت کا فرعون تھا جس کا شر اور فتنہ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کے شر اور فتنہ سے کہیں بڑھ کر تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون نے مرتے وقت تو ایمان کا کلمہ پڑھا مگر اس امت کے فرعون نے مرتے وقت بھی کفر اور تکبر ہی کے کلمات کہے۔ اور ابوجہل کی تلوار حضرت ابن مسعودؓ کو عطا فرمائی۔

الغرض حضرت ابن مسعودؓ نے اس کے کان میں رسی ڈال کر گھسیٹتے ہوئے لائے اور ایک گڑھے میں لا کر ڈال دیا۔ دنیا میں بھی اس کی پرازنخوت جھوٹی اور خطاکار پیشانی کس ذلت سے میدان بدر میں گھسیٹی گئی باقی اصل وقت گھسیٹے جانے کا آخرت ہے جب جہنم کے فرشتے اس کو نہایت ذلت کے ساتھ جہنم رسید کریں گے۔ یہی وعید اس کو كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ میں سنائی گئی تھی کہ اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کو چوٹی سے پکڑ کر جو دروغ اور خطا میں آلودہ ہے گھسیٹیں گے۔

عذابِ الٰہی سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا

پھر ابوجہل ملعون نے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نماز سے روکنا چاہا اور آپؐ نے سختی سے جواب دیا تو کہنے لگا کہ جانتے نہیں کہ مکہ میں سب سے بڑی مجلس میری ہے۔ اس کی اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگے فرمایا گیا فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ پس وہ اپنے ہم مجلس اور اعوان و انصار کو بلائے۔ دیکھیں کون آ کر خدا کے مقابلہ میں اس کو بچاتا ہے۔ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلائیں گے تاکہ اس کو پوری پوری سزا دیں جن کے مقابلہ کی کسی کو بھی طاقت نہیں۔ اور نہ وہ کسی کے ٹالے ٹل سکتے ہیں۔

سرکش کی پروانہ کریں عبادت میں لگے رہیں

اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے۔ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یعنی اے نبی آپ اس نالائق کی ہرگز پروانہ کیجئے اور اس کی کسی بات پر کان نہ دھرئیے۔ جہاں چاہیں شوق سے اللہ کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں اور اس کی بارگاہ میں سجدے کر کے بیش از بیش خدا کا قرب حاصل کرتے رہیں۔ سجدہ افضل عبادت ہے اسی لئے اس میں تقرب بھی زیادہ ہے۔ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے (رواہ مسلم) اسی لئے غیر اللہ کے لئے سجدہ حرام ہو گیا بلکہ جو جھکنا سجدہ سے مشابہت رکھے اس کو بھی فقہاء نے حرام لکھا ہے۔

سجدۂ تلاوت

اس سورۃ کی آخری آیت پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ کرنا واجب ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور یہ قرآن کے مواقع سجود میں آخری موقع ہے۔ اس لئے سب قارئین وسامعین دعا کے بعد ایک سجدۂ تلاوت کر لیں۔

خلاصہ

اہل علم کہتے ہیں کہ سورۂ علق سے لے کر آخر تک جو چھوٹی چھوٹی سورتیں آئی ہیں ان میں قرآنی تعلیمات کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے اس سورت کی پہلی پانچ آیات سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں اس سورت میں تین اہم مضامین بیان ہوئے ہیں:

انسان کی تخلیق میں اللہ کی حکمت اس نے قراءت اور کتابت کے ذریعے سے انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔

مال و دولت کی وجہ سے اللہ کے حکموں کے سامنے سرکشی اس کی نعمتوں کا انکار اور غفلت۔ انسان کے غرور اور سرکشی کی ایک اہم وجہ مال و دولت بھی ہے جب پیٹ اور خزانہ بھرا ہوا ہو تو وہ نہ انسان کو انسان سمجھتا ہے اور نہ خدا کو معبود اور مسجود!

اس امت کے فرعون ابوجہل کا قصہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈراتا دھمکاتا تھا اور اللہ کی عبادت سے روکتا تھا اختتام پذیر ہوا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُورَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اِنَّا بیشک	اَنْزَلْنٰهُ ہم نے یہ اتارا	فِيْ میں	لَيْلَةِ الْقَدْرِ لیلۃ القدر عزت والی رات	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ آپ نے	مَا کیا	لَيْلَةُ الْقَدْرِ لیلۃ القدر	خَيْرٌ بہتر	مِنْ سے	اَلْفِ شَهْرٍ ہزار مہینے					

وجہ تسمیہ اور سبب نزول

چونکہ اس سورۃ میں شب قدر کا ذکر فرمایا گیا ہے اسی بناء پر اس سورۃ کا نام القدر مقرر ہوا۔ قدر کے معنی تعظیم کے ہیں چونکہ اس شب میں عظمت اور شرف ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔ اس سورۃ کے سبب نزول میں کئی روایات مروی ہیں بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت ہوئی ہیں اور آپ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں۔ اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری بھی کرنا چاہیں تو ناممکن ہے۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا تو اس کی تلافی میں یہ سورۃ نازل ہوئی اور یہ رات یعنی لیلۃ القدر مرحمت فرمائی گئی اور اس کی فضیلت اور بزرگی میں بتلایا گیا کہ ایک شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جو اجر وثواب ہوتا اس سے زیادہ ایک شب قدر میں عبادت کرنے کا اجر وثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کتنا زیادہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی خوش نصیب کو زندگی میں دس راتیں بھی میسر ہو گئیں اور ان کو عبادت میں گزار دیا تو گویا ۸۳۳ برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گزار دیا۔ سبب نزول بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک اللہ کے راستہ میں عبادت کرتا رہا۔ صحابہ کو اس پر رشک آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کس طرح ایسے شخص کے ثواب کو پہنچ سکیں گے کہ ہماری عمریں ۶۰، ۷۰ برس ہیں اس میں بھی ایک تہائی تو سونے میں جاتی ہے اور کچھ معاش کی تلاش میں اور دوسری حاجتوں میں صرف ہوتی ہے اور کچھ اس میں سے مرض اور سستی میں ضائع ہوتی ہے۔ پھر عبادت کے واسطے کیا باقی رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بات کو سن کر کچھ دلگیر اور غمگین ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے دفع ملال کے لئے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات انبیاء کا ذکر فرمایا کہ ۸۰،۸۰ برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی اس پر صحابہ کرام کو حسرت ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں اور اس قسم کے اختلافات روایات کی اکثر وجہ یہ ہوئی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت یا سورۃ نازل ہوتی ہے تو سبب نزول کی ہر واقعہ کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔ بہر حال سبب نزول جو کچھ بھی ہوا ہو لیکن امت محمدیہ کے لئے اللہ جل شانہ کا یہ بہت ہی بڑا انعام ہے اور یہ رات اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے۔ ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ شب قدر حق تعالیٰ جل شانہ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے۔ پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ الغرض اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے انتہا عنایت کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کی فلاح وسعادت دارین کے لئے قرآن حکیم نازل کیا اور اس کو شب قدر میں نازل کیا جس کی یہ فضیلت و برکت ہے کہ ایک لیلۃ القدر اجر وثواب میں ہزار مہینوں کی عبادت کے اجر وثواب سے بھی بہتر ہے اس شب میں حضرت جبرائیل

علیہ السلام اور فرشتوں کا دنیا میں نزول ہوتا ہے اور صبح ہونے تک یہ شب سراپا سلامتی وامن ہوتی ہے۔

عظمت قرآن

سورۃ کی ابتداء قرآن کریم کی تعظیم اور عظمت شان کے اظہار سے فرمائی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ بے شک ہم نے اسکو یعنی قرآن کو اتارا گویا ایک تو اظہار عظمت کیلئے اتارنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی کہ جس قرآن کا چرچا ہو رہا ہے اور مکہ میں ہر خاص وعام میں غلغلہ مچا ہوا ہے اس کو کسی اور نے نہیں بلکہ حق تعالیٰ نے اتارا ہے اور اس کلام میں تاکید اور قوت پیدا کرنے کیلئے پہلے انا ذکر کر دیا یعنی بے شک بلا شبہ ہم ہی نے اس کو اتارا۔ پھر قرآن کی مزید عظمت ظاہر کرنے کیلئے فرمایا فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ یعنی قرآن کا وقت نزول بھی عظیم الشان ہے یہ کسی ایسے وقت نازل نہیں کیا بلکہ اس کا نزول خاص وقت یعنی لیلۃ القدر میں ہوا۔

نزول قرآن کی تاریخ

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید بالاتفاق مورخین ومحدثین ومفسرین قریب ۲۳ برس میں تھوڑا تھوڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے پھر یہ کس طرح صحیح ہوا کہ قرآن مجید کو ہم نے شب قدر میں نازل کیا ہے؟ اس کا جواب مفسرین نے لکھا ہے کہ انزال اور تنزیل میں فرق ہے۔ انزال کے معنیٰ ایک بار نازل کرنا ہے اور تنزیل کے معنیٰ تھوڑا تھوڑا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنا ہے۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ تنزیل یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا یہ ۲۳ برس میں ہوا مگر اس آیت اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ میں انزال کا ذکر ہے نہ کہ تنزیل کا چنانچہ پورا قرآن شریف اسی ترتیب سے جو آج موجود ہے عرش بریں پر لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر یک دم نازل فرمایا گیا اور پھر وہاں سے حسب حاجت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بحکم الٰہی تھوڑا تھوڑا لاتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر کلام وحی کو اس کے اصلی موقع پر جمع کرا دیتے تھے۔ تو اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ سے مراد یہ ہوئی کہ پورا قرآن کریم ''لوح محفوظ'' سے آسمان دنیا پر شب قدر میں اتارا گیا۔

شب قدر کونسی رات ہے؟

اب یہ کہ شب قدر کونسی رات ہے؟ اس میں علمائے عظام کے متعدد اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ شب قدر سال میں ایک مرتبہ آتی ہے اور مہینہ کا کوئی تعین نہیں۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ ماہ رمضان میں یہ رات ہوتی ہے پھر اکثر اس پر متفق ہیں کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں بالخصوص طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ بعض نے خاص رمضان کی ۲۷ ویں شب پر زور دیا ہے۔ احادیث بھی بکثرت اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتی ہے بہر حال یقین کے ساتھ شب قدر کے تعین میں بہت اختلاف ہے اور حکمت اس اختلاف میں یہی ہے کہ اس کا طالب سال بھر عبادت میں گزارے اور گناہوں سے بچے ورنہ کم از کم رمضان شریف اور خصوصاً اس کے اخیر عشرہ میں تو ضرور ہی کوشش کرے۔ الغرض قرآن پاک جو رہتی دنیا تک تمام انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کو نازل کرنے کے لئے اسی بابرکت رات کو منتخب فرمایا۔

شب قدر کا مقام ومرتبہ

اب آگے حق سبحانہ تعالیٰ لیلۃ القدر کی فضیلت اور مراتب بیان فرماتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیا چیز ہے؟ پھر خود ہی اس کا جواب مرحمت فرمایا جاتا ہے۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اب اس رات کے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا کیا معنیٰ؟ مرشدنا حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانویؒ لکھتے ہیں کہ ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ اس رات میں نیکی کرنا ایسا ہے گویا ہزار مہینہ تک نیکی کرتا رہا بلکہ اس سے بھی زائد۔

یَا اللّٰہُ جو گناہ باعث تنگی رزق ہوں باعث مانع خیر وبرکت ہوں باعث محرومی حلاوت عبادت ہوں سب معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

اس رات میں فرشتے اور رُوح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اُترتے ہیں۔سراپا سلام ہے وہ شب طلوع فجر تک رہتی ہے۔

تَنَزَّلُ اُترتے ہیں	الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے	وَالرُّوْحُ اور روح	فِيْهَا اس میں	بِاِذْنِ حکم سے	رَبِّهِمْ ان کا رب	مِنْ سے	كُلِّ ہر	اَمْرٍ کام	سَلٰمٌ سلامتی
هِيَ وہ	حَتّٰى جب تک	مَطْلَعِ طلوع ہونا	الْفَجْرِ فجر						

شب قدر میں برکات کا نزول

گذشتہ ابتدائی آیات میں شب قدر کی فضیلت بیان فرمائی گئی کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینے تک عبادت کرنے کا جتنا اجر وثواب ہے اس سے زیادہ اجر وثواب ایک شب قدر میں عبادت کرنے کا ہوتا ہے۔اب آگے شب قدر کی دوسری فضیلتیں بیان فرمائیں جاتی ہیں اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ یعنی اس رات میں ملائکہ رحمت اور روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں تا کہ عظیم الشان خیر و برکت سے زمین والوں کو مستفیض کریں۔ اس طرح اس مبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر و برکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے۔حدیث میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی فوج کے ساتھ اترتے ہیں اس وقت جو شخص کھڑا یا بیٹھا اللہ کی یاد کر رہا ہوتا ہے اس کے لئے دعا رحمت کرتے ہیں۔اور ایک روایت میں ہے کہ سلامتی کی دعاء کرتے ہیں علامہ ابن کثیرؒ نے اس سورۃ کی تفسیر کے تحت بعض آثار صحابہ سے ایک بڑی لمبی روایت نقل کی ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام لَيْلَةِ الْقَدْرِ میں سورج غروب ہوتے ہی سدرۃ المنتہیٰ کے تمام فرشتوں کو لے کر زمین پر اترتے ہیں۔یہ کل کے کل فرشتے رافت و رحمت والے ہیں جن کے دلوں میں ہر ہر مومن کے لئے رحم کے جذبات موج زن ہیں۔ یہ ہر ہر جگہ پھیل جاتے ہیں اور مومن مردوں وعورتوں کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں البتہ گرجا گھر، مندر، آتشکدہ، بت خانہ جہاں خدا کے سوا اوروں کی پرستش ہوتی ہے وہاں تو یہ فرشتے نہیں جاتے اور ان جگہوں میں بھی جہاں گندی چیزیں ڈالی جاتی ہیں نہیں جاتے اور اس گھر میں بھی جہاں نشہ والا ہو یا نشہ والی چیز ہو یا جس گھر میں کوئی بت گڑا ہوا ہو یا جس گھر میں باجے گاجے گھنٹیاں ہوں یا کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ہو وہاں تو یہ رحمت کے فرشتے جاتے نہیں۔ باقی جگہ جگہ پر گھوم جاتے ہیں اور ساری رات مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعائیں مانگنے میں گزارتے ہیں۔اور حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام مومنوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ رونگٹے جسم پر کھڑے ہو جائیں۔دل نرم پڑ جائے اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔اس وقت مومن کو سمجھ لینا چاہئے کہ میرا ہاتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے۔غرض کہ صبح ہونے تک فرشتے اس طرح دنیا میں رہتے ہیں۔ پھر سب سے پہلے جبرئیل علیہ السلام عالم بالا پر چڑھتے ہیں اور بہت اونچے چڑھ کر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں بالخصوص دو سبز پروں کو جنہیں اس رات کے سوا وہ کبھی نہیں پھیلاتے۔یہی وجہ ہے کہ سورج کی تیزی ماند پڑ جاتی ہے اور شعائیں جاتی رہتی ہیں۔ پھر ایک ایک فرشتہ کو پکارتے ہیں اور سب کے سب اوپر چڑھتے ہیں پس فرشتوں کا نور اور جبرئیل علیہ السلام کے پروں کا نور سورج کو ماند کر دیتا ہے۔

رحمت و برکت سے محروم رہنے والے گھر

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے فضائل رمضان میں شب قدر کے بیان میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے اس شب قدر میں متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی

ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مومن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لئے وہاں نہ جاتے ہوں لیکن اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا حرام کاری کی وجہ سے جنبی یا تصویر ہو۔ اس کو نقل کر کے شیخ الحدیث صاحبؒ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں اور اللہ کی اتنی بڑی نعمت و رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں۔ تصویر لٹکانے والا کوئی ایک ہی ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم کرتا ہے۔ احقر کہتا ہے کہ افسوس اب تو اس قوم اور ملک ہی کی محرومی کی داستان اتنی طویل ہے کہ کس کس محرومی کو روکا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس ملک پر اس قوم پر رحم و کرم فرمائیں اور ہمارے اصلاح کی صورتیں غیب سے ظاہر فرمائیں۔

طلوع فجر تک رحمتوں اور برکتوں کا نزول رہتا ہے

آگے فرمایا جاتا ہے۔ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ یہ رات سراپا سلام ہے یعنی تمام رات ملائکہ کی طرف سے مومنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فوج آتی ہے دوسری جاتی ہے یا یہ مراد ہے کہ یہ رات سراپا سلامتی ہے۔ جس میں اللہ والے عجیب و غریب طمانیت چین و سکون اور لذت و حلاوت اپنی عبادت میں محسوس کرتے ہیں اور وہ رات ان ہی برکات کے ساتھ تمام رات طلوع فجر تک رہتی ہے یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی حصہ میں نہ ہو بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے سبحان اللہ! اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں بھی اس نعمت عظمیٰ کی قدر دانی کی توفیق بخشیں اور اس رات کی برکات زندگی میں بار بار نصیب فرمائیں۔ آمین۔

تمام پچھلے گناہ معاف

(۱) بخاری و مسلم کی صحیح حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لئے کھڑا ہو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

شب قدر کی علامات

ایک حدیث میں شب قدر کی کچھ علامات بیان کی گئی ہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمک دار ہوتی ہے صاف، شفاف نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل گویا اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے۔ نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے۔ ایسا کہ بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند۔ اللہ جل شانہٗ نے اس دن کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا۔ بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے۔

شب قدر کی دعا

حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہو **اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی** یعنی اے اللہ بے شک تو معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو پس معاف فرما دے مجھے بھی۔

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا فضل

ہم جیسے کم ہمتوں کے لئے ایک بڑے کام کا مسئلہ حدیث کی روشنی میں اس سورۃ کی تفسیر کے اخیر میں حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پتیؒ نے اپنی تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ جس نے شب قدر کی عشاء اور فجر کی نماز مسجد میں جماعت سے پڑھ لی اس کو شب قدر کا ثواب مل گیا اور جو اس سے زیادہ عبادت کرے اللہ اس کے ثواب میں اضافہ کر دے گا۔ حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی اس نے گویا نصف شب کا قیام کیا اور جس نے جماعت کے ساتھ فجر کی نماز بھی پڑھی اس نے گویا پوری رات عبادت کی۔ (مسلم) یعنی با جماعت

عشاء کی نماز کے بعد باجماعت فجر کی نماز بھی پڑھی گئی تو گویا پوری رات نماز پڑھی۔ ہر نماز نصف شب کی عبادت کے قائم مقام ہوئی رات کی یہی دو فرض نمازیں ہیں ایک ابتدائی دوسری انتہائی۔

خلاصہ

اس سورت کی ابتداء میں انسانوں پر اللہ کے عظیم احسان کا ذکر ہے جو کہ کتاب مبین کو نازل کرنے کی صورت میں ہوا' اسی طرح اس سورت میں لیلۃ القدر کی فضیلت بیان ہوئی ہے' اس کی پہلی فضیلت یہ ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر ہے' دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس رات میں غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک فرشتے امن وسلامتی اور رحمت و برکت کا پیغام لے کر نازل ہوتے رہتے ہیں۔

واضح رہے کہ لیلۃ القدر میں نزول قرآن کا معنٰی یہ ہے کہ اس رات میں اس کے نزول کی ابتدا ہوئی۔

سورۃ القدر کے خواص

۱.....نظر کی تیزی، آنکھوں میں نور اور دل میں یقین کی پختگی کے لئے اس سورۃ کو لکھے اور پانی سے دھولے، پھر وہی پانی پیئے۔

دعا کیجئے

حق تعالٰی کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے امت مسلمہ کو شب قدر جیسی بے بہا دولت عطا فرمائی۔ حق تعالٰی ہمیں اس نعمت کی قدردانی اور اس کی سچی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالٰی ہمیں اپنی زندگیوں میں شب قدر کی برکات و فضائل بار بار نصیب فرمائیں اور ہم میں سے کسی کو اس نعمت عظمٰی سے محروم نہ فرمائیں۔ آمین۔

یَا اَللّٰہُ جس گناہ کی میں نے تعریف کی ہو یا کینہ کی طرح دل میں چھپایا ہو یا دل میں عزم مصمم کر لیا ہو کہ یہ گناہ کروں گا یا زبان سے اظہار بھی کر دیا ہو یا وہ گناہ جو میں نے اپنے قلم سے لکھا ہو یا اعضاء سے اس کا ارتکاب کر لیا ہو یا اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اس گناہ کے کرنے پر آمادہ کر لیا ہو ایسے سب گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔

یَا اَللّٰہُ میں نے گناہ رات کو بھی کئے دن کو بھی کئے۔ لیکن آپ نے اپنے حلم سے پردہ پوشی فرمائی کہ کسی مخلوق کو اس کا علم نہ ہونے دیا' میں نے آپ کی اس ستاری فرمانے کا کچھ خیال نہ کیا۔ میرے نفس نے اس گناہ کو پھر مزین کر کے پیش کیا اور گناہ کو گناہ سمجھتے ہوئے پھر کر گزرا۔ میں بار بار ایسا ہی کرتا رہا۔ الٰہ العالمین! میرے اس حال کو خوب جانتے ہیں آئندہ ایسا نہ کروں گا آپ سے توفیق مانگتا ہوں میں توبہ کرتا ہوں معافی چاہتا ہوں۔ الٰہی! معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانِ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر تھے وہ باز آنے والے نہ تھے۔جب تک اُن کے پاس واضح دلیل نہ آتی۔

الْبَيِّنَةُ ۝١ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝٢ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝٣ وَمَا تَفَرَّقَ

ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سناوے۔جن میں درست مضامین لکھے ہوں۔

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝٤ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا

اور جو لوگ اہل کتاب تھے وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد مختلف ہوگئے۔حالانکہ اُن لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت

اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝٥

کو اُسی کیلئے خالص رکھیں۔یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے اُن درست مضامین کا۔

لَمْ يَكُنْ وہ نہ تھے	الَّذِيْنَ وہ جو	كَفَرُوْا کفر کیا	مِنْ سے	اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب	وَالْمُشْرِكِيْنَ اور مشرک (جمع)	مُنْفَكِّيْنَ باز آنیوالے	
حَتّٰى یہاں تک کہ	تَاْتِيَهُمُ آئے انکے پاس	الْبَيِّنَةُ کھلی دلیل	رَسُوْلٌ رسول	مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے	يَتْلُوْا پڑھتا ہوا	صُحُفًا صحیفے	مُّطَهَّرَةً پاکیزہ
فِيْهَا اس میں	كُتُبٌ قَيِّمَةٌ لکھے ہوئے مضبوط	وَمَا اور نہ	تَفَرَّقَ فرقہ فرقہ ہوئے	الَّذِيْنَ + اُوْتُوا الْكِتٰبَ وہ جو کہ کتاب دیے گئے+ اہل کتاب			
اِلَّا مگر	مِنْ بَعْدِ اس کے بعد	مَا جَآءَتْهُمُ جب انکے پاس آگئی	الْبَيِّنَةُ کھلی دلیل	وَمَآ اور نہ	اُمِرُوْٓا حکم دیا گیا	اِلَّا مگر	
لِيَعْبُدُوا یہ کہ عبادت کریں	اللّٰهَ اللہ	مُخْلِصِيْنَ خاص کرتے ہوئے	لَهُ اس کیلئے	الدِّيْنَ دین	حُنَفَآءَ یک رخ	وَيُقِيْمُوا اور قائم کریں	
	الصَّلٰوةَ نماز	وَيُؤْتُوا اور ادا کریں	الزَّكٰوةَ زکوۃ	وَذٰلِكَ اور یہ	دِيْنُ دین	الْقَيِّمَةِ نہایت مضبوط	

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول وغیرہ

اس سورۃ کی پہلی آیت میں لفظ البینہ آیا ہے جس کے معنی ہیں کھلی ہوئی دلیل، روشن دلیل، جس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ جو بجائے خود رسالت کی ایک روشن اور واضح دلیل ہے۔ اسی لفظ الْبَيِّنَةُ کو سورۃ کا علامتی نام قرار دیا گیا۔ اس سورۃ کے مقام نزول کے متعلق بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ مکی سورۃ ہے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہے اور بعض نے اسے مدنی قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس سورۃ کا کچھ حصہ تو ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوا اور کچھ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں۔ جمہور مفسرین نے اس کو مدنی سورۃ کی فہرست میں رکھا ہے۔

نور ہدایت کا طلوع

ظہور اسلام سے پہلے دنیا اتنی شدید جہالت اور ضلالت اور کفر و شرک میں مبتلا تھی کہ بغیر اس کے کہ ایک مصلح اعظم آئے اور اپنے ہمراہ ایک مکمل ہدایت نامہ لائے کوئی صورت لوگوں کی اصلاح کی نہ تھی۔ چنانچہ مشیت الٰہی نے دنیا والوں پر اپنی حجت کو واضح طور پر پورا کرنے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے ساتھ

مبعوث فرمایا۔ اس سورۃ کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اقوام دنیا کو دو ہی گروہ میں تقسیم کیا جا سکتا تھا ایک ''اہل کتاب'' دوسرے ''مشرکین'' اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اگرچہ آسمانی ہدایت کے قائل تھے اور توحید و نبوت کے بنیادی خیالات سے واقف تھے۔ لیکن ایک عرصہ کے بگڑے ہوئے ماحول کے نتیجہ میں وہ بھی اپنے دین کی اصل تعلیمات سے بہت دور جا پڑے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سچے دین کی سیدھی اور صاف راہ سے بے خبر ہو چکے تھے۔ رہا دوسرا گروہ یعنی مشرکین کا تو وہ بت پرستی اور آتش پرستی وغیرہ میں مبتلا تھے۔ اور سرے سے کوئی آسمانی کتاب ان کے پاس نہ تھی۔ یہ گروہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارہ میں انتہائی غلط فہمیوں کا شکار تھا۔ ایسی حالت میں دنیا والوں کو دین کی صحیح حقیقت سے باخبر کرنے اور راہ ہدایت پر لانے کے لئے اس بات کی سخت ضرورت تھی اور اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ ان کے پاس اللہ کا عظیم القدر رسول آئے اور کھلی ہوئی واضح دلیلوں کے ساتھ اپنی تعلیمات و ہدایات ان کے سامنے رکھے اور اپنی زبردست تعلیم و ہمت اور عزیمت سے دنیا کی کایا پلٹ کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دنیا سے کفر و شرک کے پھیلے ہوئے اندھیرے کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک واضح دلیل حضرت احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اپنی ہدایت کا نور اپنے بندوں تک پہنچانے کے لئے منتخب فرمالیا اور آپ پر اپنی کتاب قرآن کریم نازل فرمائی جس میں نہایت عمدہ درست و راست اور صحیح مضامین صاف صاف انداز میں بیان فرمائے گئے۔

اہل کتاب کا تعصب

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ذی شان رسول آئے جن کی زندگی میں دنیا والوں کے لئے بہترین دستور العمل اور نور ہدایت ملتا ہے۔ جن کا حلم، حسن معاشرت، اخلاق کریمانہ جن کی صداقت دیانت وامانت جن کی سیرت وصورت غرض کہ آپ کی زندگی کی ہر ساعت اور ہر گھڑی حقانیت کی ایک روشن دلیل ہے اور جب آپ ایسی روشن اور عظیم الشان کتاب لائے جو مادی و روحانی ترقی کی شاہ راہ پر لاکر کھڑا کر دینے والی ہے تو ان اہل کتاب کو چاہیے تھا ایسے رسول اور ایسی کتاب کے آنے پر کسی شک وشبہ میں نہ رہتے اور ان پر ایمان لے آتے اور ان کی ہدایات کو قبول کرتے۔ اپنے اختلافات کو ختم کر کے سب ایک راستہ پر پڑ لیتے مگر ان اہل کتاب نے جو علم وفہم کے مدعی تھے اور آسمانی ہدایت کے بھی معتقد تھے وہ بھی دلیل واضح آنے کے بعد مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور انہوں نے دین حق سے اختلاف کیا اور جب اہل کتاب کا یہ حال ہے تو جاہل مشرکوں کا تو پوچھنا کیا ان کے پاس پہلے سے بھی کوئی علم سماوی نہ تھا حالانکہ ان اہل کتاب کو کتب سابقہ میں یہی حکم ہوا تھا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کیا کریں۔ کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ ٹھہرائیں۔ نیت بھی خالص اطاعت الٰہی کی ہو۔ ریا کاری ہرگز مقصود نہ ہو۔ ہر قسم کے باطل اور جھوٹ سے علیحدہ ہو کر خالص خدائے واحد کی بندگی کریں۔ یہ چیزیں ہر دین میں پسندیدہ رہی ہیں اور یہ پیغمبر اور قرآن بھی ان ہی امور کی تعلیم کرتے ہیں پھر ایسی پاکیزہ تعلیم سے کیوں وحشت کھاتے ہیں اور قرآن کو نہیں مانتے جس سے ان کی اپنی کتب کی بھی مخالفت لازم آتی ہے۔ قرآن چونکہ کتب سابقہ کی تصدیق وتائید کرتا ہے اس لئے وہ طریق ہدایت اور صراط مستقیم جو یہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اس کے مستحکم و درست ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ واضح دلائل کے بعد بھی جو نہ مانے تو پھر وہ لازماً مستوجب سزا ہے۔

حاصل یہ کہ ان اہل کتاب کو ایمان بالقرآن اور بالرسول لے آنا چاہئے تھا۔ چنانچہ جو ایمان لے آئے وہ کس جزا اور انعام وصلہ کے مستحق بنے اور جو ایمان نہ لائے اور کفر وشرک پر قائم رہے وہ کس سزا کے مستحق بنے۔ یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔

دُعا کیجئے: یا اللہ دین حق میں اختلاف اور افتراق سے ہمیں کامل طور پر بچایئے اور دین حق اور صراط مستقیم پر پوری طرح استقامت نصیب فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ أُولٰئِكَ

بے شک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ لوگ

هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۞ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۞

بدترین خلائق ہیں۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔

جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا

اُن کا صلہ اُن کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

أَبَدًا ۖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۞

اللہ تعالیٰ اُن سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے یہ اُس شخص کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے کفر کیا	مِنْ سے	أَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب	وَالْمُشْرِكِينَ اور مشرکین	فِي میں	نَارِ آگ	جَهَنَّمَ جہنم	
خٰلِدِينَ ہمیشہ رہیں گے	فِيهَا اس میں	أُولٰئِكَ یہی لوگ	هُمْ وہ	شَرُّ بدترین	الْبَرِيَّةِ مخلوق	إِنَّ بیشک	الَّذِينَ آمَنُوا جولوگ ایمان لائے	
وَعَمِلُوا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	أُولٰئِكَ یہی لوگ	هُمْ وہ	خَيْرُ بہتر	الْبَرِيَّةِ مخلوق	جَزَاؤُهُمْ ان کی جزا	عِنْدَ پاس	
رَبِّهِمْ انکا رب	جَنّٰتُ باغ	عَدْنٍ ہمیشہ رہنے والے	تَجْرِي بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے سے	الْأَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِينَ ہمیشہ رہیں گے		
فِيهَا اس میں	أَبَدًا ہمیشہ ہمیشہ	رَضِيَ راضی ہوا	اللّٰهُ اللہ	عَنْهُمْ اُن سے	وَرَضُوا اور وہ راضی	عَنْهُ اس سے	ذٰلِكَ یہ	لِمَنْ اس کیلئے جو
خَشِيَ ڈرے	رَبَّهُ اپنا رب							

انکارِ حق کی سزا بھگتنی پڑے گی

گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی حقانیت بتلا کر فرمایا گیا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول بنا کر دنیا والوں کی طرف بھیجا گیا اور قرآن کریم آپ پر نازل فرمایا گیا۔

ان آیات میں پہلے یہی بتلایا گیا ہے کہ دین حق سے انکار کرنے والے خواہ اہل کتاب ہوں یا کفار مشرکین۔ جو کسی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں اس انکار کی سزا یقیناً بھگتنا پڑے گی۔ اور ان کی سزا یہ ہوگی کہ آخرت میں ان کے لئے ہمیشہ رہنے والا آگ کا گھر' جسے جہنم کہتے ہیں ہوگا جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔ گویا آخرت میں کفر کی سزا دائمی جہنم کی آگ اور عذاب ہے۔ کیونکہ کفار و مشرکین دنیا میں جیتے جی ہمیشہ کفر پر قائم رہے اس لئے آخرت میں ان کی سزا بھی یہی ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ ہی کے لئے رہیں۔

غیر مسلم متعصبین کے اعتراض کا جواب

بعض غیر مسلم از روئے عناد و تعصب اسلام و قرآن پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کافر کو دائمی عذاب ایک طرح کا ظلم ہے۔ اس کے ہمارے علمائے محققین نے کئی نہایت کافی وشافی جواب دیئے ہیں۔

مرشدنا حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ نے اپنے مواعظ میں اس الزام اور شبہ کے نہایت مدلل جوابات بیان فرمائے ہیں۔ ایک جواب تو اپنے وعظ میں یہ فرمایا کہ کافر کو جو ابدی عذاب ہے اس میں کوئی ظلم نہیں کیونکہ کافر اللہ تعالیٰ کی ہر ہر صفت کے حقوق ضائع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات لامتناہی ہیں اور خود ہر صفت کے حقوق بھی غیر متناہی ہیں۔ تو چاہیے تو یہ تھا کہ ہر صفت کے انکار پر لامتناہی سزا ہوتی اور پھر

ہر صفت کے حقوق پر اسی طرح غیر متناہی سزا ہوتی۔ پھر زیادتی کہاں ہوئی۔ بلکہ ایک معنیٰ کے کمی ہے۔ بغاوت کی سزا قید دائمی ہی ہوتی ہے جس کا دوام حکام ظاہری کے اختیار میں ہے یعنی تاحیات وہ اپنے باغیوں کے لئے سزا مقرر کرتے ہیں اور جس قسم کا دوام احکم الحٰکمین کے اختیار میں ہے وہ اپنے باغیوں کے واسطے تجویز فرمائیں گے۔ اس میں ظلم وزیادتی کچھ بھی نہیں بلکہ عین عدل ہے۔ (مجادلات معدلت ۲)

بدترین مخلوق

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ معاملہ کفر میں خواہ اہل کتاب ہوں۔ یا مشرکین بت پرست و آتش پرست یا دوسرے لوگ سب برابر ہیں۔ اوران کی سزا ہمیشہ کے لئے نار جہنم ہے۔ آگے ان کفار کے متعلق بتلایا گیا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ یعنی یہ لوگ اللہ کی نظر میں اس کی ساری مخلوقات میں بدترین مخلوق ہیں۔ یوں تو مخلوق ہونے کے اعتبار سے انسان کا درجہ بہت اونچا ہے لیکن اگر یہ انسان اس عقل وفہم اور سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی قوت سے کام نہ لے جو اس کو عطا کی گئی ہے اور اپنی آزادی اور اختیار کا غلط استعمال کر کے اللہ کے حکموں کو نہ مانے اور ان کے مقابلہ میں بغاوت، سرکشی اور انکار کی روش اختیار کرے اسی کا دیا ہوا کھائے اور اسی کے آگے اکڑے تو یقیناً اس کا مقام کیڑے مکوڑے اور بے سمجھ جانوروں سے بھی زیادہ نیچا ہونا چاہیے۔ ارے سور اور کتے بھی اپنے آقا و مالک کو پہچانتے ہیں اور اپنے آقاؤں کی نمک حرامی اور ان سے بے وفائی نہیں کرتے تو یہ کفار ان جانوروں سے بھی بدتر ہیں کہ عقل وفہم اور ادراک کے باوجود اپنے خالق، رازق اور مالک کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس کے احکام کو نہیں مانتے۔

بہترین خلائق

یہ تو کفار انسانوں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا۔ اب رہے ان کے مقابلہ میں وہ لوگ جو اللہ کی دی ہوئی سمجھ بوجھ سے کام لیں اور احکام الٰہیہ پر ایمان لائیں اور رضائے الٰہی کے آگے سر تسلیم خم رکھیں اور جن باتوں کے ماننے اور کرنے کا مطالبہ ان سے کیا گیا ہے انہیں مانیں اور کریں اور جن باتوں کے نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے باز رہیں ان کے متعلق ارشاد فرمایا گیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۝ جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ ۝ یعنی یہ لوگ یقیناً بہترین مخلوقات ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اس آنے والی زندگی میں نعمتیں ہی نعمتیں ہیں۔ خدائے مہربان ان کو ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا بہترین صلہ عطا فرمائے گا۔ ان کو باغات عنایت ہوں گے جن میں وہ راحت ومسرت سے زندگی بسر کریں گے۔ ان باغات میں نہریں بھی جاری ہوں گی چونکہ وہ تازیست ایمان اور اعمال صالحہ پر قائم رہے اس لئے وہ بھی ان آخرت کے باغات میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دنیا میں اطاعت وفرمانبرداری پر ان سے خوش ہوگا اور اپنے انعامات واکرامات سے اتنا نوازے گا کہ ان کی مسرت کی بھی انتہا نہ ہوگی۔ اخیر میں پھر یہ بتلا کر سورۃ کو ختم فرمایا گیا کہ یہ آخرت کا عیش وآرام اور یہ کامیابی اور مسرت اور یہ انعامات واکرامات انہیں کو عنایت ہوں گے جو دنیا میں اپنے پروردگار سے ڈرتا ہوگا۔ اپنے رب کی ناخوشی سے بچتا ہوگا اور اپنے رب سے ڈر کر کوئی کام ایسا نہ کرتا ہوگا کہ جو اس کے رب کو ناپسند ہو۔

خشیت الٰہیہ اور اس کے ثمرات

یہاں سورۃ کے اخیر میں جو **ذلک لمن خشی ربہ** فرمایا یعنی آخرت میں جنت کی ابدالآباد والی نعمتیں اور راحتیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اس شخص کیلئے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہو۔ تو اس جملہ سے معلوم ہوا کہ تمام کمالات دینی اور آخرت کی نعمتوں کا دارومدار خشیت اللہ پر ہے۔ اور خشیت اس خوف وڈر کو نہیں کہا جاتا جو کسی دشمن یا درندے، شیر وبھیڑیئے یا موذی جانور سانپ، بچھو سے طبعاً ہوتا ہے بلکہ خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جو کسی کی انتہائی عظمت وجلال وبزرگی و بڑائی کی وجہ سے پیدا ہو جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر کام ہر حال اور ہر آن میں اس کی خوشنودی اور رضا جوئی کی فکر کرتا ہے اور ناراضگی اور خفگی کے شبہ اور وہم وگمان سے بھی بچتا ہے۔ یہی خشیت وہ چیز ہے جو انسان کو حق تعالیٰ کا عبد کامل اور مقبول بنانے والی ہے۔ حق تعالیٰ ہمیں بھی اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرمائیں کہ ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے باز رہیں اور

مولائے کریم کی رضا جوئی کی ہمیشہ فکر میں رہیں۔ آمین۔

سورۃ البینۃ کی فضیلت

یہ سورۃ اپنے مضامین کے اعتبار سے نہایت ہی بلند پایہ ہے اور اس سورۃ سے متعلق امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح مسلم شریف میں ایک باب یہ قائم کیا ہے ''افضل کا اپنے سے کم مرتبہ والے کے سامنے قرآن کریم پڑھنے کا استحباب'' اور اس باب میں ایک حدیث حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا پڑھوں۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ تو حضرت ابی بن کعبؓ یہ سن کر رونے لگے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ سن کر حضرت ابی بن کعبؓ پر بے قراری کے ساتھ گریہ طاری ہوگیا اور زبان سے یہ کلمات نکلے۔ وقد ذکرت عند رب العلمین (اچھا میرا نام لیا گیا اور ذکر ہوا رب العالمین کی بارگاہ میں) اس روایت سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ حق تعالیٰ جل وعلیٰ کی بارگاہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی محبوبیت اور مقبولیت کس درجہ تھی۔

خلاصہ

اس سورت میں تین امور سے بحث کی گئی ہے:

اہل کتاب کا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں موقف' یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کر رہے تھے لیکن ان کا خیال یہ تھا کہ آخری نبی بنی اسرائیل میں سے ہوگا لیکن جب ایسا نہ ہوا تو انہوں نے آپ کی نبوت کو جھٹلا دیا' اس سورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بینہ اور واضح حجت اور دلیل قرار دیا گیا ہے۔ اس میں شک ہی کیا ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی خود ایک بہت بڑا معجزہ اور حق وصداقت کی واضح دلیل تھی' زنا' شراب نوشی' قتل وغارت گری' بت پرستی اور ڈاکہ زنی کے ماحول میں چالیس سال گذارے' کسی جنگل اور خلوت خانہ میں نہیں' گلی کوچوں اور سوسائٹی میں فعال کردار ادا کرتے ہوئے گذارے لیکن سیرت کے دامن پر نجاست کا کوئی خفیف ترین دھبہ بھی نہ تھا' کسی بدترین دشمن کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ آپ کے کردار پر انگلی اٹھا سکتا۔

یہ سورت دین وایمان کی بنیاد کی نشاندہی کرتی ہے اور وہ ہے اخلاص' کوئی عمل بغیر ایمان کے اور ایمان بغیر اخلاص کے معتبر نہیں' ہر نبی نے اپنی امت کو اس بنیاد کی دعوت دی۔

یہ سورت اشقیاء اور سعداء یعنی کافروں اور مؤمنوں دونوں کا انجام بیان کرتی ہے۔

سورۃ البینہ کے خواص

۱..... اگر کسی کو یرقان کا مرض ہو تو سورۃ البینہ لکھ کر گلے میں پہنے۔ ان شاء اللہ صحت ہو جائے گی۔

۲..... اگر کسی کا جسم پورا متورم ہو جائے یا کوئی ایک حصہ پر ورم ہو تو سورۃ البینہ لکھ کر گلے میں پہنے' ان شاء اللہ ورم اتر جائے گی۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اس زندگی میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے کہ آپ ہم سے راضی ہو جائیں اور اپنے کرم سے ہم کو اپنے ان بندوں میں شامل فرما لے کہ جو آخرت میں آپ کے انعامات واکرامات سے نوازے جائیں گے۔ اور آپ کی رضا کے مقام جنت میں جن کا ٹھکانہ ہوگا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ﴿١﴾ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ﴿٢﴾ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ﴿٣﴾

جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاوے گی۔ اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی ۔اور آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ﴿٤﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۗ﴿٥﴾ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ

اُس روز زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی ۔اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا۔اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہوکر واپس ہوں گے

اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۗ﴿٦﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۗ﴿٧﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ

تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں۔سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔اور جو شخص

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿٨﴾

ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔

اِذَا جب	زُلْزِلَتِ ہلا ڈالی جائے	الْاَرْضُ زمین	زِلْزَالَهَا اس کا زلزلہ	وَاَخْرَجَتِ اور باہر نکال ڈالے	الْاَرْضُ زمین	اَثْقَالَهَا اپنے بوجھ	
وَقَالَ اور کہے گا	الْاِنْسَانُ انسان	مَا لَهَا اسے کیا ہوگیا؟	يَوْمَئِذٍ اس دن	تُحَدِّثُ بیان کریگی	اَخْبَارَهَا اپنی خبریں حالات	بِاَنَّ کیونکہ	
رَبَّكَ تیرا رب	اَوْحٰى حکم بھیجا	لَهَا اسکو	يَوْمَئِذٍ اس دن	يَصْدُرُ باہر نکلیں گے	النَّاسُ لوگ	اَشْتَاتًا گروہ در گروہ	لِيُرَوْا تاکہ دکھائے
اَعْمَالَهُمْ انکے عمل (جمع)	فَمَنْ پس۔جس	يَعْمَلْ کی ہوگی	مِثْقَالَ برابر	ذَرَّةٍ ایک ذرہ	خَيْرًا نیکی	يَرَهٗ اسکو دیکھے گا	وَمَنْ اور جس
يَعْمَلْ کی ہوگی	مِثْقَالَ برابر	ذَرَّةٍ ایک ذرہ	شَرًّا برائی	يَرَهٗ اس کو دیکھے گا			

وجہ تسمیہ اور زمانۂ نزول

اس سورۃ کی ابتداء اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا سے ہوئی ہے یعنی جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاویگی۔اسی سے سورۃ کا نام زلزلت یا زلزال ہے جس میں قیامت کے دن میں زلزلہ عظیم واقع ہونے کی خبر ہے۔اس سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔

سورۃ کی فضیلت

ترمذی کی ایک حدیث میں حضرت انسؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا زُلْزِلَتِ نصف قرآن کے برابر ہے۔اور قل ھو اللہ احد ایک تہائی قرآن کے برابر ہے اور قل یا ایھا الکفرون ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور ترمذی کی ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اذازلزلت چوتھائی قرآن ہے۔امام جزریؒ نے لکھا ہے کہ چوتھائی قرآن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں چار چیزیں ہیں یعنی چار چیزوں کا بیان ہے۔زندگی' موت' حشر حساب اور اس سورۃ میں صرف حساب کا بیان ہے اور اس کو نصف قرآن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں احوال دنیا کا بھی بیان ہے اور احوال آخرت کا بھی اور اس سورۃ میں صرف احوال آخرت کا بیان ہے۔لہذا یہ سورۃ ایک حیثیت سے نصف قرآن ہے اور دوسری حیثیت سے چہارم قرآن ایک روایت میں ہے کہ منکرین قیامت پوچھتے تھے کہ قیامت آخر کب آئے گی۔

اس سوال کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اور ایک پہر رات گزری تھی کہ اس کا نزول ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کا انتظار نہ فرمایا اسی وقت گھر سے باہر تشریف لائے اور اس کی تعلیم فرمائی۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس کی آخری آیات گویا پورے کلام اللہ کا خلاصہ اور تمام احکام شریعت کی جامع ہیں۔

قیامت کا زلزلہ

اس سورۃ میں قیامت کے تہلکہ خیز زلزلہ کا ذکر فرما کر آخرت میں ملنے والی جزا و سزا کا حال بتلایا گیا ہے۔ قیامت کی اصل حقیقت کیا ہوگی؟ اس کا ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا تو اس لئے ممکن نہیں کہ اب تک انسانی تجربہ میں ایسا کوئی واقعہ آیا ہی نہیں ہے جس کو مثال بنا کر وہ اس ہونے والے واقعہ کو سمجھ سکے۔ اس لئے اس واقعہ کو سمجھانے کے لئے ان باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے انسان واقف ہے چنانچہ قیامت کے کتنے ہی مناظر قرآن پاک میں پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک شکل وہ بھی ہے جسے ہم ایک شدید زلزلہ سے سمجھ سکتے ہیں۔ جس میں زمین اچانک ہلنے لگتی ہے اور اس کی وجہ سے طرح طرح کی تباہی آتی ہے۔ مکان گرتے ہیں۔ زمین پھٹ جاتی ہے پہاڑ گرنے لگتے ہیں اس سورۃ میں اسی شکل کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا جب زمین ایک سخت زلزلہ سے ہلا دی جائے گی یہ کیفیت پہلا صور پھونکنے کے وقت ہوگی۔ ہر جان دار ہلاک ہو جائے گا اور معلوم نہیں کب تک دنیا اسی حالت میں رہے گی۔ اس کے بعد پھر دوسری مرتبہ صور پھونکنے کا حکم ہوگا جب کہ تمام انسان زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اسی کو فرمایا گیا وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا اور زمین اپنا بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔ یعنی زمین کے طبقات میں جس قدر بھی بوجھل چیزیں ہیں۔ مثلاً خزانے سونے چاندی یا ہیرے جواہرات کی کانیں۔ اور مردے وغیرہ سب کچھ باہر نکل پڑے گا۔

انسان کی حیرت

اس وقت زندہ ہو کر کھڑا ہونے والا انسان متعجب اور متحیر ہو کر کہے گا۔ وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا کہ زمین کو کیا ہو گیا؟ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں انسان سے کافر انسان مراد ہے چونکہ اس کو قبروں سے اٹھنے کی امید ہی نہ ہوگی اس لئے قبر سے اٹھنے کے وقت وہ یہ بات کہے گا اور مومن کہے گا یہ وہی ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔ الغرض زندہ ہونے والا انسان حیرت زدہ ہو کر کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہو گیا کہ اس نے اپنے اندر کی تمام چیزیں یکدم باہر نکال پھینکیں۔

زمین سب حالات بیان کرے گی

آگے بتلایا گیا یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا اس روز زمین اپنی سب خبریں بیان کرنے لگے گی جو اس پر گزرے ہوں گے۔ یعنی بنی آدم نے جو برے بھلے کام اس کے اوپر کئے تھے سب ظاہر کر دے گی۔ مثلاً زمین کہے گی کہ فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی فلاں نے چوری کی تھی۔ فلاں نے خون ناحق کیا تھا وغیر ذلک۔ گویا آج کل کی زبان میں یوں سمجھو کہ جس قدر اعمال زمین پر کئے جاتے ہیں زمین میں ان سب کے ریکارڈ موجود رہتے ہیں۔ اس طرح انسان کی تمام حرکتوں کا ایک مکمل ریکارڈ پیش کر دیا جائے گا۔

زمین کیسے بولے گی؟

رہی یہ بات کہ زمین یہ کام کس طرح کرے گی؟ تو اس کا جواب بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا میں دے دیا گیا۔ یعنی اس زمین کو اس کے رب کی طرف سے یہی حکم ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ کا اس کو یہ حکم ہوگا کہ وہ اپنی سرگزشت بیان کرے تو یقیناً ایسا کرے گی۔ جو اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق اور سب کچھ کر سکنے والا تسلیم کرتے ہیں انہیں تو اس میں کوئی اشکال پیدا ہی نہیں ہو سکتا مگر جو عقل کے پجاری ہیں وہ سمجھیں کہ انسان کی زبان جو گویائی کا آلہ ہے ایک گوشت کا ٹکڑا ہے خدا تعالیٰ نے اس میں قوت گویائی رکھ دی جس کے لئے چاہا اور جس کے لئے نہ چاہا وہ باوجود زبان کے گونگا رہا۔ اسی طرح اگر خدا چاہے تو یہی قوت گویائی انسان کے کسی دوسرے حصہ میں رکھ دے تو وہ بھی اسی طرح بولنے لگے۔ دیکھنے کی قوت آنکھ میں رکھ دی ہے۔ سونگھنے کی ناک میں اور ٹٹولنے کی تمام جسم میں۔ اگر وہ چاہے تو ایک قوت کو دوسری جگہ رکھ دے یا تمام بدن کو کل قوتوں کا محل بنا دے اور ہر جگہ سے دیکھنے سننے اور ٹٹولنے لگے۔ چنانچہ قیامت کے دن جسم انسانی کے سب اعضاء کو قوت گویائی عطا ہوگی۔ اسی طرح قیامت میں زمین کو بھی قوت گویائی عطا

ہوگی۔ یہ کوئی مشکل یا عجیب یا خلاف عقل بات نہیں اور اب آج کل کے سائنسی دور میں جب کہ ایسی ایسی اختراعات اور ایجادات ہورہی ہیں جن کا امکان کچھ عرصہ قبل بالکل خلاف عقل سمجھا جاتا تھا مگر اب وہ بالکل معمولی باتیں خیال کی جاتی ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ عقل انسانی نے ان کا مشاہدہ کرلیا ہے۔ لہٰذا کسی شے کا عدم مشاہدہ اس کے عدم وجود پر دلالت نہیں کرسکتا۔ آج کل کے سائنس دان یہ بات کہتے ہیں کہ انسان جو کچھ بولتا ہے اور وہ جو کچھ حرکات کرتا ہے اس کا اثر لہروں کی شکل میں فضا میں باقی رہتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہم کسی وقت ان لہروں کو پھر آواز کی شکل میں تبدیل کرلیں اور اپنے کانوں سے اسے سن سکیں۔

آگے اسی یوم قیامت کے بارہ میں بتلایا جاتا ہے۔ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہوکر واپس ہوں گے تاکہ اپنے اعمال کے ثمرات کو دیکھ لیں یعنی اس روز لوگ مختلف حالات میں دربار عدالت خداوندی سے حساب وکتاب سے فارغ ہوکر لوٹیں گے۔ کوئی تو خوشی خوشی جنت کی راہ لیں گے اور ہمیشہ کے لئے آرام وراحت کے مزے لیں گے اور کوئی واصل جہنم ہوں گے تاکہ اپنے معاصی کی سزا بھگتیں۔

عمل کا ذرہ ذرہ سامنے آئے گا

اس حقیقت کو بیان کردینے کے بعد آخر میں تنبیہ کے طور پر انسان کو یہ بات بتا دی گئی۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۞ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۞ سو جو شخص دنیا میں ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اس کو وہاں بچشم خود دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ذرا برابر بھی بدی کرے گا وہ بھی اُس کو وہاں بچشم خود دیکھ لے گا یعنی اے انسان تو اس دھوکہ میں مت رہنا کہ تو اس دنیا میں جیسی چاہے من مانی زندگی گزارے اس کا کوئی اثر تمہاری آئندہ زندگی پر نہیں پڑتا ایسا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے چھوٹے سے چھوٹے کام بھی تمہارے لئے اچھے یا برے نتیجوں کا سبب بنتے ہیں۔ ہر شخص کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اس کا کوئی کام اکارت نہیں جائے گا۔ ذرہ برابر نیکی کا پھل بھی اس کے سامنے آئے گا اور ذرہ برابر برائی کا نتیجہ بھی اسے بھگتنا پڑے گا۔

خلاصہ: یہ سورت دو مقاصد پر مشتمل ہے۔

اس میں اس زلزلے کی خبر دی گئی ہے جو قیامت سے پہلے واقع ہوگا اور سارے انسان اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور زمین انسان کے اعمال پر گواہی دے گی۔

لوگ حساب وکتاب کیلئے اللہ کے سامنے پیش ہوں گے پھر ان کے اعمال کے مطابق انہیں دو قسموں میں تقسیم کیا جائے گا، بعض شقی ہوں گے اور بعض سعید اور ان میں سے ہر ایک اپنے چھوٹے بڑے اعمال کی جزا دیکھ لے گا۔

سورۃ الزلزال کے خواص

١..... حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو اس سورۃ کو اپنی نماز میں سورۃ الزلزال کو کثرت سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے زمین کے خزانوں کو کھول دیں گے۔

٢..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو آدمی اپنی نمازوں میں سورۃ الزلزال کو کثرت سے پڑھے گا اس کو اللہ تعالیٰ ہر خوف سے امن عطا فرمائینگے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ قیامت وآخرت پر ہم کو ایسا یقین کامل نصیب فرمائیں کہ جو ہم آخرت سے کبھی غافل نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں ان تمام نیکیوں کی توفیق عطا فرمائیں کہ جو آخرت میں ہمارے کام آئیں۔ اور ان تمام برائیوں سے ہمیں بچالیں کہ جو آخرت میں پکڑ وسزا کا باعث ہوں۔ ہم سے جو برائیاں اب تک صادر ہوچکی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف کردیں اور ہمارے اعمالنامہ سے ان کو محو فرمادیں تاکہ ہم کو انہیں قیامت میں دیکھنا نہ پڑے اور جو نیکیاں ہم سے اللہ کی توفیق وتائید سے ہوگئی ہیں ان کو تا قیامت ہمارے اعمال نامہ میں ثبت فرمادیں۔ اور آخرت میں باعث اجر وثواب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اِحْدٰى عَشَرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴿١﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ﴿٢﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ﴿٣﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴿٤﴾

قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ پھر صبح کے وقت تاخت وتاراج کرتے ہیں۔ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿٥﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ﴿٦﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ﴿٧﴾ وَاِنَّهٗ

پھر اس وقت جماعت میں جا گھستے ہیں۔ بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر گزار ہے۔ اور اس کو خود بھی اسکی خبر ہے۔ اور وہ

لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴿٨﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ﴿٩﴾ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ﴿١٠﴾

مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے۔ کیا اُس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کئے جاویں گے جتنے مُردے قبروں میں ہیں۔ اور آشکارا ہو جاوے گا جو کچھ دلوں میں ہے۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿١١﴾

بے شک ان کا پروردگار ان کے حال سے اُس روز پورا آگاہ ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی	ضَبْحًا ہانپنے والے	فَالْمُوْرِيٰتِ چنگاریاں اڑانے والے	قَدْحًا سُم جھاڑکر	فَالْمُغِيْرٰتِ غارت گری کرنیوالے					
صُبْحًا صبح کو	فَاَثَرْنَ پھر اڑائیں	بِهٖ اس سے	نَقْعًا گرد اڑاتے	فَوَسَطْنَ پھر جا گھسیں	بِهٖ اس وقت	جَمْعًا جماعت (فوج)	اِنَّ بیشک		
الْاِنْسَانَ انسان	لِرَبِّهٖ اپنے رب کا	لَكَنُوْدٌ ناشکرا	وَ اور	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَلٰى پر	ذٰلِكَ اس	لَشَهِيْدٌ گواہ	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	لِحُبِّ محبت میں
الْخَيْرِ مال ودولت	لَشَدِيْدٌ البتہ سخت	اَفَلَا پس کیا نہیں	يَعْلَمُ وہ جانتا	اِذَا جب	بُعْثِرَ اٹھائے جائینگے	مَا جو	فِي میں	الْقُبُوْرِ قبروں	
وَحُصِّلَ اور سامنے آجائے گا	مَا جو	فِي میں	الصُّدُوْرِ سینے دل	اِنَّ بیشک	رَبَّهُمْ انکا رب	بِهِمْ ان سے	يَوْمَئِذٍ اس دن	لَخَبِيْرٌ خوب باخبر	

وجہ تسمیہ، مقام نزول اور موضوع

اس سورۃ کی ابتدا ہی وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا سے ہوئی ہے۔ عدیت جمع ہے۔ عادیۃ کی جس کے معنی ہیں تیز دوڑنے والے گھوڑے۔ چونکہ اس سورۃ میں عادیات یعنی جنگ کے تیز دوڑنے والے گھوڑے کی وفاداری اور جانثاری کا ذکر فرمایا گیا ہے اس لئے اسی لفظ عادیات کو سورۃ کا نام قرار دیا گیا۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

مجاہدین کے گھوڑوں کی پانچ صفات کی قسمیں

اس سورۃ کی ابتداء بھی قسمیہ کلام سے فرمائی جاتی ہے۔ عرب چونکہ لڑائی اور جنگ کے دلدادہ تھے اس لئے عربوں کی زندگی میں نزول قرآن کے وقت گھوڑے کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اس لئے انہیں بات سمجھانے کے لئے جنگی گھوڑوں کی مثال سے کام لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے جانوروں میں ایسی خصلت رکھ دی ہے جو انسان کے لئے بھی پسندیدہ خصلت مانی جاتی ہے۔ تو یہاں گھوڑے کی پانچ صفات کا ذکر کیا گیا اور ان کی قسم کھائی گئی۔

پہلی صفت فرمائی وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں یعنی گھوڑا اپنے مالک کا کیسا وفادار خادم ہوتا ہے کہ اس کے اشارہ پر بے تحاشا دوڑتا ہے اور دوڑتے ہوئے ان کے پیٹوں سے ہانپنے کی آواز آتی ہے۔

دوسری صفت فرمائی۔ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا قسم ہے ان گھوڑوں کی جو

پتھروں پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ یعنی یہ گھوڑے اس قدر قوی اور تیز رو ہیں کہ جب پتھریلی زمین پر دوڑتے ہیں تو پتھروں پر ان کے ٹاپ اس زور سے پڑتے ہیں کہ ان سے آگ نکلتی ہے۔ گھوڑے کے سموں میں جو آہنی نعل لگے ہوتے ہیں تو پہاڑوں اور پتھریلی زمین میں دوڑنے سے ان کے نعل جو زمین میں لگتے ہیں تو شعلہ یا چنگاریاں نکلتی ہیں۔

تیسری صفت فرمائی فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا قسم ہے ان گھوڑوں کی کہ غارت کرتے ہیں صبح کے وقت۔ عرب میں اکثر عادت صبح کے وقت حملہ کرنے کی تھی۔ رات کو چل کر صبح ہی صبح جبکہ اعداء خواب غفلت میں پڑے ہوتے دفعۃً حملہ کرتے اور مال واسباب ان کا لوٹ لیتے۔

چوتھی صفت فرمائی فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا قسم ہے ان گھوڑوں کی جو اس وقت غبار اڑاتے ہیں یعنی ایسی تیزی اور قوت سے دوڑنے والے کہ صبح کے وقت جب کہ رات کی سردی اور شبنم کی رطوبت سے گرد وغبار دبا رہتا ہے۔ ان کی ٹاپوں سے اس وقت بھی گرد وغبار اڑتا ہے اور وہ دشمنوں کی صفوں میں جا گھستے ہیں۔

پانچویں صفت فرمائی فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا قسم ہے ان گھوڑوں کی جو اس وقت دشمنوں کی جماعت میں جا گھستے ہیں۔ یعنی اس وقت بے خوف وخطر دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔

ناشکرا انسان اور اس کی صفات

ان پانچ قسموں کے بعد بطور جواب قسم جو بات فرمائی گئی وہ إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ہے (بے شک آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے) یہاں انسان سے مراد کافر انسان ہے جس کی توجہ ان گھوڑوں کی طرف دلائی جاتی ہے۔ جو اپنے مالک کے کس قدر مطیع ہوتے ہیں۔ خاص کر میدان جنگ میں تو اپنے آقا کی خاطر جان پر کھیل جاتے ہیں۔ اپنے مالک سوار کے اشارہ پر چلتا ہے۔ دوڑتا ہے ہانپتا ہوا۔ ٹاپیں مارتا اور غبار اڑاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے۔ تلواروں اور نیزوں اور برچھوں کے سامنے پڑ کر منہ نہیں پھیرتا بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ ایک گھوڑا جس کا مالک گھاس وچارہ اور تھوڑا سا دانہ پانی کھلاتا پلاتا ہے وہ اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے اور کس قدر فرض شناسی سے کام لیتا ہے مگر یہ کافر انسان جس کو اس کے مالک حقیقی نے بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا۔ جو اس مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی دن رات کھاتا پیتا ہے۔ جس کی راحت وآرام کے لئے طرح طرح کے سامان اس کے منعم ومحسن حقیقی نے مہیا کئے۔ جس کو اس کے مالک حقیقی نے فہم وفراست علم وعقل اور نیک وبد میں تمیز کا مادہ عنایت فرمایا لیکن پھر بھی وہ اپنے مالک حقیقی کی اطاعت سے گریز کرتا ہے۔ اپنے فرض منصبی کو فراموش کئے ہوئے ہے۔ اپنے منعم حقیقی کی ناشکر گزاری کرتا ہے۔ بیشک یہ کافر انسان بڑا ناشکرا اور بڑا نالائق ہے۔ کہ ایک جانور گھوڑے کے برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔ اس کی حالت تو حیوانوں سے بھی بدرجہا بدتر ہے۔

اسی کافر انسان کے متعلق آگے فرمایا گیا وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے یعنی انسان خود اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے۔ اگر یہ اپنے ضمیر کی آواز کی طرف متوجہ ہو تو سن لے کہ اندر سے خود اس کا دل کہہ رہا ہے کہ تو بڑا ناشکرا ہے۔ ایسے ناشکرے انسان کی حالت آگے بتلائی گئی۔ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے یعنی لالچ، حرص وطمع، بخل وامساک نے جو اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اس کو اندھا بنا رکھا ہے۔ دنیا کے زر ومال کی محبت میں اس قدر غرق ہے کہ منعم حقیقی کو بھی فراموش کر بیٹھا اور نہیں سمجھتا کہ آگے چل کر اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔

قبر وحشر کو سامنے رکھو

سورۃ کے اخیر میں ایسے احسان فراموش اور ناشکر گزار انسان کو جتلایا گیا أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ یعنی وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ جب قیامت کے دن سب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور مردہ جسم قبروں سے نکل کر زندہ کھڑے کئے جاویں گے اور دونوں میں جو چیزیں چھپی ہوئی ہیں سب کھول کر رکھ دی جائیں گی۔ اس وقت ان اعمال بد اور عقائد فاسدہ کی سزا دی جائے گی اس وقت دیکھیں یہ مال

کہاں تک کام دے گا اور نالائق ناشکرا انسان کہاں چھوٹ کر جائے گا اور ہر چند کہ اللہ کا علم ہر وقت بندے کے ظاہر و باطن پر محیط ہے اور بندہ کی ہر حرکت و سکون سے ہر وقت آگاہ ہے لیکن اس روز اس کا علم ہر شخص پر ظاہر ہو جائے گا اور کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے گی۔

خلاصہ

اس سورت میں تین اہم مضامین بیان ہوئے ہیں:

مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم کھا کر فرمایا گیا کہ انسان بڑا ناشکرا ہے اور اس کے ناشکرا ہونے پر خود اس کے اعمال گواہ ہیں۔ گھوڑا اپنے مالک کا وفادار ثابت ہوتا ہے اسے خوش کرنے کیلئے تیروں کی بارش اور کوندتی تلواروں میں گھس جاتا ہے مگر ہائے رے انسان کہ یہ اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود اپنے مالکِ حقیقی سے بے وفائی کرتا ہے۔

انسان کی فطرت اور طبیعت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے اس کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو دوسری تلاش کرتا ہے اور دوسری ہو تو تیسری تلاش کرتا ہے اور اس کے منہ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

انسان کو ان اعمال صالح پر برانگیختہ کیا گیا ہے جو اسے اس وقت فائدہ دیں گے جب اسے حساب و جزا کیلئے پیش کیا جائے گا اور بندوں کے سینوں میں جو راز ہیں آشکارا کر دیئے جائیں گے۔

سورۃ العادیات کا خلاصہ

١...... جو آدمی اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ ہر خوف سے محفوظ رہے گا۔

٢...... جو آدمی اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا اس کے لئے رزق آسان ہو جائے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو انسان بنایا اور پھر انسان بنا کر اسلام اور ایمان کی دولت سے نوازا۔

یا اللہ قیامت و آخرت کا یقین کامل ہی ہم کو معصیت اور گناہوں سے روک سکتا ہے آج ہم جو نافرمانی میں بے باک ہو گئے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ آخرت کی جزا و سزا کا خیال دل سے نکل گیا ہے۔ یا اللہ ہمیں آخرت کی ایسی یاد اور دھیان عطا فرما دے جو ہمیں آپ کا فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھے اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔ آمین۔

یَااللّٰہ میں نے عجب کیا ہو' ریاکاری کی ہو' کوئی آخرت کا عمل شہوت کی نیت سے کیا ہو' کینہ' حسد' تکبر' اسراف' کذب' غیبت' خیانت' چوری' اپنے اوپر اترانا' دوسرے کو ذلیل کرنا یا اس کو حقیر سمجھ کر یا حمیت و عصبیت میں آکر بے جا سخاوت' ظلم' لہو ولعب' چغلی یا اور کوئی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو جس کے سبب میں ہلاکت میں آ گیا ہوں' الٰہی! مجھے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ۙ مَا الْقَارِعَةُ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۗ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ

وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔کیسی ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔اور آپکو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔جس روز آدمی پریشان پروانوں

الْمَبْثُوْثِ ۙ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۗ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ

کی طرح ہوجاویں گے۔اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہوجاویں گے۔پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا۔وہ تو

فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۗ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۗ وَمَآ اَدْرٰىكَ

خاطر خواہ آرام میں رہیں گے۔اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا۔ اُس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔اور آپ کو کچھ معلوم ہے

مَا هِيَهْ ۗ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝١١

کہ وہ کیا چیز ہے۔ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

اَلْقَارِعَةُ کھڑکھڑانے والی	مَا الْقَارِعَةُ کیا ہے کھڑکھڑانے والی	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ تم سمجھے	مَا الْقَارِعَةُ کیا ہے کھڑکھڑانے والی	يَوْمَ جس دن		
يَكُوْنُ ہوں گے	النَّاسُ لوگ	كَالْفَرَاشِ پروانوں کی طرح	الْمَبْثُوْثِ بکھرے ہوئے	وَتَكُوْنُ اور ہوں گے	الْجِبَالُ پہاڑ	كَالْعِهْنِ رنگین اون کی مانند	
الْمَنْفُوْشِ دھنکی ہوئی	فَاَمَّا پس جو	مَنْ جو	ثَقُلَتْ بھاری ہوئے	مَوَازِيْنُهٗ اس کے وزن	فَهُوَ سو وہ	فِيْ میں	عِيْشَةٍ عیش و آرام
رَّاضِيَةٍ پسندیدہ	وَاَمَّا اور جو	مَنْ جو	خَفَّتْ ہلکے ہوئے	مَوَازِيْنُهٗ ان کے وزن	فَاُمُّهٗ تو اس کا ٹھکانہ	هَاوِيَةٌ ہاویہ	وَمَآ اَدْرٰىكَ اور تم کیا سمجھے
مَا هِيَهْ کیا ہے وہ؟	نَارٌ آگ	حَامِيَةٌ دہکتی ہوئی					

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول وغیرہ

اس سورۃ کی ابتداء ہی لفظ اَلْقَارِعَةُ سے ہوئی ہے۔قارعة کے معنی ہیں اچانک آ جانے والی مصیبت۔ کھڑکھڑانے والا حادثہ۔ یہاں القارعة سے مراد حادثہ قیامت ہے چونکہ قیامت بھی اچانک اور ناگہاں آجانے والی مصیبت اور حادثہ عظیم ہے اسی لئے اس کو القارعة کہا گیا۔اور اسی لفظ سے سورۃ کو موسوم کیا گیا۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔

تمہیں معلوم ہے قیامت کیا ہے؟

قرآن کریم کا ایک انداز بیان یہ بھی ہے کہ جب کسی بات پر زور دینا ہوتا ہے تو اسے پہلے سوالیہ انداز میں سامنے رکھا جاتا ہے اور پھر خود ہی جواب دے دیا جاتا ہے۔اس طرح ایک سادہ جملہ کے مقابلہ میں بات کہیں زیادہ موثر ہو جاتی ہے۔اور پڑھنے والے یا سننے والے کے ذہن پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ قیامت جو ایک انتہائی ہولناک وقت ہوگا اس کے بارہ میں ابتدائی تین آیات اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ میں یہی انداز بیان اختیار کیا گیا ہے۔وہ کھڑکھڑانے والی چیز۔وہ کھڑکھڑانے والی چیز؟ وہ کھڑکھڑانے والی کیسی ہے اور آپ کو معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز مراد قیامت ہے جو قلوب کو سخت فزع اور گھبراہٹ سے اور کانوں کو نہایت ہولناک آوازوں سے کھڑکھڑا ڈالے گی۔ مطلب یہ ہے کہ حادثہ قیامت کے اس ہولناک منظر کا کیا بیان ہو بس اس کے بعض آثار آگے بیان کر دیئے

جاتے ہیں جن سے اس کی سختی اور شدت کا قدرے اندازہ ہوسکتا ہے۔

میدان حشر کا ایک منظر

آگے قیامت میں میدان حشر کا ایک منظر بتلایا گیا یَوْمَ یَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ جس دن لوگ میدان حشر میں پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے۔یعنی جیسے برسات کے دنوں میں پتنگے اور کیڑے مکوڑے ڈھیر کے ڈھیر نکل پڑتے ہیں اور دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سارے میدان میں یہی بکھرے ہوئے ہیں۔بس اسی منظر سے ملتا جلتا وہ منظر ہوگا جب تمام انسان دوبارہ جی اٹھیں گے اور ہر طرف ان کے غول کے غول دکھائی دیں گے اور میدان حشر میں پروانوں اور پتنگوں کی طرح حیران و پریشان بکھرے پڑے ہوں گے۔بے قراری اور بے تابی میں ادھر ادھر مارے پھریں گے۔گویا پروانوں کے ساتھ تشبیہ ضعف، کثرت بے تابی اور حیرانی و پریشانی میں ہوئی۔

ایک دوسرا منظر

آگے قیامت کا ایک دوسرا منظر بیان فرمایا وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔یعنی پہاڑ اپنے وزن اور اپنی جسامت کے لحاظ سے انسانی ذہن پر اپنی عظمت اور ہیبت کا ایک اثر ڈالتے ہیں تو یہ بھاری بھرکم وجود بھی قیامت کی ٹوٹ پھوٹ کے اثر سے فضا میں اس طرح اڑتے پھریں گے جیسے دھنی ہوئی اون یا جیسے روئی کو دھنک کر ایک ایک پھاہا کر کے اڑا دیتا ہے۔اور رنگین اون سے اس لئے تشبیہ دی کہ دنیا میں مختلف رنگوں کے پہاڑ ہیں جیسے سنگ مرمر کے پہاڑ سفید ہوتے ہیں اور سنگ سرخ کے پہاڑ سرخ اور سنگ سیاہ کے پہاڑ سیاہ۔یہ پے در پے زلزلہ وغیرہ سے چورا چورا ہو کر فضا میں اڑتے پھریں گے۔انسانوں کو یقیناً قیامت کی ہولناکی اور شدت کا اندازہ اس منظر سے بھی ہوسکتا ہے۔

آخرت کی راحت وعذاب کا مدار

قیامت کی ہولناکی اور آخرت کے انجام کا ذکر جو بار بار قرآن میں آتا ہے اس کی غرض یہی ہے کہ انسان کسی وقت یہ نہ بھولنے پائے کہ اس دنیا کی زندگی کا ایک انجام بھی ہے۔اسے مرکر پھر ایک بار زندہ ہونا ہے اور پھر وہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔اور اس زندگی کی کامیابی کا مدار صرف اس بات پر ہے کہ انسان دنیا کی زندگی میں کیا کما کر ساتھ لے گیا۔یہی بات اخیر کی آیتوں میں دہرائی گئی ہے۔ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔یعنی جس نے دنیا کی زندگی ایمان اور عمل صالح کے ساتھ گزاری ہوگی اور قانون خداوندی کو خضر راہ بنایا ہوگا تو پھر اس کی تول بھاری نکلے گی۔اول تو ایمان کی تول ہی وزن میں بھاری ہوگی پھر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، خیرات کی گراں باری ہوگی۔پھر شہوات ولذات سے صبر، اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت یہ حسنات کے پلے کو اور بھی بھاری بنادے گی۔نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسے لوگ دل پسند زندگانی حیات جاودانی اور ہر طرح کامرانی میں ہوں گے۔یہ جملہ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ بڑا وسیع المعنی جملہ ہے۔آخرت کی تمام نعمتیں جنت اور اس کی راحتیں اور وہاں کی خوشی و سرور اور دیدار الٰہی کی نعمت من مانے عیش اور خاطر خواہ آرام سب عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ میں شامل ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو بھی ان بندوں میں شامل فرمالیں جن کو عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ نصیب ہوگا۔آمین۔

تو یہ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ یعنی من مانا عیش ان کے لئے ہوگا جن کے اعمال ایمان واخلاص کی وجہ سے وزنی ہوں گے اور جن کا نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔باقی رہے وہ جن کا ایمان کا پلہ ہلکا ہوگا۔جنہوں نے اپنی دنیاوی زندگی اپنی خواہشات میں اور لذات وشہوات میں گزاری ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے قوانین سے بغاوت اور نافرمانی کی ہوگی۔جو اپنے کفر ومعاصی پر اڑے رہے اور دنیا پر فریفتہ رہے اور اسی عشق دنیا میں بڑی ثابت قدمی دکھلائی تو آخرت میں ان کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔ہاویہ کے لفظی معنی گڑھے کے ہیں یہاں مراد جہنم کا گڑھا ہے آگے ہاویہ کے متعلق بتلایا جاتا ہے۔وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ اور اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ ہاویہ کیا چیز ہے۔وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔یعنی جو عذاب شدید اس طبقہ میں

ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ سکتا بس اتنا سمجھ لو کہ وہ ایک آگ ہے نہایت گرم دہکتی ہوئی جس کے مقابلہ میں گویا دوسری آگ کو گرم کہنا نہ چاہئے۔ اللھم اعاذنا اللہ منھا ۔اے اللہ آپ اپنے کرم وفضل سے اس ہاویہ کے قرب ہونے سے بھی ہم سب کو بچائیے گا۔

اس سورۃ میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

''وہ کھڑ کھڑانے والی چیز۔کیسی ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز؟ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز مراد قیامت ہے۔جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جاویں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جاویں گے پہاڑ اڑتے پھریں گے پھر وزن اعمال کے بعد جس شخص کا پلہ ایمان کا بھاری ہوگا یعنی وہ مومن ہوگا تو وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا۔یعنی ناجی ہوگا اور جس شخص کا پلہ ایمان کا ہلکا ہوگا یعنی وہ کافر ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ ہاویہ کیا چیز ہے وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔''

آخرت میں اعتقاد واعمال کے لحاظ سے تین گروہ

یہاں ان آیات فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا ان میں مومن اور کافر کا بیان فرمایا گیا ہے۔اور دونوں کا انجام بھی بتلایا گیا ہے قیامت میں پہلے کافر و مومن میں امتیاز کر دیا جائے گا۔کافر تو ابدالآباد کے لئے واصل جہنم ہوں گے پھر مومنین کے حسنات وسیئات کا وزن کیا جائے گا۔اگر حسنات غالب ہوئے تو جنت اور اگر سیئات غالب ہوئے تو اس کا معاملہ مشیت الٰہی پر موقوف ہوگا۔یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو سزا کے لئے دوزخ میں داخل کر دیں گے اور پھر سزا کے بعد مغفرت ہو جائے گی۔یا چاہیں گے تو بغیر سزا گناہ بخش دیں گے اور جنت میں بھیج دیں گے۔اپنی مخصوص رحمت کے سبب یا بوجہ شفاعت۔

یہاں پر ایک تیسرے فریق کا ذکر نہیں کیا گیا اور وہ وہ ہوں گے جن کے نیکی اور بدی کا وزن برابر ہوگا۔یہ اعراف والوں میں سے ہوں گے اور بالآخر وہ بھی جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے۔اصحاب اعراف کا ذکر آٹھویں پارہ سورۃ اعراف میں بیان ہوا ہے۔

اعمال کا وزن ہوگا گنتی نہیں

ان آیات فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ کے تحت علمائے مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان آیات میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آخرت میں انسانوں کے اعمال وزن کئے جائیں گے اور تولے جائیں گے۔ان اعمال کا شمار اور گنتی نہیں کی جائے گی اور نصیحت وہدایت یہاں یہ فرمائی ہے کہ اعمال کا وزن بقدر اخلاص اور مطابقت سنت کے بڑھتا ہے۔چنانچہ جس مومن کے عمل میں اخلاص بھی کامل ہو اور سنت کی مطابقت بھی ہو تو اگر چہ اس کے اعمال تعداد وشمار میں کم ہوں لیکن ان کا وزن اس شخص کے اعمال سے بڑھ جائے گا جس نے تعداد میں نماز روزے صدقہ خیرات حج عمرے وغیرہ تو بہت کئے مگر اخلاص میں کمی رہی یا سنت کی مطابقت میں کمی رہی۔تو معلوم ہوا کہ اعمال میں وزن پیدا کرنے والی دو چیزیں ہیں ایک اخلاص یعنی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کا ہونا اور دوسری چیز سنت کے موافق اور مطابق عمل کا ہونا۔اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے اعمال میں اخلاص اور سنت کی موافقت ومطابقت نصیب فرمائیں۔

خلاصہ

اس سورت میں قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا گیا ہے جب قیامت قائم ہوگی تو نظام کائنات میں بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوں گی جو انسان کو حیران اور ششدر کر دیں گی۔سورت کے اختتام پر بتلایا گیا کہ قیامت کے دن انسان کے اعمال کا وزن ہوگا' کسی کی حسنات زیادہ ہوں گی اور کسی کی سیئات اور انہیں کے اعتبار سے انسان کے انجام کا تعین ہوگا۔

سورۃ القارعۃ کے خواص

ا...جس آدمی کا روزگار تنگی کا شکار ہو تو وہ سورۃ القارعہ کو لکھ کر گلے میں پہنے،رزق فراخ ہو جائے گا۔

۲...جو آدمی روزانہ سورۃ القارعہ کی قرأت کا معمول رکھے وہ امن میں رہیگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوۡرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ وَهِيَ ثَمَانِيْ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ۝۲ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝۴

فخر کرنا تم کو غافل کئے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔ ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔

كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ۝۷

ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے۔ واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ پھر واللہ تم لوگ ضرور اُس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے۔

ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ۝۸

پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی۔

اَلۡهٰكُمُ تمہیں غفلت میں رکھا	اَلتَّكَاثُرُ کثرت کی خواہش	حَتّٰى یہاں تک کہ	زُرۡتُمُ تم نے زیارت کی	الۡمَقَابِرَ قبریں	كَلَّا ہرگز نہیں	سَوۡفَ عنقریب	
تَعۡلَمُوۡنَ تم جان لوگے	ثُمَّ پھر	كَلَّا ہرگز نہیں	سَوۡفَ جلد	تَعۡلَمُوۡنَ تم جان لوگے	كَلَّا ہرگز نہیں	لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ کاش تم جانتے	عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ علم یقین
لَتَرَوُنَّ تم ضرور دیکھو گے	الۡجَحِيۡمَ جہنم	ثُمَّ پھر	لَتَرَوُنَّهَا ضرور اسے دیکھو گے	عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ یقین کی آنکھ	ثُمَّ پھر	لَتُسۡـَٔلُنَّ تم ضرور پوچھے جاؤ گے	
	يَوۡمَئِذٍ اس دن	عَنِ سے بابت	النَّعِيۡمِ نعمتیں				

سورۃ کی وجہ تسمیہ اور فضیلت وغیرہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ سے ہوئی ہے۔ اسی سے سورۃ کا نام التکاثر ماخوذ ہے۔ اس سورۃ کی فضیلت ایک حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کسی میں طاقت نہیں کہ ہزار آیات روز پڑھ لیا کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہزار آیات روز کون پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا کیا تم میں سے کوئی روز اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ بھی نہیں پڑھ سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ تنہا اس سورۃ کی تلاوت گویا ایک ہزار آیات کی تلاوت کے برابر ہے۔ یہ سورۃ بھی مکی ہے۔

شان نزول

اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث ومفسر دہلویؒ نے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ قریش کے قبائل بنی عبد مناف اور بنی سہم میں سے ہر قبیلہ نے کہا کہ ہم میں سردار اور عزت مند آدمی تم سے زیادہ ہیں اور ہماری تعداد بھی تم سے زیادہ ہے لہذا سرداری ہمارا حق ہے۔ گنتی کی تو بنی عبد مناف زیادہ نکلے۔ پھر کہنے لگے کہ اب ہم اپنے مردوں کو شمار کریں گے چنانچہ قبرستان میں جا کر مردوں کو شمار کیا تو بنی سہم کی تعداد بڑھ گئی کیونکہ دور جاہلیت میں ان کی تعداد زیادہ تھی۔ غرض اس بیہودہ تفاخر کی برائی پر یہ سورۃ نازل ہوئی اور اس میں متنبہ کیا گیا کہ کثرت مال و دولت، جاہ و حشمت، عزت و مرتبت پر نازاں نہ ہونا چاہئے۔ یہ چیزیں قابل فخر نہیں۔

دنیاوی حرص ہلاکت ہے

اس سورۃ کا مضمون ہر اس شخص کے بارہ میں ٹھیک ہو سکتا ہے جو دنیا کی طلب میں سرگرداں ہو اور ہر آن اسی دھن میں لگا ہو کہ دنیا کا ساز و سامان عزت و جاہت، مال و دولت زیادہ سے زیادہ حاصل کیا جائے چنانچہ سورۃ کی ابتداء اس طرح فرمائی گئی اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ تکاثر یعنی دنیوی ساز و سامان پر فخر کرنا تم کو آخرت

سے غافل کئے رکھتا ہے۔ یعنی مال واولاد کی کثرت اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے۔ نہ اپنے مالک اور خالق کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو اور میرا کنبہ قبیلہ اور جتھا سب سے غالب رہے۔ اور یہ پردۂ غفلت نہیں اٹھتا یہاں تک کہ آدمی کو موت آ جاتی ہے۔ جب قبر میں پہنچتا ہے تو پتہ لگتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑا ہوا تھا۔ یہ دنیا کی چہل پہل محض چند روزہ تھی۔ موت کے بعد وہ سب سامان ہیچ بلکہ وبال جان تھے۔ مسلم و ترمذی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن الشخیرؓ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں پہنچا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ رہے تھے پھر فرمایا کہ ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال' تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا خیرات کر دی اور جاری کر دیا۔ اور دوسری روایت میں جاری کر دیا کے بجائے ذخیرہ کر لیا کے الفاظ ہیں۔

عنقریب حقیقت کھلنے والی ہے

سورۃ میں آگے فرمایا جاتا ہے كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ پھر ہرگز نہیں تم کو بہت جلد معلوم ہو جاوے گا۔ یعنی دیکھو بار بار تاکید کہا جاتا ہے کہ تمہارا یہ خیال صحیح نہیں کہ مال دولت و اولاد اور دنیوی ساز و سامان کی بہتات ہی کام آنے والی چیز ہے۔ عنقریب مرتے ہی اور قبر میں جاتے ہی تم معلوم کر لو گے کہ یہ زائل اور فانی دنیوی ساز و سامان ہرگز فخر و مباہات کے لائق نہ تھا۔ پھر سمجھ لو کہ تم کو قبر سے نکلتے ہی حشر میں معلوم ہو جاوے گا کہ آخرت ایسی چیز نہیں کہ جس سے انکار کیا جائے یا غفلت برتی جائے۔ اور تم کو بہت جلد حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ اصل زندگی اور عیش تو آخرت کا ہے اور دنیا اس زندگی کے مقابلہ میں ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی ہے لیکن قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد محشر میں سب کو پوری طرح کھل جائیگی۔

کاش تم یقین کر لیتے!

آگے فرمایا جاتا ہے۔ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لیتے یعنی پھر تم کو اے لوگو متوجہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز یہ دنیا کے ساز و سامان اور چیزیں قابل فخر و توجہ کے اور آخرت قابل غفلت و انکار کے نہیں اگر تم یقینی طور پر دلائل صحیحہ سے اس بات کو جان لیتے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان ہیچ ہیں تو ہرگز اس فخر و غفلت میں نہ پڑتے۔ اس غفلت و انکار کا نتیجہ دوزخ ہے وہ تم کو دیکھنا پڑے گا اول تو اس کا کچھ اثر مرنے کے بعد برزخ ہی میں نظر آ جائے گا پھر آخرت میں تو پوری طرح دیکھ کر عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔ اسی کو فرمایا گیا لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ پھر مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے۔

کسب مال کی حدود

مگر یہاں ایک ضروری بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ بقدر حاجت ضروریات دنیا کا مال حاصل کرنے کی کوشش کرنا نہ کوئی بری بات ہے اور نہ اس کی مذمت ہے بلکہ عین ثواب اور داخل عبادت ہے اگر نیت اور عمل صحیح ہو اور بہت سے کار خیر اور آخرت کی سعادتیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ کسی دوسرے کا دست نگر رہنا' یا سوال کر کے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا یہ شریعت اسلامیہ میں نہایت ناپسندیدہ ہے ہاں حصول دنیا میں غرق ہو جانا آتش حرص کا ہر وقت شعلہ زن رہنا۔ بے کار اور لغو باتوں میں ہمہ تن مستغرق ہو جانا۔ سعادت اخرویہ سے بالکل غافل یا منکر رہنا یہ سرتا پا حماقت و جہالت ہے اور ایسی ہی دنیا طلبی کی مذمت کی گئی ہے اس لئے دنیا کے کاموں کی مشغولیت اور دنیا سے جو تمتع فکر آخرت کے تحت ہو اور آخرت کا راستہ اس سے کھوٹا نہ ہوتا ہو وہ مذموم اور ممنوع نہیں بلکہ وہ تو جنت تک پہنچنے کا زینہ ہے۔

نعمتوں کا جواب دینا ہوگا

آخیر میں فرمایا جاتا ہے۔ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ

پھر اس دن تم سے ساری نعمتوں کی پوچھ ہوگی۔ یعنی آج جن نعمتوں پر پھولے ہوئے ہو اور ان کے ازدیاد کی حرص میں لگے ہوئے ہو آخرت سے غافل اور مالک حقیقی کے ناشکرے بنے ہوئے ہو قیامت میں ان نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ جو نعمتیں ظاہری و باطنی' جسمانی و روحانی دنیا میں عطا کی گئی تھیں ان کا حق تم نے کیا ادا کیا اور منعم حقیقی کو کہاں تک خوش رکھنے کی سعی کی۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسی نعمتوں میں ہم ہیں جو کی روٹی وہ بھی آدھی بھوک ملتی ہے۔ پیٹ بھر کر نہیں ملتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ ان سے فرمائیں کیا تم جوتہ نہیں پہنتے (جو گرمی کی تکلیف سے بچاتا ہے) ٹھنڈا پانی نہیں پیتے۔ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہیں۔

عجیب واقعہ

اس آیت کی تفسیر کے تحت حضرت علامہ عبدالحق دہلویؒ نے اپنی تفسیر حقانی میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ کوئی مفلس شخص افلاس اور غربت سے تنگ آ کر خدا تعالیٰ کا شاکی ہوا اور سفر کو گیا وہاں ایک جگہ اس کو اس قدر مال و زر حاصل ہوا کہ تین خچر لاد کر گھر کی طرف واپس چلا۔ راستہ میں کہیں پانی نہ ملا اور گرمی سے ہلاکت کی نوبت پہنچی تب ایک شخص نمودار ہوا جس کے پاس ٹھنڈا پانی تھا۔ اس سے پانی کا سوال کیا۔ اس نے کہا کہ ایک خچر مال کا دے تو دیتا ہوں۔ ناچار ہو کر دینا پڑا ورنہ پیاس سے موت سامنے نظر آتی تھی۔ پانی پی کر جان بچائی اور دو خچر لے کر چلا۔ اب بھوک لگی اور سخت بے تابی ہوئی۔ ہلاکت کی نوبت آ گئی۔ تب ایک شخص ملا جس کے پاس کھانا تھا۔ اس سے سوال کیا اس نے کہا کہ اگر ان دو خچروں میں سے ایک دے تو دیتا ہوں ورنہ بھوک سے مرے گا اور دونوں خچر یہیں رہ جائیں گے۔ مجبوراً ایک خچر دے کر روٹی لی اور پیٹ بھر کر کھایا۔ آگے چل کر اس کے پیٹ میں پاخانہ پیشاب بند ہو جانے سے شدت کا درد ہوا کہ ہلاکت کی نوبت آ گئی۔ ایک شخص طبیب نمودار ہوا اور اس نے کہا کہ یہ خچر مجھے دے تو ابھی آرام ہوتا ہے۔ آخر جان عزیز تھی وہ بھی دے دیا تو درد سے نجات ملی۔ تب ہاتف غیب سے آواز آئی کہ روٹی اور ٹھنڈا پانی اور درد سے سلامتی اس قدر مال دے کر لی ہے۔ اس سے پہلے تجھے خدا ہمیشہ مفت دیتا رہا اس پر بھی تو اس کا شاکی ہوا۔ یہ کیا انصاف ہے؟ وہ شخص بہت رویا اور تائب ہوا۔

خلاصہ

اس سورت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو صرف دنیا کی زندگی کو اپنا مقصد بنا لیتے ہیں اور دنیا کا ایندھن جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں' ان کے انہماک کو دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ انہیں دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے لیکن پھر اچانک موت آ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور انہیں قصر سے قبر کی طرف منتقل ہونا پڑتا ہے' ان لوگوں کو ڈرایا گیا کہ قیامت کے دن تمام اعمال کے بارے میں سوال ہوگا۔ پھر تم جہنم کو ضرور دیکھو گے اور تم سے اللہ کی نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ امن' صحت' فراغت' اکل و شرب' مسکن' علم اور مال و دولت جیسی نعمتوں کو کہاں استعمال کیا؟

خواص سورۃ التکاثر

۱- اگر کسی آدمی کو سر درد ہو، یا آدھے سر میں درد ہوتا ہو تو اس پر عصر کی نماز کے بعد یہ سورۃ پڑھ کر دم کیا جائے، ان شاء اللہ درد ختم ہو جائیگا۔

۲- جو آدمی بارش کا پانی اس سورۃ کو پڑھتے ہوئے جمع کرے اور پھر اس پانی کو کسی مشروب میں ملا لے تو اس مشروب کی افادیت اور نفع بہت بڑھ جائے گا۔

۳- جو آدمی روزانہ اس سورۃ کی تلاوت کا معمول رکھے وہ خوشحال ہو جائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْعَصْرِ مَکِّیَّۃٌ　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　وَھِیَ ثَلٰثُ اٰیٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا

قسم ہے زمانہ کی کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے

بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

وَالْعَصْرِ قسم زمانہ کی	اِنَّ بیشک	الْاِنْسَانَ انسان	لَفِیْ میں	خُسْرٍ خسارہ	اِلَّا سوائے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	وَ اور		
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ انہوں نے عمل کئے نیک	وَتَوَاصَوْا اور انہوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی	بِالْحَقِّ حق کی	وَتَوَاصَوْا اور وصیت کی	بِالصَّبْرِ صبر کی					

وجہ تسمیہ اور زمانۂ نزول وغیرہ

اس سورۃ کی ابتدا ہی وَالْعَصْرِ سے فرمائی گئی ہے یعنی قسم ہے زمانے کی۔ ''عصر'' عربی زبان میں زمانہ کو کہتے ہیں۔ اسی سے سورۃ کا نام العصر ماخوذ ہے۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

شان نزول

اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں ایک روایت یہ ہے کہ ابوالاسد ایک کافر تھا اور زمانہ جاہلیت میں وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دوست تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لے آئے تو یہ ابوالاسد کافر ان سے کہنے لگا کہ اے ابوبکر تمہاری عقل پر کیا پتھر پڑ گئے۔ تم نے تو اپنی ہوشیاری اور ذکاوت سے تجارت میں بہتیرا مال پیدا کیا اور کبھی تم نے نقصان نہیں اٹھایا۔ اب یکلخت ایسے گھاٹے میں پڑے کہ آبائی دین چھوڑ کر لات وعزیٰ کی عبادت سے محروم اور ان کی شفاعت سے مایوس ہو گئے۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ اے بے وقوف جو اللہ اور اللہ کے رسول کا تابعدار بنتا ہے اور دین حق کو قبول کرتا ہے وہ کبھی نقصان میں نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں حضرت صدیقؓ کے کلام کا حسن ظاہر فرمایا اور اس کافر کے خیال باطل کی بدلائل وشواہد تردید فرمائی اور قسمیہ کلام کے ساتھ اس سورۃ میں فرمایا گیا کہ انسان آخر میں ٹوٹا اور خسارہ اٹھائے گا سوائے ان لوگوں کے کہ جو زندگی میں ایمان لائے اور عمل صالح کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

سورۃ العصر کا مقام ومرتبہ

فی الحقیقت یہ اگرچہ ایک چھوٹی سی سورۃ ہے لیکن سارے دین و حکمت کا خلاصہ ہے۔ اس سورۃ کے بارہ میں امام شافعیؒ کا قول مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر قرآن کریم میں سے صرف یہی سورۃ نازل کر دی جاتی تو سمجھدار بندوں کی ہدایت کے لئے کافی تھی۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین کا دستور تھا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے تو جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورۃ سنایا کرتے تھے۔ ایک پڑھتا تو دوسرا سنتا پھر سلام کر کے رخصت ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

عصر کی قسم

اس سورۃ کی ابتداء بھی قسمیہ کلام سے فرمائی گئی ہے اور حق تعالیٰ شانہ نے عصر کی قسم کھائی۔ وَالْعَصْرِ عصر زمانہ کو کہتے ہیں یعنی قسم ہے زمانہ کی کہ جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے۔ دوسرے معنیٰ مفسرین نے والعصر سے مراد یہ لئے ہیں کہ قسم ہے نماز عصر کے وقت کی کہ جو

کاروباری دنیا میں خاص مشغولیت اور شرعی نقطہ نظر سے نہایت فضیلت کا وقت ہے۔ حتیٰ کہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کا سب گھر بار لٹ گیا۔ تیسری مراد یہاں والعصر سے بعض مفسرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کو لیا ہے یعنی قسم ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کی جس میں رسالت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ کا نور اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمکا۔ لیکن مشہور پہلا قول ہی ہے یعنی حق تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھائی کہ جس میں رنج وخسران واقع ہوتا ہے۔

انسان نقصان میں ہے

بطور جواب قسم کے فرمایا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے اوراس سے بڑھ کر ٹوٹا اور خسارہ کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے دکان دار کی طرح ہر لحظہ اور ہر گھڑی اس کی عمر عزیز دم بدم کم ہوتی جارہی ہے اور جو لمحہ گزر گیا وہ پھر کبھی واپس نہیں آتا۔ اگر اس کی عمر رواروی میں کوئی ایسا کام نہ کرلیا جس سے یہ عمر رفتہ ٹھکانے لگ جائے بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کارآمد بن جائے تو پھر خسارہ اور نقصان کی کوئی انتہا نہیں۔ انسان گذشتہ کے حالات و تاریخ کو دیکھے اور خود اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرے تو ادنیٰ غور و فکر سے ثابت ہو جائے گا کہ جن لوگوں نے انجام بینی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پرواہو کر محض خالی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخر کس طرح ناکام و نامراد بلکہ تباہ و برباد ہو کر رہے۔ انسان کو چاہیے کہ وقت کی قدر پہچانے اور اس عمر عزیز کے لمحات کو یونہی غفلت یا شرارت یا لہو ولعب میں نہ گنوائے۔ اگر غفلت اور نسیان میں گزار دیئے گئے تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی خسارہ نہیں ہوسکتا۔

فرمایا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ میں فرمایا جاتا ہے۔ یعنی انسان کو خسارہ اور نقصان سے بچنے کے لئے چار باتوں کی ضرورت ہے اگر یہ چار باتیں دنیا میں اختیار نہ کیں تو ہرگز ہرگز خسارہ سے نہیں بچ سکتا اور اگر یہ چار اوصاف اختیار کر لئے تو پھر خسارہ نام کو بھی نہیں۔ اور وہ چار باتیں یہ ہیں۔

ایک اٰمَنُوْا دوسرے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، تیسرے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ، چوتھے وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ یعنی اول خدا اور رسول پر ایمان لائے۔

جن کا عقیدہ درست ہو

یعنی اس کے تمام عقیدے درست ہوں۔ خدا تعالیٰ کے بارہ میں اس کی ذات وصفات کے بارہ میں۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے بارہ میں۔ اللہ کی کتاب کے بارہ میں۔ آخرت، ملائکہ، تقدیر، قبر، حشر، نشر، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ کے بارہ میں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے ان پر پورا یقین اور اعتماد رکھے۔

عمل صالح ہو

دوسری بات یہ کہ ایمان ویقین کا اثر محض ان کے قلب ودماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی اس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو اور اللہ ورسول کے احکام اور اوامر پر عمل پیرا ہو اور منہیات سے مجتنب ہو۔ ہر وہ کام جو شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو اس پر عامل ہو اور اس عمل سے مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خوشنودی کے سوا کچھ اور نہ ہو۔ یہی وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ہے۔

اجتماعی صلاح وفلاح کا درد ہو

تیسرے تواصی بالحق کی صفت یعنی محض اپنی انفرادی صلاح وفلاح پر قناعت نہ کرے اور اسے کافی نہ سمجھے کہ وہ خود سیدھے راستہ پر آ گیا ہے بلکہ قوم وملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے اور اپنے کو اس بات کا ذمہ دار سمجھے کہ اسے دوسرے لوگوں کو بھی حق کی تلقین کرنا ہے اور انہیں سیدھے راستہ پر لانے کی کوشش کرتے رہنا ہے۔ گویا ایک مسلمان کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو اپنے قول وفعل سے سچے دین اور ہر معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ تواصی بالحق یعنی حق پر قائم رہنے کی تاکید وسیع المعنی الفاظ ہیں۔ تواصی بالحق دین پر قائم رہنے کو بھی شامل ہے۔ راست بازی اور نفع خلائق کی ہدایت کو بھی شامل ہے۔ پھر دین میں عبادات

سے لے کر اعتقادات صحیحہ اور اخلاق کریمانہ اور خیرات وصدقات کی تعلیمات کو بھی شامل ہے۔ بنائے مساجد و مدارس اور اسلام کے قیام و استحکام تبلیغ و اشاعت اور اعلائے کلمۃ الحق کی بابت تدابیر اور عمدہ تصانیف اور تعلیم علوم وغیرہ سب تواصی بالحق میں شامل ہیں۔

صبر و استقامت کا پیکر ہو

چوتھے تواصی بالصبر کی صفت ہے یعنی حق کی راہ چلنے میں چاہے جتنی مشکلات پیش آئیں انہیں خود بھی برداشت کرے اور دوسروں کو بھی تاکید ونصیحت کرتا رہے۔ کہ دیکھو سچائی اور دین حق کی راہ میں اگرچہ کیسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے لیکن تمہیں کسی حال میں سچائی اور دین حق کا دامن نہ چھوڑنا چاہئے پوری ہمت کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کرتے رہو اور حق پر قائم رہو۔ تواصی بالصبر کا لفظ بھی بڑا ج المعنیٰ ہے اس میں مخالفوں کی ایذا اور بدگوئی کی برداشت بھی صبر ہے۔ نفس بد کا مقابلہ اور پھر مقابلہ میں ثابت قدمی بھی صبر ہے
میں مشقتوں کی برداشت بھی صبر ہے مصائب ارضی وسماوی پر
ی صبر ہے۔ خلاف طبع امور کا تحمل کرنا اور پورے استقامت
ا بھی صبر ہے۔ نیکی کے راستہ پر جمے رہنا اور راہ حق سے قدم نہ
ڈ، ی صبر ہے۔ اسی طرح جملہ اخلاق میں نفسانی خواہش روکنے
میر ، قدمی بھی صبر ہے۔ اسی طرح صف جنگ میں دشمنان دین کا
مقا ، مقابلہ میں استقلال و ثابت قدمی بھی صبر ہے۔
غرض اس سورۂ مبارکہ میں چار چیزوں کی تعلیم ہے

(۱) ایمان (۲) عمل صالح (۳) تواصی بالحق (۴) تواصی بالصبر

یہ چار خوبیاں جن کا ذکر چھوٹے چھوٹے لفظوں میں اس سورۃ میں کیا گیا ہے اپنے معنیٰ اور تفصیل کے لحاظ سے اتنی بڑی خوبیاں ہیں کہ اس کے بعد کسی اور خوبی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ

سورۂ عصر مکی ہے اس میں ۳ آیات ہیں، یہ مختصری سورت اسلام کے عظیم اصولوں اور انسانی زندگی کے دستور کی وضاحت کرتی ہے اس سورت کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر لوگ صرف اس سورت میں تدبر کرلیں تو یہ سورت ان کی نجات کیلئے کافی ہو سکتی ہے اس سورت کی ابتدا میں اللہ نے زمانے کی قسم کھا کر فرمایا کہ سارے کے سارے انسان خسارے میں ہیں چاہے وہ مادی اور ظاہری اسباب سے مالا مال کیوں نہ ہوں البتہ جو چار صفات سے متصف ہوں گے وہ خسارے سے بچ جائیں گے یعنی ایمان، عمل صالح، ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین۔

سورۃ العصر کے خواص

۱- جسے بخار ہو اس پر سورۃ العصر پڑھ کر دم کیا جائے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تندرست ہو جائے گا۔

۲- چار ٹکڑوں میں سے ہر ایک پر سورۃ العصر لکھ کر جس مکان کے چاروں کونوں میں لٹکا دیا جائے تو وہ مکان چاروں طرف سے آنے والی آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو زندگی کی مہلت اور عمر کی نعمت عطا فرما رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کا قدرداں بنائیں اور ہم کو ایمان حقیقی کے ساتھ عمل صالح کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝١ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝٢ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝٣

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور رو در رو طعنہ دینے والا ہو جو مال جمع کرتا ہو اور اسکو بار بار گنتا ہو۔ وہ خیال کر رہا ہے کہ اُس کا مال اُس کے پاس سدا رہے گا۔

كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۝٤ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝٦ الَّتِیْ تَطَّلِعُ

ہرگز نہیں واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جاویگا جسمیں جو کچھ پڑے وہ اسکو توڑ پھوڑ دے۔ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے۔ وہ اللہ کی آگ ہے۔ جو سلگائی گئی ہے۔ جو

عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝٧ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩

دلوں تک جا پہنچے گی۔ وہ ان پر بند کر دی جاوے گی۔ بڑے لمبے لمبے ستونوں میں۔

وَیْلٌ خرابی	لِّكُلِّ واسطے ہر	هُمَزَةٍ طعنہ زن	لُّمَزَةِ عیب جو	الَّذِیْ جس۔جو	جَمَعَ جمع کیا	مَالًا مال	وَّعَدَّدَهٗ اسے گن گن کر رکھا	یَحْسَبُ وہ گمان کرتا ہے
اَنَّ کہ	مَالَهٗ اس کا مال	اَخْلَدَهٗ اسے ہمیشہ رکھے گا	كَلَّا ہرگز نہیں	لَیُنْۢبَذَنَّ ضرور ڈالا جائے گا	فِی میں	الْحُطَمَةِ "حطمہ"	وَمَا اور کیا	اَدْرٰىكَ تم سمجھے
مَا الْحُطَمَةُ "حطمہ" کیا ہے؟	نَارُ اللّٰهِ اللہ کی آگ	الْمُوْقَدَةُ بھڑکائی ہوئی	الَّتِیْ جو کہ	تَطَّلِعُ جا پہنچے وہ	عَلَى پر	الْاَفْـِٕدَةِ دل (جمع)		
	اِنَّهَا بیشک وہ	عَلَیْهِمْ ان پر	مُّؤْصَدَةٌ بند کی ہوئی	فِیْ میں	عَمَدٍ ستون	مُّمَدَّدَةٍ لمبے لمبے		

وجہ تسمیہ، زمانہ نزول

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں ہمزۃ کا لفظ آیا ہے۔ اس لئے یہی لفظ ھمزۃ سورۃ کا نام مقرر ہوا۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

شان نزول

اس سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ بعض کفار مکہ مثلاً خنس بن شریق امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ ہر ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی بدگوئی کیا کرتے۔ طعنہ زن رہتے اور عیب نکالا کرتے۔ یہ سورۃ انہی کفار کو متنبہ کرنے کے لئے نازل ہوئی۔

انسانی حقوق کی اہمیت

واضح ہو کہ ظلم و گناہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہیں جیسے اللہ کی عبادت نہ کرنا اس کے مقرر کردہ فرائض نہ بجالانا۔ اس کے منع کردہ گناہوں کا مرتکب ہونا۔ دوسرے وہ جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہیں جیسے کسی کا حق ادا نہ کرنا یا بلاوجہ کسی کو تکلیف و ایذا پہنچانا۔ کسی کی آبروریزی کرنا۔ کسی کے دل کو رنج پہنچانا خصوصاً خاصان خدا کی دل آزاری کرنا۔ یہ دوسرے قسم کے گناہ جو حقوق العباد سے متعلق ہیں ایسے سخت ہیں کہ اگر ان کا مرتکب صاحب حق سے معاف نہ کرائے تو محض توبہ و استغفار سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ حقوق العباد میں سے ایک غیبت اور بدگوئی اور طعنہ زنی بھی ہے۔ قرآن کریم نے غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے اور حدیث میں اس کو زنا سے سخت بیان فرمایا ہے۔

غیبت و بدگوئی کی برائی

مکہ کے قریش کافر غیبت و بدگوئی کی بلا میں سخت مبتلا تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کیا کرتے اور غریب ایمان

داروں پر طعن وتشنیع کرتے ان کی نماز وعبادات کی نقلیں کر کے لوگوں کو ہنسایا کرتے اور نفرت دلایا کرتے۔ اس سورۃ میں ان کے اس فعل شنیع کی سخت مذمت فرمائی گئی اور اس کے مرتکب کے لئے المناک عذاب کی وعید سنائی گئی۔ چنانچہ ارشاد ہے وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ بڑی خرابی ہے دین و دنیا میں ہر ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو اور روبرو طعنہ دینے والا ہو کیونکہ غیبت کرنے والا مضحکہ اور تمسخر اڑانے والا اور طعن وتشنیع کرنے والا دنیا میں تو اپنے اخلاق رذیلہ کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں ذلیل رہتا ہے۔ عزت وآبرو سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور لوگوں کی عداوت مول لیتا ہے اور آخرت میں نار جہنم کی دردناک سزا بھگتنی ہوگی۔

یہاں سورۃ میں کفار کی جس خصلت کا ذکر ہو رہا ہے نہایت افسوس کا مقام ہے کہ آج کل مسلمانوں میں یہ عادت کثرت سے رواج پا گئی ہے۔ معاملہ فہمی، صلح جوئی، توصیہ حق، تحمل وبردباری، نصیحت وخیر خواہی، ایثار وہمدردی کا خیال مٹتا جا رہا ہے اسی وجہ سے مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ اور اسلام کی مجموعی قوت کو ایک صدمہ عظیم پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس امت مسلمہ کی اصلاح کی صورتیں غیب سے ظاہر فرماویں آمین۔

ایک ہمارے بزرگان دین اور سلف صالحین وہ بھی تھے کہ عمر بھر کسی کی غیبت نہیں کی۔ امام بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت میں مجھ سے غیبت کی بابت مواخذہ نہ ہوگا۔ میں نے کسی کی غیبت عمر بھر میں نہیں کی۔ جب کہ آج غیبت مسلمانوں کا اوڑھنا بچھونا اور محبوب مشغلہ بنا ہوا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کو اپنی تعلیم میں سخت ترین گناہ قرار دیا ہے اور بہتان کا درجہ تو اس غیبت سے بھی آگے ہے۔ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اے لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان ابھی ان کے دلوں میں نہیں اترا ہے مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے نہ پڑا کرو کیونکہ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ معاملہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گھر میں ذلیل کر دے گا۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن نہ طعنہ باز ہے نہ لعنت کرنے والا ہے۔ نہ فحش بکنے والا ہے۔ نہ بے حیائی کرنے والا ہے (رواہ الترمذی)

یعنی ایمان دار کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ لوگوں کو برا کہے، فحش بکے، گالیاں دیا کرے، ننگا لچا بن جائے کہ جو منہ میں آئے بک دیا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس عیب جوئی طعنہ زنی اور بدگوئی جیسی کافرانہ خصلتوں سے ہماری زبانوں اور قلوب کو پاک رکھیں آمین۔

غیبت و بدگوئی کا مرض کیوں لگتا ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس خبیث عادت یعنی طعنہ زنی، عیب جوئی، بدگوئی کا سبب کبر وتعلّی ہوتا ہے کہ جو اپنے آپ کو اس سے کہ جس کی بدگوئی کرتا ہے اچھا اور برتر سمجھتا ہے اور اس کبر وغرور اور تعلّی کا بڑا سبب مال ودولت ہے کہ جس کا نشہ انسان کو اندھا کر دیتا ہے اور جس مال ودولت کو مارے حرص کے انسان ہر طرف سے سمیٹتا اور مارے بخل کے گن گن کر رکھتا ہے کہ کوئی پیسہ کہیں خرچ نہ ہو جائے یا نکل کر بھاگ نہ جائے۔ اکثر بخیل مالداروں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ بار بار روپیہ شمار کرتے اور حساب نکالتے رہتے ہیں۔ اسی میں ان کو مزہ آتا ہے۔ اور جس بخیل مال دار سے پوچھا جائے کہ یہ مال دولت کس لئے جمع کیا ہے تو یہی کہے گا کہ وقت پر کام آئے گا اسی کی طرف اشارہ ہے۔ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ جو غایت حرص سے مال جمع کرتا ہے اور غایت محبت وفرحت سے اس کو بار بار گنتا ہے اور خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا یعنی اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ مال کبھی اس سے جدا نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ اس کو آفات ارضی وسماوی سے بچاتا رہے گا۔ اس کی تردید میں فرمایا جاتا ہے۔ کلا یہ خیال محض غلط ہے اور ایک سراسر باطل خیال ہے۔ ارے مال تو قبر تک بھی ساتھ نہ جائے گا۔ آگے تو کیا کام آتا سب دولت یونہی پڑی رہ جائے گی۔ زمانہ کے واقعات وحادثات پکار پکار کر نادان انسان کو بتا رہے ہیں کہ دولت ہمیشہ نہیں رہتی۔ مال دار اپنی موت کو ٹال نہیں سکتا۔ سب کو ایک دن خالی ہاتھ

اس دنیا سے کوچ کرنا پڑے گا۔ ادھر آنکھیں بند ہوئیں ادھر جھٹ دوسروں نے دولت پر آ کر قبضہ جمایا۔ پھر دولت آج ایک کے پاس ہے تو کل دوسرے گھر ہوگی یہ تو ہوا دنیا کا حال۔

آخرت میں ان اعمال بد کی سزا

اب رہا آخرت کا معاملہ تو جب دنیا میں دولت اڑے وقت میں کام نہ آئی تو آخرت میں کیسے افعال شنیعہ کی سزا سے بچا سکتی ہے۔ لہذا ایسا شخص لَيُنۢبَذَنَّ فِى الۡحُطَمَةِ ضرور وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جس میں جو کچھ پڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ دے۔ یعنی وہ شخص جہنم رسید کیا جائے گا آگے اس جہنم کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡحُطَمَةُ اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ توڑ پھوڑ دینے والی آگ کیسی ہے۔ نَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ الَّتِىۡ تَطَّلِعُ عَلَى الۡاَفۡـئِدَةِ وہ اللہ کی آگ ہے جو اللہ کے حکم سے سلگائی گئی ہے کہ جو بدن کو لگتے ہی دلوں تک جا پہنچے گی۔ یعنی وہ آگ بندوں کی نہیں اللہ کی سلگائی ہوئی ہے اس کی سوزش بدن کو لگتے ہی فوراً دلوں تک نفوذ کر جائے گی۔ اور باوجودے کہ جسم جان روح وقلب سب جلیں گے۔ اس پر بھی مرنے نہ پائیں گے۔ دوزخی تمنا کرے گا کہ کاش موت آ کر اس کے عذاب کا خاتمہ کر دے مگر اس کی یہ تمنا پوری نہ ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جہنم کی آگ ہزار برس دھونکی گئی یہاں تک کہ سرخ ہوگئی پھر ہزار برس دھونکی گئی تا آنکہ سفید ہوگئی۔ پھر ہزار برس دھونکی گئی حتیٰ کہ وہ سیاہ ہو گئی۔ اب وہ سیاہ اندھیری ہے۔ اعاذنا اللہ منہا

عذاب جہنم کی سختی

اخیر میں اس عذاب جہنم کی کیفیت کو اس طرح بتلایا گیا کہ اِنَّهَا عَلَيۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ فِىۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ یعنی کفار کو دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے کوئی راستہ نکلنے کا نہ رہے گا۔ ہمیشہ اس میں پڑے جلتے رہیں گے اور آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کے مانند بلند ہوں گے جو انہیں چاروں طرف سے مقید کر لیں گے کسی کی کیا مجال کہ آگ سے باہر آ جائے۔

خلاصہ

اس سورت میں انسان کی تین بیماریوں کی نشاندہی کی گئی ہے، پہلی بیماری ہے پس پشت کسی کے عیب بیان کرنا، اسے غیبت کہتے ہیں اور غیبت بدترین گناہ ہے۔

دوسری بیماری ہے کسی کو اس کے سامنے اس کے حسب ونسب، دین و مذہب اور شکل وصورت کا طعنہ دینا، اس کا مذاق اڑانا، یہ منافقین کی عادت تھی، وہ غریب مسلمانوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے، یوں ہی یہود ونصاریٰ دین حق کا مذاق اڑاتے ہیں۔

تیسری بیماری ہے حب دنیا جس میں مبتلا ہو کر انسان حقوق اللہ بھی بھول جاتا ہے اور حقوق العباد بھی بھول جاتا ہے اور اس کے دل میں اللہ کی محبت کیلئے کوئی جگہ نہیں رہتی۔ بقول حضرت میاں نور محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے

بھر رہا ہے دل میں حُبّ جاہ و مال
کب سماوے اس میں حُبّ ذوالجلال

سورت کے اختتام پر ان اشقیاء کا انجام بتلایا گیا ہے جو ان بیماریوں میں مبتلا ہوں گے۔

سورۃ الھمزہ کے خواص

مالی پریشانی اور رزق کی تنگی کے شکار لوگ اگر روزانہ نفل نماز پڑھ کر اس کے بعد سورۃ الھمزہ کا معمول رکھیں تو ان کی یہ پریشانی دور ہو جائے گی۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے قلوب کو جملہ اخلاق مذمومہ سے پاک فرماویں اور جملہ صفات محمودہ سے مزین ومنور فرماویں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو غیبت، بہتان، طعنہ زنی، بدگوئی، عیب جوئی جیسی کافرانہ خصلتوں سے بالکل دور رکھیں اور گذشتہ زندگی میں جو ہم سے ایسی تقصیرات ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرماویں۔ اور ان کے تدارک کی اس زندگی میں توفیق مرحمت فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَاۤ اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا۔ کیا اُنکی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کردیا۔ اور اُن پر

عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

غول کے غول پرندے بھیجے۔ جو اُن لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے بھوسہ کی طرح کردیا۔

اَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا	کَیْفَ کیسا	فَعَلَ کیا	رَبُّکَ تمہارا رب	بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ہاتھی والوں کیساتھ	اَلَمْ کیا نہیں	یَجْعَلْ کردیا اس نے
کَیْدَهُمْ اُن کا داؤ	فِیْ تَضْلِیْلٍ گمراہی میں بے کار	وَّاَرْسَلَ اور بھیجے	عَلَیْهِمْ اُن پر	طَیْرًا پرندے	اَبَابِیْلَ جھنڈ کے جھنڈ	تَرْمِیْهِمْ پھینکتے تھے
بِحِجَارَةٍ کنکریاں	مِنْ سے	سِجِّیْلٍ سنگ گل	فَجَعَلَهُمْ پس ان کو کردیا	کَعَصْفٍ بھوسہ کی طرح	مَّاْکُوْلٍ کھائے ہوئے	

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ کا نام سورۃ فیل۔ فیل عربی میں ہاتھی کو کہتے ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

اصحاب فیل کا واقعہ

اس سورۃ میں ایک خاص واقعہ اصحاب فیل کا بیان فرمایا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ سے ۵۰ یا ۵۵ روز قبل سرزمین عرب میں پیش آیا جو کتب سیرت اور تاریخ عرب میں مشہور و معروف ہے۔ یہ واقعہ اصحاب فیل جن خصوصیات کا حامل تھا ان کے پیش نظر یہ عرب کے لئے عموماً اور اہل حجاز کے خصوصاً نہایت عجیب اور حیرت انگیز تھا اور اس لئے اہل عرب کبھی اس واقعہ کو فراموش نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس کا نام ہی عام الفیل یعنی ہاتھیوں والا سال رکھ دیا تھا اور یہی عام الفیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا سال ہے۔ یہ واقعہ اصحاب فیل کا ماہ محرم کے اخیر میں پیش آیا تھا اور آپ کی ولادت شریفہ ربیع الاول میں ہوئی۔

یمن میں نقلی کعبہ کی تعمیر

عیسائی بادشاہ حبشہ کی طرف سے ''یمن'' میں ایک حاکم ابرہہ نامی بحیثیت گورنر یا صوبے دار تھا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ تمام عرب کے لوگ حج بیت اللہ کے لئے مکہ جاتے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں تو اس نے یہ چاہا کہ عیسائی مذہب کے نام پر ایک عالی شان عمارت بناؤں جو نہایت مکلّف اور مرصع ہو تاکہ عرب کے لوگ سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مصنوعی پرتکلف عبادت گاہ کا طواف کرنے لگیں چنانچہ یمن کے دارالسلطنت مقام صنعا میں اس نے ایک کنیسہ یعنی گرجا بنوایا اور اس کا نام قلیس رکھا اور اس کے در و دیوار کو زر و جواہر سے مرصع اور مزین کیا اور گرداگرد اس کے مکانات بہت عمدہ مسافروں کے واسطے تیار کئے اور اپنے تمام ملکوں میں حکم کردیا کہ سب اس گھر کے طواف کے واسطے حاضر ہوا کریں۔ عربوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے زمانہ سے کعبہ کا حج کرنے کا دستور چلا آتا تھا۔

نقلی تعمیر کی توہین اور ابرہہ کی قسم

ابرہہ نے عربوں کو اس عبادت سے روکا اور حکم دیا کہ نئے کنیسہ کا حج کیا کریں جو اھلیان عرب خصوصاً قریش مکہ کو نہایت ناگوار گزرا اور انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ اس پر ابرہہ سخت غصہ میں ہوا۔ اسی اثناء میں عرب قبیلہ بنی کنانہ کا ایک شخص ملک یمن میں گیا اور اس نے کنیسہ کی خدمت کی درخواست کی۔ اسے اس کنیسہ کا جاروب کش مقرر کیا گیا۔ ایک دن اس نے اس کنیسہ کے اندر رفع حاجت کی

اور اس کو جابجا گندا کر دیا اور وہاں سے بھاگ نکلا۔ جب ابرہہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ مکہ کے رہنے والے نے ایسا کیا ہے تو وہ آگ بگولہ ہوگیا۔ اور اس آگ کو مشتعل کرنے کا ایک اور سبب یہ بھی ہوا کہ اس کنیسہ میں کسی وجہ سے آگ لگ گئی اور وہ جل کر خاک سیاہ ہوگیا۔ اس سے لوگوں کی نظروں میں اس کی رفعت بالکل جاتی رہی۔ تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ آگ بھی مکہ کے عربوں نے ہی لگائی ہے۔

اب تو ابرہہ کے غصہ کی کوئی حد باقی نہ رہی اور اس نے غصہ میں آ کر قسم کھائی کہ خانہ کعبہ کو منہدم اور مسمار کر کے سانس لوں گا۔

حضرت عبدالمطلب سے مذاکرات

اس نے ایک لشکر عظیم تیار کیا اور اس لشکر کے ہمراہ بڑے بڑے ہاتھی بھی تھے اور سب سے بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا۔ جو نہایت قد و قامت والا تھا جو سب سے آگے چلا کرتا تھا۔ ابرہہ یہ لشکر عظیم لے کر مکہ پر فوج کشی کے لئے خانہ کعبہ کے انہدام کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ راستہ میں جس عرب قبیلہ نے مزاحمت کی اس کو تہ تیغ کیا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے قریب جا پہنچا اور ابرہہ کا لشکر وادی محسر میں جو مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان میں ہے فروکش ہوا۔ اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب قریش مکہ کے سردار تھے اور خانہ کعبہ کے متولی اعظم تھے۔ یہ حال دیکھ کر قریش اور دیگر قبائل عرب نے آپس میں مشورہ کیا کہ ابرہہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ ہم میں طاقت مدافعت نہیں ہے اس لئے ہم کو مکہ چھوڑ کر قریب کے پہاڑوں پر چلے جانا چاہئے۔ ابھی یہ لوگ مکہ ہی میں تھے کہ ابرہہ کی جانب سے ایک سفیر پہنچا اور دریافت کیا کہ مکہ کا سردار کون ہے؟ لوگوں نے عبدالمطلب بن ہاشم کی طرف اشارہ کیا۔ ایلچی نے کہا کہ میں ابرہہ کی جانب سے آیا ہوں۔ ہمارے بادشاہ کا یہ حکم ہے کہ تم تک یہ پیغام پہنچا دوں کہ ہمارا ارادہ تم لوگوں کو نقصان پہنچانے کا نہیں ہے۔ ہم تو صرف اس گھر کو ڈھانے کے لئے آئے ہیں پس اگر تمہارا ارادہ مقابلہ اور مدافعت کا ہو تو تم جانو اور اگر تم ہمارے اس ارادہ میں حائل نہ ہو تو ہمارا بادشاہ تم سے ملاقات کا خواہشمند ہے۔ عبدالمطلب نے جواب دیا ہمارا قطعاً ارادہ نہیں کہ ہم تمہارے بادشاہ سے جنگ کریں اور نہ ہم میں یہ طاقت ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے اور اس کے برگزیدہ نبی ابراہیمؑ کی یادگار۔ پس اگر اللہ اس کی حفاظت کرنا چاہے گا تو وہ کر سکتا ہے اور اگر اس کو اس کی حفاظت مقصود نہیں ہے تو ہم مدافعت کے قابل قطعاً نہیں ہیں۔ غرض اس گفتگو کے بعد عبدالمطلب ابرہہ کے لشکر میں پہنچے اور ابرہہ کے سامنے پیش ہوئے۔ عبدالمطلب بہت بارعب، وجیہ و شکیل انسان تھے۔ ابرہہ نے دیکھا تو ان کے ساتھ عزت سے پیش آیا اور ان سے بات چیت شروع ہوئی۔ دوران گفتگو عبدالمطلب نے شکایت کی کہ آپ کے ایک سردار نے میرے اونٹ گرفتار کر لئے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ ان کو میرے حوالہ کر دیجئے۔ ابرہہ نے یہ سن کر کہا کہ عبدالمطلب میں تو تم کو بہت فہیم و عقیل سمجھتا تھا لیکن تمہارے اس سوال پر سخت متعجب ہوں۔ تم کو معلوم ہے کہ میں کعبہ کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں جو تمہاری نگاہ میں سب سے زیادہ باعظمت اور مقدس ہے لیکن تم نے اس کے متعلق ایک جملہ بھی نہیں کہا اور ایسی چھوٹی اور حقیر بات کا ذکر کر رہے ہو۔ عبدالمطلب نے جواب دیا۔ جناب یہ اونٹ چونکہ میری ملکیت ہیں اس لئے میں نے ان کے متعلق درخواست پیش کی۔ اور کعبہ میرا گھر نہیں۔ خدا کا مقدس گھر ہے وہ آپ اس کا محافظ ہے۔ میں کون ہوں جو اس کے لئے سفارش کروں۔

ابرہہ کی سرکشی اور حضرت عبدالمطلب کی دعا

ابرہہ کہنے لگا کہ اب اس کو میرے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا ''آپ جانیں اور رب البیت جانیں''۔ یہاں پہنچ کر سلسلہ گفتگو ختم ہوگیا۔ ابرہہ نے اپنے لشکروں کو حکم دیا کہ عبدالمطلب کے اونٹ واپس کر دیئے جائیں۔ عبدالمطلب نے واپس آ کر قریش اور دوسرے قبائل عرب کو جمع کیا اور ان کو تمام گفتگو سنا کر یہ مشورہ دیا کہ اب ہم سب کو قریب کی کسی پہاڑی پر پناہ گزین ہو جانا چاہئے تا کہ اس منظر کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ سکیں جب اہل مکہ پہاڑی پر جانے لگے تو عبدالمطلب کی قیادت میں کعبۃ اللہ میں حاضر ہوئے اور اس کی زنجیر پکڑ کر درگاہ الٰہی میں یہ دعا کی۔

''خدایا ہم اس بارہ میں غمگین نہیں ہیں کہ جب ہم اپنی متاع کی حفاظت کر سکتے ہیں تو اپنی متاع کعبہ کی تجھ کو بھی ضرور حفاظت کرنی ہے اور تیری تدبیر پر نہ صلیب کی طاقت غالب آ سکتی ہے اور نہ اہل صلیب کی کوئی تدبیر۔ ہاں اگر تو ہی یہ چاہتا ہے کہ ان کو اپنے مقدس گھر کو خراب کرنے دے تو پھر ہم کون، جو تیرا جی چاہے تو کر۔''

اس کے بعد عبدالمطلب اور تمام قریش مکہ کو خالی کر کے قریب کے پہاڑوں پر چلے گئے اور گھاٹیوں میں پناہ گزین ہو کر حالات کا انتظار کرنے لگے۔

ابرہہ کے لشکر کی پیش قدمی اور تباہی

اگلے دن صبح کو ابرہہ نے اپنا لشکر مکہ کی جانب بڑھایا اگلی قطاروں میں ہاتھی تھے اور ان کے پیچھے لشکر جرار ابرہہ نے فوج کو حکم دیا کہ وہ مکہ کی جانب بڑھے جب وہ مکہ کے قریب پہنچی ہے تو ہاتھیوں کی قطار میں سے سب سے پہلے اس ہاتھی نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا جس پر ابرہہ سوار تھا۔ فیلبان اگرچہ اس کے آنکس پر آنکس لگا رہا تھا اور زبانی ڈپٹ رہا تھا مگر وہ کسی طرح آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ لیکن جب اس کو یمن کی جانب چلاتے تھے تو وہ تیزی کے ساتھ چلنے لگتا تھا۔ اسی کشمکش کے دوران شہر جدہ کی طرف سے جو سمندر کے کنارہ واقع ہے سبز اور زرد رنگ کے پرندے کبوتر سے کچھ چھوٹے غول کے غول نمودار ہوئے اور لشکر کے سر پر فضا میں چھا گئے۔ اور ان کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی مسور اور چنے کے برابر کنکریاں تھیں جو دفعتہً لشکر پر برسنے لگیں خدا کی قدرت سے وہ پتھر کی کنکریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام آتی تھیں۔ جس کے لگتی ایک طرف سے بدن میں گھس کر دوسری طرف سے نکل جاتی اور فوراً ہی بدن گلنے اور سڑنے لگتا۔ بہت سے لشکری تو وہیں ہلاک ہوئے جو بھاگے وہ دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑی دیر میں سارا لشکر زیروزبر ہو کر رہ گیا۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب پرندوں کی سنگ ساری سے ابرہہ کا لشکر برباد ہو گیا تو اس میں سے بعض آدمی جو بدحالی کے ساتھ فرار ہو کر یمن پہنچے تھے ان میں سے ابرہہ بھی خود اس حالت میں پہنچا کہ اس کے تمام اعضاء گل سڑ کر گر چکے تھے اور وہ صرف ایک گوشت کا لوتھڑا نظر آتا تھا۔ بالآخر اس کا سینہ پھٹ پڑا اور دل باہر نکل آیا اور اس طرح ختم ہوا۔ غرض سب کے سب عذاب الٰہی سے تباہ و برباد ہو گئے۔

واقعۂ فیل بزبان قرآن

اسی واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس سورۃ میں مجملاً یوں بیان فرمایا ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ اے پیغمبر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا تھا۔ یعنی ہاتھی والوں کے ساتھ آپ کے رب نے جو معاملہ کیا وہ ضرور آپ کو معلوم ہوگا کیونکہ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے صرف ۵۰ یا ۵۵ روز پیشتر ہوا تھا اور غایت شہرت سے عرب کے بچہ بچہ کی زبان پر تھا۔ آگے ارشاد ہے۔ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ کیا خدا نے ان کی تدبیر کو جو انہوں نے خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کے بارہ میں کی تھی یکسر بے سود ثابت نہیں کر دیا؟ یعنی آپ کو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے ان کو ان کے ناپاک ارادہ اور قصد میں ناکام رکھا اور ان کے سب داؤ پیچ غلط کر دیئے جو کعبہ کی تباہی کے فکر میں آئے تھے۔ وہ خود ہی تباہ و برباد ہو گئے اور ان کی ہلاکت اس طرح عمل میں آئی۔ وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ان پر پرندوں کے غول کے غول بھیجے جو ان پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے اور جس کو وہ پتھری لگتی تھی۔ ہلاک ہو جاتا تھا۔ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ گویا ان کو ایسا پامال کر دیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہوتا ہے۔ یعنی جیسے گائے بیل وغیرہ بھوسہ و چارہ کھا کر چھوڑ دیتے ہیں جو بچا کھچا ادھر ادھر پامال و پراگندہ گرا پڑا ہوتا ہے ایسے ہی پراگندہ، منتشر اور پامال اصحاب فیل ہو گئے۔

خلاصہ: اس سورت میں وہ مشہور قصہ بیان ہوا ہے جو اصحاب فیل کے قصہ کے نام سے مشہور ہے، جب صنعاء کے گورنر ابرہہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر کعبہ پر چڑھائی کی تھی، اس کے ساتھ کم و بیش ساٹھ ہزار جنگجو تھے، قریش اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے، اللہ نے چھوٹے چھوٹے پرندے کنکریاں دے کر بھیج دیئے، ان کنکریوں نے جدید بموں کی طرح تباہی مچا دی، یہ واقعہ اسی سال پیش آیا جس سال حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی اور یہ واقعہ اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ عنقریب کعبہ کا حقیقی محافظ پیدا ہونے والا ہے۔

سورۃ الفیل کے خواص

۱..... جنگی حالات میں دشمن سے جنگ کے دوران اگر سورۃ الفیل کی تلاوت کی جائے تو دشمن شکست کھا جائے گا۔

۲..... اگر کسی کو دشمن کا سامنا ہو تو اس کے سامنے آتے ہی اس پر سورۃ الفیل پڑھ دے تو اس کا دشمن ناکام و رسوا ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ قُرَیْشٍ مَّکِّیَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَهِیَ اَرْبَعُ اٰیٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ﴿۲﴾ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا

قریش عادی ہوگئے ہیں۔یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے عادی ہوگئے ہیں۔تو اُن کو چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں۔

الْبَیْتِ ﴿۳﴾ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا۔اور خوف سے اُن کو امن دیا۔

لِاِیْلٰفِ مانوس کرنے کے سبب	قُرَیْشٍ قریش	اٖلٰفِهِمْ ان کا مانوس کرنا	رِحْلَةَ سفر	الشِّتَآءِ سردی	وَالصَّیْفِ اور گرمی		
فَلْیَعْبُدُوْا پس چاہیے وہ عبادت کریں	رَبَّ رب	هٰذَا اس	الْبَیْتِ گھر	الَّذِیْ جو۔جس	اَطْعَمَهُمْ انہیں کھانا دیا	مِّنْ سے	جُوْعٍ بھوک
	وَاٰمَنَهُمْ اور انہیں امن دیا	مِّنْ سے میں	خَوْفٍ خوف				

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ میں قبیلہ قریش کا ذکر فرمایا گیا ہے جو کہ مکہ معظمہ میں آباد تھے اور جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔اور ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی قبیلہ میں سے تھے۔اور بیت اللہ کی اور چاہ زم زم کی خدمت ہمیشہ سے اسی قبیلہ قریش کے سپرد تھی۔ اس لئے اس سورۃ کا نام قریش مقرر ہوا۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

قریش پر خصوصی انعامات

اس سورۃ میں حق تعالیٰ قریش کو اپنا احسان یاد دلاتے ہیں کہ عرب قبائل کے باہم بات بات پر جنگ وجدل اور معمولی معمولی معاملہ پر حرب وضرب کے باوجود حرم مکہ میں تم کس طرح مامون اور محفوظ ہو اور نہ صرف یہ بلکہ خانہ کعبہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے حرم سے باہر بھی دوسرے ملکوں میں عزت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہو اور سردی وگرمی میں اپنے محبوب تجارتی سفروں میں شام ویمن تک بے خوف وخطر آتے جاتے ہو اور کوئی آنکھ اٹھا کر بھی تمہاری جانب نہیں دیکھتا تو اے قریش تم خدا کے اس احسان کے شکر گزار نہیں ہوتے اور حرم وکعبہ کی حقیقی عظمت کو سربلند کرنے کے لئے خدا کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جس صداقت کی طرف بلاتے ہیں اس پر لبیک کہنے کو تیار کیوں نہیں ہوتے؟ بلکہ الٹا ان کی مخالفت کرتے ہو۔تم کو یہ بات ہرگز زیبا نہیں دیتی۔تم کو تو یہ چاہیے تھا کہ اس گھر کے پروردگار کی سچی پرستش کرتے جس نے تمہارے لئے مکہ میں سامان رزق پہنچایا اور تم کو خوف وخطر سے مامون ومحفوظ کردیا۔

تجارتی تحفظ وامن عامہ

اس سورۃ قریش میں اسی مضمون کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ قریش عادی ہوگئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے عادی ہوگئے ہیں یعنی قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کی غرض سے دو سفر کیا کرتے تھے۔ جاڑوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف اور لوگ ان کو اہل حرم اور خادم کعبہ سمجھ کر نہایت عزت واحترام سے دیکھتے ان کی خدمت کرتے اور ان کو تجارت میں خاطر خواہ نفع ہوتا۔ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ تو ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا۔ یعنی اس گھر کے طفیل تم کو روزی دی اور امن چین دیا۔حرم کے باہر چاروں طرف

لوٹ کھسوٹ چوری ڈکیتی جنگ و جدال کا بازار گرم رہتا لیکن کعبہ کے ادب سے حرم میں کوئی چوری ڈکیتی جنگ و جدل نہ کرتا تو یہ انعام قریش کو یاد دلا کر تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ اس گھر والے کی بندگی کیوں نہیں کرتے اور اس کے رسول کو کیوں ستاتے ہیں؟ کیا یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں؟ اگر دوسری باتیں نہیں سمجھ سکتے تو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا سمجھنا تو مشکل نہیں۔ اس طرح اس سورۃ میں قریش کے اندر شکر کے جذبہ کو پیدا کیا گیا ہے اور انسان جب یہ اچھی طرح محسوس کر لے کہ واقعی اس پر اللہ کے کتنے بڑے بڑے احسان وانعام ہیں تو پھر وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری کے لئے آمادہ ہوگا۔

نعمت کے حصول پر شکر کرو نہ کہ فخر

اس سورۃ قریش کے تحت مرشدنا حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ نے مسائل سلوک میں لکھا ہے کہ اس سورۃ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو امر دینی کے سبب مال یا جاہ نصیب ہو جیسا کہ قریش کو بواسطہ تعلق بیت اللہ کے تھا جس کا اس سورۃ میں ذکر ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ بجائے تفاخر اور دعوئے استحقاق کے خدا تعالیٰ کا شکر اور اطاعت کا زیادہ اہتمام کرے۔

سورۂ قریش کی خاصیت

اس سورۃ کے متعلق بزرگان دین نے بیان کیا ہے کہ دشمن وغیرہ کا خوف ہو تو یہ سورۃ پڑھنے سے برائی سے امن مل جاتا ہے۔ امام جزریؒ اور علمائے محققین نے لکھا ہے کہ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے اور حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مظہری میں اس سورۃ کے متعلق لکھا ہے کہ میرے شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ ہر مصیبت کے دفع کے لئے تمام خوفناک واقعات میں یہ سورۃ پڑھا کروں۔ میں نے اس کا بارہا تجربہ کیا اور صحیح پایا۔

خلاصہ

اس سورت میں اللہ نے اپنے دو بڑے احسانات بیان فرمائے ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ بلا خوف وخطر گرمیوں میں شام کی طرف اور سردیوں میں یمن کی طرف تجارتی سفر کیا کرتے تھے اور یہ تجارتی سفر ان کا بہت بڑا ذریعۂ معاش تھے۔ دوسرا احسان یہ کہ انہیں بلد حرام میں امن، اطمینان اور تحفظ کی نعمت حاصل تھی۔ یہ دو نعمتیں ذکر فرما کر انہیں سمجھایا گیا ہے کہ خود فریبی، خود پسندی اور قوم پرستی سے باز آجاؤ اور بیت اللہ کے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔

سورۃ قریش کے خواص

۱..... کھانے کے بارے میں اس کی کمی کا خوف ہو تو اس پر سورۃ قریش پڑھ کر دم کر دیں۔ ان شاء اللہ کھانا کم نہیں ہوگا۔ (شادیوں وغیرہ کے اجتماعات کے موقع پر اس طرح کا اندیشہ ہوتا ہے)

۲..... اگر کسی کے گردوں میں درد ہو تو اس پر سورۃ قریش پڑھ کر دم کیا جائے یا کھانے پر دم کر کے وہ کھانا اسے کھلایا جائے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جو دینی و دنیوی نعمتیں ہم کو عطا فرما رکھی ہیں۔ اس پر ہم کو شکر کی توفیق بھی عطا فرما دیں۔ اور دین دنیا کا امن چین، سکون ہم کو نصیب فرمائیں۔ بیت اللہ کی زیارت اور وہاں کے عبادت اور بندگی کا شرف اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ اور اپنے اس گھر کا عز وشرف اور بلند فرمائیں۔ اور وہاں حاضر ہونے والے اور اس گھر کی عزت کرنے والوں کو بھی عزت اور بزرگی عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝۲ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔ سو وہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور محتاج کو کھانا دینے کی

الْمِسْكِيْنِ ۝۳ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِيْنَ

ترغیب نہیں دیتا۔ سو ایسے نمازیوں کیلئے بڑی خرابی ہے۔ جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں۔ جو ایسے ہیں

هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝۶ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷

کہ ریاکاری کرتے ہیں۔ اور زکوۃ بالکل نہیں دیتے۔

اَرَءَيْتَ کیا تم نے دیکھا	الَّذِيْ وہ جو	يُكَذِّبُ جھٹلاتا ہے	بِالدِّيْنِ روزِ جزا وسزا	فَذٰلِكَ یہی ہے وہ	الَّذِيْ وہ جو	يَدُعُّ دھکے دیتا ہے	الْيَتِيْمَ یتیم	وَلَا اور نہیں
يَحُضُّ رغبت دلاتا	عَلٰى پر	طَعَامِ کھانا	الْمِسْكِيْنِ مسکین	فَوَيْلٌ پس خرابی	لِّلْمُصَلِّيْنَ نمازیوں کیلئے	الَّذِيْنَ جو کہ	هُمْ وہ	عَنْ سے
صَلَاتِهِمْ اپنی نماز	سَاهُوْنَ غافل (جمع)	الَّذِيْنَ جو کہ	هُمْ وہ	يُرَآءُوْنَ دکھاوا کرتے ہیں	وَيَمْنَعُوْنَ روکتے ہیں نہیں دیتے	الْمَاعُوْنَ عام ضرورت کی چیز		

شانِ نزول

اس سورۃ کے سبب نزول کے سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں لکھا ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ ابوجہل مردود کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی مالدار بیمار ہوتا تو اس کے پاس آ کر بیٹھتا اور کہتا کہ اپنے یتیموں کو میرے سپرد کردے اور ان کا حصہ میرے پاس امانت رکھ دے کہ میں خبر گیری اور خدمت گزاری ان کی بخوبی کروں گا اور دوسرے وارث ایسا نہ کرسکیں گے۔ بالآخر جب ان کا مال اپنے قبضہ میں کرلیتا تو یتیموں کو اپنے دروازے سے ہانک دیتا پھر وہ بے چارے ننگے بھوکے دربدر گلی کوچوں میں روتے مارے مارے پھرتے۔ اسی طرح ایک یتیم ننگے سر ذلت کا مارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس ملعون ابوجہل کے خلاف فریاد کرنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس یتیم کی رعایت کے واسطے اس ملعون کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو پرسش قیامت سے ڈرایا۔ اس ملعون نے آپ کی وعظ ونصیحت کے مقابلہ میں یوم جزا کو جھٹلانا اور انکار کرنا شروع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوکر دولت خانہ پر تشریف لائے اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے کچھ اور مشرکین کے نام لئے ہیں کہ ان کے متعلق یہ سورۃ نازل ہوئی بہرحال سبب خاص نزول کا کچھ ہو لیکن اس سورۃ سے مقصود یتیموں محتاجوں بے کس اور بے سہارا لوگوں کی امداد واعانت پر ابھارنا' انسانیت کی ہمدردی اور غم خواری کا صحیح جذبہ پیدا کرنا اور ارکان دین میں نماز یعنی خدا کی اطاعت وبندگی اور زکوۃ وصدقات وغیرہ کی ادائیگی کی تاکید ہے۔ دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری کی تعلیم اور اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ جس راہ کی طرف یہ رسولؐ بلا رہے ہیں وہی انسانیت کی فلاح اور دین ودنیا کی صلاح کی راہ ہے۔ اس کے لئے اس سورۃ میں جو اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے وہ یہ کہ یہاں بتلایا گیا کہ جو یتیم کی ہمدردی اور غم خواری تو درکنار اس کے ساتھ نہایت سنگدلی اور بداخلاقی سے پیش آتا ہے اور جو غریب محتاج مسکین کی نہ خود خبر لے اور نہ دوسروں کو اس کی ترغیب دے وہ بھی کوئی انسان

ہے۔ وہ تو جانور سے بھی بدتر ہے۔ بھلا ایسے شخص کو دین سے کیا واسطہ اور اللہ سے کیا لگاؤ۔ وہ کیا جانے کہ نماز یعنی اللہ کی بندگی کس سے مناجات ہے اور اس سے مقصود کیا ہے اور کس قدر اہتمام کے لائق ہے۔ اور ایک نماز ہی کیا ایسے شخص کے دوسرے اعمال بھی ریاکاری اور نمود و نمائش سے ہوتے ہیں۔ گویا اس کا مقصد خالق سے قطع نظر اور صرف مخلوق کو دکھانا سنانا مدنظر ہو تو ایسا شخص زکوٰۃ و خیرات وغیرہ تو کیا ادا کرتا معمولی روزمرہ کے برتنے کی چیز بھی کسی کو مانگنے پر نہیں دیتا۔ دراصل ایسا شخص اللہ کے دین اور روز جزا پر کوئی اعتقاد نہیں رکھتا یعنی اگر آخرت کا خوف ہوتا اور وہاں کی جزا وسزا کا ڈر ہوتا تو ایسی حرکتیں نہ کرتا اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اس طرح تلف نہ کرتا۔ اس طرح اس سورۃ میں دراصل کفار و مشرکین و منافقین کے بعض اعمال قبیحہ اور بعض خصائل خبیثہ کا ذکر فرما کر ان پر عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

اب اگر یہ افعال کسی مسلمان سے سرزد ہوں جو آخرت و روز جزا کی تکذیب تو نہیں کرتا پھر بھی یہ افعال و اعمال شرعاً مذموم اور سخت گناہ ہیں اور اگر کفر و تکذیب کے نتیجہ میں یہ افعال بد سرزد ہوں تو ان کا وبال دائمی جہنم ہے۔

آخرت پر ایمان ضروری ہے

سب سے اول اور اہم بات جو انسان کے لئے ضروری ہے وہ اعتقاد کو درست کرنا ہے۔ خاص کر اس امر کو بالیقین تسلیم کر لینا ہے کہ انسان کے تمام نیک و بد اعمال جو وہ دنیا میں کرتا ہے ان کی جزا وسزا بالآخر ضرور ملنی ہے اور یہ جزا وسزا اور ثواب و عذاب پوری طرح ایک دوسرے عالم میں جا کر ملے گا جہاں انسان کو دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کیا جائے گا۔ اور دربار خداوندی میں لے جا کر حاضر کر دیا جائے گا یہی اعتقاد تمام حکمت نظریہ اور عملیہ اور تہذیب و اخلاق کی جڑ ہے۔ اگر یہ اعتقاد نہ ہو تو انسان کو بدکاری میں دل کھول کر حصہ لینے جور و تشدد کا بازار گرم کرنے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو تلف کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اعمال حسنہ، حسن سلوک، حسن معاملہ، حسن اخلاق اور حسن معاشرت پر کوئی چیز محرک ہو سکتی ہے لہذا یوم الدین یعنی یوم جزا وسزا پر اعتقاد تمام نیکیوں اور بھلائیوں کی اصل اصول ہے۔ اسی کی طرف سورۃ کے ابتداء میں اشارہ فرمایا گیا۔ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جو جزا وسزا کے دن کو جھٹلاتا ہے۔ یعنی اس جگہ روز جزا کی تکذیب سے نہایت موثر طرز بیان کے ساتھ منع کیا گیا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس دن کا انکار کرتے ہیں۔ انہیں ایسا نہ کرنا چاہئے بلکہ اس امر کی تصدیق کرنی عین مقتضائے عقل ہے۔

آخرت کے انکار کا نتیجہ ظلم ہے

آگے ارشاد ہوتا ہے۔ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ کہ روز جزا وسزا کے منکر کا یہ حال ہے کہ وہ نہایت سنگدلی سے یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین محتاجوں کو خود کھانا کھلانا تو درکنار دوسروں کو بھی کھانا دینے کی رغبت نہیں دلاتا۔ یعنی یتیم کی ہمدردی اور غمخواری تو درکنار اس کے ساتھ نہایت سنگدلی اور بداخلاقی کے ساتھ پیش آتا ہے اور غریب مسکین محتاج کی نہ خود خبر لے نہ دوسروں کو ان کی خبر گیری پر ترغیب دے۔ ظاہر ہے کہ یتیموں اور محتاجوں کی خبر لینا اور ان کے حال پر شفقت اور رحم کھانا دنیا کے ہر مذہب و ملت کی تعلیم میں شامل ہے۔ اور ان مکارم اخلاق میں سے ہے جن کی خوبی پر تمام عقلاء اتفاق رکھتے ہیں۔ پھر جو شخص ان ابتدائی اخلاق سے بھی عاری ہو اور بندگان خدا پر رحم نہ کرتا ہو اور اس کی ذات سے کسی کو کچھ فائدہ نہ پہنچتا ہو تو وہ بھی کوئی انسان ہے اور وہ اس قسم کے افعال شنیعہ کا مرتکب اس لئے بے دھڑک ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں اس کے ان اعمال کی جزا وسزا ملنے والی نہیں۔

نماز اور زکوٰۃ سے غافلوں کا انجام

یہ تو بیان ہوا مکذب بالدین کا بندوں کے حقوق سے متعلق یعنی جب یتیم کی پروا نہ کرنا اور غریب مسکین کی خبر گیری نہ کرنا ضعف دین اور تکذیب دین کی علامت ہے اور موجب ذم اور زجر ہے تو پھر حقوق اللہ یعنی نماز کی طرف سے غافل ہونا جو دین کا ستون ہے اور ایک ایسا عمل

ہے کہ جو اسلام اور کفر میں فرق کرنے والا ہے اور ریا اور دکھاوٹ کرنا جو شرک کی ایک شاخ ہے اور اس زکوۃ کو روکے رکھنا جو اسلام کا پل ہے بدرجہ اولیٰ جب ذم اور مستحق تنبیہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ اوصاف بھی تباہی اور عذاب شدید کے موجب ہیں۔ تو جب کہ تکذیب جزا و سزا اور اس کے اثر سے بندوں کا حق ضائع کرنا برا اور قابل مذمت ہے تو خالق کا حق ضائع کرنا تو اور بھی زیادہ برا ہوا چنانچہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ سو اس سے ثابت ہوا کہ ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں یعنی ترک کر دیتے ہیں اور جو ایسے ہیں کہ ریاکاری کرتے ہیں اور زکوۃ بالکل نہیں دیتے۔ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ کی تفسیر میں اکثر صحابہ و تابعین سے روایت ہے کہ ماعون زکوۃ ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ معمولی برتنے کی چیز مثلاً ڈول رسی، کلہاڑی، پھاوڑا، ہنڈیا، دیگچی، نمک، پانی آگ، سوئی تاگہ وغیرہ جن کے دے دینے کا دنیا میں عام رواج ہے وہ مانگنے والے سے اس کو بھی روکتے ہیں اور ایسی روزمرہ کے ضرورت کی چیز بھی اگر کوئی مانگنے آئے تو دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔ یہ بخل کی انتہا ہے کہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کو بھی اپنے سے جدا نہیں کر سکتا تو زکوۃ اور خیرات میں وہ خوش دلی کے ساتھ اپنا مال کیا خرچ کرے گا۔

نماز سے غفلت کے درجات

اب یہاں فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ جو فرمایا تو حضرت عطا بن دینارؒ جو ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ فرمان باری تعالیٰ میں عَنْ صَلَاتِهِمْ ہے یعنی جو نمازوں سے غفلت کرتے ہیں فی صلاتھم نہیں فرمایا یعنی یہ نہیں فرمایا کہ جو نمازوں میں غفلت برتتے ہیں۔ اب نماز سے غفلت کے مختلف درجے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً نماز پڑھنے میں وقت کا لحاظ نہ کرے۔ آخری وقت میں ہمیشہ نماز پڑھے اور انتہا یہ کہ نماز قضا ہی کر دے۔ صحیحین کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے۔ یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے جب وہ غروب ہونے کے قریب پہنچے اور شیطان اپنی سینگ اس میں ملالے تو یہ کھڑا ہو اور مرغ کی طرح چار ٹھونگیں مار لے۔ جس میں خدا کا ذکر بہت ہی کم کرے۔ تو یہاں ایک تو وعید سنائی گئی نماز یعنی عبادت خداوندی سے غفلت کرنے اور اس کے ترک کرنے پر۔ دوسرے وعید سنائی گئی يُرَآءُوْنَ یعنی جو ریاکاری کرتے ہیں۔ ریاکاری یعنی لوگوں کو دکھلانے کے لئے کوئی عمل کرنا یہ بھی ایک بڑی اہم ذہنی اور قلبی خرابی ہے۔ جب کسی کے دل و دماغ میں یہ مرض گھر کر لیتا ہے تو اس کا وہ عمل اگرچہ وہ کیسا ہی بظاہر نیکی کا ہو اس کے حق میں نہ صرف نیکی اور بھلائی کا عمل نہیں رہتا بلکہ الٹا نقصان دہ اور مضر ہو جاتا ہے۔ اسلام میں نیکی اور عبادت کا تصور یہ ہے کہ جو کچھ کیا جائے خلوص نیت کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔ لوگوں کے نمائش یا دکھانے کیلئے یا اپنی عزت اور شہرت بڑھانے کے لئے یا اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لئے یا اپنی سرداری اور لیڈری چمکانے کے لئے یا عوام سے اپنی داد و تعریف کرانے کے لئے کیسا ہی نیکی کا کام ہو اسلام کی نظر میں اس کا کوئی مقام نہیں۔ ریا یا دکھلاوے کو اسلام نے کس درجہ ناپسند کیا ہے اس کا اندازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صلیٰ یرآی فقد اشرک جس نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا۔ تو اس سورۃ میں ریاکاری کو بھی کفار و منافقین کے افعال قبیحہ میں ذکر فرمایا گویا مومن کی شان سے یہ بعید ہے اور کوئی منکر کافر ہی اس مرض میں گرفتار رہ سکتا ہے۔

خلاصہ

اس سورت میں اختصار کے ساتھ انسانوں کے دو گروہوں کا ذکر ہے۔

وہ کافر جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے، یتیموں کے حقوق دبا لیتے ہیں اور ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کرتے ہیں، غرباء اور مساکین کو نہ خود کھلاتے ہیں اور نہ دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں گویا کہ نہ تو اللہ کے ساتھ ان کا معاملہ صحیح ہے اور نہ اللہ کے بندوں کے ساتھ۔

دوسرا گروہ منافقین کا ہے ان کی تین صفات قبیحہ یہاں بیان کی گئی ہیں: پہلی یہ کہ وہ نماز سے غافل ہیں، یہ غفلت دو اعتبار سے ہو سکتی ہے ایک یہ کہ نماز ادا ہی نہ کی جائے۔ دوسری یہ کہ نماز تو پڑھی جائے مگر نہ وقت کی پابندی کا لحاظ ہو اور نہ خشوع وخضوع ہو۔ دوسری صفات یہ کہ وہ دکھاوے کیلئے اعمال کرتے ہیں۔ تیسری صفت یہ کہ وہ ایسے بخیل ہیں کہ عام ضرورت کی چیز دینے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔

سورۃ الماعون کے خواص

۱- جو آدمی کسی برتن پر اس سورۃ کو پڑھ کر دم کر دے وہ برتن ٹوٹنے سے محفوظ رہے گا۔

۲- جو آدمی (صبح کو) کسی سے بات کرنے سے پہلے اس سورۃ کی تلاوت کو روزانہ کا معمول بنالے تو اس کی دعا قبول ہوگی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر طرح کے حقوق العباد اور حقوق اللہ کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آخرت کا یقین کامل ہم کو نصیب فرمائیں اور ہمہ وقت وہاں کی تیاری کی فکر عطا فرمائیں۔ یا اللہ بخل وریا جیسی کافرانہ ومشرکانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیئے اور اپنی خوشنودی کے لئے ہم کو جملہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

یَااَللّٰہُ جس گناہ کی طرف میرے پیر چلے ہوں، میرے ہاتھ بڑھے ہوں، میری نگاہوں نے ایسا ویسا دیکھا ہو، زبان سے گناہ ہوئے ہوں، آپ کا رزق بے جا برباد کر دیا ہو لیکن آپ نے باوجود اس کے اپنا رزق مجھ سے نہیں روکا اور عطا کیا۔ میں نے پھر اس عطا کو تیری نافرمانی میں لگایا اس کے باوجود میں نے زیادہ رزق مانگا، آپ نے زیادہ دیا، میں نے گناہ علی الاعلان کیا لیکن آپ نے رسوا نہ ہونے دیا۔ میں گناہ پر اصرار کرتا رہا آپ برابر حلم فرماتے رہے۔ پس اے اکرم الاکرمین! میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ   بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ   وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔ سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔

إِنَّا بیشک ہم	أَعْطَيْنٰكَ ہم نے آپ کو عطا کیا	الْكَوْثَرَ کوثر	فَصَلِّ پس نماز پڑھ	لِرَبِّكَ اپنے رب کیلئے	وَانْحَرْ اور قربانی دے	إِنَّ بیشک
شَانِئَكَ آپ کا دشمن	هُوَ وہ	الْأَبْتَرُ دم کٹا - نامراد - بے نسل				

وجہ تسمیہ اور زمانۂ نزول

سورۃ کی ابتداء إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ سے فرمائی گئی۔

سبب نزول

سبب نزول اس سورۃ کا یہ لکھا ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو فرزند تھے قاسم اور عبداللہ جن کے لقب طیب اور طاہر تھے۔ دونوں صاحبزادوں کا ایک کے بعد ایک مکہ میں انتقال ہوگیا۔ تو مشرکین مکہ میں سے عاص بن وائل سہمی نے اور اس کے ساتھ دوسرے مشرکین نے یہ کہا کہ آپ کی نسل منقطع ہوگئی۔ پس آپ نعوذ باللہ ابتر یعنی بے نام ونشان ہیں۔ ابتر کے معنی ہیں کٹا ہوا۔ عرب میں ابتر اس شخص کو کہتے تھے جس کے بعد اس کی نسل کا سلسلہ ختم ہو چکا ہو اور وہ بے اولاد ہو۔ مطلب مشرکین کا یہ تھا کہ آپ کے بعد آپ کا دین بھی جاتا رہے گا۔ اس کو قائم اور برقرار رکھنے والا کوئی نہ ہوگا گویا یہ دین کا چرچا چندروزہ ہے پھر یہ سب بکھیڑے پاک ہو جاویں گے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے یہ سورۃ نازل ہوئی۔ جس میں پہلے آپ کو بشارت دی گئی کہ اللہ نے اپنے رسول کو کوثر عطا فرمائی ہے اس لفظ کوثر میں دین ودنیا کی خیر کثیر اور آخرت کا حوض کوثر سب داخل ہیں۔ خیر دنیا میں بقاء دین ترقی اسلام۔ دشمن پر فتح وغلبہ اور قیامت تک آپ کے نام کی شہرت وعزت وغیرہ سب داخل ہیں اور خیر آخرت میں مراتب قرب و درجات عالیہ حوض کوثر کی عطا شفاعت کا مرتبہ مقام محمود کی عطا وغیرہ سب داخل ہیں اس طرح تسلی آپ کو یہ دی گئی کہ اگر اولاد نرینہ فوت ہونے پر مخالفین طعن وتشنیع دیتے ہیں تو آپ اس پر غم نہ کیجئے۔ آپ کے رب نے آپ کو تمام دین ودنیا کی بھلائیوں اور نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس تسلی اور بشارت کے بعد ہدایت آنحضرت کو دی جاتی ہے کہ ان نعمتوں کے شکر میں آپ اپنی جان اور مال سے اللہ کی عبادت میں لگ جائیں۔ اور پھر اس کے بعد مزید تسلی کے لئے ایک پیشین گوئی فرمائی گئی کہ بفضلہ تعالیٰ آپ ابتر یعنی بے نام ونشان نہیں رہیں گے۔ بلکہ بالیقین اور بلاشک وہ آپ کا دشمن جو آج آپ پر ہنس رہا ہے اور طعنہ دے رہا ہے وہی بے نام ونشان ہوگا اور کوئی اس کا نام لیوا نہ رہے گا۔ یہ ہے خلاصہ ومفہوم اس سورۃ کا۔

کوثر کیا ہے؟

اس سورۃ میں تین آیات ہیں اور ہر آیت میں ایک مستقل مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلی آیت ہے إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔ لفظ کوثر جس کے معنی خیر کثیر کے ہیں بڑا وسیع المعنی لفظ ہے صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث ہے۔ حضرت ابوبشرؒ نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ کوثر کے معنی وہ خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔ حضرت ابوبشرؒ کہتے ہیں میں نے حضرت سعید بن جبیر سے کہا کہ لوگوں کا گمان تو یہ ہے کہ کوثر ایک نہر کا نام ہے جو جنت میں ہے۔ حضرت ابوسعیدؒ نے جواب دیا ہاں وہ جنت والی نہر بھی تو اسی خیر کثیر ہی میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔ تو اس

خیر کثیر کے تحت بہت سے امور کا ذکر کیا جا سکتا ہے اسی لئے مفسرین نے ہر ایک کو جدا جدا بھی مراد لیا ہے جس کا ذکر امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں بڑے شرح وبسط سے نقل کیا ہے خلاصہ جس کا یہ ہے:۔

(۱) کوثر سے مراد وہ حوض کوثر ہے جس کی بابت بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہیں کہ قیامت کے دن جب کہ بے انتہا گرمی اور پیاس ہوگی اور کسی کو پانی نہ ملے گا العطش العطش لوگ پکاریں گے اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حوض عطا فرمائیں گے جس کی لمبائی اور چوڑائی سینکڑوں کوس کی ہوگی۔ اس کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا، دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔ جو ایک بار پئے گا پھر اس کو پیاس نہ لگے گی۔ جو سعید ہیں اس سے فیضیاب ہوں گے اور شقی محروم کئے جائیں گے۔ بخاری ومسلم کی صحیح حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حوض کی مسافت ایک مہینہ کی ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حوض کوثر مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس قدر طویل وعریض ہے کہ اس کی ایک جانب سے دوسری جانب تک ایک مہینہ کی مسافت ہے) اور اس کے زاویے یعنی گوشے بالکل برابر ہیں۔ (اس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ وہ مربع ہے اس کا طول وعرض یکساں ہے) اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے بھی بہتر ہے۔ اس کے کوزے آسمان کے تاروں کی طرح ہیں۔ جو اس کا پانی پئے گا وہ کبھی پیاس میں مبتلا نہیں ہوگا۔ یا ارحم الراحمین تو ہم گنہگاروں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے سیراب ہونا نصیب فرمائیے گا۔ آمین۔

بدعتی و گمراہ لوگ جام کوثر سے محروم ہوں گے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ابتدائی انتظامات کے لئے حوض پر تم سے پہلے پہنچوں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میرے سامنے لائے جائیں گے پھر ان کو میرے سامنے سے ہٹا دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا اے پروردگار یہ تو میری امت کے لوگ ہیں تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں جو نئی نئی باتیں نکالیں آپ اسے نہیں جانتے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ میرے پاس حوض پر آئیں گے یہاں تک کہ جب میں ان کو پہچان لوں گا تو انہیں مجھ سے ایک طرف ہٹا دیا جائے گا۔ اس پر میں عرض کروں گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ تو جواب میں ارشاد ہوگا کہ آپ کے بعد انہوں نے دین میں جو بگاڑ پیدا کیا اس کا آپ کو علم نہیں ہے۔

اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا کہ یہ لوگ میری امت کے ہیں تو ارشاد ہوگا کہ آپ کے بعد جو کچھ ان لوگوں نے دین میں رخنے ڈالے آپ اسے نہیں جانتے تو اس وقت میں کہوں گا کہ وہ لوگ دور ہوں جنہوں نے میرے بعد دین کو بدل ڈالا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میرے ساتھ والوں کی ایک مختصر سی جماعت آئے گی پھر ان کو حوض سے دور ہٹا دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا کہ اے اللہ یہ تو میرے ساتھی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے جو دین میں کرتوت کئے آپ کو ان کا علم نہیں وہ الٹے پاؤں دین سے پھر گئے تھے۔

الغرض ان احادیث کا خاص سبق ہمارے لئے یہ ہے کہ اگر ہم حوض کوثر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے آرزومند ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے شاد و سیراب ہونا چاہتے ہیں تو مضبوطی سے اس دین متین پر قائم رہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے لائے تھے۔ اور اپنی طرف سے کوئی ایجاد یا ردوبدل نہ کریں۔

نہر کوثر

بعض نے کوثر سے وہ جنت کی نہر مراد لی ہے جو آپ کو شب معراج میں دکھائی گئی تھی جس کا بخاری کی ایک صحیح حدیث میں اس طرح ذکر ہے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اثناء میں (یعنی شب معراج میں) کہ میں جنت میں چلا جا رہا تھا میرا گزر ایک عجیب وغریب نہر پر ہوا۔ اس کے دونوں جانب موتیوں سے تیار کئے ہوئے قبے تھے۔ میں نے جبرئیل

علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ وہ کوثر ہے کہ جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمایا ہے میں نے دیکھا کہ اس کی مٹی جو اس کی تہہ میں تھی وہ نہایت مہکنے والی مشک کی طرح خوشبودار تھی۔ بعض علماء نے حوض کوثر کا حشر کے میدان میں ہونا اور نہر کوثر کا جنت میں ہونے کو یوں تطبیق دی ہے کہ اصل نہر کوثر تو جنت میں ہوگی۔ اور اسی کا پانی میدان حشر میں لاکر حوض کوثر میں جمع کر دیا جائے گا۔ اور دونوں کو کوثر ہی کہتے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اولاد میں برکت

بعض نے کوثر سے مراد اولاد کی کثرت لی ہے۔ سو اولاد دو قسم کی ہوتی ہے۔ جسمانی اور روحانی۔ بحمد اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی دختری اولاد بھی بکثرت ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور روحانی اولاد جو آپ کے تمام امتی ہیں ان سے دنیا پٹی پڑی ہے اور ایک وقت وہ بھی آنے والا ہے کہ تمام دنیا میں آپ ہی کی ذریت ہوگی۔ اور تمام قومیں اور مذاہب والے یا تو مٹ جائیں گے یا اسلام لے آئیں گے اور روئے زمین پر اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نہ ہوگا۔

علماء واولیاء کی کثرت

بعض نے کہا کوثر سے جس کے لفظی معنی خیر کثیر کے ہیں مراد ہیں اولیاء اور علماء وصلحاء اور اہل کمال جو اس امت میں گزرے۔ یا موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے جو بمنزلہ انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں اور کسی دوسری امت کو نصیب نہیں ہوئے۔

نبوت عظمیٰ

بعض نے کوثر سے مراد نبوت عظمیٰ لی ہے جو اعلیٰ درجہ کی خیر کثیر ہے اور جو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی کیونکہ کوئی بھی بجز آپ کے تمام دنیا کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا اور نہ کسی پر سلسلہ نبوت بجز آپ کے تمام وختم ہوا۔

قرآن کریم اور اس کے علوم وفیوض وغیرہ

بعض نے کہا مراد قرآن کریم ہے سو یہ بھی خیر کثیر ہے جس کے برکات کا کچھ شمار نہیں۔

بعض نے کہا کوثر سے مراد دین اسلام ہے اور اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ دارین کے حسنات وبرکات اسی پر موقوف ہیں۔

بعض نے کہا مراد وہ فضائل وکمالات روحانیہ ہیں جو آپ کو حاصل ہوئے۔

بعض نے کہا آپ کی رفعت ذکر مراد ہے کہ آپ کی یاد نیک نامی اور محبت وعقیدت کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں آپ کا شہرہ ہوگا آپ کے ساتھ دیوانہ وار محبت اور اعتقاد رکھنے والے اور آپ کی ذات والاصفات پر پروانہ وار قربان ہونے والے تا قیامت موجود ہوں گے۔

بعض نے کہا کوثر سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم ہیں جن کی نسبت آپ نے فرمایا کہ مجھے اولین وآخرین کے علوم دیئے گئے۔

بعض نے کہا کوثر سے مراد آپ کے خلق عظیم ہیں۔

بعض نے کہا کوثر سے مراد مقام محمود ہے جو آخرت میں آپ کو دیا جائیگا جس کو دیکھ کر تمام انبیاء علیہم السلام حسرت کریں گے۔ مقام محمود وہ خاص الخاص مرتبہ اور عزت وامتیاز اور محمودیت ومقبولیت عامہ کا وہ بلند مقام ہے جس پر فائز ہونے والی ہستی ہر ایک کی نگاہ میں محمود ومحترم اور سب اس کے ثناخواں اور شکر گزار ہوں گے۔ اور اس مقام کے عطا کا وعدہ حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الغرض عطیہ کوثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے اور اس کے تحت میں دنیا اور عقبیٰ کی ساری نعمتیں اور سارے انعامات الٰہیہ آجاتے ہیں تو تسلی اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دی گئی کہ اگر آپ کے ایک یا دو فرزندوں کا انتقال ہو گیا اور مخالفین نے خوش ہو کر آپ کو معاذ اللہ "ابتر" کہا یعنی جس کے پیچھے کوئی نام لینے والا نہ رہے تو آپ ہرگز کسی کا غم نہ کیجئے۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے وہ خیر کثیر عنایت فرمایا ہے جو ابدالآباد تک آپ کا نام روشن کرے گا۔

انعامات کا شکر عبادت وقربانی سے ادا کرو

آگے دوسری آیت میں ارشاد ہے فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ سو اس

کے شکریہ میں آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔ یعنی اتنے بڑے انعامات جو آپ کو عطا کئے گئے تو اس احسان کا شکر بھی بہت بڑا ہونا چاہیے تو آپ کو چاہئے کہ آپ اپنی روح' جسم اور مال سے برابر اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیں۔ بدنی اور روحی عبادت میں سب سے بڑی چیز نماز ہے۔ اور مالی عبادت میں قربانی ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے کیونکہ قربانی کی اصل حقیقت جان کا قربان کرنا تھا۔ جانور کی قربانی کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے جان کی قربانی کے قائم مقام کر دیا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قصہ سے ظاہر ہے گویا اس میں مشرکین پر تعریض ہوئی کہ یہ کفار تو غیر اللہ کی پرستش کرتے اور بتوں کے نام پر قربانی دیتے ہیں۔ بغاوت و سرکشی انہوں نے اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔ آپؐ ہر وقت اپنے رب کی عبادت کریں۔ اسی کی نماز پڑھیں اسی کے نام کی قربانی کریں۔

اسلام کے دشمن بے نام ونشان ہوں گے

تیسری آیت میں فرمایا گیا اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان رہے گا اس میں ایک پیشین گوئی فرمائی جس میں بھی ایک طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے اور یہ پیشین گوئی اس وقت کی گئی تھی جس کا مخالفین تصور بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ حرف بحرف پوری ہو کر رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن اور آپ کی توہین کرنے والے کفار و مشرکین عرب حرف غلط کی طرح دنیا سے مٹ گئے اور کوئی ان کا نام لیوا نہیں اور ان کا نہ نام رہا نہ نشان۔ نہ آج بھلائی کے ساتھ انہیں کوئی یاد کرنے والا ہے۔ تو مشرکین مکہ میں سے عاص بن وائل سہمی نے جیسا کہ سبب نزول میں بیان ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندوں کے انتقال پر کہا تھا کہ آپ کی نسل قطع ہو گئی اور آپ معاذ اللہ ابتر یعنی بے نشان ہیں۔ تو حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا کہ دراصل وہی بے نام ونشان رہے گا اور اس کا کوئی نام لیوا نہ رہے گا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ قرآن پاک کی یہ پیشین گوئی مشرکین مکہ کے حق میں کس طرح پوری ہوئی۔

گستاخ رسول ہر خیر سے خالی ہے

اس آیت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔ مرشدنا حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل السلوک میں لکھا ہے کہ اس میں دلالت ہے کہ آپ کا ہر مخالف ہر خیر سے منقطع ہے نہ اس کی حیات میں برکت ہے کہ زاد آخرت اس سے جمع کرے نہ اس کے قلب میں خیر ہے کہ حق بات کو سمجھے یا اس میں حق تعالیٰ کی محبت و معرفت پیدا ہو۔ نہ اس کے اعمال میں برکت ہے کہ توفیق یا اخلاص ہو اور یہی حالت ہوتی ہے آپؐ کے ورثہ کے مخالف کی جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص میرے ولی سے عداوت کرے میں اس کو اشتہار جنگ دیتا ہوں یا اللہ اپنے فضل سے ہم کو اپنے محبوب و مقبول بندوں سے محبت و انسیت اور دلی تعلق عطا فرمایئے اور ان کی مخالفت اور عداوت سے بچایئے۔ آمین۔

خلاصہ

اس سورت میں تین مقاصد بیان ہوئے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا فضل واحسان کہ اس نے آپ کو کوثر عطا کی' کوثر جنت کی وہ نہر ہے جہاں قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو جام بھر کر پلائیں گے چونکہ کوثر کا معنی خیر کثیر ہے اس لیے نبوت' کتاب' حکمت' علم' حق شفاعت' مقام محمود' معجزات اور قرآن کریم کو بھی کوثر قرار دیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ کوثر جیسی عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے کیلئے آپ نماز کی پابندی فرمائیں اور اللہ کے لیے قربانی دیں۔

آپ کو یہ بشارت سنائی گئی کہ آپ کے دشمن ذلیل وخوار ہوں گے اور ان کا نام ونشان مٹ جائے گا چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

سورۃ الکوثر کے خواص

۱-۔خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے جمعہ کی رات کو سونے سے پہلے باوضو ہو کر سورۃ الکوثر کو سو دفعہ پڑھے اور سو مرتبہ درود شریف بھی پڑھے اور باوضو ہی سو جائے تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔

۲-جو آدمی سورۃ الکوثر کو لکھ کر اپنے گلے میں باندھے تو وہ امن میں رہیگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْنَ مَکِّیَّۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَھِیَ سِتُّ اٰیٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۝۱ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۳

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو۔

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۵ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۝۶

اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا۔اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا۔

قُلْ کہہ دیجئے	یٰۤاَیُّھَا اے	الْکٰفِرُوْنَ کافرو	لَآ اَعْبُدُ میں عبادت نہیں کرتا	مَا تَعْبُدُوْنَ جس کی تم عبادت کرتے ہو	وَلَآ اور نہ	اَنْتُمْ تم
عٰبِدُوْنَ عبادت کرنیوالے	مَآ اَعْبُدُ جسکی میں عبادت کرتا ہوں	وَلَآ اور نہ	اَنَا عَابِدٌ میں عبادت کرنیوالا	مَا عَبَدْتُّمْ جسکی تم عبادت کرتے ہو	وَلَآ اَنْتُمْ اور نہ تم	
عٰبِدُوْنَ عبادت کرنیوالے	مَآ اَعْبُدُ جسکی میں عبادت کرتا ہوں	لَکُمْ تمہارے لئے	دِیْنُکُمْ تمہارا دین	وَلِیَ اور میرے لئے	دِیْنِ میرا دین	

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ میں پہلی ہی آیت قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ہے۔اسی سے سورۃ کا نام کافرون ہے۔یہ سورۃ مکی ہے۔

سورۃ کے فضائل وخصوصیات

اس سورۃ کی فضیلت میں ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔یعنی ثواب میں ۔ایک حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز فجر کی سنتوں میں پڑھنے کے لئے دو سورتیں بہتر ہیں۔سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص یعنی قل ھو اللہ احد متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی سنتوں میں اور نماز مغرب کی سنتوں میں بکثرت یہی دو سورتیں یعنی پہلی رکعت میں قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے سنا ہے۔ترمذی وغیرہ کی ایک حدیث ہے۔حضرت فروہ بن نوفل کا بیان ہے کہ میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے کہ میں بستر پر جاتے وقت یعنی سونے سے پہلے پڑھ لیا کروں۔آپ نے فرمایا قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھ لیا کرو۔یہ شرک سے بیزاری کا اظہار ہے۔یعنی اس کو پڑھ کر سوؤ گے تو شرک سے پاک ہو کر سوؤ گے اور اگر سونے ہی کی حالت میں موت آ گئی تو توحید پر مرو گے۔حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جب سفر میں جاؤ تو وہاں تم اپنے سب رفقاء سے زیادہ خوشحال اور بامراد رہو اور تمہارا سامان زیادہ ہو جائے۔انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میں ایسا چاہتا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ آخر قرآن کی پانچ سورتیں یعنی سورۂ کافرون، سورۂ نصر، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھا کرو اور ہر سورۃ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرو۔حضرت جبیر فرماتے ہیں کہ اس وقت میرا یہ حال تھا کہ سفر میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے بالمقابل قلیل الزاد اور خستہ حال تھا۔جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم پر عمل کیا میں سب سے بہتر حال میں رہنے لگا۔اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بچھو نے کاٹ لیا تو آپ نے پانی اور نمک منگایا اور یہ پانی کاٹنے کی جگہ پر لگاتے جاتے تھے۔اور

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتے جاتے تھے۔ یہ تو مختصراً اس سورۃ کے فضائل اور خواص کا ذکر ہوا۔

شانِ نزول

(۱) ایک روایت یہ ہے کہ کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں تو اگلے سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی کہ آپ ان کافروں کے دین سے اپنی پوری بیزاری کا اعلان فرما دیں۔

(۲) ایک روایت یہ ہے کہ روساء کفار مکہ نے آپ سے عرض کیا کہ آیئے ہم اور آپ اس پر صلح کر لیں کہ آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کیا کیجئے اور آپ کے معبود کی ہم عبادت کیا کریں۔ جس میں ہم اور آپ طریق دین میں شریک رہیں۔ جونسا طریقہ ٹھیک ہوگا اس سے سب کو کچھ کچھ حصہ مل جاوے گا۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

(۳) ایک روایت یہ ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول تو یہ دعوت دی اور مصالحت کے لئے یہ صورت پیش کی کہ ہم آپ کو اتنا مال دیں گے کہ تم مکہ میں سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ گے اور جس عورت سے تم چاہو گے تمہارا نکاح بھی کر دیں گے۔ لیکن ہمارے معبودوں کو برا کہنا ترک کر دیں۔ اور اگر آپ یہ نہیں مانتے تو پھر ایسا کریں کہ ایک سال تم ہمارے معبودوں کی بندگی کرو اور ایک سال ہم تمہارے معبود کی بندگی کریں۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

شانِ نزول میں جو متعدد واقعات بیان ہوئے ہیں تو ان میں کوئی تضاد نہیں ہو سکتا ہے کہ سب ہی واقعات پیش آئے ہوں اور ان سب کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔

اصولِ اسلام میں کافروں سے سمجھوتہ ہرگز نہیں ہو سکتا

یہاں اس سورۃ میں اسلام کی صحیح حیثیت کا اعلان کر دیا گیا اور اہل کفر کو ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیا گیا کہ وہ ایسی کوئی امید نہ رکھیں کہ داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتوں میں آ کر ان کی کسی خواہش کے مطابق اپنی دعوت میں کوئی تبدیلی کر لیں گے۔ چنانچہ اس سورۃ میں حق تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر حکم دیا جاتا ہے۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کافروں سے صاف کہہ دیجئے لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ یعنی اے کافرو میرا اور تمہارا طریقہ متحد نہیں ہو سکتا۔ نہ تو فی الحال اور نہ آئندہ کبھی مستقبل میں۔ خدائے واحد کے سوا جو معبود تم نے بنا رکھے ہیں میں فی الحال ان کو نہیں پوج رہا اور نہ تم اس احد و صمد خدا کو بلا شرکت غیرے پوجتے ہو جس کی میں عبادت و بندگی کرتا ہوں۔ اور آئندہ کے لئے وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ یعنی آئندہ بھی میں تمہارے معبودوں کو کبھی پوجنے والا نہیں اور نہ تم میرے معبود واحد کی بلا شرکت غیرے پرستش کرنے والے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ میں موحد ہو کر شرک نہیں کر سکتا۔ نہ اب نہ آئندہ اور تم مشرک رہ کر موحد نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ نہ اب اور نہ آئندہ یعنی توحید اور شرک کبھی متحد نہیں ہو سکتے اور ان میں کبھی کوئی مصالحت نہیں ہو سکتی۔ آگے توحید اور شرک کا انجام ارشاد ہے۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ تم کو تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ۔ یعنی تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا۔ جو دین قیم اللہ نے مجھے مرحمت فرمایا ہے اس پر ہم نہایت خوش ہیں اور تم نے اپنے لئے بدبختی سے جو روش پسند کی ہے وہ تمہیں مبارک رہے۔ ہر فریق کو اس کی راہ اور روش کا نتیجہ مل کر رہے گا۔ میرا فرض تبلیغ دین ہے اگر تمہیں اپنی بہتری منظور ہو تو اس ہدایت کو قبول کرو۔ ورنہ تم جانو تمہارا کام۔ تمہیں اپنے کئے کی خود سزا بھگتنی پڑے گی۔ میں تو نہایت پختگی سے اپنی بات پر قائم ہوں۔

الغرض اس سورۃ میں کفار کی طرف سے پیش کی ہوئی مصالحت کی صورتوں کو بالکلیہ رد کر کے اعلان براءت کیا گیا۔

کفار سے مصالحت کی حدود کا تعین

یہاں ایک خیال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ خود قرآن کریم میں دسویں پارہ سورۂ انفال میں ارشاد خداوندی ہے۔ وان جنحوا للسلم فاجنح لها یعنی کفار اگر صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی جھک جایئے یعنی معاہدہ صلح کر لیجئے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے

مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہود مدینہ سے آپ کا معاہدہ صلح مشہور و معروف ہے۔ اس اشکال کے جواب میں بعض مفسرین نے یہ جواب دیا کہ اس سورۃ کافرون کو منسوخ کہہ دیا اور منسوخ کہنے کی بڑی وجہ آیت لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ کو قرار دیا کیونکہ بظاہر یہ احکام جہاد کے منافی ہے کہ تم کو تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ۔ مگر اس اشکال کے دفع کرنے میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں جو تحقیق لکھی ہے۔ وہ یہ ہے فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اس سورۃ میں لَكُمْ دِيْنُكُمْ کا یہ مطلب نہیں کہ کفار کو کفر کی اجازت یا کفر پر برقرار رکھنے کی ضمانت دے دی گئی بلکہ اس کا حاصل وہی ہے جو قرآن کریم کے ارشاد لنآ اعمالنا ولکم اعمالکم (پ۲رکوع۹) کا حاصل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھگتو گے۔ اس لئے راجح اور صحیح جمہور مفسرین کے نزدیک یہی ہے کہ یہ سورۃ منسوخ نہیں۔ جس قسم کی مصالحت سورۃ کافرون کے نزول کا سبب بنی وہ جیسے اس وقت حرام تھی آج بھی حرام ہے اور جس صورت کی اجازت آیت مذکورہ لنا اعمالنا ولکم اعمالکم میں آئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدہ یہود سے عملاً ظاہر ہوئی وہ جیسے اس وقت جائز تھی آج بھی جائز ہے۔ بات صرف موقع اور محل کو سمجھنے اور شرائط صلح کو دیکھنے کی ہے جس کا فیصلہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمادیا ہے۔ جس میں کفار سے معاہدہ کو جائز قرار دینے کے ساتھ ایک استثنا کا ارشاد ہے اور وہ یہ ہے۔ الاصلحاً احل حراماً او حرم حلالا یعنی ہر صلح جائز ہے بجز اس صلح کے جس کی رو سے اللہ کی حرام کی ہوئی کسی چیز کو حلال یا حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا گیا ہو۔ اب غور کیجئے کہ کفار مکہ نے صلح کی جو صورتیں پیش کی تھیں ان سب میں کفر و اسلام کی حدود میں التباس یقینی ہے اور بعض صورتوں میں تو اصول اسلام کے خلاف شرک کا ارتکاب لازم آتا ہے۔ ایسی صلح سے سورۂ کافرون نے اعلان براءت کر دیا اور دوسری جگہ جس صلح کو جائز قرار دیا اور معاہدہ یہود (یا صلح حدیبیہ سے) اس کی عملی صورت معلوم ہوئی اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں اصول اسلام کا خلاف کیا گیا ہو۔ یا کفر و اسلام کی حدود آپس میں ملتبس ہوئی ہوں اسلام سے زیادہ کوئی مذہب رواداری۔ حسن سلوک، صلح و مصالحت کا داعی نہیں مگر صلح اپنے انسانی حقوق میں ہوتی ہے۔ خدا کے قانون اور اصول دین یا ضروریات دین میں کسی صلح یا مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں۔" (معارف القرآن جلد ۸)

خلاصہ

یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی کہ آؤ! "کچھ لو اور کچھ دو" کی بنیاد پر ہم آپس میں مصالحت کرلیں، ایک سال آپ ہمارے خداؤں کی عبادت کرلیا کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کرلیا کریں گے، اس سورت نے ایمان و کفر، موحدین اور مشرکین کے درمیان حدِ فاصل قائم کردی اور بتا دیا کہ توحید اور شرک دو متصادم نظام ہیں، دونوں میں مصالحت کی کوئی صورت نہیں، یوں کفار کی امیدوں کا خاتمہ کر دیا اور ہمیشہ کیلئے واضح کر دیا کہ ایمان میں کفر کی ملاوٹ نہیں ہوسکتی۔

سورۃ الکافرون کے خواص

۱...... جو آدمی طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے اوقات میں سورۃ الکافرون کی تلاوت کا معمول رکھے وہ شرک سے محفوظ رہے گا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی توحید خالص، دین کامل اور اسلام صادق نصیب فرمائیں اور مرتے دم تک اس پر قائم رکھیں۔
یا اللہ ہم میں وہ ایمانی قوت اور جوش و حرارت پیدا فرمادے کہ ہم باطل اور اعدائے دین سے کبھی مرعوب نہ ہوں۔
اور دین کے معاملہ میں ان سے کسی ناپاک اور گندی صلح پر کبھی راضی نہ ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُ اٰيٰتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ

جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچے۔اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں۔تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید

بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا

کیجئے اور آپ اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اِذَا جب	جَآءَ آجائے	نَصْرُ اللّٰهِ اللہ کی مدد	الْفَتْحُ فتح	وَرَاَيْتَ اور آپ دیکھیں	النَّاسَ لوگ	يَدْخُلُوْنَ داخل ہورہے ہیں	فِيْ میں	دِيْنِ اللّٰهِ اللہ کا دین	
اَفْوَاجًا فوج درفوج	فَسَبِّحْ پس پاکی بیان کریں	بِحَمْدِ تعریف کے ساتھ	رَبِّكَ اپنا رب	وَاسْتَغْفِرْهُ اور بخشش طلب کیجئے اس سے	اِنَّهٗ بیشک وہ				
	كَانَ ہے	تَوَّابًا بڑا توبہ قبول کرنے والا							

وجہ تسمیہ اور زمانہ نزول

اس سورۃ کی ابتداء اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ سے فرمائی گئی۔اسی سے سورۃ کا نام النصر مقرر ہوا۔اکثر محدثین ومفسرین کا قول یہی ہے کہ اس کا نزول فتح مکہ جو رمضان ۸ ہجری میں واقع ہوئی ہے اس سے قبل ہے اور اس سورۃ میں جس فتح کا ذکر فرمایا گیا ہے اس سے فتح مکہ مراد ہے۔

بہرحال یہ مدینہ کے آخری دور کی ایک سورت ہے۔بقول اکثر مفسرین ومحدثین اس میں جس فتح کا اشارہ دیا جاتا ہے وہ فتح مکہ کی طرف ہے جو ہجرت کے آٹھویں سال رمضان کے مہینہ میں حاصل ہوئی اور جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔

سورۃ کی خصوصیات وفضائل

احادیث میں اس سورۃ کی تفسیر یہ آئی ہے کہ اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ہے۔امام احمدؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ جب اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میری وفات کی اطلاع دی گئی ہے۔اس سورۃ کی فضیلت میں امام ترمذیؒ نے حضرت انسؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے۔کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ (ثواب میں) چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔امام مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے (کہ اس سورۃ کے نزول کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ وبحمدہ استغفراللہ واتوب الیہ زیادہ پڑھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے میرے رب نے اطلاع دی تھی کہ عنقریب تم اپنی امت کے اندر ایک نشانی دیکھو گے جب تم وہ علامت دیکھو تو سبحان الله و بحمده استغفرالله واتوب اليه بہت پڑھنا چنانچہ میں نے وہ نشانی دیکھ لی۔وہ نشانی ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا

مفسر بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اس سورۃ سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ سورۃ بتارہی ہے کہ دعوت پوری ہوگئی اور دین کامل ہوگیا مزید یہ کہ استغفار کا حکم بتارہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔

فتح مکہ کا وعدہ اور اس کی تکمیل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد مکی زندگی کے تیرہ سال تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل اسلام کے لئے انتہائی سخت تھے جس کے نتیجہ میں اہل ایمان کو اپنا وطن مکہ اپنا کاروبار اور جائیداد وغیرہ سب چھوڑ کر ہجرت کرنی پڑی اور مدینہ میں پناہ لینی پڑی۔یہاں بھی سات آٹھ سال کی مدت میں چین وسکون مسلمانوں کو نصیب

46

نہ ہوا۔ چاروں طرف سے مخالفین اسلام اور اعدائے دین کے حملوں اور آئے دن ان کی وجہ سے طرح طرح کی پریشانیوں کا مقابلہ ہی کرتے رہنا پڑا۔ آخرکار اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق اب وہ وقت قریب آ گیا جب اسلام کو عرب کی تمام طاقتوں پر غلبہ اور شوکت نصیب ہونا تھا اور مسلمان جس مکہ سے ستا ستا کر ہجرت پر مجبور کئے گئے تھے اسی مکہ میں انہیں فاتح کی حیثیت سے داخل ہونا تھا۔

اسلامی تاریخ میں یہ نہایت اہم واقعہ ہے اور اسی کا نام فتح مکہ ہے۔ جو رمضان المبارک ۸ ہجری میں واقع ہوئی۔ اس سورۃ میں اسی فتح کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سنائی گئی کہ عنقریب ایک دن ایسا آنے والا ہے جبکہ ملت اسلامیہ کو غلبہ اور شوکت نصیب ہوگا۔ کفر کی تاریکیوں کا خاتمہ ہو جائے گا کفار کے مرکزی شہر مکہ پر اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ بت پرستی کا خاتمہ اور اس کے حامی سب زیر و زبر ہو جائیں گے اور عرب کے عام لوگ جوق در جوق دین اسلام قبول کر لیں گے۔ اس بشارت سے قبل اگرچہ عرب کے بہت سے قبائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اسلام قبول کر چکے تھے لیکن کفار مکہ ابھی تک بت پرستی پر قائم تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر تلے ہوئے تھے گویا کہ یہ شہر مکہ کفار کا مرکز بنا ہوا تھا۔ بہت سے عرب کے لوگ اسلام لانے کے لئے فتح مکہ کے منتظر تھے اور یہ بڑی فیصلہ کن چیز تھی کہ مکہ معظمہ فتح ہو جائے۔

چنانچہ جب قریش مکہ نے صلح نامہ حدیبیہ جو ۶ ہجری میں ہوا تھا اس کی عہد شکنی کی اور بالآخر حدیبیہ کا صلح نامہ ٹوٹ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی پوری تیاری شروع کر دی اور ۱۰ رمضان المبارک ۸ ہجری کو دس ہزار صحابہ کرام کی جمعیت کے ساتھ آپ مدینہ منورہ سے مکہ پر چڑھائی کے قصد سے روانہ ہوئے۔ کفار مکہ کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور آپ سے امن کی درخواست کی جو آپ نے قبول فرمائی اور ۲۰ رمضان یوم جمعہ ۸ ہجری کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور طواف خانہ کعبہ فرمایا۔ اس وقت تک کعبہ کے گرد ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے جو آپ کے حکم سے توڑ دیئے گئے اور خانہ کعبہ کو ان بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا گیا۔ فتح مکہ کے بعد عام طور سے عرب اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا اور جو قریش مکہ کی شوکت کے ڈر سے اسلام اختیار کرنے میں توقف اور فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے وہ سب کے سب فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے۔ باقی ماندہ عرب کی ہمت نہ رہی کہ اب اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہوں اس طرح مکہ معظمہ کی فتح اہل اسلام کے لئے ایک بڑی فیصلہ کن چیز تھی۔ اس سورۃ میں اسی فتح کی بشارت دی گئی۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار کے غلبہ سے گھبرائیے نہیں۔ عنقریب ہی خدائے تعالیٰ آپ کی اور آپ کے متبعین کی مدد فرمائے گا اور والفتح یعنی آپ کو کفار پر ایک عظیم الشان فتح حاصل ہوگی جس کے بعد کفار کی کمر ہمت ٹوٹ جائے گی اور مخالفت کی تاب نہ لا سکیں گے اور اس فتح و نصرت کا نتیجہ یہ ہوگا **ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا** یعنی لوگ گروہ در گروہ آپ کے دین میں داخل ہوں گے۔ اہل اسلام کو ملک عرب میں غلبہ اور شوکت نصیب ہوگا۔ چنانچہ الحمدللہ ایسا ہی ہوا۔ فتح مکہ کے بعد کفار کا زور ٹوٹ گیا۔ ان کا مرکز ختم ہو گیا۔ اور ان کا شیرازہ بکھر گیا لوگ اسلام کی حقانیت کے قائل ہو گئے اور قبائل کے قبائل اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کرنے لگے۔ معجم طبرانی میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ یہ وہ ہے کہ جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اور یہ سورۃ نصر تلاوت فرمائی (سیرت المصطفیٰ حصہ سوم ص ۱۷۱)

تکمیل دین اور سفر آخرت کی تیاری

یہاں تک تو فتح و نصرت کا ذکر تھا۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص پیغام ہے کہ جب آپ یہ فتح حاصل ہو چکے اور لوگ اس کثرت سے دین اسلام کو قبول کرنے لگیں جو مقصد آپ کی بعثت سے تھا وہ پورا ہوا تو آپ سمجھ لیں کہ آپ کا مقصد رسالت پورا ہو چکا اور دین کی تکمیل ہو گئی اور اب سفر آخرت قریب ہے۔ اس لئے آپ اس وقت ہمہ تن ہماری طرف متوجہ ہو جائیں اور اس سفر کی تیاری میں مصروف ہو جائیں۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور پہلے سے بھی زیادہ کثرت سے اللہ کے ذکر اس کی تسبیح و تحمید میں لگ جائیں اور فتوحات و کامیابیوں پر اس کا شکر ادا کریں۔ وَاسْتَغْفِرْهُ اپنے لئے اور امت کے لئے ہر وقت

مغفرت اور بخشش کی درخواست کرتے رہیں۔ انه کان توابا بے شک آپ کا پروردگار تو بہت ہی معاف کرنے والا ہے۔

کثرت استغفار ضروری ہے

انسان جس میں اولیاء اور انبیاء بھی شامل ہیں اللہ کی عبادت میں کتنی بھی کوشش کیوں نہ کریں پھر بھی کما حقہ یعنی حسب شان خداوندی ادا کرنے میں اپنے کو قاصر ہی سمجھتے ہیں۔اس لئے کمال عبودیت کے باوجود بھی اپنے عجز کا اعتراف کرنا اور اپنے کو عبادت کا حق ادا کرنے میں قصوروار سمجھنا اعلیٰ ترین عبادت ہے۔اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ہر روز ستر بار سے زیادہ خدائے تعالیٰ سے طلب مغفرت کرتا ہوں۔ اور آپ اپنی امت کے لئے بھی مغفرت اور بخشش کی درخواست کیا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی وجہ

یہاں ایک مختصر مگر نہایت جامع تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار فرمانے کے بارہ میں حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحبؒ کاندھلوی خاتم مثنوی نے اپنے رسالہ شیم الحبیب میں تحریر فرمائی ہے۔ یہ رسالہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اپنی تصنیف نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب میں نقل فرمایا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ جو حدیث میں آتا ہے کہ آپ دن بھر میں ستر بار یا سو بار استغفار فرماتے تھے تو یہ یا تو تعلیم امت کے لئے تھا یا خود امت کے لئے مغفرت طلب کرنا مقصود تھا یا یہ وجہ تھی کہ آپ دریائے قرب وعرفان میں مستغرق تھے اور لحہ بہ لحہ ترقی فرماتے رہتے تھے کیونکہ تجلیات متجدد ہوتی رہتی ہیں اور تجلی حسب استعداد محل تجلی کے ہوتی ہے اور آپ کی استعداد برابر متزائد ہوتی جاتی تھی۔ پس جب مرتبہ مابعد کو عالی دیکھتے تھے تو اپنے کو مرتبہ ماقبل کے اعتبار سے تقصیر کی طرف منسوب فرماتے تھے۔ کیا تم نے سنا نہیں کہ حسنات الابرار سیات المقربین یعنی نیکوں کے حسنات مقربین کی سیئات ہوتی ہیں۔

الغرض اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے "اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب خدا کی مدد اور مکہ کی فتح مع اپنے آثار کے آ پہنچے یعنی واقع ہو جائے اور آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں کہ آپ لوگوں کو اللہ کے دین یعنی اسلام میں جوق درجوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اس وقت سمجھئے کہ مقصود دنیا میں رہنے کا اور بعثت کا کہ تکمیل دین ہے ختم ہوا اور اس وجہ سے سفر آخرت کا قریب ہے۔ پس اس کے لئے تیاری کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے کہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے"۔

بڑھاپے کی عمر کا وظیفہ

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ کے تعمیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے بیٹھتے آتے جاتے ہر وقت یہی دعا پڑھتے تھے۔ سبحان الله وبحمده استغفر الله و اتوب الیه اور فرماتے تھے کہ مجھے اس کا حکم کیا گیا ہے۔ بزرگان دین نے اسی بناء پر روایت لکھی ہے کہ جب موت قریب محسوس ہو تو تسبیح واستغفار کی کثرت چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کو یاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

خلاصہ

یہ سورت فتح مکہ کی طرف اشارہ کرتی ہے' یہ سورت ۱۰ھ میں نازل ہوئی' اس کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ۷۰ ایام زندہ رہے' جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: "مجھے میری موت کی اطلاع دی گئی ہے" اس لیے کہ حضور کی بعثت کا مقصد پورا ہو چکا تھا' جب آپ نے دعوت کا آغاز کیا تھا تو اسے قبول کرنے والے اکا دکا تھے لیکن اب لوگ جماعت در جماعت اور قبیلہ در قبیلہ دین اسلام میں داخل ہو رہے تھے' اس لیے آپ کو حکم دیا گیا کہ ان فتوحات اور نعمتوں پر اللہ کا شکر اور اسکی تسبیح اور عظمت بیان کریں۔

سورۃ النصر کے خواص

۱- جنگ میں دشمن کے خلاف فتح حاصل کرنے کے لئے اپنے کسی ہتھیار پر سورۃ النصر کو نقش کرا لیا جائے تو فتح حاصل ہوگی۔

۲- جو لوگ جال کے ساتھ مچھلی کا شکار کرتے ہوں اگر وہ کسی دھات پر سورۃ النصر نقش کر کے اس دھات کی ٹکڑی کو اپنے جال میں باندھ لیں تو جب جال کو شکار کے لئے پانی میں ڈالیں گے اس میں فوج در فوج مچھلیاں پھنسیں گی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا

ابو لہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہوجائے۔نہ اُس کا مال اُس کے کام آیا اور نہ اُس کی کمائی۔وہ عنقریب ایک شعلہ زن

ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

آگ میں داخل ہوگا وہ بھی اور اُس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے۔ اُس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی۔

تَبَّتْ ٹوٹ گئے	يَدَآ دونوں ہاتھ	اَبِيْ لَهَبٍ ابولہب	وَّتَبَّ اور وہ ہلاک ہوا	مَآ نہ	اَغْنٰى کام آیا	عَنْهُ اس کے	مَالُهٗ اس کا مال	وَمَا اور جو	كَسَبَ اس نے کمایا
سَيَصْلٰى عنقریب داخل ہوگا	نَارًا آگ	ذَاتَ لَهَبٍ شعلے مارتی	وَّامْرَاَتُهٗ اور اس کی بیوی	حَمَّالَةَ لادنے والی	الْحَطَبِ لکڑی	فِيْ میں			
	جِيْدِهَا اس کی گردن	حَبْلٌ رسی	مِّنْ سے	مَّسَدٍ کھجور					

وجہ تسمیہ اور زمانۂ نزول

اس سورۃ کی پہلی آیت تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ہے۔اس لئے نشانی کے طور پر سورۃ کا نام اللہب مقرر ہوا۔یہ سورۃ مکی ہے۔

سبب نزول

سبب نزول اس سورۃ کا احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت وانذر عشیرتک الاقربین پ۱۹ (سورۂ شعراء) نازل ہوئی یعنی اپنے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرایئے تو آپ نے مکہ کے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبائل قریش کے نام لے کر پکارا۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم کو اس امر کی خبر دوں کہ پہاڑ کے دوسری طرف دشمن موجود ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے کہا کہ بے شک ہم یقیناً آپ کی بات کا اعتبار کریں گے۔ آپ ہم سب میں سے بڑھ کر سچے ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت پیش کی اور فرمایا کہ لوگو میں تمہارے لئے ایک آنے والے سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔

تم نجات کا راستہ اختیار کرلو اور اپنے بچنے کی تدبیر کرلو۔ میں کھلم کھلا تم کو خبردار کرنے والا ہوں۔ابولہب یہ سن کر آگ بگولہ ہوگیا اور انتہائی مخالفانہ انداز میں ہاتھ جھٹک کر کہنے لگا (نعوذ باللہ' نعوذ باللہ) تبالک سائر الیوم الھذا دعوتنا تو برباد ہو جائے کیا ہم کو اسی بات کے لئے جمع کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو سراپا عفو اور ہمہ تن حلم تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا مگر غیرت الٰہیہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایسے الفاظ کیوں برداشت کر سکتی تھی اور فوراً یہ پوری سورۃ نازل ہوئی جس میں خود ابولہب کے الفاظ اسی پر لوٹا دیئے گئے اور اس کے حسرت ناک انجام کا اعلان بھی بطور پیشین گوئی کے فرما دیا گیا۔ابولہب کی ایک بیوی تھی اس کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عداوت تھی۔ خود جنگل جاتی ' کانٹے اکٹھا کرتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں بچھا دیتی تاکہ اندھیرے میں آپ کے کانٹے چبھیں اور آپ کو اذیت اور تکلیف ہو۔تو اس سورۃ میں دونوں کا انجام بتلا کر ان کی مذمت فرمائی گئی اور ان ہی دونوں کی تباہی و بربادی کی پیشینگوئی فرمائی گئی

جس سے مخالفین رسول کو متنبہ کیا گیا کہ مرد ہو یا عورت۔ اپنا ہو یا بیگانہ۔ بڑا ہو یا چھوٹا۔ جو حق کی عداوت پر کمر باندھے گا وہ آخر کار ذلیل وتباہ وبرباد ہوکر رہے گا۔ یہ ہے خلاصہ مفہوم اس سورۃ کا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی

جس طرح کہ تصدیق اور جان نثاری اور صداقت ومحبت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے اول رہے اسی طرح تکذیب اور ایذا اور استہزاء بغض وعداوت رسول میں ابولہب سب سے آگے تھا۔ یہ عبدالمطلب کا بیٹا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سوتیلا چچا تھا۔ اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ لات، منات، اور عزیٰ یہ تین مشہور مشرکین عرب کی دیویاں تھیں جن کی پرستش وہ کرتے تھے۔ اور ان کے بت بنا رکھے تھے اسی نسبت سے اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ اور چونکہ اس کا چہرہ سرخ رنگ کا خوبصورت تھا تو اس کے چہرہ کی سرخی اور چمک کی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب ہوگئی تھی کیونکہ لہب آگ کے شعلہ کو کہتے ہیں۔ عبدالمطلب چونکہ اپنے قبیلہ بنی ہاشم کے سردار تھے ان کی وفات کے بعد ان کی سرداری ان کے بیٹوں ابوطالب اور ابولہب کو ملی۔ ابوطالب کی مالی حالت اچھی نہیں تھی لیکن ابولہب خوب دولت اور پیسہ والا آدمی تھا لیکن اپنے کفر وشقاوت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید ترین دشمن ہوگیا تھا جب آپ کسی مجمع میں پیغام حق سناتے یہ بدبخت پتھر پھینکتا حتیٰ کہ آپ کے پائے مبارک لہولہان ہو جاتے اور زبان سے کہتا کہ لوگو! ان کی بات مت سنو۔ کبھی کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے ان چیزوں کا وعدہ کرتے ہیں جو مرنے کے بعد ملیں گی۔ ہم کو تو وہ چیزیں ہوتی نظر نہیں آتیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں سے خطاب کر کے کہتا (معاذ اللہ معاذ اللہ) تم دونوں ٹوٹ جاؤ کہ میں تمہارے اندر اس میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتا جو محمد بیان کرتے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) ابولہب چونکہ بہت مالدار تھا اس لئے جب اس کو اللہ سے ڈرایا جاتا تو یہ کہتا کہ اگر میرے بھتیجے کی بات حق ہے تو قیامت کے دن مال اور اولاد کا فدیہ دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔ اس کی بیوی ام جمیل کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ضد اور دشمنی تھی۔ شب کے وقت آپ کے راستہ میں کانٹے ڈال دیا کرتی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو طلاق دلوانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یعنی حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل ہی ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے منسوب ہو چکی تھیں۔ عتبہ بن ابی لہب کا نکاح حضرت رقیہؓ سے ہوا تھا اور عتیبہ بن ابی الہب کا نکاح حضرت ام کلثوم سے ہوا تھا۔ اور صرف نکاح دونوں صاحبزادیوں کا ہوا تھا رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد تبلیغ اسلام فرمائی اور بت پرستی اور شرک کی سخت مذمت فرمائی تو ابولہب اور اس کی بیوی عداوت میں تو پیش پیش ہی تھے اسی جذبہ کے ماتحت ابولہب نے اپنے ان دونوں بیٹوں سے کہا کہ اگر میری رضامندی چاہتے ہو تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دیدو تاکہ آپ کو ان کے طلاق دیئے جانے سے صدمہ ہو۔ بڑا بیٹا جس کا نام عتبہ تھا یہ بات سن کر اس وقت چپ رہا مگر دوسرا بیٹا عتیبہ کمال بے حیائی سے اسی وقت اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر بولا کہ میں نے تمہاری بیٹی کو طلاق دی اور کچھ دوسری نالائق نالائق باتیں بھی بکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا کہ خدایا اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما دے۔ آخر کو اس کو شام کے سفر میں ایک شیر نے پھاڑ کھایا۔ الغرض ابولہب کے دونوں بیٹوں نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل میں رخصتی سے پہلے ہی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ (سیرت المصطفیٰ حصہ سوم)

بالآخر یہ دونوں صاحبزادیاں طلاق کے بعد یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں آئیں اور اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ ذی النورین کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار حضرات انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے صحابہ کرام میں سے صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے صحابی ہیں کہ جن کی زوجیت میں یکے بعد دیگرے پیغمبر کی دو صاحبزادیاں

آ ئیں۔اس طرح حقیقت میں اس واقعہ طلاق میں اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان رحمت پنہاں تھی جو حضرت عثمانؓ کے حصہ میں آئی تھی۔

سماجی مقاطعہ کروانا

الغرض عربوں میں ایام جاہلیت میں اگرچہ جہالت اور ضلالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی مگر پھر بھی اپنے قبیلہ کی حمایت اور رشتہ داری کا پاس و لحاظ کرنا یہ اس وقت عربوں کی خصوصیت رہی ہے چنانچہ آپ کے چچا ابوطالب نے محض رشتہ داری کے تعلق سے ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی کی یہاں تک کہ تمام قبائل قریش نے متفقہ طور پر تحریری معاہدہ لکھا (یہ ہجرت نبوی سے ۶ سال قبل کا واقعہ ہے) کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور بنی ہاشم اور ان کے تمام حامیوں سے یکلخت تمام تعلقات قطع کر دیئے جائیں کہ نہ کوئی شخص بنی ہاشم سے نکاح کرے نہ ان سے میل جول رکھے نہ ان کے ساتھ خرید و فروخت کرے، جب تک کہ بنو ہاشم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کے لئے ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ابو طالب نے مجبور ہو کر ایک گھاٹی میں پناہ لی اور بنو ہاشم اور بنو مطلب مؤمن اور کافر سب نے آپ کا ساتھ دیا۔مسلمانوں نے دین کی وجہ سے اور کافروں نے خاندانی اور نسبی تعلق کی وجہ سے لیکن بنو ہاشم میں سے ابولہب قریش مکہ کا شریک رہا۔اور محصور ہونے والوں نے اس گھاٹی میں جس کا نام شعب ابی طالب ہوا تین سال مسلسل سخت تکالیف کے ساتھ گزارے اور انتہائی فقر و فاقہ سے بسر کئے حتیٰ کہ باہر کا اگر کوئی تجارتی قافلہ مکہ آتا تو ابولہب اٹھتا اور یہ اعلان کرتا پھرتا کہ کوئی تاجر اصحاب محمد کو کوئی چیز عام نرخوں پر نہ فروخت کرے بلکہ ان سے کئی گنا زیادہ قیمت لے اور اس طرح اگر کوئی نقصان یا خسارہ ہو تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔باہر کا قافلہ آیا ہوا دیکھ کر صحابہ کچھ خریدنے کو آتے مگر نرخ کی گرانی کا یہ عالم دیکھ کر خالی ہاتھ واپس ہو جاتے۔ہجرت سے تین سال قبل یعنی ۱۰ ہجری نبوی میں یہ ظالمانہ عہد نامہ ختم ہوا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم

اللہ اکبر! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیا خلق عظیم فرمایا تھا۔ایک طرف تو ابولہب اور اس کے گھرانے کی دشمنی اور عداوت کا حال اوپر ذکر ہوا۔اب دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم اور کرم و عنایت کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ آپ کے بھتیجے ابولہب کے بیٹے کہاں ہیں۔کہیں نظر نہیں پڑتے۔ابولہب کے دو بیٹے تھے جو فتح مکہ کے وقت تک کفر پر قائم تھے۔حضرت عباسؓ نے عرض کا یا رسول اللہ بظاہر کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔آپ نے فرمایا ان کو ڈھونڈھ کر لاؤ۔تلاش ہوئی اور کھوج لگانے پر یہ دونوں عرفات کے میدان میں چھپے ہوئے ملے۔حضرت عباس دونوں کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ نے ان دونوں پر اسلام پیش کیا۔انہوں نے فوراً اسلام قبول کیا۔اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی نے فرمایا میں نے اپنے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو اپنے پروردگار سے مانگا تھا اللہ نے مجھ کو یہ دونوں عطا فرمائے۔اللہ اکبر! ذرا غور تو کیجئے ابولہب کے گھرانے کی تکالیف کا جو آپ کو دی گئیں اور آپ کا دشمنوں سے یہ کرم و عنایت کا معاملہ

ام جمیل کی دشمنی و عداوت

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جب ابولہب کی بیوی ام جمیل کو خبر ہوئی کہ میرے اور میرے شوہر کے بارہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی تو ایک پتھر لے کر آپ کو مارنے کے لئے چلی۔اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ام جمیل جس وقت وہاں پہنچی تو حق تعالیٰ نے اس کی آنکھ پر ایسا پردہ ڈالا کہ اس کو صرف حضرت ابوبکرؓ نظر آتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہ دیتے تھے۔ام جمیل نے حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ وہ میری مذمت اور ہجو کرتے ہیں۔خدا کی قسم اگر اس وقت ان کو پاتی تو اس پتھر سے مارتی۔ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ام جمیل کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ام جمیل سامنے سے آ رہی ہے۔مجھے آپ کا ڈر ہے۔حضورؐ نے فرمایا انها لن ترانی (وہ مجھے ہرگز نہ دیکھے گی)

جب ام جمیل چلی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کے جانے تک ایک فرشتہ مجھ کو چھپائے رہا۔ الغرض یہ داستان تو بہت طویل ہے۔

دشمنان رسول پاک کا انجام

اب ان دونوں یعنی ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا انجام ملاحظہ ہو۔ غزوۂ بدر جو رمضان المبارک ۲ ہجری میں واقع ہوا اور جس میں قریش مکہ کے بڑے بڑے کافر سردار اور متمول لوگ شریک تھے۔ سب ایک ایک کر کے قتل یا قید ہوئے مگر ابولہب اس جنگ میں اپنی جان کے خوف سے شریک نہ ہوا تھا اور اپنی بجائے جنگ میں کسی دوسرے کو بھیجا تھا۔ اس واقعہ بدر کے ساتھ روز بعد ابولہب کے مکہ میں طاعون کا زہریلا دانہ نمودار ہوا۔ گھر والوں نے اس اندیشہ سے کہ اس کی بیماری ہم کو نہ لگ جائے اس کو الگ ڈال دیا اور وہیں مر گیا۔ اور تین روز تک لاش یونہی پڑی رہی کسی نے ہاتھ نہ لگایا۔ جب لاش سڑنے لگی تو اس وقت چند حبشی مزدوروں کو بلا کر ان سے لاش دبوائی۔ انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے دھکیل کر لاش کو اس گڑھے میں ڈال دیا اور مٹی اور پتھروں سے اس گڑھے کو بھر دیا۔ یہ تو دنیا میں ذلت و رسوائی اس کو نصیب ہوئی۔ اور آخرت کی رسوائی کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔

ابولہب کی بیوی کا حشر

اس کی بیوی ام جمیل جو خود جنگل جاتی اور کانٹے اکٹھا کر کے گٹھڑ بنا کر لاتی اور رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور مسجد حرام کے راستہ میں بچھا دیتی تا کہ وہ کانٹے آپ کو چبھیں اور آپ کو تکلیف پہنچے۔ اس بد بخت کی موت اس طرح واقع ہوئی کہ سر پر کانٹوں اور لکڑیوں کا گٹھا تھا۔ راہ میں تھک گئی تو گٹھے کو پتھر سے ٹکا کر خود ستانے لگی۔ جب پھر چلنے کا ارادہ کیا تو اسی رسی کا جس سے گٹھڑ بندھا تھا پھندا گردن میں پڑ گیا اور گٹھا پیٹھ کی طرف جا لٹکا جس کے بوجھ سے وہ پھندا پھانسی بن گیا اور گلا ایسا گھٹا کہ یہ تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو گئی۔

ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام

یہی ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا ذکر اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے اور جو الفاظ ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کئے تھے یعنی تبالک کہا تھا یعنی معاذ اللہ تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ تو خود اسی کے الفاظ کو اس پر لوٹا دیا گیا اور اس کے حسرت ناک انجام کا اعلان بطور پیشین گوئی فرما دیا گیا۔ چنانچہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے۔ یعنی یہ ابولہب جو ہاتھ جھٹک جھٹک کر باتیں بناتا ہے اور اپنی قوت بازو پر مغرور ہو کر خدا کے مقدس پیغمبر اور معصوم رسول کی طرف دست درازی کرتا ہے تو سمجھ لے کہ خود اسی کے ہاتھ ٹوٹ چکے۔ اس کی سب کوششیں حق کے دبانے کی برباد ہو چکیں۔ اس کی سرداری ہمیشہ کے لئے مٹ گئی۔ اس کا زور ٹوٹ گیا اور وہ خود تباہی کے گڑھے میں پہنچ گیا۔ گویا یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے اور کفار کی آگاہی کے لئے یہ پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین حق کے خلاف ابولہب کی جملہ تدابیر بالآخر ناکام ہوں گی اور خود ابولہب تباہ و برباد ہوگا۔ جس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی اگرچہ اس وقت ابولہب کی شرارتیں بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ اور اس کی مخالفت بہت سخت معلوم ہو رہی تھی مگر اس سورۃ میں خبر دی گئی کہ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے۔ ہاتھ ٹوٹ جانا ایک محاورہ ہے جس کا مطلب ہے زور ختم ہو جانا یعنی وہ وقت آنے والا ہے کہ جب ابولہب کا سارا زور ٹوٹ جائے گا اور اس کی طاقت سب ختم ہو جائے گی۔ یہ پیشینگوئی جملہ کفار و مسلمین سب کی آنکھوں کے سامنے نزول سورۃ کے کچھ عرصہ بعد پوری ہوئی اور سب نے ابولہب کی تباہی کو دیکھ لیا۔ آگے ارشاد فرمایا مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ نہ اس کا مال اس کے کام آیا نہ اس کی کمائی یعنی مال دولت عزت وجاہت حسب ونسب کوئی چیز اس کو دنیا میں ہلاکت سے نہ بچا سکی اور نہ آخرت ہی میں اس کی وجہ سے عذاب الٰہی سے بچ سکے گا۔ جب ابولہب کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو جواباً کہتا کہ اگر سچ مچ قیامت و آخرت ہونے والی ہے تو میرے پاس مال واولاد بہت ہے ان کو فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔ اسکے جواب میں آیت میں فرمایا گیا کہ نہ اس کا مال اس کے کچھ کام آئے گا اور نہ اس کی اولاد۔ دھن دولت یہ گویا دوسری پیشینگوئی فرمائی گئی

کہ ابولہب کا مال واولاد اسے کچھ نفع نہ دے گا۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی بھی اسی طرح پوری ہوئی یہ تو ابولہب سے متعلق دنیا کی خبر دی گئی۔ آگے آخرت سے متعلق خبر دی گئی سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ عنقریب وہ ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی یعنی مرنے کے بعد فوراً ہی جہنم کی شعلہ زن آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور نہ صرف وہ بلکہ اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ آگ میں جھونک دی جائے گی کیونکہ اس کے دل میں بھی اللہ کے رسول کے خلاف عداوت وبغض کی آگ بھری ہوئی تھی اور اس نالائق عورت نے یہ شیوہ اختیار کر رکھا تھا کہ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ جو جنگل سے خاردار لکڑیاں لادکر لاتی ہے اور رات کو آپ کے راستہ میں بچھا دیتی تاکہ آپ کو تکلیف پہنچے اس ایذا رسانی کے بدلہ میں قیامت کے دن فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی پڑی ہوگی یعنی اس کے گلے میں جہنم کے طوق وزنجیر پڑے ہوں گے اور عذاب کے فرشتے اس کو گھسیٹتے پھریں گے۔ یہ آخرت کے متعلق خبر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کا انتقام خود لیتا ہے

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اس سورۃ کے تحت مسائل السلوک میں لکھا ہے کہ اس سورۃ میں دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبولین کے لئے جو نبی ہوں انتقام لیتا ہے اسی طرح اپنے مقبولین کے لئے جو ولی ہوں انتقام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقبولین سے محبت و تعلق عطا فرمائیں اور ان کی مخالفت اور ایذا دہی سے بچائیں آمین۔

خلاصہ

یہ سورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا مگر بدترین دشمن ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا انجام بتلاتی ہے' اس شخص کو اپنے مال اور اولاد پر بڑا غرور تھا لیکن مال واولاد اسے اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ یہ دونوں میاں بیوی ذلت آمیز اور عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے۔

سورۃ اللّھب کے خواص

ایسا درد جو بڑھتا ہی جارہا ہو تو اس سے نجات کے لئے درد کی جگہ پر سورۃ اللّھب لکھیں درد کم ہوتا ہوتا بالکل ختم ہوجائے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ دین واسلام کے مخالفین اور اعداء کو جیسے پہلے آپ نے زیر وزبر فرمایا اور ان کی قوتوں کو پاش پاش فرمایا اور ان کی ساری تدبیروں اور کوششوں کو لاحاصل بنایا اسی طرح اے قدرت والے رب اب بھی اعدائے دین کو ذلیل وخوار فرمادے۔ ان کی مخالفانہ کوششوں کو نیست ونابود فرمادے۔ ان کی اعیارانہ چالوں کو ملیامیٹ فرمادے اور دین ودنیا دونوں جہاں میں ان کو ناکامی اور نامرادی نصیب فرمادے۔

یا اللہ اسلام ومسلمین کو عزت وغلبہ نصیب فرما۔ اور دین پر ہم کو ہر حال میں استقامت عطا فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا وسچا امتی بنا کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین

یَا اللّٰہ بہت سے گناہ آپ کی مخلوق سے چھپا کر کرلئے لیکن آپ سے کہاں چھپا سکتا تھا۔ الٰہی! میں اپنا عذر پیش کرتا ہوں اور آپ سے معافی چاہتا ہوں معافی چاہنے کے بعد بھی گناہ ہوجائے تو اس کی بھی معافی چاہتا ہوں۔ مجھے بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿۳﴾

آپ کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اُس کے اولاد نہیں۔اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

اور نہ کوئی اُس کے برابر کا ہے۔

قُلْ کہہ دیجئے	هُوَ وہ	اَللّٰهُ اللہ	اَحَدٌ ایک	اَللّٰهُ اللہ	الصَّمَدُ بے نیاز	لَمْ يَلِدْ نہ اس نے جنا	وَ اور	لَمْ يُوْلَدْ نہ وہ جنا گیا	وَلَمْ اور نہیں		
يَكُنْ ہے	لَهٗ اس کا	كُفُوًا ہمسر	اَحَدٌ کوئی								

وجہ تسمیہ

اس سورۃ میں اگرچہ لفظ اخلاص نہیں آیا ہے مگر اس میں توحید باری تعالیٰ کو ہر قسم کے شرک سے خالص کر کے بیان کیا گیا ہے اس وجہ سے اس سورۃ کا نام ''اخلاص'' رکھا گیا۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنا سب کچھ اللہ کے لئے خالص کر دے۔ یعنی بندہ اگر اپنے اللہ سے محبت کرے تو سچائی کے ساتھ کرے اور پھر اس محبت پر جما رہے۔ وہ اس کی اطاعت و بندگی کرے تو سچے دل سے کرے اور ہمیشہ ہر حال میں کرتا رہے۔ وہ اس کی عظمت اور بڑائی کا اعتراف کرے تو خلوص کے ساتھ کرے۔ وہ اس کو اپنا خالق، رازق، مالک تسلیم کرے تو خالص اسی پر وہ اپنا سہارا بنائے صرف اسی کو یہ مقام دے۔ وہ بھروسہ کرے تو صرف اسی کی ذات پاک کو۔ غرض یہ کہ وہ اپنا سب کچھ اس کی ذات کو جانے اور پھر اسی پر جم جائے اسی کا نام اخلاص ہے۔

سورۃ کی فضیلت واہمیت

یہ سورۂ اخلاص ایک مختصر سی سورۃ ہے تھوڑے سے الفاظ ہیں مگر مطلب اور معنیٰ کے لحاظ سے بہت وسیع ہے۔ اسے ایسا سمجھنا چاہئے کہ جیسے انسانی جسم میں آنکھ کی پتلی جو اگرچہ بہت چھوٹی ہے لیکن اس کی بدولت سارا عالم روشن معلوم ہوتا ہے یہ نہ ہو تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اس سورۃ میں توحید کو ایسے انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ اسی سے سارا دین روشن ہے۔ اسی لئے اس سورۃ کی فضیلت احادیث میں بہت آئی ہے کیونکہ توحید اور حق تعالیٰ سبحانہ کی ذات پاک کے متعلق جو عقائد رکھنے چاہئیں اور جس کو ایمان کی بنیاد سمجھنا چاہئے وہ سب اس سورۃ میں مذکور ہیں۔

احادیث میں امام بخاریؒ وغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ سورۃ تہائی قرآن کے برابر ہے یعنی جس نے یہ سورۃ پڑھی اس نے ثواب تہائی قرآن پڑھنے کا حاصل کیا اور تہائی کے برابر ہونے کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ مضامین قرآن تین قسم کے ہیں۔ ایک توحید وصفات باری تعالیٰ، دوسرے بندوں کے اعمال وافعال کی کیفیت، تیسرے قیامت و آخرت اور وہاں کے حالات تو ان تین مضامین میں سے اس سورۃ میں توحید وصفات باری تعالیٰ کا نہایت جامع ذکر ہے۔

حضرت ابودرداءؓ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کیا تم ہر رات میں ایک تہائی قرآن پڑھ سکتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہر شب میں ایک تہائی قرآن کیسے پڑھا جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے یعنی ثواب میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک فوجی دستہ کے ساتھ ایک صاحب کو کہیں بھیجا۔ یہ ساتھیوں کو ہمیشہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے نماز پڑھاتے رہے جب وہ لوگ واپس آئے تو انہوں نے حضورؐ سے اس کا ذکر کیا ارشاد فرمایا ان سے پوچھو ایسا کیوں کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ (سراسر) رحمٰن کے اوصاف ہیں اس لئے میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں اور اس سورۃ سے محبت رکھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو اطلاع دے دو کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔

سبب نزول اور زمانۂ نزول

اس سورۃ کے شان نزول کے متعلق روایت ہے کہ مشرکین مکہ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کی تو برائی کرتے ہیں۔ آپ اپنے رب کے تو اوصاف بیان کریں۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی اور اس میں حق تعالیٰ نے اپنی صفات بیان فرمائیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول مکی دور کا ابتدائی زمانہ لکھا ہے۔ اس طرح ترتیب قرآنی کے موافق اس سورۃ کا شمار ۱۱۲ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۱۰ لکھا ہے یعنی ۹ سورتیں اس سے قبل نازل ہو چکی تھیں۔ اور ۱۰۴ سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس سورۃ میں ۴ آیات ۱۷ کلمات اور ۴۹ حروف ہیں۔ اس سورۃ میں ہر طرح کے شرک یعنی بت پرستی' عیسائیت یہودیت مجوسیت وغیرہ سب کی تردید کر کے خالص توحید کا سبق دیا گیا ہے کہ اللہ ایک ہے وہ صمد ہے وہ اولاد ماں باپ اور شریکوں سے پاک ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

توحید الٰہی

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نسبت پوچھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے اور کیا اس کی صفات ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ وہ ایک ہے جس کی ذات میں کسی قسم کے تعدد وتکثر اور دوئی کی گنجائش نہیں۔ نہ اس کا کوئی مقابل ومشابہ اس میں اس وقت کے مجوس کے عقیدہ کا رد ہو گیا جو کہتے کہ خالق دو ہیں۔ خیر کا خالق ''یزدان'' اور شر کا ''اہرمن''

نیز ہنود بت پرستوں کے عقائد کی بھی تردید ہو گئی جو ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو خدائی میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔

اللہ الصمد

آگے فرمایا اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے لفظ صمد کا اردو میں ترجمہ بے نیاز کیا گیا ہے۔ لیکن مفسرین نے صمد کی تفسیر کئی طرح کی ہے اور چونکہ یہ لفظ صمد عرف عرب میں بہت سے معانی میں مشتمل ہے اس لئے مفسرین میں سے حسب ذیل ہر ایک نے ایک ایک معنیٰ اختیار کیا ہے۔

(۱) ایک مراد صمد سے یہ کہ اللہ جمیع اشیاء کا جاننے والا ہے کیونکہ حاجت روائی کرنا بغیر اس کے ممکن نہیں ہے۔

(۲) دوسرے معنیٰ صمد کے سردار کے ہیں جو سب سے اعلیٰ سردار ہو۔

(۳) تیسرے صمد جمیع اشیاء کے خالق کو کہتے ہیں۔

(۴) چوتھے صمد اس کو کہتے ہیں جو ہر کام میں مقصود اصلی ہو اور اسکی طرف فریاد لے جاتے ہوں۔

پانچویں یہ کہ صمد وہ ہے کہ جو چاہے کرے۔

(۶) چھٹے صمد فرد کامل اور بزرگ کو کہتے ہیں۔

(۷) ساتوں معنیٰ صمد کے بے نیاز ہیں کہ جس کو کسی کی کسی بات میں کوئی حاجت نہ ہو اور سب سے بے پروا ہو اور اس کے سب محتاج ہوں۔

(۸) آٹھویں یہ کہ جس کے اوپر اور کوئی بالادست نہ ہو۔

(۹) نویں یہ کہ صمد وہ ہے جو نہ کھاوے نہ پیوے۔

(۱۰) دسویں صمد وہ ہے کہ جو خلق کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہے۔ فنا نہ ہو جائے۔

(۱۱) گیارہویں صمد وہ کہ جس کو کبھی زوال نہ ہو۔ جیسا تھا ویسا ہمیشہ ہی رہے۔

(۱۲) بارہویں صمد وہ کہ جو کبھی نہ مرے اور نہ کوئی اس کا وارث بنے۔

(۱۳) تیرہویں صمد وہ کہ جو نہ کبھی سوئے نہ بھولے۔

(۱۴) چودھویں صمد وہ جو اور کوئی اس کے صفات سے موصوف نہ ہو۔

(۱۵) پندرہویں صمد بے عیب کو کہتے ہیں۔

(۱۶) سولہویں صمد وہ کہ جس پر کوئی آفت نہ آئے۔

(۱۷) سترہویں صمد بے عیب کو کہتے ہیں۔
وہ جو اپنے جمیع صفات اور افعال میں کامل ہو۔
(۱۸) اٹھارویں وہ جو غالب رہے مغلوب نہ ہو۔
(۱۹) انیسویں صمد وہ جس کی کیفیت دریافت کرنے سے مخلوق ناامید ہوگئی ہو۔
(۲۰) بیسویں صمد وہ ہے کہ جو کسی کو نظر نہ آسکے۔
(۲۱) اکیسویں صمد وہ جو نہ کسی کو جنے نہ کسی نے اس کو جنا ہو۔
(۲۲) بائیسویں صمد وہ بڑا کہ جس کے اوپر کوئی بڑا نہ ہو۔
(۲۳) تیئسویں صمد وہ ہے جو زیادتی اور نقصان سے پاک ہو۔

یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی تردید

آگے ارشاد ہے۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ اس کے اولاد نہیں۔ نہ وہ کسی کی اولاد ہے اس میں ان مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا رد ہوا جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے (معاذ اللہ) اور یہود کا جو حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا اور نصاریٰ جو حضرت مسیحؑ کو ابن اللہ کہتے۔ نیز جو لوگ حضرت مسیحؑ کو یا کسی بشر کو خدا مانتے ہیں ان کی تردید کر دی گئی۔ یعنی خدا کی شان یہ ہے کہ نہ اس کو کسی نے جنا ہو اور نہ اس نے کسی کو جنا ہو۔

جس کے برابر کوئی نہیں

آگے ارشاد ہے وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے یعنی اس کا کوئی مثل نہیں نہ ذات میں نہ وجود و صفات میں نہ اس کے علم و قدرت میں۔ اس جملہ میں ان اقوام کا رد ہوگیا جو اللہ کی کسی صفت میں کسی مخلوق کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض گستاخ تو خدا سے بڑھ کر بعض صفات دوسروں میں ثابت کر دیتے ہیں مثلاً یہود کی کتابیں اگر دیکھی جائیں تو ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک دنگل میں خدا کی کشتی یعقوب علیہ السلام سے ہو رہی تھی اور یعقوب علیہ السلام خدا کو پچھاڑ دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ایک حدیث قدسی ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم کا بیٹا مجھے جھوٹا قرار دیتا ہے حالانکہ اس کے لئے یہ جائز نہیں اور مجھے گالی دیتا ہے حالانکہ یہ اس کے لئے درست نہیں۔ میری تکذیب تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے خدا نے مجھے جیسا پہلے پیدا کیا ایسا دوبارہ پیدا نہیں کرے گا حالانکہ پہلی مرتبہ پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے میرے لئے سہل نہیں تھا۔ اور گالی یہ دینا ہے کہ وہ کہتا ہے خدا نے اپنے لئے اولاد اختیار کی ہے حالانکہ میں واحد ہوں۔ صمد ہوں نہ والد ہوں نہ مولود ہوں نہ کوئی میرا مثل ہے۔

قرآن پاک کی لفظی و معنوی خوبیاں اس کی فصاحت و بلاغت کے کمالات اس کے حسن انشاء کا بے مثل ہونا۔ اس کے اسلوب بیان کی بے نظیری۔ اس کے معجزانہ بیان کی دل آویزی اور دل ربائی۔ اس کے لفظ لفظ میں جو عجائبات و نکات پنہاں ہیں۔ ان کو جاننا اور سمجھنا حقیقت میں کچھ انہیں کا حصہ ہے جن کو اللہ نے ظاہری علم اور عربی زبان میں مہارت کے ساتھ باطنی نور بھی عطا فرمایا ہے۔

اسرار و معارف

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں اس سورۃ کی تفسیر اور تشریح کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ "اس سورۃ میں اَللّٰهُ اَحَدٌ کہنے کے بعد اَللّٰهُ الصَّمَدُ اور بعد والے جملہ یعنی لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اللہ احد کے اندر ان مابعد کے جملوں کے تمام معانی موجود ہیں۔ ہاں ان جملوں کو مزید تاکید کی طرح قرار دیا جاسکتا ہے لیکن جس طرح عام کے بعد خاص کو خاص کی اہمیت بتانے کے لئے ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ احد کے بعد باقی جملوں کو ذکر کیا تاکہ قوت کے ساتھ تنزیہ خداوندی کا اظہار ہو جائے اور جو لوگ توحید کے منکر تھے اور اللہ کی اولاد قرار دیئے تھے اور خدا ہی کو تنہا مقصود نہیں جانتے تھے بلکہ مقصودیت میں دوسروں کو خدا کا شریک بناتے تھے ان کی تردید واضح اور صریحی طور پر ہو جائے اسی لئے اَللّٰهُ الصَّمَدُ اور اس کے بعد والے جملہ میں حرف عطف ذکر نہیں کیا اور اللہ الصمد میں لفظ اللہ دوبارہ ذکر کیا اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے کہ جو صمدیت سے متصف نہ ہو وہ معبودیت کا مستحق نہیں۔ انسان کا مقصود صرف

باری تعالیٰ ہونا چاہئے۔اللہ کے علاوہ کوئی چیز مقصود نہیں ہونا چاہئے اسی لئے صوفیہ کرام نے لآالٰہ الااللہ کے معنیٰ لامقصود الا اللہ کہا ہے اور صراحت کی ہے کہ انسان کا جو اصلی مقصود ہے وہی اس کا معبود ہے کیونکہ عبادت کے معنی ہیں معبود کے سامنے انتہائی عاجزی اور فروتنی ظاہر کرنا اور انسان اپنے مقصود کے لئے انتہائی فروتنی اور انکساری کرتا ہے پس جس کے لئے انتہائی فروتنی کی جائے یعنی جو مقصود ہو وہی معبود ہوگا۔صوفیہ لآالٰہ الااللہ کا ذکر کرتے وقت غیر اللہ کی مقصودیت کی نفی کرتے ہیں اور ہر طرح کوشش کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کے مقصود ہونے کا خیال بھی ان کے دلوں سے دور ہو جائے۔

خلاصہ

یہ سورت اسلام کے بنیادی عقیدہ یعنی توحید سے بحث کرتی ہے۔ توحید کی تین قسمیں ہیں: توحیدِ ربوبیت یعنی ہر چیز کا خالق، مالک اور رازق اللہ ہے' اس کا اقرار کافر بھی کرتے ہیں۔توحید الوہیت یعنی بندہ جو بھی عبادت کرے خواہ دعا ہو یا نذر و قربانی تو وہ صرف اللہ کیلئے کرے۔مشرکین غیر اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے اگرچہ اس سے ان کا مقصد' اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا تھا مگر ظاہر ہے یہ شکر ہی تھا۔توحیدِ ذات اور اسماء وصفات۔توحید کی یہ تیسری قسم ایسی ہے کہ انسان نے اکثر اس میں ٹھوکر کھائی ہے' وہ غیر اللہ کیلئے بھی وہی علم' وہی قدرت' وہی تصرف اور وہی سمع و بصر ثابت کر دیتا ہے جو حقیقت میں صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے۔غور کیا جائے تو سورتِ اخلاص میں زیادہ زور توحید کی اسی قسم پر ہے۔

سورۃ الاخلاص کے خواص

۱.....سورۃ الاخلاص ثواب میں تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۲..... جو آدمی اس سورۃ کو اخلاص کے ساتھ پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دیتے ہیں۔

۳..... جو آدمی قبرستان کے قریب سے گزرتے ہوئے گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب اس قبرستان کی اموات کو کرے تو اس قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر ثواب ملتا ہے۔

۴.....اپنے دل میں اخلاص پیدا کرنے کے لئے سورۃ اخلاص کو پڑھنا اور اس میں غور کرنا مفید ہے۔

دعا کیجئے

یَااللہُ بے شک آپ احد ہیں۔صمد ہیں لم یلد ولم یولد ہیں ولم یکن لہ' کفواً احد ہیں۔اے اللہ جس طرح آپ اپنی ذات میں یکتا ہیں اسی طرح آپ اپنی صفات میں بھی یکتا ہیں۔اے اللہ آپ ہر طرح سے کسی کی شرکت سے پاک ومنزہ ہیں۔اے اللہ کوئی آپ کا مثل و ہمسر نہیں۔ نہ ذات میں نہ وجود میں نہ صفات میں نہ علم وقدرت میں۔اے اللہ اپنی ذات پاک کی ہم کو صحیح معرفت اور توحید کی حقیقت نصیب فرما۔اور اسی پر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔اے اللہ اس سورۂ مبارکہ کے انوار و برکات سے ہمارے قلوب کو منور فرما۔اور شب وروز اس کے ورد کی ہمیں توفیق فرما۔آمین۔

یَااللہُ جس گناہ کی طرف میرے پیر چلے ہوں' میرے ہاتھ بڑھے ہوں' میری نگاہوں نے ایسا ویسا دیکھا ہو' زبان سے گناہ ہوئے ہوں' آپ کا رزق بے جا برباد کر دیا ہو لیکن آپ نے باوجود اس کے اپنا رزق مجھ سے نہیں روکا اور عطا کیا۔میں نے پھر اس عطا کو تیری نافرمانی میں لگایا اس کے باوجود میں نے زیادہ رزق مانگا' آپ نے زیادہ دیا' میں نے گناہ علی الاعلان کیا لیکن آپ نے رسوا نہ ہونے دیا۔میں گناہ پر اصرار کرتا رہا آپ برابر حلم فرماتے رہے۔پس اے اکرم الاکرمین! میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوۡرَةُ الۡفَلَقِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمۡسُ اٰيَاتٍ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ

آپ کہئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں۔ تمام مخلوقات کے شر سے۔ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجاوے۔

وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الۡعُقَدِ ۙ وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۚ

اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

قُلۡ کہہ دیجئے	اَعُوۡذُ میں پناہ میں آتا ہوں	بِرَبِّ رب کی	الۡفَلَقِ صبح	مِنۡ سے	شَرِّ شر	مَا خَلَقَ جو اس نے پیدا کیا	وَمِنۡ اور سے	
شَرِّ شر	غَاسِقٍ اندھیرا	اِذَا جب	وَقَبَ چھا جائے	وَ اور	مِنۡ سے	شَرِّ شر	النَّفّٰثٰتِ پھونکیں مارنے والیاں	فِى میں	الۡعُقَدِ گرہیں
وَ اور	مِنۡ شَرِّ شر سے	حَاسِدٍ حسد کرنے والا	اِذَا جب	حَسَدَ وہ حسد کرے				

وجہ تسمیہ

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ میں لفظ فلق آیا ہے۔ اسی سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔ فلق کے معنی پھاڑ کر یا چیر کر نکالنے کے ہیں۔ یہاں فلق سے مراد صبح ہے کیونکہ رات کی ظلمت پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ قرآن پاک کی یہ سورۃ الفلق اور اگلی سورۃ الناس آخری دو سورتیں ہیں اور ان دونوں سورتوں کو معوذتین بھی کہتے ہیں یعنی وہ دو سورتیں جن میں استعاذہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ استعاذہ عربی زبان میں پناہ لینے حفاظت میں آنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے لفظ اعوذ نکلا ہے جس کے مطلب ہوئے کہ میں حفاظت میں آتا ہوں۔ میں پناہ لیتا ہوں۔

اخلاص واستعاذہ میں ربط

گذشتہ سورۂ اخلاص میں عقائد توحید کو بیان فرمایا گیا تھا اور اخلاص کی تعلیم دی گئی تھی کہ بندہ سب کچھ اپنا اللہ کے لئے خالص کر دے۔ بندگی ہو تو اس کی۔ اطاعت ہو تو اس کی محبت ہو تو اس سے۔ خوف ہو تو اس کا غرض کہ زندگی کے ہر حال میں اور دین و دنیا کے ہر معاملہ میں بندے کی نظر ہو تو اللہ پر۔ بندہ امید لگائے تو اس سے۔ اسی سے مانگے اور اسی کو اپنا آخری سہارا سمجھے۔ اب ان دو آخری سورتوں میں یعنی خاتمہ قرآن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ذریعہ سے تمام امت مسلمہ کو استعاذہ کی تعلیم دی ہے۔ یعنی ہر ایک قسم کے شر سے جو توحید اور عقائد حقہ میں فرق یا رخنہ ڈالنے والے شر ہیں ان سے استعاذہ اور تمام معاملات میں اور سب امور میں حق سبحانہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرنے کا اور اس کی حفاظت اور پناہ میں آجانے کا حکم ہوا ہے۔ اول سورۃ یعنی اس سورہ فلق میں مضرات اور شرور دنیویہ سے اور اگلی سورۃ الناس میں مضرات اور شرور دینیہ سے استعاذہ ہے اور یہی حاصل ہے دونوں سورتوں کا۔

انسان کا تعلق جب اللہ تعالیٰ سے کمزور ہو جاتا ہے یا انسان اس بارہ میں غلط روش اور باطل عقائد اختیار کر لیتا ہے تو وہ اللہ کے سوا دوسروں کی پناہ لیتا ہے اور مصیبتوں اور آفتوں۔ شرور اور فتن سے بچنے کے لئے وہ دوسروں کی طرف متوجہ ہوتا ہے مگر ایک مومن اور مسلم جس کا ایمان یہ ہے کہ جو کچھ آتا ہے اللہ کی طرف سے آتا ہے اس کی منشاء اور ارادے کے بغیر یہاں کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ اگر نفع پہنچانا

چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور اگر اس کے حکم سے کوئی مصیبت آئے تو سوائے اس کے کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ اس ایمان ویقین کا تقاضا یہ ہے کہ مومن ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈتا ہے وہ صرف اس کی حفاظت کو کافی سمجھتا ہے اور ہر مصیبت کے وقت اس کا سہارا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہوتی ہے۔ خواہ یہ مصیبت دنیوی ہو یا آخرت کی۔ آخرت میں اللہ کے عذاب۔ اس کی گرفت اور پکڑ سے بچانے کے لئے کوئی سہارا اس کے سوا ممکن نہیں۔ اس لئے خواہ دنیا کا معاملہ ہو یا دین و آخرت کا۔ مومن ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ اور اس کی حفاظت کا طالب ہوتا ہے۔ ہر حال میں اسی مالک الملک ذوالجلال والاکرام کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی کی پناہ ڈھونڈتا ہے۔ اسی کی حفاظت میں اپنے آپ کو دے دینا چاہتا ہے اسی سے تعلق جوڑتا ہے اسی کے قدموں میں خود کو ڈال دیتا ہے۔ اسی کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اسی کے آگے گڑگڑاتا ہے اسی کی عظمت اور بڑائی کو دل میں جگہ دیتا ہے۔ اور صرف اسی سے ڈرتا اور خوف کھاتا ہے اور اسی سے امید اور سہارا رکھتا ہے یہ سب کیفیات استعاذہ میں آجاتی ہے جو ان دونوں سورتوں میں یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس میں بہترین اور جامع الفاظ میں تعلیم فرمائی گئی ہے۔

معوذتین کی اہمیت وفضائل

ان دونوں سورتوں کی اسی اہمیت اور ان کے مضامین کی اسی وسعت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے اور ان سورتوں کی مختلف فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔

ان سورتوں کے فضائل کے سلسلہ میں متعدد احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہیں۔

(۱) حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ مقامات جحفہ اور ابواء کے درمیان ہم کو تیز تند ہوا اور تاریکی نے گھیر لیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ پڑھ کر پناہ مانگنی شروع کی اور مجھے فرمایا عقبہ پناہ مانگو اور ان دونوں سورتوں کے ذریعہ سے کہ پناہ مانگنے کے معاملہ میں یہ دونوں سورتیں سب سے بہتر ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن خبیبؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک بارش کی رات میں جو نہایت تاریک تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔ پس ہم نے آپ کو پالیا۔ آپ نے ہم کو دیکھ کر فرمایا پڑھو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا پڑھو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ صبح و شام تین تین بار کافی ہوں گی تجھ کو ہر چیز سے یعنی ہر بلا کو دفع کریں گی۔ (مشکوٰۃ)

(۳) حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں پناہ حاصل کرنے کے لئے سورۂ ہود اور سورۂ یوسف کو پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ سے بہتر خدا کے نزدیک اس معاملہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ)

ان تمام احادیث سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ ان سورتوں کا صبح و شام اور دن و رات میں پڑھتے رہنا کتنا ضروری اور فائدہ مند ہے۔ بالخصوص جب کوئی زحمت میں مبتلا ہو تو اس وقت ان کا ورد کرنا نہایت مفید ہے لیکن شرط یہ ہے کہ انہیں سوچ سمجھ کر پڑھا جائے اور ذہن میں ان سورتوں کے مضمون کو مستحضر رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کے ورد کی توفیق نصیب فرمائیں۔

شان نزول

ایک یہودی اور اس کی بیٹیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دشمنی میں سحر کر دیا تھا جس سے آپ کو مرض کی سی حالت عارض ہوگئی۔ آپ نے حق تعالیٰ سے دعا کی اس پر جبرئیل امین یہ دونوں سورتیں لے کر حاضر ہوئے جن میں ایک کی پانچ آیتیں اور ایک کی چھ آیتیں۔ مجموعہ گیارہ آیتیں ہیں اور آپ کو وحی سے اس سحر کا موقع بھی معلوم کرا دیا گیا چنانچہ وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں جن میں سحر کیا گیا تھا۔ اور اس میں ایک تانت کا ٹکڑا بھی تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں حضرت جبرئیل علیہ السلام سورتیں پڑھنے لگے ایک ایک آیت پر ایک ایک گرہ کھلتی گئی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل شفا ہوگئی۔

زمانۂ نزول

اس مذکورہ واقعہ کی وجہ سے بعض مفسرین نے ان دونوں سورتوں کو

مدنی کہا ہے۔ مگر بعض مفسرین نے ان سورتوں کو مکی بتلایا ہے اور ابتدائی دور کی نازل شدہ سورتوں میں ان کو شمار فرمایا ہے۔ اور اس اختلاف کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ابتداءً نزول تو ان سورتوں کا مکہ معظمہ ہی میں ہوا ہو لیکن اس خاص موقع پر جو اوپر ذکر ہوا یعنی دفع سحر کے لئے بطور علاج حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ سورتیں پڑھی ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے ورد کی تلقین بحکم خداوندی فرمائی ہو۔ اور مفسرین کے نزدیک ایک سوال کے جواب میں یا کسی خاص موقع اور احوال میں کسی آیت یا سورۃ کا پڑھ دینا بھی نازل ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس طرح بعض مفسرین نے ان کو مدنی سورۃ قرار دیا ہے۔ الغرض جن مفسرین نے ان سورتوں کو مکی کہا ہے اس لحاظ سے یہ سورۂ فلق اگرچہ ترتیب میں اس کا شمار ۱۱۳ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار ۶ لکھا ہے۔ اس سورۃ میں ۵ آیات ۲۳ کلمات اور ۷۳ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

صبح کے مالک اور خالق کی پناہ میں آؤ

حاصل اس سورۃ کا یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی وساطت سے دیگر مومنین و مومنات کو حکم ہے استعاذہ کا مختلف شرور سے اور تمام امور اور جملہ احوال میں حق تعالیٰ پر توکل کرنے کا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہئے کہ میں رب فلق یعنی صبح کے مالک کی اپنا لیتا ہوں۔ اب یوں تو تمام چیزوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن یہاں رب فلق یعنی صبح کے مالک کا ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر قسم کی تاریکی کو دور کرکے وہی نور نکالنے والا ہے فلق کے لغوی معنی ہیں پھاڑنا اسی نسبت سے صبح کو بھی فلق کہتے ہیں کیونکہ جب رات کی سیاہی پھٹتی ہے تو دن کی روشنی ظاہر ہوتی ہے بلکہ فلق کے لفظ سے تمام ہی مخلوقات مراد لی جاسکتی ہے کیونکہ ہر چیز کی پیدائش میں کسی نہ کسی طرح پھٹنے کا عمل موجود ہے۔ دانہ بیج یا گٹھلی پھٹتی ہے تو زمین سے نباتات اگتی ہے۔ اسی طرح ہر جاندار حیوان ہو یا انسان انڈے کے پھٹنے یا رحم کے اندر مختلف جھلیوں اور پردوں کے پھٹنے سے پیدائش ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں رب فلق کہہ کر یہ حقیقت واضح کر دی گئی کہ جس ذات کی پناہ لینے کی تعلیم دی جارہی ہے وہ وہ ذات ہے کہ جس کے حکم سے رات و دن ہو رہے ہیں اور رات و دن اس پورے نظام عالم کی ایک بہت نمایاں علامت ہے تو گویا اس ذات کی پناہ لینے کو کہا جارہا ہے جو اس پورے نظام کی مالک ہے اور جس کے حکم سے یہ پوری کائنات اور اس کا نظام قائم ہے۔ تو جو ذات ایسی ہو کہ اس کے قبضہ میں سب کچھ ہو اور جو سب کا پیدا کرنے والا ہو اس کی پناہ لے لینے کے بعد یہ کیسے ممکن ہے کہ اس زمین اور آسمان کی کوئی چیز بھی اپنے طور پر کسی کو کوئی نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتی ہو؟ اس طرح ایک چھوٹا سا جملہ رب فلق کہہ کر یہ بتایا گیا کہ سب کی طرف سے نظریں ہٹا کر اپنے کو صرف اللہ کی پناہ میں دے دیں۔

تمام مخلوقات کے شر سے پناہ مانگو

تفسیر اس آیت کی یوں ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار و معاندین آپ کو ہر ممکن طریقہ سے ایذا پہنچانے کے درپے ہیں آپ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ آپ کو جسمانی تکالیف پہنچاتے ہیں۔ آپ کو قتل کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ آپ پر جادو کرتے ہیں۔ غرض کہ ہر ممکن طریقہ سے آپ کو اعلائے کلمۃ اللہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے آپ اپنی حفاظت کے لئے مالک ارض و سماء سے یوں کہا کریں کہ اے رب فلق تو ہی تاریکی کے عالم کو دور کرکے اجالا کرنے والا ہے۔ تو ہی کفر و عصیان کی ظلمتوں کو معدوم کرکے رشد و ہدایت کی روشنی سے عالم کو منور کرنے والا ہے۔ تو ہی دشمنان دین اور شیاطین جن وانس کی مکاریوں اور ایذا رسانیوں سے حفاظت کرنے والا ہے۔ اس لئے اے قادر مطلق مجھے جمیع مخلوقات کے شر سے تو ہی محفوظ رکھ۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ میں ہر ایسی مخلوق جس میں کوئی بدی ہو اس کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں۔ یہاں اس سورۃ میں جن چیزوں کی شر یا برائی سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ لینے کی تلقین فرمائی گئی ان میں سے سب سے پہلے ''شر ما خلق'' کا ذکر فرمایا گیا اور یہ ایک ایسا فقرہ ہے کہ اس میں

تمام چیزیں شامل ہیں کیونکہ اس دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے تو اس سے باہر کسی چیز کا امکان ہی نہیں۔ اس طرح شَرِّ مَا خَلَقَ میں حیوانوں کے شر، انسانوں کے شر، جنات کے شر، کیڑے مکوڑے اور دوسری اذیت دینے والی چیزوں کے شر، آندھی، بجلی، پانی، آگ و ہوا کے شر اور اسی طرح تمام بیماریاں آفات و حادثات آسمانی ہوں یا زمینی سب اس میں شامل ہیں اور سب کے شر سے اللہ کی پناہ لینے کی ضرورت ہے۔

اندھیری رات کے شر سے پناہ مانگو

اب آگے بمناسبت مقام چند مخصوص چیزوں کا نام لیا گیا ہے جن کے شر سے پناہ لینے کی ہدایت فرمائی گئی چنانچہ فرمایا وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات چھا جائے۔ غاسق اندھیری رات کو کہتے ہیں جب اندھیری رات اچھی طرح پھیل جاتی ہے تو اس کا شر بھی بڑھ جاتا ہے۔ رات کے شر کا تصور ہر زمانے اور ہر مقام کے لحاظ سے الگ الگ ہو سکتا ہے چور، ڈاکو، قاتل عموماً اندھیری رات ہی میں نکلتے ہیں۔ جنگلی جانور اور موذی درندے جیسے شیر، چیتا، تیندوا، بھیڑیا وغیرہ رات میں اکثر اذیت پہنچاتے ہیں۔ جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق متعدد بیماریوں کے کیڑے اندھیرے ہی میں پرورش پاتے ہیں اور آفتاب کی روشنی میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ حشرات الارض سانپ بچھو ان کے خطرات رات ہی میں بڑھ جاتے ہیں۔ اور تکلیف دہ کیڑوں مکوڑوں کھٹمل، مچھر، پسو وغیرہ کے رات ہی میں ستانے کا تجربہ تو قریب قریب ہر شخص کو ہے۔ پھر جنات و خبائث جن کا مادہ ظلماتی ہے اور نور سے جن کو نفرت ہے وہ رات ہی میں نکلتے ہیں۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جب رات آئے بچوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دو۔ اس واسطے کہ اس وقت شیطان کا لشکر پھیلتا ہے۔ جادوگروں اور طلسم والوں کی قوت کا وقت بھی رات ہی ہے اس لئے کہ آفتاب کے قاہرہ کے سبب سے ان کے عمل دن کو تاثیر کم کرتے ہیں پھر اصحاب فسق و فجور کا گناہوں میں مشغول ہونے کا وقت بھی رات ہی ہے۔ الغرض رات کی ممکن شر انگیزیوں سے پناہ جوئی بشری زندگی کا ایک اہم جزو ہے۔

جادوگروں سے پناہ مانگو

یہاں سورۃ میں تین اہم چیزوں کے شر سے پناہ لینے کی ہدایت فرمائی گئی۔ پہلی چیز اندھیری رات جب کہ خوب پھیل جائے جس کا بیان اوپر وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ میں ہوا۔ دوسری چیز آگے فرمائی وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ (اور گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے) النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ سے وہ عورتیں یا وہ جماعتیں یا وہ نفوس مراد ہیں جو ساحرانہ عمل کرنے کے وقت کسی تانت یا رسی یا بال وغیرہ میں کچھ منتر وغیرہ پڑھ کر اور پھونک مار کر گرہ لگایا کرتے ہیں۔ تو ایسے جادو کرنے والے مرد اور جادو کرنے والی عورتوں کے شر سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ لینے کی ہدایت فرمائی گئی۔

جادو کی دو قسمیں اور ان کا شرعی حکم

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں سحر (جادو) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سحر حرام۔ اور محاورات (یعنی اصطلاح میں اکثر اسی پر سحر کا اطلاق ہوتا ہے۔ دوسرے سحر حلال جیسے عملیات اور عزائم اور تعویذ وغیرہ کہ لغۃً یہ بھی سحر کی قسم میں داخل ہے۔ اور ان کو سحر حلال کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تعویذ و عزائم (عملیات) وغیرہ مطلقاً جائز نہیں بلکہ اس میں بھی تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اس میں اسماء الٰہی سے استعانات (مدد حاصل کرنا ہو) اور مقصود بھی جائز ہو تو جائز ہے اور اگر مقصود ناجائز ہو تو حرام ہے۔

اور اگر شیاطین سے استعانت (مدد حاصل کرنا) ہو تو مطلقاً حرام ہے۔ خواہ مقصود اچھا ہو یا برا۔ بعض لوگوں کا گمان یہ ہے کہ جب مقصود اچھا ہو تو شیاطین کے نام سے بھی استعانت (مدد حاصل کرنا) جائز ہے یہ بالکل غلط ہے۔ خوب سمجھ لو۔ (التبلیغ)

حاسدوں کے حسد سے پناہ مانگو

تیسری چیز جس کے شر سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی وہ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ہے (اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے) حسد دل کی اس کیفیت کا نام ہے کہ ایک شخص دوسرے کے پاس اللہ کی کسی نعمت کو دیکھے تو اس کا دل جلے

اور کڑھے اور یہ چاہے کہ یہ نعمت اس سے ضائع ہو جائے۔ چھن جائے اور جاتی رہے۔ اور اس کے بدلہ مجھے مل جائے اور اس کے لئے حیلے اور تدابیر عمل میں لائے شریعت اسلامیہ میں حسد بالکل ناجائز گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔ ہاں دوسرے کی نعمت دیکھ کر اپنے لئے بھی آرزو کرنا کہ مجھے بھی ایسی نعمت یا اس سے زائد عطا ہو جو فلاں کو عطا ہوئی ہے تو یہ حسد میں داخل نہیں اور اس کو شریعت میں غبطہ کہتے ہیں۔ غبطہ جائز ہے حسد کی یہ بیماری دل کی بدترین بیماریوں میں سے ہے اور حاسد کے اندر جب حسد کی آگ بھڑکتی ہے تو وہ دوسرے کی بربادی کے لئے اپنی خرابی و بربادی کی بھی پروا نہیں کرتا اس لئے یہ شر بہت ہی بڑا شر ہے۔ حکماء نے لکھا ہے کہ یہ مرض حسد وہ جہاں سوز ہے کہ جس کی آگ میں پہلے حاسد خود جلتا ہے پہلا گناہ جو آسمانوں کے اوپر ہوا ہے وہ ابلیس کا حسد حضرت آدم علیہ السلام سے تھا جس کے نتیجہ میں اپنے آپ بھی برباد ہوا اور حضرت آدمؑ کو بھی مبتلائے مصیبت کر ہی چھوڑا۔ اور زمین پر جو پہلا گناہ ہوا وہ حضرت آدمؑ کی اولاد قابیل کا حسد اپنے بھائی ہابیل سے تھا کہ اپنی عقبیٰ بھی بربادی اور بھائی مظلوم کو بھی قتل کیا۔ تو اکثر مفسرین کے نزدیک من شر حاسد اذا حسد کا مطلب یہ ہے کہ حاسد جب اپنی قلبی کیفیت کو ضبط نہ کر سکے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے تو اس کی بدی اور اس کے حسد کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے تاکہ وہ قادر مطلق اس کی مضرت کے اسباب سے محفوظ رکھے اور اللہ ہی سے اس طرح استغاثہ اور فریاد کرے کہ جب اس نے ہمیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے تو وہ ہمیں ان لوگوں کے شر سے بھی محفوظ رکھے جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دیکھ کر جلتے ہیں اور ہمیں نقصان پہنچانے کے درپے ہوتے ہیں۔ یہاں آیت وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خدا حسد کی صفت بد سے دل کو محفوظ رکھے کہ یہ دل میں پیدا نہ ہونے پائے ورنہ پھر سعادت سے محرومی ہو جاتی ہے۔ یہود مدینہ باوجودے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق سمجھتے تھے مگر حسد کی آگ میں جل مرے اور سعادت سے محروم رہ گئے۔

خلاصہ: اس سورت میں اللہ نے اپنی ایک صفت بیان فرما کر چار چیزوں کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ مخلوق کے شر سے۔ اندھیرے کے شر سے (عام طور پر چور، شیاطین، جنات، حشرات اور ساحر اندھیرے ہی میں اپنا کام دکھاتے ہیں)۔ پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے جو کہ جادو اور ٹونے کرتی ہیں۔ یہ کام اگرچہ مرد بھی کرتے ہیں لیکن عورتیں تعویذ گنڈے میں ہمیشہ پیش پیش دکھائی دیتی ہیں اس لیے قرآن نے عورتوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ حاسد کے شر سے۔

سورۃ الفلق کے خواص

۱...... رزق کی آسانی کے لئے سورۂ فلق کو روزانہ پڑھنا مفید ہے۔

۲...... مخلوقات کے شر اور حسد سے بچنے کے لئے سورۂ فلق کو روزانہ پڑھیں ان شاء اللہ حفاظت ہوگی۔

جادو کی کاٹ کیلئے معوذتین کا عمل

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

۱- قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تین تین بار پانی پر دم کر کے مریض کو پلاویں اور زیادہ پانی پر دم کر کے اس پانی میں نہلا دیں اور یہ دعا چالیس روز تک روزمرہ چینی کی تشتری پر لکھ کر پلایا کریں۔ یَاحَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ فِی دَیْمُوْمَةِ مُلْکِهٖ وَبَقَائِهٖ یَاحَیُّ انشاء اللہ تعالیٰ جادو کا اثر جاتا رہے گا اور یہ دعا ہر اس بیمار کے لئے بھی بہت مفید ہے جس کو حکیموں نے جواب دیدیا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں ہر حال میں اپنی ذات پاک پر توکل اور بھروسہ کرنے کی نعمت و دولت عطا فرما۔ اور اپنے متوکل بندوں کی جیسے آپ مدد و نصرت اور حفاظت فرماتے ہیں ہماری بھی مدد و حفاظت فرما۔ آمین۔　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

47

سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵

آپ کہیئے کہ میں آدمیوں کے مالک آدمیوں کے بادشاہ آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے

الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ خواہ وہ جن ہو یا آدمی۔

قُلْ کہہ دیجئے	اَعُوْذُ میں پناہ میں آتا ہوں	بِرَبِّ رب کی	النَّاسِ لوگ	مَلِكِ بادشاہ	النَّاسِ لوگ	اِلٰهِ معبود	النَّاسِ لوگ	مِنْ سے
شَرِّ شر	الْوَسْوَاسِ وسوسہ ڈالنے والے	الْخَنَّاسِ چھپ کر حملہ کرنیوالے	الَّذِیْ جو	یُوَسْوِسُ وسوسہ ڈالتا ہے	فِیْ میں			
	صُدُوْرِ سینے (دل)	النَّاسِ لوگ	مِنَ سے	الْجِنَّةِ جن (جمع)	وَالنَّاسِ اور انسان			

سورۂ فلق اور سورۂ الناس کے مضامین کا ربط

جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان کیا گیا یہ آخری دو سورتیں قرآن پاک کی یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ معوذتین کہلاتی ہیں۔ یعنی وہ دو سورتیں جن میں استعاذہ کی تعلیم دی گئی ہے چنانچہ گذشتہ سورۂ فلق میں مضرات اور شرور دنیویہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی اور اس سورۃ میں مضرات اور شرور دینیہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہنے کی ہدایت دی جاتی ہے کیونکہ نعمتیں دو ہی طرح کی ہیں ایک دنیوی یا مادی نعمتیں جیسے مال دولت' اولاد' منصب و اقتدار' حکومت سلطنت وغیرہ۔ دوسرے دینی یا معنوی جیسے ایمان' اسلام' اخلاق حسنہ وغیرہ۔ تو گذشتہ سورۂ فلق میں جن چیزوں کے شر سے اللہ کی پناہ لینے کی تعلیم دی گئی تھی وہ سب خارج میں پائی جاتی تھیں مثلاً کسی دوسرے کا ظلم' کسی چیز سے پہنچنے والی تکلیف جادو یا حسد وغیرہ لیکن اس سورۃ میں جس چیز سے پناہ لینے کی تعلیم دی جارہی ہے وہ وہ شر ہیں کہ جو خاص انسان کے قلب پر پہنچتے اور اثر کرتے ہیں یعنی شیطانی خیالات اور وساوس جو قلب پر اثر کر کے ایمان کو زائل یا ناقص کر دیتے ہیں اور جب قوت ایمانی جاتی رہی تو پھر آدمی دین کا رہا اور نہ دنیا کا۔

اپنے رب مالک اور معبود کی پناہ میں آؤ

اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطہ سے تمام مومنین کو حکم ہے کہ شیطانی خیالات و وساوس سے ہر وقت اللہ کی پناہ مانگتے رہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہئے کہ میں انسانوں کے رب انسانوں کے بادشاہ اور انسانوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی تین صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ وہ تمام انسانوں کا رب ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ تمام انسانوں کا مالک اور بادشاہ ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ تمام انسانوں کا الٰہ یعنی معبود ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت اور بادشاہت اور معبودیت تمام مخلوقات کو شامل ہے لیکن ان صفات کا جیسا کامل ظہور انسانوں میں ہوا کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہوا اسی لئے ''رب'' اور ملک اور الٰہ کی اضافت انسان ہی کی طرف کی گئی۔ نیز شیطانی خیالات اور وساوس میں مبتلا ہونا بجز انسان کے دوسری مخلوقات کی شان بھی نہیں۔ اس

لئے حکم ہوتا ہے کہ جو بھی پناہ اور بچاؤ کا طالب ہو وہ اس پاک اور برتر صفات والے خدا کی پناہ میں آ جائے جو تمام انسانوں کا پالنے اور پرورش کرنے والا ہے۔ جو تمام انسانوں کا حقیقی مالک اور شہنشاہ بھی ہے اور جو معبود حقیقی اور لائق عبادت و بندگی بھی ہے۔ یہاں ان تین صفات کے ذکر سے یہ بھی اشارہ ہو گیا کہ بندہ صرف اللہ کی پناہ لے جو ان صفات کا مالک ہے اور کوئی دوسری ہستی ان صفات کی مالک نہیں اس لئے اللہ کے سوا کوئی دوسری ذات پناہ طلب کرنے کے لائق نہیں۔

شیطان کی وسوسہ اندازی سے پناہ مانگو

اب آگے اس سورۃ میں جس چیز کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی جاتی ہے اس کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ یعنی مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے شیطان کے شر سے وسواس اسے کہتے ہیں جو وسوسہ ڈالے اور وسوسہ دل میں آنے والے برے خیال کو کہتے ہیں۔ شیطان کا کام یہی ہے کہ وہ انسان کے دل میں برے خیالات ڈالا کرتا ہے۔ اور انسان کی نظروں سے غائب رہ کر انسان کو بہکاتا پھسلاتا ہے۔ اس شیطان کی صفت یہاں خناس فرمائی گئی یعنی وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والا یعنی چور اور داؤ گھات والا قزاق ہے جیسا چوروں بدمعاشوں اور قزاقوں کی عادت ہوتی ہے کہ کام کیا اور سٹک گئے۔ ایسے ہی شیطان ہے کہ خرمن ایمان میں چنگاری ڈالی اور چل دیا۔ حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شیطان ابن آدم کے دل پر چنگل مارے ہوئے ہے۔ جہاں انسان بھولا اور غفلت کی اس نے وسوسہ ڈالنے شروع کئے اور جہاں اس نے ذکر اللہ کیا اور یہ پیچھے ہٹا خناس کی تشریح میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ شیطان برائی سکھاتا ہے اور جہاں انسان نے اس کی مان لی پھر ہٹ جاتا ہے۔ آگے اور توضیح فرمائی جاتی ہے کہ وہ وسواس کیا کرتا ہے۔ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسۂ بد خطرات اور ناپاک خیالات ڈالا کرتا ہے۔ اگر کوئی نیک کام کرنے لگے تو قسم قسم کے شبہات اس کے دل میں پیدا کرتا ہے اور اس کار خیر سے ہر ممکن طریقہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے اندر شیطان خون کی طرح رگ و ریشہ میں پھرتا ہے۔ مگر یہ بھی ذہن نشین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ اختیار تو دیا ہے کہ وہ انسان کے دل میں وسوسہ ڈال سکے لیکن اسے یہ اختیار نہیں کہ وہ جبراً انسان سے کوئی غلط کام بھی کرالے۔ دل میں وسوسہ آنے کے بعد بندے کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ چاہے تو اس خیال کے مطابق برائی میں مبتلا ہو جائے اور چاہے تو وسوسہ کو رد کر دے اور برائی سے بچ جائے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں محض دل میں وسوسہ آنے پر کوئی گرفت نہیں۔ ہاں اس وسوسہ کے مطابق عمل کرنے پر گرفت ہو گی۔ الغرض ابلیس اور اس کی ذریت کو قلوب بنی آدم تک اس طرح رسائی ہے کہ وہ طرح طرح کے وسوسے دل میں ڈالا کرتا ہے۔

وسوسہ اندازی انسان بھی کرتے ہیں

آگے فرمایا جاتا ہے مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ خواہ وہ جن ہو یا آدمی یعنی شیطان جنات میں بھی ہیں اور انسانوں میں بھی۔ اللہ تعالیٰ دونوں سے یعنی شیاطین الجن اور شیاطین الانس سے ہم کو ہر آن اپنی پناہ میں رکھیں۔ یعنی کچھ ابلیس اور اس کی ذریت پر ہی موقوف نہیں انسانوں میں بھی ایسے ہیں کہ جو ایمان یا نیک کام میں یا کار خیر میں وسوسہ اور شبہ ڈال کر چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا کرتے ہیں کبھی اپنی سحر بیانی سے کبھی ملمع کار تقاریر سے کبھی مشفق و مہربان کی صورت میں کبھی مصلح و ہمدرد قوم کی شکل میں کبھی لیڈر و رہنما کے لباس میں اور کبھی فقیری کے لباس میں غرضکہ نہ معلوم کتنے بہروپ بدل کر انسانی شیطان وہ وہ کام کرتے ہیں کہ شیطان بھی ان پر رشک کھاتا ہے اور ان انسانی شیطانوں کا بھی ہر وقت اور ہر زمانہ میں ظہور رہا ہے۔ اور خصوصاً اس آزادی کے دور میں تو ان انسانی خناسوں کی خوب بن آئی ہے۔ جو چاہیں کریں۔ جو چاہیں کہیں انہیں کوئی پوچھنے اور روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ اسلام اور شعائر اسلام کی توہین کرتے ہیں۔ احکام شریعت پر قہقہہ اڑاتے ہیں۔ شیدائیان مغرب اور عاشقان یہودیت و نصرانیت اسلام کے لباس میں لوگوں کو الحاد و زندقہ کی دعوت دیتے

ہیں۔ یہ انسانی خناس عام بدکاری کے ایسے اسباب پیدا کر رہے ہیں کہ ایمان کا تھامنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ ہاتھ میں انگارے کا تھامنا۔ سینکڑوں تباہ کن رسم ورواج پیدا کر کے قانون شریعت کو درہم برہم کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ شراب خواری، زنا کاری، برہنہ تصاویر، طرح طرح کے لہوولعب۔ گاجے باجے، تھیٹر سینما ایسے جاری ہو رہے ہیں کہ جن سے کوئی شہر خالی نہ ہوگا۔ سود اور اس کے معاملات کی ایسی وبا پھیلی کہ جس سے کوئی تجارت یا کوئی معاملہ نہ بچ سکے۔ ابلیس لعین بھی ان انسان نما شیاطین کی سیہ کاریوں کو دیکھ کر حیران وششدر رہ جاتا ہوگا کہ شاگرد رشید تو ایسے نکلے کہ استاد سے بھی کئی گناہ سبقت لے گئے۔ اب تو شیطان بھی بفراغت آرام کرتا ہوگا کہ اس کے چیلے چانٹوں نے کچھ کمی نہیں چھوڑی کہ جو اس کو تکلیف گوارا کرنی پڑے۔ الغرض انسانی خناس ہو یا جناتی خناس سب کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس پرفتن دور میں ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

ایک اہم نکتہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے ان دونوں سورتوں یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے تفسیر کے سلسلہ میں ایک عجیب اور نہایت لطیف نکتہ یہ لکھا ہے کہ سورۃ فلق میں اللہ تعالیٰ کی ایک ہی صفت سے یعنی جو رب فلق ہے تین چیزوں کی برائی سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔ ایک تاریکی کے شر سے، دوسرے سحر کے شر سے، تیسرے حاسد کے حسد کے شر سے۔ اور سورۃ الناس میں ایک ہی چیز کی برائی سے یعنی شیطان کے وسوسہ سے حق تعالیٰ کی تین صفتوں سے جو رب الناس ہے ملک الناس ہے اور الٰہ الناس ہے پناہ مانگنے کا حکم ہوا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ دین کی حفاظت مقدم اور زیادہ ضروری ہے۔ جان اور بدن کی حفاظت سے۔ اس واسطے کہ وسواس شیطانی دین کا خراب کرنے والا ہے اور وہ تینوں چیزیں یعنی تاریکی، سحر، اور حسد جان وبدن کو ضرر پہنچانے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی جان سے زیادہ اپنے دین وایمان کو بچانے کی توفیق وہمت عطا فرمائیں۔

قرآن کریم کی ابتداء واختتام میں ربط وتوافق

اب آخر میں ایک عجیب لطیفہ جس کو حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے یہاں خاتمہ پر بتغیر الفاظ نقل کیا جاتا ہے حضرتؒ لکھتے ہیں کہ اس سورۃ میں جس سے قرآن کا حسن آغاز وانجام بھی ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ خاتمہ قرآن پر اس سورۃ کے اور ابتدائے قرآن میں سورۂ فاتحہ کے مضامین میں غایت درجہ کا تقارب ہے اور دونوں سے توحید متحقق ہے چنانچہ یہاں سورۃ الناس میں رَبِّ النَّاسِ ہے اس کی مناسبت سے سورۂ فاتحہ میں رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔ یہاں مَلِكِ النَّاسِ ہے اس کی مناسبت سے سورۂ فاتحہ میں مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ہے اور یہاں اِلٰهِ النَّاسِ ہے اس کی مناسبت سے سورۂ فاتحہ میں ایاک نعبد ہے اور یہاں استعاذہ کی تعلیم ہے اس کے مناسب وہاں سورۂ فاتحہ میں اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ہے۔ اور یہاں مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۚ ہے اس کے مناسب سورۂ فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۧ ہے اور ایک نکتہ مفسرین نے ابتداء واختتام قرآن کی مناسبت میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابتدائے قرآن کی اللہ تعالیٰ کے وصف ربوبیت سے تھی اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فرمایا تھا۔ اور اختتام وصف الوہیت پر ہوا اور الٰه الناس فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ربوبیت کی حق شناسی یہی ہے کہ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کیا جاوے اور اسی کی شکر گزاری کے ساتھ عبادت واطاعت میں عمر گزار دی جائے۔

خلاصہ

یہ معوذتین میں سے دوسری سورت ہے اور ان دونوں سورتوں کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کے بارے میں فرمایا:

''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج ایسی دو سورتیں نازل ہوئی ہیں کہ ان کی کوئی مثال نہیں'یعنی اللہ کی پناہ مانگنے میں یہ دونوں سورتیں بے مثال ہیں۔امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دو سورتوں سے کوئی شخص بھی مستغنی نہیں'یہ جسمانی اور روحانی آفات دور کرنے میں بے حد مؤثر ہیں۔

قرآن کے آخر میں ان دو سورتوں کے لانے اور سورۂ فاتحہ سے شروع کرنے میں بڑی گہری مناسبت ہے'سورۂ فاتحہ میں بھی اللہ کی مدد مانگی گئی تھی اور ان دونوں سورتوں میں بھی یہی مضمون ہے۔گویا کہ اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ بندے کو ابتدا سے انتہاء تک اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور اس سے مدد مانگتے رہنا چاہیے۔

سورۂ ناس میں اللہ کی تین صفات مذکور ہیں: ربوبیت' مالکیت اور الٰہیت۔یہ تین صفات ذکر فرما کر ایک چیز کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ ہے وسوسہ ڈالنے والے کا شر۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وسوسہ کتنی خطرناک اور مہلک بیماری ہے'وسوسہ شیطان بھی ڈالتا ہے اور انسان بھی' آج کا سارا مغربی میڈیا مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کے حوالے سے وسوسہ اندازی میں مصروف ہے اور وسوسے کی بیماری بہت عام ہو چکی ہے'اس لیے کثرت کے ساتھ ان دو سورتوں کو ورد زبان بنانے کی ضرورت ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی سمجھ لیا جائے کہ سورۂ فلق میں ایک صفت ذکر فرما کر چار آفات سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا تھا اور یہاں چار صفات ذکر فرما کر ایک آفت کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے کہ پہلی سورت میں نفس اور بدن کی سلامتی مطلوب ہے جبکہ دوسری سورت میں دین کے ضرر سے بچنا اور اس کی سلامتی مطلوب ہے اور دین کا چھوٹے سے چھوٹا نقصان دنیا کے بڑے سے بڑے نقصان سے زیادہ خطرناک ہے۔

اگر ہم نے قرآن سے سچا تعلق قائم کیے رکھا اور اسے پڑھنے' سمجھنے' اس پر عمل کرنے اور اس کے سارے حقوق کی ادائیگی کی کوشش کرتے رہے تو ان شاء اللہ ہمارا اور ہماری آنے والی نسلوں کا دین وایمان محفوظ رہے گا۔

سورۃ الناس کے خواص

۱..... جو آدمی سورۃ الناس کی تلاوت کو اپنا معمول بنائے وہ امن و سلامتی میں رہے گا۔

۲..... جس آدمی کو یا جانور وغیرہ کو نظر بد کا اثر ہو تو سورۃ الناس پڑھ کر اس پر دم کریں اللہ کے فضل سے درست ہو جائے گا۔

۳..... مریض پر سورۂ ناس کا دم کرنے سے افاقہ ہوتا ہے۔

۴..... جو آدمی نزع کے عالم میں ہو اس پر سورۂ ناس پڑھنے سے اس کی موت آسان ہو جاتی ہے۔

۵..... جنوں اور انسانوں کے شر سے اور وہم و وسواس سے محفوظ رہنے کے لئے سوتے وقت سورۂ ناس پڑھ کر سوئے۔

۶..... بچوں کو جنوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے سورۃ الناس کو لکھ کر ان کے گلے میں لٹکانا مفید ہے۔

۷..... جس آدمی کو بادشاہ یا افسر وغیرہ کے ظلم کا خوف ہو وہ اس کے پاس داخل ہوتے وقت سورۃ الناس پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ ان کے شر کے لئے اسے کافی ہو جائے گا اور یہ امن وامان میں رہے گا۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہُ اس پُرفتن دور میں ہم کو قرآن کو سینہ سے لگائے رکھنے اور اس کا سچا خادم اور متبع ہو کر زندہ رہنے اور اسی پر موت آ جانے کی سعادت مقدر فرما۔

یَااللّٰہُ آپ ہی ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمایئے اور تمام شرور وفتن ظاہری و باطنی سے عموماً اور شیاطین الجن والانس کے خطرات ووساوس سے خصوصاً ہم کو اپنی پناہ نصیب فرما دیجئے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ